تکمیل واصلاح اور مکمل نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ ابنِ کثیر



حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابنِ کثیر متوفی ۷۷۴ھ

اردو ترجمہ

البدایة والنهایة

دار الاشاعت کراچی

تکمیل واصلاح اور مکمل نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ ابنِ کثیر

اردو ترجمہ

البداية والنهاية

جلد چہارم

حصہ ہفتم و ہشتم

۱۳ھ ہجری سے ۴۰ھ ہجری تک کے تفصیلی واقعات یہ حصہ شاندار اسلامی فتوحات پر مشتمل ہے حضرت عمرؓ کے زمانہ کی فتوحات، اسکے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت اور حضرت علیؓ کی خلافت کے شروع میں رونما ہونے والے واقعات کا ذکر

۴۱ھ ہجری کے آغاز سے ۷۳ھ ہجری تک کے واقعات خلافت علیؓ، خلافت حسن بن علیؓ اور خلافت معاویہؓ کے بعد بنوامیہ کے خلفاء کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ نیز واقعۂ کربلا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی امامت کا تفصیلی ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل ابنِ کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ

ترجمہ و تحقیق

مولانا ابوطلحہ محمد اصغر مغلؒ فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : نومبر ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 630 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Bo ks Centre
119-121, Halt Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

البدایہ والنہایہ معروف بہ

تاریخ ابن کثیر

حصہ ہفتم وہشتم



تاریخ ابن کثیر.....حصہ ہفتم

آغاز سال ۱۳ ہجری

ہجرت کا تیرھواں سال شروع ہوا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شام پر فوج کشی کا پختہ ارادہ کرلیا اور اس کے لئے لشکر اسلام کو جمع کرنا اور تیار کرنا شروع کر دیا، یہ ان کے حج سے واپسی کے بعد کا واقعہ ہے، یہ اصل میں باری تعالیٰ کے اس قول "اے ایمان والو! ان کفار سے قتال کرو جو تمہارے قرب و جوار میں رہتے ہیں اور چاہئے کہ وہ اس (قتال کے بارے میں) تمہارے اندر سختی و شدت محسوس کریں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے"۔ اور دوسری آیت "تم ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے"[1] پر عمل ہے نیز رسول اللہ ﷺ کی اقتداء ہے اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر شام پر چڑھائی کے لئے لشکر تیار کیا اور شدید گرمی و سخت حالات میں ان سے مقابلے کے لئے پہنچ گئے لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی اور اسی سال آپ ﷺ واپس لوٹ آئے پھر اپنی وفات سے قبل اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کی سرحدوں پر جنگ کے لئے بھیجا جس کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب جزیرۃ العرب کے معاملات سے فارغ ہوئے تو آپ نے عراق کی طرف ہاتھ بڑھایا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر مامور فرمایا پھر عراق کی طرح شام کی طرف بھی پیش قدمی کا ارادہ کیا اور اس مہم کو سرانجام دینے کے لئے جزیرۃ العرب کے مختلف مقامات کے امراء و عاملین کو جمع کیا آپ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بنو قضاعہ کے صدقات کی وصولی پر عامل مقرر کیا تھا ان کے ساتھ ولید بن عقبہ بھی معاونت کے لئے تھا سو آپ نے اس موقع پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شام کے لئے تیار کرتے ہوئے لکھا۔

میں نے آپ کو اسی کام پر واپس بھیج دیا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے سپرد کیا تھا اور آپ نے اس کے ساتھ ایک دوسرے کام کا بھی تذکرہ کیا تھا ''پس اے ابوعبداللہ! میں نے چاہا کہ آپ کو اس کام کے لئے فارغ کردوں جو آپ کے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے اگر چہ آپ جس کام میں مشغول ہیں وہ آپ کو زیادہ پسند ہو''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ میں اسلام کے تیروں میں ایک تیر ہوں اور آپ ان تیروں کو پھینکنے اور جمع کرنے والے ہیں پس ان میں سے انتہائی سخت اور خوفزدہ کرنے والے تیروں کا انتخاب کیجئے اور پھر مجھے ان میں شامل کر دیجئے۔

ولید بن عقبہ کی طرف بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کا خط لکھا اور انہوں نے بھی مثل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے جواب دیا پھر یہ دونوں حضرات اپنی جگہ قائم مقام مقرر کر کے مدینہ چلے آئے، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یمن سے آ گئے وہ مدینہ اس حال میں پہنچے

(۱) سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۲۳، ۲۹

تھے کہ ان پر ایک ریشمی جبہ تھا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس موجود لوگوں کو حکم دیا کہ ان سے جبہ لے کر جلا دیں، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ بات انتہائی ناگوار گزری انہوں نے علی بن ابی طالب کو کہا کہ اے ابوالحسن کیا بنی عبد مناف امارت سے عاجز و مغلوب ہو گئے ہیں؟

علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ اسے جبری غلبہ سمجھتے ہیں یا با قاعدہ خلافت، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ سے زیادہ اس منصب کا کوئی بھی حقدار و لائق نہ تھا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سن کر کہا کہ خاموش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دانتوں کو گرائے اگر تم اسی طرح مسلسل جھوٹ بولتے رہے اور اسی قسم کی باتوں میں مشغول رہے تو اللہ کی قسم تم اپنا ہی نقصان کرو گے اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گوش گزار بھی کر دیا لیکن انہوں نے اس کا کچھ اثر نہیں لیا، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حسب منشاء افواج جمع ہو گئیں تو انہوں نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اولاً اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد وثناء بیان کی اور پھر لوگوں کو جہاد پر ابھارتے ہوئے فرمایا خبردار! ہر کام کے کچھ مقاصد ہوتے ہیں جو ان مقاصد کو حاصل کر لے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتا ہے تم متانت اور میانہ روی کو لازم پکڑو، یہ مقصود تک پہنچانے والی چیز ہے۔

خبردار! جس کا ایمان نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جس کے اندر خوف وخشیت نہیں اسے ایمان حاصل نہیں اور جس کے اندر حسن نیت نہیں اس کا عمل مقبول نہیں، آگاہ رہو! کتاب اللہ میں جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا اجر وثواب ہے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کو خصوصی اہمیت دے، یہی وہ نجات ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آدمی ذلت ورسوائی سے نجات پاتا ہے اور اس کو شرافت وبزرگی حاصل ہوتی ہے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امراء کے تقرر اور ان کے لئے علم تیار کرنے میں مشغول ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے خالد بن سعید بن العاص کے لئے علم تیار کیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا اور ان کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائیں لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح متاثر نہ ہوئے بلکہ ان کو شام سے معزول کر کے ارض تیماء کا والی بنا دیا اور فرمایا کہ وہاں موجود اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ حکم نامہ پہنچ جائے پھر آپ نے یزید بن ابی سفیان کے لئے علم تیار کیا ان کے ساتھ بہت سے معززین تھے، سہیل بن عمرو اور ان کے ہم مرتبہ اہل مکہ بھی اس جماعت میں شامل تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو رخصت کرنے کے لئے پیدل چلتے ہوئے آئے اور انہیں جنگ اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی سے متعلق وصیت فرمائی اور انہیں دمشق کا امیر مقرر فرمایا، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے لشکر پر مقرر فرمایا انہیں بھی اسی طرح نصیحتیں کرتے ہوئے رخصت کیا اور حمص کا والی بنا دیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر فلسطین پر مقرر فرمایا اور ہر امیر کو بعض مصالح کی بناء پر الگ الگ راستوں سے جانے کی ہدایت کی، اس سلسلے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اقتداء کی کہ انہوں نے بھی اپنے بیٹوں کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازہ سے مت داخل ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا، فیصلہ اور حکم صرف اللہ کا چلتا ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور متوکلین کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

یزید بن ابی سفیان تبوک چلے گئے مدائنی اپنی سند سے شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لشکروں کو ۱۳ھ کے شروع میں روانہ کیا تھا محمد بن اسحاق صالح بن کیسان سے نقل کرتے ہیں کہ یزید بن ابی سفیان کو رخصت کرتے وقت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل چل رہے تھے اور یزید سوار تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نصیحتیں فرما رہے تھے۔ آخر میں فرمایا کہ اب میں تمہیں سلام کہتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آ گئے اور یزید بن ابی سفیان تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے۔

شرحبیل بن حسنہ نے ان کی متابعت کی پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ان دونوں کی امداد کے لئے روانہ ہوئے اور ان سب نے الگ الگ راستہ اختیار کیا، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہو کر ارض شام کے عرمات نامی مقام پر اترے، کہا جاتا ہے کہ یزید بن ابی سفیان اولاً بلقاء نامی جگہ پر اترے تھے اور شرحبیل بن حسنہ نے ایک قول کے مطابق اردن اور دوسرے قول کے مطابق بصریٰ میں نزول فرمایا اور ابوعبیدہ بن الجراح جابیہ مقام پر فروکش ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات کو لشکروں سے امداد دینے لگے اور فرمایا کہ ہر امیر اپنے پسندیدہ امیر کے ساتھ مل جائے، کہا جاتا ہے کہ ابوعبیدہ بن الجراح جب ارض بلقاء میں اترے تو ان سے قتال کیا یہاں تک کہ اہل بلقاء نے صلح کر لی، یہ سب سے پہلی صلح تھی جو کہ شام

میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی جنگ بھی شام ہی میں ہوئی کہ رومی ارض فلسطین میں عربہ نامی جگہ پر جمع ہو گئے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف ابوامامہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا، ابوامامہ نے رومیوں کو قتل کیا اور ان سے مال غنیمت حاصل کیا اور ان کے ایک بڑے جرنیل کو بھی مار ڈالا۔ اس کے بعد مرج الصفر اء کا معرکہ ہوا جس میں خالد بن سعید اور مسلمانوں کی ایک جماعت شہید ہو گئی اور بعض کے قول کے مطابق مرج الصفر اء میں شہید ہونے والے خالد بن سعید کے بیٹے تھے اور وہ خود ارض حجاز میں انحاز نامی جگہ پر بچ کر پہنچ گئے تھے واللہ اعلم بالصواب۔

اس کو ابن جریر نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب خالد بن سعید تیماء پہنچے تو رومی لوگ عرب کے نصرانی قبائل غیرا، تنوخ، بنو کلب، سلیح لخم، جذام اور غسان کی جماعتوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک بڑا لشکر تیار کر کے آپ کے مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے لیکن جب خالد بن سعید سے آمنا سامنا ہوا تو سب منتشر ہو گئے بلکہ ان میں سے بہت سے اسلام میں داخل ہو گئے خالد بن سعید نے فتح کی خوشخبری صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوائی، انہوں نے حکم فرمایا کہ آگے بڑھتے رہیں رکیں نہیں اور ولید بن عتبہ وعکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ ایک امدادی دستہ بھی روانہ کیا پھر خالد بن سعید ایلیاء کی طرف بڑھے یہاں رومیوں کے سردار ماہان سے مقابلہ ہوا، آپ نے اسے شکست دی اور وہ دمشق کی طرف بھاگ گیا لیکن آپ اس کے تعاقب میں لگے رہے، اسلامی افواج جلد ہی دمشق پہنچ گئی اور قسمت کی یاوری سے مرج الصفر اء تک پہنچ گئیں لیکن وہاں ماہان کی مسلح افواج نے گھیراؤ کر کے ان کا راستہ روک لیا اور اس کی فوجیں خالد بن سعید کی طرف بڑھیں، خالد بن سعید اس بدلتی ہوئی صورتحال کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر دوبارہ ذوالمروۃ کی طرف نہ آئے اس جنگ میں گھوڑوں پر سوار لوگ تو فرار ہو گئے اور بقیہ فوج پر دشمن نے غلبہ پالیا البتہ عکرمہ بن ابی جہل ثابت قدم رہے اور حکمت عملی کے ساتھ خود اور جوان کے پاس بھاگ کر پہنچ گیا تھا لے کر شام سے نکل آئے پھر جب شرحبیل بن حسنہ عراق سے خالد بن ولید کے پاس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر شام کی طرف روانہ کر دیا۔

شرحبیل بن حسنہ جب شام میں خالد بن سعید کے ٹھکانہ پر سے گذرے تو ان کے ذومرتبہ اصحاب جوان کے ساتھ ذوالمروۃ بھاگ آئے تھے کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور دستہ پر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے پیچھے ان کی مدد کے لئے روانہ کر دیا، جب یہ دستہ خالد بن سعید کے ٹھکانہ پر سے گذرا تو ان کے باقی بچے ہوئے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف بڑھ گیا اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔

معرکہ یرموک......[1] سیف بن عمر کے قول کے مطابق یہ معرکہ اسی سال یعنی ۱۳ھ میں فتح دمشق سے پہلے ہوا، ابوجعفر بن جریر نے اس قول کی متابعت کی ہے لیکن حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی عبیدہ، ولید، ابن لھیعہ، لیث اور ابومعشر وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ معرکہ ۱۵ھ میں ہوا۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ معرکہ رجب ۱۵ھ میں ہوا، خلیفہ بن خیاط ابن کلبی سے نقل کرتے ہیں کہ واقعہ یرموک ۵ رجب المرجب ۱۵ھ بروز پیر پیش آیا۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ قول محفوظ ہے اور سیف بن عمر کا ۱۳ھ کا قول قابل اعتناء نہیں ہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ سیف بن عمر کا سیاق عبارت ابن جریر وغیرہ کے بیان کے مطابق ہے وہ کہتے ہیں کہ جب یہ افواج شام کی طرف بڑھیں تو رومی گھبرا گئے اور ان پر شدید خوف طاری ہو گیا انہوں نے ہرقل قیصر روم کو صورتحال سے آگاہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ ہرقل اس وقت حمص میں تھا اور اس نے اسی سال بیت المقدس کو فتح کیا تھا، جب اسے یہ خبر ملی تو اس نے اپنی قوم سے خطاب کیا اور کہا کہ تمہارا ناس ہو، یہ لوگ دین جدید کے حامل ہیں ان سے مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں تم میری بات مانو اور ان سے شام کے نصف خراج پر صلح کر لو، ایسی صورت میں روم کے پہاڑ تمہارے قبضے میں رہیں گے وگرنہ یہ شام کو تو تم سے لے ہی لیں گے لیکن اس کے ساتھ روم کے پہاڑوں کو بھی تم پر

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/۱۱۸، وتاریخ الطبری: ۲/۳۳۵، والکامل فی التاریخ: ۲/۲۸۱

تنگ کر دیں گے۔

ہرقل کی اس تقریر پر رومیوں نے قلت تدبر، جنگی ناتجربہ کاری اور دین و دنیا میں عدم نصرت کی وجہ سے حسب عادت وحشی گدھوں کی طرح خراٹا لیا گویا اس تجویز کو ناپسند کیا، اس وقت ہرقل حمص چلا گیا اور امرائے فوج کی سرکردگی میں لشکر روانہ کرنے لگا، اس نے ہر مسلمان امیر کے مقابلہ میں ایک بڑا لشکر بھیجا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنے باپ شریک بھائی تذارق کو نوے ہزار جنگجو دے کر بھیجا، جرجہ بن بوذیھا کو یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اتارا، اور الدارقص کو شرحبیل بن حسنہ کے مقابلہ میں اور لقیقا ؔیا قیقلان کو ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح کے مقابلہ میں روانہ کیا۔

یہ لقیقا ؔیا قیقلان ابن اسحاق کے قول کے مطابق ہرقل نسطورس کا خصی تھا، رومی اپنی افواج کی کثرت دیکھ کر کہنے لگے کہ قسم بخدا! اب ہم یقیناً ابو بکر کو اپنی سرزمین کی طرف لشکر کشی سے روک دیں گے، اس موقع پر مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد عکرمہ بن ابی جہل کی جماعت کو چھوڑ کر بیس ہزار تھی، عکرمہ بن ابی جہل اپنے چھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ شام کے ایک گوشہ میں امداد کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے لشکر اسلام کے امراء نے یہ ساری صورتحال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھی، انہوں نے جواب میں لکھا کہ تم سب جمع ہو جاؤ اور ایک لشکر بنالو اور مشرکین کی افواج پر ٹوٹ پڑو، تم اللہ کے مددگار ہو اور اللہ اپنے مددگار نیوالوں کی مدد کرتا ہے اور اپنا انکار کرنے والوں کو رسوا کرتا ہے، تم لوگ قلت کی وجہ سے ہرگز شکست نہیں کھا سکتے البتہ گناہوں کی وجہ سے مغلوب ہو سکتے ہو، لہٰذا ان سے مکمل طور پر بچو، اور تم میں سے ہر امیر اپنے ساتھیوں کی نماز میں امامت کیا کرے۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نصاریٰ کو شیطانی وساوس و تلبیسات کرنے سے خالد بن ولید کے ذریعہ روک دوں گا اور خالد بن ولید کی طرف عراق میں پیغام بھیجا کہ شام چلے جائیں وہ اپنے ساتھیوں پر امیر ہوں گے اور فراغت پر دوبارہ اپنے کام کی طرف عراق آجائیں، ہرقل کو جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے امراء اور فوجوں کو جمع کر کے لڑنے کا حکم دیا ہے تو اس نے بھی اپنے سپہ سالاروں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا اور کہا کہ کسی ایسے وسیع و عریض میدان کا انتخاب کریں کہ جس میں فرار کی کوئی راہ نہ ہو، اور اپنے بھائی تدارق کو تمام افواج کا سپہ سالار مقرر کیا اور میمنہ و میسرہ پر ماہان اور دارقص کو اور عقب میں قیقلان کو تجویز کیا۔

محمد بن عائذ کے بیان کے مطابق جو انہوں نے عبدالاعلیٰ سے سعید بن عبدالعزیز کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ مسلمان اس معرکہ میں کل چوبیس ہزار تھے اور ابوعبیدہ بن الجراح ان سب کے امیر تھے اور رومیوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور ماہان و سقلاب ان کے سپہ سالار تھے۔

ابن اسحاق نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے کہ سقلاب خصی اس دن ایک لاکھ رومیوں پر امیر تھا اور جرجہ آرمنی بارہ ہزار افراد پر مشتمل مقدمہ پر اور جبلہ ابن ایہم مستعربی بھی بارہ ہزار فوج پر امیر تھے اور مسلمانوں کی کل تعداد چوبیس ہزار تھی رومیوں نے شدید جنگ لڑی حتیٰ کہ ان کے پیچھے ان کی عورتیں بھی بھرپور طریقے پر شریک جنگ تھیں۔

اور ولید صفوان سے اور وہ عبدالرحمٰن بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ ہرقل نے دولاکھ فوج ماہان آرمنی کی سرکردگی میں بھیجی اور سیف کہتے ہیں کہ رومی چلے اور یرموک کے قریب واقعہ صد مقام پر فروکش ہوئے۔ وہ وادی ان کے لئے حفاظتی خندق ثابت ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف امداد کے لئے لکھا اور رومی لشکر کے یرموک میں ہونے کی اطلاع دی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو پیغام بھیجا کہ وہ عراق پر اپنا نائب مقرر کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام چلے جائیں جب وہ شام پہنچیں تو وہی اہل شام پر امیر ہوں گے، چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ بن حارث کو عراق کا منتظم مقرر کیا اور اپنے ساتھ ساڑھے نو ہزار فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے، رافع بن عمیرہ طائی ان کا رہبر تھا وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو سماق کے راستے قراقر لے گیا اور ایسا راستہ اختیار کیا جس پر اس سے پہلے کوئی نہ چلا تھا پس اس نے جنگلات و صحراؤں کو طے کیا وادیوں کو قطع کیا پہاڑوں پر چڑھا اور بالکل غلط راستہ اختیار کیا اور وہ ایک بے آب و گیاہ جنگل میں تھے کہ ان کی اونٹنیاں پیاس سے تڑپنے لگی رافع بن عمیرہ طائی نے انہیں پانی پلایا اس کے بعد ان کے ہونٹ کاٹ دیئے اور جبڑے باندھ دیئے تا کہ وہ اپنی پشت پر موجود کجاووں کو نہ کھا ڈالیں، وہ ان اونٹوں کو ہانکتا رہا، جب آگے پانی نہ ملا تو ان اونٹوں کے پیٹ چیر دیئے گئے اور جو کچھ پانی تھا اس سے لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو بھی پلایا جس قدر پانی ساتھ لیجا سکتے تھے وہ اٹھالیا، اور ان کا گوشت کھالیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچ دن

میں منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کی طرف تدمر کے راستے سے بڑھے اہل تدمر اور اہل ارکہ نے صلح کر لی، جب عذراء مقام پر پہنچے تو اسے مباح قرار دیا اور بنو غسان کے کثیر مقدار میں اموال غنیمت کے طور پر حاصل کر لئے گئے پھر آپ دمشق کی مشرقی سمت سے نکلے اور چلتے رہے یہاں تک کہ نہر بصریٰ پر پہنچ گئے وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جماعت کو دیکھا کہ اہل شہر سے مقابلہ کر رہے ہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اہل شہر نے صلح کر لی اور شہر حوالہ کر دیا، یہ شام کا پہلا شہر تھا جو فتح ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا خمس بلال بن حارث مزنی کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا پھر خالد بن ولید، ابوعبیدہ، مرثد اور شرحبیل یہ سب حضرات عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور رومی عربا نامی جگہ پر مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے اور اجنادین کا مشہور معرکہ ہوا اس موقع پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی جو خالد بن ولید کے عراق سے شام آتے ہوئے ہمسفر تھا اس نے یہ اشعار پڑھے:

رافع جاسوس کیا خوب ہے، اس نے کس طرح راہ پائی
وہ قراقر سے چل کر پانچ دن میں سویٰ پہنچ گیا
جب کہ فوج چل چل کر بوجہ مشقت کے رو پڑی تھی
اور اس سے پہلے کوئی نفس اس راستہ پر نہ چلا تھا

اس سفر میں بعض لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اگر آپ صبح تک فلاں درخت کے پاس پہنچ جائیں تو آپ اور آپ کے ساتھی دشمن کی دسترس سے محفوظ رہیں گے ورنہ پکڑے جائیں گے پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور صبح تک اس درخت تک پہنچ گئے اور فرمایا کہ عند الصباح یحمد القوم السری یعنی صبح کے وقت ہی قوم رات بھر چلنے کی تعریف کرتی ہے، آپ کا یہ جملہ مثل اور محاورہ بن گیا اس لئے کہ سب سے اول آپ نے ہی اس کو کہا تھا۔

اور ابواسحٰق کے علاوہ مثلاً سیف بن عمر اور ابی نجیف وغیرہ پہلے قصہ کی تکمیل کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جب رومی اپنے سپہ سالاروں کے ساتھ واقوصہ میں جمع ہو گئے اور صحابہ کرام اپنی جگہ سے ہٹ کر ان کے راستے میں آپڑے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! بشارت پاؤ کہ رومی محصور ہو گئے اور محصور قوم کم ہی کامیاب ہوتی ہے، جب صحابہ کرام رومیوں کی طرف چلنے کے لئے مشورہ کرنے جمع ہوئے تو امرائے فوج بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوسفیان آ گئے اور فرمایا کہ میرا خیال نہ تھا کہ میں اتنی لمبی عمر پاؤں گا اور اس جماعت کے ساتھ ہوں گا جو جہاد کے لئے جمع ہو گی پھر مشورہ دیا کہ لشکر کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ تو رومیوں کے مقابل جا کے پڑاؤ ڈال لے، اس کے بعد دوسرا حصہ روانہ کیا جائے اور یہ حصہ سامان خورد و نوش اور عورتوں و بچوں پر مشتمل ہونا چاہیے، اس کے بعد تیسرے حصہ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لے کر چلیں اور ایسے مقام پر پڑاؤ کریں کہ جنگل ان کی پشت پر ہوتا تا کہ مدد اور ٹھنڈک انہیں پہنچتی رہے سب نے اس رائے کو قبول کیا اور اس کی تحسین کی۔

ولید نے صفوان سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ رومی لوگوں نے دیرایوب اور یرموک کے درمیان پڑاؤ کیا اور مسلمان دریا کے دوسری جانب اترے ان کے عقب میں جنگلات تھے تا کہ مدینہ منورہ سے ان کے لئے کمک پہنچتی رہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمال جرأت سے کام لیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رومیوں کے سامنے فروکش ہو گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا، یہ محاصرہ ربیع الاول کے پورے مہینہ جاری رہا، سامان خورد و نوش کی قلت کی وجہ سے مزید جنگ جاری رکھنا مشکل ہو گیا تو انہوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی انہوں نے فرمایا کہ خالد ان کے لئے مناسب ہوں گے اور خالد بن ولید کی طرف پیغام بھیج دیا وہ ربیع الآخر میں ان کی مدد کے لئے پہنچے جب وہ وہاں پہنچے ماہان بھی رومیوں کی مدد کے لئے آ گیا اس کے راہب اور پادری وغیرہ بھی تھے جو لوگوں کو نصرانیت کی مدد کے لئے ابھارتے اور ترغیب دیتے تھے۔

اس کے لشکر کی کل تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی ان میں سے اسی ہزار رسیوں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اسی ہزار گھڑ سوار اور اسی ہزار پیادہ تھے۔

سیف کے بیان کے مطابق ہر دس کو ایک لمبی زنجیر میں باندھ دیا گیا تا کہ فرار کا موقع نہ مل سکے اور جب عکرمہ بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے تو اسلامی لشکر کی کل تعداد چھتیس ہزار سے چالیس ہزار ہو گئی، ابن اسحاق اور مدائنی کے نزدیک بھی اجنادین کا معرکہ یرموک کے معرکہ سے قبل ہے اجنادین کا معرکہ جمادی الاولیٰ کی ۲۸ تاریخ کو پیش آیا اس میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور رومیوں کو شکست ہوئی ان کا امیر قیقلان بھی مقتول ہوا، جنگ سے پہلے اس نے نصاریٰ عرب میں سے اپنے ایک جاسوس کو مسلمانوں کے حالات کی تفتیش کے لئے بھیجا تھا اس نے آ کر بتایا کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جو دن گھوڑے کی پشت پر گزارتی ہے اور رات کو خداوند قدوس کے سامنے سجدہ ریز رہتی ہے اللہ کی قسم! ان کے بادشاہ کا لڑکا بھی چوری کرلے تو اس کا بھی سزا میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے یا زنا کرلے تو رجم کر دیا جاتا ہے قیقلان نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم! اگر تو سچا ہے تو (ہمارے لئے) زمین کا پیٹ بہتر ہے اس کی پشت سے۔

سیف بن عمر اسی سیاق میں بیان کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو دو حصوں میں منقسم پایا ابوعبیدہ اور عمرو بن العاص ایک طرف تھے اور یزید و شرحبیل دوسری طرف، پس خالد بن ولید ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور انہیں تفرقہ و اختلاف سے بچنے کا اور آپس میں جمع و متحد ہونے کا حکم دیا اس پر سب جمع ہو گئے اور متحدہ لشکر بن گیا اور جمادی الاخری کے اوائل میں دشمن کے سامنے صف بندی کر لی، خالد بن ولید نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اول اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد کہا یہ دن یقیناً ایام اللہ میں سے ہے اس دن نہ فخر مناسب ہے اور نہ اللہ کی نافرمانی زیب دیتی ہے تم اپنے جہاد میں اخلاص پیدا کرو، اور اپنے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو آج کا دن بعد والے دنوں پر بھی اثر انداز ہوگا، آج ہم انہیں خندقوں کی طرف دھکیل دیں گے، اور مسلسل انہیں پسپا کرتے رہیں گے لیکن خدانخواستہ آج انہوں نے ہمیں شکست دیدی تو آگے ہم ان کے سامنے کامیاب نہ ہو سکیں گے، آؤ باری باری فوج کی امارت سنبھالو، کوئی آج امیر بنے کوئی کل اور کوئی پرسوں یہاں تک کہ ہر ایک کو اس اعزاز کا موقع مل جائے اور مجھے تم میرے حال پر چھوڑ دو، مسلمانوں کا خیال تھا کہ اس مرتبہ جنگ کا معاملہ بہت طول پکڑ جائے گا اس لئے انہوں نے متفقہ طور پر خالد بن ولید کو اپنا امیر بنا لیا رومی افواج کچھ ایسی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ نکلیں کہ جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی افواج کی ایسی ترتیب قائم کی جس کی عرب میں نظیر نہیں تھی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو چھتیس سے چالیس دستوں میں تقسیم کر دیا اور ہر دستہ پر جو ایک ہزار پر مشتمل تھا ایک امیر مقرر کیا لشکر کا قلب ابوعبیدہ کی ماتحتی میں دیا میمنہ پر عمرو بن العاص اور شرحبیل اور میسرہ پر یزید بن ابی سفیان کو مقرر کیا، ہراول دستہ پر قباب بن اشیم کو، مال غنیمت کے جمع پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ابوالدرداء کو اس دن قاضی بنایا گیا ابو سفیان بن حرب اس دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے والے اور مقداد بن اسود لشکر کے قاری تھے جو لوگوں میں گھوم پھر کر سورہ انفال کی آیات سنایا کرتے اور ان کے جذبات ابھارا کرتے تھے۔

اسحاق بن یسار کا بیان ہے کہ اس دن لشکر چار حصوں پر مشتمل تھا اور ہر حصہ پر ایک امیر مقرر تھا امرائے لشکر یہ حضرات تھے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ، مسلمان اپنے اپنے جھنڈوں کے سائے میں نکلے میمنہ پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، میسرہ پر نفاثہ بن اسامہ کنانی، پیدل دستہ پر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص اور گھوڑ سوار دستہ پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو تمام امور جنگ کے مشیر و منتظم تھے اور لوگوں کو اپنی رائے سے واپس کر دیتے تھے (یعنی جس کے بارے میں جو فیصلہ فرماتے اور جہاں اس کی تشکیل فرماتے وہ اس کو بخوشی قبول کرتا) جب رومی افواج نے انتہائی فخر و غرور کے عالم میں اس مقام کی طرف تمام نرم و سخت زمین کو بھر دیا گویا کہ وہ سیاہ بادل ہیں جو خوب گرج رہے ہیں اور ان کے مذہبی پیشوا انجیل کی تلاوت کر کے لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے لگے اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہسواروں کے دستے کے ساتھ فوج کے سامنے تھے وہ گھوڑے پر سوار ابوعبیدہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ایک امر میں مشورہ چاہتا ہوں۔ ابوعبیدہ نے فرمایا کہ کہئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں القاء فرمایا ہے میں آپ کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قوم ایک زبردست حملہ کرنے والی ہے جس کے بغیر انہیں چارہ نہیں اور مجھے میمنہ اور میسرہ کے متعلق اندیشہ ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ سواروں کے دو حصے کر دوں اور ہر ایک کو میمنہ میسرہ کے عقب میں مقرر کر دوں تا کہ جب جنگ شروع ہو تو یہ سواروں کے دستے ان کی مدد کریں، ابوعبیدہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور تائید کی پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے ان دو میں سے ایک حصہ کو اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ قیس بن ہبیرہ کی ماتحتی میں

سیف بن عمر وا پنی سند سے اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اس دن اسلامی لشکر میں ایک ہزار صحابہ تھے جن میں سے ایک سو بدری تھے اور ابو سفیان ہر دستے کے سامنے کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ تم عرب ہو اور اسلام کے مددگار اور وہ رومی ہیں اور شرک کے مددگار، بے شک یہ دن اللہ کے ایام میں سے ایک یوم ہے پھر دعا کی اے اللہ! اپنے بندوں کی مدد و نصرت فرما۔

اور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق سے آئے تو عرب کے نصاریٰ میں سے ایک آدمی نے کہا کہ رومی بہت ہیں اور مسلمان کم، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ تجھ پر ہلاکت ہو کیا تم مجھے رومیوں سے ڈراتے ہو؟ فوجوں کی کثرت آدمیوں کی تعداد سے نہیں ہوتی بلکہ مدد و نصرت سے زیادہ ہوتی ہے اور عدم نصرت کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کی قسم میں تو چاہتا ہوں کہ میرا سرخ و زرد گھوڑا تندرست ہو جائے اور ان کی فوجیں بے شک دگنی ہو جائیں کوئی پروا نہیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے سم گھس گئے تھے اور وہ عراق سے آنے کے بعد بیمار ہو گیا تھا۔

جب لوگ جنگ کے لئے آمنے سامنے ہوئے تو ابو عبیدہ اور یزید بن ابی سفیان آگے بڑھے ان کے ساتھ ضرار بن الازور، حارث بن ہشام اور ابو جندل بن سہیل بھی ہو گئے ان سب نے رومیوں کے قریب جا کر کہا کہ ہم تمہارے امیر سے ملنا چاہتے ہیں رومیوں نے انہیں اپنے امیر تذارق کے پاس جانے کی اجازت دیدی، یہ لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ریشم کے خیمہ میں بیٹھا ہوا ہے ان حضرات نے کہا کہ ہم اس میں داخل ہونا حلال نہیں سمجھتے پھر ان کے لئے ریشم کے قالین بچھائے گئے لیکن اس پر بھی بیٹھنے سے ان حضرات نے انکار کر دیا پھر رومی امیر وہیں آ کر بیٹھ گیا جہاں یہ لوگ چاہتے تھے اور باہم گفتگو شروع ہوئی اور صلح پر دونوں فریق راضی ہو گئے اس کے بعد یہ حضرات اللہ کے دین کی دعوت دے کر چلے آئے لیکن یہ صلح تام نہ ہو سکی۔

ولید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ رومیوں کے سردار ماہان نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ہم دونوں صفوں کے درمیان سے نکلیں اور باہم ملاقات کر کے مصالحت کریں اور پھر کہا کہ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے تمہیں تمہارے شہروں سے بھوک اور تنگدستی نے نکلنے پر مجبور کیا ہے پس آؤ میں تم میں سے ہر ایک کو دس دینار، لباس اور کھانا دوں، پھر تم واپس اپنے علاقوں کی طرف لوٹ جاؤ اور جب آئندہ سال آئیگا تو اسی قدر مال و سامان تمہارے پاس بھیج دوں گا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ ہمیں اس چیز نے نہیں نکالا جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ ہم لوگ اصل میں خون پینے والے ہیں اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رومیوں کے خون سے زیادہ لذیذ کوئی خون نہیں ہے پس ہم تو اس غرض سے آئے ہیں ماہان کے ساتھی کہنے لگے اللہ کی قسم ہم عربوں کے متعلق یہی کچھ بیان کرتے ہیں۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن عمرو کی طرف بڑھے یہ دونوں قلب لشکر کے دائیں بائیں تھے اور کہا کہ آگے بڑھ کر قتال شروع کریں پس یہ دونوں رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کو دعوت مبارزت دی بہادر میدان میں اتر گئے اور ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے، جنگ کی آگ گرم ہو گئی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دلیروں کے ایک دستہ کے ساتھ صفوں کے سامنے کھڑے لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے اور فریقین کے بہادر ان کے سامنے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ہر دستے کے پاس ایسے لوگوں کو مدد کے لئے بھیج رہے تھے جن پر انہیں اعتماد تھا اور امور جنگ کی نہایت حکمت اور تدبر کے ساتھ نگرانی اور انتظام کر رہے تھے۔

اسحاق بن بشیر، سعید بن عبدالعزیز سے اور وہ دمشق کے قدیم مشائخ سے جنگ کے حالات نقل کرتے ہیں کہ ماہان جنگ کے لئے نکلا ادھر سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نکلے انہوں نے میمنہ پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو میسرہ پر قباب بن اشیم کنانی کو پیدل فوج پر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو اور سواروں پر خالد بن ولید کو مقرر کیا لوگ اپنے اپنے جھنڈوں کے سائے تلے نکلے۔

ابو عبیدہ نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا، اے مسلمانو دین پر ثابت قدم رہو، یہ چیز کفر سے نجات دینے والی اور رب تعالیٰ کو راضی کرنے والی ہے نیز عیب و عار کو انسان سے دور کرنے والی ہے اپنے میدان کو ہرگز نہ چھوڑنا نہ از خود پیش قدمی کرنا اور نہ حملہ کی ابتداء کرنا نیزوں کو بلند رکھو اور ڈھال کو سامنے کر لو،

خاموشی اختیار کرو اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اہل قرآن! اے کتاب الٰہی کے محافظو! اے حق وہدایت کے مددگارو! آدمی اپنی خواہشات اور تمناؤں میں رہتے ہوئے نہ اللہ کی رحمت کو پا سکتا ہے اور نہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ صادق اور مصدق شخص ہی کو رحمت ومغفرت سے نوازتا ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

ترجمہ...... اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے یہ وعدہ فرمالیا ہے کہ ان کو زمین پر خلافت وحکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی۔

اور پھر فرمایا کہ تم اپنے رب سے حیاء کرو اس چیز سے کہ وہ تم کو تمہارے دشمن کے مقابلہ میں بھاگتا ہوا دیکھے، حالانکہ تمہاری جان اسی رب کے قبضہ میں ہے اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔

عمرو بن العاص نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم نگاہوں کو پست رکھو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ، نیزوں کو بلند رکھو، جب وہ تم پر حملہ کرنے لگیں تو ذرا ٹھہر جاؤ، جب وہ اپنے نیزوں کو درست کر کے آگے بڑھیں تو ان پر شیر کی طرح حملہ کر دو، قسم ہے اس ذات کی جو سچائی سے راضی ہوتا ہے اور اس کا صلہ دیتا ہے جھوٹ کو مٹاتا ہے اور نیکی کا بدلہ احسان کے ساتھ دیتا ہے میں نے سنا ہے کہ مسلمان عنقریب ان کا ایک ایک پہاڑ اور ایک ایک محل فتح کر لیں گے پس ان کی جمعیت اور تعداد تمہیں خوفزدہ نہ کرے، اگر تم ان پر دلجمعی کے ساتھ حملہ کرو گے تو یہ چکور کے بچوں کی طرح اڑ جائیں گے یعنی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

پھر ابوسفیان نے فوج سے خطاب کیا اور بہت عمدہ پیرائے میں لوگوں کو قتال پر ابھارا، اور فصاحت وبلاغت کے ساتھ طویل کلام کیا اور جب لوگ جنگ کے لئے بالکل تیار اور آمنے سامنے ہوگئے تو فرمایا کہ اے اہل اسلام! جو حالات اس وقت ہیں وہ تم دیکھ ہی رہے ہو پس اللہ کے رسول اور جنت تمہارے سامنے ہیں اور شیطان تمہارے پیچھے، اس کے بعد عورتوں کو ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ جس شخص کو تم میدان چھوڑ کر بھاگتے ہوئے دیکھو تو اسے پتھروں اور لاٹھیوں سے اتنا مارنا کہ وہ میدان جنگ کی طرف لوٹ جائے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ قلب میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوں اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لشکر کے عقب میں تاکہ بھاگنے والوں کو واپس لوٹائیں، اور سواروں کے دو حصے کر دیئے ایک حصہ میمنہ کے پیچھے اور دوسرا میسرہ کے پیچھے مقرر کر دیا تاکہ لوگ پیچھے کی طرف نہ بھاگ سکیں، اور عقب سے مسلمان محفوظ بھی رہیں، خالد بن ولید کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں جو کچھ القاء فرمائے ہیں وہ آپ بیان کیجئے اور ان کے ساتھیوں نے ان کے مشوروں پر خوب عمل کیا، رومی فوجیں اپنی صلیبیں اٹھائے آگے بڑھیں ان کی آواز گرجتے بادل کی طرح خوف وگھبراہٹ پیدا کر دینے والی تھیں ان کے پادری اور جرنیل ان کو لڑائی پر ابھار رہے تھے اور وہ اتنی تعداد میں تھے کہ اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد نہیں دیکھی گئی، پس اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہی گئی اور اسی پر بھروسہ کیا گیا۔

یرموک کی لڑائی میں زبیر بن العوام بھی شریک تھے اور وہ اس وقت موجود صحابہ میں سب سے دلیر تھے بڑے شہسوار اور بہادر تھے ان کے پاس بہادروں کی ایک جماعت آئی اور کہا کہ کیا آپ حملہ نہیں کریں گے؟ تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں، زبیر بن العوام نے کہا کہ تم ثابت قدم نہ رہ سکو گے لوگوں نے کہا کہ کیوں نہیں ضرور، پس انہوں نے حملہ کیا لوگ بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے جب دشمن کی صفوں کے سامنے پہنچے تو لوگ رک گئے لیکن زبیر بن العوام دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے اور پھر پلٹ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے پھر دوبارہ اسی طرح کا حملہ کیا اور پھر اپنی جگہ لوٹ آئے اس دن ان کے کندھے پر دو زخم آئے اور ایک روایت کے مطابق ایک زخم آیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے ہم معنی مضمون اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب پادریوں اور جرنیلوں کی آوازیں سنتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ! ان کے قدم پھسلا دے ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ہم پر سکینت نازل فرما، ہمیں تقویٰ کا پابند بنا، ہمیں اپنی ملاقات محبوب بنا دے اور اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔

ماہان باہر نکلا اور اس نے اپنے میسرہ پر مقرر جرنیل دریجان کو حملہ کا حکم دیا وہ اللہ کا دشمن ان میں سب سے زیادہ بزرگ تھا پس اس نے مسلمانوں

کے میمنہ پر حملہ کر دیا اس حصہ میں ازد، مذحج، حضر موت اور خولان کے آدمی تھے انہوں نے ثابت قدمی دکھائی اور اللہ کے دشمنوں کے قدم روک دیئے اور پہاڑوں کی سی استقامت اور بلند ہمتی کے ساتھ ان پر اقدامی حملہ کر دیا کچھ مسلمان میمنہ سے قلب کی طرف چلے گئے ایک جماعت لشکر کی طرف چلی گئی لیکن اکثریت دشمن کے سامنے جمی رہی اور اپنے اپنے جھنڈوں کے سائے تلے قتال کرتی رہیں، جب بھاگ چھٹا تو لوگوں نے ایک دوسرے کو آواز دی بھاگنے والے واپس پلٹے اور دشمن پر حملہ کیا اور سامنے والے رومیوں کے قدم روک دیئے اور انہیں بھاگنے والے مسلمانوں کے تعاقب سے بھی باز رکھ دیا، اور عورتوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کی لاٹھیوں اور پتھروں سے خوب خبر لی، خولہ بنت ثعلبہ اس دن یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:

اے پاکیزہ عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والے (اگر تیرا یہی حال رہا تو) عنقریب تو انہیں قیدی بنا ہوا دیکھے گا، اس وقت یہ نہ عقل مند ہونگی اور نہ پسندیدہ۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ اپنی اپنی جگہ واپس آ گئے۔

سیف بن عمرو ابو عثمان غسانی اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ عکرمہ بن ابی جہل نے یرموک کے دن کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی موقعوں پر شریک جہاد ہوا ہوں، کیا میں آج تم سے بھاگ جاؤں گا پھر انہوں نے بلند آواز سے پکارا کہ کون ہے جو موت پر بیعت کرتا ہے ان کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن الازور نے چار سو ذی وجاہت مسلمانوں کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں شہسوار بھی تھے پھر ان سب نے خالد بن ولید کے خیمے کے سامنے بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے قتال کیا اور سب زخمی ہو گئے بہت سے شہید بھی ہو گئے ان میں ضرار بن الازور بھی تھے۔

مؤرخ واقدی نقل کرتے ہیں کہ شہید ہونیوالے لوگوں نے زخموں سے بے تاب ہو کر پانی طلب کیا جب ان میں سے کسی کے پاس پانی لایا جاتا تو اس کے قریب دوسرا زخمی پانی کو دیکھتا تو پہلا دوسرے کی طرف اشارہ کر دیتا کہ انہیں پلا دو، جب دوسرے تک پانی پہنچتا تو وہ اپنے قریب تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کر دیتا کہ انہیں پلا دو، یہ سب ایک دوسرے کی طرف پانی بھیجتے رہے یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے لیکن کسی نے پانی نہ پیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس دن مسلمانوں میں سب سے پہلا شہید ابو عبیدہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی تیاری کر لی ہے کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ سے کچھ کام ہے ابو عبیدہ نے کہا کہ ہاں، میری طرف سے سلام عرض کر دیجئے گا اور کہہ دیجئے گا کہ یا رسول اللہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے برحق پایا پھر یہ شخص آگے بڑھا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

اس دن مسلمانوں میں سے ہر دستہ اپنے اپنے جھنڈوں تلے ثابت قدم رہا اور رومی چکی کے پاٹ کی طرح میدان میں چکر لگا رہے تھے اور لوگوں کی پرگوشت ہڈیاں، عمدہ کلائیاں اور اڑتی ہوئی ہتھیلیاں ہر طرف نظر آ رہی تھیں پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے سواروں کو لے کر دشمن کے میسرہ پر حملہ کر دیا جس نے مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کیا تھا اس حملہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چھ ہزار رومی قتل کئے اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اب ان رومیوں کے پاس نہ صبر باقی ہے اور نہ ہی قوت، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے کندھے تمہارے سپرد کر دے گا پھر انہوں نے ایک سو سواروں کے ساتھ ایک لاکھ رومیوں پر حملہ کر دیا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے ہی ان کے پاس پہنچے ان کی فوج بدحواس اور تتر بتر ہو گئی اور مسلمانوں نے یکبارگی جو حملہ کیا تو ان کے قدم بالکل ہی اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا اور رومی ان سے بچ نہ سکے۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جنگ کی جولانی عروج پر تھی اور مسلمان گھمسان کے معرکہ میں مصروف تھے کہ اچانک حجاز سے ایک قاصد آیا جسے امیر لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا گیا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ اس نے بتایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو چکے ہیں انہوں نے ان تمام افواج کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دے کر اپنا نائب مقرر کیا، یہ گفتگو قاصد اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کو پوشیدہ رکھا اور لوگوں پر بالکل ظاہر نہ کیا تاکہ اس صورتحال میں اس خبر سے مسلمانوں کو کسی قسم کی کمزوری وضعف لاحق نہ ہو، خالد بن ولید نے قاصد سے کہا اور یہ بات لوگ سن رہے تھے کہ تم نے بہت اچھا کیا اور اس کے ہاتھ سے وہ رقعہ لے کر اپنے ترکش میں رکھ لیا اور امور جنگ کی تدابیر میں مشغول

ہو گئے اور خط لانے والے قاصد کو جس کا نام منجمہ بن زنیم تھا اپنے برابر میں کھڑا کر لیا۔ ابن جریر نے اس واقعہ کو اپنی سند سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

مؤرخین کے بیان کے مطابق اسی جنگ میں رومی سرداروں میں سے ایک بڑا سردار جرجہ صف سے باہر نکلا اس نے خالد بن ولید کو بلایا، آپ اس کے پاس گئے یہاں تک کہ ان دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے چھونے لگیں جرجہ نے کہا کہ اے خالد! مجھے سچ سچ بتلاؤ غلط بیانی نہ کرنا اس لئے کہ شریف آدمی جھوٹ نہیں بولتا اور دھوکہ دہی نہ کرنا، بے شک شریف وکریم آدمی اللہ کا واسطہ دینے والے کو دھوکہ نہیں دیا کرتا، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے جو تلوار اس نبی نے پھر تمہیں دی ہے کہ تم وہ تلوار جس پر اٹھاتے ہو اسے پچھاڑ دیتے ہو؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں، جرجہ نے کہا کہ پھر تم نے اپنا نام سیف اللہ کیوں رکھا ہوا ہے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان اپنا ایک نبی مبعوث فرمایا اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی لیکن ہم اس سے بھاگتے رہے اور دور ہوتے رہے، ہم میں سے کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق کی اور تابعداری کی اور بعض نے تکذیب کی اور دور رہے میں بھی تکذیب کرنے والوں اور دور رہنے والوں میں سے تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے قلوب اور پیشانیوں کو پکڑا اور ہمیں ہدایت نصیب فرمائی سو ہم نے اس نبی کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس نبی نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو جس کو اللہ تعالیٰ مشرکین پر سونتتا ہے اور میرے لئے مدد ونصرت کی دعا کی پس میں نے اپنا نام سیف اللہ اس وجہ سے رکھا ہے اور میں مشرکین پر مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ سخت وشدید ہوں۔

جرجہ نے کہا کہ اے خالد! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور جو کچھ محمد ﷺ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس کے اقرار کی دعوت دیتے ہیں۔ جرجہ نے کہا کہ جو تمہاری اس دعوت کو قبول نہ کرے تو؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر اسے جزیہ دینا ہوگا اس پر ہم اس کی حفاظت کریں گے جرجہ نے کہا کہ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی نہ مانے تو؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ہم اسے جنگ کی اطلاع دے کر اس سے قتال کریں گے، جرجہ نے کہا کہ اس شخص کی تمہارے درمیان کیا حیثیت اور کیا قدر ومنزلت ہوگی جو آج اس حال میں تمہاری دعوت کو قبول کر لے، خالد بن ولید نے کہا کہ اللہ کے حکم اور فیصلہ کے مطابق وہ اور ہم سب ایک ہی مرتبہ میں ہوں گے، ہمارے شریف ورذیل اور اول وآخر سب دینی حیثیت سے برابر ومساوی ہیں، جرجہ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص آج تمہارے دین میں داخل ہوا ہے وہ اجر وثواب اور فضیلت کے اعتبار سے تمہارے مساوی ہو جائے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں بلکہ افضل ہوگا، جرجہ نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ تم اس سے سبقت کر چکے ہو، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے اس دین کو برضاء ورغبت قبول کیا ہے لیکن ہم نے اپنے نبی کی بیعت اس حال میں کی کہ وہ ہمارے درمیان موجود تھے ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی تھیں وہ ہمیں کتاب الٰہی کے متعلق بتلاتے اور ہمیں نشانیاں (معجزات) دکھلاتے جو یہ سب کچھ دیکھے اور سنے اس پر اسلام قبول کرنا اور بیعت کرنا لازم ہو گیا (یعنی قبول حق سے کوئی عذر بھی باقی نہ رہا) اور جو عجائبات ہم نے دیکھے وہ تم نے نہیں دیکھے، جو دلائل ہم نے سنے وہ تم نے نہیں سنے، لہٰذا تم میں سے جو شخص اس دین میں داخل ہوگا وہ حقیقی معنی میں صدق نیت کے ساتھ داخل ہوگا اس بناء پر وہ ہم سے افضل ہوگا۔

جرجہ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے سچ کہا ہے اور مجھے دھوکہ نہیں دیا، خالد بن ولید نے بھی جواباً کہا کہ ہاں اللہ کی قسم! میں نے سچ کہا ہے اور جو کچھ تم نے پوچھا اس میں اللہ ہی مددگار ہے، پس جرجہ نے اس گفتگو کے بعد اپنی ڈھال کو ہٹالیا اور خالد بن ولید کے پاس آ کر کہنے لگا کہ مجھے اسلام سکھائیے، خالد بن ولید اسے لے کر اپنے خیمے کی طرف بڑھ گئے اور اس پر پانی کا ایک مشکیزہ بہا کر غسل کرایا، اور دو رکعت نماز پڑھائی، جرجہ کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف پلٹنے کے ساتھ ہی رومیوں نے حملہ کر دیا اور خاص حفاظتی دستہ کے علاوہ جس کے امیر عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام تھے باقی مسلمانوں کو ان کی جگہ سے ہٹا ڈالا، پس اس بدلتی صورتحال میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور جرجہ بھی ان کے ساتھ تھے اور رومی مسلمانوں کے درمیان میں آ گئے تھے پس لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا اور اپنی اپنی جگہ لوٹ آئے رومی بھی اپنی جگہ پہنچ گئے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ دونوں طرف سے تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جرجہ بھی تھا دونوں نے سورج کے بلند ہونے سے لے کر غروب کے قریب تک قتال کیا مسلمانوں نے ظہر وعصر کی نمازیں اشارہ سے پڑھیں۔

اس جنگ میں جرجہ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے انہوں نے خالد بن ولید کے ساتھ صرف یہی دو رکعتیں پڑھیں تھی اس موقع پر رومیوں کی طرف

سے جنگ میں شدت آ گئی تھی سو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے قلب کی طرف بڑھے اور ان کے شہسواروں کے درمیان پہنچ گئے رومی سوار اس کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمان بھی اپنے گھوڑوں سے جدا ہو گئے یہاں تک کہ جب میدان صاف ہو گیا اور مکمل فتح حاصل ہو گئی تو مسلمانوں نے مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھے پڑھیں، اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے خیموں کی طرف گئے اور انہیں آخر تک پراگندہ ومنتشر کر دیا اور گری ہوئی دیوار کی طرح بے ضرر بنا دیا، پھر بھاگتے سواروں کا تعاقب کیا اور انہی کی کھودی ہوئی خندقوں کو ان کے لئے رکاوٹ بنا دیا رومی شب کی تاریکی میں وقوصہ کی طرف بھاگے اس بھگدڑ میں زنجیروں میں بندھے ہوئے لوگ گرنے لگے ان میں سے جب کوئی ایک گرتا تو اپنے ساتھ کئی اوروں کو بھی گرا دیتا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ان خندقوں کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار کفار مقتول ہوئے اور یہ تعداد معرکہ میں قتل ہونے والی تعداد کے علاوہ ہے اس جنگ میں مسلمان خواتین نے بھی قتال میں حصہ لیا اور بہت سے رومیوں کو قتل کیا مسلمانوں میں سے جب کوئی شکست خوردہ ہو کر بھاگتا تو یہ عورتیں کہتیں کہ کیا ہمیں ان عجمی کافروں کے لئے چھوڑ کر جا رہے ہو پھر اسے مارتیں یہاں تک کہ وہ شخص اپنے بچاؤ سے عاجز ہو کر میدان قتال کی طرف لوٹ جاتا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ رومی جرنیل قیقلان اور دیگر بڑے بڑے سرداروں نے اس دن عمدہ قسم کے جبے زیب تن کئے اور کہا کہ اگر ہم دین نصرانیت کی مدد پر قادر نہ ہو سکے تو کم از کم اس دین پر جان ضرور دیں گے لیکن پھر وہ سب کے سب مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس دن تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں عکرمہ، ان کے بیٹے عمرو، سلمہ بن ہشام، عمرو بن سعید، ابان بن سعید بھی شامل تھے البتہ خالد بن سعید ثابت قدم رہے لیکن نامعلوم وہ کہاں چلے گئے اور ضرار بن الازور، ہشام بن العاص، عمرو بن طفیل بھی شہید ہونے والوں میں شامل تھے، عمرو بن طفیل کے باپ کے جنگ یمامہ والے خواب کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا اس دن عمرو بن طفیل نے ایک بڑی جماعت کو قتل کیا البتہ عمرو بن العاص نے چار آدمیوں کے ساتھ شکست کھائی اور میدان جنگ سے عورتوں کے خیموں کی طرف دوڑے لیکن عورتوں نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کی جس پر وہ دوبارہ میدان میں پہنچ گئے شرحبیل بن حسنہ اور ان کے ساتھی بھی شدت جنگ کی وجہ سے منتشر وپراگندہ ہو گئے لیکن جب ان کے امیر نے **ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم**، آیت پڑھ کر انہیں نصیحت کی تو وہ واپس آ گئے۔

اس دن یزید بن ابی سفیان نے خوب ثابت قدمی دکھائی اور شدید قتال کیا ان کے باپ ابوسفیان ان کے پاس سے گزرے اور کہا کہ اے میرے بیٹے تقویٰ اور صبر کو لازم پکڑو اس وقت اس میدان میں مسلمانوں میں سے کوئی بھی جنگ سے بچا ہوا نہیں ہے پس تم اور تمہارے جیسے مسلمانوں کے سرکردہ لوگ صبر اور نصیحت کے زیادہ مستحق ہیں لہٰذا اے بیٹے! تم اللہ سے ڈرو، اور آج تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی بھی جنگ کے اجر وثواب میں تم سے سبقت نہ کرنے پائے اور نہ تم سے زیادہ دشمنان اسلام پر دلیر وجری ثابت ہو، یزید بن ابی سفیان نے باپ کی یہ نصیحت ووصیت سن کر کہا کہ انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا پھر انہوں نے اس دن جنگ میں خوب شدت وجرأت دکھائی اور وہ لشکر کے قلب کی طرف سے جنگ کر رہے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

سعید بن المسیب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ یرموک کے دن آوازیں پرسکون ہو گئیں پھر ہم نے ایک ایسی آواز سنی جو سارے لشکر پر محیط اور چھائی ہوئی تھی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے نصرت الٰہی! قریب آجا، اور اے گروہ مسلمین ثابت قدم رہ، ہم نے آواز کی سمت دیکھا تو وہ ابوسفیان تھے جو اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے جھنڈے تلے کھڑے پکار رہے تھے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس دن ورات ہرقل کے بھائی تدارق کے خیمے میں گذاری جو اس دن جنگ میں تمام رومی افواج کا امیر تھا اور بھاگنے والوں کے ساتھ وہ بھی بھاگ گیا تھا اور سواروں کے دستے نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے کے باہر رات گذاری، وہ ارد گرد چکر لگاتے رہے اور جو رومی ملتا اسے پکڑ کر قتل کر دیتے یہاں تک کہ صبح ہو گئی آخر میں تدارق بھی مارا گیا اس کی ملکیت میں دیباج کے تیس شامیانے اور تیس بڑی چادریں تھیں اس کے علاوہ ریشم کے کپڑے اور بچھونے بھی تھے صبح کے وقت ان تمام غنائم کو اکٹھا کر لیا گیا اور اس وقت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی جسے سن کر انہیں ان غنائم کی کچھ خوشی ومسرت نہ ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صورت میں نعم البدل عطا فرما دیا۔

خالد بن ولید نے اس موقع پر مسلمانوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں تعزیتی خطاب فرمایا اور کہا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کا فیصلہ فرمایا وہ مجھے بنسبت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیادہ محبوب تھے اور تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو والی حکومت بنایا وہ مجھے بنسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کم محبوب ہیں لیکن ان کی محبت مجھ پر لازم کی گئی ہے خالد بن ولید نے بھاگنے والے رومیوں کا تعاقب شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے پیچھے دمشق پہنچ گئے اہل دمشق باہر نکلے، اور کہا کہ ہم اپنے عہد اور صلح پر قائم ہیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بہت اچھا، پھر رومیوں کا ثنیہ العقاب تک تعاقب کیا اور ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا پھر بقایا کے پیچھے حمص چلے گئے اہل حمص نے بھی اہل دمشق کی طرح صلح کر لی، ابو عبیدہ نے بھگوڑے رومیوں کے پیچھے عیاض بن غنم کو بھیجا انہوں نے ملطیہ تک ان کا تعاقب کیا اور اہل ملطیہ سے صلح کر کے واپس آگئے جب ہرقل کو اہل ملطیہ کی صلح کی خبر ملی تو اس نے وہاں کے جانبازوں کو طلب کیا اور ملطیہ شہر کو جلا دینے کا حکم دیا سو ملطیہ جلا دیا گیا اور رومی شکست خوردہ حالت میں بھاگتے بھاگتے جب ہرقل کے پاس پہنچے جس وقت، وہ حمص ہی میں تھا اور اسے اطلاع ملی کہ مسلمان ان کے پیچھے مارتے، قیدی بناتے اور لوٹتے ہوئے آرہے ہیں تو وہ حمص سے بھاگ کھڑا ہوا اور اہل حمص کو اپنے اور مسلمانوں کے درمیان گویا کہ ڈھال بنایا گیا اور کہا کہ شام اب شام نہیں رہا اور رومی ایک منحوس بچے سے مار کھا گئے۔

جب یرموک کے موقع پر جو اشعار کہے گئے ان میں سے قعقاع بن عمرو کے یہ اشعار بھی ہیں:

(۱)..... کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم معرکہ یرموک میں ویسے ہی فتح یاب ہوئے۔ جیسا کہ جنگ عراق میں ہوئے تھے۔

(۲)..... اور مدائن و مرج الصفر اء کے آزاد علاقوں کو، اصیل گھوڑوں پر بیٹھ کر فتح کیا۔

(۳)..... اس سے قبل ہم بصریٰ شہر کو فتح کر چکے تھے، جو ڈینگیں مارنے والوں کے نزدیک ایسا شہر تھا جس کے صحن و مضافات میں قدم رکھنا بھی ممنوع تھا۔

(۴)..... جو ہمارے مقابلہ پر آیا ہم نے اسے قتل کر دیا، اور اپنی باریک دھار والی تلواروں کے ساتھ ان کی غنیمت کو حاصل کیا۔

(۵)..... ہم نے رومیوں کو خوب قتل کیا، یہاں تک کہ وہ یرموک کے دن کمزور و لاغر جسم والے کے سامنے بھی نہ ٹھہر سکے۔

(۶)..... اور ہم نے ان کی جمعیت کو برق صفت تلوار کے ساتھ واقعہ میں پراگندہ و منتشر کیا، جس صبح انہوں نے وہاں ہجوم کر لیا تھا۔

(۷)..... وہ پے در پے گرنے لگے اور ایسے امر کی طرف چلے گئے جس کا چکھنا دشوار ہوتا ہے۔

اسود بن مقرن تمیمی نے اپنے اشعار میں کہا:

(۱)..... ہم نے ایک دن یکے بعد دیگرے کتنے ہی حملے کئے اور جنگ کی ہولناکیوں کو دور کر دیا۔

(۲)..... اگر لوگ شگونی کے نزدیک مال غنیمت میں پھنسنے والے نہ ہوتے تو پہلے والے بھی ہماری ہی حرص کرتے۔

(۳)..... ہم نے جنگ کی یرموک میں ان سے اس وقت، جب پڑاؤ کرنے والوں پر ان کے پر تلے تنگ ہو گئے تھے۔

(۴) پس ہرقل اپنے فوجی دستوں کو ہم سے مقابلہ کر کے ضائع مت کرے، جب وہ ایسا کرے گا تو ناکام و نامراد شخص کا سا قصہ کرے گا۔

اور عمرو بن العاص نے اپنے اشعار میں کہا:

(۱)..... لخم و جذام کے قبائل شریک جنگ تھے، اور ہم رومی مرج الصفر میں ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے۔

(۲)..... وہ اگر دوبارہ آئے تو ہم جنگ نہیں بلکہ تکلیف دہ ضرب کے ساتھ ان کا گھیراؤ کریں گے۔

احمد بن مروان نے مجالسہ میں نقل کیا ہے کہ ہم سے اسماعیل ترمذی نے ان سے ابو معاویہ بن عمرو نے ان سے ابواسحاق نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کے دشمن اتنا وقت بھی نہ ٹھہر پاتے تھے جتنا ناقہ کے دودھ کی دو دھاروں کے درمیان ہوتا ہے شکست خوردہ رومی جب ہرقل کے پاس پہنچے تو اس نے کہا اور وہ اس وقت انطاکیہ میں تھا کہ تم لوگ برباد ہو جاؤ جو لوگ تم سے قتال کر رہے ہیں کیا وہ تمہاری طرح انسان نہیں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ کیوں نہیں، ہرقل نے کہا کہ تعداد میں تم زیادہ ہو یا وہ؟ لوگوں نے کہا کہ ہم ان سے ہر موقع پر کئی گنا زیادہ تھے، ہرقل نے کہا کہ پھر تم کیوں شکست کھاتے ہو؟ لوگوں میں سے ایک بااثر اور ذی وجاہت بوڑھا کھڑا ہوا اور کہا کہ اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ یہ

لوگ رات کونماز پڑھتے ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں عہد و پیمان کی پاسداری کرتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں اور آپس میں عدل وانصاف کرتے ہیں لیکن ہم لوگ شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں حرام کے مرتکب ہوتے ہیں عہد پیمان کو توڑتے ہیں لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں ظلم کرتے ہیں اللہ کے ناپسندیدہ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اس کے پسندیدہ کاموں سے روکتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ ہرقل نے یہ سن کر کہا کہ بے شک تو نے سچ کہا ہے۔

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن یحییٰ غسانی سے ساعت کرنیوالے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ اس کی قوم کے دو آدمیوں نے مجھے بتلایا کہ جب مسلمانوں نے اردن کے نواح میں پڑاؤ کیا تو یہ افواہ اڑی کہ عنقریب مسلمان دمشق کا محاصرہ کریں گے سو ہم اس محاصرہ سے پہلے ہی خرید وفروخت کے لئے دمشق پہنچ گئے افواج دمشق کا ایک جرنیل ہمارے پاس آیا اور کہا کہ کیا تم عرب ہو؟ ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ کیا دین نصرانیت پر قائم ہو؟ ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی ان لوگوں (مسلمانوں) کے حالات کی تفتیش اور جاسوسی کے لئے جائے اور دوسرا اپنے ساتھی کے سامان کی حفاظت کرے، ہم میں سے ایک نے ایسا ہی کیا اور کچھ دیر وہاں ٹھہر کر واپس آیا اور کہا کہ میں ہلکے پھلکے آدمیوں کے پاس سے آیا ہوں جو بہترین گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں رات کو راہب اور دن کو شہسوار ہوتے ہیں اپنے تیروں کے ساتھ پر لگاتے ہیں اور انہیں خوب تیز رکھتے ہیں نیزوں کو بالکل سیدھا رکھتے ہیں اگر تو اپنے پاس والے سے کوئی بات کرے گا تو ان کے قرآن وذکر کی بلند آواز کی وجہ سے وہ تیری بات نہ سمجھ سکے گا، راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر اس جرنیل نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ تمہارا سامنا ایسے لوگوں سے ہے جن سے لڑنے کی تمہارے اندر قوت نہیں ہے۔

ملک شام کی امارت وسیادت...... ملک شام کی امارت وسیاست ابوعبیدہ بن الجراح کی طرف منتقل ہوگئی اور یہ پہلے امیر ہیں جنہیں امیر الامراء کا لقب دیا گیا۔

ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے کہ قاصد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب لے کر آیا تو مسلمان اس وقت معرکہ یرموک میں کفار سے نبرد آزما تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو مسلمانوں پر اس لئے ظاہر نہیں کیا کہ عین معرکہ کے وقت ان کے حوصلے پست نہ ہو جائیں لیکن فتح کے بعد صبح کو یہ خبر مسلمانوں کے سامنے ظاہر کر دی اور اپنی رائے کا اظہار کیا پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ مال غنیمت کے جمع کرنے اور اس کے شرعی قاعدہ کے مطابق پانچ حصے کرنے میں مصروف ہو گئے اور خباب بن اثیم کو فتح کی خوشخبری اور خمس دے کر حجاز مقدس کی طرف روانہ کر دیا پھر دمشق کی طرف کوچ کا اعلان کیا اور مرج الصفراء مقام پر جا کر پڑاؤ کیا، ابوعبیدہ نے اپنے آگے ایک دستہ بھیجا جو تین افراد ابوامامہ باہلی اور انکے دو ساتھیوں پر مشتمل تھا۔

ابوامامہ کا بیان ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ یہاں چھپ کر بیٹھ جائیں اور خود تنہا شہر کی طرف چل دیا رات کا وقت تھا، شہر کا صدر دروازہ بند تھا اور کوئی آدمی وہاں موجود نہ تھا میں سواری سے اترا اور اپنا نیزا زمین پر گاڑ دیا او رگھوڑے کی لگام اتار کر اور توبرا لٹکا کر سو گیا جب صبح ہوئی تو میں اٹھا اور وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی اچانک دیکھا کہ شہر کا دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا تھا جب دروازہ کھلا تو میں نے محافظ پر حملہ کر دیا اور نیزے کے وار سے اسے قتل کر ڈالا اور واپس چلا آیا لوگ میرے پیچھے مجھے پکڑنے کے لئے آئے جب اس آدمی تک پہنچے جو راستے میں چھپا ہوا تھا تو اسے دیکھ کر اور یہ خیال کر کے کہ یہاں باقاعدہ فوج گھات لگائے بیٹھی ہے واپس چلے گئے پھر ہم دونوں چلے اور آگے چل کر تیسرے ساتھی کو بھی لے لیا اور ابوعبیدہ کے پاس پہنچ کر ساری صورتحال بیان کی، ابوعبیدہ دمشق پر حملہ کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط کا انتظار کرنے لگے جب خط پہنچا تو اس میں دمشق پر حملہ کا حکم تھا پس ابوعبیدہ نے حکم پا کر کوچ کیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور یرموک پر بشیر بن کعب کو اس کے سواروں کے ساتھ اپنا نائب مقرر کیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ملک شام چلے آنے کے بعد جرت کا معرکہ...... اہل فارس اپنے بادشاہ اور اس کے بیٹے کے قتل ہونے کے بعد شہر یار بن ازدشیر بن شہر یار کو تخت سلطنت پر بٹھانے کے لئے جمع ہوئے انہوں نے خالد بن ولید کی عراق میں عدم موجودگی کو غنیمت

سمجھا اوران کے نائب مثنیٰ بن حارثہ کی طرف دس ہزار کا لشکر ہرمز بن حادویہ کی سرکردگی میں بھیجا اور شہریار نے بادشاہ بننے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا کہ میں نے تمہاری طرف اہل فارس کے وحشی اور رذیل لوگوں پر مشتمل ایک لشکر بھیجا ہے جو مرغوں اور خنزیروں کے چرانے والے ہیں میں انہی کے ذریعہ تم سے قتال کروں گا مثنیٰ بن حارثہ نے جواب میں لکھا کہ تم یا تو باغی ہو ایسی صورت میں یہ بات تمہارے لئے بری اور ہمارے لئے بہتر ہے اور یا جھوٹے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک برے انجام ورسوائی کے اعتبار سے سب سے زیادہ برے جھوٹے بادشاہ ہیں اور جس لشکر کا تم نے حوالہ دیا ہے ہماری رائے ہے کہ تم مجبور ہو کر ان کے پاس گئے ہو پس تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے تمہاری تدبیر کو مرغوں اور خنزیروں کی طرف پلٹ دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس خط سے اہل فارس پر خوف وگھبراہٹ طاری ہوگئی اور شہریار کے خط پر اسے خوب ملامت کی اور اس کی رائے کو حقیر وقابل نفرت قرار دیا، اس کے بعد مثنیٰ حرہ سے بابل کی طرف روانہ ہوگئے صراۃ کے پہلے کنارے پر مثنیٰ اور اہل فارس کا آمنا سامنا ہوگیا اور شدید لڑائی ہوئی اہل فارس نے مسلمانوں کی صفیں الٹنے اور ان میں انتشار پیدا کرنے کے لئے ایک ہاتھی اس کی طرف ہانک دیا لیکن مسلمانوں کے امیر مثنیٰ بن حارثہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کردیا، اور مسلمانوں کو حملہ کا حکم دیا، اہل فارس کو زبردست شکست ہوئی ان کے بہت سے لوگ مارے گئے اور بہت سا مال ہاتھ لگا اور وہ فرار ہو کر مدائن کی طرف بڑی بری حالت میں پہنچ گئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بادشاہ مر چکا ہے تو انہوں نے کسریٰ پرویز کی بیٹی بوران کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا اس نے عدل وانصاف سے کام لیا اور اچھا طرز عمل اختیار کیا۔

ایک سال سات ماہ حکومت کر کے وہ مرگئی اس کے بعد اس کی بہن آذرمیدخت زنان ملکہ بنی لیکن اس سے ملکی نظم ٹھیک نہ چلا تو لوگوں نے اسے ہٹا کر سابور بن شہریار کو بادشاہ بنا دیا اور فرخزاذ بن البند ان کو اس کا وزیر ومشیر بنا دیا سابور نے کسریٰ کی بیٹی آذرمیدخت کے ساتھ اپنے وزیر ومشیر کا نکاح کردیا لیکن آذرمیدخت نے اس کو ناپسند کیا اور کہا کہ یہ تو ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہے جب شب عروسی ہوئی تو لوگوں کو بلوا کر کے فرخزاذ بن بندوان کو قتل کردیا اس کے بعد سابور بن شہریار کا رخ کیا اور اسے بھی مار ڈالا، اور پھر دوبارہ آذرمیدخت کو ہی اپنی ملکہ وحاکمہ بنالیا اہل فارس نے بار بار بادشاہ بدلنے کا خوب کھیل کھیلا لیکن اس سال بھی ان کی حکومت مستقر ومستحکم نہ ہوسکی اس لئے کہ انہوں نے امور سلطنت کا والی ایک عورت کو بنایا تھا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جو اپنے امور سلطنت عورت کے سپرد کردے۔

اس معرکہ کے متعلق عبدہ بن طبیب سعدی کہتا ہے کہ جو خود اس میں شریک تھا اس نے اپنی بیوی سے مفارقت اختیار کر کے ہجرت کی تھی اس کی بیوی نے اسے مایوس کیا تو یہ جنگل کی طرف لوٹ آیا اور کہا:

(۱)......کیا خولہ کا عہد جدائی کے بعد قائم ہے؟ یا تو اس کے گھر سے بہت دور مشغول ہے۔

(۲)......محبوبوں کے لئے دن ہوتے ہیں جنہیں تو یاد کرتی ہے، جدائی سے پہلے جدائی کی تاویل کی جاتی ہے۔

(۳)......خولہ اپنے قبیلہ میں رہتی ہے کہ جن سے میں نے مدینہ کے ورے مرغ وہاتھی والی جگہ میں عہد کیا تھا۔

(۴)......وہ دھوپ میں اہل عجم کے سر پر حملہ کرتے ہیں ان میں ایسے شہسوار ہیں جو نہ لاغر ہیں اور نہ جھکنے والے۔

اور فرزدق شاعر نے اپنے شعر میں مثنیٰ بن حارثہ کا ہاتھی کو قتل کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ:

مثنیٰ کے گھرانے نے زبردست انداز میں ہاتھی سے جنگ کی، جبکہ اہل فارس میں بابل کا بادشاہ بھی شامل تھا۔

پھر مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دینے میں تاخیر کی اور جنگ یرموک کی اطلاع دہی میں بھی تاخیر ہوگئی تھی سو مثنیٰ بن حارثہ بذات خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر دینے کے لئے روانہ ہوئے اور عراق میں بشیر بن خصاصیہ کو اور مسالح پر سعید بن مرہ عجلی کو اپنا نائب مقرر کیا جب مثنیٰ بن حارثہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نزع کی کیفیت میں تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت فرما چکے تھے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ کو دیکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میری وفات پر شام گزرنے سے پہلے پہلے لوگوں کو مثنیٰ کے ساتھ اہل عراق سے جنگ کے لئے تیار کرنا اور جب اللہ تعالیٰ ہمارے امراء کو شام پر فتح عطا فرما دے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مع ان کے اصحاب کے عراق کی طرف واپس بھیج دینا اس لئے کہ وہ اہل عراق کے ساتھ جنگ کا خوب تجربہ رکھتے ہیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو سرزمین عراق میں جہاد کے لئے تیار کرنا شروع کیا اسلئے کہ خالد بن ولید کے بعد وہاں مجاہدین کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہت سے لوگوں کو تیار کرلیا اور ابو عبیدہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر کیا وہ بڑے بہادر نوجوان اور جنگی چالوں کا خوب تجربہ رکھنے والے باخبر آدمی تھے۔

خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان [1]...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پیر کے دن عشاء کے وقت اور ایک قول کے مطابق مغرب کے وقت ہوئی اور اسی شب تدفین عمل میں آئی، یہ حادثہ ۲۲ رجمادی الثانیہ ۱۳ھ کو پیش آیا، آپ نے پندرہ دن مرض الوفات میں مبتلا رہ کر انتقال فرمایا اس عرصہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوران مرض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنائے جانے کی وصیت فرمائی اس وصیت نامہ کو حضرت عثمان غنی نے لکھا اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا، لوگوں نے تسلیم کیا اور سمع واطاعت کا وعدہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ رہی اور بوقت وفات ان کی عمر تریسٹھ سال تھی اسی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے بھی وفات پائی تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندگی میں اکٹھا رکھا بعد وفات بھی ان دونوں کو جمع کر دیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

محمد بن سعد ابوقطن عمرو بن الہیثم سے اور وہ ربیع بن حسان الصائغ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انگوٹی کا نقش نعم القادر اللہ تھا لیکن یہ روایت غریب ہے ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات ان کی سیرت، ان کے دور کے کارنامے، ان کی روایات اور ان سے مروی احکام مستقل ایک جلد میں بیان کئے ہیں، آپ کے بعد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انتہائی کمال وخوبی کے ساتھ نظم ونسق کو سنبھالا اور یہ پہلے خلیفہ ہیں جنہیں امیر المومنین کا لقب دیا گیا، سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو اس لقب سے سلام وتحیہ پیش کیا، بعض کا قول ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور نے پہل کی تھی جیسا کہ ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات وسیرت سے متعلق مستقل کتاب میں یہ بات تفصیل سے بیان کی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مسند وموقوف روایات مرتب ابواب کے ساتھ دوسری مستقل جلد میں تحریر کی گئی ہیں۔ وللہ الحمد

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع بذریعہ خط شداد بن اوس اور محمد بن جریح کے ہاتھ امرائے شام کی طرف بھیجی اور لوگ اس وقت رومیوں کے ساتھ یرموک کی لڑائی میں مصروف تھے جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ذکر کیا ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام لشکروں پر ابوعبیدہ کو امیر الامراء مقرر فرمایا اور خالد بن ولید کو معزول کر دیا۔

سلمہ نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بعض ان باتوں کی وجہ سے معزول کیا تھا جوان کو پہنچی تھیں اس کے علاوہ مالک بن نویرہ کا بھی قضیہ تھا اور یہ بھی کہ وہ اپنی جنگی تدابیر پر بڑا اعتماد و بھروسہ کرتے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو سب سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا حکم جاری فرمایا اور کہا کہ وہ کبھی بھی میرے کام کے آدمی ثابت نہیں ہوں گے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ کہ اگر خالد اپنے نفس کی تکذیب کریں تو وہ بدستور امیر رہیں گے اور اگر تکذیب نہ کریں تو وہ معزول ہیں ان کے سر سے امارت کا عمامہ اتار لیا جائے اور ان کا مال نصف نصف تقسیم کرلیا جائے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حکم نامہ حضرت خالد بن ولید کو سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ذرا مہلت دو تاکہ میں اپنی ہمشیرہ سے مشورہ کرلوں، وہ اپنی بہن فاطمہ کے پاس گئے جو حارث بن ہشام کی زوجہ تھی اور ان سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا، ان کی بہن فاطمہ نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کبھی بھی تمہیں پسند نہ کریں گے اگر تم اپنی تکذیب بھی کردو تو بھی بہت جلد تمہیں معزول کر دیں گے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم! آپ نے سچی بات کہی ہے۔ بہرحال ابوعبیدہ نے ان کے مال کو آدھا آدھا تقسیم کرلیا حتیٰ کہ ان کی جوتی بھی ایک خود رکھ لی اور دوسری ان کو دیدی اور خالد بن ولید اس موقع پر کہہ

---

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۱۳۱، وتاریخ طبری: ۲/ ۳۵۲، والمختصر فی اخبار البشر: ۱/ ۱۵۹، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۹۱، مروج الذھب: ۲/ ۳۱۲۔

رہے تھے کہ میں امیر المومنین کا حکم سنوں گا اور ان کی اطاعت کروں گا۔

جریر صالح بن کیسان سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کو امیر بنایا اور حضرت خالد بن ولید کو معزول کیا تو سب سے پہلا خط جو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام لکھا، اس میں لکھا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ذات ہے اور اس کے سوا ہر چیز فنا ہو جائیگی وہ ہی ذات ہے کہ جس نے ہمیں گمراہیوں سے ہدایت عطا فرمائی اور اندھیروں سے نور و روشنی کی طرف لائی، میں نے تمہیں خالد بن ولید کی سپاہ پر امیر مقرر کیا ہے پس تم ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ جو تم پر ڈالی گئی ہے، مسلمانوں کو مال غنیمت کی امید پر ہلاکت میں نہ ڈالنا اور نہ انہیں کسی مقام پر تحقیق و معلومات کے بغیر پڑاؤ کے لئے اتارنا، کوئی بھی سریہ لوگوں کی حفاظت کے بغیر نہ بھیجنا اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے خوب احتیاط و اجتناب کرنا، اللہ تعالیٰ تمہیں میرے ذریعے اور مجھے تمہارے ذریعے آزما رہا ہے پس تم دنیا سے آنکھیں بند کر لو اور اپنے قلب کو اس سے غافل کر لو اپنے آپ کو ان امور سے بچاؤ جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں میں نے ان کی قتل گاہوں کو دیکھا ہے پھر آپ نے انہیں دمشق کی طرف جانے کا حکم صادر فرمایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ خط فتح یرموک کی خوشخبری ملنے کے بعد لکھا تھا اس جنگ کا خمس بھی آپ کو پہنچا دیا گیا تھا ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صحابہ کرام نے یرموک کے بعد اجنادین کا معرکہ لڑا پھر بیسان کے قریب ردغہ نامی جگہ پر سرزمین غور کے بہادروں سے مقاتلہ کیا اس مقام پر چونکہ بکثرت کیچڑ تھا اسلئے اس کا نام ردغہ پڑ گیا، مقابل افواج کیچڑ میں دھنس گئیں تھیں اور صحابہ کرام نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی مقام پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوعبیدہ کی امارت اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کی اطلاع آئی لیکن ابن اسحاق کے بیان کے مطابق یہ اطلاع محاصرہ دمشق کے موقع پر آئی تھی اور یہی مشہور ہے۔

فتح دمشق (۱) ...... سیف بن عمر کہتے ہیں کہ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یرموک سے کوچ کیا اور افواج اسلامیہ کے ساتھ مرج الصفر میں پڑاؤ کیا، آپ اس وقت محاصرہ دمشق کا عزم رکھتے تھے تو اسی دوران آپ کو ایک تو یہ خبر ملی کہ اہل دمشق کو حمص سے تازہ کمک حاصل ہوگئی ہے اور دوسری یہ کہ رومیوں نے بہت بڑی جمعیت کے ساتھ فلسطین کے علاقے فحل میں اجتماع کیا ہوا ہے آپ کو اس بارے میں شرح صدر نہیں ہو رہا تھا کہ ان دونوں لشکروں میں سے کس سے آغاز کریں سو آپ نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا وہاں سے جواب موصول ہوا کہ آپ دمشق سے ابتداء کریں اسلئے کہ وہ شام کا حفاظتی قلعہ اور دار الحکومت ہے پس اس پر حملہ کرنے میں جلدی کیجئے اور اہل فحل کو ان شہسواروں کے ذریعے مشغول رکھئے جو ان کے سامنے کھڑے ہیں سو اگر اللہ تعالیٰ نے دمشق سے پہلے اہل فحل پر فتح عطا فرما دی تو یہ بڑی پسندیدہ بات ہوگی اور اگر دمشق پہلے فتح ہو گیا تو آپ یہاں اپنا نائب مقرر کر کے فحل چلے جائیں جب فحل فتح ہو جائے تو اردن و فلسطین پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن حسنہ کو قائم مقام مقرر کر کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حمص کی طرف روانہ ہو جائیں۔

سیف بن عمر کا بیان ہے کہ ابوعبیدہ نے فحل کی طرف دس امیروں کو بھیجا ان میں سے ہر ایک کے ماتحت پانچ امیر تھے اور ان سب پر عمارہ بن مخشی صحابی کو امیر مقرر فرمایا پس یہ لوگ مرج الصفر سے فحل کی طرف روانہ ہوئے یہاں انہوں نے اسی ہزار کے قریب رومیوں کو پایا انہوں نے اپنے اردگرد زمین پر پانی چھوڑ رکھا تھا جس کی وجہ سے خوب کیچڑ ہو گئی تھی اس لئے اس جگہ کا نام ہی لوگوں نے ردغہ (کیچڑ والی زمین) رکھ دیا، اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی میں فتح عطا فرمائی، یہ سب سے پہلا قلعہ ہے جو دمشق سے قبل فتح ہوا تھا ان تفصیلات کے مطابق جو عنقریب آئیں گی۔

ابوعبیدہ نے ایک لشکر دمشق و فلسطین کے درمیان بھیجا، دوسرا لشکر ذوالکلاع کی سرکردگی میں دمشق اور حمص کے درمیان بھیجا تا کہ ہرقل کی طرف سے آنیوالی امداد کو یہ لوگ لوٹا دیں اس کے بعد ابوعبیدہ مرج الصفر سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے اور روانگی کے وقت انہوں نے قلب پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص میمنہ و میسرہ پر مقرر ہوئے سواروں کے امیر عیاض بن غنم تھے اور پیادوں کے امیر شرحبیل بن حسنہ تھے یہ لوگ بلا آخر دمشق پہنچ گئے اس کے حاکم کا نام نسطاس بن نسطوس تھا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہر کے مشرقی دروازے پر اترے، باب

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۱۴۲، وتاریخ الطبری: ۲/ ۳۵۵، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۹۳

کیسان اسی طرف ہے۔

ابوعبیدہ جابیہ کے بڑے دروازے پر، یزید بن ابی سفیان جابیہ کے چھوٹے دروازے پر اور عمرو بن العاص و شرحبیل بن حسنہ نے شہر کے بقیہ چھوٹے دروازوں پر نزول کیا منجنیق اور دبابے نصب کر دیئے گئے ابوعبیدہ نے ابوالدرداء کو ایک دستہ کے ساتھ برزہ مقام پر گھات میں بٹھا دیا تا کہ وہ ان کے لئے حفاظتی آڑ کا کام دیں اسی طرح وہ دستہ بھی جو دمشق اور حمص کے درمیان ہے ان کا معاون و محافظ ثابت ہو، اسلامی افواج نے دمشق کا ستر دن تک محاصرہ کئے رکھا اور ایک روایت کے مطابق چار ماہ تک، دوسری روایت کے مطابق چھ ماہ تک اور تیسری روایت کے مطابق چودہ ماہ تک محاصرہ جاری رہا، اب ان مختلف روایات میں سے کونسی روایت درست ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

اہل دمشق مسلمانوں سے بالکل محفوظ تھے وہ اپنے بادشاہ ہرقل کے پاس جو حمص میں مقیم تھا مدد کے لئے پیغام بھیجتے تھے لیکن ذوالکلاع کی وجہ سے جس کو ابوعبیدہ نے دمشق و حمص کے درمیان کمک و امداد روکنے کے لئے ٹھہرایا ہوا تھا ان تک مدد پہنچنا محال تھا جب اہل دمشق کو یقین ہو گیا کہ ان تک مدد نہیں پہنچ سکے گی تو وہ بددل ہو کر مایوس ہو گئے اور کمزور پڑ گئے لیکن مسلمان مضبوط رہے اور ان کا محاصرہ شدت کے ساتھ جاری رکھا یہاں تک کہ سردی کا موسم آ گیا اور غضب کی سردی پڑنے لگی حالات خراب ہو گئے اور قتال مشکل ہو گیا پس اللہ عزوجل جو کبیر و متعال ہے کے حکم سے دمشق کے سپہ سالار اعلیٰ کے یہاں بچہ کی ولادت ہوئی اس نے لوگوں کیلئے کھانا پکوایا کھانے کے بعد شراب کا دور چلا۔ لوگوں نے وہ رات اپنے جرنیل اعلیٰ کے پاس اسی طرح شراب و کباب میں گزاری اس کے بعد وہ مدہوش ہو گئے اور اپنی جگہیں چھوڑ کر سو گئے اور اپنی حفاظت سے غافل ہو گئے۔

امیر الحرب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی اس کمزوری کو بھانپ لیا اس لئے کہ وہ رات کو نہ خود سوتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو سونے دیتے تھے بلکہ دن و رات دشمن کی ٹوہ اور گھات میں رہتے تھے ان کے جاسوس اور قاصد مسلسل ان کو صبح و شام دشمن کے حالات سے باخبر کرتے رہتے تھے پس جب اس رات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سکوت و خاموشی دیکھی اور یہ کہ شہر کی فصیلوں پر کوئی ان سے جنگ نہیں کرے گا تو انہوں نے رسی کی جو سیڑھیاں تیار کی ہوئی تھیں ساتھ لیں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود اور ان کے دلیر و جواں دل ساتھی قعقاع بن عمرو و مذعود بن عدی وغیرہ آگے بڑھے اور اپنی فوج کو بھی دروازے کے قریب بلا لیا انہیں کہا کہ جب تم فصیل پر ہماری تکبیر کی آواز سنو تو ہمارے پاس چلے آنا پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے تیر کر خندق عبور کی اور سیڑھیاں نصب کر دیں اور ان کے بالائی حصوں کو برجیوں میں اٹکا دیا اور نچلے حصوں کو خندق کے باہر لٹکا دیا اس کے بعد اوپر چڑھ گئے جب فصیل پر پہنچے تو نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمان بھی سیڑھیوں پر چڑھنے لگے خالد بن ولید اور ان کے بہادر ساتھی فصیلوں کے محافظوں اور دربانوں کی طرف چلے گئے اور انہیں قتل کر دیا اور دروازے پر لگے قفل تلواروں کی مدد سے توڑ ڈالے اور زبردستی دروازہ کھول دیا پس مشرقی دروازے سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر داخل ہو گیا۔

جب اہل دمشق نے تکبیر کی آوازیں سنیں تو وہ بھی بپھر گئے اور اپنی مقررہ جگہوں، برجیوں اور چوکیوں کی طرف بھاگے لیکن صورتحال ان کے کچھ سمجھ میں نہ آئی مشرقی دروازے کے محافظوں میں سے جب بھی کوئی آتا تو اصحاب خالد بن ولید اسے قتل کر دیتے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہر میں جبراً داخل ہوئے اور جس کو بھی پایا قتل کر دیا ہر دروازے والے لوگ اپنے اپنے امراء کے پاس جاتے جو ان دروازوں پر مقرر تھے اور ان سے پوچھتے کہ کیا باہر والوں سے صلح ہو گئی (جو یہ اندر آ گئے ہیں) مسلمان انہیں نصف نصف کی طرف بلاتے لیکن وہ انکار کرتے رہے لیکن بعد میں قبول کر لیا بقیہ صحابہ کرام کو معلوم نہ ہوا کہ خالد بن ولید نے کیا کیا ہے بہر حال ہر طرف سے اور ہر دروازے سے مسلمان شہر میں داخل ہونے لگے انہوں نے خالد بن ولید کو دیکھا کہ وہ جس کو پاتے قتل کر دیتے ہیں، مسلمان کہنے لگے کہ ہم نے ان لوگوں کو امان دی لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے کہ نہیں میں نے یہ شہر جبراً فتح کیا ہے نہ کہ صلحاً، اور امراء کی شہر کے وسط میں جہاں آج کل درب الریحان ہے وہاں مقسلاط کے کلیسا کے پاس ملاقات ہوئی۔

اسی طرح بیان کیا ہے سیف بن عمر اور دیگر نے اور یہی مشہور ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دروازہ زبردستی و جبراً کھولا تھا لیکن بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر بزور بازو فتح کیا تھا اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یزید بن ابی سفیان اور خالد بن ولید نے اہل شہر سے صلح کی تھی لیکن یہ مشہور و معروف بات کے بالکل برعکس ہے، دمشق کے بارے میں صحابہ کرام نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ یہ صلحاً حاصل ہوا ہے اور ابوعبیدہ نے جو لشکر کے امیر تھے اہل شہر سے مصالحت کر لی تھی اور بعض کی رائے یہ ہوئی کہ نہیں بلکہ یہ بزور قوت فتح کیا گیا ہے اس لئے کہ خالد

بن ولید رضی اللہ عنہ نے دروازہ تلوار کے زور پر کھولا تھا جیسا کہ ہم نے بیان کیا پھر جب انہیں اس ساری صورتحال کا علم ہوگیا تو وہ یعنی ابوعبیدہ مسلمانوں کے ساتھ امرائے دمشق کے پاس گئے اور ان سے صلح کر لی اس بات پر دونوں فریق کا اتفاق ہوگیا کہ نصف شہر عنوۃً مسلمانوں کے پاس رہیگا اور نصف اہل دمشق کے پاس صلحاً، سو نصف شہر کے اہل دمشق مالک قرار پائے وہ ان کے قبضہ میں رہا اور نصف شہر صحابہ کرام نے اپنے قبضہ میں لے لیا اس کی تائید سیف بن عمر کے اس بیان سے ہوتی ہے جس میں کہا گیا کہ صحابہ کرام ان سے نصف نصف پر صلح کا مطالبہ کرتے رہے اور وہ انکار کرتے رہے لیکن جب اہل دمشق بالکل مایوس ہوگئے تو صلح پر تیار ہوگئے اور اس مطالبہ کو قبول کر لیا اور خالد بن ولید نے جو کچھ ان سے کہا تھا دیگر صحابہ کرام کو اس کا علم نہ ہوسکا، اسی وجہ سے صحابہ کرام نے دمشق کے سب سے بڑے کلیسا جس کا نام کلیسا یوحنا تھا کا نصف لے لیا اور اس کی مشرقی جانب مسجد بنادی مغربی جانب بطور کلیسا باقی رہنے دی یہی کلیسا یوحنا ہے جو آج کل دمشق کی جامع مسجد ہے اس کلیسا کے علاوہ چودہ دوسرے کلیسا بھی ان کے لئے باقی رہنے دیئے اور اس بارے میں خالد بن ولید نے ان کو ایک باقاعدہ تحریر لکھ کر دی جس پر ابوعبیدہ عمرو بن العاص، یزید بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ کی شہادت بھی رقم تھی ان میں سے ایک کلیسا مقسلاط ہے جس کے پاس امراء صحابہ جمع ہوئے تھے یہ مرکزی بازار کے عقب میں واقع ہے یہ بلند عمارات صابن فروخت کرنے والوں کے بازار میں نچلی دو دکانوں سے دیکھی جاسکتی تھیں بعد میں یہ تباہ و برباد ہوگئی اور اس کے پتھر دیگر عمارات میں استعمال کر لئے گئے دوسرا کلیسا قرشیوں کے محلّہ کے سرے پر واقع تھا اور یہ چھوٹا سا تھا۔

ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض اب تک باقی ہیں لیکن بوسیدہ اور خستہ حال ہو چکے ہیں، تیسرا کلیسا بطیخ کے قدیم گھر کے پاس تھا میرا خیال ہے کہ یہ شہر کے اندر کوشک کے قریب تھا اور میں اسے مسجد خیال کرتا تھا جو اس مکان سے پہلے تھی لیکن یہ کلیسا بھی عرصہ ہوا تباہ ہو چکا ہے، چوتھا کلیسا بنی نصر کی گلی میں حبالین اور تیمی کے محلوں کے درمیان واقع تھا ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس کی عمارت کا بعض حصہ میں نے دیکھا ہے اس کا اکثر حصہ تباہ ہو چکا تھا، پانچواں کلیسا بولص نامی ہے، ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ قیساریہ فخریہ کی مغربی سمت میں تھا میں نے بعض محراب دار حصے کو دیکھا ہے، چھٹا کلیسا دارالوکالہ کے مقام پر واقع تھا جو آج کل کلیسا قلانیسن کے نام سے معروف ہے اور قلانیسن ہی آج کل حواجین ہیں، ساتواں کلیسا آج کل کے محلّہ سقیل میں تھا جو پہلے حمید بن درہ کے کلیسا کے نام سے معروف تھا یہ محلّہ اصل میں حمید بن درہ کی جاگیر تھا اس کا نام حمید بن عمرو بن مساحق قرشی العامری اور درہ اس کی ماں کا نام تھا یہ درہ ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی اس کے باپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے یہ پورا محلّہ چونکہ حمید بن درہ کو جاگیر کے طور پر دیا گیا تھا اسلئے اس جگہ واقع کلیسا اسی نام سے مشہور ہوگیا اگرچہ حمید خود مسلمان تھے اور اس کلیسا کے علاوہ اب کوئی کلیسا باقی نہیں رہا، اس کا بھی اکثر حصہ خراب و بوسیدہ ہو چکا ہے ان میں سے یعقوبیہ کے لئے بھی ایک کلیسا تھا جو باب توما کے اندر خالد بن اسید بن ابی العیص کی زمین اور طلحہ بن عمرو بن مرۃ جھنی کے محلّہ کے درمیان واقع تھا یہی آٹھواں کلیسا ہے یعقوبیہ کا اس کے علاوہ دوسرا کلیسا بھی تھا جو کوچہ تنوی اور سوق علی کے درمیان تھا اور یہ نواں کلیسا ہے، ابن عساکر کے بیان کے مطابق اس کا اکثر حصہ تباہ ہو چکا ہے کچھ بنیادیں البتہ باقی ہیں، دسواں کلیسا مصلبہ نام کا ہے ابن عساکر کے بیان کے مطابق یہ مشرقی دروازہ اور باب توما کے درمیان نیبطن کے قریب فصیل کے پاس آج بھی موجود ہے لوگ نیبطن کو نیطون کہتے ہیں، ابن عساکر کہتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ تباہ ہو چکا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اب یہ بالکل تباہ ہو چکا ہے اسے سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح القدس کے دور میں ابن عساکر کی وفات کے بعد ۵۸۰ھ میں تباہ کر دیا گیا تھا، گیارہواں کلیسا کلسائے مریم تھا جو مشرقی دروازے کے اندر تھا ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ ان کے قبضہ میں رہ جانے والوں میں سب سے بڑا کلیسا تھا میں کہتا ہوں کہ یہ ابن عساکر کی وفات کے ایک عرصہ بعد ملک الظاہر رکن الدین بیبرس کے زمانے میں تباہ ہوگیا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

بارہواں کلیسا کلیسائے یہود ہے جو آج بھی اس محلے میں ان کے زیر قبضہ ہے اور یہ الحمر کے نزدیک معروف جگہ ہے آج کل لوگ اسے بستان القط کہتے ہیں ان کا ایک کلیسا درب البلاغۃ میں بھی تھا لیکن وہ معاہدہ میں شامل نہ تھا اس لئے بعد میں منہدم کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک مسجد بنادی گئی جو آج کل مسجد ابن سہروردی کے نام سے مشہور ہے لوگ اسے درب الشاذوری کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ ان کا ایک کلیسا اور بھی تباہ کیا گیا تھا جو انہوں نے نیا ہی بنایا تھا لیکن مؤرخین نے اس کو بیان نہیں کیا، نہ ابن عساکر نے اور نہ دیگر نے۔ اس کی بربادی ۷۱۷ھ میں ہوئی تھی، حافظ ابن عساکر نے کسی

جگہ بھی اس کلیسائے سامرہ کا ذکر نہیں کیا ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ نصاریٰ نے ایک نیا کلیسا بنایا تھا اور یہ ابوجعفر منصور نے فریق میں نہر صالح کے پاس جہاں آج کل داز بھا اور آرمن ہیں کے قریب تعمیر کروایا تھا جسے بعد میں تباہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ مسجد بنا دی گئی جو مسجد الجنیق کے نام سے معروف ہے، آج کل اس کو مسجد ابی الیمن کہتے ہیں۔

ابن عساکر کے بیان کے مطابق ابوجعفر منصور نے دو کلیسا اور بنوائے تھے ایک ابن ہاشلی کے گھر کے پاس اسے بھی مسجد بنا دیا گیا تھا اور دوسرا نقش ونگار کرنے والوں کے محلہ میں، اسے بھی مسجد میں تبدیل کر دیا گیا، میں کہتا ہوں کہ سیف بن عمر کے اسلوب کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دمشق ۱۳ھ میں فتح ہوا تھا لیکن انہوں نے جمہور کے قول کے مطابق تصریح کی ہے کہ دمشق ۱۵ رجب ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا، حافظ ابن عساکر نے بھی محمد بن عائذ قرشی دمشقی عن ولید بن مسلم عن عثمان بن حصین بن غلاق عن یزید بن عبیدہ کی سند سے یہی بات نقل کی ہے کہ ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا اور دحیم ولید سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے بعض شیوخ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ دمشق ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا اسی طرح سعید بن عبدالعزیز، ابومعشر، محمد بن اسحاق، معمر کہتے ہیں اور الاموی بھی اپنے مشائخ سے اور ابن کلبی، خلیفہ بن خیاط، ابوعبیدہ قاسم بن سلام سے نقل کرتے ہیں کہ دمشق کی فتح ۱۴ھ میں ہوئی البتہ سعید بن عبدالعزیز، ابومعشر اور الاموی یہ اضافہ کرتے ہیں کہ معرکہ یرموک اس کے ایک سال بعد ہوا تھا بعض کا قول ہے کہ دمشق شوال ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا۔ خلیفہ کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ نے ان کا محاصرہ رجب، شعبان، رمضان اور شوال تک جاری رکھا اور ذی القعدہ میں صلح مکمل ہوگئی۔

الاموی نے اپنے مغازی میں بیان کیا ہے کہ اجنادین کا معرکہ جمادی الاولیٰ میں ہوا، فحل کا معرکہ ذی القعدہ ۱۳ھ میں ہوا اور دمشق کا معرکہ ۱۴ھ میں ہوا، دحیم ولید سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے الاموی نے بیان کیا ہے کہ فحل اور اجنادین کے معرکہ دور ابی بکر میں ہوئے تھے پھر مسلمان دمشق کی طرف گئے اور وہاں رجب ۱۳ھ میں نزول کیا اور ۱۴ھ میں اسے فتح کر لیا اور یرموک کا معرکہ ۱۵ھ میں پیش آیا تھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت المقدس ۱۶ھ میں تشریف لائے تھے۔

فتح دمشق سے متعلق اہل علم کا اختلاف...... اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ دمشق صلحاً فتح ہوا ہے یا عنوۃً (بزور قوت)، اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ دمشق صلحاً فتح ہوا ہے یعنی انہوں نے پہلی بات کو دوسری پر ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس بارے میں شک ہوا کہ آیا یہ عنوۃً فتح ہوا تھا پھر رومی صلح کی طرف مائل ہو گئے، یا ابتداء ہی سے صلحاً فتح ہوا تھا یا ایک ہی جانب سے مکمل زبردستی غلبہ کے نتیجے میں ہاتھ آیا جب انہیں اس بارے میں شک وتردد پیش آیا تو انہوں نے تو احتیاطاً صلح والی جہت کو اختیار کیا۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کا نصف صلحاً اور نصف عنوۃً فتح ہوا ہے یہ قول ظاہر ہوا ہے کہ ان صحابہ کرام کے طرز عمل سے جو فتح دمشق کے دن اس کے سب سے بڑے کلیسا میں موجود تھے اور انہوں نے اس کا نصف لے لیا اور نصف اہل دمشق کے لئے چھوڑ دیا تھا اسی بحث کے ذیل میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلح کی دستاویز ابوعبیدہ نے لکھی تھی اور یہی مشہور ہے اس لئے کہ خالد بن ولید امارت سے معزول ہو چکے تھے لیکن دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ دستاویز خالد بن ولید نے ہی لکھی تھیں اور اس کام کے لئے انہیں ابوعبیدہ نے ہی مقرر کیا تھا۔

ابوحذیفہ اسحاق بن بشیر کا بیان کے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فتح دمشق سے پہلے وفات ہوگئی تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ اور مسلمانوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعزیتی مکتوب لکھا اور ابوعبیدہ کو ملک شام پر اپنا نائب مقرر کیا اور امور جنگ میں خالد بن ولید سے مشورہ کا پابند بنایا جب یہ خط ابوعبیدہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے بیس دن تک خالد بن ولید سے چھپایا یہاں تک کہ دمشق فتح ہو گیا خالد بن ولید نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، جس وقت یہ خط آیا تو اسی وقت مجھے بتانے سے کیا چیز مانع ہوئی ابوعبیدہ نے کہا کہ میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ آپ کو جنگ میں کمزور اور پست حوصلہ کروں، میں نہ تو دنیاوی اقتدار کا خواہش مند ہوں اور نہ دنیا کے لئے کام کرتا ہوں جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں عنقریب فنا اور ختم ہو جائے گا، ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور آدمی کے لئے یہ چیز نقصان دہ نہیں کہ اسکا بھائی دین ودنیا کے اعتبار سے اس پر حاکم ہو۔

اور اس سلسلہ کی سب سے عجیب تر روایت جسے یعقوب بن سفیان الفسوی نے ہشام بن عمار سے، انہوں نے عبدالملک بن محمد سے، انہوں نے

راشد بن داؤد صنعانی سے، انہوں نے ابوعثمان شراحیل بن مرثد صنعانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو اہل یمامہ کی طرف اور یزید بن ابی سفیان کو اہل شام کی طرف بھیجا پھر راوی اپنے روایت میں کہتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ سے کہا۔۔۔ الخ یہاں تک کہ آخر میں راوی نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے پھر انہوں نے ابوعبیدہ کو شام کی طرف بھیجا پس ابوعبیدہ تعمیل حکم میں دمشق پہنچے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے امداد کے خواہاں ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ابوعبیدہ کے پاس شام چلے جائیں اس کے بعد راوی نے خالد بن ولید کے عراق سے شام آنے کو ذکر کیا جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا، یہ مجموعہ اضداد روایت نہایت ہی غریب ہے اس لئے کہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دیگر امراء کو شام کی طرف بھیجا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ عراق سے شام ان کی مدد کے لئے جائیں اور خالد بن ولید امرائے شام پر امیر ہوں گے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر تمام شام کو فتح فرمایا جس کو عنقریب انشاء اللہ ہم ذکر کریں گے۔

محمد بن عائذ ولید بن مسلم سے، وہ صفوان بن عمرو سے وہ عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب شہر دمشق فتح کرلیا تو انہوں نے ابوعبیدہ کو فتح دمشق کی خوشخبری دینے کے لئے قاصد بنا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا ابوعبیدہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے اور ان کی جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تھے انہیں یہ بات ذرا بڑی محسوس ہوئی کہ صحابہ کرام میں کوئی ایک ان پر حکم چلائے پس ایک جماعت نے ابوعبیدہ کو امیر اور والی بنایا اور عبیدہ شام پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ مرحبا اس شخص کے لئے کہ جس کو ہم نے قاصد بنا کر بھیجا تھا اور وہ امیر بن کر ہمارے پاس لوٹا۔

لیث، ابن لھیعہ، حیوۃ بن شریح، مفضل بن فضالہ، عمرو بن حارث اور دیگر روایت نے یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے عبداللہ بن حکم سے انہوں نے علی بن رباح سے انہوں نے عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ انہیں ابوعبیدہ نے فتح دمشق کی خوشخبری دے کر مدینہ بھیجا تھا میں جمعہ کے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کتنی مدت سے موزے نہیں اتارے؟ میں نے کہا جمعہ کے دن سے اور آج بھی جمعہ ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سنت کے مطابق عمل کیا۔

لیث کہتے ہیں کہ اسی روایت کو ہم اختیار کرتے ہیں کہ مسافر کے لئے مسح علی الخفین کی کوئی مدت مقرر نہیں وہ جب تک چاہے موزوں پر مسح کر سکتا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے، احمد و ابوداؤد نے ابوعمارہ سے اسی کی مثل مرفوع روایت بھی نقل کی ہے لیکن جمہور مسلم کی روایت کے مطابق اس طرف گئے ہیں کہ مسافر کے لئے مسح علی الخفین کی مدت تین دن تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قاصد کے لئے مسح علی الخفین کی مدت مقرر نہیں لیکن دیگر مسافروں کے لئے حدیث عقبہ وحدیث علی رضی اللہ عنہ کے مطابق مدت مقرر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

معرکہ چشمہ میسون...... پھر ابوعبیدہ نے خالد بن ولید کو بقاع کی طرف بھیجا انہوں نے اس کو بزور شمشیر فتح کرلیا اور ایک دستہ اس کے علاوہ بھی روانہ کیا جن کی رومیوں کے ساتھ چشمہ میسون پر مڈبھیڑ ہوئی، رومیوں پر سنان نامی ایک جرنیل مقرر تھا جو بیروت کی گھاٹی سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور اس دن مسلمانوں کی پوری ایک جماعت کو شہید کر ڈالا لوگوں نے اسی وجہ سے چشمہ میسون کا نام شہداء رکھ دیا، ابوعبیدہ نے دمشق پر یزید بن ابی سفیان کو حاکم بنایا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بارے میں وعدہ لیا تھا اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے دحیہ بن خلیفہ کو ایک سریہ تدمر کی طرف روانہ کیا تا کہ اس کا معاملہ بھی درست و ہموار ہو جائے اور ابوالزہراء قشیری کو بثنیہ وحوران کی طرف بھیجا وہاں کے باشندوں نے صلح کرلی۔

ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے دمشق کو صلحاً فتح کیا تھا اسی طرح شام کے دیگر علاقے بھی صلحاً فتح ہوئے اور یہ صلح یزید بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ اور ابوعبیدہ کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

اور ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھے دمشق کے کئی شیوخ نے بتایا کہ جب وہ دمشق کے محاصرہ میں تھے تو اچانک عقبۃ السلمیہ سے شہسواروں کی ایک

کے بعد مثنیٰ بن حارثہ باقی لوگوں کے ساتھ ٹھہر گئے، ان کے ساتھ بہت کم تعداد رہ گئی اگر اہل فارس اپنے بادشاہوں اور ملکاؤں کے ردوبدل میں نہ الجھتے تو ان کے حملے سے مسلمان خوفزدہ ہی رہتے اور مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حالات کی اطلاع دینے میں بھی تاخیر کردی تھی مثنیٰ بن حارثہ جب مدینہ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض الوفات کے آخری مرحلے میں تھے مثنیٰ نے ساری صورتحال بیان کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ وہ لوگوں کو اہل عراق سے جنگ کے لئے آمادہ کریں، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور انہیں منگل کی رات سپرد خاک کردیا گیا تو صبح کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور انہیں اہل عراق سے جنگ کے لئے ابھارا اور ان کو اس کے اجروثواب کے بارے میں خوب ترغیب دی لیکن کوئی تیار نہ ہوا، اس لئے کہ لوگ اہل فارس کے ساتھ ان کی ہیبت وسطوت اور شدت جنگ کی وجہ سے قتال کرتے ہوئے گھبرار ہے تھے پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی لوگوں کو اسی طرح ترغیب دی گئی اور جنگ کے لئے آمادہ کیا گیا لیکن کوئی تیار نہ ہوا۔

مثنیٰ بن حارثہ نے بھی نہایت احسن گفتگو کی اور انہیں بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے خالد بن ولید کے ہاتھوں عراق کا اکثر حصہ فتح کروادیا ہے، ان جگہوں پر اہل فارس کے نہ اموال ہیں اور نہ ہی املاک، نہ سامان اور نہ خوراک، غرض پرامن جگہیں ہیں لیکن پھر بھی کوئی تیار نہ ہوا چوتھے دن سب سے پہلے ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی نے اس نصیحت کو قبول کیا ان کے پیچھے اور لوگ بھی جوق در جوق تیار ہونے لگے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت مدینہ میں سے تیار کی پھر سب پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی کو امیر مقرر کیا حالانکہ یہ صحابی نہ تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ نے صحابہ میں کسی کو امیر کیوں نہیں بنایا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کو امیر بنایا ہے جس نے دعوت جہاد کو قبول کرنے میں سب سے سبقت کی ہے تم لوگوں نے اس دین کی نصرت میں سبقت کی ہے اور اس نے جواب دینے میں تم سے پہل کی ہے پھر آپ نے ابوعبیدہ کو بلایا اور خاص ان کی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہوں گے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کی اور حکم دیا کہ امور جنگ میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرے خاص طور پر سلیط بن قیس سے کہ وہ جنگوں کے منتظم ومدبر رہے ہیں۔ اس کے بعد یہ لشکر ارض عراق کی طرف روانہ ہوگیا اس لشکر کی تعداد سات ہزار تھی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ جو لوگ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ عراق سے آئے تھے انہیں واپس عراق بھیج دیں ابوعبیدہ نے دس ہزار کا لشکر تیار کیا اور ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں عراق بھیج دیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جریر بن عبداللہ کی زیر قیادت چار ہزار کا لشکر روانہ کردیا جریر بن عبداللہ پہلے کوفہ آئے پھر یہاں سے نکل کر ہرقران المدار کے ساتھ جنگ کی اور اسے قتل کردیا۔ اس کے لشکر کو عبرتناک شکست دی ان میں سے اکثر دریائے دجلہ میں غرق ہوگئے۔

جب یہ لوگ عراق پہنچے تو اہل فارس کو اپنے بادشاہ کے تقرر کے سلسلے میں بڑا مضطرب وپریشان پایا، آخر ان کی رائے اس پر مستقر ہوگئی کہ آزر میدخت کے قتل کے بعد اس کی بہن بوران بنت کسریٰ کو ملکہ بنایا جائے، سوایسا ہی کیا گیا بوران بنت کسریٰ نے دس سال تک امور مملکت فوج کے سپہ سالار رستم بن فرخزاد کے سپرد کردیئے اور اسے حکم دیا کہ وہ جنگ کے انتظامات کرے اس طرح حکومت پھر آل کسریٰ کے پاس پہنچ گئی رستم نجومی آدمی تھا اسے علم نجوم میں بڑی مہارت ودسترس تھی اس سے پوچھا گیا کہ تجھے یہ ذمہ داری قبول کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا حالانکہ تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ تجھ سے سنبھالا نہ جائے گا اس نے کہا کہ شرف واعزاز کی محبت اور طمع نے۔

معرکہ نمارق (۱) ...... رستم نے مقابلہ کے لئے جابان نامی امیر کو روانہ کیا اس کے لشکر کے میمنہ ومیسرہ پر بالترتیب جشنس ماہ اور مردان شاہ نامی دو آدمی مقرر تھے مردان شاہ خصی تھا اور اہل فارس کے دربانوں کا امیر تھا، حیرہ اور قادسیہ کے درمیان نمارق مقام پر اس فوج کی ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی، اس جنگ میں شہسواروں پر مثنیٰ بن حارثہ اور میسرہ پر عمرو بن الہیثم مقرر تھے، یہاں فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا اللہ تعالیٰ نے اہل فارس کو شکست دی جابان اور مردان شاہ گرفتار ہوئے لیکن مردان شاہ کو اس کے گرفتار کرنے والے نے قتل کردیا اور جابان اپنے گرفتار کرنے والے کو دھوکہ دے کر آزاد ہوگیا پھر دیگر مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور چھوڑنے سے انکار کردیا کہ یہ امیر ہے اور اسے ابوعبیدہ کے پاس

(۱) تاریخ الطبری: ۲/ ۳۶۲، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۹۸

لائے اور کہا کہ اسے قتل کر دیجئے یہ امیر ہے ابوعبیدہ نے کہا اگر چہ امیر ہو لیکن میں اسے قتل نہیں کروں گا اس لئے کہ اسے ایک مسلمان نے امان دی ہے اس کے بعد ابوعبیدہ نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا انہوں نے کسریٰ کے خالہ زاد بھائی کے شہر کسکر میں پناہ لی اس کا نام نرسی تھا، نرسی نے ان لوگوں کو ابوعبیدہ کے خلاف جنگ میں مدد فراہم کی لیکن ابوعبیدہ نے انہیں شکست دے کر غلبہ حاصل کر لیا اور بہت سی چیزیں اور کثیر مقدار میں عمدہ کھانے غنیمت میں ہاتھ آئے ابوعبیدہ نے مال وطعام کا خمس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ روانہ کر دیا اس جنگ کے بارے میں ایک مسلمان نے یہ اشعار کہے:

(۱)...... میری زندگی کی قسم اور میری زندگی سستی نہیں، اہل نمارق نے صبح ہی صبح ذلت و رسوائی اٹھائی۔

(۲)...... ایسے مردوں کے ہاتھوں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی تھی، وہ مرد درنا اور بارق کے درمیان انہیں تلاش کرتے پھرتے تھے۔

(۳)...... پس ہم نے انہیں مرج مسلح اور الھوانی کے درمیان تدارق کے راستے میں قتل کر دیا۔

پھر کسکر اور سقاطیہ کے درمیان ایک مقام پر خود نرسی کے لشکر سے جنگ ہوئی، میمنہ پر خود نرسی تھا اور میسرہ پر اس کے دو خالہ زاد بھائی بندویہ اور بیرویہ تھے جو نظام کی اولاد تھے اور رستم نے بھی جالینوس کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار کیا جب ابوعبیدہ کو یہ اطلاعات ملیں تو نرسی نے ان کی پیش قدمی سے قبل ہی جنگ میں جلدی دکھائی ابوعبیدہ اور نرسی کے درمیان زبردست قتال ہوا اہل فارس کو شکست ہوئی اور جالینوس اور نرسی معرکہ جرت کے بعد مدائن کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے جو ابوعبیدہ اور جالینوس کے درمیان بارو سما مقام پر ہوا تھا ابوعبیدہ نے مثنیٰ بن حارثہ اور چند دیگر سرایا کو اس طرف کی سرحد نہر جور کی طرف بھیجا انہوں نے اسے قہر اُو صلحاً فتح کر لیا اور ان پر جزیہ وخراج مقرر کر دیا اور بہت سے اموال غنیمت کے طور پر حاصل کر لئے اور جالینوس جو جابان کی مدد کے لئے آیا تھا اسے عبرتناک شکست ہوئی اس کے لشکر اور اموال کو غنیمت بنا لیا گیا اور وہ نہایت ہی ذلت وحقارت کے ساتھ اپنی قوم میں بھاگ گیا۔

جسر بن ابی عبید کا معرکہ[۱]...... جب جالینوس مسلمانوں سے شکست کھا کر بھاگ آیا تو اہل فارس نے ایک دوسرے کو خوب ملامت کی اور پھر سب جمع ہو کر رستم کے پاس پہنچے اس نے ایک بہت بڑا لشکر ذوالحاجب (بھمس حاویہ) کی سرکردگی میں بھیجا اور اسے افریدون کا علم عطا کیا اس علم کا نام "درفش کا بیان" تھا اہل فارس اس سے نیک فال لیا کرتے تھے اس کے ساتھ انہوں نے کسریٰ کا جھنڈا بھی اٹھایا ہوا تھا جو چیتے کی کھال کا بنا ہوا تھا اور اس کا عرض آٹھ ذراع تھا بہر حال یہ لشکر مسلمانوں کے سامنے پہنچ گیا دونوں کے درمیان ایک دریا حائل تھا جس پر ایک پل بنا ہوا تھا اہل فارس نے کہا کہ یا تو تم دریا عبور کر کے ہمارے پاس آجاؤ ورنہ ہم تمہارے پاس آرہے ہیں، مسلمانوں نے اپنے امیر ابی عبیدہ سے کہا کہ انہیں کہیں کہ وہ دریا عبور کر کے ہمارے پاس آجائیں، ابوعبیدہ نے کہا کہ وہ موت پر ہم سے زیادہ جری نہیں ہیں پھر مسلمان ہی ان تک پہنچ گئے اور ایک تنگ مقام پر جمع ہوئے فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا جس کی مثال نہیں نظر آتی، مسلمانوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی اہل فارس اپنے ساتھ بہت سے ہاتھی بھی لائے تھے جن پر بڑے بڑے پردے پڑے ہوئے تھے یہ ہاتھی مسلمانوں کے گھوڑوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے تھے جب بھی اہل فارس ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کرتے مسلمانوں کے گھوڑے بدک جاتے اور ان پر پڑے پردوں کی پھڑ پھڑاہٹ سے بہت کم گھوڑے ہی ثابت قدم رہ پائے اور وہ بھی جبراً روکے گئے اور جب مسلمان پیش قدمی کرتے تو گھوڑے ہاتھیوں کی وجہ سے آگے ہی نہ بڑھتے، اہل فارس تیر برساتے جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان شہید ہو گئے لیکن اس صورتحال کے باوجود مسلمانوں نے ان کے چھ ہزار آدمی قتل کر دیئے ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ سب سے پہلے تمام ہاتھیوں کو قتل کیا جائے پس مسلمانوں نے انہیں گھیر کر اکٹھا کیا اور سب کو مار ڈالا، اہل فارس نے ایک عظیم الجثہ سفید ہاتھی آگے بڑھایا ابوعبیدہ نے آگے بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی اور اس کی سونڈ کاٹ ڈالی ہاتھی بپھر گیا اور اس نے ایک خوفناک چنگھاڑ ماری اور حملہ کر دیا اور ابوعبیدہ کو اپنے پاؤں سے روند کر شہید کر دیا اور اس کی لاش پر کھڑا ہو گیا، یہ دیکھ کر ابوعبیدہ کے ایک نائب نے جس کے بارے میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ وہ

(۱) الکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۰۱

اس کے بعد امیر ہوں گے آگے بڑھ کر اس ہاتھی پر حملہ کر دیا لیکن شہید ہو گئے اس کے بعد یکے بعد دیگرے قبیلہ ثقیف کے سات آدمی شہید ہو گئے جن کے بارے میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے باری باری جانشینی کی وصیت کی تھی اس کے بعد مثنیٰ بن حارثہ وصیت کے مطابق ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نائب و جانشین بن گئے۔

ابوعبیدہ کی بیوی دومہ نے ایک خواب دیکھا تھا جو آج کی صورتحال پر پورا پورا صادق آرہا تھا جب مسلمانوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ کمزور پڑ گئے ان کی ہمت جواب دے گئی اور ہوا اکھڑ گئی اور اہل فارس کی فتح یقینی بن گئی، مسلمان پشت پھیر کر بھاگے، اہل فارس نے تعاقب کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا مسلمان منتشر ہو گئے ان کا معاملہ نازک ہو گیا وہ پل کے قریب پہنچ کر اس پر سے گرنے لگے کچھ ہی لوگ گذر پائے تھے کہ پل ٹوٹ گیا اہل فارس نے بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا اور چار ہزار کے قریب دریائے فرات میں ڈوب گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مثنیٰ بن حارثہ اس پل کے پاس آکر کھڑے ہو گئے جس سے وہ اپنے دستے کے ساتھ آئے تھے لوگ جب شکست کھا کر بھاگنے لگے تو ان میں سے بعض نے اپنے آپ کو دریائی لہروں کے سپرد کر دیا، مثنیٰ بن حارثہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے لوگو! اپنے آپ کو سنبھالو، میں پل کے دروازے پر کھڑا ہوں اور اس وقت تک نہ گزروں گا جب تک کہ تم میں سے ایک آدمی بھی یہاں باقی ہے جب سب لوگ پل کے دوسری طرف پہنچ گئے تو مثنیٰ بن حارثہ بھی چلے آئے اور سب سے پہلی منزل پر پڑاؤ کیا مثنیٰ خود اور دلیر نوجوان باقی لوگوں کی حفاظت کرنے لگے مسلمانوں کی اکثریت زخموں سے چور چور اور نڈھال تھی کچھ لوگ جنگل کی طرف نکل گئے نہ معلوم وہ کہاں گئے اور کچھ خوفزدہ ہو کر مدینہ منورہ چلے آئے، عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی اس حادثہ کی خبر لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے جب یہ ان کے پاس پہنچے تو وہ منبر پر تشریف فرما تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبداللہ بن زید! تمہارے پیچھے کیا حالات ہیں؟ عبداللہ بن زید نے کہا کہ امیر المومنین آپ کے پاس یقینی اور پختہ خبر پہنچ چکی ہے اس کے بعد عبداللہ بن زید حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس منبر پر چڑھ گئے اور انہیں سرگوشی کے انداز میں صورتحال بتائی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص اس حادثہ کی خبر لایا وہ عبداللہ بن یزید بن حصین خطمی تھے۔

سیف بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ جنگ یرموک کے چالیس دن بعد شعبان ۱۳ھ میں پیش آیا، مسلمان باہم گفتگو میں ایک دوسرے پر الزام دھرتے تھے کچھ لوگ بھاگ کر مدینہ آگئے تھے لیکن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں تنبیہ و ملامت نہیں فرمائی بلکہ فرمایا کہ میں تمہاری غنیمت ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجوسیوں کو اپنے بادشاہ کے سلسلے میں مشغول کر دیا ہے اور یہ اس طرح ہوا کہ اہل مدائن نے رستم پر حملہ کر کے اسے معزول کر دیا لیکن پھر اسے دوبارہ حاکم بنا دیا اور اس کے ساتھ فیرزان کو شریک حکومت کر دیا پس اہل فارس دو فریق میں بٹ گئے۔

جب یہ لوگ مدائن کی طرف واپس روانہ ہوئے تو مثنیٰ بن حارثہ مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ راستے میں ان کے سامنے آکھڑے ہوئے پس اہل فارس کے امراء میں دو امیروں نے اپنے لشکروں کے ساتھ انکا مقابلہ کیا لیکن مثنیٰ نے دونوں امیروں کو قیدی بنا لیا اور ان کے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی قیدی بنا کر قتل کر دیا پھر مثنیٰ بن حارثہ نے عراق میں دیگر امرائے مسلمین کو امداد کے لئے پیغام بھیجا سو انہوں نے امدادی دستے روانہ کئے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اچھی خاصی امدادی فوج روانہ کی، اور جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی پوری قوم بجیلہ کے ساتھ شامل تھے ان کے علاوہ دیگر سادات مسلمان بھی شامل تھے ان امدادی دستوں کی وجہ سے مثنیٰ بن حارثہ کی فوج میں خوب اضافہ ہو گیا۔

البویب کا معرکہ (۱) ...... جب اہل فارس کو یہ صورتحال اور مثنیٰ کی فوج کی کثرت معلوم ہوئی تو انہوں نے مھران نامی ایک جرنیل کی سرکردگی میں لشکر بھیجا دونوں افواج کا البویب نامی مقام پر جو آج کل کوفہ کے قریب ہے آمنا سامنا ہوا ان کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔

لشکر فارس نے کہا کہ تم دریا عبور کرتے ہو یا ہم کریں مسلمانوں نے کہا کہ تم کرو، فارسیوں نے دریا عبور کیا اور مدمقابل کھڑے ہو گئے یہ ماہ رمضان کا واقعہ ہے، مثنیٰ بن حارثہ نے مسلمانوں کو روزہ افطار کرنے کی قسم دی انہوں نے افطار کر لیا تا کہ دشمن کے مقابلہ میں قوت حاصل ہو جائے، مثنیٰ اپنی فوج کو مرتب کرنے لگے اور امرائے قبائل میں سے ہر ایک کے جھنڈے کے پاس سے گذرنے لگے اور ان کو جہاد پر ابھارنے اور صبر و خاموشی

(۱) المنتظم فی التاریخ : ۴/ ۱۷۸، وتاریخ الطبری : ۲/ ۳۶۹، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۰۳

اختیار کرنے کی وصیت کرنے لگے، اسلامی فوج میں جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی قوم بجیلہ کے ساتھ تھے نیز سادات مسلمان بھی تھے مثنیٰ بن حارثہ نے کہا کہ میں تین تکبیر کہوں گا اس دوران تم تیار ہو جانا جب چوتھی تکبیر کہوں تو حملہ کر دینا، مسلمانوں نے سمع وطاعت کے ساتھ اس اعلان کا خیر مقدم کیا، ابھی مثنیٰ ایک ہی تکبیر کہنے پائے تھے کہ فارسیوں نے جلد بازی دکھاتے ہوئے حملہ کر دیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، مثنیٰ بن حارثہ نے اپنی بعض صفوں میں کچھ کمزوری دیکھی تو ان کی طرف ایک آدمی بھیجا کہ امیر تمہیں سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تم عربوں کو رسوانہ کرو اور درستگی اختیار کرو، جب آپ نے دیکھا کہ وہ تو بنی عجل ہیں تو آپ متعجب ہوئے اور مسکرائے اور کہلوایا کہ اے جماعت مسلمین! اپنی عادات کو لازم پکڑو تم اللہ کی دین کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا پھر مثنیٰ اور مسلمان اللہ تعالیٰ سے کامیابی اور مدد کی دعا کرنے لگے۔ جب جنگ نے طول کھینچا تو مثنیٰ نے اپنے دلیر ساتھیوں کو جمع کر کے اپنے عقب کو محفوظ کیا اور مہران پر حملہ کر کے اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا یہاں تک کہ وہ میمنہ میں داخل ہو گیا اور بنی تغلب کے ایک نصرانی غلام نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے پر خود سوار ہو گیا۔

سیف بن عمر نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اس پر منذر بن حسان بن جرار الضبی نے حملہ کر کے نیزے کا وار کیا اور جریر بن عبداللہ بجلی نے اسکا سر اتارا، پھر دونوں میں اس کے سلب (جس پر موجود سامان) کے بارے میں نزع ہوا جریر نے اس کے ہتھیار لے لئے اور منذر نے اس کا پٹی بند لے لیا، اس کے بعد مجوسی بھاگ کھڑے ہوئے مسلمان ان کے سروں پر سوار ہو کر بے دریغ قتل کرنے لگے مثنیٰ بن حارثہ پل کی طرف گئے اور ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے تا کہ مسلمان انہیں اچھی طرح قابو کر لیں، مسلمان انہیں بقایا دن رات گئے تک مارتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ ان قتل ہونے والوں اور ڈوبنے والوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی مسلمانوں کو بہت سا مال اور بہت سا کھانے پینے کا سامان غنیمت کے طور پر حاصل ہوا اور فتح کی بشارت کے ساتھ خمس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا، اس معرکہ میں بہت سے سادات مسلمان شہید ہوئے لیکن اس شکست سے فارسیوں کی اکڑی ہوئی گردنیں جھک گئیں اور صحابہ کرام کو دجلہ وفرات کے درمیان ان کے علاقوں میں پیش قدمی کرنے کی طاقت حاصل ہو گئی، اس جنگ میں اتنا مال غنیمت حاصل ہوا جس کا شمار ممکن نہیں، معرکہ البویب کے بعد بھی بہت سے امور پیش آئے جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا، عراق میں یہ معرکہ شام کے معرکہ یرموک کی نظیر ہے۔

اعور الشنی العبدی نے اس جنگ کے متعلق کہا کہ:

(۱)..... قبائل نے اعور کے لئے غموں کو برانگیختہ کیا، اور عبدالقیس کے بعد حسن سلوک بھی بدل گیا۔

(۲)..... اس نے ہمیں جبکہ ہماری فوج مجتمع تھی، مہران کی فوج کے مقتولین کو نخیلہ مقام پر دکھایا۔

(۳)..... جب مثنیٰ اپنے شہسواروں کے ساتھ چلے، تو انہوں نے ایرانی گھوڑ سواروں کو قتل کر ڈالا۔

(۴)..... وہ خود مہران کی طرف بڑھے اور ان کی فوج بھی، یہاں تک کہ دشمن کو ایک ایک دو دو کر کے قتل کر دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عراق کے لئے امارت..... پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کو جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں چھ ہزار فوج کے ساتھ عراق کا امیر بنا کر بھیجا اور جریر بن عبداللہ و مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا کہ ان کے تابع فرمان رہیں اور ان کی سمع وطاعت کریں، جب حضرت سعد عراق پہنچے تو یہ دونوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے اس سے پہلے دونوں امارت کے مسئلہ میں نزع کرتے تھے، مثنیٰ جریر کو کہتے کہ امیر المومنین نے آپ کو میری مدد کے لئے بھیجا ہے اور جریر کہتے ہیں کہ آپ پر امیر بنا کر بھیجا ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص کے امیر بن کر آنے سے ان کا نزع ختم ہو گیا ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مثنیٰ بن حارثہ کی اسی سال وفات ہو گئی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ۱۴ھ کے شروع میں عراق پر امیر بنا کر بھیجا تھا جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

اہل فارس کا یزدگرد کی بادشاہت پر اتفاق..... شیرین نے آل کسریٰ کو اپنے سفید محل میں جمع کیا اور ان کے تمام مردوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اس وقت یزدگرد کی ماں بھی اپنے بیٹے کے ساتھ وہاں موجود تھی، یزدگرد اس وقت چھوٹا تھا اس کے ماموؤں نے اس کی ماں سے وعدہ کیا اور آکر

یزدگرد کو اپنے ساتھ لے گئے جب البویب کا معرکہ ہوا اور جس نے اس میں قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کا قتل عام کیا اور ان پر فتح یاب ہوئے اور ان کے شہروں، علاقوں وصوبوں پر قابض ہو گئے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعد بن ابی وقاص کا امیر بن کر آنا معلوم ہوا تو انہوں نے ایک اجلاس بلایا اس میں اپنے دو بڑے امیروں رستم اور فیرزان کو بھی بلایا ان سب نے پہلے آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی اور پھران دونوں کو وصیت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر تم نے مناسب انداز سے امور جنگ سرانجام نہ دیئے تو ہم تم دونوں کو قتل کر دیں گے اور تم سے راحت پالیں گے پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہر راستے اور علاقے میں کسریٰ کی بیویوں کے پیچھے آدمی روانہ کریں جس کے پاس آل کسریٰ کا کوئی فرزند مل جائے گا اس کو یہ اپنا بادشاہ بنالیں گے پس جب یہ ہرکارے یزدگرد کی ماں کے پاس آئے اور اس سے اس کے بیٹے کے متعلق دریافت کیا تو وہ خوف کی وجہ سے انکار کرتی رہی لیکن یہ لوگ مسلسل تلاش میں رہے یہاں تک کہ انہوں نے یزدگرد اور اس کی ماں کو پالیا اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لے آئے اور بوران کو معزول کر کے یزدگرد کو اپنا بادشاہ بنالیا اس وقت یہ ۲۱ برس کا نوجوان تھا اور یہ شہریار بن کسریٰ کی اولاد میں ہے اس پر اہل فارس کا اتفاق ہو گیا اور یہ اس کی بادشاہت پر بڑے خوش تھے۔

ان لوگوں نے بادشاہ کی بھرپور امداد ونصرت کا عزم کیا یزدگرد کی بادشاہت مضبوط ہوگئی اور اس کی شوکت قوت پکڑ گئی اس نے دیگر صوبوں اور شہروں کی طرف پیغامات بھیجے ان صوبوں اور شہر والوں نے صحابہ کرام کی اطاعت سے رخ پھیر لیا اور عہد و پیمان کو توڑ دیا، صحابہ کرام نے اس صورتحال کی اطلاع حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھجوائی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تم ان کے درمیان سے کھلے میدان کی طرف نکل آؤ اور شہروں کے اردگرد پانی کے چشموں پر پڑاؤ ڈال لو اور ہر قبیلہ دوسرے کو اس طرح نظر میں رکھے کہ ایک کو اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو اس کے ساتھ والے اس سے بے خبر نہ رہیں۔

بہرحال حالات بہت سنگین ہو گئے، یہ ۱۳ھ کا قصہ ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سال لوگوں کو حج کروایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال حج عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کروایا تھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سال حج نہیں کروایا۔ واللہ اعلم

۱۳ھ میں پیش آنے والے اہم واقعات...... اس سال سرزمین عراق پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو جنگیں لڑی گئیں ان کی تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی ہے ان جنگوں میں حیرہ اور انبار وغیرہ بڑے بڑے شہر فتح ہوئے اسی سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مشہور قول کے مطابق عراق سے شام گئے، اسی سال سیف بن عمرو ابن جریر کے مطابق یرموک کا معرکہ ہوا جس میں بڑے بڑے نامی گرامی لوگ مارے گئے جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں، اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہم نے بحمد اللہ ان کے حالات مستقل ایک جلد میں جمع کیے ہیں اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بروز منگل ۲۲ جمادی الثانیہ کو خلیفہ بنے، اور آپ نے حضرت علی بن ابی طالب کو مدینہ کا قاضی مقرر فرمایا اور ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح الفہری کو شام میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام کی امارت سے معزول کر دیا البتہ ان کو امور جنگ کا مشیر برقرار رکھا اسی سال بصریٰ صلحاً فتح ہوا اور یہ شام کے فتح ہونے والے شہروں میں سب سے پہلا شہر ہے اور اسی سال دمشق بھی سیف بن عمر کے بیان کے مطابق فتح ہوا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور دمشق میں یزید بن ابی سفیان کو نائب مقرر کیا یہ امرائے مسلمین میں سے پہلے والی حکومت تھے جو مقرر ہوئے، اسی سال سرزمین غور میں فحل کا معرکہ پیش آیا جس میں صحابہ کرام کی ایک جماعت شہید ہوئی، اس سال جسر بن ابی عبید کا معرکہ پیش آیا جس میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے ان میں ان کے امیر ابوعبید بن مسعود ثقفی بھی تھے جو عبداللہ بن عمر کی زوجہ صفیہ جو نہایت نیک صالحہ خاتون تھی کے والد اور بنو ثقیف کے کذاب مختار بن ابی عبید کے بھی والد تھے، ابوعبید عراق کی بعض مہمات کے امیر رہے ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

اسی سال ابن اسحاق کے قول کے مطابق مثنیٰ بن حارثہ کی وفات ہوئی جنہیں خالد بن ولید عراق سے شام جاتے ہوئے اپنا نائب مقرر کر گئے تھے یہ مشہور معرکوں میں شریک رہے ہیں ان کے جنگی کارنامے اور حالات قابل ذکر ہیں خاص طور پر جسر بن ابی عبید کے معرکہ کے بعد ہونے والی جنگ البویب جس میں ایک لاکھ کے قریب فارسی مقتول اور دریا برد ہوئے، جمہور کے قول کے مطابق یہ لڑائی ۱۴ھ تک جاری رہی، اسی سال یعنی ۱۳ھ

میں بعض حضرات کے قول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حج کروایا اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حج کروایا، اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق وشام کی جنگوں کے لئے قبائل عرب کو نفیر عام کا حکم دیا جس پر وہ ہر طرف سے جہاد کے لئے اٹھ پڑے، اور آپ نے انہیں عراق وشام کی طرف روانہ کیا، اسی سال ابن اسحاق کے قول کے مطابق ۳ جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ اجنادین کا معرکہ ہوا او رواقدی کے قول کے مطابق رومیون کے جرنیل القفلان اور عمرو بن العاص کے مابین رملہ اور جبرین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی، حضرت عمرو بن العاص کے پاس ایک قول کے مطابق بیس ہزار سپاہ تھی لیکن القفلان مارا گیا اور رومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی ان کے بے شمار لوگ مقتول ہوئے مسلمانوں کی بھی ایک جماعت شہادت سے سرفراز ہوئی جن میں ہشام بن العاص، فضل بن عباس، ابان بن سعید، ان کے دو بھائی خالد بن سعید اور عمرو بن سعید، نعیم بن عبداللہ، طفیل بن عمرو دوسی، عبداللہ بن عمرو دوسی، ضرار بن الازور، عکرمہ بن ابی جہل، ان کے چچا سلمہ بن ہشام، ھبار بن سفیان، صخر بن نصر اور حارث بن قیس کے دو فرزند تمیم اور سعید بھی شامل تھے رضی اللہ عنہم ورضواعنہ۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اس دن شہید ہونے والوں میں طلیب بن عمر بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اروی بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اسی طرح اس دن عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب بھی شہید ہوئے جو جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں میں سے ہیں ان کی عمر بوقت شہادت تیس سال تھی یہ تیس والی روایت واقدی نے بیان کی ہے لیکن اس کی کوئی سند نہیں ہے، ابن جریر کہتے ہیں کہ اس دن عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ، حارث بن اوس بن عتیک بھی شہید ہوئے اسی سال خلیفہ بن خیاط کے قول کے مطابق مرج الصفر کا معرکہ ہوا جو ۱۸ جمادی الاولیٰ کو پیش آیا تھا اس معرکہ میں مسلمانوں کے امیر خالد بن سعید بن العاص تھے جو شہید ہو گئے تھے انہیں ایک قول کے مطابق ان کے بھائی عمرو نے اور دوسرے قول کے مطابق ان کے بیٹے نے شہید کیا تھا واللہ اعلم۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس جنگ میں رومیوں کا امیر قلقط تھا رومی اس جنگ میں بڑی تعداد میں مارے گئے یہاں تک کہ ان کے خون کی گویا چکی چل پڑی لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ معرکہ ۱۴ھ کے اوائل میں پیش آیا تھا جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

حروف ابجد کی ترتیب سے اس سال وفات پانیوالوں کا ذکر

ابان بن سعید بن العاص الاموی......ابوالولید ابان بن سعید بن العاص بن امیہ الاموی ایک جلیل القدر صحابی ہیں، یہی وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے دن پناہ دی تھی یہاں تک کہ انہوں نے مکہ میں داخل ہو کر رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا، یہ اس وقت اسلام لائے تھے جب ان کے دو بھائی خالد اور عمرو حبشہ سے واپس آئے تھے ان دونوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا پھر یہ سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے، پس ان حضرات نے آپ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ آپ خیبر فتح کر چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ۹ھ میں بحرین کا عامل مقرر فرمایا، یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔

آنسہ......یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، مشہور یہ ہے کہ آپ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا لیکن واقدی نے اہل علم سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ غزوہ احد میں بھی شریک تھے اس کے بعد ایک طویل مدت تک حیات رہے، واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالزناد نے محمد بن یوسف کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آنسہ کی وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی، اور ان کی کنیت ابو مسروح تھی اور زہری نے کہا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کی لوگوں کو اجازت دیا کرتے تھے یعنی دربان تھے۔

تمیم بن حارث اور قیس بن حارث سہمی......تمیم بن حارث سہمی اور ان کے بھائی قیس بن حارث دونوں جلیل القدر صحابی ہیں ان دونوں نے حبشہ کیطرف ہجرت کی اور اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

حارث بن اوس ...... یہ بھی مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اور اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

خالد بن سعید بن العاص الاموی ...... یہ ان سابقون الاولون میں سے ہیں جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں انہوں نے دس سال سے زائد عرصہ قیام کیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف سے صفا کے امیر تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بعض جنگی مہمات میں آپ کو امیر بنایا جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا، ایک قول کے مطابق یہ مرج الصفر کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اور ایک قول کے مطابق یہ بھاگ گئے تھے اس لئے تعزیراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے مدینہ منورہ داخل ہونے پر پابندی لگادی، یہ ایک ماہ مدینہ سے باہر رہے یہاں تک کہ ان کو داخلے کی اجازت مل گئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں اسلم نے قتل کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ قتل کے وقت میں نے ایک نور آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے دیکھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ...... یہ سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ بن ابی خزیمہ ہیں اور بعض نے حارثہ کے بعد سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا ہے کہ حارثہ بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج انصاری، یہ اپنے قبیلے کے سردار تھے ان کی کنیت ابوثابت یا ابوقیس ہے، یہ جلیل القدر صحابی ہیں بیعت عقبہ والی رات سرکردہ لوگوں میں سے ایک تھے اور عروہ، موسیٰ بن عقبہ، امام بخاری اور ابن ماکولا کے قول کے مطابق غزوہ بدر میں شریک تھے ابن عساکر نے حجاج بن ارطاۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس کی سند سے نقل کیا ہے کہ غزوہ بدر میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ ایسا فتح مکہ کے روز ہوا تھا، واللہ اعلم۔

واقدی کا بیان ہے کہ سعد بن عبادہ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ انہیں اس موقع پر سانپ نے ڈس لیا تھا اور باوجود تیاری کے اس واقعہ نے آپ کو جنگ میں شرکت سے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کا غنیمت میں حصہ اور اجر وثواب شمار کیا اور بعد کے معرکوں میں البتہ یہ شریک ہوئے تھے خلیفہ بن خیاط نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے انکا ایک بڑا پیالہ تھا جو گوشت اور ثرید یا دودھ اور روٹی یا روٹی اور گھی یا سرکہ اور زیتون کے ساتھ ازواج مطہرات کے گھروں میں جہاں بھی آپ ﷺ شریف فرما ہوتے گردش کرتا رہتا تھا آپ ہر شب کو یہ آواز لگاتے کہ کون مہمان نوازی کا ارادہ کرتا ہے، آپ عربی کتابت، تیراندازی اور تیراکی خوب جانتے تھے اور جوان فنون میں مہارت رکھتا ہو اسے کامل کہا جاتا تھا۔

ابو عمر بن عبدالبر نے کئی علماء تاریخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قبول کرنے سے پہلو تہی کی اور شام چلے گئے اور وہاں حوران نامی قصبہ میں دور ابی بکر ہی میں ۱۳ھ میں وفات پائی لیکن ابن اسحاق، مدائنی اور خلیفہ کا کہنا ہے کہ وفات عمر بن خطاب کی خلافت کے اوائل میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ وفات ۱۴ھ، دوسرا قول ۱۵ھ اور الفلاس و ابن بکر کا قول یہ ہے کہ ۱۶ھ میں ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس سے متعلق ہم نے مسند امام احمد میں روایت کی ہے کہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفہ تسلیم کیا تھا اس کی تائید ان کے اس قول سے ہوئی ہے کہ جس میں یہ فرماتے ہیں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے البتہ وفات شام میں محقق وثابت ہے مشہور یہ ہے کہ حوران نامی مقام پر وفات پائی، محمد بن عائذ دمشقی عبدالاعلیٰ سے وہ سعید بن عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں کہ شام میں سب سے پہلا شہر جو فتح ہوا تھا وہ بصریٰ ہے اسی میں سعد بن عبادہ کی وفات ہوئی، ہمارے زمانے کے بہت سے لوگوں کے نزدیک آپ غوطہ دمشق کے ایک قصبہ منیحہ میں مدفون ہیں، اور وہاں ان کی ایک قبر بھی مشہور ہے، میری معلومات کے مطابق حافظ ابن عساکر نے آپ کے حالات میں اس قبر کے ذکر سے مکمل اعراض کیا ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ علمائے تاریخ کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ اپنی جائے غسل میں مردہ حالت میں پائے گئے، آپ کا جسم سبز ہو گیا اور آپ کی وفات کا لوگوں کو علم نہ ہوا یہاں تک کہ انہوں نے یہ آواز سنی کہ ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے اور ہم نے ایسے تیر سے ان کے دل پر نشانہ مارا جو خطا نہیں جاتا۔

ابن جریج عطا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یہ شعر جنات نے کہا تھا، سعد بن عبادہ سے کئی احادیث مروی ہیں ان میں غیرت بہت تھی انہوں نے تمام نکاح باکرہ عورتوں سے کئے اور کسی کو طلاق نہیں دی تا کہ کوئی آپ کے بعد اسے پیغام نکاح دینے کی جرأت نہ کرے، مروی ہے کہ

جب آپ مدینہ سے جانے لگے تو اپنا مال اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا، آپ کی وفات کے بعد آپ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے بیٹے قیس بن سعد کے پاس آئے اور کہا اسے بھی اپنے ساتھ مال میں شریک کر لو لیکن قیس بن سعد نے کہا کہ میں اپنے باپ کی تقسیم کو تبدیل نہیں کروں گا البتہ میں اپنے حصہ سے اس کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں۔

سلمہ بن ہشام ...... یہ ابوجہل بن ہشام کے بھائی تھے اور قدیم الاسلام تھے انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جب واپس آئے تو ان کے بھائی ابوجہل بن ہشام نے انہیں قید کر دیا اور بھوکا پیاسا رکھا رسول اللہ ﷺ ان کے لئے اور دیگر ضعفائے مسلمین کے لئے قنوت میں دعا فرماتے تھے غزوہ خندق کے بعد یہ چپکے سے نکلے اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے وہاں آپ کی معیت میں رہے اور معرکہ اجنادین میں شریک اور شہید ہوئے۔

ضرار بن الازور اسدی ...... آپ مشہور شہسواروں اور نامی گرامی بہادروں میں سے ہیں ان کے جنگی کارنامے اور حالات مشہور اور قابل تعریف ہیں عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کے بیان کے مطابق یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے ان سے ایک حدیث دودھ دوہنے کے وقت کچھ دودھ تھنوں میں چھوڑ دینے کے استحباب پر مروی ہے۔

طلیب بن عمیر ...... یہ عمیر بن وہب بن کثیر بن ہند بن قصی القرشی العبدی کے فرزند ہیں ان کی والدہ اروی بنت عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں یہ قدیم الاسلام ہیں، حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شریک تھے اور بدر میں بھی حاضر تھے یہ سب سے پہلے آدمی ہیں کہ جنہوں نے کسی مشرک کو ضرب لگائی اس کا قصہ یہ ہے کہ ابوجہل (لعنہ اللہ تعالیٰ) نے نبی کریم ﷺ کو سب و شتم کیا اس پر طلیب بن عمیر نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اسے دے ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، آپ نے اجنادین کے معرکہ میں شہادت پائی اس وقت آپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی ...... یہ نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور بڑے بہادر، دلیر اور نامی گرامی لوگوں میں سے تھے، آپ اجنادین کے معرکہ میں رومیوں سے مبارزت کے دوران ان کے دس بہادر جرنیلوں کو قتل کر کے شہادت سے سرفراز ہوئے اس وقت ان کی عمر تیس سال سے کچھ زائد تھی۔

عبداللہ بن عمرو الدوسی ...... یہ بھی اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے لیکن یہ معروف شخص نہیں ہے۔ عثمان بن طلحہ عبدری حجبی ...... یہ بھی اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ ۴۰ھ کے بعد تک حیات رہے۔

عتاب بن اسید ...... ان کا پورا نام ابو عبدالرحمٰن عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ الاموی ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکہ کے امیر تھے آپ نے ان کو فتح مکہ کے موقع پر یہاں کا عامل مقرر فرمایا تھا ان کی عمر اس وقت ۲۰ سال تھی اسی سال انہوں نے لوگوں کو حج کروایا تھا رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو یہاں کی امارت پر برقرار رکھا ان کی وفات بھی مکہ ہی میں ہوئی، کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات اسی دن ہوئی جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی ان سے ایک حدیث مروی ہے جسے اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل ...... ان کا پورا نام عکرمہ بن ابی جہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابوعثمان قرشی مخزومی ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی اپنے باپ کی طرح سرداروں میں سے تھے فتح مکہ کے موقع پر فرار ہو گئے تھے لیکن پھر حق کی طرف لوٹ آئے اور اسلام قبول کر لیا، جب عمان کے لوگ ارتداد میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے آپ کو وہاں کا عامل مقرر فرمایا اور آپ ان پر فتحیاب ہوئے جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے، پھر آپ شام چلے آئے اور بعض دستوں کے امیر مقرر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا کوئی گناہ معلوم نہ ہوا،

آپ قرآن کریم کو بوسہ دیتے اور روتے، اور فرماتے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے امام احمد نے اسی سے مصحف کو بوسہ دینے کے جواز پر دلیل پکڑی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عکرمہ اسلام میں آزمائش کے اعتبار سے قابل تعریف ثابت ہوئے، عروہ کہتے ہیں کہ یہ معرکہ اجنادین میں شہید ہوئے لیکن دیگر کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں ستر سے زیادہ تلواروں اور نیزوں کے زخم کھانے کے بعد شہید ہوئے۔

فضل بن عباس بن عبدالمطلب۔۔۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی اسی سال یعنی ۱۳ھ میں وفات ہوئی لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ ۱۸ھ تک حیات رہے۔

نعیم بن عبداللہ بن تمام۔۔۔۔۔ یہ بنوعدی سے تعلق رکھتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے لیکن صلح حدیبیہ کے بعد تک بھی ہجرت کے لئے تیار نہ ہوئے اور یہ اس وجہ سے کہ یہ اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بڑا احسن و سلوک کرتے تھے اسلئے قریش نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ ہی قیام کریں اور جس دین پر چاہیں رہیں اللہ کی قسم! آپ سے کوئی تعرض نہیں کرے گا ہم آپ کی حفاظت میں جانیں قربان کر دیں گے یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہو گئے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ معرکہ یرموک میں شہید ہو گئے تھے۔

ہبار بن اسود بن احد قرشی اسدی۔۔۔۔۔ یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی زینب کی سواری پر نیزہ مارا تھا جب وہ مکہ سے ہجرت کے ارادے سے نکلیں جس کی وجہ سے انکا حمل ساقط ہو گیا لیکن بعد میں یہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت ہوا، یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔

ہبار بن سفیان بن عبدالاسود مخزومی۔۔۔۔۔ یہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے تھے قدیم الاسلام ہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی اور صحیح قول کے مطابق اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے اور یک قول یہ بھی ہے کہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

ہشام بن العاص بن وائل سہمی۔۔۔۔۔ یہ عمرو بن العاص کے بھائی ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ العاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں ہشام بن العاص عمرو بن العاص سے قبل مسلمان ہوئے تھے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی جب وہاں سے لوٹے تو مکہ میں قید کر دیئے گئے پھر غزوہ خندق کے بعد ہجرت فرمائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو روم کے بادشاہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا یہ شہسواروں میں سے تھے اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے اور ایک قول کے مطابق یہ بھی ہے کہ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۴ھ میں پیش آنے والے اہم واقعات۔۔۔۔۔ اس سال کا آغاز ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو اہل عراق سے جہاد کے لئے ابھارنے اور آمادہ کرنے لگے اور یہ اس وجہ سے کہ آپ کو اطلاع مل چکی تھی کہ ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی معرکہ جسر میں شہید ہو گئے ہیں اور اہل فارس اپنی افواج کو منظم کر رہے ہیں اور انہوں نے شاہی خاندان سے یزدگرد کو اپنا بادشاہ بنانے پر اتفاق کر لیا ہے اور عراق کے مفتوحہ علاقوں کے ذمیوں نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے اور وہاں کے عمال کو اپنے یہاں سے نکال دیا اور مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچائی ہے لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کے مسلمانوں کو لکھا کہ وہ شہروں سے نکل کر ان کے مضافات میں پھیل جائیں، ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال یکم محرم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور صرار نامی پانی کے ایک مقام پر نزول کیا اور آپ بذات خود لشکر کے ساتھ عراق جانے کا عزم رکھتے تھے اور مدینہ منورہ پر حضرت علی بن ابی طالب کو اپنا نائب مقرر فرما چکے تھے، آپ کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ کرام تھے یہاں پہنچ کر صحابہ کرام سے مشورہ کے لئے آپ نے اجلاس بلایا الصلاۃ جامعہ کے ساتھ لوگوں کو اس کی اطلاع دی گئی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بھی پیغام بھیجا وہ بھی آ گئے پھر مشورہ ہوا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب نے آپ کے عراق جانے کی تائید کی اور آپ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر خدانخواستہ آپ کو شکست ہو گئی تو

تمام بلاد اسلامیہ میں مسلمان کمزور پڑ جائیں گے اس لئے آپ اپنی جگہ کسی اور آدمی کو بھیج دیں اور خود مدینہ منورہ لوٹ جائیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور اس کو درست قرار دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کی رائے میں ہم عراق کی مہم پر کس کو بھیجیں؟ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس کو تاڑ لیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ سعد بن مالک زہری ہیں جو اپنے پنجوں کے لحاظ سے شیر ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے انتخاب کی تحسین کی اور سعد کی طرف پیغام بھیج دیا اور انہیں عراق کا امیر مقرر فرمادیا انہیں نصیحت کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اے سعد! تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ماموں اور مصاحب کہلاتے ہو، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ برائی کو بھلائی سے مارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان بجز اطاعت کے کوئی رشتہ نہیں ہے پس شریف ورذیل اللہ کی ذات کے بارے میں برابر ہیں اللہ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت پائیں گے عافیت کے ساتھ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسے پائیں گے اطاعت کے ساتھ اس امر پر نگاہ رکھنا جس پر تم نے رسول اللہ ﷺ کو بعثت سے وفات تک دیکھا ہے یہی امر حقیقت ہے بس یہی میری نصیحت ہے اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

پھر جب انہیں رخصت کر کے جدا ہونے کا وقت آیا تو فرمایا کہ عنقریب تمہیں ایک عظیم آزمائش پیش آئے گی۔ پس جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا خشیت الٰہی آپ کے کام کی تکمیل کرے گی اور خوب سمجھ لو کہ خشیت الٰہی دو باتوں میں جمع ہے ایک اللہ کی طاعت دوسرا اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنے میں، اس کی اطاعت کا مطلب دنیا سے بغض اور آخرت سے محبت اور اس کی نافرمانی کا مطلب دنیا سے محبت اور آخرت سے بغض ہے اور دلوں کے لئے کچھ حقائق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے ان میں سے کچھ پوشیدہ ہیں اور کچھ ظاہر ہیں پس جو ظاہر ہیں وہ یہ کہ حق کے بارے میں تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا آدمی کی نگاہ میں برابر ہو اور پوشیدہ چیز معلوم ہوتی ہے اس سے کہ حکمت کا ظہور اس کے قلب سے زبان پر اور دوسرا لوگوں کی اس کے ساتھ محبت کرنے سے، پس تم لوگوں کی محبت سے بے رغبتی نہ کرو بلاشبہ انبیاء کرام نے بھی لوگوں کی اپنے ساتھ محبت کی دعائیں مانگیں ہیں اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو لوگوں کے نگاہ میں محبوب بنا دیتا ہے اور جب کسی بندے سے بغض فرماتا ہے تو اس کو لوگوں کے لئے مبغوض بنا دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنا وہی مرتبہ سمجھو جو لوگوں کے یہاں تمہارا مرتبہ ہے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف چلے ان میں تین ہزار یمن کے تھے اور ایک ہزار باقی لوگ، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ چھ ہزار کا لشکر ساتھ لے گئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرار سے اعوص تک ان کی مشایعت کی وہاں آپ نے لوگون کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی، آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مثالیں بیان فرمائی ہیں اور بات بدل بدل کر مختلف اسلوب سے کلام فرمایا ہے تاکہ قلوب زندہ ہوں اور قلوب سینوں میں مردہ ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرمائے جو شخص علم حاصل کرے اسے چاہیے کہ وہ اس سے نفع حاصل کرے پس عدل کے لئے کچھ نشانیاں اور بشارتیں ہیں اس کی نشانیاں تو یہ ہیں حیاء، سخاوت، آسانی اور نرمی اور اس کی بشارت رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر امر کا ایک دروازہ بنایا ہے اور ہر دروازہ کے لئے چابی، پس عدل کا دروازہ فکر وتدبر ہے اور اس کی چابی زہد ہے اور تفکر وتدبر موت کو یاد رکھنا اور اموال پیش کرنے کے لئے تیار رہنا ہے اور زہد نام ہے ہر کس سے حق وصول کرنے کا ایسا حق جس کو حق قبول کرے اور بقدر کفایت روزی پر اکتفاء کرنے کا، پس اس قدر روزی اسے کافی نہ ہو تو پھر اسے دنیا کی کوئی چیز غنی نہیں کر سکتی میں تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہوں لیکن میرے اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں پس اللہ تعالیٰ نے دعا کے ذریعے مدد کرنا مجھ پر لازم کیا ہے پس تم اپنی شکایات مجھ تک پہنچاؤ، جو شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ جس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اسے پہنچا دے ہم اس سے بلا خوف اس کا حق وصول کریں گے۔

پھر عراق کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے جب سعد دریائے ذرود تک پہنچے اور ان کے اور مثنیٰ کے درمیان ملاقات کے لئے معمولی سا فاصلہ رہ گیا اور ان میں سے ہر ایک اس ملاقات کا مشتاق تھا کہ مثنیٰ بن حارثہ کا وہ زخم کھل گیا جو انہیں معرکہ جسر میں لگا تھا اور مثنیٰ بن حارثہ کی وفات ہوگئی اور وہ بشیر بن خصاصیہ کو اپنا نائب مقرر کر گئے، جب سعد بن ابی وقاص کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے لئے دعائے رحمت کی اور ان کی زوجہ سلمیٰ سے نکاح کر لیا جب سعد لشکر کے پڑاؤ کی جگہ پہنچے تو ان کی ریاست وامارت

بھی ان کو حاصل ہوگئی اور سادات عرب میں سے ہر ایک امیر جو عراق میں متعین تھا وہ سعد بن ابی وقاص کے ماتحت آ گیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مزید امداد بھیجی یہاں تک کہ قادسیہ کے موقع پر آپ کے لشکر کی تعداد تیس ہزار ہوگئی اور بقول بعض چھتیس ہزار ہوگئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! ملوک عجم کو ملوک عرب کے ذریعے باہر نکال پھینکوں گا اور سعد کو لکھا کہ تم قبائل پر امیر مقرر کر دو اور لشکر کے کمانڈروں میں سے ہر دس پر ایک بڑا امیر مقرر کرو، اور انہیں قادسیہ کی طرف بھیج دو، پس سعد نے ایسا ہی کیا اور قبائل پر امیر، مختلف امیروں، مجموعہ پر امیر اور ہراول دستوں، مقدمہ، میمنہ، میسرہ، ساقہ، پیادہ اور سواروں کا دستہ ہر ایک پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق امراء مقرر کر دیئے۔

سیف بن عمر اپنی سند سے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن ربیعہ باہلی ذوالنون کو لشکر کا قاضی اور مال غنیمت جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا منتظم بنایا، سلمان فارسی کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کے لئے مقرر فرمایا اور زیاد بن ابی سفیان کو کاتب مقرر کیا۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ اس لشکر میں تین سو دس صحابہ تھے جن میں سے ستر بدری تھے اور سات سو فرزندان صحابہ تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ وہ قادسیہ کی طرف بڑھنے میں جلدی کریں قادسیہ زمانہ جاہلیت میں فارس کا دروازہ تھا اور یہ بھی ہدایت کی کہ پتھروں اور دیہاتوں کے درمیان رہیں اور فارس کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دیں اور حملہ میں پہل کریں ان کی کثرت اور سامان حرب سے خوف نہ کھائیں بے شک وہ بڑی مکار اور دھوکہ باز قوم ہے اگر تم نے ثابت قدمی دکھائی، نیک کام کئے اور امانت داری سے کام لیا تو مجھے امید ہے کہ تم فتح یاب ہو گے پھر وہ کبھی بھی تمہارے مقابلہ میں مجتمع ہو کر نہ آ سکیں گے اگر آئے تو ان کے دل ان کے ساتھ نہ ہوں گے یعنی بے حوصلہ اور کم ہمت ہوں گے۔ اور اگر خدانخواستہ شکست کی صورت پیدا ہو جائے تو تم پیچھے لوٹ آنا یہاں تک کہ پتھریلے مقام تک پہنچ جاؤ اور تم یقیناً وہاں ان پر جری اور دلیر ہو گے اور وہ بزدل و ناواقف، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پے در پے فتوحات عطا فرمائے۔

نیز آپ نے انہیں اپنا محاسبہ نفس اور فوج کو نصیحت کرتے رہنے کی بھی وصیت فرمائی اور ان کو نیت اچھی رکھنے اور صبر کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کی مدد و نصرت نیت ہی کے بقدر آتی ہے اور خیال و فکر کے مطابق اجر ملتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا بکثرت ورد رکھو، اور میری طرف تمام حالات بالتفصیل لکھا کرو کہ تم کہاں اترے ہو اور تمہارا دشمن تم سے کہاں ہے اور مجھے اپنے خطوط میں اس طرح تصور کرو کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں اور اپنے تمام حالات سے مجھے آگاہ سمجھو، اور اللہ سے ڈرو اور اسی سے امید رکھو اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو تم اس سے ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اس کام کے لئے لے آئے۔

چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے ان سے ان مقامات اور زمینوں کی کیفیات و تفصیلات اس انداز سے لکھی گویا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو بذات خود مشاہدہ کر رہے ہیں اور یہ بھی لکھا کہ اہل فارس نے رستم اور اس جیسے بہادروں کو ہمارے مقابلے میں میدان میں اتارا ہے وہ ہماری تلاش میں ہیں اور ہم ان کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بعد میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کی قضاء مسلم ہے کہ اس نے ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف میں کیا مقدر کیا ہے پس ہم اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کی دعا کرتے ہیں اور بہتر فیصلہ عافیت کی صورت میں ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ آپ کا خط میرے پاس پہنچا اور میں نے اسے سمجھ لیا، جب آپ اپنے دشمن کا سامنا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں پر آپ کو مسلط کر دے گا اس نے میرے دل میں یہ بات القاء فرمائی ہے کہ آپ انہیں شکست سے دوچار کریں گے پس آپ قطعاً شک و شبہ میں نہ پڑیں اور جب آپ انہیں شکست دیدیں تو مدائن پر حملہ کئے بغیر ان کا پیچھا نہ چھوڑیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسے بھی ویران کرے گا۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سعد کے لئے خصوصاً اور مسلمانوں کے عموماً دعاؤں میں مشغول ہو گئے، سعد بن ابی قاص جب عذیب مقام پر پہنچے تو شیرزاد بن اراذویہ کی سرکردگی میں ایک فارسی لشکر اسلامی فوج کے راستے میں آ کھڑا ہوا اور لڑائی شروع ہوگئی مسلمانوں نے اس لڑائی میں بہت سامال غنیمت حاصل کیا، سعد بن ابی وقاص نے مال غنیمت کے پانچ حصے کر کے چار حصے لشکر میں تقسیم کر دیئے لوگ بڑے خوش ہوئے اور فتح سے نیک فال نکالی، اور بقایا مال اور ساز و سامان کی حفاظت کے لئے سعد بن ابی وقاص نے ایک مستقل دستہ تیار کیا جن کے امیر غالب بن عبداللہ لیثی تھے اور اس دستہ کو اس سامان، اسباب کی حفاظت پر مامور کیا۔

قادسیہ کا معرکہ [1] ...... اس کے بعد سعد بن ابی وقاص چلے اور قادسیہ میں جا کر پڑاؤ کیا اور اپنے دستوں کو اطراف میں پھیلا دیا وہاں آپ نے ایک ماہ قیام کیا لیکن اہل فارس میں سے کوئی آپ کے مقابلے کے لئے نہ آیا، آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس صورتحال سے آگاہ کیا سعد بن ابی وقاص کے دستے جو اطراف میں بھیجے گئے تھے وہ مال غنیمت اور سامان خورد نوش لاتے پس ان علاقوں کے فارسی لوگ جنہیں مسلمانوں کی اس لوٹ کھسوٹ سے واسطہ پڑا وہ چیختے چلاتے یزدگرد کے پاس پہنچے اور کہا کہ اگر تم ہماری امداد نہ کرو گے تو ہم اپنا سارا ساز و سامان ان کو دے دیں گے اور اپنے قلعے بھی ان کے حوالہ کر دیں گے اس صورتحال پر اہل فارس نے رستم کو مقابلہ کے لئے بھیجنے پر اتفاق کیا سو یزدگرد نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور اسے لشکر کا سالار اعظم مقرر کیا، رستم نے اس ذمہ داری سے بچنا چاہا اور کہا کہ یکے بعد دیگرے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجتے رہنا یہ عربوں پر زیادہ نقصان دہ اور بھاری ہے بنسبت اس کے کہ ایک ہی مرتبہ بڑا لشکر بھیجا جائے اور وہ شکست کھا جائے اور میری یہ رائے بزدلی کی وجہ سے نہیں ہے لیکن بادشاہ نے اس رائے کو قبول نہیں کیا لہٰذا مجبوراً رستم جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ سعد بن ابی وقاص نے حیرہ اور صلوبا کی طرف حالات معلوم کرنے کے لئے آدمی بھیجے پس انہوں نے آکر خبر دی کہ بادشاہ نے رستم بن فرخزاد کو جنگ کا سالار اعظم مقرر کیا ہے اور کئی لشکروں کے ساتھ اس کی مدد کی ہے سعد بن ابی وقاص نے یہ صورتحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی انہوں نے جواب میں لکھا کہ جو خبر آپ کے پاس پہنچی ہے یا جو کچھ وہ ساز و سامان و لشکر لے کر آیا ہے اس سے آپ بالکل نہ گھبرائیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور اسی پر بھروسہ کریں اور اس کی طرف صاحب بصیرت اور بہادر لوگوں کو دعوت دین دینے کے لئے بھیج دیں، پس اللہ تعالیٰ ان کی دعوت کو دشمن کی کمزوری اور ان پر فتح کا ذریعہ بنا دے گا اور میری طرف ہر روز خط لکھنا۔

اس کے بعد جب رستم اپنے لشکر کے ساتھ قریب آیا اور اس نے ساباط مقام پر پڑاؤ کیا تو سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ رستم نے ساباط مقام پر پڑاؤ کیا ہے اس کے ساتھ ہاتھی اور گھوڑے ہیں اس نے ان کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک استقامت و توکل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے میری اسی پر نظر ہے رستم نے فوج کو ترتیب دیا اور چالیس ہزار پر مشتمل مقدمہ تیار کیا اس پر جالینوس کو مقرر کیا اور میمنہ پر ہرمزان اور میسرہ پر مھران بن بہرام کو مقرر کیا یہ کل ساٹھ ہزار تھے بیس ہزار کے ساقہ پر بندران کو مقرر کیا پس لشکر کی کل تعداد اسی ہزار ہو گئی۔

سیف بن عمر نے یہی تعداد بیان کی ہے اور ایک روایت میں ان کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جن کے پیچھے بھی اسی ہزار تھے ان کے پاس تینتیس ہزار ہاتھی تھے جن میں سابور کا سفید ہاتھی بھی تھا اس کی مادہ اس سے بڑی مانوس تھی۔

سعد بن ابی وقاص نے سادات کی ایک جماعت رستم کو دعوت الی اللہ دینے کے لئے بھیجی، جن میں نعمان بن مقرن، فرات بن حیان، حنظلہ بن ربیع تمیمی، عطارد بن حاجب، اشعث بن قیس، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معد یکرب تھے، ان حضرات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ایک وعدہ کیا ہے ہم اس کے لئے آئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تمہارے شہر، تمہاری عورتیں اور تمہارے اموال سب ہمارے قبضہ میں دے دے گا اور ہمیں اس وعدہ پر مکمل یقین ہے اور رستم نے خواب دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اس نے اہل فارس کے تمام ہتھیاروں پر مہر لگا کر وہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیئے اور آپ ﷺ نے وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیئے۔

سیف بن عمر نے بیان کیا ہے کہ رستم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ جنگ میں ٹال مٹول سے کام لیا تھا حتیٰ کہ اس کے مدائن سے نکلنے اور سعد بن ابی وقاص کے سامنے آنے کے درمیان چار ماہ کا فاصلہ تھا یہ اس نے اس لئے کہا تھا تا کہ سعد اور ان کے ساتھ مسلمان اکتاہٹ کا شکار ہو کر واپس چلے جائیں اگر یزدگرد بادشاہ اسے جلد حملہ کا حکم نہ دیتا تو وہ کبھی مقابلہ پر نہ آتا اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے غلبہ اور ان کے ساتھ مدد کو جانتا تھا اس بارے میں اس نے ایک خواب دیکھا تھا جو ابھی گزرا، وہ اہل اسلام کی فتح کی علامات دیکھ چکا تھا اور مسلمانوں سے اس کے متعلق سن بھی چکا تھا اس کے علاوہ اس کے پاس علم نجوم بھی تھا جس کی صحت پر وہ خوب یقین رکھتا تھا۔

جب رستم کا لشکر قریب آیا تو سعد نے اس کے حالات واضح طور پر معلوم کرنے کو ضروری سمجھا اور اس کو پسند کیا لہٰذا ایک آدمی کو خفیۃً اس غرض سے بھیجا کہ وہ کسی فارسی کو پکڑ لائے، لشکر میں طلیحہ اسدی بھی تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن بعد میں توبہ کر لی تھی انہوں نے جلدی کی اور

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۱۵۱، وتاریخ الطبری: ۲/ ۳۸۱، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۰۹

لشکروں وصفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور ہزاروں آدمیوں کو پھلانگتے ہوئے دشمن کے سامنے پہنچ گئے ان کے بہادروں کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ایک شخص کو قیدی بنا کر لے آئے جس کا اپنے آپ پر کچھ زور نہ چل رہا تھا سعد بن ابی وقاص نے اس قیدی سے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا وہ قیدی طلیحہ کی شجاعت اور دلیری بیان کرنے لگا سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اور ہمیں رستم کے بارے میں بتلاؤ، اس نے کہا کہ اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے اور اتنا ہی بڑا لشکر اس کے پیچھے ہے اس کے بعد یہ شخص فوراً مسلمان ہو گیا۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رستم نے سعد بن ابی وقاص کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ کسی صاحب علم ودانش آدمی کو میرے پاس گفتگو کے لئے بھیجیں میں اس سے کچھ دریافت کروں گا سعد بن ابی وقاص نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیج دیا جب یہ وہاں پہنچے تو رستم نے ان سے کہا کہ تم ہمارے پڑوسی ہو لہٰذا ہم تم سے حسن سلوک کرتے ہیں اور تم سے تکلیف واذیت کو دور کرتے ہیں پس تم اپنے علاقوں کی طرف لوٹ جاؤ ہم تمہاری تجارت کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے نہ روکیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ ہم دنیا کے طلبگار نہیں بلکہ آخرت کے طلبگار ہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا ایک رسول مبعوث فرمایا اور اس سے ارشاد فرمایا کہ میں اس جماعت کو یعنی آپ کے ماننے والوں کو ان لوگوں پر مسلط کروں گا جو اس دین کو اختیار نہیں کریں گے اور ان کے ذریعے ان کو سزا دوں گا اور میں انہیں غالب رکھوں گا جب تک کہ یہ میرے دین کے اقراری رہیں گے اور یہ دین حق ہے جو اس سے اعراض کرتا ہے ذلت اٹھاتا ہے اور جو اس کو مضبوطی سے تھامتا ہے وہ عزت پاتا ہے رستم نے پوچھا کہ وہ دین کیا ہے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ اس دین کا بنیادی ستون جس کے بغیر نہ کوئی چیز درست ہوتی ہے اور نہ معتبر وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اور اقرار کرنا ان تمام چیزوں کا جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، رستم نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی بات ہے اس کے علاوہ اور کچھ؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانا، رستم نے کہا کہ یہ بھی بہت اچھی بات ہے اس کے علاوہ اور کچھ؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لہٰذا وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں رستم نے کہا کہ یہ بھی بہت اچھی بات ہے پھر رستم نے کہا کہ اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم ہمارے علاقوں سے چلے جاؤ گے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا پھر ہم تمہارے علاقوں کے تجارت یا کسی حاجت کے علاوہ قریب بھی نہیں آئیں گے رستم نے کہا کہ یہ بھی بہت اچھی بات ہے، جب مغیرہ بن شعبہ رستم کے پاس سے چلے گئے تو اس نے اپنی قوم کے سرداروں کے سامنے اسلام کا تذکرہ کیا لیکن سب نے نفی کی اور اس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا رستم نے بھی پھر ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے اور ان کو رسوا کرے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے ایک اور قاصد رستم کے طلب کرنے پر بھیجا اور وہ ربعی بن عامر تھے ربعی اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس نے اپنی نشست گاہ کو سنہری تکیوں اور ریشمی گدوں سے سجایا ہوا ہے اور وہ یاقوت، قیمتی موتی اور دیگر سامان زینت پہن کر اس کا اظہار کر رہا ہے اس کے سر پر قیمتی تاج بھی اور اس کے علاوہ دیگر ساز وسامان بھی اس کے پاس ہے اور وہ سونے کے ایک تخت پر بیٹھا ہے ربعی اس کے پاس موٹے کپڑے، تلوار، ڈھال اور چھوٹے سے گھوڑے کے ساتھ داخل ہوئے اور سواری پر سوار ہو کر قالینوں اور گدوں کو روندتے ہوئے اس کی نشست گاہ کے قریب جا کر اترے اور اس کے قیمتی تکیوں میں سے ایک کے ساتھ گھوڑا باندھ دیا، اور زرہ پہن کر ہتھیار لگا کر اور سر پر خود رکھ کر اس کے سامنے آئے لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنے ہتھیار اتار دیں، ربعی نے فرمایا کہ میں خود نہیں آیا بلکہ تمہارے بلانے پر آیا ہوں اگر تم اسی حال پر رہنے دو تو ٹھیک ورنہ میں واپس چلا جاتا ہوں رستم نے کہا کہ اسے اسی طرح اجازت دے دو، ربعی ریشمی قالینوں پر اپنے نیزے سے ٹیک لگائے ہوئے آئے جس کی وجہ سے اس کا اکثر حصہ پھٹ گیا اور رستم کے قریب پہنچ گئے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم لوگ کیوں آئے ہو؟ ربعی نے فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو بندوں کی غلامی سے اللہ کی غلامی کی طرف لائیں اور دنیا کی تنگی سے اسکی وسعت کی طرف اور ادیان باطلہ کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لائیں اس نے ہمیں اپنا دین دے کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے تاکہ ہم اس کی ان کو دعوت دیں اگر لوگ قبول کر لیں گے تو ہم لوٹ جائیں گے اور اگر انکار کریں گے تو ان سے قتال کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ تک پہنچ جائیں لوگوں نے پوچھا کہ اللہ کا وعدہ کیا ہے؟ ربعی نے کہا جو ان انکار کرنے والوں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا جائے اس کے لئے جنت اور جو زندہ رہے اس کے لئے کامیابی اور فتح، رستم نے کہا کہ میں

نے تمہاری باتیں سن لی ہیں کیا تم اس معاملہ کو کچھ موٴخر کر سکتے ہو تا کہ ہم غور وفکر کر لیں اور تم بھی سوچ لو؟ ربعی نے کہا کہ ہاں، کتنا وقت چاہتے ہو؟ کیا ایک دن یا دو دن؟ رستم نے کہا نہیں بلکہ ہم اپنے سرداروں اور اہل رائے لوگوں سے مکاتبت کر کے مشورہ کریں گے ربعی نے کہا کہ دشمن سے ملاقات کے بعد تین دن سے زیادہ مہلت دینا ہمارے نبی کی سنت نہیں ہے پس تم اس مدت میں اپنے اور اپنی قوم کے معاملہ میں غور وفکر کر لو اور تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو، رستم نے کہا کہ کیا تم اپنی قوم کے سردار ہو؟ ربعی نے کہا کہ نہیں لیکن مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں ان میں سے ادنیٰ آدمی بھی اعلیٰ کے مقابلہ میں پناہ دے سکتا ہے رستم نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ کیا تم نے کبھی اس شخص سے زیادہ صحیح اور وزنی کلام کسی کا سنا ہے لوگوں نے کہا معاذ اللہ تم تو اس کی طرف مائل نظر آتے ہو، کیا تم اس کتے کی وجہ سے اپنا دین چھوڑ دو گے؟ کیا تم نے اس کے کپڑوں کی حالت نہیں دیکھی؟ رستم نے کہا کہ ہلاک ہو تم اس کے کپڑوں کی طرف مت دیکھو بلکہ اس کی رائے، کلام اور سیرت کو دیکھو، عرب لوگ کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے البتہ خاندانی محاسن اور کمالات کی حفاظت کرتے ہیں۔

اگلے دن پھر انہوں نے کسی آدمی کو بھیجنے کا مطالبہ کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص نے حذیفہ بن محصن کو بھیجا انہوں نے بھی ربعی کی طرح عمدہ کلام کیا، تیسرے دن مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا اور انہوں نے طویل وعمدہ کلام کیا، رستم نے ان سے کہا تھا کہ تمہاری ہمارے علاقے میں آنے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی مکھی نے شہد دیکھا اور کہا کہ جو مجھے اس شہد تک پہنچا دے تو اس کو دو درہم دوں گی لیکن جب وہ اس شہد میں گری تو پھنس گئی اور نکلنے کی کوشش کی لیکن نکل نہ سکی مجبور ہو کر کہنے لگی کہ کون ہے جو مجھے اس سے خلاصی دلوائے میں اسکو چار درہم دونگی، اور تمہاری مثال اس کمزور لومڑی کی سی ہے جو انگوروں کی بیل کے گڑھے میں داخل ہوا انگور والے نے اسے کمزور حالت میں پایا تو رحم کھا کر چھوڑ دیا جب وہ کھا پی کر فربہ ہو گیا تو اس نے انگور والے کی بہت سی چیزوں کو خراب کر دیا، انگور والا اس کو نکالنے کے لئے بچوں کی ایک فوج لایا جب وہ اس کے موٹاپے کی وجہ سے اس کو نہ نکال سکا تو مار مار کر اسے وہیں ختم کر دیا پس اسی طرح تم ہمارے شہروں سے نکلو گے پھر وہ غصہ میں بھر گیا اور اس نے سورج کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم کو کل ضرور بالضرور قتل کر دوں گا مغیرہ نے جواب میں کہا کہ عنقریب تمہیں حقیقت حال معلوم ہو جائیگی، پھر رستم نے مغیرہ سے کہا کہ میں نے تمہارے لئے ایک جوڑا اور تمہارے امیر کے لئے ایک ہزار دینار، کپڑوں کا جوڑا اور ایک سواری کا حکم دیا ہے یہ لے کر تم یہاں سے چلے جاؤ، مغیرہ نے کہا کہ ہم تمہاری حکومت وقوت کو کمزور کرنے کے بعد جائیں گے ہم تمہارے ملکوں اور شہروں کیطرف بڑھ رہے ہیں اور تمہیں ذلیل کر کے جزیہ وصول کریں گے اور عنقریب تم طوعاً کرہاً ہماری غلامی میں آجاؤ گے۔ جب مغیرہ بن شعبہ نے یہ باتیں کہیں تو وہ غصہ سے پھٹنے کے قریب ہو گیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبداللہ بن صفوان ثقفی نے ان سے امیہ بن خالد نے ان سے ابوعوانہ نے ان سے حصین بن عبدالرحمٰن نے ان سے ابووائل نے بیان کیا ہے، کہ ابووائل کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص آئے اور لوگوں کی معیت میں قادسیہ اترے ہم سات آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھے بس اسی کے درمیان ہوں گے اور مشرکین تیس ہزار کے قریب تھے انہوں نے کہا کہ نہ تمہارے پاس طاقت وقوت ہے اور نہ اسلحہ وسامان جنگ، تم کس لئے آئے ہو؟ واپس چلے جاؤ، ہم نے کہا کہ ہم واپس جانے والے نہیں ہیں۔ وہ ہمارے تیروں پر ہنستے تھے اور دوک دوک کہتے تھے اور ہمیں روئی کے چرخے کے تکلوں سے تشبیہ دیا کرتے تھے جب ہم نے لوٹنے سے کلیۃً انکار کر دیا تو انہوں نے کہا کہ تم اپنا کوئی صاحب عقل ودانش آدمی ہمارے پاس بھیجو تا کہ وہ بیان کرے کہ تم کیوں آئے ہو؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں جاتا ہوں پس مغیرہ گئے اور رستم کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گئے لوگ اس پر چیخ پڑے اور دھاڑے، مغیرہ نے کہا کہ اس تخت پر بیٹھنے سے نہ تو میری رفعت میں اضافہ ہوا اور نہ تمہارے بادشاہ کی شان میں کمی ہوئی، رستم نے کہا کہ اس نے سچ کہا اور پھر پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ ہم ایسی قوم تھے جو شر اور گمراہی میں مبتلا تھے پس اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک نبی مبعوث فرمایا اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی اور ہمیں رزق عطا فرمایا جو رزق اس نے ہمیں عطا فرمایا تھا اس کا ایک دانہ (ایک نوع) ایسا ہے جو ان شہروں میں پیدا ہوتا ہے جب اسے ہم نے اور ہمارے اہل خانہ نے کھایا تو اب ہم اس کے بغیر صبر نہیں کر پا رہے ہیں لہٰذا تم ہمیں اس سرزمین میں چھوڑ دو تا کہ ہم وہ دانہ کھائیں، رستم نے کہا کہ ایسی صورت میں تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے، مغیرہ نے کہا کہ اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہم جنت میں جائیں گے اور اگر ہم تمہیں قتل کریں گے تو تم دوزخ میں جاؤ گے، اگر زندہ رہے تو تم جزیہ دو گے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے جزیہ والی بات کہی تو وہ لوگ چیخ پڑے اور چلانے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی

صلح نہ ہوگی، مغیرہ نے کہا کہ تم دریا عبور کر کے ہمارے پاس آ رہے ہو یا ہم تمہارے پاس آئیں؟ رستم نے کہا کہ ہم دریا عبور کر کے پہنچ رہے ہیں، پس مسلمان پیچھے ہٹ گئے حتیٰ کہ فارسیوں نے دریا عبور کر کے حملہ کر دیا اور پھر مسلمانوں نے انہیں عبرتناک شکست دی۔

سیف بن عمر بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کو اس دن عرق النسا کی تکلیف تھی، آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے زبور میں بعد نصیحت کے یہ بات لکھ دی کہ زمین میں میرے نیک بندے میرے وارث ہوں گے'' اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھائی پھر چار تکبیریں کہیں لوگوں نے حکم کے مطابق لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے دشمن پر انکا تعاقب کرنے، ان کو قتل کرنے، ان کی گھات میں بیٹھنے اور بعض مقامات پر ان کا محاصرہ کرنے کے لئے حملہ کر دیا یہاں تک کہ وہ کتے اور بلیاں کھانے پر مجبور ہو گئے اور نہاوند تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور ان کے اکثر نے مدائن میں پناہ لی، مسلمان ان شہروں کے دروازوں تک پہنچ گئے، سعد بن ابی وقاص نے اس معرکہ سے پہلے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کسریٰ کے پاس دعوت الی اللہ کے لئے بھیجی تھی انہوں نے وہاں پہنچ کر کسریٰ سے ملاقات کی اجازت چاہی انہیں اجازت دی گئی اہل شہران لوگوں کو دیکھنے کے لئے نکلے ان کی چادریں ان کے کندھوں پر پڑی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں کوڑے تھے پاؤں میں چپلیں، ان کے گھوڑے لاغر اور ضعیف تھے اور وہ زمین کو اپنے قدمین کے ساتھ روندتے ہوئے آ رہے تھے لوگ ان کی حالت دیکھ کر نہایت ہی تعجب کر رہے تھے کہ ان جیسے لوگ کس طرح ان کے لشکروں پر غالب آئیں گے حالانکہ ان کے لشکر تعداد میں بھی بہت زیادہ ہیں اور سامان حرب کی بھی کوئی کمی نہیں، بہر حال جب یزدگرد بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور وہ نہایت ہی متکبر اور بدتہذیب آدمی تھا وہ ان سے ان کے لباس اور سامان (چادروں جوتوں، کوڑوں) کے متعلق پوچھنے لگا کہ اسکا کیا نام ہے، جب بھی اسے اس چیز کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو وہ اس سے شگون لیتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شگون وفال کو اسی کے سر پر دے مارا، یزدگرد نے پوچھا کہ تم لوگ ان شہروں میں کیوں آئے ہو؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جب ہم آپس میں مشغول ہو جائیں گے تو تم ہم پر جرأت کر لو گے؟ نعمان بن مقرن نے اس کے جواب میں کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہمارے اندر اپنا ایک رسول بھیجا جو ہمیں خیر کی طرف بلاتا تھا اور خیر ہی کا حکم کرتا تھا شر سے ہمیں باخبر کرتا تھا اور اس سے روکتا تھا اس کی دعوت قبول کرنے پر اس نے دنیا وآخرت کی بھلائی کا ہم سے وعدہ کیا، اس نے جس قبیلہ کو بھی اس کی دعوت دی تو وہ قبیلہ دو فریق میں تقسیم ہو گیا، ایک فریق اس کے قریب اور دوسرا اس سے دور ہو گیا اس کے دین میں خواص ہی داخل ہوئے پھر وہ اسی حالت پر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ٹھہرا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مخالفت کرنے والے عربوں پر حملہ کا حکم دیا سو اس نے ایسا ہی کیا پس تمام لوگ اس کے ساتھ ہو گئے دو صورتوں میں ایک کے ساتھ، مجبوری کے ساتھ یا خوشی کے ساتھ، مجبوری والوں نے رشک کیا اور خوشی والوں کی خوشی میں اضافہ ہو گیا اور ہم نے اس کی لائی ہوئی تعلیمات کی اپنی تنگی وعداوت پر فضلیت کو پہچان لیا پھر اس نبی نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آس پاس رہنے والی اقوام سے ابتدا کریں اور انہیں عدل وانصاف کی طرف بلائیں پس ہم تمہیں اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں اور وہ دین اسلام ہے جس نے اچھائی کو اچھا کہا اور برائی کی مذمت کی اگر تم اس دین سے انکار کرو گے تو یہ نہایت ہی بری بات ہو گی اس کو قبول کرنا دوسری بات کے مقابلہ میں آسان وسہل ہے جس میں جزیہ بھی دینا پڑیگا اگر تم جزیہ سے بھی انکار کرو گے تو پھر جنگ ہو گی، اور اگر قبول کر لو تو ہم تمہارے درمیان اللہ کی کتاب چھوڑ دیں گے اور تمہیں اس کے مطابق اطاعت کرنے اور فیصلے کرنے کا پابند بنائیں گے اور خود واپس چلے جائیں گے تمہیں تمہارا ملک مبارک، اگر جزیہ دینا پسند کرو تو اسے بھی قبول کر لیں گے وگرنہ تیسری صورت میں تم سے قتال کریں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر یزدگرد بولا کہ مجھے معلوم نہیں کہ زمین پر تم سے زیادہ بدبخت، قلیل التعداد اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے بری کوئی قوم ہو، اور ہم تمہیں آس پاس کی بستیوں کے حوالہ کر دیا کرتے تھے، وہی ہمیں تمہاری طرف سے کافی ہو جاتے تھے اہل فارس کو تم سے جنگ کی نوبت نہ آتی تھی اور نہ تم ہمارے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی طمع کرتے تھے اب اگر تمہاری تعداد زیادہ ہو گئی ہے تو یہ بات تم کو ہماری طرف سے دھوکہ میں نہ ڈالے اور اگر فقر وفاقہ نے تمہیں اس پر مجبور کیا ہے تو ہم تمہاری خوشحالی تک کھانا پینا مقرر کر دیتے ہیں ہم تمہارے سرداروں کی عزت کرتے ہیں ان کے لئے اعزازی لباس دیتے ہیں اور تم پر ایسا بادشاہ مقرر کر دیتے ہیں جو تمہارے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، لوگ یہ گفتگو سن کر خاموش ہو گئے، مغیرہ بن شعبہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے بادشاہ! یہ لوگ عرب کے اشراف اور سردار ہیں اشراف اشراف سے حیاء کرتے ہیں اور اشراف ہی اشراف کا اکرام کرتے ہیں اور اشراف ہی اشراف کے حقوق کی تعظیم وخیال کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے پیغام دیا ہے وہ سب تیرے لئے جمع نہیں کیا اور نہ یہ تیری ہر بات

کا جواب دیں گے، انہوں نے اچھائی و نیکی کی ہے اور ان جیسا آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے پس تم مجھے جواب دو میں تم سے بات کروں گا اور حق بتاؤں گا، یہ لوگ اس پر گواہی دیں گے تم نے ہماری ایسی صفات بیان کی ہیں کہ جن کو تم جانتے نہیں اور تم نے جو ہماری بدحالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہم سے زیادہ بدحال کوئی نہ تھا اور ہماری بھوک کے مشابہ کسی کی بھوک نہ تھی ہم بھنورے، گبریلے، بچھو اور سانپ کھاجاتے تھے اور ان کو ہم اپنی خوراک شمار کرتے تھے زمین کی پشت ہمارا گھر تھا اور اونٹوں کی کھال و بھیڑوں کی اون کو ہم کاتتے اور اپنا لباس بناتے تھے ہمارا دین ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا تھا ہم میں سے بعض اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے اس اندیشہ سے کہ وہ ہمارے کھانے میں شریک ہوں گی، ہماری حالت اب سے پہلے یہی تھی جو میں نے ذکر کی اور معاد کے بارے میں میں بیان کر چکا ہوں پس ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک نیک خصلت آدمی ہمارے درمیان مبعوث فرمایا جس کے حسب و نسب کو جس کی شرافت اور جائے پیدائش کو ہم جانتے ہیں پس اس کی سرزمین ہماری بہترین زمین ہے اس کا حسب و نسب ہم میں سب سے بہتر، اس کا گھر ہمارے گھروں میں سے سب سے اچھا اس کا قبیلہ سب قبائل میں اعلیٰ، وہ جس حالت میں رہا ہم سے اچھا رہا۔

وہ نہایت ہی سچا اور بڑا بردبار تھا اس نے ہمیں اپنے دین کی دعوت دی ہم میں سے کسی نے قبول نہ کیا اس کا پہلا ساتھی اس کے بعد خلیفہ بنا پس اس نے بھی کہا اور ہم نے بھی کہا اس نے سچ کہا اور ہم نے جھوٹ کہا وہ بڑھتا گیا اور ہم کم ہونے لگے اس نے جو کہا تھا وہ پورا ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اس کی تصدیق و اتباع ڈال دی وہ ہمارے اور رب العالمین کے درمیان واسطہ بن گیا اس نے ہمیں جو کہا وہ اللہ کا قول تھا اور جس چیز کا حکم دیا وہ اللہ کا حکم تھا اس نے کہا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں خدائے واحد ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں اس وقت بھی تھا جب کوئی نہ تھا اور میرے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے میں نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز میری طرف ہی لوٹ کر آئیگی، میری رحمت نے تمہیں پالیا ہے میں نے تمہاری طرف اس نبی کو اسلئے بھیجا تا کہ ایسے راستے کی ہدایت کروں کہ جس راستے پر چلنے کی وجہ سے موت کے بعد اپنے عذاب سے تمہیں بچالوں، اور تمہیں دارالسلام (جنت) میں پہنچادوں، پس ہم اس کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لیکر آیا ہے اور رب نے ہمیں یہ حکم دیا کہ جو تمہاری تابعداری کرے اس کے لئے وہ ہے جو تمہارے لئے ہے اور اس پر وہی ذمہ داری ہے جو تم پر ہے اور جو انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو، اور اس کی حفاظت کرو جن سے تم اپنی حفاظت کرتے ہو، اور جو جزیہ سے بھی انکار کرے تو اس سے قتال کرو اور میں تمہارے درمیان حکم ہوں، جو شخص تم میں سے قتل ہوگا میں اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو زندہ رہیگا اسے دشمن پر فتح یاب کروں گا پس اگر تو چاہے تو جزیہ کو اختیار کرلے ایسی صورت میں تو ذلیل و کمتر ہوگا یا تلوار کو اختیار کرلے یا اسلام قبول کرلے اور اپنے نفس کو نجات دیدے۔

یزدگرد نے کہا کہ کیا تو ایسی باتوں کے ساتھ میرا سامنا کرتا ہے، مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے اس کا سامنا کیا ہے جس نے مجھ سے بات کی اگر تیرے سوا کوئی اور مجھ سے بات کرتا تو اس وقت میں تیرا سامنا نہ کرتا، یزدگرد نے کہا کہ اگر قاصدوں کو قتل کیا جاتا تو میں تمہیں قتل کردیتا، میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں ہے اور پھر کہا کہ مٹی کا ٹوکرا لاؤ اور اسے ان کے سردار پر لاددو، پھر انہیں ہانک دو یہاں تک کہ یہ مدائن کے مکانات سے باہر پہنچ جائیں اور مسلمانوں سے کہا کہ تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتادو کہ میں تمہارے مقابلے میں رستم کو بھیج رہا ہوں تا کہ وہ تمہیں اور تمہارے لشکر کو قادسیہ کی خندق میں دفن کردے اور تمہیں بعد والوں کیلئے عبرت کا نشان بنادے پھر میں اسے تمہارے ملکوں کی طرف روانہ کروں گا حتیٰ کہ وہ تمہیں سابور سے بھی زیادہ عبرتناک شکست سے دوچار کرے گا پھر یزدگرد نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تمام لوگ خاموش رہے عاصم بن عمرو نے کہا اے نوجوان میں ان کا سردار ہوں مٹی مجھ پر لاددو، اس نے پوچھا کہ کیا حقیقت اسی طرح ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، پس اس نے مٹی ان کی سر پر لدوادی، وہ اسے لے کر ایوان اور محل سے نکلے اور اپنی سواری کے قریب پہنچ کر اس پر لادا اور نہایت تیزی سے چل پڑے تا کہ سعد کے پاس پہنچ جائیں، عاصم بن عمرو نے ان سب پر سبقت کی، باب قدیس کے پاس گزرتے ہوئے مٹی کو سمیٹا اور کہا کہ امیر کو کامیابی کی بشارت سنادو، ہم انشاءاللہ ضرور کامیاب ہوں گے چلتے چلتے وہ مٹی پھر پتھروں میں ڈال دی اور سعد کے پاس پہنچ گئے اور انہیں سارا واقعہ سنایا انہوں نے فرمایا خوشخبری ہو اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی چابیاں ہمیں عطا فرمادیں گویا کہ انہوں نے اس سے یہ نیک فال لی کہ ان کے شہر ہمارے قبضہ میں آئیں گے اس کے بعد صحابہ کرام کے حالات میں مسلسل بلندی شرف اور رفعت کا اضافہ ہوتا رہا، اور اہل فارس کا معاملہ حماقت، ذلت اور کمزوری کی طرف گرتا رہا، اس وفد کے جانے کے

بعد رستم یزدگرد بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے مسلمانوں کے حالات جو کچھ اس نے دیکھے تھے دریافت کرنے لگا بادشاہ نے ان کی عقل، فصاحت اور حاضر جوابی کو بیان کیا اور کہا کہ جس چیز کا وہ ارادہ رکھتے ہیں قریب ہے کہ وہ اسے پالیں گے۔

پھر اس نے سردار کو مٹی اٹھانے کا جو حکم دیا تھا اس کو ذکر کیا اور کہا کہ اس سردار نے اپنے سر پر مٹی لادنے کی حماقت کی اگر وہ چاہتا تو اس چیز سے بچ سکتا تھا اور ہمیں پتا بھی نہ چلتا، رستم نے کہا کہ وہ احمق نہیں ہے اور نہ وہ ان کا سردار ہے بلکہ اس نے اپنی جان اپنی قوم پر فدا کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ ہماری سرزمین کی چابیاں لے گئے ہیں رستم نے یہ بات اس لئے کہی کہ وہ منجم تھا، پھر اس نے ایک آدمی کو ان کے پیچھے بھیجا کہ اگر تم مٹی کو پالو تو اسے واپس لے آنا ہم اپنی بات کا تدارک کرلیں گے اور اگر وہ اسے اپنے امیر کے پاس لے گئے ہیں تو وہ ہماری سرزمین پر غلبہ پالیں گے وہ آدمی گیا لیکن یہ وفد ہاتھ نہ آیا انہوں نے سعد کے پاس مٹی پہنچانے میں سبقت کر لی، اہل فارس نے اسکا برا منایا اور وہ بہت غضبناک ہوئے اور اپنے بادشاہ کی تجویز و رائے کو قابل نفرت قرار دیا۔

قادسیہ کا معرکہ...... قادسیہ کا معرکہ ایک عظیم معرکہ تھا اس سے عظیم اور عجیب معرکہ عراق کی سرزمین پر پیش نہیں آیا اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اس وقت سعد بن ابی وقاص کو عرق النسا کی تکلیف تھی اور جسم میں پھوڑے پھنسیاں تھیں جس کی وجہ سے وہ سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہ رکھتے تھے وہ اپنے محل میں تکیہ پر سینے کے بل لیٹے میدان جنگ میں لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے اور امور جنگ کی تدبیروں میں مصروف تھے انہوں نے جنگ کی نگرانی خالد بن عرفطہ کے سپرد کردی تھی اور میمنہ پر جریر بن عبداللہ بجلی میسرہ پر قیس بن مکشوح کو مقرر کردیا تھا قیس اور مغیرہ بن شعبہ شام میں معرکہ یرموک میں شرکت کے بعد ابوعبیدہ کی طرف سے امداد و نصرت کے طور پر سعد کے پاس پہنچے تھے۔

ابن اسحاق کا خیال ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد سات آٹھ ہزار کے درمیان تھی اور رستم کی افواج ساٹھ ہزار تھی پس حضرت سعد نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا انہیں نصیحت فرمائی اور قتال پر ابھارا، اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

ولقد کتبنافی الزبورمن بعدالذکران الارض یرثھاعبادی الصالحون

دیگر قراء نے بھی آیات جہاد کی تلاوت کی پھر حضرت سعد نے چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد مسلمانوں نے حملہ کردیا اور قتال شروع ہو گیا یہاں تک کہ رات ہوگئی رات کو سب لوگ جنگ سے رک گئے اس دن فریقین کے بہت سے آدمی مقتول ہوئے، اگلے دن صبح لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ گئے اور قتال شروع ہوگیا پورا دن اور رات کا اکثر حصہ لڑائی ہوتی رہی اور رات کو جنگ رک گئی، تیسرے دن صبح فریقین پھر میدان میں پہنچ گئے اس روز بھی پورا دن اور رات گئے تک جنگ جاری رہی، اس رات کا نام لیلۃ الہریر رکھا گیا، چوتھے دن کی صبح پھر شدید قتال شروع ہوا مسلمانوں کو عربی گھوڑوں کے ہاتھیوں کے سامنے بدک جانے کی وجہ سے بڑی پریشانی ہورہی تھی لہٰذا بعض صحابہ کرام نے ہاتھیوں اور انکے سواروں پر حملہ کرکے ان کا کام تمام کردیا ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

ان ایام میں بہادروں کی ایک جماعت نے بڑی جوانمردی دکھائی جن میں طلیحہ اسدی، عمرو بن معد یکرب قعقاع بن عمرو، جریر بن عبداللہ بجلی، ضرار بن خطاب اور خالد بن عرفطہ بھی شامل تھے، ان کے حملے اور ان کی ضربیں مثالی تھیں جب اس دن زوال کا وقت ہوا جس دن کو یوم قادسیہ کہا جاتا ہے اور وہ سیف بن عمرو کے بیان کے مطابق محرم ۱۴ھ پیر کا دن ہے تو سخت تند و تیز آندھی چلی جس نے اہل فارس کے خیموں کو ان کی جگہوں سے اکھاڑ دیا رستم کے لئے جو تخت نصب کیا گیا تھا وہ بھی گر پڑا، رستم نے جلدی کی اور اپنے خچر پر سوار ہوکر بھاگ کھڑا ہوا لیکن مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور قتل کردیا اور جالینوس جو ہراول دستوں کا سردار تھا وہ بھی قتل کردیا گیا، خداوند قدس کے فضل و کرم سے تمام فارسیوں کو شکست ہوئی، بھاگنے والوں کو بھی مسلمانوں نے گھیر لیا اور تیس ہزار فارسیوں کو قتل کردیا اور دس ہزار معرکہ میں مقتول ہوئے اور تقریباً اتنے ہی اس سے پہلے مارے گئے اور مسلمان اس دن اور اس سے پہلے اڑھائی ہزار کے قریب شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مسلمان بھاگنے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے بادشاہ کے پایہ تخت مدائن میں داخل ہوئے جہاں اس کی اسلامی وفد سے ملاقات ہوئی تھی مسلمانوں کو اس معرکہ میں اس قدر مال اور سامان حرب ہاتھ آیا کہ جس کو کثرت کی وجہ سے شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی بیان کیا جاسکتا ہے، شکست دینے کے بعد غنائم کی تقسیم ہوئی اور خمس نکال کر حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ کیطرف فتح کی بشارت کے ساتھ روانہ کیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قادسیہ کے حالات کے بارے میں ہر سوار سے جو انہیں مل جاتا معلوم کرتے تھے اور مدینہ سے عراق کی طرف دور تک خبریں حاصل کرنے کے لئے نکل جاتے تھے انہی ایام میں ایک سوار دور سے نظر آیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا استقبال کیا اور اس سے حالات معلوم کئے، اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قادسیہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے اور مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ سوار بیان کرتا رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے رہے وہ سوار امیر المومنین کو نہ پہچانتا تھا جب دونوں مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام کرنے لگے اس سوار نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے بتلایا کیوں نہیں کہ آپ خلیفہ ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی اس میں کوئی حرج نہیں۔

پہلے یہ بات گذر چکی کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر پھوڑے پھنسیاں اور عرق النسا کی تکلیف تھی اور یہ تکلیف قتال میں شرکت سے مانع بن گئی تھی لیکن آپ اپنے محل کی چوٹی پر بیٹھے لشکر کے مصالح پر نظر رکھے ہوئے تھے اور محل کا دروازہ بھی ان کی بہادری کی وجہ سے بند نہیں تھا اگر بالفرض لوگ بھاگ جاتے تو فارسی انہیں آسانی سے پکڑ کر اپنے قبضے میں لے لیتے، ان کی بیوی سلمٰی بنت حفص بھی ان کے پاس تھیں جو پہلے مثنیٰ بن حارثہ کی زوجیت میں تھی، جب بعض سوار اس دن بھاگے تو وہ گھبرا گئی اور کہا کہ ہائے مثنیٰ! افسوس آج میرے پاس کوئی مثنیٰ نہیں ہے، سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو غضبناک ہوئے اور اس کے چہرے پر ایک طمانچہ رسید کیا سلمٰی نے کہا کہ آپ نے غیرت کی وجہ سے ایسا کیا ہے یا بزدلی کی وجہ سے یعنی وہ اپنے اس قول کے ذریعے انہیں جنگ کے موقع پر گھر بیٹھنے پر عار دلا رہی تھی اور یہ اس کے عناد کی وجہ سے تھا اس لئے کہ وہ آپ کے عذر کو بنسبت دیگر زیادہ جانتی تھی اور آپ کے مرض کو جو جنگ میں شرکت سے مانع تھا اس سے بھی باخبر تھی سعد کے ساتھ محل میں ایک آدمی بھی قید تھا جسکو شراب نوشی کی وجہ سے کئی مرتبہ حد لگ چکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سات مرتبہ حد لگی تھی پس سعد کے حکم سے اسے قید کیا گیا اور محل میں بند رکھا گیا جب اس نے شہسواروں کو محل کے ارد گرد جولانیاں کرتے دیکھا تو وہ خود بھی چونکہ بہادر اور دلیر نوجوان تھا اس لئے یہ اشعار کہنے لگا:

(۱)...... غم کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نوجوان گھوڑوں کو طاقت سے پیچھے ہٹائیں اور میں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوں۔

(۲)...... جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیروں و بیڑیوں کی آوازیں ایسا نغمہ سناتی ہیں جو پکارنے والے کی آواز سے بہرا بنا دیتی ہے اور قتل گاہیں مجھ سے دور اور بند کردی گئی ہیں۔

(۳)...... میں مال والا اور بھائیوں والا تھا، لیکن انہوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا اب میرا کوئی بھائی نہیں۔

پھر اس نے سعد کی ام ولد زبراء سے درخواست کی کہ وہ اسے چھوڑ دے اور سعد کا گھوڑا عاریۃً دیدیں، اور قسم اٹھائی کہ وہ دن کے آخری حصہ میں واپس آجائے گا اور بیڑیاں پہن لے گا، چنانچہ زبراء نے اسے چھوڑ دیا اور وہ سعد کے گھوڑے پر سوار ہوا اور باہر نکل کر قتال شروع کر دیا اور شدید قتال کیا، سعد رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو دیکھتے کبھی پہنچانتے اور کبھی انکار کر دیتے اور اس کے سوار کو ابو محجن سے تشبیہ دیتے لیکن پھر شک میں پڑ جاتے کہ ان کے خیال میں تو وہ محل میں قید ہے جب دن کا آخر ہوا تو وہ شخص لوٹ آیا اور آکر خود ہی بیڑیاں پہن لیں، سعد رضی اللہ عنہ نیچے اترے تو اپنے گھوڑے کو پسینے میں شرابور پایا، پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے ابی محجن کا قصہ سنایا سعد ان سے راضی ہو گئے اور آزاد کر دیا مسلمانوں میں سے ایک نے سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اشعار کہے ہیں:

(۱)...... ہم قتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کی مدد آگئی اور سعد قادسیہ کے دروازے سے ہی چمٹے رہے۔

(۲)...... جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہوگئی تھیں لیکن سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے اور عذر بیان کیا کہ وہ اپنی رانوں اور کولھوں پر پھوڑے پھنسیوں کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکے لوگوں نے ان کے عذر کو قبول کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دو شعر کہنے والے کے لئے بددعا فرمائی اور کہا کہ اے اللہ! یہ شخص اگر جھوٹا ہے یا اس نے ریاکاری کے طور پر یا شہرت حاصل کرنے کے لئے یا کذب کی وجہ سے یہ کیا ہے تو اس کی زبان اور ہاتھ کو قطع کر دے، پس یہ شخص دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کھڑا تھا کہ اچانک ایک تیر آیا اور اس کی زبان میں پیوست ہو گیا پھر اس کا ایک پہلو ناکارہ ہو گیا اور مرتے دم تک

کا جواب دیں گے، انہوں نے اچھائی و نیکی کی ہے اور ان جیسا آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے پس تم مجھے جواب دو میں تم سے بات کروں گا اور حق بتاؤں گا، یہ لوگ اس پر گواہی دیں گے تم نے ہماری ایسی صفات بیان کی ہیں کہ جن کو تم جانتے نہیں اور تم نے جو ہماری بدحالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہم سے زیادہ بدحال کوئی نہ تھا اور ہماری بھوک کے مشابہ کسی کی بھوک نہ تھی ہم بھنورے، گبریلے، بچھو اور سانپ کھاجاتے تھے اور ان کو ہم اپنی خوراک شمار کرتے تھے زمین کی پشت ہمارا گھر تھا اور اونٹوں کی کھال و بھیڑوں کی اون کو ہم کاتتے اور اپنا لباس بناتے تھے ہمارا دین ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا تھا ہم میں سے بعض اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کردیا کرتے تھے اس اندیشہ سے کہ وہ ہمارے کھانے میں شریک ہوں گی، ہماری حالت اب سے پہلے یہی تھی جو میں نے ذکر کی اور معاد کے بارے میں میں بیان کرچکا ہوں پس ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک نیک خصلت آدمی ہمارے درمیان مبعوث فرمایا جس کے حسب و نسب کو جس کی شرافت اور جائے پیدائش کو ہم جانتے ہیں پس اس کی سرزمین ہماری بہترین زمین ہے اس کا حسب و نسب ہم میں سب سے بہتر، اس کا گھر ہمارے گھروں میں سے سب سے اچھا اس کا قبیلہ سب قبائل میں اعلیٰ، وہ جس حالت میں رہا ہم سے اچھا رہا۔

وہ نہایت ہی سچا اور بڑا بردبار تھا اس نے ہمیں اپنے دین کی دعوت دی ہم میں سے کسی نے قبول نہ کیا اس کا پہلا ساتھی اس کے بعد خلیفہ بنا پس اس نے بھی کہا اور ہم نے بھی کہا اس نے سچ کہا اور ہم نے جھوٹ کہا وہ بڑھتا گیا اور ہم کم ہونے لگے اس نے جو کہا تھا وہ پورا ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اس کی تصدیق و اتباع ڈال دی وہ ہمارے اور رب العالمین کے درمیان واسطہ بن گیا اس نے ہمیں جو کہا وہ اللہ کا قول تھا اور جس چیز کا حکم دیا وہ اللہ کا حکم تھا اس نے کہا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں خدائے واحد ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں اس وقت بھی تھا جب کوئی نہ تھا اور میرے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے میں نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز میری طرف ہی لوٹ کر آئیگی، میری رحمت نے تمہیں پالیا ہے میں نے تمہاری طرف اس نبی کو اسلئے بھیجا تاکہ ایسے راستے کی ہدایت کروں کہ جس راستے پر چلنے کی وجہ سے موت کے بعد اپنے عذاب سے تمہیں بچالوں، اور تمہیں دارالسلام (جنت) میں پہنچادوں، پس ہم اس کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لیکر آیا ہے اور رب نے ہمیں یہ حکم دیا کہ جو تمہاری تابعداری کرے اس کے لئے وہ ہے جو تمہارے لئے ہے اور اس پر وہی ذمہ داری ہے جو تم پر ہے اور جو انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو، اور اس کی حفاظت کرو جن سے تم اپنی حفاظت کرتے ہو، اور جو جزیہ سے بھی انکار کرے تو اس سے قتال کرو اور میں تمہارے درمیان حکم ہوں، جو شخص تم میں سے قتل ہوگا میں اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو زندہ رہیگا اسے دشمن پر فتح یاب کروں گا پس اگر تو چاہے تو جزیہ کو اختیار کرلے ایسی صورت میں تو ذلیل و کمتر ہوگا یا تلوار کو اختیار کرلے یا اسلام قبول کرلے اور اپنے نفس کو نجات دیدے۔

یزدگرد نے کہا کہ کیا تو ایسی باتوں کے ساتھ میرا سامنا کرتا ہے، مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے اس کا سامنا کیا ہے جس نے مجھ سے بات کی اگر تیرے سوا کوئی اور مجھ سے بات کرتا تو اس وقت میں تیرا سامنا نہ کرتا، یزدگرد نے کہا کہ اگر قاصدوں کو قتل کیا جاتا تو میں تمہیں قتل کردیتا، میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں ہے اور پھر کہا کہ مٹی کا ٹوکرا لاؤ اور اسے ان کے سردار پر لاددو، پھر انہیں ہانک دو یہاں تک کہ یہ مدائن کے مکانات سے باہر پہنچ جائیں اور مسلمانوں سے کہا کہ تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتادو کہ میں تمہارے مقابلے میں رستم کو بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمہیں اور تمہارے لشکر کو قادسیہ کی خندق میں دفن کردے اور تمہیں بعد والوں کیلئے عبرت کا نشان بنادے پھر میں اسے تمہارے ملکوں کی طرف روانہ کروں گا حتیٰ کہ وہ تمہیں سابور سے بھی زیادہ عبرتناک شکست سے دوچار کرے گا پھر یزدگرد نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تمام لوگ خاموش رہے عاصم بن عمرو نے کہا اے نوجوان میں ان کا سردار ہوں مٹی مجھ پر لاددو، اس نے پوچھا کہ کیا حقیقت اسی طرح ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، پس اس نے مٹی ان کی سر پر لدوادی، وہ اسے لے کر ایوان اور محل سے نکلے اور اپنی سواری کے قریب پہنچ کر اس پر لادا اور نہایت تیزی سے چل پڑے تاکہ سعد کے پاس پہنچ جائیں، عاصم بن عمرو نے ان سب پر سبقت کی، باب قدیس کے پاس گزرتے ہوئے مٹی کو سمیٹا اور کہا کہ امیر کو کامیابی کی بشارت سنادو، ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے چلتے چلتے وہ مٹی پھر پتھروں میں ڈال دی اور سعد کے پاس پہنچ گئے اور انہیں سارا واقعہ سنایا انہوں نے فرمایا خوشخبری ہو اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی چابیاں ہمیں عطا فرمادیں گویا کہ انہوں نے اس سے یہ نیک فال لی کہ ان کے شہر ہمارے قبضہ میں آئیں گے اس کے بعد صحابہ کرام کے حالات میں مسلسل بلندی شرف اور رفعت کا اضافہ ہوتا رہا، اور اہل فارس کا معاملہ حماقت، ذلت اور کمزوری کی طرف گرتا رہا، اس وفد کے جانے کے

بعد رستم یزدگرد بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے مسلمانوں کے حالات جو کچھ اس نے دیکھے تھے دریافت کرنے لگا بادشاہ نے ان کی عقل، فصاحت اور حاضر جوابی کو بیان کیا اور کہا کہ جس چیز کا وہ ارادہ رکھتے ہیں قریب ہے کہ وہ اسے پالیں گے۔

پھر اس نے سردار کو مٹی اٹھانے کا جو حکم دیا تھا اس کو ذکر کیا اور کہا کہ اس سردار نے اپنے سر پر مٹی لادنے کی حماقت کی اگر وہ چاہتا تو اس چیز سے بچ سکتا تھا اور ہمیں پتا بھی نہ چلتا، رستم نے کہا کہ وہ احمق نہیں ہے اور نہ وہ ان کا سردار ہے بلکہ اس نے اپنی جان اپنی قوم پر فدا کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ ہماری سرزمین کی چابیاں لے گئے ہیں رستم نے یہ بات اس لئے کہی کہ وہ منجم تھا، پھر اس نے ایک آدمی کو ان کے پیچھے بھیجا کہ اگر تم مٹی کو پالو تو اسے واپس لے آنا ہم اپنی بات کا تدارک کرلیں گے اور اگر وہ اسے اپنے امیر کے پاس لے گئے ہیں تو وہ ہماری سرزمین پر غلبہ پالیں گے وہ آدمی گیا لیکن یہ وفد ہاتھ نہ آیا انہوں نے سعد کے پاس مٹی پہنچانے میں سبقت کرلی، اہل فارس نے اسکا برا منایا اور وہ بہت غضبناک ہوئے اور اپنے بادشاہ کی تجویز و رائے کو قابل نفرت قرار دیا۔

قادسیہ کا معرکہ...... قادسیہ کا معرکہ ایک عظیم معرکہ تھا اس سے عظیم اور عجیب معرکہ عراق کی سرزمین پر پیش نہیں آیا اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اس وقت سعد بن ابی وقاص کو عرق النسا کی تکلیف تھی اور جسم میں پھوڑے پھنسیاں تھیں جس کی وجہ سے وہ سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہ رکھتے تھے وہ اپنے محل میں تکیہ پر سینے کے بل لیٹے میدان جنگ میں لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے اور امور جنگ کی تدبیروں میں مصروف تھے انہوں نے جنگ کی نگرانی خالد بن عرفطہ کے سپرد کردی تھی اور میمنہ پر جریر بن عبداللہ بجلی میسرہ پر قیس بن مکشوح کو مقرر کردیا تھا قیس اور مغیرہ بن شعبہ شام میں معرکہ یرموک میں شرکت کے بعد ابوعبیدہ کی طرف سے امداد و نصرت کے طور پر سعد کے پاس پہنچے تھے۔

ابن اسحاق کا خیال ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد سات آٹھ ہزار کے درمیان تھی اور رستم کی افواج ساٹھ ہزار تھی پس حضرت سعد نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا انہیں نصیحت فرمائی اور قتال پر ابھارا، اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

ولقد کتبنافی الزبورمن بعدالذکران الارض یرثھاعبادی الصالحون

دیگر قراء نے بھی آیات جہاد کی تلاوت کی پھر حضرت سعد نے چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد مسلمانوں نے حملہ کردیا اور قتال شروع ہو گیا یہاں تک کہ رات ہوگئی رات کو سب لوگ جنگ سے رک گئے اس دن فریقین کے بہت سے آدمی مقتول ہوئے، اگلے دن صبح لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ گئے اور قتال شروع ہوگیا پورا دن اور رات کا اکثر حصہ لڑائی ہوتی رہی اور رات کو جنگ رک گئی، تیسرے دن صبح فریقین پھر میدان میں پہنچ گئے اس روز بھی پورا دن اور رات گئے تک جنگ جاری رہی، اس رات کا نام لیلۃ الہریر رکھا گیا، چوتھے دن کی صبح پھر شدید قتال شروع ہوا مسلمانوں کو عربی گھوڑوں کے ہاتھیوں کے سامنے بدک جانے کی وجہ سے بڑی پریشانی ہورہی تھی لہٰذا بعض صحابہ کرام نے ہاتھیوں اور انکے سواروں پر حملہ کرکے ان کا کام تمام کردیا ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

ان ایام میں بہادروں کی ایک جماعت نے بڑی جوانمردی دکھائی جن میں طلیحہ اسدی، عمرو بن معدیکرب قعقاع بن عمرو، جریر بن عبداللہ بجلی، ضرار بن خطاب اور خالد بن عرفطہ بھی شامل تھے، ان کے حملے اور ان کی ضربیں مثالی تھیں جب اس دن زوال کا وقت ہوا جس دن کو یوم قادسیہ کہا جاتا ہے اور وہ سیف بن عمرو کے بیان کے مطابق محرم ۱۴ھ پیر کا دن ہے تو سخت تند و تیز آندھی چلی جس نے اہل فارس کے خیموں کو ان کی جگہوں سے اکھاڑ دیا رستم کے لئے جو تخت نصب کیا گیا تھا وہ بھی گر پڑا، رستم نے جلدی کی اور اپنے خچر پر سوار ہوکر بھاگ کھڑا ہوا لیکن مسلمانوں نے اسے پکڑلیا اور قتل کردیا اور جالینوس جو ہراول دستوں کا سردار تھا وہ بھی قتل کردیا گیا، خداوند قدس کے فضل و کرم سے تمام فارسیوں کو شکست ہوئی، بھاگنے والوں کو بھی مسلمانوں نے گھیر لیا اور تیس ہزار فارسیوں کو قتل کردیا اور دس ہزار معرکہ میں مقتول ہوئے اور تقریباً اتنے ہی اس سے پہلے مارے گئے اور مسلمان اس دن اور اس سے پہلے اڑھائی ہزار کے قریب شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مسلمان بھاگنے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے بادشاہ کے پایہ تخت مدائن میں داخل ہوئے جہاں اس کی اسلامی وفد سے ملاقات ہوئی تھی مسلمانوں کو اس معرکہ میں اس قدر مال اور سامان حرب ہاتھ آیا کہ جس کو کثرت کی وجہ سے شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی بیان کیا جاسکتا ہے، شکست دینے کے بعد غنائم کی تقسیم ہوئی اور خمس نکال کر حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ کیطرف فتح کی بشارت کے ساتھ روانہ کیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قادسیہ کے حالات کے بارے میں ہر سوار سے جو انہیں مل جاتا معلوم کرتے تھے اور مدینہ سے عراق کی طرف دور تک خبریں حاصل کرنے کے لئے نکل جاتے تھے انہی ایام میں ایک سوار دور سے نظر آیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا استقبال کیا اور اس سے حالات معلوم کئے، اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قادسیہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے اور مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ سوار بیان کرتا رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے رہے وہ سوار امیر المومنین کو نہ پہنچانتا تھا جب دونوں مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام کرنے لگے اس سوار نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے بتلایا کیوں نہیں کہ آپ خلیفہ ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی اس میں کوئی حرج نہیں۔

پہلے یہ بات گذر چکی کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر پھوڑے پھنسیاں اور عرق النسا کی تکلیف تھی اور یہ تکلیف قتال میں شرکت سے مانع بن گئی تھی لیکن آپ اپنے محل کی چوٹی پر بیٹھے لشکر کے مصالح پر نظر رکھے ہوئے تھے اور محل کا دروازہ بھی ان کی بہادری کی وجہ سے بند نہیں تھا اگر بالفرض لوگ بھاگ جاتے تو فارسی انہیں آسانی سے پکڑ کر اپنے قبضے میں لے لیتے، ان کی بیوی سلمٰی بنت حفص بھی ان کے پاس تھیں جو پہلے مثنیٰ بن حارثہ کی زوجیت میں تھی، جب بعض سوار اس دن بھاگے تو وہ گھبرا گئی اور کہا کہ ہائے مثنیٰ! افسوس آج میرے پاس کوئی مثنیٰ نہیں ہے، سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو غضبناک ہوئے اور اس کے چہرے پر ایک طمانچہ رسید کیا سلمٰی نے کہا کہ آپ نے غیرت کی وجہ سے ایسا کیا ہے یا بزدلی کی وجہ سے یعنی وہ اپنے اس قول کے ذریعے انہیں جنگ کے موقع پر گھر بیٹھنے پر عار دلا رہی تھی اور یہ اس کے عناد کی وجہ سے تھا اس لئے کہ وہ آپ کے عذر کو بنسبت دیگر زیادہ جانتی تھی اور آپ کے مرض کو جو جنگ میں شرکت سے مانع تھا اس سے بھی باخبر تھی سعد کے ساتھ محل میں ایک آدمی بھی قید تھا جسکو شراب نوشی کی وجہ سے کئی مرتبہ حد لگ چکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سات مرتبہ حد لگی تھی پس سعد کے حکم سے اسے قید کیا گیا اور محل میں بند رکھا گیا جب اس نے شہسواروں کو محل کے اردگرد جولانیاں کرتے دیکھا تو وہ خود بھی چونکہ بہادر اور دلیر نوجوان تھا اس لئے یہ اشعار کہنے لگا:

(۱)......غم کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نوجوان گھوڑوں کو طاقت سے پیچھے ہٹائیں اور میں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوں۔

(۲)...... جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیروں و بیڑیوں کی آوازیں ایسا نغمہ سناتی ہیں جو پکارنے والے کی آواز سے بہرا بنا دیتی ہے اور قتل گاہیں مجھ سے دور اور بند کر دی گئی ہیں۔

(۳)...... میں مال والا اور بھائیوں والا تھا، لیکن انہوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا اب میرا کوئی بھائی نہیں۔

پھر اس نے سعد کی ام ولد زبراء سے درخواست کی کہ وہ اسے چھوڑ دے اور سعد کا گھوڑا عاریۃً دیدیں، اور قسم اٹھائی کہ وہ دن کے آخری حصہ میں واپس آجائے گا اور بیڑیاں پہن لے گا، چنانچہ زبراء نے اسے چھوڑ دیا اور وہ سعد کے گھوڑے پر سوار ہوا اور باہر نکل کر قتال شروع کر دیا اور شدید قتال کیا، سعد رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو دیکھتے کبھی پہنچانتے اور کبھی انکار کر دیتے اور اس کے سوار کو ابو محجن سے تشبیہ دیتے لیکن پھر شک میں پڑ جاتے کہ ان کے خیال میں تو وہ محل میں قید ہے جب دن کا آخر ہوا تو وہ شخص لوٹ آیا اور آکر خود ہی بیڑیاں پہن لیں، سعد رضی اللہ عنہ نیچے اترے تو اپنے گھوڑے کو پسینے میں شرابور پایا، پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے ابی محجن کا قصہ سنایا سعد ان سے راضی ہو گئے اور آزاد کر دیا مسلمانوں میں سے ایک نے سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اشعار کہے ہیں:

(۱)......ہم قتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کی مدد آگئی اور سعد قادسیہ کے دروازے سے ہی چمٹے رہے۔

(۲)...... جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئی تھیں لیکن سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے اور عذر بیان کیا کہ وہ اپنی رانوں اور کولھوں پر پھوڑے پھنسیوں کی وجہ سے، جنگ میں شرکت نہ کر سکے لوگوں نے ان کے عذر کو قبول کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دو شعر کہنے والے کے لئے بد دعا فرمائی اور کہا کہ اے اللہ! یہ شخص اگر جھوٹا ہے یا اس نے ریاکاری کے طور پر یا شہرت حاصل کرنے کے لئے یا کذب کی وجہ سے یہ کیا ہے تو اس کی زبان اور ہاتھ کو قطع کر دے، پس یہ شخص دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کھڑا تھا کہ اچانک ایک تیر آیا اور اس کی زبان میں پیوست ہو گیا پھر اس کا ایک پہلو ناکارہ ہو گیا اور مرتے دم تک

بات نہ کرسکا۔

اسے سیف نے عبدالملک بن عمیر سے اور انہوں نے قبیصہ بن جابر کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور سیف نے مقدام بن شریح حارثی سے اور انہوں نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جریر بن عبداللہ بجلی نے یہ شعر کہا میں جریر ہوں اور میری کنیت ابوعمرو ہے، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی ہے اور سعد محل میں تھے سعد نے یہ شعر سن کر محل سے جھانکا اور یہ اشعار کہے:۔

(۱)..... میں قوم بجیلہ سے کچھ امید نہیں رکھتا، میں تو یوم حساب میں اجر کی امید رکھتا ہوں۔

(۲)..... ان کے گھوڑوں نے گھوڑوں سے مڈبھیڑ کی، اور سواروں نے بھی خوب شمشیرزنی کی۔

(۳)..... گھوڑے ان کے میدان کے قریب ہوگئے ان کی رونق خارشی اونٹوں کی سی تھی۔

(۴)..... اگر قعقاع بن عمرو کی فوج اور خدام نہ ہوتے تو یہ اونٹوں کو لازم پکڑ لیتے۔

(۵)..... اگر یہ نہ ہوتے اور وہ تم بزدلوں کو پاتے، تو تمہاری جمعیت مکھیوں کی مانند منتشر ہو جاتی۔

محمد بن اسحاق اسماعیل بن ابی خالد سے اور وہ قیس بن ابی حازم بجلی سے نقل کرتے ہیں اور یہ قیس قادسیہ کی جنگ میں شریک تھے، قیس کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ثقیف کا ایک آدمی تھا جو مرتد ہو کر فارسیوں سے جا ملا اس نے ان کو خبر دی کہ ان کی اصل جنگی قوت بجیلہ کی جانب ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم کل لشکر کا چوتھائی حصہ تھے اہل فارس نے ہماری طرف سولہ ہاتھی بھیجے اور ہمارے گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے لوہے کے کانٹے اور باڑیں ڈال دیں اور ہم پر تیروں کی بارش شروع کر دی اور اپنے گھوڑوں کو انہوں نے قریب قریب کرلیا تا کہ وہ ہاتھیوں کی وجہ سے بدک نہ جائیں اس دوران عمرو بن معدیکرب زبیدی ہمارے پاس سے گزرے انہوں نے کہا کہ اے گروہ مہاجرین! شیر بن جاؤ، فارسی تو صرف بکرے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اہل فارس میں ایک ایسا تیرانداز سوار بھی تھا جس کا کوئی تیر خطا نہ جاتا تھا ہم نے عمرو بن معدیکرب کو کہا کہ اے ابوثور اس سوار کو سنبھالو اس کا کوئی نشانہ خطا نہیں جاتا، اتنے میں وہ سوار عمرو کی طرف متوجہ ہوا اور تیر سے انکا نشانہ لیا وہ تیر عمرو کی ڈھال پر لگا پھر عمرو نے اس پر حملہ کیا اور اس کو گردن سے پکڑ کر ذبح کر دیا اور اس کے سونے کے دو کنگن، سونے کی پٹی اور دیباج کی قباء سلب کے طور پر لے لی۔ راوی کہتے ہیں کہ مسلمان چھ یا سات ہزار تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے رستم کو قتل کر دیا جس شخص کے ہاتھوں وہ قتل ہوا تھا اسے ہلال بن علقمہ تیمی کہا جاتا ہے رستم نے اسے تیر مارا جو ان کے پاؤں پر لگا پھر ہلال نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور اس کا سر اتار دیا، اہل فارس بھاگ کھڑے ہوئے پس مسلمان ان کے تعاقب میں انہیں قتل کرنے کے لئے چلے اور انہیں ایسی جگہ میں پالیا جہاں وہ اطمینان سے پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور شراب نوشی اور لہو ولعب میں مشغولی کے بعد نشے میں مدہوش پڑے تھے مسلمانوں نے ان پر اسی حال میں حملہ کر دیا اور بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا اسی جگہ جالینوس قتل ہوا اسے زہرہ بن حویہ تیمی نے قتل کیا تھا پھر آگے بھی مسلمان ان کے تعاقب میں چلے جہاں فریقین کا مقابلہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حزب الرحمٰن کی مدد و نصرت فرماتا اور حزب الشیطان و ستارہ پرستوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتا اور مسلمانوں نے اس قدر اموال جمع کئے کہ ترازو اور کانٹا ان کے وزن و شمار سے عاجز ہے حتیٰ کہ ان غانمین میں سے بعض ایسے بھی تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ کون چاندی کے بدلہ سونا لیتا ہے اور مسلمان مسلسل ان کے تعاقب میں رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے دریائے فرات پار کر گئے اور مدائن و جلولاء کو فتح کر لیا جیسا کہ عنقریب اپنے مقام پر انشاء اللہ تفصیل آئے گی۔

سیف بن عمرو سلیمان بن بشیر سے اور ہمام بن حارث کی زوجہ ام کثیر سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم قادسیہ کی جنگ میں اپنے خاوندوں کے ساتھ شریک تھیں جب ہمارے خاوند لوگوں سے فارغ ہو کر ہمارے پاس آئے تو ہم نے اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر مضبوطی سے باندھ لیا اور ہاتھوں میں ڈنڈے لے کر مقتولین کی جگہ پہنچ گئیں پس جو مسلمان زخمی حالت میں تھا اسے پانی پلایا اور اٹھایا اور جو مشرک تھا اسے ختم کر دیا ہمارے ساتھ چھوٹے بچے بھی تھے ہم نے مشرکین کے قیمتی لباس اتارے اور ان کے سپرد کر دیئے تا کہ ہم سے مردوں کا کشف عورہ نہ ہو۔

سیف بن عمر اپنی سند سے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف فتح کی خوشخبری اور مشرکین مقتولین کی تعداد اور مسلمان شہداء کی تعداد لکھی یہ خط سعد بن عملیہ فزاری کے ہاتھ روانہ کیا اس کا مضمون یہ تھا: امابعد! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اہل فارس پر فتح عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ان طریقوں پر رہنے کی اجازت دے دی جن پر ان سے پہلے ان کے اہل مذہب کاربند تھے یہ کامیابی طویل قتال اور ہلا دینے

والے مصائب کے بعد حاصل ہوئی ہے، انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ اس قدر سامان حرب کے ساتھ مقابلہ کیا کہ دیکھنے والوں نے اتنا ساز و سامان اور آلات حرب نہ دیکھے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے نفع نہیں اٹھانے دیا بلکہ ان سے چھین کر مسلمانوں کو عطا فرما دیا مسلمانوں نے ان کا دریاؤں، گنجان درختوں اور پہاڑی درّوں میں تعاقب کیا مسلمانوں میں سے سعد بن عبید القاری اور فلاں فلاں شہید ہو گئے اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا بس اسے ہی معلوم ہے جب رات چھا جاتی تو مسلمان قرآن کریم کی تلاوت اس طرح کرتے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور دن میں وہ شیر ہوتے تھے لیکن شیر کو ان سے مشابہت نہ تھی اور گذر جانے والوں کو باقی رہنے والوں پر شہادت کی فضیلت حاصل ہے جب یہ ان کے لئے بھی مقدر نہ ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بشارت منبر پر چڑھ کر لوگوں کو سنائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں اسکا حریص ہوں کہ تمہاری کوئی ضرورت دیکھوں تو اسے پورا کر دوں لیکن میں ایک دوسرے کے لئے وسعت قلبی اور کشادہ ذہنی نہیں دیکھ رہا، جب کوئی تنگی پیش آتی تو ہم لوگ گذارہ کی چیزوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مواساۃ اور ہمدردی کرتے یہاں تک کہ ہم سب برابر ہو جاتے، کاش تم میرے دل کی حالت و کیفیت سمجھو جو تمہاری ہے، میں تمہارا معلم نہیں مگر عمل کے ساتھ، اور اللہ کی قسم میں بادشاہ نہیں کہ تمہیں اپنا غلام بناؤں میں تو اللہ کا بندہ ہوں جس پر امانت (خلافت کی ذمہ داری) پیش کی گئی ہے اگر میں اس سے انکار کر دوں اور یہ چیز تمہیں لوٹا دوں اور پھر تمہارا تابعدار رہوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیراب اور بھرے پیٹ کے ساتھ رہو تو میں اسے اپنی خوش بختی قرار دوں گا اور اگر میں اس امانت (خلافت کی ذمہ داری) کا بوجھ اٹھاؤں اور تمہیں اپنے پیچھے پیچھے اپنے گھر تک لانے کو پسند کروں تو یہ میری بدبختی ہوگی پس میں خوش کم اور غمگین زیادہ رہتا ہوں اور میں اس حال میں نہ دعویٰ کرتا اور نہ جواب دیتا البتہ رضامندی کا طلبگار رہوں۔

سیف اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ عذیب سے عدن تک کے اہل عرب قادسیہ کے اس معرکہ میں نگاہیں جمائے بیٹھے تھے اور یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ ان کے ملک کا ثبات یا زوال اسی معرکہ کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر شہر والوں نے اپنے شہر سے حالات اور خبریں معلوم کرنے کے لئے قاصد بھیجے ہوئے تھے جب فتح حاصل ہوگئی تو اس بشارت کو آخری شہروں تک پہنچانے میں جنات نے انسانوں پر سبقت کر لی، میں نے صفاء میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر رات کے وقت ایک عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا:

(۱)......خالد کی بیٹی عکرم کو ہماری طرف سے سلام قبول ہو، تھوڑا اور ٹھنڈا زاد اچھا نہیں ہوتا۔
(۲)......میری طرف سے سورج طلوع کے وقت تجھے سلام کہے، اور ہر تاج یکتا بھی تجھے سلام کہے۔
(۳)......اور میری طرف سے نخعی گروہ بھی سلام کہے، جو حسین چہروں والے اور محمد پر ایمان لانے والے ہیں۔
(۴)......وہ کسریٰ کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر اس کے لشکر کو، باریک دو دھاری ہندی تلواروں سے مارتے ہیں۔
(۵)...... جب پکانے والا کپڑے ہلا ہلا کر بلاتا ہے تو وہ موت کے مقابلہ میں سیاہ گردن اونٹوں کو بٹھا دیتے ہیں۔

اور اہل یمامہ نے مجتاذ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

(۱)......ہم نے بنو تمیم کو بڑا معزز پایا، جنگ کی صبح، اور بکثرت نوجوانوں والے ہیں۔
(۲)......وہ ایک سیاہی مائل لشکر کے ساتھ، ایک بڑے لشکر کے مقابلہ میں گئے جن کو وہ ریوڑ سمجھے تھے۔
(۳)......وہ اکاسرہ کے لیے انسانوں کے سمندر کے ساتھ گیا، جو جھاڑیوں کے شیر کی طرح تھے اور وہ انہیں پہاڑ خیال کر رہے تھے۔
(۴)......انہوں نے قادسیہ میں ان کے لئے باعزت فخر کو چھوڑا اور حفس حیفین میں لمبے دنوں کو چھوڑا۔
(۵)......ان کی ہتھیلیاں اور پنڈلیاں کٹی پڑی تھیں، انہوں نے بچوں کے ساتھ مردوں کا مقابلہ کیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ آوازیں باقی شہروں میں بھی سنی گئی تھیں۔

عراق کے جن شہروں کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مکمل طور پر فتح کر لیا تھا ان کے رہنے والوں نے وہ تمام عہد و میثاق توڑ دیئے جو انہوں نے خالد بن ولید کے ساتھ کئے تھے صرف بانقیا، برسماء اور الیس الآخرۃ کے لوگ اپنے عہد پر قائم رہے پھر سب کے سب اس معرکہ کے بعد دوبارہ اپنے

شہروں کی طرف لوٹ آئے اور کہا کہ فارسیوں نے انہیں عہد شکنی پر مجبور کر دیا تھا اور ان سے باقاعدہ خراج وصول کیا تھا پس مسلمانوں نے انکی تالیف قلب کے لئے تصدیق کر دی اور اہل مضافات سے متعلق حکم ہم عنقریب انشاء اللہ اپنی کتاب احکام الکبیر میں لکھیں گے۔

ابن اسحاق کا خیال ہے کہ قادسیہ کا معرکہ ۱۵ھ میں ہوا تھا، واقدی کا کہنا ہے کہ ۱۶ھ میں ہوا، اور سیف بن عمر اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ۱۴ھ میں ہوا تھا ابن جریر نے بھی ۱۴ھ بیان کیا ہے، ابن جریر اور واقدی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تراویح میں ایک امام یعنی ابی بن کعب پر جمع کیا اور یہ جمع اسی سال ماہ رمضان میں ہوا اور دیگر شہروں کی طرف بھی تراویح میں اجتماع سے متعلق مکتوب لکھا اور انہیں اس کا حکم دیا، ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو بصرہ کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نزول کرو اور مدائن اور اس کے مضافات سے اہل فارس کی جڑ کاٹ دو، یہ مدائنی کا قول ہے اور سیف کہتے ہیں کہ بصرہ کو ۱۶ھ میں بسایا گیا اور آباد کیا گیا اور عتبہ بن غزوان سعد بن ابی وقاص کے جلولاء و تکریت کے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد مدائن سے بصرہ کی طرف گئے تھے اور سعد نے انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق بھیجا تھا، ابو مخنف مجالد سے اور وہ شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے عتبہ بن غزوان کو تین سو تیرہ نوجوانوں کے ساتھ ارض بصرہ کی طرف بھیجا تھا اور اعراب بھی ان کے ساتھ جا کر مل گئے اب کل تعداد پانچ سو ہوگئی، عتبہ نے بصرہ میں ۱۴ھ میں نزول کیا تھا اور بصرہ کو اس وقت ارض ہند کہا جاتا تھا اس لئے کہ اس میں سفید کھردرے پتھر ہوا کرتے تھے عتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑاؤ کی جگہ تلاش کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ ایک چھوٹے سے پل کے سامنے پہنچ گئے وہاں جڑی بوٹیاں اور سرکنڈے اگے ہوئے تھے پس وہیں پڑاؤ ڈال لیا حاکم فرات ان کی طرف چار ہزار سواروں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا، زوال شمس کے بعد دونوں کا آمنا سامنا ہوا، عتبہ نے صحابہ کرام کو حکم دیا انہوں نے حملہ کیا اور تمام سواروں کو تہ تیغ کر دیا اور حاکم فرات کو قید کر لیا گیا اس کے بعد عتبہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بے شک دنیا نے اپنے خاتمہ کا اعلان کر دیا ہے اور وہ پشت پھیر کر چلی گئی ہے اور اس میں سے صرف اتنا باقی رہ گیا ہے کہ جتنا برتن میں بچا کچھا پانی ہوتا ہے اور تم ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف منتقل ہو گئے لہٰذا اپنے جمع شدہ اعمال کے ساتھ منتقل ہونا، اور مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر ایک پتھر جہنم کے کنارے سے گرا دیا جائے تو وہ ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا تب جا کر اس کی تہہ میں پہنچے گا کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو؟ اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور ایک وقت آئیگا کہ بھیڑ کی وجہ سے یہ وسعت بھی تنگ پڑ جائیگی اور مجھے وہ وقت یاد ہے میں ساتواں آدمی تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا ہمارا کھانا صرف ببول کے پتے تھے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے ہماری باچھیں چھل گئیں اور میں نے ایک چادر کے دو ٹکڑے کئے ایک خود اور دوسرا سعد کو دیدیا۔

اور اب ان سات میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے اور ہمارے بعد لوگ تجربہ کر لیں گے یہ روایت صحیح مسلم میں اسی طرح کی عبارت کے ساتھ ہے۔

علی بن مدائنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو لکھا جب وہ عتبہ کو بصرہ کی طرف بھیج رہے تھے اے عتبہ میں نے تمہیں ارض ہند کا عامل بنایا اور یہ دشمن کی جولان گاہ ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ارد گرد سے تمہاری کفایت کرے گا اور علاء بن حضرمی کو لکھا ہے کہ وہ تمہاری عرفجہ بن ہرثمہ کے ذریعے امداد کرے، جب وہ تمہارے پاس پہنچیں تو ان سے مشورہ کرنا، اور انہیں اپنا مقرب بنانا، اور دیکھو اللہ کی طرف بلانا جو جواب دے اس سے قبول کر لو اور جو انکار کرے تو ان پر جزیہ لازم ہوگا جو ذلت کے ساتھ دینا پڑے گا وگرنہ سختی کے مقام پر تلوار چلاؤ اور جو ذمہ داری تمہارے سپرد کی گئی ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اس بات سے بچو کہ تمہارا نفس تمہیں تکبر کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ایسی صورت میں تم اپنی آخرت خراب کر بیٹھو گے تم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی ہے پس تم ذلت کے بعد عزت والے اور ضعف کے بعد قوت والے بن گئے ہو حتیٰ کہ بااختیار امیر تک بن چکے ہو اور ایسے حاکم کہ جن کی اطاعت کی جاتی ہے اور جب تم بات کرتے ہو تو وہ سنی جاتی ہے حکم دیتے ہو تو مانا جاتا ہے پس ان نعمتوں کے کیا کہنے، لہٰذا اپنی حیثیت سے آگے مت بڑھنا اور اپنے سے کم درجہ لوگوں پر مت اترانا، جس طرح معصیت سے اپنے آپ کو بچاتے ہو اسی طرح تنعم و عیش سے بھی خود کو بچانا اور یہ میرے نزدیک زیادہ خطرناک چیز ہے کہیں تمہیں دھوکہ میں مبتلا کر کے دوزخ میں نہ گرادے، میں خود کو اور تمہیں اس سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں لوگوں نے اللہ کے سامنے جلد بازی کی ہے پس دنیا ان کے لئے بلند کر دی گئی اور وہ اس کا ارادہ

کرتے رہے پس تم اللہ کو چاہنا اور دنیا کو نہ چاہنا، اور ظالموں کے قتل ہونے کی جگہوں سے بچنا۔

عتبہ نے اسی سال رجب یا شعبان میں ابلۃ کو فتح کیا، اسی سال جب عتبہ بن غزوان کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر مغیرہ بن شعبہ کو دو سال کے لئے امیر بنا دیا اور جب ان پر تہمت لگی تو ان کو معزول کر کے ابو موسیٰ اشعری کو وہاں کا امیر مقرر کیا، اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ پر شراب نوشی کی سزا میں حد جاری فرمائی، اور اسی سال ابو محجن ثقفی کو شراب نوشی پر سات مرتبہ حد لگائی اور ان کے ساتھ ربیعہ بن امیہ کو بھی مارا، اسی سال سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں نزول کیا، اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، اور اس سال مکہ میں عتاب بن اسید شام میں ابو عبیدہ بحرین میں عثمان بن ابی العاص، اور بقول بعض علاء بن حضرمی، عراق میں سعد بن ابی وقاص اور عمان میں حذیفہ بن محصن امیر تھے۔

اس سال یعنی ۱۴ھ میں وفات پانے والے مشاہیر کا تذکرہ......ایک قول کے مطابق اس سال سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے وفات پا چکے تھے۔

عتبہ بن غزوان......ان کا نام ونسب عتبہ بن غزوان بن جابر بن ھیب المازنی ہے یہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے بدری صحابی ہیں اور قدیم الاسلام ہیں، بعثت نبوی کے ایک سال بعد ہی اسلام لے آئے تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، آپ نے ہی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کے زمانہ میں بصرہ شہر کی حد بندی کی تھی ان کے فضائل وکمالات بہت زیادہ ہیں، ۱۴ھ میں وفات پائی اور بقول بعض ۱۵ھ میں اور بعض کے نزدیک ۱۷ھ میں اور بعض کے نزدیک ۲۰ھ میں وفات پائی ان کی عمر پچاس سال اور بقول بعض ساٹھ سال ہوئی۔

عمرو بن ام کلثوم......ان کا نام عبد اللہ ہے اور یہ نابینا تھے اور مہاجر صحابی ہیں، مصعب بن عمیر کے بعد اور رسول اللہ ﷺ سے قبل ہجرت کی تھی، آپ لوگوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کئی مرتبہ اپنے بعد مدینہ منورہ میں قائم مقام بنایا تھا، کہا جاتا ہے کہ تیرہ مرتبہ آپ کو یہ شرف حاصل ہوا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت سعد کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ وہاں شہید ہو گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ مدینہ واپس لوٹ آئے تھے اور وہاں ان کی وفات ہوئی، واللہ اعلم۔

مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ......ان کا نام ونسب مثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم بن سعد بن مرہ بن ذہل بن شیبان الشیبانی ہے، آپ عراق میں خالد بن ولید کے نائب تھے اور معرکہ جسر میں ابو عبید کے بعد آپ امیر بن گئے تھے اور اس دن آپ نے ہی مسلمانوں کو فارسیوں سے چھٹکارا دلوایا تھا، آپ بڑے بہادر شہسوار تھے، آپ ہی سفر کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں عراق میں جہاد پر آمادہ کیا جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے آپ کی زوجہ سلمیٰ بنت حفص سے نکاح کر لیا تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ابن اثیر نے اپنی کتاب الغابہ فی اسماء الصحابہ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

ابو زید انصاری نجاری......آپ ان چار انصاری قراء میں سے تھے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد ہی میں قرآن حفظ کر لیا تھا جیسا کہ انس بن مالک کی روایت میں ہے، اور وہ چار قراء حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابو زید رضی اللہ عنہ تھے، انس بن مالک کہتے ہیں کہ یہ میرے چچاؤں میں سے ایک تھے، کلبی کہتے ہیں کہ ابو زید کا نام قیس بن سکن بن قیس بن زعورا بن حزم بن جندب بن غنم بن عدی بن نجار ہے، یہ غزوہ بدر میں شریک تھے، موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ معرکہ جسر ابی عبید میں شہید ہو گئے تھے اور یہ معرکہ موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک ۱۴ھ میں ہوا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس ابو زید نے قرآن کریم جمع کیا تھا وہ ابو زید سعد بن عبید ہیں لیکن محققین نے اس کو انس بن مالک کی حدیث بروایت قتادہ کی وجہ سے رد کر دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے اوس وخزرج نے باہم ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا اوس نے کہا کہ ہم میں غسیل ملائکہ حنظلہ بن ابی عامر ہیں، اور عاصم بن ثابت بن ابی الافلح ہیں کہ جن کی شہد کی مکھیوں کے ایک گروہ نے حفاظت کی تھی اور ہم میں سعد بن

معاذ ہیں کہ جن کی وجہ سے عرش الٰہی حرکت میں آگیا تھا اور خزیمہ بن ثابت ہیں کہ جن کی شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا خزرج نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم میں چار آدمی ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا اور وہ ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل اور ابوزید رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ابو عبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ ...... یہ مختار بن ابی عبید کذاب ثقیف کے والد ہیں اور عراق کے امیر رہے ہیں اور عبداللہ بن عمر کی زوجہ صفیہ کے والد ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں اسلام لے آئے تھے شیخ ابو عمر بن عبدالبر نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے اور ہمارے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی فرماتے ہیں کہ کوئی بعید نہیں کہ ان کی کوئی روایت بھی موجود ہو۔

ابو قحافہ والد ابی صدیق رضی اللہ عنہ ...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن صخر بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرۃ بن کعب بن لوئ بن غالب ہے، ابو قحافہ فتح مکہ والے سال اسلام لائے تھے، حضرت ابوبکر صدیق ان کو اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے شیخ کو گھر ہی میں کیوں نہ ٹھہرا دیا ہم خود ان کے پاس آجاتے، یہ بات آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی کے طور ارشاد فرمائی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے پاس آنے کے زیادہ حق دار ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے انہیں بٹھا دیا، ان کا سر سفید پھول والے درخت کی طرح بالکل سفید تھا، آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اس سفیدی کو کسی چیز کے ساتھ تبدیل کردو لیکن سیاہ چیز سے احتراز کرنا، جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو لوگوں نے ان کی خلافت کی خبر ابو قحافہ کو کردی، ابو قحافہ نے فرمایا کہ کیا بنو ہاشم اور بنو مخزوم نے بھی اس کو تسلیم کرلیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں، فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے پھر اپنے بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا صدمہ بھی ان کو اٹھانا پڑا، اور محرم ۱۴ھ میں ابو قحافہ کی بھی وفات ہوگئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رجب ۱۴ھ میں ہوئی وفات کے وقت آپ کی عمر چوہتر (۷۴) سال تھی۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے ٹھکانہ کو باعزت بنائے۔

ہمارے شیخ ابو عبداللہ ذہبی نے اس سال شہید ہونے والوں کا تذکرہ حروف تہجی کی ترتیب سے کیا ہے:۔

اوس بن اوس بن عتیک معرکہ جسر میں شہید ہوئے، بشیر بن عنبس بن یزید ظفری احدی یہ قتادہ بن نعمان کے چچازاد بھائی ہیں، اور حواء کے شہسوار کے نام سے مشہور ہیں، حواء ان کے گھوڑے کا لقب ہے۔ ثابت بن عتیک، یہ بنی عمرو بن مبذول میں سے ہیں صحابی ہیں اور معرکہ جسر میں شہید ہوئے، ثعلبہ بن عمرو بن محصن النجاری، یہ بدری صحابی ہیں اور معرکہ جسر میں شہید ہوئے، حارث بن عتیک بن نعمان النجاری، یہ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور معرکہ جسر میں شہید ہوئے، حارث بن مسعود بن عبدہ، یہ ایک انصاری صحابی ہیں اور معرکہ جسر میں شہید ہوئے، حارث بن عدی بن مالک انصاری، یہ بھی معرکہ جسر میں شہید ہوئے۔ خالد بن سعید بن العاص ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ مرج الصفراء کے معرکہ میں شہید ہوئے جو ایک قول کے مطابق ۱۴ھ میں ہوا تھا، خزیمہ بن اوس الاشہلی، یہ معرکہ جسر میں شہید ہوئے، ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کی وفات کی تاریخ ابن قانع نے اسی سال میں بیان کی ہے، زید بن سراقہ بھی معرکہ جسر میں شہید ہوئے، سعد بن سلامہ بن وقش اشہلی اور ایک قول کے مطابق سعد بن عبادہ اور سلمہ بن اسلم بن حریش یہ سب معرکہ جسر میں شہید ہوئے، ضمرہ بن غزیہ بھی اسی دن شہید ہوئے، مریع بن قیظی کے تین بیٹے عباد، عبداللہ اور عبدالرحمٰن بھی معرکہ جسر میں شہید ہوئے، عبداللہ بن صعصعہ بن وہب انصاری نجاری، غزوہ احد اور بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے اور ابن اثیر کے بیان کے مطابق معرکہ جسر میں شہید ہوئے۔

عتبہ بن غزوان نے بھی اسی سال وفات پائی ان کا تذکرہ ماقبل میں گذر چکا، عقبہ اور انکے بھائی عبداللہ یہ دونوں اپنے باپ قیظی بن قیس کے ساتھ معرکہ جسر میں شریک تھے اور اسی میں شہید ہوئے، علاء بن حضرمی نے بھی ایک قول کے مطابق اسی سال وفات پائی اور دوسرے قول کے مطابق اس سال کے بعد وفات پائی ان کا تذکرہ عنقریب آئیگا، عمرو بن ابی الیسر بھی معرکہ جسر میں شہید ہوئے، قیس بن سکن انصاری جن کی کنیت ابوزید ہے

ان کا تذکرہ پہلے گذر چکا، مثنیٰ بن حارثہ شیبانی نے بھی اسی سال وفات پائی ان کا ذکر بھی گذر چکا، نافع بن غیلان بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کی وفات جو اپنے چچا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی عمر میں بڑے تھے ایک قول کے مطابق اسی سال ہوئی اور مشہور قول کے مطابق اس سے پہلے ہوئی جیسا کہ ماقبل میں گزرا، واقد بن عبداللہ بھی اسی معرکہ جسر میں شہید ہوئے، یزید بن قیس بن حطیم انصاری ظفری جو احد اور بعد کے معرکوں میں حاضر تھے وہ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے، غزوہ احد میں ان کے کئی زخم آئے تھے ان کے والد مشہور شاعر تھے، ابوعبید بن مسعود ثقفی جو معرکہ جسر میں امیر تھے، بعد شہادت اسی نام سے آپ کی تلاش ہوئی، آپ نے ایک ہاتھی کی تلوار سے سونڈ کاٹ ڈالی تھی جس پر اس نے آپ کو اپنے پاؤں تلے روندڈالا جیسا کہ پہلے گزرا، ابوقحافہ تیمی والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سال وفات پائی، ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن امیہ اموی یہ جو حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی والدہ ہیں اور قریش کی سردار عورتوں میں سے تھی، نہایت عقل مند اور صاحب الرائے خاتون تھی، غزوہ احد میں اپنے خاوند ابوسفیان کے ساتھ کفار کی طرف سے شریک ہوئی تھی اور کفار کو مسلمانوں کے قتل پر ابھارتی تھیں، جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کا مثلہ کیا اور انکا کلیجہ نکال کر چبا گئیں لیکن نگل نہ سکیں اور اگل دیا، ایسا اس لئے کیا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کے باپ اور بھائی کو غزوہ بدر میں قتل کیا تھا لیکن بعد میں فتح مکہ کے موقع پر اپنے خاوند سے ایک رات بعد مسلمان ہوگئیں تھی اور ان کا اسلام میں آنا بڑا اچھا ثابت ہوا۔

جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اپنے خاوند کے پاس اجازت کے لئے آئیں ابو سفیان نے کہا کہ ایک رات پہلے تو اس دین کا انکار کرتی تھی، کہنے لگیں کہ اللہ کی قسم! میں نے اس شب سے پہلے کبھی کسی بندہ کو اس مسجد میں عبادت کا حق ادا کرتے نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! سب لوگوں نے یہاں پوری رات نماز پڑھتے گزاری ہے، ابوسفیان نے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا سو کہا لیکن وہاں تنہا مت جاؤ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اور بقول بعض اپنے بھائی ابوحذیفہ بن عتبہ کے پاس گئی چنانچہ وہ ان کے ساتھ گئے، یہ نقاب اوڑھے ہوئے تھی، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ اور دیگر خواتین سب سے بیعت لیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگی، چوری نہ کروگی اور بدکاری نہ کروگی تو یہ کہنے لگیں کہ کیا آزاد عورت بھی بدکاری کیا کرتی ہے؟ اور جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کروگی تو یہ کہنے لگیں کہ ہم بچوں کو بچپنے میں پرورش کرتی ہیں لیکن آپ ان کو بڑے ہوجانے پر قتل کردیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی بہتان نہ باندھوگی اور نہ آپ کی نافرمانی کروگی ابھی آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ ہند بنت عتبہ فوراً بولیں کہ نیک کام میں، یعنی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، آپ ﷺ نے بھی فی معروف کا لفظ ذکر فرما کر اس کی تائید کی، یہ ان کی فصاحت اور دانائی کی دلیل ہے پھر کہنے لگیں کہ اللہ کی قسم! اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم روئے زمین پر جو بھی گھروں یا خیموں میں رہنے والے لوگ ہیں ان کے متعلق مجھے یہ بات محبوب تھی کہ وہ آپ کے گھر والوں سے ذلت حاصل کریں، لیکن اللہ کی قسم! آج کی صبح روئے زمین پر ہر گھر اور خیمے والوں کے متعلق مجھے یہ بات پسند ہے کہ وہ آپ کے گھر والوں سے عزت حاصل کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسا ہی ہوگا۔

پھر ہند بنت عتبہ نے ابوسفیان کے بخل کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا معروف طریقے پر جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کفایت کرلے وہ تم اس کے مال سے لے سکتی ہو اور آپ کا قصہ فاکہہ بن مغیرہ کے ساتھ وہ مشہور معروف ہے، ہند بنت عتبہ اپنے خاوند ابوسفیان کے ساتھ یرموک کی لڑائی میں شریک ہوئی تھی جس دن ابوقحافہ کی ۱۴ھ میں وفات ہوئی اسی دن ان کی وفات ہوئی، آپ معاویہ بن ابی سفیان کی والدہ ہیں۔

۱۵ھ کے واقعات......ابن جریر کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس سال سعد بن ابی وقاص نے کوفہ شہر بسایا اور ابن بقیلہ نے اس کی رہنمائی کی تھی اور کہا تھا کہ اے سعد میں آپ کو زمین کا ایسا حصہ بتاؤں جو کٹاؤ سے بلند اور جنگل سے نشیب میں ہے اور پھر موجودہ کوفہ کی جگہ بتائی، راوی کہتے ہیں کہ اس سال مرج الروم کا معرکہ ہوا اور یہ اس وقت ہوا جب ابوعبیدہ اور خالد بن ولید امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مطابق معرکہ فحل سے فارغ ہوکر حمص جانے کے ارادے سے واپس لوٹے جیسا کہ سیف بن عمر کی روایت ماقبل میں گذر چکی ہے اور دونوں چلتے رہے

یہاں تک کہ ذی الکلاع مقام پر نزول کیا، ہرقل نے توذرانامی ایک جرنیل لشکر کے ساتھ بھیجا جس نے مرج دمشق اور اس کے مغرب میں پڑاؤ کیا سخت سردی کا آغاز ہو گیا ابوعبیدہ نے مرج الروم سے آغاز کیا رومیوں کا ایک اور امیر بھی جس کا نام شنس تھا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آ گیا، ابوعبیدہ اور اس کی آپس میں جنگ ہوگئی، شنس اور اس کے لشکر نے ابوعبیدہ کو توذرا سے غافل کر دیا تو ذرا دمشق کیطرف چلا تا کہ وہاں کے امیر یزید بن ابی سفیان سے جنگ کرے اور ان سے دمشق چھین لے، خالد بن ولید توذرا کے پیچھے گئے اور سامنے سے یزید بن ابی سفیان بھی دمشق سے توذرا کے مقابلہ کے لئے نکلے پس قتال شروع ہو گیا، خالد بن ولید جب وہاں پہنچے تو اس وقت معرکہ گرم تھا خالد بن ولید نے توذرا کے لشکر کو پیچھے سے کاٹنا شروع کر دیا اور یزید بن ابی سفیان انہیں سامنے سے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ بھاگنے والوں کے سوا سب قتل ہو گئے، خالد بن ولید کے ہاتھوں توذرا بھی مقتول ہو گیا مسلمانوں نے رومیوں سے بہت سے اموال غنیمت کے طور پر حاصل کئے اور دونوں لشکروں نے آپس میں تقسیم کر لئے اس کے بعد یزید بن ابی سفیان دمشق کی طرف لوٹ آئے اور خالد بن ولید ابوعبیدہ کے پاس چلے گئے وہاں ان کو مرج الروم میں شنس کے ساتھ جنگ کرتے پایا، اور ابوعبیدہ نے ان کے ساتھ زبردست جنگ کی یہاں تک کہ زمین رومیوں کی لاشوں سے بدبودار ہوگئی، شنس بھی ابوعبیدہ کے ہاتھوں مارا گیا، آپ نے حمص تک رومیوں کا تعاقب کیا اور وہاں جا کر حمص کا بھی محاصرہ کر لیا۔

حمص کا پہلا معرکہ [1] ...... جب ابوعبیدہ رومیوں کے تعاقب میں حمص جا پہنچے تو وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا، خالد بن ولید بھی ان کے ساتھ آ ملے پس ان حضرات نے محاصرہ کو سخت وشدید کر دیا، یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اہل شہر نے اس امید پر استقامت دکھائی کہ سخت سردی ان کو یہاں سے جانے پر مجبور کر دیگی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبر عظیم کا مظاہرہ کیا کئی لوگوں کا بیان ہے کہ رومیوں میں سے کوئی شخص آتا تو وہ اپنے موزوں میں الجھ کر گر پڑتا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاؤں میں جوتیوں کے سوا کچھ نہ تھا لیکن اس کے باوجود ان کے پاؤں اور انگلیوں کو کوئی گزند نہ پہنچی، اسی محاصرہ کی حالت میں سردیوں کا موسم ختم ہو گیا اور صحابہ کرام نے محاصرہ اور مزید سخت کر دیا، اہل شہر کے بعض بڑے بوڑھوں نے شہر والوں کو صلح کا مشورہ دیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا ہم ان سے صلح کریں، حالانکہ ہمارا بادشاہ ہم سے بالکل قریب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے انہی دنوں ایک مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے شہر گونج اٹھا اور اس کی دیواروں میں ڈراڑیں پڑ گئیں، پھر دوسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا تو شہر کے بعض مکانات گر پڑے، اہل شہر دوڑے دوڑے اپنے بڑے بوڑھوں کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم پر کیا بلاء نازل ہوئی اور ہم کس مصیبت میں ہیں؟ آپ لوگ ہماری طرف سے ان سے صلح کیوں نہیں کر لیتے؟

راوی کہتے ہیں کہ پھر اہل حمص نے اہل دمشق والی شرائط پر صلح کر لی یعنی نصف مکانات پر اور ان کی زمینوں پر خراج لگا دیا گیا اور مالداری وفقر کے حساب سے ان سے جزیہ لیا گیا۔ ابوعبیدہ نے مال غنیمت کا خمس اور فتح کی بشارت کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، ابوعبیدہ نے حمص کے اندر ایک بڑا لشکر ٹھہرایا اور امراء کی ایک جماعت نے بھی ان کے ساتھ قیام کیا جن میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد وغیرہ تھے پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہرقل دریا پار کر کے جزیرے کی طرف چلا گیا ہے کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی روپوش ہو جاتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے شہر میں قیام کریں۔

قنسرین کا معرکہ [2] ...... جب ابوعبیدہ نے حمص فتح کر لیا تو خالد بن ولید کو قنسرین کی طرف بھیجا جب یہ وہاں پہنچے تو اہل قنسرین اور جو ان کے ساتھ نصاریٰ عرب تھے سب نے مل کر حملہ کر دیا خالد بن ولید نے ان کے ساتھ شدید قتال کیا اور ان میں سے بڑی خلقت کو قتل کر دیا اور یہاں کے رومیوں کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا، یہاں تک کہ ان کے امیر میناس کو بھی قتل کر دیا، جنگ کے اختتام پر اعرابی لوگ معذرت کرنے کے لئے خالد بن ولید کے پاس آئے اور کہا کہ یہ جنگ ہمارے مشورہ سے نہیں ہوئی، خالد بن ولید نے ان کی معذرت کو قبول فرما لیا اس کے بعد آپ شہر کی طرف گئے بچے کھچے رومی اس میں قلعہ بند ہو گئے، خالد بن ولید نے یہ صورتحال دیکھ کر فرمایا کہ اگر تم بادلوں میں بھی چھپ جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ہمیں تم تک پہنچا

(۱) المنتظم فی التاریخ : ۴/ ۱۹۰، وتاریخ الطبری : ۲/ ۴۴۴، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۴۱.

(۲) المنتظم فی التاریخ : ۴/ ۱۹۱، وتاریخ الطبری : ۲/ ۴۴۵، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۴۳.

دے گا یا تمہیں ہماری طرف اترنے پر مجبور کر دے گا، آپ نے مسلسل انکار کئے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح عطا فرما دی، وللہ الحمد۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فتح کی خوشخبری جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس آدمی تھے اللہ کی قسم میں نے ان کو کسی شک وشبہ کی بناء پر معزول نہیں کیا بلکہ مجھے یہ خوف لاحق ہوا تھا کہ کہیں لوگ (اللہ سے نظریں ہٹا کر) ان پر بھروسہ نہ کرنے لگ جائیں۔

اسی سال ہرقل اپنی افواج کے ساتھ واپس پلٹا اور ملک شام چھوڑ کر ملک روم کی طرف کوچ کر گیا ابن جریر نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے اسی طرح بیان کیا ہے اور کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۱۶ھ کا ہے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ ہرقل جب بھی بیت المقدس کی زیارت کے لئے آتا تو جاتے ہوئے کہتا کہ اے سوریہ! تجھ پر سلام، ایسے رخصت ہونے والے کا سلام کہ جس نے لوٹتے وقت تجھ پر سے کوئی حاجت پوری نہیں کی جب اس نے شام سے کوچ کا پختہ عزم کر لیا اور اس ارادہ سے الرھا تک پہنچ گیا تو وہاں کے باشندوں سے مطالبہ کیا کہ روم تک میری مصاحبت کریں لیکن انہوں نے کہا کہ ہمارا یہاں ٹھہرنا آپ کی مصاحبت سے زیادہ مفید ہے اس پر اس نے مطالبہ ترک کر دیا جب وہ شمشان کے علاقے میں پہنچا تو اس کی ایک بلند چوٹی پر چڑھ کر بیت المقدس کی طرف کا رخ کیا اور کہا اے سوریہ! تجھ کو سلام ایسا سلام کہ جس کے بعد ملاقات نہ ہوگی ہاں ہاں میں تجھے رخصت وجدا ہونے والا اسلام پیش کر رہا ہوں، اور تیری طرف کوئی رومی لوٹ کر نہیں آئے گا مگر انتہائی خوفزدہ حالت میں، یہاں تک کہ ایک منحوس بچے کی ولادت نہ ہو جائے، اور اے کاش! کہ وہ پیدا نہ ہو، اس کے کارنامے کس قدر اچھے اور شیریں ہوں گے لیکن رومیوں کے خلاف انجام کار اس قدر تلخ ہوگا پھر ہرقل روانہ ہو گیا اور قسطنطنیہ جا کر نزول کیا وہاں اس کی حکومت مضبوط ہوگئی اس نے اپنے ساتھ آنے والے ایک آدمی سے کہا جو مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا تھا کہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں آگاہ کرو اس نے کہا کہ آپ ان کو گویا اس حال میں دیکھ رہے ہیں کہ وہ دن کو گھوڑے پر سوار ہیں اور رات کو مصلّٰی پر کھڑے ہیں وہ اپنے ذمیوں سے بھی کوئی چیز خرید کر کھاتے ہیں بوقت داخلہ سلام کرتے ہیں جس سے جنگ کرتے ہیں اولاً اسے سمجھاتے ہیں وگرنہ اس کا کام تمام کر دیتے ہیں، ہرقل نے یہ سن کر کہا اگر تو نے سچ کہا ہے تو وہ میرے ان قدموں کی جگہ کے بھی مالک بن جائیں گے میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے بنی امیہ کے زمانے میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا لیکن فتح نہ کر سکے لیکن عنقریب مسلمان آخری زمانے میں اس پر قبضہ کر لیں گے جیسا کہ ہم کتاب الملاحم میں اس کو ذکر کریں گے، اور یہ خروج دجال سے کچھ ہی عرصہ پہلے ہوگا جیسا صحیح مسلم ودیگر کتب حدیث میں اس موضوع پر صحیح احادیث منقول وموجود ہیں وللہ الحمد ولمنہ۔

اور اللہ تعالیٰ نے رومیوں پر قیامت تک کے لئے بلاد شام پر غالب آنا حرام کر دیا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے (الحدیث) اور جس چیز کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی اسکا بعینہ وقوع ہو چکا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور عنقریب یقیناً اس خبر کا بھی ظہور ہوگا کہ قیصروں کی حکومت کبھی بھی ملک شام کی طرف نہ لوٹے گی اسلئے کہ قیصر اہل عرب کے نزدیک اسم جنس ہے جو ہر اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو بلاد روم کے ساتھ ساتھ بلاد شام پر بھی قابض ہو، اور یہ بات انہیں دوبارہ کبھی حاصل نہ ہوگی۔

قیساریہ کا معرکہ [1] ......ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان کو قیساریہ کا امیر مقرر فرمایا اور ان کی طرف لکھا کہ امابعد! میں نے آپ کو قیساریہ کا والی حکومت مقرر کیا ہے لہٰذا تم اس کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اہل قیساریہ کے خلاف اللہ ہی سے مدد طلب کرو، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا بکثرت ورد رکھو، اللہ ہی ہمارا رب ہے اسی پر ہمارا بھروسہ اور وہی ہماری امیدوں کا مرکز ہے وہی ہمارا آقا ومولیٰ ہے اور وہ کیا ہی بہترین آقا اور کیا ہی بہترین مددگار ہے پس معاویہ بن ابی سفیان قیساریہ کی طرف روانہ ہو گئے اور جا کر شہر کا محاصرہ کر لیا، اہل شہر نے کئی مرتبہ چڑھائی کی اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں چلتی رہیں، بلا آخر ایک زبردست جنگ ہوئی۔

(۱) تاریخ الطبری : ۲/۴۴۶، والکامل فی التاریخ : ۲/۳۴۶.

حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اہل قیساریہ کی ایک نہ سنی اور ان سے شدید قتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمادی، اس جنگ میں اہل قیساریہ کے اسی ہزار آدمی مقتول ہوئے اور پورے ایک لاکھ افراد نے میدان جنگ میں شکست کھائی، حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے خمس اور فتح کی خوشخبری امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کردی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایلیاء کی طرف جانے اور وہاں کے حاکم سے جنگ کرنے کا حکم دیا پس وہ اسی سفر میں راستے میں رملہ کے پاس ایک رومی لشکر کے پاس سے گزرے اور وہاں اجنادین کا معرکہ پیش آ گیا۔

اجنادین کا معرکہ[1] ......اس معرکہ کی تفصیلات یہ ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر ایلیاء کی طرف روانہ ہوئے، آپ نے میمنہ پر اپنے فرزند عبداللہ بن عمرو کو اور میسرہ پر جنادہ بن تمیم مالکی کو جو بنو مالک بن کنانہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کو مقرر کیا اور اردن پر ابوالاعور السلمی کو اپنا جانشین نامزد کیا جب آپ رملہ پہنچے تو وہاں رومیوں کا ایک بڑا لشکر پایا جن کا جرنیل ارطبون نامی شخص تھا جو ان کا سب سے بڑا دانش مند، دور اندیش اور کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا تھا اس نے رملہ میں بھی ایک بڑا لشکر جمع کیا ہوا تھا اور ایلیاء میں بھی ایک بڑا لشکر متعین کیا ہوا تھا، عمرو بن العاص نے صورتحال سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا جب یہ خط حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے عربی ارطبون کے ذریعے رومی ارطبون کو مارا ہے دیکھیں اب کیا صورتحال سامنے آتی ہے، عمرو بن العاص نے علقمہ بن حکیم فراسی اور مسروق بن بلال العکی کو اہل ایلیاء کے ساتھ قتال کرنے کے لئے بھیجا ہے اور حضرت ابوایوب مالکی کو رملہ کی طرف روانہ کیا رملہ پر تذارق حاکم تھا یہ تمام مسلم امراء ان کے خلاف صف آراء ہو گئے جن کے مقابلہ میں ان کو بھیجا گیا تھا تا کہ ان کو عمرو بن العاص کی طرف سے غفلت میں ڈال دیں، عمرو بن العاص کے پاس جب بھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی کمک آتی تو اس کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ ان دونوں مقامات کی طرف بھیج دیتے اور خود عمرو بن العاص نے اجنادین میں قیام فرمایا، آپ ارطبون کی طرف سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ تھے اور نہ قاصد آپ کی تسلی کر سکتے تھے اس لئے آپ خود قاصد کے روپ میں ارطبون کے پاس جا پہنچے اور اس سے نہایت بلیغ گفتگو فرمائی، اپنی بات اس کو پہنچائی اور اس کی گفتگو کو بھی سنا اور خوب غور و تامل کر کے اسکی مراد کی تہہ تک پہنچ گئے، ارطبون نے اپنے دل میں کہا کہ یقیناً یہ یا تو عمرو بن العاص ہیں یا ایسا شخص ہے جس کی رائے پر حضرت عمرو بن العاص چلتے ہیں اور میں اپنی قوم کو کسی ایسے کام کا مکلف نہیں بناؤں گا جو ان کے قتل سے بڑھ کر ہو، پھر اس نے ایک محافظ کو بلایا اور اس سے سرگوشی کی کہ اس کو اچانک قتل کرنا ہے لہٰذا تم فلاں فلاں مقام پر کھڑے ہو جاؤ، جب یہ تمہارے پاس سے گزریں تو ان کا کام تمام کر دینا، عمرو بن العاص نے اس سازش کو بھانپ لیا اور کہا کہ اے امیر! میں نے آپ سے تمام باتیں کر لی ہیں اور آپ نے میری بھی سنی ہے اور میں نے آپ کی سنی ہے، میں ان دس آدمیوں میں سے ایک ہوں جن کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس والی یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے کے لئے بھیجا ہے تا کہ ہم ان کے کاموں کا جائزہ لیتے رہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ان سب کو آپ کے پاس لاؤں وہ آپ کی باتیں سنیں اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ بھی دیکھ لیں، ارطبون نے کہا کہ ہاں ہاں ضرور، تم جاؤ اور ان سب کو میرے پاس لے آؤ، پھر اس نے ایک کو بلایا اور اسے سرگوشی میں کہا کہ فلاں جگہ فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور اسے واپس میرے پاس بھیج دو، عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور اپنے لشکر کی طرف چلے بعد میں ارطبون کو معلوم ہوا کہ یہ تو عمرو بن العاص تھے اور کہا کہ اس شخص نے مجھے دھوکہ دیدیا، اللہ کی قسم! یہ عرب کا دانش مند ترین آدمی ہے۔

جب یہ قصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو فرمایا کہ عمرو بن العاص کی خوبیوں کے کیا کہنے، پھر عمرو بن العاص نے اس کی افواج پر حملہ کر دیا اور اجنادین میں معرکہ یرموک کی طرف ایک عظیم معرکہ برپا ہو گیا اور طرفین کے بکثرت آدمی مقتول ہو گئے بقایا لشکر جو ایلیاء وغیرہ کی طرف بھیجے گئے تھے وہ بھی آ کر عمرو بن العاص کے ساتھ مل گئے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حاکم ایلیاء اپنی افواج کے ساتھ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے ان کو محاصرہ سے تھکا دیا، سو یہ عمرو بن العاص کی طرف چلے آئے، عمرو بن العاص کے لشکر میں ان کی آمد سے اضافہ ہو گیا۔

ارطبون نے عمرو بن العاص کو لکھا کہ تو میرا ساتھی اور میری نظیر ہے میری جو حیثیت اپنی قوم میں ہے وہی حیثیت تیری تیری قوم میں ہے، اللہ کی

(۱) تاریخ الطبری : ۲/ ۴۴۷، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۴۶

قسم تم اجنادین کے بعد فلسطین میں سے کچھ فتح نہ کرسکو گے لہٰذا تم واپس چلے جاؤ اور دھوکہ میں نہ پڑو، وگرنہ پہلے لوگوں کی طرح تمہیں بھی شکست سے دوچار ہونا پڑیگا، عمرو بن العاص نے ایک آدمی کو جو رومی زبان جانتا تھا بلایا اور اسے ارطبون کی طرف بھیجا اور کہا کہ وہ تمہیں جو کچھ کہے اسے سنو اور مجھے آ کر بتلانا، اور ایک خط بھی ارطبون کے نام سے دیا، اس میں لکھا کہ تمہارا مکتوب مجھے ملا تم اپنی قوم میں میرے ہم مثل اور میری نظیر ہو، کاش تمہیں کوئی عادت غلطی میں مبتلا کرے، تم میری فضیلت سے جاہل و ناواقف ہو، تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ہی ان علاقوں کا فاتح ہوں اور میرا یہ خط اپنے مشیروں اور وزراء کی موجودگی میں پڑھنا، ارطبون کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اس نے اپنے اصحاب اور وزراء کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ خط پڑھا اس کے اصحاب و وزراء نے اس سے کہا کہ تم نے یہ کہاں سے معلوم کیا کہ یہ شخص ان علاقوں کا فاتح نہیں ہے ارطبون نے کہا کہ اس کا فاتح ایسا شخص ہے جس کے نام کے تین حرف ہیں پس قاصد یہ گفتگو سن کر واپس حضرت عمرو بن العاص کے پاس پہنچا اور انہیں آپس کی گفتگو کے بارے میں بتلایا، عمرو بن العاص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ان سے کمک طلب کی اور کہا کہ میں ایک زبردست جنگ میں ایسے شہروں کے لئے مشغول ہوں جو آپ کے لئے ذخیرہ کئے گئے ہیں سو آپ کی کیا رائے ہے، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا تو آپ نے پہچان لیا کہ عمرو بن العاص نے یہ بات کچھ معلوم ہونے پر ہی کہی ہے لہٰذا آپ نے فتح بیت المقدس کے لئے شام جانے کا پختہ ارادہ کر لیا جیسا کہ عنقریب ہم اس کی تفصیل بیان کریں گے۔

سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ شام کا سفر کیا ہے پہلی مرتبہ فتح بیت المقدس کے موقع پر اور اس مرتبہ آپ گھوڑے پر سوار تھے، دوسری مرتبہ اونٹ پر سوار تھے اور تیسری مرتبہ آپ مقام سرغ تک پہنچے تھے کہ شام میں وباء (طاعون) پھیل گئی لہٰذا آپ وہیں سے واپس لوٹ آئے اور چوتھی مرتبہ شام میں داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ دراز گوش پر سوار تھے، ابن جریر نے بھی ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح[1] ...... ابوجعفر بن جریر نے سیف بن عمر سے نقل کرتے ہوئے اس فتح کا ذکر اسی سال میں کیا ہے، ان کے اور دیگر مورخین کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوعبیدہ جب دمشق کی مہم سے فارغ ہو گئے تو اہل ایلیاء کو خط لکھا اور انہیں اللہ اور اس کے دین اسلام کی طرف بلایا اگر یہ قبول نہیں کرتے تو جزیہ ادا کریں وگرنہ جنگ کا اعلان سن لیں، اہل ایلیاء نے کوئی بھی صورت قبول کرنے سے انکار کر دیا، پس ابوعبیدہ نے دمشق پر سعید بن زید کو خلیفہ بنایا اور لشکر کے ساتھ ایلیاء کے لئے رخت سفر باندھا اور وہاں پہنچ کر بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اور اس محاصرہ کو اس قدر شدید اور تنگ کیا کہ اہل ایلیاء صلح پر تیار ہو گئے لیکن یہ شرط لگا دی کہ اس کام کے لئے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنفس نفیس تشریف لائیں، ابوعبیدہ نے ان کی یہ شرط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کیا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ تشریف نہ لے جائیں تاکہ اہل کفر کی خوب تحقیر و ذلت ہو لیکن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ آپ ضرور تشریف لے جائیں تاکہ مسلمانوں کو ان کے محاصرہ میں جو پریشانیاں اور تکلیفیں اٹھانی پڑ رہی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور مدینہ منورہ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر بمعہ لشکر شام روانہ ہو گئے، عباس بن عبدالمطلب آپ کے لشکر کے مقدمہ کے طور پر آگے چلے گئے جب یہ لشکر شام پہنچا تو ابوعبیدہ اور دیگر امرائے مسلمین مثلاً خالد بن ولید اور یزید بن ابی سفیان وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا، ابوعبیدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک چومنے کے ارادے سے آگے بڑھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کے پاؤں چومنے کا ارادہ کیا یہ دیکھ کر ابوعبیدہ رک گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رک گئے پھر یہ لوگ چلے اور بیت المقدس کے نصاریٰ سے صلح کی اور تین دن کے اندر اندر ان پر روم خالی کرنے کی شرط لگا دیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے اس دروازے سے داخل ہوئے جس سے رسول اللہ ﷺ شب معراج میں داخل ہوئے تھے۔

(۱) المنتظم فی التاریخ : ۴/ ۱۹۳، وتاریخ الطبری : ۲/ ۴۴۸، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۴۷

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس میں داخل ہوئے تو آپ نے تلبیہ پڑھا، پھر محراب داؤدی میں تحیۃ المسجد پڑھی اور مسلمانوں کو اس میں فجر کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں آپ نے سورہ ص تلاوت کی اور اس میں سجدہ تلاوت بھی کیا اور دوسری رکعت میں سورہ بنی اسرائیل تلاوت کی اس کے بعد صخرۃ بیت المقدس کی طرف آئے اور اس کی جگہ کے بارے میں کعب احبار سے استفسار کیا، کعب احبار نے مشورہ دیا کہ اس صخرہ کے پیچھے مسجد بنادی جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ تم نے یہود کے ساتھ مشابہت والی بات کہی، پھر آپ نے بیت المقدس کے قبلہ کی سمت میں مسجد بنائی جسے آجکل مسجد عمر کہتے ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صخرہ بیت المقدس سے اپنی چادر اور جبہ میں مٹی بھر بھر کر ہٹائی، مسلمان بھی اس کام میں ان کے شریک ہوئے بقیہ مٹی اٹھانے اور صفائی ستھرائی کے۔لئے آپ نے اہل اردن کو مامور کیا نصاریٰ روم نے صخرہ کو کوڑی (کچراڈالنے کی جگہ) بنا رکھا تھا، اس لئے کہ یہ یہود کا قبلہ تھا حتیٰ کہ عورتیں گھروں سے اپنے حیض کے کپڑے یہاں ڈالنے کے لئے بھیجا کرتی تھیں اور یہ سب کچھ یہود سے بدلہ لینے کے لئے کیا جاتا تھا اس لئے کہ یہود نے بھی ان کے قمامہ نامی مقام کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا، قمامہ یہ وہ جگہ ہے جہاں یہود نے مصلوب کو پھانسی دی تھی پھر اس کی قبر پر انہوں نے کوڑا کرکٹ ڈالنا شروع کر دیا تھا اسی وجہ سے اس جگہ کا نام قمامہ پڑ گیا، اس لئے کہ قمامہ کوڑا ڈالنے کی جگہ کو کہتے ہیں بعد میں یہ نام اس کلیساء کا پڑ گیا جسے نصاریٰ نے وہاں تعمیر کیا تھا۔

ہرقل جس وقت ایلیاء میں تھا تو اسکے پاس نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی پہنچا اس نے نصاریٰ کو اس بارے میں وعظ ونصیحت کی کہ انہوں نے صخرہ پر حد سے زیادہ کوڑا و کچرا ڈال ڈال کر اسے محراب داؤدی تک پہنچا دیا تھا ہرقل نے ان سے کہا کہ تم لوگوں نے کوڑا کچرا ڈال کر چونکہ مسجد کی بے حرمتی کی ہے اس لئے تم اسی طرح قتل کئے جانے کے لائق ہو جس طرح کہ بنو اسرائیل یحیٰ بن زکریا کو شہید کرنے کے جرم میں قتل کئے گئے پھر اس نے اس کوڑے کرکٹ کو ہٹانے کا حکم دیا لوگ اس کے ہٹانے میں لگ گئے ابھی ایک ثلث کچرا ہی ہٹایا تھا کہ مسلمانوں نے اسے فتح کرلیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے صاف کرنے کا حکم دیا، یہ قصہ مکمل طور پر اسانید ومتون کے ساتھ حافظ بہاء الدین بن ابی القاسم بن عساکر نے اپنی کتاب المستقصی فی فضائل المسجد الاقصیٰ میں ذکر کیا ہے۔

سیف بن عمر نے اپنے سلسلہ کلام میں بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پر علی بن ابی طالب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود مدینہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے تا کہ مسافت سفر سرعت کے ساتھ طے ہو سکے، یہاں تک کہ آپ جابیہ پہنچ گئے وہاں آپ نے نزول فرمایا اور اہل جابیہ کو ایک طویل وبلیغ خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنے باطن کی اصلاح کرلو تمہارا ظاہر از خود درست ہو جائے گا اور تم اپنی آخرت کے لئے اعمال کرو، تمہارے دنیا کے کاموں کی کفایت ہو جائیگی، اور اس بات کو جان لو کہ تم میں سے کسی کے درمیان اور آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی باپ زندہ موجود نہیں اور نہ کسی کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی قرابت داری ہے پس جو شخص جنت کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ جماعت کو لازم پکڑے، اس لئے کہ ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے لیکن دو سے وہ بہت دور ہوتا ہے اور تم میں سے کوئی کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے، اس لئے کہ اس صورت میں تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوگا اور جس آدمی کو اس کی نیکی اچھی لگے اور اپنی برائی سے وہ مغموم ہو تو یہ شخص مؤمن ہے، یہ ایک طویل خطبہ تھا، ہم نے اس کا یہاں اختصار کیا ہے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل جابیہ سے مصالحت کی اور بیت المقدس کی طرف کوچ کر گئے اور اپنے امرائے اجنادین کو لکھا کہ وہ سب فلاں دن آکر جابیہ میں مجھ سے ملاقات کریں، سو وہ امراء جابیہ میں جمع ہو گئے سب سے پہلے یزید بن ابی سفیان، پھر ابوعبیدہ پھر خالد بن ولید اپنی اپنی افواج کے ساتھ پہنچے، ان کے جسم پر دیباج کی قباء تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کنکریاں مارنے کے لئے ان کی طرف بڑھے لیکن انہوں نے عذر کیا کہ وہ اس وقت ہتھیار بند اور مسلح ہیں اور جنگوں میں اس لباس کی ضرورت پیش آتی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش ہو گئے گویا کہ ان کا عذر قبول کرلیا ہے، جابیہ آنے والے امراء میں عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ تھے یہ دونوں حضرات اجنادین میں ارطبون کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے ابھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک رومیوں کا ایک دستہ ہاتھوں میں تلواریں لٹکائے پہنچا، مسلمان بھی مسلح ہو کر ان کی طرف بڑھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ امان طلب کرنے کے لئے آئے ہیں اور خود بھی ان کے قریب پہنچ گئے یہ لوگ اصل میں بیت المقدس کے محافظین تھے جب انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آمد کے متعلق سنا تو آپ سے طلب امان اور صلح کے لئے حاضر ہوئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست

پوری کر دی اور انہیں امان و صلح نامہ لکھ دیا اور ان پر جزیہ عائد کر دیا اور مزید کچھ شرطیں بھی ان پر مقرر کیں جن کا ابن جریر نے ذکر کیا ہے، معاویہ بن ابی سفیان اس صلح نامہ کے کاتب تھے اور ان کے ساتھ ساتھ خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے اس صلح نامہ پر دستخط کئے، یہ واقعہ ۱۵ھ کا ہے۔

اس کے بعد اہل لد اور جو وہاں موجود تھے ان کے لئے ایک اور صلح نامہ لکھوایا ان پر بھی جزیہ مقرر کیا جن شرائط کے ساتھ اہل ایلیاء کے ساتھ مصالحت کی تھی اسی مصالحت میں ان کو بھی داخل کر لیا گیا، ارطبون ملک مصر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور وہیں رہا یہاں تک کہ مصر عمرو بن العاص کے ہاتھوں فتح ہو گیا اس کے فتح ہونے پر یہ سمندری جزائر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والی فوجوں کی امداد کرتا رہا یہاں تک کہ قبیلہ قیس کے ایک شخص کے ہاتھ چڑھ گیا ارطبون نے قیسی آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا لیکن قیسی جوان نے بھی اس کا کام تمام کر دیا اور پھر یہ اشعار کہے:

(۱)۔۔۔۔ اگر چہ رومیوں کے ارطبون نے بڑا نقصان پہنچایا لیکن یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہتری ہوگی۔

(۲)۔۔۔۔ اور ارطبون نے اگر چہ میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں نے بھی بلا آخر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑا ہے۔

جب اہل رملہ اور اس کے آس پاس علاقے والوں نے صلح کر لی تو عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ جابیہ پہنچ گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو انہوں نے سوار پایا جب قریب پہنچے تو دونوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھٹنے کو بوسہ دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے ساتھ اکٹھا معانقہ کیا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے ان کا گھوڑا شوخی کرنے لگا تو ایک ترکی گھوڑا سواری کے لئے لایا گیا اس نے بہت ہی تیز رفتاری دکھائی، آپ اس سے اترے اور اس کے چہرے پر ضرب لگائی اور فرمایا کہ جس نے تجھے سکھایا اللہ اسے نہ سکھائے اور فرمایا کہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اس کے علاوہ نہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی بھی آپ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے، اجنادین کے علاوہ ایلیاء اور اس کا تمام علاقہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور اجنادین عمرو بن العاص اور قیساریہ معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھوں فتح ہوئے یہ تمام عبارت سیف بن عمر کی تھی لیکن دیگر علمائے سیر نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا ان کا کہنا ہے کہ بیت المقدس ۱۶ھ میں فتح ہوا تھا۔

محمد بن عائذ ولید بن مسلم سے وہ عثمان بن حصن بن علان سے وہ یزید بن عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ بیت المقدس ۱۶ھ میں فتح ہوا اور اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ آئے اور ابوذرعہ دمشقی دحیم سے اور وہ ولید بن مسلم سے مزید یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ پھر ۱۷ھ میں آپ دوبارہ آئے لیکن بہت جلد لوٹ گئے پھر ۱۸ھ میں تشریف لائے اس موقع پر سب امراء جمع ہو کر آپ کے پاس پہنچے اور اپنے پاس جمع شدہ تمام اموال آپ کے سپرد کئے، آپ نے وہ تمام اموال تقسیم فرمائے، افواج کی از سر نو تنظیم اور نئی بھرتیاں کیں، شہری حدود متعین فرمائیں اور پھر مدینہ واپس لوٹ گئے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ۱۶ھ میں جابیہ اور بیت المقدس فتح ہوئے اور ابو معشر کہتے ہیں کہ ۱۶ھ میں عمواس اور جابیہ فتح ہوئے اور ۱۷ھ میں وباء آئی پھر ۱۸ھ میں سخت ترین قحط پڑا اور اسی سال طاعون عمواس پھیلا، عمواس مشہور و معروف شہر کا نام ہے اس شہر میں چونکہ ۱۸ھ میں طاعون پھیلا تھا جس کا بیان انشاء اللہ عنقریب آئیگا اسی شہر کی مناسبت سے اس طاعون کو طاعون عمواس کہتے ہیں۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام آئے اور غوطہ دمشق کو دیکھا تو وہاں محلات اور باغات کو دیکھ کر یہ آیت تلاوت فرمائی

کم ترکوا من جنت وعیون وزروع ومقام کریم ونعمة کانوا فیها فاکهین کذلک واورثناها قوما آخرین.

جس کا ترجمہ یہ ہے: ''وہ کتنے ہی باغات، چشمے، کھیتیاں، عمدہ مکانات اور راحت کے سامان جن میں وہ خوش و خرم رہا کرتے تھے چھوڑ گئے یہ قصہ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا دوسری قوم کو وارث بنا دیا'' (سورہ دخان، آیت ۲۵ تا ۲۸)

اس کے بعد نابغہ کے لئے دو شعر پڑھے:

(۱)۔۔۔۔ وہ دونوں زمانے کے بڑے بہادر نوجوان ہیں، دن اور رات ان پر پے در پے حملے کرتے ہیں۔

(۲)۔۔۔۔ اور وہ دونوں جب کسی خوشحالی قبیلے کے پاس گزرتے ہیں، تو ان کے پاس قیام کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بھی مصائب کا شکار

ہو جاتے ہیں۔

اس تفصیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دمشق میں داخل ہوئے ہیں لیکن کوئی مؤرخ بھی اس کا قائل نہیں کہ آپ اپنی تینوں مرتبہ آمد میں سے کسی مرتبہ بھی دمشق میں داخل ہوئے ہوں، پہلی آمد تو یہی ہے کہ آپ جابیہ سے چل کر بیت المقدس پہنچے جیسا کہ سیف وغیرہ نے بیان کیا ہے اور واقدی کہتے ہیں کہ اہل شام کے علاوہ دیگر سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دو مرتبہ شام میں داخل ہوئے ہیں اور تیسری مرتبہ ۱۷ھ میں مقام سرغ ہی سے واپس لوٹ گئے تھے۔ اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیسری مرتبہ آپ دمشق اور حمص میں داخل ہوئے تھے لیکن واقدی نے اس کا شدت سے انکار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات معروف نہیں کہ آپ دمشق میں داخل ہوئے ہوں البتہ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں ضرور داخل ہوئے تھے جیسا کہ ہم نے ماقبل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ہم نے یہ روایت بھی ابھی نقل کی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو کعب بن احبار سے صخرہ کی جگہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! وہ وادی جہنم سے اتنے اتنے ذراع کے فاصلے پر ہے انہوں نے پیمائش کی تو اسی مقام پر ملی، اور نصاریٰ نے اس جگہ کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنایا ہوا تھا جیسا کہ یہود نے ان کی جگہ قمامہ کے ساتھ یہ معاملہ کیا تھا۔

قمامہ وہ جگہ ہے جہاں ایک آدمی کو عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں پھانسی دی گئی تھی، لیکن یہود و نصاریٰ نے اس مصلوب کے بارے میں یہ یقین کر لیا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں صراحۃً ان کے اس عقیدے کی تکذیب فرمائی۔

مقصود کلام یہ ہے کہ جب نصاریٰ بعثت نبوی ﷺ سے تقریباً تین سال قبل بیت المقدس پر حکومت کرتے تھے تو انہوں نے قمامہ مقام کو صاف کیا اور وہاں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کیا جسے قسطنطنین بادشاہ کی والدہ نے بنوایا تھا جو اس شہر کا بانی تھا اور وہ شہر اسی کی طرف منسوب ہے، بادشاہ کی والدہ کا نام ہیلانہ الحرانیہ البندقانیہ ہے، بادشاہ نے اس کے حکم سے نصاریٰ کے لئے بیت لحم عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ بنوایا، ان کے خیال کے مطابق وہ مقبرہ کے قریب ہی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ نصاریٰ نے یہود کے قبلہ کی جگہ کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنایا اور یہ اس وجہ سے کہ قدیم زمانے میں یہود نے بھی ان کی مقدس جگہ کے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اور صخرہ کی جگہ کی تحقیق فرمالی تو وہاں سے کوڑا کرکٹ ہٹانے کا حکم دیا، کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی چادر مبارک سے وہاں جھاڑو لگائی پھر کعب احبار سے مشورہ کیا کہ مسجد کہاں بنائی جائے؟ انہوں نے کہا کہ صخرہ کے پیچھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ضرب لگا کر کہا کہ اے ام کعب کے بیٹے! تم نے یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کی اور پھر بیت المقدس کے آگے تعمیر مسجد کا حکم دیا۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھ سے اسود بن عامر نے ان سے حماد بن سلمہ نے ان سے ابی سفیان نے ان سے عبید بن آدم، ابومریم اور ابوشعیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ میں تھے اس کے بعد طویل روایت نقل کی اس میں فتح بیت المقدس کا ذکر بھی کیا اور ابوسفیان نے عبید بن آدم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ کعب احبار سے کہہ رہے تھے کہ تمہاری رائے میں میں نماز کہاں پڑھوں؟ کعب احبار نے کہا کہ اگر آپ میری رائے پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو صخرہ کے پیچھے نماز پڑھ لیں اس صورت میں تمام القدس آپ کے سامنے رہیگا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے یہود کی مشابہت اختیار کی ہے میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی پھر آپ قبلہ کی سمت آگے بڑھے اور نماز پڑھی، اس کے بعد صخرہ کی طرف آئے اور اپنی چادر پھیلا کر اس میں کوڑا کرکٹ، کچرا وغیرہ بھرنے لگے دیگر لوگ بھی کچرا اٹھانے اور جھاڑو دینے میں مشغول ہو گئے۔

یہ روایت سند جید کے ساتھ منقول ہے، حافظ ضیاء الدین مقدسی نے بھی اپنی کتاب مستخرج میں اس کو نقل کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب مسند عمر میں اس روایت کے رواۃ پر تفصیل سے کلام کیا ہے، مسند عمر نامی کتاب وہ کتاب ہے جس میں ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث مرفوعہ اور آثار موقوفہ فقہی ابواب کی ترتیب پر بیان کیں ہیں، وللہ الحمد والمنۃ۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے بحوالہ سالم نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو دمشق کا ایک یہودی آپ

کے سامنے آیا اور کہا کہ السلام علیک اے فاروق! کیا آپ حاکم ایلیاء ہیں؟ اور کہا اللہ کی قسم! آپ ایلیاء کو فتح کئے بغیر واپس لوٹ کر نہ جائیں گے۔

احمد بن مروان دینوری محمد بن عبد العزیز سے وہ اپنے والد سے وہ ہیثم بن عدی سے وہ اسامہ بن زید بن اسلم سے وہ اپنے والد سے اور وہ اسامہ کے دادا اسلم جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریش کے تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ دمشق تشریف لائے تھے پھر سب لوگ یہاں سے چلے گئے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی ضرورت سے شہر میں ہی ٹھہر گئے اسی دوران ایک جرنیل آیا اور آپ کو گدی سے پکڑ لیا اور جھگڑنے لگا لیکن آپ پر غالب نہ ہو سکا پھر اس نے آپ کو ایک مکان میں داخل کر دیا جہاں مٹی، کلہاڑا، بیلچہ اور زنبیل پڑی ہوئی تھی اور کہا کہ یہ مٹی یہاں سے ہٹا کر وہاں پھینکو اور باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا دوپہر کے وقت وہ دوبارہ آیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں متفکر بیٹھا ہوا تھا اور میں نے ذرا بھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی اس نے آ کر کہا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ اور میرے سر پر ایک مکہ رسید کیا میں نے جواباً کلہاڑا اٹھایا اور اسے دے مارا اور قتل کر دیا اور سیدھا باہر نکل آیا رات کی تاریکی میں ایک راہب کی خانقاہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اس نے اوپر سے جھانکا اور نیچے اتر کر اپنے ساتھ خانقاہ میں لے گیا اور کھلایا پلایا، ہدایا و تحائف سے نوازا اس دوران مجھے نہایت غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے میرے حالات دریافت کئے میں نے کہا میں اپنے ساتھیوں کو گم کر بیٹھا ہوں اس نے کہا کہ تم خوفزدہ نظروں کے ساتھ دیکھ رہے ہو اور میرے اندر کچھ علامتیں تلاش کرنے لگا پھر کہا کہ دین نصاریٰ کے پیروکار اس بات کو جانتے ہیں کہ میں ان کی کتاب کا سب سے بڑا عالم ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ہمیں ان شہروں سے نکال دو گے لہٰذا تم میری اس خانقاہ کے بارے میں ایک امان نامہ لکھ دو میں نے کہا آپ نامعلوم کن باتوں کی طرف چلے گئے ہیں لیکن وہ وہ مسلسل اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کا مطلوب امان نامہ لکھ دیا جب چلنے کا وقت ہوا تو اس نے مجھے سواری کے لئے ایک گدھی دی اور کہا کہ جب تم اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جاؤ تو اسے اکیلی ہی میری طرف روانہ کر دینا یہ جس خانقاہ کے پاس سے بھی گزرے گی وہ لوگ اسکا اکرام کریں گے میں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اس نے کہا تھا اس کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے لئے تشریف لائے تو یہ راہب اس وقت امان نامہ لئے ہوئے جابیہ میں ٹھہرا ہوا تھا یہ آپ کے پاس آیا اور امان نامہ خدمت میں پیش کیا، آپ نے اسے نافذ العمل قرار دیا البتہ اس پر یہ شرط لگا دی کہ جو مسلمان اس کے پاس سے گزرے تو یہ اس کی ضیافت کرے گا اور اسے راستہ بتلائے گا۔

اس طویل روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور ایک طریق سے یحییٰ بن عبید اللہ بن اسامہ قرشی بلقاوی کے ترجمہ کے ذیل میں زید بن اسلم عن ابیہ کے حوالہ سے بھی اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور انہے نہایت طویل اور عجیب حدیث بیان کی ہے یہ اس کا کچھ حصہ ہے، جو شرائط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے نصاریٰ پر مقرر کی تھیں، ہم نے ان کو اپنی ایک مستقل کتاب الاحکام میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور آپ نے جابیہ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اسے ہم نے الفاظ اور اسانید کے ساتھ اپنی کتاب مسند عمر میں ذکر کیا ہے اور شام میں داخلہ کے وقت جو آپ نے عاجزی و فروتنی اختیار کی تھی اسے ہم نے اپنی کتاب السیرۃ میں بیان کیا ہے اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مستقلاً علیحدہ جز میں تذکرہ ہے۔

ابو بکر بن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ مجھ سے ربیع بن ثعلب نے ان سے ابو اسماعیل المؤدب نے ان سے عبد اللہ بن مسلم بن ہرمز مکی نے اور ان سے ابو الغالیہ شامی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایلیاء جاتے ہوئے ایک خاکستری اونٹ پر سوار جابیہ پہنچے آپ کے سر پر ٹوپی یا عمامہ نہ تھا اس لئے سر کا وہ حصہ جس پر بال نہ تھے دھوپ کی وجہ سے خوب چمک رہا تھا اور رکاب نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی ٹانگیں کجاوہ کے دونوں طرف ہل رہی تھیں اور آپ کے نیچے اون کی ایک انبجانی چادر تھی جو سواری پر آپ کا بچھونا اور زمین پر بستر کا کام دیتی تھی اور ایک دھاری دار یا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھیلا تھا جو سواری پر سامان وغیرہ رکھنے اور زمین پر تکیہ کا کام دیتا تھا اور بدن پر ایک اونی قمیص تھی جو کھردری اور ایک جانب سے پھٹی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس قوم کے سردار کو بلاؤ۔ لوگ جلومس کو بلا لائے پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میری قمیص کو دھو دو اور اسے سی دو اور اتنی دیر کوئی کپڑا یا قمیص مجھے عاریۃً دیدو، پس لوگ آپ کے پاس ایک سوتی قمیص لائے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا سوتی قمیص ہے، آپ نے فرمایا کہ سوت کیا ہے؟ لوگوں نے اس کے بارے میں بتلایا پس آپ نے اپنی قمیص اتار دی اس کو دھویا گیا اور پیوند لگایا گیا اور پھر آپ کے پاس لایا

گیا، آپ نے ان کی قمیص اتار کر اپنی قمیص پہن لی، جلوس نے کہا کہ آپ ملک عرب کے بادشاہ ہیں ان علاقوں میں اونٹ پر سواری آپ کی شایان شان نہیں لہٰذا اگر آپ اس لباس کی جگہ دوسرا لباس زیب تن فرمالیں اور اونٹ کی جگہ ترکی گھوڑا سواری کے لئے اختیار فرمالیں تو یہ ایک روم کی نگاہوں میں زیادہ باعزت وباعظمت طریقہ ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ ہم ایسی قوم ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ عزت عطا فرمائی ہے پس ہم اللہ کے بدلہ کسی چیز کے بھی طلبگار نہیں، آپ کے لئے ترکی گھوڑا لایا گیا اس پر بغیر زین اور کجاوے کے کپڑا ڈال دیا گیا، آپ اس پر سوار ہوئے پھر فرمایا کہ روکو، روکو، میں نے اس سے قبل لوگوں کو شیطان پر سواری کرتے نہیں دیکھا پھر آپ کا اونٹ لایا گیا آپ اس پر سوار ہوئے۔

اسماعیل بن محمد الصفاد کہتے ہیں کہ ہم سے سعداد بن نصر نے ان سے سفیان نے ان سے ایوب طائی نے ان سے قیس بن مسلم نے اور ان سے طارق بن شہاب نے بیان کیا ہے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام آئے تو راہ میں ایک جگہ پانی میں سے گزرنے کی نوبت آگئی، آپ اونٹ سے نیچے اترے، اپنے موزے نکال کر ہاتھ میں پکڑے اور بمعہ اونٹ کے پانی میں داخل ہو گئے، ابوعبیدہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ آج آپ نے یہاں والوں کے نزدیک ایسا ویسا کام کیا۔ یہ یعنی ہلکا ونامناسب طریقہ اختیار کیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ضرب لگائی اور کہا اے ابوعبیدہ کاش! تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا، پھر فرمایا کہ تم لوگ بنی نوع انسان میں ذلیل ترین، اور سب سے حقیر اور گھٹیا تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے ساتھ عزت عطا فرمائی پس جب بھی تم لوگ اسلام کے بغیر عزت چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر دے گا۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ اس سال یعنی ۱۵ھ میں اہل اسلام اور اہل فارس کے درمیان کئی معرکہ ہوئے جیسا کہ سیف بن عمر کا کہنا ہے لیکن ابن اسحاق اور واقدی کہتے ہیں کہ یہ پہننے والے پہلے آدمی ہیں اور جہاں یہ واقعہ ہوا اس جگہ کا نام کوثی ہے، انہوں نے اس جگہ کی بھی زیارت کی ہے جہاں ابراہیم خلیل اللہ کو محبوس کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ ان پر اور دیگر تمام انبیاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اس وقت آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے: ''یہ ایام ہم لوگوں کے درمیان باری باری ادلتے بدلتے رہتے ہیں یعنی کبھی ایک غالب دوسرا مغلوب اور کبھی دوسرا غالب پہلا مغلوب''۔

(سورہ آل عمران آیت ۱۴۰)

نہر شیر کا معرکہ...... مؤرخین کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے زہرہ بن حویہ کو اپنے آگے کوثی سے نہر شیر کی طرف روانہ کر دیا وہ مقدمہ کے طور پر آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ ساباط میں شیرزاد صلح اور جزیہ کے ساتھ ان سے ملا، زہرہ نے اسے سعد بن ابی وقاص کی طرف بھیج دیا، آپ نے اسے منظور کر لیا پھر سعد بن ابی وقاص لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ایسی جگہ پہنچے جسے مظلم ساباط کہا جاتا تھا وہاں انہوں نے کسریٰ جس کا نام بوران تھا اس کے کئی دستے پائے اور وہ ہر روز یہ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ جب تک ہم زندہ ہیں شاہ فارس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ان کے ساتھ کسریٰ کا ایک بہت بڑا شیر بھی تھا جس کا نام مقرّط تھا وہ انہوں نے مسلمانوں کے راستے میں گھات میں بٹھایا ہوا تھا پس سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص آگے بڑھے اور لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے اس شیر کو مار ڈالا، اس دن انہوں نے اپنی تلوار کا نام المتین رکھا، سعد بن ابی وقاس نے اس کارگزاری پر ان کے سر کو بوسہ دیا اور ہاشم نے سعد کے پاؤں کو چوما پھر ہاشم نے اہل فارس پر حملہ کر دیا اور انہیں ان کی جگہ سے اکھاڑ دیا اور اس آیت کا ورد کرتے ہوئے انہیں شکست دیدی۔

اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال

''کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمہارے لئے فنا اور ختم ہونا نہیں ہے''۔ (سورہ ابراہیم آیت ۴۴)

پھر رات ہوئی تو مسلمانوں نے یہاں سے کوچ کیا اور نہر شیر جا کر پڑاؤ کیا مسلمان رات کو تکبیر کہتے رہے یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی بھی ان کے ساتھ آ کر مل گیا اس شہر میں اسلامی افواج نے دو ماہ مکمل قیام کیا اور تیسرا مہینہ شروع ہو گیا اور یہ سال بھی پورا ہو گیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور اس سال مکہ میں عتاب بن اسید، شام میں ابوعبیدہ، عراق میں سعد بن ابی وقاص، طائف میں یعلی بن امیہ، بحرین اور یمامہ میں عثمان بن ابی العاص اور عمان میں حذیفہ بن محصن آپ کے عامل مقرر تھے۔

میں کہتا ہوں کہ لیث بن سعد، ابن لھیعہ، ابو معشر، ولید بن مسلم، یزید بن عبیدہ، خلیفہ بن خیاط، ابن کلبی، محمد بن عائذ، ابن عساکر اور ہمارے شیخ ابوعبداللہ الحافظ ذھبی کے نزدیک یرموک کا معرکہ رجب ۱۵ھ میں ہوا تھا لیکن سیف بن عمر اور ابن جریر کے نزدیک ۱۳ھ میں ہوا، ہم نے ابن جریر کی اتباع میں اس معرکہ کا ذکر وہاں کیا ہے اسی طرح قادسیہ کا معرکہ بعض حفاظ کے نزدیک ۱۵ھ میں ہوا، ہمارے شیخ ذھبی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ۱۴ھ میں ہوا تھا جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا ہے، اس کے بعد شیخ ذہبی نے اس سال وفات پانے والوں کا ذکر کیا ہے۔

حروف ابجد کی ترتیب سے اس سال یعنی ۱۵ھ میں وفات پانے والوں کا تذکرہ۔۔۔۔۔ سعد بن عبادہ انصاری خزرجی، ان کے متعلق مؤرخین کا ایک قول اسی سال وفات پانے کا ہے ان کا تذکرہ ماقبل میں گذر چکا ہے، سعد بن عبید بن نعمان ابوزید انصاری اوسی، یہ قادسیہ کی لڑائی میں شہید ہوئے، کہا جاتا ہے کہ یہ ابوزید ان چار آدمیوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہی قرآن کریم کو حفظ کر لیا تھا لیکن دیگر مؤرخین نے اسکا انکار کیا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عمیر بن سعد الزاہد جو حمص کے امیر تھے ان کے والد ہیں، محمد بن سعد نے قادسیہ میں ان کی وفات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ وفات ۱۶ھ میں ہوئی، واللہ اعلم بالصواب۔

سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن حسل بن عامر بن لوی ابویزید عامری، یہ قریش کے خطیب اور معزز لوگوں میں سے تھے، فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے ان کا اسلام بڑا ہی اچھا ثابت ہوا بڑے سخی، فیاض، فصیح، بکثرت نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے، صدقہ دینے، تلاوت قرآن کرنے اور رونے والے تھے، کہا جاتا ہے کہ نمازوں اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہو گیا صلح حدیبیہ میں ان کا بڑا ہی اچھا کردار رہا، جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو انہوں نے مکہ میں ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا جس کی وجہ سے لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے اور یہ اس خطبہ سے ملتا جلتا تھا جو صدیق اکبر نے مدینہ منورہ میں دیا تھا پھر یہ ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لئے شام تشریف لے گئے، بعض دستوں کے یہ امیر بھی رہے، یرموک کے معرکہ میں حاضر تھے، کہا جاتا ہے کہ اس دن شہید ہوگئے تھے لیکن واقدی اور شافعی کا کہنا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی وفات ہوئی، رضی اللہ عنہ۔

عامر بن مالک بن اھیب زہری، یہ سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی یہی وہ شخص ہیں جو ابوعبیدہ کے نام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط لے کر گئے تھے جس میں ابوعبیدہ کی امارت اور خالد بن ولید کی معزولی کا حکم تھا یہ یرموک کے معرکہ میں شہید ہوگئے تھے، عبداللہ بن سفیان مخزومی یہ صحابی ہیں انہوں نے اپنے چچا ابوسلمہ بن عبدالاسد کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، عمرو بن دینار کی ان سے جو روایات ہیں وہ منقطع ہیں اس لئے کہ یہ یرموک کے معرکہ میں شہید ہوگئے تھے عبدالرحمن بن العوام، یہ زبیر بن العوام کے بھائی ہیں، غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے بعد میں اسلام لائے اور ایک قول کے مطابق یرموک میں شہید ہوئے، عتبہ بن غزوان، ایک قول کے مطابق ان کی وفات اسی سال ہوئی، عکرمہ بن ابی جہل ایک قول کے مطابق ان کی یرموک کی لڑائی میں شہادت ہوئی ہے، عمرو بن ام مکتوم یہ بھی قادسیہ کے معرکہ میں شہید ہوگئے تھے ان کا ذکر ماقبل میں گزر چکا، لیکن ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مدینہ لوٹنے پر وفات ہوئی، عمرو بن طفیل بن عمرو ان کا ماقبل میں ذکر ہو چکا ہے، عامر بن ربیعہ ان کا بھی ذکر ہو چکا، فراس بن نضر بن حارث ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ یرموک میں شہید ہوگئے تھے قیس بن عدی بن سعد بن سہم، یہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں یہ بھی یرموک کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے۔ قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف بن انصاری یہ بیعت عقبہ میں شریک و حاضر تھے بدری صحابی ہیں، یرموک کی جنگ میں مجاہدین کے دستوں میں سے کسی کے امیر تھے اسی معرکہ میں شہید ہوئے ان سے ایک حدیث بھی مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں کتنے دن میں قرآن کریم مکمل کروں؟ فرمایا پندرہ دن میں، ہمارے شیخ ابوعبداللہ ذہبی فرمایا کرتے تھے کہ اس میں دلیل ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، نصیر بن حارث بن علقمہ بن کلدۃ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی قرشی عبدی، یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، یہ علمائے قریش میں سے تھے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں ان کو سو اونٹ عنایت فرمائے تھے لیکن انہوں نے لینے سے توقف کیا اور کہا کہ میں اسلام قبول کرنے پر کوئی رشوت نہ لوں گا پھر کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے ان کا نہ مطالبہ کیا اور نہ سوال کیا یہ تو رسول اللہ ﷺ کا عطیہ ہے اور پھر لے لیا، ان کا اسلام لانا بڑا اچھا

ثابت ہوا، یرموک کی لڑائی میں یہ شہید ہو گئے تھے۔

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ، یہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں بنوعبدالمطلب میں سے جولوگ اسلام لائے ان میں سے سب سے کبیر السن ہیں، بدر کے دن قیدیوں میں کھڑے ہوئے تھے، عباس بن عبدالمطلب نے آپ کا فدیہ ادا کیا اور کہا جاتا ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ نے ہجرت کی حدیبیہ اور فتح مکہ کے مواقع پر حاضر رہے اور غزوہ حنین میں تین ہزار نیزوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اعانت کی اور اس دن ثابت قدم رہے، ۱۵ھ میں وفات پائی، ایک قول کے مطابق ان کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی، وفات مدینہ منورہ میں ہوئی عمر بن خطاب نے نماز جنازہ پڑھائی او رجنازہ کے ساتھ مشایعت فرمائی اور بقیع میں مدفون ہوئے، اپنے پیچھے متعدد اولاد چھوڑی جو اکابر اور فضلاء میں سے تھی۔ ہشام بن العاص، یہ عمرو بن العاص کے بھائی ہیں ان کا تذکرہ ماقبل میں گذر چکا ہے ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ یرموک کے معرکہ میں شہید ہوئے تھے۔

۱۶ھ کا آغاز

اس سال کا آغاز ہوا تو سعد بن ابی وقاص نہر شیر کے گرد پڑاؤ کئے ہوئے تھے یہ کسریٰ کے ان دوشہروں میں سے ایک ہے جو دریائے دجلہ کے مغربی سمت میں واقع ہے، سعد بن ابی وقاص ذی الحجہ ۱۵ھ میں یہاں پہنچ چکے تھے اور اسی دوران نئے سال کا آغاز ہو گیا، سعد بن ابی وقاس نے ہر طرف دستے اور شہسوار روانہ کئے لیکن انہیں کوئی لشکر بھی نہ ملا البتہ وہ ایک لاکھ کسانوں و کاشتکاروں کو گھیر کر لے آئے اور ان سب کو قید کر دیا گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے بارے میں خط لکھا گیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ جن کاشتکاروں نے تمہارے خلاف کوئی امداد و تعاون نہ کیا ہو اور اپنے شہر ہی میں مقیم ہو تو یہی اس کی امان ہے اور جو بھاگے اسے تم پکڑلو اور جو مناسب سمجھو فیصلہ کرو، سعد بن ابی وقاص نے انہیں دعوت اسلام دی لیکن انہوں نے انکار کیا البتہ جزیہ پر رضامند ہو گئے، سعد نے انہیں آزاد کر دیا اب دجلہ کی مغربی سمت سے سرزمین عرب تک کوئی کسان و کاشتکار ایسا نہ رہا کہ جس پر جزیہ اور خراج لازم نہ کر دیا گیا ہو، نہر شیر نے سعد بن ابی وقاص سے اپنا مضبوط دفاع کیا ہوا تھا، سعد بن ابی وقاس نے اس کی طرف سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے اس کے سامنے بالترتیب اسلام، جزیہ، جنگ تینوں صورتیں رکھیں لیکن وہ جنگ و نافرمانی کے سوا کسی بات پر آمادہ نہ ہوا۔

پس مسلمانوں نے منجنیق اور قلعہ شکن آلات نصب کر دیئے سعد بن ابی وقاص نے مزید مجانیق بنانے کا حکم دیا ان کے حکم سے بیس منجنیق اور تیار ہو گئیں اور وہ سب نہر شیر کے مقابلہ میں نصب کر دی گئی، اور ان کا محاصرہ سخت کر دیا گیا، اہل شہر نکلے اور شدید قتال کیا اور قسم کھاتے تھے کہ ہم فرار نہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا، زہرہ بن حویہ نے ایک تیر کھانے کے بعد انہیں شکست دی اور بہت سے فارسیوں کو قتل کر دیا باقی بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور شہر میں جا کر پناہ لی، مسلمانوں نے انکا شدید محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ وہ کتے اور بلیاں کھانے پر مجبور ہو گئے اسی محاصرہ کے دوران ایک آدمی نے اوپر سے جھانکا اور کہا کہ ہمارا بادشاہ کہتا ہے کہ کیا تم اس بات پر صلح کرتے ہو کہ دجلہ سے لے کر ہمارے پہاڑوں تک ہمارا علاقہ اور دجلہ سے تمہارے پہاڑوں تک تمہارا علاقہ؟ اور کیا تم ابھی تک سیر نہیں ہوئے؟ اللہ تعالیٰ تمہارے پیٹوں نہ بھرے، مسلمانوں میں سے ایک آدمی جس کا نام ابو مقرن الاسود بن قطبہ تھا آگے بڑھا اس سے اللہ تعالیٰ نے ایسی باتیں کہلوائی کہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ میں نے کیا کہا پھر وہ لوٹ گیا اتنے میں ہم نے دیکھا کہ اہل شہر نہر شیر سے مدائن کی طرف فرار ہو رہے ہیں لوگوں نے ابو مقرن سے پوچھا کہ تم نے انہیں کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نہیں جانتا کہ میں نے کیا کہا، لیکن میں مطمئن ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں نے صحیح اور بھلی بات ہی کہی ہو گی، لوگ جوق در جوق ان کے پاس آتے رہے اور اس کے بارے میں سوال کرتے رہے، سعد بن ابی وقاص بھی ان کی جائے قیام پر پہنچے اور پوچھا کہ اے ابو مقرن تم نے کیا کہا تھا؟ اللہ کی قسم! وہ بھاگ رہے ہیں ابو مقرن نے قسم کھا کر کہا کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کیا کہا، پس سعد بن ابی وقاص نے لوگوں میں اعلان کیا اور اس کے ساتھ ہی شہر پر حملہ کر دیا مجانیق قلعہ کی دیواروں پر سنگ باری کرنے لگیں ایک آدمی نے شہر کے اندر سے پکارا او

راماں طلب کی اسے اماں دیدی گئی اس نے کہا کہ اللہ کی قسم شہر میں کوئی نہیں ہے یہ سن کر مسلمان قلعہ کی فصیلوں پر چڑھ گئے اور دیکھا تو شہر میں کسی جنگجو کو نہ پایا سب کے سب مدائن کی طرف بھاگ گئے تھے۔ یہ اس سال ماہ صفر کا واقعہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس آدمی سے اور دیگر قیدیوں سے دریافت کیا کہ وہ لوگ کس وجہ سے بھاگے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ نے تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجا تھا لیکن ایک آدمی نے جواب دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کبھی صلح نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ ہم کوثی کے لیموں افریذین کے شہد کے ساتھ کھائیں، بادشاہ نے یہ سنا تو کہا کہ ہائے ہلاکت یہ تو فرشتے ہیں جو ان کی زبانوں پر بات کر رہے ہیں اور عربوں کی طرف سے ہمیں جواب دے رہے ہیں پھر اس نے لوگوں کو یہاں سے مدائن کوچ کر جانے کا حکم دیا وہ لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر مدائن کی طرف گئے ہیں اس لئے کہ ان دونوں شہروں کے درمیان دریائے دجلہ حائل ہے جو یہاں سے بالکل قریب ہے، جب مسلمان نہر شیر شہر میں داخل ہوئے تو انہیں مدائن کی سمت سفید محل چمکتا ہوا نظر آیا یہ وہی محل تھا جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اسے میری امت کے ہاتھوں فتح کر وائیگا، صبح کا وقت قریب تھا مسلمانوں میں سے سب سے پہلے جس نے اس محل کو دیکھا وہ ضرار بن خطاب تھے انہوں نے دیکھتے ہی تکبیر بلند کی اور کہا یہ کسریٰ کا سفید محل ہے اور یہ وہی ہے جس کا اللہ اور رسول نے ہم سے وعدہ کیا ہے لوگوں نے دیکھا اور انہوں نے بھی تکبیر بلند کی اور صبح ہونے تک مسلسل تکبیریں کہتے رہے۔

مدائن کی فتح[1] ...... جب سعد بن ابی وقاص نے نہر شیر کو فتح کر لیا اور وہاں قیام فرمایا تو دیکھا کہ فارسیوں نے یہاں ان کے لئے کوئی چیز نہیں چھوڑی اور مسلمانوں کے ہاتھ کچھ غنیمت نہ لگی وہ اپنا تمام سامان مدائن لے گئے وہ کشتیوں میں بیٹھ کر گئے تھے اور کشتیاں بھی انہوں نے وہیں رکھ لیں، سعد بن ابی وقاص کے پاس کوئی کشتی بھی نہ تھی اور دریائے دجلہ کا پانی بھی بہت زیادہ اور سیاہ ہو گیا تھا کثرت پانی کی وجہ سے دریا جھاگ پھینکنے لگا اس لئے فارسیوں سے کسی بھی چیز کا حاصل کرنا قطعاً ناممکن ہو گیا اسی دوران سعد بن ابی وقاص کو اطلاع ملی کہ کسریٰ بادشاہ (یزدگرد) اپنے تمام اموال وسامان کے ساتھ مدائن سے حلوان کا عزم کئے ہوئے ہے اگر تین دن کے اندر اندر اس کو نہ پکڑا گیا تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا، اور پھر معاملہ بہت دشوار ہو جائے گا پس سعد بن ابی وقاص نے مسلمانوں کو دریائے دجلہ کے کنارے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمہارے دشمن نے دریا کے ذریعے اپنی حفاظت کر رکھی ہے لہٰذا تم ان تک اس حال میں نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ جب چاہیں تم تک پہنچ سکتے ہیں تمہاری ضرورت ان کی کشتیوں سے پوری ہو سکتی تھی، تمہارے پیچھے کوئی چیز نہیں جس کے فوت ہونے کا تمہیں خوف لاحق ہو پس تم اس سے پہلے کہ اہل دنیا تمہارا گھیراؤ کریں تم خلوص نیت کے ساتھ ان سے جہاد میں سبقت کر جاؤ اور سن لو! میں نے اس دریا کو پار کر کے ان تک پہنچنے کا پختہ عزم کر لیا ہے سب لوگوں نے یہ یک زبان ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہدایت پر ثابت قدم رکھے آپ ایسا ضرور کیجئے اس کے بعد سعد نے لوگوں کو دریا عبور کرنے کے لئے آمادہ کیا اور کہا کہ کون ہے جو اس کام کی ابتداء کرے اور دوسرے کنارے کو دشمن کے گھسنے سے محفوظ رکھے تاکہ سب لوگ اطمینان سے دریا عبور کر لیں پس عاصم بن عمرو اور ان کے ساتھ چھ سو جنگجو اور جواں مرد تیار ہو گئے، سعد بن ابی وقاص نے عاصم بن عمرو کو ان کا امیر مقرر کیا یہ سب لوگ دجلہ کے کنارے جا کر کھڑے ہو گئے عاصم بن عمرو نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کون ہے جو دوسرے لوگوں سے پہلے میرے ساتھ اس میں داخل ہوتا ہے تاکہ ہم دوسرے کنارے کو محفوظ کر لیں، ان چھ سو میں سے ساٹھ نوجوانوں نے اثبات میں جواب دیا اہل فارس دریا کے دوسری طرف کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے مسلمانوں میں سے ایک آدمی آگے بڑھا باقی لوگ پانی میں داخل ہونے سے ذرا گھبرائے تو اس نے کہا کہ کیا تم اس قطرے سے ڈرتے ہو اور ایک آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے: "کسی بھی نفس کی موت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آ سکتی اور اس کا ایک وقت مقررہ لکھا ہوا ہے"۔

(سورہ آل عمران آیت ۱۴۵)

اس کے بعد اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا باقی لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی وہ ساٹھ آدمی دو گروپوں میں بٹ گئے ایک گروہ تمام کا تمام گھوڑوں پر سوار تھا اور دوسرا گروہ گھوڑیوں پر سوار تھا جب فارسیوں نے دیکھا کہ یہ لوگ پانی کی سطح پر تیرتے ہوئے آ رہے ہیں تو کہنے لگے دیوانے ہیں، دیوانے

[1] تاریخ الطبری : ۳/ ۱۲۲، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۵۴

ہیں اور کبھی کہتے مجنون ہیں، مجنون ہیں، پھر کہا کہ اللہ کی قسم تم لوگ انسانوں سے نہیں بلکہ جنات سے جنگ کرو گے پھر انہوں نے اپنے گھوڑے سوار پانی میں داخل کیے تاکہ مسلمانوں کے اس ہراول دستے کو پانی سے باہر نہ نکلنے دیں بلکہ ان کا یہیں کام تمام کردیں، عاصم بن عمرو نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے نیزے سیدھے کرلیں اوران کی آنکھوں کا قصد کریں انہوں نے فارسیوں کے ساتھ ایسا ہی کیا اوران کے گھوڑوں کی آنکھیں پھوڑ دیں پس وہ مسلمانوں کے آگے اس حال میں واپس ہوئے کہ اپنے گھوڑوں کو روکنے پر قدرت نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ پانی سے باہر نکل گئے عاصم بن عمرو اوران کے ساتھیوں نے ان کا پیچھا کیا اور دوسرے کنارے سے بھی ان کو بھگادیا اور خود اس کنارے پر قبضہ جما کر کھڑے ہوگئے پھر عاصم بن عمرو کے چھ سو ساتھیوں میں سے بقیہ دریا میں داخل ہوئے اوراسے عبور کیا یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا پہنچے پھران سب نے مل کر وہاں موجود فارسیوں سے قتال کیا اوران کو مار بھگادیا مسلمان اس ہراول میں سے پہلے دستہ کا نام جس کے امیر عاصم بن عمرو تھے''کتیبۃ الاھوال'' اور دوسرے دستے کا نام جس کے امیر قعقاع بن عمر تھے''کتیبۃ الخرساء'' رکھتے تھے سعد بن ابی وقاص اور مسلمان کھڑے دیکھ رہے تھے کہ یہ شہسوار فارسیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے جب انہیں اطمینان ہوگیا کہ مسلمان شہسواروں نے دوسرے کنارے کو محفوظ کرلیا ہے تو سعد بقیہ لشکر لے کر دریا میں اترے سعد نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نستعین باللّٰہ ونتوکل علیہ، حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم کا ورد کرتے رہیں، اور سعد بن ابی وقاص نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں داخل کردیا ان کے پیچھے دیگر مسلمان بھی داخل ہوگئے اور کوئی آدمی بھی پیچھے نہ رہا، وہ سب اس طرح دریا میں چلتے رہے جس طرح کے سطح زمین پر چلتے ہیں یہاں تک کہ دونوں کناروں کا درمیان ان سے پر ہوگیا سوار اور پیادوں کی وجہ سے پانی کی سطح نظر نہ آتی تھی لوگ اس طرح آپس میں باتیں کرتے ہوئے جارہے تھے جیسا کہ زمین پر باتیں کرتے ہوئے چلتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ انہیں اطمینان ویقین حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم، وعدہ، مدد اور تائید پر بھروسہ تھا اور اس بنا پر کہ ان کے امیر سعد بن ابی وقاص تھے جو ان دس آدمیوں میں سے تھے کہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی اس حال میں وفات ہوئی کہ آپ سعد سے راضی تھے اور آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ان کی دعائیں قبول فرما اوران کے نشانے کو درست فرما۔

اور یہ قطعی بات ہے کہ آج سعد بن ابی وقاص نے اس لشکر کے لئے سلامتی اور مدد کی دعا کی تھی اوراس کے بعد انہیں لے کر دریا میں داخل ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی درست سمت رہنمائی فرمائی اور انہیں سلامت رکھا اور مسلمانوں میں سے کوئی آدمی ضائع نہ ہوا، البتہ ایک آدمی جس کا نام غرقدۃ البارقی تھا وہ اپنے سرخ وزرد گھوڑے سے گر پڑا تھا قعقاع بن عمرو نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام پکڑی اوراس آدمی کا ہاتھ تھام کر اسے گھوڑے پر درست طریقے سے بٹھادیا وہ آدمی خود بھی بہادروں میں سے تھا لہٰذا بطور تحسین اس نے کہا کہ عورتیں اب قعقاع بن عمرو جیسا جوان جننے سے عاجز ہیں اور مسلمانوں کے سامان میں سے بھی کوئی چیز گم نہ ہوئی البتہ مالک بن عامر کا لکڑی کا ایک پیالہ کہیں گر گیا اور وہ اس وجہ سے کہ اسے لٹکانے کی جوری وغیرہ بھی وہ کمزور اور ڈھیلی تھی پس دریائی موج نے اسے اپنے اندر غائب کرلیا، صاحب پیالہ نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے ان کے درمیان ایسا نہ بنا کہ جس کا سامان گم ہوجائے اتنے میں موج نے اسی طرف وہ پیالہ پھینک دیا جس طرف لوگ جارہے تھے لوگوں نے اٹھایا اور بالکل صحیح سالم حالت میں اس کے مالک کے سپرد کردیا جب کوئی گھوڑا پانی میں چلتے چلتے تھک جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی بلند جگہ مقرر فرمادیتا جہاں وہ ٹھہرتا وہ آرام کرتا اور پھر چل پڑتا، بعض گھوڑے ایسے بھی تھے جو پانی میں چلے لیکن پانی ان کی زین کے تنگ تک بھی نہ پہنچا تھا بلاشبہ یہ بڑا عظیم دن، ہیبت ناک واقعہ، تعجب خیز حال، واضح خارق عادت اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے اصحاب کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا تھا ان علاقوں میں اس کی کوئی مثال نہیں دیکھی گئی بلکہ علاء بن حضرمی کے قصہ کے علاوہ دنیا کے کسی خطے میں ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا اور یہ واقعہ علاء بن حضرمی کے واقعے سے بھی بڑا اور عظیم الشان تھا اس لئے کہ یہ لشکر ان کے لشکر سے کئی گناہ بڑا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ پانی میں سعد بن ابی وقاص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے پس سعد کہنا شروع ہوئے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دوست کی مدد کرے گا اپنے دین کو غالب کرے گا اور اپنے دشمن کو شکست خوردہ بنائیگا اگر لشکر میں کوئی نافرمانی اور گناہ نہ ہوا تو نیکیاں ضرور غالب آجائینگی، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک اسلام ایک نیا دین ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ماننے والوں کے لئے سمندر مسخر کردیئے جیسا کہ خشکی ان کے تابع فرمان کردی گئی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں سلمان کی جان

ہے اللہ تعالیٰ انہیں فوج درفوج اس میں سے نکالے گا جیسا کہ یہ فوج درفوج داخل ہوئے تھے سوایسا ہی ہوا اور وہ سب کے سب اس میں سے نکل آئے ایک آدمی بھی نہ غرق ہوا اور نہ کسی کی کوئی چیز گم ہوئی۔

جب مسلمان سطح زمین پر پہنچ گئے تو ان کے گھوڑے اپنی دمیں جھاڑتے اور ہنہناتے ہوئے باہر نکلے پھر یہ سب فارسیوں کے تعاقب میں چل پڑے حتیٰ کہ مدائن میں داخل ہوئے لیکن وہاں کسی کو نہ پایا، کسریٰ اپنے اہل وعیال اور اموال، سامان، خزائن میں سے جس قدر وہ اٹھا سکتے تھے اپنے ساتھ لے گیا اور چوپائے، کپڑے، فرنیچر، برتن، تحائف، تیل کے ذخائر وغیرہ جن کے اٹھانے سے وہ عاجز ہو گئے تھے یہ سب چھوڑ گیا اس میں سے جتنے وہ اٹھا سکے لے گئے اور باقی چھوڑ گئے، یہ چھوڑی ہوئی رقم بھی نصف یا اس کے قریب قریب تھی پس سب سے پہلے مدائن میں کتیبۃ الاھوال داخل ہوا پھر کتیبۃ الخرساء، ان دونوں دستوں نے شہر کی ناکہ بندی کر لی لیکن کسی کو کچھ نہیں کہا، انہیں صرف سفید محل میں موجود فوج سے کچھ اندیشہ تھا اور وہ سارے جنگجو اس میں محفوظ تھے۔

جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ یہاں پہنچے تو آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذریعے تین دن تک سفید محل میں محصور لوگوں کو دعوت دی، تیسرے دن وہ لوگ محل سے نیچے اترے اور سعد بن ابی وقاص نے اسے اپنا مسکن بنا لیا اور ایوان حکومت کو نماز کی جگہ، جب حضرت سعد بن ابی وقاص اس محل میں داخل ہو رہے تھے تو ایک آیت زبان پر تھی جس ترجمہ کا یہ ہے

”کتنے ہی باغات، چشمے، کھیتیاں، عمدہ مکانات اور نعمتیں جن میں وہ خوش وخرم رہا کرتے تھے وہ چھوڑ گئے یہ واقعہ اسی طرح ہوا ہے اور پھر ہم نے دوسری قوم کو اس کا وارث بنا دیا۔“ (سورۃ دخان آیت ۲۵ تا ۲۸)

پھر سعد اس کے بلند حصے کی طرف بڑھے اور وہاں آٹھ رکعات فتح کے شکرانے کے طور پر پڑھیں۔

سیف بن عمرو کی روایت میں ہے کہ یہ ایک سلام سے پڑھیں تھیں، اور اسی سال صفر میں آپ نے ایوان حکومت (جائے نماز) میں نماز جمعہ ادا کی، یہ سب سے پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھا گیا، یہ جمعہ اس لئے کہ سعد بن ابی وقاص نے یہاں قیام کی نیت کر لی تھی اس کے بعد آپ نے اہل لشکر کے گھر والوں عورتوں و بچوں کی طرف دستے بھیجے اور انہیں مدائن کے مکانات میں اتارا اور اس شہر کو انہوں نے اپنا وطن بنا لیا یہاں تک کہ جلولاء، تکریت، موصل بھی فتح ہو گئے پھر یہ سب کوفہ منتقل ہو گئے جس کا تذکرہ عنقریب ہم کریں گے۔

پھر کسریٰ (یزدگرد) کی طرف آپ نے دستے روانہ کئے ان سے ایک جماعت کی مڈبھیڑ ہو گئی مسلمانوں نے ان سے قتال کیا اور انہیں مار بھگایا اور ان کے بہت سے اموال چھین لئے جس میں کسریٰ کی پوشاکیں، تاج اور زیورات (کنگن وغیرہ) بھی تھے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان تمام اموال، خزائن اور تحائف کی تحصیل اور انتظام میں مشغول ہو گئے ان اموال وغیرہ کی کثرت کے باعث نہ تو ان کو شمار کیا جا سکتا تھا اور نہ بیان کیا جا سکتا تھا وہاں چونہ اور گچ کے بنے ہوئے مجسمے بھی تھے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک کو دیکھا تو وہ اپنی انگلی سے گویا کسی چیز کی طرف اشارہ کر رہا تھا سعد نے کہا کہ اس کو یہاں فضول نہیں رکھا گیا پھر اس کے اشارے کی سمت بڑھے تو گزشتہ کسراؤں کا بہت عظیم خزانہ پایا، پس انہوں نے وہاں سے بہت سے اموال، قیمتی خزائن، فاخرانہ تحائف برآمد کئے اور ان سب پر قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں نے اس سے قبل اتنے خزائن اور عجائبات نہ دیکھے تھے اس میں کسریٰ کا تاج بھی تھا جو نہایت نفیس جواہرات سے مرصع تھا آنکھیں اس کی چمک کے سامنے خیرہ ہو رہی تھیں، اس کے علاوہ اس کی پٹی بند، تلوار، کنگن، قباء اور اس کے دربار کا قالین بھی تھا جو ساٹھ مربع گز لمبا و چوڑا تھا اسے سونے کے تاروں، موتیوں اور قیمتی جواہرات سے تیار کیا گیا تھا اور اس میں کسریٰ کے تمام ممالک، صوبے، اور شہروں کے نقشے بنے ہوئے تھے ان نقشوں میں وہاں کی نہریں، قلعے، علاقے، خزانے اور کھیتیاں اور باغات وغیرہ بھی دکھائے گئے تھے جب وہ تخت شاہی پر بیٹھتا تو اپنے تاج کے نیچے داخل ہوتا تھا اس کا تاج سونے کی زنجیروں سے ہوا میں معلق تھا اس لئے کہ وہ اتنا وزنی تھا کہ کسریٰ اس کو اپنے سر پر اٹھائے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا لہٰذا وہ آتا اور اس کے نیچے بیٹھ جاتا پھر اپنا سر اس تاج کے اندر داخل کر دیتا، سونے کی زنجیریں اس تاج کو اٹھائے رکھتیں اور تاج پہنتے وقت وہ اپنے آپ کو دوسروں سے پوشیدہ رکھتا اس کے سامنے پردے لٹکے ہوئے ہوتے تھے پھر جب پردے ہٹائے جاتے تو امراء و وزراء اس کے سامنے سجدے میں

گر پڑتے اس کے علاوہ پٹی بند، کنگن، تلوار اور جواہرات سے مرصع قباء بھی زیب تن کرتا، اور پھر نقشے پر موجود ایک ایک شہر کو دیکھتا ان کے بارے میں امراء سے حالات دریافت کرتا اور پوچھتا کہ کیا ان شہروں میں کوئی حادثہ یا نئی بات تو پیش نہیں آئی؟ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے امراء اور منتظمین اسے حالات سے آگاہ کرتے اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام شہروں کے بارے میں تحقیق و تفتیش کرتا، اور اپنی مملکت کے کسی کام کو کمزور نہیں چھوڑتا اور یہ قالین شہروں کے حالات کی یاد دہانی ہی کے لئے رکھا جاتا تھا، بلاشبہ ملکی انتظام کے لحاظ سے یہ طریقہ نہایت عمدہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آیا تو یہ تمام ممالک اور زمینیں کسریٰ کے ہاتھ سے نکل گئیں، اور مسلمانوں کے قبضے میں بزور قوت آ گئیں، اہل اسلام نے ان کی شان و شوکت کو پارہ پارہ کر دیا اور تقدیر الٰہی سے ان کا خاتمہ کر کے یہ سب کچھ لے لیا، وللہ الحمد والمنۃ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے مقبوضہ اموال پر عمرو بن عمرو بن مقرن کو نگران بنایا یہ سب سے پہلا مال تھا جو قصر ابیض، کسریٰ کے دیگر محلات اور مدائن کے مکانات سے حاصل ہوا تھا اور خاص ایوان شاہی سے حاصل ہونے والے مال کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کے علاوہ زہرہ بن حویہ اور اس کے ساتھ دیگر دستوں نے جو مال لا کر پیش کیا اس میں ایک خچر بھی تھا جسے ان لوگوں نے فارسیوں سے چھینا تھا فارسی اس کی تلواروں کے ساتھ حفاظت کر رہے تھے لیکن انہوں نے ان سے اس کو چھڑا لیا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ خچر بھی انتہائی قیمتی اور نرالی شان کا حامل تھا اور اسے بقیہ مقبوضہ اموال کی طرف لوٹا دیا اس خچر پر دو جامہ دان تھے جس میں کسریٰ کی پوشاکیں اور زیورات تھے اور وہ لباس بھی تھا جسے پہن کر وہ تخت پر بیٹھتا تھا اور دوسرے خچر پر اس کا تاج شاہی تھا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا، یہ سب ان دستوں کے راستے سے چھنے ہوئے مال میں شامل تھا ان دستوں نے نہایت قیمتی اموال لا کر جمع کرائے تھے جس میں زیادہ تر کسریٰ کی چیزیں اور بھاری بھرکم ساز و سامان تھا اور نفیس و ہلکی پھلکی چیزیں فارسی اپنے ساتھ لے گئے تھے ایرانی قالین کو بوجھ کی وجہ سے وہ نہ اٹھا سکے اور دیگر سامان و اموال کو کثرت کی وجہ سے نہ لے جا سکے، یہ سب سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا ایسا بھی ہوا کہ مسلمان کسی گھر میں داخل ہوتے تو اس کو چھت تک سونا چاندی سے بھرا ہوا پاتے کافور بھی بڑی مقدار میں ان کے ہاتھ لگا وہ اسے نمک سمجھتے رہے۔ اور بعض مرتبہ اسے آٹا گوندھنے میں بھی استعمال کیا گیا لیکن ذائقہ تلخ محسوس ہوا یہاں تک کہ انہیں اس کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ غرض مال غنیمت میں بہت سے اموال حاصل ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کا خمس لگوا دیا اور سلمان فارسی کو حکم دیا کہ وہ چار اخماس غانمین میں تقسیم کر دیں ہر شہسوار کو بارہ ہزار (درہم) حاصل ہوئے اور وہ سب کے سب ہی شہسوار تھے، بعض کے ساتھ کوتل گھوڑے بھی تھے، سعد بن ابی وقاص نے مسلمانوں سے قالین کے چار اخماس اور کسریٰ کی شاہی پوشاک طلب کی کہ وہ اسے عمر بن خطاب کے پاس بھیجیں گے تا کہ وہ اور اہل مدینہ اسے دیکھ کر متعجب ہوں سب نے بطیب خاطر اجازت دے دی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ سب سامان اور فتح کی بشارت دے کر بشیر بن خصاصیہ کو روانہ کیا ان سے پہلے جس نے یہ بشارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچائی تھی وہ حلیس بن فلان اسدی تھے۔

روایت ہے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ یہ ایسی قوم تھی کہ جس نے اپنے امور سلطنت اپنے معتمد لوگوں کے سپرد کئے تھے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ان چیزوں سے بچتے ہیں تو آپ کی رعایا بھی بچتی ہے اور اگر آپ عیش و عشرت کو اختیار کر لیں تو آپ کی رعایا بھی عیش و عشرت میں پڑ جائے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس قالین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو ٹکڑا آیا تھا انہوں نے بیس ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑی اور اس پر کسریٰ کا لباس ٹانگ دیا تا کہ لوگ اس کی تعجب خیز زینت و خوبصورتی کو دیکھیں اور فانی دنیا کی ان رونقوں سے عبرت حاصل کریں، یہ بھی روایت ہے کہ یہ لباس پھر آپ نے بنی مدلج کے سردار سراقہ بن مالک بن جعشم کو عطا فرما دیا۔

حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے اور ان سے ابو سعید بن اعرابی نے بیان کیا ہے، کہ میں نے اپنی کتاب میں اپنی ہی تحریر سے لکھا دیکھا ہے کہ ہم سے ابوداؤد نے ان سے محمد بن عبید نے، ان سے حماد نے، ان سے یونس نے اور ان سے حسن نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کی پوستین لائی گئی اور سامنے رکھ دی گئی لوگوں میں سراقہ بن مالک بن جعشم

بھی تھے آپ نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن انہیں پہنائے یہاں تک کہ وہ ان کے کندھوں تک پہنچ گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن بنومدلج کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں پہنا دیئے، اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام بیہقی نے امام شافعی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ کنگن سراقہ کو اس لئے پہنائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سراقہ کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ میں تمہیں کسریٰ کے کنگن پہنا رہا ہوں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ سے کہا کہ اللہ اکبر کہو، سراقہ نے اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ یہ کہو تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن بنومدلج کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک کو پہنائے۔

ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ ہم سے اسامہ بن زید نے ان سے قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاص نے جنگ قادسیہ کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف کسریٰ کی قباء، پٹی بند، کنگن، پاجامے، قمیص، تاج اور موزے بھجوائے، آپ نے سرداران قوم کی طرف نظر کی، ان میں سب سے زیادہ لحیم وجسیم سراقہ بن مالک بن جعشم کو پایا، آپ نے فرمایا کہ سراقہ کھڑے ہو جاؤ اور یہ لباس پہنو، سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے حرص کی۔ اور کھڑے ہو کر اسے پہن لیا، آپ نے فرمایا ادھر پشت پھیرو، میں نے ان کی طرف پشت کرلی، پھر فرمایا کہ ادھر رخ کرو میں نے ان کی طرف رخ کرلیا پھر فرمایا بخ بخ (یعنی بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے) بنی مدلج کے ایک اعرابی پر کسریٰ کی قباء، پاجامہ، تلوار، پٹی بند، تاج اور موزے ہیں، اے سراقہ بن مالک وہ دن بھی آئیگا کہ جب کسریٰ یا آل کسریٰ کے اس سامان میں سے کچھ بھی تمہارے بدن پر ہوا تو یہ بات تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے باعث شرافت واعزاز ہوگی، پھر فرمایا کہ اسے اتارو میں نے اتار دیا پھر فرمایا کہ اے اللہ آپ نے یہ چیز اپنے نبی ورسول کو عطا نہیں کہ حالانکہ وہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب اور عزیز تھے، حضرت ابو بکر کو بھی عطا نہیں فرمائی حالانکہ وہ بھی آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب وعزیز تھے لیکن مجھے عطا فرمادی، اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ یہ چیز عطا فرما کر آپ مجھے کسی فریب یا دھوکہ میں مبتلا کردیں، یہ فرما کر آپ رو پڑے یہاں تک کہ حاضرین آپ کے لئے دعائے رحمت کرنے لگے پھر عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اس کو فروخت کر کے شام سے پہلے پہلے تقسیم کردیں۔

سیف بن عمر تمیمی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب کسریٰ کے ملبوسات اور جواہرات پر قبضہ کرلیا تو آپ کے پاس اس کی تلوار لائی گئی جس کے ساتھ اور بہت سی تلواریں بھی تھیں ان میں نعمان بن منذر کی تلوار بھی شامل تھی جو حیرہ پر کسریٰ کا گورنر تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے کہ جس نے کسریٰ کی تلوار کو ایسا بنا دیا کہ وہ اسے نقصان تو دیتی ہے فائدہ نہیں پہنچاتی، پھر فرمایا کہ اس قوم نے اپنے امور سلطنت اپنے معتمد افراد کے سپرد کئے تھے پھر فرمایا کہ کسریٰ نے ان چیزوں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت سے غافل ہونے کے سوا کچھ نہیں کیا، بس اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اس کو جمع کرتا رہا، آگے کے لئے کچھ نہیں بھیجا اگر وہ آگے کے لئے بھی بھیجتا اور زائد کو اس کے موقع پر رکھتا تو یہ اس کے لئے مفید ہوتا۔

ایک مسلمان ابو نجید نافع بن الاسود اس معرکہ کے متعلق کہتا ہے:

(۱)......ہم نے مدائن پر گھوڑوں کے ساتھ حملہ کیا اس کا سمندر مثل خشکی کے خوش منظر ہے۔

(۲)......ہم نے کسریٰ کے خزانوں کو نکال لیا جس دن وہ پشت پھیر کر بھاگے اور ہمارا کمزور آدمی بھی ان کے اردگرد پھرتا رہا۔

معرکہ جلولاء[۱] ...... جب کسریٰ بادشاہ (یزدگرد بن شہریار) مدائن سے حلوان کی طرف بھاگ رہا تھا تو اس نے راستے میں مختلف شہروں سے جوانوں، مددگاروں اور لشکروں کو جمع کرنا شروع کیا بہت سی خلقت اور شہسواروں کا جم غفیر اس کے پاس جمع ہو گیا کسریٰ نے ان سب پر مہران کو امیر مقرر کیا اپنے اور مسلمانوں کے درمیان جلولاء میں یہ لشکر چھوڑ کر خود حلوان چلا گیا ان لوگوں نے اپنے اردگرد بہت بڑی خندق کھودی اور فوج، اسلحہ اور آلات حصار کے ساتھ وہاں مقیم ہو گئے۔

---

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۲۱۲، وتاریخ الطبری: ۴/ ۲۶۸، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۶۱

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس صورتحال کی خبر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھجوائی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ آپ خود مدائن ہی میں قیام کریں اور اپنے بھتیجے ہاشم بن عتبہ کو ایک لشکر کا امیر مقرر کر کے کسریٰ کی طرف بھیج دیں اور اس لشکر کے مقدمہ پر قعقاع بن عمرو، میمنہ پر سعد بن مالک، میسرہ پر ان کے بھائی عمر بن مالک اور ساقہ پر عمرو بن مرہ جہنی کو مقرر کر دیں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور اپنے بھتیجے کے ساتھ تقریباً بارہ ہزار کا لشکر روانہ کیا جو اشراف، سرداران عرب اور انصار و مہاجرین کے سرکردہ لوگوں پر مشتمل تھا یہ مدائن سے فراغت کے بعد اسی سال ماہ صفر کا واقعہ ہے، یہ لشکر سفر کرتے کرتے مجوس پہنچ گیا اور فارسی افواج جلولاء میں تھیں انہوں نے اپنے اردگرد خندقیں کھودی ہوئی تھیں، ہاشم بن عتبہ نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا وہ اپنے شہروں سے ہر وقت قتال کے لئے نکلتے رہتے تھے اور ایسی جنگ کرتے کہ جس کی پہلے کبھی مثال نہیں سنی گئی کسریٰ بھی ان کی لشکروں کے ساتھ امداد کرتا رہتا تھا اور سعد بن ابی وقاص بھی اپنے بھتیجے کے لئے وقتاً فوقتاً کمک روانہ کرتے رہتے، جنگ کی بھٹی خوب گرم ہو گئی مقابلہ سخت ہو گیا اور آگ بھڑک اٹھی، ہاشم بن عتبہ کئی مرتبہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ دیا انہیں قتال پر ابھارا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی ترغیب دی، فارسی افواج نے بھی باہم عہد و پیمان کئے اور آگ کی قسمیں کھائیں کہ وہ ہرگز نہیں بھاگیں گے یہاں تک کہ عرب ختم ہو جائیں، جب آخری معرکہ ہوا اور فیصلہ کن دن آیا تو اس کے ابتدائی حصہ میں فارسیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایسی زبردست لڑائی کی کہ جس کی پہلے مثال نہ تھی یہاں تک کہ طرفین کے تیر ختم ہو گئے اور نیزے ٹوٹ گئے پھر وہ اپنی تلواروں اور ڈھالوں کی طرف بڑھے، اسی دوران ظہر کی نماز کا وقت آ گیا مسلمانوں نے اشارے سے نماز پڑھی مجوسیوں کا ایک فرقہ چلا گیا اس کی جگہ تازہ دم دستے آ گئے، قعقاع بن عمرو مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے مسلمانو! کیا تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے خوفزدہ ہو گئے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم بہت تھک چکے ہیں کچھ آرام کرنا چاہتے ہیں، قعقاع نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے اور سنجیدگی سے ان کی تلاش کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، پس ان پر یکبارگی حملہ کر دو اور انہیں بدحواس کر دو۔

پس قعقاع اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا، قعقاع نے سواروں، دلیروں اور جوانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بڑی بے جگری سے حملہ کیا یہاں تک کہ خندق کے دروازے تک پہنچ گئے رات کی تاریکی چھا چکی تھی بقیہ لوگ ادھر ادھر گھومنے لگے، اور رات کی تاریکی سے بچاؤ کا انتظام کرنے لگے دلیروں و بہادروں میں اس دن طلیحہ اسدی، عمرو بن معدی کرب، قیس بن مکشوح، حجر بن عدی بھی تھے انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان کے امیر قعقاع بن عمرو نے رات کی تاریکی میں کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور نہ ہی انہیں پتا چلتا اگر ایک منادی یہ آواز نہ لگاتا کہ اے مسلمانو! تم کہاں ہو؟ تمہارا امیر ان کی خندق کے دروازے پر ہے مجوس نے جب یہ سنا تو بھاگنے لگے اور مسلمانوں نے قعقاع بن عمرو کی سمت حملہ کر دیا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ قعقاع نے خندق کے دروازے پر قبضہ کیا ہوا ہے اور فارسی افواج ہر طرف بھاگ رہی ہیں مسلمانوں نے انہیں ہر طرف سے قتل کرنا شروع کر دیا اور جگہ جگہ گھات لگا کر بیٹھ گئے اس معرکہ میں ایک لاکھ فارسی مقتول ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے مقتولین سے زمین کو ڈھانپ دیا اسی وجہ سے اس معرکہ کا نام جلولاء پڑ گیا اور اس قدر اموال، اسلحہ، سونا چاندی وغیرہ حاصل ہوئے جس قدر مدائن سے حاصل ہوئے تھے۔

ہاشم بن عتبہ نے قعقاع بن عمرو کو شکست خوردوں کے تعاقب میں بھیجا اور کچھ دستے کسریٰ کے پیچھے روانہ کئے قعقاع بن عمرو ان کے پیچھے گئے یہاں تک کہ مہران کو شکست خوردہ حالت میں پکڑ لیا اور قتل کر دیا البتہ فیرزان ان کے ہاتھ سے بچ گیا اور شکست کھا کر بھاگ نکلا قعقاع بن عمرو نے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا اور انہیں ہاشم بن عتبہ کی طرف بھیج دیا مال غنیمت میں بہت سے چوپائے بھی ہاتھ لگے ہاشم بن عتبہ نے اس تمام مال غنیمت کو اپنے چچا سعد بن ابی وقاص کی خدمت میں روانہ کر دیا، سعد بن ابی وقاص نے معرکہ میں خصوصی جرأت دکھانے والوں کو بطور نفل انعام واکرام سے نوازا، اور بقایا مال غانمین میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

شعبی کہتے ہیں کہ معرکہ جلولاء سے حاصل ہونے والا مال تیس لاکھ تھا اور اس کا خمس چھ لاکھ، لیکن دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ ہر سوار کو جلولاء کے معرکہ سے وہی کچھ ملا جتنا کہ مدائن سے ان کے حصے میں آیا تھا یعنی ہر شہسوار کو بارہ ہزار، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر سوار کے حصے میں نو ہزار درہم اور نو ہزار چوپائے آئے اس مال غنیمت کو وصول کرنے اور تقسیم کرنے کے منتظم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے پھر سعد بن ابی وقاص نے اموال غلام اور چوپائیوں کا خمس زیاد بن ابی سفیان، قضاعی بن عمرو اور ابو مقرن الاسود کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا جب یہ مال غنیمت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے زیاد بن ابی سفیان سے معرکہ کی کیفیت معلوم کی انہوں نے ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس کو بیان کیا کہ جس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تعجب میں ڈال دیا، آپ نے چاہا کہ دوسرے مسلمان بھی اس کارگزاری کو سنیں اس لئے آپ نے زیاد بن ابی سفیان سے پوچھا کہ جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟ زیاد نے کہا جی ہاں اے امیر المومنین! میرے نزدیک روئے زمین پر آپ سے زیادہ بارعب اور پرہیبت کوئی نہیں تو دوسروں کے سامنے کیوں نہیں بیان کرنے کا حوصلہ رکھوں گا پس زیاد لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور معرکہ کی تفصیلات انتہائی فصیح و بلیغ الفاظ میں بیان کیں کہ کتنے ہی آدمی قتل ہوئے، کتنا مال غنیمت ہاتھ آیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا یہ بڑا فصیح و بلیغ خطیب ہے زیاد نے کہا کہ ہماری افواج نے اپنے کارناموں کے ساتھ ہماری زبانیں کھول دیں۔

پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ یہ مال کسی چھت کے نیچے نہ رکھا جائیگا یہاں تک کہ تقسیم ہو جائے یعنی بیت المال میں نہ ذخیرہ کیا جائے گا بلکہ یہیں سے تقسیم کر دیا جائے گا، پس عبداللہ بن ارقم اور عبدالرحمٰن بن عوف نے مال کی حفاظت میں رات وہیں بسر کیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب صبح کی نماز سے فراغت پر طلوع شمس کے بعد لوگوں کے درمیان پہنچے تو حکم دیا کہ ان اموال سے چادریں ہٹائی جائیں جب یاقوت، ذبرجد، سونا، چاندی کے ڈھیر پر نظر پڑی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رو پڑے، عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ امیر المومنین آپ کس بات پر رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم یہ تو مقام شکر ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جب بھی اللہ تعالیٰ یہ چیزیں کسی قوم کو عطا فرماتے ہیں تو ان کے درمیان آپس میں حسد اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور جب یہ بات پیدا ہوتی ہے تو ان کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے اس کے بعد قادسیہ کے اموال کی طرح ان کو تقسیم کر دیا۔

سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جلولاء کی فتح ذی القعدہ ۱۶ھ میں ہوئی، اور اس کی اور مدائن کی فتح کے درمیان نو ماہ کا عرصہ ہے، ابن جریر نے یہاں سیف بن عمر سے مضافات کی زمینیں اور اس کے خراج سے متعلق روایات کرتے ہوئے کچھ کلام کیا بھی ہے لیکن اس کے ذکر کا موقع کتاب الاحکام ہے۔

ہاشم بن عتبہ نے جلولاء کے معرکہ سے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

(۱)..... معرکہ جلولاء و معرکہ رستم، اور کوفہ پر چڑھائی کا دن

(۲)..... ماہ محرم کے وسیع ایام، اور جو دن ان کے درمیان گزر گئے ہیں

(۳)..... ان سب نے میری کنپٹیوں کو سفید کر دیا ہے، وہ بلد حرام کی سفیدی کی طرح سفید و بوڑھی ہو گئی ہیں۔

اور ابو نجید نے یہ اشعار کہے:

(۱)..... جلولاء کے معرکہ میں ہمارے لشکروں نے، ترش روشیروں کو پیچھے دھکیل دیا

(۲)..... اور فارسی افواج کو تتر بتر کر کے ان کا کام تمام کر دیا، پس مجوس کے نجس اجسام کے لئے ہلاکت ہو۔

(۳)..... البتہ فیرزان ایک بے آب و گیاہ صحراء میں ان سے بچ نکلا، لیکن مہران کو جنگی خودوں کو توڑنے کے دن ہلاک کر دیا۔

(۴)..... انہوں نے پھر ایسے گھر میں قیام کیا جو موت کے لئے وعدہ کی جگہ ہے، اور رات کو تیز اڑنے والے پرندے ان پر مٹی ڈالتے تھے۔

فتح حلوان کا تذکرہ[1] .... جب جلولاء کا معرکہ اختتام پذیر ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سعد بن ابی وقاص کے نام خط کے مطابق ہشام بن عتبہ نے جلولاء میں قیام کیا اور قعقاع بن عمرو حلوان کی طرف پیش قدمی کر گئے تا کہ وہ مسلمانوں کے مددگار رہیں اور کسریٰ جہاں بھی بھاگے اس کے لئے وہیں پڑاؤ کریں پس وہ چلے جیسا کہ ہم نے ماقبل میں بیان کیا کہ انہوں نے جنگ کے امیر مہران رازی کو قتل کر دیا اور فیرزان ان کے ہاتھ سے بھاگ نکلا، جب فیرزان کسریٰ کے پاس پہنچا تو اسے جلولاء کے معرکہ کی تفصیلات اور جو کچھ اس کے بعد پیش آیا اور ایک لاکھ آدمی

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۲۱۵، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۶۳

کیسے قتل ہوئے نیز مہران کی گرفتاری اور قتل سب کچھ بیان کیا، کسریٰ یہ سن کر حلوان سے رے کی طرف بھاگ گیا اور حلوان پر خسر وشنوم کو امیر بنایا گیا پس قعقاع بن عمرو اس کی طرف بڑھے اور خسر وشنوم بھی حلوان سے باہر میدان میں آپ کے مقابلے کے لئے نکلا دونوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور ان کو فتح عطا فرمائی اور خسر وشنوم شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، قعقاع بن عمرو حلوان کی طرف بڑھے اور اس پر قبضہ کر لیا مسلمان شہر میں داخل ہو گئے اور لوگوں کو قیدی بنالیا اور مال غنیمت حاصل کیا اور وہاں قیام کیا اور ارد گرد کے شہروں اور فصلوں پر جزیہ مقرر کیا، مسلمانوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا، قعقاع بن عمرو حلوان ہی میں مقیم رہے یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص مدائن سے کوفہ روانہ ہو گئے قعقاع بن عمرو بھی ان کے پیچھے کوفہ چلے گئے جیسا کہ ہم عنقریب اسے بیان کریں گے۔

تکریت اور موصل کی فتح کا تذکرہ ...... جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدائن کی فتح سے فارغ ہوئے تو انہیں اطلاع ملی کہ اہل موصل نے تکریت میں انطاق نامی شخص کو اپنا امیر بنا کر افواج جمع کی ہوئی ہیں پس سعد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جلولاء کے حالات وہاں فارسیوں کا اجتماع اور اہل موصل کا معاملہ لکھا، اہل جلولاء کے متعلق تو تفصیلات ماقبل میں بیان ہو چکی ہیں اور اہل موصل کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ان کی تکریت میں جمع شدہ افواج کے مقابلہ میں ایک لشکر روانہ کیا جائے اور عبداللہ بن معتصم کو ان کا امیر مقرر کیا جائے اور اس کے مقدمہ پر ربعی بن افکل غزی، میمنہ پر حارث بن حسان ذہلی، میسرہ پر فرات بن حیان عجلی، ساقہ پر ہانی بن قیس، اور شہسواروں پر عرفجہ بن ہرثمہ کو مقرر کر دیا جائے، پس عبداللہ بن معتصم پانچ ہزار کا لشکر لے کر مدائن سے نکلے اور ان تمام دستوں کے ساتھ تکریت میں انطاق کے سامنے جا کر اترے، روم اور شہارجہ کی ایک جماعت اور عرب کے نصرانی قبائل ایاد، تغلب، نمر وغیرہ بھی آپ کے ساتھ آکر مل گئے ان سب نے تکریت کا محاصرہ کر لیا، چالیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔

اس دوران چوبیس مرتبہ جنگ کی نوبت آئی ہر مرتبہ مسلمان ہی ان پر غالب آئے اور فارسی فوج شکست کھاتی رہی یہاں تک کہ ان کا پہلو کمزور پڑ گیا اور انہوں نے کشتیوں میں بیٹھ کر فرار کا منصوبہ بنالیا، عبداللہ بن معتصم نے وہاں کے اعرابیوں سے خط و کتابت کی اور انہیں اہل شہر کے خلاف اپنے ساتھ تعاون کے لئے دعوت دی، قاصدین ان کی طرف سے قبولیت کا پیغام لائے، عبداللہ بن معتصم نے انہیں کہلوایا کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو گواہی دو کہ اللہ کی سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور اقرار کرو ان تمام باتوں کا جو وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں قاصدین گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا کہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں، عبداللہ بن معتصم نے ان کی طرف پیغام بھجوایا کہ اگر تم سچے ہو تو جب ہم رات کے وقت تکبیر کہیں اور شہر پر حملہ کریں تو تم کشتیوں کے دروازے بند کر دینا اور اہل شہر کو ان میں داخل ہونے سے روک دینا اور ان میں سے جس قدر کو قتل کر سکو قتل کر دینا، اس کے بعد عبداللہ اور ان کے اصحاب تیار ہوئے، بیک آواز تکبیر کہی اور پھر یکبارگی شہر پر حملہ کر دیا اعراب نے بھی دوسری جانب سے حملہ کر دیا اہل شہر اس نئی صورتحال سے حیران رہ گئے اور دجلہ کی طرف جو دروازے تھے ان سے نکل کر بھاگنا شروع ہوئے لیکن اَیاد، تغلب اور نمر قبائل نے اس طرف انہیں قتل کرنا شروع کر دیا اور بہت سے لوگوں کو مار ڈالا، عبداللہ بن معتصم اور ان کے ساتھی دوسرے دروازوں سے شہر میں داخل ہو گئے اور تمام اہل شہر کو قتل کر دیا اور اَیاد، تغلب اور نمر میں سے جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے بس وہی اسلام لائے،

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا کہ جب تم تکریت پر فتح یاب ہو جاؤ تو ربعی بن افکل کو حصین یعنی موصل کی طرف بھیج دینا، سو وہ اس حکم کے مطابق موصل کی طرف روانہ ہو گئے ان کے ساتھ بڑی فوج اور بہادروں کے دستے تھے آپ قبل اس کے کہ اہل موصل کو آپ کی آمد کی خبر ملے ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اہل شہر نے صلح کر لی، آپ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا جو ذلت کے ساتھ انہیں ادا کرنا تھا پھر تکریت سے حاصل ہونیوالے اموال کی تقسیم ہوئی، ہر گھوڑ اسوار کو تین ہزار درہم اور پیادہ کو ایک ہزار درہم ملا، انہوں نے مال غنیمت کا خمس فرات بن حیان کے ہاتھ اور فتح کی خوشخبری حارث بن حسان کے ہاتھ بھیجی موصل کی جنگ کی نگرانی ربعی بن افکل اور وہاں کے خراج کی وصولی عرفجہ بن ہرثمہ کے سپرد ہوئی۔

ماسبذان کی فتح کا تذکرہ [1] ...... جب ہاشم بن عتبہ جلولاء سے مدائن پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ آذین بن ہرمزان نے فارسیوں کی ایک فوج جمع کر رکھی ہے، آپ نے اس کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ ضرار بن خطاب کی سرکردگی میں ایک لشکر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کردو، پس ضرار بن خطاب مدائن سے نکلے ان کے مقدمہ پر ابن ھزیل اسدی امیر تھے یہ مقدمہ پہلے روانہ ہو گیا اور ضرار بن خطاب کے پہنچنے سے پہلے ہی آذین اور اس کی فوج سے جا ٹکرایا ابن ھزیل اسدی نے فارسی افواج کے ایک حصہ کو قتل کر دیا، آذین کو قید کر لیا اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر ابن ھزیل کے حکم سے آذین کی گردن مار دی گئی اور مسلمان شکست خوروں کے تعاقب میں ماسبذان تک جا پہنچے، یہ ایک بہت بڑا شہر تھا اس کو انہوں نے بزور بازو فتح کر لیا، اہل شہر پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں کیطرف بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے انہیں بلایا انہوں نے قبول کیا اور واپس آ گئے جو مسلمان نہ ہوئے ان پر آپ نے جزیہ مقرر کر دیا، اور وہاں بطور نائب قیام کیا یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص مدائن سے کوفہ پہنچ گئے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

قرقیسیا اور ھیت کی فتح کا تذکرہ [2] ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ جب ہاشم بن عتبہ جلولاء سے مدائن آئے تو ان دنوں اہل جزیرہ نے ابو عبیدہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف اہل حمص کی مدد کی تھی، ہرقل ان دنوں قنسرین میں تھا اہل جزیرہ نے اپنی افواج ہیت شہر میں جمع کر رکھی تھیں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھی انہوں نے جواب میں لکھا کہ عمر بن مالک بن عتبہ بن نوفل بن عبد مناف کی زیر امارت اس طرف ایک لشکر روانہ کر دیں۔

پس عمر بن مالک اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہیت کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اہل شہر نے اپنی حفاظت کے لئے خندق کھودی ہوئی تھی، آپ نے ایک وقت تک ان کا محاصرہ کر لیا لیکن کامیابی نہ ہوئی، آپ نے ہیت کے محاصرہ پر حارث بن یزید کو اپنا نائب بنایا اور خود قرقیسیا کی طرف روانہ ہو گئے اور اسے بزور بازو فتح کر لیا، اہل شہر جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے آپ نے ہیت پر اپنے نائب حارث بن یزید کو لکھا کہ اگر اہل شہر مصالحت پر آمادہ نہ ہوں تو ان کی خندق کے پیچھے ایک اور خندق کھود لی جائے لیکن اپنی خندق کے دروازے ان کی خندق کی طرف نہ رکھی جائیں جب اہل شہر کو اس خط کی اطلاع ملی تو وہ صلح پر رضامند ہو گئے۔

ہمارے شیخ ابو عبداللہ الحافظ الذھبی فرماتے ہیں کہ اس سال ابو عبیدہ نے عمرو بن العاص کو ان کے یرموک کے معرکہ سے فراغت کے بعد قنسرین کی طرف بھیج دیا پس اہل حلب، منبج وانطاکیہ نے جزیہ پر مصالحت کر لی، البتہ قنسرین کے تمام علاقے بزور بازو فتح ہوئے اور اسی سال سروج اور الرھا عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابن کلبی نے کہا کہ اس سال ابو عبیدہ ایلیاء کی طرف چلے ان کے مقدمہ پر خالد بن ولید مقرر تھے اور جا کر ایلیاء کا محاصرہ کر لیا لیکن اہل ایلیاء نے اس شرط پر صلح کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بذات خود آ کر ان سے صلح کریں گے ابو عبیدہ نے یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی، آپ تشریف لائے ان کے ساتھ صلح فرمائی کچھ دن قیام فرمایا اس کے بعد مدینہ واپس لوٹ گئے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ اس سے پچھلے سال کا واقعہ ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ربذہ مقام کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے محفوظ چراگاہ بنایا، اسی سال ابو محجن ثقفی کو باضع مقام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا، اسی سال عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صفیہ بنت ابو عبید کے ساتھ نکاح کیا، ابو عبید جو معرکہ جسر میں شہید ہوئے تھے، اور اس معرکہ میں امیر تھے یہ صفیہ مختار بن ابی عبید کی بہن ہیں جو بعد میں عراق کا گورنر بنا صفیہ خود نہایت نیک وصالحہ خاتون تھی لیکن ان کا بھائی مختار فاسق و فاجر آدمی تھا، اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور مدینہ میں زید بن ثابت کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اس سال مکہ میں عتاب بن اسید، شام میں ابو عبیدہ، عراق میں سعد بن ابی وقاص، طائف میں عثمان بن ابی العاص، یمن میں یعلیٰ بن امیہ، یمامہ اور بحرین میں علاء بن حضرمی، عمان میں حذیفہ بن محصن، بصرہ میں مغیرہ بن شعبہ، موصل میں ربعی بن افکل اور جزیرہ میں عیاض بن غنم آپ

(۱) تاریخ الطبری ۲/ ۴۷۵، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۶۶　　(۲) تاریخ الطبری: ۲/ ۴۷۵، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۶۶

کے گورنر تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال یعنی ربیع الاول ۱۶ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی سن وتاریخ کا آغاز کیا اور یہ سن وتاریخ مقرر کرنے والے سب سے پہلے آدمی ہیں، اس کا سبب ہم نے سیرت عمر میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی کا دوسرے آدمی سے قرض کا تحریری معاہدہ پیش کیا گیا اس میں ادائیگی کے لئے صرف ماہ شعبان لکھا ہوا ہے، آپ نے پوچھا کہ کونسا ماہ شعبان؟ اس سال یا پچھلے سال کا یا آئندہ سال کا؟ پھر لوگوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے لئے کوئی ایسی چیز وضع کرو کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے قرضوں کی ادائیگی وغیرہ میں تاریخ کو پہچان لیں، بعض نے رائے پیش کی کہ جس طرح اہل فارس اپنے بادشاہوں کے حساب سے تاریخ مقرر کرتے ہیں یعنی جب کسی بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد آنے والے بادشاہ کی تخت نشینی سے اپنا حساب وکتاب مقرر کرتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی کیا کریں، لیکن اس رائے کو سب نے ناپسند کیا بعض نے رائے دی کہ سکندر کے زمانے سے جو تاریخ ملک روم میں جاری وساری ہے اسے اختیار کرلیا جائے لیکن اسے بھی رد کر دیا گیا کہ یہ بہت طویل سلسلہ ہے بعض نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے تاریخ کا آغاز ہونا چاہئے، علی بن ابی طالب اور چند دیگر حضرات کی رائے ہوئی کہ آپ ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت سے اس کو شروع کیا جائے اس لئے کہ یہ ہر ایک کے لئے ظاہر وواضح ہے، بلکہ ولادت وبعثت سے بھی اظہر وواضح ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو بنظر تحسین دیکھا پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے سال سے اسلامی سن کا آغاز فرمایا اور اسے اس سال محرم الحرام سے شروع قرار دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سہیلی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ سن ہجری کا آغاز ماہ ربیع الاول سے ہوا، اس لئے کہ اسی ماہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے لیکن جمہور اس سال ماہ محرم سے آغاز کے قائل ہیں اس لئے کہ یہ مہینہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور یادداشت کے اعتبار سے بھی اضبط ہے اس کو آغاز قرار دینے کی صورت میں مہینے آگے پیچھے نہ ہوں گے اور اسی سال یعنی ۱۶ھ میں ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ کا انتقال ہوا، اور یہ واقدی، ابن جریر اور دیگر مورخین کے قول کے مطابق اس ماہ محرم میں ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، وہ لوگوں کو نماز جنازہ میں شرکت کے لئے جمع کرتے رہے، ماریہ قبطیہ کی تدفین بقیع میں ہوئی، رضی اللہ عنہا وارضیٰ بھا۔

ماریہ قبطیہ کو شاہ اسکندریہ جریج بن میناء نے دیگر تحائف وہدایا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا، آپ نے قبول فرمالیا ان کے ساتھ ان کی بہن شیرین بھی تھی، جسے آپ ﷺ نے حسان بن ثابت کو ہبہ فرمادیا، جن سے عبدالرحمٰن بن حسان پیدا ہوئے، کہا جاتا ہے کہ شاہ اسکندریہ نے ان دونوں کے ساتھ دو اور لونڈیاں بھی بھیجی تھیں ممکن ہے کہ یہ دونوں ماریہ اور شیرین کی خادمائیں ہوں ان کے ساتھ ایک خصی غلام مابور بھی بھیجا تھا اس کے علاوہ ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا بھی تھا اور ایک اسکندریہ کا بنا ہوا ریشمی حلہ بھی تھا، یہ تمام ہدایا ۸ھ میں آئے تھے، ماریہ قبطیہ کو رسول اللہ ﷺ سے حمل قرار پایا جس سے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، اور بیس ماہ زندہ رہ کر وفات پائی یہ آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً ایک سال پہلے کا واقعہ ہے، آپ ﷺ کو ان کی وفات کا بڑا غم لاحق ہوا اور آپ اشکبار ہوئے، اور فرمایا کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہے دل غمگین ہے لیکن ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں، یہ قصہ ۱۰ھ کے واقعات میں پہلے گزر چکا ہے۔

ماریہ قبطیہ بڑی نیک، صالحہ اور حسین وجمیل خاتون تھی، اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک صاحب قدر ومنزلت، آپ کو بڑی محبوب اور جاذب نظر تھیں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی کنیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مشابہ تھی اس لئے کہ یہ دونوں سرزمین مصر سے تعلق رکھتی تھیں، ایک کو نبی کریم ﷺ اور دوسری کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باندی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۷ھ کے اہم واقعات ...... اس سال ماہ محرم میں حضرت سعد بن ابی وقاص مدائن سے کوفہ منتقل ہوئے اور یہ اس وجہ سے کہ صحابہ کرام کو مدائن کی آب وہوا موافق نہ آئی، ان کے رنگ تبدیل ہو گئے بدن کمزور پڑ گئے، مدائن میں مکھیوں کی کثرت اور گرد وغبار بھی بہت تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ صورتحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی تو آپ نے جواباً فرمایا کہ اہل عرب کو وہی جگہ راس آسکتی ہے جو ان کے اونٹوں کے موافق ہو، پس حضرت سعد بن ابی وقاص نے حذیفہ اور سلمان بن زیاد کو مسلمانوں کے قیام کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا، یہ دونوں گئے

ان کا گذر کوفہ کی زمین پر ہوا وہ سرخ ریت میں سنگریزوں والی زمین تھی انہیں بڑی بھلی معلوم ہوئی، وہاں تین خانقاہیں تھیں ایک حرقہ بنت نعمان کے نام سے دوسری ام عمرو اور تیسری سلسلہ کے نام سے، اور ان کے درمیان کوفہ کی شراب کی دو کانیں تھیں، یہ دونوں یہاں اترے، نماز پڑھی اور ہر ایک نے یہ دعا مانگی اے اللہ! جو آسمانوں کا اور جن چیزوں کو آسمان نے ڈھانپ رکھا ہے اور زمین کا اور جن چیزوں کا بوجھ زمین اٹھائے ہے اور ہوائیں اور وہ جن کو یہ اڑائیں، ستارے اور جن پر یہ ٹوٹ کر گریں اور سمندر اور جو چیزیں اس کے ساتھ تھیں اور شیاطین اور جن کو یہ گمراہ کریں اور انگور کے خوشے اور جن کو یہ چھپائیں ان سب کا رب ہے، اے اللہ! ہمارے لئے اس کوفہ شہر میں برکت عطا فرما اور اسے ہمارے لئے جائے قرار بنا، اس کے بعد ان دونوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو اس جگہ سے آگاہ کیا، انہوں نے اس شہر کی حدود و خطوط متعین کرنے کا حکم دیا اور اس سال محرم الحرام میں کوفہ کی طرف رخت سفر باندھا، اور وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ایک مسجد کی بنیاد رکھی گئی، اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک زبردست تیر انداز کو تیر اندازی کا حکم دیا اس نے مسجد کے چاروں طرف تیر پھینکے جہاں جہاں اس کے تیر جا کر گرے وہاں وہاں لوگوں نے اپنے مکانات بنا لئے اور محراب کی سمت امارت اور بیت المال کے لئے ایک عمارت تعمیر کی گئی پہلے اس کو سرکنڈوں سے بنایا گیا تھا لیکن وہ دوران سال آتش زدگی کا شکار ہوگئی، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اینٹوں کی عمارت اس شرط پر بنائی کہ وہ اسراف سے کام نہ لیں گے اور حدود سے تجاوز نہ کریں گے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امراء اور قبائل کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ یہاں آ کر آباد ہوں، وہ آئے تو انہیں سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں ٹھہرایا اور اس آبادکاری کے منتظم ابو ہیاج کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے لئے مکانات تعمیر کروائیں اور بڑی سڑکیں چالیس گز اور چھوٹی سڑکیں تئیس گز اور گلیاں سات سات گز چوڑی رکھیں اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لئے بازار کے قریب ایک مکان تعمیر کیا گیا، جب لوگوں کا شور وشرابا زیادہ ہوتا تو آپ لوگوں کو اس سے منع کر دیتے اور دروازہ بند کروا دیتے اور فرماتے کہ شور ختم گیا ہے، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ جب کوفہ پہنچیں تو لکڑیوں کا گھٹا جمع کریں چقماق سے آگ روشن کریں اور سعد کے مکان کا دروازہ جلا دیں اور فوراً لوٹ آئیں جب محمد بن مسلمہ کوفہ پہنچے تو انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا اس کے بعد سعد سے فرمایا کہ لوگوں پر دروازہ بند نہ کیا کریں اور نہ اپنے دروازے پر دربان مقرر کریں جو لوگوں کو آنے جانے سے روکے، سعد بن ابی وقاص نے تعمیل حکم پر یقین دہانی کرائی اور محمد بن مسلمہ کو بیت المال سے کچھ ہدیہ دینا چاہا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا، اور مدینہ لوٹ آئے اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ساڑھے تین سال کوفہ میں رہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی کمزوری وخیانت کے محض مصلحتاً انہیں معزول کر دیا۔

حمص میں رومیوں کا ابوعبیدہ کا محاصرہ کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام آنا ...... یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ رومیوں کی ایک فوج نے ابوعبیدہ کا حمص میں گھیراؤ کرنے کا پختہ عزم کر لیا اور اہل جزیرہ اور وہاں کے لوگوں سے کمک طلب کی اور روانہ ہو گئے ابوعبیدہ نے خالد بن ولید کی طرف پیغام بھیجا وہ بھی قنسرین سے آ گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی صورتحال سے آگاہ کیا اس کے بعد مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ آیا رومیوں سے مقابلہ کیا جائے یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حکم آنے تک ہم شہر میں قلعہ بند ہو جائیں، سب نے قلعہ بند ہونے کا مشورہ دیا لیکن ...لد بن ولید کی رائے تھی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، ابوعبیدہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رائے قبول نہ کی بلکہ باقیوں کی رائے قبول کرتے ہوئے قلعہ بند ہو گئے ...میوں نے آ کر ان کا محاصرہ کر لیا، شام کے تمام شہروں کے مسلمان اپنے اپنے شہروں اور علاقوں کے نظم ونسق میں مصروف تھے، اگر وہ اسے چھوڑ کر حمص کا رخ کرتے تو پورے شام کا نظام بگڑ کر رہ جاتا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ لوگوں کو شام کے لئے تیار کریں اور جس دن خط پہنچے اسی دن قعقاع بن عمرو کی سرکردگی میں انہیں روانہ کر دیں، یہ لوگ ابوعبیدہ کی امداد کے لئے حمص پہنچیں گے اس لئے کہ وہ وہاں محصور ہیں، اور یہ بھی لکھا کہ ایک لشکر اہل جزیرہ کی طرف بھی بھیجیں اس لئے کہ انہوں نے ابوعبیدہ کے حصار میں رومیوں کی مدد کی ہے جزیرہ کی طرف جانے والے لشکر کا امیر عیاض بن غنم کو مقرر کیا جائے یہ دونوں لشکر کوفہ سے بیک وقت نکلے، قعقاع بن عمرو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ابوعبیدہ کی امداد کے لئے حمص روانہ ہو گئے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خود بھی ابوعبیدہ کی امداد کے لئے مدینہ سے نکلے اور جابیہ مقام تک پہنچ گئے اور ایک روایت کے مطابق مقام سرغ تک پہنچ گئے۔

ابن اسحاق اسی کے قائل ہیں اور یہی راجح ہے اور جب اہل جزیرہ جو رومیوں کے ساتھ محاصرہ میں شریک تھے ان کو یہ خبر ملی کہ ان کے شہروں میں اسلامی فوج گھس آئی ہے تو وہ اپنے شہروں کو بچانے کے لئے بھاگے اور رومیوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور رومیوں کو جب یہ خبر ملی کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے نائب کی مدد کے لئے خود آرہے ہیں تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کو مشورہ دیا کہ اب باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے ابوعبیدہ نے ایسا ہی کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح ونصرت عطا فرمائی، اور رومی بری طرح شکست کھا کر بھاگے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان تک پہنچنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کمک کے ان تک پہنچنے سے تین رات پہلے یہ واقعہ ہوا ہے، ابوعبیدہ نے جابیہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری بھجوائی اور یہ بھی لکھا کہ کمک ان تک تین رات کے بعد پہنچی ہے، اب آیا مال غنیمت کی تقسیم میں ان آنے والوں کو بھی شامل کریں یا نہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ ان کو شامل کیا جائے اس لئے کہ دشمن ان کے خوف کی وجہ سے ہی کمزور ہوا اور فرار ہوا ہے پس ابوعبیدہ نے ان کو بھی تقسیم میں شریک کر لیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل کوفہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ اپنے شہروں کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور دوسرے شہر والوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔

جزیرہ کی فتح ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال سیف بن عمر کے قول کے مطابق جزائر کی فتح ہوئی، ابن جریر اس کے قائل ہیں کہ یہ فتح ذی الحجہ ۱۷ھ میں ہوئی، پس ابن جریر نے اس فتح کے اس سال ہونے میں سیف بن عمر کی موافقت کی ہے اور ابن اسحاق کا قول ہے کہ یہ فتح ۱۹ھ میں ہوئی، اس مہم پر عیاض بن غنم گئے تھے ان کے ساتھ عثمان بن ابی العاص، ابوموسیٰ اشعری اور عمر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، عمر بن سعد اس وقت کمسن بچے تھے اس لئے امارت کی ذمہ داری ان کے سپرد نہ تھی، عیاض بن غنم نے الرھاء میں نزول کیا، اہل شہر نے جزیہ پر صلح کر لی، حران نے بھی جزیہ پر مصالحت کی پھر ابوموسیٰ اشعری کو نصیبین کی طرف، عمر بن سعد کو راس العین کی طرف، اور عیاض بن غنم خود دارا کی طرف روانہ ہو گئے، یہ سارے علاقے ان کے ہاتھوں فتح ہو گئے اور عثمان بن ابی العاص کو آرمینیہ کی طرف بھیجا وہاں کچھ لڑائی پیش آئی، جس میں صفوان بن معطل سلمی شہید ہوئے پھر اہل آرمینیہ نے بھی جزیہ پر صلح کر لی، عثمان بن ابی العاص نے ہر گھر پر ایک دینار مقرر کر دیا۔

سیف بن عمر اپنی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عبداللہ بن غسان آئے اور پیادہ چلتے ہوئے موصل تک پہنچ گئے پھر انہوں نے شہر کو عبور کر لیا یہاں تک کہ نصیبین پہنچ گئے اہل شہر نے صلح کر لی، اور اہل رقہ کی طرح معاملہ کیا اور اہل جزیرہ کے عرب نصاریٰ کے سرداروں کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا انہوں نے ان سے فرمایا کہ تم جزیہ ادا کرو، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہماری مامون جگہ پہنچا دیجئے، اللہ کی قسم اگر آپ نے ہم پر جزیہ مقرر کیا تو ہم سرزمین روم کی طرف چلے جائیں گے اور اللہ کی قسم آپ نے تو ہمیں عربوں کے درمیان رسوا کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ کو خود رسواء کیا ہے، تم نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے اور تم تو حقیر قوم ہو، اللہ کی قسم ضرور بالضرور جزیہ ادا کرو گے، اگر تم روم کی طرف بھاگے تو میں تمہارے پیچھے لشکر بھیجوں گا اور تمہیں قیدی بناؤں گا، انہوں نے کہا کہ آپ ہم سے وصول کر لیں لیکن اس کا نام جزیہ نہ رکھیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو جزیہ ہی نام رکھیں گے تم جو چاہو اس کا نام رکھ لو، حضرت علی بن ابی طالب نے کہا کہ کیا سعد نے ان پر دوگنا مقرر نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں ایسا ہی کیا ہے پھر آپ نے ان کے لئے نرم گوشہ اختیار کیا اور ان کے مطالبہ پر راضی ہو گئے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے اور محمد بن اسحاق کے قول کے مطابق مقام سرغ تک پہنچ گئے، سیف بن عمر کہتے ہیں کہ جابیہ تک آئے، میں کہتا ہوں کہ زیادہ مشہور یہی ہے کہ مقام سرغ تک آئے اور امرائے اجنادین ابوعبیدہ، یزید بن ابی سفیان، اور خالد بن ولید نے یہیں آ کر آپ سے ملاقات کی اور بتلایا کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انصار ومہاجرین سے شام جانے یا نہ جانے کے بارے میں مشورہ کیا انہوں نے آپس میں اختلاف کیا، بعض کہنے لگے کہ آپ جب ایک کام کے لئے آئے ہیں تو اسے چھوڑ کر واپس نہ جائیں، اور بعض کہنے لگے کہ ہم یہ کسی بھی طرح مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ کو اس وباء پر پیش کر دیں گے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کل صبح واپسی کا حکم دیا، ابوعبیدہ نے کہا کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں میں اللہ

کی تقدیر سے تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہا ہوں، یعنی حفاظتی تدبیر اختیار کرنا بھی تقدیر ہی کا حصہ ہے اور فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تم کسی وادی میں اترو اس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز و شاداب دوسرا خشک، اگر تم سرسبز و شاداب جانب اترو تو بھی اللہ کی تقدیر پر نظر رکھتے ہوئے ایسا کرو گے اور اگر خشک جانب اترو تو بھی اللہ کی تقدیر ہی پیش نظر ہوگی، پھر فرمایا کہ اے ابوعبیدہ کاش! آپ کے سوا کوئی اور یہ بات کہتا۔

ابن اسحاق نے اپنی روایت میں جو کہ صحیح بخاری میں ہے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف اس وقت کسی کام کی وجہ سے غیر حاضر تھے جب وہ آئے اور یہ ساری بات سنی تو فرمایا کہ اس کے متعلق میرے پاس ایک علمی بات ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب تم کسی قوم کی سرزمین میں اس وباء کے بارے میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ ہو اور وہاں یہ وباء پھیل جائے تو وہاں سے مت بھاگو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے حدیث کے موافق ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور لوگوں کے ساتھ لوٹ آئے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے ان سے سفیان بن حسین بن ابی ثابت نے ان سے ابراہیم بن سعد نے ان سے سعد بن مالک بن ابی وقاص، خزیمہ بن ثابت اور اسامہ بن زید نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ طاعون عذاب ہے اور اس عذاب کا باقی ماندہ ہے جس کے ساتھ تم سے پہلے ایک قوم کو عذاب دیا گیا، جب یہ کسی ایسی زمین میں واقع ہو جائے جہاں تم ہو تو اس جگہ سے مت بھاگو اور جب تم سنو کہ کسی زمین میں یہ پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ، امام احمد نے اس کو یحییٰ بن سعید اور سعید بن مسیب کی سند سے بھی نقل کیا ہے یہ دونوں اسے سعد بن ابی وقاص سے نقل کرتے ہیں۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ یہ وباء اس سال ماہ محرم میں شام میں پڑی تھی، لیکن پھر جلد ہی ختم ہوگئی تھی اور سیف کا خیال ہے کہ یہ طاعون عمواس تھا جس میں بہت سے امراء اور سرکردہ لوگ شہید ہو گئے تھے لیکن یہ خیال درست نہیں اس لئے کہ طاعون عمواس اس سے آئندہ سال واقع ہوئی تھی جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کریں گے اور سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شہروں کا جائزہ لینے، امراء سے ملاقاتیں کرنے اور ان کے نظم ونسق دیکھنے کا عزم فرمایا لیکن صحابہ کرام کا اس میں اختلاف ہوا، بعض کا کہنا تھا کہ اس کی ابتداء عراق سے کی جائے، اور بعض کا کہنا تھا کہ ابتداء ملک شام سے ہو، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام سے آغاز کا ارادہ فرمایا اس لئے کہ وہاں طاعون عمواس میں وفات پانے والے مسلمانوں کی میراث تقسیم کرنے کا مسئلہ درپیش تھا امرائے شام کے لئے یہ مسئلہ مشکل ہو گیا تھا اس لئے آپ نے وہاں کا عزم کر لیا یہ امر اس بات کا مقتضی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شام آمد طاعون عمواس کے بعد ہوئی اور طاعون عمواس ۱۸ھ میں پڑا جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور یہ آمد مقام سرغ تک آمد کے علاوہ ہے۔

سیف بن عمر ابوعثمان، ابو حارثہ اور ربیع بن نعمان کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شام میں لوگوں کی مواریث ضائع ہو رہی ہیں لہٰذا میں شام سے ابتداء کروں گا اور ان کے متعلق جس پر میرا دل مطمئن ہوگا فیصلے کروں گا، پھر میں مختلف شہروں میں گشت کروں گا اور احکامات صادر کروں گا، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں چار مرتبہ آئے، دو مرتبہ ۱۶ھ میں اور دو مرتبہ ۱۷ھ میں، پہلے سال شام میں داخل نہیں ہوئے اور دوسرے سال دونوں مرتبہ داخل ہوئے۔ اس روایت کا وہی مقتضیٰ ہے جو سیف بن عمر کے حوالہ سے ہم نے ماقبل میں بیان کیا ہے کہ طاعون عمواس ۱۷ھ میں پڑا تھا، لیکن محمد بن اسحاق، ابومعشر اور حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ۱۸ھ میں واقع ہوئی تھی، اور اس میں ابوعبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان اور دیگر بڑے بڑے لوگ وفات پا گئے تھے، عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

طاعون عمواس کے کچھ حالات...... اس طاعون میں ابوعبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابوسفیان اور دیگر اکابر صحابہ نے وفات پائی، ابن جریر نے اس طاعون کا اسی سال میں ذکر کیا ہے۔

محمد بن اسحاق شعبہ سے وہ مختار بن عبداللہ بجلی سے وہ طارق بن شہاب بجلی سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت کوفہ شہر میں اپنے مکان میں قیام پذیر تھے جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو فرمایا کہ تم یہاں گھیرا ڈال کر مت بیٹھو، اس مکان میں ایک آدمی اس

بیماری کی وجہ سے مرگیا ہے لہٰذا اگر تم اس شہر سے چلے جاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں، پس تم اپنے شہروں کے وسیع و پرفضا مقام کی طرف چلے جاؤ یہاں تک کہ یہ بیماری ختم ہو، اور جس چیز کو ناپسند کیا جاتا ہے تو اس سے احتیاط برتی جاتی ہے اور سنو جو شخص باہر نکل جائے تو اس کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ ٹھہرتا تو مرجاتا اور جو ٹھہر جائے اور مرجائے تو اس کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ باہر نکل جاتا تو بچ جاتا، پس جب کسی مسلمان کو اس طرح کا خیال اور وہم نہ ہو تو اس کے لئے باہر چلے جانے میں کوئی حرج نہیں، میں تمہیں اس کے بارے میں ایک خبر دیتا ہوں کہ میں طاعون عمواس والے سال شام میں ابوعبیدہ کے ساتھ تھا جب یہ طاعون شدت اختیار کرگیا اور اس کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے ابوعبیدہ کو وہاں سے نکالنے کے لئے خط لکھا اس میں لکھا کہ تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو، اما بعد! مجھے آپ سے ایک کام ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق آپ سے براہ راست ملاقات کروں لہٰذا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ جب میرا خط آپ پڑھیں تو نیچے رکھنے سے پہلے میری طرف روانہ ہو جائیں، ابوعبیدہ سمجھ گئے کہ مجھے اس طاعون سے نکالنے کے لئے یہ حکم دیا جارہا ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی مغفرت فرمائے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جواب لکھا کہ اے امیر المومنین! آپ کو مجھ سے جو کام ہے وہ میں جان چکا ہوں، میں مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوں اور انہیں چھوڑ کر آنے سے قاصر ہوں، میں ان سے جدا ہونا نہیں چاہتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنا حکم اور فیصلہ نافذ کردے، پس اے امیر المومنین میرے بارے میں اپنا ارادہ ترک فرمادیجئے اور مجھے میرے لشکر میں رہنے دیجئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب خط پڑھا تو رو پڑے، لوگوں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین کیا ابوعبیدہ وفات پاچکے ہیں؟ فرمایا نہیں، لیکن لگتا ہے عنقریب فوت ہو جائیں گے پھر آپ ابوعبیدہ کو لکھا کہ آپ نے لوگوں کو پست اور نشیبی زمین میں ٹھہرایا ہوا ہے آپ انہیں لے کر کسی بلند مقام پر منتقل ہو جائیں۔

ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ جب ابوعبیدہ کے پاس یہ خط پہنچا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ اے ابوموسیٰ یہ امیر المومنین کا خط ہے جو میرے پاس آیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، پس تم جاؤ اور لوگوں کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرو، اور میں انہیں لے کر تمہارے پیچھے آرہا ہوں میں وہاں سے لوٹ کر اپنے گھر پہنچا تاکہ سفر کی تیاری کروں وہاں دیکھا کہ میری بیوی اس بیماری کا شکار ہو کر فوت ہو چکی ہے میں واپس ابوعبیدہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میرے گھر ایک حادثہ ہو چکا ہے ابوعبیدہ نے کہا کہ شاید تمہاری زوجہ فوت ہوگئی ہے میں نے کہا کہ ہاں، پھر ابوعبیدہ نے ایک اونٹ لانے کا حکم دیا، جب اس کی رکاب میں پاؤں داخل کیا تو آپ پر طاعون کا حملہ ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے طاعون کا مرض لاحق ہو گیا پھر آپ لوگوں کو لے کر چلے یہاں تک کہ جابیہ میں جا کر پڑاؤ کیا اور اس طرح لوگوں سے یہ وباء دور ہوئی۔ محمد بن اسحاق ابان بن صالح سے وہ شہر بن حوشب سے وہ رابہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب طاعون عمواس شدت اختیار کر گیا تو ابوعبیدہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیماری تمہارے لئے رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے، اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا ذریعہ ہے، ابوعبیدہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ ابوعبیدہ کو اس میں سے اس کا حصہ عطا فرما، پھر انہیں یہ مرض لاحق ہو گیا اور ان کی وفات ہوگئی اور وہ اپنے بعد معاذ بن جبل کو لوگوں پر اپنا نائب مقرر کرگئے، اس کے بعد معاذ بن جبل نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیماری تمہارے لئے رحمت، تمہارے نبی کی دعا اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا ذریعہ ہے معاذ، اللہ سے دعا کرتا ہے کہ آل معاذ کو اس میں انکا حصہ عطا فرما، پس ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کو یہ بیماری لاحق ہوئی، ان کا انتقال ہو گیا پھر معاذ بن جبل نے اپنے لئے دعا کی ان کی ہتھیلی میں بھی طاعون کی گلٹی نکل آئی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں آپ کو دیکھتا تھا آپ اپنی ہتھیلی کو دیکھتے پھر اسے پلٹ دیتے اور فرماتے کہ میں نہیں پسند کرتا کہ میرے لئے تیرے اندر دنیا کا کچھ فائدہ ہو، پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو وہ عمرو بن العاص کو اپنا نائب مقرر کرگئے، عمرو بن العاص نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑکتی اور پھیلتی ہے پس تم پہاڑوں کے ذریعے اس سے اپنا بچاؤ کرو، ابووائل ہذلی بولے کہ تم نے جھوٹ کہا اور اللہ کی قسم میں ایسے وقت رسول اللہ ﷺ کی صحبت مشرف میں تھا کہ تم اس وقت میرے اس گدھے سے بھی بدتر تھے، عمرو بن العاص نے کہا کہ اللہ کی قسم میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا لیکن واللہ ہم یہاں قیام بھی نہیں کریں گے، پھر وہ نکلے ان کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی نکلے اور منتشر ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ان سے اس بیماری کو دور کردیا جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے عمرو بن العاص کی رائے

کو ناپسندیدہ قرار نہیں دیا، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ ابوعبیدہ اور یزید بن ابی سفیان کو دمشق اور اس کے خراج کا اور شرحبیل بن حسنہ کو اردن اور اس کے خراج کا امیر مقرر کر دیا۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ طاعون عمواس دو مرتبہ واقع ہوا اور ایسا کہ اس کی مثال نہیں ملتی اور طویل عرصہ رہا، بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے یہاں تک کہ دشمن طمع کرنے لگے اور مسلمان ان سے خوف کھانے لگے۔

میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد شام میں آئے تھے اور مرنے والوں کی مواریث کو تقسیم کیا اس لئے کہ یہ معاملہ امراء کے لئے مشکل بن گیا تھا لوگوں کے دل آپ کے آنے کی وجہ سے خوش ہو گئے اور دشمن ہر طرف ناکام و نامراد ہو گئے۔

سیف بن عمر ۱۷ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آمد کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جب آپ نے اس سال ذوالحجہ میں مدینہ واپسی کا قصد کیا تو لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ خبردار سنو! مجھے تمہارے امور سلطنت کا والی بنایا گیا تھا اور جن امور ومعاملات کا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا والی بنایا تھا ان سب کو میں نے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے، ہم نے تمہارے درمیان تمہارے غنائم، تمہارے مکانات اور تمہاری جنگی مہمات پھیلا دی ہیں، جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ پہنچا دیا ہے، پس تمہارے لئے لشکر ترتیب دیئے، تمہاری بلندی کے اسباب مہیا کئے، تمہارے ٹھکانے بنائے اور شام کے جن علاقوں تک تمہاری غنیمتیں پھیلی ہوئی تھیں اور جہاں جہاں تم نے قتال کیا تھا وہاں تک تمہارے لئے وسعت پیدا کر دی گئی، تمہارے کھانوں کے نام رکھے اور تمہارے لئے عطایا، خوراک اور غنائم کے حکم نامے جاری کئے، پس جو شخص کسی امر کو جانتا ہو اور اس پر عمل کرنا مناسب ہو تو وہ ہمیں بتلائے ہم انشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ اس پر عمل کریں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا لوگوں نے کہا کہ کاش آپ حضرت بلال کو اذان کا حکم دیں، آپ نے انہیں حکم دیا انہوں نے اذان دی، پس کوئی شخص باقی نہیں رہا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بلال کی اذان سنی ہو وہ نہ رویا ہو حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ روئے اور جنہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا وہ ان کے رونے اور آپ ﷺ کی یاد آنے کی وجہ سے وہ بھی روئے۔

ابن جریر نے سیف بن عمر کے حوالہ سے اس سال پیش آنے والے واقعات میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو ایک مذمتی خط بھیجا اس لئے کہ وہ حمام میں داخل ہوئے اور چونا لگانے کے بعد شراب میں ملا ہوا زردرنگ جسم پر استعمال کیا پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں لکھا کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کے ظاہر وباطن کو حرام کیا ہے اسی طرح اس نے شراب کے ظاہر وباطن کو بھی حرام کیا ہے لہٰذا شراب کو چھونا بھی حرام ہے پس تم شراب کو نہ چھوا کرو اس لئے کہ وہ نجس ہے اگر اب تک کرتے رہے تو اب نہ کیا کرو، خالد بن ولید نے جواب میں لکھا کہ ہم اس میں باقی کی آمیزش کرتے ہیں پھر وہ شراب نہیں رہتی بلکہ دھونے کی ایک چیز بن جاتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر لکھا کہ میرا خیال ہے کہ آل مغیرہ کو بدسلوکی کے ساتھ آزمایا گیا ہے، پس اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر موت نہ دے اس جواب پر خالد بن ولید ایسا کرنے سے رک گئے۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ اس سال اہل بصرہ بھی طاعون کی لپیٹ میں آئے جس میں بہت سے لوگ فوت ہوئے، کہتے ہیں کہ حارث بن ہشام اپنے گھر کے ستر آدمیوں کے ساتھ شام گئے اور ان میں سے صرف چار آدمی واپس آئے۔

مہاجر بن خالد نے اس کے متعلق کہا:

(۱)......جو شخص شام میں سکونت اختیار کرتا ہے تو اسے وہی پکڑ لیتا ہے، حالانکہ شام اگر فنا نہ بھی کرے تو رنج والم ضرور دیتا ہے۔

(۲)......ان کے بیس سواروں نے بنوریطہ کو فنا کر دیا۔ اور کسی مونچھ والے نے ان کا قصاص نہیں لیا۔

(۳)......ان کے چچازادوں میں سے اتنے ہی اور بھی مقبول (مقتول) ہوئے۔ اس قسم کے واقعات سے تعجب کرنے والا تعجب کرتا ہے۔

(۴)......ان کی اموات نیزہ زنی یا طاعون سے ہوئیں۔ اور کاتب تقدیر نے ہمارے لئے یہی بات لکھی تھی۔

قنسرین سے خالد بن ولید کی معزولی ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال خالد بن ولید اور عیاض بن غنم نے رومیوں کے علاقوں میں شب خون مارے اور بڑی مقدار میں اموال حاصل کئے اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا، سیف بن عمر کے طریق سے ابو حارثہ، ابو عثمان، ربیع اور ابو مجالد سے مروی ہے کہ جب خالد بن ولید واپس آئے تو ان کے ساتھ موسم گرما کے بہت سے قیمتی اموال تھے۔ لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے اور ان سے عطایا، ہدایا اور انعام طلب کرنے لگے ان میں اشعث بن قیس بھی تھے خالد بن ولید نے انہیں دس ہزار درہم سے نوازا، جب یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ وہ خالد بن ولید کو اپنے سامنے کھڑا کریں ان کا عمامہ کھولیں ان کی ٹوپی اتار دیں اور اسے عمامے کے ساتھ باندھ دیں اور ان سے دس ہزار درہم کے بارے میں سوال کریں اگر انہوں نے اشعث کو یہ اپنے ذاتی مال سے دیئے ہیں تو یہ اسراف ہے اور اگر مال غنیمت سے دیئے ہیں تو یہ خیانت ہے پھر آپ انہیں ان کی عملداری سے معزول کر دیں۔

ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو طلب کیا اور خود منبر پر تشریف فرما ہوئے، خالد بن ولید کو اپنے سامنے کھڑا کیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور خالد بن ولید کے ساتھ وہی کارروائی دہرائی جس کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا ابو عبیدہ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور کوئی بات نہ فرمائی، پھر منبر سے نیچے اترے اور خالد بن ولید سے معذرت کی کہ اس میں میرا کوئی عمل دخل یا اختیار نہیں، خالد بن ولید نے ان کی معذرت کو قبول کیا اور جان گئے کہ اس میں ان کا کوئی ارادہ یا رضا شامل نہیں پھر خالد بن ولید قنسرین پہنچے اہل شہر سے خطاب کیا اور انہیں الوداع کہہ کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے وہاں بھی اہل حمص سے خطاب کیا اور انہیں الوداع کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے جب خالد بن ولید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

تم نے ایک ایسا کام کیا جو کسی نے بھی نہ کیا تھا ۔۔۔ اور لوگ کچھ نہیں کر سکتے، اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے

پھر پوچھا کہ یہ مالداری کہاں سے آئی جس میں سے تم نے دس ہزار درہم دیئے تھے؟ خالد بن ولید نے جواب دیا کہ غنائم اور اس کے حصوں سے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو ساٹھ ہزار سے زائد ہو وہ تمہارے لئے ہے، پھر ان کے اموال اور سامان کی قیمت لگوائی اور بیس ہزار درہم ان سے وصول کر لئے، اور فرمایا کہ تم میرے نزدیک قابل تکریم اور مجھے محبوب ہو لیکن آج کے بعد میری طرف سے کسی بھی جگہ کے عامل نہ ہو گے۔

سیف بن عمر عبداللہ سے وہ مستورد سے اور وہ اپنے والد سے اور وہ عدی بن سہل سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف شہر والوں کو لکھا کہ میں نے خالد بن ولید کو کسی ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے کہ لوگ ان کی وجہ سے فتنہ میں پڑ رہے تھے میں نے چاہا کہ لوگ جان لیں کہ صرف اللہ ہی کرنے والا ہے پھر سیف نے مبشر سے اور انہوں نے سالم سے نقل کیا ہے کہ جب خالد بن ولید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے پھر اسی طرح کی روایت بیان کی، واقدی کہتے ہیں کہ اس سال رجب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرہ کیا اور مسجد حرام میں کچھ تعمیری کام کیا اور حرم میں جو علامات قائم ہیں ان کی از سر نو تجدید کا حکم دیا، اور یہ خدمت مخرمہ بن نوفل، ازہر بن عبد عوف، حویطب بن عبدالعزیٰ اور سعید بن یربوع کے سپرد کی۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے کثیر بن عبداللہ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۱۷ھ میں مکہ مکرمہ میں عمرہ کے لئے آئے، جب وہ راستے میں ایک جگہ سے گزرے تو پانی کی خدمت والوں نے آپ سے بات چیت کی کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکانات بنانا چاہتے ہیں پہلے ان کے درمیان کچھ نہیں تھا، آپ نے ان کو اجازت دے دی اور شرط لگا دی کہ مسافر سائے اور پانی کا زیادہ حقدار ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا جو فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے تھیں اور ذی القعدہ میں رخصتی ہوئی، ہم نے سیرت عمر اور مسند عمر میں اس نکاح کی تفصیلات درج کی ہیں، آپ نے چالیس ہزار درہم ان کا مہر مقرر کیا اور فرمایا کہ میں نے یہ نکاح اس لئے کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر قرابت داری اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا لیکن میرا قرابت اور نسب منقطع نہیں ہوگا، اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا والی بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کو میرے پاس بھیج دیں اس

لئے کہ ان کے خلاف ابوبکرہ، شبل بن معبد بجلی، نافع بن عبید اور زیادہ نے گواہی دی ہے۔

مغیرہ بن شعبہ کے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو عامر بن صعصعہ یا بنو ہلال کی ایک عورت تھی جس کا نام ام جمیل بنت افقم تھا اس کا شوہر جو کہ بنو ثقیف سے تھا کا انتقال ہو چکا تھا، یہ عورت امراء اور اشراف کی عورتوں کے پاس آیا جایا کرتی تھی، مغیرہ بن شعبہ جو کہ بصرہ کے امیر تھے ان کے گھر بھی آتی جاتی تھی، مغیرہ بن شعبہ کا مکان ابوبکرہ کے مکان کے سامنے تھا اور ان کے درمیان راستہ تھا اور دونوں گھروں میں آمنے سامنے روشن دان تھے، مغیرہ بن شعبہ اور ابوبکرہ میں چپقلش رہتی تھی ایک مرتبہ ابوبکرہ اور اپنے مکان میں بیٹھے کچھ لوگوں کے ساتھ اشراف کے بارے میں باہم گفتگو کر رہے تھے اچانک ہوا کے جھونکے سے روشن دان کا پٹ کھل گیا ابوبکرہ اسے بند کرنے کے لئے اٹھے ابوبکرہ کی اس طرف نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ ایک عورت کے سینے اور رانوں کے درمیان بیٹھے ہیں، اور اس سے صحبت کر رہے ہیں ابوبکرہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آؤ اور اپنے امیر کو دیکھو وہ ام جمیل سے زنا کر رہے ہیں، لوگ کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ وہ ایک عورت سے صحبت کر رہے ہیں انہوں نے ابوبکرہ سے کہا کہ آپ کس بنا پر کہتے ہیں کہ یہ ام جمیل ہے حالانکہ دونوں کے سر دوسری طرف ہیں ابوبکرہ نے کہا کہ انتظار کرو، جب وہ دونوں فارغ ہو گئے تو عورت کھڑی ہوئی ابوبکرہ نے کہا کہ یہ ام جمیل ہے پس اُن سب نے اپنے خیال کے مطابق اسے پہچان لیا۔ اس کے بعد جب مغیرہ بن شعبہ غسل کر کے نکلے تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو ابوبکرہ نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا، اور یہ قصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ دیا انہوں نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ کا امیر مقرر کیا اور مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر دیا، ابوموسیٰ اشعری روانہ ہو گئے اور مقام برد میں جا کر اترے، مغیرہ بن شعبہ کو ان کے آنے کی خبر ملی تو کہا کہ اللہ کی قسم ابوموسیٰ نہ تاجر بن کر آئے اور ملاقاتی بلکہ امیر بن کر آئے ہیں پھر ابوموسیٰ اشعری لوگوں کے پاس پہنچے اور مغیرہ بن شعبہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط پیش کیا جو نہایت مختصر تھا اس میں لکھا تھا کہ امابعد! مجھے تمہارے بارے میں ایک بڑی خبر ملی ہے میں ابوموسیٰ اشعری کو امیر بنا کر بھیج رہا ہوں جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ان کے حوالہ کر دیجئے، اور جلد از جلد میرے پاس پہنچ جایئے۔ اور اہل بصرہ کے نام لکھا کہ میں نے ابوموسیٰ اشعری کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے تا کہ وہ تمہارے قوی لوگوں سے کمزوروں کے لئے وصول کریں تمہارے دشمنوں سے قتال کریں، تمہارے دیون (قرض) ادا کریں، تمہارے لئے غنائم کو اکٹھا کریں اور تمہارے درمیان تقسیم کریں۔

مغیرہ بن شعبہ نے طائف کی ایک باندی جس کا نام عقیلہ تھا ابوموسیٰ اشعری کو ہدیہ میں پیش کی، وہ نوجوان اور نہایت حسین تھی، اور کہا کہ اسے میں نے آپ کے لئے پسند کیا ہے اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اور وہ لوگ جنہوں نے ان کے خلاف گواہی دی تھی سب روانہ ہو گئے، گواہی دینے والے ابوبکرہ، نافع بن کلدہ، زیاد بن امیہ اور شبل بن معبد بجلی تھے، جب یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں اور مغیرہ کو جمع کیا مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ ان لوگوں سے پوچھئے کہ انہوں نے مجھے کیسے دیکھا؟ میں ان کی طرف چہرہ کئے ہوئے تھا یا پشت؟ اور عورت کو کیسے دیکھا اور کیسے پہچانا؟ اگر یہ لوگ میرے سامنے تھے تو مجھ پر کیسے نظر ڈالنا حلال ہوا؟ اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی تھی اور وہ ام جمیل کے مشابہ تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ سے شہادت لینے کا آغاز کیا انہوں نے شہادت دی کہ میں نے ان کو ام جمیل کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھے دیکھا ہے یہ اس کے ساتھ اس طرح دخول و خروج کر رہے تھے جس طرح سرمہ دانی میں اس کی سلائی داخل اور خارج ہوتی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے ان دونوں کو کیسے دیکھا؟ ابوبکرہ نے کہا کہ یہ دونوں میری طرف پشت کئے ہوئے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے عورت کے سر کو کیسے پہچانا انہوں نے کہا کہ میں نے خوب توجہ سے کام لے کر معلوم کیا اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شبل بن معبد کو بلایا انہوں نے بھی ابوبکرہ کی مثل بیان دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے انہیں سامنے سے دیکھا یا پشت کی طرف سے؟ شبل بن معبد نے کہا کہ سامنے کی طرف سے، اس کے بعد نافع بن کلدہ نے شہادت دی اور ابوبکرہ کی مثل بیان دیا، اس کے بعد زیاد بن امیہ آئے لیکن انہوں نے ان تینوں کی مثل شہادت نہیں دی بلکہ کہا کہ میں نے ایک آدمی کو ایک عورت کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھے دیکھا اور دو خضاب لگے پاؤں ہلتے ہوئے دیکھے، اور دو سرین ننگی حالت میں دیکھیں، اور میں نے کودنے کی زوردار آوازیں سنیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس طرح دیکھا کہ جس طرح سرمہ دانی میں اس کی سلائی غائب ہوتی ہے؟ زیاد بن امیہ نے کہا کہ نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے عورت کو پہچان لیا تھا؟ زیاد بن امیہ نے کہا کہ نہیں، البتہ وہ ام جمیل سے بہت مشابہت رکھتی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ ایک طرف ہٹ جاؤ، اور ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے تکبیر بھی کہی تھی

پھران تینوں (ابوبکرہ، نافع بن کلدہ، شبل بن معبد) کے بارے میں حد قذف کا حکم صادر فرمایا، پس تینوں کو کوڑے لگائے گئے اور آپ اس وقت ایک آیت تلاوت فرمار ہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

وہ اگر گواہ پورے پیش نہ کر سکیں تو اللہ کے نزدیک وہ جھوٹے ہوں گے، (سورہ نور آیت ۱۳)

اس کارروائی کے بعد مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ آپ مجھے ان لوگوں سے شفاء عطا فرمائیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاموش رہو، اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو چپ رکھے اللہ کی قسم اگر شہادتیں مکمل ہو جاتیں تو ہم تمہیں پتھروں سے سنگسار کر دیتے۔

اہواز، مناذر اور نہر تیری کی فتح[1] ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ فتوحات اس سال ہوئیں، اور ایک قول یہ ہے کہ ۱۶ھ میں ہوئیں، ابن جریر نے سیف بن عمر کے طریق سے ان کے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ ہرمزان جو قادسیہ کے معرکہ میں فرار ہو گیا تھا وہ ان شہروں پر قابض ہو گیا پس ابو موسیٰ اشعری نے بصرہ سے اور عتبہ بن غزوان نے کوفہ سے اس کے ساتھ قتال کے لئے دو لشکر تیار کئے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور انہوں نے دجلہ سے دجیل تک کا درمیانی علاقہ ہرمزان سے لے لیا، اور اس کے لشکر میں سے جس چیز کو چاہا مال غنیمت بنایا اور جس کو چاہا قتل کر دیا، یہ صورتحال دیکھ کر ہرمزان نے نرم رویہ اختیار کیا اور بقیہ شہروں کے بارے میں صلح کی درخواست کی۔

مسلمانوں نے اس بارے میں عتبہ بن غزوان سے مشورہ کیا اور پھر اس سے صلح کر لی، اور مال غنیمت کا خمس اور فتح کی بشارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دی، اور اس کے لئے باقاعدہ ایک وفد روانہ کیا جس میں احنف بن قیس بھی شامل تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور احنف بن قیس نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہاں بڑی قدر و منزلت حاصل کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو ایک خط لکھا جس میں انہیں احنف بن قیس سے مشاورت اور ان کی رائے سے استفادہ کرنے کی وصیت فرمائی، ہرمزان نے اس کے بعد اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور کردوں کے ایک گروہ سے طالب مدد ہوا، اس کے نفس نے اسے دھوکہ میں مبتلا کر دیا اور شیطان نے اس کے عمل کو اس کی نظر میں اچھا بنا کر پیش کیا پس مسلمان اس سے مقابلے کے لئے نکلے اور اس پر غلبہ حاصل کر لیا اس کے لشکر میں سے جم غفیر کو قتل کر دیا، فارسیوں کی بڑی تعداد اس جنگ میں مقتول ہوئی اور مسلمانوں نے اس سے تستر تک تمام شہر، علاقے اور صوبے چھین لئے، اور ہرمزان تستر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا، اور اس کی خوشخبری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھجوادی گئی۔

اسود بن سریع صحابی نے اس کے بارے میں یہ اشعار کہے:

(۱) ...... تیری عمر کی قسم ہمارے باپ کے بیٹوں نے ضائع نہیں کیا، بلکہ اطاعت کرنے والوں کی حفاظت کی۔

(۲) ...... انہوں نے اپنے رب کی اطاعت کی اور ایک قوم نے اس کی نافرمانی کی، اور نافرمانی کرنے والوں نے اس کے حکم کو ضائع کر دیا۔

(۳) ...... وہ مجوس ہیں جنہیں کوئی کتاب نہیں روکتی، مسلمانوں نے ایک گھوڑ سوار دستے سے ملاقات کی جس میں طبل تھے

(۴) ...... اور ہرمزان ایک گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا، وہ گھوڑا بڑا تیز رفتار تھا جسے سب ہانکتے تھے۔

(۵) ...... وہ اہواز کے وسطی علاقے کو بادل نخواستہ چھوڑ بھاگا، یہ جسر کی صبح کا واقعہ ہے جب موسم بہار کی گھاس اگی ہوئی تھی۔

اور حرقوص بن زہیر سعدی صحابی نے یہ اشعار کہے:

(۱) ...... ہم ہرمزان کے شہروں پر غالب آگئے، ان شہروں کے ہر طرف ذخائر بکھرے ہوئے تھے۔

(۲) ...... ان شہروں کے بر و بحر برابر ہو جاتے ہیں، جب ان کی اطراف پھل لے آتی ہیں۔

(۳) ...... ان کے سمندر کے دونوں کناروں پر، مسلسل ندیاں چڑھی رہتی ہیں۔

تستر کی پہلی فتح بطریق صلح[2] ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ فتح اس سال میں ہوئی، سیف بن عمر کا قول اور روایت یہی ہے، اور دیگر

(۱) تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۴، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۷۹ (۲) تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۶، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۸۲

مؤرخین کہتے ہیں ۱۶ھ میں ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ۱۹ھ میں ہوئی، پھر ابن جریر نے اس کی فتح کا حال سیف بن عمر کے طریق سے محمد، طلحہ، مہلب او رعمرو کے حوالہ سے اس طرح بیان کیا کہ جب حرقوص بن زہیر نے اہواز کی منڈی فتح کر لی، اور ہرمزان ان کے آگے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تو آپ نے جزء بن معاویہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اس کے تعاقب میں روانہ کر دیا، پس جزء بن معاویہ مسلسل اس کے تعاقب میں رہے یہاں تک کہ ہرمزان رامہرمز پہنچ گیا اور وہاں کے شہروں میں سے کسی شہر میں قلعہ بند ہو گیا، جزء بن معاویہ اس کی تلاش سے عاجز ہو گئے لیکن جزء بن معاویہ نے وہاں کے شہروں، قلعوں اور زمینوں پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ مقرر کر دیا، زرخیز زمینوں کو آباد کیا، اور بنجر اور ویران زمینوں کی طرف نہریں نکالیں جس کی وجہ سے تمام زمینیں آباد اور قابل کاشت ہو گئیں، جب ہرمزان نے دیکھا کہ مسلمانوں کے پڑوس کی وجہ سے خود اس کے شہر اس کے لئے تنگ ہو گئے تو اس نے جزء بن معاویہ سے صلح کی درخواست کی انہوں نے اس کے بارے میں حرقوص بن زہیر کو لکھا انہوں نے عتبہ بن غزوان کو اور انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس سے آگاہ کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ رامہرمز، تستر، جند سابور اور ان کے ساتھ دیگر شہروں پر صلح کر لی جائے پس اس خط کے مطابق صلح واقع ہو گئی۔

بحرین کی سمت سے ملک فارس میں ایک معرکہ کا ذکر...... اس کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں علاء بن حضرمی، بحرین کے امیر تھے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ قدامہ بن مظعون کو امیر مقرر کر دیا لیکن پھر علاء بن حضرمی کو دوبارہ وہاں کا امیر بنا دیا۔

علاء بن حضرمی حضرت سعد بن ابی وقاص سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہتے تھے جب سعد نے قادسیہ فتح کیا اور کسریٰ کو اس کے محلات سے دور کر دیا، اور مضافات کے متصل حدود پر قبضہ کر لیا، اور جو کامیابیاں بحرین کی سمت سے علاء بن حضرمی حاصل کر رہے تھے اس سے بڑی کامیابی حاصل کر لی، اس طرح سعد نے ایک بلند مقام حاصل کر لیا، علاء بن حضرمی نے بھی چاہا کہ وہ بھی فارس میں کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیں کہ جو سعد بن ابی وقاص کے کارنامے کی مثال بن جائے لہٰذا انہوں نے جنگ کے لئے لوگوں کو تیار کرنا شروع کیا، اہل بحرین نے مثبت جواب دیا اور تیار ہو گئے، علاء بن حضرمی نے ان کے کئی دستے بنا دیئے ایک دستہ پر جارود بن معلّیٰ، دوسرے پر سوار بن ہمام، تیسرے پر خلید بن منذر ساری کو مقرر کیا، خلید پوری جماعت کے امیر بھی تھے، پس علی بن حضرمی نے انہیں سمندر میں فارس کی طرف روانہ کر دیا، یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر ہوا تھا، لہٰذا انہوں نے اس پر بڑی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سمندر میں مسلمانوں کو جہاد کے لئے نہ بھیجا تھا، بہر حال اس لشکر نے سمندر عبور کر لیا اور قلعہ اصطخر کے قریب جا کر باہر نکلے، اہل فارس ان کے اور ان کی کشتیوں کے درمیان حائل ہو گئے پس خلید بن منذر کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگو! ان لوگوں نے یہ کارروائی کر کے تم سے جنگ کا ارادہ کیا ہے اور تم بھی ان سے جنگ کے لئے ہی آئے ہو لہٰذا تم اللہ سے مدد مانگو اور ان پر حملہ کر دو، یہ زمین اور کشتیاں ان کی ہوں گی جو غالب آئیں گے اور تم صبر اور نماز کے ذریعے اللہ سے مدد طلب کرو، بے شک نماز خاشعین کے علاوہ دوسروں پر بڑی بھاری ہے، مسلمانوں نے آمادگی کا اظہار کیا ظہر کی نماز پڑھی پھر حملہ کر دیا اور طاؤس مقام پر ان سے شدید قتال کیا خلید نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ پیادہ ہو جائیں پس مسلمان پیادہ ہو گئے اور ڈٹ کر جنگ کی یہاں تک کہ فتح یاب ہو گئے اور فارسیوں کو اتنی تعداد میں قتل کیا کہ اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد ان کی قتل نہ ہوئی تھی پھر وہ بصرہ کی طرف بھاگنے کے ارادہ سے نکلے لیکن ان کی کشتیوں نے ان کو غرق کر دیا، اور سمندر میں انہوں نے خشکی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ پایا اور انہوں نے شہرگ کو دیکھا کہ اس نے اہل اصطخر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ناکہ بندی کر لی ہے لہٰذا فارسیوں نے وہیں پڑاؤ کر لیا اور اس طرح اپنے دشمن سے محفوظ ہو گئے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علاء بن حضرمی کی اس کارروائی کی اطلاع ملی تو آپ نہایت غضبناک ہوئے اور انہیں معزول کر دیا، ڈانٹ ڈپٹ کی اور تنبیہاً گرانبار کاموں کا حکم دیا، اور فرمایا کہ تم سعد بن ابی وقاص کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ رہو، پس علاء بن حضرمی، سعد بن ابی وقاص کے پاس چلے گئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو لکھا کہ علاء بن حضرمی نے ایک لشکر روانہ کیا تھا انہیں اہل فارس کی جاگیریں دیں تھیں اور میری نافرمانی کی، میرا خیال ہے کہ انہوں نے اس اقدام سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا قصد نہیں کیا اس لئے مجھے خوف ہے کہ

اگران کی اللہ کی طرف سے مدد ونصرت نہ ہوئی تو وہ مغلوب ہوجائیں گے اوردشمن کے نرغے میں آجائیں گے پس لوگوں کو تیار کرو،اوراپنے ساتھ شامل کرلوقبل اس کے وہ محتاج ہوں۔عتبہ بن غزوان نے لوگوں کو تیار کیااورانہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط سے آگاہ کیا سو بہادروں کی ایک جماعت تیار ہوگئی جس میں ہاشم بن ابی وقاص، عاصم بن عمرو، عرفجہ بن ہرثمہ، حذیفہ بن محصن، احنف بن قیس وغیرہ بھی شامل تھے، یہ بارہ ہزار کالشکر تھاان کے امیر ابوسبرہ بن ابی رھم تھے پس یہ لوگ خچروں پر سوار ہوکر گھوڑوں کو ہٹاتے ہوئے تیزی کے ساتھ روانہ ہوگئے اورساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کسی سے مڈبھیڑ کے بغیراس مقام پر پہنچ گئے جہاں علاء بن حضرمی کے اصحاب اوراہل فارس کے درمیان معرکہ ہورہاتھااس جگہ کانام طاؤس تھاوہاں اس وقت صورتحال یہ تھی کہ خلید بن منذراوران کے ساتھی چاروں طرف سے دشمن کے محاصرے میں تھے، ہرطرف کی اقوام نے ان کے خلاف باہم اتفاق کرلیاتھامشرکین کی امداد و کمک مکمل ہوچکی تھی صرف جنگ کامرحلہ باقی تھامسلمانوں کا یہ لشکر بڑی ضرورت کے موقع پر پہنچااور آتے ہی مشرکین کے ساتھ قتال شروع ہوگیاابوسبرہ نے مشرکین کو بہت بری شکست سے دوچار کیاان کے بہت سے آدمی قتل کردیئےاوران کے عمدہ اموال چھین لئے اورخلید اوران کے ساتھ مسلمانوں کوان کے قبضہ ومحاصرہ سے آزاد کرایااسلام اوراہل اسلام کوعزت دلائی،شرک کودفع اورذلیل کیا اورپھرعتبہ بن غزوان کی طرف لوٹ کرچلے گئے،وللہ الحمدوالمنۃ۔

جب عتبہ بن غزوان اس طرف کی فتوحات سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حج کی اجازت لی،آپ نے اجازت مرحمت فرمائی،عتبہ بن غزوان نے بصرہ پرابوسبرہ بن ابی رھم کواپناقائم مقام مقرر کیااورحج کے لئے روانہ ہوگئے، حج کے دنوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی،عتبہ نے درخواست کی کہ انہیں عملداری سے معاف رکھاجائے لیکن آپ نے قبول نہ کیااورقسم دی کہ وہ ضروراپنے کام کی جگہ واپس پہنچیں گے۔

عتبہ بن غزوان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اورحج سے واپسی پروادی نخلہ میں ان کاانتقال ہوگیا،حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پراس کابڑااثر ہوا،آپ نے ان کے لئے دعائے رحمت کی اورانکی جگہ مغیرہ بن شعبہ کوبصرہ کاوالی مقرر کیاوہ دوسال وہاں کے والی رہے،اس دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیاوہ اپنی خدمات کی ادائیگی میں سلامتی وراستی کاحصہ پائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ابوبکرہ کی طرف اس عورت کے بارے میں آپ پر اعتراض ہواجس کابیان پہلے گذرچکااس کے بعدحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کوبصرہ کاوالی بنایا۔

تستر کی دوسری مرتبہ فتح،اور ہرمزان کاقیدی بناکرحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجاجانا[1] ۔۔۔۔۔ابن جریر کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کی روایت کے مطابق یہ اس سال کاواقعہ ہےاوراس کاسبب یہ ہواہے کہ شاہ کسریٰ یزدگرد ہروقت اہل فارس کوابھارتااور برانگیختہ کرتا رہتاکہ ملک عرب کے بادشاہ کے ساتھ جنگ کریں اوران کابھی انہی کے شہروں اورقلعوں میں جاکرمحاصرہ کریں،اورانہیں خوب ملامت کرتا،پھراس نے اہل اہوازاوراہل فارس کوخط لکھا۔پھروہ اس خط پرمتحرک ہوگئےاوربصرہ کی طرف پیش قدمی کرنے اورمسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پرآپس میں عہدوپیمان کرنے لگے،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کوجب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کوکوفہ میں لکھا۔پھروہ نعمان بن مقرن کی سرکردگی میں ایک بڑالشکراہواز کی طرف جلدازجلدروانہ کردیں اوریہ لشکرجاکرہرمزان کے بالمقابل ہوجائے اس لشکر میں جانے والے بڑے بڑے بہادروں اورسرداروں کے نام بھی آپ نے متعین کئے جن میں جریر بن عبداللہ بجلی، جریر بن عبداللہ حمیری، نعمان بن مقرن، سوید بن مقرن، عبداللہ بن ذی السھمین شامل تھے،اورابوموسیٰ اشعری کی طرف بھی بصرہ میں خط لکھاکہ وہ سہیل بن عدی کی سرکردگی میں ایک بڑالشکراہواز کی طرف روانہ کردیں،اوران کے ساتھ براء بن مالک، عاصم بن عمرو، مجزاۃ بن ثور، عرفجہ بن ہرثمہ، حذیفہ بن محصن، عبدالرحمن بن سہل اورحصین بن معبد کو بھیجیں،کوفہ وبصرہ کےاس مشترکہ لشکرپراورجوبھی امدادی دستے ان کے پاس پہنچیں سب پرابوسبرہ بن ابورھم امیر ہوں گے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ نعمان بن مقرن کوفہ سے لشکرلے کرروانہ ہوئے اوربصری کے لشکر سے سبقت کرگئےاوررامہرمز پہنچ گئے وہاں ہرمزان موجودتھاوہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے عہدوپیمان کوتوڑتاہوالشکرلےکرمقابلہ کے لئے نکلامسلمانوں نے بھی اس خیال سے کہ یہ دیگراہل فارس کی مددنہ

(۱) تاریخ الطبری : ۲/ ۵۰۰، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۸۳

کرے بصری لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی ان سے جنگ میں مبادرت کی، پس نعمان بن مقرن اربل مقام پر ہرمزان سے صف آرا ہوئے، اور فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا، ہرمزان شکست کھا کر تستر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، اور رامہر مز شہر چھوڑ گیا، نعمان بن مقرن نے بزور بازو اسے فتح کر لیا اور وہاں جو کچھ خزائن، ذخائر، اسلحہ اور سامان وغیرہ تھا سب پر قبضہ کر لیا جب بصری لشکر کو اس معرکہ اور فتح کی اطلاع ملی اور یہ کہ ہرمزان تستر کی طرف فرار ہو گیا ہے تو وہ تستر کی طرف روانہ ہو گئے کوفی لشکر بھی فارغ ہو کر وہیں ان سے آملا اور سب نے مل کر تستر کا گھیراؤ و محاصرہ کر لیا اس مشترکہ لشکر پر ابو سبرہ امیر تھے ہرمزان نے وہاں ایک عظیم لشکر اور بہت سی خلقت جمع کی ہوئی تھی ابو سبرہ نے صورتحال سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا اور امداد کی درخواست کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو ان کی مدد کے لئے جانے کا حکم دیا، ابو موسیٰ اشعری روانہ ہو گئے اب ابو موسیٰ اشعری لشکر کے امیر تھے اور ابو سبرہ حسب سابق مشترکہ لشکر کے امیر تھے ان سب نے کئی مہینے تک شہر کا محاصرہ کیئے رکھا اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے، براء بن مالک جو انس بن مالک کے بھائی ہیں نے ان دنوں سو آدمیوں کو صرف مبارزت میں قتل کیا اس کے علاوہ جو لوگ ان کے ہاتھ سے مارے گئے وہ الگ ہیں، کعب بن ثور، مجزاۃ بن ثور، اور ابو یمامہ وغیرہ نے بھی اس طرح کی کارگزاری دکھائی اور کوفی لشکر میں سے حبیب بن قرۃ، ربعی بن عامر، عامر بن عبد الاسود نے بھی سو سو آدمی مبارزت مین قتل کیئے، فریقین کئی دنوں تک ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے رہے یہاں تک آخری چڑھائی کے موقع پر مسلمانوں نے براء بن مالک سے کہا اور وہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے کہ اے براء اپنے رب پر قسم کھاؤ کہ وہ ہماری خاطر ان کو شکست دے، پس براء بن مالک نے دعا کی کہ اے اللہ آپ ان کو ہمارے لئے شکست سے دوچار کر دیجئے اور مجھے شہادت عطا فرمائے، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد مسلمانوں نے ان کو شکست دی یہاں تک کہ انہیں ان کی خندقوں میں داخل کر دیا، اور قتل کرنا شروع ہو گئے، مشرکین مجبور ہو کر شہر کی طرف بھاگے اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے، شہر کی وسعت ان پر تنگ پڑ گئی اہل شہر میں سے ایک آدمی نے ابو موسیٰ سے امان طلب کی، آپ نے اسے امان دے دی اور اسے بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی ایسی جگہ کی طرف رہنمائی کرے جہاں سے شہر میں داخل ہو جا سکے ، وہ پانی میں داخل ہونے کی ایک جگہ تھی پس بہادروں اور دلیروں کی جماعت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ پانی میں کود پڑے اور بطخوں کی طرح تیرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے یہ رات کا وقت تھا۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے عبد اللہ بن مغفل مزنی شہر میں پہنچے پھر یہ جماعت شہر کے محافظین اور دربانوں کی طرف بڑھی اور ان سب کو قتل کر دیا اور شہر کے دروازے کھول دیئے، مسلمان تکبیر کہتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے، یہ فجر کا وقت تھا مسلمان فتح کی کارروائی میں مشغول رہے اور فجر کی نماز انہوں نے طلوع شمس کے بعد ادا کی جیسا کہ امام بخاری نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ میں تستر کی فتح میں شریک تھا اور یہ فجر کا وقت تھا مسلمان فتح میں مشغول رہے اور انہوں نے صبح کی نماز طلوع شمس کے بعد پڑھی اور میں نہیں پسند کرتا کہ فجر کی نماز کے بدلہ میرے لئے سرخ اونٹ ہوں، اس روایت سے امام بخاری نے مکحول اور اوزاعی کے مذہب پر دلیل پکڑی ہے کہ قتال کے عذر کی وجہ سے نماز میں تاخیر کی گنجائش ہے، امام بخاری کا رجحان بھی اس طرف ہے اور انہوں نے خندق کے واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ ان لوگوں کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ کی ادائیگی سے روک دیا ہے اور غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں پہنچ کر، پھر ان میں سے ایک فریق نے عصر کی نماز غروب کے بعد پڑھی لیکن آپ ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا ہم نے یہ بحث غزوۃ الفتح کے موقع پر ذکر کی ہے۔

بہرحال جب شہر فتح ہو گیا تو ہرمزان نے شہر کے ایک مضبوط قلعہ میں پناہ لے لی بہادروں کی ایک جماعت نے اسکا تعاقب کیا اور اس کے قلعہ نما مکان کا محاصرہ کر لیا اور صرف اس کا یا ان کا ہلاک ہونا دو میں سے ایک صورت رہ گئی تو اس نے براء بن مالک اور مجزاۃ بن ثور کو شہید کرنے کے بعد کہا کہ میرے پاس ایک ترکش ہے جس میں سو تیر ہیں تم میں سے جو بھی آگے بڑھے گا میں اسے تیر مار کر قتل کر دوں گا میرا کوئی نشانہ خطا نہ جائے گا، ہر تیر کسی آدمی کو ضرور لگے گا اگر تم سو آدمی قتل ہونے کے بعد مجھے گرفتار کر لو گے تو تمہیں اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ مسلمانوں نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ تم مجھے امان دو، میں خود اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر دوں اور مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو وہ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں، مسلمانوں نے یہ بات قبول کر لی، اس نے اپنا کمان و ترکش پھینک دیا اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اسے گرفتار کر لیا اس کے ہاتھ مضبوطی سے

باندھ دیئے اوراس کی نگرانی کرنے لگے تا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اسے بھیجیں، پھر شہر میں جو کچھ اموال وخزائن تھے ان پر قبضہ کرلیا اوراس کے چار خمس باہم تقسیم کر لئے ہر سوار کو تین ہزار اور پیادہ کو ایک ہزار درہم حصہ میں ملے۔

ہرمزان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ......اس مہم سے فارغ ہو کر ابوسبرہ ایک دستے کے ساتھ شکست خوردوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئے ابوموسیٰ اشعری اور نعمان بن مقرن بھی تھے اور ہرمزان کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا چلتے چلتے یہ سوس مقام پر پہنچ گئے اور اسکا محاصرہ کر لیا اس کے بعد ابوسبرہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور آگے کے لئے رہنمائی چاہی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ابوموسیٰ اشعری بصرہ کی طرف لوٹ جائیں اور ذر بن عبداللہ بن کلیب عقیمی صحابی کو جند سابور جانے کا حکم دیا پس یہ لوگ چلے گئے پھر ابوسبرہ نے خمس اور ہرمزان کو ایک وفد کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا وفد میں انس بن مالک اور احنف بن قیس بھی تھے جب یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے ہرمزان کو تیار کیا اور دیباج کا زر و جواہر سے مرصع لباس جس کو وہ پہنا کرتا تھا اسے پہننے کے لئے دیا، پھر یہ لوگ مدینہ میں داخل ہو گئے اور امیر المومنین کے گھر کی طرف بڑھنے لگے وہاں ان کے بارے میں دریافت کیا لوگوں کو بتلایا کہ امیر المومنین ایک کوفی وفد سے ملاقات کے لئے مسجد میں گئے ہیں یہ لوگ مسجد میں پہنچے لیکن وہاں کسی کو نہ پایا واپس لوٹ آئے اور باہر کھیلنے والے بچوں سے امیر المومنین کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے بتلایا کہ مسجد میں ایک ٹوپی کا تکیہ بنائے سورہے ہیں یہ واپس مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ ٹوپی جسے وہ وفد سے ملاقات کے وقت پہنا کرتے تھے اس کا تکیہ بنا کے آرام فرمارہے ہیں اور درّہ ان کے ہاتھ میں ہے، ہرمزان نے کہا کہ امیر المومنین کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہی ہیں لوگ اپنی آوازوں کو پست کررہے تھے تا کہ ان کی آنکھ نہ کھل جائے، ہرمزان نے پوچھا کہ ان کے محافظ کہاں ہیں؟ ان کے دربان کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ان کا نہ کوئی محافظ ہے اور نہ دربان، نہ کاتب ہے اور نہ دفتر، ہرمزان نے کہا کہ انہیں تو کوئی نبی ہونا چاہئے، لوگوں نے کہا کہ نبی تو نہیں ہیں البتہ نبیوں والا کام کرتے ہیں لوگ زیادہ ہو گئے تو ان کی آہٹ وشور سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر ہرمزان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ ہرمزان ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ اسے اور اس کے لباس کو غور سے دیکھنے لگے اور فرمایا کہ میں اللہ کی مدد چاہتا ہوں اور آگ سے اس کی پناہ مانگتا ہوں اس کے بعد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے اسلام کے ذریعے اسے اور اس کی ان چیزوں کو ذلیل کیا، اے مسلمانو! تم اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنے نبی کے طریقوں سے رہنمائی حاصل کرو اور دنیا تمہیں متکبر نہ بنادے، بلاشبہ یہ بڑی دھوکہ باز ہے وفد کے لوگوں نے ہرمزان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ اہواز کا بادشاہ ہے اس سے گفتگو فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں جب تک اس پر سے یہ زیب وزینت اور زر وجواہر نہ اتر جائیں لوگوں نے اسکا وہ لباس اتر وادیا اور اسے ایک موٹا سا کپڑا پہنا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ہرمزان تو نے غداری کا انجام اور حکم الٰہی کو کیسا پایا؟ اس نے کہا کہ اے عمر! ہم اور تم زمانہ جاہلیت میں تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں تنہا چھوڑ دیا اس وقت وہ تمہارے ساتھ تھا اور نہ ہمارے ساتھ، اس وقت ہم تم پر غالب آ گئے تھے لیکن جب وہ تمہارے ساتھ ہو گیا تو تم ہم پر غالب آ گئے ہو، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں تم اپنے اتفاق اور ہمارے افتراق کی وجہ سے غالب آئے تھے پھر فرمایا کہ تمہاری طرف سے پے در پے غداری اور نقض عہد کا تمہارے پاس کیا عذر اور کیا دلیل ہے؟ ہرمزان نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ بتلانے سے پہلے ہی میں قتل کر دیا جاؤں گا، آپ نے فرمایا کہ اس کا اندیشہ نہ کرو، ہرمزان نے پانی طلب کیا ایک سادہ سے پیالہ میں اس کے لئے پانی لایا گیا ہرمزان نے اسے دیکھ کر کہا کہ اگر میں پیاس سے مر بھی جاؤں تو بھی اس پیالہ میں پانی نہ پیوں گا پھر اس کے لئے اس کے پسندیدہ پیالہ میں پانی لایا گیا جب وہ پیالہ اس نے لیا تو اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا اس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ پانی پیتے ہوئے مجھے قتل کر دیا جائے گا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ خوف نہ کرو یہاں تک کہ یہ پانی پی لو، اس نے پانی زمین پر انڈیل دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوبارہ پانی لاؤ او قتل و پیاس کو اس پر جمع نہ کرو، ہرمزان نے کہا کہ مجھے پانی کی حاجت نہیں میں تو آپ سے صرف مانوس ہونا چاہتا تھا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، انس بن مالک نے کہا کہ امیر المومنین یہ سچ کہہ رہا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انس بن مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے انس تجھ پر افسوس، کیا میں مجزأۃ اور براء کے قاتل کو امان دوں گا؟ اپنے کہے ہوئے کی دلیل لاؤ وگرنہ میں تمہیں سزا دوں گا انس

بن مالک نے کہا کہ آپ نے اس سے فرمایا کہ جب تک تم نقض عہد کا عذر نہ بیان کر دو اس وقت تک تمہیں کوئی خوف نہیں، اور جب تک تم یہ پانی نہ پی لو اس وقت تک تمہیں خوف نہیں، آس پاس کے لوگوں نے بھی انس بن مالک کے بیان کی تائید کی، آپ ہرمزان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور اللہ کی قسم میں اس دھوکہ میں نہ آؤں گا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ، ہرمزان مسلمان ہو گیا آپ نے دو ہزار درہم اس کا وظیفہ مقرر کیا اور مدینہ میں اسے ٹھہرایا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس گفتگو میں ترجمانی کے فرائض مغیرہ بن شعبہ نے سرانجام دیئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کون سی سرزمین سے تعلق رکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ مہرجانی سے، آپ نے فرمایا کہ اچھا دلیل سے بات کرو، اس نے کہا کہ زندہ آدمی کا کلام کروں یا مردہ آدمی کا کلام۔ آپ نے فرمایا کہ زندہ آدمی کا کلام کرو، اس نے کہا کہ آپ مجھے امان دے چکے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور میں اسے تسلیم نہ کروں گا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔

ہرمزان مسلمان ہو گیا آپ نے دو ہزار درہم اس کا وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ میں ٹھہرایا پھر جب زید آئے تو وہ ان کے درمیان مترجم بن گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ہرمزان کا اسلام اچھا ثابت ہوا، وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ان سے جدا نہیں ہوا، بعض لوگوں نے ابولؤلؤۃ اور جفینہ کی مدد کرنے کا الزام ان پر لگایا ہے جس کی وجہ سے عبید اللہ بن عمر نے انہیں قتل کر دیا اور جفینہ کے بارے میں تفصیل عنقریب آئے گی، روایت ہے کہ جب عبید اللہ بن عمر تلوار لے کر ہرمزان پر سوار ہوئے تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا تھا اور جفینہ کو گردن کے بل سولی دی گئی تھی۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو بلاد عجم میں پھیل جانے اور توسع حاصل کرنے سے روکتے تھے اس خوف سے کہ کہیں اہل عجم ان کو نقصان نہ پہنچا دیں یہاں تک کہ احنف بن قیس نے آپ کو مشورہ دیا کہ فتوحات کی مصلحت اس توسع اور پھیلاؤ کا تقاضہ کرتی ہے اس لئے کہ یزدگرد بادشاہ مسلسل فارسیوں کو مسلمانوں کے قتال پر برانگیختہ کرتا رہتا ہے۔

اگر اہل عجم کا اس تدبیر سے استقبال نہ کیا گیا تو وہ اسلام اور اہل اسلام کی طمع کریں گے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس رائے کی تحسین کی اور اسے درست قرار دیا اور پھر بلاد عجم میں توسع کی اجازت دے دی، اس کے بعد بہت سی فتوحات ہوئیں اکثر فتوحات ۱۸ھ میں ہوئی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئیگا۔

سُوس کی فتح(۱) ......ہم پھر گفتگو کا رخ سوس، جند سابور اور نہاوند کی فتح کی طرف پھیرتے ہیں، پہلے گذر چکا ہے کہ ابوسبرہ اپنے ساتھ امراء واشراف کو لے کر تستر سے سوس کیطرف گئے تھے وہاں انہوں نے کچھ زمانہ پڑاؤ کیا اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے، اہل شہر کے مذہبی پیشواؤں نے ایک مرتبہ قلعہ کی دیوار سے جھانکا اور کہا کہ اے گروہ مسلمین تم اس شہر کا محاصرہ کر کے خوامخواہ اپنے آپ کو مت تھکاؤ، ہم اس شہر کے قدیم باشندوں سے نسل درنسل یہ روایت نقل کرتے چلے آئے ہیں کہ اس شہر کو دجال یا وہ قوم جس کے ساتھ دجال ہوگا کے سوا کوئی فتح نہ کر سکے گا، اتفاق سے ابوموسیٰ اشعری کے لشکر میں صاف بن صیاد بھی تھا ابوموسیٰ اشعری نے اسے محاصرہ کرنے والوں کے پاس بھیج دیا وہ دروازہ کے پاس پہنچا اور اسے اپنے پاؤں سے ٹھوکریں ماریں، پس اس کی زنجیریں کٹ گئیں تالے ٹوٹ گئے اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے اور جس کو پایا اسے قتل کر ڈالا، یہاں تک کہ اہل شہر نے امان امان کی آوازیں لگائیں اور صلح کی درخواست کی جسے مسلمانوں نے قبول کر لیا سوس پر ہرمزان کا بھائی شہریار حاکم تھا مسلمانوں نے صلح کے مطابق شہر پر قبضہ کر لیا یہ بہت ہی قدیم شہر تھا کہا جاتا ہے کہ زمین پر بسایا جانے والا یہ سب سے پہلا شہر ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ سوس میں مسلمانوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر بھی پائی، اور ابوسبرہ کے جند سابور چلے جانے کے بعد ابوموسیٰ اشعری وہاں آئے تو اس قبر کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا آپ نے جواب دیا کہ اسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا جائے ابوموسیٰ اشعری نے ایسا ہی کیا ہم نے سیرت عمر میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سوس اور رامہرمز کی فتح اور ہرمزان کا تستر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے جانا

(۱) تاریخ الطبری : ۲/ ۵۰۳

یہ ۲۰ ھ کا واقعہ ہے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حکم کہ نعمان بن مقرن نہاوند کی طرف چلے جائیں، پھر وہ ''ماہ'' کے پاس سے گزرے، یہ ایک بہت بڑا شہر ہے جو نہاوند سے پہلے کا ہے اسے فتح کیا پھر نہاوند کی طرف گئے اور اسے بھی فتح کیا یہ سب بھی ۲۰ ھ کا قصہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مشہور یہ ہے کہ نہاوند کی فتح ۲۱ ھ میں ہوئی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئیگا یہ ایک عظیم معرکہ، زبردست فتح اور عجیب وغریب واقعہ ہے زر بن عبداللہ نے جند سابور کو فتح کیا یہ شہر مسلمانوں کی مضبوطی کا باعث بن گیا اور یزدگرد بادشاہ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس نے اصبہان میں قیام اختیار کرلیا اور اپنے اشراف اصحاب میں سے تین سو کے قریب عظماء کو سیاہ نامی ایک شخص کی سرکردگی میں ادھر ادھر روانہ کیا کہ مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو تیار کریں یہ لوگ مسلمانوں سے بھاگتے اور ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ تستر اور اصطخر مسلمانوں نے فتح کر لئے، سیاہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ لوگ بدبختی اور ذلت کے بعد قدیم بادشاہوں کی جگہوں پر قابض ہوگئے ہیں اور جس فوج سے جنگ کرتے ہیں اس کو شکست سے دوچار کردیتے ہیں اللہ کی قسم! ایسا جھوٹ اور باطل کی وجہ سے نہیں ہوسکتا، اور سیاہ کے دل میں اسلام کی محبت اور عظمت داخل ہوگئی اس کے اصحاب نے کہا کہ ہم آپ کے تابعدار اور پیروی کرنے والے ہیں اس دوران عمار بن یاسر کو ان کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا گیا اور انہوں نے ابوموسیٰ اشعری کو اپنے مسلمان ہونے کا پیغام بھیجا، ابوموسیٰ اشعری نے ان کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا، آپ نے ان کے لئے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور ان میں سے چھ آدمیوں کے لئے ڈھائی ڈھائی ہزار وظیفہ مقرر ہوا، یہ سب اسلام میں بڑے اچھے ثابت ہوئے انہیں اپنی قوم کے ساتھ قتال میں بڑی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا لیکن وہ سر نہ ہوسکا، ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور رات کے وقت اپنے آپ کو قلعہ کے دروازے پر لا پھینکا اور اپنے کپڑے بھی خون آلود کر لئے۔

جب اہل قلعہ نے اوپر سے جھانکا تو اسے اپنا آدمی خیال کیا اور اسے ٹھکانہ دینے کے لئے قلعہ کا دروازہ کھول دیا یہ قلعہ میں داخل ہوا اور دربان کو قتل کردیا، اس کے باقی ساتھی بھی قلعہ میں داخل ہوگئے اور قلعہ کو فتح کر ڈالا اور جو مجوسی اس میں تھے ان کو قتل کردیا اس کے علاوہ بھی ان کے عجیب وغریب واقعات ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل فارس سے جنگ کرنے اور ان کے علاقوں میں وسعت پکڑنے کے لئے بلاد عراق وخراسان میں بڑے بڑے جھنڈے بندھوائے جیسا کہ احنف بن قیس نے اسکا مشورہ دیا تھا اس تدبیر سے آئندہ سال بہت سی فتوحات ان علاقوں میں حاصل ہوئیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اس کے بعد ابن جریر نے اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عاملین کا تذکرہ کیا اور وہ سب وہی ہیں جن کا اس سے پہلے سال میں ذکر ہوا ہے سوائے مغیرہ بن شعبہ کے کہ ان کی جگہ ابوموسیٰ اشعری اس سال بصرہ پر عامل تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سال کچھ اہم لوگوں کی وفات ہوئی لیکن ان کے بارے میں بعض کی رائے ہے کہ وہ اس سال سے پہلے فوت ہوگئے تھے او ربعض کی رائے ہے کہ اس سال کے بعد فوت ہوئے، عنقریب ان کا ذکر انشاء اللہ اپنے مقام پر آرہا ہے۔

آغاز سال ۱۸ ھ

مشہور قول کے مطابق جسے جمہور نے اختیار کیا ہے کہ اس سال طاعون عمواس واقع ہوئی لیکن ہم نے سیف بن عمر اور ابن جریر کی پیروی کی ہے اور اسے اس سے پہلے سال میں بیان کیا ہے البتہ جو لوگ اس سال یعنی ۱۸ ھ میں طاعون کی وجہ سے وفات پا گئے تھے ان کا ذکر ہم انشاء اللہ عنقریب کریں گے، ابن اسحاق اور ابو معشر کا بیان ہے کہ طاعون عمواس اور عام الرمادہ اسی سال واقع ہوئے جس میں بہت سے لوگ فنا کی گھاٹ اتر گئے۔

میں کہتا ہوں کہ عام الرمادہ میں خشک سالی ہوگئی تھی جو ارض حجاز پر چھا گئی تھی اور لوگ شدید بھوک اور فاقہ سے دوچار ہو گئے تھے ہم نے سیرت عمر میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور اس کو عام الرمادہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس سال زمین بارش نہ ہونے کی وجہ سے سیاہ ہوگئی اور اس کا رنگ راکھ کے مشابہ نظر آنے لگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں ہوائیں مٹی کو راکھ کی مانند اڑاتی تھیں اس لئے عام الرمادہ نام رکھا گیا ممکن ہے کہ اس تسمیہ کی دونوں وجوہات ہوں، واللہ اعلم۔

اس سال ارض حجاز میں لوگ شدید قحط اور بھوک سے دوچار ہوئے اور قافلے کے قافلے مدینہ منورہ کی طرف جاتے تھے لیکن کسی کے پاس توشہ وزاد نہ ہوتا تھا، یہ سب جا کر امیر المومنین کی پناہ لیتے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المال کے خزانوں میں سے طعام اور مال ان پر خرچ کرتے یہاں تک کہ بیت المال خالی ہوگیا امیر المومنین نے اپنے آپ کو اس کا پابند بنالیا کہ وہ گھی اور گوشت استعمال نہ کریں گے یہاں تک کہ لوگوں سے یہ قحط دور ہو جائے حالانکہ آسودگی کے زمانے میں آپ کو دودھ اور گھی کے ساتھ روٹی بھیجی جاتی تھی اور قحط کے زمانہ میں آپ زیتون کا تیل او رسرکہ کے ساتھ روٹی تناول فرماتے، آپ کو زیتون کا تیل پسند تھا لیکن آپ اس سے سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے اس پابندی کی وجہ سے آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا جسم متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ضعف کا خطرہ پیدا ہو گیا لوگوں پر یہ قحط کا زمانہ نو مہینے تک مستمر رہا پھر خوشحالی اور سکھ کا زمانہ آیا اور لوگ مدینہ سے اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جس وقت مختلف قبائل مدینہ سے کوچ کر رہے تھے تو ایک عرب بدو نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں حالانکہ آپ شریف زادے ہیں یعنی آپ نے لوگوں کے ساتھ غم خواری کی ان کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ عام الرمادہ میں ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حفاظتی گشت کیا آپ نے نہ کسی کو ہنستے ہوئے پایا نہ لوگ عادت کے مطابق اپنے گھروں میں باتیں کر رہے تھے نہ کسی سائل کو سوال کرتے دیکھا آپ نے اس کا سبب دریافت کیا عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین سائلین نے سوال کیا تھا لیکن انہیں نہیں دیا گیا اس لئے انہوں نے سوال چھوڑ دیا اور لوگ غم اور تنگی میں مبتلا ہیں اسلئے نہ آپس میں باتیں کرتے اور نہ ہی ہنستے ہیں، یہ سن کر آپ نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ میں اور عمرو بن العاص کو مصر میں خط لکھا کہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی مدد کرو، پس ان میں سے ہر ایک نے ایک بہت بڑا قافلہ جو گندم اور دیگر خوراک کے ذخائر اٹھائے ہوئے تھا بھیجا، عمرو بن العاص کا قافلہ سمندر کے راستے جدہ پہنچا اور وہاں سے مکہ آیا یہ روایت جید الاسناد ہے لیکن عمرو بن العاص کا تذکرہ عام الرمادہ کے حوالہ سے مشکل ہے اس لئے کہ مصر ۱۸ھ تک فتح نہیں ہوا تھا اب یا تو عام الرمادہ ۱۸ھ کے بعد ہوا ہوگا یا عام الرمادہ میں عمرو بن العاص کا ذکر کرنا، اس میں کسی راوی سے وہم ہوا ہوگا، واللہ اعلم۔

سیف بن عمر نے اپنے مشائخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابوعبیدہ مدینہ منورہ آئے اور ان کے ساتھ چار ہزار اونٹ خوراک کے ذخائر اٹھائے ہوئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ ذخائر مدینہ کے اردگرد قبائل میں تقسیم کرنے کا حکم دیا جب ابوعبیدہ اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان کے لئے چار ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر اصرار کیا جس کی وجہ سے انہوں نے قبول کر لئے، سیف بن عمر سہل بن یوسف سلمی سے وہ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ عام الرمادہ ۱۷ھ کے آخر اور ۱۸ھ کے اوائل میں شروع ہوا تھا۔

اہل مدینہ اور اردگرد کے لوگوں کو شدید بھوک لاحق ہوئی جس کی وجہ سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے حتیٰ کہ وحشی جانور انسانوں کے پاس آنے لگے لوگوں کی یہ حالت تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے شرم کے مارے چھپے چھپے رہتے تھے یہاں تک کہ بلال بن حارث مزنی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں وہ آپ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ میں نے تمہیں عاقل ودانا چھوڑا او رتم مسلسل اسی طرح رہے لیکن اب کیا حال ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلال بن حارث سے پوچھا کہ تم نے یہ خواب کب دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ گزشتہ شب، آپ باہر نکلے اور لوگوں میں الصلوۃ جامعۃ کا اعلان کر دیا، پھر آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائیں اس کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میرے طرز عمل کے علاوہ کسی اور طرز عمل کو جو اس سے بہتر ہو جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا

اللہ کی قسم نہیں، آپ نے فرمایا کہ بلال بن حارث نے ایسی ایسی بات کہی ہے، لوگوں نے کہا بلال بن حارث سچ کہہ رہے ہیں آپ پہلے اللہ سے پھر مسلمانوں سے امداد طلب کیجئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف پیغامات بھجوائے اور آپ اس سے شرمندہ تھے، آپ نے کہا اللہ اکبر، مصیبت اپنی مدت پوری کر چکی اب وہ دور ہوگئی، اور نہیں اجازت دی گئی کسی قوم کو مانگنے کی مگر اس وقت جب کہ اس سے مصیبت اور بلاء دور ہونے والی ہو، پھر آپ نے مختلف شہروں کے امراء کے نام خطوط لکھے کہ اہل مدینہ اور اس کے اردگرد رہنے والوں کی مدد کرو، ان کی مصیبت انتہاء کو پہنچ چکی ہے اور لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے نکالا، آپ بھی عباس بن عبدالمطلب کے ہمراہ پیادہ نکلے، آپ نے مختصر خطبہ دیا اس کے بعد نماز پڑھائی پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دعا مانگی، اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اے اللہ ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، اور ہم سے راضی ہو جا، پھر آپ دعا سے فارغ ہوئے اور لوگ لوٹ کر گھروں تک نہ پہنچے تھے کہ انہیں پانی کے گڑھوں میں گھسنا پڑ گیا۔

سیف بن عمر نے مبشر بن فضیل سے انہوں نے جبیر بن صخر سے انہوں نے عاصم بن عمر خطاب سے نقل کیا ہے کہ قبیلہ مزینہ کے ایک آدمی کو اس کے گھر والوں نے بکری ذبح کرنے کو کہا اس نے کہا کہ اس میں کچھ نہیں ہے لیکن گھر والوں نے اصرار کیا اس نے بکری ذبح کی تو اس کی ہڈیاں سرخ نکلیں، اس نے کہا کہ یا محمداہ! جب رات ہوئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس سے فرما رہے ہیں کہ زندگی کی خوشخبری حاصل کرو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ انہیں میرا اسلام کہو اور کہو کہ میں نے تمہیں عہد کا سختی سے پابند اور عہد کا پورا کرنے والا پایا ہے پس اے عاقل و دانا عمر عقل مندی و دانائی سے کام کیجئے پس یہ آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور غلام سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے لئے اجازت طلب کیجئے پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر آئے اس نے سارا قصہ بیان کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے منبر پر چڑھے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی ہے کیا تم نے میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات محسوس کی ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم نہیں، لیکن کیا قصہ پیش آیا ہے؟ پس آپ نے انہیں اس آدمی یعنی بلال بن حارث مزنی کے خواب کی خبر دی لوگ سمجھ گئے لیکن آپ نہ سمجھے، لوگوں نے کہا کہ آپ نے نماز استسقاء میں دیر کر دی ہے سو آپ ہمیں یہ نماز پڑھایئے، پس آپ نے لوگوں میں اس کا اعلان کر دیا پھر مختصر خطبہ دیا اور مختصر انداز میں دو رکعت پڑھائیں اور پھر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمارے مددگار ہم عاجز آگئے ہیں اور ہماری طاقت و قوت بھی ہم سے عاجز آگئی ہے اور ہمارے نفوس بھی ہم سے عاجز آگئے ہیں اور تیری مدد کے بغیر کوئی طاقت و قوت نہیں ہے، اے اللہ! ہمیں سیراب کر دے بندوں اور شہروں کو زندہ کر دے۔

حافظ ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نصر بن قتادہ اور ابو بکر فارسی نے، ان سے ابو عمر بن مطر نے ان سے ابراہیم بن علی ذہلی نے ان سے یحییٰ بن یحییٰ نے ان سے ابو معاویہ نے ان سے اعمش نے ان سے ابو صالح نے اور ان سے مالک نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ شدید قحط سے دوچار ہوئے پس ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کے لئے اللہ سے بارش طلب کیجئے، لوگ ہلاک ہوئے جا رہے ہیں پس خواب میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس سے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرا اسلام کہو اور کہو کہ وہ ضرور سیراب ہوں گے اور کہو کہ عقل مندی اختیار کیجئے وہ آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں خواب کے بارے میں بتایا، آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اسی چیز سے کہ جس سے میں عاجز ہو جاؤں، اس روایت کی سند صحیح ہے۔

طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو مسلم الکشی نے ان سے ابو محمد انصاری نے ان سے ان کے والد نے ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے اور ان سے انس نے بیان کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز استسقاء کے لئے نکلے عباس بن عبدالمطلب بھی ان کے ساتھ تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا میں یہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ ہم اپنے نبی کے چچا کے توسل سے آپ سے درخواست کرتے ہیں، اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن محمد سے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انس سے مروی ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلاء ہو جاتے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش طلب کرتے اور یوں کہتے کہ اے اللہ! ہم اپنے نبی کے توسل سے بارش مانگتے تھے اور آپ ہمیں سیراب کرتے تھے اور اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کے توسل سے بارش مانگتے ہیں

پس آپ ہمیں سیراب کر دیجئے، انس کہتے ہیں کہ پھر لوگ سیراب کر دیئے جاتے۔

ابو بکر بن ابی الدنیا نے کتاب المطر اور کتاب مجابی الدعوات میں بیان کیا ہے کہ ہم سے ابو بکر نیشا پوری نے اور ان سے عطاء بن مسلم نے، اور ان سے عمری نے اور ان سے خوات بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ استسقاء کے لئے نکلے اور دو رکعت پڑھائی اور کہا کہ اے اللہ ہم آپ سے استغفار کرتے ہیں اور بارش طلب کرتے ہیں پس وہ اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے تھے کہ بارش ہوگئی اتنے میں چند اعرابی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم فلاں وقت فلاں وادی میں تھے کہ اچانک ایک بادل نے ہم پر سایہ کر دیا اور اس میں سے ہم نے یہ آواز سنی اے ابو حفص! آپ کے پاس مدد پہنچ چکی ہے اے ابو حفص آپ کے پاس مدد پہنچ چکی ہے

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے، ان سے سفیان نے، ان سے مطرف بن طریف نے، اور ان سے شعبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ استسقاء کے لئے نکلے لیکن صرف استغفار کر کے لوٹ آئے لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! ہم نے آپ کو بارش کی دعا مانگتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ نے میں آسمان کے ان اوزاروں کے ذریعے بارش مانگی ہے جن کے ساتھ بارش اترتی ہے، پھر آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو بے شک وہ مغفرت کرنے والا ہے، اور آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔ (سورہ نوح آیت ۱۰، ۱۱) اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف رجوع کرو۔ (سورہ ہود آیت ۳)

ابن جریر نے اس سال کے واقعات میں سیف بن عمر سے وہ ابو مجالد، ربیع، ابو عثمان اور ابو حارثہ سے نیز عبداللہ بن شبرمہ امام شعبی سے نقل کرتے ہیں، یہ سب حضرات کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے شراب نوشی کی ہے ان میں ضرار اور ابو جندل بن سہل بھی ہیں، ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ ہمیں اس کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے سو ہم نے اسے اختیار کر لیا اور دلیل میں کہا **فھل انتم منتھون** (کیا تم باز آنے والے ہو؟) اس آیت میں اس کے چھوڑنے کو لازم نہیں کیا، پس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور انکی تاویل کے خلاف صحابہ کرام نے اجماع و اتفاق کیا اور کہا کہ **فھل انتم منتھون** کا معنی ہے انتھوا یعنی باز آجاؤ، اور شراب نوشی کرنے والوں کو اسی اسی کوڑے لگانے پر بھی اجماع و اتفاق کیا نیز جو اس تفسیر کے خلاف تاویل کرے اور اس پر اصرار کرے تو اسے قتل کیا جائے گا اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ شراب نوشی کرنے والوں کو بلاؤ اور ان سے شراب کے بارے میں دریافت کرو، اگر وہ کہیں کہ یہ حلال ہے تو انہیں قتل کر دو اور اگر کہیں کہ حرام ہے تو انہیں کوڑے لگاؤ پس انہوں نے اس کے حرام ہونے کا اعتراف کر لیا لہٰذا انہیں بطور حد کوڑے لگائے گئے اور وہ اپنی تاویل میں اصرار کرنے پر نادم ہوئے حتیٰ کہ ابو جندل اپنے بارے میں بہت زیادہ وہم اور وسوسہ کا شکار ہو گئے، ابو عبیدہ نے ان کی حالت کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا اور کہا کہ آپ ابو جندل کے نام خط لکھیں اور انہیں نصیحت کریں، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو جندل کے نام خط لکھا اور کہا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو تو معاف نہ فرمائیگا لیکن اس سے کم درجہ گناہ جس کے چاہے گا معاف فرما دے گا" لہٰذا تم توبہ کرو اپنا سر اٹھاؤ، باہر نکلو، اور مایوس مت ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کر لی ہے، میری رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور بلا شبہ وہ نہایت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

اور لوگوں کو لکھا کہ تم اپنے آپ کو لازم پکڑو یعنی اپنی فکر کرو اور جو تبدیلی اختیار کرے، تم بھی اسے بدل دو، اور کسی کو عار مت دلاؤ ورنہ تمہارے اندر آفتیں اور بلائیں پھیل جائیں گی اور ابوالازھر قشیری نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے:

(۱)..... کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمانہ نوجوان پر عیب لگاتا ہے حالانکہ وہ نوجوان گردش حالات پر قدرت نہیں رکھتا۔

(۲)..... میں نے صبر کیا جزع فزع نہیں کی حالانکہ میرے بھائی مر گئے، اور میں انگوری شراب سے ایک دن بھی صبر نہیں کر سکتا۔

(۳)..... امیر المومنین نے شراب کو اس کی موت مار دیا، اور اس کے دوست راستوں کے ارد گرد رونے لگے۔

واقدی اور دیگر مورخین کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کو اس کی جگہ سے تبدیل کر دیا وہ کعبہ کی دیوار سے چپکا ہوا تھا آپ نے اس کو وہاں تک پیچھے کر دیا جہاں آج کل وہ ہے تاکہ نماز پڑھنے والے طواف کرنے والوں کے لئے رکاوٹ نہ بنیں۔

میں نے سیرت عمر میں اس واقعہ کی سند بھی ذکر کی ہے اور اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شریح کو کوفہ کا اور کعب بن سور کو بصرہ کا قاضی بنایا، اور اس سال لوگوں کو حج بھی کرایا اور اس سال آپ کے عاملین وہی تھے جو گزشتہ سال میں ذکر ہوئے اس سال عیاض بن غنم کے ہاتھ پر رقہ، الرہا اور حران فتح ہوئے اور عمر بن سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں عین الوردہ کا بالائی حصہ فتح ہوا لیکن بعض نے اس کے خلاف قول کیا ہے، ہمارے شیخ الحافظ ابوعبدۃ اللہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں فرمایا، اس سال یعنی ۱۸ھ میں ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ابوعبیدۃ جا کر مل گئے اور ان دونوں نے حران، نصیبین اور جزیرہ کا کچھ حصہ بزور قوت فتح کیا اور بعض کہتے ہیں کہ صلحاً فتح ہو گیا، اسی سال عیاض بن غنم نے موصل جا کر اسے اور اس کے اردگرد کے علاقے کو فتح کیا اسی سال سعد بن ابی وقاص نے کوفہ کی جامع مسجد بنائی۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال طاعون عمواس واقع ہوا جس میں پچیس ہزار آدمی فوت ہوئے، میں کہتا ہوں کہ یہ طاعون ایک چھوٹے سے شہر کی طرف منسوب ہے جسے عمواس کہا جاتا ہے اور یہ القدس اور رملہ کے درمیان واقع ہے یہ بیماری سب سے پہلے اسی مقام پر ظاہر ہوئی تھی اس کے بعد پورے شام میں پھیل گئی اس لئے اسے اسی شہر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، واقدی کہتے ہیں کہ طاعون عمواس میں شام کے اندر پچیس ہزار مسلمانوں نے وفات پائی، دیگر مورخین کہتے ہیں کہ تیس ہزار مسلمان فوت ہوئے ان میں سے چند بڑے اور سر کردہ لوگ یہ ہیں۔

حارث بن ہشام (۱)...... یہ ابوجہل کے بھائی ہیں، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، یہ زمانہ جاہلیت کی طرح اسلام میں بھی سردار اور معزز آدمی تھے، ایک قول کے مطابق اسی سال شام میں یہ شہید ہوئے، آپ کی زوجہ فاطمہ سے آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔

شرحبیل بن حسنہ (۲)...... آپ ان چار امراء میں سے ایک تھے جن کی ماتحتی میں چوتھائی لشکر ہوتا تھا، آپ فلسطین کے امیر تھے، آپ کا نام ونسب شرحبیل بن عبداللہ بن المطاع بن قطن الکندی ہے، بنوزہرہ کے حلیف تھے حسنہ آپ کی والدہ کا نام ہے انہی کی طرف آپ منسوب ہیں اسی نسبت نے غلبہ حاصل کر لیا اور آپ شرحبیل بن حسنہ مشہور ہو گئے، آپ قدیم الاسلام ہیں، حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام بھیجا تھا، آپ چوتھائی لشکر کے امیر تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی آپ کی یہی حیثیت رہی، آپ کو ابوعبیدہ کو اور ابو مالک اشعری ایک ہی دن ۱۸ھ میں طاعون ہوئی، آپ سے دو حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک کو ابن ماجہ نے باب الوضوء میں بیان کیا ہے۔

عامر بن عبداللہ بن الجراح (۳)...... آپ کا نام ونسب ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اُھیب بن ضبہ بن حارث بن فہر قرشی ہے، آپ کا لقب امین ھذہ الامۃ، (اس امت کے امین) ہے، آپ ان دس آدمیوں میں سے ہیں جو ایک ہی دن مسلمان ہوئے اور وہ یہ ہیں: عثمان بن مظعون، عبیدہ بن حارث، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ابوعبیدہ بن الجراح، یہ سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے جب یہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ اور سعد بن معاذ کے درمیان مواخات قائم فرما دی، بعض کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ کے ساتھ مواخات قائم فرمائی تھی، ابوعبیدہ غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے آپ ﷺ نے ان کے لئے فرمایا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں، یہ روایت صحیحین میں موجود ہے، صحیحین میں یہ بات بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ کے روز فرمایا تھا کہ میں تمہارے بارے میں ان دو آدمیوں میں سے ایک پر راضی ہوں، تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر لو، اور دو آدمیوں سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو چوتھائی لشکر کا امیر بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا لیکن جب آپ نے خالد بن ولید کو عراق سے بلایا تو ان کو جنگی مہارت اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ابوعبیدہ اور دیگر پر امیر مقرر کیا پھر جب

---

(۱)الحارث بن ھشام : الاستیعاب : ۴۲۹، الاصابۃ : ۱/ ۲۰۵، اسد الغابۃ : ۱/ ۴۲۰، تجرید اسماء الصحابۃ : ۱۰۴۲۔

(۲)شرحبیل بن حسنۃ : الاستیعاب : ۱۱۶۰، الاصابۃ : ۳/ ۳۲۸، اسد الغابۃ : ۲/ ۵۱۲، تجرید اسماء الصحابۃ : ۲۶۸۹

(۳)عامر بن عبد اللہ بن الجراح : الاستیعاب : ۱۸۳۲، الاصابۃ : ۳/ ۵۸۶، اسد الغابۃ : ۳/ ۱۲۸، تجرید اسماء الصحابۃ : ۳۰۱۲

خلافت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو معزول کر دیا اور ابوعبیدہ کو سب پر امیر مقرر کر دیا اور انہیں خالد بن ولید سے مشورہ کا پابند بنایا پس امت ابوعبیدہ کی امانت اور خالد بن ولید کی شجاعت کو جمع کرنے والی ہوگئی۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں شام میں امیر الامراء کا لقب دیا گیا، آپ دراز قد، نحیف الجسم، خمیدہ بدن، پتلے چہرے والے، ہلکی داڑھی والے تھے، اور آپ کے اگلے دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور یہ اسلئے کہ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک سے آپ نے لوہے کی دو کڑیاں کھینچیں تا کہ یہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ دیں اور اس خدمت کی انجام دہی میں اپنے سامنے کے دانتوں پر نا قابل برداشت بوجھ ڈال دیا یہاں تک کہ یہ دونوں گر پڑے اور دانت ٹوٹا ہوا کوئی آدمی آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گیا، طاعون عمواس میں آپ کی وفات ہوئی جیسا کہ ۱۶ھ کے واقعات میں سیف بن عمر کے حوالہ سے گزر چکا لیکن صحیح یہ ہے کہ طاعون کی وبا اس سال یعنی ۱۸ھ میں فحل نامی بستی اور بعض کے قول کے مطابق جابیہ میں داخل ہوئی تھی اس زمانے میں عقبہ کے قریب ایک قبر مشہور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہے۔ واللہ اعلم، آپ کی عمر بوقت وفات اٹھاون سال تھی۔

فضل بن عباس بن عبد المطلب [1]...... آپ نہایت حسین وجمیل اور خوبصورت نوجوان تھے حجۃ الوداع کے موقع پر یوم النحر کو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا، آپ پُر شباب نوجوان تھے، فتح شام میں شریک تھے، اور محمد بن سعد، زبیر بن بکار، ابوحاتم اور ابن الرقی کے قول کے مطابق طاعون عمواس میں فوت ہوئے اور یہی صحیح ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مرج الصفر میں شہید ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ معرکہ یرموک میں اٹھائیس سال کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ [2]...... آپ کا نام ونسب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بن عمرو بن اوس بن عابد بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدی بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن خزرج انصاری خزرجی مدنی تھے اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، جلیل القدر اور رفیع المرتبت صحابی ہیں، واقدی کہتے ہیں کہ آپ دراز قد، خوبصورت بالوں والے اور حسین دانتوں والے تھے، آپ کے سامنے کے دو دانت بہت ہی چمکتے تھے، آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ ایک لڑکا عبدالرحمٰن نامی پیدا ہوا تھا جو یرموک کے معرکہ میں آپ کے ساتھ تھا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں بھی حاضر تھے۔

جب لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمادی تھی، واقدی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ آپ کے اور جعفر بن ابی طالب کے درمیان مواخات ہوئی تھی، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں آپ شریک رہے اور ان چار خزرجی اصحاب میں سے تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کریم مکمل حفظ کر لیا تھا یہ چار اصحاب ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل اور ابوزید بن عمر بن انس بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، اور اس حدیث میں صحیح سند کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے حیوہ بن شریح سے، انہوں نے عقبہ بن مسلم سے انھوں نے عبدالرحمٰن جہنی سے انھوں نے صنابحی سے اور انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے معاذ! اللہ کی قسم! مجھے تم سے محبت ہے پس تم ہر نماز کے بعد **اللّٰھم اعنّی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک** کہنا مت چھوڑنا۔

اور مسند، نسائی اور ابن ماجہ میں ابوقلابہ عن انس کے طریق سے مرفوعاً بیان ہوا ہے کہ لوگوں میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ تم کس چیز کے ساتھ فیصلے کیا کرو گے، عرض کیا کہ کتاب اللہ اور حدیث کے ساتھ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو یمن میں برقرار رکھا کہ آپ وہاں لوگوں کو علم دین سکھلاتے رہیں پھر آپ نے شام کی طرف ہجرت کی اور وہیں آپ کی وفات ہوئی، ابوعبیدہ کو جب طاعون کا مرض لاحق ہوا تو انہوں نے آپ کو اپنے بعد قائم مقام مقرر کیا پھر آپ

(۱) الفضل بن عباس بن عبد المطلب : الاستیعاب : ۲۱۰۱، الاصابۃ : ۳۷۵/۵، اسد الغابۃ : ۳۶۶/۴، تجرید اسماء الصحابۃ : ۸۰.

(۲) معاذ بن جبل : الاستیعاب : ۲۲۸۹، الاصابۃ : ۱۳۶/۶، اسد الغابۃ : ۱۹۴/۵، تجرید اسماء الصحابۃ : ۸۹۹

پر بھی ان کے بعد اسی سال طاعون کا حملہ ہوا اور وفات ہوگئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ معاذ بن جبل کو علماء کے آگے بلند مقام پر بھیجا جائے گا، محمد بن کعب مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ابن منصور فرمایا کرتے تھے کہ ہم معاذ بن جبل کو ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے تھے نیز ابن مسعود فرماتے تھے کہ معاذ بن جبل اللہ کے فرمانبردار اور پکے موحد تھے، آپ کی وفات غور بیسان کے مشرقی حصہ میں ۱۸ھ میں ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ۱۹ھ میں ہوئی، اور مشہور قول کے مطابق ۱۷ھ میں ہوئی اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ [1]......آپ کا نام ونسب یزید بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی ہے، آپ معاویہ بن ابی سفیان کے بھائی اور ان سے بڑے وافضل تھے، آپ کو یزید الخیر بھی کہا جاتا تھا فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، حنین میں حاضر رہے، آپ کو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو چوتھائی لشکر کا امیر بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا، آپ شام پہنچنے والے سب سے پہلے امیر تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی رکاب پکڑ کر چل رہے تھے اور نصیحت فرما رہے تھے ان کے ساتھ پیچھے پیچھے ابوعبیدہ، عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ کو بھیجا پس چار امرائے شام تھے ان میں سے ہر ایک چوتھائی لشکر کا امیر تھا جب انہوں نے دمشق فتح کیا تھا تو اس میں آپ جابیہ کے چھوٹے دروازے سے بزور قوت شہر میں داخل ہوئے تھے جیسا کہ خالد بن ولید شہر کے مشرقی دروازے سے بزور قوت داخل ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس شہر کی امارت کا وعدہ فرمایا تھا جسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خلیفہ بننے کے بعد پورا فرمایا، آپ دمشق کے سب سے پہلے مسلمان امیر تھے، مشہور یہ ہے کہ آپ کی وفات طاعون عمواس میں ہوئی جیسا کہ ماقبل میں گزرا لیکن ولید بن مسلم کا خیال ہے کہ آپ کی وفات قیساریہ فتح کرنے کے بعد ۱۹ھ میں ہوئی، بوقت وفات آپ نے اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو دمشق میں اپنا نائب مقرر کیا جسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے برقرار رکھا، کتب حدیث میں آپ سے کوئی روایت مروی نہیں ہے البتہ ابوعبداللہ اشعری نے آپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھے اور رکوع وسجود پورے ادا نہ کرے تو اس کی مثال اس بھوکے شخص کی ہے جو ایک دو کھجوریں کھائے جو اسے کچھ کفایت نہیں کرتیں۔

ابو جندل بن سہیل [2]......یہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو ہے، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام العاص ہے، یہ قدیم الاسلام ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر بیڑیاں پہنے ہوئے مسلمان بن کر آئے تھے، آپ کے باپ نے آپ کی واپسی کا مطالبہ کیا اور اس کے بغیر صلح کرنے سے انکار کر دیا تھا، آپ پھر سیف البحر جا کر ابوبصیر کے ساتھ مل گئے وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی پھر فتح شام میں شرکت کی ان کا واقعہ آیت خمر میں تاویل اور پھر اس سے رجوع کا ماقبل میں گزر چکا ہے طاعون عمواس میں آپ کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

ابو مالک اشعری......کہا جاتا ہے کہ ان کا نام کعب بن عاصم ہے، یہ خیبر والے سال اصحاب سفینہ کے ساتھ مہاجر بن کر آئے تھے اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، طاعون عمواس میں ان کی، ابوعبیدہ کی اور معاذ کی ایک ہی دن وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آغاز سال ۱۹ھ

واقدی اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سال مدائن اور جلولاء کی فتح ہوئی، لیکن مشہور اس کے برخلاف ہے جو ماقبل میں گزر چکا، محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سال جزیرہ، الرہا، حران، رأس العین اور نصیبین کی فتح ہوئی لیکن دیگر مؤرخین نے اس کے خلاف قول کیا ہے ابو معشر۔ خلیفہ اور ابن کلبی کہتے ہیں کہ قیساریہ کی فتح اس سال ہوئی اور اس کے امیر معاویہ تھے لیکن دیگر حضرات کہتے ہیں کہ یزید بن ابی

(۱) یزید بن ابی سفیان : الاستیعاب : ۲۷۵۸، الاصابة : ۲/۷، اسد الغابة : ۵/۴۹۰، تجرید اسماء الصحابة : ۱۵۶۲

(۲) ابو جندل بن سهیل : الاستیعاب : ۲۸۹۲، الاصابة : ۷/۶۷، اسد الغابة : ۶/۵۴، تجرید اسماء الصحابة : ۱۸۱۲

سفیان تھے، اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے اسے اس سے دو سال قبل فتح کر لیا تھا، محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ قیساریہ، فلسطین کے ساتھ فتح ہوا، اور ہرقل یہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور مصر ۲۰ ھ میں فتح ہوا، لیکن سیف بن عمر کہتے ہیں کہ قیساریہ اور مصر کی فتح ۲۰ ھ میں ہوئی، اور ابن جریج کا فتح قیساریہ سے متعلق قول ماقبل میں گزر چکا ہے اور ان کا فتح مصر سے متعلق قول انشاء اللہ ۲۰ ھ کے واقعات میں ذکر کروں گا۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حرہ سے رات کے وقت آگ ظاہر ہوئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آدمیوں کے ساتھ اس کی طرف جانے کا ارادہ کیا پھر مسلمانوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پس وہ آگ بجھ گئی، کہا جاتا ہے کہ اسی سال آرمینیہ کا معرکہ ہوا اس کے امیر عثمان بن ابی العاص تھے اور اس معرکہ میں صفوان بن معطل بن رحضہ سلمی ذکوانی شہید ہوئے، یہ ان دس امراء میں سے ایک تھے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں ان کے متعلق صرف بھلائی ہی کو جانتا ہوں یہ وہی صحابی ہیں کہ جن کا منافقین نے قصہ افک میں نام لیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور ام المومنین زوجۃ الرسول حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت سے بری کر دیا، جب یہ تہمت لگی تھی تو اس وقت تک صفوان بن معطل نے نکاح نہیں کیا تھا اس لئے انہوں نے اس وقت فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی اپنے خصیتین کا کنارہ ظاہر نہیں کیا، اس واقعہ کے بعد انہوں نے نکاح کیا، آپ کو نیند بہت آتی تھی، اور بسا اوقات فجر کی نماز کے وقت اس کا غلبہ ہو جاتا تھا جیسا کہ سنن ابی داؤد میں اسکا ذکر ہوا ہے یہ شاعر بھی تھے انہیں اللہ کے راستے میں شہادت حاصل ہوئی۔

بعض کہتے ہیں کہ اس شہر میں، بعض کہتے ہیں کہ جزیرہ میں اور بعض کہتے ہیں کہ شمشاط میں اس کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہے اور اس سال تکریت کی فتح ہوئی لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا اور اس موقع پر ہم نے عبداللہ بن حذافہ کا ذکر بھی کیا تھا جنہیں رومی قید کر کے لے گئے تھے، اس سال ذی الحجہ میں ارض عراق میں ایک معرکہ ہوا جس میں مجوسیوں کا امیر شہرک مقتول ہوا، اس معرکہ میں مسلمانوں کے امیر حکم بن ابی العاص تھے ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، اور شہروں پر آپ کے عاملین اور قضاۃ وہی تھے جن کا اس سے گزشتہ سال میں ذکر ہوا ہے۔

اس سال وفات پانے والے چند سرکردہ لوگوں کا تذکرہ...... اس سال جن جلیل القدر حضرات نے وفات پائی ان میں سید القراء ابی بن کعب بھی تھے، آپ کا نام و نسب ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار ہے، آپ کی کنیت ابو المنذر اور ابو الطفیل ہے آپ انصاری صحابی اور قراء کے سردار ہیں، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، آپ عظیم المرتبت سردار تھے اور ان چار خزرجی قراء میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد و مبارک ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، آپ نے ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اس سے قرآن کریم سیکھا ہے جس نے جبرئیل امین سے قرآن کریم حاصل کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور مسند، نسائی اور ابن ماجہ میں ابو قلابہ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ میری امت کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں اور صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں قرآن سناؤں، ابی بن کعب نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، پس یہ سن کر ابی بن کعب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہم نے اس پر لم یکن الذین کفروا الخ (سورۃ البینۃ آیت ۱) کی تفسیر میں کلام کیا ہے، ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۹ھ میں ہوئی، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ۱۷ھ یا ۲۰ ھ میں ہوئی، اور واقدی نے کئی حضرات سے نقل کیا ہے کہ ۲۲ ھ میں ہوئی، اسی کے قائل ہیں ابو عبیدہ، ابن نمیر اور ایک جماعت مورخین، اور الفلاس و خلیفہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات عثمان بن عفان کے عہد میں ہوئی، اور اس سال یعنی ۱۹ھ میں خباب جو عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام ہیں کی وفات ہوئی، آپ مہاجرین میں سے ہیں، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے اور السابقون الاولون میں سے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ایک قول کے مطابق صفوان بن معطل کی وفات بھی اسی سال ہوئی جیسا کہ گزرا۔

آغاز سال ۲۰ھ

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سال مصر فتح ہوا، واقدی کہتے ہیں کہ اس سال مصر اور اسکندریہ دونوں فتح ہوئے، ابومعشر کہتے ہیں کہ مصر ۲۰ھ میں اور اسکندریہ ۲۵ھ میں فتح ہوا، اور سیف بن عمر کہتے ہیں کہ مصر اور اسکندریہ ۱۶ھ ماہ ربیع الاول میں فتح ہوئے ابوالحسن بن اثیر نے اپنی کتاب الکامل میں اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ عام الرمادہ والے سال عمرو بن العاص کا مصر سے غلے کا قافلہ بھیجنا منقول ہے، اور یہ اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب اس آخری قول کو اختیار کیا جائے لیکن ابوالحسن بن اثیر اس ترجیح میں معذور ہیں، واللہ اعلم، اور علماء تاریخ کی ایک جماعت کے قول کے مطابق اس سال تستر دو سال کے محاصرے کے بعد فتح ہوا، اور بعض کے نزدیک ڈیڑھ سال کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق اور سیف کی روایت سے فتح مصر کا بیان (1)...... مؤرخین کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں نے شام کی فتح کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو مصر کی طرف بھیجا، سیف بن عمر کے خیال کے مطابق فتح بیت المقدس کے بعد بھیجا اور ان کے پیچھے زبیر بن العوام کو بھی بشر بن اوطائی، خارجہ بن حذافہ، عمیر بن وہب جمحی کے ساتھ روانہ کیا یہ دونوں امراء مصر کے دروازے پر جمع ہوگئے اور مصر کے لاٹ پادری ابومریم نے ان سے ملاقات کی اس کے ساتھ اسقف ابومریام بھی تھا انہیں اسکندریہ کے حاکم مقوقس نے اپنے شہروں کی مسلمانوں سے حفاظت کے لئے بھیجا تھا جب یہ فریق ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوگئے تو عمرو بن العاص نے کہا کہ تم لوگ جلدی نہ کرو یہاں تک کہ ہم اپنی بات تمہارے سامنے پیش کردیں اور فرمایا کہ اس علاقے کے دو بڑے راہب ابومریم اور ابومریام میرے پاس آجائیں یہ دونوں آگئے عمرو بن العاص نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں اس علاقے کے بڑے راہب ہو لہٰذا میری بات غور سے سنو، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور انہیں حق کا حکم دیا اور محمد ﷺ نے ہمیں بھی حق کا حکم دیا جس چیز کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا وہ پوری پوری آپ نے ہم تک پہنچا دی اور دنیا سے تشریف لے گئے اور ایک واضح راستے پر چھوڑ گئے، آپ ﷺ کے دیئے ہوئے احکامات میں سے ایک حکم لوگوں پر حجت تام کرنا بھی ہے پس ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری دعوت قبول کرلے اسے ہماری طرح حقوق حاصل ہوں گے اور جو قبول نہ کرے تو اس پر ہم جزیہ پیش کریں گے اور اس کے نتیجے میں اس کی حفاظت کریں گے ہمیں تمہارے بارے میں اس نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ ہم تم پر فتحیاب ہوں گے، اور اس نے ہماری تم سے جو قرابت داری ہے اس کی حفاظت و رعایت کرنے کا حکم دیا ہے اگر تم ہماری دعوت قبول کرلو تو تمہارے لئے عہد در عہد ہوگا، اور وہ عہد جس کا ہمارے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم قبطیوں کے بارے میں خیر و بھلائی کی وصیت قبول کرو، پس رسول اللہ ﷺ نے اس فرمان میں ہمیں قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اس لئے کہ ان سے قرابت داری ہے۔

ان راہبوں نے کہا کہ اس طرح کی بعید قرابت داری کا انبیاء ہی رعایت و خیال کرتے ہیں یہ ایک معروف اور شرف والی قرابت ہے وہ یعنی ہاجرہ علیہا السلام ہمارے بادشاہ کی بیٹی تھی اور اہل منف میں سے تھی ان کی قوم میں بادشاہت چلی آرہی تھی لیکن اہل عین شمس نے ان پر غلبہ پالیا اور اس قوم کے بہت سے لوگوں کو قتل کردیا ان کے ملک کو چھین لیا اور باقیوں کو ملک بدر کردیا پس وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں انہیں مرحبا اور مبارک ہو، آپ ہمیں دوبارہ ملاقات تک امان واجازت دیجئے۔ عمرو بن العاص نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی تم سے دھوکہ نہیں کرے گا میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم غور و فکر کرلو اور اپنی قوم کو بھی آگاہ کردو، وگرنہ میں تم سے جنگ کروں گا، انہوں نے کہا کہ مہلت میں اضافہ کیجئے آپ نے ایک دن اور بڑھا دیا انہوں نے کہا کہ اور اضافہ کیجئے آپ نے ایک دن مزید بڑھا دیا اس کے بعد وہ سب مقوقس کی طرف لوٹ کر گئے اور اسے تمام کارگزاری سے آگاہ کیا لیکن ارطبون (مقوقس) نے یہ باتیں ماننے سے انکار کردیا، اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کا حکم دیا، راہبوں نے اہل مصر سے کہا کہ ہم تمہارا بھرپور دفاع کریں گے اور ان کی طرف اب لوٹ کر نہ جائیں گے اب چار دن باقی رہ گئے ارطبون نے انہیں مسلمانوں پر شب خون مارنے کا حکم دیا تو قوم کے سرداروں نے کہا کہ کیا تم ان لوگوں سے قتال کروگے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے ساتھ جنگیں کیں اور ان کے ملکوں اور شہر پر قبضہ کرلیا

(1) المنتظم فی التاریخ : ۴/ ۲۹۱، وتاریخ الطبری : ۴/ ۵۱۲، والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۹۴

لیکن ارطبون نے اپنی بات پر اصرار کیا پس انہوں نے شب خون مارا لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی، بلکہ ایک گروہ قتل ہو گیا جن میں ارطبون بھی شامل تھا، مسلمانوں نے چوتھے دن مصر کے شہر عین شمس کا محاصرہ کر لیا اور زبیر بن العوام نے شہر پناہ پر چڑھ کر ان پر حملہ کر دیا جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تو دوسرے دروازے پر موجود عمرو بن العاص کی طرف چلے گئے اور ان سے صلح کر لی، زبیر بن العوام شہر کے بیچ میں چلتے ہوئے دوسرے دروازے پر جا نکلے جہاں عمرو بن العاص کھڑے تھے پس مسلمانوں نے یہ صلح نافذ کر دی اور عمرو بن العاص نے ان کے لئے ایک امان نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ امان نامہ ہے جو عمرو بن العاص کی طرف سے اہل مصر کو ان کی جانوں، ان کے دین، ان کے اموال ان کے گرجاؤں، ان کی صلیبوں اور ان کے بحر و بر کے بارے میں دی گئی ہے اس میں نہ کچھ اضافہ ہوگا اور نہ کمی، ان کے ساتھ اہل نوبہ سکونت اختیار نہیں کر سکیں گے اور اہل مصر جب اس صلح پر اتفاق کر لیں تو ان کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ جزیہ ادا کریں جو ان کی گنجائش کے مطابق زیادہ سے زیادہ پچاس کروڑ ہوگا اور دیگر حقوق ہوں گے، یہ سب ان کی حفاظت کی ذمہ داری کی بناء پر لازم کیا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی اس صلح سے انکار کرے تو اس کے حصہ کا ٹیکس ان پر سے معاف کر دیا جائے گا اور انکار کرنے والوں سے ہم بری ہوں گے اگر یہ جزیہ ان کی حیثیت اور وسعت سے زیادہ ثابت ہوا تو ان کی وسعت و گنجائش سے جو زیادہ ہوگا وہ ان سے کم کر دیا جائے گا، اور اہل روم اور اہل نوبہ میں سے جو ان کی صلح میں داخل ہوگا تو ان کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو ان کے ہیں، اور ان پر وہی ذمے داریاں ہوں گی جو ان پر ہیں جو شخص انکار کرے اور یہاں سے جانا چاہے تو وہ امان والا ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنے مأمن میں پہنچ جائے یا ہماری حدود سلطنت سے نکل جائے صلح میں داخل ہونے والوں پر وہی تین ثلث واجب ہوں گے جو اہل مصر پر واجب ہیں اس امان نامہ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، امیر المومنین، اور عام مومنین کا عہد و پیمان ہے اہل نوبہ میں سے جو اس صلح کو قبول کر لیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ اتنے اتنے فوجیوں اور اتنے اتنے گھوڑوں سے معاونت کریں تاکہ یہ علامت ہو کہ وہ جنگ نہیں کریں گے اور درآمدی و برآمدی تجارت میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔

اس پر زبیر بن العوام اور ان کے دو بیٹوں عبداللہ اور محمد نے شہادت رقم کی، کاتب وردان تھے، حاضرین کی موجودگی میں یہ تحریر لکھی گئی، پس اس امان نامہ میں تمام اہل مصر داخل ہو گئے اور سب نے اس صلح کو قبول کر لیا اور گھوڑوں کے لشکر مصر میں جمع ہو گئے اور عمرو بن العاص اس کے بعد فسطاط چلے گئے ابو مریم اور ابو مریام دونوں عمرو بن العاص کے پاس آئے اور ان قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی جو معرکہ میں گرفتار ہوئے تھے لیکن آپ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا، اور انہیں اپنے سامنے سے ہٹانے اور لوٹانے کا حکم دیا کہ وہ قیدی جو امان کے پانچ دنوں میں پکڑے گئے ہیں انہیں رہا کر دیا جائے اسی طرح وہ قیدی بھی جو قتال میں شریک نہیں تھے اور جس نے قتال کیا ہے انہیں واپس نہ کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ قیدیوں کو اسلام اور اپنے اہل کے پاس لوٹنے کے درمیان اختیار دیا جائے جو اسلام قبول کر لے اسے تو واپس نہ کیا جائے اور جو اپنے اہل کو اختیار کرے تو اسے واپس کر دیا جائے اور اس پر جزیہ مقرر کر دیا جائے اور جو قیدی شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں اور حرمین وغیرہ تک پہنچ گئے ہیں تو آپ انہیں لوٹانے پر قادر نہیں لہٰذا ان کے بارے میں صلح نہ کیجئے کہ جس کو پورا کرنا متعذر رہو، پس عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور سب قیدیوں کو جمع کر کے اختیار دیدیا ان میں سے بعض نے اسلام کو اختیار کیا اور بعض اپنے دین پر رہے ان کے درمیان صلح ہو گئی پھر عمرو بن العاص نے ایک لشکر اسکندریہ کی طرف بھیجا حاکم اسکندریہ مقوقس اس سے پہلے اپنے شہر اور ملک مصر کا خراج قیصر روم کو ادا کرتا تھا لیکن جب عمرو بن العاص نے اس کا محاصرہ کیا تو اس نے مذہبی اکابر اور ارکان دولت کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عرب قیصر و کسریٰ پر بھی غالب آ گئے ہیں اور ان کو ان کے ملکوں سے نکال دیا ہے ہمارے اندر ان سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے میری رائے ہے کہ ان کو جزیہ ادا کیا جائے پھر اس نے عمرو بن العاص کو پیغام بھیجا کہ میں اس کو بھی خراج ادا کرتا تھا جو میرے نزدیک تم سے بھی زیادہ مبغوض تھا یعنی روم و فارس کے بادشاہ، پھر اس نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی اور عمرو بن العاص نے خمس اور فتح کی خوشخبری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دی۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ جب عمرو بن العاص کی مقوقس کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی تو بہت سے مسلمان جنگ سے بھاگنے لگے، عمرو بن العاص ان کو زجر فرماتے اور ثابت قدمی اختیار کرنے پر ابھارتے، ایک یمنی شخص نے کہا کہ ہم لوہے اور پتھر کے بنے ہوئے نہیں، عمرو بن العاص نے اس سے

فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ تم ایک کتے ہو، اس نے کہا کہ پھر تو آپ کتوں کے امیر ہیں، عمرو بن العاص نے اس سے اعراض کیا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو ندادی جب صحابہ کرام جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا آگے بڑھو اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے مسلمانوں کی مدد کرے گا، پس انہوں نے حملہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی یہاں تک کہ مکمل کامیابی حاصل ہو گئی۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ مصر ربیع الاول ۱۶ھ میں فتح ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلامی حکومت وہاں قائم ہوئی لیکن دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ ۲۰ھ میں فتح ہوا، اور اسکندریہ ۲۵ھ میں، تین مہینے کے محاصرے کے بعد بزور قوت فتح ہوا، بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہزار دینار پر صلح ہوئی تھی او رمنقول ہے کہ مقوقس نے عمرو بن العاص سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ صلح میں پہل کریں لیکن عمرو بن العاص نے قبول نہ کیا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم نے تمہارے بڑے بادشاہ ہرقل کے ساتھ کیا کیا ہے مقوقس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں ہم تابعداری کرنے کے زیادہ مستحق ہیں پھر گزشتہ شرائط کے مطابق صلح کر لی۔

دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن العاص اور زبیر بن العوام دونوں عین شمس کی طرف چلے اور اس کا محاصرہ کر لیا اور عمرو بن العاص نے ابرہہ بن صباح کو الفرماً کی طرف اور عوف بن مالک کو اسکندریہ کی طرف بھیجا ان میں سے ہر ایک نے ان شہر والوں سے کہا جس کی طرف وہ بھیجے گئے تھے کہ تم نیچے اتر آؤ، تمہیں امان حاصل ہو گی لیکن وہ اس انتظار میں رہے کہ اہل عین شمس کیا کرتے ہیں جب عین شمس والوں نے صلح کر لی تو ان لوگوں نے بھی صلح کر لی عوف بن مالک نے اہل اسکندریہ سے کہا کہ تمہارا شہر اس قدر خوبصورت کس وجہ سے ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسے اسکندر نے جب بنایا تو یہ کہا کہ میں ایسا شہر بناؤں گا جو اللہ کا محتاج اور لوگوں سے بے نیاز ہو گا اور ابرہہ بن صباح نے اہل الفرماً سے کہا کہ تمہارا شہر اتنا قبیح کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسے جب اسکندر کے بھائی الفرماً نے آباد کیا تو کہا کہ میں ایسا شہر بناؤں گا جو اللہ سے بے نیاز اور لوگوں کا محتاج ہو گا پس اسکی تعمیرات گرتی رہیں یہاں تک کہ یہ ایسا بدشکل اور قبیح ہو گیا۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن العاص کے بعد جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کے والی ہوئے تو آپ نے وہاں کے غلاموں کے خراج میں اضافہ کر دیا جسے وہ پہلے ہر سال مسلمانوں کو دیا کرتے تھے اور مسلمان ان کے بدلہ میں انہیں متعین لباس اور خوراک دیا کرتے تھے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ بننے کے بعد اس کو برقرار رکھا یہاں تک عمر بن عبدالعزیز نے بھی اس کی رعایت کرتے ہوئے اسے جاری رکھا، میں کہتا ہوں کہ دیار مصر کا نام فسطاط عمرو بن العاص کے خیمے کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے، عمرو بن العاص نے اس جگہ خیمہ نصب فرمایا تھا جہاں آج کل شہر مصر قائم ہے اور لوگوں نے آپ کے خیمے کے اردگرد گھر بنا لئے، مصر کا قدیم علاقہ عمرو بن العاص کے عہد سے آج تک متروک ہے پھر عمرو بن العاص نے اپنا خیمہ اٹھا دیا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو آج کل بھی انہی کی طرف منسوب ہے، مسلمانوں نے مصر کے بعد نوبہ کو فتح کیا ان کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کو بڑے زخم اٹھانے پڑے، اہل نوبہ کی عمدہ تیر اندازی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی آنکھیں شہید ہو گئیں جن کا نام لوگوں نے جند الحدق رکھ دیا یعنی ایسی فوج جس کی آنکھیں تیر لگنے کی وجہ سے ضائع ہو گئی ہوں، لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ شہر فتح ہو گیا۔

بلاد مصر کے بارے میں علماء سیر کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اسکندریہ کے علاوہ تمام مصر صلحاً فتح ہوا ہے یہ قول یزید بن ابی حبیب کا ہے، بعض کہتے ہیں کہ تمام مصر عنوۃً فتح ہوا ہے یہ قول ابن عمر اور ایک جماعت کا ہے، عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ میں اپنی اس جگہ پر نہیں بیٹھا اور نہ میرے پاس کسی قبطی کا کوئی عہد ہے اگر میں چاہوں تو میں کہتا ہوں کہ یعنی مصنف اگر میں چاہوں تو فروخت کر دوں اور اگر چاہوں تو اہل طابلس کے علاوہ پر خمس لگا دوں بس ان کا عہد ہے جسے ہم پورا کریں گے۔

دریائے نیل کا قصہ ...... ابن لھیعہ کے طریق سے قیس بن حجاج اس شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے ان سے بیان کیا کہ جب مصر فتح ہوا تو عجمی مہینوں میں سے بؤنہ نام کے مہینے کے آغاز پر اہل مصر عمرو بن العاص کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک طریقہ ہے اور یہ اسی طریقہ سے ہی جاری رہتا ہے، آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب اس مہینے کی بارہ راتیں گذر جاتی ہیں تو ہم کسی والدین کی باکرہ لڑکی کے پاس جاتے ہیں اور اس کے والدین کو رضامند کر کے اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ کپڑے پہناتے ہیں پھر ہم اسے

دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں، عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اسلام میں اس رسم کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام اپنے سے پہلے کی تمام رسموں کوختم اور باطل قرار دیتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ بؤنہ، اَبیب اور مسری تین مہینے وہیں مصر ہی میں ٹھہرے لیکن نیل جاری نہیں ہوا نہ تھوڑا اور نہ زیادہ یہاں تک کہ اہل مصر نے وہاں سے جلاوطنی کا ارادہ کرلیا، عمرو بن العاص نے یہ صورتحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی آپ نے جواب میں لکھا کہ جو کچھ تم نے کیا صحیح کیا میں اس خط کے اندر ایک چھوٹی سی پرچی بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دیں، عمرو بن العاص نے خط پڑھا اور اس میں موجود پرچی کو دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ "اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن خطاب کی طرف سے اہل مصر کے نیل کے نام، امابعد! اگر تو اپنی مرضی اور اپنے حکم سے چلتا ہے تو مت چل، ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں اور اگر تو اللہ واحد قہار کے حکم سے چلتا ہے اور وہی ذات تجھے چلاتی ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کردے"۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ پرچی جب دریائے نیل میں ڈالی گئی اور ہفتہ کی صبح لوگ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں نیل کو سولہ ہاتھ بلند کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس دن سے آج تک اہل مصر سے اس رسم باطل کا خاتمہ کر دیا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ اس سال (اس سے مراد ان کے نزدیک ۱۶ھ ہے) عمرو بن العاص نے مصر کے اطراف میں حفاظتی برج تعمیر کئے جہاں سے دشمن کی نقل وحرکت کی نگرانی کی جاتی تھی، اور یہ اس وجہ سے کہ ہرقل نے شام ومصر سے جنگ کے لئے سمندر میں فوج بھیجی تھی، ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال سرزمین روم میں ابو بحریہ عبداللہ بن قیس عبدی نے جہاد کیا اور یہ بعض کے قول کے مطابق سب سے پہلے آدمی ہیں جو اس سرزمین میں داخل ہوئے اور سلامتی کے ساتھ مع مال غنیمت کے لوٹے، اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میسرہ بن مسروق عبسی داخل ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین سے معزول کر دیا اور انہیں شراب نوشی پر حد لگائی اور بحرین و یمامہ پر ابو ہریرہ دوسی کو امیر بنایا، اس سال اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص کی ہر چیز میں شکایت کی یہاں تک کہ وہ اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھاتے پس آپ نے انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ ان کے نائب عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو امیر مقرر کیا، بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن یاسر کو امیر بنایا، امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے ان سے عبدالملک نے، ان سے جابر بن سمرہ نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص کی حضرت عمر بن خطاب کے پاس شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے، سعد بن ابی وقاص نے کہا اللہ کی قسم میں انہیں رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھانے میں کچھ کوتاہی نہیں کرتا، ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملاتا ہوں اور آخری دو میں نہیں ملاتا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق مجھے تمہارے بارے میں یہی گمان تھا اور صحیح مسلم میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اہل کوفہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے سعد بن ابی وقاص کے بارے میں معلومات کرے، پس سب لوگوں نے سعد کی تعریف کی سوائے ایک آدمی نے جس کا نام ابو سعدہ قتادہ بن اسامہ تھا وہ کھڑا ہوا اور کہا کہ جب تم مجھے قسم دیتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ سعد نہ تو تقسیم میں برابری کرتے ہیں نہ مقدمات میں انصاف کرتے ہیں اور نہ جہاد میں جاتے ہیں۔

سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ اے اللہ! اگر آپ کا یہ بندہ ریاکاری کے طور پر اور شہرت حاصل کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر کو طویل کردے، اس کے فقر کو دراز کردے اور اسے فتنوں میں مبتلا کردے پس اسے سعد بن ابی وقاص کی یہ بددعا لگ گئی اور بالآخر اتنا بوڑھا ہوا کہ اپنے پپوٹے آنکھوں سے اٹھا کر دیکھتا تھا اور راستے میں چلتی ہوئی نوجوان لڑکیوں کو چھیڑا کرتا اور آنکھوں سے انہیں اشارہ کرتا تھا اسے جب اس بارے میں کہا گیا تو کہنے لگا کہ فتنوں میں مبتلا ایک بوڑھا ہوں جسے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں وصیت کی کہ سعد کو اگر خلافت حاصل ہو جائے تو وہ اس کے اہل ہیں وگرنہ تم میں سے جو آدمی امر خلافت کا والی ہو تو وہ سعد بن ابی وقاص سے مدد لیا کرے، اور فرمایا کہ میں نے ان کو کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا، اور اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کو اذراعات وغیرہ کی طرف اور نجران کے یہودیوں کو کوفہ کی طرف جلاوطن کیا اور خیبر، وادی القریٰ ونجران کی زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیں، اسی سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیوان، رجسٹر اور دفتری نظام قائم کیا، بعض

کہتے ہیں کہ یہ اس سے قبل قائم کیا گیا تھا، اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن مجزز مدلجی کو بمعہ ایک دستہ سمندر کے راستے حبشہ کی طرف بھیجا تھا لیکن وہ سب حادثہ کا شکار ہو گئے، آپ نے اپنے اوپر قسم کھالی کہ اب کسی لشکر کو سمندر کے راستے نہیں بھیجوں گا۔لیکن ابو معشر نے اس میں واقدی سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ واقعہ ۳۱ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا تھا۔واللہ اعلم۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت ولید بن عتبہ سے نکاح کیا جو حارث بن ہشام کے نکاح میں تھیں او روہ طاعون میں وفات پا گئے تھے، فاطمہ بنت ولید، خالد بن ولید کی بہن تھی، اسی سال بلال دمشق میں فوت ہوئے اور اسید بن حضیر اور ام المومنین زینب بنت جحش نے اس سال شعبان میں وفات پائی، آپ امہات المومنین میں سب سے پہلی وفات پانے والی ہیں، اسی سال ہرقل قیصر روم کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا قسطنطین اس کا جانشین بنا، اور اس سال عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور آپ کے نائبین اور قضاۃ اس سال وہی رہے جو گزشتہ سال تھے سوائے ان کے جن کا معزول ہونا اور ان کی جگہ دوسرے کا مقرر کرنا ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے۔

اس سال وفات پانے والے سرکردہ حضرات کا ذکر

اسید بن حضیر......ان کا نام ونسب اسید بن حضیر بن سماک انصاری اشہلی اوسی ہے، کنیت ابو یحییٰ ہے بیعت عقبہ والی رات سرداروں میں سے ایک تھے ان کے والد جاہلیت کی جنگ بعاث جو ہجرت سے چھ سال قبل ہوئی تھی میں اوس کے سردار تھے جنہیں حضیر الکتائب بھی کہا جاتا ہے، اسید بن حضیر کے بارے میں منقول ہے کہ مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے جب لوگ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور زید بن حارثہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی، غزوہ بدر میں یہ شریک نہ ہو سکے۔

ترمذی کی ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر کیا ہی اچھے آدمی ہیں، عمر کیا ہی اچھے آدمی ہیں، اسید بن حضیر کیا ہی اچھے آدمی ہیں اور ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام گئے تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی، سعد بن معاذ کی اور عباد بن بشیر کی تعریف فرمائی، رضی اللہ عنہم۔ابن بکیر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں ہوئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنازہ کو کندھا دیا اور نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں آپ کی تدفین ہوئی، واقدی، ابو عبید اور مؤرخین کی ایک جماعت نے یہی سن وفات ذکر کیا ہے۔

اُنیس بن مرثد بن ابی مرثد غنوی (۱)......اُنیس، ان کے والد اور ان کے دادا تینوں صحابی ہیں، انیس غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے لئے جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے تھے یہی انیس ہیں جن کے بار میں آپ ﷺ نے فرمایا اے انیس! اس عورت کی طرف جاؤ، اگر وہ اقرار کرلے تو اسے سنگسار کر دو، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ انیس دوسرے ہیں اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ آپ نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو فرمایا اور یہ اسلمی نہیں ہیں، کہا جاتا ہے کہ وہ انیس بن ضحاک اسلمی ہیں، ابن اثیر نے اسی کو ترجیح دی ہے انیس بن مرثد سے فتن کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے، ابن منذر کہتے ہیں کہ آپ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔

بلال بن ابی رباح (۲)......انہیں بلال بن حمامہ بھی کہا جاتا ہے، حمامہ ان کی والدہ کا نام تھا، یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں اللہ کے راستے میں انہیں سخت اذیتیں دی گئیں لیکن انہوں نے صبر کیا اور استقامت اختیار کی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے

---

(۱) انیس بن مرثد بن ابی مرثد الغنوی: الاستیعاب: ۹۱، الاصابۃ: ۱/۱۳۸، اسد الغابۃ: ۱/۵۹؛ تجرید اسماء الصحابۃ: ۲۸۷

(۲) بلال بن ابی رباح: الاستیعاب: ۱۲۵، الاصابۃ: ۱/۳۲۹، اسد الغابۃ: ۱/۲۴۳، تجرید اسماء الصحابۃ: ۵۲۹

ہمارے سردار کو آزاد کیا ہے، جب مدینہ منورہ میں اذان مشروع ہوئی تو وہ اور ابن ام مکتوم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں باری باری اذان دیا کرتے تھے یعنی کبھی وہ اور کبھی وہ، بلال نہایت حسین الصوت اور فصیح تھے اور یہ روایت جو مروی ہے کہ بلال کا سین اللہ تعالیٰ کا شین ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، آپ نے فتح مکہ کے موقع پر کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تھی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو آپ نے اذان دینی چھوڑ دی، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی آپ نے کچھ عرصہ اذان دی تھی یہ صحیح نہیں ہے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ جہاد کے لئے شام چلے گئے تھے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ آئے تھے تو ان کے ساتھ خطبہ کے بعد ان کے سامنے ظہر کی اذان دی تھی جس سے لوگوں پر سخت گریہ اور آہ و بکا طاری ہوگئی، یہ بھی منقول ہے کہ آپ اسی دوران مدینہ منورہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور اس وقت اذان دی، لوگوں پر یہ اذان سن کر سخت گریہ اور آہ و بکا طاری ہوئی اور انہیں اس کا حق پہنچتا تھا۔

صحیح میں یہ روایت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال سے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا اور میں نے اپنے آگے تمہارے جوتوں کے گھسنے کی آواز سنی لہٰذا اپنے سب سے زیادہ پُر امید عمل کے بارے میں بتلاؤ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے جب بھی وضو کیا تو دو رکعتیں ضرور پڑھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ فضیلت اسی بناء پر ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جب بھی مجھے حدث ہوا تو میں نے وضوء کیا اور ہر وضوء کے ساتھ میں نے دو رکعت پڑھنا اپنے اوپر لازم کر لیا۔

علمائے سیر کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت ہی سیاہ فام آدمی تھے، طویل القامت، نحیف البدن، بہت زیادہ بالوں والے اور پچکے گالوں والے تھے، ابن بکیر کہتے ہیں کہ آپ کی وفات دمشق میں ۱۸ھ طاعون عمواس کی وجہ سے ہوئی، اور محمد بن اسحاق اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ ۲۰ھ میں وفات ہوئی، واقدی کہتے ہیں کہ یہ دمشق کے باب الصغیر کے قریب دفن ہوئے اور ان کی عمر بوقت وفات ساٹھ سال سے کچھ زائد تھی دیگر حضرات کہتے ہیں کہ داریا میں انتقال ہوا اور باب الکیسان میں دفن ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ داریا ہی میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا انتقال حلب میں ہوا تھا لیکن انتقال و دفن سے متعلق صحیح قول سب سے پہلا ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

سعید بن عامر بن خذیم...... یہ بنی جمح کے اشراف و معزز لوگوں میں سے تھے، غزوہ خیبر میں شریک تھے اور بڑے ہی عابد و زاہد آدمی تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کے بعد آپ کو حمص کا امیر بنایا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ آپ کو کوئی شدید زخم آیا ہے تو ایک ہزار دینار بھیجے لیکن آپ نے سب صدقہ کر دیئے اور اپنی زوجہ سے فرمایا کہ ہم نے ایسی ذات کو دیئے جو ہمارے لئے ان دنانیر سے تجارت کرے گا، خلیفہ کہتے ہیں کہ یہ اور معاویہ بن سفیان دونوں نے قیساریہ فتح کیا تھا اور ان میں سے ہر ایک اپنے دستے کا امیر تھا۔

عیاض بن غنم (۱)...... ان کی کنیت ابوسعد فہری ہے یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، نہایت ہی فیاض، سخی اور بہادر تھے، آپ ہی کے ہاتھوں جزیرہ کی فتح ہوئی تھی، اور آپ ہی سب سے پہلے آدمی ہیں جو جنگ کرتے ہوئے روم کے دروازے میں گھس پڑے تھے اور آپ کو ابوعبیدہ نے اپنے بعد شام کا امیر مقرر کیا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امارت کو برقرار رکھا یہاں تک کہ ۲۰ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوگئی۔

ابوسفیان بن حارث (۲)...... یہ حارث بن عبدالمطلب کے فرزند اور رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام مغیرہ ہے یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت ہوا، حالانکہ اس سے پہلے یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دین اور متبعین کے متعلق انتہائی سخت رائے رکھتے تھے، انتہائی باذوق اور قادر الکلام شاعر تھے اسلام لانے سے قبل اسلام اور اہل اسلام کی ہجو کیا کرتے تھے جن کا جواب حضرت حسان بن ثابت دیا کرتے تھے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چند جوابی اشعار یہ ہیں:

---

(۱) عیاض بن غنم : الاستیعاب : ۱۹۵۷، الاصابۃ : ۳/۷۵۷، اسد الغابۃ : ۴/۳۲۷، تجرید اسماء الصحابۃ : ۴۶۲۹.

(۲) ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب : الاستیعاب : ۲۹۹۰، الاصابۃ : ۷/۱۷۹، اسد الغابۃ : ۶/۱۴۳، تجرید اسماء الصحابۃ : ۲۰۲۰.

(۱)......خبردار! میری طرف سے ابوسفیان کو یہ پیغام پہنچا دو، کہ معاملہ ظاہر ہو گیا اور خفا ختم ہو گیا ہے۔
(۲)......تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی ہے اور میں نے اس کا جواب دیا ہے، اس جواب کی جزاء اللہ ہی کے پاس ہے
(۳)......اور تو ان کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں، تم دونوں میں سے جو برا ہے وہ تم میں سے بہتر پر قربان ہو۔

جب یہ اور عبداللہ بن ابی امیہ اسلام لانے کے لئے حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت نہیں دی یہاں تک کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی سفارش کی تو آپ نے انہیں اجازت دیدی، اور جب رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ اس ابوسفیان نے یہ کہا کہ اگر مجھے اجازت نہ دی تو میں اس چھوٹے سے بچے کا ہاتھ پکڑوں گا (ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ تھا) اور ایسی جگہ چلا جاؤں گا کہ کسی کو بھی معلوم نہ ہوگا، ان کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کو ان پر ترس آیا اور آپ نے اجازت مرحمت فرمادی، غزوہ حنین میں یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ چمٹے رہے اور آپ کے خچر مبارک کی لگام انہی کے ہاتھ میں تھی۔

ایک روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ محبت فرماتے اور ان کے لئے جنت کی بشارت دی تھی اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ حمزہ کے پیچھے ہوں گے، رسول اللہ ﷺ کی وفات پر انہوں نے ایک مرتبہ مرثیہ کہا تھا جسے ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں اس میں یہ اشعار بھی ہیں:

(۱)......میں بے خواب رہا اور میری رات گزرتی نہ تھی، مصیبت زدہ کی رات طویل ہی ہوتی ہے۔
(۲)......اور رونے نے مجھے البتہ اس وقت سہارا دیا، اور مسلمانوں کو آپ کے ساتھ تکلیف کم ہی پہنچتی تھی۔
(۳)......لیکن ہماری مصیبت بہت بڑھ گئی، جس شب کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے۔
(۴)......ہم نے وحی اور نزول قرآن کو کھودیا، جسے جبرئیل امین صبح وشام لایا کرتے تھے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے حج کیا جب اپنے سر کا حلق کروایا تو حلق کرنے والے نے آپ کے سر میں موجود ایک مسّہ بھی کاٹ دیا جس کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو گئے اور مسلسل کمزور ہوتے گئے یہاں تک کہ مدینہ لوٹنے پر آپ کی وفات ہو گئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی نوفل نے آپ سے چار ماہ قبل وفات پائی۔

ابوالھیثم بن تیھان [1] ......یہ ابوالہیثم، مالک بن مالک بن عسل بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن دعورا بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری اوسی ہیں، بیعت عقبہ والی رات نقیب بن کر حاضر ہوئے تھے غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، ۲۰ھ میں آپ نے وفات پائی، بعض کہتے ہیں کہ ۲۱ھ میں وفات ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ابن اثیر کہتے ہیں کہ اکثر مؤرخین اسی آخری قول پر ہیں لیکن ہمارے شیخ نے ان کا اس مقام پر ذکر کیا ہے، واللہ اعلم۔

زینب بنت جحش [2] ......یہ زینب بنت جحش بن رباب اسدیہ ہیں جو بنو اسد خزیمہ میں سے ہیں، آپ امہات المومنین میں سب سے پہلے وفات پانے والی ہیں، آپ کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب تھا، آپ کا نام پہلے برہ تھا رسول اللہ ﷺ نے بدل کر زینب رکھ دیا، آپ کی کنیت ام حکم تھی، یہی وہ زوجہ محترمہ ہیں جن کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اور یہ اس اعزاز پر باقی تمام ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں، اور فرماتیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیاء نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا سورۂ احزاب آیہ ۳۷ ''جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی یعنی ان کو طلاق دیدی تو ہم نے آپ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا'' یہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں جب انہوں نے طلاق دیدی تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا، یہ واقعہ ۳ھ کا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۴ھ کا واقعہ ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ۵ھ کا واقعہ ہے، ان کی رخصتی کے وقت ہی آیات حجاب نازل ہوئی تھی جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں ثابت ہے، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسن و جمال اور مرتبہ میں مقابلہ کیا کرتی تھیں، نہایت ہی دیندار، متورعہ، عابدہ

---

(۱) ابو الهيثم مالک بن التيهان: الاستيعاب: ۳۲۰۵، الاصابة: ۷/ ۴۴۹، اسد الغابة: ۶/ ۳۲۳، تجريد اسماء الصحابة: ۲۴۱۸.

(۲) زينب بنت جحش: الاستيعاب: ۳۳۵۵، الاصابة: ۷/ ۶۶۷، اسد الغابة: ۷/ ۱۲۵، تجريد اسماء الصحابة: ۳۲۶۳.

اور کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں، آپ کی اسی صفت کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا کہ تم میں سے سب سے زیادہ جلدی مجھ سے وہ ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے، آپ صنعت کار خاتون تھی اپنے ہاتھ سے چیزیں تیار کرتی اور فقراء پر صدقہ کردیتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی عورت دین میں بہتر، اللہ سے ڈرنے والی، بات کی سچی، صلہ رحمی کرنے والی، امانت دار اور صدقہ خیرات کرنے والی آپ سے بڑھ کر نہیں دیکھی۔

حجۃ الوداع کے بعد آپ نے اور حضرت سوداء نے حج نہیں کیا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ حج ہے اس کے بعد بوریہ کو لازم پکڑنا ہے، بقیہ ازواج مطہرات وہ البتہ حج کیا کرتی تھیں، اور یہ دونوں فرماتیں کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے بعد ہمیں کوئی سواری متحرک نہیں کرے گی، اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کا یعنی زینب بنت جحش کا مقررہ وظیفہ بارہ ہزار دینار بھیجا تو وہ سب انہوں نے اپنے عزیز واقارب میں صدقہ کردیا اور فرمایا کہ اے اللہ! اس کے بعد اب مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی ہدیہ نہ پہنچے، ۲۰ھ میں آپ کی وفات ہوگئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، یہ پہلی خاتون ہیں جن کی جنازہ کی چارپائی پر نقش بنائی گئی، جنت البقیع میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

صفیہ بنت عبدالمطلب (۱) ...... یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی، زبیر بن العوام کی والدہ اور حمزہ، المقوم اور حجل کی حقیقی بہن ہیں، ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ ہے، صفیہ کے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں، غزوہ احد میں یہ تشریف لائیں اور اپنے بھائی حمزہ پر بہت ہی زیادہ غم کا اظہار فرمایا غزوہ خندق میں ایک یہودی کو قتل کیا وہ اس قلعہ کے اردگرد گھوم رہا تھا جس میں آپ تھیں اور حسان بن ثابت کے قلعہ کی طرف چڑھنے کی کوشش کررہا تھا، آپ نے حسان سے کہا نیچے اترو اور اسے قتل کردو لیکن انہوں نے ہمت نہیں کی پس یہ خود اتریں اور اسے قتل کردیا پھر حسان سے کہا کہ اسکا لباس، سامان وغیرہ اتارلو اگر یہ مرد نہ ہوتا تو میں ہی یہ کام کرلیتی، لیکن حسان بن ثابت نے کہا کہ مجھے سامان کی کچھ ضرورت نہیں ہے، یہ سب سے پہلی خاتون ان میں جنہوں نے مشرکین میں سے کسی کو قتل کیا ہو ان کے علاوہ دیگر رسول اللہ ﷺ کی جو پھوپیاں ہیں ان کے اسلام میں اختلاف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ان میں اروی اور عاتکہ مسلمان ہوگئی تھیں، ابن اثیر اور ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی کا بھی یہی قول ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ صفیہ کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوئی تھی، ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا اس کے بعد العوام بن خویلد سے ہوا جس سے زبیر اور عبدالکعبہ دو بیٹے پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ العوام بن خویلد نے آپ سے باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا لیکن صحیح قول پہلا ہے، مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں تہتر سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، اور بقیع میں دفن ہوئیں، ابن اسحاق نے اس مقام پر آپ کے علاوہ دیگر وفات پانے والی خواتین کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

عویم بن ساعدہ انصاری (۲) ...... آپ بیعت عقبہ اولیٰ، ثانیہ اور تمام معرکوں میں شامل رہے، یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے پانی سے استنجاء کیا انہی کی شان میں آیت مبارکہ نازل ہوئی:

فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین

سورۂ توبہ آیت ۱۰۸ ان کی بہت سی روایات بھی ہیں، اسی سال یعنی ۲۰ھ میں مدینہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

بشر بن عمرو حنش ...... ان کا لقب جارود ہے، ۱۰ھ میں مسلمان ہوئے، آپ بنو عبدالقیس میں نہایت معزز اور قوم کے مقتداؤں میں سے تھے یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے قدامہ بن مظعون کے بارے میں شراب نوشی کی گواہی دی تھی، جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قدامہ کو یمن

---

(۱) صفیة بنت عبد المطلب : الاستیعاب : ۳۴۰۳، الاصابة : ۷/ ۷۴۲، اسد الغابة : ۷/ ۱۷۲، تجرید اسماء الصحابة : ۳۴۰۱.

(۲) عویم بن ساعدہ الانصاری : الاستیعاب : ۲۰۵۷، الاصابة : ۴/ ۷۴۵، اسد الغابة : ۴/ ۳۱۵، تجرید اسماء الصحابة : ۴۶۴۴.

سے معزول کر کے حد لگائی تھی، جارود نے شہادت کی موت پائی ہے۔

ابوخراشہ خویلد بن مرہ الھذلی...... آپ عمدہ شاعر اور مخضر مین میں سے تھے، زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں پائے ہیں یہ انتہائی تیز رفتار تھے جب دوڑتے تھے تو گھوڑے کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے تھے انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔

معرکہ نہاوند ۲۱ھ (۱) ...... یہ انتہائی عظیم، بڑا، رفیع الشان اور حیرت انگیز معرکہ ہے مسلمان اسے فتح الفتوح کا نام دیتے ہیں۔

ابن اسحاق اور واقدی کہتے ہیں کہ معرکہ نہاوند ۲۱ھ میں ہوا، سیف بن عمر کہتے ہیں کہ ۱۷ھ میں ہوا، بعض کہتے ہیں کہ ۱۹ھ میں ہوا، ابن جریر نے یہ واقعہ چونکہ اس سال یعنی ۲۱ھ میں بیان کیا ہے لہٰذا ہم نے بھی ان کی پیروی کی ہے اور موقع پر ہم نے ان تمام علمائے تاریخ کی روایات و بیانات کو جمع کر دیا ہے یہاں تک کہ یہ سب روایات و بیانات ایک دوسرے میں داخل و شامل ہو گئیں۔

سیف بن عمر اور دیگر سے مروی ہے کہ جس چیز نے نہاوند کی اس جنگ کو بھڑکایا وہ یہ تھی کہ جب مسلمانوں نے اہواز فتح کر لیا، علاء بن حضرمی نے لشکر کو آگے سے روکا اور اس کی حفاظت کی اور ان کے قدیم دار الحکومت اصطخر اور جدید دار الحکومت مدائن پر قبضہ کر لیا اور فارس کے بہت سے شہر صوبے اضلاع اور دیہات پر غالب و قابض ہو گئے تو ان واقعات سے اہل فارس بہت سیخ پا ہوئے اور یزدگرد بادشاہ نے ان سے کمک و لشکر طلب کیا جو کہ خود ایک شہر سے دوسرے شہر پیچھے ہی ہٹتا اور بھاگتا جا رہا تھا یہاں تک کہ اصفہان پہنچ گیا لیکن وہ اپنے اہل و عیال، قوم اور قبیلے میں تھا اس نے نہاوند اور جو اس کے آس پاس شہر اور قصبات وغیرہ تھے ان کے حکام اور والیوں کو لشکر تیار کرنے کے لئے لکھا، یہ لوگ جمع ہوئے آپس میں مکاتبت و مراسلت کی اور اتنا بڑا لشکر تیار ہو گیا کہ اس سے پہلے اتنا بڑا لشکر تیار نہیں ہوا تھا۔

سعد بن ابی وقاص نے اس صورتحال کی اطلاع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دی انہی دنوں اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص پر طعن و تشنیع شروع کی اور ان کی ہر چیز میں شکایت کی یہاں تک کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے اس طعن و تشنیع اور شکایات پر اہل کوفہ کو ایک آدمی ''جس کا نام الجراح بن سنان اسدی تھا'' بھڑکا تا تھا، اس کے ساتھ پورا ایک جتھہ تھا، یہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کی ایسی صورتحال میں جبکہ اللہ کے دشمن قتال کے لئے تیار ہیں انہوں نے تمہارے خلاف ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے، تمہارا اس مسئلہ کو چھیڑنا تمہاری شرارت پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کے باوجود میں تمہارے معاملہ میں غور کروں گا۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ کو کوفہ بھیجا جو کہ عمال اور حکام کے پاس قاصد بن کر جایا کرتے تھے محمد بن مسلمہ نے کوفہ پہنچ کر قبائل، خاندانوں اور مساجد میں گشت کیا اور سعد کے بارے میں پوچھا ہر ایک نے سعد کی تعریف کی سوائے جراح بن سنان کے علاقے کی طرف کے لوگوں نے، کہ انہوں نے سکوت اختیار کیا نہ تعریف کی اور نہ مذمت کی، یہاں تک کہ آپ چلتے چلتے بنو عبس کے درمیان پہنچے تو ایک آدمی جسے ابوسعدہ اسامہ بن قتادہ کہا جاتا تھا کھڑا ہوا، اور کہا کہ جب تم قسم دیتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ سعد نہ تو تقسیم میں برابری کرتے ہیں اور نہ رعایا کے درمیان انصاف کرتے ہیں اور نہ ہی جہاد میں جاتے ہیں پس سعد بن ابی وقاص نے اسے بد دعا دیتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ جھوٹا ہے اور اس نے دکھلاوے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے یہ کہا ہے تو اس کی بینائی زائل فرما، اس کے عیال کو زیادہ کر دے اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے، سو اس کی آنکھیں اندھی ہو گئیں، اس کے یہاں دس بیٹیاں پیدا ہو گئیں، اور وہ کسی عورت کے بارے میں سنتا تو اس کے پیچھے مسلسل لگا رہتا، یہاں تک کہ اسکے پاس آ کر اسے چھوتا اور ٹٹولتا، جب اسے اس بارے میں ملامت کی جاتی تو کہتا کہ سعد جیسے بابرکت آدمی کی بد دعا لگ گئی پھر سعد نے الجراح بن سنان اور اس کے ساتھیوں کے لئے بد دعا کی سو ان میں سے ہر ایک کے جسم میں کوئی نہ کوئی بیماری پیدا ہو گئی اور اس کے مال میں کوئی نہ کوئی آفت آئی۔

اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اہل کوفہ کو اہل نہاوند سے جہاد کے لئے تیار کیا پھر سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، الجراح بن سنان اور اس کے اصحاب یہ سب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، آپ نے سعد سے پوچھا کہ تم نماز کس طرح اور کیسی پڑھاتے ہو؟ سعد نے کہا کہ میں پہلی دو رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں کو مختصر، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۲۶۷، وتاریخ الطبری: ۲/ ۵۱۸، والکامل فی التاریخ: ۳/ ۲، ومروج الذھب: ۱/ ۳۳

میں جیسی جونمازیں پڑھی ہیں اس میں کوتاہی نہیں کرتا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابواسحٰق میرا تمہارے بارے میں یہی گمان تھا اس کے بعد سعد نے کہا میں اسلام لانے والا پانچواں آدمی تھا اور ہماری یہ حالت تھی کہ انگور کی بیلوں اور اس کے پتوں کے سوا ہماری کچھ خوراک نہ تھی یہاں تک کہ ہمارے جبڑے چھل گئے اور میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا اور میرے لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے والدین کو فداک ابی و امی یا سعد اس جملے میں جمع کیا۔ مجھ سے پہلے یہ اعزاز کسی کو حاصل نہیں ہوا، اب بنواسد کہتے ہیں کہ یہ اچھی نماز نہیں پڑھاتے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ اگر یہ لوگ اسلام کے بارے میں مجھے دھوکہ میں ڈال دیں تب تو میں ناکام ہو جاؤں گا اور میرا عمل ضائع ہو جائے گا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کوفہ پر اپنا نائب کس کو بنا کر آئے ہو، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نیابت برقرار رکھی۔

وہ کبیر السن اور اشراف صحابہ میں سے تھے اور انصار میں سے بنوحبلیٰ کے حلیف تھے اور سعد بن ابی وقاص بغیر کسی کمزوری اور خیانت کے ثبوت کے مسلسل معزول رہے اور ان لوگوں کو ڈانٹ وملامت کرتے رہے اور قریب تھا کہ ان پر حملہ کریں اور ان سے لڑائی کریں، لیکن پھر اس اندیشہ سے چھوڑ دیا کہ یہ لوگ پھر دوبارہ امیر کو شکایت نہ کردیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل فارس ہر کشادہ راستے سے نہاوند میں جمع ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ ان کے جنگجوؤں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی ان کا سالار اعظم الفیر ذان تھا، بعض لوگ بندار اور بعض ذوالحاجب بھی کہتے ہیں ان سب امراء وسپہ سالاران نے ایک دوسرے کو خوب ملامت کیا اور کہا کہ محمد ﷺ ملک عرب میں آئے تھے اور انہوں نے ہمارے علاقوں سے کچھ تعرض نہ کیا اور نہ ان کے بعد ان کے نائب ابوبکر نے ہم سے کوئی چھیڑ چھاڑ کی لیکن اس عمر بن خطاب نے اپنی حکومت طویل ہو جانے کی وجہ سے ہماری بے حرمتی کی اور ہمارے شہروں پر قبضہ کرلیا بلکہ ہمارے ملک کے بالکل وسط میں ہم سے جنگ کی اور ہمارے دارالخلافہ پر قبضہ کرلیا اور وہ تم کو تمہارے دیس سے نکالے بغیر رکنے والے نہیں ہیں، پس ان سب نے باہم عہد وپیمان کئے کہ وہ کوفہ وبصرہ جائیں گے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کے شہر سے غافل کردیں گے انہوں نے اس کی ٹھان لی اور اپنے اوپر اس کو لازم وواجب کرلیا پھر جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ صورتحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی اور اسی دوران وہ معزول کردیئے گئے تو پھر آپ نے ان کے عزائم ومقاصد کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے براہ راست گفتگو کی اور بتلایا کہ اہل فارس نے ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کرلی ہے۔

اسی دوران عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کا خط بھی قریب بن ظفر عبدی کے ہاتھ پہنچ گیا انہوں نے بھی یہ بات لکھی کہ اہل فارس نے اپنی جمعیت مضبوط کرلی ہے اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک دوسرے کو برانگیختہ کررہے ہیں پس اے امیر المومنین مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہی ان کا قصد کریں اور انہوں نے ہمارے ملک وبلاد میں آنے کا جو عزم وارادہ کررکھا ہے اس کی انہیں جلد سزا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط لانے والے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ قریب، آپ نے پوچھا کہ کس کے فرزند ہو؟ اس نے کہا ظفر کا بیٹا ہوں، آپ نے اس گفتگو سے نیک فال لی، اور فرمایا کہ فتح قریب ہے، آپ نے الصلاۃ جامعۃ کا اعلان عام کروادیا پس لوگ جمع ہونا شروع ہوئے۔

سب سے پہلے جو مسجد میں داخل ہوئے وہ سعد بن ابی وقاص تھے، آپ نے اس سے بھی نیک فال لی، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے لوگ جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ آج کا دن بعد کے ایام پر اثر انداز ہوگا، خبردار! میں نے ایک کام کا ارادہ کرلیا ہے پس تم اسے سنو اور جواب دو مختصر کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو وگرنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی، میری رائے یہ ہے کہ میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو میرے آگے ہیں اور ان دونوں شہروں کوفہ وبصرہ کے درمیان جا کر پڑاؤ کروں اور ان سے مجاہدین طلب کروں اور پھر ان کا مددگار ہو جاؤں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر فتح عطا فرمائے پس عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے اہل الرائے حضرات کھڑے ہوئے اور ان میں سے ہر ایک نے الگ الگ گفتگو کی اور بہت عمدہ وخوب گفتگو کی ان سب کی رائے یہ ہوئی کہ آپ مدینہ سے نہ جائیں بلکہ یہاں سے لشکر روانہ کرتے رہیں اور اپنی رائے اور دعاؤں کے ساتھ مسلمانوں کی پشت پناہی کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں سے یہ بھی ہے کہ اے امیر المومنین اس دین کی فتح وشکست کثرت وقلت کے ساتھ نہیں ہے یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے ظاہر کیا ہے اور اپنی فوج کی فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی ہے اور اسے غالب کیا یہاں

تک کہ اس نے جہاں پہنچنا تھا پہنچ گیا پس ہم اللہ کے وعدے پر قائم ہیں اور اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی مدد کرنے والا ہے او رائے امیر المومنین آپ کی مثال موتیوں کی لڑی کی طرح ہے جو موتیوں کو جمع رکھتی ہے اور ان کو روک کر رکھتی ہے اگر یہ لڑی ٹوٹ جائے تو تمام بکھر جاتے ہیں اور گم ہو جاتے ہیں پھر ان کا اکٹھے ہونا محال ہے اگر آج عرب قلیل ہیں لیکن وہ کافی ہیں اور اسلام کی وجہ سے بہت طاقتور ہیں لہٰذا آپ اپنی جگہ قیام فرمائیے اور اہل کوفہ کو خط لکھئے کہ وہ عربوں کے سردار اور سرکردہ لوگ ہیں کہ ان میں سے دو تہائی چلے جائیں اور ایک تہائی ٹھہر جائیں اور اہل بصرہ کی طرف لکھیں کہ وہ بھی ان کی امداد کریں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ آپ ان کی اہل یمن وشام کے لشکروں کے ساتھ امداد کریں اور حضرت عمر بن خطاب کے کوفہ و بصرہ کے درمیان تک جانے پر امیر المومنین کی رائے سے اتفاق کیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس رائے کی مخالفت کی اور اس رائے کی بھی جس میں اہل یمن وشام سے لشکروں کی صورت میں مدد طلب کی جائے اسلئے کہ ان علاقوں میں اسلامی لشکر کم ہو جانے کی وجہ سے شام میں رومیوں اور یمن میں حبشیوں کا خطرہ بڑھ جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی تحسین فرمائی اور اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی امر میں مشورہ کرتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی رائے کے بغیر اسے حتمی شکل نہ دیتے، لہٰذا جب اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی رائے آپ کو پسند آئی تو آپ نے اسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا انہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین آہستگی اختیار کیجئے، یہ فارسی لوگ اس عذاب کی وجہ سے جمع ہوئے ہیں جو ان پر نازل ہوا ہے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگ مشورہ دیجئے کہ میں امور جنگ کا والی کسے بناؤں؟ لیکن وہ عراقی ہونا چاہئے، لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اپنے لشکر کے بارے میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اس شخص کو اس کا والی بناؤں گا کہ کل کو وہ جب جنگ کرے گا تو سب سے پہلا نیزہ ثابت ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا نعمان بن مقرن، لوگوں نے کہا واقعۃً وہ اس کا اہل ہے۔

نعمان بن مقرن کسکر کے والی تھے، آپ نے امیر المومنین کو لکھا کہ مجھے کسکر سے معزول کر دیں اور اہل نہاوند سے جنگ کا والی مقرر کر دیں، آپ نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی اور انہیں اس جنگ کا والی مقرر کر دیا، پھر آپ نے حذیفہ بن یمان کو لکھا کہ وہ کوفہ سے لشکر لے کر روانہ ہو جائیں اور ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ وہ بصرہ سے لشکر لے کر روانہ ہو جائیں اور نعمان بن مقرن کو جو اس وقت بصرہ میں تھے لکھا کہ وہ نہاوند کی طرف روانہ ہو جائیں جب سب لشکر جمع ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے لشکر پر امیر ہوگا اور سب کے مشترکہ لشکر پر نعمان بن مقرن امیر ہوں گے وہ اگر شہید ہو جائیں تو حذیفہ بن یمان، وہ اگر شہید ہو جائیں تو جریر بن عبداللہ، وہ اگر شہید ہو جائیں تو قیس بن مکشوح، وہ اگر شہید ہو جائیں تو فلاں، وہ اگر شہید ہو جائیں تو فلاں امیر ہوں گے یہاں تک کہ آپ نے سات نام گنوائے، ان میں مغیرہ بن شعبہ کا نام بھی تھا، بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام نہ تھا، واللہ اعلم، نعمان بن مقرن کے نام جو خط آپ نے لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور مومنین کے امیر عمر بن خطاب کی طرف سے نعمان بن مقرن کے نام۔

آپ کو سلام قبول ہو، میں آپ کے ساتھ مل کر اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اما بعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اعاجم کی کثیر تعداد میں افواج تمہارے مقابلے کے لئے نہاوند میں جمع ہو چکی ہیں لہٰذا جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ اللہ کے حکم سے اور اسی کی مدد و نصرت کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو لے کر نہاوند کی طرف روانہ ہو جائیں اور سخت دشوار گزار راستہ اختیار نہ کریں وگرنہ آپ بلاوجہ انہیں تکلیف پہنچانے والے ہوں گے، اور ان کے اس حق کو نہ روکیں وگرنہ ان کی ناشکری کرنے والے ہوں گے اور نہ انہیں کسی دلدلی جگہ کے راستے سے لے جائیں، مجھے ایک مسلمان ایک لاکھ دینار سے بھی زیادہ محبوب ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو، آپ اس سمت روانہ ہو جائیں یہاں تک کہ پانی کے مقام پر پہنچ جائیں، میں نے اہل کوفہ کو لکھ دیا ہے کہ وہ وہیں آ کر آپ سے ملیں گے، جب یہ سب لشکر جمع ہو جائیں تو فیرذان اور اس کی عجمی افواج کی طرف روانہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا بکثرت ورد رکھیں۔

اور کوفہ میں اپنے عامل عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو لکھا کہ وہ ایک لشکر متعین کریں اور انہیں نہاوند کی طرف روانہ کر دیں ان کے امیر حذیفہ بن

یمان ہوں گے جب تک نعمان بن مقرن کے پاس پہنچیں وہاں پہنچنے پر نعمان بن مقرن سب کے امیر ہوں گے وہ اگر شہید ہو جائیں تو حذیفہ بن یمان، وہ بھی اگر شہید ہو جائیں تو نعیم بن مقرن امیر ہوں گے، اور مال غنیمت کی تقسیم پر سائب بن اقرع کو مقرر کیا اس کے بعد حذیفہ بن یمان ایک بڑا لشکر لیکر نعمان بن مقرن کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ باقی والے مقام پر آپ سے ملاقات کریں، حذیفہ بن یمان کے ساتھ امرائے عراق میں سے بہت سے لوگ تھے، آپ نے ہر شہر و قصبات میں حسب ضرورت جانباز متعین کر دیئے اور ہر طرف محافظین مقرر کر دیئے جنھوں نے بڑی احتیاط اور دانائی سے کام لیا یہاں تک کہ یہ تمام لشکر بحفاظت نعمان بن مقرن کے پاس پہنچ گیا حذیفہ بن یمان نے نعمان بن مقرن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پیش کیا جس میں وہ احکامات تھے جن پر اس جنگ میں اعتماد کرنا ضروری تھا۔

سیف بن عمر کی شعبی سے روایت کے مطابق مسلمان مجاہدین کی تعداد تیس ہزار ہو گئی جن میں اشراف صحابہ اور سرداران عرب کثیر تعداد میں شامل تھے جن میں عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن معدی کرب، طلیحہ بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ، قیس بن مکشوح مرادی رضی اللہ عنہ بھی تھے پس یہ تمام لشکر نہاوند کی طرف روانہ ہو گیا۔

نعمان بن مقرن نے اپنے آگے تین آدمیوں کی ایک جماعت حالات معلوم کرنے اور دشمن کے عزائم جاننے کے لئے روانہ کی اور وہ طلیحہ اسدی، عمرو بن معدی کرب، اور عمرو بن ابی سلمہ تھے، عمرو بن ابی سلمہ کو عمرو بن ثبی بھی کہا جاتا ہے پس یہ لوگ ایک دن اور رات چلتے رہے پھر عمرو بن ثبی واپس چلے آئے ان سے پوچھا گیا کہ واپسی کیوں ہوئی؟ کہنے لگے کہ میں سرزمین عجم میں تھا اور میں نے غیر معروف زمین کو طے کیا اور معروف زمین کا علم حاصل کیا ان کے بعد عمرو بن معدی کرب بھی واپس آ گئے اور کہا کہ میں نے راستے میں کسی کو نہیں دیکھا اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری ناکہ بندی کر لی گئی ہے لیکن طلیحہ اسدی چلتے رہے وہ ان دونوں کے واپس چلے جانے سے مایوس نہیں ہوئے حتیٰ کہ تقریباً تیس میل کا فاصلہ طے کر کے نہاوند پہنچ گئے اور اہل عجم میں داخل ہو گئے اور ان کے بارے میں اپنی مرضی کی معلومات حاصل کیں اور نعمان بن مقرن کے پاس واپس پہنچ گئے اور انہیں بتلایا کہ ان کے اور نہاوند کے درمیان کوئی ناپسندیدہ چیز حائل نہیں۔ یعنی کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، نعمان بن مقرن اپنی ترتیب کے مطابق روانہ ہو گئے ان کے مقدمہ پر نعیم بن مقرن، میمنہ و میسرہ پر حذیفہ بن یمان اور سوید بن مقرن، ساقہ پر مجاشع بن مسعود اور سواروں کے راستے پر قعقاع بن عمرو مقرر تھے یہاں تک کہ یہ لشکر اہل فارس کے پاس پہنچ گیا ان پر فیرزان امیر مقرر تھا اس کے ساتھ وہ تمام جنگجو تھے جو گزشتہ ایام میں قادسیہ سے غائب تھے ان کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو نعمان بن مقرن اور مسلمانوں نے تین مرتبہ تکبیر بلند کی جس سے اہل عجم لرز کر رہ گئے اور ان پر رعب و ہیبت طاری ہو گئی۔

اس کے بعد نعمان بن مقرن نے سامان اتارنے کا حکم دیا وہ خود کھڑے نگرانی کرتے رہے اور مسلمان سامان اتارنے لگے، اپنی سواریوں کو بوجھ سے آزاد کیا، اور اپنے خیمے لگانے میں مصروف ہو گئے، نعمان بن مقرن کے لئے ایک بہت بڑا خیمہ لگایا گیا لشکر کے چودہ بڑے اشراف نے اسے قائم کیا اور وہ یہ تھے، حذیفہ بن یمان، عتبہ بن عمرو، مغیرہ بن شعبہ، بشیر بن خصاصیہ، حنظلہ کاتب، ابن ہوبر، ربعی بن عامر، عامر بن مطر، جریر بن عبداللہ حمیری، جریر بن عبداللہ بجلی، اقرع بن عبداللہ حمیدی، اشعث بن قیس کندی، سعید بن قیس ہمدانی اور وائل بن حجر۔

عراق میں اس سے بڑا خیمہ اب تک نہیں دیکھا گیا جس وقت مسلمان ان تمام کاموں سے فارغ ہو گئے تو نعمان بن مقرن نے انہیں جنگ کا حکم دیدیا، یہ بدھ کا دن تھا پس انہوں نے اس دن اور اس سے اگلے دن قتال کیا اور جنگ کا پانسہ کبھی ادھر کبھی ادھر پلٹتا رہا، جب جمعہ کا دن آیا تو اہل فارس اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے، مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اللہ کو منظور ہوا ان کا گھیراؤ کئے رکھا اس دوران اہل فارس جب چاہتے قلعہ سے باہر آ کر قتال کرتے، اور جب چاہتے واپس چلے جاتے، اہل فارس کے امیر نے مسلمانوں میں سے کسی کو بات چیت کے لئے طلب کیا پس مغیرہ بن شعبہ اس کے پاس گئے اور واپس آ کر اس کے لباس اور اس کی مجلس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا اور جو کچھ اس نے عربوں کے بارے میں حقارت واہانت کی باتیں کہی تھیں، نیز یہ کہ تم بھوکے لوگ ہو، اور بے گھر و بے عزت ہو یہ سب کچھ بیان کیا۔

فیرزان نے یہ بھی کہا تھا کہ میرے اردگرد ان لوگوں کو تمہیں نیزوں میں پرونے سے کوئی چیز مانع نہیں سوائے اس کے کہ تم مرداروں سے پھر بدبو آنے لگی۔ پس اگر تم واپس چلے جاؤ تو ہم تمہارا راستہ چھوڑ دیں گے اور اگر لوٹ کر واپس آ گئے تو ہم تمہیں تمہاری قتل گاہوں میں ذلت کے ساتھ

مار ڈالیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سب کے جواب میں اولاً کلمہ شہادت پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، اور کہا کہ ہم اس سے بھی بدتر حالت میں تھے جو تم نے بیان کی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول مبعوث فرمایا اور ہمارے ساتھ دنیا میں مدد و نصرت اور آخرت میں بھلائی کا وعدہ فرمایا، اس وقت سے مسلسل ہمیں اس کی طرف سے مدد و نصرت پہنچتی رہتی ہے، اور جب ہم تمہارے ملک میں آ چکے ہیں تو اب کبھی بھی محرومی کی طرف نہ جائیں گے یہاں تک کہ تمہارے شہروں اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس پر قبضہ نہ کرلیں، یا تمہاری اس سرزمین پر قتل ہو جائیں، فیرزان نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم! اس یک چشم نے اپنے دل کی بات بالکل سچ سچ تمہارے سامنے رکھ دی ہے۔

مسلمان اسی حالت پر مسلسل محاصرے کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ نعمان بن مقرن نے اہل الرائے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ کون سی ایسی تدبیر اختیار کی جائے کہ جس کی وجہ سے دونوں لشکر کھلے میدان میں آمنے سامنے ہو جائیں، پس سب سے پہلے عمرو بن ابی سلمہ نے جو سب سے کبیر السن تھے کلام کیا اور کہا کہ جس حالت پر ہم اس وقت ہیں یہ دشمن کے مقابلہ میں ہمارے لئے زیادہ نقصان دہ ہے لہٰذا آپ مسلمانوں کو بچانے کی فکر کیجئے اس رائے کو سب نے رد کر دیا اور کہا کہ اپنے دین کے غلبہ اور اللہ کا وعدہ ہونے کے یقین پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے عمرو بن معد یکرب نے کہا کہ تم ان پر حملہ کرو، ان کا مقابلہ کرو، اور ان سے ہرگز خوف نہ کھاؤ لیکن اس رائے کو سب نے رد کیا اور کہا کہ کیا ہم دیواروں سے سر ٹکراتے رہیں، دیواریں ہمارے خلاف ان کی مددگار ہیں اس کے بعد طلیحہ اسدی نے گفتگو کی اور کہا کہ ان دونوں کی رائے درست نہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کی طرف ایک دستہ بھیجا جائے جو ان کا گھیراؤ کرے، انہیں قتال پر ابھارے اور انہیں غصہ دلائے یہاں تک کہ وہ لوگ اس دستے کے مقابلہ کے لئے باہر نکلیں پھر یہ دستہ بھاگ کھڑا ہو وہ لوگ ان کا تعاقب کریں گے، یہ دستہ بھاگتے بھاگتے انہیں اپنے پیچھے لگائے ہمارے پاس پہنچ جائے پھر ہم سب بھی فرار ہونا شروع ہو جائیں یہ صورتحال دیکھ کر انہیں ہماری شکست میں کچھ بھی شک نہ رہیگا اور وہ لوگ اپنے قلعوں سے باہر نکل آئیں گے جب وہ تمام لوگ قلعوں سے باہر آ جائیں تو ہم ان کی طرف پلٹیں اور قتال کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، سب لوگوں نے اس رائے کی تحسین کی، نعمان بن مقرن نے اس رائے کے مطابق قعقاع بن عمرو کو سواروں کے ایک دستہ پر امیر مقرر کیا اور انہیں شہر کی طرف جانے کا، ان کا محاصرہ کرنے کا اور پھر جب وہ باہر نکل آئیں تو ان کے آگے آگے بھاگ آنے کا حکم دیا، قعقاع بن عمرو نے ایسا ہی کیا جب وہ لوگ قلعوں سے نکل آئے تو قعقاع بن عمرو پیچھے ہٹنے لگے اور مسلسل پیچھے ہی ہٹتے رہے۔

اہل فارس نے اسے غنیمت جانا اور وہی کچھ کیا جو طلیحہ اسدی کا خیال تھا اور دھمی کرتے ہوئے سب ہی باہر نکل آئے اور شہر میں کوئی بھی جنگجو باقی نہ رہا صرف دروازوں کے محافظین تھے جو چوکیداری کر رہے تھے حتیٰ کہ قعقاع بن عمرو اپنے دستہ کے ساتھ نعمان بن مقرن کے پاس پہنچ گئے اور نعمان بن مقرن بھی لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگے، یہ جمعہ کے دن کی صبح کا واقعہ ہے، مسلمانوں نے ان سے مزاحمت و تصادم کا ارادہ کیا لیکن نعمان بن مقرن نے منع کر دیا اور حکم دیا کہ قتال نہ کریں یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، ہوائیں چلنا شروع ہو جائیں اور نصرت الٰہی کے نزول کا وقت ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے لوگوں نے حملہ کرنے پر اصرار کیا لیکن نعمان بن مقرن نے سختی سے انکار کر دیا اور وہ بڑے ثابت قدم آدمی تھے۔

جب زوال کا وقت ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور اپنے ترکی گھوڑے پر جو قریب ہی تھا سوار ہوئے اور ہر جھنڈے کے پاس کھڑے ہو کر انہیں صبر و استقامت کی تلقین کرنے لگے اور یہ ہدایات دیں کہ جب میں پہلی تکبیر کہوں تو حملہ کے لئے تیار ہو جائیں اور جب دوسری تکبیر کہوں تو کوئی بھی سامان جنگ کے بغیر نہ رہے اور تیسری تکبیر کے ساتھ ان پر حملہ کر دیں، پھر وہ اپنی جگہ لوٹ آئے، اہل فارس نے بھی عظیم تیاریاں کیں اور ہیبت ناک انداز میں صف بندیاں کیں اور وہ اتنی تعداد اور ایسی تیاری میں تھے کہ جس کی پہلے مثال نہیں دیکھی گئی، ان میں بعض بعض کے ساتھ مل کر کھڑے ہو گئے اور اپنے پیچھے آہنی کانٹے دار باڑیں کھڑی کرلیں تاکہ فرار اور تھک کر بیٹھنے کا کوئی امکان ہی نہ رہے، پس نعمان بن مقرن نے تکبیر کہی اور جھنڈے کو حرکت دی لوگ حملہ کے لئے تیار ہو گئے، آپ نے پھر تکبیر کہی اور اس کے ساتھ ہی حملہ کر دیا، مسلمانوں نے بھی کفار پر حملہ کر دیا۔

نعمان بن مقرن کا جھنڈا فارسیوں پر اس طرح جھپٹنے لگا جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے دونوں لشکروں نے تلواروں کے ساتھ مصافحہ کیا اور ایسی شدید جنگ کی جس کی پچھلی جنگوں میں مثال نہیں ملتی، اور نہ کبھی ایسا شدید معرکہ سننے والوں نے سنا، زوال سے لے کر اندھیرا پھیلنے تک اتنے

مشرکین مقتول ہوئے کہ زمین ان کے خون سے چھپ گئی اور ان کے گھوڑے وسواریاں خون میں لتھڑنے لگے حتیٰ کہ نعمان بن مقرن کا گھوڑا بھی خون میں پھسل گیا جس کی وجہ سے وہ گر پڑے اور ایک تیر آ کر انہیں کوکھ میں لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے لیکن ان کی شہادت کا ان کے بھائی سوید یا نعیم کے سوا کسی کو علم نہ تھا ان کی لاش کو ڈھانپ دیا گیا اور ان کی شہادت کو خفیہ رکھا گیا اور جھنڈا حذیفہ بن یمان کے سپرد کر دیا گیا حذیفہ بن یمان نے ان کے بھائی نعیم بن مقرن کو اپنی جگہ مقرر کیا اور نعمان بن مقرن کی شہادت کو مخفی رکھنے کی تاکید کی تا کہ مسلمانوں کو کہیں شکست نہ ہو جائے۔

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو مشرکین پشت پھیر کر بھاگنے لگے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا تیس ہزار کے قریب مشرکین نے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا تا کہ بھاگنے کا خیال نہ آئے اور اپنے چاروں طرف خندقیں کھود لیں تھیں، لیکن جب ان کو شکست ہوئی تو وہ لوگ خندقوں میں گر گر کر مرنے لگے۔

اس معرکہ میں ایک لاکھ کے قریب مشرکین مارے گئے اور صرف بھگوڑے ہی بچ سکے، ان کا امیر فیرزان بچ نکلا اور شکست کھا کر بھاگ نکلا، نعیم بن مقرن نے اس کا تعاقب کیا اور اپنے آگے آگے قعقاع بن عمرو کو اس کے پیچھے روانہ کیا، فیرزان نے ہمدان کا رخ کیا، قعقاع نے اسے پالیا اور ہمدان کی ایک گھاٹی کے پاس جا کر پکڑا، وہاں بہت سے خچر اور گدھے شہد اٹھائے ہوئے موجود تھے، فیرزان نے انہیں لے کر اوپر چڑھنے کی ہمت نہ پائی، اصل میں اس کی موت کا وقت آ چکا تھا، لہٰذا وہ پیدل ہی چل پڑا اور پہاڑوں میں الجھ کر رہ گیا، قعقاع بن عمرو نے اسے ڈھونڈ کر قتل کر دیا، مسلمانوں نے اس موقع پر کہا کہ بے شک شہد بھی اللہ کے لشکروں میں سے ہے پھر اس تمام شہد کو اور جو کچھ ان جانوروں پر دیگر سامان تھا سب کو غنیمت بنالیا، اور اس گھاٹی کا نام ثنیۃ العسل (شہد کی گھاٹی) رکھا، پھر قعقاع بن عمرو ان شکست خوروں کے پیچھے جو کہ ہمدان کی طرف نکل گئے تھے چلے اور ان کا اور ان کے آس پاس والوں کا محاصرہ کر لیا۔

پس وہاں کا حاکم خنسر شنوم نیچے اترا اور مسلمانوں سے صلح کر لی، قعقاع بن عمرو واپس آ کر حذیفہ بن یمان اور مسلمانوں کے ساتھ مل گئے اور معرکہ کے بعد جبراً نہاوند میں داخل ہو گئے اور تمام مال غنیمت جمع کر کے اس کے منتظم اقرع بن حابس کے سپرد کر دیا۔

جب اہل ماہ نے اہل ہمدان کے متعلق خبر سنی تو انہوں نے حذیفہ بن یمان کی طرف ایک وفد بھیجا اور اپنے لئے امان حاصل کر لی، ان میں سے ایک آدمی جس کا نام ہرند تھا اور وہ ان کے آتش کدے کا متولی و منتظم تھا اس نے حذیفہ بن یمان سے امان کی درخواست کی اور کسریٰ کی ایک امانت جو اس کے پاس تھی وہ بھی پیش کی جسے کسریٰ نے مشکل حالات کے پیش نظر اس کے پاس ذخیرہ کیا ہوا تھا پس حذیفہ بن یمان نے اسے امان دیدی، وہ آدمی دو بڑے بڑے ٹوکرے لے کر آیا تھا جو انتہائی قیمتی جواہرات سے لبریز تھے جن کی قیمت کا کچھ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، لیکن مسلمانوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور اتفاق رائے سے یہ بات طے کی کہ اسے خاص طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا جائے گا، پھر خمس اور قیدیوں کو سائب بن اقرع کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا اور فتح کی خوشخبری اس سے پہلے طریف بن سہم کے ہاتھ بھیج دی گئی بقیہ مال غنیمت حذیفہ بن یمان نے غانمین میں تقسیم کر دیا، بہادرانہ کارگزاری دکھانے والوں کو کچھ زیادہ دیا گیا اور جو پشت کی طرف سے اسلامی فوج کی حفاظت کے لئے گھات لگائے بیٹھے تھے اور جو ان کے معاونین تھے ان کا بھی حصہ لگایا گیا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس حاملہ عورت کی طرح جس کا وضع حمل قریب ہو دن ورات اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور گریہ وزاری میں مصروف رہے، مسلمانوں کی طرف سے کوئی خبر آنے میں کافی دیر ہو گئی تھی۔

اس دوران ایک مسلمان مدینہ سے باہر نکلا تو اچانک اسے ایک سوار دور سے آتا نظر آیا قریب آنے پر اس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ نہاوند سے، اس مسلمان نے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار پر فتح عطا فرمائی ہے اور ان کا امیر قتل ہو گیا ہے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا، ہر سوار کے حصے میں چھ ہزار اور پیادہ کے حصے میں دو ہزار درہم آئے پھر وہ سوار آگے بڑھا، مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا لوگوں کو خبر دی اور شہر میں یہ خبر پھیل گئی، یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کے پاس پہنچ گئی، آپ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ خبر کس نے دی؟ اس نے کہا کہ ایک سوار نے، آپ نے پوچھا کہ وہ سوار میرے پاس کیوں نہیں آیا؟

اصل میں یہ آدمی جنات میں سے تھا اور اس کا نام عثیم تھا اس کے کئی دن کے بعد طریف فتح کی بشارت لے کر پہنچے، لیکن ان کے پاس صرف فتح

کی خوشخبری تھی اس کے سوا کوئی تفصیلات نہ تھیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے معلوم کیا کہ نعمان بن مقرن کو کس نے شہید کیا لیکن ان کے پاس اس کا کچھ علم نہ تھا یہاں تک کہ سائب بن اقرع کی قیادت میں خمس لے کر وفد پہنچا اور اس نے واضح طور پر تمام حالات کی خبر دی اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جنات بھی اس معرکہ میں حاضر تھے اور ان کا ایلچی اپنی قوم کو خبر دینے کے لئے جلد واپس آیا تھا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نعمان بن مقرن کی شہادت کی خبر ملی تو آپ رو پڑے پھر سائب سے پوچھا کہ اور کون کون مسلمان شہید ہوئے انہوں نے بتلایا فلاں فلاں اور کئی اشراف ومعززین کے نام لئے، پھر کہا کہ کچھ دوسرے قبائل اور جماعتوں کے لوگ بھی شہید ہوئے جنہیں امیر المومنین نہیں جانتے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ امیر المومنین کا ان کا نہ پہچاننا ان کے لئے کچھ نقصان دہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں خوب پہچانتا ہے اور اسی نے ان کو شہادت سے سرفراز کیا ہے یہ لوگ عمر کے جاننے سے کیا کریں گے یعنی اس کا انہیں کیا فائدہ ہوگا۔

پھر حسب معمول مال غنیمت کا خمس تقسیم کرنے کا حکم دیا اور زر و جواہر کے یہ دو ٹوکرے آپ کے گھر لیجائے گئے اور قاصدین اپنا کام کر کے واپس چلے گئے، جب صبح ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں طلب کیا لیکن یہاں نہ پایا پھر ان کے نشان قدم کے پیچھے پیچھے ایلچی روانہ کیا ایلچی نے کوفہ پہنچ کر اس وفد کو پایا۔

سائب بن اقرع کہتے ہیں کہ جب میں نے کوفہ میں اپنا اونٹ بٹھایا تو ایک آدمی نے میرے اونٹ کی کونچ پر اپنا اونٹ لا بٹھایا اور کہا امیر المومنین کو جواب دیجئے، میں نے کہا کس چیز کا؟ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا، پھر ہم انہی نشانات قدم پر واپس آئے یہاں تک کہ امیر المومنین کی خدمت میں پہنچ گئے، آپ نے فرمایا کہ اے ام سائب کے بیٹے! میرے اور تیرے لئے کیا ہے بلکہ نہ ام سائب کے بیٹے کے لئے اور نہ میرے لئے۔

سائب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین یہ کیا فرمایا ہے؟ میں سمجھا نہیں، آپ نے فرمایا کہ ارے تجھ پر افسوس! اللہ کی قسم! جس شب تم گئے میں اس رات سویا، پس پوری رات فرشتے مجھے ان ٹوکریوں کی طرف کھینچتے رہے اور وہ دونوں آگ سے بھری ہوئی تھیں اور وہ کہتے تھے کہ ہم تمہیں اس سے داغیں گے، اور میں کہتا تھا کہ میں عنقریب اسے مسلمانوں میں تقسیم کردوں گا، تمہارا باپ نہ رہے انہیں لے جاؤ، اور فروخت کر کے مسلمانوں کو عطیہ اور رزق کے طور پر تقسیم کردو، بلا شبہ بھیجنے والے نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا دیا ہے اور تم نہیں جانتے کہ تم بھی ان کے ساتھ ہو۔

سائب کہتے ہیں کہ میں ان ٹوکریوں کو لے کر نکلا یہاں تک کہ کوفہ کی جامع مسجد میں پہنچ گیا تاجروں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور حضرت عمرو بن حریث مخزومی نے انہیں دو لاکھ دراہم کے عوض خرید لیا اور پھر وہ سرزمین عجم کی طرف انہیں لے کر نکلے اور چار لاکھ درہم کے عوض فروخت کردیا اس کے بعد مسلسل اہل کوفہ مالدار اور صاحب ثروت رہے۔

سیف بن عمرو کہتے ہیں کہ اس کے بعد سائب نے وہ دو لاکھ درہم غانمین میں تقسیم کردیئے اور جس میں ہر سوار کے حصے میں چار ہزار درہم آئے۔

شعبی کہتے ہیں کہ اصل مال غنیمت سے ہر سوار کو چھ ہزار اور ہر پیادہ کو دو ہزار درہم حاصل ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد اس معرکہ میں تیس ہزار تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ نہاوند ۱۹ھ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتویں سال فتح ہوا، اسے سیف بن عمرو نے عمرو بن محمد سے روایت کیا ہے اور شعبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب نہاوند کے قیدی مدینہ منورہ پہنچے تو ابولولوہ فیروز جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا ہر چھوٹے بچے سے مل کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا اور روتا اور کہتا کہ عمر نے میرا جگر کھا لیا ہے، ابولولوہ اصل میں نہاوند کا رہنے والا تھا، رومی اسے روم وفارس کی جنگ میں قیدی بنا کر لے گئے تھے پھر وہاں سے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بنا لیکن ابتداً جہاں سے اسے قید کیا گیا تھا اسی کی طرف منسوب رہا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس معرکہ کے بعد اہل فارس کے قدم پھر کہیں نہ جمے، اور اس معرکہ میں داد شجاعت دینے والوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دو دو ہزار مزید انعام اور ہدیہ کے طور پر دیئے۔

اسی سال مسلمانوں نے نہاوند کے بعد جی شہر کو بھی فتح کرلیا جسے اصفہان کہا جاتا ہے اس کی فتح طویل جنگی مشاورت اور زبردست قتال کے بعد ہوئی، آخر میں ان لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کرلی، عبداللہ بن عبداللہ نے ان کے لئے امان کی دستاویز اور صلح نامہ تحریر کیا، ان کے تیس آدمی کرمان کی

طرف بھاگ گئے انہوں نے مصالحت نہ کی۔

کہا جاتا ہے کہ اصفہان کو نعمان بن مقرن نے ہی فتح کیا ہے اور وہ یہیں شہید ہوئے اور مجوسیوں کا امیر ذوالحاجبین اپنے گھوڑے سے گر پڑا، اس کا پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا، اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اصفہان کے فاتح عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان ہیں جو کوفہ کے والی تھے، اسی سال ابوموسیٰ اشعری نے قم اور قاشان کو فتح کیا اور سہیل بن عدی نے کرمان فتح کیا۔

ابن جریر نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص اپنے لشکر کے ساتھ طرابلس کی طرف گئے، راوی کا بیان ہے کہ وہ برقہ تھا جسے آپ نے تیرہ ہزار دینار سالانہ پر صلحاً فتح کیا، اور اسی سال عمرو بن العاص نے عقبہ بن نافع فہری کو ذویلہ کی طرف بھیجا، جنہوں نے اسے صلحاً فتح کیا اور برقہ اور ذویلہ کے درمیان تمام علاقہ مسلمانوں کے لئے پرامن بن گیا۔

اسی سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر کو زیاد بن حنظلہ کی جگہ کوفہ کا والی بنایا، زیاد بن حنظلہ کو عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کے بعد کوفہ کا والی بنایا گیا تھا اور عبداللہ بن مسعود کو بیت المال کا منتظم اعلیٰ مقرر کیا پھر اہل کوفہ کو عمار بن یاسر سے شکایت پیدا ہوئی تو عمار بن یاسر نے اس ذمہ داری سے معذرت چاہی، جس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا، اور ان کی جگہ جبیر بن مطعم کو والی مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ کسی کو تعلیم نہ دیں پھر مغیرہ بن شعبہ نے اپنی بیوی کو جبیر بن مطعم کی بیوی کے پاس بھیجا کہ وہ اس کے لئے سفر کا کھانا پیش کرتے ہیں اور جبیر بن مطعم کی بیوی نے کہا کہ تم جاؤ اور انہیں میرے پاس لے آؤ پس مغیرہ بن شعبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے، اس میں کہ جس کو آپ نے کوفہ کا والی بنایا ہے، آپ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اور پھر جبیر بن مطعم کی طرف قاصد بھیجا اور انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ دوسری مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا والی بنایا پھر وہ مسلسل والی رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔

اس سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور مدینہ پر زید بن ثابت کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور ان کے عاملین کوفہ کے سواء دیگر شہروں پر وہی رہے جو گزشتہ سال میں بیان ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال خالد بن ولید نے حمص میں وفات پائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کیا، بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۲۳ھ میں ہوئی، اور جائے وفات کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ مدینہ میں وفات ہوئی، لیکن سن اور جائے وفات دونوں امور سے متعلق پہلا قول صحیح ہے، واقدی کے علاوہ دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سال علاء بن حضرمی کی وفات ہوئی، اور ان کی جگہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علاء بن حضرمی کی وفات اس سال سے قبل ہی ہو چکی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے، واللہ اعلم۔

ابن جریر واقدی کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ اس سال عمیر بن سعید دمشق کے امیر تھے، دمشق کے ساتھ ساتھ وہ حمص، حوران، قنسرین اور جزیرہ کے بھی امیر تھے اور معاویہ بن ابی سفیان بلقاء، اردن، فلسطین، انطاکیہ اور ساحلی علاقوں کے امیر تھے۔

اس سال یعنی ۲۱ھ میں وفات پانے والوں کا ذکر

خالد بن ولید ...... آپ کا نام و نسب خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم قرشی ہے، کنیت ابوسلیمان مخزومی اور لقب سیف اللہ ہے، عرب کے مشہور بہادروں میں سے ایک ہیں جو نہ زمانہ جاہلیت میں کبھی مغلوب ہوئے اور نہ زمانہ اسلام میں، ان کی والدہ عصماء بنت حارث ہیں جو لبابہ بنت حارث اور ام المومنین میمونہ بنت حارث کی بہن ہیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ آپ نے یکم صفر ۸ھ میں اسلام قبول کیا اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور اس دن بغیر امارت کے ان کی طرف امارت منتقل ہوئی، اور اس دن آپ نے ایسا قتال کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی، آپ کے ہاتھ میں اس دن نو تلواریں ٹوٹیں، صرف ایک چپٹی یمانی تلوار آپ کے ہاتھ

میں ثابت رہی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زید نے جھنڈا تھاما لیکن وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے تھاما لیکن وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے تھاما لیکن وہ بھی شہید ہو گئے پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے تھاما اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

مروی ہے کہ معرکہ یرموک میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گر گئی اور وہ عین جنگ کے دوران اسے تلاش کرتے رہے، اس پر آپ کو ملامت کی گئی تو فرمایا کہ اس ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک کے کچھ بال ہیں وہ ٹوپی جس معرکہ میں بھی میرے ساتھ ہوتی تھی تو اس کی برکت سے میری مدد و نصرت کی جاتی ہے۔

مسند احمد میں ولید بن مسلم کے طریق سے مروی ہے کہ ولید بن مسلم وحشی بن حرب سے وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا وحشی بن حرب سے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کے خلاف جنگ کا امیر مقرر کیا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کس قدر اچھا اللہ کا بندہ اور قبیلہ کا بھائی ہے اور خالد بن ولید اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین پر سونتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین جعفی نے، ان سے زائدہ نے، ان سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ابوعبیدہ کو شام کا امیر مقرر کیا تو خالد بن ولید نے کہا کہ تمہاری طرف اس امت کے امین کو بھیجا گیا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں، ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں اور قبیلہ کے بہترین جوان ہیں۔

ابن عساکر نے اسے عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور ابو ہریرہ کے طریق سے نقل کیا ہے نیز مرسل طریق سے بھی نقل کیا ہے جو بعض بعض کو قوت دیتے ہیں اور صحیح میں ایک حدیث کے ذیل میں وارد ہے کہ اور بات خالد کی ہے! تو تم خالد پر ظلم کرتے ہو انہوں نے تو اپنی زرہوں اور غلاموں کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیا ہے، آپ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک رہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں امیر بن کر بنو جذیمہ کے خلاف جہاد کیا البتہ غزوہ خیبر میں آپ کی شمولیت میں اختلاف ہے فتح کے موقع پر آپ ایک دستے کے امیر بن کر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور قریش کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا جیسا کہ ہم نے ماقبل میں بیان کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کے بڑے بت عزیٰ کی طرف بھیجا تھا، آپ نے سب سے پہلے اس کی چوٹی کو توڑا پھر اسے روندا اور فرمایا کہ اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں اور تجھے کسی بھی عیب سے بری نہیں جانتا، میں نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری اہانت کی ہے پھر آپ نے اسے جلا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین زکوۃ کے خلاف قتال پر آپ کو امیر مقرر کیا پس آپ نے شفاً دی اور شفاً پائی، پھر آپ نے انہیں عراق بھیجا، پھر آپ شام آ گئے آپ کے ایسے ایسے کارنامے ہیں کہ قلوب اور آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور کان ان کے تذکرے سے لذت پاتے ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کر کے ابوعبیدہ کو شام کا امیر مقرر کیا لیکن آپ کو جنگی مشیر کی حیثیت سے برقرار رکھا، آپ شام ہی میں رہے یہاں تک کہ اپنے بستر پر آپ نے وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

واقدی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رو پڑے، اور فرمایا کہ میں فلاں فلاں معرکوں میں شریک رہا اور میرے جسم پر ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں تلوار، نیزے اور تیروں کے زخم نہ ہوں، لیکن افسوس! کہ آج میں اونٹ کی طرح اپنے بستر پر طبعی موت مر رہا ہوں، پس بزدلوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں، اور ابویعلیٰ شریح بن یونس سے، وہ یحییٰ بن زکریا سے وہ اسماعیل بن ابی خالد سے اور وہ قیس سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شب میں نئی نویلی دلہن میرے پاس بھیجی جائے یا کسی فرزند کی ولادت کی خوشخبری سنائی جائے اس کی بنسبت مجھے وہ شب زیادہ محبوب ہے جس میں مہاجرین کی کسی جماعت کے ساتھ سخت تنگی و دشواری میں رہنا پڑے، اور اس کی صبح دشمن پر حملہ کرنا ہو۔

ابوبکر بن عیاش اعمش سے، اور وہ خیثمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اس کے پاس شراب کا ایک مشکیزہ تھا، آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اسے شہد سے تبدیل فرما، پس وہ شہد بن گیا، اس روایت کے کئی طرق ہیں ایک طریق میں ہے کہ ایک آدمی ان

کے پاس سے گزرا اس کے پاس شراب کا مشکیزہ تھا، آپ نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ شہد ہے، آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! اسے سرکہ بنا دے، پھر وہ آدمی اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں تمہارے پاس ایسی شراب لایا ہوں کہ عربوں نے اس جیسی شراب کبھی نہ پی ہوگی، لیکن جب اس مشکیزہ کو کھولا گیا تو اس میں سے سرکہ نکلا، اس آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی دعا لگ گئی ہے۔

حماد بن سلمہ، ثمامہ سے اور وہ انس سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید کا ایک مرتبہ دشمن سے سامنا ہوا، مسلمان پشت پھیر کر شکست خوردہ حالت میں بھاگ کھڑے ہوئے صرف وہ اور براء بن مالک ثابت قدم رہے اور میں آن کے درمیان کھڑا ہوا تھا اتنے میں خالد بن ولید نے اپنا سر کچھ دیر کے لئے زمین کی طرف جھکا لیا پھر کچھ دیر تک آسمان کی طرف اٹھایا، انس کہتے ہیں کہ جب اس قسم کی صورتحال پیش آتی تو وہ اسی طرح کیا کرتے تھے اس کے بعد اپنے ساتھی براء بن مالک کو کہا کہ کھڑے ہو جاؤ پھر وہ دونوں سوار ہوئے، خالد بن ولید نے اپنے ساتھ موجود مسلمانوں کو خطاب کیا اور کہا کہ جنت کا راستہ یہ ہے اور مدینہ کا کوئی راستہ نہیں ہے، اس کے بعد حملہ کر دیا مشرکین شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ خالد بن ولید کو حکم دیں کہ وہ آپ کے حکم کے بغیر کسی کو اونٹ یا بکری نہ دیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھی تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ آپ یا تو مجھے اور میرے عمل کو چھوڑ دیں وگرنہ اپنا معاملہ خود سنبھال لیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر مشورہ دیا کہ آپ انہیں معزول کر دیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میری طرف سے خالد رضی اللہ عنہ کا بدل کون ہوگا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم اس کی جگہ ہو، پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جانے کی تیاری کر لی حتیٰ کہ سواری آپ کے گھر کے قریب بٹھا دی گئی چند صحابہ کرام آئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام میں رکھیں۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے خالد بن ولید کو یہی حکم دیا اور انہوں نے وہی جواب دیا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس پر انہیں معزول کر دیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ نہ دکھائے کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو کسی کام کا کہوں اور خود اسے نافذ نہ کر سکوں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں علی بن رباح کے طریق سے نقل کیا ہے کہ یاسر بن سمی البرنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ جابیہ میں لوگوں سے خالد بن ولید کی معزولی پر معذرت کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو کہا تھا کہ اس مال کو ضعفائے مہاجرین کے لئے روک کر رکھو، لیکن یہ جانبازوں، صاحب شرف اور زبان آور لوگوں کو اس سے نوازتے رہے، لہٰذا میں نے ابو عبیدہ کو امیر بنا دیا، ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے یہ سن کر کہا کہ اے عمر! آپ نے معذرت نہیں کی بلکہ اسے معزول کیا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا اس جھنڈے کو گرایا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بلند کیا تھا اور اس تلوار کو نیام میں کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سونتا تھا، آپ نے قطع رحمی کی اور اپنے چچازاد سے حسد کیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس کے قریبی رشتہ دار، نوعمر اور اپنے چچازاد بھائی کے معاملہ میں ناراض ہو۔

واقدی، محمد بن سعید اور کئی حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے ۲۱ھ میں حمص سے ایک میل دور ایک بستی میں وفات پائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کیا اور دحیم کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی لیکن پہلا قول صحیح ہے، اور اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم دینے پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا آپ کو تنبیہ کرنا اور ان کے مال سے بیس ہزار درہم وصول کرنا، نیز آپ کا حمام میں داخل ہونا اور نورہ استعمال کرنے کے بعد شراب سے مرکب آٹا ملنا اور اس پر یہ عذر پیش کرنا کہ یہ اب دھونے کی چیز (صابن وغیرہ) بن گئی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس پر آپ کو عتاب کرنا، یہ تمام واقعات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

اور روایت ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دی اور فرمایا کہ میں نے اس کو کسی شک کی وجہ سے طلاق نہیں دی بلکہ بات یہ ہے کہ یہ میرے پاس نہ کبھی بیمار ہوئی اور اس کے بدن، سر یا جسم کے کسی حصے میں کبھی کوئی درد ہوا تھا۔

سیف بن عمر اور دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام سے اور مثنیٰ بن حارثہ کو

عراق سے معزول کیا تو فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو اس لئے معزول کیا ہے تا کہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی مدد فرمائی ہے نہ کہ ان دونوں کی مدد سے فتح ہوئی ہے، اور تمام تر قوت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اور سیف نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قنسرین سے معزول کیا اور جو کچھ وصول کرنا تھا وہ وصول کر لیا تو فرمایا کہ تم مجھے بہت عزیز اور پیارے ہو اب تمہیں میری طرف سے کوئی ایسا حکم نہ پہنچے گا جو تمہیں ناگوار ہو۔

اصمعی سلمہ سے، وہ بلال سے، وہ مجالد سے اور وہ شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب نو عمر تھے تو ان کے درمیان کشتی ہوئی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی ہیں پس اس کشتی میں خالد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پنڈلی توڑ دی پھر اس کا علاج کیا گیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہوگئی، یہ چیز ان کے درمیان عداوت کا سبب بن گئی۔

اصمعی ابن عون سے اور وہ محمد بن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اس حال میں داخل ہوئے کہ ان پر ریشمی قمیص تھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے خالد! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین اس میں کیا حرج ہے کیا عبدالرحمٰن بن عوف نے اسے نہیں پہنا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مثل ہو؟ اور کیا تمہیں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرح اس کا حق حاصل ہے؟ جو اس مقام میں ہیں میں انہیں قسم دیتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک قمیص کا وہ حصہ پکڑے جو اس کے قریب ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پس اس طرح لوگوں نے اس قمیص کو پھاڑ ڈالا اور ان کے جسم پر اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہا۔ عبداللہ بن مبارک حماد بن زید سے، وہ عبداللہ بن مختار سے، وہ عاصم بن بھدلہ سے اور وہ ابو وائل سے نقل کرتے ہیں (حماد کو ابو وائل میں شک ہے) کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ میں نے شہادت کو ان مقامات پر تلاش کیا جہاں ملنے کی توقع تھی لیکن میں اس پر قادر نہ ہو سکا، اور آج اپنے بستر پر مر رہا ہوں، اور **لاالٰہ الااللّٰہ** کے بعد کوئی عمل میرے نزدیک اس رات سے بڑھ کر قابل امید نہیں کہ جو رات میں نے ڈھال پہن کر گزاری اور بارش صبح تک برس کر مسلسل مجھے بھگاتی رہی ہو تا کہ ہم کفار پر حملہ کریں، پھر فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے اسلحے اور گھوڑے کی طرف توجہ کرنا اسے راہ خدا میں سامان جنگ بنا دینا، جب وفات ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے جنازہ پر آئے اور فرمایا کہ آل ولید کی عورتوں پر آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالی جائے اور شور و واویلا نہ کیا جائے۔

ابن مختار کہتے ہیں کہ نقع سر پر مٹی ڈالنے اور لقلقہ شور شرابہ کرنے کو کہا جاتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان عورتوں کو چھوڑ دو کہ یہ ابو سلیمان پر رولیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں اور شور و غوغا نہ کریں۔

اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے ابو معاویہ اور عبداللہ بن نمیر نے، ان سے اعمش نے، ان سے شقیق بن سلمہ نے بیان کیا ہے کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو بنو مغیرہ کی عورتیں دار خالد میں جمع ہوئیں اور ان پر رونا شروع کیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی کہ عورتیں خالد بن ولید کے مکان میں ان پر رونے کے لئے جمع ہوئی ہیں اور وہ آپ کو ایسی باتیں سنوائینگی جو آپ کو ناگوار ہوں گی پس آپ ان کی طرف پیغام بھیج کر انہیں منع کر دیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک سر پر خاک ڈالنا اور شور و واویلا کرنا نہ ہو تو ان عورتوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ابو سلیمان پر اپنے آنسو بہا کر ختم کر دیں۔

اسحاق بن بشر اور محمد کہتے ہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں وفات ہوگئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ان کی والدہ اپنے بیٹے پر فدیہ کر رہی ہیں اور یہ شعر پڑھ رہی ہیں: تو اس وقت قوم کے ایک کروڑ افراد سے بھی بہتر ثابت ہوتا تھا، جب لوگوں کے بڑے بڑے سردار بھی پچھاڑ دیئے جاتے۔

حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے سچ کہا، واقعۃً وہ ایسا ہی تھا۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے بحوالہ سالم نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید مدینہ ہی میں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا کہ ان کے بارے میں لوگوں کے جس فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا وہ ختم ہوگیا تو آپ نے حج سے واپسی پر انہیں والی بنانے کا پختہ ارادہ

کرلیا،خالد بن ولید ان دنوں اپنی والدہ سے ملاقات کے لئے مدینہ سے باہر ایک مقام پر گئے ہوئے تھے وہیں بیمار ہوگئے اور اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے جلد میری جائے ہجرت پہنچا دیجئے وہ انہیں لے کر مدینہ آئیں اور ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہوگیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس وقت حج سے واپس آرہے تھے اور مدینہ منورہ سے تین دن کی مسافت پر تھے کہ ایک سوار نے ملاقات کی آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ خالد بن ولید سخت علیل ہیں پس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر تین دن کی مسافت ایک دن میں طے کی اور عین ان کی وفات کے وقت وہاں پہنچ گئے، حادثہ کی خبر سن کر آپ کا دل بھر آیا، آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور جنازہ کے تیار ہونے تک دروازے پر بیٹھ گئے، عورتیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر رونا شروع ہوئیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا آپ سن نہیں رہے؟ کیا آپ ان کو منع نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ قریش کی عورتوں کو ابوسلیمان پر رونے میں کوئی حرج نہیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالی جائے اور شور وواویلا نہ کیا جائے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنازہ کے لئے نکلے تو ایک قابل احترام عورت کو ان پر روتے اور یہ اشعار پڑھتے سنا:

(۱).....تو اس وقت ایک کروڑ افراد سے بھی بہتر ثابت ہوتا تھا، جب قوم کے بڑے بڑے سردار بھی پچھاڑ دیئے جاتے تھے۔

(۲).....اے شجاع تو شیر سے بھی زیادہ شجاع وبہادر تھا، یعنی ضمر بن جہم سے جو بچہ پائے شیر کا باپ ہے۔

(۳).....اے غنی تو روندنے والے اس سیلاب سے بھی زیادہ فیاض ہے، جو پہاڑوں کے درمیان بہتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے؟ کہا گیا کہ ان کی والدہ ہیں، آپ نے تین مرتبہ فرمایا واللہ یہ ان کی والدہ ہیں، اور کیا عورتیں خالد بن ولید جیسا جوان جننے سے عاجز آگئی ہیں؟ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی تین دن کی مسافت طے کرنے اور مدینہ پہنچنے پر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

(۱).....وہ روتی تھی اور پشیمان لوگوں نے اس سے کوئی بھلائی نہیں کی، وہ ان شہسواروں پر مُھدوتی تھی جو پہاڑوں کے مانند تھے۔

(۲).....اگر تم روؤ تو یاد رکھو کہ ان لوگوں کا کھو دینا، زبردست بارش اور اونٹوں کے بڑے گلے کے کھو دینے سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

(۳).....ان کے بعد لوگوں نے ان کی بلندی تک پہنچنے کی تمنا کی لیکن وہ ان کے اسباب کمال کے باعث قریب نہ پہنچ سکے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ سے کہا کہ کیا خالد یا اس کا اجر ان میں سے ایک کو حاصل کرنا چاہتی ہو؟ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اس وقت تک جدا نہ ہو جب تک تمہارے ہاتھ خضاب کے ساتھ سیاہ نہ ہو جائیں۔

یہ تمام روایات تقاضا کرتی ہیں کہ خالد بن ولید کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور اسی طرف دحیم عبدالرحمٰن بن ابراہیم دمشقی گئے ہیں لیکن جمہور سے مشہور یہی ہے کہ ان کی وفات ۲۱ھ میں حمص میں ہوئی، جمہور میں واقدی، ان کے کاتب محمد بن سعد، ابوعبیدہ قاسم بن سلام، ابراہیم بن منذر، محمد بن عبداللہ بن نمیر، ابوعبداللہ عصفری، موسیٰ بن ایوب، ابوسلیمان بن ابومحمد وغیرہ شامل ہیں اور واقدی نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا۔

محمد بن سعد واقدی سے اور وہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ معزول ہونے کے بعد مدینہ آئے عمرہ کیا اور اس کے بعد دوبارہ شام چلے گئے پھر مسلسل وہیں رہے یہاں تک کہ ۲۱ھ میں آپ کی وفات ہوگئی اور واقدی سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چند حجاج کو مسجد قباء میں نماز پڑھتے دیکھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم شام میں کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حمص میں، آپ نے پوچھا کہ کیا وہاں کوئی نئی خبر ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! وہ دشمن کے بڑھتے ہوئے سینوں کو روک دینے والے اور بابرکت آدمی تھے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپ نے انہیں معزول کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ اشراف اور زبان آور لوگوں پر مال خرچ کرنے کی وجہ سے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو کچھ مجھ سے ہوا میں اس پر شرمندہ ہوں۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے، ان سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے، ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا ہے کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوسلیمان پر رحم

فرمائے، ہم ان کے متعلق بعض ایسی چیزوں کا گمان کرتے تھے جو کہ ان میں نہیں تھیں، اور جویریہ نافع سے نقل کرتی ہیں کہ جب خالد بن ولید کی وفات ہوگئی تو ان کے ترکہ میں صرف گھوڑا، غلام اور اسلحہ پایا گیا۔

قاضی معافاہ بن زکریا حریری کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن عباس عسکری نے، ان سے عبداللہ بن ابی سعد نے، ان سے عبدالرحمٰن بن حمزہ لخمی نے اور ان سے ابوعلی حرنازی نے بیان کیا ہے کہ ہشام بن بختری بنومخزوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، آپ نے فرمایا کہ اے ہشام! خالد کے متعلق اپنے اشعار سناؤ انہوں نے چند اشعار سنائے، آپ نے فرمایا کہ تم نے ابوسلیمان کی مدح وتعریف میں کمی کی ہے وہ شرک اور اہل شرک کی ذلت کو پسند کرتے تھے اور ان کی (یعنی خالد کی) مصیبت پر خوش ہونے والا اللہ کی ناراضگی کمانے والا ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنوتمیم کے بھائی کو ہلاک کرے کہ اس نے شعر کس قدر شاندار کہے:

(۱)......اس شخص سے کہدو جو جانے والے کے برخلاف باقی رہ گیا ہے، کہ وہ آخرت کے لئے ایسی تیاری کرے جو نمونہ ہو۔

(۲)......جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا اس کی زندگی مجھے کیا نفع دیگی؟ جو شخص مرگیا ہے اس کی موت مجھے ہمیشہ رکھنے والی نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوسلیمان پر رحم فرمائے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لئے ہے وہ بہتر ہے اس سے کہ جس میں وہ زندگی کے ایام گزار رہے تھے، سعادت کی موت مرے، قابل تعریف زندگی گزاری لیکن میں نے اہل زمانہ کو کسی کا قائل نہیں پایا۔

طلیحہ بن خویلد[1]......ان کا نام ونسب طلیحہ بن خویلد بن نوفل بن نضلہ بن اشتر بن حجوان بن فقعس بن طریف بن عمر بن قعیر بن حارث بن ثعلبہ بن داؤد بن اسد بن خزیمہ اسدی ہے، یہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوہ خندق میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے پھر ۹ھ میں اسلام قبول کیا، اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مرتد ہوگئے اور نبوت کا دعویٰ کیا جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا ان کا بیٹا خیال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے باپ کے پاس جو فرشتہ آتا ہے اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ذوالنون جو نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ خیانت کرتا ہے اور ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم نے ایک عظیم الشان فرشتے کا نام لیا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اور شہادت سے محروم رکھے اور اسے اسی طرح واپس لوٹا دیا جیسا کہ آیا تھا پھر خیال ارتداد ہی کی حالت میں کسی جنگ میں مارا گیا اسے عکاشہ بن محصن نے قتل کیا تھا پھر اس کے باپ طلیحہ نے عکاشہ کو شہید کر دیا طلیحہ کے مسلمانوں کے ساتھ کچھ معرکے بھی ہوئے بلآخر اللہ تعالیٰ نے خالد بن ولید کے ہاتھوں انہیں شکست سے دوچار کیا ان کا لشکر بکھر گیا اور یہ خود شام کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور آل جفنہ کے پاس قیام کیا اور حضرت ابوبکر صدیق کی وفات تک وہیں رہے پھر اسلام کی طرف لوٹے، عمرہ کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ تم دو نیک آدمیوں عکاشہ بن محصن اور ثابت بن افرم کے قاتل ہو، طلیحہ نے کہا اے امیر المومنین! ان دونوں آدمیوں کو تو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت عطا فرمائی ہے اور مجھے ان کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کی یہ بات پسند آئی اور آپ ان سے خوش ہوگئے، اور امراء فوج کو ان کے بارے میں لکھا کہ ان سے جنگی امور میں مشورہ ضرور کریں لیکن کسی امر کی ولایت سپرد نہ کریں پھر یہ شام کی طرف مجاہد فی سبیل اللہ کی حیثیت سے پلٹے، اور معرکہ یرموک میں شرکت کی اور اہل فارس کے ساتھ ہونیوالے معرکے قادسیہ اور نہاوند میں بھی شریک رہے، یہ مشہور بہادروں اور دلیروں میں سے تھے اس کے بعد ہمیشہ ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت رہا۔ محمد بن سعد نے انہیں صحابہ کے چوتھے طبقے میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی شجاعت وقوت اور امور جنگ میں بصیرت کی وجہ سے ایک ہزار سواروں کے برابر انہیں شمار کیا جاتا تھا اور ابونصر بن ماکولا نے کہا کہ یہ اسلام لائے پھر مرتد ہوگئے پھر اسلام لائے اور اس مرتبہ ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت ہوا۔

ارتداد و دعویٰ نبوت کے زمانے میں انہوں نے مسلمانوں کے قتل کے بارے میں جو اشعار کہے وہ یہ ہیں:

(۱) الاستیعاب : ۱۲۹۲، الاصابۃ : ۳/ ۵۴۲، اسد الغابہ : ۳/ ۹۵، تجرید اسماء الصحابہ : ۱/ ۲۹۴۱

(۱)...... تمہارا کیا خیال ہے ان لوگوں کے متعلق جن کو تم قتل کرتے ہو، اگر وہ مسلمان نہیں تو کیا مرد بھی نہیں؟

(۲)...... اگرچہ عورتیں تکالیف سے دوچار ہوئی ہیں، لیکن خیال کے قتل سے انہوں نے اپنے سردار کو نہیں کھویا۔

(۳)...... میں نے ان کے لئے یعنی مسلمانوں کے لئے تلوار کا پھل نصب کردیا ہے، اور بے شک یہ بہادروں کے قتل کی عادی ہے۔

(۴)...... کسی دن تو اسے جلال کی حالت میں بھی محفوظ دیکھے گا، اور کبھی تو اسے بغیر جلال کے دیکھے گا۔

(۵)...... کسی دن تو دیکھے گا کہ مشرقی تلواریں اس کی طرف چمک رہی ہیں، اور کسی دن تو اسے نیزوں کے سائے میں دیکھے گا۔

(۶)...... میں نے شام کے وقت ابن اقرم اور عکاشہ بن محصن کو، میدان جنگ کے پاس پڑا چھوڑا ہے۔

سیف بن عمر مبشر بن فضیل سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیں اہل قادسیہ میں سے ایک آدمی کے متعلق بھی معلوم نہیں کہ وہ آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی طلبگار ہو، ہم نے تین آدمیوں کو اس بارے میں متہم کیا تھا لیکن ہم نے انہیں ویسا نہ پایا جیسا کہ ہم نے ان کے زہد و امانت پر حملہ کیا تھا اور وہ تین آدمی طلیحہ بن خویلد اسدی، عمرو بن معدی کرب اور قیس بن مکشوح تھے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ ابوحسین محمد بن احمد بن الفراس الوراق نے ذکر کیا ہے کہ طلیحہ نہاوند کے معرکہ میں نعمان بن مقرن اور عمر بن معدی کرب کے ساتھ ۲۱ھ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔

عمرو بن معدی کرب [1]...... ان کا نام و نسب عمرو بن معدی کرب بن عبداللہ بن عمرو بن عاصم بن عمرو بن زبید الاصغر بن ربیعہ بن سلمہ بن مازن بن ربیعہ بن شیبہ (اور زبید الاکبر ہیں) بن حارث بن صعف بن سعد العشیرہ بن مذحج زبیدی ہے، کنیت ابوثور ہے، آپ مشہور و بہادر شہسواروں اور قابل ذکر دلیروں میں سے ہیں، ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض ۱۰ھ میں حاضری بیان کرتے ہیں، آپ کی آمد وفد مراد یا وفد زبید کے ساتھ ہوئی تھی، پھر اسود عنسی کے ساتھ مرتد ہو گئے، خالد بن سعید ان کے مقابلہ کے لئے گئے اور قتال کیا خالد بن سعید نے اپنی تلوار ان کے کندھے پر ماری، پس یہ اور ان کی قوم بھاگ کھڑی ہوئی، خالد بن سعید نے ان سے ان کی تلوار صمصامہ چھین لی پھر یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس قیدی بنا کر لائے گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی، ناراض ہوئے اور توبہ کا مطالبہ کیا انہوں نے توبہ کی اور اس کے بعد ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت ہوا، یہ شام گئے اور معرکہ یرموک میں شرکت کی پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کا حکم دیا اور سعد کو لکھا کہ ان سے امور جنگ میں مشورہ ضرور کریں لیکن کسی مہم پر امیر مقرر نہ کریں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام اور اہل اسلام کو نفع پہنچایا اور قادسیہ کے معرکہ میں آپ نے بڑی شاندار کارکردگی دکھائی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ اسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ بھی قول ہے کہ نہاوند کے معرکہ میں شہید ہوئے اور یہ بھی قول ہے کہ روزہ نام کی بستی میں پیاس کی وجہ سے وفات پائی، یہ ۲۱ھ کا واقعہ ہے ان کی قوم کے کسی مرثیہ گو نے ان کے بارے میں یہ اشعار کہے:

(۱)...... جس دن سواروں نے کوچ کیا تو روزہ بستی میں ایک شخص کو چھوڑ دیا، جو نہ بزدل تھا اور نہ ناتجربہ کار۔

(۲)...... پس تو زبید بلکہ سارے مذحج کو کہہ دے کہ تمہیں ابوثور کا دکھ پہنچا ہے جو ماہر جنگ اور جس کا نام عمرو تھا۔

عمرو بن معدی کرب خود بھی عمدہ شاعروں میں سے تھے ان کے چند اشعار یہ ہیں:

(۱)...... میرے سامان جنگ، میرے بدن، نیزے، زرہ اور لمبی ٹانگوں والے فرمانبردار گھوڑے کو ملامت کرنے والے۔

(۲)...... میں نے اپنی جوانی کو بہادروں کے ساتھ پکارنے والوں کی مدد میں فنا کیا ہے۔

(۳)...... حتیٰ کہ میرا جسم لاغر ہو گیا، اور پر تلا اٹھانے کی وجہ سے کندھا بھی زخمی ہو گیا۔

(۴)...... قوم کی بربادی کے بعد بھی میری بربادی باقی رہیگی، لیکن قوم کے توشہ سے پہلے میرا توشہ ختم ہو جائے گا۔

(۵)...... میری چاہت ہے کہ قیس مجھ سے ملاقات کرتا، مجھے اس سے محبت ہے مگر محبت سے اسے کیا نسبت؟

(۶)......اس احمق سے مجھے کون معذور خیال کرنے والا ہے، جو مجھ سے اپنی خواہش کا طلب گار ہے۔
(۷)...... میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میری موت کا خواہاں ہے، کون معذور سمجھے گا تجھے تیرے دوست کے بارے میں۔
آپ سے ایک حدیث مروی ہے جو تلبیہ کے بارے میں ہے جسے شراحیل بن قعقاع نے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں اس طرح تلبیہ پڑھا کرتے تھے:

لبیک تعظیماً الیک عذراً، هذی زبید قد أتتک قسراً، بعد وبها مضمرات شزراً، یقطعن خبتاً وجبالاً وعراً، قد ترکوا الأوثان خلواً صفراً.

ہم تیرے حضور عذر کرتے ہوئے تعظیم کے ساتھ لبیک پکارتے ہیں، یہ زبید قبیلے کے لوگ مجبوراً تیرے پاس حاضر ہوئے ہیں انہیں لاغر گھوڑے ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے تیرے حضور لائے ہیں، جو فراخ زمینوں اور دشوار گزار پہاڑوں کو طے کرتے ہیں اور بتوں کو وہ بالکل خالی چھوڑ آئے ہیں۔
عمرو کہتے ہیں کہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ تلبیہ پڑھتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھلایا ہے اور وہ یہ ہے:

لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک

علاء بن حضرمی[۱] ......یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بحرین کے امیر تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اس امارت پر برقرار رکھا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی برقرار رکھا، پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے ۱۴ھ میں وفات پائی لیکن بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ ۲۱ھ تک حیات رہے۔
آپ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بعد میں معزول کر دیا تھا اور آپ کی جگہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا پھر آپ کو کوفہ کا امیر بنایا گیا لیکن حج سے واپسی پر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی آپ کی وفات ہوگئی جیسا کہ ہم نے ماقبل میں بیان کیا اور ہم نے دلائل النبوۃ میں آپ کا لشکر سمیت پانی کی سطح پر چلنا اور خارق عادت واقعات ذکر کئے ہیں۔

نعمان بن مقرن[۲] ......یہ نہاوند کے معرکہ کے امیر تھے اور جلیل القدر صحابی تھے، یہ اپنی قوم مزینہ کے چار سو سواروں کے ساتھ آئے اور بصرہ میں رہائش پذیر ہوگئے پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو لشکروں کا امیر بنا کر نہاوند کی طرف بھیجا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر عظیم فتح عطا فرمائی اور ان علاقوں میں آپ کو قوت بخشی اور وہاں کے لوگوں کی گردنوں پر قدرت دی اور مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے وہاں ٹھکانہ عطا فرمایا اور آپ کو دنیا میں اور جس دن گواہیاں قائم کی جائیں گی نصرت عطا فرمائی، اور آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق شہادت سے سرفراز فرمایا جو مؤمن کا غایت مقصود ہے۔
یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں فرمایا جو اس تک سیدھا راستہ ہے:
ترجمہ......''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں، اس پر ان سے سچا وعدہ کیا گیا ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا، پس تم اس بیع پر جو تم نے اس کے ساتھ کی ہے بشارت حاصل کرو، اور یہی عظیم کامیابی ہے''۔ (سورۂ توبہ آیۃ ۱۱۱)

---

(۱) الاستیعاب : ۲۰۰۳، الاصابة : ۴/ ۵۴۱، اسد الغابه : ۴/ ۷۴، تجرید اسماء الصحابه ۴۱۸۷

(۲) الاستیعاب : ۲۶۱۲، الاصابة : ۶/ ۳۵۳، اسد الغابه : ۵/ ۳۴۲، تجرید اسماء الصحابه ۱۲۴۶

آغاز سال ۲۲ھ

اس سال بہت سی فتوحات ہوئیں جس میں ہمدان کی دوسری مرتبہ فتح، مقام رے اور آذر بائیجان وغیرہ کی فتوحات بھی شامل ہیں۔

واقدی اور ابو معشر کہتے ہیں کہ یہ تمام فتوحات ۲۲ھ میں ہوئیں، سیف بن عمر کہتے ہیں کہ یہ فتوحات ۱۸ھ میں ہمدان، رے اور جرجان کی فتح کے بعد ہوئیں، ابو معشر کہتے ہیں کہ آذر بائیجان ان تمام فتوحات کے بعد فتح ہوا لیکن یہ سب فتوحات اسی سال ہوئی ہیں، اور واقدی کے نزدیک ہمدان اور رے کی فتح ۲۳ھ میں ہوئی اور ہمدان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد مغیرہ بن شعبہ نے فتح کیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رے کی فتح ان کی شہادت سے دو سال قبل ہوئی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ واقدی اور معشر اس پر متفق ہیں کہ آذر بائیجان اسی سال ۲۲ھ میں فتح ہوا ہے، ابن جریر اور دیگر مؤرخین نے بھی ان کی پیروی کی ہے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ مسلمان جب نہاوند کی جنگ اور اس کے مقدمات سے فارغ ہوگئے تو اس کے بعد انہوں نے حلوان اور ہمدان کو بھی فتح کر لیا لیکن پھر اہل ہمدان نے اس صلح کو توڑ دیا جس پر قعقاع بن عمرو نے ان سے صلح کی تھی، پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نعیم بن مقرن کو لکھا کہ وہ ہمدان کی طرف روانہ ہو جائیں اور اپنے لشکر کے مقدمہ پر اپنے بھائی سوید بن مقرن اور میمنہ و میسرہ پر ربعی بن عامر طائی اور مُھلھل بن زید تمیمی کو مقرر کریں، نعیم بن مقرن لشکر کے ساتھ روانہ ہوگئے اور ثنیۃ العسل میں جا کر اترے پھر ہمدان پہنچے اور اس کے آس پاس کے شہروں پر قابض ہو کر خود ہمدان کا بھی محاصرہ کر لیا اہل ہمدان نے صلح کی درخواست کی، نعیم بن مقرن نے صلح کر لی اور بمعہ لشکر شہر میں داخل ہوگئے اسلامی لشکر کی تعداد اس وقت بارہ ہزار تھی اسی دوران اچانک اہل روم، اہل دیلم، اہل رے اور اہل آذر بائیجان نے آپس میں اتحاد کیا اور نعیم بن مقرن کے خلاف ایک بڑی فوج تیار کر کے جنگ کی ٹھان لی، اہل دیلم پر ان کا بادشاہ موتا خود امیر تھا اور اہل رے پر ابو الفرخان، اہل آذر بائیجان پر رستم کا بھائی اسفندیار امیر تھا۔

یہ متحدہ لشکر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے آیا مسلمان بھی ان کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے، واج الروذ مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا اور گھمسان کی جنگ ہوئی اور ایسی زبردست لڑائی جو نہاوند کی لڑائی سے کسی بھی طرح کم نہ تھی بہت سے مشرکین اس جنگ میں مارے گئے، اہل دیلم کا بادشاہ موتا بھی مارا گیا اور اس کی افواج منتشر ہوگئیں اور جنگ میں مارے جانے والوں کے علاوہ باقی سب شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

نعیم بن مقرن پہلے مسلمان امیر تھے جنہوں نے اہل دیلم سے جنگ کی، نعیم بن مقرن نے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دی تھی کہ فارس [illegible] ہوگئے ہیں تو آپ بے حد پریشان اور مغموم ہوئے اور اسی طرح متفکر تھے کہ اچانک قاصد نے فتح کی بشارت لا کر سنائی، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کیا، اور لوگوں کے سامنے اس خط کو پڑھنے کا حکم دیا، لوگ بھی بڑے خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریف کی اس کے بعد سماک بن خرشہ جو ابو دجانہ کے نام سے معروف ہیں۔

سماک بن عبید اور سماک بن مخرمہ تینوں امراء خمس لے کر امیر المومنین کی خدمت میں پہنچے، آپ نے ان کے نام دریافت کئے اور دعا دی کہ اے اللہ! ان کے ذریعے اسلام کو بلند کیجئے اور ان کے ذریعے اسلام کی مدد کیجئے پھر آپ نے نعیم بن مقرن کی طرف لکھا کہ ہمدان پر اپنا نائب مقرر کر دیں اور خود رے کی طرف روانہ ہو جائیں، نعیم بن مقرن نے تعمیل حکم کی، اس معرکہ کے متعلق نعیم کے اشعار یہ ہیں۔

(۱)......جب مجھے یہ خبر ملی کہ موتا اور اس کی فوج شیر کے بچے ہیں، اور وہ اہل عجم کے لشکروں کو کھینچ لائے ہیں۔

(۲)......تو میں لشکروں کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے گیا تا کہ اپنے عہد کو توڑنے والوں کو تلواروں کے ذریعے روک دوں۔

(۳)......پس ہم ان کے پاس زرہیں پہن کر گئے گویا کہ ہم پہاڑ ہیں، جو قلاسم کی چوٹیوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔

(۴)......جب ہم نے وہاں ان سے مڈبھیڑ کی، تو وہ اپنے شرکاء کے فعل پر عیب لگانے لگے۔

(۵)......ہم نے واج روذ میں اپنی بڑی فوج کے ساتھ ان سے تصادم کیا، اور اس دن ایک بڑی کمان کے ساتھ ان پر تیر اندازی کی۔

(۶)......پس وہ موت کے ہجوم میں نیزوں کی نوک، اور چمکتی تلواروں کی دھار کے سامنے ایک گھڑی بھی نہ ٹھہر سکے۔
(۷)......وہ اپنی فوجوں کے منتشر ہونے کے وقت، اس دیوار کی مانند تھے جس کی اینٹیں گرانے والے کے سامنے بکھر جاتی ہیں۔
(۸)......ہم نے وہاں موتا اور اس کی جمع کردہ فوج کو قتل کر ڈالا، اور ان سے جو غنائم حاصل ہوئیں وہ بلا تاخیر تقسیم ہو گئیں
(۹)......پھر ہم نے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ انہوں نے گھاٹیوں میں پناہ لے لی، اور ہم انہیں بیمار کتوں کی طرح قتل کرتے تھے۔
(۱۰)......گویا کہ وہ واج روذ اور جوہ کی بھیڑیں ہیں، جنہیں پہاڑی درّوں کے راستوں نے ہلاک کر دیا ہو۔

مقام رے کی فتح[۱] ......نعیم بن مقرن نے ہمدان پر یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود بمعہ لشکر رے کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ رے پہنچ گئے وہاں مشرکین کی بہت بڑی فوج سے سامنا ہوا، اور رے کی پہاڑی دامن میں فریقین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی، مشرکین بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑے لیکن بلآخر شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے، نعیم بن مقرن نے بہت بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا اور اس بانس تک پہنچ گئے جو کہ وہاں گاڑا گیا تھا اور اس قدر غنائم حاصل کیے جس قدر کے مدائن کی غنائم مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے ابو الفرخان نے رے پر صلح کر لی، نعیم بن مقرن نے اس کے لئے امان نامہ لکھ دیا، اس کے بعد خمس اور فتح کی خوشخبری حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دی۔

قومس کی فتح[۲] ......جب یہ قاصد خمس اور فتح کی خوشخبری لے کر امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے نعیم بن مقرن کو لکھا کہ وہ اپنے بھائی سوید بن مقرن کو قومس کی طرف بھیج دیں پس سوید قومس کی طرف روانہ ہو گئے لیکن وہاں مقابلے کی نوبت نہ آئی اور صلحاً اسے فتح کر لیا اپنی فوجیں یہاں اتار دیں اور امان نامہ وصلح کی دستاویز اہل قومس کے لئے لکھ دیں۔

جرجان کی فتح[۳] ......جب سوید بن مقرن نے قومس میں لشکر کے ساتھ نزول کیا تو جرجان، طبرستان اور آس پاس کے دیگر شہر والوں نے جزیہ پر صلح کی درخواست کی، سوید بن مقرن نے سب سے صلح کر لی اور ہر شہر والوں کو امان نامہ اور صلح کی دستاویز لکھ کر دے دیں لیکن مدائنی نے نقل کیا ہے کہ جرجان ۳۰ھ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا تھا۔

آذربائیجان کی فتح[۴] ......جب نعیم بن مقرن نے ہمدان اور رے کو فتح کیا تو بکیر بن عبداللہ کو اپنے آگے ہمدان سے آذربائیجان کی طرف بھیجا اور ان کے پیچھے سماک بن خرشہ کو بھی روانہ کر دیا لیکن سماک کے پہنچنے سے قبل ہی بکیر اور ان کے اصحاب کی اسفندیار بن فرخزاذ کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی، جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کیا اور اسفندیار کو بکیر بن عبداللہ نے قیدی بنا لیا، اسفندیار نے ان سے پوچھا کہ آپ کو صلح زیادہ پسند ہے یا جنگ؟ آپ نے کہا صلح، اسفندیار نے کہا کہ پھر آپ مجھے اپنے پاس رکھیں، پس بکیر بن عبداللہ نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا پھر وہ یکے بعد دیگرے شہر پر شہر فتح کرنے لگے اور دوسری طرف سے عتبہ بن فرقد بھی شہر پر شہر فتح کرتے ہوئے آرہے تھے۔

اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا کہ بکیر بن عبداللہ باب کی طرف بڑھیں، اور سماک کو اپنی جگہ ہی میں عتبہ بن فرقد کا نائب مقرر کیا اور تمام آذربائیجان کو عتبہ بن فرقد کے لئے جمع کر دیا یعنی سب کے امیر اعلیٰ عتبہ بن فرقد کو بنا دیا گیا، بکیر بن عبداللہ نے اسفندیار کو عتبہ بن فرقد کے حوالہ کیا اور خود حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق باب کی طرف روانہ ہو گئے۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بھرام بن فرخزاذ عتبہ بن فرقد کے آڑے آیا، آپ نے اسے شکست دی اور بھرام بھاگ کھڑا ہوا، جب اسفندیار کو یہ خبر ملی اور اس وقت وہ بکیر بن عبداللہ کے پاس قید تھا تو اس نے کہا کہ اب صلح مکمل ہو گئی ہے اور جنگ کی آگ بجھ گئی ہے پھر اس نے صلح کر لی، اور بکیر نے اس کی تمام باتوں کو قبول کر لیا اور آذربائیجان بطور صلح اس کی طرف لوٹا دیا اور عتبہ و بکیر نے پھر اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیج دی اور خمس بھی روانہ کر دیا اور عتبہ سے آذربائیجان کی امارت جب اس شہر والوں کو مل گئی تو ان کے لئے امان نامہ اور صلح کی دستاویز لکھ کر انہیں دے دیں۔

(۱) تاریخ طبری ۲/ ۵۳۷، والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۱
(۲) تاریخ طبری ۲/ ۵۳۸، والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۲
(۳) تاریخ طبری ۲/ ۵۳۸، والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۲
(۴) تاریخ طبری ۲/ ۵۳۹، والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۲

باب کی فتح ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کا خیال ہے کہ یہ فتح اسی سال ہوئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مہم کی امارت پر سراقہ بن عمرو کو مقرر کیا جو ذوالنور کے لقب سے معروف ہیں اور ان کے مقدمہ پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو مقرر کیا انہیں بھی ذوالنور کہا جاتا ہے، اور میمنہ ومیسرہ پر حذیفہ بن اسید اور بکیر بن عبداللہ کو مقرر کیا، یہ باب کی طرف سب سے پہلے پیش قدمی کر گئے اور مال غنیمت کی تقسیم پر سلمان بن ربیعہ کو مقرر کیا پس یہ سب امیر المومنین کے حکم کے مطابق روانہ ہو گئے جب لشکر کا ہراول دستہ جس پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ امیر تھے باب کے بادشاہ کے پاس پہنچا جس کا نام شہر براز اور وہ شاہ آرمینیہ تھا اور وہ اس بادشاہ کے خاندان سے تھا جس نے زمانہ قدیم میں بنی اسرائیل کو قتل کیا اور شام کے خلاف جنگ لڑی تھی تو شہر براز نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو خط لکھا اور ان سے امان طلب کی، آپ نے امان دے دی، پھر بادشاہ بذات خود آیا اور کہا کہ میں مسلمانوں کا دوست اور خیر خواہ ہوں، عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے کہا کہ میرے سے اوپر ایک آدمی حاکم ہے اس کے پاس جاؤ، پس آپ نے اسے امیر لشکر سراقہ بن عمرو کے پاس بھیج دیا اس نے سراقہ سے امان طلب کی۔

سراقہ بن عمرو نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا، آپ نے عطا کردہ امان کو صحیح قرار دیا اور اس کی تحسین فرمائی، پھر سراقہ بن عمرو نے شہر براز کو امان نامہ لکھ دیا پھر سراقہ بن عمرو نے بکیر بن عبداللہ، حبیب بن مسلمہ، حذیفہ بن اسید اور سلمان بن ربیعہ کو ان پہاڑوں کی طرف بھیجا جو آرمینیہ کا احاطہ کئے ہوئے تھے یعنی لان، تفلیس اور موقان کے پہاڑ، پس بکیر نے موقان کے پہاڑوں کو فتح کیا اور وہاں کے لوگوں کو امان نامہ لکھ دیا، اسی دوران یہاں کے امیر المسلمین یعنی سراقہ بن عمرو کا انتقال ہو گیا انہوں نے اپنے بعد عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو نائب مقرر کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انہیں اس نیابت پر برقرار رکھا اور انہیں ترکوں سے جنگ کا حکم دیا۔

ترکوں کے ساتھ سب سے پہلا معرکہ[1] ...... یہ درحقیقت اس گزشتہ حدیث کی تصدیق ہے جو صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم کشادہ چہروں، چپٹی ناک اور سرخ رنگ والوں سے جنگ نہ کر لو، گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالیں ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بالوں کو نگل جاتے ہیں۔

جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم پہنچا کہ وہ ترکوں کے ساتھ جہاد کریں تو تعمیل حکم پر آپ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ باب مقام کو عبور کر لیا، شہر براز نے آپ سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ترکوں کے بادشاہ بلنجر کا، شہر براز نے کہا کہ ہم باب سے کافی پیچھے رہتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے ساتھ صلح رکھنا چاہتے ہیں اور صلح ہی رکھتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول مبعوث فرمایا اور ہم سے اس کی زبان مبارک پر فتح ونصرت کا وعدہ بھی فرمایا لہٰذا ہم مسلسل فتحیاب ہی ہوتے رہیں گے پھر آپ نے ترکوں سے قتال کیا اور بلنجر کے علاقے میں دو فرسخ تک اندر چلے گئے اور ان سے متعدد جنگیں لڑیں، اور کچھ نہایت ہی عظیم الشان معرکے ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئے جنہیں ہم ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان کریں گے۔

سیف بن عمر، غصن بن قاسم سے وہ ایک آدمی سے اور وہ سلمان بن ربیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ ترکوں کے علاقے میں داخل ہوئے تو اللہ ترکوں اور ان کے مسلمانوں کے خلاف خروج کے درمیان حائل ہو گیا، ترکوں نے کہا کہ اس شخص نے ہمارے خلاف جنگ کی جرأت اس لئے کی ہے کہ ان کے ساتھ فرشتے ہیں جو ان کی موت سے حفاظت کرتے ہیں پھر وہ اپنی جان بچا کر اپنے مال واسباب کے ساتھ محفوظ قلعوں میں چلے گئے، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے ان سے جنگیں لڑیں اور ان پر فتحیاب ہوئے جیسا کہ ان کے علاوہ دیگر اقوام پر فتحیاب ہوا کرتے تھے۔

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جو کہ پہلے مرتد ہو گیا تھا کوفہ کا حاکم بنایا تو اس نے ترکوں سے جہاد کیا ترک بڑے برانگیختہ ہوئے ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ یہ لوگ مرنے والے نہیں ہیں دوسرے بعض نے کہا کہ انتظار کرو اور ان کی گھات میں جنگلات

(۱) الکامل فی التاریخ: ۳/ ۱۴

میں چھپ جاؤ، اس تدبیر سے انہوں نے مسلمانوں کے ایک آدمی کو دھوکہ سے تیر مار کر شہید کر دیا اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے مسلمانوں کے خلاف خروج کیا اور جان لیا کہ یہ لوگ بھی مر سکتے ہیں اور شدید قتال کیا کسی پکارنے والے فضاء سے یہ ندا دی کہ اے آل عبد الرحمٰن صبر کرو، تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے، عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، لوگ ان کی شہادت سے منتشر ہو گئے اور جھنڈا سلمان بن ربیعہ نے تھام لیا، پھر فضاء میں آواز بلند ہوئی کہ اے آل سلمان صبر کرو، پھر شدید قتال ہوا، سلمان اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ترکوں کی کثرت اور ان کی صحیح تیر اندازی کی وجہ سے انہیں لے کر فرار ہو گئے یہاں تک کہ جرجان پہنچ گئے، اس واقعہ کے بعد ترکوں کی جرأت بڑھ گئی لیکن اس سب کے باوجود ترک عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے علاقے میں انہیں دفن کیا اور ان کی قبر کی برکات سے آج تک وہ بارشیں طلب کرتے ہیں، عنقریب یہ تمام تفصیل آنے والی ہے۔

سدّ ذوالقرنین......ابن جریرؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ شہر براز نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو جس وقت وہ باب پہنچے تو ایک آدمی دکھلایا اور کہا کہ اے امیر یہ وہ شخص ہے، جس کو میں نے سد کی طرف بھیجا تھا اور اس کو بہت سا مال اور تحائف وغیرہ ان بادشاہوں کے لئے لے کر جو میرے قریب سد کی سمت میں رہتے تھے کو بھیجا اور انہیں لکھا کہ تم اپنے سے آگے بادشاہوں کو اس شخص کے متعلق لکھو کہ اس کے ساتھ تعاون کریں یہاں تک کہ یہ سدّ تک پہنچ جائے اور اسے دیکھے اور ہمیں آ کر بتلائے، پس یہ گیا حتیٰ کہ اس بادشاہ کے علاقے میں پہنچ گیا جس کی مملکت میں وہ سد واقع ہے اس بادشاہ نے اسے بازیادہ نامی آدمی کے ساتھ اپنے اس گورنر کے پاس بھیج دیا جو سدّ کے قریب رہتا تھا، بازیادہ کے ساتھ اس کا عقاب بھی تھا جب یہ لوگ سدّ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار ہے، جس نے آگے جانے کا راستہ بند کیا ہوا ہے اور وہ دیوار دونوں پہاڑوں سے زیادہ بلند ہے اور اس دیوار کے دوسری طرف خندق ہے جو گہرائی کی وجہ سے رات کی تاریکی سے بھی زیادہ سیاہ نظر آتی ہے پس اس نے یہ سب کچھ دیکھا اور نہایت غور سے دیکھا پھر جب اس نے واپسی کا ارادہ کیا تو بازیادہ نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ، جلدی نہ کرو، پھر اس نے گوشت جو اس کے پاس تھا اس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس جانب کی فضاء میں اچھال دیا، عقاب اس گوشت پر جھپٹا، بازیادہ نے کہا کہ اگر زمین پر گرنے سے پہلے عقاب نے اسے پکڑ لیا تب کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اگر زمین پر گرنے کے بعد پکڑا تو اس وقت کچھ ظاہر ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ عقاب اس ٹکڑے کو فضاء میں نہ پکڑ سکا، یہاں تک کہ وہ گہرائی میں جا پڑا، وہاں سے وہ اسے اٹھا کر لایا تو اس میں ایک یاقوت چمٹا ہوا تھا شہر براز نے کہا کہ وہ یاقوت یہ ہے اور اسے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے حوالہ کر دیا، عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے اسے دیکھا اور واپس کر دیا، شہر براز اس کو واپس کرنے سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ اللہ کی قسم یہ یاقوت مجھے اپنے اس باب سے بھی زیادہ محبوب ہے اور آپ آج میرے نزدیک آل کسریٰ کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اگر میں ان کی حدود میں ہوتا اور انہیں اس یاقوت کی خبر مل جاتی تو وہ اسے چھین لیتے۔

اللہ کی قسم! جب تک آپ اور آپ کے بڑے بادشاہ وفائے عہد کرتے رہیں گے تو کوئی چیز آپ کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے گی، پھر عبدالرحمٰن بن ربیعہ اس آدمی کی طرف متوجہ ہوئے جو سدّ پر گیا تھا، آپ نے اس سے سدّ کے حالات دریافت کئے اس نے ایک آسمانی وسرخ رنگ کے کپڑے کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اس کی مثل ہے، عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے کہا کہ اس نے سچ کہا، اللہ کی قسم یہ وہاں گیا تھا اور اس نے دیکھا ہے پھر فرمایا کہ اچھا لوہے اور پیتل کا حال بیان کرو، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ......''تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ، یہاں تک کہ دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلاء کو ان کی چوٹیوں کے برابر کر دیا، پھر کہا کہ اس کو دھونکو یہاں تک کہ اس کو بالکل آگ بنا دیا پھر کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر ڈال دوں''۔ (سورۃ کہف آیۃ ۹۶)

میں نے اس دیوار کا حال اپنی تفسیر میں اور اس کتاب کے آغاز میں بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس دیوار کو دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسے کیسا پایا؟ اس نے کہا کہ میں نے اسے منقش چادر کی مثل پایا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ پھر عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے شہر براز کو کہا کہ اس یاقوت کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے اس ملک میں یہ ایک لاکھ او ردیگر ممالک میں تین لاکھ قیمت کا ہے۔

ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے اس مقام پر اس واقعہ کو بھی بیان کیا ہے جسے مسالک الممالک کے مصنف نے سلام الترجمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ واثق بامراللہ بن معتصم نے خواب دیکھا کہ سد فتح ہوگئی ہے پس اس نے سلام الترجمان کو اس مہم پر مامور کیا اور راستے کے بادشاہوں کو ان کے متعلق وصیت کی اور دو ہزار خچر سامان خورد و نوش سے لدے ہوئے ان کے حوالہ کئے پس یہ لوگ سامرا کے درمیان اسحاق تک انتہائی تنگی وعسرت میں چلے پھر اس نے صاحب سریر کے نام ان کے لئے خط لکھا صاحب سریر نے لان کے بادشاہ کے نام اور اس نے قبلان شاہ کے نام، قبلان شاہ نے شاہ خزر کے نام خط لکھ کر دیا، شاہ خزر نے اپنے پانچ بیٹوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔

یہ لوگ چھبیس دن تک چلتے رہے یہاں تک کہ ایک سیاہ بدبودار زمین پر پہنچے حتیٰ کہ وہ وہاں ریگستانی علاقہ تلاش کرنے لگے اور اس میں دس دن چل کر ویران اور اجاڑ شہروں میں پہنچے جو وہاں سے ستائیس دن کی مسافت پر ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں یاجوج ماجوج آیا کرتے تھے اور یہ اس وقت سے آج تک ویران اور اجاڑ پڑا ہے، پھر وہ سد کے قریب ایک قلعہ کی طرف گئے وہاں انہوں نے ایسی قوم کو دیکھا جو عربی وفارسی جانتے تھے اور قرآن کریم حفظ کرتے تھے ان کے مکاتب اور مساجد تھیں ان لوگوں نے ان سے بڑا تعجب کیا اور پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم امیر المومنین الواثق بامراللہ کی طرف سے آئے ہیں لیکن اس قوم نے امیر المومنین کو بالکل نہ پہچانا، پھر وہ ایک چکنے پہاڑ پر پہنچے جس پر سبزہ نام کو بھی نہ تھا وہاں دیکھا کہ لوہے کی بڑی بڑی اینٹوں کی ایک دیوار ہے جو تانبے سے ڈھکی ہوئی ہے اور وہ اتنی بلند ہے کہ جس کی انتہا تک نظر نہیں پہنچتی ہے اس کی برجیاں لوہے کی تھیں، اور وسط میں دو کواڑوں کا ایک عظیم الشان دروازہ تھا جو کہ بند تھا اس کی چوڑائی سو ہاتھ، لمبائی سو ہاتھ، اور موٹائی پانچ ہاتھ تھی اور اس پر ایک تالا لگا ہوا ہے جس کی لمبائی سات ہاتھ تھی اس کے علاوہ کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر کیا ہے اور اس دروازے کے پاس کچھ محافظین ہیں جو ہر روز قفل کے پاس ضربیں لگاتے ہیں پھر ایک خوفناک آواز سنتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس دروازے کے پیچھے محافظ اور چوکیدار ہیں اور اس دروازے کے قریب ہی دو بہت بڑے قلعے ہیں ان کے درمیان شیریں پانی کا چشمہ بہتا ہے ایک قلعہ میں تیز رفتار گھوڑوں کا دستہ اور لوہے کی اینٹیں ہیں اینٹوں کی لمبائی ڈیڑھ ذراع اور چوڑائی ایک بالشت ہے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ ان جانے والوں نے اہل شہر سے سوال کیا کہ انہوں نے یاجوج ماجوج میں سے کبھی کسی کو دیکھا ہے انہوں نے کہا ہاں ایک مرتبہ ان کے کچھ لوگ برجیوں کے اوپر نظر آئے اتنے میں تیز ہوا چلی اور اس نے انہیں ہماری طرف پھینک دیا، ہم نے دیکھا کہ ان کے قد ایک بالشت یا نصف بالشت ہیں۔ واللہ اعلم

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بلاد روم میں الصائفہ پر حملہ کیا ان کے ساتھ حماد اور دیگر صحابہ بھی تھے پس وہ گئے، غنائم حاصل کئے اور صحیح سلامت واپس لوٹ آئے اسی سال یزید بن معاویہ اور عبدالملک بن مروان پیدا ہوئے، اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، اور آپ کے عمال وہی رہے جو گزشتہ سال بیان ہوئے۔

منقول ہے کہ اس سال عمار بن یاسر کو آپ نے کوفہ سے معزول کر دیا تھا اس لئے کہ اہل کوفہ نے ان کی کچھ شکایت کی تھی اور کہا تھا کہ انتظامی امور اچھی طرح سرانجام نہیں دیتے، پس آپ نے انہیں معزول کر کے ان کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کو والی بنایا لیکن اہل کوفہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور ان کے غلام کی شکایت پیش کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس معاملہ میں غور وفکر کر لوں، اس کے بعد مسجد کے ایک گوشے میں چلے گئے اور سوچنے لگے کہ کس کو کوفہ کا والی بنایا جائے اسی سوچ وبچار میں نیند آ گئی، مغیرہ بن شعبہ آئے اور حفاظتی خدمت سرانجام دینے لگے یہاں تک کہ آپ بیدار ہوئے، مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ امیر المومنین یہ ایک امر عظیم ہے جس نے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا ہے یعنی بے حد متفکر کر دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن یہ مسئلہ کس طرح حل ہوگا؟ اہل کوفہ ایک لاکھ ہیں جو نہ خود کسی امیر سے راضی ہوتے اور نہ کوئی امیر ان سے راضی ہوتا ہے۔

پھر آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور ان سے مشورہ لیا کہ آیا ان پر کسی قوی اور سخت گیر آدمی کو امیر مقرر کریں یا کسی کمزور اور نرم دل آدمی کو؟ مغیرہ بن

شعبہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! اگر امیر قوی ہو تو اس کی قوت آپ کے اور مسلمانوں کے لئے نافع ہوگی اس کی سخت مزاجی خود اس کے لئے ہوگی اور اگر امیر ضعیف ہو تو اس کا ضعف آپ کے اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہوگا اور اس کی فرمانبرداری خود اس کی ذات کے لئے ہوگی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کی اس رائے کی تحسین فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ میں تمہیں ہی کوفہ کا والی بناتا ہوں اور انہیں اسی منصب کی طرف واپس لوٹا دیا جس سے انہیں معزول کیا تھا اس لئے کہ ان کے خلاف لوگوں نے گواہی دی تھی جس پر انہیں حد قذف لگائی گئی اور حقیقت حال کا علم صرف اللہ کو ہے اور پھر ابو موسیٰ اشعری کو آپ نے بصرہ کا والی مقرر فرمایا، عمار بن یاسر سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ معزول ہونا برا محسوس ہوا ہے؟ فرمایا کہ اللہ کی قسم! والی بننے سے تو مجھے کوئی خوشی نہ ہوئی تھی البتہ معزولی سے مجھے دکھ ہوا ہے، ایک روایت میں ہے کہ عمار بن یاسر سے یہ سوال کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، پھر آپ نے مغیرہ بن شعبہ کی جگہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا لیکن ۲۳ھ میں موت نے آپ کو آلیا، جس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب بیان ہوگی۔ البتہ آپ سعد کے لئے اس امارت کی وصیت فرما گئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال احنف بن قیس نے بلاد خراسان کے خلاف لشکر کشی کی اور اس شہر کا قصد کیا جس میں یزدگرد بادشاہ پناہ گزیں تھا، ابن جریر کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کا خیال ہے کہ یہ جنگ ۱۸ھ میں ہوئی تھی لیکن میں کہتا ہوں کہ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

یزدگرد بن شہر یار بن کسریٰ کا خواب ...... جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یزدگرد کے ہاتھ سے اس کا ملک، دار الحکومت، ایوان سلطنت اور تمام ذخائر وخزائن چھین لئے تو وہ مدائن سے حلوان منتقل ہو گیا پھر مسلمانوں نے حلوان کا محاصرہ کیا تو وہ رے منتقل ہو گیا، جب حلوان اور رے بھی فتح ہو گئے تو وہ اصفہان منتقل ہو گیا جب اصفہان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو وہ کرمان چلا گیا جب کرمان بھی فتح ہو گیا تو وہ خراسان بھاگ گیا اور وہاں ٹھکانہ بنالیا اور وہ آگ جس کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتا تھا وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتی رہیں، اور جس شہر میں بھی وہ پہنچتا تو اپنی عادت کے مطابق وہاں آتش کدہ تعمیر کراتا اور اس میں آگ روشن کرتا اور رات میں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ان شہروں کا چکر لگایا کرتا تھا، اونٹ پر اس کے آرام کے لئے ایک ہودج بنا ہوا تھا جس میں وہ سویا کرتا تھا، ایک رات اسی طرح وہ سفر میں تھا کہ اچانک پانی کا ایک مقام سامنے آ گیا، محافظین نے سوچا کہ پانی میں داخل ہونے سے پہلے بادشاہ کو بیدار کر دیں تاکہ اچانک جب آنکھ کھلے تو اپنے آپ کو پانی میں دیکھ کر پریشانی نہ ہو، جب انہوں نے اسے بیدار کیا تو وہ ان پر سخت ناراض ہوا اور برا بھلا کہنے لگا، اور کہا کہ تم نے مجھے ان شہروں اور دیگر شہروں میں ان لوگوں کی بقاء کی مدت معلوم کرنے سے محروم کر دیا ہے میں نے خواب دیکھا کہ میں اور محمد ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا کہ تمہاری حکومت سو سال تک رہے گی، محمد ﷺ نے کہا کہ اس میں اضافہ کیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا ایک سو دس سال، انہوں نے کہا کہ مزید اضافہ کیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سو بیس سال، انہوں نے کہا کہ اور اضافہ کیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لئے ...... اتنے میں تم نے مجھے جگا دیا اگر نہ جگاتے تو میں اس امت کی مدت معلوم کر لیتا۔

خراسان اور احنف بن قیس ...... یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ احنف بن قیس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ بلاد عجم کی فتوحات میں مسلمان وسعت اختیار کریں، اور یزدگرد بادشاہ کو سختی وتنگی میں ڈال دیں اس لئے کہ وہ اہل فارس کو اور اپنی افواج کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا اور بھڑکاتا رہتا ہے، حضرت عمر بن خطاب نے ان کی رائے کے مطابق اس کی اجازت دے دی، اور بلاد خراسان میں جہاد کے لئے انہیں ہی امیر مقرر کر دیا، احنف بن قیس بہت بڑا لشکر لے کر خراسان کی طرف عازم سفر ہوئے اور یزدگرد کے ارادہ سے اس علاقے میں داخل ہو گئے سب سے پہلے ہرات فتح کیا اور صحار بن فلاں عبدی کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا پھر مرو الشاہجہاں کی طرف روانہ ہوئے یزدگرد بھی اسی شہر میں تھا اور مطرف بن عبد اللہ کو اپنے آگے نیشاپور کی طرف اور حارث بن حسان کو سرخس کی طرف بھیج دیا جب احنف سرو الشاہجہان کے قریب پہنچے تو یزدگرد نے مرو الروذ کی طرف کوچ کیا، جب احنف نے مرو الشاہجہاں کو فتح کیا اور وہاں قیام کیا، یزدگرد نے مرو الروذ میں قیام کے دوران ترکوں کے بادشاہ خاقان اور صغد وچین کے بادشاہوں کے نام امداد کے خطوط لکھے اور ان سے مدد کی درخواست کی۔

احنف بن قیس نے مرو الشاہجہاں پر حارثہ بن نعمان کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود مرو الروذ کا قصد کیا، اہل کوفہ کا بھی ایک امدادی لشکر چار امراء کے

ساتھ احنف کے پاس پہنچ گیا، جب یزدگرد بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بلخ کی طرف بھاگ نکلا، آپ نے بلخ پہنچ کر اس سے مڈ بھیڑ کی، اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دی وہ خود بھی بھاگ کھڑا ہوا اور اس کی باقی ماندہ فوج بھی راہ فرار اختیار کر گئیں، آپ نے دریا کو عبور کیا اور ملک خراسان مکمل طور پر ان کے قبضے میں آ گیا، آپ نے ہر شہر پر امیر مقرر کیا اس کے بعد لوٹے اور مرو الروز میں آ کر فروکش ہو گئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تمام بلاد خراسان کی فتح کی خوشخبری لکھ دی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش! ہمارے اور خراسان کے درمیان آگ کا دریا حائل ہوتا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کس لئے اے امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا کہ اہل خراسان عنقریب تین مرتبہ اپنے عہد کو توڑ دیں گے اور تیسری مرتبہ ہلاک ہو جائیں گے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنین اگر یہ معاملہ اہل خراسان کو پیش آنا ہے تو مجھے یہ پسند ہے کہ یہ مسلمانوں کو پیش آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماوراء النہر کے علاقے کی طرف بڑھنے سے احنف بن قیس کو روک دیا، اور لکھا کہ خراسان کے جو شہر آپ کے قبضہ میں ہیں ان کی حفاظت کیجئے جب یزدگرد کے قاصد ان دو بادشاہوں کے پاس پہنچے جن سے مدد کی اس نے درخواست کی تھی تو انھوں نے اس معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن جب یزدگرد دریا عبور کر کے ان کے ملک میں داخل ہو گیا تو بادشاہی دستور کے مطابق اب ان پر اس کی مدد کرنا لازم ہو گیا، پس یزدگرد کے ساتھ ترکوں کا بادشاہ خاقان اعظم اور تاتاریوں کا بادشاہ خاقان بہت بڑی فوج کے ساتھ چلے اور بلخ پہنچ کر مسلمانوں سے اسے چھین لیا، احنف بن قیس کے نائبین ان کے پاس مرو الروز چلے آئے پھر مشرکین بلخ سے نکلے اور مرو الروز میں احنف بن قیس کے سامنے فروکش ہو گئے، احنف اس کے مقابلہ کے لئے نکلے ان کے پاس کوفہ و بصرہ کے مجاہدین کی کل تعداد بیس ہزار تھی، اتنے میں انہوں نے ایک آدمی کو کہتے سنا وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ اگر امیر عقل مند و صائب الرائے ہوگا تو وہ اس پہاڑ کے دوسری طرف کھڑا ہوگا اور اس پہاڑ کو اپنی پشت کی طرف رکھے گا اور یہ دریا اس کے لئے خندق کا کام دے گا اس صورت میں دشمن صرف ایک ہی طرف سے آ سکے گا۔

جب صبح ہوئی تو احنف نے مسلمانوں کو صف بندی کا حکم دیا اور انہیں اسی ترتیب کے مطابق میدان جنگ میں کھڑا کیا، یہ فتح اور ہدایت کی نشانی تھی، ترک اور فارسی ہیبت ناک فوج کے ساتھ آگے بڑھے، احنف بن قیس نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور کہا کہ بے شک تم تعداد میں کم ہو اور تمہارا دشمن زیادہ، پس وہ ہرگز تمہیں مرعوب نہ کرے، اور یہ آیت قرآنی تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے:

''کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

(سورۃ آیۃ ۲۴۹)

ترک صرف دن میں قتال کرتے تھے لیکن رات میں نہ جانے کہاں چلے جاتے تھے، احنف کو اس بارے میں معلوم نہ تھا، ایک رات احنف اپنے ایک دستہ کے ساتھ خاقان کے لشکر کی طرف چلے جب صبح کا وقت قریب ہوا تو ایک ترک سوار جاسوس کے طور پر باہر نکلا اس کے گلے میں ایک ہار تھا اس نے طبل بجایا، احنف اس کی طرف بڑھے دونوں نے ایک دوسرے پر دو دو وار کئے پھر احنف نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا اور آپ اس وقت یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:

(۱)...... بے شک ہر سردار پر لازم ہے، کہ وہ اپنے نیزے کو خون سے رنگین کر دے یا وہ نیزہ ٹوٹ جائے۔

(۲)...... بے شک وہاں ایک بوڑھا گرا پڑا ہے، جس کے قریب ہی بچ جانے والے ابوحفص کی تلوار ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس ترکی کا ہار چھین لیا اتنے میں ایک دوسرا ترک سوار نکلا اس کے گلے میں بھی ہار پڑا ہوا تھا وہ طبل بجانے لگا احنف نے آگے بڑھ کر اسے بھی قتل کر دیا اور اس کا ہار چھین لیا اور اپنی جگہ کھڑے ہو گئے اس کے بعد تیسرا سوار نکلا اسے بھی احنف نے قتل کر کے ہار چھین لیا اور تیزی سے اپنے لشکر میں آ پہنچے، ترکوں کو بالکل بھی اس حادثہ کا علم نہ ہوا ان کی عادت تھی کہ وہ اپنے جوانوں کو اس وقت تک باہر نہیں نکالتے تھے جب تک کہ ان سے پہلے تین ادھیڑ عمر آدمی باہر نہ نکلیں اور باری باری طبل نہ بجائیں، تیسرے آدمی کے طبل کی آواز پر وہ باہر نکلا کرتے تھے اسی دستور کے مطابق جب وہ تیسری آواز پر باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کے شہسوار مقتول پڑے ہیں، ان کے خاقان نے اسے منحوس جانا اور اس سے بدشگونی لی اور اپنے لشکر سے کہا کہ ہمارا قیام طویل ہو گیا اور جیسی ان لوگوں کو یہاں تکلیف پہنچی ہے ایسی تکلیف ہمیں کبھی نہیں پہنچی۔

اس قوم سے لڑنے میں ہمارے لئے کچھ خیر نہیں لہٰذا واپس چلو، پس وہ اپنے شہروں کی طرف واپس لوٹ آئے مسلمانوں نے اس دن ان کا

انتظار کیا کہ یہ لوگ اپنی پناگاہوں سے نکلیں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس دن دکھائی نہ دیا، پھر انہیں خبر ملی کہ وہ لوگ انہیں چھوڑ کر اپنے شہروں کی طرف واپس جا چکے ہیں، یزدگرد احنف بن قیس سے جنگ کرتا رہا، اور مرو الشاہجہاں جا کر اس کا محاصرہ کر لیا وہاں حارثہ بن نعمان مقرر تھے، یزدگرد نے وہاں سے اپنا مدفون خزانہ نکال لیا اور لوٹ کر بلخ پہنچ گیا، خاقان اس کا وہاں انتظار کر رہا تھا۔

مسلمانوں نے احنف بن قیس سے پوچھا کہ ان کے تعاقب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرو اور انہیں چھوڑ دو، حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم ترکوں کو چھوڑے رکھو جب تک کہ وہ تمہیں چھوڑیں رکھیں، اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ واپس لوٹا دیا وہ کسی بھلائی کو نہ پا سکے ، اور اللہ مومنین کو قتال کے لئے کافی ہے اور وہ قوی و زبردست ہے۔'' (سورہ احزاب آیت ۲۵)

اور کسریٰ ناکام و نامراد واپس ہوا نہ اس کی پیاس بجھی اور نہ اسے کوئی خیر حاصل ہوئی اور نہ اسے اپنے گمان کے مطابق فتح حاصل ہوئی، بلکہ جن سے وہ مدد کی امید رکھتا تھا وہ سب بھی اس سے الگ ہو گئے اور جس چیز کا وہ محتاج وضرورت مند تھا اس سے ان مددگاروں نے بیزاری و برأت کا اظہار کیا، وہ متذبذب کیفیت میں کھڑا رہ گیا، نہ ادھر کا رہا اور نہ ادھر کا، قرآن کریم میں ہے کہ:

''جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تو تم ہرگز اس کے لئے کوئی راہ نہ پاؤ گے''۔ (سورۃ النساء)

اور وہ اپنے معاملے میں ششدر و حیرانی میں رہ گیا کہ کیا کرے اور کیا کہا جائے؟ پھر اس نے عزم کر لیا کہ وہ چین جائے گا یا پھر خاقان کے ساتھ اس کے ملک میں رہیگا اس پر اس کی قوم کے بعض دانش مندوں نے مشورہ دیا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم ان (مسلمانوں) سے صلح کر لیں، بلاشبہ ان کا عہد اور دین ہے، جس کی طرف یہ رجوع کرتے ہیں پھر ہم انہی شہروں میں رہیں گے، اور یہ لوگ ہمارے پڑوسی ہوں گے، یہ لوگ بنسبت دوسروں کے ہمارے لئے بہتر ہوں گے لیکن کسریٰ نے اس رائے کو ٹھکرا دیا، پھر چین کے بادشاہ کی طرف مدد اور فریادرسی کے لئے ایلچی بھیجا۔

چین کے بادشاہ نے قاصد سے ان لوگوں کے حالات دریافت کئے جنہوں نے ان کے شہروں کو فتح کیا تھا اور لوگوں کی گردنوں پر غالب آ گئے تھے، قاصد ان کے حالات سے آگاہ کرنے لگا کہ وہ گھوڑوں اور اونٹوں پر کس طرح سوار ہوتے ہیں، کیا کیا اعمال کرتے ہیں اور کیسے نماز پڑھتے ہیں یہ سب حالات سن کر بادشاہ نے یزدگرد کی طرف لکھا کہ مجھے اس بات سے کوئی امر مانع نہیں کہ میں تمہاری طرف اتنا بڑا لشکر بھیجوں جس کا اول حصہ مرو میں اور آخری حصہ چین کے جنگلات میں چل رہا ہو، اور ایسا کرنا مجھ پر حق بنتا ہے لیکن یہ قوم جس کے قاصد نے مجھے حالات بتائے ہیں ایسی ہے کہ یہ لوگ اگر پہاڑوں کا قصد کریں گے تو انہیں گرا دیں گے اور میں تمہاری مدد کو آؤں تو مجھے بھی فناء کر دیں گے، یہ صورتحال اس وقت تک رہیگی جب تک کہ یہ لوگ قاصد کی بیان کردہ صفات پر قائم ہیں لہٰذا تم ان سے صلح کر لو اور مصالحت پر راضی ہو جاؤ، اس کے بعد کسریٰ اور اسکے خاندان نے بعض شہروں میں مغلوب ہو کر قیام اختیار کر لیا اور مسلسل یہ اپنی حالت پر رہا، یہاں تک کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی امارت کے دو سال بعد قتل ہو گیا، جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔

جب احنف بن قیس نے فتح کی خوشخبری اور جو کچھ اموال اور ساز وسامان ترکوں سے غنیمت کے طور پر حاصل ہوا تھا اور اس بات کی اطلاع کہ بہت سے ترک اس جنگ میں قتل ہوئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان کے غصے کے ساتھ واپس کر دیا اور وہ کسی خیر کو نہ پا سکے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں بھیجی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور یہ خط لوگوں کے سامنے پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور ان کے متبعین سے نقد وادھار اجر وثواب یعنی دنیا وآخرت کی بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

ترجمہ...... ''وہی ذات ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگر چہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو''۔ (سورہ توبہ آیت ۳۳)

پس تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائی، خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجوس کے بادشاہ کو ہلاک کر دیا اور اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا اور وہ اپنے ملک کی ایک بالشت زمین پر بھی قابض نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو نقصان پہنچا سکے خبردار! اللہ تعالیٰ

نے تمہیں ان کی زمینوں، ان کے شہروں، ان کے اموال اور ان کے بیٹوں کا مالک بنایا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیا اعمال کرتے ہو، پس تم اس کے احکامات کی ادائیگی کے لئے خوفزدہ ہو کر کھڑے ہو جاؤ، وہ بھی تم سے اپنا عہد پورا کرے گا، اور اپنے وعدہ کے مطابق عطا فرمائیگا، اور تم بدل نہ جانا، وگرنہ وہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا، اور مجھے اس امت پر کوئی خوف نہیں بجز اس کے کہ یہ پچھلی امتوں کے سے کام کرنے لگے۔

ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سال یعنی ۲۲ھ میں مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں آذربائیجان فتح ہوا، یہ ابن اسحاق کا قول ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آٹھ لاکھ درہم پر مصالحت ہوئی تھی اور ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ آذربائیجان کو حبیب بن سلمہ فہری نے اہل شام کی مدد سے بزور قوت فتح کیا تھا اہل کوفہ بھی ان کے ساتھ تھے جن میں حذیفہ بن یمان بھی تھے ایک زبردست جنگ کے بعد یہ فتح ہوا۔

اسی سال حذیفہ بن یمان نے دینور کو بزور قوت فتح کیا اس سے پہلے سعد بن ابی وقاص نے اسے فتح کیا تھا لیکن پھر اہل دینور نے نقض عہد کیا، اسی سال حذیفہ بن یمان نے ماہ سندان کو بھی بزور قوت فتح کیا انہوں نے بھی سعد کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑا تھا حذیفہ کے ساتھ اہل بصرہ تھے اہل کوفہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور مال غنیمت کی تقسیم میں دونوں نے جھگڑا کیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ مال غنیمت صرف ان کے لئے ہے جو معرکہ میں شریک تھے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ پھر حذیفہ بن یمان نے ہمدان پر لشکر کشی اور اسے بزور قوت فتح کر لیا اس سے پہلے یہ فتح نہ ہوا تھا اور اس پر حذیفہ بن یمان کی فتوحات مکمل ہو گئیں، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے مغیرہ بن شعبہ کے حکم سے جریر بن عبداللہ نے فتح کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے ہی ۲۴ھ میں اسے فتح کیا تھا اور اس سال یعنی ۲۲ھ میں جرجان فتح ہوا، خلیفہ کہتے ہیں کہ اس سال عمرو بن العاص نے مغرب میں طرابلس فتح کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس سے اگلے سال فتح ہوا، میں کہتا ہوں کہ ان تمام غریب اقوال کی نسبت سلف کی طرف کرنا مناسب نہیں۔

ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ اس سال واقدی، ابن نمیر، ذہلی اور ترمذی کے قول کے مطابق ابی بن کعب کی وفات ہوئی ۱۹ھ کے واقعات میں اس کا ذکر گزر چکا ہے، اور اسی سال معضد بن یزید شیبانی جو کہ صحابی نہیں ہیں آذربائیجان کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

آغاز سال ۲۳ھ

واقدی اور ابومعشر کہتے ہیں کہ اس سال اصطخر اور ہمدان فتح ہوئے اور سیف بن عمر کہتے ہیں کہ ان کی فتح توج الآخرہ کی فتح کے بعد ہوئی، پھر سیف نے ذکر کیا کہ توج الآخرہ کو مجاشع بن مسعود نے کثیر تعداد میں فارسیوں کو قتل کرنے اور زبردست جنگ کے بعد فتح کیا تھا، اور وہاں سے بہت سی غنائم حاصل کیں، وہاں کے باشندوں پر جزیہ مقرر کیا ان کو عہد و پیمان میں جکڑا، پھر فتح کی خوشخبری اور غنائم کا خمس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا پھر ذکر کیا کہ عثمان بن ابی العاص نے جور شہر کو شدید قتال کے بعد فتح کیا اس کے بعد مسلمانوں نے اصطخر فتح کیا اور یہ اصطخر کی دوسری مرتبہ فتح تھی، اہل اصطخر نے نقض عہد کیا تھا اس سے پہلے علاء بن حضرمی نے ارض بحرین سے سمندری سفر کر کے اسے فتح کیا تھا اور طاؤس مقام پر ان کی اور فارسیوں کی شدید جنگ ہوئی تھی جس کا ماقبل میں تفصیلاً ذکر ہو چکا، اور ہربد نے عثمان بن ابی العاص سے جزیہ پر صلح کر لی اور یہ کہ ان کے لئے ذمہ داری اور عہد ہوگا، پھر آپ نے فتح کی خوشخبری اور خمس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ قاصدوں اور ایلچیوں کو انعامات ملا کرتے تھے اور ان کی حوائج و ضروریات پوری کی جاتی تھیں جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ یہی برتاؤ فرماتے تھے پھر شہرک نے بدعہدی کی ذمہ کو توڑا اور فارسیوں کو بھی ابھارا، انہوں نے بھی نقض عہد کیا سو اس لئے پھر حضرت عثمان بن ابی العاص نے اپنے بیٹے اور بھائی حکم بن ابی العاص کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا انہوں نے فارسیوں کے ساتھ قتال کیا، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی اور حکم نے شہرک کو اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا، ابومعشر کہتے ہیں کہ فارس کی پہلی جنگ اور اصطخر کی آخری جنگ عثمان بن عفان رضی اللہ

عنہ کے زمانہ خلافت میں ۲۸ھ میں ہوئی اور فارس کی آخری جنگ اور جور کا معرکہ ۲۹ھ میں ہوا۔

فساء اور دارا بجرد کی فتح اور ساریہ بن زنیم کا قصہ......سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ ساریہ بن زنیم نے فساء اور دارا بجرد کا قصد کیا ان کے مقابلہ کے لئے فارسیوں اور کردوں کا بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا، اور مسلمانوں کو امیر عظیم اور اتنی بڑی فوج کا اچانک سامنا کرنا پڑ گیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس رات خواب میں میدان جنگ اور دن کے وقت ان کی کثرت تعداد کو دیکھا اور دیکھا کہ مسلمان ایک صحرائی علاقے میں ہیں اور وہاں قریب ایک پہاڑ ہے اگر مسلمان اس کو اپنی پشت کی طرف رکھیں تو دشمن صرف ایک جہت سے آسکے گا، خواب والی شب کی صبح کو آپ کی طرف سے الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا یہاں تک کہ جب وہ گھڑی آ گئی کہ جس میں آپ نے فوجوں کو دیکھا تھا تو آپ نکلے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے، خطبہ دیا اور اپنے خواب کے بارے میں لوگوں کو بتلایا اور اسی دوران آپ نے بلند آواز سے کہا یا ساریہ الجبل الجبل، (اے ساریہ پہاڑ کی طرف چلو، پہاڑ کی طرف) پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں شاید ان میں سے کوئی یہ بات ان تک پہنچا دے۔

راوی کہتے ہیں کہ ان غیبی لشکروں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے دشمن کے خلاف ان کی مدد فرمائی اور وہ شہر فتح ہو گیا۔

سیف بن عمر نے دوسری روایت میں اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ اسی دوران کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اچانک آپ نے فرمایا کہ یا ساریہ بن زنیم الجبل الجبل، پس مسلمانوں نے وہاں موجود پہاڑ کی پناہ لے لی، پھر دشمن ان پر صرف ایک ہی طرف سے قادر ہو سکا، اور اللہ تعالیٰ نے بالآخر مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور شہر فتح ہو گیا اور بہت مال غنیمت وہاں سے حاصل ہوا ان میں جواہرات کی ایک ٹوکری بھی تھی جسے ساریہ بن زنیم نے مسلمانوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے بالا جازت لے لیا تھا جب قاصد خمس لے کر پہنچا اور یہ ٹوکری بھی اس میں موجود تھی، قاصد نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں عصا لئے کھڑے ہیں اور لوگوں کو کھانا کھلا رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاصد سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور اسے پہچانا نہیں وہ آدمی بیٹھ گیا اور لوگوں کے ساتھ کھانا کھایا، جب لوگ فارغ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی طرف چلے وہ آدمی بھی ان کے پیچھے چلا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اسے اجازت دی گئی وہ اندر داخل ہوا، تو دیکھا کہ ان کے لئے روٹی، زیتون کا تیل اور نمک کھانے کے طور پر رکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ اور کھاؤ، اور اپنی زوجہ سے فرمایا کہ کیا تم کھانا نہ کھاؤ گی، انہوں نے کہا کہ میں آپ کے پاس کسی آدمی کی آہٹ سن رہی ہوں، آپ نے فرمایا کہ ہاں میرے پاس ایک آدمی ہے انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں مردوں کے سامنے آؤں تو آپ میرے لئے اس کے علاوہ کوئی اور لباس خرید لیجئے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ اور زوجہ عمر رضی اللہ عنہ کہا جائے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بات مجھے کم کفایت کرنے والی ہے پھر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ اور کھاؤ، اگر یہ خوش ہوتیں تو یہ زیادہ خوشگوار ہوتا اس سے جو تم دیکھ رہے ہو، جب دونوں کھانے سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین میں ساریہ بن زنیم کا قاصد ہوں، آپ نے فرمایا کہ مرحبا، اہلاً وسہلاً، پھر اسے آپ نے اور قریب کر لیا یہاں تک کہ ان کے گھٹنے آپس میں ایک دوسرے کو چھونے لگے پھر آپ نے مسلمانوں کے حالات دریافت کئے اور ساریہ بن زنیم کے بارے میں پوچھا، قاصد نے سب کچھ بتلایا، پھر جواہرات سے بھری ٹوکری کا ذکر کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لینے سے انکار کر دیا اور واپس اسی لشکر کی طرف لوٹا دیا، اہل مدینہ نے اس قاصد سے فتح کے بارے میں پوچھا اور یہ بھی سوال کیا کہ کیا انہوں نے معرکہ کے روز کوئی آواز سنی تھی؟ اس نے کہا کہ ہاں، ہم نے ایک کہنے والے کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا یا ساریہ الجبل قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے اس آواز پر ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی۔

سیف بن عمر نے مجالد عن الشعبی کے طریق سے اسی کی مثل نقل کیا ہے اور عبداللہ بن ذہب یحییٰ بن ایوب سے اور وہ ابن عجلان سے اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا اور ساریہ نام کے ایک آدمی کو ان کا امیر مقرر کیا پھر ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی اثناء میں آپ نے تین مرتبہ فرمایا یا ساریہ الجبل، اس کے بعد اس لشکر کا قاصد پہنچا، آپ نے اس سے حالات

پوچھے وہ کہنے لگا کہ اے امیر المومنین ہمیں شکست ہوگئی تھی اور ابھی اسی صورتحال سے دوچار تھے کہ اچانک ہم نے ایک آواز سنی یا ساریہ الجبل اور تین مرتبہ سنی، پس ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کے ساتھ ٹکادیں، پھر اللہ نے دشمن کو شکست دے دی، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ ہی وہ آواز لگا رہے تھے، یہ روایت جید الاسناد ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے نافع بن ابی نعیم نے، ان سے نافع مولیٰ ابن عمر نے اور ان سے ابن عمر نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطاب منبر پر فرمایا" یا ساریہ بن زنیم الجبل" لوگ سمجھ نہ سکے کہ کیا ارشاد فرما رہے ہیں یہاں تک کہ ساریہ بن زنیم مدینہ آئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین ہم دشمن کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور دن میں بالکل ہوشیار و چاق و چوبند رہتے تھے ان میں سے کوئی آدمی بھی ہماری طرف نہ آتا تھا ہم نشیبی زمین میں پڑاؤ کئے ہوئے اور دشمن بلند قلعہ میں محفوظ تھا، اسی دوران میں نے ایک ایسی آواز سنی یا ساریہ بن زنیم الجبل، پس میں اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گیا اس کے بعد ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمادی۔

اس کو حافظ ابوالقاسم اللالکائی نے مالک عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے بھی اسی کی مثل نقل کیا ہے لیکن اس طریق کی صحت میں نظر ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے اسامہ بن زید نے، ان سے اسلم نے اپنے والد کے حوالہ سے اور ابوسلیمان یعقوب بن زید کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن نماز کے لئے نکلے اور منبر پر تشریف فرما ہو گئے پھر بلند آواز سے فرمایا یا ساریہ بن زنیم الجبل یا ساریہ بن زنیم الجبل، اس شخص نے ظلم کیا جس نے بھیڑئے کو بھیڑوں کا راعی بنادیا، پھر خطبہ دیا یہاں تک کہ فارغ ہوگئے اس کے بعد ساریہ کا خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمعہ کی فلاں فلاں ساعت میں فتح عطا فرمائی اور اس ساعت کا ذکر کیا جس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور منبر پر بیٹھ کر کلام فرمایا تھا، ساریہ نے لکھا کہ میں نے یہ آواز خود سنی، یا ساریہ بن زنیم الجبل، یا ساریہ بن زنیم الجبل اور اس شخص نے ظلم کیا جس نے بھیڑئے کو بھیڑوں کا راعی بنادیا، پس یہ آواز سن کر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گیا، اس سے پہلے ہم وادی کے دامن میں کھڑے تھے اور دشمن کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہ کیسا کلام تھا؟ فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے وہی کہا جو میری زبان پر جاری ہوا، یہ تمام طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔

پھر ابن جریر نے سیف بن عمر سے ان کے مشائخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ کرمان سہیل بن عدی کے ہاتھوں فتح ہوا اور انکی عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان نے امداد کی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن بدیل بن الورقاء الخزاعی کے ہاتھوں فتح ہوا تھا اور ذکر کیا کہ سجستان عاصم بن عمرو کے ہاتھوں شدید قتال کے بعد فتح ہوا اس کی سرحدیں بڑی وسیع اور شہر سندھ سے لے کر بلخ تک دور دور پھیلے ہوئے تھے اور انہی سرحدوں اور دروں سے مسلمان اہل قندھار اور ترکوں سے جنگ کرتے تھے اور ذکر کیا کہ مکران حکم بن عمرو کے ہاتھوں فتح ہوا اور شہاب بن مخارق بن شہاب، سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ نے ان کی امداد کی تھی، ان سب نے سندھ کے بادشاہ کے ساتھ جنگ کی اللہ تعالیٰ نے سندھ کی افواج کو شکست سے دوچار فرمایا، حکم بن عمرو نے فتح کی خوشخبری اور خمس صحار عبدی کے ہاتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارض مکران کے بارے میں صحار عبدی سے دریافت کیا اس نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ ایسی جگہ ہے کہ جس کے پہاڑ نرم ہیں پانی قلیل ہے اس کا پھل ردی ہے اس کا دشمن دلیر ہے وہاں کی خیر قلیل ہے اور شر طویل ہے اور وہاں کثیر بھی قلیل ہے اور قلیل تو بالکل ہی ضائع ہونے والا ہے اور جو اس سرزمین سے آگے ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو شاعر ہے یا مخبر؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ مخبر ہوں، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم بن عمرو کو لکھا کہ اس کے بعد وہ اہل مکران سے جنگ نہ کریں اور دریا سے اس طرف ہی رہیں، حکم بن عمرو نے اس موقع پر یہ اشعار کہے تھے:

(۱)......بیوہ عورتیں بغیر کسی فخر کے اس غنیمت سے سیر ہوگئیں جو مکران سے ان کے پاس آئی ہے۔

(۲)......اور یہ قحط اور سخت مشقت کے بعد ان کے پاس پہنچی ہے جب کہ موسم سرما ان کا دھوئیں سے خالی گزرا تھا۔

(۳)......بے شک فوج میرے کارناموں کی مذمت نہیں کرتی لیکن میری تلوار اور زبان کی مذمت کی جاتی ہے۔

(۴) ..... اس صبح میں اوباش لوگوں کو سندھ کے وسیع اور میدانی علاقوں کی طرف دھکیل دیا تھا۔
(۵) ..... اور مہران ہمارے ارادوں کے سامنے لگام ڈھیلی کئے بغیر مطیع وفرمانبردار تھا۔
(۶) ..... اگر میرا امیر مجھے نہ روکتا تو میں بت پرستوں کے تنگ علاقوں تک اس کو طے کر جاتا۔

کردوں کے ساتھ جنگ ..... ابن جریر نے اپنی سند سے سیف بن عمر سے ان کے مشائخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ کردوں کی ایک جماعت کے ساتھ فارسیوں کی ایک جماعت آملی اور جنگ کی ٹھان لی۔

ابوموسیٰ اشعری نے ارض بیروز کے ایک مقام پر نہر تیری کے قریب ان کا سامنا کیا لیکن ابوموسیٰ نے اس جنگ پر ربیع بن زیاد کو ان کے بھائی مہاجر بن زیاد کے مقتول ہونے کے بعد اپنا نائب مقرر کیا اور خود اصفہان چلے گئے ربیع بن زیاد نے جنگ کو قبول کیا اور انتہائی غیض وغضب کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت جاریہ اور سنت مستقلہ جو اس کے مومن بندوں کے حق میں جاری ہوتی ہے کے مطابق دشمن کو شکست دی اور سید المرسلین ﷺ کی برکت سے ان کے متبعین کو فتح وکامیابی عطا فرمائی، پھر مال غنیمت کا خمس لگایا گیا اور فتح کی خوشخبری اور خمس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا گیا، ضبہ بن محصن عنزی یہ وفد لے کر چلے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ابوموسیٰ کی شکایت بھی پیش کی اور کچھ ایسے امور ذکر کئے جن کی وجہ سے ان پر کچھ عیب لازم نہیں آتا۔

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ کو طلب کیا اور ان سے اس بارے میں پوچھ گچھ کی، انہوں نے معقول وجوہات کے ساتھ عذر پیش کیا، آپ نے انہیں سنا اور قبول فرمایا اور انہیں ان کی ذمہ داری کی طرف لوٹا دیا، ضبہ بن محصن عنزی نے بھی اپنی تاویلات کا عذر کیا، ابوموسیٰ اشعری بصرہ کی نماز پڑھانے پر مقرر رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔

سلمہ بن قیس اشجعی کا کردوں کے ساتھ معرکہ (۱) ..... سلمہ بن اشجعی کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیجا اور انہیں بہت سی نصیحتیں فرمائیں جو صحیح مسلم میں حدیث بریدہ کے ذیل میں آئی ہیں یعنی اللہ کے نام سے جنگ کرو اور جو اس کا انکار کرے اس سے جنگ کرو الخ، پس یہ دستہ چلا اور مشرکین کی ایک جماعت سے آمنا سامنا ہوا انہوں نے تین باتوں میں کسی ایک کو قبول کرنے کی دعوت دی لیکن مشرکین نے انکار کیا چنانچہ قتال ہوا اور مسلمانوں نے ان کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے ان کی اولادوں کو غلام بنالیا اور ان کے اموال واسباب کو غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا، پھر سلمہ بن قیس اشجعی نے ایک قاصد کو فتح کی بشارت اور غنیمت کے خمس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، اس مقام پر مؤرخین نے اسی قاصد کے حالات اور واقعات ذکر کئے ہیں جو ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں پہلے گزر چکے ہیں کہ قاصد کا اس وقت آنا جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے اور اس کا آپ کے ساتھ آپ کے گھر جانا اور ام کلثوم کا ایسا لباس طلب کرنا جیسا کہ طلحہ وغیرہ کی ازواج پہنتی ہیں، پھر آپ کا فرمانا کہ کیا تمہیں یہ بات کافی نہیں کہ تمہیں بنت علی اور امیر المومنین کی بیوی کہا جائے اور یہ بھی ذکر کیا کہ انکا کھانا سخت اور مشروب بے چھلکا جو کا تھا پھر آپ نے اس قاصد سے مہاجرین کے حالات پوچھنے شروع کر دیئے کہ ان کا کھانا اور بال کیسے تھے؟ اور کہا کہ وہ گوشت کھاتے تھے جو ان کی جدی پشتی خوراک ہے حالانکہ عربوں کی بقاء اس خوراک کے بغیر ممکن نہیں تھی، پھر مؤرخین نے اس جواہرات کی ٹوکری کا ذکر کیا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی لیکن آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور اس پر قسم کھالی اور حکم دیا کہ اس کو واپس کیا جائے اور غانمیں میں تقسیم کیا جائے، ابن جریر نے یہاں بہت طویل کلام کیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو حج کروایا اور یہ آپ کا آخری حج تھا اور اسی سال آپ کی وفات ہوگئی پھر ابن جریر نے آپ کی شہادت کی تفصیلات بیان کی اور میں نے بھی سیرت عمر میں اس کو مکمل اور جامع طریقہ سے بیان کیا ہے وہیں سے اس مقام پر کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) الاستیعاب ۳۳۷۲، الاصابۃ : ۷/ ۷۰، اسد الغابۃ : ۷/ ۱۴۹، تجرید اسماء الصحابۃ : ۱/ ۳۳۴

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات وفضائل...... آپ کا نام ونسب عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان قرشی، اور کنیت ابوحفص عدوی اور لقب فاروق تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ کو یہ لقب اہل کتاب نے دیا تھا، آپ کی والدہ نام حنتمہ بنت ہشام ہے جو ابوجہل بن ہشام کی بہن ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ستائیس سال کی عمر میں اسلام لائے اور غزوہ بدر اور احد اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور چند سرایا میں بھی گئے اور بعض میں امیر بھی رہے، آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا اور سب سے پہلے تاریخ اسلامی کا آغاز کیا اور لوگوں کو تراویح پر جمع کیا، سب سے پہلے آپ ہی نے رات کو مدینہ میں پاسبانی کی سنت جاری کی، اور تادیب کے لئے درّہ استعمال کیا، شراب نوشی پر اسّی کوڑے بطور حد کے لگائے بہت سی فتوحات کیں، کتنے ہی شہر بسائے، فوجوں کو منظم کیا، خراج کو ساقط کیا، دفتری نظام وضع کیا، وظائف جاری کئے قضاۃ مقرر کئے اور صوبوں کو اضلاع میں تقسیم کیا جیسے سواد، اہواز، جبال اور فارس وغیرہ، اور شام کو مکمل طور پر فتح کیا اس کے علاوہ جزیرہ، موصل، میافارقین، آمد، آرمینیہ، مصر اور اسکندریہ بھی آپ ہی کی دور خلافت میں فتح ہوئے۔

جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی افواج بلاد رے پر چڑھائی کر رہی تھی، ملک شام میں سے یرموک، بصریٰ، دمشق، اردن، بیسان، طبریہ، جابیہ، فلسطین، رملہ، عسقلان، غزہ، سواحل اور القدس فتح کئے، مصر، اسکندریہ، طرابلس اور برقہ بھی آپ ہی کے زمانے میں فتح ہوئے، شام کے شہر بعلبلک حمص، قنسرین، حلب، انطاکیہ اور ان کے علاوہ جزیرہ، حران، الرھاء، الرقہ نصیبین، رأس عین، شمشاط، عین وردہ، دیار بکر، دیار ربیعہ، بلاد موصل اور تمام آرمینیہ بھی آپ ہی کے دور میں فتح ہوئے۔

عراق میں سے قادسیہ، حیرہ، نہرشیر، ساباط، مدائن کسریٰ، فرات، دجلہ، الایلہ، بصرہ، اہواز، فارس، نہاوند، ہمدان، رے، قومس، اصطخر، خراسان، اصفہان، سوس، مرو، نیشاپور، جرجان، آذربائیجان اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے علاقے سب عہد فاروقی میں اسلامی حکومت کے زیر نگیں آئے، آپ کی افواج نے متعدد مرتبہ دریا عبور کیا۔

آپ اللہ کے حضور نہایت متواضع، عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے، موٹا جھوٹا کھانے والے، اللہ کے بارے میں نہایت سخت تھے اور نہایت باعظمت وباہیبت ہونے کے باوجود کپڑے کو چمڑے کا پیوند لگا لیتے، مشکیزہ اپنے کندھے پر اٹھا لیتے، برہنہ پشت دراز گوش پر سوار ہو جاتے، چھال کی لگام والے اونٹ پر سوار ہو جاتے، کم ہنستے، کسی سے مذاق نہیں کرتے تھے، آپ کی انگھوٹی پر یہ عبارت نقش تھی، کفٰی بالموت واعظاً یا عمر (اے عمر موت بطور واعظ کے کافی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں اللہ کے دین کے بارے میں سب سے سخت عمر ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کہ میرے دو وزیر اہل سماء میں سے ہیں اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہیں، اہل سماء میں سے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں، اور اہل زمین میں سے دو وزیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، یہ دونوں میرے کان اور آنکھ کی مانند ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان عمر سے ڈرتا ہے اور فرمایا کہ میری امت میں سب سے نرم دل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اللہ کے دین کے بارے میں سب سے سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے میرے دل کو ان کے لئے رحمت سے بھر دیا اور ان کے دل کو میرے رعب سے بھر دیا نیز آپ فرماتے ہیں کہ میرے لئے اللہ کے مال میں سے صرف دو جوڑے لینا حلال ہیں ایک موسم سرما کے لئے اور دوسرا موسم گرما کے لئے اور میرے گھر والوں کی خوراک ایسے قریشی آدمی کی سی ہونی چاہئے جو ان میں زیادہ مالدار نہ ہو، پھر میں بھی مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں اور آپ جب کسی کو عامل مقرر فرماتے تو اس کے لئے ایک عہد نامہ لکھتے اور اس پر مہاجرین کی شہادتیں رقم کرواتے اور اس پر یہ شرط عائد کرتے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، عمدہ اور لذیذ کھانا نہیں کھائیگا باریک لباس نہیں پہنے گا، اپنا دروازہ حاجت مندوں سے بند نہیں کرے گا اگر کوئی اس کے خلاف کرتا تو اس پر سزا جاری کی جاتی اور کہا جاتا ہے کہ جب کوئی آدمی آپ سے بات چیت کرتا اور ایک دو کلمے جھوٹ بول

لیتا تو آپ فرماتے کہ اس کو روکو اس کو روکو، پس وہ آدمی کہتا کہ اللہ کی قسم جب تک میں ان سے حق اور سچ بولتا رہا تو انہوں نے مجھے روکنے کا حکم نہیں دیا۔

معاویہ بن ابی سفیان کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ دنیا کو چاہا اور دنیا نے ان کو چاہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے دنیا کو نہ چاہا، باقی رہ گئے ہم، ہم تو کمر اور پیٹ تک دنیا میں غرق ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محبت بھرے عتاب کے ساتھ کہا گیا کہ اگر آپ عمدہ کھانا کھاتے تو یہ آپ کے لئے حق پر قوت کا سبب بنتا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے دو ساتھیوں کو ایک خاص طریقہ پر چھوڑا ہے اگر میں ان کا طریقہ اختیار کر بھی لوں تو بھی ان کے مرتبہ ومقام کو نہیں پا سکتا، آپ خلیفہ ہونے کے باوجود ایسا اونی جبہ استعمال فرماتے جس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوتے اور کسی جگہ چمڑے کا پیوند بھی لگا ہوا ہوتا تھا اور آپ بازاروں میں گشت کرتے اس حال میں کہ آپ کے کندھے پر درہ ہوتا تھا اور اس سے آپ لوگوں کو تنبیہ فرماتے تھے اور جب کسی گٹھلی وغیرہ کے پاس سے گزرتے تو اسے اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینک دیتے تاکہ وہ لوگ اس سے نفع اٹھالیں۔

انس کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دو کندھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے تھے اور ان کے تہہ بند پر چمڑے کا پیوند تھا، آپ ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور آپ کی چادر میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے، آپ نے اپنے حج میں سولہ دینار خرچ کئے اور پھر اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ہم نے فضول خرچی کی ہے، آپ کسی چیز کا سایہ نہیں لیتے تھے سوائے اس کے کہ اپنی چادر کو درخت پر ڈال دیتے اور اس کے نیچے بیٹھ جایا کرتے، آپ کے لئے نہ خیمہ لگایا جاتا اور نہ قبہ بنایا جاتا، جب بیت المقدس کی فتح کے لئے شام آئے تو ایک خاکستری اونٹ پر سوار تھے اور آپ کے سر کا گنجا حصہ دھوپ کی وجہ سے چمک رہا تھا، آپ کے سر پر اس وقت نہ ٹوپی تھی اور نہ عمامہ، آپ نے اپنی دونوں ٹانگوں کو پالان کے دونوں طرف رکاب نہ ہونے کی وجہ سے چپکا رکھا تھا، آپ کے نیچے مینڈھے کی اون کا کپڑا بچھا ہوا تھا اور جب آپ اترتے تو وہی آپ کا بچھونا بن جاتا، آپ کے تھیلے میں چھال بھری ہوئی تھی اور جب سوتے تو وہی آپ کا تکیہ بن جاتا، آپ کی قمیص کھردرے کپڑے کی تھی جو بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کا گریبان پھٹ چکا تھا جب کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو فرماتے کہ بستی کے سردار کو میرے پاس بلاؤ، لوگ بلا کر لاتے، آپ اس سے فرماتے کہ میری قمیص لے جاؤ اسے دھودو اور سی دو، اور ایک قمیص مجھے عاریۃً دیدو۔

ایک مرتبہ ایک قمیص کتان کی لائی گئی آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہا گیا کتان، آپ نے پوچھا کہ کتان کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے پھر اس کے بارے میں بتلایا، آپ نے اپنی قمیص اتاری لوگوں نے اسے دھویا، سیا اور پھر آپ نے پہنا، اور آپ سے کہا گیا کہ آپ عرب کے بادشاہ ہیں اور یہ علاقے ایسے ہیں جہاں اونٹ کی سواری اچھی نہیں سمجھی جاتی پس آپ کے لئے ایک ترکی گھوڑا لایا گیا، آپ نے اس پر کجاوے اور زین کے بغیر اپنی چادر ڈال دی جب چلے تو وہ انتہائی تیزی دکھلانے لگا آپ نے فرمایا کہ اسے روکو، میں نہیں سمجھتا تھا کہ لوگ شیاطین پر سواری کرتے ہیں میرا اونٹ ہی لاؤ، اور اتر کر اونٹ پر سوار ہو گئے۔

انس کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ کسی ضرورت سے ایک باغ میں داخل ہوئے، میرے اور انکے درمیان ایک دیوار حائل تھی، میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمنین کے امیر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر آفریں، اللہ کی قسم! اے خطاب کے بیٹے! یا تو تو اللہ سے ڈر و گرنہ وہ تجھے عذاب دے گا، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک مشکیزہ اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ میرا نفس خود پسندی کا شکار ہو گیا تھا، میں نے چاہا کہ اسے ذلیل کروں، آپ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے اور پھر گھر میں داخل ہو جاتے تھے اور صبح تک مسلسل نماز میں مشغول رہتے، وفات تک آپ مسلسل پے در پے روزے رکھتے رہے، اور عام الرمادہ کے زمانے میں صرف روٹی او رزیتون کا تیل استعمال فرماتے یہاں تک کہ آپ کی جلد سیاہ پڑ گئی اور فرماتے تھے کہ میں بہت ہی برا والی ہوں گا اگر خود تو سیر ہو جاؤں اور لوگ بھوکے رہیں، اور آپ کے چہرہ مبارک میں بکثرت رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھی، قرآن کریم کی آیت سنتے اور غش کھا کر گر پڑتے، پھر آپ کو اٹھا کر گھر لے جایا جاتا، اور کئی دن تک عیادت کی جاتی لیکن خوف الٰہی کے سوا کوئی مرض نہ ہوا تھا۔

طلحہ بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تاریکی میں نکلے اور ایک گھر میں داخل ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں اس گھر کی طرف گیا، دیکھا کہ وہاں ایک نابینا اپاہج بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ اس شخص کا کیا ماجرا ہے جو تمہارے پاس آتا ہے؟

اس نے کہا کہ وہ اتنی اتنی مدت سے میری خبر گیری کر رہا ہے اور میری ضروریات زندگی میرے پاس پہنچاتا ہے اور مجھ سے تکلیف کو دور کرتا ہے، طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اے طلحہ! تجھے تیری ماں گم کرے کیا تو عمر کی لغزشات کی جستجو کرتا ہے؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تاجروں کی ایک جماعت مدینہ آئی انہوں نے عیدگاہ کے قریب پڑاؤ کیا، آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ کیا آپ کے لئے ممکن ہے کہ ہم رات کو ان کی حفاظت کریں؟ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ جی ہاں، پس دونوں رات بھر حفاظت کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی، آپ اس کی طرف گئے اور اس کی ماں سے کہا اللہ سے ڈر اور اپنے بچے کے ساتھ حسن سلوک کر، پھر اپنی جگہ لوٹ آئے، پھر دوبارہ بچے کے رونے کی آواز آئی آپ پھر اس کی ماں کے پاس پہنچے اور دوبارہ وہی بات ارشاد فرمائی، رات کے آخری حصہ میں پھر بچے کے رونے کی آواز آئی، آپ پھر اس کی ماں کے پاس آئے اور فرمایا تیرا ناس ہو، تو بہت بری ماں ہے کیا بات ہے کہ میں تیرے بچے کو رات بھر سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ رو رہا ہے اور بے قرار ہے؟ اس کی ماں نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! میں اسے کھانے سے ہٹاتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں، آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو، آپ نے پوچھا کہ تیرے اس بچے کی عمر کتنی ہے؟ اس نے بتلایا کہ اتنے اتنے ماہ، آپ نے فرمایا کہ تو اس کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر، پھر جب آپ نے صبح کی نماز پڑھائی تو رونے کی وجہ سے آپ کی قرأت لوگوں پر صاف اور واضح نہ تھی۔

اور آپ نے فرمایا کہ عمر کی سختی نے نہ جانے کتنے مسلمانوں کے بچے قتل کر دیئے، پھر آپ نے منادی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کریں، میں ہر پیدا ہونے والے مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کر دیتا ہوں اور پھر اطراف و آفاق میں بھی یہ فرمان لکھ بھیجا۔

اسلم کہتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے باہر کی طرف گیا، ہمیں بالوں کا ایک خیمہ نظر آیا ہم اس کی طرف بڑھے دیکھا کہ وہاں ایک عورت ہے جو درد زہ میں مبتلاء ہے اور رو رہی ہے، آپ نے اس عورت کا حال دریافت کیا اس نے کہا میں عرب عورت ہوں اور میرے پاس اس موقع پر کچھ نہیں ہے، آپ یہ سن کر رو پڑے اور تیزی سے اپنے گھر کی طرف لوٹے اور اپنی زوجہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تمہیں اس اجر میں رغبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیج دیا ہے؟ اور سارا واقعہ سنایا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں، پس آپ نے اپنی پشت پر آٹا اور چربی اٹھائی اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ولادت کے مناسب چیزیں لیں اور دونوں چلے وہاں پہنچ کر ام کلثوم رضی اللہ عنہا عورت کے پاس چلی گئی اور آپ اس کے خاوند کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے باتیں کرنے لگے وہ آپ کو پہچانتا نہ تھا، اتنے میں بچے کی ولادت ہو گئی۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے امیر المومنین اپنے ساتھی کو بیٹے کی خوشخبری دے دیجئے جب اس آدمی نے یہ سنا تو اسے بہت بڑا معاملہ خیال کیا اور آپ سے معذرت کرنا شروع ہوا لیکن آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں پھر آپ نے ان کا نان و نفقہ اور ضرورت کی چیزیں انہیں دیں اور واپس چلے آئے۔

اسلم کہتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقم کی حرہ (سیاہ پتھر والی زمین) کی طرف نکلا، جب ہم ایک خاص مقام تک پہنچ گئے تو وہاں ہمیں آگ نظر آئی، آپ نے فرمایا کہ اے اسلم! یہاں کوئی قافلہ ہے جو رات ہونے کی وجہ سے رک گیا ہے آؤ ان کے پاس چلیں پس ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے اس کے ساتھ دو بچے ہیں اور ہانڈی آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور بچے رو رہے ہیں اور چیخ رہے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے روشنی والو! السلام علیکم، اس عورت نے سلام کا جواب دیا، آپ نے پوچھا کہ کیا قریب آ جاؤں؟ اس نے کہا کہ قریب آ جاؤ یا دور کھڑے رہو، آپ قریب گئے اور حال پوچھا اس نے کہا کہ ہم رات اور سردی کی وجہ سے یہاں رک گئے ہیں، آپ نے پوچھا کہ یہ بچے کیوں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں؟ اس نے کہا بھوک کی وجہ سے، آپ نے پوچھا آگ پر کیا پک رہا ہے؟ اس نے کہا کہ پانی ہے ان کو بہلانے کے لئے رکھ دیا ہے تاکہ یہ سو جائیں، ہمارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان تو اللہ ہی فیصلہ کرے گا، آپ یہ سن کر رو پڑے اور تیزی سے واپس لوٹے اور بیت المال میں داخل ہوئے اس میں سے آٹے کی بوری اور چربی کی ایک تھیلی نکالی اور فرمایا کہ اے اسلم! اسے میری پشت پر رکھ دو، میں نے عرض کیا کہ

آپ کے بجائے میں اسے اٹھالیتا ہوں، آپ نے فرمایا کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ تو ہی اٹھائیگا، پس آپ نے ان چیزوں کو اپنے پشت پر لادلیا اور ہم اس عورت کی طرف چلے وہاں پہنچ کر یہ سامان پشت سے نیچے رکھا اور بوری میں سے کچھ آٹا نکال کر ہانڈی میں ڈالا اور کچھ چربی ڈالی اور ہانڈی کے نیچے پھونک مارنا شروع ہوئے دھواں کچھ دیر تک آپ کی داڑھی میں داخل ہوتا رہا پھر آپ نے ہانڈی کو آگ سے اتارا اور فرمایا کہ پلیٹ لاؤ، پلیٹ لائی گئی، پس آپ نے سے بھر دیا اور بچوں کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کھاؤ انہوں نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے اور عورت اس دوران ان کے لئے دعا کرتی رہی، وہ ان کو نہ پہچانتی تھی، آپ کچھ دیر وہیں رہے یہاں تک کہ بچے سو گئے پھر آپ نے باقی چیزیں ان کے حوالہ کیں اور لوٹ آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے اسلم بھوک اور رونے نے انہیں جگا رکھا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا مدینہ کے باہر کی طرف دوڑے جا رہے تھے، آپ نے پوچھا اے امیر المومنین آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا کہ صدقہ کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے اسے تلاش کرنے و پکڑنے جا رہا ہوں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے تو اپنے بعد والے خلفاء کو تھکا دیا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بچی بھوک کی وجہ سے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ عبداللہ کی بیٹی! آپ نے فرمایا کہ یہ میری بیٹی ہے پھر آپ نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا؟ کہا گیا کہ جو کچھ آپ کے قبضہ میں ہے آپ اسے روک کر رکھتے ہیں اس لئے ہمیں یہ مصیبت پہنچ رہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا اے عبداللہ! میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب فیصل و قاضی ہے، اللہ کی قسم! میں تمہیں وہ سب کچھ دیتا ہوں جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں وہ بھی تمہیں دیا کروں جو تمہارے لئے مقرر نہیں ہے ایسی صورت میں تو میں خائن بن جاؤں گا اس کو زہری سے روایت کیا گیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوحمزہ یعقوب بن مجاہد نے، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے ابوعمرو نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عمر فاروق کا لقب امیر المومنین کس نے رکھا؟ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ امیر المومنین یہ ہیں، اور سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو اس لقب کے ساتھ سلام کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے غیر نے اس لقب کے ساتھ کیا تھا، واللہ اعلم۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن عبدالصمد انصاری نے، ان سے ام عمرو بنت حسان کوفیہ نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا، ام عمرو کی عمر اس وقت ایک سو تیس سال تھی، ان کے باپ نے کہا کہ جب عمر بن خطاب والی بنائے گئے تو لوگوں نے کہا یا خلیفہ خلیفة رسول اللہ ﷺ (اے رسول اللہ کے خلیفہ) آپ نے فرمایا کہ یہ کلام تو بہت لمبا ہو جائے گا بلکہ تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر، پس اس وقت سے امیر المومنین آپ کا لقب پڑ گیا۔

قصہ وفات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب ۲۳ھ کے حج سے فارغ ہوئے تو مقام ابطح میں نزول کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور شکایت کی کہ اے اللہ میری عمر زیادہ ہو گئی، قوت کمزور پڑ گئی اور رعیّت منتشر ہو گئی اور میں کوتاہی سے ڈرتا ہوں اور اللہ سے درخواست کی کہ میری روح قبض فرمالے، اور اپنے نبی ﷺ کے شہر میں شہادت کی موت سے سرخرو فرمادے جیسا کہ صحیح میں ان کی یہ دعا ثابت ہے، اللھم انی اسئلک شھادة فی سبیلک و موتاً فی بلد رسولک. پس اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور دونوں باتیں ان کے لئے جمع فرمادیں، شہادت بھی اور مدینہ منورہ میں وفات بھی، اور یہ نہایت ہی نادر امر ہے لیکن اللہ جس کے لئے چاہے۔

پھر ابولؤلؤ فیروز جو کہ مجوسی الاصل تھا اور رومی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، اس نے آپ پر ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے محراب میں دو دھاری خنجر سے حملہ کیا اور تین یا چھ وار کئے، ان میں سے ایک آپ کی ناف کے نیچے لگا جس سے سفاق رگ کٹ گئی اور آپ دھڑام سے گر پڑے اور عبدالرحمٰن بن عوف کو نماز کا خلیفہ بنا دیا اور عجمی کافر خنجر سمیت واپس پلٹا، وہ جس کے پاس سے گذرتا اس پر خنجر سے وار کر دیتا یہاں تک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے چھ شہید ہو گئے، پھر عبداللہ بن عوف نے اس پر کوٹ پھینک کر اسے دبوچا لیکن اس نے خودکشی کر لی، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لیجایا گیا اور خون ان کے زخم سے بہہ رہا تھا، یہ طلوع شمس سے پہلے کا واقعہ ہے اس کے بعد آپ کو کبھی افاقہ

ہو جاتا اور کبھی بے ہوشی طاری ہو جاتی، جب نماز کا وقت آپ کو یاد دلا جاتا تو افاقہ ہو جاتا اور فرماتے ہاں ہاں، اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے، پھر وقت میں نماز ادا فرماتے، آپ نے اپنے قاتل کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے؟ بتلایا گیا کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولولو ہے، آپ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے میری موت کا سبب ایسے شخص کو بنایا جو نہ ایمان کا دعویدار ہے اور نہ اس نے اللہ کے لئے کوئی ایک سجدہ بھی کیا ہے پھر فرمایا کہ اللہ اس کا برا کرے، ہم نے تو اس کے متعلق حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔

مغیرہ بن شعبہ نے اس پر یومیہ دو درہم مقرر کر دیئے، مغیرہ نے آپ سے عرض کیا کہ اس کے خراج میں اضافہ کر دیں اسلئے کہ یہ بڑھئی، نقاش اور لوہار ہے، آپ نے ماہانہ ایک سو درہم مقرر کر دیئے اور اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ایسی چکی بناتے ہو جو ہوا سے چلتی ہے کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں ایسی چکی بناؤں گا کہ مشرق و مغرب کے لوگ اس کے بارے میں باتیں کیا کریں گے، یہ منگل کی شام کا واقعہ ہے اور بدھ کی صبح ۲۶ ذی الحجہ کو اس نے آپ پر حملہ کر دیا۔

آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے بعد خلافت کا معاملہ ان چھ آدمیوں کے مشورہ سے طے پائے گا جن سے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ راضی تھے، اور وہ عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ہیں، اور سعد بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی کو ان میں اس لئے شامل نہیں کیا کہ وہ آپ کے قبیلہ کے آدمی تھے، اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ ان کے ساتھ امارت کے معاملہ میں کہیں میرے سبب رعایت نہ کی جائے اور یہ بھی وصیت فرمائی کہ ان کے بعد جو شخص خلیفہ بنے وہ لوگوں سے ان کے طبقات و مراتب کے مطابق حسن سلوک کرے اور تین دن کے بعد آپ کی وفات ہو گئی، اور اتوار کے دن یکم محرم ۲۴ھ کو حجرہ نبویہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جانب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے سپرد خاک ہوئے اور اسی دن امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان خلیفہ مقرر ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر بن اسماعیل بن محمد بن سعد نے اپنے باپ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بدھ کے دن جب ۲۳ھ کے ماہ ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور اتوار کے دن یکم محرم ۲۴ھ کی صبح کو تدفین ہوئی، پس ان کی مدت حکومت دس سال پانچ مہینے اکیس دن بنتی ہے، اور محرم کے تین راتیں گزرنے پر پیر کے دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اخنس سے اس روایت کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں تو تمہیں بھول ہوگئی ہے اس لئے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات اس وقت ہوئی جب ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بیعت اس وقت ہوئی جب ذی الحجہ کی ایک رات باقی تھی پس انہوں نے اپنی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ھ سے کیا ہے۔

اور ابو معشر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت شہید ہوئے جب ۲۳ھ کے ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں ان کی خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن رہی، اور پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن محمد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس وقت شہید ہوئے جب ۲۳ھ کے ذی الحجہ کی تین راتیں باقی تھیں پس ان کی خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن رہی، اور سیف بن عمر، خلید بن وفرہ اور مجالد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محرم کی تین تاریخ کو خلیفہ بنے پھر آپ باہر نکلے اور لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی۔

علی بن محمد مدائنی شریک سے، وہ اعمش یا جابر جعفی سے اور وہ عوف بن مالک اشجعی اور وہ عامر بن ابی محمد سے، اور وہ مشائخ کی ایک جماعت سے نیز عثمان بن عبدالرحمٰن زہری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب پر بدھ کے دن حملہ ہوا جب کہ ذی الحجہ کے سات دن باقی تھے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے، واللہ اعلم۔

حلیہ مبارک اور کل عمر...... آپ دراز قد، سر کے اگلے حصے سے بال غائب، آنکھوں کی سفیدی بہت گہری اور سیاہی بہت سیاہ اور گندم گوں تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ سفید رنگ تھے جس پر سرخی غالب تھی دانت نہایت خوبصورت اور ریش مبارک زرد تھی، سر میں مہندی لگایا کرتے تھے۔

آپ کی کل عمر میں اختلاف کیا گیا ہے جس دن آپ کی وفات ہوئی اس کے اعتبار سے تقریباً دس قول ہیں ابن جریر نے زید بن اخزم سے،

انہوں نے ابوقتیبہ سے، انہوں نے جریر بن حازم سے انہوں نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پچپن سال کی عمر میں شہید ہوئے اور دراوردی نے اسے عبداللہ عن نافع عن ابن عمر کی سند سے بیان کیا ہے اور عبدالرزاق نے ابن جریج عن الزھری کے طریق سے بھی یہی نقل کیا ہے اور امام احمد نے ھیثیم سے، انہوں نے علی بن زید سے اور انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے بھی یہی نقل کیا ہے اور نافع کی دوسری روایت میں چھپن سال مذکور ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ ان کی عمر ترپن سال ہے مجھ سے ہشام بن محمد کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے اور عامر شعبی سے مروی ہے کہ ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر میں بھی اسی طرح کا اختلاف گزر چکا ہے، قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، ابن عمر اور زہری سے پینسٹھ سال کی بھی روایت ہے، ابن عباس سے چھیاسٹھ سال کی روایت ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ آپ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے مروی ہے کہ بوقت وفات آپ کی عمر ساٹھ سال تھی، واقدی کہتے ہیں کہ یہ قول ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مضبوط اور مستند ہے اور مدائنی کہتے ہیں کہ آپ کی ستاون سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

ازواج واولاد...... واقدی، کلبی اور دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں عثمان بن مظعون کی بہن زینب بنت مظعون سے نکاح کیا تھا جن سے عبداللہ، عبدالرحمٰن الاکبر اور حفصہ پیدا ہوئے، اور ملیکہ بنت جرول سے نکاح کیا جن سے عبیداللہ پیدا ہوئے لیکن آپ نے ان کو بالصلح طلاق دے دی، آپ کے بعد ابوجہم بن حذیفہ نے ان سے نکاح کیا، مدائنی اسی کے قائل ہیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ وہ ام کلثوم بنت جرول تھیں جن سے عبیداللہ اور زید الاصغر پیدا ہوئے، مدائنی کہتے ہیں کہ آپ نے قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے نکاح کیا پھر بالصلح انہیں طلاق دے دی، آپ کے بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے ان سے نکاح کیا، اور یہ سب حضرات کہتے ہیں کہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام کے شوہر جب شام میں شہید ہوگئے تو آپ نے ان سے نکاح کرلیا جن سے فاطمہ پیدا ہوئیں پھر آپ نے ام حکیم کو طلاق دیدی اور مدائنی کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ طلاق نہیں دی تھی اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح اوسیہ سے نکاح کیا اور عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی نکاح کیا، عاتکہ آپ سے پہلے عبداللہ بن ابی ملیکہ کے نکاح میں تھی، اور آپ کی یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد زبیر بن العوام نے ان سے نکاح کیا اور کہا جاتا ہے کہ یہی آپ کے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عیاض کی والدہ ہیں، واللہ اعلم۔

مدائنی کہتے ہیں کہ آپ نے ام کلثوم بنت ابی بکر کو پیغام نکاح دیا وہ اس وقت چھوٹی تھیں اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس سلسلہ میں واسطہ بنایا، ام کلثوم نے کہا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم امیر المومنین سے اعراض کر رہی ہو؟ ام کلثوم نے کہا کہ جی ہاں، اس لئے کہ وہ سخت زندگی گزارتے ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرو بن العاص کو یہ بات بتلائی، آپ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے روک دیا اور ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف رہنمائی کی جو فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے ہیں اور کہا کہ اس نکاح کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے قرابت داری مزید بڑھ جائے گی، آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ام کلثوم کے بارے میں پیغام نکاح دیا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا، آپ نے ام کلثوم کا چالیس ہزار درہم مہر مقرر کیا ان سے آپ کے یہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ نے ایک یمنی عورت لھیہ سے نکاح کیا جن سے عبدالرحمٰن الاصغر پیدا ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن الاوسط پیدا ہوئے، واقدی کہتے ہیں کہ لھیہ ام ولد تھی نہ کہ زوجہ، اور مؤرخین کے قول کے مطابق آپ کے پاس فکیھہ نام کی ام ولد تھی جن سے زینب پیدا ہوئی۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ آپ کی اولاد میں سے سب سے چھوٹی ہیں، اور واقدی یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے ام ابان بنت عتبہ بن شیبہ کو پیغام نکاح دیا لیکن اس نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ اپنا دروازہ بند رکھتے ہیں، بھلائی کو روکتے ہیں اور آتے جاتے ہر وقت پیشانی پر بل پڑے رہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کی کل اولاد تیرہ ہے اور وہ یہ ہیں: زید الاکبر، زید الاصغر، عاصم، عبداللہ، عبدالرحمٰن الاکبر، عبدالرحمٰن الاوسط، (زبیر بن بکار کے قول کے مطابق یہی ابوشحمہ ہیں) عبدالرحمٰن الاصغر، عبیداللہ، عیاض، حفصہ رقیہ، زینب اور فاطمہ رضی اللہ عنہم۔

اور کل ازواج ''زمانہ جاہلیت کی ہوں یا زمانہ اسلام کی، انہیں طلاق دی ہو یا انہیں چھوڑ کر وفات پائی ہو'' سات ہیں اور وہ یہ ہیں: جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن افلح، زینب بنت مظعون، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل، قریبہ بنت ابی امیہ، ملیکہ بنت جرول، ام حکیم بنت حارث بن ہشام، ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب اور دوسری ام کلثوم جو ہیں وہ ملیکہ بنت جرول ہی ہیں، ملیکہ کی کنیت بھی ام کلثوم ہے۔

اور آپ کی دو لونڈیاں تھیں جن سے اولاد ہوئی اور وہ فکیھہ اور لھیہ ہیں، لھیہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ام ولد تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یمن کی خاتون تھیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات پر کہے جانے والے بعض مرثیہ..... علی بن محمد المدائنی، ابن داب وسعید بن خالد سے، وہ صالح بن کیسان سے اور وہ مغیرہ بن شعبہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ابوخیثمہ کی بیٹی نے روتے ہوئے کہا ہائے عمر جس نے کجی کو سیدھا کیا، عہد کو پورا کیا، فتنوں کو مردہ کیا اور سنتوں کو زندہ کیا اور پاک دامن اور عیب سے صاف ستھرا دنیا سے چلا گیا، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم! اس نے سچ کہا ہے وہ اس دنیا سے خیر لے کر گیا اور اس کے شر سے بچ کر نکل گیا، اللہ کی قسم! اس نے جو کچھ کہا ہے وہ اس نے نہیں کہا بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے۔

اور عاتکہ بن زید نے اپنے خاوند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

(۱)..... فیروز کو کوئی بھلائی نہ پہنچے کہ اس نے مجھے دردمند کیا، ایسے خاوند کے بارے میں جو سفید رنگ، قرآن کی تلاوت کرنے والا اور انابت والا تھا۔

(۲)..... جو رشتہ داروں پر مہربان اور دشمن پر سخت مزاج تھا، مصائب میں قابل اعتماد اور شریف الطبع تھا۔

(۳)..... جب کچھ کہتا تو اس کا فعل اس کے قول کی تکذیب نہ کرتا تھا، وہ نیکیوں کی طرف تیز چلنے والا تھا اور ترش رو نہ تھا۔

اور یہ اشعار بھی کہے:

(۱)..... اے آنکھ! آنسو بہا اور با آواز بلند خوب رو، لیکن شریف امام پر ملول و بے چین نہ ہو۔

(۲)..... موت نے ہمیں ایک زبردست شہسوار کا دکھ دیا ہے، جو جنگ کے روز زبردست اور گریبانوں میں ہاتھ ڈالنے والا تھا۔

(۳)..... وہ لوگوں کی ڈھال اور حوادثات زمانہ میں ان کا مددگار تھا اور مصیبت زدوں اور جنگ زدوں کا فریادرس تھا۔

(۴)..... جنگ اور اسلحہ والوں سے کہہ دو کہ تم مر جاؤ، موت نے اسے بھوک و پیاس کا پیالہ پلا دیا ہے۔

اور ایک مسلمان عورت نے روتے ہوئے کہا:

(۱)..... قبیلے کی عورتیں عنقریب آپ پر روئیں گی اور نہایت غمگین ہو کر روئیں گی۔

(۲)..... اور چہرے پر اس طرح خراشیں لگائینگی جس طرح صاف ستھرے دینار پر خراشیں لگی ہوئی ہوں۔

(۳)..... اور پلپین وعمدہ لباس کے بعد غم کا لباس پہنیں گی۔

ابن جریر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات نہایت تفصیل سے قلمبند کئے ہیں اسی طرح ابن جوزی نے ان کی سیرت میں اور ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں بھی نہایت طوالت سے کام لیا ہے، ہم نے ان سب کے متفرق کلام وبیانات کو الگ جلد میں جمع کر دیا ہے، اور ان سے مروی روایات کو الگ جلد میں جمع کیا ہے اور ان احادیث سے مستنبط احکام کو ابواب فقہ کی ترتیب پر الگ جلد میں جمع کر دیا ہے، وللہ الحمد۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال قتادہ بن نعمان نے وفات پائی، اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے الصائفہ پر لشکر کشی کی اور عموریہ تک پہنچ گئے ان کے ساتھ صحابہ کرام میں سے عبادہ بن صامت، ابوایوب انصاری، ابوذر غفاری اور شداد بن اوس تھے، اسی سال معاویہ نے عسقلان کو صلحاً فتح کیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس سال کوفہ میں شریح اور بصرہ میں کعب بن سوار قاضی کے عہدے پر فائز تھے اور مالک نے زہری سے روایت کیا ہے کہ ابو بکر وعمر کا کوئی قاضی نہ تھا اور ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں ۲۳ھ کے واقعات میں ساریہ بن زنیم کا قصہ ذکر کیا ہے اور اسی سال کرمان فتح ہوا، اور اس کے امیر سہیل بن عدی تھے، بحستان فتح ہوا اور اس کے امیر عاصم بن عمرو تھے، مکران فتح ہوا اور اس کے امیر عثمان بن ابی العاص کے بھائی حکم بن ابی العاص تھے اور یہ مکران بلاد جبال (پہاڑی علاقوں) میں واقع ہے، اسی سال ابوموسیٰ اشعری بلاد اصفہان سے اس کے شہروں کو فتح کر کے واپس لوٹے، اسی سال معاویہ نے الصائفہ سے جنگ کی اور عمودیہ تک پہنچ گئے۔

پھر شیخ نے اس سال وفات پانے والوں کا ذکر کیا ان میں قتادہ بن نعمان انصاری اوسی ظفری ہیں جو ابوسعید خدری کے ماں شریک بھائی ہیں، قتادہ ان سے بڑے ہیں، یہ قتادہ غزوہ بدر میں شریک رہے، غزوہ احد میں ان کی آنکھ میں زخم لگا اور وہ رخسار پر آ گری، رسول اللہ ﷺ نے اسے اٹھا کر دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت بن گئی، یہ بہت مشہور تیرانداز تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لائے تو یہ آپ کے ہراول دستہ پر مقرر تھے، مشہور قول کے مطابق اسی سال آپ کی وفات ہوئی، عمر مبارک پینسٹھ سال تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود قبر میں اترے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے پچھلے سال آپ کی وفات ہوئی پھر شیخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات نہایت تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ ذکر کئے اور بہت سے اہم مقاصد، کثیر فوائد اور عمدہ چیزوں کو بیان کیا، اللہ تعالیٰ ان کا ٹھکانہ جنت میں بنائے اور آخر میں ان لوگوں کا ذکر کیا جن کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات ہوئی تھی۔

اقرع بن حابس [1]......ان کا نام ونسب اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم تمیمی مجاشعی ہے، ابن درید کہتے ہیں کہ آپ کا نام اصل میں فراس بن حابس تھا لیکن سر پر بال بالکل نہ ہونے کی وجہ سے اقرع لقب پڑ گیا، اسی نام سے آپ مشہور ہو گئے، یہ سردار آدمی تھے اور بنو تمیم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے حجرات کے پیچھے سے یہ آواز دی تھی کہ اے محمد میرا مدح کرنا زینت اور مذمت کرنا عیب ہے، اور اس قول کے بھی یہی قائل تھے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن کا بوسہ لے رہے تھے قائل نے کہا کہ کیا آپ اس کا بوسہ لے رہے ہیں؟ اللہ کی قسم میرے دس بیٹے ہیں میں نے آج تک ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت سلب کر لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں، یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کی رسول اللہ ﷺ تالیف قلب فرمایا کرتے تھے، غزوہ حنین میں آپ نے ان کو اور عیینہ بن حصن الفزاری کو سو سو اونٹ اور عباس بن مرداس کو پچاس اونٹ مرحمت فرمائے تھے جس پر اس نے یہ اشعار کہے:

(۱)......کیا آپ میری اور غلاموں کی غنیمت عیینہ اور حصن کے درمیان مقرر کرتے ہیں۔

(۲)......حصن اور حابس کسی بھی مجمع میں مرداس سے فوقیت رکھتے ہیں۔

(۳)......میں ان دونوں سے کمتر نہیں ہوں اور جو شخص آج چھوٹا ہو گا وہ کبھی بھی بلند نہیں ہو سکے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو نے یہ اشعار کہے ہیں:

اتجعل نهبی ونهب العبيدبين عيينة والاقرع. رواه البخاری.

سہیلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اقرع کے ذکر کو عیینہ سے مقدم کیا تھا اس لئے کہ اقرع عیینہ سے بہتر تھے، راوی کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے اقرع نبی کریم ﷺ کے بعد مرتد نہیں ہوئے جیسا کہ عیینہ مرتد ہو گیا تھا، اقرع نے طلیحہ کی بیعت کی اور اس کی تصدیق کی لیکن پھر لوٹ آئے، خلاصہ کلام یہ کہ اقرع ایک مطاع سردار تھے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرزمین عراق میں کئی معرکوں میں شریک رہے اور انبار کے معرکہ میں آپ کے ہراول دستہ پر یہ مقرر تھے ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے خلافت فاروقی میں وفات پانے والوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ابن اثیر نے

---

(۱) الاستیعاب: ۹۷، الاصابۃ: ۱/۱۰۱، اسد الغابۃ: ۱/۱۲۸، تجرید اسماء الصحابۃ: ۲۲۱

الغابہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ عبداللہ بن عامر نے انہیں ایک دستہ کا امیر بنایا پھر یہ جوز جان کی طرف گئے اور خود بھی اور تمام دستہ بھی مقتول ہو گیا، یہ خلافت عثمانیہ کا واقعہ ہے جیسا کہ عنقریب ہم اسے اس کے اپنے مقام پر بیان کریں گے۔

حباب بن منذر (۱)...... آپ کا نام ونسب حباب بن منذر بن جموع بن زید بن حرام بن کسب بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری خزرجی سلمی ہے، کنیت ابوعمر ہے اور بعض ابوعمرو کہتے ہیں، آپ کو ذوالرائے کہا جاتا تھا اس لئے کہ آپ نے غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ رائے دی تھی کہ آپ ایسی جگہ نزول فرمائیں جہاں پانی لوگوں سے قریب ہو اور ان کے پیچھے سے پست زمین کی طرف چلے جائیں آپ کی یہ رائے درست ثابت ہوئی، اور فرشتہ بھی اس رائے کی تصدیق کے لئے نازل ہوا، اور ان کا سقیفہ کے روز یہ قول کہ أنا جذیلها المحکک وعذیقها المرجب اہل عرب اپنی رائے کی اجازت درستگی، اہمیت اور عظمت کے اظہار کے لئے یہ محاورہ بولا کرتے تھے (۱) (میں کھجلانے والی لکڑی اور چبوترے سے مضبوط کیا ہوا کھجور کا تنا ہوں) اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے ان کے اس قول کو رد کر دیا۔

ربیعہ بن حارث (۲)...... یہ اصل میں عتبہ بن مسعود الھذلی ہیں، انہوں نے اپنے حقیقی بھائی عبداللہ بن مسعود کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور احد اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، زہری کہتے ہیں کہ عبداللہ ان سے زیادہ صاحب فقاہت نہیں تھے لیکن عتبہ عبداللہ سے پہلے وفات پا گئے تھے ان کی وفات صحیح قول کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں ۴۴ھ میں ہوئی۔

علقمہ بن علاثہ (۳)...... ان کا نام ونسب علقمہ بن علاثہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی ہے، آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، اور غزوہ حنین میں شرکت کی اس دن تالیف قلب کے طور پر آپ کو سو اونٹ دیئے گئے، یہ اپنی قوم کے نہایت معزز اور ایسے آدمی تھے جن کی بات مانی جاتی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ مرتد ہو گئے، آپ نے ان کی طرف ایک دستہ بھیجا انہوں نے شکست کھائی اور پھر دوبارہ اسلام لائے اور ان کا اسلام اچھا ثابت ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اپنی دمشق میں موجود میراث کے سلسلے میں ان کے پاس آئے تھے، کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حوران کا امیر مقرر کیا تھا وہیں انکا انتقال ہو گیا، الحطیئہ نے آپ کے پاس آپ کی مدح سرائی کے لئے جانے کا ارادہ کیا لیکن اس کے آنے سے چند راتیں قبل آپ کی وفات ہو گئی اس نے پھر یہ شعر پڑھا:

کاش! میں آپ سے ملاقات کرتا اور آپ اس وقت سلامت ہوتے، میرے اور مالداری کے درمیان صرف چند راتیں حائل ہو گئیں

علقمہ بن مجزز (۴)...... ان کا نام ونسب علقمہ بن مجزز بن اعور بن جعدہ بن معاذ بن عتوارہ بن عمرو بن مدلج کنانی مدلجی ہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بعض سرایا میں امیر رہے، آپ نہایت خوش طبع اور ظریف تھے، ایک مرتبہ آپ نے آگ دھکائی اور اپنے ساتھیوں کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا لیکن وہ اس سے باز رہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے باہر نہ نکلتے اور فرمایا کہ اطاعت صرف نیک کاموں میں کی جاتی ہے، علقمہ نہایت سخی اور قابل تعریف آدمی تھے، جواس عذری نے آپ کا مرثیہ کہا تھا اس کا ایک شعر یہ ہے:

بے شک سلامتی اور ہر سلام کی اچھائی، صبح وشام ابن مجزز پر اترتی ہے۔

عویم بن ساعدہ (۵)...... ان کا نام ونسب عویم بن ساعدہ بن عابس انصاری اوسی ہے، اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، یہ عمرو بن عوف کے بیٹوں

---

(۱) الاستیعاب: ۵۳۵، الاصابۃ: ۲/ ۱۰، اسد الغابۃ: ۱/ ۴۳۶، تجرید اسماء الصحابۃ: ۱۰۸۵

(۲) الاستیعاب: ۷۵۹، الاصابۃ: ۲/ ۴۱۱، اسد الغابۃ: ۱/ ۲۰۹، تجرید اسماء الصحابۃ: ۱۸۴۸

(۳) الاستیعاب: ۱۹۵۰، الاصابۃ: ۴/ ۵۵۳، اسد الغابۃ: ۴/ ۸۶، تجرید اسماء الصحابۃ: ۴۲۲۲

(۴) الاستیعاب: ۱۹۵۵، الاصابۃ: ۴/ ۵۵۸، اسد الغابۃ: ۴/ ۸۷، تجرید اسماء الصحابۃ: ۴۲۲۵

(۵) الاستیعاب: ۲۰۵۷، الاصابۃ: ۴/ ۷۴۵، اسد الغابۃ: ۴/ ۳۱۵، تجرید اسماء الصحابۃ: ۴۶۴۴

میں سے ایک تھے، عقبہ، بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، امام احمد و ابن ماجہ کے نزدیک استنجاء بالماء کے سلسلے میں ان کی ایک حدیث ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ان کی وفات رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک ہی میں ہوگئی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی، او ر آپ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ میں اس قبر والے سے بہتر ہوں، نبی کریم ﷺ کے لئے جب بھی جھنڈا نصب کیا جاتا تو یہ اس کے نیچے ہوتے تھے، یہ اثر بن ابی العاصم نے روایت کیا ابن اثیر نے انہی کے طریق سے نقل کیا ہے۔

غیلان بن سلمہ ثقفی (۱)...... یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اس وقت ان کے تحت دس بیویاں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حکم دیا کہ ان میں سے چار کو منتخب کرلیں، قبل از اسلام یہ کسریٰ کے پاس گئے تھے اس نے آپ کو حکم دیا کہ طائف میں میرے لئے ایک محل بناؤ اور ان سے پوچھا کہ تمہیں اپنا کونسا بیٹا زیادہ محبوب ہے انہوں نے کہا کہ چھوٹا جبکہ وہ بڑا ہو جائے، مریض جبکہ وہ تندرست ہو جائے، غائب جبکہ وہ آ جائے، کسریٰ نے پوچھا کہ یہ کلام آپ کو کہاں سے حاصل ہوا؟ یہ تو حکماء کا کلام ہے اور پوچھا کہ آپ کی غذا کیا ہے؟ انہوں نے کہا گندم، کسریٰ نے کہا کہ ہاں یہ گندم کی وجہ سے ہے نہ کہ کھجور اور دودھ کی وجہ سے۔

معمر بن حارث (۲)......ان کا نام ونسب معمر بن حارث بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمع قرشی جمحی ہے، یہ حاطب اور حطاب کے بھائی ہیں، ان کی ماں کا نام قیلہ بنت مظعون ہے جو کہ عثمان بن مظعون کی بہن ہیں، معمر بن حارث نبی کریم ﷺ کے دارارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور معاذ بن عفراءؓ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔

میسرہ بن مسروق عبسی ...... یہ ایک صالح بزرگ تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ صحابی ہیں، یرموک کے معرکہ میں شریک تھے اور روم میں چھ ہزار کے لشکر پر امیر بن کر داخل ہوئے تھے، نہایت بلند ہمت آدمی تھے پس انہوں نے دشمن کو قتل کیا، قیدی بنایا اور غنیمت حاصل کی، یہ ۲۰ھ کا واقعہ ہے، یہ ابوعبیدہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم، ابن اثیر نے الغابہ میں ان کا تذکرہ نہیں کیا۔

واقد بن عبداللہ (۳)......ان کا نام ونسب واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین حنظلی یربوعی ہے، یہ بنوعدی بن کعب کے حلیف تھے، نبی کریم ﷺ کے دارارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے ہی مسلمان ہوگئے تھے، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شامل رہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور بشر بن البراء بن معرور کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔

یہ سب سے پہلے ہیں جنہوں نے اللہ کیلئے عبداللہ بن جحش کے ساتھ وادی نخلہ میں ایک آدمی کو قتل کیا تھا اور وہ عمرو بن حضرمی تھا، ان کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

ابوخراش ہذلی (۴)......ان کا نام خویلد بن مرہ ہے یہ اپنے قدموں سے دوڑ کر گھوڑوں سے سبقت کر جایا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں بڑے دلیر نوجوان تھے پھر اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام اچھا ثابت ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی ان کے پاس حجاج کرام آئے اور آپ ان کے لئے پانی لینے گئے وہاں آپ کو سانپ نے ڈس لیا یہ پانی لے کر واپس ہوئے اور انہیں بکری اور ہانڈی بھی پیش کی لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ ان کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے صبح کو ان کی وفات ہوگئی اور پھر دفنا دیئے گئے، ابن عبدالبر اور ابن اثیر نے ان کا صحابہ کرام میں تذکرہ کیا ہے لیکن

---

(۱) الاستیعاب ۲۰۷۷، الاصابۃ : ۵/ ۳۳۰، اسد الغابۃ : ۵/ ۳۳۴، تجرید اسماء الصحابۃ : ۲۷

(۲) الاستیعاب ۲۴۳۶، الاصابۃ : ۶/ ۵۹۴، اسد الغابۃ : ۵/ ۲۳۲، تجرید اسماء الصحابۃ : ۹۹۴

(۳) الاستیعاب ۲۷۳۵، الاصابۃ : ۶/ ۵۹۴، اسد الغابۃ : ۵/ ۴۳۲، تجرید اسماء الصحابۃ : ۱۴۳۸

(۴) الاستیعاب : ۲۹۳۹، الاصابۃ : ۷/ ۱۱۲، اسد الغابۃ : ۶/ ۸۶، تجرید اسماء الصحابۃ : ۱۸۹۲

ظاہر یہ ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے البتہ آپ کی حیات مبارکہ میں اسلام لائے تھے لہٰذا یہ مخضرم ہوئے۔

ابو لیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب بن عمرو انصاری[1] ...... یہ اُحد اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے البتہ غزوہ تبوک میں غربت وفقر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، اور اس دن یہ بھی رونے والوں میں سے ایک تھے۔

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہ[2] ...... یہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہ قرشیہ عامریہ ہیں، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے آپ رخصت ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں تھی، آپ بکثرت روزے رکھنے والی اور رات بھر نماز پڑھنے والی تھی، آپ کی طبیعت میں کسی قدر تیزی پائی جاتی تھی، عمر رسیدہ ہوگئیں تھی، آپ ﷺ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ فرمایا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ طلاق دے دی تھی لیکن انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے جدا نہ کیجئے میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمالیا اور اس بات پر صلح ہوگئی، آپ کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور خلافت میں ہوئی۔

ہند بنت عتبہ[3] ......ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے وفات پا چکی تھیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت[4] اور ۲۴ھ کا آغاز

۲۴ھ کے پہلے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کیا گیا اور یہ ایک قول کے مطابق اتوار کا دن تھا اور اس کے تین دن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کا معاملہ چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا اور وہ یہ تھے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہم) اور انہیں اس بات کا پابند کیا کہ ان چھ میں سے کسی ایک کو خلافت کے لئے متعین کر لیں اور فرمایا کہ میں ان کے معاملہ کو حل کرنے کا حیا و میتا متحمل نہیں، اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو تمہیں ان چھ میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دے گا، جیسا کہ اس نے تمہارے نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی پر تمہیں جمع کر دیا تھا اور آپ کے کمال تقویٰ میں سے یہ بات بھی تھی کہ آپ نے اس مجلس شوریٰ میں اپنے چچا زاد بھائی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو نہیں رکھا اس اندیشہ سے کہ کہیں آپ کے چچا زاد ہونے کی وجہ سے خلیفہ بنانے میں ان کی رعایت نہ کی جائے پس اس وجہ سے انہیں چھوڑ دیا حالانکہ وہ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

بلکہ مدائنی نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے سعید بن زید کو باقاعدہ ان سے مستثنیٰ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ ان چھ میں شامل نہیں ہیں، اور اہل شوریٰ سے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے پاس میرے بیٹے عبداللہ بھی آئیں گے لیکن ان کے لئے اس امر خلافت میں کچھ حصہ نہیں ہوگا، یعنی وہ مجلس شوریٰ کو نصیحت، رائے مشورہ تو دے سکتے ہیں لیکن والی حکومت نہیں بن سکتے، اور آپ نے وصیت فرمائی کہ تین دن تک صہیب بن سنان رومی

(۱) الاستیعاب: ۳۱۵۲، تجرید اسماء الصحابة: ۲۲۹۰

(۲) الاستیعاب ۳۳۶۹، الاصابة: ۷/ ۷۲۰، اسد الغابة: ۷/ ۱۵۹، تجرید اسماء الصحابة ۳۷۵۲

(۳) الاستیعاب: ۳۵۱۰، الاصابة: ۸/ ۱۵۵، اسد الغابة: ۷/ ۲۹۲، تجرید اسماء الصحابة: ۳۷۵۲

(۴) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۳۳۳، وتاریخ الطبری: ۲/ ۵۸۹، المختصر فی اخبار البشر: ۱/ ۱۶۶، والکامل فی التاریخ: ۳/ ۴۱، ومروج الذهب ۲/ ۳۴۰

نماز پڑھائیں گے یہاں تک کہ مجلس شوریٰ کا اجلاس مکمل ہو جائے اور اہل شوریٰ کسی ایک پر متفق ہو جائیں اور لوگ ان پر اعتماد بھروسہ کرنے لگیں، اور یہ معاملہ خوب پختہ و مضبوط ہو جائے اور فرمایا کہ پچاس آدمی مسلمانوں میں سے ان اہل شوریٰ کے معاون وکیل بن جائیں اور لوگوں کو طے شدہ فیصلے پر آمادہ و تیار کریں اور آپ نے ابوطلحہ انصاری اور مقداد بن اسود کندی کو اس کام پر مامور کیا، نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو درجہ دیں گے اس لئے کہ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وحی کو لکھا کرتے تھے جو جبرائیل امین لے کر نازل ہوتے تھے۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور جنازہ لایا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی طرف سبقت کی کہ کون ان دونوں میں سے نماز پڑھائے، لیکن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دونوں سے یہ معاملہ متعلق نہیں اس لئے کہ صہیب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھانے پر مامور کیا ہے لہٰذا نماز جنازہ پڑھانے کے بھی وہی مستحق ہیں پس صہیب آگے بڑھے اور نماز پڑھائی، اور عبداللہ بن عمر اور طلحہ کے سوا باقی اہل شوریٰ قبر میں اترے، طلحہ اس وقت موجود نہیں تھے، جب اس کام سے فارغ ہو گئے تو مقداد بن اسود نے اہل شوریٰ کو مسور بن مخرمہ کے گھر میں جمع کیا، بعض کہتے ہیں کہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں، بعض کہتے ہیں بیت المال میں اور بعض کہتے ہیں کہ ضحاک بن قیس کی بہن فاطمہ بنت قیس کے گھر میں جمع کیا، لیکن قول اول راجح ہے، واللہ اعلم

پس یہ سب لوگ بیٹھ گئے اور طلحہ ان کے دربان بن کر کھڑے ہو گئے اتنے میں عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ آئے اور باہر دروازہ کے پیچھے بیٹھ گئے، سعد بن ابی وقاص نے انہیں کنکریاں مار کر ہٹایا اور کہا کہ تم اسلئے آئے ہو کہ تا کہ کہو کہ ہم بھی شوریٰ کے اجلاس میں حاضر تھے، مدائنی نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے اس روایت کی صحت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ لوگ لوگوں سے الگ تھلگ ایک گھر میں جمع ہو کر امر خلافت میں باہم مشورہ کرنے لگے، بہت دیر تک بات چیت چلتی رہی، اور آوازیں بھی بلند ہوئیں، ابوطلحہ نے کہا کہ میرا خیال یہ تھا کہ آپ لوگ اس چیز کو ایک دوسرے کے ذمے لگاؤ گے، یہ خیال ہرگز نہ تھا کہ اس میں ایک دوسرے سے حرص کرو گے، پھر طلحہ کے آجانے کے بعد ان میں سے تین آدمی تین آدمیوں کے حق میں دستبردار ہو گئے، پس زبیر نے اپنا استحقاق امارت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا، پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دونوں میں سے کون اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہے تا کہ انتخاب کا معاملہ ہم اسے تفویض کر دیں، اللہ اس کا اور اسلام کا مددگار ہوگا، اور وہ باقی دو آدمیوں میں سے افضل کو والی امارت بنائیگا، یہ دونوں حضرات خاموش رہے، عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں اللہ میرا اور اسلام کا مددگار ہو، میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ تم میں سے اولیٰ و حقدار کو امارت تفویض ہو جائے، ان دونوں نے کہا کہ بہت اچھا، پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ہر ایک سے اس کے فضائل ذکر کر کے فرداً فرداً خطاب کیا اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ اگر انہیں والی حکومت بنا دیا جائے تو وہ عدل و انصاف کریں گے اور اگر دوسرے کو ان پر والی بنا دیا جائے تو اس کی سمع و اطاعت کریں گے، دونوں میں سے ہر ایک نے اثبات میں جواب دیا پھر یہ سب متفرق ہو گئے۔

روایت ہے کہ اہل شوریٰ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اختیار دید یا تھا کہ وہ ان میں سے افضل آدمی کے لئے کوشش کریں تا کہ اسے ولایت سپرد کی جائے، پس عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ممکنہ حد تک اہل شوریٰ اور دیگر حضرات سے رائے و مشورہ کیا اور سوالات کئے سب نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مشورہ دیا حتیٰ کہ آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں والی نہ بناؤں تو تم کس کے متعلق مشورہ دو گے؟ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اور عثمان بن عفان سے بھی یہی سوال کیا کہ اگر میں تمہیں والی نہ بناؤں تو کس کے متعلق مشورہ دو گے؟ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ امر خلافت تین میں منحصر ہونے سے پہلے کا ہے پھر ان تین میں سے عبدالرحمٰن بن عوف حق امارت سے الگ ہو گئے تا کہ وہ باقی دو میں سے افضل کے بارے میں غور و فکر کریں، اور اسے امارت ولایت سپرد کر دیں اور اللہ تعالیٰ ان کا اور اسلام کا اس کام میں مددگار بن جائے، پھر عبد الرحمٰن بن عوف ان دونوں کے بارے میں لوگوں سے رائے لینے لگے اور ان آراء کو جمع کرنے لگے، آپ عام لوگوں سے بھی ملے، سرداروں اور ذی

وجاہت لوگوں سے ملاقات کی، اجتماعی وانفرادی طور پر گفت وشنید کی، ایک ایک دو دو سے بھی ملے، علانیہ اور خفیہ بات چیت بھی کی حتیٰ کہ پردہ نشین عورتوں کے پاس بھی گئے اور ان سے بھی پوچھا، مکاتب میں پڑھنے والے بچوں اور مدینہ آنے والے مسافروں اور عرب بدوؤں سے بھی معلوم کیا پس دو شخصوں کو بھی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی فوقیت کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے نہ پایا، البتہ عمار بن یاسر اور مقداد کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مشورہ دیا تھا لیکن پھر ان دونوں نے بھی دیگر لوگوں کے ساتھ عثمان بن عفان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی، جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

اس ساری تگ ودو اور سعی وکوشش میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تین دن اور تین راتیں صرف کیں، بہت ہی کم سوئے اور سارا وقت نماز، دعا، استخارہ اور مشوروں میں گزارا، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہ پایا، جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چوتھی رات کی صبح طلوع ہوئی تو اپنے بھانجے مسور بن مخرمہ کے پاس ان کے گھر آئے اور فرمایا اے مسور! کیا تم سو رہے ہو؟ اللہ کی قسم میں تین دن کی مدت میں بہت ہی کم سویا ہوں، جاؤ اور عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ، مسور نے پوچھا کہ ان دونوں میں سے کس سے ابتدأ کروں؟ آپ نے فرمایا جس کو چاہو پہلے جا کر کہہ دو، مسور کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گیا اور کہا کہ اپنے ماموں کو چل کر جواب دیجئے، انہوں نے پوچھا کہ کیا میرے ساتھ کسی اور کو بھی بلانے کا تمہیں حکم دیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، پوچھا کہ کون ہیں؟ میں نے کہا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، پھر پوچھا کہ ہم دونوں میں سے کس کے ساتھ ابتدأ کرنے کا حکم دیا تھا؟ میں نے کہا اس بارے میں کوئی حکم نہیں دیا، بلکہ فرمایا کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہو پہلے بلا لو، پس میں آپ کے پاس آ گیا، پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرے ساتھ نکلے جب ہم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب سے گزرے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ باہر بیٹھ گئے اور میں اندر داخل ہوا، میں نے ان کو فجر کے ساتھ وتر پڑھتے پایا، انہوں نے بھی مجھ سے وہی تمام باتیں پوچھیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھیں تھی، پھر میں باہر نکلا اور ان دونوں کو لے کر اپنے ماموں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہو کر علی وعثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے لوگوں سے تم دونوں کے متعلق خوب سوالات کئے ہیں اور میں نے ایک شخص کو بھی نہیں پایا کہ وہ کسی کو تم دونوں کے برابر قرار دیتا ہو، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک سے الگ الگ عہد لیا کہ اگر میں اس کو والی بنا دوں تو وہ عدل وانصاف کرے گا اور اگر اس پر دوسرے کو والی بنا دوں تو سمع وطاعت کرے گا اس کے بعد ان دونوں کو لے کر مسجد کی طرف نکلے، آپ نے وہ عمامہ پہنا جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنایا تھا اور تلوار بھی لٹکائی اور مہاجرین وانصار کے سرکردہ لوگوں کی طرف پیغام بھیجا اور عام لوگوں میں الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کروایا، مسجد لوگوں سے بھر گئی اور تنگ پڑ گئی، لوگ ایک دوسرے سے چپک کر بیٹھے ہوئے تھے حتیٰ کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی جگہ نہ بچی، وہ لوگوں کے سب سے آخر میں بیٹھ گئے اور وہ بہت ہی حیاء دار اور شرمیلے تھے، پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ منبر نبوی ﷺ پر چڑھے اور کافی دیر تک کھڑے رہے اور دعا کرتے رہے جس کو لوگوں نے نہیں سنا، پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں نے پوشیدہ وعلانیہ تم سے تمہاری تمنا کے بارے میں پوچھا پس میں نے تم کو نہیں پایا کہ تم کسی کو ان دو شخصوں کے برابر قرار دیتے ہو یعنی علی وعثمان کے، پھر فرمایا کہ اے علی! میرے پاس آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے، آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا تم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اور فعل ابوبکر، وعمر پر قائم رہنے کی بیعت کرتے ہو، انہوں نے کہا کہ نہیں میں بلکہ میں اپنی جہد وطاقت پر بیعت کرتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اے عثمان! میرے پاس آؤ، پھر آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا کہ کیا تم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور فعل ابوبکر وعمر پر قائم رہنے کی بیعت کرتے ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللھم نعم (یعنی اللہ کے بھروسے پر ہاں کر لی) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے مسجد کی چھت کی طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اے اللہ سن لیجئے اور گواہ رہیئے، اے اللہ سن لیجئے اور گواہ رہیئے، اے اللہ سن لیجئے اور گواہ رہیئے، اے اللہ وہ ذمہ داری جو میری گردن میں تھی وہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال دی۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر لوگوں نے بھیڑ کر لی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے حتیٰ کہ منبر کے نیچے ان پر چھا گئے، راوی کہتے ہیں

کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو آپ نے نیچے دوسری سیڑھی پر بٹھا دیا، لوگ آتے گئے اور بیعت کرتے گئے سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے آخر میں بیعت کی تھی۔

اور یہ جو بہت سے مؤرخین مثلاً ابن جریر وغیرہ نے غیر معروف لوگوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے اور آپ نے ان کو اس لئے والی بنایا ہے کہ وہ آپ کے داماد ہیں اور ہر روز آپ سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت میں دیر کردی تھی یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ آیت سنائی:

''جو شخص عہد شکنی کرے تو اس کا وبال اسی پر پڑیگا، اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے، جس کا اس نے اللہ سے اقرار کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عنقریب اجر عظیم عطا فرمائے گا۔'' (سورۂ فتح آیت ۱۰)

اور اسی طرح بہت سی مخالفانہ خبریں جو کہ صحاح میں موجود نہیں وہ سب ان کے ناقلین وقائلین کی طرف رد کی جائیں گی، واللہ اعلم۔

صحابہ کرام کے خلاف بہت سے روافض اور جاہل وکم عقل قصہ گو بدگمانی میں مبتلاء ہیں جنہیں صحیح وضعیف درست وسقیم اور کمزور ومضبوط روایات کے درمیان کچھ امتیاز کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ ہی صحیح چیز کی توفیق دینے والا ہے۔

علماء تاریخ نے اس دن میں اختلاف کیا ہے جس دن حضرت عثمان بن عفان کی بیعت کی گئی، واقدی اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی بیعت پیر کے دن کی گئی جب ذی الحجہ ۲۳ھ کی ایک رات باقی تھی، اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے محرم ۲۴ھ سے اپنی خلافت کا آغاز کیا، یہ نہایت غریب روایت ہے اور واقدی ابن جریر سے ابن ابی ملیکہ کے حوالہ سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین رات کے بعد دس محرم ۲۴ھ کو عثمان کے لئے بیعت ہوئی، اور یہ پہلی روایت سے بھی زیادہ قریب ہے، اسی طرح سیف بن عمر نے عامر شعبی سے نقل کیا ہے کہ محرم ۲۴ھ کی تین راتیں گزرنے کے بعد اہل شوریٰ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا تھا اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، صہیب بن سنان رومی کے مؤذن نے اذان دی اذان واقامت کے درمیان لوگ جمع ہو گئے اور آپ نے آکر عصر کی نماز پڑھائی اور سیف بن عمر خلیفہ بن زفر اور مجالد سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محرم ۲۳ھ کی تین راتیں گزرنے پر خلیفہ بنے، پس آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی اور لوگوں کے وظائف وعطایا میں سو درہم کا اضافہ فرمایا اور شہروں کے وفود آپ کے پاس آنے لگے، یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ کام کیا۔

میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے ماقبل میں بیعت کا قصہ بیان کیا ہے اس کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ بیعت کا عمل زوال سے پہلے ہو گیا تھا لیکن جب مسجد میں لوگوں نے بیعت شروع کی تو آپ اس اختلاف کی وجہ سے دارالشوریٰ کی طرف چلے گئے جس کا ماقبل میں ذکر ہوا ہے باقی لوگوں نے بعد میں بیعت کی گویا کہ بیعت کی تکمیل ظہر کے بعد ہوئی، اور ظہر کی نماز اس دن بھی صہیب رومی نے پڑھائی، اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلی جو نماز پڑھائی وہ نماز عصر تھی جیسا کہ شعبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور سب سے پہلا خطبہ جو آپ نے مسلمانوں کو دیا۔

اس کے متعلق سیف بن عمر، بدر بن عثمان سے ان کے چچا کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب اہل شوریٰ نے بیعت کر لی تو عثمان نکلے آپ اس وقت نہایت شکستہ دل تھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھا اور فرمایا لوگو! تم ایک قلعہ میں ہو اور زندگی کے بقیہ حصے سے گزر رہے ہو، پس جس قدر بھی ہو سکے تم اپنی اموات کی طرف بھلائی کے ساتھ سبقت کرو، اس لئے کہ تم صبح یا شام کے مہمان ہو، خبردار! دنیا سراسر دھوکہ پر مشتمل ہے پس تمہیں دنیاوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ دھوکہ باز (یعنی شیطان) اللہ سے تمہیں دھوکہ میں ڈالے، جو لوگ گزر چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو، اور خوب کوشش کرو، غفلت میں نہ پڑو، دنیا کے بیٹے اور بھائی بند کہاں ہیں؟ جنہوں نے دنیا کو بسایا اور آباد کیا اور طویل عرصہ تک اس سے فائدہ اٹھایا کیا دنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا؟ تم لوگ دنیا کو وہاں پھینکو جہاں اللہ نے اسے پھینکا ہے اور آخرت کو طلب کرو،

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کی ایک مثال بیان کی ہے جو بہت ہی خوب ہے فرمایا کہ ان کے لئے دنیاوی زندگی کی مثال اس طرح بیان کرو جیسا کہ ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی نباتات اس کے ساتھ خلط ملط ہو گئیں (یعنی خوب سیراب ہو گئیں اور پھر پیداوار اور برآمد ہوئی) لیکن وہ پھر چورا چورا ہو گئی اور ہوائیں اس کو اڑاتی پھرتی ہیں جس طرح کھیتی ابتداء میں تو بڑی بارونق اور زینت والی تھی لیکن انتہاء چورا چورا اور اسے ہوائی اڑائی پھرتی تھیں اسی طرح دنیا بظاہر بڑی بارونق سرسبز وشاداب اور خوبصورت ہے لیکن انجام برا ہے، (یعنی وہ پیداوار کسی طوفان، آفت یا عذاب کا شکار ہو گئی) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور مال واولاد یہ دنیاوی زندگی کی زینت ورونق ہیں لیکن باقی رہنے والے نیک اعمال تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہترین اور بہترین قابل امید چیز ہے۔ (سورۂ کہف آیت ۴۵، ۴۶)

راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد لوگ آپ سے بیعت کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خطبہ اس دن نماز عصر کے بعد ہوا یا زوال سے قبل ہوا تھا (اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس وقت منبر کے سرے پر بیٹھے ہوئے تھے) یہی زیادہ مناسب ہے اور وہ جس کو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب اپنا پہلا خطبہ دینا شروع کیا تو ان پر لرزہ طاری ہو گیا اور انہیں کچھ پتا نہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! اول مرتبہ سواری کرنا مشکل ہوتا ہے اگر میں زندہ رہا تو عنقریب تمہیں صحیح ودرست خطبہ دوں گا، یہ ایسی روایت ہے کہ جسے صاحب العقد وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور بہت سے فوائد بھی بیان کئے ہیں لیکن میں نے اس کی کوئی تسلی بخش سند نہیں دیکھی۔

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے وظائف میں سوسو درہم کا اضافہ کیا یعنی لشکر اسلام میں سے ہر ہر مجاہد کے وظیفے میں اضافہ کیا اور یہ اضافہ اس مقدار پر کیا تھا جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بیت المال سے مقرر کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں ہر مسلمان کے لئے بیت المال سے ایک ایک درہم افطاری کے لئے مقرر کیا اور امہات المومنین کے لئے دو دو درہم مقرر کئے تھے جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی حکومت بنے تو آپ نے اس میں اضافہ کیا اور مسجد میں عبادت گذاروں، اعتکاف کرنے والوں، مسافروں فقراء اور مساکین کے لئے دستر خوان لگانا شروع کیا اور منبر کے جس درجہ پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بوقت خطبہ اس سے نچلے درجہ پر کھڑا ہوا کرتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درجہ سے [illegible] پر قیام کرنے لگے جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح تو سلسلہ بہت دراز ہو جائے گا پھر منبر کے اس درجہ پر چڑھے جس پر کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے، اور جمعہ کی وہ اذان جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کے تشریف فرما ہونے کے بعد دی جایا کرتی تھی آپ نے اس سے قبل ایک اذان کا اور اضافہ کیا، آپ کے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا قضیہ آپ کی خدمت میں عبیداللہ بن عمر کا پیش ہوا، اور وہ یہ تھا کہ عبیداللہ بن عمر نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابولؤلؤ کی بیٹی کو قتل کر دیا تھا اور جفینہ نام کے نصرانی کو بھی تلوار کا وار کر کے قتل کر دیا، اور ہرمزان جو کہ پہلے والی تستر تھا اسے بھی قتل کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ جفینہ اور ہرمزان نے لولؤ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ وتیار کیا تھا اور اس کی امداد کی تھی، یہ قتل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قیادت ہی میں ان پر قاتلانہ حملہ کے بعد ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن عمر کو قید کرنے کا حکم دیا تا کہ بعد میں آنے والا خلیفہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے، جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے اور لوگوں کے مقدمات وفیصلوں کے لئے بیٹھے تو سب سے پہلا قضیہ ان کی خدمت میں عبیداللہ بن عمر ہی کا پیش ہوا، پس علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا چھوڑ دینا انصاف نہیں ہوگا اور ان کے قصاصاً قتل کرنے کی رائے دی، بعض مہاجرین نے کہا کہ کل اس کا باپ قتل ہوا ہے اور آج تم اس کو قتل کرو گے اور عمرو بن العاص نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری کیا ہے اس لئے کہ یہ واقعہ آپ کے ایام خلافت میں نہیں ہوا پس آپ ان کو نظر انداز کر کے چھوڑ دیں پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان مقتولین کی دیت اپنے مال سے ادا کر دی اس لئے کہ ان کا معاملہ آپ کے سپرد تھا اور بیت المال کے سوا ان کا کوئی وارث نہ تھا اور امام اس بارے میں زیادہ مناسب جانتا ہے اور اسے اس طرح کا اختیار حاصل ہوتا ہے، عبیداللہ بن عمر کو آپ نے چھوڑ دیا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ زیاد بن لبید بیاضی نے عبیداللہ بن عمر کو جب دیکھا تو یہ اشعار پڑھے:

(۱)..... اے عبیداللہ خبردار! تیرے لئے ابن اروی اور ایفائے عہد سے نہ فرار کی گنجائش اور نہ کوئی جائے پناہ ہے۔

(۲)......اللہ کی قسم! تو نے ایک ناجائز اور حرام خون کیا ہے، ہرمزان کا قتل معمولی بات نہیں۔
(۳)......اور تو نے بلاوجہ غیرت کھائی ہے، ایک قائل نے کہا کہ کیا تم ہرمزان پر عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کی تہمت لگاتے ہو؟
(۴)......ایک احمق نے جواب دیا کہ ہاں میں یہ تہمت لگاتا ہوں کہ اسی کے مشورہ وحکم سے یہ کام ہوا ہے۔
(۵)......حوادثات بہت ہیں اور آدمی کے ہتھیار اس کے گھر میں ہوتے ہیں جنہیں وہ الٹتا پلٹتا رہتا ہے، اور ایک کام سے دوسرے کام کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

عبیداللہ بن عمر نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے زیاد بن لبید کی ان اشعار پر شکایت کی، عثمان بن عفان نے زیاد بن لبید کو بلایا تو اس نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

(۱)......اے ابوعمرو! عبیداللہ گروی ہیں آپ ہرمزان کے قتل میں شک نہ کیجئے۔
(۲)......اگر آپ نے اس کے جرم کو معاف کر دیا تو آپ اور اسباب خطا گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی مانند ہوں گے۔
(۳)......کیا آپ اسے ناحق معاف کر دیں گے؟ اگر آپ ایسا کریں گے تو اسے کیا جواب دیں گے جو نہایت طاقت رکھتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے زیاد کو اس سے روکا اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کی زیاد پھر اس قسم کی باتوں سے باز آ گیا پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شہروں کے والیوں، فوج کے امراء، ائمہ صلاۃ اور بیت المال کے منتظمین کو خطوط لکھے اور نیکی کا حکم اور برائی سے بچنے کی تاکید کی، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ابھارا اور اتباع سنت وترک بدعات کی ترغیب دی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کیا اور سعد بن ابی وقاص کو وہاں کا امیر مقرر کیا اور یہ آپ کے سب سے پہلے عامل ہیں جن کا آپ نے تقرر کیا اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر سعد امیر بن جائیں تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ جو امیر بنے وہ ان سے فائدہ اٹھائے، اور میں نے ان کو کسی کمزوری وخیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا پس آپ نے سعد کو تقریباً سوا سال تک کوفہ کا امیر بنائے رکھا۔

ابن جریر نے سیف بن عمر عن مجالد عن شعبی کے طریق سے اور واقدی نے زید بن اسلم عن ابیہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے مقرر کردہ عاملین ایک سال تک برقرار رہیں گے لہٰذا جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے مغیرہ بن شعبہ کو ایک سال تک کوفہ کی امارت پر برقرار رکھا پھر انہیں معزول کر کے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا پھر انہیں معزول کرنے کے بعد ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو امیر مقرر کیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ واقدی کے قول کے مطابق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا کوفہ کی امارت پر ایک سال کے لئے تقرر یہ ۲۵ھ میں بنتا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال یعنی ۲۴ھ میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان اور آرمینیہ والوں سے جہاد کیا اس لئے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جس چیز پر مسلمانوں سے مصالحت کی تھی اس سے وہ منحرف ہو گئے تھے، یہ ابومخنف کی روایت ہے اور دیگر رواۃ کہتے ہیں کہ یہ جہاد ۲۶ھ میں ہوا، جس کا خلاصہ ابن جریر کی زبانی یہ ہے کہ ولید بن عقبہ کوفی لشکر کو لے کر آذربائیجان اور آرمینیہ کی طرف روانہ ہوئے اس لئے کہ انہوں نے نقض عہد کیا تھا اور ان کے شہروں کو روندا، ان کی اراضی کو پامال کیا اور ان پر حملے کر کے غنائم حاصل کئے لوگوں کو قیدی بنایا اور عمدہ اموال ان سے چھینے، جب ان شہر والوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اس چیز پر صلح کر لی جس پر حذیفہ بن یمان سے صلح کی تھی، یعنی آٹھ لاکھ درہم سالانہ، پس ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک سال کا جزیہ وصول کیا اور سلامتی کے ساتھ غنائم لے کر کوفہ کی طرف واپس ہوئے جب موصل کے پاس سے گزر رہا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا خط بذریعہ قاصد موصول ہوا جس میں آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ رومیوں کے خلاف اہل شام کی امداد کریں۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال رومی بڑے غیض وغضب میں آ گئے تھے حتیٰ کہ اہل شام ان سے خوف کھانے لگے اور انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی، پس آپ نے ولید بن عقبہ کو لکھا کہ جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے تو آپ امانت دار، کریم

اور بہادر لوگوں پر مشتمل آٹھ، نو یا دس ہزار کا لشکر شام میں اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے روانہ کر دیں، جب ولید بن عقبہ کو یہ خط ملا تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور انہیں امیر المومنین کے خط کے بارے میں بتلایا، اور حضرت معاویہ و اہل شام کی امداد اور رومیوں کے خلاف جہاد پر ابھارا، پس تین دن میں آٹھ ہزار آدمی تیار ہو گئے، آپ نے انہیں سلمان بن ربیعہ کی امارت میں شام روانہ کر دیا، وہاں مسلمانوں کے لشکر پر حبیب بن مسلم فہری امیر تھے جب دونوں لشکر اکٹھے ہو گئے تو بلاد روم پر حملے شروع کر دیئے اور بہت سے لوگ قیدی بنائے، غنائم حاصل کئے اور بہت سے قلعے فتح کر ڈالے۔

واقدی کا خیال ہے کہ جس شخص نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خط کی وجہ سے اہل شام کی سلمان بن ربیعہ کے ذریعے مدد کی تھی وہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور یہ مدد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خط کی وجہ سے کی تھی۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب حبیب بن مسلمہ کے پاس پہنچ گئے، موریان رومی اسی ہزار رومیوں اور ترکوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا، حبیب بن مسلمہ بڑے دلیر اور شجاع آدمی تھے انہوں نے پختہ عزم کر لیا کہ وہ رومیوں کے لشکر پر شب خون ماریں گے ان کی زوجہ نے سنا کہ وہ اپنے امراء سے اس شب کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں ان کی زوجہ نے پوچھا کہ کل آپ کہاں ملیں گے؟ انہوں نے کہا کہ موریان کے خیمہ میں یا جنت میں ملاقات ہوگی، اس کے بعد اس رات وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومیوں پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور آپ کی زوجہ آپ سے پہلے موریان کے خیمہ میں پہنچ گئیں، یہ سب سے پہلی عرب عورت تھیں کہ جن کے لئے خیمہ لگایا گیا اس کے بعد حبیب بن مسلمہ انہیں چھوڑ کر وفات پا گئے، اس کے بعد ضحاک بن قیس فہری نے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے بچے کی والدہ بنیں۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال لوگوں کو حج کروانے والے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، واقدی اور ابو معشر کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حکم سے عبدالرحمٰن بن عوف نے حج کروایا، اور دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہی حج کروایا، پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

اس لئے کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دیگر لوگوں کے ساتھ نکسیر جاری ہو جانے کی وجہ سے حج نہیں کروا سکے، حتیٰ کہ آپ کو جان کا خوف لاحق ہو گیا، اس سال کو نکسیر کا سال کہا جاتا ہے، اس سال ابو موسیٰ اشعری نے مقام رے فتح کیا اس لئے کہ اہل رے نے اس عہد کو توڑ دیا تھا جو حذیفہ بن یمان سے انہوں نے کیا تھا اسی سال سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی وفات ہوئی، ان کی کنیت ابو سفیان ہے یہ قدید میں رہتے تھے۔

یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط الدیلی کا تعاقب کیا تھا جب یہ غار ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے سراقہ بن مالک نے چاہا کہ ان کو اہل مکہ کے پاس واپس لوٹا دیں اسلئے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں سو سو اونٹ کا وعدہ کیا ہوا تھا پس سراقہ نے اس انعام کا لالچ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرت نہ دی، بلکہ جب یہ ان حضرات کے قریب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے حتیٰ کہ انہوں نے امان کے لئے پکارا، رسول اللہ ﷺ نے امان دی اور آپ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امان کا پروانہ لکھ کر دیا، پھر غزوہ طائف کے بعد مسلمان ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا اکرام و اعزاز فرمایا انہوں نے ہی یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہمیں عمرہ صرف اسی سال کے لئے کرایا ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔

آغاز سال ۲۵ ھ

اس سال اہل اسکندریہ نے نقض عہد کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ رومی بادشاہ نے معویل الخصی کو کشتی کے ذریعے ان کے پاس بھیجا اور انہوں نے بادشاہ کی طرف سے مدد کا لالچ کیا اور اپنے عہد کو توڑ ڈالا، پس ربیع الاول میں عمرو بن العاص نے ان پر حملہ کیا اور اس کی اراضی کو بزور قوت اور شہر کو صلحاً فتح کر لیا اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور سیف کے قول کے مطابق اسی سال آپ نے سعد

بن ابی وقاص کو کوفہ سے معزول کیا اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو والی بنایا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر لگائے جانے والے الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے۔

اسی سال عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بلاد مغرب سے جنگ کے لئے روانہ کیا اور ابن ابی سرح نے ان سے افریقہ میں جہاد کی اجازت طلب کی، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور کہا جاتا ہے کہ اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر سے معزول کیا اور انکی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو امیر بنایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ھ کا ہے، اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے کئی قلعوں کو فتح کیا اور اسی سال ان کا بیٹا یزید بن معاویہ پیدا ہوا۔

آغاز سال ۲۶ھ

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انصاب حرم کی تجدید کا حکم دیا اور اسی سال مسجد حرام کی توسیع فرمائی، اور اس سال آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کیا اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر کیا اس کا سبب یہ ہوا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے منتظم ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیت المال کے مال سے کچھ قرض لیا تھا جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا تقاضا کیا تو سعد گفتگو میں انہیں مطمئن نہ کر سکے، اور ان کے درمیان باہمی نزاع پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دونوں پر ہی ناراض ہوئے اور سعد کی جگہ ولید بن عقبہ کو امیر بنا دیا

ولید عرب الجزیرہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عامل تھے جب آپ کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے آپ کو خوش آمدید کہا، آپ نے وہاں پانچ سال قیام کیا ان کے گھر کا کوئی دروازہ نہ تھا، اپنی رعایا کے ساتھ بڑی نرمی اور رحم دلی کا برتاؤ فرماتے تھے، اور اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور بعض مؤرخین کے قول کے مطابق اس سال حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے سابور کو تین کروڑ تین لاکھ درہم پر صلحاً فتح کیا۔

آغاز سال ۲۷ھ

واقدی اور ابومعشر کہتے ہیں کہ اس سال عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مصر کی امارت سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کیا اور ان کی جگہ اپنے ماں شریک بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں کا امیر مقرر کیا اور یہ عبداللہ وہ ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے خون کو مباح قرار دیا تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی تھی۔

اہل افریقہ سے جہاد(۱) ...... حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بلاد افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا تو مال غنیمت کے خمس کا خمس انہیں مزید دیا جائے گا پس عبداللہ دس ہزار فوج لے کر چلے اور وہاں کے شہروں و پہاڑوں کو فتح کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا یہاں تک کہ اہل افریقہ مطیع و فرمانبردار ہو گئے، اسلام قبول کیا اور حسن اسلام سے آراستہ ہوئے، عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے خمس کا ایک خمس رکھ لیا اور باقی چار خمس حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیئے۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے جب اس غنیمت کو تقسیم کیا تو ہر سوار کو تین ہزار اور پیادہ کو ایک ہزار دینار حصے میں آئے واقدی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد نے اہل افریقہ سے بیس لاکھ بیس ہزار دینار پر صلح کی تھی، اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وہ سب ایک ہی دن میں آل حکم یا آل

(۱) الکامل فی التاریخ: ۳/۴۴

مروان پر خرچ کر دیئے تھے۔

اہل اندلس سے جہاد (۱)...... جب افریقہ فتح ہوگیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن نافع اور عبد قیس کو فی الفور اندلس کی طرف روانہ ہو جانے کا حکم دیا یہ دونوں فہری تھے اور سمندر کے راستے اندلس پہنچے تھے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ قسطنطنیہ جب فتح ہوگا تو سمندر کے راستے فتح ہوگا اور تم جب اندلس کو فتح کرلو گے تو آخری زمانے میں قسطنطنیہ فتح کرنے والوں کے اجر وثواب میں شریک قرار دیئے جاؤ گے، پس یہ لوگ اندلس کی طرف چلے اور اسے فتح کرلیا۔

مسلمانوں کے ساتھ جرجیر اور بربر کا معرکہ...... جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ افریقہ کا قصد کیا تو اس وقت ان کے لشکر میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر بھی تھے، اور شاہ بربر ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک قول کے مطابق دو لاکھ فوج لے کر مقابلہ پر آیا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اس نے اپنے لشکر کو اشارہ کیا اور بربروں نے مسلمانوں کا چاروں طرف سے احاطہ کرلیا، مسلمان ایسی جگہ میں کھڑے ہوئے تھے کہ اس سے زیادہ ہیبت ناک وخوفناک جگہ دوسری نہ تھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے شاہ بربر جرجیر کو صفوں کے پیچھے دیکھ لیا، وہ ترکی گھوڑے پر سوار تھا اور دو لڑکیاں مور چھل سے اسے سایہ کئے ہوئے تھیں، پس میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ میری پشت کی حفاظت کے لئے ایک دستہ تیار کردیں میں شاہ بربر کا قصد کرتا ہوں انہوں نے دلیروں کی ایک جماعت میرے ساتھ جانے کے لئے تیاری کردی، اور انہیں پشت کی جانب سے میری حفاظت کا حکم دیا میں انہیں لے کر صفیں چیرتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا، بربری یہ سمجھے کہ میں کوئی پیغام لے کر بادشاہ کی طرف جا رہا ہوں لیکن جب میں قریب پہنچا تو بادشاہ نے مجھ سے خطرہ محسوس کیا اور اپنے ترکی گھوڑے پر فرار کی کوشش کرنے لگا میں نے پیچھے سے اسے جالیا اور اسے نیزہ مارا اور پھر تلوار سے قتل کر ڈالا، اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر نصب کردیا اور تکبیر بلند کی، جب بربریوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بکھر گئے اور پرندوں کی طرح فرار ہونے لگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کیا اور انہیں قتل کیا، بہت سوں کو قیدی بنایا، اور کثیر مقدار میں مال غنیمت وساز وسامان حاصل کیا، اس مقام کو سبیطلہ کہا جاتا ہے اور قیروان سے دو دن کی مسافت پر ہے، یہ پہلی جنگ ہے جس میں عبد اللہ بن زبیر کی بہادری وشجاعت کا ڈنکا بج گیا، اللہ تعالیٰ ان سے ان کے والد سے اور جمیع اصحاب رسول ﷺ سے راضی ہو جائے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اصطخر دوسری بار فتح ہوا اور اس سال معاویہ بن ابی سفیان نے قنسرین میں جنگی کارروائیاں کیں، اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، اور بعض کہتے ہیں کہ اس سال معاویہ بن ابی سفیان نے قبرص میں جہاد کیا، واقدی کہتے ہیں کہ یہ ۲۸ھ کا واقعہ ہے، ابو معشر کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان نے ۳۳ھ میں قنسرین میں جہاد کیا تھا۔

فتح قبرص (۲)...... ابن جریر نے واقدی کی اتباع میں اس سال میں فتح قبرص کا تذکرہ کیا ہے، قبرص شام کے مغربی جانب سمندر میں بالکل الگ تھلگ ایک جزیرہ ہے اس کی لمبی دم دمشق کے ساحل کے قریب تک آتی ہے اور مغربی جانب کی کافی چوڑائی میں ہے، اس میں باغات اور کانیں بکثرت ہیں، یہ عمدہ اور بہت اچھا شہر ہے اسے معاویہ بن ابی سفیان نے فتح کیا تھا، آپ ایک عظیم لشکر لے کر اس کی طرف گئے تھے آپ کے ساتھ عبادہ بن صامت اور ان کی اہلیہ ام حرام بنت ملحان بھی تھے، ام حرام کی حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں آرام فرما ہوئے اور پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے جو اس سمندر کے بڑے حصے پر اس طرح سواری کریں گے جس طرح بادشاہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھتا ہے، ام حرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرما دے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم انہیں میں سے ہو، اس کے بعد آپ پھر سو گئے اور دوبارہ پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ نے وہی بات دوبارہ ارشاد فرمائی، ام حرام نے کہا یا رسول اللہ! آپ دعا کر

(۱) الکامل فی التاریخ ۳/ ۴۷ (۲) الکامل فی التاریخ ۳/ ۴۸

دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمادے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں سے ہو، ام حرام پھر اس غزوہ میں شامل رہیں اور وہیں آپ کی وفات ہوئی اور ان کی قسطنطنیہ سے متعلق روایت وہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سمندر میں کشتیوں پر سوار ہو کر اس جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے جو کہ قبرص کے نام سے مشہور ہے، آپ کے ساتھ مسلمانوں کا عظیم لشکر تھا یہ لشکر کشی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوئی تھی، حضرت معاویہ نے آپ سے اس پر حملہ کی اجازت طلب کی تھی، آپ نے اجازت مرحمت فرمادی، اس سے پہلے حضرت معاویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی درخواست کی تھی لیکن آپ نے مسلمانوں کو اتنی بڑی مخلوق (سمندر) پر سوار کرانے سے منع فرمادیا تھا کہ جو ذرا سی حرکت کرے تو اول سے آخر تک سب غرق ہو جائیں، لیکن جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو حضرت معاویہ نے آپ سے اس بارے میں بہت اصرار کیا سو آپ نے اجازت دیدی، اور حضرت معاویہ کشتیوں میں سوار ہو کر یہاں تک پہنچ گئے، دوسری جانب سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی ان سے آملے اور دونوں نے مل کر اہل قبرص سے قتال کیا اور بڑی خلقت کو قتل کیا بہت سوں کو قیدی بنایا اور نہایت عمدہ اور قیمتی قیمتی اموال غنیمت میں حاصل کئے جب یہاں کے قیدی لائے گئے تو ابوالدرداء رونے لگے، جبیر بن نفیر نے کہا کہ کیا آپ روتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو آج عزت عطا فرمائی ہے، ابوالدرداء نے فرمایا تیرا ناس ہو، یہ وہ غالب قوم ہے کہ جس کے پاس بادشاہت تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کے احکامات کو ضائع کیا تو آج ان کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر قید کو مسلط کر دیا اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر قید کو مسلط کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ حاجت و پرواہ نہیں ہوتی، اور فرمایا کہ جب بندے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اس کے نزدیک کتنے حقیر و بے قیمت ہو جاتے ہیں۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل قبرص سے سات ہزار دینار سالانہ پر صلح کر لی، جب مسلمانوں نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو ام حرام کے لئے ایک خچر لایا گیا وہ اس پر سوار ہوئیں لیکن اس پر سے گر پڑیں اور گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی جس سے اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا، وہیں آپ کی قبر بنادی گئی لوگ اس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے طفیل بارشیں طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک صالحہ عورت کی قبر ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حبیب بن مسلمہ نے روم کے علاقے سوریہ میں جہاد کیا اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ سے نکاح کیا، یہ پہلے نصرانیہ تھی اور نکاح سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا، اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں زوراء مقام پر اپنا مکان تعمیر کروایا تھا اور اس سال آپ نے لوگوں کو حج کروایا تھا۔

آغاز سال ۲۹ھ

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ کی چھ سالہ امارت سے معزول کر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ تین سالہ امارت کے بعد معزول کیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کو امیر مقرر کیا تھا، یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے، آپ نے ان کو ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عثمان بن ابی العاص کی مشترکہ فوج پر امیر مقرر کیا اس وقت ان کی عمر پچیس سال تھی اور چھ سال بصرہ میں آپ نے قیام فرمایا اور واقدی اور ابومعشر کے قول کے مطابق اس سال عبداللہ بن عامر نے فارس کو فتح کیا لیکن سیف بن عمر کا خیال ہے کہ یہ فتح اس سال سے پہلے ہو چکی تھی۔

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی، اور اسے چونے سے جو کہ وادی نخل سے لایا جاتا تھا اور منقش پتھروں سے تعمیر کیا اور اس کے ستونوں میں مرصع پتھر لگوائے، چھت ساگوان کی بنوائی اور اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی ایک سو پچاس ہاتھ رکھوائی اور چھ دروازے بنوائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھے اس تعمیری کام کا آغاز اس سال ماہ ربیع الاول میں کیا تھا۔

اس سال آپ نے لوگوں کو حج کروایا، اور منیٰ میں آپ کے لئے خیمہ لگایا گیا، یہ پہلا خیمہ تھا جو منیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے

لئے لگایا گیا تھا اور منیٰ میں آپ نے چار رکعت پڑھائیں جس پر ایک سے زائد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً! حضرت علی، عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے نکیر فرمائی حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش ان چار میں سے میرا حصہ دو مقبول رکعتیں ہوں، اور عبد الرحمٰن بن عوف نے تو باقاعدہ آپ سے مناظرہ کیا۔

ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اتمام صلاۃ کا یہ عذر پیش کیا کہ میں نے مکہ میں نکاح کر لیا ہے یہاں میرے اہل خانہ ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اہل خانہ تو مدینہ میں ہیں اور آپ مدینہ ہی میں اپنے اہل خانہ کے ہمراہ قیام کرتے ہیں، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طائف میں میرا مال ہے میں واپسی میں اسے دیکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اور طائف کے درمیان تین دن کی مسافت ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل یمن کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضر میں نماز دو رکعت ہے اگر وہ مجھے دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھیں گے تو میرے عمل سے اپنے قول پر دلیل پکڑیں گے، عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی، لوگ اسلام میں اس وقت کم تھے اور رسول اللہ ﷺ یہاں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور آپ نے بھی اپنی خلافت کے آغاز میں دو ہی رکعتیں پڑھی تھیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر فرمایا کہ یہ میری رائے ہے۔

آغاز سال ۳۰ھ

اس سال سعید بن العاص نے طبرستان فتح کیا اور طبرستان کو فتح کرنے والے سب سے پہلے شخص ہیں، واقدی اور ابو معشر کا یہی قول ہے لیکن سیف بن عمر کا خیال ہے کہ اہل طبرستان نے سعید بن العاص سے پہلے سوید بن مقرن کے ہاتھ پر صلح کر لی تھی اس مال پر جس کو وہ ادا کریں گے اور یہ شرط بھی لگائی تھی کہ اب ان کے خلاف فوج کشی نہیں ہوگی، واللہ اعلم۔

مدائنی کہتے ہیں کہ سعید بن العاص لشکر لیکر روانہ ہوئے، آپ کے لشکر میں حسن، حسین۔ عبادلہ عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن زبیر کو عبادلہ اربعہ کہا جاتا ہے بعض عبداللہ بن زبیر کی جگہ عبداللہ بن عمرو العاص کو رکھتے ہیں، حذیفہ بن یمان اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، آپ مختلف شہروں سے کثیر اموال پر مصالحت کرتے ہوئے گزرتے گئے یہاں تک کہ جرجان کے اس شہر میں پہنچ گئے اور اہل شہر سے قتال کیا یہاں آپ کو صلاۃ خوف پڑھنے کی بھی ضرورت پیش آئی، آپ نے حذیفہ بن یمان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کس طرح ادا فرماتے تھے؟ حذیفہ بن یمان نے طریقہ بتلایا، آپ نے اس کے مطابق لشکر کے ساتھ نماز ادا کی، پھر اہل قلعہ نے آپ سے امان طلب کی، لیکن آپ نے صرف ایک شخص کو امان دی، جب قلعہ فتح ہو گیا تو آپ نے ایک کے سوا سب کو قتل کر دیا اور جو کچھ قلعے میں تھا سب پر قبضہ کر لیا، بنی نہد کے ایک آدمی کو ایک بند ٹوکری ملی اس نے سعید بن العاص کو اس ٹوکری کے قریب بلایا اسے جب کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک سیاہ رنگ کا لپٹا ہوا چیتھڑا ہے اس چیتھڑے کو جب کھولا گیا تو اس میں سے ایک اور سرخ رنگ کا چیتھڑا نکلا اسے جب کھولا گیا تو اس کے اندر سے ایک اور زرد رنگ کا چیتھڑا برآمد ہوا او راس میں سیاہ اور سرخ وسیاہ رنگ کی دو سوئیاں لگی ہوئی تھی، شاعر نے اس پر بنو نہد کی ہجو کرتے ہوئے کہا:

(۱)......شرفاء غنیمت میں قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے، اور بنو نہد ٹوکری میں دو سوئیاں لے کر لوٹے۔

(۲)......وہ سرخ وسیاہ اور سرخ رنگ کی سوئیاں تھیں جنہیں انہوں نے غنیمت خیال کیا، پس یہ غلطی تیرے لئے کافی ہے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ اہل جرجان نے جس مال پر سعید بن العاص سے صلح کی تھی وہ اس کو ادا کرنے سے رک گئے اور اپنے کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا جس مال پر صلح ہوئی تھی وہ ایک لاکھ دینار تھے اور ایک قول کے مطابق دو لاکھ دینار اور ایک قول کے مطابق تین لاکھ دینار پر صلح ہوئی تھی۔

پھر آپ نے ان کی طرف یزید بن مہلب کو بھیجا جس کو عنقریب انشاء اللہ ہم بیان کریں گے اور اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے معزول کیا اور ان کی جگہ سعید بن ابی العاص کو امیر مقرر کیا، ولید بن عقبہ کی معزولی کا سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے اہل کوفہ کو صبح کی نماز میں دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھادی اور پھر پیچھے مڑ کر کہا کہ کیا اس سے زیادہ بھی پڑھادوں؟ ایک آدمی نے کہا کہ آج تو ہم آپ کی مسلسل زیارت کرنے میں لگے ہوئے ہیں، پھر ایک جماعت ان سے جھگڑنے لگی، کہا جاتا ہے کہ ان کے اور آپ کے درمیان کچھ چپقلش تھی انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو آپ کی شکایت کی اور ان میں سے بعض نے آپ کے بارے میں شراب نوشی کی شہادت دی اور ایک نے کہا کہ میں نے ان کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے پس حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کو حاضر ہونے کا اور کوڑے مارے جانے کا حکم دیا، کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا حلّہ اتارا اور سعید بن ابی العاص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کوڑے لگائے پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے سعید بن ابی العاص ان کی جگہ امیر مقرر کیا۔

اور اس سال نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بیر اریس میں گر پڑی، یہ کنواں مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے اور اس میں بہت ہی کم پانی ہوتا تھا اور اچھا خاصا مال خرچ کرنے کا اور کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی نہ ملی، حتیٰ کہ پھر حضرت عثمان بن عفان نے چاندی کی ایک اور انگھوٹی بنائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کردیا، جب آپ شہید ہو گئے تو یہ گم ہو گئی اس کے لینے والے کا کچھ پتانہ چلا۔

ابن جریر نے اس مقام پر ایک طویل حدیث بیان کی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کا سونے کی انگھوٹی بنوانا پھر چاندی کی انگھوٹی بنوانا اور آپ کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کی طرف اور دحیہ کو قیصر کی طرف بھیجنا اور یہ کہ یہ انگھوٹی آپ ﷺ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پھر حضرت عثمان بن عفان کے ہاتھ میں چھ سال رہی، پھر بیر اَریس میں گر گئی یہ تمام امور ذکر کئے ہیں اسکا کچھ حصہ پہلے صحیح کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے اور اس سال معاویہ اور ابوذر میں جھگڑا ہوا اور یہ اس لئے کہ ابوذر بعض معاملات میں معاویہ پر اعتراض کرتے تھے اور اغنیاء میں سے کوئی مال جمع کرتا یا ضرورت سے زائد خوراک ذخیرہ کرتا تو اسے اس سے روکتے اور زائد مال کو واجب التصدق قرار دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان **والذین یکنزون الذھب والفضہ ولا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم** (سورہ توبہ، آیت ۳۴) کی یہی تفسیر بیان کرتے تھے، حضرت معاویہ نے انہیں اس سے منع کیا لیکن وہ نہ رکے، تو پھر حضرت معاویہ نے ان کی شکایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بجھوادی، آپ نے انہیں مدینہ آنے کا حکم دیا، ابوذر مدینہ آئے تو آپ نے انہیں ملامت کی اور اپنی اس رائے سے رجوع کا حکم دیا، لیکن ابوذر نے رجوع نہیں کیا، آپ نے انہیں مقام ربذہ چلے جانے کا حکم دیا، یہ مدینہ کے مشرقی جانب ایک جگہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ یہاں مدینہ میں قیام کریں لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تعمیرات سلع تک پہنچ جائیں تو تم یہاں سے نکل جانا، اور اب تعمیرات سلع تک پہنچ چکی ہیں، سو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مقام ربذہ چلے جانے کا حکم فرمایا، اور کہا کہ کبھی کبھی مدینہ منورہ میں زیارت کے لئے آتے رہا کریں تا کہ کوئی اعرابی آپ کی اس ہجرت سے مرتد نہ ہو جائے، پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور مسلسل ربذہ ہی میں مقیم رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی، عنقریب ہم اسے بھی بیان کریں گے۔

اور اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن زوراء مقام پر تیسری اذان کا اضافہ کیا اس میں دوسری اذان کا اضافہ کیا تھا لیکن اضافت کو بھی شمار کر کے تین کہہ دیا گیا دو اذان اور ایک اقامت جیسا کہ آج کل مروج۔

اس سال وفات پانے والوں کا تذکرہ

ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے اس سال یعنی ۳۰ ھ میں وفات پانیوالوں میں ابی بن کعب کا بھی ذکر کیا ہے جسے واقدی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

جبار بن صخر [1] ......ان کا نام جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء ابو عبدالرحمٰن انصاری ہے، یہ بیعت عقبہ کے موقع پر حاضر تھے، غزوہ بدر میں شریک ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں خیبر کی طرف پھلوں کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا تھا ساٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

حاطب بن بلتعہ [2] ......ان کا نام حاطب بن بلتعہ بن عمرو بن عمیر لخمی ہے، بنو اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں حاضر رہے، یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر مشرکین مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے عزائم کی خبر دی تھی، پھر معذرت کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی معذرت کو قبول فرمایا اور پھر شاہ اسکندریہ کی طرف انہیں خط دے کر بھیجا۔

طفیل بن حارث بن المطلب [3] ......یہ ابو عبیدہ اور حصین کے بھائی ہیں، بدری صحابی ہیں، سعید بن عمیر کے قول کے مطابق اس سال ان کی وفات ہوئی ہے۔

عبداللہ بن کعب بن عمرو مازنی [4] ......ان کی کنیت ابو حارث ہے، بعض ابو یحییٰ کہتے ہیں کہ بدری صحابی ہیں، بدر کے دن آپ کی ذمہ داری خمس پر لگائی گئی تھی۔

عبداللہ بن مظعون [5]...... یہ عثمان بن مظعون کے بھائی ہیں، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور غزوہ بدر میں بھی شریک رہے۔

عیاض بن زہیر [6] ......ان کا نام ونسب عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال قرشی فہری ہے اور کنیت ابو سعید ہے، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے۔

مسعود بن ربیعہ [7] ......بعض مسعود بن ربیعہ کے بجائے مسعود بن ربیع بھی کہتے ہیں، کنیت ابو عمرو القاری ہے غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، ساٹھ سال سے کچھ زائد عمر میں وفات ہوئی۔

معمر بن ابی سرح [8] ......ان کا نام ونسب معمر بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال قرشی ہے اور کنیت ابو سعد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام عمرو ہے، یہ بدری اور قدیم الصحبت صحابی ہیں۔

ابواُسید [9] ......نام مالک بن ربیعہ اور کنیت ابو اسید ہے، الفلاس کے قول کے مطابق اس سال آپ نے وفات پائی ہے، لیکن اصح یہ ہے کہ آپ کی وفات ۴۰ھ میں ہوئی، اور بعض کہتے ہیں ۶۰ھ میں وفات ہوئی۔

---

(۱) الاستیعاب ۳۰۹، الاصابۃ ۱/ ۴۳۲، اسد الغابۃ : ۱/ ۳۰۵، تجرید اسماء الصحابۃ : ۷۰۸، ۶۶۵

(۲) الاستیعاب: ۵۲۹، الاصابۃ : ۲/ ۴، اسد الغابۃ : ۱/ ۴۳۱، تجرید اسماء الصحابۃ : ۱۰۷۲

(۳) الاستیعاب: ۱۲۷۷، الاصابۃ : ۳/ ۵۱۹، اسد الغابۃ : ۲/ ۷۶، تجرید اسماء الصحابۃ : ۲۹۰۸

(۴) الاستیعاب: ۱۳۹۵، الاصابۃ : ۴/ ۲۱۸، اسد الغابۃ : ۲/ ۲۷۳، تجرید اسماء الصحابۃ : ۳۵۰۵

(۵) الاستیعاب: ۱۴۰۰، الاصابۃ : ۴/ ۲۳۹، اسد الغابۃ : ۲/ ۳۹۴، تجرید اسماء الصحابۃ : ۳۵۵۱

(۶) الاستیعاب: ۱۹۵۶، الاصابۃ : ۴/ ۷۵۳، اسد الغابۃ : ۴/ ۳۲۳، تجرید اسماء الصحابۃ : ۴۶۵۹

(۷) الاستیعاب: ۲۳۵۷، تجرید اسماء الصحابۃ : ۸۱۲

(۸) الاستیعاب: ۲۴۳۵، اسد الغابۃ : ۵/ ۲۳۵، تجرید اسماء الصحابۃ : ۹۹۹

(۹) الاستیعاب: ۲۳۱۴، الاصابۃ : ۵/ ۷۲۳، اسد الغابۃ : ۵/ ۲۳، تجرید اسماء الصحابۃ : ۴۷۷

آغاز سال ۳۱ھ

واقدی کے قول کے مطابق اس سال غزوہ الصواری اور غزوہ الاساورہ ہوئے، ابومعشر کہتے ہیں کہ غزوہ الصواری ۳۴ھ میں ہوا، واقدی او رسیف وغیرہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دو سال گزرنے کے بعد شام مکمل طور پر معاویہ بن ابی سفیان کی عملداری میں آ گیا، آپ اس کی نہایت درجہ حفاظت کرتے تھے لیکن اس کے باجود ہر سال ایک مرتبہ موسم گرما میں بلاد روم سے جہاد کرتے تھے، ان کو غزوہ الصائفہ کہا جاتا ہے اور بہت سے لوگوں کو قتل کر کے بہت سے لوگوں کو قیدی بناتے، کئی قلعے فتح کرتے، مال غنیمت حاصل کرتے اور دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھا کر واپس آ جاتے۔

جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرنگیوں اور بربریوں کو بلاد افریقہ واندلس میں شکست دے دی تو رومی اس سے بڑے پیچ پا ہوئے اور سب کے سب قسطنطین بن ہرقل کے پاس جمع ہو گئے اور اسے متفقہ طور پر اپنا قائد تسلیم کر لیا، اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسی فوج لے کر روانہ ہوئے جس کی آغاز اسلام سے اب تک کوئی مثال نہیں دیکھی گئی، یہ لشکر پانچ سو بحری جہازوں میں سوار ہوا، اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلمان ساتھیوں کا بلاد مغرب کی طرف قصد کیا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رومیوں نے پادری پن اور صلیب پرستی میں رات گزاری اور مسلمان رات بھر قرأت قرآن اور نماز میں مشغول رہے، جب صبح ہوئی تو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی کشتیوں کے اندر ہی صف بندی کر دی، اور انہیں تلاوت وذکر الٰہی کا حکم دیا اس موقع پر موجود بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ رومی اتنی کثیر تعداد کشتیوں میں ہمارے پاس پہنچے کہ جس کی مثال نہیں دیکھی گئی، انہوں نے کشتیوں کے بادبان باندھے ہوا ان کے موافق اور ہمارے مخالف تھے، ہم لنگر انداز ہو گئے پھر ہوا ہم سے تھم گئی ہم نے انہیں کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم اور تم دونوں خشکی کی طرف چلیں تا کہ ہم اور تم میں زیادہ جلد باز موت سے ہمکنار ہو جائے۔

راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے بیک وقت خراٹے لئے اور سب کہنے لگے پانی پانی، (یعنی پانی میں جنگ ہو گی) پس ہم نے اپنی کشتیاں ان کے قریب کر دیں اور ان کی کشتیوں کے سامنے انہیں باندھ دیا اور فریقین آپس میں شمشیر زنی کرنے لگے اور نوجوان نوجوانوں پر بڑھ چڑھ کر تلواروں او رخنجروں سے حملے کرنے لگے، اور سمندری موجوں نے ان کشتیوں کو تھپیڑے مار مار کر ساحل تک پہنچا دیا اور باقی لہروں نے لوگوں کو ساحل پر پھینکنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ ایک بڑا پہاڑ نظر آنے لگے اور پانی کے رنگ پر خون کی سرخی غالب آ گئی اور مسلمانوں نے اس دن جیسی استقامت وثابت قدمی دکھائی، اس کی پہلے کبھی مثال نہیں ملتی، بہت سے مسلمان شہید ہوئے لیکن رومی ان سے دو گنے مارے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد ونصرت فرمائی، قسطنطین اور اس کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور وہ بہت ہی کم تھے قسطنطین کو بہت سخت اور گہرے زخم لگے وہ اس معرکہ کے بعد ایک مہینہ تک دوا دارو وعلاج معالجہ کرتا رہا۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کئی دن تک ذات الصواری میں قیام کیا اور پھر منصور ومظفر بن کر واپس لوٹے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے معمر نے بحوالہ زہری بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر بھی تھے ان دونوں نے اس سفر میں لوگوں کے سامنے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عیب بیان کئے اور ان چیزوں کا ذکر کیا جن میں عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی تھی اور کہا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا خون مباح ہے اسلئے کہ انہوں نے عبداللہ بن سعد کو امیر بنایا ہوا ہے جو مرتد ہو گئے تھے، قرآن کریم کا انکار کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے خون کو مباح قرار دیا تھا نیز جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے نکالا تھا ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عامل بنایا، اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو برطرف کر کے ان کی جگہ سعید بن ابی العاص اور عبداللہ بن عامر کو امیر ووالی بنایا تھا، عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو جب ان باتوں کی اطلاع ملی تو آپ نے حکم دیا کہ تم دونوں ہمارے ساتھ سوار مت ہو، پس وہ دونوں ایسی کشتی میں سوار ہوئے جس میں کوئی مسلمان نہ تھا اور جب دشمن سے جنگ ہو رہی تھی تو یہ دونوں مسلمانوں کو جنگ کرنے سے روک رہے تھے جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ ہم ایسے آدمی کے ساتھ مل کر کیسے قتال کر سکتے ہیں کہ جس کو ہم حکم بنانا بھی مناسب نہیں سمجھتے؟ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے

ان دونوں کو بلوایا اور سختی سے ان کو ان باتوں سے منع کیا اور کہا کہ اللہ کی قسم اگر میں امیر المومنین کی موافق رائے کو جانتا ہوتا تو تمہیں سزا دیتا اور قید کر دیتا۔
واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حبیب بن مسلمہ کے ہاتھ پر آرمینیہ فتح ہوا اور اسی سال کسریٰ شاہ فارس قتل ہوا۔

شاہ ایران کسریٰ یزدگرد کا قتل [1] ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یزدگرد ایک جماعت کے ساتھ کرمان سے بھاگ کر مرو پہنچا اور اہل مرو سے کچھ مال طلب کیا، اہل مرو نے نہ دیا اور اس سے اپنی جانوں کے بارے میں خوفزدہ ہو گئے پھر اہل مرو نے ترکوں کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں ان کے خلاف برانگیختہ ہو کیا ترک آئے اور کسریٰ کے اصحاب کو قتل کر دیا کسریٰ بھاگ گیا اور ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچا جو کناروں پر چکیاں کھودا کرتا تھا، اس نے کسریٰ کو رات گزارنے کے لئے ٹھکانہ دیا، جب وہ سو گیا تو اسے قتل کر دیا۔

مدائنی کہتے ہیں کہ کسریٰ اپنے ساتھیوں کے قتل ہو جانے کے بعد اکیلا ہی بھاگ کھڑا ہوا اس کے ساتھ اس کا تاج، پٹی اور تلوار تھی، یہ سب چیزیں اس نے زیب تن کی ہوئی تھیں یہاں تک کہ وہ اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو چکیاں کھودا کرتا تھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے کسریٰ کو جب غافل پایا تو قتل کر دیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب لے لیا اتنے میں ترک اس کی تلاش میں یہاں پہنچ گئے انہوں نے جب دیکھا کہ اس شخص نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور اس کا مال واسباب لے لیا ہے تو انہوں نے اس شخص کو اور اس کے اہل خانہ کو قتل کر دیا اور کسریٰ کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا او رکسریٰ کو انہوں نے تابوت میں ڈالا اور اصطخر لے گئے، یزدگرد نے قتل ہونے سے پہلے اہل مرو کی ایک عورت سے صحبت کی تھی جس کی وجہ سے وہ عورت حاملہ ہوگئی اور کسریٰ کے قتل کے بعد اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا جو ایک جانب سے معذور تھا، اس لڑکے کا نام مخدج (ناقص الخلقت) پڑ گیا۔

اس کی نسل اور اولاد خراسان میں موجود ہے، قتیبہ بن مسلم نے اپنے بعض غزوات میں اس علاقے سے اس کی نسل میں سے دو لڑکیوں کو قیدی بنایا تھا اور ان میں سے ایک کو حجاج کی طرف بھیج دیا، حجاج نے ولید بن عبد الملک کو بھیج دی،، ولید بن عبد الملک کا اس لڑکی سے ایک بیٹا یزید بن ولید پیدا ہوا جس کا لقب ناقص تھا۔

مدائنی نے اپنے شیوخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ یزدگرد جب اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر شکست کھا کر بھاگا تو اس نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور پیدل چلتا ہوا نہر کے کنارے بنی ہوئی ایک چکی میں داخل ہو گیا، جسے مرعاب کہا جاتا تھا، اس میں اس نے دو راتیں قیام کیا، دشمن اسکی تلاش میں تھا لیکن انہیں کچھ علم نہ تھا وہ کہا گیا ہے اس کے بعد چکی کا مالک وہاں آیا اور کسریٰ کو وہاں دیکھا تو مبہوت ہو کر رہ گیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انسان یا جن؟ کسریٰ نے کہا کہ انسان ہوں، اور کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں اور کھانا لے آیا، کسریٰ نے کہا کہ میں موسیقی کا شوقین ہوں اس لئے تم بجانے کی کوئی چیز لے آؤ، پس وہ چکی والا گیا اور فوجی جوانوں میں سے ایک کے پاس پہنچا اور اس سے بجانے کی کوئی چیز مانگی، اس نے کہا کہ تم اس کا کیا کرو گے؟ چکی والے نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسا آدمی ٹھہرا ہوا ہے کہ اس جیسا آدمی میں نے نہیں دیکھا اس نے یہ چیز منگوائی ہے، فوجی جوان اسے لے کر اپنے بادشاہ کے پاس پہنچے جس کا نام ماہو یہ بن بابا ہ تھا اور اسے سارا واقعہ سنایا، بادشاہ نے کہا کہ وہ یزدگرد ہے جاؤ اور اس کا سر اتار لاؤ، یہ لوگ اس مقام پر پہنچے اور جب چکی والی جگہ کے قریب ہوئے تو ہیبت اور خوف ان پر طاری ہو گیا اور ایک دوسرے کو آگے بڑھانے لگے اور چکی والے کو کہا کہ تم جاؤ، اور اسے قتل کر دو، وہ اندر داخل ہوا۔

یزدگرد سویا ہوا تھا اس نے پتھر لے کر اس کا سر کچل دیا اور اس کا سر کاٹ لیا پھر اسے فوجی جوانوں کے حوالہ کر دیا اور دھڑ نہر میں پھینک دیا، عام لوگوں کو جب اس قصہ کا علم ہوا تو انہوں نے چکی والے کو قتل کر دیا اور نصاریٰ کے پشب نے اس کے دھڑ کو نہر سے نکال کر تابوت میں بند کیا اور اسے اصطخر میں لے جا کر نصاریٰ کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ کسریٰ اس چکی والے کے گھر تین دن ٹھہرا اور کچھ نہ کھاتا تھا، چکی والے نے کہا کہ اے مسکین کیا تو کچھ کھائیگا نہیں؟ اور اس کے پاس کھانے کا سامان لایا، کسریٰ نے کہا کہ میں موسیقی سنے بغیر کھانا نہیں کھا سکتا اس نے کہا کہ تم کھانا کھاؤ میں تمہارے لئے نغمہ سرائی کرتا ہوں، کسریٰ نے کہا کہ وہ اس کے پاس کوئی ساز یا زمزمہ لے کر آجائے، پس وہ چکی والا باہر تلاش میں چلا گیا، بعض فوجی سواروں سے اس کی ملاقات

(۱) تاریخ الطبری ۲/۶۲۰

ہوئی انہوں نے اس کے اندر مشک کی خوشبو محسوس کی اور اس کے اندر انہیں یہ خوشبو اوپری سی محسوس ہوئی انہوں نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا اس نے کہا کہ میرے پاس ایک آدمی ٹھہرا ہوا ہے اور اسکی یہ یہ صفات اور حالات ہیں، انہوں نے پہچان لیا کہ ان صفات کا حامل کون ہے اور اس چکی والے کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چلے، چکی والا آگے آگے تھا وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور یزدگرد کو پکڑنے کا ارادہ کیا، یزدگرد نے اس کے ارادے کو بھانپ لیا اور کہا کہ تو ہلاک ہو میری انگوٹھی، کنگن اور پٹی لے اور میرا راستہ چھوڑ دے تا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں، اس نے کہا کہ نہیں مجھے چار درہم دو پھر چھوڑ دوں گا، کسریٰ نے اپنے کان کی بالیوں میں سے ایک بالی بھی مزید دینے کی پیشکش کی لیکن اس نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ کسریٰ نے اسے دوسرے چار درہم پیش کئے، چکی والے نے اسے چھوڑنے کا ارادہ کرلیا لیکن اسی دوران فوجی جوان اندر پہنچ گئے جب انہوں نے بادشاہ کا گھیراؤ کر لیا اور اسے قتل کرنا چاہا تو کسریٰ نے کہا کہ تم ہلاک ہو جاؤ مجھے قتل نہ کرنا، اسلئے کہ ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو بادشاہوں کے قتل پر جرأت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں آگ کا عذاب دیتا ہے لہٰذا تم مجھے قتل نہ کرو بلکہ اپنے بادشاہ یا عربوں کے پاس لیجاؤ وہ بادشاہوں کے قتل سے حیاء کرتے ہیں لیکن انہوں نے انکار کیا اور جو کچھ اس پر زیورات وغیرہ تھے سب چھین لئے اور اسے ایک بوری میں بند کر کے تانت کی تار سے اس کا گلا کاٹ دیا، اور پھر نہر میں پھینک دیا وہ بہتے بہتے ایک لکڑی میں جا پھنسا، وہاں سے ایلیاء کے بشپ نے نکال لیا اور ان شہروں میں رہنے والے نصاریٰ پر اس کے اسلاف کی طرف سے جو احسانات تھے ان کی وجہ سے اس پر ترس کھایا، اور اسے تابوت میں بند کر کے نصاریٰ کے قبرستان میں دفن کر دیا، اور جو کچھ بچے کھچے زیورات اس کے پاس سے برآمد ہوئے انہیں لے کر وہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، آپ نے اس کے زیورات میں سے ایک آویزہ گم پایا، تو اس علاقے کے زمیندار کو اس سلسلہ میں پیغام بھیجا اس نے اس کا پھر تاوان ادا کیا۔

یزدگرد بیس سال بادشاہ رہا، اس میں سے پہلے چار سال تو عیش وعشرت کے ساتھ گزارے اور باقی سولہ سال اہل اسلام کے خوف کی وجہ سے ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگتے ہوئے گزارے، یہ اہل فارس کا علی الاطلاق دنیا میں آخری بادشاہ تھا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانوں کو راہ خدا میں خرچ کرو گے۔

اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے بددعا دی کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے، پس واقعہ اسی طرح ہوا۔

اس سال ابن عامر نے بہت سی فتوحات ان علاقوں میں حاصل کیں جہاں کے لوگوں نے اپنی صلح اور عہد کو توڑ دیا تھا پس آپ نے کئی شہروں کو بزور قوت اور کئی کو صلحاً فتح کیا، اور مرو کو بائیس لاکھ درہم اور ایک روایت کے مطابق باسٹھ لاکھ درہم پر صلحاً فتح کیا اور اس سال عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا۔

آغاز سال ۳۲ھ

اس سال معاویہ بن ابی سفیان نے بلاد روم سے جنگ کی حتیٰ کہ آپ قسطنطنیہ کے دروازے تک جا پہنچے، آپ کے ساتھ آپ کی بیوی عاتکہ بھی تھیں، اور بعض کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت قرظہ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف تھیں یہ واقدی اور ابو معشر کا بیان ہے، اور اس سال سعید بن العاص نے سلمان بن ربیعہ کو ایک لشکر پر امیر مقرر کیا اور انہیں اہل باب سے جنگ کا حکم دیا اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ جو اس طرف آپ کے نائب تھے، انہیں سلمان بن ربیعہ کی مدد کا حکم دیا پس یہ بلنجر پہنچے اور اس کا محاصرہ کرلیا، مجانیق اور قلعہ شکن آلات نصب کر دیئے پھر اہل بلنجر باہر نکلے ترکوں نے ان کی مدد کی اور فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا، ترک مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوئے ڈرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ مرتے نہیں ہیں یہاں تک کہ انہوں نے بعد میں مسلمانوں پر جرأت کی اور آج کے دن ان سے قتال کر کے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو شہید کر ڈالا، انہیں ذوالنون کہا جاتا تھا مسلمان

شکست کھا کر بھاگے اور دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ایک جماعت بلاد خزر کی طرف اور دوسری جیلان اور جرجان کی طرف چلی گئی اس دوسری جماعت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے، ترکوں نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اٹھایا جو کہ بڑے دلیر شجاع اور سادات میں سے تھے اور اپنے علاقے میں جا کر دفن کر دیا، اور آج تک ان کی قبر کی برکت سے بارشیں طلب کرتے ہیں، عبدالرحمٰن بن ربیعہ کی شہادت کے بعد سعید بن العاص نے ان کے حصہ پر بھی سلمان بن ربیعہ کو امیر مقرر کر دیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے ساتھ جن کے امیر حبیب بن مسلمہ تھے ان کی امداد فرمائی۔

جب یہ دونوں لشکر جمع ہوئے تو حبیب اور سلمان نے امارت کے مسئلہ پر آپس میں نزاع کیا اور دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، یہ پہلا اختلاف تھا جو اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان رونما ہوا، حتیٰ کہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے جو اوس سے تعلق رکھتا تھا یہ اشعار کہے:

(۱)...... اگر تم سلمان کو مارو گے تو ہم حبیب کو مار دیں گے، اگر تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ گے تو ہم بھی جائیں گے۔

(۲)...... اگر تم عدل کرو تو پس یہ سرحد ہمارے امیر کی ہے، اور یہ امیر فوجوں میں مقبول ہے۔

(۳)...... ہم ان سرحدوں کے والی ہیں جیسا کہ ان راتوں میں اس کے محافظ تھے جب ہم سرحد پر تیر اندازی کرتے اور سزا دیا کرتے تھے۔

اس سال ابن عامر نے مرو الروذ، طالقان، فاریاب، جوزجان اور طخارستان فتح کیا، مرو الروذ کی طرف انہوں نے ابو عامر احنف بن قیس کو بھیجا انہوں نے جا کر اس کا محاصرہ کر لیا وہ لوگ باہر نکلے، قتال کیا لیکن شکست کھائی اور قلعہ کی طرف پناہ لینے پر مجبور ہو گئے پھر انہوں نے کثیر مال پر اور عوام کی اراضی پر ٹیکس لگائے جانے پر صلح کر لی اور صلح میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہ لوگ اس زمین کو چھوڑ دیں گے جو کسریٰ نے حاکم مرو مرزبان کے باپ کو جاگیر کے طور پر اس وقت دی تھی جب اس نے اس سانپ کو مارا تھا جس نے لوگوں کا راستہ بند کیا ہوا تھا اور ان کو ڈس لیا کرتا تھا پس احنف بن قیس نے صلح کر کے ان کے لئے اس کی دستاویز لکھ دیں پھر احنف بن قیس نے اقرع بن حابس کو جوزجان کی طرف بھیجا انہوں نے شدید قتال کے بعد اسے فتح کر لیا اس جنگ میں مسلمانوں کے بہت سے دلیر، شجاع اور بہادر نوجوان شہید ہوئے۔

ابو کثیر نھشلی نے اس پر ایک طویل قصیدہ کہا جس کے دو شعر یہ ہیں:

(۱)...... جب بادل گرجا تو اس کی بدلیوں نے جوزجان میں نوجوانوں کے مقتل کو سیراب کیا۔

(۲)...... انہیں رستاق حوط سے قصرین تک یہاں کے دو گنجے آدمیوں نے ہلاک کیا۔

پھر احنف بن قیس مرو الروذ سے بلخ کی طرف چلے اور اسکا محاصرہ کر لیا اہل بلخ نے چار لاکھ درہم پر صلح کر لی ملرآپ نے چچازاد بھائی کو مال کی وصولی پر اپنا نائب مقرر کیا اور جہاد کے ارادے سے کوچ کر گئے اس دوران موسم سرما نے انہیں آلیا، احنف نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ عمرو بن معدی کرب نے ان کی طرف سے یہ شعر کہا:

جب تم کسی چیز کی طاقت نہ رکھو تو اسے چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جس کی استطاعت رکھتے ہو۔

پس احنف بن قیس نے بلخ کی طرف کوچ کا حکم دیا اور موسم سرما میں وہیں قیام کیا پھر عامر خراسان واپس آ گئے ابن عامر سے کہا گیا کہ جو علاقے آپ کے ہاتھ پر فتح ہوئے ہیں وہ کسی کے ہاتھ پر بھی فتح نہیں ہوئے تھے، یعنی فارس، کرمان، بجستان اور علاقہ خراسان، ابن عامر نے کہا کہ میں ضرور بالضرور اس کی شکر گزاری اس طرح کرونگا کہ اپنے اس میدان جنگ سے عمرہ کا احرام باندھ کر جاؤں گا، اور عمرہ کروں گا، پھر آپ نے نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھا، جب آپ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو امیر المومنین نے خراسان سے احرام باندھنے پر آپ کو ملامت کی۔

اسی سال قارن چالیس ہزار لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر آیا، عبداللہ بن حازم نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کا سامنا کیا اور اس میں سے چھ سو نوجوانوں کا ہراول دستہ بنایا ان میں سے ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے نیزے کے سرے پر آگ اٹھائیں اور نصف شب کے قریب دشمن کی طرف بڑھیں اور شب خون ماریں، پس یہ دستہ اسی طرح دشمن کی طرف رات کو بڑھا وہ بھی ان کے مقابلہ پر آ گئے اور اس مقدمہ سے ہی الجھ کر رہ گئے اور عبداللہ بن حازم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور دونوں جماعتیں دشمن پر پل پڑیں مشرکین پشت پھیر کر بھاگے، مسلمانوں نے ان کا

تعاقب کیا اور جس طرح چاہا ان کو قتل کیا، بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا اور کثیر اموال غنیمت کے طور پر حاصل کئے اور فتح کی خوشخبری ابن عامر کی طرف بھیج دی، ابن عامر عبداللہ بن حازم سے خوش ہوئے اور خراسان کی امارت پر انہیں برقرار رکھا، حالانکہ اس سے پہلے آپ انہیں یہاں سے معزول کر چکے تھے اور عبداللہ بن حازم اس کے بعد بھی مسلسل وہاں کے امیر رہے۔

اس سال وفات پانے والے مشاہیر کا تذکرہ

عباس بن عبدالمطلب ...... آپ کا نام ونسب عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی ہے کنیت ابوالفضل کی ہے، رسول اللہ ﷺ کے چچا ہونے کا شرف حاصل ہے، خلفائے عباسیہ کے جد امجد ہیں، عمر میں رسول اللہ ﷺ سے دو یا تین سال بڑے ہیں، غزوہ بدر میں قیدی بنالئے گئے تھے اور اپنا اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب ونوفل بن حارث کا فدیہ دے کر رہائی پائی۔

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ جب آپ کو قیدی بنالیا گیا اور رسیوں سے جکڑ دیا گیا اور لوگ شام گزار چکے تو رسول اللہ ﷺ بے چینی کی وجہ سے سو نہ سکے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں رسیوں میں بندھے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں اس لئے نیند نہیں آرہی ہے، پس ایک مسلمان کھڑا ہوا اور رسیوں کو کھول دیا یہاں تک کہ ان کے کراہنے کی آواز تھم گئی، پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فتح مکہ والے سال مشرف باسلام ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ سے جحفہ میں آکر ملاقات کی اور آپ کے ساتھ واپس لوٹے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے مکہ میں ٹھہر گئے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

رسول اللہ ﷺ آپ کا بہت احترام وتعظیم کرتے تھے اور آپ کو اپنے والد ماجد کے قائم مقام قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے آباء واجداد کی بچی ہوئی نشانی ہیں۔

آپ قریش کے ساتھ بہت ہی صلہ رحمی فرماتے اور ان پر بڑے مہربان اور شفیق تھے، نہایت عقل مند، ذی رائے اور سمجھ دار تھے، دراز قد، خوبصورت، سفید رنگ، گداز جسم اور کسی قدر فربہی رکھنے والے تھے، آپ کی اولاد میں لڑکیوں کے علاوہ دس لڑکے تھے جو یہ ہیں، تمام یہ سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، حارث، عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، عون، فضل، قثم، کثیر اور معبد، آپ نے اپنے غلاموں میں سے ستر غلام آزاد کئے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھ سے علی بن عبداللہ نے، ان سے محمد بن طلحہ تیمی مدنی نے، ان سے ابو سہیل نافع بن مالک نے ان سے سعید بن مسیب نے ان سے سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں جو قریش کے سب سے بڑے سخی اور ان میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، امام احمد اس روایت میں متفرد ہیں اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ پر مقرر فرمایا، آپ نے ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کو نہ دیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابن جمیل پر تو کچھ عیب نہیں سوائے اس کے کہ وہ پہلے فقیر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا، اور خالد بن ولید پر تم زیادتی کرتے ہو، اس نے تو اپنی زرہیں اور اسلحہ راہ خدا میں وقف کر رکھا ہے اور رہے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تو ان کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے، پھر فرمایا کہ اے عمر کیا جانتے نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب طلب بارش کے لئے نکلتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے طفیل بارش طلب کرنے کے لئے لے کر نکلتے اور فرماتے کہ اے اللہ! جب ہم قحط وخشک سالی سے دوچار ہو جاتے تھے تو اپنے نبی محترم کے طفیل آپ سے سوال کرتے تھے پھر آپ بارش برسایا کرتے تھے، اب ہم نبی محترم کے چچا کے طفیل آپ سے بارش طلب کرتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر بارش ہوجایا کرتی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب سواری پر سوار ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے تو آپ کے احترام واکرام کے لئے نیچے اتر آتے، واقدی اور دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات بروز جمعہ بارہ رجب ۳۲ھ میں ہوئی، بعض رمضان ۳۲ھ میں وفات کے قائل ہیں، عمر مبارک اٹھاسی سال ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں تدفین ہوئی، سن وفات کے بارے میں ۳۳ھ اور ۳۴ھ کے بھی اقوال ہیں، آپ کے فضائل ومناقب بہت ہیں۔

عبداللہ بن مسعود [1]......آپ کا نام ونسب عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہذلی، کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، بنوزہرہ کے حلیف ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی مسلمان ہوچکے تھے، آپ کے اسلام کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے پاس سے گزرے، یہ اس وقت بکریاں چرا رہے تھے، دونوں حضرات نے ان سے دودھ طلب کیا انہوں نے کہا کہ میں ان بکریوں پر امین ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹی بکری جس سے اس کے نر نے جفتی نہیں کی تھی پکڑی اور اسے باندھا اور اس کا دودھ دوہا، خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا، پھر بکری کے تھنوں سے فرمایا سکڑ جا، وہ سکڑ گئے اور اپنی پہلی حالت پر آ گئے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی یہ دعا سکھلا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا **انک غلام معلم** یعنی تو ایسا نوجوان ہے جسے علم سکھا دیا گیا ہے۔

محمد بن اسحاق یحییٰ بن عروہ سے ان کے باپ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے بیت اللہ کے پاس باآواز بلند قرآن مجید پڑھا، قریش اپنی مجالس میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے سورہ رحمٰن کی تلاوت کی پس وہ کھڑے ہوئے اور آپ کو مارا، آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے اور آپ کے نعلین مبارک اور مسواک شریف اٹھانے کی خدمت سرانجام دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں میری خاص باتیں سننے کی اجازت ہے، اسی وجہ سے آپ کو صاحب السواک والوسادۃ کہا جاتا تھا، آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر مکہ لوٹ آئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، غزوہ بدر میں شریک ہوئے، آپ ہی وہ ہیں کہ جب عفراء کے دو بیٹوں نے ابو جہل کو غزوہ بدر میں شدید زخمی کر دیا تو آپ نے آگے بڑھ کر اس کا سرتن سے جدا کیا اور اسے مار ڈالا، غزوہ بدر کے علاوہ دیگر غزوات میں بھی شریک رہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ، انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ دوسرے سے قرآن سنو، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پھر سورہ نساء ابتداً سے سنانی شروع کی جب اس آیت تک پہنچے، ترجمہ: ''پس اس وقت کیا منظر ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ بلوائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہی دینے کے لئے لائیں گے'' سورۃ النساء آیت ۴۱ تو رسول اللہ ﷺ رو دیئے اور فرمایا کہ بس کافی ہے۔

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی جب یمن سے آئے تو ابن مسعود اور ان کی والدہ کو ہم اہل بیت میں سے ہی خیال کرتے رہے، اس لئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے گھر بکثرت آتے جاتے تھے، حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے ہدایت، رہنمائی اور راستی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا، اور اصحاب محمد میں سے محفوظین نے جان لیا کہ ابن ام عبد ان میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قرب والے ہیں اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ابن ام عبد کے عہد کو مضبوطی سے تھامو، اور ایک دوسری حدیث میں جسے احمد نے محمد بن فضیل سے انہوں نے مغیرہ سے انہوں نے ام حری سے انہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ درخت پر کباث توڑنے کے لئے چڑھے، لوگ آپ کی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان کی دونوں پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ کے پستہ قد کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ آپ کا قد بیٹھے ہوئے شخص کے برابر معلوم ہوتا ہے پھر ان

(۱) الاستیعاب: ۱۴۰۱، الاصابۃ: ۴/۲۲۳، اسد الغابۃ: ۲/۳۸۴، تجرید اسماء الصحابۃ: ۱/۳۵۴

کی پشت کی طرف نظر دوڑا کر فرمایا کہ یہ تو علم سے بھرا ہوا مکان ہیں، نبی کریم ﷺ کے بعد بھی آپ کئی معرکوں میں شریک رہے، جن میں سے یرموک بھی ہے، عراق سے آپ حج کے لئے آئے مقام ربذہ کے پاس سے گزر ہوا، ابوذر غفاری کی وفات کا وقت قریب تھا آپ ان کی وفات کے وقت اور تدفین میں شریک ہوئے پھر مدینہ پہنچے تو بیمار پڑ گئے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا کہ گناہوں کی تکلیف ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا کہ اپنے رب کی رحمت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے لئے کسی طبیب کا انتظام کروں؟ فرمایا کہ طبیب نے ہی مجھے بیمار کیا ہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے وظیفہ کا حکم دوں؟ (آپ نے اپنا وظیفہ دو سال سے لینا ترک کیا ہوا تھا) فرمایا کہ مجھے اس کی کچھ حاجت نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آئیگا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹیوں کو ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کا حکم کیا ہوا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھے اسے کچھ بھی فاقہ نہ پہنچے گا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے زبیر بن العوام کو وصیت فرمائی اور زبیر نے ہی رات کے وقت آپ کی نماز جنازہ پڑھی، اس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عتاب فرمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عمار بن یاسر نے پڑھائی، واللہ اعلم بالصواب، ساٹھ سال سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن عوف (۱) ...... آپ کا نام ونسب عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قرشی زہری او رکنیت ابومحمد ہے یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور حبشہ ومدینہ کی طرف ہجرتیں فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بنو کلب کی طرف بھیجا تو امارت کی علامت کے طور پر انہیں دونوں کندھوں کے درمیان شملہ لٹکانے کا حکم دیا، یہ عشرہ مبشرہ اصحاب میں سے ہیں اور ان آٹھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف شروع ہی میں سبقت کی تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ میں سے ایک ہیں، اور ان تین آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کے درمیان بالآخر امارت دائر ہوگئی تھی جیسا کہ ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تقدیم میں کوشش فرمائی ان کے اور خالد بن ولید کے درمیان کسی غزوہ میں کچھ تلخی ہوگئی تھی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ کچھ سخت کلامی کی، رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا نصف مد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا، یہ روایت صحیح میں ہے۔

معمر زہری سے نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اپنے مال کا نصف چار ہزار اللہ کے راستے میں خرچ کئے پھر چالیس ہزار خرچ کئے پھر چالیس ہزار دینار خرچ کئے، پھر پانچ سو گھوڑے راہ خدا میں دیئے اور پھر پانچ سو اونٹ دیئے، آپ کا اکثر مال تجارت سے حاصل ہوتا تھا۔

اور عبد بن حمید نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ ہم سے یحییٰ بن اسحاق نے ان سے عمارہ بن زاذان نے ان سے ثابت بنانی نے ان سے انس بن مالک نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمادی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے یہ دو باغ ہیں ان میں سے جو چاہو لے لو، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ان دونوں باغوں میں برکت عطا فرمائے میں ان کے لئے مسلمان نہیں ہوا، آپ مجھے بازار کا راستہ بتادیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے راستہ بتادیا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وہاں جاتے تھے اور گھی، پنیر اور چمڑا خرید اکرتے تھے، پس ان کے پاس بہت سا مال جمع ہوگیا پھر انہوں نے نکاح بھی کرلیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے تم ولیمہ کرو اگرچہ

(۱) الاستیعاب: ۱۵۴۳، الاصابۃ: ۴/۳۴۶، اسد الغابۃ: ۲/۴۸۰، تجرید اسماء الصحابۃ: ۳۷۴۴

ایک بکری کے ساتھ ہی ہو۔

آپ کا مال اس قدر کثیر ہو گیا کہ ایک مرتبہ آپ کے سات سو اونٹ گندم، آٹا اور کھانے پینے کا سامان اٹھائے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے اہل مدینہ میں ایک شور مچ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے؟ بتلایا گیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سات سو اونٹوں پر مشتمل قافلہ گندم، آٹا اور سامان خورد و نوش لے کر پہنچا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں گھسٹ کر داخل ہوں گے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اے ماں! آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ تمام اونٹ ان کے اوپر لدے ہوئے سامان، ان کے پالان اور کجاوؤں سمیت اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیئے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالصمد بن حسان نے ان سے عمارہ بن زاذان نے ان سے ثابت نے ان سے انس نے بیان کیا ہے کہ اسی دوران کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں تھیں کہ اچانک انہوں نے کچھ آوازیں سنیں، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قافلہ شام سے ضرورت کا ہر سامان لے کر پہنچا ہے اور وہ سات سو اونٹوں پر مشتمل ہے، راوی کہتے ہیں کہ مدینہ اس شور کی وجہ سے گونج اٹھا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں گھسٹ کر داخل ہوں گے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ اگر استطاعت ہوئی تو کھڑا ہو کر داخل ہوں گا، پھر وہ تمام اونٹ ان کے سامان اور کجاوؤں و پالانوں سمیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر دیئے۔

عمارہ بن زاذان صیدلانی اس روایت میں متفرد ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور عبد بن حمید کی روایت میں یہ جو آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی بالکل غلط ہے، اور صحیح بخاری کی اس روایت کے مخالف ہے جس میں ہے کہ ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان مؤاخات قائم ہوئی تھی اور صحیح کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی سفر میں نماز فجر کی دوسری رکعت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی تھی، یہ نہایت عظیم منقبت وفضیلت ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اصحاب بدر میں سے جو اصحاب اس وقت حیات تھے ان میں سے ہر ایک کے لئے چار سو دینار کی ... فرمائی اور اس وقت صحابہ کی تعداد ایک سو تھی ان سب نے وصیت کے مطابق یہ مال وصول کیا حتیٰ کہ حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی و... اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عوف! جایئے آپ نے دنیا کا عمدہ حصہ پالیا اور اس کے کھوٹ سے محفوظ رہے اور امہات المؤمنین میں سے ہر ایک کے لئے کثیر مال کی وصیت فرمائی حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دعائیہ جملہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو سلسبیل سے سیراب فرمائے اور اپنے بہت سے غلاموں کو آزاد کیا اس کے باوجود اپنے پیچھے بہت سامال چھوڑا، اس میں ایک سونے کا بہت بڑا ٹکڑا بھی تھا جسے کلہاڑیوں سے توڑا گیا یہاں تک کہ آدمیوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور ایک ہزار اونٹ، ایک ہزار گھوڑے اور تین ہزار بقیع میں چرتی بکریاں چھوڑیں۔

آپ کی چار ازواج تھیں ان میں سے ہر ایک کو ثمن کا چوتھائی حصہ پہنچا جو اسی ہزار پر مشتمل تھا، جب وفات ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی چارپائی کو کندھا دیا اور بقیع میں پچھتر سال کی عمر میں مدفون ہوئے۔

آپ کا رنگ سرخ وسفید، چہرہ نہایت حسین، کھال باریک، آنکھیں بڑی، پلکیں لمبی، ناک بلند، بال بکثرت، ہتھیلیاں پر گوشت اور انگلیاں موٹی موٹی تھیں، آپ شیبہ سے زیادہ مغایرت نہ رکھتے تھے بلکہ ان سے ملتے جلتے تھے، رضی اللہ عنہ۔

ابو ذر غفاری[1] ..... مشہور قول کے مطابق ان کا نام جندب بن جنادہ ہے، یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، چوتھے یا پانچویں نمبر پر مکہ میں مسلمان ہوئے تھے ان کے اسلام کا قصہ ہجرت سے پہلے کے واقعات میں گزر چکا ہے، یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اسلامی سلام کے ساتھ سلام کیا، قبول اسلام کے بعد یہ اپنی قوم میں لوٹ آئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر آپ نے

(۱) الاستیعاب: ۲۹۴۵، الاصابة: ۱۲۵/۷، اسد الغابة: ۹۹/۲، تجرید اسماء الصحابة: ۱۹۱۶

غزوہ خندق کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور سفر وحضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے، ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں، اور ان کی فضیلت میں بھی کئی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سب سے مشہور وہ روایت ہے جو اعمش نے ابوالیقظان عثمان بن عمیر سے انہوں نے ابوحرب بن ابی الاسود سے انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ بات کا سچا کوئی نہیں، اس روایت میں سند اً ضعف ہے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو آپ شام چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ ان کے اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان کچھ تلخی ہوئی جس کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ بلوالیا، پھر آپ نے مقام ربذہ میں قیام فرمایا اور وہیں رہے، یہاں تک کہ اس سال یعنی ۳۲ھ ماہ ذی الحجہ میں آپ کی ربذہ ہی میں وفات ہوگئی، بوقت وفات آپ کے پاس آپ کے بیوی وبچوں کے سوا کوئی نہ تھا وہ آپ کی تدفین کے انتظامات نہ کر سکتے تھے، اسی دوران عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عراق سے یہاں پہنچ گئے اور بوقت نزع روح موجود تھے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ان کو وصیت فرمائی کہ وہ ان کی وفات کے بعد کیا کیا کریں گے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ آپ کی وفات کے بعد پہنچے تھے اور غسل ودفن میں شریک ہوئے تھے، ابوذر غفاری نے اپنے اہل خانہ کو ان کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پکانے کا حکم دیا تھا تا کہ یہ لوگ وفات کے بعد کھانا تناول کر سکیں، ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کے اہل خانہ کو مدینہ بلوالیا، اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ شامل کر لیا۔

آغاز سال ۳۳ھ

ابومعشر کے قول کے مطابق اس سال قبرص فتح ہوا لیکن جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اس سے پہلے ہی فتح ہو چکا تھا جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے، اس سال عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے اہل افریقہ سے دوبارہ جہاد کیا اس لئے کہ انہوں نے اپنے عہد وپیمان کو توڑ دیا تھا، اسی سال امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراء کوفہ کی ایک جماعت کو شام بھیجا اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے سعید بن عامر کی مجلس میں انتہائی نازیبا باتیں کہی تھیں، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے معاملہ سے آگاہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر کو لکھا کہ ان کو اپنے شہر سے شام کی طرف جلاوطن کر دیں، اور شام میں حضرت معاویہ کو آپ نے لکھا کہ تمہارے پاس قراء کوفہ کی ایک جماعت جلاوطن ہو کر آ رہی ہے ان کو اپنے یہاں ٹھہراؤ اور ان کا اکرام ودل جوئی کرو، پس جب یہ لوگ شام پہنچے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسب ہدایت ان کو وہاں ٹھہرایا اور اکرام واعزاز کیا ان کے ساتھ مجلس میں بیٹھے اور انہیں وعظ ونصیحت کی کہ جماعت کے اجماع کو لازم پکڑیں اور علیحدگی ودوری کو ترک کر دیں، لیکن ان کے سرکردہ اور ترجمان نے آپ کو ایسی گفتگو میں جواب دیا جو نہایت قبیح اور ناپسندیدہ تھی، حضرت معاویہ نے اپنے حلم وبردباری کی وجہ سے اسے برداشت کیا اور قریش کی مدح کرنے لگے، وہ لوگ قریش سے نالاں تھے، آپ ﷺ کی تعریف، مدح سرائی، منقبت اور صلاۃ وسلام میں مشغول ہوئے اور اپنے والد ابوسفیان کی مدح سرائی اور انہیں اپنی قوم میں جو شرف حاصل تھا اس پر فخر کیا، اور یہ بھی کہا کہ اگر سب لوگ ابوسفیان جیسے کو جنم دیں تو عقل مند ودانا ہی کو جنم دیں گے۔

ان میں سے صعصعہ بن صوحان نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، لوگوں نے ایسے لوگوں کو بھی جنم دیا ہے جو ابوسفیان سے بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اس میں روح پھونکی اور ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا انہوں نے انسان کو سجدہ کیا پس انسانوں میں نیک بھی اور بد بھی، عقل مند بھی ہیں اور بے وقوف بھی، آپ نے انہیں دوبارہ نصیحت کی لیکن وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے رہے اور اپنی جہالت وحماقت پر جمے رہے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے شہر سے نکال دیا اور شام سے بھی انہیں جلاوطن کر دیا تا کہ یہ کم عقل لوگوں کی عقلوں کو خراب نہ کریں، ان کی گفتگو کا محور اور بنیادی بات قریش کی مذمت وتنقیص تھی۔

ان کا کہنا تھا کہ قریش پر دین کی نصرت اور مفسدین کا قلع قمع کرنے کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس میں انہوں نے کوتاہی سے کام لیا ہے اور اپنی گفتگو میں نقص گوئی، عیب جوئی اور ادھر ادھر کی باتیں ہانکتے تھے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص کو سب وشتم کرتے تھے، یہ دس آدمی تھے، بعض نو کہتے ہیں، اور یہ اصح ہے، ان میں کمیل بن زیاد، اشتر نخعی جس کا نام مالک بن یزید ہے، علقمہ بن قیس نخعیان، ثابت بن قیس نخعی ، جندب بن زہیر عامری، جندب بن کعب ازدی، عروہ بن جعد اور عمرو بن الحمق خزاعی شامل تھے، دمشق سے نکل کر انہوں نے جزیرہ میں پناہ لے لی، عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید جو کہ جزیرہ کے والی تھے بعد میں حمص کے والی ہوئے انہوں نے ان سب کو جمع کیا اور ان کو ڈرایا دھمکایا تو انہوں نے معذرت کی اور اپنی روش سے باز کی طرف رجوع کیا، آپ نے ان میں سے اشتر نخعی کو اپنے ساتھیوں کی طرف سے معذرت کرنے و معافی مانگنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت کو قبول کرلیا، اور سزا دینے سے اعراض کیا اور انہیں اختیار دے دیا کہ جہاں چاہیں قیام کرلیں، انہوں نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کی عملداری میں رہنا قبول کیا، پھر یہ سب حمص آ گئے، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ساحلی مقام پر انہیں قیام کرنے کا حکم دیا اور ان کا وظیفہ جاری کر دیا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے یہاں قیام کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں خط لکھا، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں دوبارہ کوفہ میں سعید بن العاص کی طرف لوٹانے کا حکم دیا، پس عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کی طرف چلتا کر دیا، جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو پہلے سے زیادہ زبان دراز اور شر پسند ہو گئے اس پر سعید بن العاص نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت مین واویلا کیا اور رونا رویا، آپ نے انہیں دوبارہ حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوانے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ یہ لوگ راستوں میں قیام کریں۔ یعنی آبادی سے الگ تھلگ رہیں۔

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بعض بصریوں کو جائز وجوہات کی بناء پر شام ومصر کی طرف جلاوطن کر دیا، یہ لوگ لوگوں کو بھڑکانے، آپ کی تنقیص کرنے اور اعتراضات کرنے میں دشمنوں کے ہمنوا تھے، یہ لوگ اپنے ان افعال واعمال اور حرکات وسکنات میں ظالم تھے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نیک صالح اور ہدایت یافتہ خلیفہ تھے، رضی اللہ عنہ۔ اس سال امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کر وایا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

آغاز سال ۳۴ھ

ابو معشر کہتے ہیں کہ اس سال غزوہ الصواری ہوا لیکن صحیح قول جمہور کا ہے کہ وہ اس سے پہلے ہو چکا تھا جیسا ماقبل میں گزرا، اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منحرف لوگوں نے آپس میں خط وکتابت کی، ان کی اکثریت کوفہ سے تعلق رکھتی تھی لیکن وہ کوفہ سے حمص کی طرف عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کی عملداری میں جلاوطن تھے انہوں نے والی کوفہ سعید بن العاص پر حملہ کر دیا اور آپ کے ساتھ فساد انگیزی پر باہم متفق ہو گئے۔

یہ لوگ ان سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شدید نالاں تھے اور ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ان کے افعال اور کثیر صحابہ کرام کو معزول کر کے ان کی جگہ بنو امیہ میں سے اپنے عزیز و اقارب کو والی بنانا وغیرہ وغیرہ امور پر بحث ومناظرہ کے لئے ایک آدمی بھیجا اور آپ سے سخت کلامی کی اور مطالبہ کیا کہ آپ اپنے عمال کو معزول کریں اور ان کی جگہ سابق امراء اور صحابہ کرام کو عامل ووالی بنائیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ان کی یہ باتیں اور انداز نہایت شاق گزرا، آپ نے لشکر کے امراء کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا تاکہ ان فتنہ انگیز لوگوں کے متعلق مشورہ کیا جا سکے۔

پس امیر شام حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، امیر مصر عمرو بن العاص، امیر مغرب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، امیر کوفہ سعید بن العاص اور امیر بصرہ عبداللہ بن عامر نے کہا کہ جس فتنہ پروری اور شر وفساد میں یہ لوگ مبتلاء ہیں آپ انہیں غافل کر کے جہاد میں مشغول کر دیں، اس

صورت میں ان میں سے ہر ایک کو اپنی فکر ہو جائے گی، اور وہ اپنی سواری کی پشت اور اپنی پوستین کی جوؤں میں ہی الجھا رہے گا، بلاشبہ کمینے لوگ جب فارغ اور بے کار ہوتے ہیں تو فضول کاموں اور ناپسندیدہ باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور جب منتشر ہوتے ہیں تو اپنی ذات اور دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں، سعید بن العاص نے مشورہ دیا کہ آپ مفسدین کی بیخ کنی کریں اور انکی جڑ کاٹ کر رکھ دیں، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اپنے عمال کو اپنے اپنے صوبوں کی طرف بھیج دیں اور ان لوگوں کی طرف بالکل التفات نہ کریں، ان لوگوں نے آپ کے خلاف جو شر وفساد کا باہمی اتحاد کیا ہوا ہے تو یہ بار آور نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ یہ لوگ تھوڑے سے ہیں اور کمزور پوزیشن میں ہیں، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے مشورہ دیا کہ مال کے ساتھ ان کی تالیف قلب کی جائے اور اتنا دیا جائے کہ جو ان کے شر کو روک دے، ان کی ہلاکت سے امن دے اور ان کے قلوب کو آپ کی طرف مائل کر دے، حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ! آپ سے کچھ ایسے کام سرزد ہوئے ہیں جو لوگوں کو ناپسند ہیں اب یا تو آپ ان کو معزول کریں جنہیں لوگ ناپسند کرتے ہیں یا اپنے عمال کی کارروائیوں پر ان کی گرفت کریں اور کچھ سخت باتیں بھی کہیں لیکن تنہائی میں معذرت کی اور کہا کہ میں نے یہ اس لئے کیا تا کہ یہاں کے حاضرین ان تک یہ بات پہنچا دیں اور ان کے دل میں آپ کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو جائے۔

اس اجلاس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو ان کے صوبوں پر برقرار رکھا اور مفسدین کی مال کی ساتھ تالیف قلب کی اور حکم دیا کہ انہیں سرحدوں پر جہاد کے لئے بھیج دیا جائے پس آپ نے تمام مفید مشوروں کو جمع کر لیا جب عمال لوٹ کر اپنے اپنے صوبوں کی طرف گئے تو اہل کوفہ نے سعید بن العاص کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور ہتھیار پہن لئے اور حلف اٹھالیا کہ ان کا داخلہ ممکن نہیں جب تک کہ ان کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کو امیر نہ بنایا جائے، یہ لوگ جرعہ مقام پر جمع تھے، اس دن اشتر نخعی نے کہا اللہ کی قسم! جب تک ہم نے تلواریں اٹھائی ہوئی ہیں وہ ہمارے پاس نہ آسکیں گے، سعید بن العاص ان کے ساتھ قتال سے رکے رہے، اور انہوں نے آپ کو روکنے کا پختہ عزم کر لیا، اس دن کوفہ کی مسجد میں حذیفہ اور ابومسعود، عقبہ بن عامر جمع ہوئے اور ابومسعود نے کہا کہ اللہ کی قسم سعید لوٹ کر نہیں جائیں گے، یہاں تک کہ خون خرابہ نہ ہو جائے، اور حذیفہ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ ضرور واپس چلے جائیں گے، اور کوفہ میں اتنا خون خرابہ بھی نہ ہوگا جتنا پچھنے لگانے سے خون نکلتا ہے اور میں آج بھی وہ بات جانتا ہوں جسے میں رسول اللہ ﷺ کی حیات میں جانتا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ سعید بن العاص مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے اور اس طرح فتنہ کو شکست دے دی، اہل کوفہ کو اس بات نے حیرت میں ڈال دیا پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان پر ابوموسیٰ اشعری کو والی بنائیں، سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے عذر کو ختم کرنے ان کے شکوک شبہات کے ازالے اور بہانوں کے خاتمہ کے لئے ان کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ ان گروہوں کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر متحد و متفق ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک آدمی جس کا نام عبد اللہ بن سبأ تھا اور وہ یہودی تھا اس نے اسلام کا اظہار کیا اور مصر چلا گیا اور پوشیدہ پوشیدہ لوگوں سے ایسی باتیں کرنے لگا جو اس نے خود گھڑی تھیں ان کا مضمون یہ تھا کہ وہ کسی آدمی کو کہتا، کیا یہ بات ثابت نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام عنقریب دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے؟ وہ آدمی جواب میں کہتا کہ ہاں ثابت ہے، پھر وہ کہتا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے افضل ہیں تو آپ ﷺ کے دوبارہ دنیا میں آنے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ پھر کہتا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا پس محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور علی خاتم الاوصیاء ہیں اور کہتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بنسبت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے امارت وخلافت کے زیادہ حقدار ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے حق خلافت کے بارے میں ان پر ظلم کیا ہے جو ان کے شایان شان نہیں ہے، پس تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار کرو، امر بالمعروف کا اظہار اور برائی سے ان کو روکو، اہل مصر میں سے بہت سے لوگ اس کے فتنہ میں پڑ گئے اور انہوں نے اہل کوفہ واہل بصرہ کی بہت سی جماعتوں وگروہوں کو خطوط لکھے اور انہیں اس بات پر متفق وآمادہ کیا پھر ان سب سے آپس میں خط وکتابت کی اور ایک دوسرے سے وعدے کئے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار پر ایک جان ویک زبان ہو جائیں، اور ایک آدمی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جو آپ سے مناظرہ کرے اور بتلائے کہ وہ آپ کے عزیز واقارب کو والی بنانے اور صحابہ کرام کو معزول کرنے پر سخت ناراض ہیں، ان باتوں نے بہت سے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں سے اپنے نائبین وعمال کو جمع کیا اور ان سے

اس سلسلہ میں مشورہ کیا انہوں نے وہ مشورے دیئے جو ماقبل میں بیان ہو چکے ہیں واللہ اعلم۔

واقدی عبداللہ بن محمد سے ان کے باپ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب ۳۴ھ کا سال شروع ہوا تو فتنہ پرور لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق طرح طرح کی باتیں کہیں اور آپ پر ایسے الزامات و بہتان لگائے جو کسی پر نہ لگائے گئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جا کر بات کریں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگ میرے پیچھے ہیں اور انہوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے باتیں کی ہیں، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں آپ سے کیا عرض کروں، نہ میں کسی ایسی بات کو جانتا ہوں کہ جس سے آپ ناواقف ہوں اور نہ کسی ایسی بات کی طرف رہنمائی کر سکتا جسے آپ نہ پہچانتے ہوں، بلاشبہ جو آپ جانتے ہیں وہی ہم جانتے ہیں، ہم نے کسی چیز کی طرف آپ سے سبقت نہیں کہ اس کے بارے میں آگاہ کریں اور نہ ہم کسی بات کو اپنے طور پر جانتے ہیں جو آپ کو بتائیں، اور نہ ہم ایسے امور سے مخصوص ہیں جو آپ پر مخفی ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے، سنا ہے اور آپ کی صحبت پائی ہے نیز شرف دامادی حاصل کیا ہے، ابن ابی قحافہ حق کام میں آپ سے بڑھ کر نہیں تھے اور نہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی خیر و نیکی میں آپ سے اولیٰ تھے، آپ رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا ایسا شرف حاصل کیا جو ان دونوں حضرات کو حاصل نہیں اور نہ ان حضرات نے کسی چیز کی طرف آپ سے سبقت کی ہے اور آپ کے دل میں اللہ اللہ ہی ہے، اللہ کی قسم! نہ آپ بلا بصیرت دیکھتے ہیں اور نہ جہالت سے کوئی چیز دیکھتے ہیں بلاشبہ راستہ روشن اور واضح ہے اور دین کی حدود اور علامات قائم ہیں، بلاشبہ راستہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک افضل ترین بندہ امام عادل ہے جو راہ ہدایت پر چلتا ہو اور سنت معلومہ کو قائم کرتا ہو اور بدعات معلومہ کو مٹاتا ہو، اللہ کی قسم بلاشبہ یہ چیزیں واضح ہیں، سنن قائم ہیں ان کی اپنی علامات ہیں اور بدعات بھی قائم ہیں ان کی اپنی علامات ہیں اور لوگوں میں بدترین آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم امام ہے جو خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے، سنت معلومہ کو مٹاتا ہے اور بدعات متروکہ کو زندہ کرتا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت میں ظالم امام کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے ساتھ نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی عذر کرنے والا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا وہ اس میں اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گھومتی ہے، اور جہنم کی سختی و شدت میں پھنس کر رہ جائے گا اور میں آپ کو اللہ سے ڈراتا ہوں نیز اس کے غلبہ اور انتقام سے خبردار کرتا ہوں بلاشبہ اس کا عذاب سخت اور تکلیف دہ ہے اور آپ اس امت کے مقتول امام بننے سے ڈریں اسلئے کہ کہا جاتا ہے کہ اس امت میں ایک امام ہوگا جسے قتل کیا جائے گا پھر اس امت میں قیامت تک قتل وقتال کا دروازہ کھل جائے گا اور انکے معاملات گڑبڑ ہو جائیں گے، اور وہ ایسی جماعتوں کو جنم دیں گے جو حق کو باطل سے ممتاز نہ کر سکیں گے اور اس باطل میں موجیں ماریں گے اور اس پر فخر کریں گے اترائیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ آپ یہ باتیں کہیں گے جو آپ نے کہی ہیں اور اللہ کی قسم! اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو نہ آپ سے سختی کرتا اور نہ ہی بے یار و مددگار چھوڑتا، نہ آپ پر عیب لگاتا اور نہ اجنبی بن کر آتا میں نے صلہ رحمی کی ہے، اہل حاجت کی حاجات پوری کی ہیں، ضائع ہونے والے کو ٹھکانہ دیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والیوں کے مثل والی مقرر کیئے ہیں، اے علی! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ مغیرہ بن شعبہ یہاں نہیں تھے، علی نے کہا ہاں جانتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں والی مقرر کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تم مجھے ملامت کیوں کرتے ہو کہ میں نے ابن عامر کو قرابت داری کی وجہ سے والی بنایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کو بتلاتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو والی بناتے تھے تو اس کی گدی پر سوار ہو کر جاتے تھے اور جب ان کی طرف کوئی شکایت سامنے آتی تو سخت سزا دیتے تھے لیکن آپ ایسا نہیں کرتے، آپ کمزور ہیں اور اپنے اقرباء پر نرم دل ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا وہ آپ کے بھی اقرباء ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میری زندگی کی قسم بلاشبہ وہ میرے بہت ہی قریبی رشتہ دار ہیں لیکن فضل و احسان کا معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام زمانہ خلافت میں معاویہ کو والی بنائے رکھا، پس میں نے بھی ان کو والی بنا دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے نہیں کہ معاویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے غلام یرفاء سے بھی زیادہ ڈرتے تھے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ آپ کے بغیر ہی بہت سے امور کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور آپ

ان کو جانتے بھی ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ عثمان کا حکم ہے، اور پھر جب آپ کو اس کی خبر پہنچتی ہے تو نہ آپ معاویہ کو منع کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر غیرت کھاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے آئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے باہر نکلے اور منبر پر چڑھے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائی ڈرایا دھمکایا، گرجے برسے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم تم نے مجھ پر ان باتوں کا عیب لگایا ہے جن کا تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی اقرار کیا ہے لیکن انہوں نے تم کو اپنے پاؤں سے روندا، ہاتھ سے مارا، زبان سے ذلیل کیا، پس تم ان کے طوعاً وکرھاً مطیع وفرمانبردار بن گئے اور میں نے تمہارے ساتھ نرمی کی بلکہ اپنے کندھوں پر تمہیں سوار کرلیا، اور اپنے ہاتھ وزبان کو تم سے روکا، پس تم مجھ پر جری ہوگئے، خبردار ہم جماعت کے لحاظ سے زیادہ طاقت ور مددگاروں کے لحاظ سے زیادہ قریب، تعداد کے لحاظ سے بھی زیادہ اور صلاحیت میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اگر میں کہوں میری طرف آؤ تو سب جمع ہوجائیں اور میں نے تمہارے ہمسر لوگوں کو تمہارے لئے ہی تیار کیا ہے اور تمہارے ساتھ بہت احسان کا معاملہ کیا ہے اور ہنستا مسکراتا برتاؤ کیا ہے لیکن تم نے میرے ساتھ ایسا اخلاق برتا جسے میں اچھا نہیں سمجھتا اور ایسی گفتگو کی جونکہ میں نے کبھی نہیں کی، پس تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنے حکام پر طعن واعتراض کرنے وعیب لگانے سے باز آجاؤ، میں نے ایسے آدمی کو تمہارا والی بننے سے روکا ہے کہ اگر وہ تمہارا والی ہوتا تو ایسی گفتگو کے بغیر ہی تم اس سے راضی ہوجاتے اور سنو! آخر تمہارا کونسا حق ضائع ہوا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے اس چیز کے پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی جسے مجھ سے پہلے خلفاء پہنچایا کرتے تھے، پھر آپ نے اس مال کے بارے میں جو آپ اپنے اقرباء وعزیزوں کو دیا کرتے تھے یہ عذر بیان کیا کہ وہ ان کے اپنے زائد مال میں سے ہوا کرتا تھا۔

مروان بن حکم اس موقع پر کھڑا ہوا اور کہا کہ اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو ہم اپنے اور تمہارے درمیان تلوار کو حکم بنالیں، اللہ کی قسم ہم اور تم شاعر کے اس شعر کا مصداق ہیں: ہم نے تمہارے لئے اپنی عزتیں نچھاور کیں لیکن تمہیں یہ چیز راس نہ آئی اور تم غلاظت کی روڑیوں پر گھر بنانے لگے ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خاموش ہوجا خدا کرے تمہیں خاموشی نصیب نہ ہو، میرے اور ساتھیوں کو چھوڑ، اور اس بارے میں تمہیں کچھ بولنے کی ضرورت نہیں، کیا میں نے تم سے پہلے ہی یہ نہ کہا تھا کہ کچھ مت بولنا، مروان خاموش ہوگیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے۔

سیف بن عمر اور دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان جب شام جانے کے لئے نکلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں الوداع کہنے کے لئے ساتھ چلے، معاویہ نے اس موقع پر آپ کو اپنے ساتھ شام لے جانے کی پیشکش کی کہ وہاں لوگوں کی اکثریت ہے جو امراء کی فرمانبردار ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پڑوس کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کرتا، معاویہ نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کے لئے شام سے ایک لشکر تیار کرکے بھیج دوں جو آپ کی مدد کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا شہر صحابہ کرام کے لئے تنگ پڑجائے گا، معاویہ نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ کی قسم یہ لوگ آپ کو دھوکہ سے قتل کردیں گے، یا یہ کہا کہ آپ سے جنگ کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے آگے بڑھ گئے اور تلوار لٹکائے ہوئے کمان ہاتھ میں لئے ہوئے مہاجرین وانصار کے مجمع پر گزرے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، معاویہ ان کے پاس کھڑے ہوگئے اور اپنی کمان پر ٹیک لگالیا اور نہایت فصیح وبلیغ گفتگو فرمائی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق وصایا اور ان کو دشمنوں کے سپرد کرنے سے انتباہ پر مشتمل تھی اس کے بعد آپ روانہ ہوگئے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آج کے اس دن سے زیادہ بارعب وباہیبت انہیں کبھی نہیں دیکھا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی مدینہ میں اس آمد کے موقع پر صورتحال کی نزاکت کو بھانپ لیا تھا کیونکہ اس سال صبح کے موقع پر ایک حدی خواں کو آپ نے یہ رجزیہ کلمات کہتے ہوئے سنا تھا، لاغر سواریوں اور پتلی کمانوں کو معلوم ہے کہ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور زبیر ان کی جانشینی پر راضی اور طلحہ ان کے محافظ ودوست ہوں گے، جب معاویہ نے اس رجز کو سنا تو آپ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی حتیٰ کہ واقعہ پھر اسی طرح ظاہر ہوا جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال ابوعبس کا مدینہ میں انتقال ہوا، یہ بدری صحابی ہیں اور مسطح بن اثاثہ اور فاضل بن بکیر نے بھی اس سال وفات پائی اور اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کروایا۔ رضی اللہ عنہ۔

آغاز سال ۳۵ھ

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو مصر سے معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو امیر مقرر کیا، خوارج مصر پر عمرو بن العاص کے سامنے مغلوب ود بے ہوئے تھے اور کسی امیر یا خلیفہ کے بارے میں کوئی بری بات کہنے کی مجال نہ رکھتے تھے ان کی مسلسل یہی حالت رہی حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عمرو بن العاص کی شکایت کی اور کہا کہ انہیں معزول کر کے کوئی نرم مزاج امیر مقرر کر دیں ان کی یہ شکایت اور مطالبہ چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو امور حرب سے معزول کر دیا اور امامت صلاۃ پر برقرار رکھا، امور حرب پر ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا پھر ان فتنہ پرداز لوگوں نے ان دونوں کے درمیان چغل خوری کر کے جھگڑا کرادیا حتیٰ کہ ان کے درمیان نہایت سخت کلامی ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو مصر کی حرب، خراج، صلاۃ سب پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کر دیا اور عمرو بن العاص کو پیغام دیا کہ جو شخص آپ کو ناپسند کرے اس کے پاس رہنے میں آپ کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے لہٰذا آپ میرے پاس چلے آئیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر سے مدینہ منتقل ہو گئے اور ان کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کبیدگی اور ناراضگی پیدا ہو گئی اور جو بات دل میں تھی اسی کے مطابق انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنے باپ پر فخر کیا اور کہا کہ وہ آپ سے زیادہ معزز تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان باتوں کو چھوڑ دو، یہ جاہلیت کی باتیں ہیں، عمرو بن العاص حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کرنے و متحد کرنے میں لگ گئے ادھر مصر میں ایک جماعت تھی جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتی اور ان کے بارے میں بدکلامی کیا کرتی تھی جیسا کہ ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں، یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ نے کبار صحابہ کرام کو معزول کر کے ان سے کم درجہ یا نااہل لوگوں کو والی بنایا ہے اور عمرو بن العاص کے بعد اہل مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بھی ناپسند کرنے لگے، عبداللہ بن سعد ان سے صرف نظر کر کے اہل مغرب سے جہاد میں اور بلاد بربر، اندلس اور افریقہ کو فتح کرنے میں مشغول ہو گئے، مصر میں صحابہ کرام کے بیٹوں کی ایک جماعت پر وان چڑھ چکی تھی، یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ﷺ جنگ کرنے اور ان کی خلافت کا انکار کرنے پر لوگوں کو جمع و متفق کرنے لگے ان کے سرخیل محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ تھے، حتیٰ کہ انہوں نے ماہ رجب میں چھ سو سواروں کو عمرہ کرنے والوں کے روپ میں مدینہ جانے کے لئے تیار کر لیا تا کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تنقید کریں۔

پس یہ سب لوگ چار جماعتوں کے شکل میں مدینہ کی طرف چلے ان جماعتوں کے امراء عمرو بن بدیل بن ورقاء خزاعی، عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر تجیبی، سودان بن حمران سکونی تھے، اور محمد بن ابی بکر بھی ان کے ساتھ ہو لئے اور محمد بن ابی حذیفہ مصر میں رہ کر لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے اور ان جانے والوں کی مدافعت کے لئے رک گئے، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے مدینہ آنے کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ یہ لوگ زائرین عمرہ کرنے والوں کے روپ میں ہیں اور آپ پر طعن و تشنیع اور تنقید و اعتراض کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ باہر نکلیں اور انہیں مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ان کے شہروں کی طرف لوٹا دیں، اور یہ بھی روایت ہے کہ اس موقع پر آپ نے لوگوں کو ان شر پسندوں کی طرف جانے کی ترغیب دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اشراف کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی طرف نکلے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ عمار بن یاسر کو بھی اپنے ساتھ لیجائیں، حضرت علی بن ابی طالب نے عمار بن یاسر سے کہا لیکن انہوں نے جانے سے انکار کر دیا، حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو عمار کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے پر آمادہ کریں، لیکن عمار نے سختی سے انکار کیا اور جانے سے کلیۃً رکے رہے، اس کی وجہ اصل میں یہ تھی کہ جو کہ پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ کسی معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو زجر و توبیخ فرمائی تھی حتیٰ کہ مارا بھی تھا، اور وہ یہ تھا کہ عمار نے عباس بن عتبہ بن ابی لھب کو سب وشتم کیا تھا جس پر آپ نے دونوں کو ڈانٹ ڈپٹ فرمائی اس لئے عمار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت رویہ رکھنے لگے، اور لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے، سعد بن ابی وقاص نے انہیں اس سے روکا او رملامت کی لیکن عمار اس سے نہ رکے اور نہ رجوع کیا۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ جحفہ میں ٹھہرے ہوئے مفسدین کی طرف روانہ ہو گئے وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتے تھے اور آپ کی مدح و تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کام سے روکا، تنبیہ فرمائی اور ڈانٹ ڈپٹ و ملامت کی وہ لوگ کسی قدر شرمندہ ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ وہ شخص ہے جس کے لئے تم امیر سے جنگ کرتے ہو اور اس کے خلاف حجت پکڑتے ہو اور یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آپ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مناظرہ کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیا عیب لگاتے ہو؟ انہوں نے کچھ چیزیں ذکر کیں ان میں یہ بھی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حمیٰ بنائی ہے مصاحف کو جلا دیا ہے سفر میں نماز پوری پڑھی ہے، اور ولایت امارات پر صحابہ کرام کو چھوڑ کر نو عمر جوانوں کو مقرر کیا ہے اور بنو امیہ کے لوگوں کو دوسروں سے زیادہ عطا و بخشش کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حمیٰ صدقہ کے اونٹوں کے لئے بنائی ہے تاکہ وہ فربہ و موٹے ہو جائیں اپنے اونٹوں اور بکریوں کے لئے نہیں بنائی اور اس غرض سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی بنائی تھی، مصاحف کو نذر آتش کیا ہے جن میں اختلاف تھا اور جو متفق علیہ تھے اور عرضہ اخیرہ سے ثابت ہے ان کو باقی رکھا ہے اور مکہ میں پوری نماز پڑھنا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مکہ میں شادی کر لی تھی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی تھی، اور رہا نو جوانوں کو والی و امیر بنانا تو انہوں نے بے عیب اور عادل نو جوانوں کو امیر مقرر بنایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے بھی عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر مقرر کیا تھا اور عتاب اس وقت بیس سال کے تھے اور اسامہ بن زید بن حارثہ کو بھی امیر بنایا تھا ان کی امارت پر بعض لوگوں نے نکتہ چینی بھی کی تھی لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ امارت کے لائق و مناسب ہیں، اور حضرت عثمان کا اپنی برادری بنو امیہ پر نوازشات کرنا تو رسول اللہ ﷺ بھی قریش کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دیا کرتے، اور اللہ کی قسم اگر جنت کی چابی میرے ہاتھوں میں ہو تو میں بنو امیہ کو اس میں داخل کر دوں۔

کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر کے بارے میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں اپنی صفائی پیش فرمائی اور کہا کہ ان دونوں پر میں نے اتنی سزا جاری کی ہے جس کے وہ مستحق تھے ان لوگوں نے حکم بن العاص کو پناہ دینے پر اعتراض کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کی طرف جلاوطن کیا تھا لیکن پھر واپس بلا لیا پھر دوبارہ جلاوطن کر دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کی طرف جلاوطن کیا تھا لیکن پھر واپس بلا لیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ ساری باتیں صحابہ کرام کی موجودگی میں بیان کیں اور ہر ہر بات پر صحابہ کرام سے گواہی بھی لیتے رہے اور صحابہ کرام نے اپنے میں سے ایک جماعت کو بھیجا تھا جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کی تائید و حمایت کی اور تمام باتوں کی شہادت دی، جب بالکل صحیح و مکمل عذر خواہی ہو گئی، اعتراضات ختم ہو گئے اور کوئی شبہ باقی نہ رہا تو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کو سزا دینے کا مشورہ دیا لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں ان کی قوم کی طرف لوٹا دیا، پس یہ لوگ ناکام و نامراد جہاں سے آئے تھے وہیں واپس چلے گئے اور جو مقاصد و امیدیں لے کر آئے تھے اس میں انہیں کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئیں اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان لوگوں کے واپس لوٹ جانے کی اور ان سے سنی ہوئی باتوں کی خبر دی اور آپ کو مشورہ دیا کہ آپ لوگوں کو خطبہ دیں اور جو آپ سے اپنے عزیز و اقارب کو ترجیح دینے کی لغزش ہوئی ہے اس پر معذرت کریں اور لوگوں کو اس پر گواہ بنائیں کہ ان چیزوں سے میں نے رجوع کر لیا ہے اور مجھ سے پہلے شیخین کی جو سیرت اور طرز طریق تھا اس پر کاربند رہنے کا عزم کر لیا ہے اور یہ کہ وہ اپنی ابتدائی چھ سالہ مدت کے

مطابق طریقہ اختیار کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس نصیحت کو غور سے سنا اور سمع وطاعت کے ساتھ قبول کیا جب جمعہ کا دن آیا تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور دوران خطبہ اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور کہا کہ اے اللہ! میں آپ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے پہلے ہو چکا ہے اس سے تائب ہوتا ہوں، آپ رو رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، تمام مسلمان بھی رونے لگے اور ان کے دل اپنے امام کے لئے بہت رقیق ونرم ہوگئے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس بات پر گواہ بنایا کہ انہوں نے شیخین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ کو اپنالیا ہے اور ان کا دروازہ حاجت مند وضرورت مند کے لئے کھلا رکھا جائے گا اور کسی کو اس سے روکا نہیں جائے گا اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر اپنے گھر تشریف لے گئے، عرصہ تک پھر کوئی سائل، حاجت مند اور ضرورت مند امیر المومنین کے پاس اپنے کام کے لئے آنا چاہتا تو اسے روکا نہ جاتا تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن عمر نے اپنے باپ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس مصری گروہ کے چلے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ایسا کلام کرتے ہیں جسے لوگ آپ سے سنتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں اور آپ کے دل میں جو رجوع وانابت پائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہیں پس شہر آپ سے باغی ہو چکے ہیں اور میں دوسرے آنے والے قافلوں سے مطمئن نہیں ہوں کوفہ سے قافلہ آئیگا آپ کہیں گے کہ علی ان کے پاس جاؤ، بصرہ سے قافلہ آئیگا اور آپ کہیں گے کہ علی ان کے پاس جاؤ، اگر میں تعمیل حکم نہ کروں تو قطع رحمی کرنے والا اور آپ کے حق میں کوتاہی کرنے والا ہوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سن کر باہر نکلے اور وہ خطبہ دیا جس میں آپ نے رجوع کا اظہار کیا اور اپنی توبہ کے متعلق لوگوں کو آگاہ کیا، پس آپ نے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! جس نے مجھ پر جو عیب والزام لگایا ہے میں اس سے واقف ہوں اور جو کچھ میں نے کیا ہے میں اسے بھی جانتا ہوں میرا ہدایت پر برقرار رہنا جاتا رہا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو لغزش کھائے وہ توبہ کرے جو خطا کرے وہ بھی توبہ کرے اور ہلاکت پر اصرار نہ کرے، بلاشبہ جو ظلم پر اصرار کرے گا وہ راہ ہدایت سے دور ہو جائے گا، میں سب سے پہلا نصیحت حاصل کرنے والا شخص ہوں، میں اللہ سے اس پر استغفار کرتا ہوں جو کہ میں نے کیا اور توبہ کرتا ہوں، پس میرے جیسا شخص رجوع وتوبہ کرتا ہے، جب میں منبر سے نیچے اتروں تو تمہارے اشراف ومعززین میرے پاس آجائیں، اللہ کی قسم میں ان کے سامنے ایک غلام کی مانند ہوں گا جو مملوک ہو تو صبر کرے اور اگر آزاد ہو جائے تو شکر کرے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے فرار نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ لوگ یہ خطبہ سن کر دل گیر ہوگئے اور رونے لگے، سعید بن زید کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر المومنین! آپ کے دل میں للّٰھیت کے سوا کچھ نہیں، آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اسے پورا کیجئے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر کی طرف لوٹے تو وہاں بڑے بڑے لوگوں کو موجود پایا، مروان بن حکم آپ کے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین میں کچھ بات کروں یا خاموش رہوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت الفرفصہ نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ تم خاموش رہو، اللہ کی قسم وہ لوگ ان سے قتال کریں گے انہوں نے (حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) نے جو بات کہہ دی ہے اس سے رجوع مناسب نہیں، مروان نے کہا تمہیں ان باتوں سے کیا سروکار؟ تمہارا باپ اس حال میں مرا کہ وہ اچھی طرح وضو بھی نہیں کر سکتا تھا حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آباؤ اجداد کے ذکر کو چھوڑ دو اور مروان کے باپ حکم کو برا بھلا کہا، مروان نے یہ دیکھ کر ان سے اعراض کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المومنین میں کچھ بات کروں یا خاموش رہوں؟ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بات کرو، پس مروان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آپ کی یہ گفتگو ہوتی اور آپ مضبوط ومحفوظ ہوتے اور میں سب سے پہلے اس پر رضامند اور آپ کا مددگار ہوتا، لیکن آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا اب وقت گزر چکا ہے پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے اور گھٹیا کام ذلیل آدمی کے سپرد کیا جا چکا ہے، اللہ کی قسم! جس غلطی سے معافی مانگی جائے اس پر باقی رہنا اس توبہ سے بہتر ہے جس پر خوف کیا جائے۔

اللہ کی قسم! اگر آپ چاہیں تو توبہ کا پختہ عزم کرلیں اور ہمارے لئے خطاء پر برقرار نہ رہیں اور بلاشبہ آپ کے دروازے پر پہاڑوں کی مانند لوگ جمع ہو چکے ہیں، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اٹھو اور ان لوگوں سے بات کرو، مجھے ان سے بات کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ مروان اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا لوگوں نے ازدحام کیا ہوا تھا اور ایک دوسرے پر گر پڑ رہے تھے، مروان نے کہا کہ تمہارا

کیا حال ہو رہا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوٹ مار کرنے آئے ہو؟ چہرے بگڑے ہوئے ہیں اور ہر آدمی دوسرے کا کان پکڑنے کو ہے مگر جسے میں چاہوں، تم لوگ ہمارے ہاتھوں سے حکومت چھیننے کا ارادہ رکھتے ہو، خبردار! ہمارے پاس سے چلے جاؤ، اللہ کی قسم اگر تم نے ہمارا ارادہ کیا تو ایسا امر تم پر مسلط کر دیا جائے گا جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہوگا اور تم اس کے انجام وانتہاء کی تعریف نہیں کرو گے، پس تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ اللہ کی قسم! ہم تمہارے ہاتھوں مغلوب ہونے والے نہیں ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ لوگ واپس چلے گئے اور ان میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس واقعے کی خبر دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت غصے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ کیا آپ مروان سے راضی ہو گئے ہیں؟ لیکن وہ آپ سے آپ کے دین اور عقل کو ضائع کئے بغیر راضی نہ ہوگا، آپ کی مثال پالکی والے ایسے اونٹ کی ہے جسے جہاں چلایا جائے وہ چلنے والا لگتا ہے۔ اللہ کی قسم مروان اپنے دین اور اپنی ذات کے بارے میں عقلمند نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپ کو ایسی جگہ داخل کر دے گا کہ پھر خبر نہیں لے گا میں آپ کو اس مرتبہ کے بعد دوبارہ ملامت کرنے اور سمجھانے نہیں آؤں گا، آپ نے اپنی رعیت تباہ کر دی اور اپنے معاملہ پر غالب آ گئے ہیں۔

یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے ان کے جانے کے بعد نائلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ میں آپ سے کچھ بات کہوں یا خاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا کہو کیا کہنا چاہتی ہو، حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات سن لی وہ آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئیں گے اور مروان نے جو چاہا آپ سے منوالیا، عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیا کروں؟ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اللہ وحدہ لاشریک سے ڈریں اور اپنے سے پہلے والے ساتھیوں کا اتباع کریں، اگر آپ مروان کی مانیں گے وہ تو آپ کو مروا دے گا، اس لئے کہ مروان کو نہ تو اللہ تعالیٰ کی قدر ہے نہ اس کی ہیبت اور نہ اس کی محبت۔

پس آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجیں اور ان سے صلح کر لیں، وہ آپ کے قرابت دار ہیں آپ کی بات کا انکار نہ کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا لیکن انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور قاصد کو کہا کہ میں نے ان کو بتلا دیا تھا کہ میں لوٹ کر نہیں آؤں گا، مروان کو جب پتا چلا کہ نائلہ رضی اللہ عنہ نے میرے بارے میں یہ یہ باتیں کہی ہیں تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟ آپ نے بولنے کی اجازت دی مروان نے کہا نائلہ رضی اللہ عنہ بنت الفرفصہ...... ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے متعلق ایک حرف بھی نہ کہنا ورنہ میں تمہارا چہرہ بگاڑ دوں گا، اللہ کی قسم وہ تمہاری بنسبت میری زیادہ ہمدرد و خیر خواہ ہے، مروان یہ سن کر کچھ کہنے سے رک گیا۔

مصر سے حضرت عثمان بن عفان کی طرف دوبارہ جماعتوں کا پہنچنا:..... مختلف اہل بلاد کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروان کی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ جوں کا توں ہے اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی اور نہ حضرات شیخین کے طرز طریق کو اپنایا تو اہل مصر، اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے آپس میں خط و کتابت کی اور ایک دوسرے کی طرف پیغامات بھیجے اور اپنے خطوط میں مدینہ میں مقیم صحابہ کرام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹی جھوٹی باتیں منسوب کر کے لوگوں کو ورغلایا اور عثمان رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال اور اپنی دانست میں دین کی نصرت پر انہیں برانگیختہ کیا اور کہا کہ یہ اس زمانہ میں جہاد اکبر ہے۔

سیف بن عمر تمیمی نے محمد، طلحہ، ابو حارثہ اور ابو عثمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور دیگر مؤرخین نے بھی یہ بات بیان کی ہے کہ جب شوال ۳۵ھ کا آغاز ہوا تو اہل مصر چار امراء کی قیادت میں چار ٹولیوں کی صورت میں نکلے ان کی کم از کم تعداد بیان کرنے والا چھ سو اور زیادہ سے زیادہ بیان کرنے والا ایک ہزار قرار دیتا ہے ان چار ٹولیوں کے امراء عبدالرحمن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر لیثی، سودان بن حمران سکونی قتیرہ سکونی تھے اور ان سب پر غافقی بن حرب عکی سربراہ تھا، یہ لوگ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے حجاج ظاہر کر رہے تھے ان کے ساتھ ابن السوداء بھی تھا جو اصل میں ذمی تھا پھر اس نے اسلام کا اظہار کیا اور بہت سی بدعات قولی و فعلی ایجاد کیں اللہ اس کا برا کرے، اہل کوفہ بھی چار پارٹیوں کی شکل میں نکلے ان کے امراء زید بن صوحان،

اشتر نخعی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن الاصم تھے اوران سب کا سربراہ عمرو بن الاصم تھا، اہل بصرہ بھی چار جھنڈوں کے ساتھ نکلے ان کے امراء حکیم بن جبلہ عبدی، بشر بن شریح بن ضبیعہ قیسی اور ذریح بن عباد عبدی تھا اوران سب کا سربراہ حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔

اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مصر تھے، اہل کوفہ زبیر بن العوام کی خلافت اور اہل بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر عزم بالجزم کئے ہوئے تھے اور ہر فریق کو اپنی بات پوری ہونے کا یقین تھا پس یہ تمام گروہ اپنے شہروں سے چل کر مدینہ کے گرد و نواح میں پہنچ گئے جیسا کہ انہوں نے اپنے خطوط میں ایک دوسرے سے ماہ شوال میں یہاں پہنچنے کا وعدہ کیا تھا، ان میں سے ایک فریق ذی خشب میں اترا، دوسرا اعوص میں اور باقی لوگ ذی مروہ میں فروکش ہوئے یہ لوگ اہل مدینہ سے خائف تھے انہوں نے اپنے قاصدین اور جاسوس حالات معلوم کرنے کے لئے آگے بھیجے اور اس لئے تاکہ لوگوں کو یہ خبر کریں کہ وہ حج کے لئے آئے ہیں نہ کہ کسی اور غرض سے، نیز امیر المومنین سے ان کے بعض عمال کے بارے میں عافیت کی درخواست کریں گے ہماری آمد کا مقصد صرف یہ ہے، لہٰذا ہمیں مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دیجائے لیکن تمام اہل مدینہ نے انکار کر دیا اور داخلہ سے منع کر دیا ان لوگوں نے ذرا جرأت کی اور مدینہ سے قریب ہو گئے اور مصری گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ اس وقت احجار زیت میں ایک لشکر کے پاس تھے، آپ ایک باریک حلہ زیب تن فرمائے ہوئے اور سرخ یمنی کپڑے کا عمامہ باندھے ہوئے اور تلوار لٹکائے ہوئے کھڑے تھے، آپ کے بدن پر اس وقت کوئی قمیص نہ تھی۔

آپ نے ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دینے کے لئے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، مصریوں نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا، آپ نے ان کو ڈانٹ ڈپٹ فرمائی اور وہاں سے بھگا دیا اور فرمایا کہ صالحین کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ کی زبانی ذی مروہ اور ذی خشب کے لشکروں پر لعنت ہوئی ہے، پس تم واپس چلے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری صبح اچھی نہ کرے، مصریوں نے کہا جی ہاں ضرور، او رآپ کے پاس سے چلے گئے اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب ہی دوسرے لشکر میں ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے بھی اپنے بیٹوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا اہل بصرہ نے آکر آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے بھگا دیا اور وہی کہا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصریوں سے کہا تھا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اہل کوفہ کو واپس کر دیا ان میں سے ہر فریق اپنی جماعت میں پہنچا اور ان کے سامنے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ جائیں چنانچہ یہ سب لوگ واپس چلے گئے لیکن پھر لوٹ کر مدینہ پہنچ گئے۔

انہیں گئے ہوئے زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اہل مدینہ نے تکبیر کی آواز سنی دیکھا تو ایک قوم نے ازدحام کیا ہوا ہے اور مدینہ کا چاروں طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے اوران میں سے اکثر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ہیں اور انہوں نے اہل مدینہ سے یہ کہہ دیا کہ جو اپنا ہاتھ روک کر رہے گا وہ مامون ہوگا۔

لوگ رک گئے اور اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیا اور کئی دن اسی حالت پر گزر گئے لیکن اہل مدینہ کو معلوم نہ ہوا کہ یہ لوگ کیا کرنے والے ہیں وہ ان کے عزائم سے بے خبر تھے، حضرت عثمان بن عفان ان تمام ایام میں اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے اہل مدینہ بھی اور یہ مفسدین بھی سب آپ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے صحابہ کرام ان لوگوں کے پاس جاتے اور ان کو زجر و توبیخ کرتے اور واپس آنے پر ملامت کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل مصر سے پوچھا کہ تمہارے چلے جانے کے بعد تمہیں کس نے لوٹایا اور تم نے اپنی رائے سے کس بناء پر رجوع کیا ہے؟ اہل مصر نے کہا کہ ہم نے ایک قاصد کے پاس ایک خط پایا جس میں ہمارے قتل کے متعلق حکم تھا، یہی بات اہل بصرہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے اور اہل کوفہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہی اور ہر شہر والوں نے کہا کہ ہم اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے آئے ہیں، صحابہ کرام نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں یہ بات کیسے معلوم کر لی حالانکہ تم سب الگ الگ راستوں پر جا رہے تھے اور تمہارے درمیان کئی مراحل کا فاصلہ تھا؟ بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس پر تم سب نے ایکا کیا ہے انہوں نے کہا ہمیں اس شخص (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی کوئی حاجت نہیں، یہ ہم سے الگ ہو جائے اور ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ خلافت سے دستبردار ہو جاتے ہیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے اور کچھ نہ کہیں گے۔

مصریوں نے یہ الزام بھی دھرا ہے کہ جب وہ لوگ اپنے شہروں کی طرف لوٹے تو انہوں نے راستے میں ایک قاصد کو جاتے ہوئے پایا انہوں نے اس کو پکڑا اور تفتیش کی تو اس کے پاس مشکیزے میں سے ایک خط برآمد ہوا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا ہوا تھا اس خط میں ایک جماعت کو قتل کرنے، دوسری کو سولی دینے اور تیسری کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کا حکم تھا اور خط پر آپ کی مہر بھی لگی ہوئی تھی، قاصد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور انہی کے اونٹ پر سوار تھا یہ لوگ وہ خط اپنے ساتھ لئے ہوئے تھے اور لوگوں میں گھوم پھر کر اسے دکھا رہے تھے اہل مدینہ نے اس خط کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا اس خط پر گواہی پیش کرو، اللہ کی قسم! یہ خط نہ میں نے خود لکھا نہ املاء کرایا اور نہ میں جانتا ہوں کہ یہ کس کی طرف سے ہے؟ اور رہی مہر، مہر تو جعلی بھی بنائی جا سکتی ہے، پس صادقین نے آپ کی بات کی تصدیق کی اور کاذبین نے جھٹلایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان پر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کر دیں اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو امیر بنا دیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کر لیا، پھر جب انہوں نے قاصد کو پکڑا اور اس سے خط برآمد کیا جس میں محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں کے قتل کا حکم تھا تو یہ لوگ واپس لوٹ کر آ گئے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر شدید برہمی کا اظہار کیا اور خط لے کر لوگوں کے پاس گھومے پھرے اس چیز نے بہت سے اہل مدینہ کے دل و دماغ کو متاثر کیا۔

ابن جریر نے محمد بن اسحاق سے ان کے چچا عبدالرحمٰن بن یسار کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے والی مصر کے نام یہ خط تھا وہ ابوالاعور سلیمی تھا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار تھا اور ابن جریر نے اسی طریق سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام نے مدینہ سے دیگر شہروں کی طرف خطوط لکھے جن میں لوگوں کو مدینہ آنے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے کا حکم دیا، یہ صحابہ کرام پر افتراء اور بہتان ہے بلکہ مفسدین نے صحابہ کرام کی طرف سے جعلی خطوط لکھے تھے جیسا کہ حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف سے بھی ان لوگوں نے اسی قسم کے جھوٹے خطوط بھجوائے تھے جن کا ان حضرات نے سختی سے انکار کیا۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ خط بھی جعلی تھا، آپ نے اس خط کا نہ حکم دیا اور نہ آپ کو اس کا کچھ علم تھا ان تمام ایام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو بھی نماز پڑھاتے رہے حالانکہ وہ آپ کی نگاہ میں مٹی سے بھی زیادہ حقیر تھے۔

ایک جمعہ آپ منبر پر کھڑے ہوئے آپ کے ہاتھ میں وہ عصائے مبارک تھا جس پر رسول اللہ ﷺ بوقت خطبہ سہارا لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی اس پر ٹیک لگاتے تھے، دوران خطبہ ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور سب وشتم کیا اور آپ کو منبر سے نیچے اتار دیا، لوگوں نے اس دن آپ کی ذات میں بڑی طمع کی، جیسا کہ واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے اسامہ بن زید نے، ان سے یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسی دوران کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس عصاء پر ٹیک لگائے دیکھ رہا تھا جس پر رسول اللہ ﷺ، اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹیک لگایا کرتے تھے کہ اچانک جھجاہ نامی آدمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ او بےوقوف بوڑھے! اٹھ اور منبر سے نیچے اتر جا اور وہ عصاء آپ کے ہاتھ سے لیا اور اپنے دائیں گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔

اس کی چھوٹی سی لکڑی اس کے گھٹنے میں پیوست ہوگئی اور یہ زخم باقی رہا یہاں تک کہ اس کی وجہ سے اسے کینسر ہو گیا، میں نے اس میں کیڑے پڑے ہوئے دیکھے ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے اور عصاء کو جوڑنے کا حکم دیا لوگوں نے اسے باندھ دیا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا اس واقعہ کے بعد آپ ایک یا دو مرتبہ ہی نماز کے لئے نکلے ہوں گے، حتیٰ کہ محصور ہو کر شہید کر دیئے گئے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن ابراہیم نے ان سے عبداللہ بن ادریس نے ان سے عبیداللہ بن عمر، ان سے نافع نے بیان کیا ہے کہ جھجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصاء لیا اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا اسے پھر اس جگہ پر کینسر ہو گیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن ابی الزناد نے ان سے موسیٰ بن عقبہ نے ان سے ابن ابی حبیبہ نے بیان کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ دیا، عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے بھی تکبر سے کام لیا ہے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تکبر کیا ہے بس آپ بھی توبہ کیجئے ہم بھی آپ کے ساتھ توبہ کرتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبلہ رخ ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔

ابن ابی حبیبہ کہتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ رونے والے اور رونے والیوں کو نہیں دیکھا، پھر اس کے بعد جب اگلی مرتبہ آپ نے خطبہ

دیا تو جھجاہ غفاری کھڑا ہوا اور چلا کر کہا اے عثمان! یہ بوڑھی اونٹنی ہے اس میں ایک چوغہ اور طوق رکھا ہوا ہے تم منبر سے اترو ہم تمہیں یہ چوغہ پہنائیں گے اور گلے میں طوق ڈالیں گے اور اس بوڑھی اونٹنی پر سوار کریں گے پھر جبل دخان میں پھینک آئیں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا اللہ تعالیٰ تیرا اور جو چیز تو لے کر آیا اس کا برا کرے، اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اتر آئے، ابن ابی حبیبہ کہتے ہیں کہ یہ آخری دن تھا جس میں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر بن اسماعیل نے ان سے ان کے والد نے ان سے عامر بن سعد نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جس شخص نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدکلامی کی جرأت کی تھی وہ جبلہ بن عمرو ساعدی تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے وہ اپنی قوم میں مجلس جمائے بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک طوق تھا، جب آپ وہاں سے گزرے تو آپ نے سلام کیا قوم نے جواب دیا، جبلہ بن عمر ساعدی نے کہا کہ تم اس شخص کے سلام کا جواب کیوں دیتے ہو، یہ ایسا اور ویسا ہے پھر وہ اٹھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس طوق کو آپ کی گردن میں ڈال دوں گا وگرنہ آپ اپنے خاص دوستوں سے الگ ہو جائیں، حضرت عثمان نے پوچھا کہ کون سے خاص دوست؟ اللہ کی قسم! میں نے تو لوگوں کا انتخاب کیا ہے، جبلہ نے کہا کہ آپ نے معاویہ، مروان، عبداللہ بن عامر بن کریز، اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو چنا ہے اور اپنا خاص بنایا ہوا ہے، ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کی مذمت میں قرآن نازل ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے خون کو مباح قرار دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے اس کے بعد سے لوگوں کی جرأت مسلسل بڑھتی رہی۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن صالح نے ان سے عبیداللہ بن رافع بن نقاخہ نے ان سے عثمان بن الشرید نے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جبلہ بن عمرو ساعدی کے پاس سے گزرے وہ اپنے مکان کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک طوق تھا اس نے کہا کہ اے بے وقوف بوڑھے اللہ کی قسم میں تجھے قتل کر دوں گا اور خارش زدہ اونٹنی پر سوار کراؤں گا اور سیاہ پتھروں والی آتشی زمین کی طرف نکال باہر کروں گا، پھر وہ دوسری مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ اس وقت منبر پر تھے اس نے آپ کو منبر سے نیچے اتار دیا۔

سیف بن عمر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد منبر پر چڑھے اور تقریر کی اس میں فرمایا کہ اے غریب الوطن لوگو! اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ کی قسم اہل مدینہ کو معلوم ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی زبانی ملعون قرار دیئے جا چکے ہو، پس تم خطاء کو درستگی کے ساتھ مٹا دو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خطاء و برائی کو نیکی کے ذریعے ہی مٹاتا ہے، محمد بن سلمہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں، حکیم بن جبلہ نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا، زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ بات تو کتاب میں لکھی ہوئی ہے ان پر دوسری جانب سے محمد بن ابی مریرہ نے حملہ کیا اور انہیں بھی بٹھا دیا، اور کہا یا نطع، اس کے بعد سب مفسدین نے حملہ کر دیا اور لوگوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے نکال دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی اتنی کنکریاں ماریں کہ آپ منبر سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے، اور آپ کو گھر تک اٹھا کر لایا گیا اور مصریوں کو محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر اور عمار بن یاسر کی امداد و نصرت کے سوا کسی چیز کی طمع و حرص نہ تھی۔

حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کرنے، اپنے دکھ کا اظہار کرنے اور لوگوں پر جو مصیبت ٹوٹی تھی اس کی شکایت کرنے آئے اور فارغ ہو کر واپس چلے گئے، صحابہ کرام کی ایک جماعت جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت بھی تھے آپ کی طرف سے دفاع کرنے کے لئے آئے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب کو واپس بھیج دیا اور انہیں قسم دی کہ وہ اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھیں گے، اور پرامن رویہ اختیار کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق فیصلہ فرما دے۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ ...... جب جمعہ کے روز یہ حادثہ ہو چکا اور اس میں امیر المومنین کے سر میں زخم آیا، آپ منبر پر تھے کہ بے ہوشی کی حالت میں گر پڑے اور لوگ اٹھا کر آپ کو گھر تک لائے اس کے بعد حالات مزید خراب ہو گئے، اُجڈ، گنوار اور بے وقوف لوگوں نے آپ کی ذات میں طمع کی اور آپ کو اپنے مکان ہی میں رہنے پر مجبور کر کے سخت تنگی میں ڈال دیا اور باہر سے مکان کا محاصرہ

کرلیا، اکثر صحابہ کرام اپنے گھروں میں بیٹھ گئے ابنائے صحابہ کی ایک جماعت اپنے آباء کے حکم سے آپ کا دفاع، آپ کی حفاظت اور کوئی آپ تک پہنچے اس کی روک تھام کے لئے پہنچ گئی، ان میں حسن، حسین، عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم تھے، عبداللہ بن زبیر اس حفاظتی امر کے امیر تھے۔

بعض حضرات نے اس امید پر آپ کو بے یارومددگار چھوڑ دیا کہ آپ ان مفسدین کا ایک مطالبہ تسلیم کرلیں گے اس لئے کہ ان لوگوں کا مطالبہ تھا کہ یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یا مروان بن حکم کو ان کے حوالہ کردیں لیکن یہ خیال ان میں سے کسی کو بھی نہ تھا کہ مفسدین آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسجد میں آنا جانا منقطع ہوگیا ویسے بھی آپ اس معاملہ کے آغاز کے بعد سے کم ہی مسجد آیا جایا کرتے تھے لیکن آخر میں تو یہ سلسلہ بالکل ہی منقطع ہوگیا، ان آخری ایام میں غافقی بن حرب لوگوں کو نماز پڑھاتا رہا، یہ محاصرہ ایک مہینہ تک اور بعض کے قول کے مطابق چالیس دن تک جاری رہا، یہاں تک کہ آخر میں آپ کو شہید کردیا گیا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کے زمانے میں لوگوں کو طلحہ بن عبیداللہ نماز پڑھایا کرتے تھے ایک نسخہ میں عبداللہ بن سلام کی روایت سے درج ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی محصوری کے زمانہ میں آپ کے حکم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے، اور صحیح بخاری میں ہے، اور واقدی نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھایا کرتے تھے، سہل بن حنیف نے بھی نماز پڑھائی ہے، جمعہ کی نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھایا کرتے تھے، آپ نے ایک مرتبہ لوگوں کو خطاب کیا کہ اس کے انجام وانتہاء میں کچھ باتیں ظاہر ہوں گی اور کچھ اور پیش آئیں گے۔

مصنف کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہمیں اس بارے میں میسر آئیگا عنقریب انشاءاللہ ہم اسے اللہ کی مدد سے بیان کریں گے، امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے بہز نے اور ان سے ابوعوانہ نے ان سے حصین نے ان سے عمرو بن جاوان نے اور ان سے احنف نے بیان کیا ہے کہ ہم حج کے لئے چلے اور مدینہ کے پاس سے گزرے، اسی دوران کہ ہم اپنے قیام گاہ میں تھے کہ اچانک ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ لوگ مسجد میں جمع ہیں، میں اور میرا ساتھی مسجد کی طرف گئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت کے پاس جمع ہیں میں لوگوں کے درمیان سے گزر کر اس جماعت کے قریب پہنچا تو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی وہاں چلتے ہوئے آگئے اور فرمایا کہ کیا علی یہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں، ہیں، پھر آپ نے پوچھا زبیر ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں ہیں، آپ نے پوچھا طلحہ ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں ہیں، آپ نے پوچھا کہ سعد بن ابی وقاص ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں وہ بھی ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بنی فلاں کا باڑہ کون خریدے گا؟ اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا، میں نے اسے خرید لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اسے خرید لیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے ہماری مسجد میں شامل کردو، اس کا اجر تمہیں ملے گا، ان حضرات نے جواب دیا جی ہاں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیر رومہ کون خریدے گا؟ میں نے اتنے اتنے دراہم میں اسے خرید لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مسلمانوں کے لئے وقف کردو، اس کا تمہیں اجر ملے گا، ان حضرات نے کہا کہ جی ہاں پھر فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ جیش عسرہ کے دن قوم کے چہروں کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کون ان لوگوں کے لئے سامان سفر مہیا کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیگا، پس میں نے ان کا سامان تیار کیا حتیٰ کہ انہوں نے ایک نکیل اور اونٹ باندھنے کی رسی بھی کم نہ پائی، ان حضرات نے کہا کہ یقیناً ایسا ہی ہوا ہے پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ، اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔

اور امام نسائی نے حصین کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے پاس اچانک ایک آدمی آیا جس نے زرد چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

ایک اور طریق ۔۔۔۔۔۔ عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمر قواریری نے ان سے قاسم بن حکم بن اوس انصاری نے ان سے ابوعبادہ زرقی انصاری نے ان سے زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنازہ گاہ میں محصور کیا گیا تو میں اس وقت وہاں موجود تھا اس وقت اگر کوئی پتھر بھی پھینکا جاتا تو وہ کسی نہ کسی آدمی کے سر پر ہی پڑتا تھا ازدحام کی کثرت بتلانا مقصود ہے، میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کھڑکی سے جھانکتے ہو دیکھا جو مقام جبرئیل کے پاس ہے، آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تمہارے اندر طلحہ موجود ہے؟ لوگ خاموش رہے آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تمہارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ پس طلحہ بن عبیداللہ کھڑے ہو گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں آپ کو یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں؟ میرا آپ کے متعلق یہ گمان نہ تھا کہ آپ اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے جو میری تین مرتبہ مکمل طور پر آواز سنے، پھر بھی جواب نہ دے، اے طلحہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس وقت کو یاد کریں کہ جب میں اور آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فلاں فلاں مقام پر تھے اور اس وقت میرے اور آپ کے سوا اصحاب رسول ﷺ میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا، طلحہ نے کہا ہاں وہ وقت مجھے یاد ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا تھا اے طلحہ! ہر نبی کے ساتھ جنت میں اس کے اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جنت میں میرے رفیق ہوں گے، طلحہ نے کہا یقیناً اسی طرح فرمایا تھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے، محدثین نے اس روایت کی تخریج نہیں کی۔

ایک اور طریق ۔۔۔۔۔۔ عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے ان سے محمد بن عبداللہ انصاری نے ان سے ہلال بن اسحاق نے ان سے جریری نے ان سے ثمامہ بن جزء قشیری نے بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دن میں ان کے مکان پر حاضر ہوا اور خدمت میں پہنچا انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے ان دو ساتھیوں کو بلا کر لاؤ جنہوں نے تمہیں میرے خلاف متحد کیا ہے ان دونوں کو آپ کے پاس لایا گیا آپ نے ان سے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے اور مسجد نمازیوں پر تنگ پڑ گئی تو آپ نے فرمایا تھا کہ کون اس قطعہ زمین کو اپنے خالص مال سے خریدتا ہے پھر وہ بھی اس میں سے عام مسلمانوں کی طرح ہی نفع اٹھانے کا حقدار ہوگا، اور اس کے لئے اس کے بدلہ جنت ہوگی، پس میں نے اپنے خالص مال سے اسے خریدا اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اب تم مجھے اس میں دو رکعت پڑھنے سے بھی روکتے ہو پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت شیریں پانی کا بیر رومہ کے سوا کوئی کنواں نہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون اسے اپنے خالص مال سے خریدتا ہے پھر اس کا ڈول بھی اس میں عام مسلمانوں کی طرح ہوگا؟ اور اس کے لئے اس کے بدلہ جنت ہوگی پس میں نے اسے اپنے خالص مال میں خریدا لیکن آج تم مجھے اس میں سے پانی پینے تک سے روک رہے ہو، پھر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں صاحب جیش العسرۃ ہوں، ان لوگوں نے کہا کہ یقیناً ایسا ہی ہے۔

اسے امام ترمذی نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سے، عباس دوری سے اور دیگر حضرات سے نقل کیا ہے اور امام نسائی نے زیاد بن ایوب سے نقل کیا ہے اور یہ سب سعید بن عامر سے وہ یحییٰ بن ابی الحجاج منقری سے وہ ابومسعود جریری سے روایت کرتے ہیں امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ایک اور طریق ۔۔۔۔۔۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالصمد نے ان سے ابن فضل قاسم نے ان سے عمرو بن مرۃ نے اور ان سے سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام میں سے چند حضرات کو بلایا ان میں عمار بن یاسر بھی تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم مجھ سے سچ سچ بیان کرو گے، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ قریش کو باقی لوگوں پر ترجیح دیا کرتے تھے اور بنو ہاشم کو باقی قریش پر ترجیح دیا کرتے تھے، لوگ خاموش رہے، آپ نے فرمایا کہ اگر جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں تو میں وہ بنو امیہ کو دے دوں یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی جنت میں داخل ہو جائے پھر آپ نے طلحہ وزبیر کی طرف پیغام بھیجا وہ دونوں آئے آپ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں عمار کے بارے میں ایک بات نہ بتاؤں؟ اور وہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے وادی بطحاء میں چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم عمار کے والدین کے پاس سے گزرے انہیں ایذا ئیں

دیکھا رہی تھیں عمار کے والد نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا حالات اسی طرح رہیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صبر کرو، پھر فرمایا اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما، اور ایسا کر دیا گیا (یعنی ان کی مغفرت ہوگئی) اس روایت میں امام احمد متفرد ہیں، دیگر اصحاب کتب نے اس کی تخریج نہیں کی۔

ایک اور طریق ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن سلیمان نے ان سے معاویہ بن سلم نے ان سے سلمہ نے اور ان سے مطرف نے ان سے نافع نے ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے محاصرہ کی حالت میں لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا کہ تم مجھے کیوں قتل کر رہے ہو؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کسی آدمی کا خون حلال نہیں مگر تین میں سے ایک وجہ کے ساتھ، یا تو آدمی نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا ہو، پس اسے رجم کیا جائے گا، یا عمداً قتل کیا ہو، پس اسے قتل کیا جائے گا، یا اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو، پس اسے بھی قتل کیا جائے گا، اللہ کی قسم میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں، نہ کسی کو قتل کیا کہ مجھے اس کے قصاص میں قتل کیا جائے اور نہ اسلام لانے کے بعد ارتداد اختیار کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اسے امام نسائی نے احمد بن ازہر سے اسحاق بن سلیمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

ایک اور طریق ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عفان نے ان سے حماد بن زید نے ان سے یحییٰ بن سعید نے ان سے ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے مکان میں تھا اور وہ اس وقت محصور تھے، ہم لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے جب ہم آپ کے پاس جاتے تو پتھر کی ٹائیلوں کے اوپر سے بات چیت سنا کرتے تھے ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی کام سے تشریف لائے اور ہمارے قریب آ گئے، رنج والم کی وجہ سے آپ کا رنگ متغیر تھا، آپ نے فرمایا کہ انہوں نے ابھی ابھی مجھے قتل کی دھمکی دی ہے ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے کیوں قتل کرتے ہیں؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین میں سے ایک بات پائے جانے کے ساتھ، یا تو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا ہو، یا شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کر لیا ہو، یا کسی نفس کو ناحق قتل کیا ہو، اور اللہ کی قسم میں نے زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں، اور نہ میں نے اپنے دین کو بدلنے کی تمنا کی جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی اور نہ کسی نفس کو قتل کیا، پھر وہ مجھے کیوں قتل کرتے ہیں؟

اسے اصحاب سنن اربعہ نے حماد بن زید کی حدیث سے یحییٰ بن سعید سے بحوالہ ابواسامہ نقل کیا ہے امام نسائی نے ابواسامہ کے ساتھ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کا بھی اضافہ کیا ہے ابوامامہ اور عبداللہ بن عامر بن ربیعہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے..... آگے پھر یہی روایت ذکر کی، امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اور حماد بن سلمہ سے بحوالہ یحییٰ بن سعید مرفوعاً روایت کیا ہے۔

ایک اور طریق ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے قطن نے ان سے یونس یعنی ابن ابی اسحاق نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان پر جھانکا، آپ اس وقت محصور تھے، آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر اسے کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یوم حراء میں حاضر تھا جس وقت پہاڑ نے لرزہ کھایا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا قدم مبارک مار کر ارشاد فرمایا اے حرا ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید کے سوا کوئی نہیں ہے اور میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا، لوگوں نے اسے تسلیم کیا پھر فرمایا کہ میں اسے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو بیعت رضوان کے موقع پر حاضر تھا جس وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے مشرکین مکہ کی طرف بھیجا تھا تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے، پھر میرے لئے بیعت لی، لوگوں نے اسے تسلیم کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت موجود تھا جب آپ نے یہ فرمایا کون اس گھر کو خرید کر ہمارے لئے مسجد کشادہ کرتا ہے؟ میں اس کے لئے جنت میں گھر بناؤں گا پس میں نے اسے اپنے مال سے خریدا اور مسجد کو وسیع کر دیا لوگوں نے اسے تسلیم کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو جیش عسرہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کون آج ایسا خرچہ کرتا ہے جو مقبول ہو؟ پس میں نے اپنے مال میں سے نصف لشکر کا سامان تیار کیا لوگوں نے اسے تسلیم کیا

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو بیر رومہ پر اس وقت حاضر تھا جب اسکا پانی مسافروں کے لئے فروخت کیا جارہا تھا پس میں نے اسے اپنے مال سے خرید لیا اور مسافروں کے لئے وقف کر دیا، لوگوں نے اسے بھی تسلیم کیا۔

اسے امام نسائی نے عمران بن بکار سے انہوں نے حطاب بن عثمان سے انہوں نے عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سے انہوں نے اپنے والد یونس سے اور یونس نے ان کے دادا ابو اسحاق سبیعی سے نقل کیا ہے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مختلف اہل بلاد نے ان کا محاصرہ کر لیا ہے اور مکان میں مقید کر کے مسجد تک جانے سے بھی روک دیا ہے تو آپ نے شام میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف، بصرہ میں عبداللہ بن عامر کی طرف والی کوفہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے ایک لشکر طلب کیا جو ان مفسدین کو مدینہ سے نکال دے، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمہ بن حبیب کو اور ان کے پیچھے یزید بن اسد قشیری کو لشکر دے کر روانہ کیا، والیان کوفہ و بصرہ نے بھی فوجیں روانہ کیں جب مفسدین نے ان لشکروں کی آمد سنی تو محاصرہ مزید سخت کر دیا، یہ لشکر جب مدینہ کے قریب پہنچے تو اطلاع ملی کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب ہم اسے ذکر کریں گے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو طلب کیا اور آپ کے لئے آپ کے گھر کے روشن دان میں ایک تکیہ رکھ دیا گیا، آپ نے وہاں سے نیچے لوگوں پر جھانکا اور اشتر نخعی سے کہا کہ اے اشتر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ اشتر نخعی نے کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ امارت سے از خود دستبردار ہو جائیں یا جن لوگوں کو آپ نے مارا ہے یا کوڑے لگائے ہیں یا قید کیا ہے ان کو اپنی جان فدیہ میں پیش کر دیں ورنہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اشتر نخعی نے کہا کہ یہ لوگ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ شہروں سے اپنے نائبین کو معزول کریں اور ان کی جگہ ان کو مقرر کریں جنہیں یہ لوگ چاہتے ہیں اگر آپ انہیں معزول نہیں کرتے تو مروان بن حکم کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم اسے سزا دیں، جیسا کہ اس نے آپ کی طرف سے اہل مصر کو جعلی خطوط لکھے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ اگر مروان کو وہ ان کے حوالہ کر دیں گے تو یہ لوگ اسے قتل کر دیں گے اور ایک مسلمان کے قتل کا میں سبب بن جاؤں گا حالانکہ اس کا جرم اتنا بڑا نہیں جس کی وجہ سے قتل کا مستحق ہو، اور جن لوگوں سے قصاص لینے کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا اس سے بھی آپ نے عذر کیا کہ وہ ضعیف البدن اور کبیر السن آدمی ہیں، اس پر قادر نہیں، اور خلافت سے دستبرداری کا جو ان کا مطالبہ تھا اس سے بھی آپ نے انکار کیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ جو قمیص اللہ تعالیٰ نے ان کو پہنائی ہے اسے اتار دیں اور امت محمدیہ کو آپس میں لڑنے مرنے کے لئے چھوڑ دیں، اور نہ ان بے وقوف لوگوں کو حاکم مقرر کریں گے جنہیں وہ لوگ چاہتے ہیں، ایسی صورت میں قتل و غارت و فساد پیدا ہو جائے گا اور حالات بگڑ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ کا خیال تھا، امت میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا اور قتل و غارت شروع ہو گئی اور آپ نے ان لوگوں سے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں کہ جس کو تم چاہو اسے امیر بنادوں اور جسے ناپسند کرو اسے معزول کر دوں، تو میری امارت کی پھر کیا حیثیت رہ جاتی ہے اور یہ بھی فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو میرے بعد نہ آپس میں محبت سے رہ سکو گے نہ اکٹھے نماز پڑھ سکو گے اور نہ کبھی مل کر دشمن کے مقابلہ میں جہاد کر سکو گے بعد کے حالات نے آپ کے ان فرمودات کی تصدیق کر دی، رضی اللہ عنہم۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے ان سے معاویہ بن صالح نے ان سے ربیعہ بن یزید نے ان سے عبداللہ بن ابی قیس نے اور ان سے نعمان بن بشیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے ام المومنین کے نام خط لکھ کر دیا میں نے وہ خط ام المومنین کو پہنچا دیا، ام المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرما رہے تھے بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائیگا اگر کوئی تم سے اس قمیص کو اتارنے کا ارادہ کرے تو تم ہرگز نہ اتارنا، یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی تھی۔

نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سے عرض کیا کہ آپ نے اس حدیث کو بیان کیوں نہیں کیا؟ ام المومنین نے فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کی قسم میں اسے بھول گئی تھی۔

امام ترمذی نے اسے لیث عن معاویہ بن صالح عن ربیعہ بن یزید عن عبداللہ بن عامر عن نعمان عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بیان کیا ہے اور اس سند کے بارے میں کہا ہے ھذا حدیث حسن غریب اور ابن ماجہ نے اسے الفرج بن فضالہ عن ربیعہ بن یزید عن نعمان عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی

سند سے بیان کیا ہے اور عبداللہ بن عامر کو درمیان سے ساقط کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن اسماعیل نے ان سے قیس نے ان سے ابی سھلہ نے ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب میں سے کسی کو بلاؤ، میں نے پوچھا کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کیا عمر کو، فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کیا آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا ہاں، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو مجھ سے فرمایا کہ تم ایک طرف ہو جاؤ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سرگوشی میں باتیں کرنے لگے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا، پھر جب یوم الدار آیا اور اس دن آپ کا محاصرہ کر لیا گیا تو ہم نے کہا امیر المومنین کیا آپ قتال نہیں کریں گے؟ فرمایا نہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا اور میں اس عہد پر ثابت قدم ہوں، امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں۔

محمد بن عائذ دمشقی کہتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے ان سے عبداللہ بن لھیعہ نے ان سے یزید بن عمرو اور ان سے ابوثور فقیمی نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، اور اسی دوران کہ میں آپ کے پاس ہی تھا کہ ذرا باہر نکلا تو دیکھا کہ اہل مصر کا وفد واپس لوٹ کر آ گیا ہے، میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسکی اطلاع دی، آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ان کو کیسا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ان کے چہروں میں شر دیکھا ہے اور ان پر ابن عدیس بلوی امیر ہے پس ابن عدیس بلوی منبر رسول اللہ ﷺ پر چڑھا پھر اس نے لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی اور اپنے خطبہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عیوب بیان کئے۔

ابوثور کہتے ہیں کہ میں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی کہی ہوئی باتوں کی خبر دی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم ابن عدیس نے جھوٹ بولا ہے اگر وہ باتیں ذکر نہ کرتا تو میں بھی بیان نہ کرتا، میں اسلام میں چوتھا آدمی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا مجھ سے نکاح فرمایا پھر جب اس کی وفات ہوگئی تو آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی کا مجھ سے نکاح فرما دیا، اور میں نے زمانہ جاہلیت میں نہ زمانہ اسلام میں کبھی زنا کیا اور نہ کبھی چوری کی اور جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے نہ کبھی کسی کو تکلیف پہنچائی اور نہ کبھی کوئی خواہش کی اور میں نے کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو نہیں چھوا جب سے میں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور اسلام لانے کے بعد سے میں ہر جمعہ ایک غلام آزاد کرتا ہوں اگر کسی جمعہ آزاد نہ کر سکا تو اگلے جمعہ دو غلام جمع کر کے آزاد کرتا ہوں۔

نیز یعقوب بن سفیان نے عبداللہ بن ابی بکر سے اور انہوں نے عبداللہ بن لھیعہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے رب کے پاس دس باتوں کو پوشیدہ رکھا ہوا ہے پھر آپ نے ان کو ذکر فرمایا۔

دوران محاصرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات ...... ذی القعدہ کے آواخر سے آٹھ ذی الحجہ بروز جمعہ تک مسلسل محاصرہ جاری رہا اس سے ایک دن پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انصار و مہاجرین میں سے وہ لوگ جو آپ کی حویلی میں تھے (یہ لوگ سات سو کی تعداد میں تھے جن میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حسن، حسین، ابو ہریرہ، مروان اور آپ کے بہت سے غلام تھے اگر آپ انہیں منع نہ کرتے تو یہ آپ کا دفاع کرتے) ان سے فرمایا جس شخص پر میرا حق ہے میں اسے قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ اپنے ہاتھ کو روک لے اور اپنے گھر کی طرف چلا جائے، آپ کے پاس اس وقت اکابر صحابہ اور ان کی اولاد کا ایک بڑا مجمع تھا اور اپنے غلاموں سے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنی تلوار نیام میں کر لے وہ آزاد ہے پس اندر سے جنگ سرد پڑ گئی باہر سے گرم ہوگئی اور حالات سخت ہو گئے، اس کے منع کرنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا جو آپ کی بالکل قریبی زمانہ میں موت پر دلالت کر رہا تھا لہٰذا آپ نے اللہ کے وعدہ کی امید پر اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات کے شوق میں امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا، اور اس لئے بھی تا کہ آپ آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر کی طرح ہو جائیں کہ جس وقت اس کے بھائی قابیل نے اسے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کہا **انّی ارید ان تبوء باثمی و اثمک فتکون من اصحاب النار و ذلک جزاء الظالمین** (میں چاہتا ہوں کہ میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ واپس لوٹے پھر دوزخیوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی جزاء ہے)۔

روایت ہے کہ جب آپ نے اپنے پاس موجود لوگوں کے واپس چلے جانے کا پختہ عزم کرلیا تو سب سے آخر میں آپ کے پاس سے جانے والے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس وقت اہل دار کے امیر حرب تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے سالم یا نافع سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد یوم الدار اور یوم نجدۃ الحروری کے سواء ہتھیار نہیں پہنے تھے۔

اور ابوجعفر دارمی، ایوب سختیانی سے وہ نافع سے اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صبح ہونے پر لوگوں سے بات چیت کرنے لگے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، آپ نے مجھ سے فرمایا اے عثمان افطاری ہمارے پاس کرنا، پس صبح آپ نے روزہ رکھا اور اسی دن شہید ہو گئے۔

سیف بن عمر عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم سے بحوالہ ایک آدمی نقل کرتے ہیں کہ کثیر بن صلت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا امیر المومنین آپ باہر صحن میں تشریف رکھیں تاکہ لوگ آپ کے چہرے کو دیکھیں اگر وہ آپ کو دیکھیں گے تو اپنے عزائم سے باز آجائیں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا اے کثیر! میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا ہے گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی لوٹ جاؤ کل میرے پاس افطاری کرنا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم کل کا سورج غروب نہیں ہوگا مگر یہ کہ میں اہل آخرت میں سے ہوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر سعد اور ابو ہریرہ نے اپنے ہتھیار اتار دیئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے آگئے۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابو علقمہ نے اور ان سے ابن صلت نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس دن جس دن وہ شہید ہوئے ذرا اونگھ آ گئی پھر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ یہ نہ کہتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے موت کی تمنا کی ہے تو میں ایک بات بیان کرتا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے، آپ بیان کریں ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو لوگ کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ابھی خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم جمعہ کو ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے ابو عبدالرحمٰن قرشی نے ان سے خلف بن تمیم نے ان سے اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر بجلی نے، ان سے عبد الملک بن عمیر نے اور ان سے کثیر بن صلت نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ اس وقت محصور تھے آپ نے فرمایا اے کثیر میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آج میں شہید کر دیا جاؤں گا میں نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کی دشمنوں کے خلاف مدد فرمائے گا، آپ نے پھر اپنی بات کا اعادہ فرمایا، میں نے کہا امیر المومنین کیا آپ کے لئے آج کوئی وقت مقرر کیا گیا؟ یا آپ کو کوئی اس طرح کی بات کہی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، البتہ یہ بات ہوئی کہ گزشتہ رات میں بیدار رہا جب سحر کا وقت ہوا تو مجھے کچھ اونگھ آگئی میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے فرمار ہے تھے اے عثمان! ارکنا مت بلکہ ہمارے ساتھ لاحق ہو جاؤ، ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی دن آپ شہید کر دیئے گئے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے ان سے یزید بن ہارون نے، ان سے فرج بن فضالہ نے ان سے مروان بن ابی امیہ نے ان سے عبداللہ بن سلام نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا آپ اس وقت محصور تھے، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا خوش آمدید اے میرے بھائی! میں نے رات رسول اللہ ﷺ کو اس کھڑکی میں دیکھا ہے، راوی کہتے ہیں کہ وہ کھڑکی ان کے گھر میں تھی، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول لٹکا دیا، میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ سیراب ہو گیا، اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ان کے خلاف تمہاری مدد کی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے

پاس آج افطار کرو، پس میں نے آپ کے پاس افطار کو پسند کرلیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر اسی دن آپ شہید کر دیئے گئے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے عفان بن مسلم نے ان سے وہیب نے ان سے داؤد نے ان سے زیاد بن عبداللہ نے اور ان سے ام ہلال بنت وکیع نے اور ان سے زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی زوجہ نائلہ بنت الفرفصہ تھیں، نائلہ کہتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذرا اونگھ آ گئی پھر آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ یہ قوم مجھے قتل کر دے گی میں نے کہا ہرگز نہیں امیر المومنین، آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے یہ حضرات فرما رہے تھے کہ ہمارے پاس افطاری کرو، یا تم آج ہمارے پاس افطاری کرو گے؟

ہیثم بن کلیب کہتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن احمد عسقلانی نے ان سے شبابہ نے ان سے عمر بن حریث کے آزاد کردہ غلام یحییٰ بن ابی راشد نے ان سے محمد بن عبدالرحمٰن جرشی اور عقبہ بن اسد نے ان سے نعمان بن بشیر نے اور ان سے نائلہ بنت الفرفصہ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھی بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت عثمان محاصرہ کی حالت میں شہید ہوئے تو وہ دن آپ نے روزہ سے گزارا، جب افطار کا وقت قریب آیا تو آپ نے ان لوگوں سے شیریں پانی طلب کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا، اور کہا کہ اس کنویں سے لے لو، حویلی میں ایک کنواں تھا جس میں گندگی اور بدبو دار چیزیں پھینکی جاتی تھیں، نائلہ کہتی ہیں کہ آپ نے افطار نہیں کیا پھر میں نے سحر کے وقت پتھریلی جگہ پر اپنے پڑسیوں کو دیکھا تو ان سے شیریں پانی طلب کیا انہوں نے ایک کوزہ میں پانی دیا، میں اسے لے کر آپ کے پاس آئی اور کہا کہ یہ میٹھا پانی ہے، نائلہ کہتی ہیں کہ آپ نے وقت دیکھا تو فجر طلوع ہو چکی تھی، آپ نے فرمایا کہ میں نے روزہ رکھ لیا ہے، میں نے پوچھا کہ آپ نے کہاں سے کھانا کھایا نہ تو میں نے آپ کے پاس کسی کو کھانا لاتے ہوئے دیکھا اور نہ پانی، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے چھت کی طرف سے مجھ پر جھانکا اور آپ کے ساتھ ایک ڈول تھا آپ نے فرمایا اے عثمان! پیو، میں نے پیا یہاں تک کہ سیراب ہو گیا، آپ نے فرمایا اور پیو، میں نے اور پیا، یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ تم پر الزامات لگا رہے ہیں اگر تم ان سے قتال کرو گے تو فتح یاب ہو گے، اور اگر چھوڑ دو تو ہمارے پاس افطار کرو گے، نائلہ کہتی ہیں کہ اسی دن یہ لوگ آپ پر داخل ہوئے اور آپ کو شہید کر دیا۔

ابو یعلی موصلی اور عبداللہ بن امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عثمان بن شیبہ نے ان سے یونس بن ابی یعفور عبدی نے ان سے ان کے والد نے اور ان سے عثمان بن عفان کے آزاد کردہ غلام ابو سعید مسلم نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس غلاموں کو آزاد کیا اور پھر شلوار منگوا کر اسے مضبوط انداز میں پہنا حالانکہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں شلوار کبھی نہیں پہنی اور فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے ان حضرات نے مجھ سے فرمایا صبر کرو، آنے والی رات ہمارے پاس افطار کرو گے پھر آپ نے قرآن مجید منگوایا اور اسے اپنے سامنے کھول کر رکھ دیا اور اس کے سامنے ہی شہید کر دیئے گئے۔

میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ آپ نے شلوار اسلئے پہنی تھی تا کہ بوقت شہادت کہیں آپ کا ستر ظاہر نہ ہو جائے، اس لئے کہ آپ بہت ہی حیاء کرنے والے انسان تھے، حتیٰ کہ آسمان کے فرشتے بھی آپ سے حیاء کرتے تھے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے اور آپ قرآن کریم سامنے رکھ کر تلاوت فرما رہے تھے کہ قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنے ہاتھ کو قتال سے روک لیا اور لوگوں کو حکم دیا اور قسم بھی دی کہ ان کی حفاظت میں قتال نہ کریں، اگر انہیں قسم نہ دی ہوتی تو وہ دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کی بھرپور مدد کرتے لیکن قضاء و قدر کا یہی فیصلہ تھا۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زبیر بن العوام کو اپنا وصی بنایا تھا اور اصمعی علاء بن فضل سے ان کے باپ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو لوگوں نے ان کا خزانہ تلاش کیا انہیں ایک مقفل صندوق ملا، اسے کھولا تو اس میں ایک برتن تھا جس میں ایک لکھا ہوا ورق تھا اس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ یہ عثمان کی وصیت ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حضرت) عثمان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، اور اللہ تعالیٰ قبروالوں کو ایسے دن میں اٹھائیگا جس دن میں کوئی شک وشبہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا، اسی عقیدے پر زندہ ہوں، اور اسی بات پر مرتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ اٹھایا جاؤں گا۔

ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ جس دن لوگوں نے جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ موت نہ کسی عزیز کو باقی رکھتی ہے اور نہ کسی محفوظ مکان اور چراگاہ میں پناہ لینے والے کو چھوڑتی ہے، اور یہ بھی فرمایا: جب قلعہ بند ہو جاتا ہے تو اہل قلعہ پر شب خون مارا جاتا ہے اور موت تو پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیوں پر بھی آجاتی ہے۔

آپ کی شہادت کا بیان...... خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں کہ ہم سے ابن علیہ نے ان سے ابن عوف نے ان سے حسن نے ان سے رباب نے بیان کیا کہ عثمان بن عفان نے مجھے اشتر نخعی کو بلانے کے لئے بھیجا۔ میں اسے بلا لایا، آپ نے اس سے پوچھا کہ لوگ کیا چاہتے ہیں، اس نے کہا کہ تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہے، آپ نے پوچھا کہ وہ تین باتیں کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں آپ امر خلافت ان کے لئے خالی کر دیں، لہٰذا آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ (امر خلافت) تمھارا معاملہ ہے تم جسے چاہو منتخب کرلو، یا آپ اپنے نفس سے قصاص لیں، اگر آپ اس سے بھی انکار کرتے ہیں تو یہ قوم آپس میں قتال کریگی، آپ نے جواب میں فرمایا ان کا یہ کہنا کہ امر خلافت ان کے لئے خالی کر دیا جائے تو میں ایسا نہیں کرسکتا کہ جو قمیص اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہوا سے میں اتار دوں'' اور ان کا یہ مطالبہ کہ میں ان کے لئے اپنے نفس سے قصاص لوں تو یاد رکھو اللہ کی قسم! اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو میرے بعد آپس میں محبت سے نہ رہ سکو گے، اور نہ اکٹھے نماز پڑھ سکو گے، اور نہ میرے بعد باہم مجتمع ہو کر اپنے دشمن سے قتال کرسکو گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھیڑیے کی شکل کا ایک چھوٹا سا آدمی آیا اور دروازے سے جھانک کر واپس چلا گیا، پھر محمد بن ابی بکر تیرہ آدمیوں کے ساتھ آیا اور آپ کی داڑھی پکڑ کر لٹک گیا یہاں تک کہ میں نے اس کی ڈاڑھوں کی آواز سنی، اس نے کہا معاویہ آپ کے کام نہ آیا، ابن عامر آپ کے کام نہ آیا، آپ کے خطوط نے آپ کو کچھ نفع نہ دیا، آپ نے اس سے فرمایا، اے میرے بھتیجے! میری داڑھی چھوڑ دے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے اسے دیکھا کہ اس نے آنکھ کے اشارہ سے ایک آدمی سے مدد طلب کی وہ آدمی خنجر لے کر آپ کی طرف بڑھا اور آپ کے سر پر زخم لگا دیا، راوی نے پوچھا پھر کیا ہوا۔ رباب نے کہا کہ پھر ان سب نے مل کر باقاعدہ حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر ڈالا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ ہم سے عیس بن قاسم نے ان سے ایک آدمی نے ان سے اسامہ بن زید کی لونڈی خنساء نے بیان کیا کہ یہ خنساء عثمان بن عفان کی زوجہ نائلہ بن الفرفصہ کے ساتھ اس وقت مکان میں تھیں، خنساء کہتی ہیں کہ محمد بن ابی بکر اندر داخل ہوا، اور اس نے آپ کی داڑھی پکڑ لی اور اپنے خنجر کے ساتھ آپ کا حلق کاٹنے کا قصد کیا، آپ نے اس سے فرمایا، اے میرے بھتیجے چھوڑ دے۔ اللہ کی قسم! تو نے ایسی جگہ ہاتھ ڈالا ہے تمھارے والد کے لئے بھی اس جگہ ہاتھ ڈالنا ممکن نہ تھا، محمد بن ابی بکر نے یہ سن کر چھوڑ دیا اور نادم ہو کر پیچھے ہٹ گیا اور باہر چلا گیا، باب الصفہ پر ایک جماعت نے اس کا سامنا کیا، ان کے درمیان کافی دیر تک سوال وجواب ہوتے رہے، یہاں تک کہ وہ جماعت غالب آگئی اور اندر داخل ہو گئی، اور محمد بن ابی بکر واپس چلا گیا، پھر ایک آدمی ہاتھ میں ایک لکڑی لے کر لوگوں کے آگے آگے چلتا ہوا آپ کے سامنے پہنچا اور آپ کے سر پر اسے دے مارا، آپ کا سر زخمی ہو گیا، اور خون بہہ کر قرآن کریم پر گرا اور اسے آلودہ کر دیا، پھر ان سب نے حملہ کر دیا، ایک آدمی نے آپ کے سینے پر تلوار کا وار کیا، آپ کی زوجہ محترمہ نائلہ بن الفرفصہ پاس کھڑی تھیں وہ چلائیں اور اپنے آپ کو آپ کے اوپر ڈال دیا اور کہا اے بنت شیبہ کیا امیر المؤمنین کو قتل کر دیا جائے گا، اور تلوار پکڑ لی اس آدمی نے حضرت نائلہ کا ہاتھ کاٹ دیا، ان لوگوں نے مکان کا سامان لوٹ لیا، ایک آدمی حضرت عثمان کے پاس سے گزرا۔ آپ کا سر مصحف کے ساتھ لگا ہوا تھا، اس بد بخت نے ٹھوکر مار کر سر مبارک مصحف سے دور کر دیا، اور کہا کہ میں نے آج کی طرح کسی کافر کا چہرہ اس قدر حسین اور کسی کافر کے لیٹنے کی جگہ اتنی باعزت نہیں دیکھی، راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم انھوں نے آپ کے مکان میں کوئی چیز نہیں چھوڑی حتیٰ کہ وہ پیالے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔

حافظ ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مکان میں موجود تمام محافظین کو چلے جانے کی قسم دی اور مکان میں

آپ کے اہل خانہ کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو مفسدین مکان کی دیوار پھاند گئے اور دروازہ کو جلا کر اندر داخل ہو گئے، ان میں محمد بن ابی بکر کے سوا نہ کوئی صحابی تھا اور نہ کسی صحابی کا بیٹا، ان میں سے بعض نے سبقت کی اور آپ کو مارا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو گئے، گھر کی عورتیں چلائیں اور شور کیا کہ وہ لوگ منتشر ہو کر باہر چلے گئے، اس کے بعد محمد بن ابی بکر داخل ہوا اس کا خیال تھا کہ آپ قتل ہو چکے ہیں، جب اس نے آپ کو ہوش میں آتا دیکھا تو کہا اے نعثل (نعثل عربی میں بے وقوف بوڑھے کو کہتے ہیں، اور قبیلہ زباع کے ایک آدمی کا نام بھی نعثل تھا ممکن ہے کہ وہ کم عقل ہو اس لئے ہر احمق و بے وقوف بوڑھے کو نعثل کہا جاتا ہو) تم کون سے دین پر ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں دین اسلام پر ہوں اور میں نعثل نہیں بلکہ امیر المؤمنین ہوں اس نے کہا کہ تم نے کتاب اللہ کو بدل دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے اور تمھارے درمیان کتاب اللہ ہی فیصلہ کرے گی، پھر وہ آگے بڑھا اور آپ کی داڑھی مبارک پکڑ لی اور کہا کہ قیامت میں ہماری طرف یہ قول قبول نہ کیا جائے گا:

وقالو ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا (سورہ احزاب آیت ۶۷)

''اور لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اتباع کی پس انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا''۔

اور آپ کو اپنے ہاتھ سے گھسیٹتا ہوا اندرونی دروازہ سے بیرونی دروازے تک لے گیا۔ آپ نے فرمایا اے میرے بھتیجے تیرے باپ کے لئے بھی میری داڑھی پکڑنا ممکن نہ تھا۔

اہل مصر میں سے قبیلہ کندہ کا ایک آدمی آیا جس کا لقب حمار (گدھا) تھا اور کنیت ابورومان تھی، بقول قتادہ رومان اس کا نام تھا، دیگر کہتے ہیں کہ وہ ازرق اشقر تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام سودان بن رومان مرادی تھا، ابن عمر سے مروی ہے کہ جس شخص نے عثمان بن عفان کو شہید کیا تھا اس کا نام اسود بن حمران تھا، اس نے آپ کو نیزہ مارا اور ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار سے بھی حملہ کر دیا۔ اور تلوار کی نوک عثمان بن عفان کے پیٹ پر رکھ کر اوپر سے اپنا وزن دے دیا حتیٰ کہ آپ شہید ہو گئے، حضرت نائلہ آپ کو بچانے کے لئے کھڑی ہوئیں لیکن تلوار نے آپ کی انگلیاں کاٹ دیں، یہ بھی روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر نے آپ کے کان میں خنجر گھونپا یہاں تک کہ وہ آپ کے حلق تک پہنچ گیا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ فعل کسی اور کا ہے، محمد بن ابی بکر تو نادم و شرمندہ ہو کر چلا گیا تھا جب اسے عثمان بن عفان نے یہ کہا کہ تو نے میری داڑھی پکڑی ہے لیکن تیرا باپ اس کی عزت کیا کرتا تھا، آپ کے اس کہنے پر وہ الگ ہوا اپنے چہرے کو ڈھانپا اور لوٹ گیا اور آپ کے دفاع میں لگ گیا۔ لیکن پھر اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا اور اللہ کا طے شدہ فیصلہ ہو کر رہا اور یہ کتاب تقدم میں لکھا ہوا تھا۔

ابن عساکر نے ابن عون سے روایت کیا ہے کہ کنانہ بن بشر نے آپ کی پیشانی اور سر کے اگلے حصے پر لوہے کی ایک سلاخ ماری، آپ اس ضرب سے پہلو کے بل گر پڑے، اس کے بعد سودان بن حمران نے حملہ کر کے تقریباً قتل کر دیا پھر عمرو بن الحمق کود کر آپ کے سینے پر سوار ہو گیا، آپ اس وقت آخری لمحات میں تھے، اس نے پے در پے نیزے کے نو وار کئے راوی کہتے ہیں کہ ان میں سے تین تو اچٹ گئے اور چھ اس وقت لگے جب وہ میرے قریب ہی پڑے تھے۔

طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن محمد بن صدقہ بغدادی اور اسحاق بن داؤد صواف نے ان دونوں سے محمد بن خالد بن خداش نے ان سے مسلم بن قتیبہ نے ان سے مبارک نے ان سے حسن نے اور ان سے سیاف نے بیان کیا کہ انصار میں سے ایک آدمی عثمان بن عفان کے پاس داخل ہوا۔ آپ نے اس سے کہا اے میرے بھتیجے لوٹ جاؤ تم میرے قاتل نہیں ہو، اس نے کہا کہ آپ نے یہ کیسے جان لیا؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنی پیدائش کے ساتویں دن نبی کریم ﷺ کے پاس لائے گئے تو آپ ﷺ نے تمہاری تحنیک فرمائی اور برکت کی دعا دی تھی، اس کے بعد انصار میں سے دوسرا آدمی داخل ہوا حضرت عثمان نے اس سے بھی یہی کچھ فرمایا پھر محمد بن ابی بکر داخل ہوا تو فرمایا کہ تم میرے قاتل ہو، محمد بن ابی بکر نے کہا اے نعثل! تم نے یہ کیسے جان لیا؟ آپ نے فرمایا جب تمھیں تمہاری پیدائش کے ساتویں دن رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تا کہ آپ ﷺ تمھاری تحنیک کریں اور برکت کی دعا دیں تو تم رسول اللہ ﷺ پر اچھل کر گر پڑے، راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ کود کر عثمان بن عفان کے سینے پر سوار ہو گیا اور آپ کی داڑھی پکڑ لی، اور جو خنجر اس کے ہاتھ میں تھا وہ گھونپ دیا، یہ حدیث نہایت غریب اور منکر ہے۔

متعدد طرق سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ کے خون کا پہلا قطرہ قرآن کریم کی اس آیت پر پڑا:

فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم (سورہ بقرہ آیت ۱۳۷)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جس وقت یہ مفسدین آپ پر حملہ آور ہوئے تو آپ اس وقت تلاوت کرتے کرتے اس آیت پر پہنچے تھے، اور یہ کچھ بعید نہیں اسلئے کہ مصحف اس وقت آپ کی گود میں تھا، ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جب ان مفسدین نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے کہا بسم اللہ توکلت علی اللہ، اور جب خون کا پہلا قطرہ گرا تو کہا سبحان اللہ العظیم۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مصریوں نے جب قاصد سے وہ خط پکڑا جو امیر مصر کے نام تھا اور اس میں ان میں سے بعض کے قتل، بعض کے سولی دینے اور بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم تھا، جسے مروان بن حکم نے عثمان بن عفان کی طرف سے کذباً اور باری تعالیٰ کے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے لکھا تھا، بلاشبہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کریں اور زمین میں فساد مچائیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی دیجائی یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو جلاوطن کردیا جائے، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (سورۂ مائدہ، آیت ۳۳)

مروان بن حکم کے نزدیک یہ لوگ امیر المؤمنین عثمان بن عفان کے خلاف بغاوت کر کے فساد فی الارض کے مرتکب ہوئے تھے، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ لوگ ایسے ہی تھے، لیکن مروان کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ عثمان بن عفان کی طرف سے ان کو لاعلم رکھ کر خط لکھتا اور جعلی خط وجعلی مہر بناتا اور آپ کے غلام کو آپ ہی کے اونٹ پر بھیجتا جب کہ عثمان اور مصریوں کے درمیان اس بات پر صلح ہو چکی کہ محمد بن ابی بکر مصر کے امیر ہوں گے مروان نے ایسا کر کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی، بہر حال جب مصریوں نے اس خط کو پکڑا اور اسے معاہدے کے خلاف پایا، تو اسے بہت ہی برا سمجھا، ان کا خیال تھا کہ یہ عثمان بن عفان کی طرف سے ہے، شر وفساد سے تو وہ پہلے ہی بھرے ہوئے تھے، لہٰذا وہ سب مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور اکابر صحابہ کرام کے پاس جا کر یہ خط دکھایا، دوسرے لوگوں نے بھی ان کی مدد کی حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے یہ خیال کرلیا کہ یہ خط عثمان بن عفان کی طرف سے ہے پھر جب عثمان بن عفان سے اکابر صحابہ اور مصریین کی موجودگی میں اس خط کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اللہ عظیم کی قسم کھا کر فرمایا کہ نہ یہ خط میں نے لکھا ہے اور نہ کسی کاتب سے املاء کرایا ہے اور نہ مجھے اس کا علم ہے۔

اور بلاشبہ آپ سچے، نیک اور ہدایت یافتہ تھے، لوگوں نے کہا کہ اس پر آپ کی مہر ہے، آپ نے فرمایا کہ آدمی خط اور مہر جعلی بھی بنا سکتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کے غلام سے جو آپ کے اونٹ پر سوار تھا برآمد ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے ان باتوں میں سے کسی کا بھی علم نہیں ہے، ان مفسدین نے کچھ دیر گفتگو کے بعد کہا کہ اگر یہ خط آپ نے لکھا ہے تب تو آپ نے خیانت کی ہے اور اگر آپ نے نہیں لکھا بلکہ آپ کی طرف سے کسی اور نے لکھ دیا اور آپ کو اس کا علم نہیں تو پھر آپ عاجز ہیں، لہٰذا آپ جیسا آدمی خلافت کا اہل نہیں ہے، اس لئے آپ کے اندر یا تو خیانت یا عجز ہے، دونوں میں سے کسی بھی صورت میں آپ خلافت کے لائق نہیں ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ آپ خلافت کے اہل ولائق نہیں رہے یہ ہر صورت باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر بالفرض خط آپ نے لکھا ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خط نہیں لکھا لیکن اگر بالفرض ایسا ہوا ہو تو یہ بھی آپ کے لئے نقصان دہ نہیں اس لئے کہ آپ نے امام کے خلاف ان باغیوں کی شوکت وقوت توڑنے میں امت کی مصلحت و بہتری سمجھی ہے، اور رہی دوسری صورت کہ جب آپ کو اس خط کا علم ہی نہ ہو اور آپ کی طرف بطریق کذب بنالیا ہو تو اس میں کونسا عجز آپ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ آپ معصوم نہیں، خطاء اور غفلت دونوں کا صدور آپ سے ممکن ہے اصل میں یہ لوگ خود ہی جاہل، باغی، عیب جو، خائن، ظالم اور افتراء پرداز تھے، اور اس کے بعد انھوں نے آپ کا محاصرہ کرنے اور آپ کو تنگی میں ڈالنے کا پختہ عزم کرلیا حتیٰ کہ آپ کا دانہ پانی بند کردیا اور مسجد جانے سے بھی روک دیا۔ اور آپ کو قتل کی دھمکی دی۔

اسی بناء پر پھر آپ نے ان سے مسجد کی وسعت کے بارے میں خطاب کیا کہ کس نے اس کو وسیع کیا ہے؟ آپ پہلے شخص ہیں جسے مسجد سے روکا گیا اور بیر رومہ کو مسلمانوں پر وقف کرنے کے بارے میں خطاب کیا کہ کس نے اسے خرید کر وقف کیا ہے؟ اور آپ پہلے شخص ہیں جسے اس کے پانی سے منع کیا گیا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوں حلال نہیں مگر تین میں کسی ایک صورت میں جان کے بدلے جان لینی ہو، یا شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہو یا اپنے دین کو چھوڑ دیا ہو اور جماعت سے الگ ہو گیا ہو، پھر فرمایا کہ میں نے

نہ کسی نفس کو قتل کیا ہے اور نہ ایمان لانے کے بعد ارتداد اختیار کیا ہے اور نہ کبھی زنا کیا ہے نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ زمانہ اسلام میں۔ بلکہ اپنے دائیں ہاتھ سے کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا، جب سے میں نے اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

ان باتوں کو مفصل بیان کرنے کے بعد آپ نے ان کے سامنے اپنے فضائل ومناقب ذکر کیے تاکہ وہ آپ سے رک جائیں اللہ، اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں، لیکن انھوں نے اس سے انکار کیا اور ظلم وبغاوت پر قائم رہنے پر اصرار کیا، اور لوگوں کو آپ کے پاس آنے جانے سے منع کر دیا، یہاں تک کہ آپ پر حالات سخت ہو گئے، گزر بسر مشکل ہو گیا اور جو پانی موجود تھا وہ ختم ہو گیا، آپ نے مسلمانوں سے پانی کے سلسلے میں مدد چاہی۔ پس علی بن ابی طالب بذات خود سوار ہوئے اور پانی کا مشکیزہ اٹھایا اور بڑی مشقت کے ساتھ آپ تک پہنچایا حالانکہ ان جہلاء نے آپ کو برا بھلا کہا، آپ کی سواری کو بدکایا اور خوب دھمکایا۔ حضرت علی نے ان سے فرمایا کہ اللہ کی قسم! روم وفارس والے بھی ایسا نہیں کرتے جیسا کہ تم اس شخص کے ساتھ کر رہے ہو، وہ بھی جب کسی کو قید کرتے ہیں تو اسے کھانے کو بھی دیتے ہیں اور پینے کو بھی، لیکن ان ظالمین نے آپ کی بات پر کان نہ دھرا بلکہ آپ کا عمامہ اتار کر مکان کے وسط میں پھینک دیا۔

ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خچر پر سوار ہو کر تشریف لائیں، آپ کے ساتھ حشم وخدام تھے، مفسدین نے پوچھا کہ آپ کیوں آئی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ عثمان کے پاس بنو امیہ کے یتیموں اور بیواؤں کی کچھ وصایا ہیں، میں وہ وصایا انھیں یاد دلانا چاہتی ہوں، لیکن ان ظالموں نے آپ کی تکذیب کی، اور سخت تکلیف پہنچائی۔ آپ کے خچر کی لگام کاٹ دی، وہ بدک گیا اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے، یا مار ڈالے اگر لوگ اس کو پکڑ نہ لیتے، اور اس صورت میں بہت بڑا حادثہ ہو جاتا، عثمان بن عفان اور ان کے اہل خانہ کے لئے صرف وہی پانی باقی رہ گیا جو عمرو بن حزم رات کے وقت پوشیدہ طور پر پہنچا دیا کرتے تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جب یہ واقعہ ہوا تو لوگوں نے اسے بہت ہی بڑا خیال کیا اور اکثر لوگوں نے اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیا، اسی دوران حج کا زمانہ آ گیا، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سال حج کے لئے نکلیں، آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ ٹھہر تیں تو زیادہ مناسب تھا، شاید یہ لوگ آپ سے ڈر جاتے، آپ نے فرمایا کہ اگر میں ان کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے بھی وہی اذیت اٹھانی پڑے گی جو ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے اٹھائی ہے، پھر آپ نے سفر حج کا پختہ عزم کر لیا، حضرت عثمان بن عفان نے اس سال عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر کیا عبداللہ بن عباس نے عرض کیا کہ میرا آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان کا مقابلہ حج سے افضل ہے، لیکن آپ نے ان کو قسم دی، سو عبداللہ بن عباس لوگوں کو لے کر حج کے لئے روانہ ہو گئے اور مکان کا محاصرہ بدستور رہا، پھر ایام تشریق بھی گزر گئے اور کچھ حجاج کرام واپس بھی آ گئے اور امیر المؤمنین کو لوگوں کی سلامتی کی خبر دی گئی اور ان لوگوں کو یہ خبر دی گئی کہ حجاج کرام مدینہ کی طرف لوٹنے کا عزم کیے ہوئے ہیں تاکہ تمہیں امیر المؤمنین سے دور ہٹا دیں، اور ان کو یہ بھی خبر پہنچی کہ حضرت معاویہ نے حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک لشکر روانہ کیا ہے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بھی معاویہ بن خدیج کے ساتھ فوج بھیجی ہے، اہل کوفہ نے قعقاع بن عمرو اور اہل بصرہ نے مجاشع کے ساتھ لشکروں کو بھیجا ہے، لیکن ان لوگوں نے اپنی رائے پر عمل کرنے کا پختہ عزم کر لیا، اور اس میں کوئی کوتاہی نہ چھوڑی، اور حج کی وجہ سے لوگوں کی قلت اور غیوبت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور محاصرہ سخت کر دیا۔ دروازہ نذر آتش کر دیا اور قریبی مکان مثلاً عمرو بن حزم کے مکان کی دیوار سے حویلی میں کود گئے۔

محافظین نے حضرت عثمان کی طرف سے شدید مقابلہ کیا، دروازے پر باہم شدید قتال ہوا، ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دی گئی اور بوقت مبارزت رجزیہ اشعار پڑھے گئے، ابو ہریرہ اس دن کہہ رہے تھے آج کے دن شمشیر زنی کرنا کیا ہی اچھا ہے، مکان کے محافظین میں سے ایک جماعت شہید ہو گئی اور فساق وفجار لوگوں میں سے بھی کچھ لوگ مارے گئے عبداللہ بن زبیر کو اس دن بہت زخم آئے اسی طرح حسن بن علی بھی زخمی ہوئے، مروان بن حکم کی گردن کی ایک ہڈی یا رگ ٹوٹ گئی، پس وہ اسی ٹوٹی ہڈی کے ساتھ زندہ رہا یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی، حضرت عثمان کے ساتھیوں میں سے جو سرکردہ لوگ لڑائی کے وقت شہید ہوئے ان میں زیاد بن نعیم فہری، مغیرہ بن الاخنس بن شریق، اور نیار بن عبداللہ اسلمی تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان کے ساتھیوں نے شکست کھائی اور لوٹ آئے، آپ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو انھیں قسم دی کہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، پس وہ اپنے گھروں کی طرف چلے گئے، جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے اور آپ کے پاس آپ کے اہل خانہ کے سوا کوئی باقی نہ رہا، پس مفسدین دروازے اور

دیواروں پر سے اندر کودنے لگے، حضرت عثمان نماز میں مشغول ہو گئے اور سورہ طٰہٰ شروع کر دی، آپ سریع قرأت کرنے والے تھے، اس لئے جلد یہ سورت پوری کر لی، لوگوں نے غلبہ کر لیا، دروازہ اور چھپرا جل گیا اور اندیشہ ہوا کہ آگ بیت المال تک چلی جائیگی، اتنے میں حضرت عثمان نماز سے فارغ ہو گئے اور اپنے سامنے قرآن کریم کھول کر بیٹھ گئے اور یہ آیت تلاوت کرنی شروع کر دی:

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل (سورہ آل عمران آیت ۱۷۳)

پس سب سے پہلا شخص جو دروازے میں داخل ہوا اسے الموت الاسود کہا جاتا تھا، اس نے آپ کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے اور سانس حلق میں تیزی سے آنے جانے لگا، اس نے یہ سمجھ کر چھوڑ دیا کہ آپ قتل ہو چکے ہیں پھر محمد بن ابی بکر داخل ہوا، اور آپ کی داڑھی پکڑی لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوا، پھر ایک اور آدمی آیا، اس کے پاس تلوار تھی، اس نے آپ پر وار کیا، آپ نے اپنے ہاتھ سے بچاؤ کیا پس تلوار نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بالکل بدن سے جدا کر دیا، اور یہ بھی قول ہے کہ ہاتھ کٹا تو تھا لیکن بدن سے جدا نہیں ہوا تھا، حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ سب سے پہلا ہاتھ ہے جس نے مفصل کو لکھا تھا، آپ کے خون کا سب سے پہلا قطرہ اس آیت پر گرا:

فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۷)

پھر ایک اور آدمی تلوار لہراتے ہوئے آگے بڑھا، آپ کی زوجہ حضرت نائلہ آپ کو بچانے کے لئے اس کے سامنے آئیں اور تلوار پکڑ لی، اس نے تلوار زور سے کھینچی جس سے حضرت نائلہ کی انگلیاں کٹ گئیں، پھر ایک اور آدمی آگے بڑھا اور اپنی تلوار آپ کے پیٹ میں رکھ کر اپنا وزن دے دیا، یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ محمد بن ابی بکر کے بعد غافقی بن حرب آگے بڑھا اور لوہے کی سلاخ آپ کے چہرے پر ماری اور آپ کے سامنے جو مصحف تھا اسے ٹھوکر ماری، مصحف گھوم کر دوبارہ حضرت عثمان کے سامنے آ کر ٹھہر گیا، اور آپ سے خون بہہ کر مصحف پر پڑا، پھر سودان بن حمران تلوار لے کر آگے بڑھا حضرت نائلہ اسے روکنے کے لئے آگے آئیں۔ اس نے حضرت نائلہ کی انگلیاں کاٹ ڈالیں، حضرت نائلہ نے اس سے اپنا رخ پھیر لیا، اس بدبخت نے آپ کی سرین پر ہاتھ لگا کر کہا کہ یہ تو بڑی سرین والی عورت ہے، پھر اس نے تلوار کا وار کر کے حضرت عثمان بن عفان کو شہید کر دیا۔ آپ کا ایک غلام آگے بڑھا اور اس نے سودان بن حمران کو قتل کر دیا، پھر اس غلام نے قترہ نامی ایک آدمی کو قتل کیا۔

ابن جریر کہتے ہیں ان لوگوں نے آپ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا، اس پر عورتیں چیخیں چلائیں اور اپنے چہروں کو پیٹنے لگیں، ان میں آپ کی دو زوجہ حضرت نائلہ اور ام البنین نیز آپ کی بیٹیاں تھیں، ابن عدیس نے کہا کہ اس کام کو رہنے دو، لوگوں نے یہ ارادہ ترک کر دیا، پھر یہ فساق و فجار گھر کے ساز و سامان کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے لوٹنا شروع کیا، اور یہ اس وقت ہوا، جب ان میں سے ایک آدمی نے یہ آواز لگائی کہ اس کا خون تو ہمارے لئے حلال ہو اور مال حلال نہ ہو؟ اس پر وہ لوٹ مار کرنا شروع ہو گئے پھر باہر نکلے اور حضرت عثمان اور دو مقتولین پر دروازے بند کر کے چلے گئے، جب یہ لوگ مکان کے صحن میں پہنچے تو حضرت عثمان کے غلام نے قترہ نامی آدمی پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا، وہ لوگ جس چیز پر بھی گزرتے تھے اسے لے لیتے تھے حتیٰ کہ ان میں سے کلثوم تجیبی نامی آدمی نے حضرت نائلہ کی چادر چھین لی، اس پر حضرت عثمان کے غلام نے اس بدبخت کو قتل کر دیا، پھر وہ غلام بھی شہید ہو گیا، پھر انھوں نے ایک دوسرے کو آواز دی کہ بیت المال پہنچو، اور اسے چھوڑو، بیت المال کے محافظین نے جب یہ آواز سنی تو کہنے لگے کہ اے لوگو! اپنا بچاؤ کرو اپنا بچاؤ کرو۔

بلاشبہ ان لوگوں نے قیام حق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جو وعدے کئے تھے ان کو سچا کر کے نہیں دکھایا، اور اس بات کی تصدیق نہیں کی کہ وہ انھی کاموں کے لئے کھڑے ہوئے ہیں، بلاشبہ ان لوگوں نے جھوٹ بولا تھا، ان کا مقصد صرف دنیا تھا، بہر حال محافظین شکست خوردہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مفسدین آئے اور بیت المال کو لوٹ لیا، اس میں بہت سامال پڑا تھا۔

شہادت کے بعد صحابہ کرام کے تاثرات...... جب یہ حادثہ عظیمہ اور قبیح و شنیع فعل ہو گیا تو اہل مدینہ بڑے پچھتائے اور اسے بہت ہی

بڑا واقعہ خیال کیا، اوران جاہل مفسدین وخوارج کی اکثریت بھی بڑی نادم ہوئی، وہ لوگ اپنی اس پیش رفت پران لوگوں کے مشابہ ہو گئے جن کا حال اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے قرآن کریم میں بیان کیا ہوا ہے، یعنی بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کے مشابہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولما سقط فی ایدیهم ورأوا انهم قدضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفرلنا لنکونن من الخاسرین

(سورہ اعراف آیت ۱۴۹)

''جب وہ لوگ یعنی بچھڑے کو معبود بنانے والے اپنے کئے پر نادم وپشیمان ہوئے اورانھوں نے دیکھا کہ وہ تو گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اورہمیں معاف نہ فرمایا تو ہم فساد اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

جب حضرت زبیر بن العوام کو حضرت عثمان کی شہادت کی اطلاع ملی تو اس وقت آپ مدینہ سے باہر تھے، آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اورحضرت عثمان بن عفان کے لئے رحمت کی دعا فرمائی۔ اور جب یہ خبر ملی کہ انھیں شہید کرنے والے اپنے کئے پر شرمندہ ہیں تو آپ نے فرمایا ان کے لئے ہلاکت ہو اور یہ آیت پڑھی:

ماینظرون الا صیحة واحدة تاخذهم وهم یخصمون. فلا یستطیعون توصیة ولا الی اهلهم یرجعون.

(سورہ یٰس آیت ۴۹، ۵۰)

یہ لوگ نہیں منتظر مگر ایک چنگھاڑ کے جوان کو اس حال میں آ پکڑے گی کہ یہ لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے، پس نہ تو وصیت کرنے کی مہلت ملے گی نہ اپنے اہل کے پاس جا سکیں گے) علی بن ابی طالب کے پاس شہادت کی جب خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عثمان بن عفان کے لئے دعاء رحمت کی اور قاتلوں کی ندامت کے بارے میں سنا تو یہ آیت پڑھی:

کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٔ منک انی اخاف اللّٰه رب العلمین

(سورہ حشر ۱۶)

''ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ انسان سے کہتا کہ کافر ہو جا پھر جب وہ کفر اختیار کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں''۔

جب سعد بن ابی وقاص کو شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان کے حق میں استغفار کیا اور دعائے رحمت کی اور قاتلین کے بارے میں یہ آیت پڑھی:

قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا. الذین ضل سعیهم فی الحیاة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا

(سورہ کہف آیت ۱۰۳، ۱۰۴)

''آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمھیں ایسے لوگوں کی خبر دیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی میں کری کرائی محنت سب برباد ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔

پھر سعد نے فرمایا کہ اے اللہ ان کو شرمسار کر اور ان کی پکڑ فرما۔ اور اسلاف میں سے بعض نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کے قاتلوں میں سے ہر ایک مقتول ہو کر مرا ہے، اسے ابن جریر نے روایت کیا ہے، اور ایسا ہونا کئی وجوہ سے ممکن ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص مستجاب الدعوات صحابی ہیں جیسا کہ صحیح حدیث وارد ہے، اور بعض سلف کہتے ہیں کہ ان قاتلوں میں سے ہر ایک پاگل ہو کر مرا۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے اور ان سے عبدالرحمٰن بن حارث نے بیان کیا کہ عثمان بن عفان کا قاتل کنانہ بن بشر بن عتاب تجیبی تھا، اور منظور بن سیار الغزاری کی زوجہ کہتی ہے کہ ہم حج کے لئے گئے، ہمیں حضرت عثمان کی شہادت کا علم نہ تھا جب ہم المرج مقام پر پہنچے تو ہم نے ایک آدمی کو رات کے وقت یہ شعر گنگناتے ہوئے سنا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تین دن قبل لوگوں میں سب سے بہترین کو مصر سے آنے والے تجیبی نے قتل کر دیا ہے، جب لوگ حج سے واپس ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان شہید ہو چکے ہیں، اور لوگوں نے علی بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔

امہات المؤمنین کو حج سے واپسی پر راستے میں آپ کی شہادت کی اطلاع ملی۔ جس پر سب واپس مکہ لوٹ گئیں اور وہاں چار ماہ کے قریب قیام کیا جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

یوم شہادت، عمر اور تدفین کا بیان...... مشہور قول کے مطابق آپ مکان میں چالیس دن تک محصور رہے اور بعض کا قول ہے کہ چالیس دن سے زیادہ محصور رہے، شعبی کہتے ہیں کہ آپ بائیس راتیں محصور رہے، لیکن یوم شہادت بلا اختلاف جمعہ کا دن ہے، سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی آخری ساعت میں شہادت ہوئی، مصعب بن زبیر اور دیگر نے اس کی صراحت کی ہے۔ دیگر کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن چاشت کے وقت شہادت اور یہ زیادہ مناسب ہے اور مشہور قول کے مطابق یہ ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ تھی، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایام تشریق کا واقعہ ہے، اسے ابن جریر نے بیان کیا ہے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن زہیر نے ان سے ابوخیثمہ نے، ان سے وہب بن جریر نے ان سے یونس نے ان سے یزید نے اور ان سے زہری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کے بارے میں بعض لوگوں کی رائے ہے کہ وہ ایام تشریق میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ذی الحجہ کی تین تاریخ کو بروز جمعہ شہید ہوئے، اور شاعر کے اس شعر سے استشہاد کیا۔ لوگوں نے سر کے سیاہ وسفید بالوں والے کو چاشت کے وقت شہید کردیا جو سجود کا آئینہ دار اور تسبیح وقرآن پڑھتے رات گزارنے والا تھا ابن عساکر کہتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ جمعہ کے دن اٹھارہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے اور کہتے ہیں ۳۶ھ میں شہید ہوئے مصعب بن زبیر اور ایک جماعت اسی کی قائل ہے، لیکن یہ قول غریب ہے، آپ کی مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے، اس لئے کہ آپ کی بیعت یکم محرم ۲۴ھ کو ہوئی تھی۔

اور آپ کی عمر مبارک بیاسی سال سے متجاوز تھی۔ صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ آپ کی عمر بیاسی سال اور چند ماہ ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ چوراسی سال عمر ہوئی، قتادہ کہتے ہیں کہ اٹھاسی یا نوے سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ چھیاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی، ہشام کلبی کہتے ہیں کہ پچھتر سال عمر ہوئی۔ یہ قول نہایت غریب ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ غریب قول وہ ہے جو سیف بن عمر نے اپنے مشائخ محمد، طلحہ، ابوعثمان اور ابوحارث وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کی شہادت تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔

اور آپ کا مقام دفن تو بلا اختلاف ہے۔ آپ بقیع کی مشرقی جانب حش کوکب میں دفن ہوئے۔ بنوامیہ نے پہلے زمانے میں اس پر ایک گنبد تعمیر کردیا تھا جو آج تک باقی ہے، امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حش کوکب میں جب اپنی قبر کی جگہ سے گزرتے تو فرماتے کہ عنقریب یہاں ایک صالح آدمی دفن ہوگا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اپنی شہادت کے بعد تین دن تک بغیر دفن کے رہے، میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ لوگ حضرت علی ابن ابی طالب کی بیعت کی مشغولی کی وجہ سے آپ سے غافل رہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہوگئی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دو دن تک بغیر دفن کے رہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی رات آپ کو دفن کردیا گیا۔ پھر آپ کی تدفین خوارج کے خوف سے مغرب وعشاء کے درمیان ہوئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض اکابر صحابہ سے اس کی اجازت چاہی گئی تو صحابہ کی ایک چھوٹی سے جماعت جنازہ کے ساتھ چلی، جن میں حکیم بن حزام، حویطب بن عبد العزی، ابوجھم بن حذیفہ، نیار بن مکرم اسلمی، جبیر بن مطعم، زید بن ثابت، کعب بن مالک، طلحہ، زبیر، علی بن ابی طالب اور حضرت عثمان کے ساتھیوں اور زوجات میں سے کچھ لوگ، مثلاً حضرت نائلہ بنت الفرفصہ، ام البنین بنت عتبہ بن حصین اور کچھ بچے شامل تھے، یہ واقدی اور سیف بن عمر کے کلام کا خلاصہ ہے، اور آپ کے خدام کی بھی ایک جماعت شامل تھی جو غسل اور کفن کے بعد آپ کو دروازے تک اٹھا کر لائے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ کو غسل اور کفن نہیں دیا گیا، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

جبیر بن مطعم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعض نے زبیر بن العوام، بعض نے حکیم بن حزام، بعض نے مروان بن حکم اور بعض نے مسور بن مخرمہ کے بارے میں کہا ہیں کہ انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی، بعض خوارج نے آپ کے جنازہ کو روکا اور اس پر سنگباری کرنا چاہی اور جنازہ کی چارپائی کو گرانا چاہا، اور ارادہ کیا کہ آپ کو دیر سلع میں یہود کے قبرستان میں دفن کیا جائے، حتیٰ کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انھیں

اس سے منع کیا، حکیم بن حزام نے آپ کے جنازہ کو اٹھایا اور بعض مروان بن حکم کا نام لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مسور بن مخرمہ ابو جھم بن حذیفہ، نیار بن مکرم اور جبیر بن مطعم نے جنازہ اٹھایا تھا، اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ جب آپ کو جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے رکھا گیا تو بعض انصاریوں نے اس سے منع کیا، ابو جھم بن حذیفہ نے کہا کہ تم انھیں دفن کردو اللہ نے ان پر رحمت فرمادی اور فرشتوں نے ان کا جنازہ پڑھ لیا ہے، پھر مفسدین لوگوں نے کہا کہ انھیں بقیع میں دفن نہ کیا جائے بلکہ دیوار بقیع کے پیچھے دفن کیا جائے، پس انھوں نے بقیع کے مشرقی جانب درختوں کے نیچے دفن کردیا۔

واقدی نے نقل کیا ہے کہ جب عثمان بن عفان کی چارپائی نماز جنازہ کے لئے رکھی گئی تو عمیر بن خابی نے اس پر حملہ کردیا اور آپ کی ایک پسلی توڑ ڈالی بعد میں یہ عمیر بن خابی قید ہوا، اور حجاج بن یوسف نے اسے قتل کردیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے، ان سے عیسیٰ بن منہال نے، ان سے غالب نے اور ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ طواف کررہا تھا کہ اچانک ایک آدمی کو یہ دعا کرتے ہوئے پایا اے اللہ مجھے بخش دے اور میرا خیال ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا، میں نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! ایسی دعا میں نے کسی کی بھی نہیں سنی، وہ کہنے لگا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر مجھے حضرت عثمان بن عفان کے چہرے پر تھپڑ مارنے کی قدرت ملی تو میں ان کے چہرے پر تھپڑ ماروں گا، جب وہ شہید ہوگئے اور ان کی چارپائی گھر میں رکھی گئی اور لوگ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آنے جانے لگے تو میں بھی نماز کے بہانے مکان میں داخل ہوگیا، جب میں نے خلوت پائی تو ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور تھپڑ مارا، اس کے بعد سے میرا یہ دایاں ہاتھ سوکھ گیا، ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے اس کا خشک ہاتھ دیکھا تو لکڑی کی مانند ہو چکا تھا۔

آپ کی تدفین کے بعد لوگوں نے پھر آپ کے دو غلاموں کو جو مکان میں آپ کے ساتھ شہید ہوئے تھے نکالا، یہ دونوں صبیح اور نجیح تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور انھیں بھی حش کوکب میں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خوارج نے ان دونوں کے دفن کی اجازت نہیں دی بلکہ ان دونوں کو ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹا اور پتھریلی زمین میں پھینک دیا، حتیٰ کہ کتوں نے انھیں کھالیا، حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے زمانے امارت میں حضرت عثمان بن عفان کی قبر مبارک کی طرف توجہ کی اور ان کے اور بقیع کے درمیان جو دیوار حائل تھی اسے ختم کردیا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے مردوں کو ان کے آس پاس دفن کریں یہاں تک کہ یہ جگہ مسلمانوں کی قبروں کے متصل ہو جائے۔

حلیہ مبارک......حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ مبارک نہایت حسین، کھال باریک، ریش مبارک بڑی، قد درمیان، کندھے گوشت سے بھرے ہوئے اور ان کے درمیان مناسب فاصلہ، سر کے بال گھنے، دانت نہایت خوبصورت اور رنگ گندمی تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے چہرے پر چیچک کے کچھ نشانات تھے، اور زہری سے مروی ہے کہ آپ کا چہرہ اور دانت نہایت خوبصورت، قد مبارک درمیانہ سر کے اگلے حصے کے بال جھڑے ہوئے، ٹانگیں کشادہ تھیں آپ زرد خضاب استعمال کرتے تھے، اور اپنے دانتوں کو سونے کی تار سے باندھا ہوا تھا، اور بازوؤں پر کثیر بال تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی سبرہ نے ان سے سعید بن ابی زید نے ان سے زہری نے اور ان سے عبید اللہ بن عبید اللہ بن عتبہ نے بیان کیا کہ جس وقت عثمان بن عفان شہید ہوئے تو اس وقت آپ کے خازن کے پاس آپ کے تیس کروڑ پانچ لاکھ درہم اور ایک لاکھ دینار تھے، جو سب لوٹ لئے گئے، اور آپ نے ربذہ میں ایک ہزار اونٹ چھوڑے اور کچھ صدقات چھوڑے جنھیں آپ صدقہ کر چکے تھے، بیر اریس، خیبر، وادی القراء جس میں دو لاکھ دینار تھے سب صدقہ کردیئے، اور بیر رومہ جسے آپ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں خرید کر وقف فرما چکے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے صحابہ کرام کا اظہار بریت......امام اعمش زید بن وہب سے اور حضرت حذیفہ بن یمان سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلا فتنہ قتل عثمان اور سب آخری فتنہ دجال ہے، اور ابن عسا کرنے شبابہ عن حفص بن مورق باہلی عن حجاج بن ابی عمار الصواف عن زید بن وہب کے طریق سے حضرت حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلا فتنہ قتل عثمان اور سب

سے آخری فتنہ خروج دجال ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی قتل عثمان کی چاہت ہوگی تو وہ دجال کا متبع ہوکر مرے گا اگر وہ اس کا زمانہ پالے اور اگر اس کا زمانہ نہ پائے تو قبر میں اس پر ایمان لائے گا اور ابوبکر بن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن سعد نے ان سے عمرو بن عاصم کلابی نے ان سے ابوالاشہب نے ان سے عوف نے اور ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا کہ اے اللہ اگر عثمان بن عفان کا قتل اچھا کام تھا تو میرا اس میں کچھ حصہ نہیں اور اگر ان کا قتل برا کام تھا تو میں اس سے بری ہوں، اور فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر ان کا قتل بہتر تھا تو وہ لوگ اس قتل سے دودھ دوہیں گے اور اگر برا کام تھا وہ اس سے خون چوسیں گے، امام بخاری نے بھی اس کو اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، محمد بن عائذ محمد بن حمزہ سے اور وہ ابوعبداللہ حرانی سے نقل کرتے ہیں کہ حذیفہ بن یمان اپنے مرض الوفات میں تھے، ان کے پاس ان کے بھائیوں میں سے کوئی اپنی زوجہ سے سرگوشی کررہا تھا، آپ نے آنکھیں کھول کر ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں بس خیریت ہے، آپ نے فرمایا جو چیز تم مجھ سے چھپارہے ہو وہ خیر نہیں ہوسکتی، انھوں نے کہا عثمان بن عفان شہید ہوگئے ہیں۔

آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور فرمایا کہ اے اللہ میں اس امر سے بالکل الگ تھلگ اور لاتعلق ہوں۔ اگر یہ بہتر ہے تو ان کے لئے جو اس وقت موجود تھے اور میں اس سے بری ہوں، اور اگر برا ہے تو ان کے لئے جو اس وقت موجود تھے اور میں اس سے بری ہوں، ہائے عثمان! آج دل بدل گئے ہیں، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جو مجھے ان فتنوں سے پہلے ہی لے چلا ہے جن کا قائد اور پیغامبر خطی نیزہ ہے جو ان سے نجات پالے وہ چربی سے سیر ہوگا اور اس کا عمل مقبول ہوگا۔

حسن بن عرفہ اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ سے وہ سعید بن ابی عروبہ سے اور وہ قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ اگر عثمان بن عفان کا قتل ہدایت کی بات ہوتی تو امت اس سے دودھ دوہتی لیکن وہ گمراہی تھی اس لئے امت اس سے خون دوہ رہی ہے، یہ روایت منقطع ہے، محمد بن سعد عازم بن فضل سے وہ صعق بن حزن سے وہ قتادہ سے اور وہ زہدم جرمی سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اگر لوگ خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ نہ کرتے تو آسمان سے ان پر پتھر برستے، ابن عباس سے یہ روایت اور بھی کئی طرق سے منقول ہے، ثابت بن عبید ابوجعفر انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ جب عثمان بن عفان شہید ہوگئے تو میں حضرت علی کے پاس آیا وہ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سر پر سیاہ عمامہ تھا، میں نے عرض کیا کہ عثمان شہید ہوگئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ان قاتلوں پر آخری زمانہ تک ہلاکت ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ان لوگوں کے لئے ناکامی ومحرومی ہو۔

ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن جعد نے ان سے شریک نے ان سے عبداللہ بن عیسیٰ نے ان سے ابن ابی لیلیٰ نے نقل کیا کہ میں نے حضرت علی سے سنا آپ اس وقت مسجد کے دروازے یا حجاز زیت کے پاس تھے اور بلند آواز سے کہہ رہے تھے اے اللہ میں آپ کے سامنے عثمان کے خون سے براءت کا اظہار کرتا ہوں، ابوہلال قتادہ سے اور حسن سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان جب شہید ہوئے تو علی بن ابی طالب اس وقت اپنی کسی زمین پر گئے ہوئے تھے، آپ کو جب شہادت کی خبر ملی تو فرمایا اے اللہ! نہ میں اس قتل سے راضی ہوں اور نہ میں نے اس میں کچھ مدد کی ہے، اور ربیع بن بدر سیار بن سلامہ سے اور وہ ابوالعالیہ سے نقل کرتے ہیں کہ شہادت کے بعد حضرت علی حضرت عثمان بن عفان کے پاس داخل ہوئے اور ان پر گر پڑے اور اتنا روئے کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ بھی انھی کے ساتھ جاملیں گے۔

ثوری اور دیگر محدثین لیث سے وہ طاؤس سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کی شہادت کے دن علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ اللہ کی قسم نہ میں نے قتل کیا نہ اس کا حکم دیا بلکہ میں (شرپسندوں کے آگے) مغلوب ہوگیا تھا۔ اور لیث کے علاوہ دیگر محدثین بھی طاؤس سے اور وہ ابن عباس سے اسی کی مثل روایت نقل کرتے ہیں، اور حبیب بن ابی العالیہ مجاہد سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر لوگ چاہیں تو میں ان کے سامنے بیت اللہ میں مقام ابراہیم کے پاس اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانے کے لئے تیار ہوں کہ میں نے عثمان کو قتل کیا، نہ اس کا حکم دیا بلکہ میں نے تو ان مفسدین کو منع کیا تھا لیکن انھوں نے میری نافرمانی کی، یہ روایت متعدد طرق سے حضرت علی سے منقول ہے،

محمد بن یونس کدیمی ہارون بن اسماعیل سے وہ قرۃ بن خالد سے وہ حسن سے اور وہ قیس بن عباد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے جنگ جمل کے دن سنا، آپ فرما رہے تھے اے اللہ میں خون عثمان سے آپ کے سامنے براءت کا اظہار کرتا ہوں، اور فرمایا کہ ان کی شہادت کے دن

میری عقل گم ہوگئی تھی اور میں اپنی ذات سے بیگانہ ہوگیا تھا، لوگ میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے اللہ سے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنھوں نے ایسے آدمی کو قتل کیا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص سے حیاء کرتا ہوں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں، اور میں نے ان سے کہا کہ مجھے اللہ سے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں بیعت لینا شروع کروں اور عثمان زمین پر مقتول پڑے ہوں، دفن بھی نہ کئے گئے ہوں، لوگ یہ سن کر واپس چلے گئے، پھر جب حضرت عثمان کی تدفین ہوگئی تو لوگ لوٹے اور مجھ سے بیعت کی درخواست کی، میں نے کہا کہ اے اللہ میں یہ اقدام کرتے ہوئے ڈرتا ہوں، جب کچھ حوصلہ اور صبر آیا تو میں نے بیعت کی اور جب لوگوں نے مجھے امیر المؤمنین کہا تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور میں نے نفرت کے باعث سکوت کیا۔

حافظ ابن عساکر نے ان تمام طرق کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خون عثمان سے براءت کا اظہار کیا ہے اور آپ اپنے خطبات اور عام مجالس میں اس بات پر قسمیں کھایا کرتے تھے کہ نہ میں نے عثمان کو قتل کیا، نہ قتل کا حکم دیا، نہ کوئی مدد کی اور نہ اس سے راضی ہوا، بلکہ میں نے تو انھیں اس سے روکا تھا لیکن ان لوگوں نے میری سنی نہیں، یہ بات اتنے طرق سے ثابت ہے کہ ان کا مجموعہ ائمہ حدیث کے نزدیک یقین وقطعیت کا فائدہ دیتا ہے اور یہ بھی آپ سے کئی طرق سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (سورہ حجر آیت ۴۷)

''ہم نے ان کے سینوں سے کینہ کو کھینچ لیا ہے اور وہ تختوں پر بھائی بھائی بنے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے''۔

اور یہ آیت پڑھنا بھی متعدد طرق سے ثابت ہے:

اذا ما اتقوا و آمنوا و عملوا الصالحات ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا و أحسنوا (سورۂ مائدہ آیت ۹۳)

''کوئی حرج نہیں ان پر جب کہ وہ ڈر جائیں، ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور پھر ڈرتے ہی رہیں اور نیکی کریں''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عثمان ہم میں سب سے بہتر، ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، ہم میں سب سے زیادہ حیاء والے، ہم میں سب سے زیادہ پاکی وطہارت والے اور ہم میں سب سے زیادہ اپنے رب سے ڈرنے والے تھے۔

یعقوب بن سفیان نے سلیمان بن حرب سے انھوں نے حماد بن زید سے انھوں نے مجالد سے انھوں نے ابوکثیر عمیر بن رودی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب خطبہ دے رہے تھے، خوارج نے درمیان میں خطبہ قطع کردیا، آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا کہ میری عثمان کی مثال سرخ، سفید اور سیاہ تین بیلوں کی سی ہے جن کے ساتھ جھاڑی میں شیر بھی ہو، جب شیر نے ان میں سے ایک کو کھانے کا ارادہ کیا تو باقی دو بیلوں نے اسے روکا، شیر ان سے کہنے لگا کہ اس سفید بیل نے اس جھاڑی میں رسوا کیا ہوا ہے لہٰذا اس کو نمٹانے دو، ان دونوں نے راستہ چھوڑ دیا، یہاں تک کہ شیر نے اس کا صفایا کردیا، پھر ان دو میں سے ایک کو کھانے کا ارادہ کیا تو دوسرا بیل رکاوٹ بن گیا، شیر نے اس سرخ بیل سے کہا کہ اس سیاہ بیل نے ہمیں اس جھاڑی میں رسوا کیا ہوا ہے میرا اور تیرا رنگ تو ایک جیسا ہے لہٰذا اس کو نمٹانے دو، سرخ بیل نے راستہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ شیر نے اس کا بھی صفایا کردیا، پھر شیر نے سرخ بیل کو کہا کہ اب میں تجھے کھاؤں گا، سرخ بیل نے کہا کہ تم مجھے تین چیخیں مارنے کی اجازت دو شیر نے کہا کہ اجازت ہے، سرخ بیل نے کہا کہ آگاہ رہ تو نے تو اسی دن تینوں کو کھالیا تھا جس دن سفید بیل کو کھایا گیا تھا، اگر میں اس کی مدد کرتا تو آج تو مجھے نہ کھاتا۔ پھر حضرت علی نے فرمایا کہ میں عثمان بن عفان کی شہادت کے دن کمزور رہا، اگر میں ان کی مدد کرتا تو آج کمزور نہ ہوتا، یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

ابن عساکر نے محمد بن ہارون حضرمی عن سوید بن عبداللہ قشیری عن ابن مہدی عن حماد بن زید عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن مسیب کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں بیت المال آیا کرتی تھی، اپنا بوجھ اٹھاتی اور یہ کہتی کہ اے اللہ! بدل دے اے اللہ! بدل دے۔ پھر حسان بن ثابت نے شہادت عثمان پر یہ شعر کہے:۔

(۱) ...... تم نے کہا تبدیل کردے تو اس نے قحط سالی اور شعلوں کی مانند جنگ بدلے میں دی۔

(۲)......اور تم نے بچے کھچے کپڑوں، غلاموں، باندیوں اور سونے کو برا محسوس نہیں کیا۔

ابوحمید جو بنوساعدہ کے بھائی ہیں اور بدری صحابی ہیں، یہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان سے لاتعلق رہے، جب حضرت عثمان شہید ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہم ان کا قتل نہیں چاہتے تھے اور نہ ہمارا خیال تھا کہ نوبت قتل تک پہنچ جائے گی، اے اللہ! آپ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں فلاں فلاں کام نہ کروں اور آپ سے ملاقات تک نہ ہنسوں، اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن ادریس نے ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے ان سے قیس بن ابی حازم نے اور ان سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ عمر بن خطاب مجھے اور اپنی بہن کو اسلام کی وجہ سے پکڑے ہوئے ہیں، اور تم نے جو کچھ عثمان کے ساتھ کیا ہے اس کی وجہ سے اگر کوئی تم سے الگ ہو جائے تو وہ اس کا حقدار ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی طرح روایت کیا ہے،

محمد بن عائذ نے اسماعیل بن عیاش سے انھوں نے صفوان بن عمرو سے انھوں نے عبدالرحمٰن بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے کہتے ہوئے سنا کہ عثمان قتل ہو گئے لیکن ان کے بارے میں دو بکریوں کا بھی آپس میں ٹکراؤ نہیں ہوا، عبداللہ بن سلام نے اسے کہا کہ ہاں گائے اور بکریاں خلیفہ کے قتل پر آپس میں نہیں ٹکراتیں بلکہ جوان اسلحہ کے ساتھ آپس میں ٹکراتے ہیں، اور اللہ کی قسم ان کی شہادت کی وجہ سے وہ لوگ بھی قتل ہوں گے جو اپنے آباء کی پشتوں میں ہیں اور ابھی پیدا نہیں ہوئے، لیث نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ قاتل اور آپ کی نصرت نہ کرنے والا ان دونوں کے بارے میں قیامت کے دن عثمان کو قاضی و فیصل بنایا جائے گا ابو عبداللہ محاملی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالاشعث نے ان سے حزم بن ابی حزم اور ان سے ابوالاسود نے بیان کیا کہ میں نے ابوبکرۃ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے آسمان سے زمین کی طرف گرنا زیادہ محبوب ہے بنسبت اس کے کہ میں عثمان کے قتل میں شریک رہوں،

ابویعلیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم بن محمد بن عرعرہ نے ان سے محمد بن عباد ہبائی نے ان سے براء بن ابی فضال نے ان سے حضرمی نے اور ان سے جارود کے دودھ شریک بھائی ابومریم نے بیان کیا کہ میں کوفہ میں تھا کہ حسن بن علی خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! گذشتہ رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا، میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے عرش پر جلوہ افروز ہیں اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کے پاس کھڑے ہو گئے، پھر ابوبکر آئے اور اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر رکھ دیا، پھر عمر بن خطاب آئے اور اپنا ہاتھ ابو بکر کے کندھے پر رکھ دیا پھر حضرت عثمان اپنے ہاتھ میں اپنا سر لئے ہوئے آئے اور کہا کہ اے میرے رب! اپنے بندوں سے پوچھ کہ انہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ پس آسمان سے خون کے دو پرنالے زمین کی طرف جاری ہو گئے،

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی کو کہا گیا کہ آپ دیکھ نہیں رہے کہ حسن کیا بیان کر رہے ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا کہ جو دیکھا ہے وہ بیان کر رہے ہیں، ابویعلیٰ بھی سفیان بن وکیع سے وہ جمیع بن عمیر سے وہ عبدالرحمٰن بن مجالد سے اور وہ حرب عجلی سے اسی طرح کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حسن بن علی نے فرمایا جو خواب میں نے دیکھا ہے اس کے بعد اب میں قتال کرنے کا نہیں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ عرش سے چمٹے ہوئے ہیں اور ابوبکر کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کندھ پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور عمر کو دیکھا کہ وہ ابوبکر کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور میں نے عثمان کو دیکھا کہ وہ عمر کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور ان کے کپڑے میں خون دیکھا، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے کہا گیا کہ یہ عثمان کا خون ہے جس کا وہ اللہ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔

مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ہم سے سلام بن مسکین نے ان سے وہب بن شعیب نے اور ان سے زید بن صوحان نے بیان کیا کہ جس دن عثمان بن عفان شہید ہوئے اس دن دلوں میں شدید نفرت پیدا ہو گئی، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اب قیامت تک دل جمع نہ ہوں گے، اور محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے اسے برتن کی طرح چوس لیا پھر قتل کر دیا۔ خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں کہ ہم سے ابوقتیبہ نے ان سے یونس بن ابی اسحاق نے اور ان سے عون بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے کوڑے سے غصے میں آجاتی ہوں لیکن عثمان کے لئے تلوار سے بھی غصے میں نہیں آؤں گی، یعنی ان کے لئے تمہارا جنگ وقتال کرنا بھی گوارہ کرلونگی تم نے ان کی رضامندی طلب کی اور وہ راضی ہو گئے، پھر تم نے انھیں ستھرے پٹھے کی طرح چھوڑ دیا اور قتل کر دیا۔

ابو معاویہ اعمش سے وہ خیثمہ سے اور وہ مسروق سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمان شہید ہوئے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے عثمان کو اس طرح چھوڑ دیا، جس طرح کہ کپڑے سے میل کچیل صاف کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر قتل کر دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے انھیں قریب کیا پھر مینڈھے کی طرح ذبح کر دیا، مسروق کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ کا کام ہے، آپ نے لوگوں کو خطوط لکھے اور انھیں حکم دیا کہ عثمان بن عفان کی طرف آئیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس پر مؤمن ایمان لاتے ہیں اور کافر اس کا انکار کرتے ہیں میں نے کبھی اپنی اس جگہ پر بیٹھنے تک ان کی طرف کچھ نہیں لکھا۔

اعمش کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف سے خطوط لکھے گئے ہیں، اور یہ روایت اس کی آپ تک سنداً بالکل صحیح ہے، اس روایت میں اور اسی طرح کی دیگر روایات میں واضح دلالت پائی جاتی ہے کہ خوارج نے ''اللہ ان کا برا کرے'' صحابہ کرام کی طرف سے اطراف وآفاق کی طرف جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان بن عفان کے قتل پر برانگیختہ کیا، جیسا کہ ہم نے ماقبل میں اسے بیان کر دیا ہے،

ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں ہم سے حزم قطعی نے ان سے ابوالاسود بن سوادۃ نے اور ان سے طلق بن حسان نے بیان کیا کہ جب حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے تو ہم متفرق طور پر صحابہ کرام سے آپ کے قتل کے بارے میں پوچھنے لگے، پس میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا، آپ فرما رہی تھیں کہ عثمان کو ظلماً قتل کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے قاتلوں پر لعنت کرے، اور محمد بن عبداللہ انصاری اپنے والد سے وہ ثمامہ سے اور وہ انس سے نقل کرتے ہیں کہ جب ام سلیم نے حضرت عثمان کی شہادت کی خبر کو سنا تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے ان کے بعد لوگ خون ہی دوہیں گے۔

اس بارے میں تابعین کا کلام، ان کی آراء اور ان کے تاثرات بہت زیادہ ہیں جن کا ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں، ان میں سے ابومسلم خولانی کا قول ہے کہ جس وقت انھوں نے ان لوگوں کو دیکھا جو عثمان بن عفان کو قتل کر کے آئے تھے تو فرمایا تم بھی قوم ثمود کی مانند یا اس سے بھی بڑے مجرم ہو، کیا تم بلاد ثمود پر سے گزرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں، ابومسلم خولانی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم انھی کی مثل ہو، اللہ کا خلیفہ اللہ کے نزدیک ناقۃ اللہ سے زیادہ مکرم و باعظمت ہے، ابن علیہ یونس بن عبید سے اور وہ حسن سے نقل کرتے ہیں کہ اگر عثمان کا قتل ہدایت ہوتا تو امت اس سے دودھ دوہتی لیکن وہ ضلالت و گمراہی تھا اس لئے امت نے اس سے خون دوہا ہے، ابوجعفر باقر نے فرمایا کہ حضرت عثمان کا قتل ناحق طور پر ہوا تھا۔

آپ کی شہادت پر کہے جانے والے بعض مراثی کا ذکر...... مجالد شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عثمان کے مراثی میں سے کعب بن مالک کے مرثیہ سے بہتر مرثیہ نہیں سنا، کعب نے کہا:

(۱)......انھوں نے اپنے ہاتھوں کو روکا پھر اپنا دروازہ بند کر لیا اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے غافل نہیں ہے۔
(۲)......آپ نے اہل الدار کو حکم دیا کہ انھیں قتل نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہر اس آدمی کو معاف فرمائے جس نے قتال نہیں کیا۔
(۳)......اے مخاطب کیا تو نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح میل ملاپ کے بعد ان پر بغض وعداوت کو ڈال دیا۔
(۴)......اور کیا تو نے دیکھا کہ آپ کے بعد بھلائی دوڑنے والے شتر مرغ کی طرح پشت پھیر کر چل دی۔

سیف بن عمر نے ان اشعار کو ابوبحیر اخنس بن شریق کی طرف منسوب کیا ہے اور بقول سیف بن عمر حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے تھے:۔

(۱)......تم نے اس دینی بھائی کے بارے میں کیا ارادہ کیا؟ اللہ کے ہاتھ نے خشک چمڑے میں برکت ڈال دی ہے۔
(۲)......تم نے اللہ کے دوست کو اس کے گھر کے وسط میں قتل کر ڈالا، اور تم نے ایک ظالمانہ اور غلط کام کیا ہے۔
(۳)......پس تم نے آپس میں اللہ کے عہد کی کیوں رعایت نہیں کی اور محمد ﷺ سے کیے ہوئے عہد کو کیوں پورا نہیں کیا۔
(۴)......کیا تم میں کوئی بہادر، سچا اور ہر موقع پر عہد کو پورا کرنے والا نہیں ہے؟
(۵)......ان لوگوں کی قسمیں پوری نہ ہوں جنھوں نے عثمان جیسے ہدایت یافتہ اور راست باز آدمی کے قتل پر باہم معاہدہ کیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے:۔

جسے گردش کرتی موت اچھی لگے اس کا کوئی مزاج نہیں ہوتا۔ پس وہ عثمان کے گھر یعنی شیروں کی کچھار میں آئے ہیں، ان شیروں نے آہنی ہتھیار، ذخیرہ کیے ہوئے ہیں اور ناک پر تلوار سے نشان لائے ہوئے ہیں، اور اپنے بدنوں کو سجایا ہوا ہے، ظالموں نے سیاہ و سفید بالوں والے شخص کو چاشت کے وقت قتل کر دیا جو سجدوں کا آئینہ دار اور تسبیح و تلاوت کرتے رات گذارنے والا تھا۔ میری وہ ماں جس نے مجھے جنا ہے آپ پر فدا ہو، آپ صبر کریں، بلاشبہ کبھی شر و فساد میں صبر کرنا فائدہ دیتا ہے، ہم ارض شام پر غالب رہ کر اور امیر اپنے بھائیوں پر راضی ہیں، جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک میرا نام حسان ہے میں انھی سے تعلق رکھتا ہوں اگر چہ وہ غائب ہوں یا حاضر، اور تم لوگ جلدی ہی گھروں میں اللہ اکبر اور قصاص عثمان کا شور سنو گے، کاش پرندے مجھے خبر دیتے کہ علی و ابن عفان کا کیا حال ہے۔

اور یہ اشعار بھی حسان بن ثابت کے ہیں:

اگر چہ ابن اروی کا گھر اس سے خالی ہو گیا ہے، ایک دروازہ ٹوٹا پڑا ہے اور دوسرا جلا ہوا شکستہ، بے شک بھلائی کا طلبگار اپنی حاجت کو پا لیتا ہے اور اس کی طرف صاحب شرافت و بزرگی اپنا ٹھکانہ پکڑتا ہے اے لوگو اپنے آپ کو ظاہر کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچ و جھوٹ برابر نہیں ہیں۔

فرزدق نے یہ اشعار کہے:

جب اہل یثرب ہدایت کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے تو خلافت ان سے کوچ کر گئی جب اللہ نے دیکھا کہ عثمان کا خون انھوں نے ظلماً اور معصیت کے ساتھ بہا دیا تو امارت ان میں سے اہل اور وارث کے پاس چلی گئی، آخر انھوں نے کونسا خون بہایا ہے؟ یہ گمراہی سے ہدایت کس طرح پا سکتے ہیں۔

اور اونٹوں کے چرواہے نمیری نے کہا:

اس شب وہ لوگ متوکل، وفا شعار اور اچھے آدمی کے پاس بلا اجازت داخل ہو رہے تھے، جو محمد ﷺ کا دوست، سچ کا مددگار، اور زمین کو پامال کرنے والوں میں چوتھا بہترین شخص تھا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب......کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان مدینہ میں کیسے شہید ہو گئے حالانکہ وہاں کبار صحابہ کرام کی جماعت موجود تھی؟

اس کا جواب کئی وجوہ کے اعتبار سے دیا جا سکتا ہے اول یہ کہ صحابہ کرام کی اکثریت بلکہ تمام ہی صحابہ کرام کا یہ گمان نہ تھا کہ نوبت ان کے قتل تک پہنچ جائے گی، اس لئے کہ ان مفسدین کی جماعتوں نے آپ کو بالکل قتل کرنے کی دھمکی نہیں دی تھی بلکہ انھوں نے تین امور میں سے کسی ایک کا مطالبہ کیا تھا، یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یا مروان بن حکم کو ان کے سپرد کر دیں یا اسے قتل کر ڈالیں، اور رہا آپ کا قتل اس کے وقوع کا تو کسی کو بھی خیال نہ تھا اور نہ مفسدین اس حد تک جرأت کر سکتے تھے، لیکن وہ امر واقع ہو گیا جو کہ ہوا۔

ثانی:......یہ کہ صحابہ کرام نے آپ کی بھرپور حفاظت کی تھی لیکن جب معاملہ نہایت ہی سنگین اور سخت ہو گیا تو آپ نے ان کو قسم دی کہ اپنے ہاتھ روک لیں اور اپنی تلواریں نیام میں کر لیں، لہٰذا مجبوراً انھوں نے ایسا ہی کیا، اس بنا پر مفسدین اپنے عزائم کی تکمیل پر قادر ہو گئے، لیکن اس کے باوجود آپ کے قتل کا کسی کو خیال بھی نہ گزرا تھا۔

ثالث:......یہ کہ ان مفسدین نے ایام حج میں اہل مدینہ میں سے اکثر کی غیر حاضری کو غنیمت جانا اور ابھی تک اطراف و آفاق سے امدادی لشکر بھی نہ پہنچے تھے البتہ بالکل قریب آ گئے تھے، اس فرقت و موقع سے انھوں نے فائدہ اٹھایا اور اس حادثۂ عظیمہ کا ارتکاب کر ڈالا، اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے۔

رابع:......یہ کہ یہ مفسدین تقریباً دو ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھے، اور اہل مدینہ میں بسا اوقات جانبازوں کی اتنی بڑی تعداد نہیں ہوتی تھی کیونکہ یہ لوگ سرحدوں اور مختلف شہروں کی حفاظت پر مصروف ہوا کرتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ اکثر صحابہ کرام اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے اور گھروں کو لازم پکڑ لیا، جب وہ مسجد میں آتے تھے تو مسلح ہو کر آتے تھے، ان میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہوتا تو وہ سرین کو زمین پر رکھ کر اکڑ و بیٹھ جاتا اور اپنی گود

میں تلوار رکھ لیا کرتا تھا، اور مفسدین نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، جب صحابہ کرام ان کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرتے تو اس کی طاقت نہ پاتے تھے، البتہ کبار صحابہ کرام نے اپنے بیٹوں کو عثمان بن عفان کے دفاع و تحفظ کے لئے بھیج دیا تھا جب تک کہ اطراف سے امدادی لشکر نصرت کے لئے پہنچیں لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ایک دن اچانک یہ مفسدین مکان کے اندر داخل ہو گئے اور دروازہ جلا دیا، دیواریں پھاند نے لگے حتیٰ کہ آپ کو قتل کر دیا۔

اور یہ جو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور آپ کے قتل پر راضی تھے، بالکل درست نہیں ہے، کوئی ایک صحابی بھی آپ کے قتل پر راضی نہ تھا، سب کے سب اسے ناپسند کرتے، اس فعل سے نفرت کرتے اور اس کے مرتکب کو برا کہتے تھے، البتہ بعض صحابہ مثلاً عمار بن یاسر، محمد بن ابی بکر اور عمرو بن الحمق وغیرہ آپ کی خلافت سے دستبرداری کو چاہتے تھے۔

ابن عساکر نے سھم بن خنش یا خنیش یا خنش ازدی کے حالات میں بیان کیا ہے، یہ سھم بن خنش ان لوگوں میں سے تھے جو عثمان بن عفان کے مکان میں بوقت شہادت موجود تھے، اور اسی طرح محمد بن عائذ اسماعیل بن عیاش سے اور وہ محمد بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے انھیں دیر سمعان میں بلوایا اور عثمان بن عفان کے قتل کے متعلق معلوم کیا، انھوں نے بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سبائیوں کا وفد یعنی مصری وفد جب حضرت عثمان بن عفان کے پاس پہنچا تو آپ نے انھیں عطیات دیئے اور خوش کر دیا، وہ واپس چلے گئے۔ پھر دوبارہ لوٹ کر مدینہ پہنچ گئے اور جب آپ فجر یا ظہر کی نماز کے لئے نکلے تو اس وقت آپ کا سامنا کیا اور آپ کو کنکریاں، جوتے اور موزے مارے، آپ اپنی حویلی کی طرف چلے، آپ کے ساتھ ابو ہریرہ، زبیر اور ان کے فرزند عبداللہ، طلحہ، مروان اور مغیرہ بن اخنس بھی دیگر لوگوں کے ہمراہ تھے، مصری وفد نے آپ کے مکان کا چکر لگایا، آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا، عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ امیر المؤمنین میں آپ کو تین میں ایک بات اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہوں، یا تو آپ عمرہ کا احرام باندھ لیں اس صورت میں ہمارے خون ان پر حرام ہو جائیں گے، یا ہم آپ کے ساتھ حضرت معاویہ کے طرف شام چلتے ہیں اور یا ہم باہر نکلتے ہیں اور جنگ کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ تم نے جو احرام باندھنے کا ذکر کیا ہے کہ اس صورت میں ہمارے خون ان پر حرام ہو جائیں گے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ہمیں اب بھی، حالت احرام میں بھی اور احرام کھلنے کے بعد بھی گمراہ سمجھتے ہیں، رہی شام جانے والی بات تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں ان کے درمیان سے خوفزدہ ہو کر نکل جاؤں اور اہل شام مجھے اس حال میں دیکھیں اور کفار اس بات کو سنیں، اور رہی ان سے قتال کرنے والی بات تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ میری وجہ سے ایک قطرہ خون بھی نہ بہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر اس دن فجر کی نماز ہم نے آپ کے ساتھ پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے آج کی شب ابو بکر و عمر کو خواب میں دیکھا، وہ دونوں میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اے عثمان روزہ رکھو پھر ہمارے پاس افطار کرنا، پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ آج میں روزہ سے ہوں، اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے میں قسم دیتا ہوں کہ وہ میری حویلی سے صحیح سلامت نکل جائے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اگر ہم نکل جائیں تو آپ کے بارے میں مطمئن نہیں رہ سکیں گے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کے ساتھ حویلی کے ایک حصے میں رہیں اور آپ کا دفاع و تحفظ کریں، پھر آپ کے حکم سے مکان کا دروازہ کھولدیا گیا، آپ نے مصحف منگوایا اور اس پر تلاوت کے لئے جھک گئے، آپ کے پاس آپ کی دو ازواج نائلہ بنت الفرفصہ اور ام البنین بنت شیبہ تھیں۔

سب سے پہلے مکان میں محمد بن ابی بکر داخل ہوا اور اس نے آپ کی داڑھی مبارک پکڑلی، آپ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! اسے چھوڑ دے اللہ کی قسم تمھارا باپ تو اس کے ساتھ اس سے کم پر بھی افسوس کرتا تھا، اسے شرم آئی اور وہ باہر نکل گیا، اور قوم سے کہنے لگا کہ اسے میں نے تمھارے ساتھ چپکا دیا ہے، جو بال اس نے آپ کی داڑھی سے نوچے تھے وہ آپ نے اپنی کسی زوجہ کو دے دیئے، اس کے بعد رومان بن سودان داخل ہوا جو نیلی رنگت والا، ٹھگنا اور غصیلہ تھا، اور قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا تھا، اس کے پاس لوہے کی کوئی سلاخ تھی اور وہ سامنے آیا اور کہا کہ اے نعثل تم کون سے دین پر ہو؟ حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ میں نعثل نہیں بلکہ عثمان بن عفان ہوں، اور دین ابراہیم پر قائم ہوں جو موحد اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور مشرکین

میں سے نہیں ہوں، اس نے کہا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے اور آہنی سلاح آپ کی بائیں کنپٹی پر ماری اور شہید کر دیا، آپ گر پڑے، حضرت نائلہ نے آپ کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیا، آپ ایک مضبوط اعصاب کی مالک اور جسیم خاتون تھیں، آپ نے اپنے آپ کو حضرت عثمان پر گرا دیا، بقیہ جسم پر بنت شیبہ نے خود کو گرا دیا، پھر ایک مصری تلوار سونتے ہوئے اندر داخل ہوا اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں ان کی ناک کاٹوں گا، آپ کی زوجہ نے اسے دور ہٹایا اور اس پر غالب آ گئیں، اس بدبخت نے پیچھے سے آپ کی چادر کھینچ لی حتیٰ کہ آپ کی کمر دیکھ لی، جب کوئی راستہ عثمان بن عفان تک پہنچنے کا نہ پایا تو حضرت نائلہ کے کندھے اور بالیوں کے درمیان تلوار داخل کر دی اور اسے کھینچا، جس کی وجہ سے حضرت نائلہ کی انگلیاں کٹ گئیں، آپ نے حضرت عثمان کے حبشی غلام رباح کو پکارا، اے رباح اس آدمی کو مجھ سے دور کرو، غلام اس کی طرف بڑھا اور قتل کر دیا، اہل خانہ اپنا دفاع کرتے ہوئے باہر نکلے، مغیرہ بن اخنس شہید ہو گئے، مروان زخمی ہو گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب شام ہوئی تو ہم نے آپس میں کہا کہ اگر تم نے اپنے اس ساتھی (یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کو صبح تک یونہی چھوڑے رکھا تو وہ لوگ ان کا مثلہ کر دیں گے، پس ہم رات کی تاریکی میں آپ کو اٹھا کر بقیع فرقد کی طرف لے گئے، ایک جماعت ہمارے پیچھے پیچھے آئی، ہم اس سے گھبرائے اور قریب تھا کہ آپ کو چھوڑ کر منتشر ہو جاتے، اتنے میں ان میں سے کسی نے پکارا کہ تم پر کوئی خوف نہیں، ٹھہرے رہو، ہم تو تمہارے ساتھ شریک ہونے کے لئے آئے ہیں، ابوحبیش کہتے تھے کہ وہ اللہ کے فرشتے تھے، پھر ہم نے آپ کو دفن کر دیا اور اسی رات شام بھاگ کھڑے ہوئے، وادی القریٰ میں ہم نے حبیب بن مسلمہ کے ساتھ بمعہ ان کے لشکر ملاقات کی یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان کے مدد کے لئے آئے تھے، ہم نے انھیں آپ کی شہادت اور تدفین کی خبر دی۔

ابوعمرو بن عبدالبر کہتے ہیں کہ انھوں نے عثمان بن عفان کو حش کوکب میں دفن کیا تھا، اور اس جگہ کو آپ نے بذات خود خرید کر بقیع میں شامل کیا تھا، بعض سلف نے آپ کے بارے میں کیا ہی اچھی بات کہی ہے کہ وہ نیکوں کے امیر اور بروں کے مقتول تھے، جس نے آپ کو بے یارومددگار چھوڑا وہ خود بھی بے یارومددگار ہوا اور جس نے آپ کی مدد کی وہ منصور و کامیاب رہا۔

ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے حضرت عثمان بن عفان کے حالات وفضائل میں ان تمام تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا ہے یا آپ کے قتل پر اتفاق کیا ہے تو انھوں نے درحقیقت ایسا کر کے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت میں جگہ دی ہے، اور جن لوگوں نے آپ کو بے یارومددگار چھوڑا وہ خود بھی بے یارومددگار رہے اور ان کی زندگی مکدر ہوئی، اور آپ کے بعد خلافت آپ کے نائب حضرت معاویہ اور ان کی اولاد میں پھر ان کے وزیر مروان اور اس کی آٹھ پشتوں میں جاری رہی، جنھوں نے آپ کی حیات کو گویا کہ طویل کر دیا اور سابقہ فضائل کے ساتھ ساتھ اسے مزید فضائل و کارناموں سے بھر دیا، آپ کے یہ چچازاد تقریباً اسی ۸۰ سال سے زائد تک حکومت کرتے رہے۔ پس بادشاہت اللہ بلندو برتر ہی کے لئے ہے۔

فضائل حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام ونسب عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اور کنیت ابوعمرو وابوعبداللہ ہے، آپ قریشی واموی ہیں، آپ امیر المؤمنین، ذی النورین اور صاحب الہجرتین یعنی دو ہجرتوں والے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے یکے بعد دیگرے شوہر بنے، آپ کی والدہ کا نام ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب تھا جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

آپ ان دس آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی اور عمر بن خطاب کی بنائی ہوئی چھ آدمیوں کی شوریٰ میں سے ایک ہیں، اور ان تین میں سے ایک ہیں جن کے لئے خلافت آخر میں مختص ہو گئی تھی، پھر انصار ومہاجرین صحابہ کرام کے اجماع سے آپ کے لئے متعین ہو گئی، آپ خلفاء راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ میں سے تیسرے نمبر پر ہیں جن کی اقتداء واتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عثمان قدیم الاسلام صحابی ہیں، آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے، حافظ ابن عساکر نے آپ کے

اسلام لانے کا نہایت عجیب قصہ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ کو یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ جو نہایت صاحب جمال تھیں کا نکاح اپنے چچازاد بھائی عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا ہے تو آپ کو ان کے ساتھ اپنا نکاح نہ ہونے پر بڑا افسوس ہوا، آپ نہایت غمگین حالت میں اپنے اہل خانہ کے پاس گئے، وہاں آپ کی خالہ سعدی بنت کریز بھی تھیں جو کاہنہ تھیں، سعدی نے آپ سے کہا کہ خوشخبری حاصل کرو، اور میری طرف سے تین مرتبہ سلام قبول کرو پھر تین سلام پھر تین سلام قبول کرو پھر ایک سلام تا کہ دس پورے ہو جائیں، تمہارے پاس خیر آئیگی، تمھیں شر سے بچایا جائے گا اور اللہ کی قسم تم کنواری اور صاحب جمال لڑکی سے نکاح کرو گے، تم خود کنوارے ہو اور کنواری ہی سے ملو گے، میں نے اس لڑکی کو عظیم المرتبت پایا ہے اور میں نے ایک ایسے امر کی نبیاد رکھی ہے جو شہرت کو بلند کر دے، عثمان کہتے ہیں کہ مجھے ان کی باتوں سے بڑا تعجب ہوا کہ وہ مجھے ایسی لڑکی کی بشارت دے رہی ہیں جس کا نکاح میرے غیر سے ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کہ اے خالہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ عثمان تیرے لئے جمال ہے اور زبان بھی تیری خوب ہے، یہ نبی جس کے ساتھ برہان و دلیل ہے اسے عطاء کرنے والے نے حق دے کر بھیجا ہے اور اس کے پاس تنزیل وفرقان ہے لہٰذا تو ان کا اتباع کر اور دیکھ کہیں بت تجھے ہلاک نہ کر دیں، میں نے کہا کہ آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں جن کا شہروں میں ظہور نہیں ہوا، انھوں نے کہا کہ محمد بن عبداللہ یہ اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب لائے ہیں اور اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں، پھر کہا کہ ان کا چراغ روشنی ہے، ان کا دین فلاح ہے، ان کا حکم کامیابی ہے، ان کا مدمقابل شکست خوردہ ہے، وادیاں ان کی مطیع وفرمانبردار ہیں اور شور شرابا چیخنا چلانا کچھ نفع نہیں دے گا اگر چہ حلق درد کرنے لگے، رخسار کی ہڈیاں کھنچ جائیں اور نیزے تان لیے جائیں،

عثمان کہتے ہیں کہ پھر میں متفکر حالت میں چلا گیا اور ابوبکر سے ملاقات کی اور انھیں ان باتوں کی خبر دی ابوبکر نے فرمایا اے عثمان تم پر رحمت ہو تم ایک دانش مند آدمی ہو، تم پر حق و باطل کا امتیاز مخفی نہیں ہے، یہ بت جن کی ہماری قوم پوجا کرتی ان کی کیا حقیقت؟ کیا یہ پتھر سے بنے ہوئے بے جان وغیر ذی روح نہیں ہیں؟ جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، میں نے کہا کیوں نہیں اللہ کی قسم بالکل اسی طرح ہے، ابوبکر نے فرمایا اللہ کی قسم تمھاری خالہ نے تم سے بالکل سچ کہا ہے، یہ محمد بن عبداللہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا پیغام دے کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے کیا تم ان کے پاس چلنے کے لئے تیار ہو؟ عثمان کہتے ہیں کہ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عثمان اللہ کی طرف سے حق کو قبول کرو، میں تمہاری طرف اور تمام مخلوق کی طرف اس کا رسول بن کر آیا ہوں، عثمان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم جب رسول اللہ ﷺ سے میں نے یہ سنا تو اپنے نفس کو قابو نہ رکھ سکا اور اسلام قبول کر لیا اور اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ میرا رقیہ بنت رسول اللہ سے نکاح ہو گیا۔

اور یہ کہا جاتا تھا، بہترین جوڑا جسے انسان نے دیکھا ہے وہ رقیہ اور ان کا خاوند عثمان ہے، اور سعدی بنت کریز نے اس سلسلے میں یہ اشعار کہے:

میرے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عثمان کی ہدایت کی طرف رہنمائی کی اور سیدھا راستہ دکھایا ہے اور اللہ ہی حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، عثمان نے درست رائے کے ساتھ محمد ﷺ کی پیروی کی ہے اور وہ صاحب الرائے آدمی ہیں، سچ سے نہیں رکتے، اور حق کے ساتھ مبعوث پیغمبر نے اپنی بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا پھر وہ دونوں چودھویں کے چاند کی مانند تھے جو افق میں سورج کے ساتھ ملنے کو ہوتا ہے، اے ہاشمیوں کے فرزند! میں تجھ پر فدا ہو جاؤں تو اللہ کا امین ہے جسے اس نے مخلوق کے لئے بھیجا ہے،

راوی کہتے ہیں کہ پھر اگلے دن ابوبکر عثمان بن مظعون ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابی الارقم کو لائے، ان سب نے بھی اسلام قبول کر لیا، اب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کل اڑتیس آدمی جمع ہو گئے تھے، حضرت عثمان بن عفان نے اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ کے ساتھ سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں سے پھر مکہ واپس آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، جب غزوہ بدر ہوا تو آپ اس وقت اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمارداری میں مصروف تھے اور اسی بنا پر مدینہ میں رک گئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کا حصہ لگایا اور آپ اجر میں شریک رہے، پس آپ اس طرح حاضرین وشرکاء میں شمار کئے گئے، جب آپ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی بہن ام کلثوم کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا، وہ بھی آپ کی زوجیت میں فوت ہوئیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہمارے پاس کوئی اور بیٹی ہوتی تو ہم اس کا نکاح بھی عثمان کے ساتھ کر دیتے، آپ غزوہ احد میں شریک رہے اور اس دن پشت پھیر کر بھاگنے والوں میں شامل تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان

لوگوں کی معافی پر نص وارد کر دی ہے، نیز آپ خندق وحدیبیہ میں بھی شریک رہے، غزوہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کے ساتھ آپ کی طرف سے بیعت فرمائی، آپ خیبر اور عمرۃ القضاء میں بھی شریک رہے، اور فتح مکہ، ہوازن، طائف اور غزوہ تبوک میں بھی شامل تھے اور اس موقع پر آپ نے جیش عشرۃ کو سامان سفر مہیا کیا تھا، عبدالرحمٰن بن خباب کے حوالے سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ آپ نے اس دن تین اونٹ ان کے پالان اور بچھونوں سمیت دیئے۔

اور عبدالرحمٰن بن سمرہ سے مروی ہے کہ اس دن آپ نے ایک ہزار دینار رسول اللہ ﷺ کی گود میں رکھ دیئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے بعد کوئی کام عثمان کو نقصان نہیں دے گا، یہ بات آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی تھی، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، اور رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ عثمان سے راضی تھے، رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ نے ابوبکر صدیق کی صحبت اختیار کی اور ان کے ساتھ اچھا وقت گزارا، ابوبکر صدیق کی وفات بھی اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ سے راضی تھے، پھر آپ نے عمر بن خطاب کی صحبت اختیار کی اور ان کے ساتھ بھی اچھا وقت گزارا اور وہ بھی دنیا سے اس حال میں گئے کہ وہ آپ سے راضی تھے اور چھ آدمیوں کی شوریٰ میں آپ کی شمولیت پر صراحت فرمائی اور آپ ان چھ میں سب سے بہتر تھے، عمر بن خطاب کے بعد آپ خلیفہ بنے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر بہت سے صوبے اور شہر فتح کروائے اور اسلامی مملکت وسیع ہوگئی اور اس کی حدود دور دراز تک پھیل گئیں، پیغام محمدی زمین کے مشارق و مغارب میں پہنچ گیا، اور لوگوں کے سامنے باری تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ظاہر ہو گیا۔ "اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک اعمال اختیار کریں گے تو انھیں وہ زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی، اور جو دین ان کے لئے اس نے پسند کیا ہے اسے قائم کرے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔"

اور اسی طرح یہ قول کہ وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی صادق آ گیا کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانے راہ خدا میں خرچ کرو گے، ان سب پیشنگوئیوں کا مکمل وقوع اور ظہور حضرت عثمان بن عفان کے زمانہ خلافت میں ہوا۔

حضرت عثمان بن عفان نہایت خوش شکل، جاذب نظر، کریم الاخلاق اور بہت ہی زیادہ حیاء کرنے والے انسان تھے، اپنے عزیز واقارب کو اللہ کی رضامندی کی خاطر عطاء و بخشش میں ترجیح دیا کرتے تھے، اور فانی دنیا کے ساز و سامان سے ان کی خوب تالیف قلب فرمایا کرتے تھے، تاکہ وہ باقی رہنے والی چیز کو فناء ہونے والی چیز پر ترجیح دینے میں رغبت کریں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ بعض لوگوں کو عطا فرمایا کرتے اور بعض لوگوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے، بعض لوگوں کو اس خوف سے عطا فرمایا کرتے کہیں اللہ تعالیٰ ان کو اوندھے منہ جہنم میں نہ گرادے اور دوسرے بعض کو اس لئے چھوڑتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں ہدایت اور ایمان کو پختہ کر دیا ہے، حضرت عثمان بن عفان کی اس عادت شریفہ کی وجہ سے خوارج نے آپ پر اعتراض کیا جیسا کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر بھی اس ترجیح کی وجہ سے غزوہ حنین میں تقسیم غنائم کے موقع پر اعتراض کیا تھا، جس کو ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں،

حضرت عثمان کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں، جس قدر ہمارے لئے ممکن ہوا ہم انھیں انشاء اللہ بیان کریں گے، ان احادیث کی دو قسمیں ہیں اول وہ احادیث جن میں عثمان بن عفان کی فضیلت دیگر صحابہ کے ساتھ ذکر ہوئی ہے اور دوم وہ احادیث جن میں تنہا آپ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

فضائل عثمان پر مشتمل احادیث کی پہلی قسم...... قسم اول میں سے وہ جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے یہ ہے، امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے مسدد نے ان سے یحییٰ بن سعید نے ان سے سعید نے ان سے قتادہ نے اور ان سے انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان تھے، پہاڑ نے حرکت کی، آپ ﷺ نے فرمایا احد ٹھہر جا! انس کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے اس پر

پاؤں مار کر یہ ارشاد فرمایا تھا اور فرمایا کہ تیرے اوپر نہیں ہے مگر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید، بخاری اس روایت میں مسلم سے منفرد ہیں،

اور امام ترمذی کہتے ہیں یہ ہم سے قتیبہ نے ان سے عبدالعزیز بن محمد نے ان سے سہیل بن ابی صالح نے ان سے ان کے والد۔ نے اور ان سے ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حراء پہاڑ پر تھے آپ کے ساتھ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر تھے، پس چٹان نے حرکت کی: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہر جا نہیں تیرے اوپر مگر ایک نبی یا ایک صدیق یا ایک شہید، پھر امام ترمذی نے وفی الباب کے عنوان کے تحت فرمایا کہ عن عثمان بن سعید بن زید وابن عباس وسہل بن سعد وانس بن مالک وبریدا سلمی یعنی یہ روایت ان حضرات سے بھی مروی ہے اور سند اصحیح روایت ہے،

میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ اس کو ابو الدرداء نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حضرت عثمان سے یوم الدار والے خطبہ میں اسے نقل کیا ہے اور وہاں کوہ حراء کی جگہ کوہ ثبیر کہا ہے۔

ایک اور حدیث ...... ابو عثمان مہدی ابو موسیٰ اشعری سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک باغ میں تھا، آپ ﷺ نے مجھے دروازہ کی حفاظت پر مامور فرمایا اتنے میں ایک آدمی آیا اور اندر جانے کی اجازت طلب کی، میں نے پوچھا کہ کون ہو؟ اس نے کہا کہ ابو بکر، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عمر آئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عثمان آئے آپ ﷺ نے فرمایا اجازت دو اور جو مصیبت پہنچے گی اس پر انھیں جنت کی بشارت دو، پھر عثمان داخل ہوئے تو آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے اللھم صبرا (اے اللہ صبر کی توفیق عطا فرما) اور ایک روایت میں اللہ المستعان (اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے)

امام بخاری حماد بن زید سے وہ عاصم الاحول اور علی بن حکم سے وہ دونوں ابو عثمان سے اور وہ ابو موسیٰ اشعری سے اسی کی مثل نقل کرتے ہیں، لیکن اس روایت میں عاصم الاحول نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مکان میں تشریف رکھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے دونوں گھٹنوں یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، پھر جب عثمان داخل ہوئے تو آپ نے اسے ڈھانپ لیا، یہ روایت صحیحین میں سعید بن مسیّب سے بھی بحوالہ ابو موسیٰ اشعری منقول ہے، اور اس میں یہ ہے کہ ابو بکر و عمر دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کنویں کی منڈیر پر سے اندر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ عثمان بن عفان آگئے آپ نے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ پائی، سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ میں نے اس کی تاویل کی کہ ان تینوں کی قبور ایک جگہ اور عثمان کی قبر دوسری جگہ الگ تھلگ ہوگی۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یزید بن مروان نے ان سے محمد بن عمرو نے ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے نافع بن حارث نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ آپ ﷺ ایک باغ میں داخل ہو گئے اور فرمایا کہ تم دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ پھر آپ ﷺ اندر کنویں پر تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ کر اپنی دونوں ٹانگیں اندر کی طرف لٹکا لیں، اتنے میں کسی نے دروازہ بجایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا کہ ابو بکر، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ابو بکر ہیں آپ ﷺ نے فرمایا انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پس ابو بکر داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر سے کنویں میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے، پھر دروازہ بجا، میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عمر۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ عمر ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، میں نے ایسا ہی کیا پس عمر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر سے کنویں میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے، پھر دروازہ بجا، میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا کہ عثمان، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ عثمان ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت بھی جس کے ساتھ مصیبت ہوگی پس میں نے انھیں اجازت دی اور جنت کی بشارت۔ وہ بھی آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر سے کنویں میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے، اس روایت میں اسی طرح بیان ہوا ہے اور اس کی ابوداؤد اور نسائی نے بھی ابو سلمہ کے طریق سے تخریج کی ہے، ممکن ہے کہ ابو موسیٰ اشعری اور نافع بن حارث دونوں ہی دروازہ پر مقرر ہوں یا یہ کوئی دوسرا واقعہ ہو۔

امام احمد عفان سے وہ وہیب سے وہ موسیٰ بن عقبہ سے وہ ابو سلمہ سے وہ نافع بن عبدالحارث سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پھر ابو بکر آئے اور اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عمر آئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عثمان آئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں اجازت اور

جنت کی بشارت دو اور یہ کہ عنقریب ان کو ایک ابتلاء پیش آئے گا، یہ سیاق زیادہ اشبہ وانسب ہے بنسبت اس کے جسے امام نسائی نے صالح بن کیسان عن ابی الزناد عن ابی سلمہ عن عبدالرحمٰن بن نافع بن عبدالحارث عن ابی موسیٰ اشعری کے طریق سے نقل کیا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یزید نے ان سے ہمام نے ان سے قتادہ نے ان سے ابن سیرین نے محمد بن عبید نے ان دونوں سے عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، اتنے میں ابوبکر آئے اور اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عمر آئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عثمان آئے اور اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، راوی یعنی عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں کہاں ہوؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کے ساتھ ہوؤ گے، اس روایت میں امام احمد منفرد ہیں، اور بزار وابو یعلی نے بھی اس روایت کو انس بن مالک سے اس کی مثل نقل کیا ہے۔

ایک اور حدیث......امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے حجاج نے ان سے لیث نے ان سے عقیل نے ان سے ابن شہاب نے ان سے یحییٰ بن سعید بن العاص اور ان سے سعید بن العاص نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عائشہ صدیقہ وحضرت عثمان بن عفان دونوں نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر عائشہ صدیقہ کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے کہ اتنے میں ابوبکر آئے اور اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے انھیں اجازت دی اور آپ خود اسی حالت پر لیٹے رہے، ابوبکر نے اپنی ضرورت کی بات چیت کی اور چلے گئے پھر عمر آئے اور اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے انھیں اجازت دی اور اسی سابقہ حالت پر لیٹے رہے، عمر نے اپنی ضرورت کی گفتگو کی اور چلے گئے عثمان کہتے ہیں کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے اور عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ اپنے کپڑے درست کرلو، پھر میں نے اپنی ضرورت کی گفتگو کی اور چلا گیا، عائشہ صدیقہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ابوبکر وعمر کی آمد پر ایسا اہتمام نہیں کیا کہ عثمان کی آمد پر اہتمام کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان نہایت حیاء والے آدمی ہیں مجھے اندیشہ تھا کہ اگر میں اسی حالت پر رہتا تو وہ اپنی ضرورت کی بات بھی مجھ سے نہ کر سکتے۔

اور لیث کہتے ہیں کہ ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ صدیقہ سے فرمایا کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں؟ امام مسلم نے اسے محمد بن ابی حرملہ عن عطاء وسلیمان بن یسار عن ابی سلمہ عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سند سے اور ابو یعلی موصلی نے سہیل عن ابیہ عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے، اور جبیر بن نفیر اور عائشہ بنت طلحہ اسے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے مروان نے ان سے عبداللہ بن یسار نے ان سے عائشہ بنت طلحہ نے اور ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا ران مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا اتنے میں ابوبکر نے آنے کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے انھیں اجازت دی اور آپ اسی حالت پر بیٹھے رہے، پھر عمر آئے آپ ﷺ نے انھیں بھی اجازت دی اور اسی حالت پر بیٹھے رہے، پھر عثمان آئے اور اجازت طلب کی ان کی آمد پر آپ نے اپنا کپڑا ران پر ڈال لیا، جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ابوبکر وعمر نے آپ سے اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی اور آپ اسی حالت پر بیٹھے رہے، لیکن جب عثمان نے اجازت طلب کی تو آپ نے اپنا کپڑا ران پر لٹکا لیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا ہم اس شخص سے حیاء نہ کریں؟ اللہ کی قسم ان سے تو فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں؟

اس حدیث کو حسن بن عرفۃ واحمد بن حنبل نے روح بن عبادۃ سے انھوں نے ابن جریج سے انھوں نے ابوخالد عثمان بن خالد سے انھوں نے عبداللہ بن ابی سعید مدنی سے اور انھوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہم اس شخص سے حیاء نہ کریں جن سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

اور حافظ ابوبکر البزار کہتے ہیں کہ ہم سے ابوکریب نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے نضر بن عبدالرحمٰن ابوعمر الخزاز کوفی نے ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہم اس شخص سے حیاء نہ کریں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں؟ اور وہ عثمان

بن عفان ہیں، پھر البز ار کہتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو ابن عباس سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ روایت ترمذی کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

امام طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ان سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے ان سے ابومعشر نے ان سے ابراہیم بن عمر بن ابان نے ان سے ابوعمر بن ابان نے ان سے ان کے والد نے اوران سے عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ اسی دوران کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پیچھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں کہ ابوبکر نے اجازت طلب کی اور اندر داخل ہو گئے پھر عمر نے اجازت طلب کی اور اندر داخل ہو گئے، پھر سعد بن مالک نے اجازت طلب کی اور اندر داخل ہو گئے رسول اللہ ﷺ ان سے بات چیت میں مصروف تھے اور آپ کے گھٹنے مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا کہ اسی درمیان عثمان نے اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھٹنے پر کپڑا ڈال لیا اور اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ پھر عثمان اندر داخل ہوئے یہ حضرات کچھ دیر تک آپس میں بات چیت کرتے رہے اس کے بعد چلے گئے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میرے والد اور ان کے ساتھی آپ کے پاس داخل ہوئے لیکن آپ نے نہ اپنے گھٹنے پر کپڑا درست کیا اور نہ مجھے پیچھے ہٹایا اور عثمان کے آنے پر آپ نے ایسا کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے فرشتے عثمان سے اس طرح حیاء کرتے ہیں جس طرح وہ اللہ اور اس کے رسول سے حیاء کرتے ہیں، اگر وہ داخل ہوتے اور تم میرے قریب ہوتیں تو وہ نہ بات کر سکتے اور نہ سر اوپر اٹھا سکتے یہاں تک کہ واپس چلے جاتے، یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور اس میں پہلی حدیث کے مقابلے میں زیادت پائی جاتی ہے نیز اس کی سند میں ضعف ہے، میں کہتا ہوں کہ اس باب میں علی، عبداللہ بن ابی اوفی اور زید بن ثابت سے بھی روایت مروی ہے، اور ابومروان قرشی اپنے والد سے اور وہ مالک سے وہ ابی الزناد سے وہ اعرج سے اور وہ ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان نہایت حیاء والے ہیں ان سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے ان سے سفیان نے ان سے خالد الحذاء نے ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سب سے نرم دل ابوبکر ہیں، اور اللہ کے دین کے بارے میں سب سے سخت عمر ہیں، اور سب سے زیادہ حیاء والے عثمان ہیں، اور حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، اور اللہ کی کتاب کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، اور فرائض (میراث کے مسائل) کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں، اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے خالد الحذاء کے طریق سے اسی طرح روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں بھی اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں، اسے ھشیم نے کریز بن حکیم سے انھوں نے نافع سے اور انھوں نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یزید بن عبدربہ نے ان سے محمد بن حرب نے ان سے زبیدی نے ان سے ابن شہاب نے ان سے عمرو بن ابان بن عثمان نے اور ان سے جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران گفتگو فرمایا کہ آج کی شب ایک نیک آدمی نے خواب دیکھا کہ ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور عمر کو ابوبکر کے ساتھ اور عثمان کو عمر کے ساتھ ملا دیا گیا راوی کہتے ہیں کہ پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھے تو ہم نے آپس میں کہا کہ نیک آدمی سے مراد تو رسول اللہ ﷺ ہیں، اور رہا وہ جس کا آپ نے ذکر فرمایا کہ بعض کو بعض کے ساتھ ملایا گیا تو یہ حضرات اس امر کے والی وخلفاء ہیں بعض کو بعض کے ساتھ متصل کر دیا گیا تو اس سے مراد ہے کہ یہ حضرات اس امر کے والی وخلفاء ہیں جس امر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے اور اسے ابوداؤد نے عمرو بن عثمان سے انھوں نے محمد بن حرب سے اور اسی طرح یونس وشعیب نے زہری سے بھی روایت کیا ہے لیکن اس سند میں عمرو بن ابان کا ذکر نہیں ہے۔

ایک اور حدیث ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابوداؤد عمر بن سعد نے ان سے بدر بن عثمان نے ان سے عبیداللہ بن مروان نے ان سے

ابو عائشہ نے اوران سے ابن عمر نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت طلوع شمس کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے فجر سے پہلے دیکھا گویا کہ مجھے مقالید اور موازین عطا کئے گئے ہیں، (مقالید سے مراد چابیاں اور موازین سے مراد ترازو ہیں) پھر ترازو کے ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا اور وزن کیا گیا، پس میرا پلڑا بھاری رہا، پھر ابو بکر کو لایا گیا ان کا میری امت سے وزن کیا گیا، ان کا پلڑا بھی بھاری رہا، پھر عمر کو لایا گیا اور ان کا وزن کیا گیا، ان کا پلڑا بھی بھاری رہا، پھر عثمان کو لایا گیا اور ان کا وزن کیا گیا، ان کا پلڑا بھی بھاری رہا۔ پھر ترازو اٹھا لیا گیا، امام احمد اس روایت میں متفرد ہیں۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن عمار نے ان سے عمرو بن واقد نے ان سے یونس بن میسرہ نے ان سے ابوادریس نے اوران سے معاذ بن جبل نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ مجھے ترازو کے ایک پلڑے میں اور میری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، میں وزن میں اس کے برابر رہا، پھر ابو بکر کو ایک پلڑے میں اور امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا ابو بکر بھی امت کے برابر رہے پھر عمر کو ایک پلڑے میں اور امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، عمر بھی امت کے برابر رہے، پھر عثمان کو ایک پلڑے میں اور امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، عثمان بھی امت کے برابر رہے۔

ایک اور حدیث ...... ابو یعلی کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مطیع نے ان سے ھشیم نے ان سے العوام نے ان سے ایک راوی نے اوران سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو آپ ایک پتھر لے کر آئے اور اسے نصب فرمادیا پھر ابو بکر ایک پتھر لائے اور اسے نصب کردیا، پھر عمر ایک پتھر لائے اور اسے نصب کردیا پھر عثمان ایک پتھر لائے اور انھوں نے بھی اسے نصب کردیا، عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے بعد امرائے خلافت ہوں گے، یہ حدیث ما قبل میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد پر تعمیر مسجد نبوی کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے، اوراسی طرح دلائل النبوت میں حدیث زہری عن رجل عن ابی ذر کی سند سے بھی گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں سنگریزوں نے تسبیح پڑھی پھر ابو بکر کے ہاتھ میں پھر عمر کے ہاتھ اور پھر عثمان کے ہاتھ میں اسی طرح تسبیح پڑھی، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خلافت نبوت کی ترتیب ہے، اور عنقریب حدیث سفینہ آنے والی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تیس برس تک خلافت ہوگی اور پھر بادشاہت قائم ہوگی، اوران تیس برس میں بلا اختلاف علمائے عالمین حضرت عثمان بن عفان کی مدت خلافت بارہ برس بھی شامل ہے جیسا کہ سید المرسلین ﷺ نے خبر دی ہے۔

ایک اور حدیث ...... رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کو جنت کی بشارت دی تھی اوران دس میں نبی کریم ﷺ کی صراحت کے مطابق ایک عثمان بن عفان بھی ہیں، یہ حدیث متعدد طرق سے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔

ایک اور حدیث ...... امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن حازم بن بزیغ نے ان سے شاذان نے ان سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون نے ان سے عبیداللہ نے ان سے نافع نے اوران سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے مبارک میں ابو بکر کے برابر کسی کو قرار نہ دیتے تھے، پھر عمر کے برابر پھر عثمان کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے، ان کے بعد پھر ہم اصحاب النبی ﷺ کو چھوڑ دیتے اوران کے درمیان درجات فضیلت قائم نہ کرتے تھے، امام بخاری اس روایت میں متفرد ہیں۔

اسے اسماعیل بن عیاش وفرج بن فضالہ نے یحییٰ بن سعید انصاری سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے اوراسی طرح ابو یعلیٰ نے بھی ابو معشر سے انھوں نے یزید بن ہارون سے انھوں نے لیث سے انھوں نے یزید بن ابی حبیب سے اور انھوں نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابو معاویہ نے ان سے سہیل بن ابی صالح نے ان سے ان کے والد نے اوران سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب میں ابو بکر وعمر وعثمان کو سب سے بلند مرتبہ شمار کرتے اوران کے بعد سکوت اختیار کرتے تھے۔

ایک اور حدیث ...... حافظ ابوبکر بزار کہتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن علی وعقبہ بن مکرم نے ان دونوں سے ابو عاصم نے ان سے عمر بن محمد نے ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کہا کرتے تھے ابوبکر، عمر، عثمان یعنی ان کے پاس یکے بعد دیگرے خلافت ہوگی، یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق ہے، لیکن انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی، لیکن البز ار کہتے ہیں کہ یہ حدیث کہ ''ہم کہتے تھے ابوبکر، عمر، عثمان اور ان کے بعد تفاضل قائم نہ کرتے تھے'' ابن عمر سے متعدد طرق سے ثابت ہے، اس حدیث کی سند میں عمر بن محمد حافظ الحدیث نہیں ہیں، یہ اس طرح ظاہر ہوا کہ جب یہ سالم کے علاوہ سے نقل کرتے ہیں تو کچھ بھی نہیں کہتے، اور کئی محدثین نے انھیں زہری عن سالم عن ابیہ کی سند میں ضعیف قرار دیا ہے، اور ابن عساکر نے ان کے ابن عمر سے تمام طرق جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور خوب فائدہ پہنچایا ہے، اور وہ حدیث جسے طبرانی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سعید بن عبدربہ الصفار البغدادی نے ان سے علی بن جمیل الرقی نے ان سے جریر نے ان سے لیث نے ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے یا یہ فرمایا کہ جنت میں جو بھی درخت ہے (علی بن حنبل کو اس میں شک ہے) اس کے ہر پتے پر یہ لکھا ہوا ہے، لا الہٰ الا اللہ، محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین۔ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں ایسے روات ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے، لہٰذا یہ نکارت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔

فضائل عثمان پر مشتمل احادیث کی قسم ثانی ...... امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے عثمان بن موہب نے بیان یا کہ اہل مصر میں کوئی آدمی حج کے لئے آیا، اس نے ایک جماعت کو بیٹھے ہوئے پایا اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتلایا کہ قریش، اس نے پوچھا کہ ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر اس نے کہا کہ اے ابن عمر میں آپ سے کچھ پوچھوں گا پس آپ اس کا جواب دیجئے، کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان بن عفان غزوہ احد میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ ابن عمر نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہوا، اس نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ غزوہ بدر سے بھی غائب تھے، اس میں حاضر نہیں تھے؟ ابن عمر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے، اس نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان سے بھی غائب تھے، اس میں حاضر نہیں تھے؟ ابن عمر نے کہا کہ جی ہاں، اس آدمی نے کہا اللہ اکبر، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ادھر آؤ میں تمہارے سامنے وضاحت کروں، سو عثمان کا غزوہ احد میں فرار تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرمادیا اور ان کی مغفرت فرمادی، اور ان کا غزوہ بدر میں حاضر نہ ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی آپ کی زوجہ تھیں اور وہ اس موقع پر بیمار تھیں آپ ان کی تیمارداری میں مشغول رہے پس رسول اللہ ﷺ نے عثمان سے فرمایا کہ تمہارے لئے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے کی طرح حصہ اور اجر ہے، اور رہا ان کا بیعت رضوان میں غیر حاضر ہونا تو سنو اگر وادی مکہ میں عثمان سے زیادہ کوئی معزز و مکرم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ آپ کی جگہ اسے بھیج دیتے، لیکن رسول اللہ ﷺ مشرکین کی طرف آپ کو بھیجا تھا اور جب عثمان کے جانے کے بعد بیعت رضوان ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے، پھر اسے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اس کے بعد ابن عمر نے فرمایا اب ان باتوں کو اپنے ساتھ لے کر چلے جاؤ، امام بخاری بنسبت امام مسلم کے اس روایت میں منفرد ہیں۔

ایک اور حدیث ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے معاویہ بن عمرو نے ان سے زائدہ نے ان سے عاصم نے ان سے سفیان نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے ولید بن عقبہ سے ملاقات کی، ولید نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو امیر المؤمنین عثمان بن عفان پر خفاء دیکھتا ہوں؟ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا انھیں (یعنی عثمان کو) یہ بات پہنچادو کہ میں یوم حنین میں فرار نہیں ہوا (عاصم نے یوم حنین کے بجائے یوم احد کا ذکر کیا ہے) اور نہ غزوہ بدر میں پیچھے رہا، اور نہ عمر بن خطاب کے طریقہ کو چھوڑا، راوی کہتے ہیں کہ ولید بن عقبہ گئے اور عثمان بن عفان کو اس کی خبر دی، حضرت عثمان نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن کا یہ کہنا کہ میں غزوہ حنین میں فرار نہیں ہوا، لیکن اس فرار کا وہ مجھ پر کیسے عیب لگا سکتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ معاف فرمادیا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا و لقد عفااللہ عنھم

''بے شک تم میں سے وہ لوگ جو پشت پھیر کر بھاگ گئے تھے اس دن جس دن دو لشکر آمنے سامنے ہوئے، انھیں اصل میں

شیطان نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے پھسلا دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف فرما دیا ہے۔''

اور ان کا یہ کہنا کہ میں غزوہ بدر میں پیچھے رہ گیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میں رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری میں مصروف تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس غزوہ میں مال غنیمت میں میرا حصہ لگایا تھا اور جس کا حصہ رسول اللہ ﷺ نے لگایا ہو وہ تو حاضر ہی شمار ہوگا، اور ان کا اپنے بارے میں یہ کہنا کہ میں نے عمر کے طریقہ کو ترک نہیں کیا تو یہ ایسی چیز ہے جس کی نہ میں طاقت رکھتا ہوں اور نہ وہ، امام احمد اس روایت کو اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث...... امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے ان سے ابی نے ان سے یونس نے ان سے ابن شہاب نے ان سے عروہ نے اور ان سے عبید اللہ بن عدی بن الخیار نے بیان کیا کہ مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ تمھیں اپنے بھائی ولید کے بارے میں حضرت عثمان سے بات کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ ولید کے بارے میں لوگ طرح طرح کی باتیں بنا دیتے ہیں، پس جب عثمان نماز کے لئے نکلے تو میں نے ان کا قصد کیا اور کہا کہ مجھے آپ سے ایک حاجت ہے اور وہ آپ کے لئے سراسر خیر خواہی ہے، حضرت عثمان نے کہا کہ اے آدمی تیری طرف سے کیا خیر خواہی ہو سکتی ہے (اور معمر اس مقام پر کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) عبید اللہ بن عدی کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا، اور ان دونوں کے پاس پہنچا، اتنے میں عثمان بن عفان کا قاصد بھی مجھے بلانے کے لئے آ گیا، جب میں ان کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تمھاری وہ خیر خواہی کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو حق دے کر بھیجا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اور اے عثمان آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا، آپ نے دو ہجرتیں کیں، آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی اور آپ کے طریقہ کو دیکھا ہے (اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ) ولید کے متعلق لوگ بہت باتیں بنا رہے ہیں، حضرت عثمان نے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے، میں نے کہا کہ نہیں لیکن ان کے علم میں سے مجھ تک وہ چیز پہنچی ہے جو پردہ نشین عورت کے پاس اس کے پردہ میں پہنچی ہے

حضرت عثمان نے فرمایا کہ امابعد! بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے، اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا ہے، اور ایمان لایا ہوں ان چیزوں پر جن کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے، میں نے دو ہجرتیں کی ہیں جیسا کہ تم نے کہا اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی اور آپ کی بیعت کی ہے، اللہ کی قسم نہ میں نے آپ کی نافرمانی کی اور نہ آپ کو دھوکہ دیا، یہاں تک کہ آپ اللہ عزوجل کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کی وفات ہو گئی، آپ کے بعد ابو بکر پھر عمر بھی اسی طرح دنیا سے چلے گئے، پھر میں خلیفہ بنا ہوں، کیا مجھے ان کی مثل حق حاصل نہیں ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کیسی باتیں جو تمھاری طرف سے مجھ تک پہنچتی رہتی ہیں؟ اور تم نے جو ولید کا ذکر کیا ہے تو میں عنقریب اس کے بارے میں انشاء اللہ حق کو اختیار کروں گا، پھر آپ نے علی بن ابی طالب کو بلوایا اور انھیں ولید کو کوڑے مارنے کا حکم دیا، پس علی نے ولید کو اسی کوڑے لگائے۔

ایک اور حدیث...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابو مغیرہ نے ان سے ولید بن مسلم نے ان سے ربیعہ بن یزید نے ان سے عبد اللہ بن عامر نے ان سے نعمان بن بشیر نے اور ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان کی طرف پیغام بھیجا، وہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف توجہ فرمائی، جب ہم (ازواج مطہرات) نے دیکھا کہ آپ ﷺ عثمان کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں تو ہم ایک دوسری طرف متوجہ ہو گئیں، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر آخری بات جو ارشاد فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ اے عثمان بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمھیں ایک قمیص پہنائے گا اگر منافقین اسے اتروانے کا ارادہ کریں تو تم ہرگز اسے نہ اتارنا، یہاں تک کہ مجھ سے آملو، یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین آپ سے یہ بات اب تک کہاں رہی؟ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے یاد نہیں رہی میں بھول گئی تھی، راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تذکرہ حضرت معاویہ سے کیا لیکن انھوں نے یقین نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت ام المؤمنین کو لکھا کہ آپ میری طرف یہ حدیث لکھ کر بھیج دیں، پس آپ نے یہ حدیث لکھ کر ان کی طرف بھیج دی۔

ابو عبد اللہ الجیری نے عائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی مثل نقل کیا ہے، اور قیس بن ابی حازم وابو سلمہ نے بھی عائشہ صدیقہ سے نقل کیا

ہے، ابوسھلہ نے عثمان بن عفان سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا، پس میں اس عہد پر قائم ہوں، اسے فرج بن فضالہ نے بھی محمد بن ولید زبیدی عن الزہری عن عروۃ عن عائشہ کی سند سے ذکر کیا ہے، امام دار قطنی کہتے ہیں کہ فرج بن فضالہ اس میں متفرد ہیں اور ابومروان محمد نے عثمان بن الخالد عمانی عن ابیہ عن عبدالرحمن بن ابی الزناد عن ابیہ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ صدیقہ کی سند سے نقل کیا ہے اور ابن عساکر نے منھال بن عمر عن حماد بن سلمہ عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ صدیقہ کے طریقہ سے ذکر کیا ہے اور ابن اسامہ نے جریری سے اور انھوں نے ابوبکر عدوی سے نقل کیا ہے کہ میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا...... پھر آگے وہ حدیث ذکر کی جس میں فرج بن فضالہ متفرد ہیں، اور حصین نے بھی مجاہد سے اور انھوں نے عائشہ صدیقہ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابویحییٰ محمد بن کنانہ اسدی نے ان سے اسحاق بن سعید نے ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بار سنا ہے کہ عثمان بن عفان ایک مرتبہ آپ کے پاس دوپہر کی گرمی میں آئے، مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید عورتوں کے معاملے میں گفتگو کریں گے، اس لئے طبعی غیرت نے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ میں ان کی طرف کان لگاؤں اور سنوں پس میں نے سنا رسول اللہ ﷺ ان سے فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیص پہنائے گا، اور میری امت اسے اتروانے کا ارادہ کریگی لیکن آپ اسے ہرگز نہ اتارنا، عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں پھر جب میں نے دیکھا کہ عثمان لوگوں کا خلعت خلافت اتارنے کے سواء ہر مطالبہ پورا کررہے ہیں تو میں نے جان لیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے کئے ہوئے عہد کو نبھارہے ہیں۔

ایک اور حدیث...... طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے مطلب بن سعید ازدی نے ان سے عبداللہ بن صالح نے ان سے لیث نے ان سے خالد بن یزید نے ان سے سعید بن ابی ہلال نے ان سے ربیعہ بن سیف نے بیان کیا کہ ہم شفی الاصبحی کے پاس تھے کہ ہم سے عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عثمان بن عفان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عثمان بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائے گا، اور لوگ تم سے اس کے اتروانے کا ارادہ کریں گے، پس تم اسے ہرگز نہ اتارنا، اللہ کی قسم اگر تم نے اسے اتاردیا تو جنت نہیں دیکھ سکو گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہوجائے، اسے ابویعلیٰ نے بھی عبداللہ بن عمر عن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے، لیکن اس کے متن میں غرابت پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک اور حدیث...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالصمد نے ان سے فاطمہ بنت عبدالرحمن نے اور ان سے ان کی والدہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے چچا نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور یہ کہا کہ تم ان سے عرض کرنا کہ آپ کا ایک بیٹا سلام کہتا ہے اور عثمان بن عفان کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے اس لئے کہ لوگ انھیں برا بھلا کہہ رہے ہیں سو میں نے عائشہ صدیقہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہا اللہ اس پر لعنت کرے جو عثمان پر لعن طعن کرے، اللہ کی قسم وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی پشت کے ساتھ مجھ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، اور جبرئیل امین آپ کی طرف قرآن وحی فرمارہے تھے اور آپ ﷺ عثمان سے فرماتے اے عثیم لکھو یہ اصل میں منادی مرخم تھا یا عثم پھر بطور شفقت ومحبت اسے حالت تصغیر میں لایا گیا اسی طرح یہ عثیم بن گیا جیسا کہ قرآن کریم میں لقمان علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو یابنی کے ساتھ، عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مقام ومرتبہ اسی شخص کو عطا فرماتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک قابل عزت ہو۔

امام احمد نے اسے یونس سے انھوں نے عمر بن ابراہیم یشکری سے انھوں نے اپنی والدہ سے اور ان کی والدہ نے اپنی والدہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کعبہ کے پاس عثمان کے بارے میں سوال کیا تھا پھر آگے اسی کی مثل روایت نقل کی۔

ایک اور حدیث...... البزار کہتے ہیں کہ ہم سے عمر بن خطاب نے ان سے ابومغیرہ نے ان سے صفوان بن عمرو نے ان سے ماعز تمیمی نے اور ان سے حضرت جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا، ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ کیا میں اس کو پاؤں گا؟ آپ ﷺ نے

فرمایا نہیں، پھر عمر نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میں اس کو پاؤں گا؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر عثمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میں اس کو پاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری وجہ سے لوگ آزمائش میں مبتلا ہوں گے، اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

ایک اور حدیث ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسود بن عمر نے ان سے سنان بن ہارون نے ان سے کلیب بن واصل نے اور ان سے ابن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس میں یہ سرڈھانپا ہوا شخص مظلومانہ طور پر قتل ہوگا، ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی طرف دیکھا تو وہ عثمان بن عفان تھے، اسے ترمذی نے بھی ابراہیم بن سعد سے اور انھوں نے شاذان سے نقل کیا ہے، اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔

ایک اور حدیث ...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عفان نے ان سے وہیب نے ان سے موسیٰ بن عقبہ نے ان سے ان کے نانا ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ میں مکان میں داخل ہوا اور عثمان بن عفان اس وقت اس میں محصور تھے، میں نے سنا کہ ابو ہریرہ آپ سے کلام کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے، آپ نے اجازت دے دی، ابو ہریرہ کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرمار ہے تھے کہ تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف سے دوچار ہو گے یا یہ فرمایا کہ اختلاف وفتنہ سے دوچار ہو گے۔ لوگوں میں سے کسی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ہم اس وقت کس کے ساتھ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس وقت امین اور اس کے اصحاب کو لازم پکڑو، اور آپ ﷺ اس سے عثمان کی طرف اشارہ فرمار ہے تھے، امام احمد اس روایت میں متفرد ہیں، اس کی سند جید لیکن دیگر محدثین نے اس طرق سے اس کی تخریج نہیں کی۔

امام احمد کا بیان ہے کہ ہم سے ابو اسامہ نے ان سے حماد بن سلمہ نے ان سے کہمس بن حسن نے ان سے عبد اللہ بن شقیق نے بیان کیا کہ مجھ سے ہرم بن الحارث اور اسامہ بن خزیم (یہ دونوں مجاہدین میں سے تھے) نے بحوالہ مرہ بہزی ایک حدیث بیان کی لیکن ان دونوں میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھی کے بارے میں یہ علم نہ تھا کہ وہ مجھ سے یہ حدیث بیان کرتا ہے، بہر حال مرہ بہزی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس فتنہ میں کیا کرو گے جو زمین کے اطراف میں اس طرح پھیل جائے گا گویا کہ وہ بیل کے سینگ ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم اس موقع پر کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے اور اس کے ساتھیوں کو لازم پکڑنا یا یہ فرمایا کہ تم اس کی اور اس کے ساتھیوں کی اتباع کرنا، راوی کہتے ہیں کہ میں تیزی سے چلا حتیٰ کہ تھک کر چور چور ہو گیا اور اس شخص کو پالیا اور کہا یا رسول اللہ کیا یہ ہے وہ؟ رسول اللہ ﷺ نے کہا ہاں یہی ہے، میں نے دیکھا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان تھے۔

ایک اور حدیث ...... امام ترمذی اپنی جامع میں کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن بشار نے ان سے عبد الوہاب ثقفی نے ان سے ایوب نے ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے ابو الاشعث صنعانی نے بیان کیا کہ شام میں کچھ خطباء نے تقریریں کیں ان میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے بھی ایک صاحب تھے جن کا نام مرہ بن کعب تھا، انھوں نے فرمایا کہ اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی نہ ہوتی تو اسے بیان نہ کرتا پس رسول اللہ ﷺ نے چند فتنوں کا ذکر فرمایا اور انھیں بالکل قریب بتلایا، اتنے میں ایک آدمی کپڑوں میں لپٹا ہوا وہاں سے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس دن ہدایت پر ہوگا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر دیکھا تو وہ عثمان بن عفان تھے میں نے عثمان کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کر کے پوچھا کیا یہ شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں ابن عمر، عبد اللہ بن حوالہ اور کعب بن عجرہ سے بھی روایات مروی ہیں، میں کہتا ہوں کہ اسے اسد بن موسیٰ نے بھی معاویہ بن صالح عن سلیم بن عامر عن جبیر بن نفیر عن مرۃ بن کعب بہزی کی سند سے بیان کیا ہے، اور امام احمد عن عبد الرحمن بن مہدی عن معاویہ عن صالح عن سلیم بن عامر بن جبیر بن نفیر عن کعب بن مرہ بہزی (صحیح مرہ بن کعب بہزی ہے) کی سند سے بیان کیا ہے، اور وہی ابن حوالہ والی حدیث ہے پس وہ یہ ہے کہ حماد بن سلمہ نے کہا کہ ان سے سعید جریری نے ان سے عبد اللہ بن سفیان نے ان سے عبد اللہ بن شقیق نے اور ان سے عبد اللہ بن حوالہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہوگا اس وقت جب فتنے زمین کے اطراف میں پھیلے

ہوئے ہوں گے، میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول میرے لئے اس وقت کیا پسند کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کا اتباع کرنا یہ اور اس کے متبعین اس وقت حق پر ہوں گے، راوی کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پیچھے گیا اور اس کے کندھے پکڑ کر اپنی طرف اس کا رخ کر لیا اور پوچھا کہ یہ شخص یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے دیکھا کہ وہ عثمان بن عفان تھے۔

حرملہ ابن وہب سے وہ ابن لہیعہ سے وہ یزید بن ابی حبیب سے وہ ربیعہ بن لقیط سے اور وہ عبداللہ بن حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو ان سے نجات پا گیا تو وہ واقعۃً نجات پا گیا۔ (اور وہ یہ ہیں) میری وفات، خروج دجال اور صابر و قائم بالحق وحق کو ادا کرنے والے خلیفہ کا قتل، اور رہی کعب بن عجرہ والی حدیث پس وہ یہ ہے کہ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن سلیمان رازی نے ان سے معاویہ بن سلم نے ان سے مطر الوراق نے ان سے ابن سیرین نے اور ان سے کعب بن عجرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ فتنوں کا ذکر فرمایا اور ان کا قریب ہونا نیز عظیم ہونا بیان کیا، اتنے میں ایک شخص چادر میں لپٹا ہوا وہاں سے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس دن حق پر ہوگا، راوی کہتے ہیں کہ میں تیزی سے یا دوڑ کر اس کی طرف چلا اور اس کے دونوں بازو پکڑ لئے اور پوچھا یہ شخص یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ شخص، اور وہ عثمان بن عفان تھے۔

پھر امام احمد نے اسے یزید بن ہارون عن ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین عن کعب بن عجرہ کی سند سے بھی بیان کیا، اور ابو یعلی نے ھدبہ عن ہمام عن قتادہ عن محمد بن سیرین عن کعب بن عجرہ کی سند سے بیان کیا ہے، اور اسی طرح ابو عون نے بھی عن ابن سیرین عن کعب کی سند سے بیان کیا، او ر ابو ثور تمیمی کی حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے، جس میں عثمان بن عفان نے اہل دار سے خطاب کیا تھا اور اس خطاب میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ کی قسم میں نے نہ تو کبھی کسی کو تکلیف پہنچائی، نہ غلط تمنا کی اور نہ کبھی بدکاری کی، نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے اس کے بعد سے کبھی اس سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا، اور یہ روایت بھی کہ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے اگر کسی جمعہ ایسا کرنا ممکن نہ ہوتا تو اگلے جمعہ دو غلام آزاد کرتے، آپ کے آزاد کردہ غلام حمران کہتے ہیں کہ جب سے آپ نے اسلام قبول کیا ہے اس وقت سے ہر دن غسل فرماتے تھے۔ غالباً یہ اکثری عمل ہوگا جسے مجازاً کل کا نام دیدیا گیا ہے۔ (مترجم)

ایک اور حدیث...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن عباس نے ان سے ولید بن مسلم نے ان سے اوزاعی نے ان سے محمد بن عبدالملک بن مروان نے مغیرہ بن شعبہ کے حوالے سے بیان کیا کہ مغیرہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس داخل ہوئے، آپ اس وقت محصور تھے مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ آپ قوم کے امام ہیں اور آپ کے سبب جو مصیبت نازل ہو رہی ہے، آپ اسے دیکھ ہی رہے ہیں، میں آپ کے سامنے تین باتیں رکھتا ہوں، ان میں سے آپ ایک کو اختیار کر لیں، یا تو آپ باہر نکل کر مفسدین سے قتال کریں، آپ کے ساتھ تعداد بھی زیادہ ہے اور قوت بھی حاصل ہے نیز آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر، یا جس دروازہ پر دشمن ہیں اس کے علاوہ کوئی اور دروازہ اپنے گھر میں نکالیں اور اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ تشریف لے جائیں، مکہ میں یہ لوگ آپ کے خون کو حلال نہیں سمجھیں گے اور یا آپ شام تشریف لے جائیں، اس لئے کہ اہل شام تو اہل شام ہی ہیں اور مزید یہ کہ ان میں معاویہ بھی ہیں حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا، آپ کا یہ کہنا کہ میں باہر نکل کر ان سے قتال کروں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلفاء میں سے آپ کی امت میں خون بہانے والا سب سے پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا، اور آپ کا یہ کہنا کہ میں مکہ کی طرف چلا جاؤں پھر یہ لوگ میرا خون حلال نہیں سمجھیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے مکہ میں قریش میں سے ایک آدمی ملحد ہو جائے گا اور اس پر پورے عالم کا نصف عذاب ہوگا میں وہ آدمی بننا نہیں چاہتا، اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں شام چلا جاؤں اس لئے کہ اہل شام تو اہل شام ہی ہیں اور مزید یہ کہ ان میں معاویہ بھی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اپنی جائے ہجرت اور رسول اللہ ﷺ کے پڑوس کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابو مغیرہ نے ان سے ارطاۃ بن منذر نے اور ان سے ابو عون انصاری نے بیان کیا کہ عثمان بن عفان نے ابن مسعود کو کہا کہ کیا تم ان باتوں سے نہیں رکو گے جو مجھے تمہارے بارے میں پہنچ رہی ہیں؟ انھوں نے کچھ عذر کیا، عثمان بن عفان نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور یاد رکھا ہے اور تمھاری طرح نہیں سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ایک امیر قتل ہوگا اور براءت کرنے والا

براءت کرے گا، پھر عثمان بن عفان نے کہا کہ میں ہوں وہ مقتول نہ کہ عمر بن خطاب، اس لئے کہ انھیں ایک آدمی نے قتل کیا تھا اور میرے قتل پر ایک مجمع جمع ہو جائے گا، یہ بات آپ نے ابن مسعود کو اپنی شہادت سے تقریباً چار سال پہلے فرمائی تھی، اس لئے کہ ابن مسعود کی وفات آپ سے تقریباً اتنا عرصہ پہلے ہوئی تھی۔

ایک اور حدیث...... عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبید اللہ بن عمر القواریری نے ان سے قاسم بن حکم بن اوس انصاری نے ان سے ابوعبادہ زرقی انصاری نے (جو کہ اہل مدینہ میں سے ہیں) اور ان سے زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا کہ جب عثمان بن عفان کو جنازہ گاہ میں محصور کیا گیا تو میں اس وقت وہاں موجود تھا، اس وقت اگر کوئی پتھر پھینکا جاتا تو وہ کسی نہ کسی آدمی کے سر پر ہی پڑتا تھا، میں نے عثمان بن عفان کو اس کھڑکی سے جھانکتے ہوئے دیکھا جو مقام جبرئیل کے پاس ہے، آپ نے فرمایا: اے لوگوں کیا تمھارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ لوگ خاموش رہے، آپ نے پھر فرمایا، اے لوگو کیا تمھارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ لوگ خاموش رہے، آپ نے پھر فرمایا کہ اے لوگو تمھارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ پس طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو گئے، عثمان بن عفان نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں؟ میرا آپ کے متعلق یہ گمان نہ تھا کہ آپ اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے جو تین مرتبہ میری مکمل طور پر آواز سنے اور پھر بھی جواب نہ دے، اے طلحہ: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس وقت کو یاد کریں جب میں اور آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فلاں فلاں مقام پر تھے اور اس وقت میرے اور آپ کے سوا اصحاب رسول ﷺ میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا، طلحہ نے کہا کہ ہاں وہ وقت مجھے یاد ہے، عثمان بن عفان نے فرمایا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا تھا، اے طلحہ ہر نبی کے ساتھ جنت میں اس کے اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا اور عثمان بن عفان جنت میں میرے رفیق ہوں گے، طلحہ نے کہا کہ یقیناً یہی فرمایا تھا، احمد اس روایت میں متفرد ہیں۔

ایک اور حدیث...... امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوہشام رفاعی نے ان سے یحییٰ بن یمان نے ان سے شریح بن زہرہ نے ان سے حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی وثاب نے اور ان سے طلحہ بن عبید اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہوگا۔ پھر امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے، اس کی سند قوی نہیں، اور اس میں انقطاع بھی ہے، اور ابوعثمان محمد بن عثمان اپنے والد سے وہ ابوالزناد سے وہ اپنے والد سے وہ اعرج سے اور وہ ابو ہریرہ سے بھی یہ روایت نقل کرتے ہیں، امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے فضل بن ابی طالب البغدادی اور کئی حضرات نے ان سے عثمان بن زفر نے ان سے محمد بن زیاد نے ان سے محمد بن عجلان نے ان سے ابوزبیر نے اور ان سے حضرت جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی آدمی کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز پڑھیں، لیکن آپ نے نماز جنازہ نہ پڑھی، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس سے پہلے کسی کی بھی نماز جنازہ ترک کرتے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا پس اللہ عزوجل کو بھی اس سے بغض ہو گیا۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، یہ محمد بن زید میمون بن مہران کے اصحاب میں سے ہیں اور نہایت ضعیف راوی ہیں، اور محمد بن زیاد جو کہ ابو ہریرہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بصرہ کے رہنے والے اور ثقہ ہیں، اور ان کی کنیت ابوالحارث ہے، اور محمد بن زید جو کہ ابوامامہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ شام کے رہنے والے اور ثقہ ہیں، ان کی کنیت ابوسفیان ہے۔

ایک اور حدیث...... حافظ ابن عساکر نے ابومروان عثمان عن ابی عثمان بن خالد عن عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن ابیہ عن الاعرج عن ابی ہریرہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان کے ساتھ مسجد کے دروازے پر ملاقات کی، اور فرمایا کہ اے عثمان یہ جبرئیل ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارا نکاح رقیہ کے مہر مثل اور اس کی مثل مصاحبت پر ام کلثوم کے ساتھ کر دیا ہے، ابن عساکر نے اسے ابن عباس، عائشہ صدیقہ، عمارہ بن رویبہ، عصمۃ بن مالک خطمی، انس بن مالک، ابن عمر اور دیگر کی احادیث کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے، لیکن یہ روایت اپنے تمام طرق کے اعتبار سے غریب و منکر ہے، اور علی بن ابی طالب سے سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری

چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ان کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمان کے ساتھ کر دیتا، یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

محمد بن سعید اموی کا بیان ہے کہ مجھ سے یونس بن ابی اسحاق نے ان سے ان کے والد نے ان سے مہلب بن ابی صفرۃ نے بیان کیا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ لوگ عثمان کی علی الاعلان فوقیت کیوں بیان کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ اس لئے کہ اولین وآخرین میں سے ان کے سوا کسی نے بھی نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح نہیں کیا، اسے ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔

اسماعیل بن عبدالملک عبداللہ بن ابی ملیکہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان کے علاوہ کسی کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ کو اس قدر بلند ہاتھ کر کے دعا مانگتے نہیں دیکھا کہ آپ کی بغلیں مبارکہ بھی نمایاں ہوگئیں، اور مسعر عطیہ سے اور وہ ابوسعید سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شروع رات سے طلوع فجر تک ہاتھ اٹھائے عثمان کے لئے دعا مانگتے دیکھا ہے، آپ ﷺ یہ کہہ رہے تھے، اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں آپ بھی راضی ہو جائیے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عثمان سے فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے، پوشیدہ اعلانیہ اور جو ہو چکے ہیں وہ اور جو قیامت تک ہوں گے سب گناہ معاف فرمادیئے ہیں، اسے حسن بن عرفہ نے محمد بن قاسم اسدی سے انھوں نے اوزاعی سے انھوں نے حسان بن عطیہ اور انھوں نے نبی ﷺ سے مرسلا روایت کیا ہے، اور ابن عدی ابویعلیٰ سے اور وہ حذیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ کے موقع پر عثمان بن عفان کے پاس تعاون کے لئے پیغام بھیجا، پس عثمان بن عفان نے دس ہزار دینار خدمت میں پیش کئے، آپ ﷺ نے انھیں اپنے سامنے رکھ لیا اور الٹنا پلٹنا شروع ہوئے اور دعائیں دینے لگے اے عثمان اللہ تعالیٰ نے تیری پوشیدہ واعلانیہ اور جن کو تو نے مخفی طور سے کیا ہو اور جو قیامت تک تجھ سے صادر ہوں سب معاف فرمادیئے، اور اے عثمان اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو تیرے کسی فعل کی پروانہ ہوگی۔

ایک اور حدیث......لیث بن ابوسلیم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حلوہ عثمان بن عفان نے تیار کیا تھا۔ آپ نے شہد اور میدہ کو ملا کر حلوہ تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیجا، لیکن آپ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے، جب تشریف لائے تو اہل خانہ نے وہ حلوہ آپ کے سامنے رکھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کس نے بھیجا ہے؟ اہل خانہ نے کہا کہ عثمان نے، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ عثمان تیری رضامندی کا خواہاں ہے پس تو اس سے راضی ہو جا۔

ایک اور حدیث......ابویعلیٰ سنان بن فروخ سے وہ طلحہ بن یزید سے وہ عبیدہ بن حسان سے وہ عطاء کیخارانی سے اور وہ حضرت جابر سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان سے معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم دنیا وآخرت میں میرے دوست ہو۔

ایک اور حدیث......ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ وحماد بن زید نے ان دونوں سے جریری نے ان سے عبداللہ بن شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن حوالہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسے شخص پر حملہ آور ہوتے ہو جو چادر اوڑھے ہوئے لوگوں سے بیعت لیتا ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہے، راوی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے آپ پر حملہ کیا تو ہم نے دیکھا کہ آپ چادر اوڑھے ہوئے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔

آپ کے بعض حالات وواقعات جو آپ کی فضیلت پر دال ہیں......ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب کی وفات ہوگئی تو ہم نے اپنے میں سے سب سے بہتر کی بیعت کی اور ہم نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے اپنے میں سے سب سے بہتر کی بیعت کی اور انھوں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی، اصمعی ابوالزناد سے وہ اپنے والد سے اور وہ عمرو بن عثمان بن عفان سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا:

آمنت بالذی خلق فسوی

''میں ایمان لایا اس ذات پر جس نے پیدا کیا اور بالکل ٹھیک طرح بنایا''۔
اور محمد بن مبارک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عثمان بن عفان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا:
آمن عثمان باللّٰہ العظیم
''عثمان ایمان لایا اللہ پر جو کہ عظمت والا ہے''۔

اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے ان سے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا کہ میں نے حسن سے سنا وہ فرمار ہے تھے، لوگ جن باتوں کے بارے میں عثمان پر عیب لگاتے ہیں وہ مجھے معلوم ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم یہ اعلان کردو کہ نہیں گزرتا لوگوں پر کوئی دن مگر یہ کہ اس میں وہ باہم مال تقسیم کرتے ہیں انھیں کہا جاتا ہے کہ اے گروہ مسلمین: تم صبح صبح اپنی عطایا و وظائف کی طرف چلو پس لوگ اسے وافر مقدار میں حاصل کرتے ہیں پھر کہا جاتا ہے کہ صبح صبح اپنے رزق کی طرف چلو، پس لوگ اسے بھی وافر مقدار میں پاتے ہیں پھر کہا جاتا ہے کہ گھی اور شہد کی طرف چلو، غرض عطیات جاری ہیں، روزی گھوم رہی ہے، دشمن اپنے بچاؤ میں لگا ہوا ہے، آپس میں تعلقات اچھے ہیں، خیر و بھلائی کثیر ہے، کوئی مؤمن دوسرے مؤمن سے خوفزدہ نہیں ہے، وہ جس سے ملتا ہے، وہ اس کا بھائی ہی ہوتا ہے، اس کی یعنی قائل کی محبت والفت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ عنقریب تم خود غرضی اور فساد دیکھو گے پس جب ایسا ہو تو تم صبر سے کام لینا۔ حسن کہتے ہیں کہ اگر لوگ صبر کرتے جس وقت کہ انھوں نے یہ صورتحال دیکھی تھی تو ان پر عطاء، رزق اور خیر و بھلائی کثیر ہو جاتی، لیکن انھوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم صبر نہیں کریں گے پس اللہ کی قسم نہ انھوں نے کچھ پایا اور نہ سلامت رہے، دوسری بات یہ کہ اہل اسلام کے درمیان آپس میں تلوار نیام میں تھی، لیکن انھوں نے اسے آپس میں ایک دوسرے پر سونت لیا، اللہ کی قسم اب یہ قیامت تک لوگوں کے درمیان اسی طرح رہے گی، میں اسے قیامت تک لوگوں کے درمیان آپس میں سونتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

متعدد راوی حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان سے سنا کہ وہ اپنے خطبہ میں کبوتروں کو ذبح کرنے اور کتوں کو مارنے کا حکم دے رہے ہیں، اور سیف بن عمر نقل کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے بعض نے کبوتر اڑائے اور بعض نے غلیل چلائے، حضرت عثمان کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے بنی لیث کے ایک آدمی کو ان کی تلاش پر مقرر کر دیا جو کبوتروں کے پر کاٹ دیتا اور غلیلوں کو توڑ دیا کرتا تھا، محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے قعنبی اور خالد بن مخلد نے ان سے محمد بن ہلال نے اور ان سے ان کی دادی نے بیان کیا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان کے محصوری کے زمانے میں ان کے پاس آیا جایا کرتی تھیں، انھی دنوں انھوں نے ہلال کو جنم دیا، عثمان بن عفان نے اس دن انھیں گم پایا تو ان کے بارے میں معلوم کیا، آپ کو بتلایا گیا کہ اس شب ان کے یہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ پھر آپ نے میری طرف پچاس درہم اور سنبلا نیہ چادر کا ٹکڑا بھیجا اور فرمایا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ اور کپڑا ہے، جب یہ ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اس میں سو تک اضافہ کر دیں گے۔

زبیر بن ابی بکر محمد بن سلام سے اور وہ ابن بکار سے نقل کرتے ہیں کہ ابن سعید بن یربوع بن عتکہ مخزومی نے کہا کہ میں نوجوانی کے ایام میں دوپہر کے وقت مسجد میں گیا، میرے ساتھ ایک پرندہ تھا اسے میں نے وہاں چھوڑ دیا، مسجد ہمارے قریب ہی تھی، وہاں ایک نہایت حسین وجمیل شیخ اپنے سر کے نیچے اینٹ یا اینٹ کا ٹکڑا رکھے سو رہے تھے، میں کھڑا ہو کر انھیں دیکھنے لگا اور ان کی وجاہت و جمال سے تعجب کرنے لگا، اتنے میں انھوں نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا کہ اے نوجوان تم کون ہو؟ میں نے انھیں اپنے بارے میں خبر دی، وہاں قریب ہی ایک اور نوجوان سویا ہوا تھا، اس شخص نے اسے آواز دی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا، شیخ نے مجھے کہا کہ اسے بلا کر لاؤ، میں اسے بلا لایا، شیخ نے اسے کسی چیز کے لانے کا حکم دیا اور مجھے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، وہ نوجوان گیا اور اپنے ساتھ ایک حلہ اور ایک ہزار درہم لے کر آیا، پھر شیخ نے میرے کپڑے اتروا کر وہ حلہ پہنا دیا اور اس میں وہ ہزار درہم ڈال دیے، میں وہاں سے واپس آیا تا کہ اپنے والد کو اس کی خبر دوں، میرے والد نے پوچھا کہ اے میرے بیٹے تیرے ساتھ یہ حسن سلوک کس نے کیا ہے؟ میں نے کہا کہ مسجد میں ایک صاحب سوئے ہوئے تھے، ان سے زیادہ صاحب جمال میں نے کبھی نہیں دیکھا، انھوں نے یہ حسن سلوک کیا لیکن میں انھیں جانتا نہیں، میرے والد نے کہا کہ وہ امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

عبدالرزاق ابن جریج سے وہ یزید بن خصیفہ سے وہ ابوالسائب بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی سے سوال

کیا کہ کیا طلحہ بن عبید اللہ کی نماز عثمان بن عفان کی نماز کے مقابلے کی نماز ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں آج شب ضرور حجر اسود یا مقام ابراہیم کے پاس قیام اللیل میں دوسروں پر غالب آؤں گا، جب میں اٹھا تو دیکھا کہ ایک شخص چادر اوڑھے مجھے کنکریاں مار رہا ہے، اور وہ عثمان بن عفان تھے جو مجھے وہاں سے ہٹا رہے تھے، میں پیچھے ہٹا تو آپ نے نماز پڑھی اور اس میں آپ سجود قرآن کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب میں نے عرض کیا کہ آذان فجر قریب ہے تو آپ نے ایک رکعت کے ساتھ ایتار کیا اور اس کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھی پھر تشریف لے گئے، یہ بات متعدد طرق سے ثابت ہے کہ عثمان بن عفان ایام حج میں حجر اسود کے پاس ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم پڑھتے تھے، اور یہ آپ کی عادت طیبہ تھی، اسی وجہ سے ہم نے ابن عمر سے باری تعالیٰ کے اس قول **امن ھو قانت آناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الاخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ** کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس کا مصداق عثمان بن عفان ہیں، اور ابن عباس اللہ تعالیٰ کے اس قول **ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مصداق عثمان بن عفان ہیں، اور حسان بن ثابت نے آپ کے بارے میں یہ شعر کہا ہے لوگوں نے چاشت کے وقت سیاہ وسفید بالوں والے کو شہید کر دیا جو کثرت سجود کا آئینہ دار تھا اور تسبیح وقرآن پڑھتے رات گزارتا تھا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہم سے اسرائیل بن موسیٰ نے بیان کیا کہ میں نے حسن سے سنا کہ حضرت عثمان فرماتے تھے کہ اگر ہمارے قلوب پاک ہوتے تو ہم اپنے رب کے کلام سے سیر نہ ہوتے اور میں اسے گوارا نہیں کرتا کہ کوئی دن مجھ پر ایسا گزرے جس میں میں مصحف کی زیارت نہ کروں (یعنی تلاوت قرآن نہ کروں) بوقت شہادت تک آپ کا مصحف بکثرت چھونے کی وجہ سے کئی جگہ سے شہید ہو چکا تھا۔

انس اور محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان کی اہلیہ نے یوم شہادت میں کہا تھا کہ تم انہیں قتل کر دو یا چھوڑ دو اللہ کی قسم یہ ایک رکعت میں قرآن پڑھنے کے ساتھ شب کو زندہ رکھتے تھے، اور کئی حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ رات کو جب بیدار ہوتے تو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو بھی وضوء وغیرہ کی معاونت کے لئے نہ جگاتے تھے، البتہ اگر پہلے سے کوئی بیدار ہوتو یہ اور بات ہے، آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، اور اس سلسلے میں جب باانداز محبت آپ سے اظہار ناراضگی کیا جاتا اور کہا جاتا کہ کاش آپ کسی خادم کو جگا لیتے؟ تو آپ فرماتے کہ نہیں رات ان کے لئے بھی ہے کہ وہ اس میں آرام کریں، اور جب آپ غسل فرماتے تو تہہ بند نہ اٹھاتے تھے حالانکہ آپ بند کمرے میں ہوتے تھے اور نہ شدت حیاء کی وجہ سے اپنی کمر کو زیادہ بلند کرتے تھے۔

آپ کے خطبات کے کچھ اقتباسات ...... واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم بن اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ جب عثمان بن عفان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو آپ لوگوں کی طرف نکلے اور انھیں خطبہ دیا پس حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے لوگو ہر سواری شروع شروع میں مشکل ہوتی ہے، آج کے بعد بھی دن آئیں گے اگر میں زندہ رہا تو صحیح صحیح خطبات تمہارے پاس پہنچیں گے، ہم خطیب نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں ہر چیز سکھا دے گا۔

اور حسن کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے خطبہ دیا پس حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ سے ڈرو، بے شک تقوی بڑی غنیمت چیز ہے، اور لوگوں میں سب سے عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور اللہ کے نور میں سے کچھ حاصل کرو، یہ نور قبر کے اندھیروں میں روشنی ہے، اور بندہ کو چاہئے کہ وہ اس بات سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ اسے اندھا کر کے اٹھائے حالانکہ وہ آنکھوں والا تھا، اور حکیم آدمی، جامع کلمات کے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور بہرہ آدمی دور ہی سے پکارتا ہے، اور اس بات کو خوب جان لو کہ جس کا اللہ ہو جائے اسے کسی چیز کا خوف نہیں اور جس کے خلاف اللہ ہو جائے تو اب اس کے بعد وہ کس سے امید رکھے گا؟

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا، اے ابن آدم! اس بات کو خوب جان لو کہ ملک الموت جسے تجھ پر مسلط کیا گیا ہے وہ مسلسل تیرے پیچھے لگا ہوا ہے، جب تک تو دنیا میں ہے وہ تیرے غیر کو پھاندنے میں لگا ہوا ہے، گویا کہ تیرے غیر نے تجھ سے سبقت کر لی اب ملک الموت تیرا قصد کر رہا ہے پس تو اس سے اپنا بچاؤ کر، اور اس کے لئے تیاری کر، اور غفلت نہ کر اس لئے کہ وہ تجھ سے غافل نہیں ہے، اور اے ابن آدم خوب جان لے، اگر تو نے اپنے نفس کی طرف سے غفلت کی اور اسے موت کے لئے تیار نہ کیا تو کوئی اور اسے تیار نہ کرے گا۔ اللہ کی ملاقات

سے کوئی چارہ نہیں، پس اپنے نفس کی نگہداشت کرواور اسے غیر کے حوالے نہ کرو۔

اور سیف بن عمر بدر بن عثمان سے اور وہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے مجمع میں آخری خطبہ جو ارشاد فرمایا تھا، اس میں فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھیں دنیا اس لئے دی ہے تا کہ تم اس کے ذریعے آخرت طلب کرو، اس لئے نہیں دی کہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ، بے شک دنیا فناء ہونے والی اور آخرت باقی رہنے والی ہے، یہ فانی دنیا تمھیں تکبر میں مبتلا نہ کردے اور نہ باقی رہنے والی چیز سے غافل کردے، تم لوگ باقی رہنے والی چیز کو فناء ہونے والی چیز پر ترجیح دو، بے شک دنیا ختم ہونے والی ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا ڈر اس کے عذاب سے ڈھال ہے اور اس کے پاس وسیلہ ہے، اور غیر اللہ سے بچو، جماعت کو لازم پکڑو، مختلف فرقوں اور جماعتوں میں نہ تقسیم ہو:

واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا

''اور تم یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر ہوئی جس وقت کہ تم آپس میں دشمن تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان الفت پیدا فرمادی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔''

بعض متفرق واقعات......امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ھشیم نے ان سے محمد بن قیس اسدی نے اور ان سے موسیٰ بن طلحہ نے بیان کیا کہ میں نے عثمان بن عفان سے اس وقت جبکہ آپ منبر پر تھے اور مؤذن نماز کے لئے اقامت کہہ رہا تھا کہ سنا کہ آپ لوگوں سے ان کے حالات اور سفر وغیرہ کے متعلق دریافت فرمارہے تھے، امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے ان سے یونس بن عبید نے اور ان سے قریشیوں کے آزاد کردہ غلام عطاء بن فروخ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفان نے کسی آدمی سے کوئی زمین خریدی، اس آدمی نے آپ سے رقم وصول کرنے میں دیر کردی، جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تمھیں اپنی رقم کی وصولی سے کیا چیز مانع رہی؟ اس نے کہا کہ آپ نے اس بیع میں میرے ساتھ دھوکہ دہی کی ہے، میں جس آدمی سے بھی ملتا ہوں تو وہ مجھے اس بارے میں ملامت کرتا ہے، آپ نے پوچھا کہ کیا یہ چیز مانع رہی؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، آپ نے فرمایا کہ تم اپنی زمین یا اس کی قیمت میں سے جو چاہو اختیار کرلو، پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو خریدنے اور بیچنے میں نرم خو اور قیمت ادا کرنے اور وصول کرنے میں نرمی برتنے والا ہو۔

ابن جریر نے روایت کیا ہیکہ طلحہ بن عبیداللہ نے حضرت عثمان بن عفان سے مسجد سے باہر نکلتے ہوئے ملاقات کی اور کہا کہ آپ کے پچاس ہزار درہم میرے پاس جمع ہیں، آپ انھیں وصول کرنے کے لئے کسی آدمی کو بھیج دیجئے، عثمان بن عفان نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے حسن سلوک کی وجہ سے وہ آپ کو ہبہ کردیئے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ابن عامر نے قطن بن عوف ہلالی کو کرمان کا عامل مقرر کیا قطن چار ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر چلے، راستے میں ایک وادی بہہ پڑی جس کی وجہ سے راستہ مسدود ہو گیا اور مقصد فوت ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا، امیر لشکر قطن بن عوف ہلالی نے اعلان کردیا کہ جو شخص اس وادی کو پار کرے گا اس کے لئے ایک ہزار درہم ہوں گے پس لوگ اسے تیر کر پار کرنے پر تیار ہو گئے، جب بھی کوئی شخص اس سے پار ہوتا تو قطن بن عوف ہلالی اسے اس کا انعام ایک ہزار درہم دے دیتے، یہاں تک کہ سب لوگ پار ہو گئے اور قطن بن عوف نے چالیس لاکھ درہم انعام کے طور پر ان پر خرچ کئے، ابن عامر نے اس رقم کو آپ (یعنی عثمان بن عفان) کے حساب میں شمار کرنے سے انکار کردیا اور اس بارے میں آپ کو خط لکھا، آپ نے جواب میں لکھا کہ وہ ان کے (یعنی میرے) حساب میں شمار کیے جائیں، اسلئے قطن بن عوف نے تو اللہ کے راستے میں مسلمانوں کی مدد کی ہے، پس اسی دن سے وادی کو اس طرح پار کرنے کی وجہ سے ان کا نام انعامات پڑ گیا۔

کنانی نے اس بارے میں یہ اشعار کہے۔

بنو ہلال کے معززین پر ان کے مختلف کارناموں کی وجہ سے میرے اہل و عیال اور مال فدا ہو۔ انھوں نے معد میں انعامات دینے کا طریقہ جاری کیا پس وہ بعد کے زمانوں میں بھی جاری رہا، پیکان جوڑنے سے پہلے ان کے نیزوں کی تعداد آٹھ اور دس سے زیادہ ہوتی ہے۔

آپ کا ایک عظیم کارنامہ......آپ کی حسنات عظیمہ اور مناقب کبیرہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے امت کو ایک قراءت پر جمع فرمایا

اور مصاحف کو عرصہ اخیرہ کے مطابق لکھوایا یعنی اس قراءت کے مطابق جو رسول اللہ ﷺ کے آخری دو سالوں میں جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو سنائی تھیں، اس کا سبب یہ ہوا کہ حذیفہ بن یمان کسی غزوہ میں شریک جہاد تھے اس غزوہ میں اہل شام بھی تھے جو مقداد بن اسود اور ابو درداء کی قراءت کے مطابق تلاوت کرتے تھے اور اہل عراق بھی شامل تھے جو عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری کی قراءت کے مطابق قرآن کریم پڑھتے تھے، جو لوگ قرآن کریم کے ساتھ حروف پر پڑھنے کے جواز کو نہیں جانتے تھے وہ اپنی اختیار کردہ قراءت کو دوسرے کی قراءت پر ترجیح وفضیلت دینے لگے، اور بعض اوقات دوسری قراءت کو غلط بلکہ پڑھنے والے کی تکفیر تک کرنے لگے، جس کی وجہ سے لوگوں میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا اور تلخ کلامی وبدکلامی پھیلنے لگی۔

یہ صورتحال دیکھ کر حذیفہ بن یمان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ ان کی کتاب میں ایسا اختلاف پیدا ہو جائے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف پیدا کر لیا ہے اور قراءت کے بارے میں لوگوں کے اختلاف کا جو مشاہدہ کیا تھا اس کا ذکر کیا، پس اسی وقت حضرت عثمان بن عفان نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشاورت کی، اور مصحف کو حرف واحد پر لکھنا اور دیگر شہروں کے باشندگان کو اسی ایک پر جمع ومتفق کرنا مناسب سمجھا اس میں دفع منازعت اور رفع اختلاف کی حکمت ومصلحت تھی، چنانچہ آپ نے وہ مصحف منگوایا جو ابوبکر صدیق کے حکم سے زید بن ثابت نے جمع کیا تھا، وہ ابوبکر صدیق کے زمانے میں انھی کے پاس رہا، ان کی وفات کے بعد عمر بن خطاب کے پاس آیا، اور ان کی وفات کے بعد ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آ گیا تھا، پس عثمان بن عفان نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ مصحف طلب کیا اور زید بن ثابت کو از سر نو اسے لکھوانے اور سعید بن العاص اموی کو املاء کرنے کا حکم دیا اور یہ کام عبداللہ بن زبیر اسدی اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی کی موجودگی میں کرنے کی ہدایت فرمائی، اور حکم دیا کہ جب تم کسی آیت کی بابت اختلاف کرو تو اسے قریش کی لغت کے موافق لکھنا، اس طرح سات مصحف لکھوائے اور ایک شام دوسرا مصر تیسرا کوفہ چوتھا بصرہ پانچواں مکہ چھٹا یمن کی طرف بھیجا اور ساتواں مصحف اہل مدینہ کے لئے رکھا، ان مصاحف کو ائمہ مصاحف کہا جاتا ہے، اور یہ سب کے سب بلکہ ان میں سے ایک بھی عثمان بن عفان کا تحریر کردہ نہیں ہے، یہ سب زید بن ثابت کے تحریر کردہ ہیں لیکن مصاحف عثمانیہ انھیں اس نسبت سے کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کے حکم سے، آپ کے زمانے میں اور آپ کے دور امارت میں لکھے گئے تھے، جیسے کہا جاتا ہے دینار ہرقلی اس لئے کہ یہ دینار ہرقل کے زمانہ وبادشاہت میں بنایا گیا تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی سبرہ نے ان سے سہیل بن ابی صالح نے ان سے ان کے والد نے بحوالہ ابو ہریرہ اور دیگر نے دوسری اسناد کے ساتھ بحوالہ ابو ہریرہ بیان کیا کہ جب عثمان بن عفان نے (قدیم) مصاحف کو منسوخ کیا تو ابو ہریرہ آپ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے صحیح ودرست کیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے، اور مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انھوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا، اور جو کچھ ورق معلق میں ہوگا اس کے مطابق عمل کریں گے میں نے عرض کیا کہ کونسا ورق؟ یہاں تک کہ آج میں نے ان مصاحف کو دیکھ لیا، عثمان بن عفان کو اس روایت سے بہت خوشی ہوئی اور آپ نے ابو ہریرہ کے لئے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ہمارے نبی ﷺ کی حدیث کو ہمارے لئے محدود کریں گے (یعنی ہمیں ان کا مصداق بنادیں گے)۔

پھر عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ مصاحف ''جو لوگوں کے پاس تھے اور آپ کے لکھوائے ہوئے مصاحف کے خلاف تھے'' کی طرف توجہ فرمائی اور انھیں اس مصلحت کے پیش نظر نذر آتش کر دیا کہ لوگوں میں اختلاف کا سبب نہ بنے۔

ابوبکر بن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں لکھا ہے کہ ہم سے محمد بن بشار نے ان سے محمد بن جعفر اور عبدالرحمٰن نے ان دونوں سے شعبہ نے ان سے علقمہ بن مرثد نے ان سے ایک آدمی نے اور ان سے سوید بن غفلہ نے بیان کیا کہ جس وقت حضرت عثمان نے مصاحف کو نذر آتش کیا تو حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ اگر عثمان یہ کام نہ کرتے تو میں یہ کام کرتا۔

اور ابو داؤد طیالسی وعمرہ بن مرزوق نے بھی شعبہ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے، اور بیہقی وغیرہ نے محمد بن ابان جو کہ اخت حسین کے خاوند ہیں کے

طریق سے علقمہ بن مرثد سے انھوں نے عیزار بن جرول سے اور انھوں نے سوید بن غفلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا اے لوگو! تم عثمان کے بارے میں مصاحف جلانے کی وجہ سے غلو سے بچو اللہ کی قسم انھوں نے اصحابِ محمد ﷺ کی رائے اور مشورہ سے انھیں نذر آتش کیا ہے اگر ان جیسا امر میرے سپرد ہوا ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو کہ انھوں نے کیا ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب ان سے مصحف لے کر جلایا گیا تو انھوں نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ وہ زید بن ثابت کی بنسبت مقدم الاسلام ہیں جنھوں نے مصاحف کی کتابت کروائی ہے، اور ابن مسعود نے اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے اپنے مصاحف چھپالیں اور یہ آیت تلاوت کی **ومن یضلل یات بما غل یوم القیامۃ** (اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اپنی خیانت کردہ چیز کو لے کر قیامت میں حاضر ہوگا) پھر حضرت عثمان بن عفان نے انھیں اتباع جماعت صحابہ کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ جس چیز پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اجماع واتفاق کیا ہے اس میں مصلحت اتحاد کلمات قراءت اور عدم اختلاف ہے، اس پر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا اور جماعت صحابہ کی مخالفت ترک کر کے متابعت اختیار فرمائی۔

ابو اسحاق عبدالرحمٰن بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود مسجد منیٰ میں داخل ہوئے اور پوچھا کہ امیر المؤمنین نے ظہر کی کتنی رکعتیں پڑھائی ہیں؟ لوگوں نے بتلایا کہ چار رکعت پس آپ نے بھی چار رکعت پڑھیں، لوگوں نے کہا کہ کیا آپ نے ہم سے یہ بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں دو رکعتیں پڑھی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اور اب بھی یہی بیان کرتا ہوں لیکن میں اختلاف پسند نہیں کرتا اور صحیح میں وارد ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا تھا کہ کاش ان چار میں سے دو مقبول رکعتیں میرے حصہ میں آئیں، اور اعمش معاویہ بن قرہ سے ان کے مشائخ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے منی میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھائیں، جب عبداللہ بن مسعود کو اسکی خبر ملی تو آپ نے اس پر اعتراض کیا لیکن پھر اپنے اصحاب کو اپنی قیامگاہ میں عصر کی چار رکعتیں پڑھائیں، آپ سے جب اس بارے میں عرض کیا گیا کہ آپ نے عثمان بن عفان پر اعتراض کیا اور خود چار رکعتیں پڑھائیں؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب میں فرمایا کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں، اور ایک روایت کے مطابق فرمایا کہ اختلاف میں شر ہے۔

پس جب اس فرعی مسئلہ میں عبداللہ بن مسعود کی طرف سے عثمان بن عفان کی متابعت کا یہ حال ہے تو اصل قرآن میں اور اس قراءت میں اقتداء ومتابعت کا کیا حال ہوگا جس پر کہ عثمان بن عفان نے لوگوں کو قسم دی ہے کہ وہ دیگر قراءتوں کو چھوڑ کر اس قراءت کو اختیار کریں، اور زہری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ عثمان بن عفان نے اعرابیوں کے خوف سے چار رکعت پڑھائی تھیں کہ کہیں وہ فرض نماز دو رکعت ہونے کے قائل نہ ہو جائیں۔
اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے مکہ میں نکاح فرمالیا تھا اس لئے چار رکعت پڑھائیں پس یعلیٰ وغیرہ عکرمہ بن ابراہیم کی سند سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ابی ذباب سے بحوالہ ان کے والد نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھائیں اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی شہر میں نکاح کرلے تو وہ اسی شہر والوں میں شمار ہوگا۔ اور میں نے پوری نماز اسی لئے پڑھی ہے کہ جب میں مکہ پہنچا تو میں نے یہاں نکاح کرلیا تھا، لیکن یہ بات درست نہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح فرمایا تھا لیکن نماز میں اتمام نہیں فرمایا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان نے یہ تاویل کی تھی کہ وہ امیر المؤمنین ہیں جہاں بھی ہوں اور یہی تاویل حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی کی تھی کہ وہ ام المؤمنین ہیں جہاں بھی ہوں، اور نماز میں اتمام کیا، لیکن اس تاویل میں نظر ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بھی تو اللہ کے رسول ہیں جہاں بھی ہوں لیکن اس کے باوجود آپ سفر میں اتمام نہیں فرماتے تھے۔

حضرت عثمان بن عفان جن باتوں کا اہتمام فرماتے تھے ان میں یہ بھی تھی کہ آپ نے حج کے موقع پر ہر سال اپنے تمام عمال کی حاضری کو لازم قرار دے دیا تھا اور رعایا کو بھی لکھوا دیا تھا کہ تم میں سے جس کسی کا حق ان عمال میں سے کسی کے ذمہ ہو تو وہ حج کے موقع پر یہاں آئے میں خود اس عامل سے اس کا حق لے کر دوں گا، نیز آپ نے کبار صحابہ کرام کو اجازت دے دی تھی کہ وہ جہاں چاہیں جا کر رہیں حالانکہ حضرت عمر بن خطاب ان کو روکتے تھے حتیٰ کہ غزوات میں بھی نہیں جانے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم دنیا کو دیکھو اور دنیا کے فرزند تمھیں دیکھیں لیکن جب عثمان بن عفان کے زمانے میں یہ لوگ نکلے اور مختلف شہروں میں جا کر آباد ہوئے تو ان کے پاس لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے اور ہر ایک کے پاس اصحاب اکھٹے ہوگئے اور ہر ایک جماعت نے عثمان بن عفان کے بعد اپنے صاحب کی امارت وجانشینی میں طمع کی اور عثمان بن عفان کی جلد موت چاہنے لگے اور

اپنے صاحب کی لمبی حیات کی خواہش کرنے لگے یہاں تک کہ وہ حادثہ واقع ہوا جو کہ بعض اہل بلاد کی جانب سے واقع ہوا تھا جس کا بیان ماقبل میں گزرا، انا للّٰہ و انا الیه راجعون و لاحول و لاقوة الا باللّٰہ العزیز الحکیم، العلی العظیم۔

آپ کی ازواج واولاد کا ذکر ...... آپ نے رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا جن سے عبداللہ پیدا ہوئے، انھی کے نام سے آپ نے اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی، حالانکہ زمانہ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابوعمرو تھی، حضرت رقیہ کی وفات کے بعد ان کی ہمشیرہ ام کلثوم سے نکاح کیا، ان کی وفات کے بعد فاختہ بنت غزوان بن جابر سے نکاح کیا جن سے عبیداللہ الاصغر پیدا ہوئے، اورام عمرو بنت جندب بن عمرواز دیہ سے نکاح کیا جن سے عمرو، خالد، اَبان، عمراور مریم پیدا ہوئے، اور فاطمہ بنت ولید بن عبدشمس مخزومیہ سے نکاح کیا جن سے ولیداور سعید پیدا ہوئے، اورام البنین بنت عیینہ بن حصن الفزاریہ سے نکاح کیا جن سے عبدالملک اور بعض کے قول کے مطابق عتبہ بھی پیدا ہوئے اور رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی سے نکاح کیا جن سے عائشہ، ام اَبان، ام عمرہ پیدا ہوئیں، اور نائلہ بنت الفرفصہ بن الأحوص بن عمرو بن ثعلبہ بن حصن بن ضمضم بن عدی بن حیان بن کلیب سے نکاح کیا جن سے مریم اور بعض کے قول کے مطابق عنبسہ بھی پیدا ہوئیں، بوقت شہادت آپ کے پاس چار ازواج تھیں، نائلہ، رملہ، فاختہ اورام البنین، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ام البنین کو محصوری کے زمانے میں آپ نے طلاق دے دی تھی۔

ایک پیش گوئی ...... ماقبل میں دلائل النبوت کے ماتحت وہ حدیث گزر چکی ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد نے سفیان ثوری کی سند سے نقل کیا ہے، سفیان ثوری منصور سے وہ ربعی سے وہ البراء بن ناجیہ کاہلی سے اور وہ عبداللہ بن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی چکی پینتیس چھتیس یا سینتیس سال تک گردش کرے گی، پھر اگر وہ فناء ہوگئی تو فناء ہونے والوں کے راستے پر ہوگی اور اگر انکا دین قائم و باقی رہا تو یہ سلسلہ ستر سال تک چلے گا۔ عمر بن خطاب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ گذرے ہوئے سالوں کے ساتھ یا باقی ماندہ سالوں کے ساتھ؟ آپ ﷺ نے فرمایا باقی ماندہ سالوں کے ساتھ۔

یہ امام احمد کے الفاظ ہیں اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں کہ اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس سال تک گردش کریگی، یہ شک راوی کی طرف سے ہے، وگرنہ حقیقت میں محفوظ روایت پینتیس سال کی ہے، اور ۳۵ھ میں ہی صحیح قول کے مطابق امیر المؤمنین عثمان بن عفان شہید ہوئے، بعض ۳۶ھ میں شہادت کے قائل ہیں لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے، اور اسی سال ناپسندیدہ واقعات کا ظہور ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت وقوت سے اہل اسلام کو سلامت ومحفوظ رکھا، اور زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ لوگوں نے علی بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کرلی، جس سے معاملہ درست ہوگیا اور انتشار ختم ہوگیا لیکن اس کے بعد جنگ جمل وصفین کا وقوع ہوا جسے عنقریب ہم بیان کریں گے۔

ان حضرات کا تذکرہ جو عثمان بن عفان کے زمانے میں فوت ہوئے

انس بن معاذ ...... یہ انس بن معاذ بن انس بن قیس انصاری نجاری ہیں، انھیں انیس بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تمام معرکوں میں شریک رہے۔

اوس بن صامت انصاری ...... یہ عبادۃ بن صامت انصاری کے بھائی ہیں اور یہی وہ اوس ہیں جو اس جھگڑنے والی کے خاوند ہیں جس کا تذکرہ سورۃ مجادلہ کی ابتدائی آیات میں ہے:

قد سمع اللّٰہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللّٰہ، واللّٰہ یسمع تحاورکما ان اللّٰہ سمیع بصیر (سورۃ المجادلہ آیت ۱)

''اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہی تھی، اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کررہی تھی، اللہ تعالیٰ اس وقت آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بےشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

اس عورت کا نام خولہ بنت ثعلبہ ہے۔

اوس بن خولی انصاری ۔۔۔۔۔۔ یہ بنی حبلی سے ہیں، غزوہ بدر میں شریک رہے، آپ انصار کے درمیان نبی کریم ﷺ کو غسل دینے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ آپ کی قبر مبارک کے اندر اترنے میں منفرد ہیں۔

حر بن قیس انصاری ۔۔۔۔۔۔ یہ انصار کے سرداروں میں سے تھے لیکن بخیل اور نفاق کی تہمت سے متہم تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ بیعت رضوان میں حاضر تھے، لیکن بیعت نہ کی اور اس سے بچنے کے لئے اپنے اونٹ کی اوٹ لے لی، انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

ومنهم من يقول ائذن لى ولا تفتنى الا فى الفتنة سقطوا

''ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے، خبردار فتنہ میں تو وہ لوگ پڑ چکے ہیں''۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بعد میں توبہ کر لی تھی اور باز آ گئے تھے، واللہ اعلم بالصواب۔

الحطیئہ ۔۔۔۔۔۔ یہ مشہور شاعر تھے، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام جرول اور کنیت ابوملیکہ تھی یہ بنو عبس سے تعلق رکھتے تھے، انھوں نے جاہلیت اور آغاز اسلام کا زمانہ پایا ہے، یہ گرد و نواح اور اطراف میں گھومتے پھرتے اور رئیس و سردار لوگوں کی مدح و تعریف کر کے ان سے ہدایا و عطیات وصول کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ اس کے باوجود بخیل تھے، ایک مرتبہ سفر میں جانے لگے تو اپنی زوجہ کو الوداع کہتے وقت یہ شعر کہا:

جب میں سفر میں چلا جاؤں تو سالوں کو شمار کرنا اور مہینوں کو چھوڑ دینا اس لئے کہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں۔

یہ مدح بھی کرتے تھے اور ہجو بھی کہتے تھے، ان کے اشعار بہت عمدہ ہوتے تھے، انھوں نے اپنے چند اشعار امیر المؤمنین عمر بن خطاب کے سامنے پڑھے، آپ نے ان میں سے یہ شعر پسند فرمایا:

جو شخص بھلائی کرے گا وہ اس کے صلہ کو نہیں کھوئے گا اس لئے کہ بھلائی اللہ اور لوگوں کے درمیان ضائع نہیں ہوتی۔

خبیب بن یساف بن عتبہ انصاری ۔۔۔۔۔۔ یہ شرکاء بدر میں سے ہیں۔ سلمان بن ربیعہ باہلی ۔۔۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ انھیں شرف صحابیت حاصل ہے، یہ مشہور اور قابل ذکر دلیر دل اور بہادروں میں سے ہیں اور بڑے مشہور شہسوار ہیں، عمر بن خطاب نے انھیں کوفہ کا والی مقرر فرمایا تھا، پھر عثمان بن عفان کے دور میں ترکوں سے قتال پر امیر مقرر ہوئے، اور بلنجر کے معرکہ میں شہید ہو گئے۔ وہیں ایک تابوت میں آپ کی قبر مبارک ہے، ترک لوگ قحط کے زمانے میں اس قبر کی برکت سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن قرشی سہمی ۔۔۔۔۔ انھوں نے اپنے بھائی قیس کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، یہ سادات صحابہ میں سے تھے انھی صحابی نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ اصل میں جب ان کا کسی سے کچھ جھگڑا وغیرہ ہوتا تو انھیں غیر باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں کسریٰ کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تھا پھر ہرقل کی طرف بھیجا سو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ بصریٰ کے گورنر کو پہنچایا اور اس نے آپ کے ساتھ ایک آدمی کر دیا جس نے ہرقل کے پاس پہنچا دیا، جیسا کہ پہلے گزر چکا، عمر بن خطاب کے زمانے میں رومیوں نے آپ کو مع اسی مسلمانوں کے قیدی بنا لیا تھا اور آپ کو کفر پر مجبور کیا گیا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم میرے سر کا بوسہ دو میں تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا، آپ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اس نے ان سب کو رہا کر دیا، جب یہ لوگ عمر بن خطاب کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کے سر کو بوسہ دے۔ پھر عمر بن خطاب نے سب سے پہلے اٹھ کر آپ کے سر کو بوسہ دیا۔

عبداللہ بن سراقہ بن معتمر عدوی ۔۔۔۔۔۔ یہ شرکائے احد میں سے ہیں اور زہری کا خیال ہے کہ غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔

عبداللہ بن قیس بن خالد انصاری ...... یہ شرکائے بدر میں سے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن سہل بن زید انصاری ...... یہ احد اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں بھی شریک تھے، عمر بن خطاب نے عتبہ بن غزوان کی وفات کے بعد انھیں بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا، انھیں سانپ نے ڈس لیا تھا، عمارہ بن حزم نے پڑھ کر آپ پر دم کیا، آپ ہی وہ شخص ہیں کہ جنھوں نے ابوبکر صدیق سے کہا کہ میری ایک نانی اور ایک دادی ہے، پس نانی کو تو سدس دے دیا ہے لیکن دادی کو کچھ نہیں دیا، ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ تم نے اس کو دیا کہ اگر وہ مرجاتی تو تم اس کے وارث نہ ہوتے اور اس کو محروم کیا کہ اگر وہ مرجاتی تو تم اس کے وارث ہوتے، پھر ابوبکر صدیق نے سدس میں دونوں کو شریک کیا۔

عمرو بن سراقہ بن معتمر عدوی ...... یہ عبداللہ بن سراقہ بن معتمر عدوی کے بھائی ہیں، اور عظیم بدری صحابی ہیں، روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو سخت بھوک لگی شدت بھوک کی وجہ سے آپ نے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھ لیا، اور اس طرح دن رات تک چلتے رہے، پھر ایک عرب قوم نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی ضیافت کی، جب سیر ہوگئے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ میں سمجھتا تھا کہ دونوں ٹانگیں پیٹ کو اٹھاتی ہیں، لیکن آج معلوم ہوا کہ پیٹ دونوں ٹانگوں کو اٹھاتا ہے۔

عمیر بن سعد انصاری اوسی ...... یہ ایک جلیل القدر صحابی اور عالی مقام کے حامل ہیں، آپ کو کثرت زہد وعبادت کی وجہ سے اپنی مثال آپ کہا جاتا ہے، فتح شام میں ابوعبیدہ کے ساتھ شریک تھے، عمر بن خطاب کے زمانے میں حمص اور دمشق کے امیر رہے، جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے انھیں معزول کر کے حضرت معاویہ کو پورے شام کا امیر مقرر کر دیا، آپ کے حالات وواقعات کا بیان بہت طویل ہے۔

عروۃ بن حزام ...... ان کی کنیت ابوسعید ہے، اور یہ عدوی ہیں یہ شاعر تھے اور اپنی چچازاد بہن عفراء بنت مہاجر سے بڑی محبت کرتے تھے، انھوں نے اس کی بارے میں اشعار کہے اور اس کی محبت میں بڑی شہرت پائی، جب عفراء بنت مہاجر کے اہل خانہ حجاز سے شام نقل مکانی کر گئے، عروۃ بھی ان کے پیچھے پیچھے شام پہنچ گئے اور اپنے چچا کو عفراء کے لئے پیغام نکاح دیا لیکن انھوں نے ان کی غربت اور افلاس کی وجہ سے انکار کر دیا اور عفراء کے ایک دوسرے چچازاد کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا، عروۃ کا اس کی محبت میں انتقال ہوگیا، کتاب مصارع العشاق میں ان کا تذکرہ موجود ہے، ان کے عفراء کے بارے میں کہے گئے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں:۔

وہ ایسی ہے کہ جب میں اسے اچانک دیکھتا ہوں تو مبہوت ہو کر رہ جاتا ہوں۔ حتیٰ کہ اسے جواب بھی نہیں دے پاتا اور جب وہ غائب ہو جاتی ہے تو جو رائے میں نے اختیار کی ہوتی ہے اس سے پھر جاتا ہوں اور جو تیاری کی ہوتی ہے اسے بھول جاتا ہوں۔

قطبہ بن عامر ...... ان کی کنیت ابوزید انصاری ہے یہ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک تھے۔

قیس بن مہدی بن قیس بن ثعلبہ انصاری ...... فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے بارے میں آپ کی ایک حدیث ہے، ابن ماکولا کا خیال ہے کہ آپ غزوہ بدر میں شریک رہے، اور مصعب زبیری کہتے ہیں کہ آپ یحییٰ بن سعید انصاری کے دادا ہیں، لیکن اکثر کا قول ہے کہ آپ ابومریم عبد الغفار بن قاسم کوفی کے دادا ہیں۔

ابوعقیل لبید بن ربیعہ عامری ...... یہ مشہور شاعر ہیں، صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہو وہ لبید کی یہ بات ہے، آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے، مکمل شعر اس طرح ہے:

الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل ۔۔۔ کل نعیم لا محالۃ زائل

آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور نعمائے جنت کے سوا ہر نعمت زائل ہونے والی ہے۔

عثمان بن مظعون کہتے ہیں کہ دوسرے مصرعہ میں الا النعیم الجنۃ کا اشتثناء ہے آپ کی وفات کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۴۱ھ میں ہوئی۔

مسیّب بن حزن بن ابی وہب مخزومی...... یہ بیعت رضوان میں شریک تھے اور سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب کے والد ہیں۔

معاذ بن عمرو بن جموح انصاری...... یہ غزوہ بدر میں شریک تھے اور اس دن ابو جھل پر تلوار کی ضرب لگا کر اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی پھر عکرمہ بن ابی جھل نے آپ پر حملہ کیا اور تلوار ماری، جس سے آپ کا بازو کندھے سے اتر گیا، اور بقیہ دن آپ اسی حالت میں جنگ کرتے رہے کہ بازو آپ کے کندھے سے لٹکتا رہا اور آپ اسے اپنے پیچھے گھسیٹتے رہے، فرماتے ہیں کہ جب دن ختم ہونے لگا تو میں نے اپنا پاؤں اس لٹکتے ہوئے بازو پر رکھا اور اپنا وزن دیا یہاں تک کہ اسے جدا کر کے پھینک دیا، اس کے بعد آپ ۳۵ھ تک حیات رہے۔

محمد بن جعفر بن ابی طالب قرشی ہاشمی...... ان کے والد جعفر بن ابی طالب جب حبشہ میں تھے اس وقت ان کی ولادت ہوئی، پھر جب وہ ہجرت کر کے خیبر والے سال مدینہ پہنچے اور پھر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی والدہ اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ میرے بھائی کے بچوں کو میرے پاس لاؤ، پس ان کو لایا گیا وہ پرندوں کے بچوں کی مانند چھوٹے تھے، آپ ﷺ انھیں چومنے اور پیار کرنے لگے اور رونے لگے، ان کی والدہ اسماء بنت عمیس بھی رو پڑیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم ان کے فقر و فاقہ سے خوف کرتی ہو، میں ان کا دنیا و آخرت میں ولی ہوں، پھر آپ ﷺ نے نائی کو حکم دیا پس اس نے ان بچوں کے بال مونڈ دیے۔ محمد بن جعفر کی وفات عالم شباب میں عثمان بن عفان کے دور میں ہوئی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ابن عبدالبر کا خیال ہے کہ ان کی وفات ستتر سال میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

معبد بن عباس بن عبدالمطلب...... یہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، یہ بلاد مغرب میں ملک افریقہ میں عالم شباب میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

معیقب بن ابی فاطمہ دوسی...... یہ نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی مبارک کی خدمت پر مامور تھے، عثمان بن عفان کے زمانے میں وفات ہوئی۔ بعض آپ کی وفات اس سے قبل بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ۴۰ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

منقذ بن عمرو انصاری...... یہ بنو مازن بن نجار سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے سر میں کوئی سخت زخم لگا جس کی وجہ سے ان کی زبان میں بھی لکنت پیدا ہوگئی اور عقل بھی کمزور ہوگئی یہ بکثرت خرید و فروخت کیا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ جب تم کسی سے لین دین کرو تو اسے کہہ دیا کرو لاخلابۃ (دھوکہ دہی مت کرنا) پھر تمھیں اپنی خریدی ہوئی چیز کے بارے میں تین دن کا اختیار حاصل ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان کی خصوصیت تھی کہ انھیں ہر بیع میں تین دن کا اختیار حاصل تھا خواہ اختیار کی شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔

ابو سلمہ نعیم بن مسعود غطفانی...... یہی وہ صحابی ہیں جنھوں نے غزوہ خندق میں مشرکین کے لشکروں اور بنو قریظہ کے درمیان پھوٹ ڈلوائی تھی، جیسا کہ ماقبل میں ہم نے ذکر کیا۔ پس اسی وجہ سے آپ کو یہ بیضاء اور بلند جھنڈا حاصل تھا۔

ابو ذؤیب خویلد بن خالد ھذلی...... یہ شاعر تھے، انھوں نے زمانہ جاہلیت پایا تھا اور نبی کریم ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما چکنے کے بعد اسلام لائے، یوم سقیفہ میں حاضر تھے اور رسول اللہ ﷺ کی نماز بھی پڑھی۔ یہ قبیلہ ھذیل کے سب سے بڑے شاعر تھے اور ھذیل اشعار کہنے میں عربوں میں سب سے فائق تھے، آپ ہی کے یہ اشعار ہیں:

جب موت اپنے پنجے گاڑ لے گی تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ اب کوئی تعویذ فائدہ نہیں دے گا۔

اور میرا صبر کرنا مصیبت پر خوش ہونے والوں کو دراصل یہ دکھانا ہے کہ میں گردش دوراں کے سامنے ہار ماننے والا نہیں۔ یہ افریقہ میں جہاد کے

لئے گئے تھے وہیں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی وفات ہوگئی۔

ابورھم سبرۃ بن عبدالعزی قرشی...... یہ شاعر تھے، اس فصل میں صرف محمد بن سعد نے آپ کا ذکر کیا ہے۔

ابوزبید الطائی...... یہ شاعر تھے، ان کا نام حرملہ بن منذر تھا، یہ عیسائی تھے اور ولید بن عقبہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھتے تھے، ولید انھیں عثمان بن عفان کے پاس لے گئے، آپ نے ان سے شعر کہنے کی فرمائش کی انھوں نے شیر کے بارے میں اپنا ایک عجیب وغریب قصیدہ سنایا، حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ جب تک تم زندہ رہوگے شیر ہی کا ذکر کرتے رہوگے اور میں تمھیں ایک بزدل عیسائی سمجھتا ہوں۔

ابوسبرۃ بن ابی رھم عامری...... یہ ابوسلمہ بن عبدالاسد کے ماں شریک بھائی تھے، ان دونوں کی والدہ برّہ بنت عبدالمطلب تھیں ابوسبرۃ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، زبیر کہتے ہیں کہ ہم ان کے سواء کسی بدری صحابی کو نہیں جانتے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کے بعد مکہ میں سکونت اختیار کی ہو، نیز کہتے ہیں کہ اس وقت ان کے اہل خانہ بدر میں رہتے تھے۔

ابولبابہ بن عبدالمنذر...... یہ بیعت عقبہ والی رات نقیبوں میں سے ایک تھے، بعض کے قول کے مطابق ان کی وفات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

ابوہاشم بن عتبہ...... ان کے حالات وفات ۲۱ھ کے ذیل میں گزر چکے ہیں، بعض کے قول کے مطابق ان کی وفات حضرت عثمان بن عفان کے دور خلافت میں ہوئی۔

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (۱)

آپ کا نام علی بن ابی طالب، ابوطالب کا نام عبد مناف بن عبدالمطلب، عبدالمطلب کا نام شیبہ بن ہاشم، ہاشم کا نام عمرو بن عبد مناف، عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی، اور قصی کا نام زید بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب حسنؓ وحسینؓ کے والد ماجد ہیں، کنیت ابوتراب اور ابوالقاسم ہاشمی ہے، آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور فاطمۃ الزہراء کی نسبت سے داماد ہیں، آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کے یہاں ہاشمی بچہ کی ولادت ہوئی ہے، حضرت علی کے بھائی طالب، عقیل اور جعفر ہیں، یہ سب آپ سے بڑے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے درمیان دس سال کا فرق ہے، آپ کی دو بہنیں بھی ہیں، ام ہانی اور جمانہ، یہ سب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے ہیں جو اسلام لائیں اور ہجرت بھی کی تھی، آپ ان دس افراد میں سے ہیں جن کے لئے بشارت دی گئی ہے اور ان چھ افراد پر مشتمل شوریٰ میں سے ایک فرد ہیں جنھیں عمر بن خطاب نے اپنی وفات کے بعد خلافت کے لئے نامزد کیا تھا، اور ان افراد میں سے ہیں جن سے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ راضی تھے، خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ راشد ہیں، آپ کا رنگ گہرا گندمی، آنکھیں بڑی بڑی اور سرخی مائل تھیں پیٹ قدرے بڑا، سر کے اگلے حصے کے بال اڑے ہوئے تھے، قد وقامت قدرے چھوٹا، داڑھی مبارک خوب گھنی جس نے سینہ اور کندھوں کی درمیانی جگہ کو بھرا ہوا تھا، اور داڑھی کا نصف سفید تھا سینے اور کندھوں پر بال بہت تھے۔

---

(۱) المنتظم فی التاریخ : ۲۲/۵، وتاریخ الطبری : ۶۹۶/۲، والمختصر فی اخبار البشر : ۱۷۰/۱، والکامل فی التاریخ ۹۸/۳ ومروج الذہب : ۳۵۸/۲.

آپ کا چہرہ نہایت حسین اور ہنستا مسکراتا تھا، زمین پر نہایت آہستگی کے ساتھ قدم رکھتے تھے، آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، سات سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، اور بعض آٹھ، بعض نو، بعد دس، بعض گیارہ، بعض بارہ، بعض تیرہ، بعض چودہ، بعض پندرہ، اور بعض سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرنا بتلاتے ہیں، عبدالرزاق معمر سے وہ قتادہ سے اور وہ حسن سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے، لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے جیسا کہ خواتین میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق اسلام لائے تھے، آپ کا صغرسنی میں اسلام لانے کا سبب یہ تھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زیر کفالت تھے، علی بن ابی طالب کے اہل خانہ کو ایک سال شدید بھوک اور فقر وفاقہ لاحق ہوا، پس رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آپ کے والد ماجد جناب ابی طالب سے اپنی کفالت میں لے لیا، اس وقت سے آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تو حضرت خدیجہ اور آپ کے اہل خانہ مسلمان ہوئے، ان میں حضرت علی بھی شامل تھے، اور جس کے ایمان کا نفع دوسرے لوگوں کی طرف متعدی ہوا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لایا، لیکن اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے، اس طرح کی کئی احادیث مروی ہیں جنھیں حافظ ابن عساکر نے نقل کیا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی سنداً صحیح نہیں، سب منکر ہیں، امام احمد نے شعبہ کی حدیث سے عمرو بن مرہ سے اور انھوں نے ابوحمزہ سے، اور انھوں نے موالی انصار میں سے ایک شخص سے اور انھوں نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے علی بن ابی طالب ہیں عمرو کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت امام نخعی کے سامنے ذکر کی تو انھوں نے اسے منکر قرار دیا، اور کہا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابوبکر صدیق ہیں، محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ خواتین میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں، اور مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے دو شخص ابوبکر وعلی ہیں، لیکن ابوبکر اپنے اسلام کو ظاہر کرتے تھے اور علی چھپاتے تھے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اپنے باپ کے خوف سے چھپاتے تھے، پھر ان کے والد نے انھیں چچازاد یعنی رسول اللہ ﷺ کی متابعت ونصرت کا حکم دے دیا، آپ نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد مکہ سے ہجرت کی، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے دیون اور امانات کی ادائیگی کرنے اور پھر آپ سے آملنے کا حکم فرمایا تھا سو آپ نے اس کی پوری پوری تابعداری فرمائی، اور اس کے بعد ہجرت کی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سہل بن حنیف کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔ ابن اسحاق اور دیگر اہل مغازی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور اپنے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی، اور اس بارے میں بہت سی روایات مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ضعف سند کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، بلکہ بعض کے متون میں رکاکت پائی جاتی ہے، مثلاً ان میں سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بھائی، میرے وارث میرے خلیفہ اور میرے بعد سب سے بہتر ہو، یہ حدیث مرفوع اور صحیحین میں واردشدہ احادیث کے مخالف ہے، واللہ اعلم۔

حضرت علی غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور اس میں بہادری کے بڑے جوہر دکھائے، اس دن آپ نے مبارزت طلب کی اور اس میں غالب آئے، آپ کے چچا حضرت حمزہ اور آپ کے چچازاد بھائی عبیدہ بن حارث اور ان کے تین مدمقابل عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

هذان اختصموا في ربهم (سورۃ حج آیت ۱۹)

حکم اور دیگر حضرات مقسم سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن علم حضرت علی کے ہاتھ میں تھمایا، اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی، حسن بن عرفہ کہتے ہیں کہ ہم سے عمار بن محمد نے ان سے سعید بن محمد حنظلی نے اور ان سے ابوجعفر محمد بن علی نے بیان کیا کہ بدر کے دن ایک منادی ''جسے رضوان کہا جاتا ہے'' نے آسمان سے ندا دی کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی کے سواء کوئی جوان نہیں، ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ مرسل ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار ذوالفقار بدر کے دن مال غنیمت میں حاصل کی تھی اور پھر حضرت علی کو عنایت فرمادی تھی، یونس بن بکیر نے مسعر سے انھوں نے ابوعوف سے انھوں نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ مجھے اور ابوبکر کو بدر کے دن کہا گیا اس طرح

کہ ہم میں سے ایک کو کہا گیا کہ تیرے ساتھ جبرئیل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے، اور فرمایا کہ اسرائیل ایک عظیم فرشتہ ہے جو قتال میں حاضر ہوا ہے اور صف میں کھڑا ہوتا ہے، لیکن قتال نہیں کرتا، اور غزوہ احد میں بھی حضرت علی شریک تھے اور میمنہ پر مقرر تھے، مصعب بن عمیر کے بعد جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا، میسرہ پر منذر بن عمرو، قلب پر حمزہ بن عبدالمطلب اور پیادہ پر زبیر بن العوام اور بعض کے قول کے مطابق مقداد بن اسود امیر مقرر تھے، حضرت علی نے غزوہ احد میں شدید قتال کیا اور بہت سے مشرکین کو قتل کر ڈالا، اور اس غزوہ میں جب رسول اللہ ﷺ کو چہرہ مبارک میں زخم لگا اور آپ کے دور باعی سامنے کے چار دانتوں کے متصل دونوں طرف اور نیچے ایک ایک دانت ہے انہیں رباعی کہتے ہیں دندان مبارک شہید ہوئے جس کی وجہ سے چہرہ انور سے خون جاری تھا تو حضرت علی نے ہی اس کو صاف کیا اور دھویا، آپ غزوہ خندق میں بھی شریک تھے اور اس میں عرب کا مشہور شہسوار اور دلیر وشجاع آدمی عمرو بن عبدود عامری کو قتل کیا جیسا کہ ہم نے غزوہ خندق میں ذکر کیا ہے، آپ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی شریک تھے، غزوہ خیبر میں بھی شامل تھے اور اس میں آپ نے بڑے بڑے عظیم کارنامے سرانجام دیئے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں، لوگوں نے وہ رات یہ تذکرہ کرتے گزاری کہ دیکھیں کسے علم عطاء کیا جاتا ہے، پس آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلایا انھیں آشوب چشم کی تکلیف تھی، آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھ میں رکھا، جس کے بعد تکلیف جاتی رہی اور وہ بالکل تندرست ہوگئے، آپ ﷺ نے جھنڈا انھیں عنایت فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی اور اس جنگ میں آپ نے مرحب یہودی کو قتل کیا۔

محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن حسن سے انھوں نے اپنے بعض اہل خانہ سے اور انھوں نے ابورافع سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علی کو تلوار ماری، جس سے آپ کی ڈھال گر پڑی، آپ نے قلعہ کے پاس ایک دروازہ کو اکھاڑ لیا، اور اسے ڈھال بنالیا، وہ مسلسل آپ کے ہاتھ ہی میں رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطاء فرمادی، پھر آپ نے اسے پھینک دیا۔

ابورافع کہتے ہیں کہ خیبر کے دن میں اور میرے سات ساتھی اس دروازے کو اپنی پشت پر اٹھانے کی کوشش کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔
لیث ابوجعفر سے اور وہ جابر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی نے اس دروازے کو خیبر کے دن اپنی پشت پر اٹھالیا یہاں تک کہ مسلمان اس پر چڑھ گئے اور قلعہ فتح کرلیا حالانکہ اس دروازے کو چالیس آدمی اٹھاتے تھے آپ کے کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہودیوں کا مشہور شہسوار اور دلیر مرحب پہلوان کو آپ نے قتل کیا۔ آپ عمرۃ القضاء کے موقع پر بھی حاضر تھے، اور اس میں نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ انت منی وانا منک (تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں) اور یہ جو بعض قصہ گو بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ذات العلم کے کنویں میں ''جو کہ جحفہ کے قریب ہے'' جنات سے قتال کیا تھا، یہ بالکل بے اصل اور جاہل مؤرخین کی وضع کردہ روایت ہے، آپ فتح مکہ، غزوہ حنین اور طائف میں بھی شریک رہے، اور ان تمام معرکوں میں زبردست قتال کیا اور آپ نے جعرانہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا تھا، اور جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو آپ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر گئے، آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ چھوڑ کر جارہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟

اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یمن کی طرف امیر وحاکم بنا کر بھیجا، آپ کے ساتھ خالد بن ولید بھی تھے، پھر آپ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آکر ملے، آپ سفر حج میں اپنے ساتھ ھدی بھی لائے تھے اور جس احرام کی نیت رسول اللہ ﷺ نے کی تھی اسی احرام کی نیت آپ نے بھی کی، پس رسول اللہ ﷺ نے اپنی ھدی میں آپ کو بھی شریک کرلیا، اور آپ اسی احرام پر برقرار رہے، یہاں تک کہ دونوں نے مناسک حج سے فراغت پر ھدی کے جانوروں کو ذبح کیا، جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا، جب رسول اللہ ﷺ مرض الوفات میں تھے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے علی بن ابی طالب کو کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو کہ آپ کے بعد خلافت کس کے لئے ہوگی؟ حضرت علی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا، اس لئے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا تو آپ کے بعد لوگ کبھی بھی ہمیں امارت سپرد نہ کریں گے۔ اور احادیث صحیحہ وصریحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امر خلافت کی وصیت نہ حضرت علی کے لئے فرمائی اور نہ کسی دوسرے کے لئے، البتہ ابوبکر صدیق کا اشارۃً ذکر فرمایا تھا، لیکن وہ اشارہ نہایت واضح، صاف اور سمجھ میں آنے والا تھا، جیسا کہ ہم نے ماقبل میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور وہ جو جاہل اہل تشیع اور غبی قصہ گو افتراء پردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کی خلافت کی وصیت فرمائی تھی یہ محض سراسر جھوٹ، بہتان اور افتراء عظیم ہے جس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام معاذ اللہ خائن تھے، اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے ترک نفاذ پر تعاون کیا اور درحقیقت جس کے لئے وصیت تھی اس کے بجائے دوسرے کی طرف اس وصیت کو بلا کسی وجہ اور سبب کے پھیرا، اور ان باتوں کے غلط اور خطاء عظیم ہونے میں کچھ شبہ نہیں، ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کا پختہ یقین رکھتا ہے کہ دین اسلام حق ہے، اور یہ باتیں افتراء، دروغ گوئی اور بہتان ہیں، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد مخلوقات میں سب سے بہترین ہیں اور یہ امت جو بنص قرآنی خیر الامم ہے اس کا یہ دنیا وآخرت میں سب سے بہترین طبقہ ہیں، اور اس پر سلف وخلف کا اجماع ہے، اور اسی طرح بعض عوامی قصہ گو بازاروں میں چلتے پھرتے حضرت علی سے متعلق بعض وصایا کا ذکر کرتے ہیں کہ جو کھانے پینے اور لباس وغیرہ کے آداب واخلاق کے سلسلے میں ہیں، مثلاً کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے علی بیٹھ کر عمامہ مت باندھو، اے علی کھڑے ہو کر شلوار مت پہنو، اے علی دروازے کے دونوں کواڑ مت پکڑا کرو، اور دروازے کی چوکھٹ پر مت بیٹھا کرو، اور اے علی اپنے کپڑے کو مت سیو جب وہ تمھارے بدن پر ہو، اسی طرح کی اور بہت سی باتیں، یہ سب محض ہذیان اور فضولیات ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ احمق اور جاہلوں کی من گھڑت ہیں، جن پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور ان سے غبی اور فہم سے عاجز ہی دھوکہ کھا سکتا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت علی آپ کے غسل وکفن اور تدفین وغیرہ امور کے ولی تھے، جیسا کہ ماقبل میں تفصیلاً گزر چکا، اور عنقریب آپ کے فضائل میں آئے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے بعد آپ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا، جن سے حسن، حسین اور محسن پیدا ہوئے، اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر روافض اور قصہ گو لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

جب یوم سقیفہ میں ابوبکر صدیق کی بیعت ہو رہی تھی تو حضرت علی بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے مسجد میں آپ کی بیعت کی تھی، اور آپ ابوبکر صدیق کے سامنے دیگر امرائے صحابہ کی طرح رہتے اور ان کی اطاعت کو اپنے لئے لازم سمجھتے اور ان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی تھی، آپ ابوبکر صدیق سے اس میراث کے نہ ملنے کے باعث جس کو رسول اللہ ﷺ چھوڑ کر گئے تھے قدرے ناراض تھیں، اصل میں آپ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مختص ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جب یہ حدیث آپ کو پہنچی تو آپ نے ابوبکر صدیق سے مطالبہ کیا کہ کم از کم ان کے خاوند کو ان صدقات کا نگران مقرر کیا جائے، لیکن ابوبکر صدیق نے اس سے بھی انکار کر دیا، جس کی وجہ سے آپ کے دل میں کچھ ناراضگی ابوبکر صدیق کی طرف سے باقی رہی، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، حضرت علی چونکہ حضرت فاطمہ کی خاطر مدارات کیا کرتے تھے اس لئے جب چھ ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی تو آپ نے ابوبکر صدیق سے تجدید بیعت کی۔

جب ابوبکر صدیق کی وفات ہوگئی تو ان کی وصیت کے مطابق عمر بن خطاب خلیفہ بنے، دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت علی نے بھی آپ کی بیعت کی، اور عمر بن خطاب کو مختلف امور میں مشورے دیا کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ عمر بن خطاب نے اپنے زمانہ خلافت میں آپ کو قاضی مقرر کیا تھا، اور آپ عمر بن خطاب کے دیگر امرائے صحابہ کی معیت میں شام آئے تھے، اور حضرت عمر کے خطبہ جابیہ کے موقع پر حاضر تھے، جب عمر بن خطاب پر قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ نے امر خلافت کے بارے میں چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی تو ان میں ایک حضرت علی بھی تھے، پھر آخر میں معاملہ آپ کے اور حضرت عثمان بن عفان کے درمیان دائر ہوگیا، پھر جب عثمان بن عفان کو آپ پر تقدم وفوقیت حاصل ہوگئی تو آپ نے ان کی سمع وطاعت کی، جب عثمان بن عفان بروز جمعہ اٹھارہ ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید کر دیئے گئے تو لوگ آپ کی طرف مائل ہوئے اور حضرت عثمان کی تدفین سے قبل آپ کی بیعت کی اور بعض کہتے ہیں کہ تدفین کے بعد بیعت کی جیسا کہ پہلے گزر چکا، حضرت علی نے امارت قبول کرنے سے انکار کیا تھا حتیٰ کہ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ بنو عمرو بن مبدول کے باغ کی طرف بھاگ کر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا، پس لوگ وہاں پہنچے، دروازہ بجایا، آپ سے التجاء کی اور اپنے ساتھ طلحہ وزبیر کو بھی لے گئے، ان لوگوں نے کہا کہ اس امر کا بقاء امیر کے بغیر ممکن نہیں، وہ مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان

کی بات قبول فرمائی۔

حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت خلافت کا ذکر[1]...... کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ آپ سے بیعت کی جو احد کے دن رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا تھا، بعض لوگوں نے اس موقع پر کہا کہ اللہ کی قسم یہ امر تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا، حضرت علی مسجد کی طرف نکلے اور منبر پر چڑھے، آپ نے ایک چادر اور ریشمی عمامہ زیب تن کر رکھا تھا، آپ کے دونوں جوتے آپ کے ہاتھ میں تھے، اور کمان سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اسی حال میں عام لوگوں نے آپ سے بیعت کی یہ انیس ذی الحجہ ۳۵ھ بروز ہفتہ کا واقعہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ طلحہ وزبیر نے آپ سے اس شرط پر بیعت کی کہ انھیں بصرہ وکوفہ کا امیر مقرر کیا جائے گا، لیکن حضرت علی نے فرمایا آپ دونوں میرے پاس رہیں، میں آپ لوگوں سے انسیت پاتا ہوں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے آپ سے بیعت نہیں کی جن میں حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابو سعید، محمد مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید اور کعب بن عجرہ شامل ہیں، ابن جریری نے مدائنی کے طریق سے بنو ہاشم کے ایک شیخ سے بحوالہ عبداللہ بن حسن نقل کیا ہے، مدائنی کہتے ہیں کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جنھوں نے امام زہری سے سنا ہے کہ کچھ لوگ مدینہ سے شام کی طرف بھاگ گئے تھے انھوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی، اسی طرح قدامہ بن مظعون، عبداللہ بن سلام، اور مغیرہ بن شعبہ نے بھی بیعت نہیں کی، میں (مصنف) کہتا ہوں کہ مروان بن حکم، ولید بن عقبہ اور دوسرے لوگ شام کی طرف بھاگے تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ لوگوں نے مدینہ میں حضرت علی کی بیعت کی، لیکن سات آدمی رکے رہے، انھوں نے بیعت نہیں کی، اور وہ ابن عمر، سعد بن ابی وقاص، صہیب، زید بن ثابت، محمد بن ابی مسلمہ، سلمہ بن سلامہ بن رقش اور اسامہ بن زید تھے، ہمارے علم کے مطابق انصار میں سے اور آدمی نے بیعت سے تخلف نہیں کیا۔

سیف بن عمر نے مشائخ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ عثمان بن عفان کی شہادت کے بعد مدینہ میں پانچ دن گزر گئے، اور حال یہ تھا کہ غافقی بن حرب امیر بن کران پر مسلط تھا، لوگ اس شخص کو تلاش کرتے رہے جو امر خلافت کو قائم کرے، اہل مصر نے حضرت علی سے اس بارے میں اصرار کیا، لیکن وہ ان سے بچنے کے لئے ایک باغ میں بھاگ کر چلے گئے، اہل کوفہ حضرت زبیر کو اس امر کے لئے تلاش کرتے رہے لیکن انھیں نہ پایا، اور اہل بصرہ حضرت طلحہ سے اس سلسلے میں اصرار کرتے رہے لیکن انھوں نے قبول نہ کیا، پھر ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہم ان تین میں سے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کرتے اور سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں، لیکن انھوں نے بھی قبول نہ کیا پھر یہ لوگ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے انھوں نے انکار کر دیا، یہ اس معاملہ میں حیران و پریشان رہ گئے، اور آپس میں کہا کہ اگر ہم عثمان بن عفان کے قتل کے بعد امارت کا فیصلہ ہوئے بغیر اپنے شہروں کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو لوگ ہمارے بارے میں اختلاف کریں گے اور ہم سلامت نہ رہ سکیں گے، اس کے بعد یہ لوگ حضرت علی کے پاس پہنچے اور ان سے امارت کے بارے میں بہت اصرار کیا، اور اشتر نخعی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے بیعت کر لی دوسرے لوگ بھی بیعت کرنے لگے۔

اہل کوفہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والا اشتر نخعی ہے، یہ چوبیس ذی الحجہ ۳۵ھ جمعرات کا دن تھا، یہ کام ان کے باہم صلاح و مشورہ سے ہوا اور سب کہنے لگے کہ علی کے سوا کوئی اس کام کا اہل نہیں ہے، جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت علی منبر پر چڑھے اور جو لوگ کل گذشتہ بیعت سے رہ گئے تھے انھوں نے آج بیعت کی، سب سے پہلے حضرت طلحہ نے اپنے شل ہاتھ کے ساتھ آپ کی بیعت کی ایک کہنے والے نے اس موقع پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا، ان کے بعد حضرت زبیر نے بیعت کی، اور کہا کہ میں نے اس حال میں بیعت کی ہے کہ تلوار میری گردن پر ہے، پھر آپ سلام کر کے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور چار مہینے وہاں قیام کیا، یہ بیعت پچیس ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ کو ہوئی تھی، اور اس دن حضرت علی نے سب سے پہلا خطبہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۶۹۶، والکامل فی التاریخ: ۳/ ۹۸، مروج الذھب: ۲/ ۳۶۱

دیا، اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کے لئے کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر وشر کو بالکل واضح کر دیا ہے پس تم خیر کو لازم پکڑو اور شر کو چھوڑ دو، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حرم مجہول کو محترم قرار دیا ہے اور ایک مسلمان کو تمام مقامات مقدسہ پر فضیلت بخشی ہے، اور مسلمانوں کے حقوق کو اخلاص وتوحید کے ساتھ پابند کیا ہے اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں مگر کسی حق کی وجہ سے، اور کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کو اذیت دینا جائز نہیں مگر وہ جو کہ شرعاً ضروری ہو، اور تم عوام الناس کے امور کی طرف سبقت کرو، خاص طور پر موت کا خیال کرو، لائق اقتداء لوگ تمہارے آگے ہیں اور قیامت تمھیں پیچھے سے ہانکے چلی آ رہی ہے، پس تم ہلکے پھلکے رہو اور ان کے ساتھ لاحق ہو جاؤ، آخری گھڑی لوگوں کی منتظر ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں اور شہروں کے بارے میں ڈرو، تم سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے قطعات اور بہائم کے بارے میں بھی سوال کیا جائیگا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، اور جب تم کوئی خیر دیکھو تو اس کو اختیار کرو، اور جب شر دیکھو تو اس کو چھوڑ دو، اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

واذکرو اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض

''اور اس وقت کو یاد کرو جب تم زمین میں قلیل اور کمزور تھے۔'' (سورۃ انفال آیت نمبر ۲۷)

جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اہل مصر نے یہ اشعار کہے:

(۱)......اے ابوالحسن اسے تھامیئے اور ڈرتے رہیئے، بلاشبہ ہم امارت کو رسی کی طرح بٹ دیں گے۔

(۲)......شیروں کا حملہ جھاڑیوں کے شیر کی طرح ہوتا ہے۔ وہ دودھ کے تالابوں جیسی تلواروں سے حملہ کرتے ہیں

(۳)......ہم بادشاہوں کو لمبی رسی جیسے نرم نیزوں کے ساتھ چوٹ لگاتے ہیں، حتیٰ کہ بغیر سامنے آئے وہ بل کھاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً یہ اشعار پڑھے:

(۱)......اگر میں عاجز رہا تو بھی معذرت نہیں کروں گا اور عنقریب اس کے بعد عقل مند وقوی ہو جاؤں گا۔

(۲)......جس دامن کو گھسیٹتا ہوں اسے اٹھادوں گا اور منتشر و پراگندہ معاملہ کو یکجا کر دوں گا۔

(۳)......جلد باز اور غلبہ حاصل کرنے والا مجھ سے جھگڑا نہ کرے بلکہ مجھے چھوڑ دے اور ہتھیار سبقت کریں۔

کوفہ میں اس وقت ابوموسیٰ اشعری نماز پر، قعقاع بن عمرو امور جنگ پر اور جابر بن فلاں مزنی خراج کی وصولی پر مقرر تھے، بصرہ پر عبداللہ بن عامر، اور مصر پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح امیر تھے، محمد بن ابی حذیفہ نے عبداللہ بن سعد پر غلبہ حاصل کر لیا تھا، شام پر حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے نائبین میں سے حمص پر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، قنسرین پر حبیب بن سلمہ اردن پر ابوالاعور، فلسطین پر حکیم بن علقمہ، آذربائیجان پر اشعث بن قیس، قرقیسا پر جریر بن عبداللہ بجلی، حلوان پر عتیبہ بن نہاس، قیساریہ پر مالک بن حبیب اور ہمذان پر حبیش امیر مقرر تھے، یہ ابن جریر کے مطابق عثمان بن عفان کی شہادت کے وقت مختلف شہروں پر آپ کے عاملین ونائبین تھے، اور بیت المال پر عقبہ بن عمرو اور مدینہ کی قضاء پر زید بن ثابت مقرر تھے، جب عثمان بن عفان شہید ہو گئے تو نعمان بن بشیر آپ کی خون آلود قمیص اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں جو آپ کے دفاع میں ہتھیلی سے کٹ گئی تھیں لے کر حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس شام پہنچ گئے، حضرت معاویہ نے وہ قمیص منبر پر رکھ دی اور انگلیاں اس کی آستین میں لٹکا دیں تاکہ لوگ یہ منظر دیکھیں اور آپ نے انھیں اس کا انتقام لینے پر برانگیختہ کیا، لوگ منبر کے اردگرد روتے اور کبھی قمیص کو اٹھاتے اور کبھی رکھتے، ایک سال اسی طرح انھیں روتے روتے گزر گیا اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو بدلہ لینے پر اکساتے وابھارتے، اکثر لوگ اس سال اپنی ازواج سے الگ رہے، اور حضرت معاویہ اور صحابہ کی ایک جماعت حضرت عثمان بن عفان کے خون کا قاتلوں وخارجیوں سے انتقام لینے پر لوگوں کو برانگیختہ کرتی رہی صحابہ کی اس جماعت میں عبادہ بن صامت، ابوالدرداء، ابوامامہ اور عمرو بن عنبسہ وغیرہ تھے اور تابعین میں سے شریک بن حباشہ، ابومسلم ولانی اور عبدالرحمٰن بن غنم وغیرہ تھے۔

جب حضرت علی کی بیعت کا معاملہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو حضرت طلحہ وحضرت زبیر آپ کے پاس آئے اور آپ سے عثمان بن عفان کے خون کا قصاص لینے اور حد کو قائم کرنے کا مطالبہ کیا، حضرت علی نے ان سے عذر کیا کہ ابھی ان خوارج کے معاونین وانصار ہیں اور آج کل ان سے قصاص لینا

ممکن نہیں ہے، پھر حضرت طلحہ نے بصرہ اور حضرت زبیر نے کوفہ کی امارت کا آپ سے مطالبہ کیا تا کہ وہاں سے لشکر لے کر آئیں اور ان خوارج و جاہل اعرابیوں کی قوت پر غالب آ جائیں، حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے ذرا مہلت دو تا کہ میں اس معاملہ میں غور وفکر کرلوں، ان کے جانے کے بعد مغیرہ بن شعبہ حضرت علی کے پاس پہنچے اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ شہروں پر موجودہ عاملین کو برقرار رکھیں، جب وہ آپ کی اطاعت کرلیں تو پھر آپ جس کو چاہیں تبدیل کردیں اور جس کو چاہیں باقی رکھیں پھر اگلے دن مغیرہ بن شعبہ دوبارہ آئے اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ عمال کو معزول کردیں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ کون ان میں سے اطاعت کرنے والا اور کون نافرمانی کرنے والا ہے حضرت علی نے یہ صورتحال حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھی، ابن عباس نے فرمایا کہ کل مغیرہ نے آپ کے ساتھ خیر خواہی کی تھی اور آج آپ کو دھوکہ دیا ہے، مغیرہ بن شعبہ کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا کہ ہاں میں نے ان کے ساتھ خیر خواہی کی تھی، جب انھوں نے قبول نہ کیا تو میں نے انھیں دھوکہ دیا، اس کے بعد مغیرہ مکہ چلے گئے، اور ایک جماعت بھی ان کے ساتھ جا کر مل گئی، جن میں طلحہ وزبیر بھی تھے، ان دونوں نے حضرت علی سے عمرہ کی اجازت طلب کی تھی، آپ نے اجازت دے دی اور یہ لوگ مکہ چلے آئے ابن عباس نے حضرت علی کو مشورہ دیا کہ خلافت مستحکم ہونے تک آپ شہروں پر عاملین کو برقرار رکھیں۔

اور خصوصاً حضرت معاویہ کو شام کی امارت پر بحال رکھیں، اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ نے انھیں معزول کردیا تو وہ آپ سے خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ کردیں گے اور اس معاملہ میں طلحہ وزبیر سے بھی میں مطمئن نہیں وہ بھی آپ پر اعتراض کریں گے، حضرت علی نے فرمایا کہ میری یہ رائے نہیں ہے بلکہ میں آپ کو شام کا والی مقرر کرتا ہوں، آپ شام چلے جائیں، ابن عباس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ معاویہ مجھے عثمان بن عفان کے بدلے قتل کردیں گے یا آپ کی قرابت داری کی وجہ سے مجھے قید کردیں گے، لہٰذا آپ ایسا کریں کہ معاویہ کی طرف مجھے خط لکھ کردیں کہ وہ مہربانی کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کریں، حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ کبھی نہیں ہوسکتا، ابن عباس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین جنگ تو سراسر دھوکہ دہی کا نام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر آپ نے میری بات مان لی تو میں واپسی میں انھیں اپنے ساتھ ضرور لے آؤں گا، اور جو لوگ حضرت علی کے مدینۃ الرسول چھوڑنے اور عراق کوچ کر جانے کی تائید وتحسین کررہے تھے، ابن عباس نے ان کی بات قبول کرنے سے بھی آپ کو منع کیا، لیکن حضرت علی نے سختی سے انکار کردیا اور امرائے خوارج کے مشورہ کو قبول کرلیا جو مختلف شہروں سے آئے ہوئے تھے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال قسطنطین بن ھرقل نے ایک ہزار کشتیوں کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کا قصد کیا اور اس مہم پر روانہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر آندھی کا طوفان بھیجا اور اپنی قوت وطاقت کے ساتھ اس لشکر کو سمندر میں غرق کردیا۔ صرف بادشاہ ہی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ بچ سکا، جب یہ لوگ جان بچا کر صقلیہ پہنچے تو لوگوں نے بادشاہ کے لئے ایک حمام تیار کروایا اور اس میں اسے داخل کردیا پھر وہیں قتل کردیا، اور کہا کہ اس نے ہمارے آدمیوں کو مروایا ہے۔

آغاز سال ۳۶ھ

اس سال کا آغاز ہوا تو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب امر خلافت سنبھال چکے تھے، مختلف شہروں پر آپ نے اپنے عاملین کا تقرر کیا، پس یمن پر عبداللہ بن عباس، بصرہ پر سمرہ بن جندب، کوفہ پر عمارہ بن شہاب، مصر پر قیس بن سعد بن عبادہ، اور شام پر حضرت معاویہ کی جگہ سہل بن حنیف کو امیر مقرر کیا، سہل بن حنیف شام کی طرف روانہ ہوئے، جب تبوک پہنچے تو حضرت معاویہ کے کچھ سوار آپ سے ملے، انھوں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ سہل بن حنیف کہا کہ امیر ہوں، انھوں نے پوچھا کہ کس چیز پر امیر ہیں؟ آپ نے کہا کہ شام پر امیر ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اگر آپ کو عثمان بن عفان نے بھیجا ہے تو آپ کو سلام اور خوش آمدید، کسی اور نے بھیجا ہے تو واپس چلے جائیے، سہل بن حنیف نے کہا کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں، معلوم ہے۔

پس سہل بن حنیف لوٹ کر حضرت علی کے پاس آگئے، اور قیس بن سعد کے بارے میں اہل مصر نے اختلاف کیا، اکثر نے ان کی بیعت کرلی

لیکن ایک جماعت نے کہا کہ جب تک ہم عثمان کے قاتلوں کو قتل نہ کرلیں گے، بیعت نہ کریں گے، یہی حال اہل بصرہ کا رہا، عمارہ بن شہاب جنھیں کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا، انھیں طلحہ بن خویلد نے حضرت عثمان کی شہادت پر غصہ کی وجہ سے کوفہ جانے سے روک دیا، پس وہ بھی واپس لوٹ آئے اور حضرت علی کو خبر دی، فتنہ پھیل گیا، حالات خراب ہوگئے اور امت میں اختلاف پیدا ہوگیا، اور ابوموسیٰ اشعری نے بھی حضرت علی کو خط لکھا کہ اہل کوفہ میں سے بہت کم لوگوں نے اطاعت و بیعت کی ہے، حضرت علی نے شام میں حضرت معاویہ کو بہت سے خطوط لکھے لیکن انھوں نے کوئی جواب نہ دیا، حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کے تیسرے ماہ یعنی ماہ صفر تک ان خطوط کا سلسلہ چلتا رہا، پھر حضرت معاویہ نے ایک آدمی کے ساتھ جوابی خط بھیجا، جب وہ آدمی حضرت علی کے پاس پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم اپنے پیچھے کیا صورتحال چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جو قصاص کے سواء کچھ نہیں چاہتے، سب کا یہی مطالبہ ہے، اور عثمان بن عفان کی قمیص دمشق کے منبر پر رکھی ہے، میں نے ستر ہزار شیوخ کو اس کے پاس روتے ہوئے چھوڑا ہے۔

حضرت علی نے یہ سن کر فرمایا کہ اے اللہ میں تیرے حضور خون عثمان سے براءت کا اظہار کرتا ہوں پھر وہ قاصد حضرت علی کے پاس سے چلا گیا اور اسے اس بات نے متفکر کردیا کہ جن خوارج نے عثمان بن عفان کو قتل کیا تھا اب وہ اس کی جان لینے کے در پے ہیں اس نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی، حضرت علی نے اہل شام سے جنگ کا پختہ عزم کرلیا اور قیس بن سعد کو مصر میں لکھا کہ وہ لوگوں سے اہل شام کے ساتھ قتال میں مدد طلب کریں، ابوموسیٰ اشعری کو بھی کوفہ میں یہ خط بھیجا اور عثمان بن حنیف کو بھی یہی پیغام دیا، اور آپ نے مدینہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور انھیں اس جنگ پر آمادہ کیا اور اس کے لئے تیاری شروع کردی، اور قثم بن عباس کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینہ سے نکلے اور اپنی نافرمانی کرنے والوں اور بیعت نہ کرنے والوں سے جنگ کا پختہ عزم کرلیا، آپ کے فرزند حسن بن علی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ابا جان اس ارادہ کو ترک فرما دیجئے، اس میں مسلمانوں کی خون ریزی اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوگا، لیکن آپ نے ان کی درخواست قبول نہیں کی، بلکہ اپنے عزم و ارادہ پر جمے رہے اور فوجوں کو منظم، مرتب کرنا شروع کیا، پس جھنڈا محمد بن حنفیہ کے سپرد کیا، اور میمنہ پر ابن عباس کو، میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ کو اور بعض کے قول کے مطابق عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو مقدمہ پر ابولیلیٰ بن عمرو بن الجراح جو ابوعبیدہ بن الجراح کے بھتیجے تھے کو مقرر کیا، اور قثم بن عباس کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا، اب مدینہ سے نکل کر شام جانے میں کوئی رکاوٹ اور کوئی کام باقی نہ رہا، یہاں تک کہ آپ کو وہ بات پیش آئی جس نے آپ کو ان تمام عزائم پر عمل پیرا ہونے سے روک دیا، عنقریب ہم اسے بیان کرتے ہیں۔

معرکہ جمل کا آغاز[1] ...... جب ایام تشریق کے بعد حضرت عثمان بن عفان شہید کردیئے گئے تو امہات المؤمنین جو فتنہ سے بچنے کے لئے اس سال حج پر روانہ ہوگئی تھیں وہ شہادت عثمان کی اطلاع پر مکہ ہی میں ٹھہر گئیں اور جو لوگ حج سے فارغ ہو کر مکہ سے روانہ ہوگئے تھے وہ بھی اس واقعہ کی اطلاع پر واپس لوٹ آئے، اور انتظار کرنے لگے کہ اب حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں اور خبروں کے تجسس و ٹوہ میں رہنے لگے، جب حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت ہوگئی اور غالب آئے پھر حالات کے نتیجہ میں نہ کہ ان خوارج رؤسا کے اختیار کی وجہ سے، جنھوں نے حضرت عثمان کو شہید کیا تھا لوگوں کی باگ ڈور اور خلافت کی سعادت آپ کے حصے میں آگئی، باوجود اس بات کے کہ حضرت علی ان خوارج و مفسدین کو ناپسند کرتے تھے لیکن حالات کی درستگی کے منتظر تھے، آپ چاہتے تھے کہ اگر ان پر قابو حاصل ہوجائے تو ان سے اللہ کا حق وصول کریں، لیکن حالات اس طرح وقوع پذیر ہوئے کہ وہ لوگ آپ پر غالب آگئے اور اشراف صحابہ کو آپ کے پاس آنے جانے سے روک دیا۔

سو اس صورتحال کے پیش نظر بنوامیہ اور دیگر لوگوں کی ایک جماعت مکہ کی طرف فرار ہوگئی، طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی آپ سے عمرہ کی اجازت طلب کی آپ نے ان کو اجازت دے دی اور یہ لوگ مکہ روانہ ہوگئے، اور اچھی خاصی جمعیت و کثیر خلقت نے بھی ان کا اتباع کیا پھر جب حضرت علی نے اہل شام سے قتال کا ارادہ کیا اور اہل مدینہ کو اپنے ساتھ جانے کے لئے بلایا تو انھوں نے انکار کردیا آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ

---

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۵/۸۷، وتاریخ الطبری: ۳/۴۰، والمختصر فی اخبار البشر: ۱/۱۷۳، والکامل فی التاریخ: ۳/۱۰۵، ومروج الذھب: ۲/۳۶۶.

تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اپنے ساتھ چلنے پر ابھارا تو انھوں نے کہا کہ میں اہل مدینہ میں سے ایک آدمی ہوں، اگر اہل مدینہ نکلتے ہیں تو میں بھی سمع وطاعت بجالاتا ہوا چلتا ہوں، لیکن اس سال میں قتال کے لئے نہ جاسکوں گا، پھر وہ بھی تیار ہو کر مکہ چلے گئے، اور اس سال یعلیٰ بن امیہ بھی یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم لے کر مکہ پہنچ گئے، آپ یمن پر حضرت عثمان بن عفان کے عامل تھے عبداللہ بن عامر بھی بصرہ سے یہاں پہنچ گئے یہ بھی بصرہ پر حضرت عثمان کے نائب تھے، پس مکہ میں بہت سے لوگ سادات صحابہ اور امہات المؤمنین سب جمع ہو گئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں میں خطبہ دیا اور انھیں خون عثمان کے مطالبہ کے لئے اٹھ کھڑے ہونے پر ابھارا اور اس فتویٰ کا بھی ذکر کیا جو آپ نے ان لوگوں کے متعلق دیا تھا جنھوں نے حضرت عثمان کو حرمت والے شہر اور حرمت والے مہینہ میں شہید کر دیا تھا اور جوار رسول ﷺ کا بھی لحاظ نہ کیا اور لوگوں کا خون بہایا اور ان کے اموال لوٹے پس لوگوں نے آپ کی بات کو قبول کیا اور جس کام میں آپ مصلحت جانیں اس میں اطاعت کے لئے تیار ہو گئے، اور کہا کہ آپ جہاں تشریف لے جائیں گی ہم آپ کے ساتھ ہوں گے ایک قائل نے کہا کہ ہم شام جائیں گے دوسروں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے عزائم ومعاملات میں حضرت معاویہ تمھیں کافی ہیں۔ (اگر لوگ حضرت عائشہ صدیقہ کو مقدم کرتے تو غالب آ جاتے اور تمام امور لوگوں کی منشاء کے مطابق پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے اس لئے کہ اکابر صحابہ ان کے ساتھ تھے)۔

ایک جماعت نے کہا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور حضرت علی سے مطالبہ کریں گے کہ وہ قاتلین عثمان کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ وہ انھیں قتل کریں، ایک جماعت نے کہا کہ ہم بصرہ جائیں گے اور وہاں کے شہسواروں اور پیادہ جوانوں سے قوت حاصل کریں گے اور بصرہ میں موجود قاتلین عثمان سے قصاص کی ابتداء کریں گے، اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا، بقیہ امہات المؤمنین نے مدینہ جانے میں عائشہ صدیقہ کی موافقت کی لیکن جب لوگوں نے بصرہ جانے پر اتفاق کیا تو وہ واپس لوٹیں اور کہا کہ ہم مدینہ کے سوا کہیں نہیں جائیں گی، پس یعلیٰ بن امیہ نے لوگوں کا سامان سفر تیار کیا اور چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم ان پر صرف کئے، عبداللہ بن عامر نے بھی ان پر مال کثیر خرچ کیا، امہات المؤمنین میں سے حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب نے بصرہ جانے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ کی موافقت کی، ان کے بھائی عبداللہ بن عمر بن خطاب نے انھیں بصرہ جانے سے منع کیا اور مدینہ کے علاوہ کسی اور شہر کی طرف لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کیا لوگ ایک ہزار سواروں کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معیت میں بصرہ روانہ ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ اہل مکہ ومدینہ کے نو سو سوار تھے، بعد میں مزید ان کے ساتھ لاحق ہوتے گئے یہاں تک کہ ان کی تعداد تین ہزار ہو گئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عسکری نامی اپنے اونٹ پر ہودج میں سوار تھیں، اس اونٹ کو یعلیٰ بن امیہ نے قبیلہ عرینہ کے ایک آدمی سے دو سو دینار میں خریدا تھا، بعض اسی دینار اور بعض اس کے علاوہ کوئی اور تعداد اس کی قیمت کی بیان کرتے ہیں، اور دیگر امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ذات العرق تک گئیں اور وہاں ان سے جدا ہو گئیں اور روتے ہوئے انھیں الوداع کہا، لوگ بھی اس موقع پر روئے، اسی وجہ سے اس دن کو یوم النخیب کہا جاتا ہے۔ نخیب کا معنی ہے بلند آواز سے رونا اس دن چونکہ لوگ بلند آواز سے روئے تھے اس لئے دن کو یوم النخیب کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد لوگ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے آپ کے بھانجے عبداللہ بن زبیر نماز میں لوگوں کی امامت فرماتے اور مروان بن حکم اوقات اذان میں اذان دیا کرتے تھے، اسی دوران ایک شب ان کا گزر حوأب نامی چشمہ پر ہوا وہاں کے کتے ان لوگوں پر بھونکنے لگے جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی آوازیں سنیں تو پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے، لوگوں نے جواب دیا حوأب۔ آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ میں واپس لوٹ جاؤں، لوگوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی ازواج مطہرات کو فرماتے ہوئے سنا کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے وہ کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے، پھر حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے اونٹ کے پہلو میں ضرب لگائی اور اسے بٹھا دیا اور فرمایا کہ مجھے واپس لوٹا دو، مجھے واپس لوٹا دو، ہم نے اس حدیث کو متعدد طرق والفاظ کے ساتھ دلائل النبوۃ میں ماقبل میں بیان کیا ہے پس لوگ ایک دن ایک رات آپ کے اونٹ کے اردگرد بیٹھے رہے، پھر عبداللہ بن زبیر نے آپ سے عرض کیا کہ جس نے آپ کو خبر دی ہے کہ یہ حوأب نامی چشمہ ہے اس نے غلط بیانی کی ہے اتنے میں لوگوں نے شور مچایا کہ بچو بچو، یہ علی بن ابی طالب کا لشکر آ گیا ہے، پس لوگ پھر بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب بصرہ کے قریب پہنچے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احنف بن قیس اور دیگر رؤسائے بصرہ کو لکھا کہ میں پہنچ گئی ہوں، عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود دوئلی کو آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ معلوم کریں کہ آپ کیوں تشریف لائی ہیں، جب یہ دونوں حضرات عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پہنچے، سلام عرض کیا اور پوچھا کہ آپ کس لئے تشریف لائی ہیں تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں حضرت عثمان کے خون کے قصاص کے قیام کے لئے آئی ہوں اس لئے کہ انھیں حرمت والے مہینے اور قابل احترام شہر میں مظلومانہ طور پر شہید کیا گیا ہے، اور یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) (عام لوگوں کی سرگوشیوں (اور گفتگو) میں کچھ خیر نہیں مگر وہ لوگ جو صدقہ یا نیک کام کا حکم کریں یا لوگوں کے درمیان صلح کی کوشش کریں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے یہ کام کرے گا تو ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱۴)

پھر یہ دونوں حضرات یہاں سے نکل کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے بھی یہ سوال کیا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں، آپ نے فرمایا حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے، ان دونوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہیں کی، آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، بیعت کی تھی لیکن اس حال میں کہ تلوار میری گردن پر تھی اور اگر وہ (حضرت علی) ہمارے اور قاتلین عثمان کے درمیان حائل نہ ہوں تو میں ان کے مقابلے میں نہیں آؤں گا، پھر یہ دونوں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے انہوں نے بھی حضرت طلحہ کی مثل جواب دیا، پھر یہ دونوں حضرات دوبارہ عثمان بن حنیف کی طرف لوٹ آئے۔

اور ابوالاسود دوئلی نے یہ اشعار پڑھے:

اے ابن احنف میں آچکا ہوں پس آپ باہر نکلئے اور اس قوم سے نیزہ بازی و شمشیر زنی کیجئے اور ثابت قدم رہیے، اور ان کے مقابلے میں زرہ پوش جوانوں کو نکالئے اور اس معرکہ کے لئے تیار ہو جایئے۔

عثمان بن حنیف نے یہ سنکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ اسلام کی چکی گھومنا شروع ہوگئی، اب کعبہ کی قسم! تم دیکھنا کہ اب یہ کیسے ڈگمگا کر چلتی ہے عمران بن حصین نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم اب وہ تمھیں طویل عرصہ تک رگڑے گی عثمان بن حنیف کا اشارہ عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث مرفوع کی طرف تھا کہ اسلام کی چکی پینتیس سال گزرنے پر گھومے گی، پھر عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین سے کہا کہ مجھے مشورہ دو عمران بن حصین نے کہا کہ میں تو اس معاملہ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں اور اپنے گھر جا کر بیٹھتا ہوں یا یہ کہا کہ اپنے اونٹ پر جا کر بیٹھتا ہوں پھر عمران بن حصین چلے گئے، احنف بن قیس نے کہا کہ میں امیر المؤمنین کے آنے تک انھیں روکوں گا، پھر عثمان بن حنیف نے لوگوں میں منادی کرادی اور انھیں حکم دیا کہ ہتھیار پہن لیں اور مسجد میں اکھٹے ہو جائیں، پس لوگ اکھٹے ہوگئے، آپ نے انھیں تیاری کا حکم دیا، ابھی عثمان بن حنیف منبر پر ہی تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے لوگو! اگر یہ لوگ خوفزدہ ہو کر آئے ہیں تو یاد رکھو کہ یہ ایسے شہر سے آئے ہیں جہاں پرندوں کو بھی امن حاصل ہوتا ہے، اور گر یہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آئے ہیں تو ہم ان کے قاتل نہیں ہیں، پس تم میری بات مانو اور انھیں وہیں لوٹا دو جہاں سے یہ آئے ہیں، اسود بن سریع سعدی کھڑا ہوا اور کہا کہ یہ لوگ قاتلین عثمان کے خلاف ہم سے اور دیگر لوگوں سے مدد لینے کے لئے آئے ہیں، اس پر لوگوں نے اسود کو کنکریاں مارنی شروع کیں، عثمان بن حنیف نے جان لیا کہ بصرہ میں قاتلین عثمان کے ہمدرد اور مددگار بھی موجود ہیں، اور آپ نے ان کے رویہ کو سخت ناپسند کیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہم سفر لوگوں کے ساتھ تشریف لائیں اور بصرہ کے قریب مربد کے بالائی حصے میں پڑاؤ کیا اور اہل بصرہ میں سے جو آپ کے ساتھ شامل ہونا چاہتے تھے وہ بھی وہیں آملے عثمان بن حنیف بھی اپنی فوج لے کر نکلے اور مربد کے مقام پر یہ سب اکھٹے ہوگئے، حضرت طلحہ "جو میمنہ پر امیر تھے" نے حضرت عثمان بن عفان کے خون کا قصاص لینے پر لوگوں کو ابھارا۔ حضرت زبیر نے بھی اسی طرح کی بات کی عثمان بن حنیف کی فوج میں سے کچھ لوگوں نے ان دونوں کی گفتگو کا جواب دیا، پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں سے خطاب فرمایا، اور انھیں قتال پر ابھارا، برانگیختہ کیا پس دونوں لشکروں کے اطراف سے کچھ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے اور پتھر مارنے لگے، کچھ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرایا اور ہر فریق اپنی جگہ واپس لوٹ گیا، پھر عثمان بن حنیف کی فوج میں سے ایک جماعت آگے بڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فوج پر حملہ کر دیا اور حارثہ بن قدامہ سعدی نے سامنے آکر کہا کہ اے ام المؤمنین اللہ کی قسم حضرت عثمان بن عفان کا شہید

ہونا آپ کے اس اونٹ پر جو ہتھیاروں کے نشانہ پر ہے سوار ہو کر نکلنے سے زیادہ اھون وکم درجہ بات ہے، اگر آپ اپنی مرضی سے آئی ہیں تو جہاں سے آئی ہیں وہیں سے اپنے گھر کی طرف لوٹ جائیں، اور اگر کسی کے مجبور کرنے سے آئی ہیں تو واپس جانے کے لئے لوگوں سے مدد طلب کیجئے، حکیم بن جبلہ سامنے آیا جو عثمان بن حنیف کی فوج میں سواروں کا امیر تھا اور قتال شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فوج کے لوگ اپنے ہاتھوں کو قتال سے روکنے لگے، حکیم بن جبلہ بڑھ چڑھ کر حملے کرنے لگا راستے کے سرے پر دونوں فوجوں کی آپس میں کچھ مڈ بھیڑ ہوئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اصحاب کو راستے کی دائیں جانب اختیار کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ یہ لوگ ابن ماذن کے مقبرہ کے پاس پہنچ گئے، اور رات دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو گئی۔

جب دوسرا دن طلوع ہوا تو پھر انھوں نے قتال کا قصد کیا اور دن ڈھلنے تک لڑائی ہوتی رہی۔ عثمان بن حنیف کی فوج کے بہت سے لوگ مقتول ہوئے اور فریقین کی طرف سے بکثرت زخمی ہوئے، جب جنگ نے انھیں کاٹ کر رکھ دیا تو صلح کی طرف انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دعوت دی اور اس شرط پر صلح کی کہ ہم ایک خط لکھ کر قاصد کے ہاتھ اہل مدینہ کی طرف بھیجتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر طلحہ وزبیر نے مجبوراً بیعت کی ہے تو عثمان بن حنیف بصرہ ان کے لئے خالی کر دیتے ہیں اور اگر مجبوراً نہیں بلکہ خوشی سے بیعت کی ہے تو طلحہ وزبیر بصرہ کو عثمان بن حنیف کے لئے چھوڑ دیں گے، ان لوگوں کے قاضی کعب بن ثور کو قاصد بنا کر اہل مدینہ کی طرف بھیجا، یہ جمعہ کے دن مدینہ پہنچے اور لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ سوال کیا کہ طلحہ وزبیر نے بیعت مجبوراً کی تھی یا رضا مندی سے؟ لوگ خاموش رہے اور اسامہ بن زید کے علاوہ کسی نے کوئی بات نہیں کی، اسامہ بن زید نے کہا کہ انھوں نے مجبوراً بیعت کی تھی، کچھ لوگ اسامہ کی طرف بڑھے اور مارنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت صہیب، ابوایوب اور ایک جماعت نے درمیان میں پڑ کر چھڑا دیا، پھر ان حضرات نے اسامہ سے کہا کہ آپ نے ہماری طرح سکوت کی رخصت پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اسامہ نے کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ یہاں تک کر گزریں گے، پھر حضرت علی نے عثمان بن حنیف کی طرف لکھا کہ ان دونوں کو کسی فریق میں شامل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا، البتہ جماعت وفضل میں شمولیت کے لئے مجبور کیا گیا تھا، اگر یہ لوگ علیحدگی کے خواہاں ہیں تو ان کے لئے کوئی عذر نہیں یہ بھی غور وفکر کر لیں اور ہم بھی غور وفکر کر لیں، قاضی کعب بن ثور یہ خط لے کر عثمان بن حنیف کے پاس واپس آ گئے، عثمان بن حنیف نے کہا کہ ہم جس مسئلہ میں الجھے ہوئے ہیں یہ اس سے جدا مسئلہ ہے، پھر طلحہ وزبیر نے عثمان بن حنیف کو اپنے پاس آنے کے لیے پیغام بھیجا لیکن انھوں نے انکار کیا ان دونوں حضرات نے لوگوں کو ایک تاریک رات میں جمع کیا اور عشاء کی نماز میں جامع مسجد میں شامل ہو گئے، اس شب عثمان بن حنیف نماز کے لئے نہ نکلے، عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید نے لوگوں کو نماز پڑھائی، بصرہ کے رذیل لوگوں کی طرف سے تلخ کلامی، زبان درازی اور لڑائی ہوئی اور چالیس کے قریب آدمی قتل ہو گئے، پھر لوگ عثمان بن حنیف کے گھر میں داخل ہوئے اور انھیں طلحہ وزبیر کے پاس پکڑ کر لائے اور ان کے چہرے کے بال نوچ ڈالے، طلحہ وزبیر نے اسے بڑا حادثہ قرار دیا اور اس کی اطلاع حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی، آپ نے حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دیا جائے، پس عثمان بن حنیف کو چھوڑ دیا گیا اور بیت المال پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو والی مقرر کیا گیا، طلحہ وزبیر نے بیت المال کے اموال لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور اطاعت گزاروں کو ترجیحاً زیادہ دیا، لوگ اپنا اپنا حصہ لینے کے لئے ٹوٹ پڑے، محافظین کو گرفتار کر لیا گیا اور اس طرح بصرہ پر ان حضرات کا قبضہ ہو گیا، قاتلین عثمان اور ان کے معاونین کی ایک جماعت اس پر خوب سیخ پا ہوئی اور وہ تین سو کی ایک فوج بنا کر مقابلے کے لئے آئے ان پر حکیم بن جبلہ امیر تھا جو قاتلین عثمان میں سے ایک تھا انھوں نے جنگ وقتال کیا ایک آدمی نے حکیم بن جبلہ کی ٹانگ پر وار کیا اور اسے کاٹ ڈالا حکیم بن جبلہ نے اس کٹی ہوئی ٹانگ کو لیا اور اس آدمی پر دے مارا اور اسے قتل کر دیا اور پھر اس کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا اور یہ شعر گنگنانے لگا:

اے پنڈلی ہرگز خیال نہ کر، بے شک تیرے لیے میرا بازو ہے جس کے ساتھ میں اپنی پنڈلی کا دفاع کرتا ہوں۔

اور یہ شعر بھی کہا کہ:

اگر میں مر جاؤں تو مجھ پر کوئی عار نہیں، لوگوں میں عار کی بات تو جنگ سے فرار ہے۔ اور ہلاکت بزرگی کو رسوا نہیں کرتی۔

اسی دوران کہ حکیم بن جبلہ اس ٹانگ پر اپنے سر کا تکیہ لگائے بیٹھا تھا کہ ایک آدمی وہاں سے گزرا اور اس نے پوچھا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے تکیہ نے پھر حکیم بن جبلہ مر گیا اور اس کے ساتھ ستر قاتلین عثمان اور ان کے معاونین جو اہل مدینہ میں سے تھے مقتول ہو گئے، پس

بصرہ میں طلحہ وزبیر کے مخالفین کمزور پڑ گئے اور کہا جاتا ہے کہ اہل بصرہ نے طلحہ وزبیر کی بیعت کر لی، حضرت زبیر نے ایک ہزار سواروں کو حضرت علی کی آمد سے قبل ان سے مڈبھیڑ کرنے کے لئے آمادہ کیا لیکن کسی نے جواب نہ دیا، اور بشارت کے طور پر اہل شام کی طرف بصرہ پر قبضہ کی اطلاع لکھ دی گئی، یہ ۲۵ ربیع الآخر ۳۵ھ کا واقعہ ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید بن صوحان کو خط لکھا اور انھیں اپنی نصرت اور اپنے ساتھ ٹھہرنے کی دعوت دی اور لکھا کہ اگر نہیں آتے تو اپنے ہاتھ کو روک لیں اور اپنے گھر کو لازم پکڑ لیں یعنی نہ ہماری مدد کریں اور نہ ہمارے مخالفین کی، زید بن صوحان نے جواب میں لکھا کہ میں آپ کی مدد کروں گا جب تک آپ اپنے گھر میں ٹھہری رہیں گی اور آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ ام المؤمنین پر رحم فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں تو گھر لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے اور ہمیں قتال کرنے کا لیکن وہ اپنے گھر سے نکل آئی ہیں اور ہمیں اپنے گھر لازم پکڑنے کا حکم دیتی ہیں حالانکہ اس کی وہ ہم سے زیادہ مستحق ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اہل یمامہ واہل کوفہ کی طرف بھی اسی طرح کے خطوط لکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شام کے بجائے بصرہ کی طرف روانگی...... حضرت علی شام جانے کی مکمل تیاری کر چکے تھے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، لیکن جب آپ کو اطلاع ملی کہ طلحہ وزبیر نے بصرہ کا قصد وارادہ کیا ہے تو آپ نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور انھیں بصرہ چلنے کی ترغیب دی تاکہ ان دونوں حضرات کو بصرہ داخل ہونے سے روک دیں اور اگر داخل ہو چکے ہیں تو وہاں سے نکال باہر کریں، اکثر اہل مدینہ نے آپ کی اس بات کو قبول نہ کیا، البتہ بعض نے قبول کیا، شعبی کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں صرف چھ بدری صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا، ساتواں کوئی آدمی نہ تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ چار اصحاب تھے، ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جن کبار صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا تھا ان میں ابوالھیثم بن تیہان، ابوقتادہ انصاری، زیاد بن حنظلہ اور خزیمہ بن ثابت تھے، یہ خزیمہ بن ثابت دو شہادتوں والے نہ تھے وہ تو عثمان بن عفان کے زمانے میں وفات پا چکے تھے بلکہ یہ دوسرے خزیمہ تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقہ تیاری کے ساتھ مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے، البتہ مدینہ پر تمام بن عباس اور مکہ پر قثم بن عباس کو اپنا نائب مقرر کیا، یہ ۳۵ھ کے ربیع الآخر کے آخری ایام کا واقعہ ہے، حضرت علی مدینہ سے نوسو کے قریب جانباز لے کر چلے، ربذہ مقام پر عبداللہ بن سلام نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ مدینہ سے نہ جائیے، اللہ کی قسم اگر آپ یہاں سے چلے گئے تو مسلمانوں کا بادشاہ پھر کبھی یہاں لوٹ کر نہ آ سکے گا، بعض لوگوں نے عبداللہ بن سلام کو برا بھلا کہا، حضرت علی نے کہا کہ انھیں چھوڑ دو یہ بڑے اچھے صحابی رسول ہیں۔ پھر حسن بن علی راستے میں اپنے والد حضرت علی سے ملے اور کہا کہ میں نے آپ کو روکا تھا لیکن آپ نے میری بات نہ مانی، اب کل کو آپ ضائع ہو کر قتل کر دیئے جائیں گے اور آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا، حضرت علی نے کہا کہ تم تو مجھ پر ہمیشہ نرم خو بچی کی طرح مہربان رہے اور تم نے مجھے کس بات سے منع کیا تھا کہ جس سے میں نے انکار کیا؟ حضرت حسن نے کہا کہ کیا میں نے آپ کو حضرت عثمان کی شہادت سے قبل یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ آپ مدینہ سے چلے جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قتل کر دیئے جائیں اور آپ مدینہ میں ہوں؟ اور کوئی کہنے والا کہے اور باتیں بنانے والا باتیں بنائے، اور کیا میں نے یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ آپ شہادت عثمان کے بعد اس وقت تک لوگوں سے بیعت نہ لیں جب تک تمام شہروں کے باشندگان از خود بیعت کی درخواست نہ کریں؟ اور کیا میں نے آپ کو یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ یہ خاتون (حضرت عائشہ) اور یہ دو مرد (طلحہ وزبیر) جو گھروں سے نکلے ہوئے ہیں آپس میں کسی امر پر صلح واتفاق نہیں کر لیتے آپ اپنے گھر میں ہی تشریف رکھیں؟ لیکن آپ نے ان تین میں سے میری کوئی بات نہیں مانی۔

حضرت علی نے ان کے جواب میں فرمایا کہ تمھارا یہ کہنا کہ میں شہادت عثمان سے قبل مدینہ سے چلا جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ان کا محاصرہ وگھیراؤ کیا گیا اسی طرح ہمارا بھی محاصرہ وگھیراؤ کیا گیا، اور تمہارا یہ کہنا کہ مختلف شہر والوں کی طرف سے بیعت آنے سے قبل مجھے بیعت نہیں لینی چاہئے تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اس امر کے ضیاع کو پسند نہیں کیا اور تمہارا یہ کہنا کہ میں گھر بیٹھا رہوں اور ان لوگوں کو جہاں یہ جانا چاہیں جانے دوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ گویا کہ تم چاہتے ہو کہ میں اُس بجّو کی طرح ہو جاؤں جس کا گھیراؤ کر لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی کونچیں کاٹ دی جاتی ہیں اور وہ باہر نکل آتا، پس اگر میں ان امور پر غور وفکر نہ کروں جو مجھ پر لازم ہیں اور جن کو سنبھالنا میری ذمہ داری ہے

تو پھر کون ان پر غور وفکر کرے گا؟ لہٰذا اے میرے بیٹے میرے راستے میں حائل نہ بنو، جب حضرت علی کو بصرہ کی بدلتی ہوئی صورتحال کا علم ہوا جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں تو آپ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کے ہاتھ اہل کوفہ کو خط لکھا کہ میں نے تمہیں تمام اہل بلاد میں سے منتخب کیا ہے اور تمہاری طرف راغب ہوا ہوں، جو حالات پیش آئے ان سے فارغ ہو چکا ہوں پس اب تم اللہ کے دین کے معاون ومددگار بن جاؤ اور ہمارے پاس چلے آؤ، ہم اصلاح کے خواہاں ہیں تاکہ یہ امت پھر دوبارہ آپس میں بھائی بھائی بن جائے یہ دونوں حضرات چلے گئے۔

پھر آپ نے اہل مدینہ کی طرف بھی پیغام بھیجا اور جو ہتھیار سواریاں مطلوب تھیں وہ لیں اور لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ساتھ عزت ورفعت عطا فرمائی اور ہمیں ذلت، قلت، بغض وعداوت اور دوریوں کے بعد آپس میں بھائی بھائی بنایا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا لوگ اس طریقے پر عمل پیرا رہے کہ اسلام ان کا دین تھا حق ان کے درمیان قائم تھا، اور اللہ کا قرآن ان کا امام تھا، حتیٰ کہ یہ شخص (یعنی حضرت عثمان) ان لوگوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا جنھیں شیطان نے ورغلایا تھا تاکہ اس امت کے درمیان افتراق وانتشار پیدا کردے، خبردار یہ امت ضرور مختلف فرقوں میں بٹے گی جیسا کہ اس سے پہلی امتیں بھی فرقوں میں بٹی تھیں، پس ہم اس شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو کہ ظاہر ہونے والا ہے، پھر آپ نے مکرر فرمایا کہ وہ شر ضرور واقع ہو کر رہے گا اور آگاہ رہو عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ان میں سے بدترین فرقہ وہ ہوگا جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے گا لیکن میرے جیسا عمل نہیں کرے گا اور بلاشبہ تم نے اسے پالیا اور دیکھ لیا ہے، پس تم اپنے دین کو لازم پکڑو اور میرے طریقہ سے رہنمائی حاصل کرو، بلاشبہ وہ تمہارے نبی ہی کا طریقہ ہے اور ان کی سنن کا اتباع کرو، جو بات تم پر مشتبہ ہو جائے اس سے سکوت اختیار کرو حتیٰ کہ اسے کتاب اللہ پر پیش کرو، پس جو قرآن بتلائے اسے لازم پکڑو اور جس سے وہ انکار کردے اسے رد کردو، اور اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمد (ﷺ) کے نبی ہونے اور قرآن کے حکم وامام ہونے پر راضی ہو جاؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے جب ربذہ سے چلنے کا قصد کیا تو ابن ابی رفاعہ بن رافع کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کا کیا ارادہ ہے اور آپ ہمیں کہاں لیجانا چاہتے ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا کہ ہم اصلاح کے خواہاں ہیں اگر وہ اسے قبول کرلیں اور ہماری بات مان لیں، ابن ابی رفاعہ نے کہا کہ اگر وہ قبول نہ کریں تو؟ حضرت علی نے کہا کہ پھر ہم انھیں ان کی عہد شکنی کے باوجود چھوڑ دیں گے اور انھیں ان کا حق دیں گے، اور خود صبر کریں گے، ابن ابی رفاعہ نے پوچھا کہ اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو؟ حضرت علی نے فرمایا کہ ہم انھیں چھوڑے رکھیں گے جب تک وہ ہمیں چھوڑیں، ابن ابی رفاعہ نے پوچھا کہ اگر وہ ہمیں نہ چھوڑیں تو؟ حضرت علی نے فرمایا کہ پھر بھی ہم ان سے باز رہیں گے ابن ابی رفاعہ نے کہا کہ یہ بہت اچھی بات ہے، پھر حجاج بن غزیہ انصاری کھڑے ہوئے اور کہا کہ جس طرح آپ نے اپنی گفتگو سے مجھے خوش کردیا میں آپ کو اپنے عمل سے خوش کروں گا، اور اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ میری ضرور بالضرور مدد فرمائے گا، جیسا کہ اس نے ہمارا نام انصار رکھا ہے، حضرت علی ابھی ربذہ ہی میں مقیم تھے کہ قبیلہ طے کی ایک جماعت آپ سے ملاقات کے لئے آئی، آپ سے کہا گیا کہ اس جماعت میں سے کچھ لوگ آپ کے ساتھ چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کچھ آپ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

وفضل اللّٰه المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما

''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر اجر عظیم کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی ہے''۔ (سورۃ النساء آیت ۹۰)

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت علی اپنی تیاری کے مطابق ربذہ سے روانہ ہوئے آپ ایک سرخ اونٹنی پر سوار تھے جس کے آگے ایک سرخ وسیاہ رنگ کا گھوڑا اچل رہا تھا، جب آپ فید نامی جگہ پر پہنچے تو قبیلہ اسد اور طے کی ایک جماعت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ کافی تعداد ہے، اور اہل کوفہ میں سے عامر بن مطر شیبانی نامی ایک آدمی حاضر ہوا، آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پیچھے کیا صورتحال ہے؟ اس نے صورتحال بیان کی، آپ نے ابوموسیٰ اشعری کے بارے میں دریافت کیا، اس نے کہا کہ اگر آپ کا ارادہ صلح کا ہے تو وہ صلح کے ساتھی ہیں اور اگر ارادہ جنگ کا ہے تو وہ اس کے ساتھی نہیں حضرت علی نے کہا کہ اللہ کی قسم جن لوگوں نے ہم سے سرکشی کی ہے ہم ان سے صلح کے خواہاں ہیں، اور روانہ ہو گئے، جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو آپ کو واضح طور پر اپنے قتل کئے جانے، عثمان بن حنیف کے بصرہ سے نکال دیئے جانے اور بیت المال کے لوٹ لئے جانے کی اطلاع ملی، آپ نے کہا کہ اے اللہ مجھے اس آزمائش سے محفوظ فرما جس میں آپ نے طلحہ وزبیر کو

مبتلاء کیا ہے، پھر جب آپ ذی قار نامی جگہ پر پہنچے تو عثمان بن حنیف آپ کے پاس اس حال میں آ کر ملے کہ ان کا پورا چہرہ نوچ دیا گیا تھا اور داڑھی کا ایک بال تک نہ تھا، عثمان بن حنیف نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ نے مجھے بصرہ کی طرف اس حال میں بھیجا تھا کہ میں صاحب لحیہ (داڑھی والا) تھا اور اب آپ کے پاس امرد (بے ریش) بن کر آیا ہوں۔ حضرت علی نے کہا کہ تم نے خیر اور اجر کو پالیا ہے اور طلحہ وزبیر کے بارے میں فرمایا اے اللہ جو کچھ ان دونوں نے باندھا ہے اسے کھول دے، جو کچھ ان دونوں نے اپنے دل میں پختہ کیا ہے اسے پورا نہ کیجئے اور انھیں اپنے عمل کی برائی دکھا دیجئے، پھر آپ ذی قار میں ٹھہر کر اس خط کے جواب کا انتظار کرنے لگے جو محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کے ہاتھ بھیجا تھا، یہ دونوں ابوموسیٰ اشعری کے پاس پہنچے اور ان کی اجازت سے لوگوں میں کھڑے ہو کر بات کی، لیکن انھیں کوئی جواب نہ دیا گیا، جب شام ہوئی تو کچھ صاحب الرائے لوگ ابوموسیٰ اشعری کے پاس آئے اور انھیں حضرت علی کی اطاعت کی ترغیب دی، ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ یہ کل گذشتہ کو ہوسکتا تھا، محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر یہ سن کر نہایت غصہ ہوئے اور ان کے متعلق سخت باتیں کہیں ابوموسیٰ اشعری نے انھیں کہا کہ اللہ کی قسم میری اور تمھارے امیر کی گردن میں حضرت عثمان کی بیعت پڑی ہوئی ہے، اگر بالفرض قتال ضروری ہوا تو ہم اس وقت تک قتال نہ کریں گے جب تک ہم قاتلین عثمان سے فارغ نہ ہولیں اگر چہ وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں، پھر یہ دونوں چلے گئے اور حضرت علی کو صورتحال سے باخبر کیا، وہ ابھی تک ذی قار میں تھے، حضرت علی نے اشتر سے کہا کہ تم ابوموسیٰ اشعری کے ساتھی اور ہر کام میں رکاوٹ پیدا کرنے والے ہو، پس تم اور ابن عباس جاؤ اور جو بگاڑ پیدا کیا ہے اس کی اصلاح کرو۔

یہ دونوں نکلے اور کوفہ پہنچے، ابوموسیٰ اشعری سے گفتگو کی اور اس کام میں کوفہ کے کچھ آدمیوں سے مدد لی ابوموسیٰ اشعری لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تم محمد ﷺ کے ساتھی اور ان کے صحبت یافتہ ہو تم اللہ اور اس کے رسول کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہو جنہیں شرف صحبت حاصل نہیں ہوا، بلاشبہ تمہارا مجھ پر حق ہے اور میں تم تک نصیحت وخیر خواہی کی بات پہنچا رہا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ تم حکومت الٰہیہ کا استخفاف مت کرو، اور نہ اس کے امر پر جرأت کرو، یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس میں سونے والا جاگنے والے سے، جاگنے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا سواری پر سوار سے اور سوار دوڑنے وبھاگنے والے سے بہتر ہے پس تم اپنی تلواریں میان میں کرلو، اپنے نیزوں کے پھل نکال ڈالو، کمانوں کو توڑ دو اور مجبور ومظلوم کو پناہ دو یہاں تک کہ صورتحال درست ہوجائے اور فتنہ صاف واضح ہوجائے ابن عباس اور اشتر لوٹ کر حضرت علی کے پاس پہنچے اور انھیں اس کی خبر دی، پھر آپ نے حسن اور عمار بن یاسر کو بھیجا کہ جا کر بگاڑ کی اصلاح کریں، یہ دونوں گئے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہوگئے، سب سے پہلے ان دونوں کو مسروق بن اجدع نے سلام کیا اور عمار بن یاسر کو کہا کہ کیا آپ نے حضرت عثمان کو قتل کیا ہے یعنی ان کے قتل میں قاتلوں کی مدد کی ہے؟ عمار بن یاسر نے جواب دیا کہ ہماری بے توقیری کرنے اور خوشیاں ختم کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، مسروق بن اجدع نے کہا کہ اللہ کی قسم تم نے انھیں ایسی ہی سزا دی جیسا کہ اب تمھیں سزا دیجارہی ہے، اگر تم صبر کرتے تو یہ صابرین کے لئے بہتر تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری نکلے اور حسن بن علی سے ملاقات کی اور انھیں اپنے سے چمٹالیا، اور عمار بن یاسر کو کہا کہ اے ابوالیقظان کیا تم نے امیر المؤمنین عثمان بن عفان کے خلاف مدد دے کر ان کے قتل میں حصہ لیا ہے؟ عمار بن یاسر نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور مجھے ان کے قتل نے غمزدہ بھی نہیں کیا، حسن بن علی نے ان دونوں کی بات کاٹتے ہوئے ابوموسیٰ اشعری سے کہا کہ لوگ ہم سے کیوں رکتے وباز رہتے ہیں؟ حالانکہ ہمارا ارادہ صرف اصلاح کا ہے، اور نہ امیر المؤمنین جیسا آدمی کسی چیز سے خوف کھاتا ہے، ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا تم نے بالکل سچ کہا، لیکن جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا، جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے، اور چلنے والا سواری پر سوار سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ہم پر ایک دوسرے کے خون اور اموال کو حرام قرار دیا ہے، عمار بن یاسر یہ سن کر غصہ میں آگئے اور ابوموسیٰ اشعری کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے صرف تمھیں ہی کہا ہے کہ اس فتنہ میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے، بنوتمیم کا ایک آدمی ابوموسیٰ اشعری کی حمایت میں غیظ وغضب میں آگیا اور اس نے عمار بن یاسر کو برا بھلا کہنا شروع کیا، دوسرے لوگ اس کے ساتھ جوش میں آگئے، ابوموسیٰ اشعری لوگوں کو اس سے روکنے لگے، لیکن شور شرابا بڑھ گیا اور آوازیں بلند ہوگئیں، ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ اے لوگو! میری بات مانو اور عرب کے بہترین قوم کے بہترین انسان بن جاؤ جن کے پاس مظلوم پناہ لیا کرتا تھا اور خوفزدہ امن حاصل کرتا تھا، جب فتنہ اٹھتا ہے تو مشتبہ ہوتا ہے اور جب ختم ہوتا ہے تو واضح ہوتا ہے، پھر آپ

نے لوگوں کو اپنے ہاتھ روکنے اور اپنے گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم دیا، زید بن صوحان کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو! تم سب کے سب امیر المؤمنین وسید المسلمین کے پاس چلو، قعقاع بن عمرو کھڑے ہوئے اور کہا کہ بے شک حق وہی ہے جو امیر نے کہا ہے لیکن لوگوں کے لئے امیر المؤمنین کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے جو ظالموں کو دفع کرتا ہے اور مظلوم کی مدد کرتا ہے، اور لوگوں کی جمعیت کو منظم رکھتا ہے، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب جس امر کے والی ہیں اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور بلانے میں انصاف سے کام لے رہے ہیں، ان کا ارادہ صرف اصلاح کا ہے لہٰذا تم سب ان کی طرف جاؤ، پھر عبد خیر کھڑے ہوئے اور کہا کہ لوگ چار گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں حضرت علی اور ان کے ساتھی کوفہ سے باہر کھڑے ہوئے ہیں، طلحہ وزبیر بصرہ میں ہیں، حضرت معاویہ شام میں ہیں اور چوتھا گروہ حجاز میں ہے جو نہ قتال کرتا ہے اور نہ اس سے کوئی سروکار رکھتا ہے، ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ یہی سب سے بہتر گروہ ہے اور باقی سب فتنہ ہے، پھر لوگوں نے آپس میں بات چیت کی اور عمار بن یاسر وحسن بن علی لوگوں کے سامنے منبر پر کھڑے ہوئے اور انھیں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی طرف جانے کی دعوت دینے لگے اس لئے کہ وہ صرف اصلاح کے خواہاں ہیں، عمار بن یاسر نے حاضرین میں سے ایک شخص کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا آپ نے اسے جھڑک دیا اور کہا کہ اے وہ شخص جسے لوگ برا کہیں اور گالیاں دیں خاموش ہو جا، اللہ کی قسم حضرت عائشہ دنیا وآخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرتے ہو یا ان کی (اسے بخاری نے روایت کیا ہے) حجر بن عدی کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو! امیر المؤمنین کی طرف چلو اور یہ آیت تلاوت کی:

انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون

''تم ہلکے ہو یا بوجھل اللہ کے راستے میں نکلو اور اپنی جان ومال کے ساتھ اس کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو''۔ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۴۱)

جب کوئی شخص کھڑا ہوتا اور لوگوں کو جنگ کے لئے چلنے پر ابھارتا تو ابوموسیٰ اشعری منبر کے اوپر سے انھیں روکتے اور منع کرتے، عمار بن یاسر وحسن بن علی بھی منبر پر ان کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے، یہاں تک کہ حسن بن علی نے انھیں کہا کہ آپ پر افسوس آپ کی ماں نہ رہے، آپ ہم سے الگ ہو جائیں اور ہمارے منبر کو چھوڑ دیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے اشتر کو بھیجا، اس نے ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور اسی شب قصر امارت سے انھیں نکال دیا، اور لوگوں نے جنگ کے لئے جانے کو قبول کر لیا، اور نو ہزار کا لشکر حسن بن علی کے ساتھ خشکی دجلہ کے راستے نکلا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ بارہ ہزار کا ایک لشکر روانہ ہوا تھا، اور امیر المؤمنین کے ساتھ ملاقات کی، حضرت علی ذی قار کے راستے میں ایک جماعت کے ساتھ تھے اس جماعت میں ابن عباس بھی تھے، حضرت علی نے ان آنیوالوں کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ اے اہل کوفہ تم نے عجم کے بادشاہوں سے مقابلہ کیا اور ان کی فوجوں کو منتشر وپراگندہ کیا ہے، میں تمھیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ ہمارے بصری بھائیوں کے پاس چلو، اگر وہ اپنے طرز عمل سے رجوع کر لیں تو یہی ہمارا مقصود ہے اور اگر وہ انکار کریں تو ہم نرمی کے ساتھ ان کا علاج کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ ہم پر ظلم کے ساتھ ابتداء کریں، اور جس کام میں صلاح وبہتری ہوئی تو ہم اسے ترک نہ کریں گے بلکہ فساد پر اسے ترجیح دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ پس یہ سب لوگ ذی قار میں آپ کے پاس جمع ہو گئے، حضرت علی کے ساتھ مشہور اور سرکردہ لوگوں میں سے قعقاع بن عمرو، سعد بن مالک، ہند بن عمرو، ہیثم بن شہاب، زید بن صوحان، الاشتر، عدی بن حاتم، مسیب بن نجبہ، یزید بن قیس، حجر بن عدی اور انھیں کے ہم مرتبہ لوگ شامل تھے، نیز عبد القیس کا پورا قبیلہ بصرہ کے راستے میں آپ کا منتظر تھا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

حضرت علی نے قعقاع بن عمرو کو بصرہ میں طلحہ وزبیر کی طرف قاصد بنا کر بھیجا کہ ان دونوں کو اتحاد واتفاق کی دعوت دیں اور اختلاف وتفریق کی دشواریوں کو ان کے سامنے واضح کریں پس قعقاع بن عمرو بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کام کا آغاز کیا، قعقاع بن عمرو نے عرض کیا کہ اے میری امی جان! آپ اس شہر میں کیوں تشریف لائی ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں قعقاع بن عمرو نے درخواست کی کہ طلحہ وزبیر کو بھی یہاں

بلوالیں، پس وہ دونوں بھی اس مجلس میں تشریف لے آئے،قعقاع بن عمرو نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین سے پوچھا تھا کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائی ہیں تو آپ نے مجھے جواب دیا کہ میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں، طلحہ وزبیر نے کہا کہ ہم بھی اسی لئے آئے ہیں قعقاع بن عمرو نے کہا کہ اس اصلاح کی صورت کیا ہوگی اور یہ کس چیز پر ہوگی؟ اللہ کی قسم اگر ہم اس کو پہچان لیں تو صلح کو قبول کرلیں گے اور اگر نہ پہچان سکے تو قبول نہیں کریں گے، ان دونوں نے کہا کہ یہ صلح قاتلین عثمان پر ہوگی اور اس صلح کو ترک کرنا ہمارے نزدیک قرآن کو ترک کرنا ہوگا۔قعقاع بن عمرو نے کہا کہ تم حضرت عثمان کے بصری قاتلوں کو قتل کر چکے ہو اور ان کے قتل سے قبل بنسبت آج کے استقامت کے زیادہ قریب تھے، تم نے چھ سو آدمیوں کو قتل کیا ہے، ان کی وجہ سے چھ ہزار آدمی غیض وغضب میں آگئے اور انھوں نے تم سے علیحدگی اختیار کرلی، اور تمہارے درمیان سے چلے گئے۔اور تم نے جو حرقوص بن زہیر کا مطالبہ کیا ہے تو اس میں وہ چھ ہزار آدمی رکاوٹ ہیں اگر تم ان کو نظر انداز کرتے ہو تو خود ہی اپنی بات میں پھنس کررہ جاتے ہو۔اور اگر ان سے قتال کرتے ہو تو جس امر سے تم ابھی خائف و پریشان ہو اس سے بڑی مصیبت میں تمھیں یہ مبتلاء کردیں گے یعنی قاتلین عثمان کے قتل سے تم جس اصلاح کے خواہاں ہو اس سے بجائے اصلاح کے بہت بڑی خرابی پیدا ہوجائے گی، جیسا کہ تم حرقوص بن زہیر سے اس وجہ سے قصاص نہیں لے سکے کہ چھ ہزار آدمی اس کے دفاع میں کھڑے ہوگئے ہیں، پس حضرت علی قاتلین عثمان سے فی الحال قصاص ترک کرنے میں زیادہ معذور ہیں، اور انھوں نے اس قصاص کو اس وقت تک مؤخر کیا ہے جب تک وہ ان مفسدین پر قابو نہ پالیں، اور اس وقت صورتحال یہ ہے کہ تمام شہروں میں اختلاف وکشیدگی پائی جاتی ہے۔

پھر قعقاع بن عمرو نے بتایا کہ ربیعہ ومضر کے بہت سے قبائل اس امر کے سبب ان سے (یعنی طلحہ وزبیر سے) جنگ کے لئے جمع ہو چکے ہیں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قعقاع بن عمرو سے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ قعقاع بن عمرو نے کہا کہ جو اس وقت صورتحال چل رہی ہے اس کا علاج امن وسکون سے رہنا ہے، جب حالات پرسکون ہوجائیں گے تو وہ حرکت کریں گے، اگر آپ لوگ ہماری بات مان لیں اور حضرت علی کی بیعت کرلیں تو یہ خیر کی علامت اور رحمت کی خوشخبری ہوگی اور دشمنوں سے قصاص لینے کی نشانی ہوگی، اور اگر آپ بڑائی کے طور پر اس سے انکار کریں تو یہ شر کی علامت اور اس حکومت کے خاتمہ کی نشانی ہوگی۔ پس آپ لوگ عافیت کو ترجیح دیں۔اور پہلے کی طرح خیر کی چابیاں بن جائیں، اور ہمیں آزمائش کا نشانہ نہ بناؤ ورنہ آپ خود بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو تباہ وبرباد کردے گا، اللہ کی قسم میری یہی رائے ہے اور میں آپ کو اسی کی دعوت دیتا ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ یہ بات پوری نہ ہوسکے گی اور اللہ تعالیٰ اس امت سے جس کا متاع قلیل ہے ان کی حاجت وضرورت چھین لے گا، اور درحقیقت جو مصیبت نازل ہونی تھی وہ نازل ہو چکی ہے اور بلاشبہ یہ عظیم حادثہ ہے اور یہ ایک فرد کا دوسرے فرد کو یا ایک جماعت کا کسی ایک شخص کو قتل کرنے کی مانند نہیں ہے اور نہ ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ کو قتل کرنے کی طرح ہے۔

قعقاع بن عمرو کی یہ گفتگو سن کر ان سب حضرات نے کہا کہ تم نے درست اور اچھی بات کہی اب واپس لوٹ جاؤ، اگر حضرت علی کی رائے بھی تمہاری رائے کی طرح ہوئی تو یہ معاملہ درست ہوجائے گا، راوی کہتے ہیں کہ قعقاع بن عمرو لوٹ کر حضرت علی کے پاس پہنچے اور انھیں صورتحال سے باخبر کیا، حضرت علی نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور لوگ صلح کی طرف مائل ہوگئے، جس نے اسے پسند کرنا تھا اس نے پسند کیا اور جس نے ناپسند کرنا تھا اس نے ناپسند کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی حضرت علی کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ صلح کے لئے آئی ہیں پس دونوں طرف کے لوگ خوش ومسرور ہوگئے حضرت علی لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور زمانہ جاہلیت اس کی بدبختی اور اس کی برائیوں کا ذکر کیا اور اسلام، اہل اسلام کی سعادت ان کی باہم الفت ومحبت اتحاد کو بھی بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ ابوبکر صدیق پر امت کو جمع کردیا، ان کے بعد عمر فاروق پر ان کے بعد عثمان غنی پر جمع رکھا، اس کے بعد یہ حادثہ رونما ہوا اور کچھ لوگوں نے دنیا کی حرص کی اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام واحسان کیا تھا ان سے حسد کیا اور اسلام اور اسلام کی تعلیمات کو پشت کے بل واپس کرنا چاہا، اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے والا ہے، پھر فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ میں کل کوچ کرنے والا ہوں تم بھی اس کی تیاری کرو، اور ایسا شخص ہرگز ہمارے ساتھ سفر نہ کرے جس نے حضرت عثمان کے قتل میں قاتلین کی کچھ بھی مدد کی ہو، جب حضرت علی نے یہ بات کہی تو ان کے رؤساء کی ایک جماعت جس میں اشتر نخعی، شریح بن اوفی، عبداللہ بن سبا جو ابن سوداء کے نام سے معروف تھا، سالم بن ثعلبہ، غلاب بن الہیثم شامل تھے اور ان کے ساتھ اڑھائی ہزار آدمی جمع ہوگئے جن میں کوئی ایک صحابی بھی نہ تھا

اور کہا کہ یہ کیسی رائے ہے حالانکہ حضرت علی کتاب اللہ کو ان لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں جو قاتلین عثمان کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور ان سے زیادہ اس پر عامل ہیں، اور جو بات حضرت علی نے کہی ہے اس کو تم سن چکے ہو، کل وہ سب کو جمع کریں گے، اور ان کا روئے سخن تمھاری جانب ہے پس تمھارا کیا حال ہوگا حالانکہ تمھاری تعداد بھی ان کے مقابلے میں بہت کم ہے؟ اشتر نے کہا کہ طلحہ وزبیر کی ہمارے بارے میں جو رائے ہے وہ تو ہمیں معلوم ہے لیکن حضرت علی کی رائے ہم آج تک نہ جان سکے، اگر انھوں نے طلحہ وزبیر کے ساتھ صلح کر لی ہے تو وہ صلح ہمارے خون پر ہے، اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو ہم حضرت علی کو بھی عثمان کے ساتھ لاکھڑا کر دیں اور لوگ ہمارے بارے میں سکوت اختیار کریں گے یا رضا مند ہو جائیں گے۔

ابن سوداء نے کہا کہ تمھاری رائے بالکل غلط ہے، اگر ہم نے حضرت علی کو قتل کر دیا تو لوگ ہمیں قتل کر ڈالیں گے اور اے قاتلین عثمان کی جماعت تمھاری تعداد ڈھائی ہزار ہے اور طلحہ وزبیر کے اصحاب پانچ ہزار کی تعداد میں ہیں، ان سے مقابلے کی تمھارے اندر سکت نہیں اور ان کا مقصود صرف تم ہو، غلاب بن الہیثم نے کہا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور تم سب ہمارے ساتھ واپس چلو ہم بعض اہل بلاد سے تعلقات پیدا کر کے ان کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں گے ابن سوداء نے یہ سن کر کہا کہ تم نے بہت بری بات کہی، ایسی صورت میں تو یہ لوگ تمھیں اچک لیں گے، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے اے قوم تمھاری جمعیت لوگوں کے ساتھ ملی جلی ہے یعنی تم لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہو پس جب ان کے درمیان جنگ ٹھن جائے اور قتال شروع ہو جائے تو تم انھیں اجتماع واتحاد کی دعوت مت دینا، تم جس کے ساتھ بھی ہو گے وہ تم سے محفوظ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں پائے گا، اور اللہ تعالیٰ طلحہ وزبیر اور ان کے ساتھیوں کو اس امر سے غافل کر دے گا جسے وہ چاہتے ہیں اور وہ امر مسلط کر دے گا جسے وہ ناپسند کرتے ہیں، ان لوگوں نے اس رائے کو دانشمندانہ قرار دیا اور متفرق ہو گئے، صبح ہوئی تو حضرت علی نے کوچ کیا اور قبیلہ عبدالقیس کے پاس سے گزرے، وہ بھی آپ کے ساتھ مل گئے یہاں تک کہ سفر کرتے کرتے زاویہ مقام پر پڑاؤ کیا اور وہاں سے بصرہ کی طرف چل پڑے، طلحہ وزبیر اور ان کے اصحاب بھی حضرت علی کی ملاقات کے لئے چلے، ان سب نے عبیداللہ بن زیاد کے محل کے پاس اجتماع کیا اور باقی لوگ ایک کنارے پر اترے، حضرت علی نے اپنے لشکر سے سبقت کر لی، پھر باقی لشکر بھی ان کے ساتھ جا ملا، ان سب نے تین دن یہاں قیام کیا اور ان کے درمیان قاصدوں کی آمد ورفت جاری رہی، یہ پندرہ جمادی الاخری ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔

بعض لوگوں نے طلحہ وزبیر کو قاتلین عثمان کے بارے میں اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ دیا، لیکن ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت علی نے اس معاملہ کو فی الحال ٹھنڈا کرنے کا مشورہ دیا ہے اور ہم نے اس پر مصالحت کا پیغام بھی ان کی طرف بھیج دیا ہے، حضرت علی لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو اعور بن نیار منقری کھڑا ہوا اور اہل بصرہ کی طرف جانے کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان اصلاح اور ان کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے تاکہ لوگ بھلائی پر جمع ہو جائیں، اور اس امت کی پراگندگی وانتشار ختم ہو جائے، اس نے پوچھا کہ اگر وہ لوگ ہماری بات قبول نہ کریں تو؟ آپ نے فرمایا کہ ہم ان کو چھوڑے رکھیں گے جب تک وہ ہمیں چھوڑے رکھیں، اس نے پوچھا کہ اگر وہ ہمیں نہ چھوڑیں تو؟ آپ نے فرمایا کہ ہم ان کو اپنے سے دور رکھیں گے، اس نے پوچھا کیا انھیں اس معاملہ میں ہم جیسے حقوق حاصل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، ابوسلام دالانی کھڑا ہوا اور کہا کہ یہ لوگ جو قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وفا کے طالب ہیں تو کیا ان کے پاس اس کی کوئی حجت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس نے کہا کہ اور آپ کے پاس اس مطالبہ کو مؤخر کرنے پر کوئی حجت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، اس نے کہا کہ ہمارا اور ان کا کیا حال ہوگا اگر کل کو ہم لوگ آزمائش میں مبتلا ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ دونوں فریق میں سے جو شخص بھی نیک نیتی سے مقتول ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، اور آپ نے اپنے خطبہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! ان لوگوں سے اپنے ہاتھ اور اپنی زبانوں کو روکو اور اس بات سے بچو کہ کل کو یہ ہم سے سبقت کر جائیں، بلاشبہ آج کا مخالف کل کا بھی مخالف ہے۔

اسی دوران احنف بن قیس ایک جماعت کے ساتھ حضرت علی کی خدمت میں پہنچ گیا، اس نے حرقوص بن زہیر کو طلحہ وزبیر سے روکا تھا اور مدینہ میں حضرت علی کی بیعت کی تھی، یہ مدینہ پہنچا تو حضرت عثمان اس وقت محصور تھے، پس اس نے حضرت عائشہ صدیقہ، طلحہ اور زبیر سے پوچھا کہ اگر حضرت عثمان شہید ہو جائیں تو میں کس کی بیعت کروں؟ ان سب حضرات نے کہا کہ حضرت علی کی بیعت کرنا، پھر جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو اس نے حضرت علی کی بیعت کر لی، احنف کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی قوم کی طرف لوٹ آیا اور سخت گھبراہٹ میں ڈالنے والے حالات پیش آئے یہاں

تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آئی ہیں، میں اپنے معاملہ میں حیران رہ گیا کہ کس کی پیروی کروں، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس حدیث کی وجہ سے روک دیا جسے میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آپ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے اوپر کسریٰ کی بیٹی کو حاکم بنالیا ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح کو نہیں پہنچ سکتی جو اپنے امور کسی عورت کے سپرد کردے، اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے، مقصود یہ کہ جب احنف بن قیس حضرت علی کی خدمت میں پہنچے تو ان کے پاس چھ ہزار کمانیں تھی، احنف نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ مل کر قتال کروں اور اگر چاہیں تو میں دس ہزار تلواروں کو آپ سے دور رکھوں حضرت علی نے فرمایا کہ دس ہزار تلواروں کو ہم سے دور رکھو پھر حضرت علی نے طلحہ وزبیر کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تم اسی بات پر قائم ہو جس پر قعقاع بن عمرو تم سے جدا ہوئے تو تم رکے رہو یہاں تک کہ ہم پڑاؤ کرلیں اور اس معاملہ میں غور وفکر کرلیں، ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم صلح کی اس بات پر قائم ہیں جس پر قعقاع بن عمرو ہم سے جدا ہوئے تھے، اس جواب سے دونوں طرف کے لوگ مطمئن اور پرسکون ہو گئے اور ہر فرد اپنے اصحاب کے ساتھ جمع ہو گیا۔

پھر جب شام ہوئی تو حضرت علی نے عبداللہ بن عباس کو طلحہ وزبیر کی طرف بھیجا اور ان دونوں نے محمد بن طلحہ السجاد کو حضرت علی کی طرف بھیجا وہ رات لوگوں نے بہترین انداز میں گزاری اور قاتلین عثمان نے بدترین حالت میں گزاری وہ لوگ رات بھر صلاح ومشورے کرتے رہے یہاں تک کہ اس امر پر ان مفسدین نے اتفاق کرلیا کہ صبح کے اندھیرے میں وہ جنگ بھڑکائیں گے، پس وہ طلوع صبح سے قبل اٹھے، وہ دو ہزار کی تعداد میں تھے اور تلواروں سے حملہ کردیا جن کی وجہ سے دونوں طرف کے لوگ اپنی اپنی قوم کی حفاظت میں ایک دوسرے پر بل پڑے، اور اپنی نیند سے اٹھ کر اپنے اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھے اور کہا کہ رات کو اہل کوفہ نے ہم پر حملہ کیا شب خون مارا اور ہم سے غداری کی ہے، ان کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ حضرت علی کے اصحاب کے مشورے سے ہوا ہے، حضرت علی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا؟ انھوں نے کہا کہ اہل بصرہ نے ہم پر حملہ کردیا ہے، پس فریقین میں سے ہر ایک اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑا، زرہیں پہن لیں، گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی حقیقت حال سے واقف نہ تھا، تقدیر الٰہی اسی طرح تھی، جنگ کی بھٹی گرم ہوگئی، سواروں نے ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دی، بہادروں نے میدان جنگ میں جولانیاں دکھائیں، گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ہر فریق اپنی جگہ ثابت قدم رہا، حضرت علی کے ساتھ بیس ہزار اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ تیس ہزار جانباز جمع ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ سبائیوں اور ابن سوداء کے اصحاب کا برا کرے یہ لوگ قتل وقتال میں کوئی کمی نہیں کررہے تھے اور حضرت علی کا منادی اعلان کررہا تھا کہ رک جاؤ رک جاؤ لیکن کوئی شخص اس کی نہیں سن رہا تھا، قاضی بصرہ کعب بن سوار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور کہا کہ اے ام المؤمنین آپ لوگوں کے پاس جائیے شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ان کے درمیان صلح کروادے، پس آپ اپنے اونٹ کے ہودج میں تشریف فرما ہوئیں اور زرہوں کے ساتھ چاروں طرف سے ہودج کا پردہ کردیا گیا اور ایسی جگہ آپ آکر کھڑی ہوگئیں جہاں سے لوگوں کی نقل وحرکت دیکھ سکیں، میدان جنگ میں لوگ ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کررہے تھے اور خوب جولانیاں دکھارہے تھے، ان میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت زبیر بھی تھے جو ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دے رہے تھے، عمار نیزے کے ساتھ ان پر حملہ کرنے لگے اور زبیر اس حملہ کو روکتے لگے اور کہنے لگے کہ اے ابوالیقظان کیا تم مجھے قتل کروگے؟ عمار بن یاسر نے کہا کہ نہیں اے ابوعبداللہ، حضرت زبیر عمار بن یاسر پر قابو پانے کی زیادہ قدرت رکھتے تھے لیکن انھوں نے عمار بن یاسر کو صرف اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر سے فرمایا تھا کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

اس دن ان حضرات نے یہ طریقہ اختیار کئے رکھا کہ زخمی کو نہ مارا جائے اور نہ بھاگنے والے کا پیچھا کیا جائے لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ قتل ہو گئے، حتیٰ کہ حضرت علی نے اپنے فرزند حسن سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے کاش میں آج سے بیس سال پہلے مرچکا ہوتا، حضرت حسن نے کہا کہ ابا جان میں تو آپ کو اس سے روکتا تھا، سعید بن عجرہ نے قتادہ سے انھوں نے حسن سے انھوں نے قیس بن عبادہ سے سنا کہ حضرت علی نے جنگ جمل کے دن فرمایا اے حسن کاش تیرا باپ بیس سال پہلے مرچکا ہوتا، حضرت حسن نے کہا کہ ابا جان میں تو آپ کو اس سے روکتا تھا حضرت علی نے کہا کہ بیٹا مجھے معلوم نہ تھا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی، اور مبارک بن فضالہ نے حسن بن ابی بکرہ سے نقل کیا ہے کہ جب جمل کے دن لڑائی عروج پر پہنچ گئی

اور حضرت علی نے لوگوں کے سراڑتے دیکھے تو اپنے بیٹے حسن بن علی کو اپنے سینے سے چمٹالیا اور فرمایا اے حسن اناللہ وانا الیہ راجعون، اس حادثہ کے بعد اب کس بھلائی کی امید کی جاسکتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جمل کے دن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو حضرت علی نے طلحہ وزبیر کو بات چیت کے لئے بلایا، یہ سب حضرات جمع ہوگئے حتیٰ کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں معانقہ کرنے لگیں، حضرت علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم نے اپنے ساتھ شہسواروں، پیادوں اور اچھی خاصی جمعیت کو جمع کررکھا ہے، کیا تم نے اپنے پاس قیامت کے دن کے لئے کوئی عذر بھی تیار کررکھا ہے؟ پس تم دونوں اللہ سے ڈرو اور اس عورت کی طرح نہ ہوجاؤ جو بڑی محنت سے سوت کاتنے کے بعد اسے ضائع کردے، کیا میں تم دونوں کے خون کے بارے میں حاکم نہیں اور کیا میں تمھارے خون کو اور تم میرے خون کو حرام قرار نہیں دیتے تھے؟ آخراب کون سی دلیل کی بنا پر تم نے میرے خون کو حلال قرار دے دیا ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا کہ آپ نے لوگوں کو حضرت عثمان کے بارے میں متفرق اور مختلف الخیال کردیا ہے؟ حضرت علی نے کہا:

یومئذ یوفیھم اللّٰہ دینھم الحق (سورۃ النور آیت ۲۵)

''اس دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کی صحیح صحیح جزاء دے گا''۔

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاتلین عثمان پر لعنت فرمائے، پھر کہا کہ اے طلحہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ کو جنگ کے لئے لے آئے اور اپنی زوجہ کو گھر میں بٹھادیا؟ اور کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی؟ حضرت طلحہ نے کہا کہ میں نے بیعت اس حال میں کی تھی کہ تلوار میری گردن پر لٹکی ہوئی تھی، پھر حضرت علی حضرت زبیر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ کو کس نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا ہے؟ حضرت زبیر نے کہا کہ آپ نے، اور میں آپ کو اس امر خلافت کے بارے میں اپنے سے زیادہ اولیٰ خیال نہیں کرتا، حضرت علی نے کہا کہ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بنوغنم میں گزر ہوا آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور میں آپ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور آپ نے کہا کہ ابوطالب کا بیٹا اپنے تکبر کو نہیں چھوڑے گا، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر آپ سے فرمایا کہ علی متکبر نہیں ہے اور تم اس سے قتال کروگے اور اس قتال میں تم ان پر ظلم وزیادتی کرنے والے ہوگے، حضرت زبیر نے کہا کہ اللہ کی قسم ہاں اور یہ حدیث اگر مجھے یاد رہتی تو میں ہرگز یہ سفر اختیار نہ کرتا اور اللہ کی قسم اب میں آپ سے قتال نہیں کروں گا، لیکن یہ اگلی عبارت محل نظر ہے البتہ حدیث محفوظ ہے۔

اور حافظ ابویعلیٰ موصلی نے روایت کیا ہے کہ ہم سے ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے ان سے ابوعاصم نے ان سے عبداللہ بن محمد بن عبدالملک بن مسلم رقاشی نے ان سے ان کے دادا عبدالملک نے اور ان سے ابوجزم المازنی نے بیان کیا کہ جس وقت حضرت علی وحضرت زبیر باہم گفتگو کررہے تھے تو میں اس وقت وہاں موجود تھا، حضرت علی نے کہا کہ اے زبیر میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم مجھ سے (یعنی علی سے) قتال کروگے اور اس میں تم ظالم ہوگے؟ حضرت زبیر نے کہا کہ ہاں لیکن یہ حدیث ابھی یہاں یاد آئی ہے، پھر حضرت زبیر وہاں سے واپس چلے گئے۔

اور امام بیہقی نے اسے حاکم سے انھوں نے ابوالولید الفقیہ سے انھوں نے حسن بن سفیان سے انھوں نے قطن بن بشیر سے انھوں نے جعفر بن سلیمان سے انھوں نے عبداللہ بن محمد بن عبدالملک بن مسلم رقاشی سے انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے ابوجزم المازنی سے اور انھوں نے علی وزبیر سے اس روایت کو نقل کیا ہے عبدالرزاق کہتے ہیں کہ ہم سے معمر نے اور ان سے قتادہ نے بیان کیا کہ جب جنگ جمل کے دن حضرت زبیر واپس چلے گئے اور اس کی اطلاع حضرت علی کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر ابن صفیہ کو اپنا حق پر ہونا معلوم ہوتا تو وہ ہرگز واپس نہ جاتا، اور اس کا واقعہ اصل میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سقیفہ بنوساعدہ میں ان دونوں سے ملے اور فرمایا کہ اے زبیر کیا تم اس سے (یعنی علی سے) محبت رکھتے ہو؟ زبیر نے کہا کہ مجھے اس سے کیا چیز مانع ہوسکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم اس سے (یعنی علی سے) قتال کروگے اور اس میں تم ظالم ہوگے؟ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زبیر اسی وجہ سے واپس چلے گئے تھے، امام بیہقی نے اسے مرسلا وموصلا دونوں طرح روایت کیا ہے طریق موصول میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر محمد بن حسن القاضی نے ان سے ابوعامر بن مطر نے ان سے ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن سوار ہاشمی کوفی نے ان سے منجاب بن حارث نے ان سے عبداللہ بن اجلح نے ان سے ان کے والد نے ان سے مرشد الفقیہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا نیز میں

نے فضل بن فضالہ سے سنا وہ حرب بن ابی الاسود دوئیلی کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ (یہاں آ کر دونوں احادیث میں تداخل ہو گیا) جب حضرت علی اور ان کے اصحاب طلحہ وزبیر کے قریب ہو گئے اور فریقین کی صفوف بھی ایک دوسرے کی نزدیک ہو گئیں، تو حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے خچر مبارک پر سوار ہو کر باہر نکلے اور آواز لگائی کہ زبیر بن العوام کو میرے پاس بلاؤ، میں علی ہوں، پس زبیر کو بلایا گیا، آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ ان دونوں کی سواریاں معانقہ کرنے لگیں، حضرت علی نے کہا کہ اے زبیر میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمھیں یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تمھارے پاس سے گزرے اور ہم اس وقت فلاں فلاں مقام پر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے زبیر کیا تم علی سے محبت رکھتے ہو؟ تم نے کہا کہ میں اپنے ماموں زاد، چچازاد اور ہم مذہب بھائی سے کیوں محبت نہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے زبیر آگاہ رہو اللہ کی قسم تم اس سے قتال کرو گے اور اس میں تم اس پر زیادتی کرنے والے ہو گے، حضرت علی سے اس حدیث کو سن کر حضرت زبیر نے کہا کہ کیوں نہیں لیکن اللہ کی قسم جب سے میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سنی ہے میں اسے بھولا رہا اور اب مجھے یہ یاد آئی ہے اور اللہ کی قسم اب میں آپ سے قتال نہ کروں گا۔

اس کے بعد حضرت زبیر سواری پر سوار صفوں کو چیرتے ہوئے واپس لوٹ آئے، ان کے فرزند عبداللہ بن زبیر سامنے آئے اور پوچھا کہ کیا ہوا؟ حضرت زبیر نے کہا کہ حضرت علی نے مجھے ایک حدیث یاد دلا دی جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس سے (یعنی علی سے) قتال کرو گے، اور اس میں تم ظالم ہو گے، عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ کیا آپ قتال کے لئے آئے ہیں؟ آپ تو لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اس معاملہ کو درست کر دے گا، حضرت زبیر نے کہا کہ میں نے قسم اٹھالی ہے کہ قتال نہیں کروں گا، عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ قسم کے کفارے میں آپ اپنے غلام سرجس کو آزاد کر دیجئے اور لوگوں کے درمیان صلح ہونے تک یہاں ٹھہریئے، حضرت زبیر نے اپنا غلام آزاد کر دیا اور وہاں ٹھہر گئے لیکن جب لوگوں کا اختلاف ہو گیا تو آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے۔

بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت زبیر لوٹ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے اور ذکر کیا کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ علی سے قتال نہیں کروں گا، ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ نے لوگوں کو جمع کیا، اب جبکہ لوگ آمنے سامنے کھڑے ہو گئے ہیں تو آپ ان کے درمیان سے نکل آئے، آپ یہاں ٹھہرے رہیں اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کریں، پس آپ نے ایک غلام آزاد کر دیا کہا جاتا ہے کہ وہ غلام سرجس تھا، اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت زبیر نے عمار بن یاسر کو حضرت علی کے ساتھ دیکھا تو آپ واپس لوٹ آئے اس لئے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو عمار سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، پس حضرت زبیر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عمار آج قتل نہ ہو جائیں۔

میرے نزدیک وہی حدیث جو ہم نے ماقبل میں بیان کی ہے اگر صحیح ہے تو وہی حضرت زبیر کے لوٹنے کی وجہ ہے اور یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دیں اور پھر حضرت علی سے قتال کے لئے ٹھہر جائیں۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت زبیر جب جنگ جمل کے دن لوٹے تو سفر کرتے کرتے ایک وادی میں اترے جسے وادی سباع کہا جاتا تھا، ایک آدمی (جس کا نام عمرو بن جرموز بتایا جاتا ہے) نے آپ کا تعاقب کیا اور آپ کو سوتے ہوئے بے خبری میں قتل کر ڈالا جیسا کہ عنقریب ہم اس کی تفصیلات ذکر کریں گے اور حضرت طلحہ کے متعلق آتا ہے کہ میدان جنگ میں انھیں نامعلوم طرف سے ایک تیر آ کر لگا کہا جاتا ہے کہ وہ تیر مروان بن حکم نے چلایا تھا، واللہ اعلم۔ اس تیر نے آپ کی ٹانگ کو گھوڑے کے ساتھ پرو دیا، جس سے گھوڑا بھی سرکش و منہ زور ہو گیا، حضرت طلحہ پکارنے لگے، اللہ کے بندو میری طرف آؤ، اللہ کے بندو میری طرف آؤ، آپ کے غلام نے آپ کا پیچھا کیا اور گھوڑے کو پکڑ لیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، مجھے گھروں کی طرف لے چلو اور آپ کا موزہ خون سے بھر گیا تھا۔ آپ نے غلام سے کہا کہ تم میرے پیچھے بیٹھ جاؤ، اس لئے کہ آپ کا خون کافی بہہ گیا تھا اور آپ کمزور ہو گئے تھے، غلام آپ کے پیچھے سوار ہو گیا، آپ بصرہ کے ایک مکان میں پہنچے اور وہیں انتقال ہو گیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہودج میں آگے بڑھیں اور بصرہ ...۔ قاضی کعب بن سواد کو مصحف ... یا کہ لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ، یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب جنگ بھڑک چکی تھی اور قتال کی بھٹی خوب گرم ہو چکی تھی، حضرت زبیر واپس جا چکے تھے اور حضرت طلحہ شہید ہو چکے تھے، جب کعب بن سوار مصحف لے کر آگے بڑھے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینے لگے تو کوفی لشکر کے مقدمۃ الجیش نے ان کا سامنا کیا، اس میں عبداللہ بن سباء المعروف با بن سوداء اور اس کے متبعین تھے، یہ لوگ اہل بصرہ میں سے جس پر قابو پاتے اسے قتل کر ڈالتے اور کچھ بھی توقف نہ

کرتے تھے، جب انھوں نے کعب سواد کو مصحف بلند کرتے ہوئے دیکھا تو یکبارگی تیروں سے ان پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا حتیٰ کہ ان کے تیر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہودج تک پہنچے، آپ پکارنے لگیں کہ اللہ اللہ اے میرے بیٹو! یوم حساب کو یاد کرو، اور آپ نے ہاتھ اٹھالئے اور قاتلین عثمان کے لئے بددعا کرنے لگیں، لوگ بھی آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اس میں شامل ہو گئے، یہاں تک یہ چیخ و پکار حضرت علی تک جا پہنچی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ ام المؤمنین قاتلین عثمان اور ان کے متبعین کے لئے بددعا کر رہی ہیں، حضرت نے کہا کہ اے اللہ قاتلین عثمان پر لعنت فرما، باغی گروہ حضرت ام المؤمنین کے ہودج پر تیر مارنے سے باز نہ آتا تھا یہاں تک وہ ہودج بالکل چھلنی ہو گیا، اور آپ لوگوں کو ان باغیوں کے روکنے و ہٹانے پر ابھارنے لگیں، آپ کے محافظین نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور انھیں دور ہٹا دیا یہاں تک کہ ان کا حملہ وہاں تک پہنچ گیا جہاں علی بن ابی طالب تھے، انھوں نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ تیرا ناس ہو تو جھنڈا لے کر آگے بڑھ لیکن وہ ہمت نہ کر سکا چنانچہ حضرت علی نے اس کے ہاتھ سے جھنڈا لیا اور آگے بڑھے، جنگ میں اتار چڑھاؤ آنا شروع ہوا کبھی اہل بصرہ کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی اہل کوفہ کا، بہت سے لوگ اس جنگ میں مارے گئے اور اس سے پہلے کسی جنگ میں اس قدر کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں نہیں دیکھے گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قاتلین عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھارنے لگیں، آپ نے اپنے دائیں صرف نظر فرمائی اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہم بنو بکر بن وائل ہیں آپ نے فرمایا کہ تمھارے لئے تو کہنے والا یہ کہتا ہے کہ:

وہ ہمارے پاس تلواریں لے کر پہنچے گویا کہ وہ باہمت اشراف کی وجہ سے بکر بن وائل ہیں، پھر بنو ناجیہ آپ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے پھر بنو ضبہ، آپ کے پاس کثیر خلقت قتل ہوگئی، کہا جاتا ہے کہ ستر آدمیوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے جو آپ کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے، جب ان کی خون ریزی حد سے بڑھ گئی تو بنو عدی بن عبد مناف آگے بڑھے اور شدید قتال کیا اور اونٹ کے سر کو اونچا کر دیا اور باغی گروہ اونٹ ہی کا قصد کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب تک یہ اونٹ کھڑا ہے لڑائی اسی طرح جاری رہیگی، اونٹ کا سر عمرۃ بن یثربی کے ہاتھ میں تھا، بعض کہتے ہیں یہ اس کے بھائی عمرو بن یثربی کے ہاتھ میں تھا، علباء بن الہیثم جو مشہور بہادروں میں سے تھا آگے بڑھا۔ عمرو بن یثربی نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر ڈالا، زید بن صوحان بھی قتل ہو گیا صعصعہ بن صوحان نے مقابلے کے لئے آواز لگائی تو عمار بن یاسر اس کے مقابلے کے لئے نکلے دونوں نے صفوں کے درمیان جولانی دکھائی، حضرت عمار بن یاسر اس وقت نوے سال کے تھے، آپ کے اوپر ایک پوستین تھی اور کھجور کی چھال کی رسی سے اپنی کمر کو باندھا ہوا تھا، لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب عمار اپنے اصحاب کے ساتھ جا ملیں گے، ابن یثربی نے آپ پر تلوار کا وار کیا، حضرت عمار نے اسے اپنی ڈھال پر روکا، تلوار ڈھال میں گھس گئی اور اسے کاٹ ڈالا پھر حضرت عمار نے وار کیا اور اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اسے قیدی بنا کر حضرت علی کے پاس لے آئے، اس قیدی نے کہا کہ امیر المؤمنین مجھے زندہ رہنے دیجئے، آپ نے فرمایا کہ کیا اس لئے کہ تین دن کے بعد لوگوں کو قتل کرے؟ پھر آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، اس کے بعد اونٹ کی مہار بنو عدی کے ایک شخص کے ہاتھ میں رہی جسے ابن یثربی نے نائب مقرر کیا تھا، اس کے مقابلے کے لئے ربیعہ عقیلی نکلا اور دونوں نے جولانیاں دکھائیں، حتیٰ کہ دونوں ہی مقتول ہو گئے، پھر اونٹ کی مہار حارث الضبی نے تھامی اور اس سے زیادہ سخت آدمی نہیں دیکھا گیا، حارث الضبی نے یہ اشعار پڑھے۔

ہم بنو ضبہ اونٹوں والے ہیں، جب ہمارا مد مقابل میدان میں اترتا ہے تو، ہم اس سے مقابلہ کرتے ہیں، ہم نیزوں کی نوکوں سے ابن عفان کی موت کی اطلاع دیتے ہیں اور موت ہمارے نزدیک شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے، ہمیں ہمارا شیخ واپس کر دو اور ہمیں کچھ نہیں چاہئے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار وسیم بن عمرو الضبی کے ہیں، اونٹ کی مہار پکڑنے والوں میں سے جب بھی کوئی قتل ہوتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا یہاں تک کہ چالیس آدمی قتل ہو گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا اونٹ سیدھا کھڑا رہا یہاں تک کہ بنو ضبہ کی آوازیں گم ہو گئیں، پھر قریش کے ستر آدمیوں نے مہار تھامی اور وہ بھی یکے بعد دیگرے قتل ہوتے گئے، ان میں محمد بن طلحہ بھی تھے جو سجاد کے نام سے معروف تھے انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ اے میری امی جان! آپ مجھے کوئی حکم کریں، آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں حکم کرتی ہوں کہ تم آدم کے دو بیٹوں میں سے بہتر بیٹا بن، پس یہ واپس لوٹنے سے باز رہے اور اپنی جگہ ثابت قدم رہے، اور حم لا ینصرون پڑھنا شروع ہوئے، ایک جماعت ان کی طرف بڑھی اور حملہ کر کے قتل کر دیا، ان میں سے ہر ایک ان کے قتل کا دعویٰ کرنے لگا، ایک شخص نے نیزہ مار کر ان کے جسم کے آر

پار کر دیا، اور یہ اشعار پڑھنے لگا، وہ پراگندہ بال اور اپنے رب کی آیات کو کھڑے ہو کر پڑھنے والا تھا، اور دیکھنے میں اذیت نہ دینے والا اور اطاعت گزار تھا، میں نے اس کی قمیص کے گریبان کو نیزے سے پھاڑ دیا اور وہ ہاتھوں و منہ کے بل گر کر قتل ہو گیا جب نیزہ اٹھا ہوا تھا تو وہ مجھے حم کا واسطہ دینے لگا تھا، پس اس نے آنے سے قبل حم کیوں نہیں پڑھا تھا اس کے علاوہ وہ حضرت علی کا بھی تابع نہ تھا اور جو حق کا تابع نہیں ہوتا وہ اسی طرح ندامت اٹھاتا ہے۔

پھر عمرو بن اشرف نے اونٹ کی مہار تھامی، جو شخص بھی اس کے قریب آتا وہ اسے تلوار سے گرا دیتا، حارث بن زہیر ازدی یہ اشعار پڑھتا ہوا اس کی طرف بڑھا اے ہماری ماں اور ہماری معلومات کے مطابق بہترین ماں! کیا آپ دیکھ نہیں رہیں کہ کتنے بہادر زخمی ہو چکے ہیں؟ اور آپ ان کی کھوپڑیوں و کلائیوں کو اڑا رہی ہیں، پھر دونوں نے ایک دوسرے پر دو دو وار کئے اور ایک دوسرے کو قتل کر دیا، بہادروں اور دلیروں کی ایک جماعت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حفاظت کے لئے اونٹ کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور جھنڈے کو اور اونٹ کی مہار کو مشہور شجاع آدمی ہی تھامتا تھا، اور جو شخص اونٹ کا قصد کرتا وہ اسے قتل کر دیتا اور خود بھی قتل ہو جاتا تھا، اس دن عدی بن حاتم کی کسی شخص نے آنکھ پھوڑ دی، حضرت عبداللہ بن زبیر نے آگے بڑھ کر اونٹ کی مہار تھام لی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا گیا کہ یہ آپ کا بیٹا یعنی آپ کا بھانجا ہے، آپ نے یہ سن کر کہا کہ ہائے اسماء کی گمشدگی، اتنے میں مالک بن حارث المعروف باشتر نخعی آیا اور دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی، اشتر نے عبداللہ بن زبیر کے سر میں ضرب لگائی جس سے سر میں شدید زخم ہو گیا، عبداللہ بن زبیر نے بھی جواباً ایک ہلکی سی ضرب لگائی، پھر دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور لڑتے ہوئے زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگے، عبداللہ بن زبیر لڑتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگے:

مجھے اور مالک کو قتل کر دو اور مالک کو میرے ساتھ ہی قتل کرو۔

لوگ مالک کو نہیں پہچانتے تھے کہ وہ کون ہے اس لئے کہ وہ تو اشتر کے نام سے معروف تھا، حضرت علی و حضرت عائشہ کے اصحاب نے آگے بڑھ کر دونوں کو چھڑایا عبداللہ بن زبیر کو جنگ جمل کے دن اس زخم کی وجہ سے تہتر ۷۳ زخم آئے، اور مروان بن حکم بھی زخمی ہوا، پھر ایک آدمی بڑھا اور اونٹ کی ٹانگ پر حملہ کر کے اسے کاٹ ڈالا جس کی وجہ سے اونٹ زمین پر گر پڑا اور اس کے بلبلانے کی آواز سنی گئی جس سے زیادہ سخت اور شدید آواز نہیں سنی گئی، ٹانگیں کٹنے کے وقت اس کی مہار زفر بن حارث کے ہاتھ میں تھی، کہا جاتا ہے کہ اس نے اور بجیر بن دلجہ نے ٹانگیں کاٹنے پر اتفاق کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے اس کا اشارہ کیا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ قعقاع بن عمرو کے حکم سے ایسا ہوا تا کہ ام المؤمنین کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لئے کہ تیر اندازوں کا نشانہ بن کر رہ گئی تھیں، اور نیزوں کی بارش میں کون مہار پکڑتا، نیز اس لئے کہ ام المؤمنین اس جگہ سے دور و علیحدہ ہو جائیں جہاں لوگ جمع ہو گئے ہیں۔

جب اونٹ زمین پر گرا تو اس کے ارد گرد کے لوگ شکست کھا گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہودج تیروں کی وجہ سے چھلنی ہو گیا تھا، حضرت علی کے منادی نے لوگوں میں اعلان کیا کہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے اور نہ کسی زخمی پر ہاتھ اٹھایا جائے، اور نہ لوگ گھروں میں داخل ہوں، حضرت علی نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان سے ہودج اٹھالیا جائے اور محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر کو ہودج پر خیمہ تاننے کا حکم فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا؟ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اے خشعمیہ کے بیٹے تجھے اس سے کیا، حضرت عمار بن یاسر نے آپ کو سلام کیا اور پوچھا کہ اے امی جان آپ کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں تیری ماں نہیں ہوں۔ حضرت عمار نے کہا کہ بہت اچھا لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں، پھر امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سلام کرنے کے لئے آئے، اور پوچھا کہ اے امی جان آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خیریت سے ہوں، حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اس کے بعد امراء اور سرکردہ لوگ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے، کہا جاتا ہے کہ اعین بن ضبیعہ مجاشعی نے ہودج میں جھانکا، حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں ایک سرخ رنگ عورت کو دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری پردہ دری کرے، تیرے ہاتھوں کو قطع کرے اور تیرے پوشیدہ مقام کو برہنہ کر دے، پس وہ بصرہ میں قتل ہو گیا، اس کے کپڑے اتار لئے گئے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے اور برہنہ کر کے اذر کے ویرانوں میں پھینک دیا گیا۔

جب رات ہوئی تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بصرہ میں داخل ہوئیں آپ کے ساتھ آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر تھے،

اور عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں جو بصرہ کا سب سے بڑا مکان تھا وہاں صفیہ بنت حارث بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کے پاس اتریں جو ام طلحہ یعنی طلحات عبداللہ بن خلف کی ماں ہیں، اور زخمی لوگ مقتولین کے پاس سے کھسک کر بصرہ میں داخل ہو گئے، حضرت علی نے مقتولین کے درمیان چکر لگایا، آپ جب کسی شناسا شخص کے پاس سے گزرتے تو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے اور فرماتے کہ مجھے یہ بات تکلیف دے رہی ہے کہ میں قریش کے مقتول دیکھ رہا ہوں، اسی دوران آپ طلحہ بن عبیداللہ کے پاس سے گزرے، وہ بھی مقتول پڑے ہوئے تھے، انھیں اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ اے ابو محمد تجھ پر افسوس انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ کی قسم تم تو شاعر کے اس شعر کا مصداق ہو، وہ ایسا نوجوان تھا کہ جسے مالداری دوست کے نزدیک کر دیتی تھی اور جب وہ خود مالدار ہو جاتا تو فقرا سے دور کر دیتا تھا۔

حضرت علی نے بصرہ میں تین دن قیام کیا اور فریقین کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی اور قریش کو عطیات کے ساتھ خصوصیت بخشی، اور حضرت عائشہ کے اصحاب کی جو چیزیں میدان جنگ سے ملی تھیں انھیں جمع کیا اور حکم دیا کہ انھیں بصرہ کی مسجد میں اٹھا کر لے آئیں، جو شخص اپنی چیز کو پہچان لے وہ اس کی ہے لہٰذا اسے لے لے، البتہ وہ ہتھیار جن پر حکومت کی مہر لگی ہوئی ہے اور وہ بیت المال میں پڑے ہوئے تھے، وہ کسی کو نہ دیئے جائیں گے، اس جنگ میں مجموعی طور پر دس ہزار آدمی قتل ہوئے، دونوں طرف کے پانچ پانچ ہزار، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے اور ان میں سے جو صحابہ ہیں ان سے راضی ہو جائے، بعض اصحاب علی نے آپ سے درخواست کی کہ طلحہ و زبیر کے اصحاب کے اموال ہمارے درمیان تقسیم کئے جائیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا، اس پر سبائی گروہ نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے درست ہے کہ ان کے خون ہمارے لئے حلال ہوں اور ان کے اموال حلال نہ ہوں؟ حضرت علی کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ ام المومنین اس کے حصے میں آئیں؟ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے، اسی بناء پر جب آپ بصرہ میں داخل ہوئے تو اپنے اصحاب کے درمیان بیت المال کے اموال کو تقسیم کیا، جس میں ان میں سے ہر ایک کے حصے میں پانچ سو درہم آئے اور فرمایا کہ شام سے بھی تم لوگوں کو اس کی مثل ملیں گے۔ پس سبائیوں نے آپ پر اعتراض کیا اور آپ کو پس پشت برا بھلا کہتے رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ سے واپسی...... جب حضرت علی جنگ جمل کے معاملات سے فارغ ہو گئے تو سرکردہ لوگ آپ کے پاس سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے، ان میں احنف بن قیس بھی تھے جو بنو سعد کے ساتھ آئے تھے، یہ لوگ قتال سے الگ رہے تھے، حضرت علی نے فرمایا کہ تم نے تو ہمارے ساتھ ایک اچھا زمانہ گزارا ہے (یعنی گویا کہ جنگ سے علیحدگی کا شکوہ کیا) احنف بن قیس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے میرے خیال میں اچھا ہی کیا ہے اور یہ سب اے امیر المومنین آپ کے حکم سے ہی ہوا ہے، پس آپ ذرا نرمی اختیار کیجئے آپ بہت دور کے راستے پر چل پڑے ہیں اور آپ کل گذشتہ کی بنسبت کل آئندہ میری طرف زیادہ احتیاج رکھیں گے، آپ میرے احسان کو پہچانئے اور میری محبت کو کل کے لئے باقی رکھیے، اور اس طرح کی گفتگو نہ کیجئے، میں ہمیشہ آپ کا خیر خواہ رہا ہوں۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت علی پیر کے دن بصرہ میں داخل ہوئے اور اہل بصرہ نے اپنے جھنڈوں تلے آپ سے بیعت کی حتیٰ کہ زخمی اور امان یافتہ لوگوں نے بھی بیعت کی، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ ثقفی نے بھی بیعت کی، حضرت علی نے اس سے پوچھا کہ مریض کہاں ہے؟ یعنی اس کے والد، عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ مریض ہیں اور آپ کی خوشبو کے بڑے حریص ہیں، آپ نے کہا کہ میرے آگے آگے چلو، اور آپ نے وہاں جا کر ابوبکرہ کی عیادت کی، ابوبکرہ نے اپنے بارے میں عذر خواہی کی، آپ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور بصرہ کی امارت انھیں پیش کی لیکن ابوبکرہ نے انکار کیا اور کہا کہ آپ کے اہل میں سے کوئی شخص ہو تو لوگ اس پر مطمئن ہوں گے، اور حضرت ابن عباس کے بارے میں مشورہ دیا، چنانچہ حضرت علی نے ابن عباس کو حکم دیا کہ بصرہ کا والی اور زیاد بن ابیہ کو خراج کی وصولی اور بیت المال پر منتظم مقرر کیا، اور ابن عباس کو کہا کہ وہ زیاد کی سنا کریں اور زیاد اس وقت الگ تھلگ تھا، پھر حضرت علی اس مکان میں آئے جہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام پذیر تھیں۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور داخل ہو کر سلام عرض کیا، حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ کو خوش آمدید کہا، بنو خلف کے مکان میں حضرت علی نے دیکھا کہ عورتیں مقتولین پر رو رہی ہیں مقتولین میں خلف کے دونوں بیٹے عبداللہ وعثمان بھی تھے، عبداللہ حضرت عائشہ کا ساتھ دیتے ہوئے اور عثمان حضرت علی کا ساتھ دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے، جب حضرت علی اندر آئے تو عبداللہ بن خلف کی زوجہ صفیہ ام طلحۃ الطلحات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بھی

ایسا ہی یتیم کرے جیسا کہ آپ نے میری اولاد کو یتیم کیا، آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، جب آپ باہر نکلے تو اس نے دوبارہ اپنی بات کا اعادہ کیا، حضرت علی پھر بھی خاموش رہے، ایک آدمی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ اس عورت کے سامنے سکوت ہی اختیار کئے رہیں گے؟ حالانکہ جو کچھ یہ کہہ رہی ہے آپ اسے سن رہے ہیں، حضرت علی نے کہا کہ تیرا ناس ہو ہمیں تو مشرکہ عورتوں سے بھی رکے رہنے اور جواب نہ دینے کا حکم ہے کیا ہم مسلمان عورتوں سے باز نہ رہیں، اتنے میں ایک آدمی نے خبر دی کہ دروازے پر دو آدمی حضرت عائشہ صدیقہ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں آپ نے قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ ان دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ اور کپڑے اتروا کر چھوڑ دو، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو ان کے لشکر اور حضرت علی کے لشکر میں سے شہید ہو گئے تھے، جب بھی ان میں سے کسی کا تذکرہ آتا تو آپ اس کے لئے کلمہ ترحم کہتیں اور دعا کرتیں۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بصرہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت علی نے جس قدر سواریوں، توشہ اور سامان وغیرہ کی ضرورت تھی آپ کے پاس بھیج دیا، اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ آنے والے لوگوں میں سے جس قدر بچ گئے تھے انھیں واپس جانے کی اجازت دے دی، الا یہ کہ وہ از خود ہی بصرہ میں رہنا پسند کریں، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مصاحبت کے لئے بصرہ کی چالیس معروف وصالح خواتین کو منتخب کیا، اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھی آپ کے ساتھ بھیجا، جب کوچ کا دن آیا تو حضرت علی دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور دیگر لوگ بھی رخصت کرنے کے لئے حاضر ہوئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہودج میں مکان سے باہر تشریف لائیں اور لوگوں کو الوداع کہا اور ان کے لئے دعا فرمائی، اور فرمایا کہ اے میرے بیٹو! ایک دوسرے کو ملامت اور طعنہ زنی نہ کرنا اللہ کی قسم میرے اور علی کے درمیان شروع سے ہی وہی بات ہے جو ایک عورت اور اس کے دیور کے درمیان ہوتی ہے، وہ میری ناراضگی کے باوجود بہترین آدمی ہیں، حضرت علی نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا اور کہا کہ اللہ کی قسم میرے اور ان کے درمیان بس یہی بات ہے اور یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، پھر حضرت علی چند میل تک الوداع کہنے کے لئے مشایعت کرتے ہوئے آئے، اور اس دن کا بقیہ حصہ اپنے بیٹوں کو ساتھ جانے کا حکم دیا یہ یکم رجب ۳۶ھ کا واقعہ ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس سفر میں مکہ کا قصد کیا اور صبح تک وہیں قیام فرمایا، اور صبح کے بعد پھر آپ مدینہ لوٹ آئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اور مروان بن حکم نے فرار ہو کر مالک بن مسمع کی پناہ لی، اس نے اسے پناہ دی اور اس سے وفاداری کی اسی لئے مروان کے بیٹے مالک کا اکرام اور تعظیم و توقیر کرتے تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان بنو خلف کے گھر میں اترا تھا، جب حضرت عائشہ صدیقہ یہاں سے نکلیں تو یہ بھی آپ کے ساتھ نکل آیا، پھر جب آپ مکہ کی طرف روانہ ہو گئیں تو یہ مدینہ کی طرف چل پڑا، مؤرخین کہتے ہیں کہ مکہ، مدینہ اور بصرہ کے درمیان رہنے والوں کو جنگ کے دن ہی اس حادثہ عظیمہ کا علم ہو گیا تھا اور یہ اس طرح کہ گدھ اور چیلیں انسانی اعضاء ہاتھ و پاؤں وغیرہ اٹھائے پھر رہی تھیں اور ان میں سے کچھ ان راستوں پر گر جاتا تھا، حتیٰ کہ اہل مدینہ نے جنگ کے دن غروب شمس سے پہلے ہی اس حادثہ عظیمہ کو جان لیا یہ اس طرح کہ ایک گدھ ان لوگوں کے پاس سے کوئی چیز لے کر گزرا وہ اتفاق سے گر پڑی، لوگوں نے دیکھا تو وہ ہتھیلی تھی جس میں ایک انگوٹھی تھی جس پر نقش عبد الرحمٰن بن عتاب تھا، یہ تمام حافظ ابو جعفر بن جریر کے بیان کا خلاصہ ہے جسے انھوں نے بلند شان کے حامل ائمہ سے نقل کیا ہے اور اہل تشیع و اہل ہواء نے صحابہ کرام کے متعلق جو موضوع و من گھڑت روایات بیان کی ہیں ان کو بالکل نہیں لیا، ان کا حال تو یہ تھا کہ جب انھیں واضح حق کی طرف دعوت دی جاتی تو اس سے اعراض کرتے اور کہتے کہ تمہارے لئے تمہاری احادیث اور ہمارے لئے ہماری احادیث پس ہم ان کو جواب میں یہی کہتے:

سلام علیکم لانبتغی الجاهلین

''تم پر سلام ہم جاہلوں کے طلبگار نہیں ہیں''۔

اب ہم جنگ جمل میں فریقین کی طرف سے شہید ہونے والے سادات صحابہ کا تذکرہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جائے، اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جنگ میں مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی اور زخمیوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں، مقتولین میں سے ایک طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) ...... آپ کا نام و نسب طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ اور کنیت ابو محمد قریشی تیمی ہے۔ آپ اپنی سخاوت و فیاضی کی وجہ سے طلحۃ الخیر و طلحۃ الفیاض کے لقب سے مشہور ہیں، آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، نوفل بن خویلد بن عدویہ ان دونوں کو ایک رسی میں باندھ دیا کرتا تھا اور بنو تیم انھیں اس سے بچانے کی سکت نہ رکھتے تھے اسی وجہ سے آپ کو اور ابو بکر کو قرینان کہا جاتا ہے، آپ نے جب ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اور ابو ایوب انصاری کے درمیان مواخات قائم فرمائی، آپ نے غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی غزوہ بدر میں اسلئے شرکت نہیں کر سکے کہ اس موقع پر آپ تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے اور بعض کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچانے کے سلسلے میں گئے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے ان کا حصہ اور اجر مقرر فرمایا، اور غزوہ احد میں آپ نے بڑی جرأت و دلیری دکھائی اور اس دن آپ کا ایک ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا تھا اور آپ کی وفات تک اسی حالت پر رہا، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہاتھ کے بارے میں جب کسی سے بات کرتے تو فرماتے کہ احد کا تو سارا دن طلحہ کا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس دن ان کے لئے فرمایا تھا کہ طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا ہے، اور اس کا قصہ یہ ہے کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں، آپ نے ان دونوں کے ساتھ ایک چٹان پر چڑھنے کی کوشش فرمائی لیکن نہ چڑھ سکے، حضرت طلحہ نے آپ کے لئے اپنی پشت کو جھکا دیا، آپ ﷺ ان کی پشت پر چڑھ کر چٹان پر اچھی طرح ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔

آپ ان دس اصحاب میں سے ہیں جنھیں جنت کی بشارت دی گئی اور اس چھ رکنی شوریٰ کے ایک رکن ہیں جو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنائی تھی، آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی اور کیا ہی خوب صحبت پائی رسول اللہ ﷺ بوقت وفات ان سے راضی تھے اور ابو بکر و عمر بھی بوقت وفات ان سے راضی تھے، لیکن جب عثمان بن عفان کا معاملہ پیش آیا تو آپ اس سے الگ تھلگ رہے، آپ بڑے صبر و تحمل اور برداشت کے مالک تھے، اسی وجہ سے جنگ جمل میں جب آپ حاضر ہوئے اور حضرت علی سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے آپ کو وعظ و نصیحت فرمائی تو پیچھے ہٹ کر ایک صف میں کھڑے ہو گئے اچانک ایک اجنبی تیر آیا اور آپ کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا اور ایک قول کے مطابق گردن میں پیوست ہو گیا، لیکن قول اول زیادہ مشہور ہے، یہ تیر آپ کی پنڈلی سے ہوتا ہوا گھوڑے کی کوکھ میں پیوست ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے گھوڑا بے قابو ہو گیا اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے اور آپ اس وقت پکار رہے تھے کہ اے بندگان خدا میری طرف آؤ، آپ کے غلام نے آپ کو تھاما اور وہ آپ کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور آپ کو بصرہ لے گیا، وہیں ایک مکان میں آپ نے وفات پائی، ایک قول یہ بھی ہے کہ میدان جنگ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت علی جب مقتولین کے درمیان چکر لگا رہے تھے تو آپ کو دیکھا، اور آگے بڑھ کر آپ کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگے، اور فرمایا کہ اے ابو محمد اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، مجھ پر یہ بڑا شاق گزر رہا ہے کہ ستاروں بھرے آسمان تلے تمھیں اپنے مد مقابل دیکھ رہا ہوں، اور فرمایا کہ میں اپنی ظاہری و باطنی باتوں کی اللہ تعالیٰ ہی سے شکایت کرتا ہوں، اللہ کی قسم مجھے یہ پسند ہے کہ میں آج سے بیس سال قبل ہی وفات پا چکا ہوتا، کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ کو یہ تیر مروان بن حکم نے مارا تھا، اور اس نے ابان بن عثمان کو کہا تھا کہ میں نے قاتلین عثمان میں سے ایک آدمی سے تمھیں بے نیاز کر دیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان بن حکم کے علاوہ کسی اور نے یہ تیر چلایا تھا۔ اور یہی میرے نزدیک (مصنف کے نزدیک) اقرب ہے، اگرچہ قول اول زیادہ مشہور ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ یہ جمادی الثانیہ ۳۶ھ بروز جمعرات کا واقعہ ہے۔ آپ کو خود در وگھاس کی طرف دفن کیا گیا، آپ کی عمر اس وقت ساٹھ سال تھی، اور ایک قول ہے کہ ساٹھ سے کچھ اوپر تھی آپ کا رنگ گندمی تھا، اور ایک قول کے مطابق سفید تھا، آپ حسین چہرے اور کثیر بالوں والے تھے، بال گردن کے قریب تک تھے، آپ ایک ہزار درہم روزانہ خرچ کیا کرتے تھے۔

حماد بن سلمۃ علی بن زید بن جدعان سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت طلحہ کو تین راتیں مسلسل خواب میں دیکھا، آپ اس سے فرما رہے تھے کہ مجھے میری قبر سے منتقل کرو، پانی مجھے اذیت دے رہا ہے، وہ آدمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور انھیں خبر

(۱) الاستیعاب: ۱۲۶۴، الاصابۃ: ۵۲۹/۳، اسد الغابۃ: ۸۵/۲، تجرید اسماء الصحابۃ: ۲۹۲۶

دی، ابن عباس اس وقت بصرہ پر حاکم تھے، ابن عباس نے دس ہزار درہم کا بصرہ میں ایک مکان خریدا اور حضرت طلحہ کو ان کی قبر سے اس مکان میں منتقل کر دیا، آپ کا وہ حصہ جو پانی سے ملا ہوا تھا باقی جسم کی بنسبت سبز ہو چکا تھا اور آپ اسی ہیئت پر تھے جس ہیئت پر شہید ہوئے۔

آپ کے بہت سے فضائل وخصوصیات وارد ہوئی ہیں، جن میں سے بعض کو ابوبکر بن عاصم نے حسن بن علی بن سلیمان بن عیسیٰ بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کیا ہے، حسن بن علی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے ان سے ان کے دادا نے ان سے موسیٰ بن طلحہ نے اور انھوں نے اپنے والد طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر میرا نام طلحۃ الخیر جیش العسرۃ کے موقع پر طلحۃ الفیاض اور غزوہ حنین کے موقع پر طلحۃ الجود رکھا۔

ابویعلی موصلی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوکریب نے ان سے یونس نے ان سے ابن بکر نے ان سے طلحہ بن یحییٰ نے ان سے موسیٰ بن طلحہ وعیسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد طلحہ بن عبیداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک اعرابی من قضی (نحبہ) یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے عہد کو اور ذمہ داری کو پورہ کر دیا سورہ الاحزاب آیت ۲۳ کی تفسیر پوچھ رہا تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو اس نے آپ ﷺ سے پوچھا، آپ نے اس سے اعراض فرمایا، اتنے میں میں مسجد کے دروازے سے میں سبز لباس پہنے ہوئے داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سائل کہاں ہے؟ سائل نے کہا کہ میں یہاں موجود ہوں، آپ ﷺ نے (میری طرف اشارہ کر کے) فرمایا کہ یہ من قضی نحبہ کا مصداق ہے۔

ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں کہ ہم سے داؤد بن رشید نے ان سے مکی نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے صلت بن ابراہیم نے ان سے ابونضرہ نے اور ان سے جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کسی شہید کو اپنے قدموں پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے، اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوسعید اشج نے ان سے ابوعبدالرحمٰن بن منصور عنزی نے (ان کا نام النضر ہے) ان سے عقبہ بن علقمہ یشکری نے بیان کیا کہ میں نے علی بن ابی طالب سے سنا کہ میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طلحہ وزبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے، اور متعدد طرق سے حضرت علی بن ابی طالب سے منقول ہے مجھے امید ہے کہ میں، طلحہ، زبیر اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (سورہ حجر آیت ۴۷)

"اور ہم ان کے سینوں سے بغض وکھوٹ نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی بے تختوں میں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے"۔

حماد بن سلمہ علی بن زید سے اور وہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی طلحہ وزبیر، عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا بھلا کہنے لگا، حضرت سعد نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میرے بھائیوں کو برا مت کہو لیکن وہ نہ مانا، حضرت سعد کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں اور پھر دعا کی کہ اے اللہ! جو باتیں یہ آدمی کہہ رہا ہے اگر یہ تیری ناراضگی کی باتیں ہیں تو مجھے آج کوئی نشانی دکھا اور اسے لوگوں کے لئے عبرت بنا دے، اس کے بعد وہ آدمی باہر نکلا تو اچانک ایک بختی اونٹ لوگوں کو چیرتا ہوا آیا اور اسے ہموار زمین پر پکڑ لیا اور اسے اپنے سینے اور زمین کے درمیان رکھ کر پیس دیا اور مار ڈالا، سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو حضرت سعد کے پیچھے جاتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے ابواسحاق آپ کو مبارک ہو، آپ کی دعا قبول ہوگئی۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ [1] ...... آپ کا نام ونسب زبیر بن العوم بن خویل بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ اور کنیت ابوعبداللہ قریشی اسدی ہے والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب ہے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں، آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، پندرہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، بعض نے اس سے کم وزیادہ کا قول بھی کہا ہے، آپ نے اولا حبشہ کی طرف پھر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سلمۃ بن سلامہ بن وقش کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔

حضرت زبیر تمام غزوات میں حاضر رہے تھے، غزوہ احزاب کے دن رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ہمارے پاس (دشمن) قوم کی خبر کون

(۱) الاستیعاب: ۸۵۹، الاصابۃ: ۵۵۳/۲، اسد الغابۃ: ۲۴۹/۱، تجرید اسماء الصحابۃ: ۱۹۵۳

لائے گا؟ حضرت زبیر نے جواب دیا کہ میں لاؤں گا، رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا تو حضرت زبیر نے پھر دوبارہ اپنے آپ کو پیش کیا، پھر تیسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا، اس مرتبہ بھی حضرت زبیر نے ہی جواب دیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر ہیں، یہ روایت زر سے بحوالہ حضرت علی ثابت ہے اور حضرت زبیر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ قریظہ کے دن میرے لئے اپنے والدین کو جمع کیا۔ یعنی یہ فرمایا فداک ابی وامی (میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں)۔

اور روایت ہے کہ یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تلوار سونتی، یہ مکہ کا واقعہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ شہید کردیئے گئے ہیں تو حضرت زبیر اپنی تلوار میان سے نکال کر باہر نکلے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا تو اپنی تلوار میان میں کرلی، آپ ان دس آدمیوں میں سے ہیں جنھیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی اور ان چھ آدمیوں میں سے ہیں جن سے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ راضی تھے۔ آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی صحبت اٹھائی ہے اور بہت اچھی صحبت اٹھائی، آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد بھی تھے، اس لئے کہ ان کی صاحبزادی اسماء بنت ابی بکر صدیق سے آپ کا نکاح ہوا تھا، جن سے آپ کے فرزند عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے جو ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے تھے، حضرت زبیر لوگوں کے ساتھ جہاد کے لئے شام بھی تشریف لے گئے تھے، اور معرکہ یرموک میں شریک ہوئے تھے، مجاہدین یرموک نے آپ کی تشریف آوری سے شرف حاصل کیا، آپ نے اس دن بہت بہادری اور عالی ہمتی کا مظاہرہ کیا اور دو مرتبہ رومیوں کے لشکر اور ان کی صفوں کو اول سے آخر تک چیر کر رکھ دیا، آپ حضرت عثمان کا دفاع اور ان کی طرف سے مقابلہ کرنے والوں میں تھے، لیکن جب جنگ جمل کا دن آیا تو حضرت علی نے آپ کو ایک حدیث یاد دلائی، جسے سن کر آپ نے قتال سے رجوع کرلیا اور لوٹ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے واپسی میں احنف بن قیس کی قوم پر سے گزر رہا، یہ لوگ جنگ کے دونوں فریقوں سے الگ ہوگئے تھے، آپ کو دیکھ کر احنف نامی قاتل نے کہا کہ اس شخص کا کیا حال ہوگیا کہ اس نے لوگوں کو جمع کیا حتیٰ کہ دونوں لشکر آپس میں ٹکرا گئے اور یہ اپنے گھر کی طرف چل پڑا، اس کے حال سے ہمیں کون آگاہ کرے گا؟

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز، فضالہ بن حابس اور نفیع نے بنوتمیم کے باغیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر آپ کا تعاقب کیا اور جب آپ کو پالیا تو سب نے مل کر آپ کو قتل کردیا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو پایا اور کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ نے کہا کہ قریب ہوجاؤ، آپ کے غلام عطیہ نے کہا کہ اس کے پاس ہتھیار ہے، آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ہتھیار ہو، عمرو بن جرموز آگے بڑھا اور باتیں کرنے لگا، یہ نماز کا وقت تھا، حضرت زبیر نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں، آپ عمرو بن جرموز اور اپنے غلام عطیہ کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے، پس اسی دوران عمرو بن جرموز نے نیزہ مار کر آپ کو شہید کردیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز نے وادی سباع میں آپ کو دوپہر کے وقت سوتے ہوئے پایا، پس اس نے اس حال میں دیکھ کر حملہ کرکے قتل کردیا یہ قول زیادہ مشہور ہے، آپ کی زوجہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے اشعار بھی اس کی شہادت دیتے ہیں، یہ آپ کی سب سے آخری زوجہ تھیں اور آپ سے پہلے عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں اور عمر بن خطاب سے پہلے عبداللہ بن ابی بکر صدیق کے نکاح میں تھیں، جب حضرت زبیر انھیں چھوڑ کر شہید ہوگئے تو انھوں نے ایک عمدہ مضمون کا قصیدہ آپ کے مرثیہ کے طور پر کہا، جو یہ ہے:

ابن جرموز نے جنگ کے دن ایک بہادر اور عالی ہمت شہسوار سے غداری کی وہ شہسوار روشن پیشانی والا اور قوی وشجاع تھا، اے عمرو اگر تو اسے بیدار کرلیتا تو اسے لرزتے دل، کانپتے ہاتھوں والا مخبوط العقل نہ پاتا، اور اگر تو باقی رہ جانے والوں اور صبح وشام آنے جانے والوں میں سے اس جیسے کسی شخص پر غالب آجائے تو تجھے تیری ماں کھودے، اے سانپ کی چھتری کے بیٹے کتنی ہی سختیاں آئیں جو تیرے حملے سے نہ روک سکیں، اللہ کی قسم جو میرا رب ہے تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے لہٰذا تجھ پر قتل عمد کی سزا نازل ہوگی۔

جب عمرو بن جرموز نے آپ کو قتل کرلیا تو اس کے بعد آپ کا سر اتار کر حضرت علی کی طرف چلا اس کا خیال تھا کہ اس کارنامہ کی بدولت اسے حضرت علی کے یہاں بلند مقام حاصل ہوگا، جب اس نے حضرت علی کی خدمت میں پہنچ کر حاضری کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اسے اجازت مت دو اور اسے دوزخ کی خبر سنادو، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو، ابن جرموز جب حضرت علی کے پاس داخل ہوا تھا تو اس کے پاس حضرت زبیر کی تلوار تھی، حضرت علی نے فرمایا کہ

اس تلوار نے کئی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے رنج وغم کو دور کیا ہے، کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز نے جب یہ بات سنی تو خودکشی کر لی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مصعب بن زبیر کی عراق پر امارت کے زمانے تک زندہ رہا اور ان سے چھپتا پھرتا تھا، مصعب بن زبیر سے کہا گیا کہ عمرو بن جرموز یہاں ہے اور آپ سے چھپتا پھر رہا ہے، کیا آپ کے لئے اس میں رغبت ہے یعنی کیا آپ اسے پکڑنا چاہتے ہیں؟ مصعب بن زبیر نے فرمایا کہ اسے کہو کہ لوگوں کے سامنے چلا پھرا کرے، چھپنے کی ضرورت نہیں وہ امن میں ہے، اور فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اس سے حضرت زبیر کا قصاص نہ لوں گا، اس لئے کہ وہ حقیر ہے اس بات سے کہ میں اسے حضرت زبیر کے برابر قرار دوں، حضرت زبیر کثیر المال اور بہت زیادہ صدقہ خیرات کرنے والے تھے۔

جب جنگ جمل ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کو اپنا وصی بنا دیا اور بوقت شہادت آپ پر بائیس لاکھ درہم قرض تھا، وہ سب کا سب پورا پورا ادا کر دیا گیا اس کے بعد بقیہ مال میں سے وصیت کے مطابق ثلث نکالا گیا، اور پھر ترکہ تقسیم کیا گیا، اس تقسیم میں آپ کی چار زوجات میں سے ہر ایک کو ثمن کا جو ربع پہنچا تھا اس ربع کی مالیت بارہ لاکھ درہم تھی یعنی ہر ایک زوجہ کے حصہ میں بارہ لاکھ درہم آئے، کل رقم جو ورثاء کے درمیان تقسیم ہوئی وہ تین کروڑ چوراسی لاکھ درہم تھی، اور ثلث کی مقدار جس کی وصیت کی گئی تھی وہ ایک کروڑ نوے لاکھ تھی۔ لہٰذا اب مجموعہ پانچ کروڑ چہتر لاکھ ہوا، اور قرض جو اس سے پہلے نکال لیا گیا تھا وہ بائیس لاکھ درہم تھا، لہٰذا کل مال جو وصیت، میراث اور قرض میں ادا کیا گیا اس کی مالیت پانچ کروڑ ننانوے لاکھ درہم ہوئی، اس تمام تر تفصیل سے ہم نے اس لئے آگاہ کیا کہ صحیح بخاری میں اس کے متعلق جو کچھ درج ہے اس میں نظر ہے۔ اس لئے اس پر تنبیہ کرنا مناسب ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ تمام مال آپ کو صدقات کثیرہ اور پسندیدہ افعال کے بعد جہاد کے مال غنیمت اور خمس الخمس سے حاصل ہوا تھا جو آپ کی والدہ کے ساتھ مختص تھا، نیز بغیر کسی شک وشبہ والی پاکیزہ تجارت کے ذریعہ حاصل ہوا تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ کے ایک ہزار غلام تھے جو آپ کو خراج ادا کیا کرتے تھے اور بسا اوقات آپ ان سب کی آمدنی کو صدقہ کر دیا کرتے تھے، بوقت شہادت آپ کی عمر چھیاسٹھ یا سڑسٹھ سال تھی آپ جمعرات کے دن دس جمادی الثانیہ ۳۶ھ میں شہید ہوئے تھے، آپ کا رنگ گندمی قد وقامت میانہ تھا، نیز آپ معتدل البدن اور ہلکی داڑھی والے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضی عنہ۔

۳۶ھ کے واقعات

اس سال یعنی ۳۶ھ میں حضرت علی نے دیار مصر کی نیابت پر قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا جبکہ اس سے پہلے حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں یہاں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح امیر مقرر تھے، جب مصری خوارج کی پارٹیاں یہاں سے حضرت عثمان بن عفان کی طرف گئی تھیں تو انھیں عبداللہ بن سباء المعروف بابن سوداء کے ساتھ تیار کر کے بھیجنے والا محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ تھا، جب اس کے والد ابو حذیفہ بن عتبہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے تو بوقت شہادت اپنے اس فرزند کے متعلق حضرت عثمان بن عفان کو وصیت کی تھی، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان نے اس کی کفالت کی اور اپنی گود اور گھر میں اس کی پرورش وتربیت کی اور اس پر بہت احسانات کئے، اس نے زہد وعبادت کے ماحول میں نشو ونما پائی تھی، ایک مرتبہ اس نے حضرت عثمان سے درخواست کی کہ مجھے کسی جگہ کا عامل مقرر کر دیں، حضرت عثمان نے فرمایا کہ جب تو اس کا اہل ہو جائے گا تو میں تجھے عامل مقرر کر دوں گا، پس اس بناء پر اس نے حضرت عثمان کی طرف سے اپنے دل میں بغض پیدا کر لیا، پھر اس نے حضرت عثمان سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی، آپ نے اجازت دے دی پس اس نے دیار مصر کا رخ کیا اور وہاں کے امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ غزوہ الصواری میں شریک ہوا جیسا کہ ہم نے ماقبل میں بیان کیا ہے۔

مصر میں محمد بن ابی حذیفہ حضرت عثمان بن عفان کی عیب جوئی اور نقائص بیان کرنے لگا، اور اس کام میں محمد بن ابی بکر نے بھی اس کی معاونت کی، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان دونوں کی شکایت حضرت عثمان بن عفان کو لکھ بھیجی، لیکن حضرت عثمان نے ان کی حرکات کی کچھ پروانہ کی، محمد بن ابی حذیفہ کی مسلسل یہی حالت رہی یہاں تک کہ جب خوارج نے حضرت عثمان کی طرف خروج کیا اور محمد بن ابی حذیفہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کا

محاصرہ کرلیا گیا ہے تو اس نے مصر پر زبردستی غلبہ حاصل کرلیا اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں سے نکال باہر کیا، اور لوگوں کو نماز پڑھائی، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ابھی راستے ہی میں تھے کہ انھیں امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کی اطلاع ملی، آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور یہ بھی اطلاع ملی کہ حضرت علی نے مصر کی امارت پر قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا ہے۔

اس خبر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بڑی خوشی ہوئی اس لئے کہ محمد بن ابی حذیفہ کی مصر پر حکومت ایک سال بھی نہ چلی تھی، اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح خود ملک شام میں حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے اور اپنے اوپر ٹوٹنے والی مصیبت کی انھیں خبر دی اور اس بات کی کہ محمد بن ابی حذیفہ نے مصر پر غلبہ حاصل کرلیا ہے، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما محمد بن ابی حذیفہ کو ملک مصر سے نکالنے کے لئے روانہ ہوئے اس لئے کہ یہ قاتلین عثمان کا سب سے بڑا مددگار ومعاون تھا باوجود اس کے حضرت عثمان نے اس کی کفالت وپرورش کی تھی اور اس کے ساتھ بڑا احسن سلوک کیا تھا، ان دونوں نے مصر میں داخل ہونے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے، البتہ مسلسل محمد بن ابی حذیفہ کو دھوکہ میں مبتلاء رکھتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ عریش کی طرف نکلا اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ گیا، عمرو بن العاص نے قلعہ کی طرف منجنیق نصب کرادی حتیٰ کہ وہ اپنے تیس اصحاب کے ساتھ نیچے اترا اور وہ سب کے سب مقتول ہوگئے، اسے محمد بن جریر نے نقل کیا ہے۔

دوسری طرف قیس بن سعد بن عبادہ حضرت علی کی طرف سے نائب بن کر مصر کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ اصحاب کے ساتھ ملک مصر میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھ کر امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی طرف سے ان مسلمانوں اور مؤمنین کی طرف جن تک یہ خط پہنچے، تم سب پر اللہ کی سلامتی ہو، میں اس اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکرگزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی بہترین تدبیر وتقدیر کے ساتھ اسلام کو بطور دین اپنی ذات، اپنے ملائکہ اور اپنے رسولوں کے لئے پسند فرمایا ہے، اور ان میں سے چند کو بطور خاص منتخب ومخصوص فرمایا اور اس امت کو عزت وشرف عطا فرمایا، اور انھیں اس بات کے ساتھ فضیلت بخشی کہ ان میں محمد ﷺ کو بھیجا تاکہ وہ انھیں کتاب، حکمت، فرائض اور سنن سکھائیں، جس کی وجہ سے یہ لوگ ہدایت پاجائیں، اور جمع کیا تاکہ یہ لوگ متفرق نہ ہوجائیں اور ان کا تزکیہ کیا تاکہ یہ لوگ پاک ہوجائیں اور ان کے دلوں کو نرم کیا تاکہ یہ لوگ ظلم نہ کریں، جب محمد ﷺ نے اپنی ذمہ داری ومقاصد کو کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں واپس اپنے پاس بلالیا، آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی رحمتیں وبرکتیں نازل ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے دو صالح امیروں کو آپ کا قائم مقام مقرر کیا، جنھوں نے کتاب پر عمل کیا حسن سیرت کو اختیار کیا اور سنت سے سرمتجاوز نہیں کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بھی وفات دے دی، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت فرمائے، پھر ان کے بعد ایک ایسا شخص والی وحاکم ہوا جس نے کچھ نئی چیزیں ایجاد کیں۔ امت نے اس پر تنقید واعتراض کیا اور ملامت کی اور غیرت کھائی پھر لوگ میرے پاس آئے اور بیعت کی پس میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طلبگار ہوں اور تقویٰ پر اس سے مدد مانگتا ہوں، اور آگاہ رہو! تمھارے لئے ہم پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا ضروری ہے، اور تم پر اس کے حق کو قائم کرنا اور پس پشت تمھاری خیرخواہی چاہنا بھی لازم ہے، پس اللہ تعالیٰ سے ہی مدد چاہی جاتی ہے وہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے میں نے تمھاری طرف قیس بن سعد بن عبادہ کو بھیجا ہے، لہٰذا تم ان کی مدد کرو، ان کی حفاظت کرو اور حق پر ان کے ساتھ تعاون کرو، میں نے انھیں تمھارے محسن کے ساتھ احسان کرنے، تمھیں دھوکہ دینے والے کے ساتھ سختی سے نمٹنے اور تمھارے عوام وخواص کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا ہے، میں اس کی ہدایت اور طبیعت کی سلامتی سے راضی ہوں اور اس سے صلاح وخیرخواہی کی امید رکھتا ہوں نیز اپنے لئے اور تمھارے لئے اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ عمل، کثیر اجر وثواب اور وسیع رحمت کا سوال کرتا ہوں، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کاتب: عبداللہ بن ابی رفع مورخہ صفر ۳۶ھ

اس کے بعد قیس بن سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے، لوگوں کو خطبہ دیا اور انھیں حضرت علی کی بیعت کی طرف بلایا، پس لوگ اٹھے اور بیعت کرنا شروع ہوئے، خرتبا نامی بستی کے سواء تمام اہل بلاد مصر نے اچھے طریقہ پر بیعت کرلی البتہ اس بستی میں کچھ لوگ تھے جنھوں نے حضرت عثمان کے قتل کو بڑی اہمیت دی تھی، یہ سردار اور سرکردہ لوگ تھے ان کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی، ان پر یزید بن حارث مدلجی امیر تھا، لیکن پھر انھوں نے قیس بن سعد

کی طرف پیغام بھیجا اور آپ نے ان سے صلح کر لی، اسی طرح مسلمہ بن مدلج انصاری نے بیعت سے تأخر کیا، آپ نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس نے بھی آپ سے صلح کر لی، اس کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے قیس بن سعد بن عبادہ کی طرف خط لکھا، اس وقت پورے شام میں حضرت معاویہ کی حکومت مستحکم و مضبوط ہو چکی تھی بلکہ بلاد روم تک اس کی حدیں وسیع ہو چکی تھیں، ساحلی علاقے اور جزیرہ قبرص بھی ان کے زیر نگین آ چکے تھے، جزیرہ کے بعض شہر بھی الرھا، حران، قرقیسیا وغیرہ ان کے زیر قبضہ تھے، حامیان عثمان میں سے جو لوگ جنگ جمل کے دن بھاگ گئے تھے انھوں نے بھی ان علاقوں میں پناہ لے لی تھی، اشتر نخعی نے ان علاقوں کو حضرت معاویہ کے نائبین سے چھیننا چاہا تو حضرت معاویہ نے اس کے مقابلے کے لئے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو بھیجا، اشتر ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور فرار ہو گیا، اور حضرت معاویہ کی حکومت ان علاقوں پر مزید مستحکم ہو گئی۔

پھر حضرت معاویہ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو خط لکھا اور انھیں دعوت دی کہ حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے کی ذمہ داری قبول کریں اور اس سلسلے میں جو کچھ کوشش وہ کر رہے ہیں اس میں ان کے ساتھ تعاون کریں اور یہ بھی لکھا کہ جب ان کی حکومت کی تکمیل ہو جائے گی تو جب تک وہ امیر السلطنت رہیں گے اس وقت تک قیس عراق پر ان کے نائب رہیں گے، جب یہ خط قیس بن سعد بن عبادہ کے پاس پہنچا، وہ بڑے دانا وزیرک آدمی تھے، انھوں نے اس کی نہ موافقت کی اور نہ مخالفت بلکہ جواب میں انتہائی نرم اور ملاطفت والا خط بھیجا اور یہ اس وجہ سے کہ قیس بن سعد حضرت علی سے دور اور ملک شام سے قریب تھے، اس کے علاوہ حضرت معاویہ کے پاس افواج بھی کثیر تھیں اس لئے قیس بن سعد نے ان سے مصالحت کرنے میں ہی عافیت سمجھی لیکن جس چیز کی طرف حضرت معاویہ نے دعوت دی تھی اس کی موافقت یا مخالفت میں کچھ کلام نہیں کیا، اس کے جواب میں حضرت معاویہ نے انھیں دوبارہ خط لکھا اور کہا کہ آپ کے لئے مجھے دھوکہ دینے کی اور میرے ساتھ ٹال مٹول کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور میں ضرور بالضرور معلوم کرلوں گا کہ آپ میرے ساتھ صلح جو ہیں یا میرے دشمن، حضرت معاویہ بھی آخر عاقل و دانا آدمی تھے اس کے جواب میں قیس بن سعد نے لکھا کہ میں حضرت علی کے ساتھ ہوں اس لئے کہ وہ امارت کے آپ سے زیادہ مستحق ہیں۔

جب حضرت معاویہ کو یہ خط ملا تو آپ ان سے مایوس ہو گئے اور ان کی طرف میلان سے رجوع کر لیا، پھر بعض اہل شام نے یہ بات مشہور کر دی کہ قیس بن سعد حضرت معاویہ کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کرتے ہیں اور اہل عراق کے خلاف ان کی مدد کرتے ہیں اور ابن جریر کی روایت کے مطابق ان کی طرف سے ایک جعلی خط حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت سے متعلق پہنچا، اللہ تعالیٰ ہی اس کی صحت و حقیقت کو جانتا ہے، جب حضرت علی کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انھیں اہل خربتا جنھوں نے بیعت سے تخلف کیا تھا ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا، قیس بن سعد نے جواب میں اس حکم کی تعمیل سے معذرت کی کہ وہ بہت کثیر تعداد میں ہیں اور مصر کے سرکردہ لوگ ہیں، اور یہ بھی لکھا کہ اگر آپ نے مجھے یہ حکم میری آزمائش کے لئے دیا ہے تو آپ نے مجھ پر شک و شبہ کیا اور تہمت لگائی ہے، لہٰذا آپ مصر کی امارت پر میرے علاوہ کسی اور کو مقرر کر دیں، پس حضرت علی نے اشتر نخعی کو مصر کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا، اشتر نخعی روانہ ہوا جب بحر قلزم کے نزدیک پہنچا تو وہاں اس نے شہد کا مشروب نوش کیا جو اس کی موت کا سبب بنا اور وہ مر گیا، اہل شام کو جب اس کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ بے شک شہد میں بھی اللہ کے لشکر چھپے ہوئے ہیں، جب حضرت علی کو اشتر نخعی کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا امیر بنا کر بھیجا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے محمد بن ابی بکر کو قیس بن سعد کے بعد مصر کا والی مقرر کیا تھا، پھر قیس بن سعد مدینہ کی طرف کوچ کر گئے، وہاں سے وہ اور سہل بن حنیف حضرت علی کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر قیس بن سعد نے حضرت علی سے معذرت کی، حضرت علی نے ان کی معذرت قبول فرمالی، اور یہ دونوں صفین کے معرکہ میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے جیسا کہ عنقریب ہم ذکر کریں گے، اور محمد بن ابی بکر مسلسل مصر کی امارت پر قائم رہے اور اہل مصر کو ڈراتے رہے یہاں تک کہ صفین کا معرکہ ہوا۔

اہل مصر کو حضرت معاویہ اور ان کے شامی ساتھیوں سے متعلق جو کہ اہل عراق سے برسرپیکار تھے یہ خبر ملی کہ وہ تحکیم پر رضامند ہو گئے ہیں تو انھوں نے مصر میں محمد بن ابی بکر کے خلاف طمع کی اور جرأت کرتے ہوئے کھلم کھلا اس کی مخالفت پر اتر آئے، اس کے حالات ہم عنقریب بیان کریں گے، اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قصاص عثمان کے مطالبہ کے لئے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور یہ اس وقت مدینہ سے باہر چلے گئے تھے جب باغیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا تاکہ ان کی شہادت کے وقت وہ مدینہ میں موجود نہ ہوں، حالانکہ عمرو بن العاص کو حضرت عثمان سے شدید ناراضگی تھی اس لئے کہ حضرت عثمان نے انھیں مصر کی امارت سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وہاں کا امیر مقرر کیا تھا،

پس یہ غصہ کے باعث مدینہ سے چلے گئے اور اردن کے قریب نزول کیا، جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو یہ حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا۔

اہل عراق واہل شام کے درمیان معرکہ صفین (۱)......اس سے پہلے وہ روایت بیان ہو چکی ہے جسے امام احمد نے اسماعیل بن علیہ عن ایوب عن محمد بن سیرین کی سند سے بیان کیا، آپ نے بیان کیا کہ فتنہ بھڑک اٹھے گا اور اصحاب رسول ﷺ اس وقت دسیوں ہزار ہوں گے لیکن ان میں سے ایک سو بھی اس میں حاضر نہ ہوں گے بلکہ تیس تک بھی ان کی تعداد نہ پہونچے گی۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے امیہ بن خالد نے بیان کیا کہ امام شعبہ سے انھوں نے کہا کہ ابوشیبہ نے حکم سے بحوالہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نقل کیا ہے کہ معرکہ صفین میں ستر بدری صحابہ حاضر تھے، امام شعبہ نے کہا کہ ابو شیبہ نے کذب بیانی کی ہے، اللہ کی قسم ہم نے حکم سے اس بارے میں با قاعدہ مباحثہ کیا ہے اور ہم نے صفین میں خزیمہ بن ثابت کے علاوہ کسی بدری صحابی کو شریک نہیں پایا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معرکہ صفین میں اصحاب بدر میں سے سہل بن حنیف اور ابوایوب انصاری شریک ہوئے تھے، ہمارے شیخ علامہ ابن تیمیہ نے کتاب الرد علی الرافضہ میں اسے بیان کیا ہے اور ابن بطہ نے اپنی سند سے بکیر بن الاشج سے نقل کیا ہے کہ اہل بدر میں سے بعض اصحاب نے حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کے بعد اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیا اور وہ صرف اپنی قبروں کی طرف جانے کے لئے ہی باہر آئے تھے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو بصرہ میں داخل ہوئے اور جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی نے رخصت کرنے کے لئے کچھ دور تک آپ کی مشایعت فرمائی، اس کے بعد آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ابوالکنود عبدالرحمٰن بن عبید کہتے ہیں کہ آپ ۱۲؍رجب ۳۶ھ کو بروز پیر کوفہ میں داخل ہوئے، آپ سے عرض کیا گیا کہ قصر ابیض میں قیام فرمایئے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں! عمر بن خطاب اس میں قیام کو ناپسند فرماتے تھے، پس میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں، پھر آپ نے رحبہ میں قیام فرمایا اور جامع مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں اور پھر لوگوں کو خطبہ دیا، آپ نے لوگوں کو خیر و نیکی پر ابھارا اور شر و برائی سے انھیں منع کیا، اور اپنے اس خطبہ میں اہل کوفہ کی مدح فرمائی، پھر جریر بن عبداللہ اور اشعث بن قیس کی طرف پیغام بھیجا "یہ دونوں حضرات عثمان بن عفان کے زمانے سے بالترتیب ہمدان اور آذربائیجان پر حاکم چلے آرہے تھے" آپ نے انھیں لکھا کہ اپنے یہاں کی رعایا سے میرے حق میں بیعت لیں اور پھر میرے پاس چلے آئیں، ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر جب حضرت علی نے حضرت معاویہ کی طرف قاصد بھیجنا چاہا کہ انھیں اپنی بیعت کی دعوت دیں تو جریر بن عبداللہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں ان کی طرف جاتا ہوں، میرے اور ان کے درمیان باہمی الفت و محبت ہے لہٰذا میں ان سے آپ کے حق میں بیعت لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا اشتر نخعی نے کہا کہ امیر المؤمنین اسے مت بھیجئے، اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی چاہت انھی کے ساتھ ہو جائے گی، حضرت علی نے فرمایا کہ اسے جانے دو۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ ایک خط حضرت معاویہ کی طرف بھیجا، جس میں انھیں بتایا کہ انصار و مہاجرین نے ان کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے، اور جنگ جمل کا حال بھی لکھا اور انھیں اس چیز میں شامل ہونے کی دعوت دی جسے لوگوں نے اختیار کیا ہے، جب جریر بن عبداللہ یہ خط لے کر وہاں پہنچے اور خط حضرت معاویہ کے سپرد کیا تو حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص اور رؤسائے شام کو طلب کیا اور ان سے مشورہ کیا ان سب نے کہا کہ جب تک حضرت علی قاتلین عثمان کو قتل نہ کر لیں یا ہمارے حوالے نہ کر دیں اس وقت تک ہم ان کی بیعت نہ کریں گے، اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو ہم ان سے قتال کریں گے حتیٰ کہ قاتلین عثمان قتل ہو جائیں پھر ہم ان کی بیعت کر لیں گے، یہ جواب سن کر جریر بن عبداللہ حضرت علی کے پاس لوٹے اور انھیں اس تمام گفتگو کی خبر دی، اشتر نخعی نے کہا کہ امیر المؤمنین! کیا جریر کو بھیجنے سے میں نے آپ کو منع نہیں کیا تھا؟ اگر آپ مجھے بھیجتے تو حضرت معاویہ جو دروازہ کھولتے میں اسے بند کر دیتا یعنی ان کے پاس بیعت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا، جریر بن عبداللہ نے کہا کہ اگر تم وہاں ہوتے تو

(۱) المنتظم فی التاریخ : ۵/۱۱۷، وتاریخ الطبری : ۳/۷۲، والمختصر فی اخبار البشر : ۱/۱۷۵، الکامل فی التاریخ ۳/۱۴۱، مروج الذهب : ۲/۳۸۴

خون عثمان کے بدلے میں قتل کر دیئے جاتے، اشتر نخعی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے بھیجتے تو معاویہ کے جواب سے مجھ پر کچھ اثر نہ ہوتا اور میں غور وفکر اور تدبر میں ان سے آگے بڑھ جاتا اور اگر میری بات مان لی جائے تو میں تمھیں اور تم جیسے دوسروں کو قید کر دوں یہاں تک کہ اس امت کا معاملہ درست ہو جائے جریر بن عبداللہ یہ سن کر غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور قرقیسیا میں جا کر اقامت اختیار کر لی، اور حضرت معاویہ کو ان تمام باتوں سے بذریعہ خط آگاہ کیا جو انھوں نے کہی اور جو ان کے جواب میں کہی گئیں تھیں حضرت معاویہ نے انھیں اپنے پاس آنے کا حکم دیا۔

اور حضرت علی شام جانے کے لئے کوفہ سے روانہ ہوئے اور نخیلہ مقام پر فروکش ہوئے، کوفہ پر آپ نے ابو مسعود عقبہ بن عامر انصاری بدری کو اپنا نائب مقرر کیا، ایک جماعت نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ؟ آپ خود کوفہ میں رہیں اور یہاں سے لشکر بھیجتے رہیں، دوسری جماعت کا مشورہ تھا کہ آپ بذات خود لشکر کے ساتھ جائیں اپنے دوسری رائے کو اختیار کیا، حضرت معاویہ کو جب خبر ملی کہ حضرت علی بنفس نفیس لشکر کے ساتھ آرہے ہیں تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص سے مشورہ کیا، عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ بھی بنفس نفیس لشکر کے ساتھ نکلیں، اور عمرو بن العاص لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور خطاب کیا اور کہا کہ اہل بصرہ وکوفہ کے سرکردہ لوگ جنگ جمل میں قتل ہو چکے ہیں، اور حضرت علی کے ساتھ قاتلین کی ایک چھوٹی سی جماعت باقی رہ گئی ہے، امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے ہیں، پس اللہ تمھارے حق کا محافظ ونگہبان ہے، تم اسے ضائع مت کرو اور تمھارے خون کا بھی محافظ ہے، تم اسے بغیر قصاص مت چھوڑو، شامی افواج کو خط لکھا گیا وہ حاضر ہو گئیں، جھنڈے باندھے گئے، امراء کے لئے علم تیار کئے گئے، اہل شام نے بھرپور تیاریاں کیں اور صفین کی طرف سے فرات کی طرف بڑھے جہاں سے حضرت علی کے لشکر نے آنا تھا، اور حضرت علی نخیلہ سے اپنے لشکر کے ساتھ ارض شام کی طرف روانہ ہوئے، ابو اسرائیل نے حکم بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے لشکر میں اسی بدری اور ایک سو پچاس بیعت شجرہ میں شامل صحابہ کرام تھے، یہ ابن دیزیل کی روایت ہے، حسین بن دیزیل نے اپنی کتاب میں یحییٰ بن عبداللہ کرابیسی عن نصر بن مزاحم عن عمر بن سعد عن مسلم الاعور عن حبہ عرنی کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی جب رقہ پہنچے تو فرات کے کنارے بلیخ نامی جگہ پر فروکش ہوئے، وہاں ایک راہب اپنے گرجا سے نکل کر آپ کے پاس پہنچا اور کہا کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کے ہم اپنے آباء واجداد سے وارث ہوئے ہیں، اور اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے لکھا ہے، کیا میں اسے آپ کے سامنے پیش کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، اس راہب نے کتاب پڑھنا شروع کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ کیا اور جو لکھنا تھا وہ لکھا اور اس نے لکھ دیا کہ وہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجے گا جو انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے ان کا تزکیہ کرے اور اللہ کے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔

وہ رسول نہ تو بدخلق ہوگا اور نہ سخت کلام، نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والا ہوگا اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والا، بلکہ معاف اور درگذر کرنے والا ہوگا، ان کی امت حمادون (بہت زیادہ اللہ کی حمد وثناء کرنیوالی) ہوگی جو ہر بلندی پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریگی اور انکی زبانیں ہر نشیب وفراز میں تکبیر وتہلیل کے لئے جاری ہوں گی اللہ تعالیٰ اس رسول کو اس کے دشمنوں پر فتح عطا فرمائے گا پھر جب اس رسول کی وفات ہو جائیگی تو اس کی امت میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، لیکن جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجتمع رہیگی اس کے بعد اختلاف پیدا ہوگا پھر ان کی امت کا ایک آدمی اس دریائے فرات کے کنارے سے گزریگا وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہوگا اور حق کے ساتھ فیصلے کیا کرے گا، اور اپنے فیصلوں کے نفاذ میں عاجز نہ ہوگا، دنیا اس کے نزدیک راکھ سے بھی زیادہ حقیر ہوگی، یا اس طرح کہا کہ ہوا میں اڑنے والی مٹی سے بھی زیادہ حقیر ہوگی اور موت اس کے نزدیک پانی پینے سے بھی زیادہ آسان ہوگی، وہ خلوت وتنہائی میں اللہ سے ڈرتا ہوگا اور مجمع میں نصیحت کرتا ہوگا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی کچھ پروا نہیں کرے گا، پس اہل بلاد میں سے جو شخص اس رسول کو پائے تو وہ اس پر ایمان لائے اس کا بدلہ میری رضامندی اور جنت ہے اور جو شخص اس صالح آدمی کو پائے تو اس کی مدد کرے اس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہے پھر اس راہب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں آپ کی مصاحبت اختیار کروں گا اور آپ سے جدا نہ ہوں گا، یہاں تک کہ مجھے بھی وہ مصیبت پہنچے جو آپ کو پہنچی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی باتیں سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ تمام تر تعریف اور حمد وثناء اس اللہ کے لئے جس نے مجھے اپنے یہاں بھولا بسرا نہیں بنایا اور تمام تر تعریف اور حمد وثناء اس اللہ کے لئے جس نے اپنے یہاں ابرار کی کتب میں میرا تذکرہ کیا۔

پھر وہ راہب مسلمان ہوگیا اور آپ کے ساتھ چل پڑا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ معرکہ صفین میں شہید ہوگیا جب لوگ اپنے مقتولین کو تلاش کرنے کے لئے نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس راہب کو بھی تلاش کرو لوگوں نے اس کو تلاش کیا تو اسے مقتول پایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، تدفین کی اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن النضر حارثی کو آٹھ ہزار کا لشکر دے کر ہراول دستہ کے طور پر اپنے آگے روانہ کیا ان کے ساتھ شریح بن ہانی بھی چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ہو لئے اس لشکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے راستے کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبج کے پل سے دریائے دجلہ کو پار کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں ہراول دستے چلتے رہے انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضرت معاویہ شامی افواج کو لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں انہوں نے حضرت معاویہ سے مڈبھیڑ کا قصد کیا لیکن پھر اپنی قلت تعداد اور شامی افواج کی کثرت کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے اور اپنے راستے سے ہٹ گئے اور عانات نامی جگہ پہنچے تاکہ یہاں سے دریائے دجلہ عبور کریں لیکن اہل عانات نے انہیں اس سے روک دیا پھر انہوں نے ہیئت نامی جگہ سے دریا کو عبور کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لاحق ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا؟ میرا ہراول دستہ تو میرے پیچھے آرہا ہے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے عذر پیش کیا اور اپنے اوپر گزرنے والے حالات سنائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے عذر کو قبول فرمالیا اور دریائے فرات عبور کرنے کے بعد حضرت معاویہ کے مقابلہ کے لئے انہیں آگے بڑھایا اہل شام کے ہراول دستہ نے ابوالاعور عمرو سفیان سلمی کی سرکردگی میں ان کا سامنا کیا، یہ بھی ان کے مدمقابل کھڑے ہو گئے اور ان کے امیر زیاد بن النضر حارثی نے اہل شام کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی طرف بلایا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا زیاد نے یہ صورتحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو ان کا امیر بنا کر روانہ کیا اور لشکر کے میمنہ پر زیاد اور میسرہ پر شریح کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ جب تک اہل شام قتال کی ابتدا نہ کریں ان کے ساتھ قتال میں پہل نہ کی جائے اور انہیں وقفہ وقفہ سے بیعت کی طرف بلاتے رہیں اگر وہ انکار کریں تو ان سے قتال نہ کریں یہاں تک کہ وہ از خود قتال کی ابتدا کریں اور نہ جنگ کے خواہشمند کی طرح ان سے قریب ہوں اور نہ خوفزدہ وڈرنے والوں کی طرح ان سے دور رہیں بلکہ اپنی جگہ ثابت قدم رہو حتیٰ کہ وہ تمہارے پاس آجائیں اور میں انشاء اللہ آہستہ آہستہ تمہارے پیچھے ہی آرہا ہوں۔

اشتر نخعی کے پہنچنے سے پہلے دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے رہے اور جنگ سے باز رہے لیکن جب دن کا آخر ہوا تو ابوالاعور سلمی نے اہل عراق پر حملہ کر دیا۔

حارث بن جمھان جعفی کے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہراول دستہ پر امارت کا خط بھیج دیا تھا جب اشتر نخعی ہراول دستہ کا امیر بن کر پہنچا تو اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم وہدایات کی پاسداری کی اور اب اشتر اور حضرت معاویہ کے ہراول دستہ کا امیر ابوالاعور سلمی ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے جب شام ہوئی تو اہل شام اپنی قیام گاہ کی طرف چلے گئے اگلے دن پھر ایک دوسرے کے مدمقابل آکھڑے ہوئے اس دن اشتر نخعی نے حملہ کر کے ایک شامی سوار عبداللہ بن منذر تنوخی کو قتل کر دیا اس لئے کہ اس نے ایک عراقی آدمی جس کا نام ظبیان بن عمارہ تمیمی تھا کو قتل کر دیا تھا اس موقع پر ابوالاعور سلمی نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اہل عراق پر حملہ کر دیا، اہل شام جب اہل عراق کی طرف بڑھے تو اشتر نخعی نے ابوالاعور سلمی کو دعوت مبارزت دی لیکن ابوالاعور سلمی نے اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی گویا کہ اس نے اشتر نخعی کو اپنا مدمقابل اور مبارزت کا اہل ہی نہ سمجھا، دوسرے دن بھی رات ہونے پر دونوں لشکر جنگ سے رک گئے جب تیسرا دن ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے اور دونوں فریق آمنے سامنے ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے ہو گئے، فریقین نے یہاں طویل قیام کیا اس جگہ کا نام صفین تھا یہ ذی الحجہ کے آغاز کا واقعہ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک طرف ہو کر اپنے لشکر کے لئے اترنے کی جگہ تلاش کی اور پانی سے دور ایک مقام پر فروکش ہوئے اس لئے کہ حضرت معاویہ نے ان پر سبقت کرتے ہوئے پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا تھا اور وسیع وہموار جگہ پر اپنی افواج کو اتار دیا تھا اہل عراق میں سے کچھ لوگ جلدی سے پانی کی طرف آئے تاکہ اس میں سے کچھ پانی لے کر لوٹ جائیں لیکن اہل شام نے انہیں اس سے روک دیا، اس پر ان دونوں میں قتال شروع ہو گیا، حضرت معاویہ نے پانی کے گھاٹ پر ابوالاعور سلمی کو مقرر کیا تھا اور اس کے سوا کوئی اور گھاٹ وہاں موجود نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو جب شدید پیاس لگی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کندی کو ایک جماعت کے ساتھ پانی لینے کے لئے بھیجا لیکن گھاٹ پر موجود اہل شام ان کے آگے رکاوٹ بن گئے اور انہیں پانی لینے سے روک دیا اور کہا کہ تم بھی پیاسے مرو جیسا کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو پانی سے روک دیا تھا اس پر فریقین کے درمیان اولاً تیراندازی، پھر نیزہ بازی اور پھر شمشیر زنی شروع ہو گئی اور ہر جماعت نے اپنے ساتھیوں کی مدد کی حتیٰ کہ اشتر نخعی اہل عراق کیطرف سے اور حضرت عمرو بن العاص اہل شام کی طرف سے ایک دوسرے سے مقابلہ کے لئے اترے اور ان کے درمیان شدید قتال ہوا، اہل عراق میں سے عبداللہ بن عوف بن الاحمر ازدی نامی ایک شخص نے جنگ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

ہمارے لئے دریائے فرات کا جاری پانی چھوڑ دو یا اپنے لشکر جرار کو ثابت قدم رکھو، ہر سردار کے لئے پانی کا ایک گھاٹ ہوتا ہے ایسا سردار جو اپنے نیزے کے ساتھ نیزہ زنی کرنے والا، پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا، دشمنوں کی کھوپڑیاں اڑانے والا اور انہیں تباہ و غارت کرنے والا ہو، اہل عراق مسلسل شامی لشکر کو پانی سے دور ہٹاتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے شامی لشکر کو وہاں سے دور کر دیا اور ان کے اور پانی کے درمیان اب کوئی حائل نہ رہا پھر انہوں نے آپس میں پانی پر صلح کر لی، اور دونوں طرف کے لوگوں کی پانی کے گھاٹ پر بھیڑ لگی رہتی، لیکن کوئی آدمی کسی آدمی سے کلام نہ کرتا تھا اور نہ کسی کو ایذا دیتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت معاویہ نے ابوالاعور سلمی کو پانی کی حفاظت پر مامور کیا تو وہ پانی کے گھاٹ پر نیزے تان کر، تلواریں سونت کر، سوفار میں تیر رکھ کر اور کمانیں کھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

اصحاب علی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اس صورتحال کی شکایت کی، آپ نے صعصعہ بن صوحان کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا اور انہیں کہلوایا کہ ہم آپ کے پاس آپ کو قتال سے روکنے کے لئے آئے ہیں تاکہ آپ پر حجت قائم کر دیں لیکن آپ نے ہمارے مقابلہ کے لئے اپنا ہراول دستہ بھیج دیا اور ہم سے قتال کیا قبل اس کے کہ ہم آپ سے قتال کرتے، اور پھر دوسری بات یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے ہمیں پانی سے روک دیا، جب حضرت معاویہ کو یہ پیغام پہنچا تو آپ نے قوم سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ عمرو بن العاص نے کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے اور پانی کے درمیان راستہ چھوڑ دیا جائے اور یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم یعنی اہل شام تو سیراب ہوں اور یہ یعنی اہل عراق پیاس سے تڑپیں، ولید نے کہا کہ انہیں چھوڑ دو تاکہ یہ لوگ بھی پیاس کا مزہ چکھیں جیسا کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو پیاس کا مزہ چکھایا تھا جب وہ اپنے مکان میں محصور تھے اور ان سے چالیس دن تک کھانا پانی روک دیا تھا، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کہا کہ ان سے رات تک پانی روکے رکھو شاید پھر یہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ جائیں، حضرت معاویہ نے سکوت اختیار کیا، صعصعہ بن صوحان نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عنقریب میری رائے تمہارے پاس پہنچ جائے گی، جب صعصعہ بن صوحان واپس لوٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی تو سوار اور پیادے روانہ ہو گئے اور پانی کی طرف مسلسل بڑھتے رہے یہاں تک کہ اہل شام کو پانی سے دور ہٹا دیا اور ان کو جبراً پانی کے قریب آنے سے بھی روک دیا پھر فریقین کے درمیان پانی کے بارے میں صلح ہو گئی اور کوئی کسی کو نہ روکتا تھا۔

دو دن اس حال میں گزرے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بشیر بن عمرو انصاری، سعید بن قیس ہمدانی اور شبیث بن ربعی تمیمی کو بلایا اور فرمایا کہ تم لوگ اس شخص (حضرت معاویہ) کے پاس جاؤ اور اسے اطاعت و جماعت کی دعوت دو اور جو کچھ وہ کہے اسے سنو، پس جب یہ تینوں حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو بشیر بن عمرو انصاری نے کہا کہ اے معاویہ! بلاشبہ دنیا آپ سے چھوٹنے والی ہے اور آپ آخرت کی طرف لوٹنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے اعمال کا محاسبہ کرنے والا، نیز جو کچھ آپ کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اس کا بدلہ دینے والا ہے میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس امت کی جمعیت کو منتشر نہ کریں اور ان کا خون مت بہائیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ کیا آپ نے اپنے صاحب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو ان باتوں کی وصیت کی ہے؟ بشیر بن عمرو انصاری نے کہا کہ میرا صاحب و آقا اپنی فضیلت دین، سابقت اور قرابت کی وجہ سے امت کی امارت و سیادت کا زیادہ مستحق ہے اور وہ آپ کو اپنی بیعت کی دعوت دیتا ہے، اور وہ آپ کے لئے آپ کی دنیا میں بھی سلامتی کا طالب اور آخرت میں بھی آپ کے لئے خیر و بھلائی چاہنے والا ہے، حضرت معاویہ نے کہا کہ کیا حضرت عثمان کا خون بغیر قصاص کے چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔

پھر سعید بن قیس ہمدانی نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا لیکن ان سے پہلے شبیث بن ربعی جلدی سے بات شروع کر دی، اور حضرت معاویہ کے بارے میں نہایت سخت کلام اور درشتی کا مظاہرہ کیا، حضرت معاویہ نے اسے ڈانٹا اور اپنے سے افضل شخص کے بارے میں لب کشائی کرنے اور بغیر علم کے گفتگو کرنے پر زجر اور توبیخ کی پھر آپ نے ان کے متعلق حکم صادر کیا اور یہ آپ کے سامنے سے ہٹا دیئے گئے، اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کا پختہ عزم کر لیا جنہیں نہایت مظلومانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا تھا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کے درمیان گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہراول دستوں اور امرائے لشکر کو پیش قدمی کا حکم دیا اور آپ نے ہر قبیلہ وقوم کا الگ الگ امیر مقرر کیا امرائے جنگ میں سے اشتر نخعی (یہ امراء میں سب سے بڑا تھا) حجر بن عدی، شبیث بن ربعی، خالد بن معتمر، زیاد بن نضر، زیاد بن حفصہ، سعید بن قیس، معقل بن قیس اور قیس بن سعید تھے، حضرت معاویہ بھی ہر روز جنگ کے لئے ایک نیا امیر مقرر فرماتے اور آپ کے امراء میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید، ابو الاعور سلمی، حبیب بن مسلم، ذوالکلاع حمیری، عبید اللہ بن عمر بن خطاب، شرحبیل بن السمط اور ضمرہ بن مالک ہمدانی تھے۔

بسا اوقات فریقین کے درمیان دن میں دو دو مرتبہ جنگ ہوتی، ذی الحجہ کا پورا مہینہ اسی طرح گزر گیا اس سال حضرت علی کے حکم سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، ماہ ذی الحجہ کے اختتام اور محرم کے آغاز پر لوگ ایک دوسرے کو جنگ ترک کرنے کی دعوت دینے لگے کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے درمیان کسی ایسے امر پر صلح کروا دے جس میں ان کے خون کی حفاظت ہو جائے، عنقریب اس کا ہم ذکر کریں گے۔

آغاز سال ۳۷ھ

اس سال کا آغاز ہوا تو صورتحال یہ تھی کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ بلاد شام کی مشرقی جانب دریائے فرات کے کنارے صفین مقام پر آمنے سامنے کھڑے تھے، ماہ ذی الحجہ کے ہر ہر دن دونوں لشکروں نے باہم قتال کیا تھا بلکہ بعض دنوں میں تو دو دو مرتبہ باہم جنگ ہوئی تھی ان سب کی تفصیلات طوالت کا باعث ہوں گی لیکن جب ماہ محرم شروع ہوا تو دونوں جانب کے لوگ اس امید پر جنگ سے رک گئے کہ شاید ان کے درمیان مصالحت ہو جائے جس کی وجہ سے لوگوں کے خون ایک دوسرے سے محفوظ ہو جائیں۔

ابن جریر نے ہشام کی سند سے نقل کیا ہے کہ ہشام ابو مخنف مالک سے وہ سعید بن مجاہد طائی سے وہ محل بن خلیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عدی بن حاتم، یزید بن قیس ارحبی، شبیث بن ربعی اور زیاد بن حفصہ کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا، یہ حضرات جب ان کے پاس پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے عدی بن حاتم نے اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اس کے بعد کہا کہ اے معاویہ ہم آپ کو ایک ایسے امر کی دعوت دینے آئے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں باہم متحد کر دے گا، ہمارے خون محفوظ ہو جائیں گے راستے پر امن ہو جائیں گے اور باہمی تعلقات درست ہو جائیں گے۔

بلاشبہ آپ کا چچازاد اور مسلمانوں کا سردار امت میں اس وقت افضل وفائق شخص ہے اور اسلام میں شرافت کے لحاظ سے احسن آدمی ہیں لوگ ان پر متفق وجمع ہو چکے ہیں اور جس رائے کو انہوں نے اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں ان کی رہنمائی کی ہے، آپ اور آپ کی جماعت کے علاوہ کوئی ان کی بیعت سے باقی نہیں رہا، پس اے معاویہ! باز آ جاؤ، کہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جمل کے دن کی طرح مصیبت میں نہ ڈال دیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گویا کہ آپ مجھے دھمکانے آئے ہیں نہ کہ مصلح بن کر، اے عدی! اللہ کی قسم یہ بہت بعید ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میں ابن حرب ہوں، حوادث زمانہ مجھے متزلزل نہیں کر سکتے، اور اللہ کی قسم اے عدی! تم بھی ابن عفان کے گناہ گاروں میں شامل ہو گئے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں قتل کرے گا۔

اس کے بعد شبیث بن ربعی اور زیاد بن حفصہ نے گفتگو کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل وخصائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ اے معاویہ!

اللہ سے ڈرو اور ان کی مخالفت نہ کرو، اللہ کی قسم ہم نے ان سے زیادہ تقویٰ پر عمل کرنے والا اور ان سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبت اور اچھے خصائل کا جامع وحامل انسان نہیں دیکھا پھر حضرت معاویہ نے کلام شروع کر دیا اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اس کے بعد کہا کہ تم مجھے جماعت اور اطاعت کی دعوت دیتے ہو، پس جماعت تو ہمارے ساتھ ہے باقی رہی اطاعت تو میں اس شخص کی کیسے اطاعت کر سکتا ہوں جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر مدد کی ہو اور وہ یہ خیال کرتا ہو کہ اس نے انہیں قتل نہیں کیا؟ ہم اس بات کو نہ تو نظر انداز کرتے ہیں اور نہ اس کی بنیاد پر تہمت لگاتے ہیں لیکن اب انہوں نے قاتلین عثمان کو پناہ دی رکھی ہے لہٰذا وہ ان قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دیں تا کہ انہیں قتل کر دیں پھر ہم جماعت اور اطاعت کا مثبت جواب دیں گے، شبیث بن ربعی نے کہا کہ اے معاویہ میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر تم عمار بن یاسر پر قادر ہو گئے تو کیا انہیں حضرت عثمان کے بدلہ میں قتل کر دو گے؟ حضرت معاویہ نے کہا کہ اگر میں ابن سمیہ پر قادر ہو جاؤں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو کیا بلکہ آپ کے غلام کے بدلہ میں انہیں قتل کر دوں گا، شبیث بن ربعی نے یہ سن کر کہا کہ آسمان وزمین کے معبود کی قسم عمار بن یاسر ے قتل کی طرف مت جاؤ کہیں سر کاندھوں سے اڑ جائیں او رزمین باوجود وسعت کے آپ پر تنگ ہو جائے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر یہ بات ہوتی تو زمین تم پر زیادہ تنگ ہو جاتی۔

اس کے بعد یہ تینوں حضرات یہاں سے نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام گفتگو سے آگاہ کیا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری، شرحبیل بن سمط اور معن بن یزید بن اخنس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، یہ تینوں وہاں پہنچے اور سب سے پہلے حبیب بن مسلمہ فہری نے گفتگو کو آغاز کیا، اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، اس کے بعد کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہدایت یافتہ خلیفہ تھے کتاب اللہ پر عامل اور اوامر الٰہی پر ثابت قدم تھے لیکن آپ لوگوں نے ان کی زندگی کو بوجھ سمجھا اور ان کی وفات کو مؤخر خیال کیا اس لئے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ نے حضرت عثمان کو قتل نہیں کیا تو ان کے قاتلوں کو ہمارے سپرد کر دیجئے اور خود لوگوں کے معاملہ سے (یعنی امر خلافت سے) الگ ہو جائیے، یہ معاملہ باہمی مشورہ سے طے ہوگا اور لوگ اسے یہ امر سپرد کریں گے جس پر ان کی رائے متفق ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اور تیری ماں نہ رہے اس امارت اور معزولی سے تجھے کیا واسطہ، خاموش ہو جا، نہ تو اس وقت وہاں (یعنی انتخاب خلافت کی مجلس میں) موجود تھا اور نہ تو اس گفتگو کا اہل ہے، حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ مجھے ایسی جگہ دیکھیں گے جو آپ کو ناپسند ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تو سواروں اور پیادوں کے لشکر لے کر آئے تو بھی تمہاری کوئی حیثیت نہیں اور اگر تم بچ گئے تو بھی اللہ تعالیٰ تمہیں (عزت کے ساتھ) باقی نہ رکھے گا، جاؤ اور ان باتوں پر خوب غور وفکر کرو اور جو کچھ ظاہر ہو اس میں سے درستگی کو اختیار کرو۔

اس مقام پر اہل تاریخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس وفد کے درمیان طویل گفتگو کا ذکر کیا ہے جس کی صحت محل نظر ہے اس گفتگو کے پیچ وخم میں حضرت علی کی طرف یہ باتیں بھی منسوب ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ اور ان کے والد حضرت ابوسفیان کی تنقیص کی اور یہ کہا کہ یہ دونوں اسلام میں داخل تو ہوئے لیکن ہمیشہ اسلام کے بارے میں متردد رہے اور یہ بات بھی منسوب ہے کہ میں نہیں کہتا کہ حضرت عثمان مظلومانہ طور پر شہید ہوئے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ ظالمانہ طور پر شہید ہوئے ہیں اس پر اس وفد نے کہا کہ جو شخص یہ بات نہیں کہتا کہ حضرت عثمان بن عفان مظلومانہ طور پر شہید ہوئے ہیں ہم اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اس کے بعد یہ لوگ یہاں سے چلے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ: بے شک آپؐ نہ مردوں کو سنوا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو جب کہ وہ پشت پھیر کر چل دیں اور آپؐ نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دے سکتے ہیں، آپؐ تو صرف ان لوگوں کو سنوار سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور پھر تابعدار ہو گئے سورۃ النحل آیت ۸۰ پھر آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ یہ لوگ جس قدر اپنی ضلالت میں سنجیدہ ہیں اس سے کہیں زیادہ تم اپنے حق اور اپنے نبی کی اطاعت میں سنجیدگی اختیار کرنے کے زیادہ لائق ہو لیکن میرے (مصنف کے) نزدیک اس کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں ہے۔

ابن جریر نے عمرو بن سعد کے طریق سے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ اہل عراق اور اہل شام کے قرّاء نے لشکر کے ایک طرف پڑاؤ کیا، یہ تقریباً تیس ہزار تھے، اہل عراق کے قراء میں سے عبیدہ السلمانی، علقمہ بن قیس، عامر بن عبد قیس، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود وغیرہ حضرت معاویہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت معاویہ نے کہا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینا چاہتا ہوں ان حضرات نے کہا کہ آپ کس سے قصاص لیں گے؟ حضرت معاویہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، ان حضرات نے کہا کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت

عثمان کو قتل کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں، اور قاتلوں کو پناہ بھی دی ہے، یہ حضرات لوٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں یہ تمام باتیں بتلائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تم بھی اس بات کو جانتے ہو کہ میں نے حضرت عثمان کو قتل نہیں کیا ہے یہ حضرات حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور حضرت علی کا جواب سنایا، حضرت معاویہ نے کہا کہ اگرچہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا لیکن لوگوں کو قتل کا حکم دیا تھا، یہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور یہ بات بتلائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم نہ میں نے قتل کیا نہ قتل کا حکم دیا اور نہ قتل میں کسی قسم کی مدد کی۔

یہ حضرات حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور حضرت علیؓ کا جواب سنایا حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اگر علی اپنے اس کہنے میں سچے ہیں تو ہمیں قاتلین عثمان سے قصاص دلوائیں اس لئے کہ وہ قاتلین ان کے لشکر میں ہیں، یہ حضرات حضرت علیؓ کے پاس آئے اور یہ بات بتلائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قوم نے ان کے خلاف قرآن میں موجود لفظ فتنہ میں تاویل کی ہے اور فتنہ کی وجہ سے ہی افتراق وانتشار پیدا ہوا ہے لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو ان کی یعنی حضرت معاویہ کے زمانہ حکومت میں قتل کیا ہے لہٰذا اس معاملہ میں مجھ سے کوئی باز پرس نہیں کی جاسکتی، یہ حضرات لوٹ کر حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس جواب کی خبر دی، حضرت معاویہ نے کہا کہ اگر معاملہ اسی طرح ہے جس طرح کہ وہ کہتے ہیں تو پھر ہمارے او رہمارے ساتھ موجود لوگوں کے مشورہ کے بغیر حکم کیوں جاری کرتے ہیں؟ یہ حضرات لوٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس بات کی خبر دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ صرف انصار ومہاجرین کے ساتھ ہیں اور یہ حضرات لوگوں کی ولایت وحکومت اور انکی دینی امور پر گواہ ہیں، سو یہ حضرات مجھ سے راضی ہیں اور انہوں نے میری بیعت کر لی ہے لہٰذا میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ معاویہ جیسے آدمی کو امت پر حکومت کرنے اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے چھوڑ دوں۔

یہ قراء حضرات یہاں سے حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس جواب کی خبر دی، حضرت معاویہ نے کہا کہ یہاں پر جو انصار ومہاجرین موجود ہیں جنہوں نے آپ کی امارت وخلافت میں شمولیت اختیار نہیں کی ان کے بارے میں کیا جواب ہے؟ یہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں یہ بات بتلائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد بدری صحابہؓ ہیں نہ کہ ان کے علاوہ اور روئے زمین پر جو بھی بدری صحابی ہے وہ میرے ساتھ ہے، اس نے مجھ سے بیعت کی ہے اور وہ مجھ سے راضی ومطمئن ہے، پس وہ تمہیں تمہارے دین اور تمہارے نفوس کے بارے میں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

راوی کہتے ہیں کہ ربیع الثانی، جمادی الاول اور جمادی الثانی تین ماہ تک دونوں کے درمیان باہم خط وکتابت اور مراسلت جاری رہی اور اس دوران یکے بعد دیگرے چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں اور بعض دستے ایک دوسرے پر چڑھائی بھی کرتے رہے لیکن قراء ان کے درمیان رکاوٹ بنتے رہے جس کی وجہ سے بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

راوی کہتے ہیں کہ فریقین کے درمیان تین ماہ میں پچاسی مرتبہ جھڑپ ہوئی، ایک روایت میں ہے کہ ابوالدرداء اور ابوامامہ دونوں حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے معاویہ! تم اس شخص (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے کس بناء پر جنگ کرتے ہو؟ اللہ کی قسم وہ تم سے اور تمہارے باپ سے زیادہ قدیم الاسلام ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بنسبت تمہارے زیادہ قریب اور اس امر خلافت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں، حضرت معاویہ نے کہا کہ میں ان سے خون عثمان رضی اللہ عنہ پر قتال کرتا ہوں اور اس بناء پر کہ انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو پناہ دی ہوئی ہے پس تم دونوں جاؤ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ قاتلین عثمان سے قصاص دلوادیں پھر میں اہل شام میں سب سے پہلے ان کی بیعت کرنیوالا ہوں گا، یہ دونوں حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس پیغام سے آگاہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جن کو تم دیکھ رہے ہو قاتلین عثمان ہیں پھر بہت سے لوگ باہر نکلے اور کہا ہم سب قاتلین عثمان ہیں جس کا دل چاہے ہمیں تیر مارے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوامامہ لوٹ آئے اور جنگ میں شرکت نہیں کی، عمرو بن سعد نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ جب ماہ رجب شروع ہوا تو حضرت معاویہ کو اندیشہ ہوا کہ تمام قراء حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں گے لہٰذا آپ نے عبداللہ الناصح کے تیر میں لکھوایا کہ اے اہل عراق! معاویہ تم پر دریائے فرات جاری کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تا کہ تم سب کو اس طریقہ سے غرق کر دیں لہٰذا تم

اپنا بچاؤ کرلو، پھر یہ تیر عراقی لشکر میں پھینک دیا، وہاں کے لوگوں نے اسے اٹھایا اور پڑھا اور آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا لیکن یہ بات لشکر میں پھیل گئی، حضرت معاویہ نے دوسو آدمیوں کو دریا کی ایک جانب کھودنے کے لئے بھیجا عراقی لشکر کو جب اس کی خبر پہنچی تو ان میں تشویش کی لہر دوڑ گئی، اور وہ گھبرائے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور صورتحال سے آگاہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا ناس ہو، وہ تمہیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں تاکہ تمہیں اس مقام سے ہٹادیں اور خود یہاں پڑاؤ کرلیں اس لئے کہ یہ جگہ ان کی جگہ سے بہتر ہے لوگوں نے کہا کہ ہمارے لئے اس جگہ کو چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور وہاں سے کوچ کر گئے پھر حضرت معاویہ آئے اور اپنے لشکر کے ساتھ وہاں فروکش ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کوچ کرنے والوں میں سب سے آخری آدمی تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے ہوئے اپنے لشکر میں جا کر اترے:۔

(۱)..... اگر میری اطاعت کی جاتی تو میں اپنی قوم کو رکن یمامہ یا شام تک بچالیتا۔

(۲)..... لیکن جب میں کسی کام کا پختہ عزم کرتا ہوں تو کمینے اور کمینوں کی اولاد اس کی مخالفت کرتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ فریقین ماہ ذی الحجہ تک ٹھہرے اس کے بعد جنگ میں مشغول ہوگئے حضرت علی ہر روز جنگ کا ایک امیر مقرر فرماتے اور اکثر و بیشتر نخعی کو امیر بناتے، اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہر روز ایک نیا افسر مقرر کرتے، ذی الحجہ کا پورا مہینہ انہوں نے آپس میں قتال کیا اور بعض ایام میں دن میں دو دو مرتبہ بھی قتال کیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان قاصدین کی آمد ورفت شروع ہوگئی اور لوگ جنگ سے پہلو تہی کرنے لگے یہاں تک کہ اس سال کا ماہ محرم گزر گیا لیکن ان کے درمیان صلح نہ ہوسکی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن حارث جشمی کو حکم دیا اور انہوں نے غروب آفتاب کے وقت اہل شام کو ندادی اور کہا کہ خبردار! امیر المومنین تمہیں فرماتے ہیں کہ میں نے تمہیں مہلت دی تاکہ تم حق کی طرف رجوع کرلو اور تم پر حجت قائم کی ہے لیکن تم نے جواب نہ دیا اب میں نے برابر کی سطح پر (یعنی تمہارے طرز عمل سے مجبور ہو کر) اپنا عہد توڑ دیا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اہل شام یہ آواز سن کر گھبرا کر اپنے امراء کے پاس پہنچے اور انہیں منادی کی آواز و گفتگو سے آگاہ کیا اس موقع پر حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص اٹھے اور فوج کے میمنہ و میسرہ کو منظم و تیار کرنے لگے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی وہ رات لشکر کو تیار کرتے گزاری، آپ نے اہل کوفہ کے سواروں پر اشتر نخعی، پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف، پیادوں پر قیس بن سعد و ہاشم بن عتبہ اور قراء کی جماعت پر سعد بن فدکی تمیمی کو امیر مقرر کیا اور آگے بڑھ کر یہ بھی فرمایا کہ جب تک اہل شام جنگ کا آغاز نہ کریں اس وقت تک وہ بھی کسی سے لڑائی شروع نہ کریں، نیز کسی زخمی کو نہ ماریں، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کریں کسی عورت کی پردہ دری نہ کریں اور نہ اس کی اہانت کریں اگر چہ وہ ان کے امراء و صلحاء کو گالیاں دے اور برا بھلا کہے، حضرت معاویہ بھی اس شب کی صبح کو نکلے اور آپ نے میمنہ پر ذوالکلاع حمیری، میسرہ پر حبیب بن مسلمہ فہری مقدمہ پر ابوالاعور سلمی، پیادوں پر عمرو بن العاص اور سواروں پر ضحاک بن قیس کو امیر مقرر کیا، یہ ابن جریر کا بیان ہے۔

اور ابن دیزیل نے جابر جعفی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابو جعفر الباقر اور یزید بن حسن بن علی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ کو حضرت علی کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ نے لشکر کے مقدمہ پر سفیان بن عمرو ابو الاعور سلمی اور ساقہ پر بسر بن ابی ارطاء کو مقرر کیا یہاں تک کہ دونوں لشکر صفین مقام پر جمع ہو گئے اور ابن کلبی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے مقدمہ پر ابوالاعور سلمی، ساقہ پر بسر بن ارطاء، سواروں پر عبیداللہ بن عمر، علم اٹھانے پر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، میمنہ پر حبیب بن مسلمہ، پیادوں پر یزید بن زخر عنسی، میسرہ پر عبداللہ بن عمرو العاص، پیادوں پر حابس بن سعد طائی، دمشق کے سواروں پر ضحاک بن قیس، ان کے پیادوں پر یزید بن لبید بن کرز بجلی، اہل حمص پر ذوالکلاع اور اہل فلسطین پر مسلمہ بن مخلد کو مقرر کیا اور آپ لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! میں نے شام کو طاقت سے حاصل کیا ہے اور اہل عراق کے ساتھ جنگ میں مضبوطی صبر واستقامت سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور اہل حجاز کے ساتھ تو میں نرمی و مہربانی کے ساتھ ہی پیش آتا ہوں، تم لوگوں نے تیاریاں مکمل کرلی ہیں اور تم لوگ شام کے تحفظ اور عراق و

حاصل کرنے چلے ہو، اور دوسرا فریق عراق کے تحفظ اور شام کو حاصل کرنے آیا ہے، میری زندگی کی قسم، شام کے پاس نہ تو عراق جتنے نوجوان ہیں اور نہ ان کی طرح اموال، لیکن عراق کے پاس اہل شام کی سی مہارت و بصیرت نہیں ہے، اس قوم کے پیچھے بھی بہت بڑی تعداد ہے لیکن تمہارے بعد تمہارے سوا کوئی نہیں ہے پس اگر تم ان پر غالب آ سکتے ہو تو صرف حلم و بردباری کے ساتھ آ سکتے ہو اور اگر وہ تم پر غالب آئے ہو تو تمہارے بعد دوری کی وجہ سے غالب آئیں گے۔

یہ لوگ تم سے اہل عراق کے مکر و فریب، اہل یمن کی نرمی، اہل حجاز کی بصیرت، اور اہل مصر کی قساوت قلبی کے ساتھ جنگ کریں گے اور کل کو وہی فتحیاب ہوگا جس کی آج مدد ہوگی پس تم اللہ سے مدد طلب کرو، صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب حضرت معاویہ کے اس خطبہ کی خبر ملی تو آپ اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے اور انہیں جہاد پر برانگیختہ کیا ان کے صبر و استقامت کی تعریف کی اور اہل شام کی بنسبت ان کی کثرت تعداد کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

جابر جعفی ابو جعفر الباقر اور زید بن انس وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی ڈیڑھ لاکھ عراقیوں کے ساتھ جنگ کے لئے چلے اور حضرت معاویہ بھی اتنی ہی تعداد کے ساتھ مقابلہ میں آئے اور دیگر حضرات کے بیان کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لاکھ یا اس سے زائد فوج کے ساتھ آئے تھے اور حضرت معاویہ کے پاس ایک لاکھ تیس ہزار فوج تھی اسے ابن دیزیل نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اہل شام کی ایک جماعت نے آپس میں اس بات پر معاہدہ کیا کہ وہ فرار نہیں ہوں گے اور انہوں نے اپنے آپ کو اپنے عماموں کے ساتھ باندھ لیا، یہ پانچ صفوں پر مشتمل لوگ تھے اور ان کے پیچھے چھ صفیں اور تھیں اسی طرح اہل عراق بھی گیارہ صفوں پر مشتمل تھے یہ لوگ اسی حالت پر کھڑے تھے یہ یکم صفر اور بدھ کا دن تھا اور اس دن اہل عراق کا امیر جنگ اشتر نخعی اور اہل شام کا امیر جنگ حبیب بن مسلمہ تھا اس دن فریقین نے آپس میں شدید قتال کیا اور دن کے آخر میں اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئے اس دن بعض نے بعض سے انتقام لیا لیکن قتال میں فریقین برابر ہی رہے پھر اگلی صبح جمعرات کا دن آیا تو اہل عراق کا امیر جنگ ہاشم بن عتبہ اور اہل شام کا امیر ابوالاعور سلمی تھا اس دن بھی شدید جنگ ہوئی اور سواروں نے سواروں پر، پیادوں نے پیادوں پر حملے کئے اور ہر فریق نے صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا شام ہونے پر واپس لوٹ آئے اس دن بھی جنگ میں برابری رہی، پھر تیسرے دن نکلے اور یہ جمعہ کا دن تھا اس دن اہل عراق کی طرف سے عمار بن یاسر اور اہل شام کی طرف سے عمرو بن العاص امیر جنگ تھے پس اس دن بھی فریقین میں شدید قتال ہوا اور عمار بن یاسر نے حملہ کر کے عمرو بن العاص کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اور سواروں کے امیر زیاد بن النضر حارثی نے لوگوں کو دعوت مبارزت دی، ایک شخص ان کے مقابلہ میں آیا جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو وہ آپس میں ماں شریک بھائی تھے پس وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے، شام ہونے پر دونوں فوجیں اپنے ٹھکانوں کی طرف چلی گئیں اس دن بھی ہر فریق نے صبر و استقامت دکھائی۔

چوتھے دن پھر دونوں فوجیں باہر نکلیں، یہ ہفتہ کا دن تھا اس دن محمد بن علی جنہیں محمد بن حنفیہ کہتے ہیں بہت بڑی فوج لے کر مقابلہ پر آئے اور اہل شام کی طرف سے عبید اللہ بن عمر نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان کا سامنا کیا فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا، عبید اللہ بن عمر مبارزت کے لئے باہر نکلے اور انہوں نے محمد بن حنفیہ کو مبارزت کے لئے طلب کیا وہ بھی ان کے مقابلہ کے لئے باہر آ گئے جب دونوں قریب آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کون کون مبارز ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کا بیٹا محمد اور عبید اللہ بن عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور عبید اللہ بن عمر کی طرف بڑھے اپنے بیٹے محمد بن علی کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور عبید اللہ بن عمر سے کہا کہ میرے مقابلہ میں آؤ، عبید اللہ نے کہا کہ آپ کے ساتھ مقابلہ کی مجھے حاجت نہیں، آپ نے فرمایا کہ کیوں؟ آگے بڑھو، لیکن عبید اللہ بن عمر نے انکار کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں چھوڑ کر واپس آ گئے بقیہ دن لوگ ایک دوسرے سے رکے رہے، پھر پانچویں دن جو اتوار کا دن تھا پھر باہر نکلے اس دن اہل عراق پر عبد اللہ بن عباس اور اہل شام پر ولید بن عقبہ امیر جنگ تھے اس دن بھی فریقین کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔

ابو مخنف کے بیان کے مطابق اس دن ولید بن عقبہ نے عبد اللہ بن عباس کو برا بھلا کہا اور کہا کہ تم نے اپنے خلیفہ کو قتل کر دیا لیکن پھر بھی تمہاری حرص پوری نہیں ہوئی، اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ ہمیں تم پر فتح عطا فرمائے گا، عبد اللہ بن عباس نے اسے کہا کہ مجھ سے مقابلہ کے لئے سامنے آؤ لیکن اس نے انکار کیا، کہا جاتا ہے کہ اس دن عبد اللہ بن عباس نے بنفس نفیس جنگ میں حصہ لیا اور شدید قتال کیا، چھٹے دن یعنی پیر کے دن پھر دونوں لشکر آمنے سامنے

ہوئے اس دن اہل عراق پر قیس بن سعد اور اہل شام پر ابن ذی الکلاع امیر جنگ تھے، فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا اور انہوں نے ثابت قدمی واستقلال دکھایا پھر دونوں لشکر شام ہونے پر لوٹ گئے ساتویں دن جو منگل کا دن تھا اشتر نخعی نکلا اور اہل شام کی طرف سے اس کا مدمقابل حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کے ساتھ آیا۔ اور فریقین کے درمیان اس روز بھی شدید جنگ ہوئی لیکن ان تمام ایام میں کوئی فریق دوسرے پر غالب نہیں آیا۔

ابومخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن اعین جھنی نے زید بن وہب کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر ہم کب تک ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے نہیں اٹھیں گے؟ پھر آپ بدھ کے شام عصر کے بعد لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے کہ جس کے توڑے ہوئے کو کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جس کے جوڑے ہوئے کو تمام توڑنے والے مل کر بھی نہیں توڑ سکتے۔ اگر وہ چاہے تو اس کی مخلوق میں سے دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہ ہو اور نہ امت میں آپس میں کسی بات میں نزاع ہو اور مفضول کسی فضیلت والے کی فضیلت کا انکار کرے، لیکن تقدیر ہمیں اور ان لوگوں کو یہاں ہانک لائی ہے اور اس نے ہمارے درمیان اس مقام پر جھگڑا ڈال دیا ہے پس ہم اپنے رب کی طرف سے دیکھے جارہے ہیں اور سنے جارہے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت دیکھ رہا ہے اور ہماری باتیں سن رہا ہے)۔

اگر وہ چاہے تو جلد عذاب میں پکڑ لے اور یہ تنگی اس کی طرف سے اس لئے ہے تا کہ وہ ظالم کو جھوٹا ثابت کرے اور معلوم ہو جائے کہ حق کے لوٹنے کی جگہ کونسی ہے اور اس نے دنیا کو دارالاعمال اور آخرت کو دارالقرار بنایا ہے (قرآن کی آیت کا ترجمہ: تا کہ برے لوگوں کو ان کے اعمال قبیح کی سزا دے اور نیک لوگوں کو اچھی جزادے) آگاہ رہو! تم کل لوگوں سے جنگ کرنیوالے ہو لہٰذا رات کو طویل قیام کرو، تلاوت قرآن کریم کی کثرت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے نصرت، صبر، حفاظت اور سنجیدگی میں قوت مانگو اور سچے بن جاؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ لوگ اپنی تلواریں، نیزوں اور تیروں کی طرف اچھل کر بڑھے اور انہیں درست کرنے لگے، کعب بن جعیل تغلبی ان کے پاس سے گزرا اور انہیں اس حال میں دیکھ کر یہ اشعار پڑھنے لگا:

امت ایک عجیب معاملہ میں پڑ گئی ہے اور کل ساری حکومت اس کے لئے ہوگی جو غالب آئیگا، میں سچ کہتا ہوں نہ کہ جھوٹ کہ کل عرب کے بڑے بڑے سردار قتل ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر میں صبح کی اور اپنی مرضی کے مطابق اسے ترتیب دیا، حضرت معاویہ نے بھی لشکر کو مرضی کے موافق مرتب کیا، حضرت علی نے ہر قبیلہ پر اہل عراق میں سے امیر مقرر کیا تا کہ وہ اپنے شامی بھائیوں کے مقابلہ میں آپ کو کفایت کریں پھر لوگوں میں زبردست جنگ چھڑ گئی، کوئی کسی سے نہیں بھاگا اور نہ کسی پر غالب آیا، شام ہونے پر دونوں لشکر جنگ سے رک گئے، صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اندھیرے میں نماز پڑھائی اور علی الصبح قتال شروع کر دیا، اہل شام نے بھی اپنے سرکردہ اصحاب کے ساتھ آپ کا سامنا کیا، ابن مخنف نے مالک بن اعین سے زید بن وہب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دن دعا کی کہ اے اللہ! اے اس محفوظ ومکفوف چھت اس سے مراد آسمان ہے کے رب جسے تو نے دن ورات کے لئے چھت بنایا اور اس میں شمس وقمر کے راستے اور ستاروں کی منازل بنائیں اور فرشتوں کے قبائل بنائے جو آپ کی عبادت سے اکتائے نہیں اور اے اس زمین کے رب جسے تو نے انسانوں، چوپایوں، حشرات الارض اور اپنی بیشمار مخلوق جو نظر آتی ہیں اور جو نظر نہیں آتی، کے لئے قرارگاہ بنایا اور اے ان کشتیوں کے رب! جو سمندر میں لوگوں کے لئے نفع بخش چیزیں لے کر چلتی ہیں اور ان بادلوں کے رب جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں اور اس سمندر کے رب جو موجیں مارنے والا اور پورے عالم کا احاطہ کرنے والا ہے اور ان مضبوط پہاڑوں کے رب جن کو آپ نے زمین کے لئے میخیں اور مخلوق کے لئے متاع بنایا، اگر آپ ہمیں ہمارے دشمن پر غالب کر دیں تو ہمیں سرکشی وفساد سے بچائیں اور حق کی طرف سیدھا راستہ دکھایئے اور اگر آپ ان کو ہم پر غالب کر دیں تو مجھے شہادت کی موت نصیب فرمایئے اور میرے بقیہ اصحاب کو فتنہ سے بچائیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، آپ اس وقت قلب میں اہل مدینہ کے ساتھ اور میمنہ پر اس دن عبداللہ بن بدیل، میسرہ پر عبداللہ بن عباس، قراء پر عمار بن یاسر اور قیس بن سعد امیر تھے لوگ اپنے اپنے جھنڈوں تلے تھے، حضرت علی ان کو لے کر شامی لشکر کی طرف بڑھے، حضرت معاویہ بھی آگے بڑھے اہل شام نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اور لوگ خوفناک میدان جنگ میں آمنے سامنے کھڑے ہو گئے، حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے میمنہ کے امیر عبداللہ بن بدیل نے حضرت معاویہ کے میسرہ پر حملہ کر دیا جس کے امیر حبیب بن مسلمہ تھے اور انہیں مجبور کر کے قلب تک پیچھے ہٹا دیا، قلب میں حضرت معاویہ خود موجود تھے، عبداللہ بن بدیل لوگوں میں کھڑے ہوئے اور انہیں قتال پر ابھارنے اور صبر و جہاد پر برانگیختہ کرنے لگے، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں کو صبر استقامت اور جہاد کی ترغیب دی اور انہیں اہل شام کے ساتھ قتال پر ابھارا، اور ہر امیر اپنے اپنے اصحاب میں کھڑا ہوا اور لوگوں پر قرآن کریم کے متفرق مقامات سے آیات جہاد تلاوت کی ان میں سے ایک آیت جس کا ترجمہ یہ ہے پڑھی گئی: بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا جو اس کے راستے میں صفیں بنا کر قتال کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں) سورۃ الصف آیت ۴
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذرہ پوشوں کو آگے کر دو اور بغیر زرہ والوں کو پچھلی صف میں کر دو، اور خوب جم کر ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ، بلاشبہ یہ چیز تلواروں کو کھوپڑیوں سے دور رکھنے والی ہے اور نیزوں کی طرف تیزی سے بڑھو، یہ چیز ان کے لئے باعث فراخی ہے، نگاہوں کو پست رکھو، یہ چیز قلب کو مضبوط کرنیوالی اور اسے سکون بخشنے والی ہے اپنی آوازوں کو دھیما رکھو، یہ چیز بزدلی کو بھگانے والی اور وقار میں اضافہ کرنے والی ہے اور اپنے جھنڈوں کو نہ جھکاؤ اور نہ اتارو اور انہیں اپنے دلیر آدمیوں کے ہاتھ میں دو۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں بنفس نفیس قتال میں حصہ لیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا، بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اس دن پانچ سو آدمیوں کو قتل کیا ان میں سے ایک کریب بن صباح بھی ہے کہ جس نے چار عراقیوں کو قتل کر کے ان پر اپنے قدم رکھ کر نعرہ لگایا ھل من مبارز؟ کیا ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے دونوں نے کچھ دیر جولانی دکھائی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار کی ضرب لگا کر قتل کر دیا اور آواز لگائی ھل من مبارز؟ کیا ہے کوئی مقابلہ کرنیوالا۔

پس حارث بن وداعہ حمیری آپ کے مقابلہ کے لئے نکلا، آپ نے اسے بھی قتل کر دیا پھر مطاع بن مطلب قیسی مقابلہ پر اترا، آپ نے اسے بھی قتل کر دیا اور یہ آیت پڑھی:

والحرمات قصاص (الخ سورۃ البقرہ آیت ۱۹۴)

یعنی یہ حرمتیں بدی کی چیزیں ہیں تمہارے ساتھ ان کی رعایت کرے تم بھی اس کی رعایت کرو اور جو تمہاری رعایت نہ کرے تو تمہیں بھی اس کی رعایت کی ضرورت نہیں، پھر آواز لگائی کہ اے معاویہ تیرا ناس ہو، میرے مقابلہ پر آؤ اور میرے اور اپنے درمیان عربوں کو ہلاک نہ کرو، عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا کہ اس موقع کو غنیمت جانیئے، اس لئے کہ وہ چار آدمیوں کو قتل کر کے نڈھال ہو چکے ہیں، حضرت معاویہ نے جواب میں کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی بھی مغلوب نہیں ہوں گے اور تم مجھے یہ مشورہ دے کر میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو تا کہ میرے بعد خلافت تمہیں حاصل ہو جائے جاؤ اپنا راستہ لو، میرے جیسے آدمی کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے ایک دن حضرت عمرو بن العاص پر حملہ کیا اور انہیں نیزہ مار کر زمین پر لٹا دیا جس کی وجہ سے ان کی شرمگاہ ظاہر ہوگئی آپ انہیں چھوڑ کر واپس آگئے آپ کے اصحاب نے پوچھا کہ امیر المومنین آپ چھوڑ کر کیوں چلے آئے؟ آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ عمرو بن العاص کی شرمگاہ ظاہر ہوگئی تھی، پس مجھے ان کی قرابت داری یاد آگئی اور میں انہیں چھوڑ کر چلا آیا، عمرو بن العاص جب حضرت معاویہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اور تمہاری سرین کی تعریف کرتا ہوں۔

ابراہیم بن حسین بن دیزیل کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ نے ان سے نصر نے ان سے عمرو بن شمر نے ان سے جابر جعفی نے ان سے نمیر انصاری نے بیان کیا ہے کہ اللہ کی قسم میں گویا کہ جنگ صفین کے روز حضرت علی کو اپنے اصحاب سے یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں کہ آخر تم کب تک اللہ کی ناراضگی سے نہیں ڈرو گے؟

پھر قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے لگے، راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم نے کسی سردار کے متعلق نہیں سنا کہ جس نے اپنے ہاتھ سے اس دن اتنے لوگوں کو قتل کیا جتنے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کئے، آپ نے پانچ سو سے زیادہ لوگوں کو قتل کیا، آپ تلوار نکالتے اور اسے چلاتے یہاں تک کہ وہ ٹیڑھی ہو جاتی پھر آپ اللہ اور لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہتے کہ اللہ کی قسم میں نے اس تلوار کو کھیڑنے کا ارادہ کیا لیکن مجھے اس سے یہ بات روکتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا لا سیف الا الخ، ترجمہ: ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی کے سوا کوئی نوجوان نہیں۔

پھر آپ اسی ٹیڑھی تلوار کو درست کرتے اور جنگ کی طرف لوٹ جاتے لیکن یہ سند ضعیف اور حدیث منکر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ نے ان سے ابن وہب ان سے لیث نے ان سے یزید بن حبیب نے اور ان سے اس شخص نے بیان کیا جو جنگ صفین میں حضرت علی وحضرت معاویہ کے ساتھ حاضر تھا اور ابن وہب نے ابن لھیعہ سے اور انہوں نے یزید بن حبیب سے اور انہوں نے ربیعہ بن لقیط سے نقل کیا ہے کہ ہم جنگ صفین میں حضرت علی ومعاویہ کے ساتھ حاضر تھے کہ آسمان نے ہم پر تازہ خون برسایا اور لیث کی حدیث میں ہے کہ ہم اسے اپنی تھالیوں اور برتنوں میں بھر لیتے تھے اور ابن لھیعہ کی حدیث میں ہے کہ جب برتن بھر جاتے تو ہم اسے گرا دیتے تھے اور یہ بات ہم ذکر کر چکے ہیں کہ عبداللہ بن بدیل نے میسرہ کو جس میں حبیب بن مسلمہ تھا شکست دے کر اسے قلب کے ساتھ ملا دیا پس حضرت معاویہ نے بہادروں کو حکم دیا کہ وہ حملہ میں حبیب کی مدد کریں اور آپ نے حبیب مسلمہ کو ابن بدیل پر حملہ کرنے کا حکم بھجوایا، پس حبیب نے اپنے ساتھ بہادروں کے ساتھ مل کر اہل عراق کے میمنہ پر حملہ کر دیا اور انہیں ان کی جگہ سے ہٹا دیا حتیٰ کہ وہ اپنے امیر کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور اس امیر کے ساتھ صرف تین سو کے قریب عراقی رہ گئے، حضرت علی کے ساتھ ان قبائل میں سے صرف اہل مکہ رہ گئے جن پر سہل بن حنیف امیر مقرر تھے اور ربیعہ حضرت علی کے ساتھ ثابت قدم رہے اہل شام ان کے قریب ہو گئے حتیٰ کہ ان کے تیر انہیں چھونے لگے بنو امیہ کا ایک غلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا تو حضرت علی کے غلام نے اس کا راستہ روک لیا اموی غلام نے اسے قتل کر دیا پھر وہ حضرت علی کے ارادہ سے آگے بڑھا آپ کے اردگرد آپ کے بیٹے حسن، حسین اور محمد بن حنفیہ کھڑے تھے جب وہ اموی آپ کے نزدیک ہوا تو آپ نے اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر بلند کیا اور زمین پر پٹخ دیا، جس سے اس کا بازو اور کندھا ٹوٹ گیا، حسین اور محمد بن حنفیہ نے اس کی طرف سبقت کی اور اسے قتل کر ڈالا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن سے پوچھا کہ تمہیں اس کام سے کس نے روکا جوان دونوں نے کیا، حضرت حسن نے جواب دیا کہ امیر المومنین وہ دونوں اسے کافی ہو گئے تھے پھر اہل شام تیزی سے حضرت علی کی طرف بڑھے لیکن حضرت علی کی چال اور رفتار میں ان کے قریب آنے سے کچھ فرق نہیں پڑا بلکہ آپ اپنی ہیئت پر چلتے رہے۔

آپ کے بیٹے حسن نے کہا کہ ابا جان اگر آپ دوڑتے تو اپنی اس چال کی بنسبت زیادہ راستہ قطع کر لیتے، آپ نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے! تیرے باپ کے لئے ایک دن مقرر ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا اور نہ دوڑنا اسے موخر کر سکتا ہے اور نہ چلنا اسے جلد لا سکتا ہے اور اللہ کی قسم تیرا باپ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ موت پر گرے یا موت اس پر واقع ہو، پھر حضرت علی نے اشتر نخعی کو حکم دیا کہ وہ شکست خوردوں کے پاس جائیں اور انہیں اپنے ساتھ واپس لائے اشتر نخعی تیزی کے ساتھ چلا اور بھاگنے والے عراقیوں کے پاس پہنچا اور انہیں زجر وتوبیخ کرنے اور قبائل اور ان کے بہادروں کو دوبارہ حملہ پر برانگیختہ کرنے لگا ایک جماعت نے اس کی اطاعت کی اور دوسری جماعت شکست خوردنی پر قائم رہی، وہ مسلسل انہیں ابھارتا رہا حتیٰ کہ اس کے ساتھ بہت بڑا مجمع تیار ہو گیا وہ جس قبیلہ اور جماعت سے ملتا انہیں میدان جنگ کی طرف لوٹا دیتا، حتیٰ کہ میمنہ کے امیر عبداللہ بن بدیل کے پاس پہنچا ان کے ساتھ تین سو نوجوان تھے جو ثابت قدم رہے تھے ان لوگوں نے امیر المومنین کے بارے میں دریافت کیا بتلایا گیا کہ وہ زندہ ہیں اور خیریت سے ہیں، اشتر نخعی انہیں لے کر آگے بڑھا حتیٰ کہ بہت سے لوگ لوٹ آئے یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا واقعہ ہے ابن بدیل نے اہل شام کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا لیکن اشتر نخعی نے اسے اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا کہ یہ چیز اس کے لئے بہتر ہے لیکن عبداللہ بن بدیل نے انکار کر دیا او رحضرت معاویہ کی جانب حملہ کر دیا، جب ابن بدیل حضرت معاویہ کے قریب پہنچا تو انہیں اپنے اصحاب کے آگے کھڑا ہوا پایا ان کے ہاتھ میں دو تلواریں تھیں اور پہاڑوں جیسا حوصلہ رکھنے والے فوجی دستے ان کے اردگرد تھے۔

جب ابن بدیل قریب ہوئے تو ایک جماعت نے آگے بڑھ کر قتل کر دیا اور زمین پر پھینک دیا اس کے ساتھی شکست خوردہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اکثر ساتھی زخمی ہو گئے، جب ابن بدیل کے ساتھی شکست خوردہ ہو کر بھاگے تو حضرت معاویہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان کے امیر کو تلاش کرو، لوگ ابن بدیل کے قریب آئے لیکن پہچان نہ سکے، حضرت معاویہ خود ان کی طرف بڑھے دیکھا تو وہ عبداللہ بن بدیل تھے حضرت معاویہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ شاعر کے اس شعر کا مصداق ہیں اور وہ شاعر حاتم طائی ہے۔

وہ بڑا جنگجو ہے جب جنگ اسے کاٹتی ہے تو وہ بھی اسے کاٹتا ہے، اور کسی دن جنگ اسے سختی دکھائے تو وہ بھی اس سے سختی سے پیش آتا ہے۔

جب موت سے اس کا سامنا ہو تو وہ اس سے اپنا دفاع کرتا ہے، اسی طرح جب بچوں والا شیر اس پر حملہ کرے تو اس سے بھی اپنا بچاؤ کرتا ہے

اور طاقتور شیر کی طرح اپنے حرم کی حفاظت کرتا ہے لیکن جب اموات اس پر اپنا تیر چلاتی ہیں تو وہ گر پڑتا ہے۔

پھر اشتر نخعی نے ان لوگوں کے ساتھ جو بھاگنے والوں میں سے اس کے ساتھ واپس آ گئے تھے حملہ کیا اور بڑا ہی سخت حملہ کیا اور ان پانچ صفوں کے لوگوں کے پاس جا پہنچا جنہوں نے نہ بھاگنے کا عہد کیا تھا اور یہ لوگ حضرت معاویہ کے اردگرد کھڑے تھے پس ان پانچ صفوں میں چار کو اس نے چیر کر رکھ دیا، اشتر نخعی اور حضرت معاویہ کے درمیان صرف ایک صف باقی رہ گئی، اشتر کا بیان ہے کہ میں نے اس وقت بڑا خوف اور ہیبت محسوس کی او رقریب تھا کہ میں بھاگ جاتا لیکن ابن الاطنابہ کے ان اشعار نے مجھے ثابت قدم رکھا، الاطنابہ اس شاعر کی ماں کا نام ہے جو قبیلہ بلقین سے تعلق رکھتی تھی اور یہ خود انصار میں سے تھا اور زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے تھا اس کے اشعار یہ تھے:

میری پاکدامنی اور دلیری نے نیز مسلح بہادر پر میرے حملہ کرنے، مصائب میں اپنا مال خرچ کرنے اور فیاض شخص کی کھوپڑی پر میرے وار کرنے سے بھاگنے سے مجھے منع وانکار کیا اور جب بھی میرا دل خوف کی وجہ سے گھبرایا اور مضطرب ہوا تو میں نے اسے کہا کہ اپنی جگہ قرار پکڑ، اس پر تیری تعریف ہوگی یا تجھے راحت حاصل ہوگی۔

اشتر کہتا ہے کہ اس بات نے مجھے میدان میں ثابت قدم رکھا اور تعجب کی بات ہے کہ ابن دیزیل نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے کہ اہل عراق نے یکبارگی حملہ کیا اور اہل شام کی تمام ہی صفوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا حتیٰ کہ وہ حضرت معاویہ کے قریب پہنچ گئے، حضرت معاویہ نے اپنا گھوڑا منگوایا تاکہ اس پر سوار ہو کر اس مصیبت سے نجات پائیں حضرت معاویہ کا کہنا ہے کہ جب میں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو تمثیلاً عمرو بن الاطنابہ کے یہ اشعار پڑھے:

میری پاکدامنی اور دلیری نے نیز کسی بوجھ کو نفع بخش قیمت پر میرے خریدنے، مصائب میں اپنا مال خرچ کرنے اور مسلح بہادر پر میرے وار کرنے سے بھاگنے سے مجھے روکا اور منع کیا اور جب بھی میرا دل خوف کی وجہ سے گھبراتا یا مضطرب ہوتا تو میں اسے کہتا کہ اپنی جگہ قرار پکڑ، اس پر تیری تعریف کی جائے گی یا تجھے راحت حاصل ہوگی۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ ثابت قدم رہے اور انہوں نے عمرو بن العاص کی طرف دیکھ کر کہا کہ آج صبر کرنا (یعنی ثابت قدم رہنا) کل فخر کا باعث ہوگا، عمر بن العاص نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا، حضرت معاویہ نے کہا کہ میں نے دنیا کی بھلائی پالی ہے اور مجھے امید ہے کہ میں آخرت کی بھلائی بھی حاصل کروں گا اس کو محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر سے انہوں نے عبدالرحمن بن حاطب سے اور انہوں نے معاویہ سے روایت کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوار دستے کے امیر حضرت خالد معتمر کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اگر اسی حالت میں میری پیروی کرلو تو ہم آپ کو عراق کا امیر بنادیں گے چنانچہ حضرت خالد معتمر نے ان کی پیشکش قبول کرلی، جب حضرت معاویہ حکمران بن گئے تو آپ نے انہیں عراق کا امیر بنادیا لیکن حضرت خالد معتمر کو وہاں پہنچنا نصیب نہیں ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ میمنہ اکٹھا ہو گیا تو آپ لوگوں کے پاس واپس آ گئے، آپ نے بعض کو تنبیہ کی اور بعض کو معذور قرار دیا اور لوگوں کو قتال پر اکسایا چنانچہ اہل عراق واپس آ گئے ان کے تمام گروہ از سر نو متحد ہو گئے اور انکے درمیان جنگ کی چکی نے چکر لگایا انہوں نے شامیوں میں جوانی کی ان پر حملہ کیا اور بہادر جوانوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا، فریقین کے اہلیان کی ایک جماعت قتل ہو گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کہتے ہیں کہ اس روز شامیوں میں سے حضرت عبیداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی قتل کئے گئے ان کے قاتل کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔

ابراہیم بن حسین بن دیزیل کا قول ہے اس روز جب عبیداللہ جنگ کے امیر بن کر نکلے تو انہوں نے اپنی دونوں بیویوں اسماء بنت عطارد بن حاجب تمیمی اور بحریہ بنت ھانی بن قبیصہ شیبانی کو بھی اپنے ساتھ لیا چنانچہ وہ دونوں اپنے شوہر کی بہادری، قوت اور شجاعت کا مظاہرہ کرنے کے لئے اونٹوں پر اس کے پیچھے کھڑی ہوگئیں، عراقیوں میں سے ربیعہ کوفی جن کا امیر زیاد بن حفص تیمی تھا عبیداللہ کے مقابلہ میں آیا انہوں نے ان پر یکبارگی سخت حملہ کیا، عراقیوں نے عبیداللہ کے ساتھیوں کو شکست دینے کے بعد بالآخر اسے بھی قتل کردیا اس کے بعد ربیعہ نے اپنے امیر کے لئے

خیمہ لگایا اس کا ایک کونہ بلا میخ کے رہ گیا تو انہوں نے اس کو عبیداللہ کے پاؤں سے باندھ دیا، عبیداللہ کی دونوں بیویاں آ گئیں اور زار و قطار رونے لگیں ان میں سے بحریہ نے امیر سے درخواست کی کہ ان کے شوہر کو چھوڑ دیا جائے، چنانچہ امیر نے اس کے شوہر عبیداللہ کو چھوڑ دیا، پھر وہ اپنے شوہر کو ہودج میں اٹھا کر لے گئیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمر کے بارے میں کعب بن جعل تغلبی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

(۱)...... آگاہ رہو آنکھیں صفین میں اس سوار پر اشکبار ہیں جس کے سواروں نے بیوفائی کی لیکن وہ خود ثابت قدم رہا۔

(۲)...... اس نے اوائل کی تلواروں کے نام بدل دیئے ہیں اگر چہ دوست اس سے چوک جائیں لیکن وہ نوجوان شخص تھا۔

(۳)...... انہوں نے عبیداللہ کو اس حالت میں چٹیل میدان میں چھوڑا کہ اس سے خون بہہ رہا تھا اور رگیں اس سے خون بہاتی تھیں۔

(۴)...... اس سے ان کی بوچھاڑ اس طرح آتی تھی جیسے قمیص کے گریبان سے برگوٹ نظر آتی ہے۔

(۵)...... اور محمد کے عم زاد کے ارد گرد موت کے وقت اس کا ساتھیوں نے اس سے بیوفائی نہیں کی۔

(۶)...... اور وہ مسلسل ڈرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ان کے استقلال کو دیکھ لیا یہاں تک کہ مصاحف ہتھیلیوں پر چڑھ گئے۔

بعض نے اس میں اس شعر کا بھی اضافہ کیا۔

(۷)...... اے معاویہ مکمل تیاری سے قبل حملہ مت کرو، آج کے بعد ذلت تمہاری شناخت بن گئی۔

ابوجہم اسدی نے ایک قصیدے میں اس کا جواب دیا جس میں مختلف قسم کی ہجو ہے اسے ہم نے بالقصد ترک کر دیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمار بن یاسر بھی قتل کئے گئے تھے جنہیں شامیوں نے قتل کیا تھا، ان کے قتل سے آپ ﷺ کی پیشینگوئی بھی پوری ہوگئی کیوں کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں پیشینگوئی کی تھی کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا، نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے اور اس میں متعدد دلائل نبوت پائی جاتے تھے۔

ابن جریر نے کئی واسطوں سے بیان کیا کہ جنگ صفین کے روز حضرت عمار نے فرمایا جو شخص اللہ کی خوشنودی کا خواں ہوتا ہے وہ مال و اولاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کی ایک جماعت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا اے لوگو! ہمارے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ ظلماً قتل کئے گئے ہیں، خدا کی قسم ان کا مقصد نہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کی سزا دینا ہے اور نہ اس کا بدلہ لینا ہے بلکہ ان لوگوں نے دنیا کا مزہ چکھ لیا ہے اور اسے جائز کر لیا ہے اور آخرت سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہوگئی ہے اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ جب حق ان کے ساتھ لازم ہو جائے گا تو وہ ان کے اور ان کی دنیا اور ان کی شہوات کے درمیان جس میں وہ لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں حائل ہو جائے گا اور لوگوں کے لئے اسلام میں مسابقت باقی نہیں رہیگی جس کی وجہ سے لوگ ان کی اطاعت کریں اور وہ ان پر حکومت کریں اور نہ ہی ان کے دلوں میں خوف خدا ہوگا جو دل میں بیٹھ جائے تو شہوات کے حصول سے روکتا ہے اور دنیا کی جستجو اور اس میں سر بلندی حاصل کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے، حق اور اہل حق کی اطاعت کی طرف آمادہ کرتا ہے پس انہوں نے اپنے اس قول کے ذریعہ کہ ہمارا امام مظلومانہ طور پر قتل کیا گیا لوگوں کو دھوکہ دیا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعہ جابر بادشاہ بن جائیں اور یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے جس کے ذریعہ انہوں نے وہ پوزیشن حاصل کر لی ہے جو تم دیکھ رہے ہو، اگر یہ بات نہ ہو تو عوام الناس میں سے دو شخص بھی ان کی اطاعت قبول نہ کرتے اور وہ ذلیل ترین، حقیر ترین اور قلیل ترین ہوتے، لیکن غافلوں کے کان جھوٹی بات کو پسند کرتے ہیں اب تم اللہ کی طرف اچھی طرح چلو اور خوب کثرت سے ذکر الٰہی کرو، پھر آپ آگے بڑھے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ آپ سے ملے، آپ نے دونوں کو ملامت، تنبیہ اور نصیحت کی، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے سخت کلامی کی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق سے عبداللہ بن سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے صفین کے روز حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایک دراز قد، شیخ کبیر کی شکل میں دیکھا، آپ نے جنگ کا آلہ ہاتھ میں لے رکھا تھا اور آپ کا ہاتھ لرز رہا تھا، آپ نے فرمایا قسم بخدا میں نے اس جھنڈے کے ساتھ تین بار آپ ﷺ کی معیت میں جنگ لڑی ہے، اور یہ چوتھی بار ہے قسم بخدا اگر وہ مار مار کر ہمیں ہجر کی کھجوروں تک پہنچا دیں تب بھی مجھے معلوم ہے کہ ہمارا

مصالح حق پر ہے اور وہ ضلالت پر ہیں۔

امام احمد نے مختلف وسائط سے قیس بن عباد کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے عمار بن یاسر سے کہا تمہارا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قتال کرنا ایک رائے ہے جو تم نے قائم کی ہے اور رائے صحت وعدم صحت دونوں کا احتمال رکھتی ہے یا کوئی وصیت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کی ہے؟ آپ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسی وصیت نہیں کی جو آپ نے سب لوگوں کو نہ کی ہو، اس قسم کی بات صحیحین میں بھی تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی وصیت ہے جو آپ ﷺ نے لوگوں کو نہ کی ہو، آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی ایسی وصیت نہیں ہے ہاں فہم ہے جو اللہ تعالیٰ بندہ کو قرآن میں عطاء کرتا ہے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے میں نے سوال کیا اس صحیفے میں کیا ہے؟ کہا دیکھتا ہوں کہ اس میں دیت، اسیروں کے چھڑانے کے بارے میں تعلیم ہے اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے نیز مدینہ شبیر سے ثور تک حرم ہے۔

اسی طرح صحیحین میں اعمش کی حدیث سے عن ابی وائل عن سفیان بن مسلم عن سہل بن حنیف ثابت ہے کہ انہوں نے جنگ صفین کے روز فرمایا اے لوگو! دین کے معاملہ میں رائے پر شک کرو، میں نے ابو جندل کے روز اپنے آپ کو دیکھا ہے اگر میں طاقت پاتا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کا جواب دیتا، قسم بخدا، ہم نے اسلام لانے کے بعد کسی امر کے لئے جو ہمیں قطع کر دیں تلوار نہیں اٹھائی، سوائے اس امر کے جو ہمیں بہ سہولت ایسے امر کی طرف لے گیا جس سے ہم واقف تھے پس ہم اس کے ایک گوشے کو بند کرتے ہیں تو دوسرا گوشہ ہمارے لئے کھل جاتا ہے ہمیں اس کے حل کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

ابوالبختری کہتے ہیں کہ جنگ صفین کے روز حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا میرے پاس یکبارگی پینے کا دودھ لاؤ، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو دنیا سے یکبارگی پینے کا دودھ قتل ہونے کے روز پیئے گا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کے پاس یکبارگی پینے کا دودھ لایا گیا تو آپ مسکرائے، اور فرمایا بلاشبہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں دودھ کا آخری مشروب مرنے کے وقت پیؤں گا، شعبی نے احنف بن قیس کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ پھر حضرت عمار بن یاسر نے ان پر حملہ کر دیا، ابوالغادیہ نے آپ کو نیزہ مارا اور ابن جوی نے آپ کا سر کاٹ لیا، حضرت ذوالکلاع نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے حضرت عمار سے فرمایا کہ اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، اور آخری بار تو یکبارگی کا جو دودھ پیئے گا وہ ایک صاع ہوگا، حضرت ذوالکلاع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و سے فرمایا اے عمرو! آپ ہلاک ہوں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عمرو نے فرمایا وہ عنقریب ہمارے پاس واپس لوٹ آئیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ ذوالکلاع کے بعد جب حضرت عمار قتل کر دیئے گئے تو حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا معلوم نہیں کہ مجھے ان دونوں (حضرت عمار اور حضرت ذوالکلاع میں سے کس کے قتل سے زیادہ خوشی ہوئی ہے قسم بخدا! اگر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ذوالکلاع زندہ رہ جاتے تو وہ اہل شام پر غالب آ جاتے اور ہماری فوج کو خراب کر دیتے۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص مسلسل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو کے پاس آ کر یہ کہتا رہا کہ میں نے عمار کو قتل کیا، حضرت عمرو نے اس سے سوال کیا کہ آخری وقت میں تم نے ان کی زبان سے کونسے الفاظ سنے؟ اس شخص نے کوئی شافی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ جوی نے آ کر کہا کہ آخری وقت میں میں نے انہیں یہ شعر کہتے ہوئے سنا۔

آج میں اپنے محبوب محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے ملاقات کرنے والا ہوں، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اسے کہا تو ہی حضرت عمار کا قاتل ہے پھر حضرت عمرو نے اس سے فرمایا تو ہلاک ہو جائے، قسم بخدا! تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد حضرت عمار کے لئے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، تابعین کی ایک جماعت نے اس روایت کو مرسلاً نقل کیا ہے اور بعض نے ابان عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے، اور عمرو بن شمر کی حدیث سے عن جابر جعفی عن ابی الزبیر عن حذیفہ مرفوعاً مروی ہے کہ جب بھی حضرت عمار کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان دونوں میں سے زیادہ درست کو

اختیار فرمایا، اسی طرح عمرو بن شمر کی حدیث سے عن السری عن یعقوب بن راقط مروی ہے کہ دو آدمیوں نے حضرت عمار اور انکے قتل کے بارے میں جھگڑا کیا اور اس سلسلہ میں فیصلہ کے لئے وہ دونوں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس آئے، آپ نے ان سے فرمایا تم دونوں ہلاک ہو تم میرے پاس سے نکل جاؤ، اس لئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریش نے حضرت عمار سے کھیل کیا حالانکہ عمار اور انکے درمیان کوئی مساوات نہیں، اس لئے کہ حضرت عمار نے انہیں جنت کی طرف، اور انہوں نے حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دی ہے ان کا قاتل اور ان کا سامان لینے والا دوزخ میں جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں اس شخص نے قتل کیا جوان کو نکال کر لایا، اس کے ذریعہ وہ اہل شام کو فریب دینا چاہتے تھے۔

ابراہیم بن حسین نے متعدد طرق سے حضرت حنظلہ بن خویلد کا قول نقل کیا ہے کہ اس روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ موجود تھے، راوی کہتے ہیں اور جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ موجود تھے تو ان کے پاس دو شخص حضرت عمار کے قتل کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے، عبداللہ بن عمرو نے ان دونوں سے کہا تم سے جو بھی اپنے ساتھی کے مقابلہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل سے اپنے نفس کو خوش کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے کو خوش کر لے، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، حضرت معاویہ نے عمرو سے کہا آپ اس مجنون کو ہم سے کیوں نہیں روکتے، اس کے بعد حضرت معاویہ عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہنے لگے آپ ہمارے ساتھ قتال میں کیوں نہیں شریک ہوتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب تک میرے والد زندہ رہیں میں ان کی اطاعت کروں، میں تمہارے ساتھ ہوں، لیکن قتال میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوں گا۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ مجھے آپ کی اطاعت کا حکم نہ دیتے تو میں آپ کے ساتھ اس سفر میں نہ چلتا، کیا آپ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے لئے آپ ﷺ کا ارشاد نہیں سنا کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

مجاہد نے شعبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کا قاتل حضرت معاویہ سے اجازت طلب کرتے ہوئے ان کے پاس آیا، اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمرو بھی موجود تھے، حضرت عمرو نے معاویہ سے کہا اسے اجازت دید یجئے اور ساتھ دوزخ کی بشارت بھی سنا دیجئے، اس شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس کی بات سن رہے ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے ان کو ان لوگوں نے قتل کیا جوان کو نکال کر لائے ہیں۔

صحیحین میں منقول ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس آپ ﷺ کی کہی ہوئی کوئی وصیت ہے جو آپ ﷺ نے صرف آپ کو کہی ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی ایسی وصیت نہیں، البتہ فہم ہے جو اللہ تعالیٰ بندہ کو قرآن میں عطا کرتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ کہا دیکھتا ہوں کہ اس میں دیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے بارے میں احکام ہیں، نیز یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے اور مدینہ کی حد ثبیر سے ثور تک ہے۔

ابن جریر نے متعدد طرق سے ابو عبدالرحمٰن سلمی کا قول نقل کیا ہے کہ ہم جنگ صفین کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ہم نے دو آدمیوں کو آپ پر محافظ مقرر کیا جو حملہ کرنے سے آپ کو روکتے تھے لیکن جب ان میں سے ایک غافل ہو جاتے تو آپ حملہ کر دیتے تھے حتیٰ کہ آپ کی تلوار خون آلود ہو جاتی، ایک روز آپ نے حملہ کر دیا، آپ واپس نہیں آئے حتیٰ کہ آپ کی تلوار ناکارہ ہو گئی، آپ نے تلوار ان کی طرف پھینک کر فرمایا اگر یہ تلوار ناکارہ نہ ہوتی تو میں کبھی واپس نہ آتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت عمار کو دیکھا کہ وہ صفین کی وادیوں میں سے جس وادی سے بھی گزرتے وہاں پر جو اصحاب محمد ﷺ موجود ہوتے وہ ان کے پیچھے ہو لیتے اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمدار ہاشم کے پاس آئے اور ان سے کہا اے ہاشم! آگے بڑھو، جنت کے دروازے کھل چکے ہیں، خوبصورت آنکھوں والی حوروں نے بناؤ سنگھار کر لیا ہے، آج میں اپنے پیاروں محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ملاقات کروں گا۔

اس کے بعد حضرت عمار اور ہاشم نے حملہ کر دیا اسی اثناء میں دونوں قتل ہو گئے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اسی وقت شامیوں پر یکبارگی حملہ کر دیا گویا کہ حضرت عمار اور حضرت معاویہ ان کے سردار تھے، راوی کہتے ہیں کہ رات ہونے کے بعد میں نے کہا کہ آج رات میں ضرور شامیوں کے لشکر میں داخل ہوں گا تا کہ معلوم کروں کہ انہیں بھی حضرت عمار کے قتل سے اتنی ہی تکلیف پہنچی ہے جتنی ہمیں پہنچی ہے، جنگ ختم ہونے کے بعد رات کو ہم ان سے باتیں کرتے وہ ہم سے باتیں کرتے، چنانچہ خاموشی چھا جانے کے بعد میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے لشکر میں داخل ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چار شخص حضرت معاویہ، ابوالاعور سلمی، عمرو بن العاص اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرو آپس میں باتیں کر رہے ہیں میں انکی گفتگو سننے کے لئے ان کے قریب بیٹھ گیا، عبداللہ بن عمرو نے والد سے کہا اے ابا جان! آج آپ نے اس شخص کو قتل کیا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے ان کے والد نے سوال کیا کہ آپ نے ان کے بارے میں کیا فرمایا؟

عبداللہ نے فرمایا کیا مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے وقت وہ ہمارے ساتھ نہیں تھے جب تمام لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے، صرف حضرت عمار دو دو پتھر اور دو دو اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔

اسی اثناء میں آپ تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے حضرت عمار کے چہرے سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمایا اے سمیہ کے لڑکے تیرے لئے ہلاکت ہو، دیگر لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے ہیں اور تم ثواب کی رغبت میں دو پتھر اٹھا کر لا رہے ہو، یاد رکھو تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرو نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف کھینچ کر ان سے فرمایا کیا تم نے عبداللہ کی بات سنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا؟ حضرت عمرو نے عبداللہ کی ساری باتیں ان کے سامنے بیان کر دی۔

حضرت معاویہ نے فرمایا وہ ایک فاتک العقل بڈھا ہے، وہ ہمیشہ ہمارے سامنے احادیث بیان کرتا رہتا ہے حالانکہ اس کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ خود پیشاب میں دھنس جاتا ہے کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے؟ عمار کو ان لوگوں نے قتل کیا جو ان کو لائے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ اپنے خیموں سے کہتے ہوئے نکل گئے کہ عمار کو ان لوگوں نے قتل کیا جو ان کو لائے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ کون زیادہ عجیب تھا حضرت معاویہ یا وہ۔

امام احمد نے کئی واسطوں سے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کا قول نقل کیا ہے کہ جنگ صفین سے واپسی پر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص کے درمیان چل رہا تھا، عبداللہ بن عمرو نے کہا اے ابا جان! آپ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد حضرت عمار کے بارے میں سنا ہے؟ آپ نے فرمایا اے سمیہ کے لڑکے تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم عبداللہ کی بات سن رہے ہو؟ حضرت معاویہ نے جواب دیا کہ یہ ہمیشہ ہمارے پاس ایک چیز کے بعد دوسری چیز لاتا ہے کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے؟ انہیں تو ان لوگوں نے قتل کیا جو ان کو لائے ہیں۔

امام احمد نے ابوسعید خدری کے حوالہ سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں عبدالعزیز بن مختار اور عبدالوہاب ثقفی سے عن خالد الحذاء عن عکرمہ عن ابی سعید تعمیر مسجد کے واقعہ میں حضرت عمار کے لئے آپ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ہائے افسوس! کہ عمار انہیں جنت کی اور وہ عمار کو دوزخ کی دعوت دیتے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمار دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میں فتنوں سے پناہ طلب کرتا ہوں، بخاری کے بعض نسخوں میں یہ الفاظ منقول ہیں ہائے افسوس عمار پر کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا، حضرت عمار انہیں جنت کی اور وہ ان کو دوزخ کی دعوت دیتے ہیں۔

امام احمد نے متعدد طرق سے حضرت عمار کے لئے ابوسعید خدری کے حوالہ سے آپ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا، امام مسلم نے شعبہ کے حوالہ سے عن ابی نضرۃ عن ابی سعید عن قتادہ، آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

بیہقی نے عن الحاکم عن الاصم عن ابی بکر محمد بن اسحاق الصنعانی عن الجواب عن عمار بن زریق عن عمار الذھبی عن سالم بن ابی الجعد عن ابن مسعود، آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جب لوگ اختلاف کریں گے تو ابن سمیہ حق پر ہوگا۔

ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے کئی واسطوں سے سالم بن ابی الجعد کا قول نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا، اس نے آپ سے کہا اللہ نے ہمیں ظلم سے تو امن دیدیا، لیکن فتنوں سے امن نہیں دیا، فتنوں کے ظہور کے وقت میں کیا کروں؟ آپ اس کے بارے میں

مجھے مشورہ دیجئے، آپؓ نے فرمایا اس وقت تم کتاب اللہ کو لازم پکڑو، اس نے عرض کیا اگر تمام لوگ کتاب اللہ کی دعوت دیں تو پھر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ اختلاف کریں گے تو اس وقت ابن سمیہ حق پر ہو گا۔

بیہقی نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ ایک بار حضرت عمار بیماری کی وجہ سے کمزور ہو گئے حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہو گئی، جب افاقہ ہوا تو لوگ ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، حضرت عمار نے فرمایا کہ تم کیوں روتے ہو؟ کیا تمہیں خوف ہے کہ بستر پر میری موت آ ئیگی، مجھے میرے حبیب نے خبر دی ہے کہ ایک باغی گروہ مجھے قتل کرے گا اور دنیا سے جاتے وقت میرا آخری توشہ دودھ ہو گا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے ابوسعید خدری کا قول نقل کیا ہے کہ ہمیں آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا، ہم ایک ایک اینٹ اور حضرت عمار دو دو اینٹ اٹھا کر لاتے تھے، حضرت عمار کا سر خاک آلود ہو گیا، میرے اصحاب نے مجھ سے بیان کیا لیکن میں نے براہ راست آپ ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے عمار کے سر سے مٹی جھاڑی اور فرمایا تو ہلاک ہو۔ اے ابن سمیہ! تیرا قاتل ایک باغی گروہ ہو گا، باقی اس حدیث میں الباغیہ کے بعد روافض نے جو اضافہ کیا ہے کہ اس گروہ کو قیامت کے روز میری شفاعت حاصل نہیں ہو گی، یہ آپ ﷺ پر کھلم کھلا افتراء ہے اسلئے کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے دونوں گروہوں کا نام مسلمان رکھا، جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے۔

ابن جریر کا قول ہے کہ حضرت عمار کے قتل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربیعہ اور ہمدان سے کہا کہ میرے لئے تم زرہ اور نیزے ہو، اسی وقت بارہ ہزار جوانوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خچر پر ان کے آگے ہو گئے سب نے مل کر یکبارگی حملہ کر دیا، اہل شام کی صف بندی ٹوٹ گئی انہوں نے ہر اس شخص کو قتل کر دیا جس تک وہ پہنچ سکے حتیٰ کہ وہ حضرت معاویہ تک پہنچ گئے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھتے ہوئے قتال کر رہے تھے میں ان کو مار رہا ہوں، لیکن میں بڑی آنکھوں والے عظیم انتڑیوں والے معاویہ کو نہیں دیکھ رہا۔

راوی کا قول ہے کہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعوت مبارزت دی، حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علی کے مقابلہ کے لئے اشارہ کیا، حضرت معاویہ نے حضرت عمرو سے کہا تمہیں معلوم ہے جو بھی حضرت علی کے مقابلہ میں آیا حضرت علی نے اسے قتل کر دیا، اصل میں تم نے میرے بعد خلافت میں طمع کی ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے محمد کو ایک بہت بڑی جماعت کے ہمراہ میدان کارزار میں اتارا، انہوں نے گھمسان کی جنگ لڑی، حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی ایک جماعت کے ساتھ اس کے پیچھے گئے، آپ نے بھی حملہ کیا اس موقع پر بے شمار لوگ قتل کئے گئے، عراقی بھی ایک بڑی تعداد میں قتل کئے گئے، ہتھیلیاں، کلائیاں اور کھوپڑیاں کندھوں سے ٹوٹ گئیں، اسی اثناء میں مغرب کا وقت ہو گیا، آپ نے اشارہ سے عشاء اور مغرب کی نماز پڑھائی، پوری رات جنگ جاری رہی، یہ رات مسلمانوں کے لئے ایک عظیم رات تھی، اسی وجہ سے اس کا نام لیلۃ الہریر رکھا گیا، جمعہ کی شب نیزے، تیر ختم ہو گئے، لوگ تلواروں کی طرف متوجہ ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا، آپ نے آگے بڑھ کر لوگوں کو صبر اور ثابت قدمی کی دعوت دی۔

اس روز حضرت علی لشکر کے امیر تھے، میمنہ پر اشتر امیر تھا جسے اس نے عبداللہ بن بدیل کے قتل کے بعد جمعرات کی شام اور جمعہ کی شب سنبھالا تھا، میسرہ پر ابن عباس امیر تھے لوگ چاروں طرف سے قتال میں مصروف تھے علماء سیر نے بیان کیا کہ شروع میں نیزوں سے جنگ ہوئی ان کے ختم ہونے کے بعد تیروں سے ان کے ختم ہونے کے بعد تلواروں سے جنگ ہوئی، پھر ہاتھوں اور سنگباری سے جنگ ہوئی، ایک دوسرے کے چہروں پر مٹی بھی ڈالی گئی، دانتوں سے بھی کاٹا گیا، آخر میں دو شخص لڑتے حتیٰ کہ وہ تھک جاتے پھر وہ دونوں آرام کرتے اور آپس میں سخت کلامی کرتے، پھر دوبارہ پہلے کی طرح لڑائی شروع کر دیتے، انا للہ وانا الیہ راجعون، جمعہ کی صبح تک یہی صورتحال رہی، جمعہ کے روز نماز فجر لوگوں نے اشارہ سے ادا کی، حتیٰ کہ دن روشن ہو گیا، عراقیوں کو شامیوں پر فتح ہونے لگی، کیوں کہ میمنہ کے امیر اشتر نخعی نے اپنے ساتھیوں سمیت شامیوں پر حملہ کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی موافقت کی، حملہ سے شامیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں وہ شکست کے قریب ہو گئے اس وقت شامیوں نے نیزوں پر قرآن اٹھالیا اور کہنے لگے یہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے، بہت افراد قتل ہو چکے ہیں، سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا کون مشرکین اور کفار سے جنگ لڑے گا۔

ابن جریر اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اس بات کا اشارہ حضرت عمرو بن عاص نے کیا تھا، کیوں کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اہل عراق

غالب آ رہے ہیں تو آپ نے چاہا کہ یہ معاملہ نہ رہے اور امر موخر ہو جائے کیوں کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈٹا ہوا ہے، او رلوگ فنا ہو رہے ہیں، آپ حضرت معاویہ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا میرے دل میں ایک ایسی بات آئی ہے جو ہمارے لئے اجتماعیت اور ان کے لئے فرقت کا سبب ہوگی وہ یہ کہ ہم قرآن پاک بلند کر کے انہیں اس کی طرف دعوت دیں، اگر وہ اثبات میں جواب دیں تو جنگ سرد پڑ جائیگی اور اگر اس بارے میں ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا تو پھر بھی انہی کا نقصان ہوگا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے حبیب بن ابی ثابت کا قول نقل کیا ہے کہ میں ابووائل کے اہل کی مسجد میں ان کے پاس ان لوگوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے آیا جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہروان میں قتل کیا تھا، بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موافقت کی اور بعض ان سے کنارہ کش ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعض کے ساتھ جنگ کو جائز قرار دیا، انہوں نے فرمایا ہم جنگ صفین میں شریک تھے جب جنگ کا بازار گرم ہوا تو اہل شام نے ایک ٹیلہ کی پناہ لے لی، عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ سے کہا حضرت علی کے پاس قرآن کریم بھیج کر انہیں قرآن کی دعوت دو، وہ آپ کی بات کا ہرگز انکار نہیں کریں گے، چنانچہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن کریم لے کر آیا اور اس نے آپ سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ حکم ہے (کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب اللہ سے ایک حصہ دیا گیا انہیں کتاب اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرلے پھر اس کے بعد ان میں سے ایک پھر جاتا ہے اور وہ اعراض کرنے والے ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہت اچھا، میں اس بات کا زیادہ خواہشمند ہوں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ حکم ہو۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد خوارج جنہیں اس وقت قراء کہہ کر پکارا جاتا تھا گردنوں پر تلوار لٹکائے ہوئے آگئے انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ٹیلہ کے پاس یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ ہم ان کی طرف تلواریں لے کر بڑھیں، تا آنکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کردے، سہیل بن حنیف نے گفتگو کرتے ہوئے کہا اے لوگو! اپنے نفسوں کو متہم کرو، صلح حدیبیہ کے روز بھی اسی طرح ہوا تھا اس روز اگر ہم جنگ کرنا چاہتے تو جنگ کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا جیسا کہ اپنے مقام پر گذر چکا۔

اہل شام کا مصاحف کو بلند کرنا...... جب مصاحف بلند کئے گئے تو عراقیوں نے کہا ہم کتاب اللہ کو حکم مانتے ہیں اور اس کی طرف جھکتے ہیں، ابومخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب ازدی اور ان کے والد کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اے اللہ کے بندو! اپنے حق، صدق اور دشمن سے قتال کی طرف بڑھو، بلاشبہ معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا قرآن ودین سے کوئی تعلق نہیں، میں انہیں تمہاری بہ نسبت زیادہ جانتا ہوں، میرا بچپن اور جوانی ان کے ساتھ گذرا ہے وہ دونوں کے اعتبار سے خراب ہیں، تم ہلاک ہو وہ کتاب اللہ کو بلند کرتے ہیں لیکن اس کے احکامات پر عمل نہیں کرتے انہوں نے اس کو صرف مکروفریب اور حیلہ بازی سے کام لینے کے لئے بلند کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ یہ ہم سے نہیں ہوسکتا کہ ہمیں کتاب اللہ کی طرف دعوت دیجائے اور ہم اس کا انکار کردیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میں ان سے اس لئے قتال کر رہا ہوں کہ وہ کتاب اللہ کے فیصلہ کو تسلیم کرلیں کیوں کہ انہوں نے حکم الٰہی کی نافرمانی کی ہے، اس کے عہد کو توڑ دیا اور کتاب اللہ کو پس و پشت پھینک دیا ہے۔

مسعر بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی ثم السبائی نے اپنی جماعت کے ساتھ مل کر جو قراء سے مشہور تھے بعد میں خوارج بن گئے کہا کہ اے علی! جب آپ کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دی جائے تو اسکا جواب اثبات میں دیا کرو ورنہ ہم آپ کو آپ کے سازو سامان سمیت دشمن کے حوالہ کردیں گے، یا ہم آپ کے ساتھ ابن عفان والا سلوک کریں گے کہ وہ جب کتاب اللہ پر عمل کرنے میں ہم پر غالب آ گئے تو ہم نے انہیں قتل کردیا، قسم بخدا یا تو آپ ان کی بات قبول کرو یا ہم آپ کے ساتھ ابن عفان والا سلوک کریں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس چیز سے میں نے تم کو روکا ہے اسے بھی یاد رکھنا اور جو تم نے بات کی ہے اسے بھی یاد رکھنا، اگر تم نے میری اطاعت کرنی ہے تو تم دشمن سے مقابلہ کرو، ورنہ جو چاہو کرو، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اشتر نخعی کے پاس پیغام بھیج دیں کہ وہ آپ کے پاس آجائے اور جنگ بند کردے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کے

پاس پیغام بھیجا کہ جنگ بند کر دو۔

ھیثم بن عدی نے اپنی کتاب میں جسے اس نے خوارج کے بارے میں تصنیف کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جنگ صفین کے شرکاء اور خوارج کے سچے سرداروں کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے شامیوں کی اس بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بابت ایسی نازیبا باتیں کہیں جن کا ذکر نامناسب ہے، پھر انہوں نے کہا کون غیر اللہ کو حکم ماننے سے قبل اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اس کے بعد انہوں نے حملہ کیا اور جنگ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

شامی سرداروں میں سے اس بات کی دعوت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دی، انہوں نے عراقیوں میں کھڑے ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے انہیں صلح، جنگ بندی اور احکام قرآنی کی اطاعت کی طرف دعوت دی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کے قبول کرنے کا مشورہ دینے والوں میں اشعث بن قیس کندی بھی تھے۔

ابومخنف نے ایک دوسرے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اشتر کے پاس جنگ بندی کا پیغام بھیجا تو اشتر نے جواب دیا کہ اس وقت آپ مجھے جنگ بندی کا حکم نہ دیں، مجھے اللہ کی ذات سے فتح کی امید ہے اس لئے جلدی نہ کیجئے، ایلچی نے واپس آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اشتر کی بات نقل کر دی، اور کہا کہ اشتر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگ کا پکا ارادہ کئے ہوئے ہے اس کے بعد فتنہ کھڑا ہو گیا، آوازیں بلند ہو گئیں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے ہی اشتر کو جنگ کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے مجھے اشتر سے سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا ہے، کیا میں نے تمہارے روبرو اعلانیہ اس کے پاس جنگ بندی کا پیغام نہیں بھیجا۔

انہوں نے دھمکی آمیز لہجہ میں کہا آپ اسے بلوالیں ورنہ ہم آپ سے جدا ہو جائیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایلچی سے کہا جلد از جلد اشتر کے پاس جاؤ اسے کہو کہ فتنہ واقع ہو چکا ہے اس لئے جلد میرے پاس آ جاؤ، ایلچی نے پہنچ کر جب اشتر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام سنایا تو اس نے کہا کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ فتح ہونے میں تھوڑی سی کسر باقی رہ گئی ہے، ایلچی نے کہا تمہیں فتح اور امیر المومنین کے قتل میں سے کونسی چیز زیادہ محبوب ہے؟ امیر المومنین کے قتل کے بعد تمہیں فتح کا کیا فائدہ ہوگا، اس کے بعد اشتر جنگ بند کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اس نے کہا اے اہل عراق اے ذلیل و رسوا لوگو! تم جب غالب آ گئے اور دشمن کو تمہاری فتح کا یقین ہو گیا تو انہوں نے مصاحف بلند کر کے اس کی طرف تمہیں دعوت دی، حالانکہ خود انہوں نے امر الٰہی کو ترک کر دیا، اور سنت رسول کو پس پشت ڈال دیا ہے، تم ان کی بات قبول نہ کرو، اور مجھے مہلت دو، مجھے فتح نظر آ رہی ہے لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر اشتر نے کہا مجھے گھوڑا دوڑانے کی اجازت دو، میں نے فتح کی طمع کی ہے، انہوں نے کہا کہ پھر ہم بھی تیرے ساتھ خطاء میں شریک ہو جائیں گے۔

اس کے بعد اشتر نے ان قراء سے جو اہل شام کی بات تسلیم کرنے کے داعی تھے ان سے مناظرہ کرنا شروع کر دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم نے حق پر جنگ شروع کی تھی تو اسے جاری رکھو، اگر حق پر شروع نہیں کی تھی تو اپنے مقتولین کے لئے دوزخی ہونے کی گواہی دو، انہوں نے جواب میں اشتر سے کہا ہم ہرگز تیری اور تیرے ساتھی کی اطاعت قبول نہیں کریں گے، ہم نے اللہ کے لئے شامیوں سے جنگ کی تھی اور اسی کے لئے ترک کر دی، تم نے دھوکہ دیا ہے، قسم بخدا تم دھوکہ میں آ گئے ہو انہوں نے تم کو جنگ بندی کی دعوت دی جسے تم نے قبول کر لیا، اے برے ساتھیوں ہم تمہاری نمازوں کو دنیا سے بے رغبتی اور لقاء الٰہی کا باعث خیال کرتے تھے، ہم تمہارے موت سے فرار کو دنیا کی طرف فرار سمجھتے ہیں، اے موٹے دانتوں والے پلیدی خور گائیوں کی مثل آج کے بعد تم عارف باللہ نہیں رہے، اور تم ظالم قوم کی طرح ہلاک ہو جاؤ گے، انہوں نے اشتر کو گالیاں دیں، اس کی سواری کے چہرہ پر کوڑے مارے، اس کے علاوہ ان کے درمیان بڑے بڑے امور پیش آئے۔

اکثر عراقیوں اور تمام شامیوں نے مصالحت کی طرف رغبت کی کہ شاید کسی ایسے امر پر اتفاق ہو جائے جس میں مسلمانوں کے خون کا تحفظ ہو، اسلئے کہ لوگ فنا ہو رہے ہیں خصوصاً ان تین دنوں میں جن میں آخری معرکہ جمعہ کی شب لیلۃ الھریر میں ہوا، فریقین میں سے ہر ایک نے ایسی شجاعت او راستقلال کا مظاہرہ کیا جس کی مثال دنیا میں موجود نہیں، اسی وجہ سے کسی فریق نے دوسرے کے مقابلہ میں راہ فرار اختیار نہیں کی متعدد مؤرخین کے قول کے مطابق اس معرکہ میں ستر ہزار افراد قتل ہوئے، پینتالیس ہزار شامی اور پچیس ہزار عراقی، یہ تعداد ابن سیرین اور سیف وغیرہ نے بیان کی ہے، ابو

حسن بن براء نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ عراقیوں میں پچیس بدری بھی تھے۔

راوی کا قول ہے کہ اس مدت میں ان کے درمیان نو حملے ہوئے، جنگ صفین کے قیام کی مدت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے، سیف نے سات یا نو ماہ بیان کئے ہیں، ابوحسن بن براء نے ایک سو دن بیان کئے ہیں، میں کہتا ہوں کہ صفین کی مدت ذی الحجہ کے آغاز جمعہ کے روز سے تیرہ صفر تک ہے، یہ کل ستتر دن بنتے ہیں، واللہ اعلم

زہری کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک قبر میں پچاس افراد دفن کئے جاتے تھے، یہ سب ابن جریر اور ابن الجوزی کے کلام کا خلاصہ ہے جو المنتظم میں ہے۔

امام بیہقی نے یعقوب بن سفیان کے طریق سے عن ابی الیمان عن صفوان بن عمر روایت کی ہے کہ شامی ساٹھ ہزار تھے، بیس ہزار قتل کئے گئے، عراقی ایک لاکھ بیس ہزار تھے چالیس ہزار قتل کئے گئے، امام بیہقی نے اس معرکہ کو اس حدیث پر حمل کیا جسے صحیحین میں عبدالرزاق کے طریق سے عن معمر عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا گیا ہے، امام بخاری نے اس کو شعیب کی حدیث سے عن الزہری عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے شعیب کی حدیث سے اسے عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ بھی روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو بڑے گروہ لڑیں گے اور ان میں قتل عام ہوگا، دونوں کا ایک دعویٰ ہوگا۔

مجالد نے اسے عن ابی الحواری عن ابی سعید، اسی طرح مرفوعاً روایت کیا ہے اور ثوری نے اسے عن ابن جدعان عن ابی نضرۃ عن ابی سعید روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو بڑے گروہ قتال کریں گے دونوں کا ایک ہی دعویٰ ہوگا ان کے درمیان سے خوارج کا ظہور ہوگا ان میں سے اقرب الی الحق گروہ دوسرے کو قتل کرے گا۔

امام احمد نے جو حدیث عن مہدی واسحاق عن سفیان عن منصور عن ربعی بن خراش عن البراء بن ناجیہ الکاہلی عن ابن مسعود روایت کی، وہ گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رحی الاسلام ۳۵ھ یا ۳۶ھ تک پھر جائے گی، پھر اگر وہ ہلاک ہو جائیں تو ہلاک ہونے والوں کے راستے پر ہوں گے، اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہا تو وہ ستر سال تک ان کے لئے قائم رہے گا، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! گزری ہوئی قوموں کے لئے یا جو باقی رہ گئیں ہیں؟ فرمایا بلکہ جو باقی رہ گئیں ہیں، اور ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے اسے اپنی کتاب ''سیرت علی رضی اللہ عنہ'' میں عن ابی نعیم الفضل بن دکین عن شریک عن منصور۔ اسی طرح روایت کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ شریک بن عبداللہ نخعی نے عن مجاھد عن عامر الشعبی عن مسروق عن عبداللہ ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اسلام کی چکی عنقریب ۳۵ سال بعد پھر جائے گی، پس اگر وہ باہم مصالحت کریں تو وہ ستر سال تک بافراغت دنیا کو کھائیں گے اور اگر باہم جنگ کریں تو اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ پر رسوا ہوں گے۔

ابن دیزیل نے متعدد طرق سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ عنقریب بنی امیہ کے ایک شخص یعنی حضرت عثمان کے قتل پر اسلام کی چکی گھوم جائے گی، نیز حکم نے عن نافع عن صفوان بن عمرو عن الاشیاخ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کو ایک انصاری کے جنازہ کے لئے بلایا گیا، آپ جنازہ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم دو بوجھوں کو برداشت کرو گے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اس قوم میں ہوگا جو ایک خدا اور ایک نبی پر ایمان رکھتی ہوگی، آپ نے اثبات میں جواب ارشاد فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اسے پاؤں گا، آپ نے فرمایا نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہی سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اور لوگ تیری وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا لوگ ایک خدا ایک رسول اور ایک دین کے ہوتے ہوئے کیسے اختلاف کریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا عنقریب ایسی قوم کا نزول ہوگا، جو ہماری طرح قرآن کریم نہیں سمجھیں گے جس کی وجہ سے وہ اس میں اختلاف کریں گے جب وہ اس میں اختلاف کریں گے تو آپس میں لڑیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات کی تائید فرمائی۔

ابن دیزیل نے کئی واسطوں سے ابن سیرین کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد عدی بن حاتم نے فرمایا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں دو بکریاں بھی آپس میں ایک دوسرے کو سینگ نہیں ماریں گی۔ جب جنگ صفین کا دن آیا تو آپ کی آنکھ پھوٹ گئی، آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں دو بکریاں بھی ایک دوسرے کو سینگ نہیں ماریں گی، آپ نے فرمایا ہاں اور بھی بہت سی آنکھیں پھوٹ چکی ہوں گی۔

کعب احبار سے منقول ہے کہ انہوں نے صفین کے پاس گزرتے ہوئے اس کے پتھروں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا بنی اسرائیل نے اس مقام پر ہم سے نو بار جنگ کی اور عنقریب دسویں بار اس میں عرب جنگ کریں گے، حتیٰ کہ وہ ان پتھروں کو ایک دوسرے کو ماریں گے جو بنی اسرائیل نے اس میں مارے تھے اور انہی کی طرح وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کرے، تو میری یہ دعا قبول ہوگئی، پھر میں نے دعا کی کہ اے اللہ! ان کے دشمن کو ان پر مسلط نہ کرنا جو ان کے حلال کو حرام کر دے تو میری یہ دعا بھی قبول ہوگئی پھر میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میری امت کے بعض کو بعض پر مسلط نہ کرنا تو اللہ نے مجھے اس سے روک دیا، ہم نے یہ بات قرآنی آیت او یلبسکم الخ میں ذکر کر دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ معمولی بات ہے۔

واقعہ تحکیم (۱)...... پھر مکاتبات اور مراجعات جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا کے بعد دونوں فریق تحکیم پر راضی ہو گئے اور وہ یہ کہ دونوں فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص کو حکم مقرر کریں، پھر وہ دونوں ایسے امر پر اتفاق کر لیں جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا وکیل حضرت عمرو بن عاص کو چنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو وکیل بنانے کا ارادہ کیا اور کاش وہ ایسا کر لیتے، لیکن ان قراء جن کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں نے کہا کہ ہم ابوموسیٰ اشعری کے علاوہ کسی پر راضی نہیں ہوں گے۔

ہیثم بن عدی نے کتاب الخوارج میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے اشعث بن قیس نے ابوموسیٰ اشعری کا اشارہ کیا، اہل یمن نے ان کا ساتھ دیا اور کہا کہ ابوموسیٰ فتنہ اور قتال سے روکنے والے ہیں اس وقت ابوموسیٰ حجاز کے کسی مقام پر گوشہ نشین تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اشتر کو حکم بناتا ہوں، انہوں نے کہا کیا جنگ کا بھاؤ تاؤ کرنے والا اور زمین کا جاننے والا اشتر ہی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تم جو چاہو کرو، احنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے پتھر مارا ہے ان لوگوں کے لئے انہی کا آدمی مناسب ہے جو ان کے قریب ہو جو ان کی ہتھیلیوں میں آ جائے اور اگر وہ دو ہوں تو ستارہ کی مانند ہو جائے، اگر آپ نے مجھے حکم بنانے سے انکار کیا ہے تو مجھے دوسرا اور تیسرا بنا دیجئے وہ جو بھی گرہ لگائے گا میں اسے کھول لوں گا، میں جو گرہ لگاؤں گا وہ اس کو نہیں کھول سکے گا، میں آپ کے لئے اسی کی مانند یا اس سے بھی مضبوط گرہ لگا دوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ انہوں نے ابوموسیٰ کے علاوہ کسی کو حکم تسلیم نہیں کیا، ایلچی حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس گئے انہوں نے ان کو بتایا کہ مسلمانوں نے مصالحت کر لی ہے، آپ نے فرمایا الحمدللہ، آپ کو بتایا گیا کہ آپ کو حکم بنایا گیا ہے آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی، لیکن ایلچی ابوموسیٰ اشعری کو پکڑ کر حضرت علی کے پاس لے آئے دونوں فریقوں کے درمیان جو تحریر لکھی گئی وہ یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس پر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح کی ہے، حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کا نام لکھئے کیوں کہ وہ ہمارے امیر نہیں ہیں وہ تمہارے امیر ہیں، احنف نے کہا صرف امیر المومنین مٹا کر لکھو کہ اس پر علی بن ابی طالب نے صلح کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کا واقعہ دلیل میں پیش کیا جس وقت مشرکین نے کہا تھا کہ یوں لکھو اس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے چنانچہ کاتب نے لکھا اس پر حضرت علی اور حضرت معاویہ نے اپنے اپنے ساتھیوں سمیت صلح کی ہے، ہم اللہ اور اس کی کتاب کو حکم تسلیم کرتے ہیں جس کو اللہ نے زندہ رکھا ہے ہم بھی اسے زندہ رکھیں گے، اور جسے اللہ نے مارا ہے ہم بھی اسے ماریں گے، ہمارے حاکمین ابوموسیٰ اور عمرو جو حکم کتاب اللہ میں پائیں تو اس پر عمل کریں ورنہ سنت عادلہ جامعہ غیر متفرقہ پر عمل کریں۔

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۵/ ۱۲۶، وتاریخ الطبری: ۳/ ۱۱۱، والکامل فی التاریخ: ۳/ ۱۶۲، ومروج الذهب: ۲/ ۴۰۳

اس کے بعد حکمین نے حضرت علی اور حضرت معاویہ اور ان کی افواج سے عہد و میثاق لیا کہ وہ دونوں اپنے اور اپنے اہل کے بارے میں مطمئن ہیں، اور جو حکمین باہم فیصلہ کریں تمام لوگ اس میں ان کے مددگار ہوں گے اور دونوں جماعتوں کے مؤمنین مسلمین پر اس کا عہد و میثاق واجب ہوگا او رجو کچھ اس صحیفہ میں ہے وہ اس پر قائم ہیں اور دونوں نے رمضان تک اس کی مدت طے کی ہے اور اگر وہ دونوں باہم رضامندی سے مدت میں توسیع کرنا چاہیں تو توسیع کر سکتے ہیں، یہ معاہدہ ۳۷ھ ۱۳ صفر بدھ کے روز لکھا گیا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ حکمین کی جگہ رمضان میں اپنے چار سو اصحاب کے ساتھ دومۃ الجندل میں جمع ہوں گے اور اگر وہ اس کے لئے جمع نہ ہو سکے تو آئندہ سال مقام اذرح میں جمع ہوں گے۔

ہیثم نے کتاب الخوارج میں بیان کیا ہے کہ اشعث بن قیس جب یہ تحریر لے کر حضرت معاویہ کے پاس گیا جس میں لکھا تھا کہ اس پر اللہ کے بندہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ نے صلح کی ہے حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں علی کو اگر امیر المومنین تسلیم کرتا تو ان سے قتال نہ کرتا اس لئے صرف ان کا نام لکھو البتہ مسابقت اور فضیلت کی وجہ سے ان کا نام میرے نام سے پہلے لکھو، وہ حضرت علی کے پاس لے کر گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھا جس طرح حضرت معاویہ نے فرمایا تھا۔

ہیثم کا قول ہے کہ اہل شام نے حضرت معاویہ سے پہلے حضرت علی کا نام اور اپنے سے پہلے اہل عراق کا نام لکھنے سے انکار کیا، حتیٰ کہ دو تحریریں لکھی گئی ایک تحریر عراقیوں کے لئے جس میں حضرت علی کا نام حضرت معاویہ سے پہلے اور عراقیوں کا نام اہل شام سے پہلے لکھا گیا اور ایک تحریر اہل شام کے لئے لکھی گئی جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام حضرت علی کے نام سے پہلے اور اہل شام کا نام عراقیوں سے پہلے لکھا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے جن دس آدمیوں نے اس تحریر پر دستخط کئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت اشعث بن قیس کندی، حضرت سعید بن قیس ہمدانی، حضرت عبداللہ بن طفیل معافری، حضرت حجر بن یزید کندی، حضرت ورقاء بن سمی العجلی، حضرت عبداللہ بن بلال عجلی، حضرت عقبہ بن زیاد انصاری، حضرت یزید ابن جحفہ تمیمی اور حضرت مالک بن کعب ھمدانی۔

شامیوں میں سے بھی دس افراد نے اس پر دستخط کئے ان کے نام درج ذیل ہیں، حضرت ابوالاعور سلمی، حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید، حضرت مخارق بن حارث زبیدی، حضرت وائل بن علقمہ العذری، حضرت علقمہ بن یزید حضرمی، حضرت حمزہ بن مالک ہمدانی، حضرت سبیع بن یزید حضرمی، حضرت عتبہ بن ابی سفیان اور حضرت یزید بن الحر العبسی۔

اور حضرت اشعث بن قیس اس تحریر کو لے کر لوگوں کو سنانے اور اسے فریقین کے سامنے پیش کرنے کے لئے باہر نکلے اس کے بعد لوگ اپنے مقتولین کے دفن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ زہری کا قول ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک قبر میں پچاس افراد دفن کئے جاتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شامیوں کی ایک جماعت گرفتار کی تھی واپس لوٹنے کے وقت انہیں رہا کر دیا اتنے ہی یا اس کے قریب قریب عراقی حضرت معاویہ کے قبضہ میں تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے قیدیوں کو قتل کر دیا ہوگا ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن جب رہا شدہ شامی ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی عراقی اسیروں کو رہا کر دیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے اسیروں میں سے عمر بن اوس ازدی کے قتل کا ارادہ کیا اس نے کہا اے معاویہ! آپ میرے ماموں ہیں اس لئے آپ مجھ پر احسان کیجئے، حضرت امیر معاویہ نے پوچھا تو ہلاک ہو میں تیرا ماموں کیسے ہوں اس نے کہا ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا میں لڑکا ہوں اور آپ ان کے بھائی ہیں لہٰذا آپ میرے ماموں ہیں اس کے بعد امیر معاویہ نے اسے رہا کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم نے جنگ صفین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا وہ عرب تھے جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے وہ اسلام میں حمیت اور سنت اسلام پر ایک دوسرے سے مل گئے تھے اس لئے وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈٹے رہے، اور راہ فرار اختیار کرنے سے انہوں نے شرم محسوس کی جب جنگ رک جاتی تو دونوں فریق کے لوگ ایک دوسرے کے لشکر میں جاتے تھے اور وہ اپنے مقتولین کو نکال کر دفن کرتے تھے، شعبی کہتے ہیں کہ وہ سب جانتے ہیں ان میں سے بعض نے بعض سے ملاقات کی لیکن کسی نے راہ فرار اختیار نہیں کی۔

(۱) المنتظم فی التاریخ : ۵/ ۱۲۳، وتاریخ الطبری ۳/ ۱۰۹، والکامل فی التاریخ : ۳/ ۱۶۵، ومروج الذھب ۲/ ۴۰۵

خوارج کا خروج(۱) ۔۔۔۔ اشعث بن قیس بنو تمیم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے آپ نے ان کو صلح نامہ پڑھ کر سنایا ایک شخص عروہ بن اذینہ (اذینہ اس کی والدہ ہے اور وہ بنی ربیعہ بن حنظلہ کا عروہ بن جریر ہے جو ابو بلال بن مرداس بن جریر کا بھائی ہے) نے کھڑے ہو کر کہا کیا تم لوگوں کو اللہ کے دین میں حکم بناتے ہو، پھر اس نے اپنی تلوار اشع علیہ السلام ث بن قیس کی سواری کی سیرین پر ماری جس سے اشعث بن قیس اور ان کی قوم غضبناک ہوگئی احنف بن قیس اور ان کے سرداروں کی ایک جماعت اشعث بن قیس کے پاس اس پر معذرت کرنے کے لئے آئی۔

ہیثم بن عدی کا قول ہے کہ خوارج کا خیال ہے کہ سب سے پہلے عبداللہ بن وھب راسبی نے حکم بنایا، میں کہتا ہوں کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے اس شخص سے اس کلمہ کو حضرت علی کی قراء پارٹی نے لیا اور وہ کہنے لگے لاحکم الا اللہ، ان کا نام محکمیہ رکھا گیا، جنگ صفین سے فارغ ہو کر لوگ اپنے شہروں کو واپس چلے گئے حضرت معاویہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دمشق چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیت کے راستے کوفہ چلے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہونے کے قریب تھے کہ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی گئے بھی اور بغیر کسی چیز کے واپس آ گئے اس پر حضرت علی نے فرمایا جو لوگ ہم سے جدا ہو گئے وہ ان لوگوں سے بہتر تھے اور آپ نے یہ دو شعر کہے:

(۱) ۔۔۔۔ حقیقت میں تیرا بھائی وہ ہے جو تجھ پر حالات آنے کے وقت ہمیشہ رحم کرنے والا ہو، (۲) جو حالات آنے پر تجھے ملامت کرے وہ تیرا بھائی نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے، آپ کوفہ میں داخل ہونے کو تھے کہ آپ کے لشکر میں سے بارہ ہزار خوارج آپ سے جدا ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا، حروراء مقام پر انہوں نے پڑاؤ کیا انہوں نے حضرت علی پر ایسے الزامات لگائے جن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے گمان کے مطابق ارتکاب کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کی طرف بھیجا حضرت عبداللہ بن عباس نے ان سے مناظرہ کیا ان میں سے اکثریت واپس آ گئی باقی ماندہ وہیں رہ گئے، حضرت علی اور ان کے ساتھیوں نے ان سے قتال کیا جیسا کہ اس کا بیان و تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اپنی جگہ آ جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ یہ وہی خوارج ہیں جن کی طرف صحیح متفق حدیث میں اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے انتشار کے وقت ان کے درمیان سے خوارج نکلیں گے ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں میں سے، اور ایک روایت میں ہے میری امت میں سے خوارج نکلیں گے ان میں سے بہتر فرقہ انہیں قتل کرے گا اس حدیث کے متعدد طرق اور متعدد الفاظ ہیں۔

امام احمد نے متعدد طرق سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کے وقت خوارج ان سے الگ ہو جائیں گے، ان میں سے حق پرست فرقہ انہیں قتل کرے گا، امام مسلم نے اسے شیبان بن فروخ کی حدیث سے، بحوالہ قاسم بن محمد روایت کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ابو عوانہ نے ہم سے عن قتادہ عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ بیان کیا ہے کہ میری امت کے دو فرقے بننے کے وقت خوارج ان کے درمیان سے ظاہر ہوں گے ان میں سے بہتر فرقہ انہیں قتل کرے گا، امام مسلم نے اسے قتادہ اور داؤد بن ابی ھند کی حدیث سے عن ابی نضرہ روایت کیا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی عدی نے عن سلیمان عن ابی نضرہ عن ابی سعید روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک قوم کا ذکر کیا ہے کہ وہ میری امت میں ہوگی، لوگوں کے اختلاف کے وقت وہ لوگوں کے درمیان سے نکلیں گے ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے سر منڈھے ہوئے ہوں گے وہ مخلوق کے یا مخلوق میں سے بدترین لوگ ہوں گے ان میں سے حق پرست فرقہ انہیں قتل کرے گا، ابو سعید نے اہل اعراق کو مخاطب کر کے کہا اے اہل عراق! تم نے ان کو قتل کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے ان سے عوف نے عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری، آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری امت دو فرقوں میں بٹ جائیگی ان کے درمیان سے خوارج نکلیں گے ان میں سے اقرب الی الحق فرقہ انہیں قتل کرے گا، امام احمد نے اسے عن یحییٰ القطان عن عوف اسی طرح روایت کیا ہے، پس یہ متعدد طرق بحوالہ عن ابی نضرۃ المنذر بن مالک بن قطعۃ العبدی مروی ہیں جو ایک ثقہ بلند شان راوی ہیں، نیز امام مسلم نے اسے سفیان ثوری کی حدیث سے عن حبیب بن ابی ثابت عن الضحاک المشرقی عن ابی سعید اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ حدیث دلائل نبوت سے ہے کیوں کہ یہ اسی طرح واقع ہوئی جس طرح آپ ﷺ نے خبر دی تھی اور اس میں آپ ﷺ نے اہل شام اور اہل عراق

دونوں پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہے نہ کہ جس طرح ایک رافضی فرقہ اور بعض جاہل اہل شام کی تکفیر کرتے ہیں، نیز اس حدیث سے اصحاب علی کا اقرب الی الحق ہونا ثابت ہے یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی، اگر چہ حضرت معاویہ مجتہد تھے اور وہ بھی عنداللہ ماجور ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے اس لئے ان کے لئے دو اجر ہوں گے جیسا کہ صحیح بخاری میں عمرو بن عاص کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا جب امام اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر وہ خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے، اور عنقریب خوارج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیفیت کا اور اس ٹنڈے کا بیان آئے گا جس کی آپ ﷺ نے خبر دی تھی، اور وہ خبر کے مطابق پایا گیا جس سے حضرت علی خوش ہوئے اور آپ نے اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔

فصل

قبل ازیں گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کے معرکہ سے فارغ ہو کر شام سے کوفہ واپس چلے گئے جب حضرت علی کوفہ میں داخل ہوئے تو آپ کے لشکر سے ایک گروہ الگ ہو گیا جن کی کل تعداد سولہ یا بارہ ہزار یا اس سے کم تھی، انہوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی، آپ سے الگ ہو گئے اور آپ پر الزامات لگائے آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کے پاس بھیجا انہوں نے ان سے مناظرہ کر کے ان کے شبہات کو دور کئے جن کی نفس الامر میں کوئی حقیقت نہیں تھی، بعض نے رجوع کر لیا اور بعض اپنی گمراہی پر قائم رہے حتیٰ کہ ان سے وہ باتیں پیش آئیں جن کا بیان عنقریب آ رہا ہے، بعض کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کے بارے میں ان سے مناظرہ کیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی بات سے رجوع کر لیا اور وہ حضرت علی کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو گئے پھر انہوں نے آپ سے معاہدہ کیا جسے بعد میں انہوں نے توڑ دیا۔

پھر انہوں نے آپس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے اور لوگوں کی نگرانی کرنے کے بارے میں معاہدہ کیا پھر وہ کوفہ کی ایک جانب نہروان مقام پر فروکش ہو گئے، وہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا جیسا کہ آگے آ رہا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن عیسیٰ الطباع نے ان سے یحییٰ بن سلیم نے عن عبداللہ بن عثمان بن خثیم عن عبداللہ بن عیاض بن عمرو قاری روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے سے چند راتیں قبل عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ کے پاس آیا، ہم بھی وہاں موجود تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عبداللہ بن شداد جو کچھ میں تجھ سے سوال کروں گی کیا تو مجھے اس کا صحیح جواب دے گا، انہوں نے جواب دیا بالکل، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے ان لوگوں کے بارے میں صحیح صحیح خبر دے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے چنانچہ عبداللہ بن شداد نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب معاویہ سے باہم مکاتبت کی اور حکمین کو حکم بنا لیا تو آٹھ ہزار قراء نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی، اور وہ کوفہ کی ایک جانب حروراء مقام پر فروکش ہو گئے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عتابانہ لہجہ میں کہا "جو قمیص اللہ نے آپ کو پہنائی تھی اسے آپ نے اتار دیا ہے اور اللہ نے آپ کا جو نام رکھا تھا اسے بھی آپ نے چھوڑ دیا ہے پھر آگے بڑھ کر آپ نے اللہ کے دین میں حکم مقرر کر لئے حالانکہ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی باتوں کا علم ہوا جن کی وجہ سے انہوں نے آپ پر عتاب کیا اور آپ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اعلان کیا کہ امیر المومنین کے پاس صرف حافظ قرآن ہی آئیں جب قراء سے گھر بھر گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام عظیم کا مصحف منگوایا، آپ نے اس کو اپنے سامنے رکھ کر اس پر ہاتھ مار کر کہا اے مصحف! لوگوں سے بیان کر، اسی وقت آوازیں بلند ہو گئیں کہ اے امیر المومنین آپ اس سے کیا سوال کر رہے ہیں یہ تو اوراق میں سیاہی ہے، ہم وہ بات کرتے ہیں جس سے ہم اس سے سیراب ہوئے ہیں، آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہارے وہ اصحاب جنہوں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے میرے اور ان کے درمیان حکم اللہ کی کتاب ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں عورت اور مرد کے متعلق بیان کرتا ہے (اگر تم ان دونوں کے باہمی اختلاف سے خوفزدہ ہو تو ایک حکم مرد کے اہل سے بھیجو، اگر وہ اصلاح کے خواہاں ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا)۔

پس امت محمدیہ ایک مرد اور ایک عورت کے مقابلہ میں خون اور حرمت کے لحاظ سے بہت بڑھ کر ہے اور انہوں نے یہ الزام بھی لگایا کہ آپ نے حضرت معاویہ سے مکاتبت کرتے وقت علی بن ابی طالب لکھا ہے اور ہمارے پاس سہیل بن عمرو آئے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں تھے جس وقت آپ ﷺ نے اپنی قوم سے صلح کی تو آپ ﷺ نے لکھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سہیل نے کہا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھوں گا آپ نے پوچھا تو کیا لکھے گا اس نے کہا میں **باسمک اللّٰھم** لکھوں گا، آپ نے اس سے فرمایا لکھ اس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے، اس نے کہا اگر میں آپ کو اللہ کا رسول مانتا تو میں آپ سے اختلاف نہ کرتا، اس نے لکھا اس پر محمد بن عبداللہ قریشی نے صلح کی ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

(تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں نیک نمونہ موجود ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کا خواہاں ہے) پس آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کے پاس بھیجا تو میں ان کے ساتھ گیا، جب میں ان کے لشکر کے وسط میں پہنچا تو ابن الکواء نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا اے قراء کی جماعت یہ عبداللہ بن عباس ہیں، جو ان کو نہیں پہچانتا، میں ان کو پہچانتا ہوں، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کتاب اللہ کے بارے میں جانے بغیر جھگڑا کرتے ہیں، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اور جن کی قوم کے بارے میں یہ آیت نازم ہوئی ہے (بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں) پس انہیں ان کی قوم کی طرف واپس کر دو، اور کتاب اللہ پر ان سے اتفاق نہ کرو، بعض نے کہا ہم دیکھیں گے اگر وہ حق لے کر آئے ہیں تو ہم ان کی اتباع کریں گے اگر وہ باطل لے کر آئے ہیں تو ہم ان کو رسوا کریں گے انہوں نے تین دن تک کتاب اللہ کی شرط لگا رکھی۔

ان میں سے چار ہزار نے رجوع کر لیا جن میں ابن الکوا بھی تھا حتیٰ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقیوں کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا اور لوگوں کا معاملہ تم نے دیکھ لیا ہے اس لئے تم جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ، حتیٰ کہ امت محمدیہ جمع ہو جائے لیکن ہمارے اور تمہارے درمیان ناحق خون نہ بہانے، رہزنی نہ کرنے اور عہد نہ توڑنے کا معاہدہ ہے، یاد رکھو اگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی تو ہمارے تمہارے درمیان مسلسل جنگ جاری رہے گی، (بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابن شداد! کیا انہوں نے ان کو قتل کر دیا انہوں نے کہا قسم بخدا! میں ان کے پاس یہ پیغام لے کر گیا تو انہوں نے ڈاکہ زنی، خونریزی اور معاہدین کے خون کو جائز قرار دیدیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا قسم بخدا! انہوں نے اس طرح کیا انہوں نے فرمایا قسم بخدا انہوں نے اس طرح کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اہل عراق کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ ذوالثدی کہتے ہیں یا ذوالثدیۃ کہتے۔

راوی نے کہا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقتولین میں تھا آپ نے لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو، آنے والوں میں سے اکثر نے کہا میں نے اس کو بنی فلاں کی مسجد میں دیکھا ہے میں نے اس کو بنی فلاں کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن وہ اس کے بارے میں کوئی معروف دلیل پیش نہیں کر سکے، حضرت عائشہ نے فرمایا جس وقت حضرت علی اس کے پاس کھڑے تھے تو اہل عراق کے خیال کے مطابق آپ کا قول کیا تھا۔

راوی نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی تم نے ان سے کچھ سنا؟ راوی نے قسم اٹھا کر کہا اس کے علاوہ میں نے ان سے کچھ نہیں سنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر عجیب بات کو دیکھتے وقت یہ ہی کلمہ ارشاد فرماتے تھے اہل عراق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکذیب کرنے لگے، اور آپ کے خلاف بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگے، امام احمد اس کی روایت میں منفرد ہیں اس کی اسناد صحیح ہے اس عبارت میں کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قراء کی تعداد آٹھ ہزار تھی اس بارہ میں دیگر لوگوں نے بھی ان کی موافقت کی ہے حتیٰ کہ وہ بارہ یا سولہ ہزار تک پہنچ گئے جب ابن عباس نے ان سے مناظرہ کیا تو ان میں سے چار ہزار واپس آ گئے اور بقیہ اپنی گمراہی پر قائم رہے۔

یعقوب بن سفیان نے اسے عن موسیٰ بن مسعود عن عکرمہ بن عمار عن سماک ابی زمیل عن ابن عباس روایت کیا ہے کہ انہوں نے پورا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ خوارج نے لوگوں کو حکم بنانے، امارہ سے اپنا نام مٹانے، جنگ جمل کے روز حرمت والی جانوں کے قتل کرنے، قیدیوں اور اموال کے تقسیم نہ کرنے کے بارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اول دو سوالوں کا جواب تو وہی دیا جو گزر چکا ہے،

تیسرے سوال کے جواب کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیدیوں میں ام المومنین بھی ہیں، اگر تم ان کو ماں تسلیم نہیں کرتے تو تم کفر کے مرتکب ہوتے ہو، اگر تم ماں کو قیدی بنانا جائز سمجھتے ہو تو پھر بھی کفر کے مرتکب ہوتے ہو، راوی کہتا ہے کہ ان میں سے دو ہزار نے رجوع کر لیا باقی نکل گئے پھر انہوں نے آپس میں جنگ کی۔

ایک دوسرے شخص نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس حلّہ زیب تن کر کے ان کی طرف گئے تو انہوں نے حلہ کے بارے میں آپ سے مناظرہ کیا، آپ نے قول الٰہی سے دلیل پیش کی (کہہ دو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام قرار دیا ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور کس نے رزق کی طیبات کو حرام کیا ہے)۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نفس نفیس خوارج کے بقیہ افراد کی طرف گئے اور مسلسل ان سے مناظرہ کرتے رہے حتیٰ کہ وہ آپ کے ساتھ کوفہ واپس آ گئے اور وہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن تھا (راوی کو اس میں شک ہے)۔

اس کے بعد خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں تعریض کرنے لگے، آپ کو گالیاں سنانے لگے اور آپ کے قول میں تاویل کرنے لگے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ خوارج میں سے ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے قرآن کی یہ آیت لئن اشرکت الخ سنائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قرآنی آیت (فاصبر ان وعد الله حق الخ) سنائی۔

ابن جریر کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ دوران خطبہ پیش آیا نیز ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اثناء خطبہ میں ایک رافضی نے کھڑے ہو کر کہا اے علی! کیا آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں شریک کرتے ہیں، حالانکہ حکم تو صرف اللہ کا ہے پھر چاروں طرف سے لاحکم الا اللہ پھر الا اللہ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حق کلمہ ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا جا رہا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا ہم پر حق ہے کہ جب تک مال غنیمت ہمارے قبضہ میں ہے ہم تم کو اس سے نہ روکیں، اور یہ کہ ہم تم کو مساجد میں جانے سے منع نہ کریں اور یہ کہ ہم تم سے قتال نہ کریں حتیٰ کہ تم ہم سے قتال کی ابتدا کرو، اس کے بعد وہ سب کوفہ سے نکل کر نہروان مقام پر چلے گئے جیسا کہ ہم عنقریب حکمین کے فیصلہ کے بعد ذکر کریں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دومۃ الجندل میں ملاقات ...... یہ ملاقات ماہ رمضان میں ہوئی جیسا کہ صفین میں حکم طے کرتے وقت شرط لگائی گئی تھی، واقدی کا قول ہے کہ یہ ملاقات شعبان میں ہوئی کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان کی آمد کے موقع پر شریح بن ھانی کے ساتھ چار سو سواروں کو بھیجا تھا ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عباس بھی انہی کے ساتھ تھے حضرت معاویہ نے اہل شام میں سے چار سو سواروں کو بھیجا، عبداللہ بن عمر بھی ان کے ساتھ تھے دونوں دومۃ الجندل میں اذرح مقام پر ملے جو شام اور کوفہ کا سینٹر ہے اس کے اور دونوں شہروں کے درمیان نو مراحل کا فاصلہ ہے، سرکردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ تھی جیسے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مخزومی عبدالرحمٰن بن عبد یغوث زہری اور ابی جہم بن حذیفہ۔ بعض کا خیال ہے کہ سعد بن ابی وقاص بھی ان کے ساتھ تھے لیکن دوسروں نے اس کا انکار کیا ہے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن سعد اپنے والد کے پاس گئے وہ جنگل میں بنی سلیم کے پانی پر گوشہ نشین ہو گئے تھے انہوں نے کہا اے ابا جان! جنگ صفین کے حالات تو آپ کو معلوم ہو چکے ہیں لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کو حکم بنا لیا ہے قریش کا ایک گروہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا ہے آپ بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیے، کیوں کہ آپ صحابی رسول اور اصحاب شوریٰ میں سے ہیں اور آپ نے کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا جو اس امت کو ناپسند ہو اس لئے آپ چلے جائیے، آپ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

عمر بن سعد کے والد نے جواب دیا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا اس لئے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا اس میں ثابت قدم اور پوشیدہ رہنے والا شخص سب سے بہتر ہوگا قسم بخدا میں اس معاملہ میں کبھی حاضر نہیں ہوں گا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے عامر بن سعد سے نقل کیا ہے کہ ان کے بھائی عمر، سعد کے پاس گئے جو مدینہ کے باہر اپنی بکریوں میں رہتے تھے سعد نے انہیں دیکھ کر کہا کہ میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، جب وہ اپنے والد کے پاس پہنچے تو ان سے کہنے لگے اے ابا جان! کیا آپ اس پر راضی ہیں کہ آپ بکریوں میں دیہاتی بن کر رہیں اور لوگ مدینہ میں حکومت کے بارے میں جھگڑ رہے ہوں، سعد نے عمر کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا خاموش ہو جا، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ متقی بندہ کو پسند کرتا ہے اسی طرح مسلم نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

امام احمد نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے کہ عامر اپنے والد کے پاس آئے اور کہا اے ابا جان! لوگ دنیا کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں اور آپ یہاں موجود ہیں انہوں نے کہا تم مجھے فتنہ کا سردار بنانا چاہتے ہو قسم بخدا! ایسا نہیں ہوگا حتیٰ کہ مجھے ایسی تلوار دی جائے کہ اگر میں اس سے کسی مسلمان کو ماروں تو وہ اس سے اچٹ جائیں اور اگر کسی کافر کو ماروں تو اسے قتل کر دوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ مالدار متقی کو پسند کرتا ہے۔

یہ بات پہلی بات کے برعکس ہے ظاہر یہ ہے کہ عمر بن سعد نے اپنے بھائی سے اپنے والد کے خلاف مدد مانگی ہوگی تا کہ وہ اسے مشورہ دے کر وہ تحکیم کے معاملہ میں حاضر ہو جائے، شاید لوگ حضرت علی اور معاویہ کو چھوڑ کر امارت ان کے سپرد کر دیں، سعد اس میں شریک نہیں ہوا اور اس نے سختی سے انکار کر دیا اور جس حال میں تھا اسی پر کفایت اور قناعت کی جیسا کہ صحیح مسلم میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جسے گذارنے کے مطابق رزق دیا گیا، اور اس نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کی، عمر بن سعد امارت کا خواہاں تھا، اس کی مسلسل یہی حالت رہی حتیٰ کہ وہ اس لشکر کا امیر بنا جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کا بیان آئے گا اگر وہ اپنے والد کی طرح قناعت سے کام لیتے تو ان باتوں میں سے کوئی بھی پیش نہ آتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سعد تحکیم کے معاملہ میں شریک نہیں ہوئے اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا، اس میں وہی حضرات شریک ہوئے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے جب حکمین جمع ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کی مصلحت میں غور کرنا شروع کیا، کافی سوچ وتدبر کے بعد انہوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا اور یہ کہ امارت کا فیصلہ لوگوں کے مشورہ سے ہو تا کہ وہ ان دونوں سے بہتر یا ان کے علاوہ کسی تیسرے شخص پر اتفاق کر لیں، ابوموسیٰ اشعری نے عبداللہ بن عمر بن خطاب کے امیر بنانے کا مشورہ دیا، عمرو نے کہا میرے لڑکے عبداللہ کو امیر بنا دو، اس لئے کہ وہ علم وعمل اور زہد میں اس کے قریب قریب ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے ان سے کہا کیا آپ نے اپنے لڑکے کو بھی اپنے ساتھ فتنہ میں شامل کر لیا حالانکہ وہ ایک راست باز شخص ہے۔

ابومخنف کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن اسحاق نے عن نافع عن ابن عمر حضرت عمرو بن عاص کا قول کیا ہے کہ امارت کا اہل وہ ہے جس کی ڈاڑھیں ہوں اور وہ کھاتا پیتا ہو، ابن عمر واس چیز میں سست رہے ہیں، اب زبیر نے ان سے کہا سمجھداری اور ہوشیاری سے کام لو، ابن عمر نے کہا اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس پر رشوت نہیں دوں گا پھر فرمایا اے ابن عاص! عربوں نے تلواروں اور نیزوں سے جنگ کرنے کے بعد معاملہ تمہارے حوالہ کیا ہے لہٰذا تم ان کو اس کی مثل یا اس سے سخت فتنہ میں مبتلا نہ کرنا۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا کہ وہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امیر بنا دیں، لیکن ابوموسیٰ نے اس سے انکار کر دیا پھر حضرت عمرو نے اشارۃً کہا میرے لڑکے کو امیر بنا دو، لیکن ابوموسیٰ نے اس سے بھی انکار کر دیا البتہ ابوموسیٰ نے عمرو سے کہا ہم دونوں مل کر عبداللہ بن عمر کو امیر بنا دیں، لیکن عمرو نے اسکا انکار کر دیا، اس کے بعد دونوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت علی اور معاویہ کو معزول کر کے امارت کا فیصلہ لوگوں پر چھوڑ دیں تا کہ وہ کسی بہتر شخص کو اپنا امیر منتخب کر لیں، اس کے بعد وہ دونوں لوگوں کے مجمع میں آئے، حضرت عمرو ابوموسیٰ کو ان کی جلالت شان کی وجہ سے ہر معاملہ میں مقدم رکھتے تھے، انہوں نے ابوموسیٰ سے کہا کھڑے ہو جائیے لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیجئے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے چنانچہ ابوموسیٰ نے لوگوں کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! ہم نے امت کے معاملہ میں غور کیا ہے، ہم نے آپ لوگوں کی بہتری اور پراگندگی کو دور کرنے کے لئے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ہم علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور امارت کا معاملہ شوریٰ

کے سپرد کر دیں وہ اتفاق سے جسے چاہیں امیر منتخب کر لیں، میں نے حضرت علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا ہے اس پر ابوموسیٰ نے اپنی بات ختم کر دی، اس کے بعد عمرو بن عاص خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے حمد وثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! حضرت ابوموسیٰ کی گفتگو تم نے سن لی ہے اس نے اپنے آقا کو معزول کر دیا ہے میں بھی ان کے آقا کو معزول کرتا ہوں اور آپنے آقا معاویہ کو قائم رکھتا ہوں کیوں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مددگار اور ان کے خون کے بدلہ کے طالب ہیں، اور وہ تمام لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ قائم رہنے کے زیادہ مستحق ہیں، حضرت عمرو نے خیال کیا کہ اگر لوگوں کو بلا امام چھوڑ دیا گیا تو اس کی وجہ سے طویل وعریض فساد پھیل سکتا ہے چنانچہ انہوں نے اسی مصلحت کے پیش نظر حضرت معاویہ کو برقرار رکھا اور اجتہاد درست اور غلط ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس موقع پر ابوموسیٰ نے عمرو بن عاص سے درشتی سے باتیں کیں حضرت عمرو نے بھی ان کا جواب دیا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے پیشرو شریح بن ھانی نے حضرت عمرو بن عاص پر کوڑے سے حملہ کر دیا ابن عمرو نے کھڑے ہو کر شریح کو کوڑا مارا، اس کے بعد لوگ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لئے متفرق ہو گئے، عمرو اور ان کے ساتھی معاویہ کے پاس آئے انہوں نے معاویہ کو سلام خلافت کہا، ابوموسیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شرمندہ ہو کر مکہ چلے گئے، ابن عباس اور شریح حضرت علی کے پاس آئے انہوں نے حضرت عمرو کی باتوں سے آپ کو آگاہ کیا، حضرت علی نے ابوموسیٰ کی رائے کو کمزور خیال کیا اور یہ کہ وہ عمرو کے ہمسر نہیں ہے۔

ابومخنف نے ابوخباب کلبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو کی کارروائی پہنچی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں حضرت معاویہ، عمرو، ابوالاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ، ضحاک بن قیس، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید اور ولید بن عتبہ پر لعنت کیا کرتے تھے او رحضرت معاویہ بھی نماز میں حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت ابن عباس، حضرت اشتر نخعی پر لعنت کیا کرتے تھے، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے واللہ اعلم۔

وہ حدیث جو بیہقی نے دلائل میں متعدد طرق سے سوید بن غفلہ کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ میں دریائے فرات کے کنارہ حضرت علی کے ہمراہ جارہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا اور مسلسل ان کے درمیان باہمی اختلاف جاری رہا حتیٰ کہ انہوں نے دو حکم بھیجے جو خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور میری امت میں بھی اس طرح ہوگا، یہ حدیث منکر ہے اس لئے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوتا تو وہ حکمین کی تحکیم پر موافقت کر کے لوگوں کی گمراہی کا سبب نہ بنتے، جیسا کہ اس حدیث نے بیان کیا ہے اس حدیث کی آفت زکریا بن یحییٰ ہے جو کندی، حمیری اور اندھا ہے ابن معین نے کہا وہ کچھ نہیں ہے۔

خوارج کا کوفہ سے نکلنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنا...... جب حضرت علی نے ابوموسیٰ کو لشکر کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا تو خوارج کا معاملہ سخت ہو گیا، انہوں نے آپ پر الزامات کی بارش کر دی اور آپ کو صراحتاً کافر کہا آپ کے پاس دو شخص زرعہ بن برج طائی اور حرقوص بن زہیر سعدی آئے انہوں نے کہا لاحکم الا اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لاحکم الا اللہ، حرقوص نے کہا آپ اپنی غلطی سے توبہ کیجئے او رہمارے ساتھ دشمن کی طرف چلئے تا کہ ہم ان سے مقابلہ کر کے اپنے رب سے ملاقات کریں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تم سے یہی بات کی تو تم نے انکار کر دیا ہمارے اور لوگوں کے درمیان عہد لکھے ہوئے ہیں اور فرمان الٰہی ہے (اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم معاہدہ کرو)

حرقوص نے حضرت علی سے کہا یہ ایک گناہ ہے جس سے آپ کو توبہ کرنی چاہئے، حضرت علی نے جواب دیا یہ گناہ نہیں ہے بلکہ رائے کی کمزوری ہے اور میں تم کو اس کے بارے میں پہلے کہہ چکا ہوں اور میں نے تم کو اس سے منع کیا تھا، زرعہ بن برج نے کہا اے علی رضی اللہ عنہ! اگر آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں حکم بنانا نہ چھوڑا تو میں آپ سے قتال کروں گا، اور اس کے ذریعہ میں رحمت الٰہی اور رضاء الٰہی کا طالب ہوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھ پر ہلاکت ہو، تو کتنا بدبخت ہے گویا میں تجھے قتل کروں گا اور ہوا تجھ پر خاک اڑائے گی اس نے کہا میں یہی چاہتا ہوں حضرت علی نے اس سے فرمایا اگر تو حق پر ہوتا تو موت میں دنیا سے تسلی حاصل ہو جاتی لیکن شیطان نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا ہے وہ حضرت علی کے پاس سے فیصلہ کرتے ہوئے نکل گئے اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی اور انہوں نے لوگوں میں اس کا کھلم کھلا اعلان کیا اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے خطبہ کے دوران آپ پر تعریض کی، آپ کو گالیاں دیں، قرآن پاک کی آیات پڑھکر آپ کو سنائیں، یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فوج کے ایک دستہ میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے خطبہ میں خوارج کا ذکر کرتے ہوئے ان پر الزامات لگائے ان کی ایک جماعت کھڑے ہوکر لاحکم الا اللہ پڑھنے لگی ان ہی میں سے ایک شخص کانوں میں انگلی دے کر کھڑے ہوکر کہنے لگا:

تیری طرف اور تجھ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر ہاتھوں کو الٹ پلٹ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تمہارے بارے میں اللہ کے حکم کے منتظر ہیں پھر فرمانے لگے کہ ہم پر لازم ہے کہ جب تک تم ہمارے خلاف خروج نہ کرو اس وقت تک ہم تم کو اپنی مساجد سے نہ روکیں، جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں ہیں اس وقت تک ہم مال غنیمت سے تمہارا حصہ نہ روکیں اور جب تک تم ہم سے قتال نہ کرو اس وقت تک ہم تم سے قتال نہ کریں۔

ابومخنف نے عن عبدالملک عن ابی حرہ نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی نے ابوموسیٰ کو حکومت چلانے کے لئے بھیجا تو خوارج عبداللہ بن وھب راسبی کے گھر میں جمع ہو گئے اس نے ان کو ایک بلیغ خطبہ دیا جس میں دنیا سے بے رغبتی کرنے اور آخرت اور جنت کی طرف التفات کی تلقین کی اور ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب کی پھر اس نے کہا ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے ان ظالمانہ احکام کا انکار کیا بعض پہاڑی صوبوں کی اردگرد بستیوں یا بعض شہروں کی طرف اس ظالم بستی سے نکالدو۔

اس کے بعد حرقوص نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا جس میں اس نے حمد وثناء کے بعد کہا اس دنیا کا متاع قلیل ہے اور اس کا فراق قریب ہے پس اس کی زیب وزینت تم کو اس میں ٹھہرنے کی دعوت نہ دے اور تم کو طلب حق اور انکار ظلم سے نہ روک دے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنیوالوں اور محسنوں کے ساتھ ہے)۔

سنان بن حمزہ اسدی نے کہا کہ اے قوم رائے تو وہی ہے جو تم نے اختیار کی ہے اور حق وہی ہے جو تم نے ذکر کیا ہے اب تم اپنا ایک امیر منتخب کرو وہ تمہارے لئے قوت اور سہارے کا باعث ہوگا اور وہ جھنڈا ہوگا جسے تم گھیرے رہو گے اور تم اس کی طرف رجوع کرو گے، انہوں نے اپنے سردار زید بن حصن طائی کی طرف پیغام بھیجا اور اس کو امارت کی پیشکش کی لیکن اس نے انکار کر دیا پھر انہوں نے حرقوص بن زہیر پر امارت پیش کی تو اس نے بھی انکار کر دیا اس کے بعد انہوں نے شریح بن ابی اوفی عبسی کو امارت کی پیشکش کی تو اس نے بھی انکار کر دیا، پھر انہوں نے عبداللہ بن وھب راسبی کو امارت کی پیشکش کی تو اس نے قبول کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم میں نے دنیا کی رغبت کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا اور نہ موت کے خوف سے میں اسے چھوڑوں گا، پھر وہ زید بن حصن طائی کے گھر میں جمع ہوئے اس نے ان کو خطبہ دیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ان کو ترغیب دی اور اس کے بارے میں وارد ہونے والی قرآنی آیات (یاداؤد انا جعلناک) وغیرہ ان کو پڑھ کر سنائیں۔

پھر اس نے کہا میں اپنے اہل قبلہ کے اہل دعوت کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انہیں شیطان نے گمراہ کر دیا ہے انہوں نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا ہے اور اقوال واعمال میں انہوں نے ظلم سے کام لیا ہے ان پر لوگوں سے جہاد کرنا فرض ہے ان میں سے ایک شخص عبداللہ بن سخبرہ سلمی رونے لگا پھر اس نے لوگوں کو خروج پر ابھارا اور کہا ان کی جبینوں اور چہروں پر مارو حتیٰ کہ رحمٰن کی اطاعت ہو جائے اگر تم کامیاب ہو گئے اور تمہاری منشاء کے مطابق اللہ کی اطاعت ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ تم کو پورا پورا ثواب دے گا اور اگر تم قتل کر دیئے تو تمہیں رضاء الٰہی اور جنت میں کونسی چیز زیادہ محبوب ہے، میں کہتا ہوں کہ لوگوں کو یہ قسم بنی آدم کے اشکال سے سب سے زیادہ عجیب وغریب ہے پس پاک ہے وہ ذات جس نے جس طرح چاہا کسی نوع کو پیدا کر دیا، اور اپنے عظیم فیصلے میں سچ فرمایا، بعض اسلاف نے خوارج کے بارے میں کیا ہی خوب کہا جس کا ذکر قرآن پاک کی ان آیات میں ہے (قل هل انبئكم با لاخسرين اعمالا) وغیرہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان جاہل، گمراہ اور اقوال وافعال میں بدبخت لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان سے خروج پر اتفاق کر لیا اور انہوں نے شہر مدین کی طرف جانے پر موافقت کر لی، تاکہ وہ اس پر غالب آجائیں اور وہاں پر محفوظ ہو جائیں بصرہ اور دیگر شہروں میں اپنے ہم مذہب ومسلک لوگوں کی طرف پیغام بھیجیں تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ آملیں۔

زید بن حصن طائی نے ان سے کہا تم مدین شہر پر غالب نہیں آ سکتے کیوں کہ وہاں پر ایسا لشکر ہے جس سے مقابلہ کی تم میں سکت نہیں ہے لیکن تم اپنے بھائیوں سے جوخی پل کا وعدہ کرلو اور کوفہ سے جماعتوں کی شکل میں مت نکلو بلکہ اکیلے اکیلے نکلو تاکہ تمہاری وجہ سے فتنہ نہ اٹھے چنانچہ انہوں نے بصرہ ودیگر شہروں کے اپنے ہم مذہب وہم مسلک بھائیوں کو ایک عام خط لکھا اور انہیں جوخی پل پر ملنے کے لئے کہا تاکہ وہ دشمن کے خلاف متحد ہو جائیں پھر وہ چپکے چپکے نکلے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو اور وہ انہیں نکلنے سے روک دیں پس وہ اپنے آباء، امہات، ماموں، خالات اور دیگر رشتہ داروں کے درمیان سے نکل گئے اور وہ اپنی جہالت اور کم عملی وعقلی کی وجہ سے خروج کو رب السمٰوات والارض کی رضا کا سبب سمجھتے رہے حالانکہ وہ تو اس کے ذریعہ اکبرالکبائر کے مرتکب ہو گئے تھے اور حقیقت میں شیطان مردود نے اس چیز کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کیا تھا جو کہ ہمارے والد آدم اور ان کی ذریت جبتک ان کی روحیں ان کے اجسام میں ہوں گی کا ازلی دشمن ہے اور اللہ ہی اپنی قوت وطاقت کے ذریعہ اس سے ہماری حفاظت کا ذمہ دار ہے بلاشبہ وہی دعاؤں کو قبول کرنیوالا ہے۔

لوگوں کی ایک جماعت اپنے بھائیوں اور لڑکوں سے آملی انہوں نے ان کو زجر وتوبیخ کی تو انہوں نے رجوع کرلیا پھر ان میں سے بعض نے استقامت دکھائی اور بعض دوبارہ خوارج سے جا ملے اور قیامت تک خسران میں مبتلا ہوئے اس کے بعد وہ اپنے جائے مستقر کی طرف چلے گئے او ربصرہ وغیرہ کے جن لوگوں کی طرف انہوں نے خط لکھا تھا وہ بھی ان کے ساتھ آ ملے، اور سب کے سب نہروان میں جمع ہو گئے ان کی ایک شان وشوکت قائم ہوگئی اور وہ مستقل ایک فوج تھی ان میں بہادر بھی تھے وہ اس کے ذریعہ اپنے گمان میں قرب الٰہی حاصل کرنے والے تھے پس نہ تو ان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ان سے بدلہ کی امید کی جا سکتی تھی اللہ ہی سے مدد کی امید کی جا سکتی تھی۔

ابومخنف نے عن ابی روق عن الشعبی بیان کیا ہے کہ جب خوارج نہروان چلے گئے اور ابوموسیٰ مکہ چلے گئے تو ابن عباس بصرہ آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور حمد وثناء کے بعد فرمایا اگر چہ زمانہ بارگراں اور بڑی مصیبت لایا ہے لیکن اس کے باوجود بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اللہ کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں، بلاشبہ معصیت عیب لاتی ہے، دکھ دیتی ہے حسرت پیدا کرتی ہے اور آخر میں شرمندگی لاتی ہے اور میں نے تم کو ان دو شخصوں اور اس حکومت کے بارے میں مشورہ دیا تھا اور اپنی رائے دی تھی جس کا تم نے انکار کر دیا اور تم نے اپنی من مانی کی اور میری اور تمہاری مثال ہوازن کے شاعر کی طرح ہوگئی۔

میں نے انہیں ریت کے موڑ پر مشورہ دیا انہیں دوسرے دن کی چاشت کے وقت سیدھی راہ معلوم ہوئی۔

اس کے بعد حضرت علی نے حکمین کی کارروائی کے بارے میں گفتگو کی اور آپ نے ان کے فیصلے کو رد کر دیا اور ان کے بارے میں ایسی باتیں کہی جوان کے مرتبہ کو گرانے والی تھیں، آپ نے لوگوں کو اہل شام سے جہاد کرنے کے لئے جمع ہونے کے لئے کہا اور خروج کے لئے پیر کا دن متعین کیا او ربصرہ کے والی ابن عباس کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو اہل شام سے جہاد کے لئے جمع کریں، اور خوارج کو خط لکھا جس میں ان کو حکمین کے فیصلے کو ختم کرنے کی خبر دی اور یہ کہ وہ اہل شام سے جہاد کا عزم کئے ہوئے ہیں لہٰذا تم بھی آ جاؤ تاکہ ہم مل کر ان سے مقابلہ کریں، خوارج نے جواب لکھا کہ آپ ان سے اپنے رب کی رضاء کے لئے ناراض نہیں ہوئے بلکہ اپنے نفس کے لئے ناراض ہوئے ہیں اگر آپ اپنے نفس پر کفر کی گواہی دیتے ہیں او ر آپ توبہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پھر ہم تمہارے اور اپنے درمیان سوچیں گے ورنہ ہم برابر آپ سے عہد شکنی کرتے رہیں گے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خط پڑھا تو آپ ان سے مایوس ہو گئے اور آپ نے اہل شام سے مقابلہ کے لئے شام جانے کا ارادہ کرلیا اور آپ پینسٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے نخیلہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ابن عباس نے آپ کے پاس اہل بصرہ میں سے تین ہزار دوسو سوار بھیجے، پندرہ سو جاریہ ابن قدامہ کے ساتھ اور سترہ سو ابوالاسود دولی کے ساتھ، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی کل تعداد اڑسٹھ ہزار دوسو سولہ ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں آپ نے لوگوں کو جہاد پر ابھارا اور دشمن سے ملاقات کے وقت صبر کی تلقین کی اس وقت آپ مکمل طور پر شام کا عزم کئے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کو خبر ملی کہ خوارج نے فساد برپا کر دیا ہے، خونریزی اور رہزنی شروع کر دی اور انہوں نے محارم کو حلال کر دیا، اور جن لوگوں کو انہوں نے قتل کیا ان میں صحابی رسول عبداللہ بن خباب بھی تھے انہوں نے ان کو ان کی حاملہ بیوی سمیت گرفتار کرلیا انہوں نے ان سے پوچھا کہ

آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں صحابی رسول عبداللہ بن خباب ہوں، اور تم نے مجھے خوف زدہ کیا ہے انہوں نے عبداللہ کو مطمئن کرتے ہوئے کہا کہ آپ ہم سے اپنے والد سے سنی ہوئی کوئی بات بیان کریں، انہوں نے کہا میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ عنقریب فتنہ کھڑا ہوگا اس میں بیٹھنے والا کھڑے رہنے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔

انہوں نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا، اسی دوران کہ آپ ان کے ساتھ چل رہے تھے اچانک ان کے ایک آدمی کو ایک ذمی کا خنزیر ملا، اس نے نیزہ مار کر اس کا چمڑا چیر دیا، دوسرے نے اس سے کہا تو نے ایک ذمی کے خنزیر سے ایسا کیوں کیا؟ وہ اس ذمی کے پاس گیا اور اس سے معافی تلافی کر لی، پھر کچھ آگے چل کر درخت سے ایک کھجور گری ان میں سے ایک نے اسے کھالیا دوسرے نے اس کو کہا کہ بلا اجازت دشمن کے تو نے اسے کھالیا؟ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دیا پھر وہ ان کی اہلیہ کے پاس آئے اس نے کہا میں ایک حاملہ عورت ہوں تمہیں خوف خدا نہیں ہے؟ انہوں نے اس کو بھی ذبح کر دیا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکال لیا۔

جب لوگوں کو ان کی اس شنیع حرکت کا علم ہوا تو ان کو خطرہ ہو گیا کہ اگر حضرت علی کی فوج شام چلی گئی اور جہاد میں مصروف ہو گئی تو یہ لوگ ان کے دیار و اولاد میں کارروائی کریں گے، اس لئے کہ وہ ان کے شر سے ڈر گئے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان سے جنگ کا آغاز کیا جائے پھر جب ان سے فارغ ہو جائیں اور لوگ ان کے شر سے مامون ہو جائیں تو پھر شام کی طرف چلے جائیں چنانچہ اسی پر رائے متفق ہو گئی اور اسی میں اہل شام اور ان کی بھلائی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حارث بن مرۃ عبدی کو خوارج کی طرف اپنا ایلچی بنا کر بھیجا اور اسے ہدایت کی کہ ان کا حال معلوم کر کے مجھے ان کے بارے میں واضح خط لکھ دینا، جب وہ خوارج کے پاس پہنچے تو انہوں نے بلا مہلت انہیں قتل کر دیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے اہل شام سے قبل خوارج کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کی طرف خروج...... جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج نے خوارج سے قتال کا فیصلہ کر لیا تو منادی نے کوچ کا اعلان کیا، حضرت علی نے پل عبور کر کے دو رکعت نفل پڑھیں پھر آپ عبدالرحمٰن اور ابوموسیٰ کی خانقاہوں میں گئے بعد ازاں آپ دریائے فرات کے کنارے چلے اسی دوران ایک نجومی سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دن کے سوا کسی اور وقت میں چلنے کا مشورہ دیا کیوں کہ اس نے کہا مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کیا جس کی وجہ سے اللہ نے آپ کو کامیابی حاصل فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے لوگوں کے سامنے اس کی غلطی کو واضح کرنا چاہا اور مجھے خطرہ ہو گیا کہ لوگ کہیں گے کہ علی کو ایک جاہل شخص کی موافقت کرنے کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی، اور حضرت علی انبار کے کنارے کنارے چلے اور آپ نے قیس بن سعد کو آگے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ مدائن پہنچ کر اس کے نائب عبداللہ بن مسعود ثقفی کے بھائی سعد بن مسعود سے فوج میں ملاقات کرے، وہاں پر سب لوگوں نے حضرت علی پر اتفاق کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے پاس پیغام بھیجا کہ تم ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو، حتیٰ کہ ہم ان کو قتل کر دیں، اس صورت میں ہم تمہیں چھوڑ کر شام چلے جائیں گے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب کو بدل دے گا، اور تم خیر کی طرف واپس آ جاؤ گے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم سب تمہارے بھائیوں کے قاتل ہیں اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں، حضرت قیس بن عبادہ ان کے پاس گئے اور جس عظیم گناہ کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا اس کے بارے میں ان کو وعظ و نصیحت کی لیکن اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری نے بھی انہیں ملامت کی لیکن وہ بھی بے نفع رہی، پھر حضرت علی خود ان کے پاس گئے آپ نے انہیں وعظ و نصیحت کی ان کو ڈرایا دھمکایا اور فرمایا تم نے مجھ پر ایسے امر کا الزام لگایا ہے کہ جس کی طرف تم نے مجھے دعوت دی ہے میں نے تمہیں اس سے روکا مگر تم نے قبول نہ کیا، دیکھو میں یہاں ہوں اور تم بھی یہاں ہو، تم جہاں سے آئے ہو وہیں واپس لوٹ جاؤ، محارم الٰہی کا ارتکاب نہ کرو، تمہارے نفوس نے تمہارے لئے ایسا امر مزین کر دیا ہے جس پر تم نے مسلمانوں کو قتل کیا، خدا کی قسم اگر تم اس پر ایک مرغی کو بھی قتل کرو گے وہ بھی عند اللہ امر عظیم ہے

مسلمانوں کے خون کا تو کیا کہنا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا انہوں نے اعلان کرایا کہ ان سے بات مت کرو، اللہ سے ملاقات کی تیاری کرو، جنت کی طرف رواں دواں رہو۔

انہوں نے آگے بڑھ کر قتال کے لئے صف بندی کر لی، اور مقابلہ کے لئے تیاری کر لی انہوں نے میمنہ پر زید بن حصن طائی سنبسی کو میسرہ پر شریح بن اوفی کو، سواروں پر حمزہ بن سنان کو اور پیادوں پر حرقوص بن زہیر سعدی کو مقرر کیا، اور ان کو حضرت علی اور ان کی فوج سے لڑنے کے لئے کھڑا کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میمنہ پر حجر بن عدی کو میسرہ پر شبیث بن ربعی اور معقل بن قیس ریاحی کو، سواروں پر ابوایوب انصاری کو اور پیادوں پر ابو قتادہ انصاری کو مقرر کیا، اہل مدینہ پر جن کی تعداد سات سو تھی قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوایوب انصاری کو حکم دیا کہ وہ خوارج کے لئے امان کا علم بلند کر کے اعلان کر دیں کہ اس جھنڈے کے تلے آنے والے اور کوفہ، مدائن جانے والے کے لئے امان کا اعلان ہے، ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں ہے، ہمیں تو صرف اپنے بھائیوں کے قاتلوں سے سروکار ہے۔

اس اعلان کے بعد ان کی اکثریت واپس آ گئی صرف ایک ہزار یا اس سے بھی کم عبداللہ بن وہب راسبی کے ساتھ رہ گئے اس کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے تو آپ نے سواروں کو آگے کر دیا ان میں سے بھی تیر اندازوں کو آگے کر دیا، پیادوں نے سواروں کے پیچھے صف بندی کر لی، آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم ان سے جنگ کا آغاز نہ کرنا حتیٰ کہ وہ از خود آغاز کر دیں، خوارج لاحکم الا اللہ جنت کی طرف رواں دواں رہو، جنت کی طرف رواں دواں رہو جیسے نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھے، انہوں نے سواروں پر حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیا حتیٰ کہ ان کی ایک ٹکڑی میسرہ کی طرف اور ایک ٹکڑی میمنہ کی طرف چلی گئی، تیر اندازوں نے تیروں کے ساتھ ان کا استقبال کیا ان کے چہروں پر تیر اندازی کی، میمنہ اور میسرہ سے سواروں نے ان پر حملہ کر دیا جوانوں نے تیروں اور تلواروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا بالآخر انہوں نے خوارج کو موت کے گھاٹ اتار دیا پس وہ گھوڑوں کے سموں کے نیچے بکھرے ہوئے پڑے تھے ان کے سردار عبداللہ بن وھب، حرقوص بن زہیر، شریح بن اوفی اور عبداللہ بن سخبرہ سلمی (اللہ ان کا برا کرے) قتل کر دیئے گئے۔

ابوایوب انصاری کا قول ہے کہ میں نے ایک خارجی کو نیزہ مار کر اس کی پشت سے پار کر دیا اور میں نے اسے کہا اے دشمن خدا! تجھے نار جہنم کی خوشخبری ہو اس نے کہا عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون اس کا زیادہ حق دار ہے۔

مؤرخین کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے صرف سات افراد شہید ہوئے، اور آپ مقتولین کے درمیان چلتے ہوئے کہہ رہے تھے ہلاکت ہو تمہارے لئے، جس چیز نے تمہیں دھوکہ میں ڈالا اس نے تمہیں نقصان پہنچایا، لوگوں نے کہا اے امیر المومنین ان کو کس چیز نے دھوکہ میں مبتلا کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں شیطان اور نفس امارہ نے خواہشات سے دھوکہ دیا، ان کے سامنے گناہوں کو مزین کر کے پیش کیا اور انہیں خبر دی کہ وہ غالب آنیوالے ہیں اس کے بعد آپ نے زخمیوں کے بارے میں حکم دیا ان کی تعداد چار سو تھی، آپ نے علاج کے لئے ان کو ان کے قبائل کے حوالہ کر دیا اور ہتھیار ساز وسامان جو آپ کو ملا اسے آپ نے تقسیم کر دیا۔

ہیثم بن عدی نے کتاب الخوارج میں محمد بن قیس اسدی اور منصور بن دینار کے حوالہ سے عن عبدالملک بن میسرہ عن النزال بن سیرہ نقل کیا ہے کہ نہروان کے روز جو کچھ آپ کو خوارج سے ملا آپ نے اس کا خمس نہیں نکالا حتیٰ کہ آخر میں آپ کے پاس ایک ھانڈی لائی گئی آپ نے اسے بھی واپس کر دیا۔

ابومخنف نے بحوالہ عبدالملک بن ابی حرہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی سلمان بن ثمامہ حنفی ابوحرہ اور ریان بن صبرہ بن ھوذہ کے ساتھ ذی الثدیۃ کی تلاش میں نکلے، ریان نے اسے چالیس پچاس مقتولوں کے ساتھ نہر کے کنارہ ایک گڑھے میں پایا، راوی کہتا ہے کہ اس کے نکالنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بازو کو دیکھا کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے کندھے پر عورت کے پستان کی طرح گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اس کے سر اور پستان پر سیاہ بال ہیں جب اسے کھینچا جاتا ہے تو وہ لمبا ہو کر دوسرے ہاتھ کے برابر ہو جاتا ہے پھر ڈھل کر عورت کے پستان کی طرح کندھے پر واپس آ جاتا ہے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو فرمایا خدا کی قسم! میں نے جھوٹ نہیں بولا اگر تم عمل پر بھروسہ کرتے تو میں عارف حق ہونے کی وجہ سے تم کو وہ فیصلہ بتاتا جو اللہ نے ان کے قتال کے بارے میں کیا ہے۔

ہیثم بن عدی اپنی کتاب الخوارج میں بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ربیعہ اخنسی نے نافع بن مسلمہ اخنسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ذو الثدیۃ بجیلہ کے عرنہ کے ایک شخص کا نام ہے جو کالا حبشی تھا سارے لشکر میں اس کی بدبو مشہور تھی اس سے قبل وہ ہم سے ملاقات کرتا تھا ہم اس سے اور وہ ہم سے مقابلہ کرتا تھا اور مجھ سے ابو اسماعیل حنفی نے ریان بن صبرہ حنفی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ہم نہروان میں حضرت علی کے ساتھ حاضر ہوئے جب آپ نے ٹنڈے کو پایا تو آپ نے طویل سجدہ کیا، اسی طرح سفیان ثوری نے عن محمد بن قیس ہمدانی عن ابی موسیٰ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ٹنڈے کو پایا تو آپ نے طویل سجدہ کیا۔

اسی طرح مجھ سے یونس بن ابی اسحاق نے اسماعیل کے حوالہ سے عن حبہ العرنی نقل کیا ہے کہ جب اہل نہروان آئے تو لوگوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ان لوگوں کی بیخ کنی کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم وہ مردوں کے اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں موجود ہیں جب وہ شرابین نے سے نکلتے ہیں تو جوان سے ملتا ہے اس پر غالب آنے کے لئے وہ متحد ہو جاتے ہیں، راوی کا قول ہے کہ عبداللہ بن وھب راسبی کے سجدہ کی جگہ کے نشانات شدۃ اجتہاد اور کثرۃ سجود کی وجہ سے خشک ہو گئے تھے۔

ہیثم نے بعض خوارج کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن وھب راسبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے اپنا نام جاحد رکھا تھا، ہیثم بن عدی نے اسماعیل سے انہوں نے عن خالد عن علقمہ بن عامر روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل نہروان کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ مشرک ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا شرک سے تو وہ بھاگ کر آئے ہیں، پھر آپ سے پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا منافق تو اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، آپ سے پوچھا گیا کہ آخر وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ہم نے اپنے خلاف بغاوت کی وجہ سے ان سے قتال کیا ہے اسے ابن جریر وغیرہ نے یہاں پر ذکر کیا ہے۔

ان کے بارے میں بیان ہونے والی احادیث

پہلی حدیث...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسے آپ سے زید بن وھب، سوید بن غفلہ، طارق بن زیاد، عبداللہ بن شداد، عبیداللہ بن ابی رافع، عبید بن عمرو سلمانی، کلیب ابو عاصم، ابو کثیر، ابو مریم، ابو موسیٰ اور ابو وائل الرضی، یہ بارہ طریق ہیں جو آپ کی طرف جاتے ہیں، عنقریب تو انہیں ان کے الفاظ واسانید کے ساتھ پائیگا۔ اور اس قسم کی حدیث حد تواتر کے ساتھ پہنچتی ہیں۔

پہلا طریق...... مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ ہم سے عبد بن حمید نے متعدد طرق سے زید بن وھب جہنی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ تھے جو خوارج کی طرف گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب میری امت میں سے ایک قوم ظاہر ہوگی تمہاری قرأۃ ان کی قرأۃ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوگی، تمہاری نماز اور تمہارے روزے ان کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہوں گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور خیال کریں گے کہ قرآن ان ہی پر نازل ہوا ہے اور ان ہی کے لئے ہے اگر فوج کے وہ لوگ جو انہیں پائیں گے اس فیصلہ کو جانتے جو ان کی نبی کی زبان سے ان کے لئے نازل ہوا ہے تو وہ عمل کا سہارا لیتے۔

ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص ایسا ہوگا جس کا بازو ہاتھ کے بغیر ہوگا، اس کے بازو کے سرے پر پستان کی طرح بھٹنی ہوگی جس پر سفید بال ہوں گے وہ لوگ معاویہ اور اہل شام کے پاس جائیں گے اور ان لوگوں کو چھوڑ کر جائیں گے جو تمہارے مال اولاد میں تمہاری قائم مقامی کریں گے، مجھے امید ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں اس لئے کہ انہوں نے ناحق خونریزی کی ہے اور لوگوں کے صحنوں میں غارتگری کی ہے، پس تم اللہ کے نام پر آگے پڑھو۔

سلمہ کا قول ہے کہ زید بن وھب نے ایک ایک منزل ذکر کی، حتیٰ کہ انہوں نے پل عبور کر لیا پھر جب ہماری جنگ ہوئی تو اس روز خوارج کا سردار عبداللہ بن وھب راسبی تھا اس نے ان سے کہا نیزے پھینک دو، تلواریں سونت لو اور ان کی میان توڑ دو، مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تم کو قسم نہ

دیں جیسا کہ انہوں نے حروراء کے روز قسم دی تھی وہ لوٹ آئے انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے اور تلواریں سونت لیں لوگوں نے ان کو اپنے نیزوں سے مارا۔

راوی کا قول ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو قتل کیا اس روز صرف دو شخص قتل کئے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں ٹنڈے شخص کو تلاش کرو، انہوں نے تلاش کیا تو انہوں نے اس کو نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہو کر لوگوں کے پاس آئے، آپ نے فرمایا اس کو پیچھے کرو تو انہوں نے اس کو زمین سے ملا ہوا پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا پیغام پہنچا دیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ عبیدہ سلمانی نے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین بار خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات آپ ﷺ سے سنی ہے، یہ مسلم کے الفاظ ہیں، ابوداؤد نے اسے حسن بن علی خلال سے بحوالہ عبدالرزاق اسی طرح روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسرا طریق ۔۔۔۔۔۔ امام احمد کا بیان ہے کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا ہے کہ اعمش اور عبدالرحمٰن نے عن سفیان عن اعمش بن خثیمہ عن سوید بن غفلہ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں تمہارے سامنے آپ ﷺ کے حوالہ سے کوئی بات بیان کروں تو مجھے آسمان سے زمین پر گر پڑنا آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے زیادہ محبوب ہے، اور جب میں تم سے اس معاملہ کے بارے میں بات کروں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تو خوب سمجھ لو کہ جنگ ایک دھوکہ کا نام ہے، میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخر زمانہ میں میری امت سے کچھ نوعمر اور بے عقل لوگ ظاہر ہوں گے جو خیر البریہ کی باتیں کریں گے وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ان کا ایمان ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے جب تم ان سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کر دو، اس لئے کہ عند اللہ ان کے قاتل کے لئے ثواب ہے، صحیحین میں متعدد طرق سے بحوالہ اعمش اس کی تخریج کی گئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تیسرا طریق ۔۔۔۔۔۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابونعیم نے متعدد طرق سے طارق بن زیاد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نہروان کی طرف گئے، ولید نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ خوارج سے قتال کرنے کے لئے نکلے آپ نے فرمایا ٹنڈے کو تلاش کرو، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایسی قوم آئیگی جو کلمہ حق بیان کریگی لیکن وہ ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام ٹنڈا شخص ہوگا اس کے ہاتھ پر سیاہ بال ہوں گے، اگر وہ ان میں موجود ہے تو تم نے ایک بدترین کو قتل کر دیا، اگر وہ ان میں نہیں ہے تو تم نے ایک بہترین شخص کو قتل کر دیا، ولید کہتا ہے کہ ہم رو پڑے، راوی کہتا ہے کہ ہم نے ٹنڈے کو پالیا تو ہم سجدہ ریز ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ سجدہ ریز ہو گئے، اس طریق سے احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں۔

چوتھا طریق ۔۔۔۔۔۔ اسے عبداللہ بن شداد نے بحوالہ حضرت علی روایت کیا ہے جیسا کہ ابھی اسے پوری طوالت کے ساتھ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

پانچواں طریق ۔۔۔۔۔۔ امام مسلم کا بیان ہے کہ ہم سے ابوطاہر اور یونس بن عبدالاعلیٰ نے متعدد طرق سے عبیداللہ بن ابی رافع کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ حروریہ کے خروج کے وقت وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا لاحکم الا اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمہ حق ہے جس سے باطل مراد لیا جا رہا ہے، آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کی علامات بیان فرمائی ہیں، اور میں وہ علامات ان میں پہچان رہا ہوں وہ اپنی زبانوں سے حق بات کہتے ہیں لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرتی، اور ان میں سے بدترین شخص سیاہ فام شخص ہے جس کا ایک ہاتھ بکری کے سر پستان یا پستان

کی بھٹنی کی طرح ہے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا تو فرمایا تلاش کرو، انہوں نے تلاش کیا تو کچھ نہیں پایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوبارہ تلاش کرو، خدا کی قسم! نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے اور نہ میں نے جھوٹ بولا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو یا تین بار یہ الفاظ دہرائے پھر انہوں نے اس کو ایک ویرانہ میں پایا انہوں نے اسے لاکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا کر دیا، حضرت عبیداللہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت وہاں موجود تھا، یونس نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ بکیر نے ابن حنین کے واسطہ سے ایک شخص کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے اس سیاہ فام شخص کو دیکھا ہے امام مسلم اس میں متفرد ہیں۔

چھٹا طریق ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے اسماعیل نے ایوب کے حوالہ سے عن محمد عن عبیدہ عن علی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا ان میں ٹنڈا یا پرگوشت ہاتھ والا یا کمزور ہاتھ والا شخص ہوگا اگر مجھے تمہارے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں تم سے وہ وعدہ بیان کرتا جو اللہ نے اپنی نبی کی زبان سے ان لوگوں سے قتال کرنے والوں کے لئے کہلوایا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا واقعی آپ نے اللہ کے رسول سے یہ بات سنی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم ہاں، رب کعبہ کی قسم ہاں، رب کعبہ کی قسم ہاں۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے وکیع نے متعدد طرق سے عن عبیدہ عن علی روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک قوم ظاہر ہوگی ان میں پرگوشت یا کمزور ہاتھ یا ٹنڈا شخص ہوگا اگر تم اتراؤ نہ تو میں تم سے وہ وعدہ بیان کروں جو اللہ نے ان لوگوں سے قتال کرنے والوں کے لئے اپنے نبی کی زبان سے کہلوایا ہے، حضرت عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے واقعی یہ بات اللہ کے رسول سے سنی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں رب کعبہ کی قسم، ہاں رب کعبہ کی قسم۔

امام احمد کا بیان ہے کہ ہم سے یزید نے بواسطہ ہشام کے عن محمد عن عبیدۃ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کے بارے میں فرمایا کہ ان میں ایک پرگوشت ہاتھ یا کمزور ہاتھ یا ٹنڈا شخص ہوگا اگر وہ مجھے تمہارے اترانے کا خوف نہ ہوتو میں تم سے وہ وعدہ بیان کرتا جو اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے ان سے قتال کرنے والوں کے لئے کہلوایا حضرت عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا واقعی آپ نے یہ بات اللہ کے رسول سے سنی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں رب کعبہ کی قسم، آپ نے تین بار یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ابن عدی نے عن ابی عون عن محمد روایت کی ہے کہ حضرت عبیدہ نے فرمایا میں تم سے وہی بات بیان کروں گا جو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنی ہے، محمد کہتے ہیں کہ عبیدہ نے ہم سے تین بار حلف اٹھا کر بیان کیا ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین بار حلف اٹھا کر بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اتراؤ نہ تو میں تم سے وہ وعدہ بیان کروں جو اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ان لوگوں کو قتل کرنیوالے لوگوں سے کیا ہے، عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے یہ بات آپ ﷺ سے سنی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں رب کعبہ کی قسم، ہاں رب کعبہ کی قسم، ہاں رب کعبہ کی قسم، ان میں ایک ٹنڈے ہاتھ والا یا پرگوشت والا شخص ہوگا یا فرمایا کمزور ہاتھ والا شخص ہوگا، امام مسلم نے اسے اسماعیل بن علیہ وحماد بن زید کی حدیث سے بحوالہ ایوب روایت کیا ہے، اسی طرح امام مسلم نے اسے محمد بن مثنیٰ سے عن ابن ابی عدی عن ابن عون عن محمد بن سیرین عن عبیدہ عن علی روایت کیا ہے اور ہم نے اس کو متعدد طرق سے عن محمد بن سیرین روایت کیا ہے کہ انہوں نے حلفیہ کہا ہے کہ میں نے عبیدہ سے سنا ہے اور عبیدہ نے حلفیہ کہا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی نسبت آسمان سے گر جانا زیادہ پسند ہے۔

ساتواں طریق ...... عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ مجھ سے اسماعیل ابو معمر نے ان سے عبداللہ بن ادریس نے ان سے عاصم بن کلیب نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آپ کے پاس ایک شخص آیا جس نے سفری لباس پہنا ہوا تھا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اس وقت وہ گفتگو میں مشغول تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی

اور فرمایا میں ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں آپ ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ نے فرمایا فلاں فلاں دن تیرا کیا حال ہوگا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں پھر آپ نے فرمایا ایک قوم مشرق کی جانب سے نکلے گی وہ قرآن پڑھے گی لیکن قرآن کریم ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ان میں ایک ٹنڈا شخص ہوگا اس کے ہاتھ عورت کے سر پستان کی طرح ہوں گے، میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا میں نے تم کو خبر دی ہے کہ وہ ان میں ہوگا، پھر انہوں نے طوالت کے ساتھ پوری حدیث بیان کی، پھر اسے عبداللہ بن احمد نے عن ابی خیثمہ زہیر بن حرب عن القاسم بن مالک عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح روایت کیا ہے اس کی اسناد جید ہے۔

آٹھواں طریق ...... حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے متعدد طرق کے ذریعہ میسرہ نے ابوجحیفہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب ہم حروراء سے فارغ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں ایک شخص ہے جس کے بازو پر ہڈی نہیں ہے اور اس کا بازو عورت کے پستان کے چھٹنی کی طرح ہے جس پر بے شمار ٹیڑھے بال ہیں اس کو تم تلاش کرو انہوں نے تلاش کیا تو نہیں پایا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس دن سے زیادہ کبھی بھی پریشان نہیں دیکھا انہوں نے کہا اے امیر! ہم نے تلاش کے باوجود اسے نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ہلاک ہو اس جگہ کا کیا نام ہے انہوں نے کہا نہروان، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو وہ ان ہی میں ہے، دوبارہ جا کر اچھی طرح اسے تلاش کرو چنانچہ وہ چلے گئے اور انہوں نے آکر بتایا دوبارہ بھی ہمیں نہیں ملا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے تم جھوٹ بولتے ہو، وہ ان ہی میں ہے ایک بار پھر اسے تلاش کرو چنانچہ ہم نے اسے تلاش کیا تو ہم نے اسے ایک ندی میں پایا ہم اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، میں نے اس کے بازو کی طرف دیکھا تو واقعی اس میں ہڈی نہیں تھی اور اس پر عورت کے پستان کی طرح چھٹنی تھی جس پر بے شمار ٹیڑھے بال تھے۔

نواں طریق ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابوسعید نے اسماعیل بن مسلم عبدی کے واسطہ سے انصار کے مولیٰ ابوکثیر کا قول نقل کیا ہے کہ اہل نہروان سے جنگ کے روز میں اپنے آقا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا یوں معلوم ہوتا تھا کہ لوگ ان کے قتل کی وجہ سے افسردہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! آپ ﷺ نے ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتایا کہ وہ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، اور جب تک تیر اپنے سوفار میں واپس نہیں آئے گا وہ اس وقت تک دین میں واپس نہیں آئیں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ٹنڈا شخص ہوگا اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہوگا، اس پر عورت کے سر پستان کی طرح گوشت ہوگا جس کے اردگرد سات بال ہوں گے تم اس کو ان میں تلاش کرو میں اس کو ان میں دیکھ رہا ہوں چنانچہ انہوں نے اس کو تلاش کیا تو انہوں نے اس کو نہر کے کنارہ مقتولین کے نیچے پایا پھر وہ اسے وہاں سے نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے، آپ اپنی عربی کمان لگائے ہوئے تھے آپ اس کو ہاتھ میں لے کر اس سے اس کی ٹنڈی جگہ پر ٹھوکے لگانے لگے اور آپ کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے لوگوں نے بھی اسے دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور وہ خوش ہو گئے ان کا غم جاتا رہا احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں۔

دسواں طریق ...... عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے متعدد طرق کے ذریعہ ابومریم نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ارشاد بیان کیا ہے کہ ایک قوم اسلام سے ایسے نکل جائیگی جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، ان لوگوں کو قتل کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے تم ان کو قتل کرو، ان کی علامت ٹنڈا شخص ہے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ ہم سے مختلف واسطوں کے ذریعہ ابومریم نے بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ ٹنڈا شخص ہمارے ساتھ مسجد میں ہوتا تھا وہ دن رات ہمیں ملتا تھا وہ مفلس تھا میں نے اسے مساکین کے ساتھ دیکھا ہے وہ لوگوں کے ساتھ حضرت علی کے کھانے پر حاضر ہوتا تھا میں نے اسے اپنی ٹوپی بھی پہنائی ہے، ابومریم کا قول ہے کہ ٹنڈے کو نافع ذوالثدیۃ کہا جاتا تھا اس کے ہاتھ میں عورت کے پستان کی طرح کمزوری تھی

اس کے سرے پر عورت کی پستان کی گھنڈی تھی جس پر بلی کی مونچھوں کی طرح بال تھے۔

گیارہواں طریق ...... حافظ ابوبکر بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ متعدد طرق کے ذریعہ ابوموسیٰ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت علی کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا ٹنڈے کو تلاش کرو انہوں نے اسے تلاش کیا تو وہ ان کو نہیں ملا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پسینہ صاف کرتے ہوئے فرمانے لگے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے، انہوں نے اسے نہر میں ٹیڑے طور پر پڑے ہوئے پایا تو حضرت علی سجدہ ریز ہو گئے۔

بارہواں طریق ...... ابوبکر بزار نے بیان کیا ہے کہ ابومؤمن نے متعدد طرق سے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں حروریہ کے قتل کے روز اپنے مولیٰ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ان میں ایک شخص ہے اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہے اور مجھے آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ میں اسکا صاحب ہوں، لوگوں نے مقتولین کو الٹ پلٹ کیا تو انہوں نے اسے نہیں پایا، لوگوں نے کہا کہ سات آدمی کھجور کے درخت کے نیچے قتل ہوئے پڑے ہیں ہم نے ان کو الٹ پلٹ نہیں کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ہلاک ہوا سے تلاش کرو ابومومن کا قول ہے کہ میں نے اس کے دونوں پاؤں میں دو رسیاں دیکھی جن کے ذریعہ وہ اسے گھسیٹ کر لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا تمہیں اپنے مقتولین کے جنتی اور ان کے مقتولین کے دوزخی ہونے کی بشارت ہو، بزار کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ابوموسیٰ نے اس حدیث کے علاوہ حضرت علی سے کوئی دوسری حدیث روایت کی ہے۔

تیرہواں طریق ...... بزار نے بیان کیا ہے کہ مختلف واسطوں سے حبیب بن ابی ثابت نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابووائل سے کہا کہ ذی الثدیۃ کے بارے میں ہمارے سامنے کچھ بیان کیجئے، انہوں نے فرمایا کہ جب ہم نے ان سے جنگ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص جس کی فلاں فلاں علامات ہے کو تم تلاش کرو، چنانچہ ہم نے اسے تلاش کیا لیکن وہ ہمیں نہیں ملا، حضرت علی رضی اللہ عنہ رو کر فرمانے لگے تم اسے تلاش کرو خدا کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے راوی کہتا ہے کہ ہم نے اسے تلاش کیا تو نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے پھر وہی الفاظ دہرائے پھر سہ بارہم نے اسے تلاش کیا تو نہیں پایا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علی اپنے سیاہی مائل سفید رنگ خچر پر سوار ہوئے پھر ہم نے اسے کھجور کے درخت کے نیچے پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر سجدہ ریز ہو گئے، بزاز کا بیان ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ حبیب نے شفیق سے بحوالہ علی اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث روایت کی ہے۔

چودہواں طریق ...... عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ ابی الوضی نے کئی واسطوں کے ذریعہ ہم سے بیان کیا ہے کہ جس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کو قتل کیا اس روز میں آپ کے پاس گیا، آپ نے فرمایا ٹنڈے کو تلاش کرو چنانچہ لوگوں نے اسے مقتولین میں تلاش کیا تو نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تلاش کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا قسم خدا کی نہ تو میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے، آپ نے متعدد بار حلفاً یہی الفاظ ارشاد فرمائے پھر لوگوں نے اسے تلاش کیا تو اسے مقتولین کے نیچے مٹی میں پایا، پھر اس کو حضرت علی کے سامنے لایا گیا۔

ابوالوضی کہتے ہیں کہ میں نے اسے غور سے دیکھا تو وہ ایک سیاہ فام شخص تھا اس پر ایک پستان تھا جو بند تھا اس کا ایک ہاتھ عورت کے سر پستان کی طرح تھا جس پر چوہے کے دم کی طرح کے بال تھے اور امام ابوداؤد نے اسے عن محمد بن عبید بن حساب عن حماد بن زید روایت کیا ہے کہ ہم سے جمیل بن مرۃ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابوالوضی نے بیان کیا ہے ابوالوضی کا نام عباد بن نسیب ہے لیکن انہوں نے اس کو مختصر روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے ابوالوضی کا قول پہنچا ہے کہ ہم حضرت علی کے ساتھ کوفہ کو واپس آ رہے تھے جب حروراء سے دو یا تین راتوں کی مسافت پر پہنچے تو لوگوں کی ایک جماعت ہم سے الگ ہو گئی ہم نے اسکا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا تو آپ نے فرمایا تم ان کے معاملہ سے پریشان نہ ہو وہ عنقریب واپس لوٹ آئیں گے اس نے حدیث کو پوری طوالت کے ساتھ بیان کیا ہے اور فرمایا میرے محبوب نے

مجھے خبر دی ہے کہ اس جماعت کا سردار ایک ٹنڈا شخص ہوگا اس کی پستان کی پھٹنی پر بال ہوں گے گویا وہ چوہے کی دم ہے تم اسے تلاش کرو انہوں نے اسے تلاش کیا تو نہیں پایا ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ ہمیں نہیں ملا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اس کو الٹو اس کو پلٹو، حتیٰ کہ ایک کوفی نے بتایا کہ یہ وہی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا تمہارے پاس کوئی شخص اس کے باپ کے بارے میں بتانے کے لئے نہیں آئیگا لوگ کہنے لگے یہ مالک ہے یہ مالک ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کس کا لڑکا ہے۔

عبداللہ بن احمد نے ہی بیان کیا ہے کہ ہم تک مختلف واسطوں کے ذریعہ ابوالوضی عباد کا قول پہنچا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ واپس آرہے تھے کہ آپ نے ٹنڈے کی حدیث بیان کی آپ نے فرمایا خدا کی قسم نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے اور نہ ہی میں نے جھوٹ بولا ہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے میرے محبوب نے جن تین بھائیوں کے بارے میں خبر دی ہے یہ ان میں سے سب سے بڑا تھا اور دوسرے کے پاس بہت فوج ہے اور تیسرے میں کمزوری پائی جاتی ہے اس عبارت میں بہت غرابت پائی جاتی ہے اور ممکن ہے کہ ذوالثدیۃ جن ہو بلکہ وہ شیاطین میں سے ہو، اگر یہ عبارت صحیح ہے تو وہ شیاطین الجن یا انس سے ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ طرق متواترہ حضرت علی سے ہیں، علاوہ ان میں سے متعدد طرق سے متبائن جماعت سے روایت کیا گیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہے پس اصل واقعہ محفوظ ہے اگر چہ رواۃ کے درمیان بعض الفاظ کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس کا مفہوم اور اصل پر جس پر روایات کا اتفاق ہے بلا شک وشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے انہوں نے آپ سے روایت کیا ہے، آپ نے خوارج اور ذوالثدیۃ کی صفت بھی بتائی جو ان کی علامت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی اسے ایک طریق سے روایت کیا ہے جیسا کہ آپ اس کے الفاظ واسانید کی طرف دیکھ رہے ہو۔

صحابہ کی جس جماعت نے اسے روایت کیا ہے اس میں حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت رافع بن عمرو غفاری، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوسعید، سعد بن مالک بن سنان انصاری، حضرت سہیل بن حنیف، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت ابوذر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔

قبل ازیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس کے طرق سے بیان کر چکے ہیں اس لئے کہ آپ خلفائے اربعہ، عشرہ مبشرہ میں سے ایک او رصاحب واقعہ ہیں، اس کے بعد ہم حضرت ابن مسعود کی حدیث کو بیان کریں گے کیوں کہ آپ کی وفات خوارج کے معرکہ سے قبل ہوئی ہے۔

دوسری حدیث از ابن مسعود رضی اللہ عنہ ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے ابوبکر بن عیاش کے واسطہ سے عن عاصم عن ذر عن عبداللہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آخری زمانہ میں کچھ نوعمر اور بے وقوف لوگ نکلیں گے وہ بہترین باتیں کریں گے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے جو شخص انہیں پائے تو انہیں قتل کردے بلا شبہ ان کو قتل کرنے والوں کے لئے عنداللہ اجر عظیم ہے، امام ترمذی نے اسے ابی کریب کے حوالہ سے روایت کیا ہے ابن ماجہ نے عن ابی بکر بن ابی شیبہ وعبداللہ بن عامر بن زرارۃ اس کی تخریج کی ہے پھر تینوں نے اسے ابی بکر بن عیاش کے حوالہ سے روایت کیا ہے امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابن مسعود نے خوارج کے ظہور سے پانچ سال قبل وفات پائی ہے لہٰذا ابن مسعود کی حدیث اس بارے میں سب سے زیادہ سند کے اعتبار سے قوی ہے۔

تیسری حدیث عن انس بن مالک ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے اسماعیل نے سلیمان تمیم کے واسطہ سے حضرت انس کا قول بیان کیا ہے کہ اللہ کے نبی نے ذکر فرمایا ہے (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات براہ راست آپ ﷺ سے نہیں سنی) کہ تم میں ایک فرقہ ہوگا جن کی عبادت واطاعت لوگوں کو غیرت میں ڈال دے گی اور خود ان کو بھی اچھی لگے گی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

ایک دوسرا طریق......امام احمد نے بیان کیا ہے کہ متعدد طرق سے ہم تک حضرت انس کا قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب میری امت میں اختلاف وتفریق ہوگی ان میں سے ایک قوم ظاہر ہوگی جس کا قول عمدہ اور فعل برا ہوگا، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، ان کی نماز وروزہ کے مقابلہ میں تمہیں اپنی نماز وروزہ حقیر معلوم ہوگا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے جب تک تیر اپنے سوفار پر نہیں آئیگا وہ واپس نہیں آئیں گے وہ بدترین مخلوق اور بدترین طبیعت کے ہوں گے ان کو قتل کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے وہ قرآن کی طرف دعوت دیں گے لیکن خود اس پر عمل نہیں کریں گے ان کو قتل کرنے والا اللہ کے زیادہ نزدیک ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی علامت بیان کر دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا ان کی علامت سر منڈانا ہے، ابوداؤد نے اسے عن نصر بن عاصم انطا کی عن ولید بن مسلم وقیس بن اسماعیل حلبی کلاھماعن الاوزاعی عن قتادہ وابی سعید عن انس روایت کیا ہے، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبدالرزاق کی حدیث سے معمر عن قتادہ عن انس کے حوالہ سے اس کی تخریج کی ہے بزار نے اسے ابوسفیان اور ابویعلی کے طریق سے یزید الرقاشی کے حوالہ سے روایت کیا ہے ان دونوں نے انس بن مالک سے خوارج کے بارے میں ابوسعید کی حدیث کے مطابق حدیث روایت کی ہے۔

چوتھی حدیث عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ......امام احمد نے بیان کیا کہ حسن بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے شہاب نے عن یحییٰ بن سعید عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ بیان کیا ہے کہ میں جعرانہ کے سال آپ کے ساتھ تھا، آپ لوگوں میں چاندی تقسیم فرما رہے تھے جو حضرت بلال کے کپڑے میں تھی ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ عدل سے کام لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں عدل سے کام نہیں لوں گا تو پھر کون عدل سے کام لے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس منافق کے قتل کی اجازت دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن کریم پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرتا، وہ دین سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ متعدد واسطوں کے ذریعہ ہم تک حضرت جابر کا قول پہنچا ہے کہ میری آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے کانوں نے جعرانہ میں آپ ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی جو آپ ﷺ نے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہاتھ میں اٹھا رکھی تھی اور آپ ﷺ نے لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ آپ عدل سے کام لیجئے آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ لوگ آپس میں باتیں کریں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں یہ اور اس کے اصحاب قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

پھر اسے احمد نے عن ابی المغیرہ عن معاذ بن رفاعہ ابوزبیر کے حوالہ سے عن جابر بن عبداللہ روایت کیا ہے کہ جب آپ جعرانہ میں ہوازن کی غنائم تقسیم فرما رہے تھے تو بنی تمیم میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے محمد عدل سے کام لیجئے، آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو میں خائب وخاسر ہوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کا سر قلم کر دوں، آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ لوگ ایک دوسرے سے سنیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ اور اس کے اصحاب قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوزبیر نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث زہری پر پیش کی تو انہوں نے میری مخالفت نہیں کی صرف انہوں نے القدح کی جگہ النضو کہا انہوں نے کہا کیا تو بدو نہیں ہے، مسلم نے اسے عن محمد بن رمح عن اللیث اور عن محمد بن مثنیٰ عن عبدالوھاب ثقفی روایت کیا ہے، نسائی نے لیث اور مالک بن انس کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے سب نے اسے یحییٰ بن سعید انصاری سے اسی طرح رافع بن عمرو انصاری کی حدیث سے ابوذر کی حدیث کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث پنجم از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ......یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ متعدد طرق سے ہم تک سعد بن ابی وقاص کا

قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالثدیۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پہاڑ کے گڑھے کا شیطان گھوڑوں کے چرواہے کی طرح ہے جس سے بجیلہ کا شخص جسے اشہب کہا جاتا ہے چوکنا رہتا ہے جو ظالم قوم میں سخت ظالم انسان ہے، سفیان کہتے ہیں کہ عمار ذھنی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص آیا جو اشہب کے نام سے مشہور تھا۔

امام احمد نے اس حدیث کو مختصراً روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ پہاڑ کے گڑھے کا شیطان جس سے بجیلہ کا شخص چوکنا رہتا ہے احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں اور بخاری نے علی بن المدینی سے روایت کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے علاوہ بکر بن قرواش کا ذکر نہیں سنا، اور یعقوب بن سفیان نے عن عبداللہ بن معاذ عن ابیہ عن شعبہ عن ابی اسحاق عن حامد الھمد انی سعد بن ابی وقاص کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے گڑھے کے شیطان کو قتل کیا حافظ ابوبکر بیہقی نے بیان کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کے اصحاب نے حضرت علی کے حکم سے اسے قتل کیا، ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ اسرائیل بن یونس نے عن جدہ ابی اسحاق السبعی عن رجل روایت کیا ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص کو علم ہوا کہ حضرت علی نے خوارج کو قتل کیا ہے تو انہوں نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے گڑھے کے شیطان کو قتل کیا ہے۔

حدیث ششم از ابی سعید سعد بن مالک بن سنان انصاری

اس کے متعدد طرق ہیں، پہلا طرق......امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے ابوسعید خدری کا قول پہنچا ہے کہ حضرت ابوبکر آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں وادی کے پاس سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک متواضع اور اچھی ھیئت کے شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے صدیق اکبر سے فرمایا تم واپس جاؤ اور اسے قتل کر دو، حضرت ابوبکر چلے گئے جب آپ نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کو اس کا قتل ناپسند لگا، آپ اسے قتل کیئے بغیر آپ کے پاس آ گئے پھر آپ نے حضرت عمر سے فرمایا تم جا کر اسے قتل کر دو، حضرت عمر گئے تو انہوں نے بھی صدیق اکبر کی طرح حالت نماز میں اسے قتل کرنا اچھا نہیں سمجھا، حضرت عمر بھی اسے قتل کئے بغیر واپس آ گئے پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی تم جاؤ اور اسے قتل کر دو، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو وہ شخص وہاں موجود نہیں تھا آپ واپس آ گئے اور آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص وہاں موجود نہیں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن کریم تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، یہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ دین کی طرف واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ تیر سوفار پر واپس آ جائے، تم ان کو قتل کر دو وہ مخلوق کے بدترین لوگ ہیں، اس حدیث کی روایت میں امام احمد متفرد ہیں۔

بزار نے اسے اپنی مسند میں اعمش کے طریق سے عن ابی سفیان عن انس بن مالک ابویعلیٰ عن ابی خشیمہ عن عمر بن یونس عن عکرمہ بن عمار وعن یزید الرقاشی عن انس، اس واقعہ سے زیادہ طویل اور اضافوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

دوسرا طریق......امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ابواحمد نے ہم سے بیان کیا ہے کہ سفیان نے عن حبیب بن ابی ثابت عن الضحاک المشرقی عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ حدیث میں ہم سے بیان کیا ہے کہ لوگوں کے دو گروہوں میں بٹنے کے وقت ایک قوم ظاہر ہو گی دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہو گا وہ اسے قتل کرے گا، دونوں نے صحیحین میں اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ ابی سلمہ کے حالات میں بحوالہ ابی سعید بیان ہو گا۔

تیسرا طریق......امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے ابوسعید الخدری کا قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ جب قسم اٹھاتے تھے تو اس میں پوری کوشش کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے میری امت سے ضرور ایسی قوم ظاہر ہو گی جو تمہارے اعمال کو اپنے اعمال کے مقابلہ میں حقیر خیال کریں گے، وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے متجاوز نہیں ہو گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتے ہیں، حاضرین نے آپ سے ان کی علامت دریافت کی آپ ﷺ نے فرمایا ایک

ٹنڈا شخص ہوگا جس کا سر منڈا ہوا ہوگا، ابوسعید کا بیان ہے کہ مجھ سے بیس یا بیس سے زیادہ اصحاب نبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے قتل کے متصرف ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ابوسعید کو دیکھا کہ تکبیر کہنے کے بعد ان کے ہاتھ پر لرزہ طاری تھا اور وہ کہہ رہے تھے ان سے جنگ کرنا میرے نزدیک ترکیوں سے جنگ کرنے سے زیادہ جائز ہے، ابوداؤد نے اسے احمد بن حنبل کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔

چوتھا طریق......امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ سفیان عن ابیہ عن ابن ابی نعیم عن ابی سعید الخدری ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن کی زمین کا کچھ سونا آپ ﷺ کے پاس بھیجا، آپ ﷺ نے اسے اقرع بن حابس حنظلی اور بنی مجاشع کے ایک شخص عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ یا بنی کلاب کے عامر بن طفیل، زید خیل طائی اور بنی نبہان کے ایک شخص کے درمیان تقسیم فرمادیا، راوی کا بیان ہے کہ قریش وانصار نے غصہ ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں محروم کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں ان کو مانوس کرتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک دھنسی ہوئی آنکھوں، ابھری ہوئی پیشانی، گھنی ڈاڑھی، ابھرے ہوئے رخساروں اور منڈے ہوئے بالوں والا شخص آیا، اس نے کہا اے محمد! اللہ سے ڈر، آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں نافرمانی کروں گا تو کون اللہ کی اطاعت کرے گا، اس نے مجھے اہل زمین پر امین بنایا اور تم مجھے امین نہیں بناتے ہو، راوی بیان کرتا ہے کہ قوم میں سے ایک شخص نے (میرا خیال ہے کہ وہ خالد بن ولید تھے) اس کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا پھر اس کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی اصل سے ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن تلاوت کرے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ اہل اسلام سے قتال کریں گے اور اہل شرک کو دعوت دیں گے اگر میں ان کو پاؤں تو میں انہیں عاد کی طرح قتل کروں، اسے امام بخاری نے عبدالرزاق کی حدیث سے روایت کیا ہے پھر اسے احمد نے عن محمد بن فضیل عن عمارہ بن قعقاع عن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم عن ابی سعید روایت کیا ہے اور اس میں قطعیت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس کے قتل کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سوال کے منافی نہیں جو صحیحین میں حضرت عمارہ بن قعقاع کی حدیث سے آپ کی سیرت میں بیان ہے اور اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے عنقریب اس کی اصل اور پشت سے وہ قوم پیدا ہوگی لیکن وہ خوارج جن کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس کی پشت سے نہیں ہیں بلکہ کسی ایک کا بھی اس کی اصل سے ہونا مجھے معلوم نہیں اس کی اصل سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کی صفت اور شکل پر ہوں گے، واللہ اعلم اور یہ شخص ذوالخویصرۃ تمیمی تھا اور بعض نے اسکا نام حرقوص بتایا ہے واللہ اعلم۔

پانچواں طریق......امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عفان نے مہدی بن میمون اور محمد بن سیرین کے واسطہ سے عن معبد بن سیرین عن ابی سعید عن النبی ﷺ بیان کیا ہے کہ عنقریب مشرق کی طرف سے کچھ لوگ ظاہر ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے پھر وہ اس میں واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ تیر اپنے سوفا پر واپس آجائے، آپ ﷺ سے ان کی نشانی کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ان کی نشانی سر منڈانا ہے، امام بخاری نے اسے ابونعمان محمد بن فضل سے بحوالہ مہدی بن میمون روایت کیا ہے۔

چھٹا طریق......امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن عبید نے سوید بن نجیح کے واسطہ سے عن یزید الفقیر روایت کیا ہے کہ میں نے ابوسعید سے سوال کیا کہ ہم میں کچھ لوگ ہیں جو تلاوت قرآن کریم، نماز، صلہ رحمی اور روزہ میں ہم سے آگے ہیں انہوں نے تلواروں سمیت ہم پر خروج کیا ہے ابوسعید نے کہا میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے امام احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں انہوں نے اسے کتب ستہ میں تخریج نہیں کیا اور نہ ہی ان میں کسی نے تخریج کیا اس کی اسناد بے غبار ہیں اس کے تمام رجال ثقہ ہیں سوید بن نجیح مشہور و معروف شخص ہے۔

ساتواں طریق...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرزاق نے بواسطہ معمر عن الزہری عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی سعید بیان کیا ہے کہ ایک بار آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ اسی دوران ذی الخویصرۃ تمیمی کا لڑکا آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! انصاف سے کام لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا تیرا برا ہو اگر میں انصاف سے کام نہیں لوں گا تو پھر کون انصاف سے کام لیگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، اس کے کچھ اصحاب ہیں جو اپنی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں تمہاری نمازیں اور روزوں کو حقیر خیال کرتے ہیں وہ دین سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے تو اس کے پروں کو دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی پھر وہ پر اور پیکان کے درمیانی حصہ کو دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی پھر وہ اس کے پھٹے کو دیکھے گے تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی پھر وہ اس کے پھل کو دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی وہ خون اور گوبر سے سبقت کر گیا ہوگا ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک سیاہ فام شخص ہوگا اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہوگا وہ لوگوں کی کمزوری کے وقت ظاہر ہوں گے پس اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (اوران میں سے وہ بھی ہے جو آپ پر صدقات کے بارے میں عیب لگاتا ہے)۔

ابوسعید نے بیان کیا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس وقت انہیں قتل کیا تو میں آپ کے ساتھ تھا، آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو اسی صفت کے مطابق تھا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی تھی، بخاری نے اسے عن ابی بکر بن ابی شیبہ عن ہشام بن یوسف عن معمر روایت کیا ہے، نیز بخاری نے اسے شعبہ کی حدیث سے اور مسلم نے یونس بن یزید کی حدیث سے بحوالہ زہری روایت کیا ہے لیکن مسلم کی روایت میں حرملہ اور احمد بن عبدالرحمٰن دونوں نے عن ابن وھب عن یونس عن الزہری عن ابی سلمہ روایت کیا ہے اور ضحاک ہمدانی نے بحوالہ ابوسعید روایت کیا ہے پھر احمد نے اسے عن محمد بن مصعب عن الاوزاعی عن الزہری عن ابی سلمہ والضحاک المشرقی عن ابی سعید روایت کیا ہے، اور گزشتہ عبارت کے مطابق بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی تھی، اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ لوگوں کے انتشار کے وقت ایک قوم ظاہر ہوگی دونوں گروہوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ اسے قتل کرے گا، ابوسعید کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات آپ سے سنی ہے اور جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا میں آپ کے ساتھ تھا، آپ نے اس شخص کو مقتولین میں تلاش کیا تو آپ نے اسے اسی صفت پر پایا جو آپ نے بیان کی تھی۔

بخاری نے اسے عن دحیم عن الولید عن الاوزاعی، اسی طرح روایت کیا ہے امام احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مالک کو عن یحییٰ بن سعید عن محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی سعید سنایا کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی ان کے مقابلہ میں تمہیں اپنی نمازیں، روزے اور اپنے اعمال حقیر معلوم ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ پھل میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کی جڑ میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کے پروں میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا اور سوفار کے بارے میں شک کرے گا، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ مالک نے ہم سے یہ حدیث بیان کیا ہے اور بخاری و مسلم نے اسے عن عبداللہ بن یوسف عن مالک روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم نے اسے عن محمد بن المثنیٰ عن عبد الوھاب عن یحییٰ بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن ابی سلمہ و عطاء بن یسار عن ابی سعید روایت کیا ہے۔

امام احمد کا بیان ہے کہ ہم سے یزید نے محمد بن عمرو کے واسطہ سے عن ابی سلمہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص ابوسعید کے پاس آیا اس نے ابوسعید سے پوچھا کہ کیا آپ نے آپ ﷺ سے حروریہ کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جو دین میں بڑے تعمق سے کام لے گی وہ اپنی نمازوں اور روزوں کے بارے میں تمہاری نمازوں اور روزوں کو حقیر خیال کریں گے وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ تیر کو لے کر اس کے پھل میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کے پھٹے میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کے پر میں دیکھے گا تو شک کرے گا کہ کیا اس نے کچھ دیکھا ہے یا نہیں، ابن ماجہ نے اسے عن ابی بکر بن ابی شیبہ عن یزید بن ھارون روایت کیا ہے۔

آٹھواں طریق ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابن ابی عدی نے عن سلیمان عن ابی نضرہ عن ابی سعید بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میری امت میں لوگوں کے انتشار کے وقت ایک قوم ظاہر ہوگی ان کی علامت سر منڈانا ہوگی وہ مخلوق کے بدترین لوگ ہوں گے دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ اسے قتل کرے گا، راوی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مثال یا ایک بات بیان کی کہ ایک شخص تیر اندازی کرتا ہے یا ہدف کو مارتا ہے اور پھل میں دیکھتا ہے تو شاہد کچھ نہیں دیکھتا، پھر وہ پر میں دیکھتا ہے تو شاہد کچھ نہیں دیکھتا پھر وہ سوفا پر دیکھتا ہے تو اس میں بھی کچھ نہیں دیکھتا پھر ابو سعید نے فرمایا اور اہل عراق تم نے ان کو قتل کیا ہے، امام احمد نے اسے عن محمد بن مثنی عن محمد بن ابی عدی عن سلیمان بن طرخان التیمی عن ابی نضرۃ بن مالک بن قطعہ عن ابی سعید الخدری نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

نویں حدیث از سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ...... ہشیم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن مغیرہ نے عن حمید بن ہلال ہم سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس آیا اس نے اس قوم سے دریافت کیا کہ یہ کس کا خیمہ ہے؟ انہوں نے کہا سلمان فارسی کا، اس نے کہا کیا تم میرے ساتھ نہیں چلتے کہ وہ ہم سے حدیث بیان کرے اور ہم اس سے سنیں، قوم کے کچھ افراد اس کے ساتھ چلے گئے اس نے وہاں پہنچ کر کہا اے ابو عبداللہ اگر آپ خیمہ قریب لگاتے تو ہم آپ کے قریب ہوتے، پس آپ ہم سے بیان کرتے اور ہم آپ سے سنتے، اس نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں، حضرت سلمان فارسی نے فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق اچھی خبر ملی ہے کہ تم اللہ کے راستے میں تیزی سے چلتے ہو، دشمن سے قتال کرتے ہو اور اصحاب رسول کی خدمت کرتے ہو، لیکن ایک غلطی تم سے ہوئی ہے کہ تم اس قوم میں شامل ہو گئے ہو جس کا ذکر آپ ﷺ نے ہم سے کیا ہے، مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ شخص اصحاب نہروان میں مقتول پایا گیا۔

دسویں حدیث از سہل بن حنیف انصاری[1] ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابو نضر نے حزام بن اسماعیل عامری کے واسطہ سے عن ابی اسحاق الشیبانی عن بسر بن عمرو بیان کیا ہے کہ میں سہل بن حنیف کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حروریہ کے بارے میں سنا ہے وہ مجھ سے بیان کیجئے انہوں نے فرمایا میں نے آپ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے وہی میں تم سے بیان کروں گا، اپنی طرف سے اس پر کچھ اضافہ نہیں کروں گا میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک قوم یہاں سے (اور یہاں سے حضرت سہل نے اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ فرمایا) ظاہر ہوگی، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے متجاوز نہیں ہوگا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے تمہارے سامنے اس قوم کی کوئی علامت بھی بیان کی ہے انہوں نے فرمایا میں نے اللہ کے رسول سے صرف اتنی بات سنی ہے، اس پر میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کروں گا، صحیحین میں عبدالواحد بن زیاد کی حدیث سے اس کی تخریج ہوئی ہے اور مسلم نے اسے علی بن مسہر اور عوام بن حوشب کی حدیث سے اور نسائی نے محمد بن فضیل کی حدیث سے روایت کیا ہے پھر سب نے ابو اسحاق شیبانی سے اسے روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے کہ ہم سے ابو بکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ علی بن مسہر نے عن الشیبانی عن بسر بن عمرو ہم سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سہل بن حنیف سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو خوارج کا ذکر کرتے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے سنا ہے اور ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قوم قرآن کریم پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، ابو کامل نے اسے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان شیبانی نے اس اسناد سے ہم سے بیان کیا اور کہا اس سے کچھ لوگ نکلیں گے۔

ابو بکر بن ابی شیبہ اور اسحاق نے عن یزید ہم سے بیان کیا کہ ابو بکر نے کہا کہ یزید بن ھارون نے عن العوام بن حوشب ہم سے بیان کیا ہے کہ ابو اسحاق شیبانی نے عن بسر بن عمرو عن سہل بن حنیف عن النبی ﷺ ہم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ مشرق کی طرف سے قوم کا فتنہ ہوگا ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے۔

(۱) الاستیعاب: ۱۰۴۸، الاصابہ: ۱۹۸/۳، اسد الغابہ: ۴۷۰/۲

گیارہویں حدیث از ابن عباس رضی اللہ عنہ...... حافظ ابوبکر بزار کا بیان ہے کہ یوسف بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ حسن بن ربیع نے ہم سے بیان کیا کہ ابوالاحوص نے عن سماک عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے ایک قوم قرآن کی تلاوت کر یگی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، ابن ماجہ نے اسے بحوالہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور سوید بن سعید روایت کیا ہے، ان دونوں نے عن الاحوص اس کی اسناد سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

بارہویں حدیث از ابن عمر رضی اللہ عنہ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے یزید نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی حبہ نے عن شہر بن حوشب بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت سے ایک قوم ظاہر ہوگی وہ بداعمالیاں کرے گی، قرآن کریم کی تلاوت کرے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، یزید نے بیان کیا ہے کہ میری معلومات کے مطابق حضرت ابن عمر نے صرف یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر خیال کرو گے وہ اہل اسلام سے قتال کریں گے، جب وہ نکلیں تو تم انہیں قتل کرو ان کو قتل کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے جب کبھی ان سے سینگ نکلے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے گا، جب کبھی ان سے سینگ نکلے گا اللہ تعالیٰ قطع کرے گا، آپ ﷺ نے بیس یا اس سے بھی زیادہ بار یہ الفاظ ارشاد فرمائے اس طریق سے اس کی روایت میں امام احمد متفرد ہیں اور سالم و نافع کی حدیث سے، بحوالہ ابن عمر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فتنہ یہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے اور آپ ﷺ نے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ فرمایا۔

تیرہویں حدیث از عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ...... امام احمد کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے قتادہ عن شہر بن حوشب ہم سے بیان کیا ہے کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت کی اطلاع ہمارے پاس آئی تو میں شام آیا مجھے اس جگہ کے بارے میں بتایا گیا جہاں نوف بکالی نے کھڑا ہونا تھا اسی اثناء میں ایک چادر اوڑھے ہوئے آیا، لوگ ان کی طرف بڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں، جب نوف نے انہیں دیکھا تو وہ حدیث بیان کرنے رک گیا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی، لوگ حضرت ابراہیم کی جگہوں کی طرف سمٹ جائیں گے، زمین پر شریر لوگ ہی باقی رہ جائیں گے زمین ان کو پھینک دے گی روح رحمٰن ان سے گھن کرے گی، آگ ان کو ان کے خنزیروں اور بندروں کے ساتھ جمع کرے گی جب وہ نیند کریں گے تو ان کے ساتھ نیند کرے گا، جب وہ قیلولہ کریں گے تو ان کے ساتھ قیلولہ کرے گا، اور تو پیچھے رہنے والوں کا کھائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت سے مشرق کی جانب سے کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، جب بھی ان سے سینگ نکلے گا تو اسے قطع کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان کے بقیہ لوگوں میں دجال نکلے گا، ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد میں اس کا اول حصہ عن القواریری عن معاذ بن ہشام عن ابیہ عن قتادہ روایت کیا ہے قبل ازیں عبداللہ بن مسعود اور امیر المومنین علی بن ابی طالب کی حدیث گزر چکی ہے۔

چودھویں حدیث از ابی ذر رضی اللہ عنہ...... مسلم بن حجاج نے بیان کیا ہے کہ ہم سے شیبان بن فروخ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے بواسطہ حبیب بن ہلال عن عبداللہ بن صامت عن ابی ذر بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد میری امت سے ایک قوم پیدا ہوگی جو تلاوت قرآن کرے گی لیکن وہ ان کے حلق سے متجاوز نہیں ہوگا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ مخلوق کے بدترین ہوں گے، ابن صامت کا قول ہے کہ میں نے حاکم غفاری کے بھائی رافع بن عمرو غفاری سے ملاقات کی انہوں نے کہا کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فلاں فلاں بات سنی ہے لیکن وہ نہیں ہوئی، میں نے کہا میں نے آپ ﷺ سے یہ بات سنی ہے۔

پندرہویں حدیث از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا...... حافظ بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول پہنچا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہے کہ جیش المردۃ اور اہل نہروان بر زبان محمد لعنت کی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جیش المشر ق نے حضرت عثمان کو قتل کیا، ہیثم بن عدی کا قول ہے کہ مجھ سے اسرائیل نے عن یونس عن جدہ ابی اسحاق سبیعی عن رجل عن عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ حضرت علی نے خوارج کو قتل کیا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے گڑھے کے شیطان کو قتل کیا ہے یعنی ٹنڈے کو، حافظ ابوبکر بزار نے متعدد طرق سے حضرت عائشہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا میری امت کے شریر لوگ ہیں جن کو میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔

اور کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعید نے بیان کیا کہ ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے سلیمان بن قرم نے بیان کیا کہ ہم سے عطاء بن سائب نے عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشہ عن النبی بیان کیا اور اسکی مانند بیان کیا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ نے ان کو قتل کیا یعنی اصحاب نہروان کو، پھر بزار نے کہا ہم صرف اسی حدیث کو عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن مسروق مروی جانتے ہیں اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے غریب ہے اور عبداللہ بن شداد کی حدیث میں، بحوالہ حضرت علی جو بات بیان ہوئی ہے، اور اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ نے خوارج کی حدیث کو خصوصاً ذی الثدیۃ کی خبر کو خیال کیا جیسا کہ گزر چکا، ہم نے یہ تمام طرق ذکر کئے ہیں تا کہ ان پر مطلع ہونے والا جان لے کہ یہ حق اور سچ ہے اور نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ متعدد ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے واللہ اعلم۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذوالثدیۃ کی بارے میں سوال کیا تو آپ نے متعدد طرق سے اس کا یقین کیا۔

حافظ ابوبکر بیہقی نے دلائل میں متعدد طرق سے مسروق کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے فرمایا تمہیں ذوالثدیۃ کا علم ہے میں نے نفی میں جواب دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جن لوگوں نے اسے دیکھا ہے ان میں میرا بھی نام لکھ لیجئے، میں کوفہ آیا اس وقت وہاں سات پارٹیاں تھی میں نے ہر سات میں سے دس کی گواہی لکھ لی، بعد ازاں میں ان کی گواہیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا اور میں نے آپ کو پڑھ کر سنائی، انہوں نے فرمایا کیا ان سب نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے اس چیز کا ان سب سے سوال کیا تو سب نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جس نے مجھے لکھا کہ ان کو تیل مصر نے مصیبت میں ڈال دیا، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنکھیں جھکا کر رونے لگیں، جب ان کے آنسو تھم گئے تو فرمایا اللہ علی پر رحم کرے کہ وہ حق پر تھے اور میرا اور ان کا معاملہ ایسا ہی تھا جیسا کہ عورت اور اس کے دیوروں کے درمیان ہوتا ہے۔

دو صحابہ سے ایک اور حدیث...... ہیثم بن عدی نے کتاب الخوارج میں بیان کیا ہے کہ سلیمان بن مغیرہ نے مجھ سے حبیب بن ہلال کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ اہل حجاز میں سے دو شخص عراق آئے، ان سے آنے کا مقصد پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم ان لوگوں کی ملاقات کے لئے آئے تھے جن کا ذکر رسول اللہ نے ہم سے کیا ہے لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سے سبقت کر گئے ہیں لوگوں سے ان کی مراد اہل نہروان تھی۔

خوارج سے قتال کرنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں حدیث...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے فطر نے عن اسماعیل بن رجاء بن ربیعہ الزبیدی عن ابیہ بیان کیا ہے کہ میں نے ابو سعید کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک روز ہم آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ اپنی کسی اہلیہ کے گھر سے نکلے، راوی کہتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اسی اثناء میں آپ کی جوتی ٹوٹ گئی، حضرت علی پیچھے ہٹ کر اسے سینے لگے پھر آپ ﷺ چل پڑے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے پھر آپ کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے تو ہم بھی آپ کے ساتھ انتظار کرنے لگے اس کے بعد آپ نے فرمایا تم میں وہ شخص موجود ہے جو تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر کی ہے، آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ان میں ابوبکر و عمر بھی تھے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہیں ہیں بلکہ وہ ہے جو پیچھے ہٹ کر جوتی جوڑ رہا ہے، راوی نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت علی کے پاس خوشخبری دینے کے لئے آئے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

اسے سن لیا ہے۔

امام احمد نے اسے وکیع اور ابو اسامہ سے بحوالہ فطر بن خلیفہ روایت کیا ہے، وہ حدیث جسے حافظ ابو یعلی نے متعدد طرق سے علی بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے تمہارے اس منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے جنگ کروں، ابوبکر بن مقری نے اسے عن الجد بن عبادہ البصری عن یعقوب بن عباد عن الربیع بن سہل الفزاری روایت کیا ہے، لیکن یہ حدیث غریب اور منکر ہے علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے ان میں سے کوئی بھی ضعف سے خالی نہیں ہے، ناکثین سے مراد اہل جمل قاسطین سے مراد اہل شام اور مارقین سے مراد خوارج ہیں اس لئے کہ وہی دین سے نکلنے والے ہیں۔

حافظ ابو احمد بن عدی نے کامل میں عن احمد بن حفص عن سلیمان بن یوسف عن عبید اللہ بن موسیٰ عن قطر عن حکیم بن جبیر عن ابراہیم عن علقمہ عن علی روایت کیا ہے کہ مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے قتال کا حکم دیا گیا، حافظ ابوبکر خطیب نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ نہروان کے دن حضرت علی نے فرمایا مجھے آپ ﷺ نے ظالموں، عہد شکنوں اور خارجیوں سے قتال کا حکم دیا، حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے بھی متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے، حاکم ابو عبداللہ نے متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے جنگ کا حکم دیا گیا، مارقون سے اہل نہروان مراد ہیں، یعنی حروریہ، حافظ ابن عساکر نے مختلف واسطوں سے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور اہل خارجیوں سے قتال کا حکم دیا۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث...... حافظ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے امام ابوبکر احمد بن حسن فقیہ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حسن بن علی نے زکریا بن یحییٰ خراز مقری، اسماعیل بن عباد مقری اور شریک کے واسطہ سے عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام حضرت ام سلمہ کے گھر آئے، کچھ دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، آپ نے فرمایا اے ام سلمہ خدا کی قسم! میرے بعد علی عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے جنگ کرے گا۔

اس بارے میں ابو سعید کی حدیث...... حاکم نے کئی واسطوں سے حضرت ابو سعید خدری کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے جنگ کا حکم دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں ان لوگوں سے قتال کا تو حکم دیدیا، لیکن ہم کس کے ساتھ مل کر ان سے قتال کریں، آپ ﷺ نے فرمایا حضرت علی کے ساتھ، یہ بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر قتال کرتے ہوئے شہید ہوں گے۔

اس بارے میں ابو ایوب کی حدیث...... حاکم نے بیان کیا ہے کہ ابوالحسن علی بن حماد معدل نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن خطاب نے ہم سے بیان کیا محمد بن کثیر نے عن الحارث بن حضیرۃ عن ابی صادق عن مخنف بن سلیمان ہم سے بیان کیا، کہتے ہیں کہ ہم ابو ایوب کے پاس آئے ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ کے ساتھ اپنی تلوار کے ذریعہ مشرکین سے جہاد کیا، اب آپ اس کے ذریعہ مسلمانوں سے قتال کر رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول نے مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے قتال کا حکم دیا، حاکم نے متعدد واسطوں سے سلمہ بن فضل کا قول نقل کیا ہے کہ مجھ سے ابو زید اموی نے عتاب بن ثعلبہ کے حوالہ سے حضرت عمر کی خلافت میں بیان کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کا حکم دیا۔

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے علقمہ اور اسود کا قول پہنچا ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابو ایوب کی جنگ صفین سے واپسی کے وقت ہم ان کے پاس گئے، ہم نے ان سے کہا اللہ نے اپنی مہربانی سے اور تمہارے اکرام کے لئے رسول اللہ ﷺ کے نزول اور آپ ﷺ کی اونٹنی سے آپ کو سرفراز فرمایا، اس کے بعد آپ تلوار گردن میں لٹکا کر اس کے ذریعہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو مار رہے ہیں، حضرت ابو ایوب نے فرمایا پیشرو اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا، آپ ﷺ نے ہمیں حضرت علی کے ساتھ مل کر عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے جنگ کا حکم دیا ناکثین سے مراد

اہل جمل ہیں، یعنی طلحہ اور زبیر ان سے ہم جنگ کر چکے ہیں، قاسطون سے یعنی معاویہ اور عمرو بن عاص سے ہم جنگ کر کے واپس آ رہے ہیں، مارقون سے، اہل طرقات، اہل سعیفات، اہل نخیلات اور اہل نہروان مراد ہیں، خدا کی قسم مجھے ان کا مسکن معلوم نہیں ہے، لیکن انشاء اللہ ان سے جنگ ضرور ہوگی۔

روای نے بیان کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، اور اس وقت تو حق پر ہوگا، اور حق تیرے ساتھ ہوگا، اے عمار! اگر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک وادی میں اور دیگر لوگوں کو دوسری وادی میں چلتے دیکھے تو تو حضرت علی کے ساتھ چلنا، بلاشبہ وہ تجھے ہلاکت میں نہیں ڈالیں گے اور ہدایت سے نہیں نکالینگے، اے عمار! اس روز جس نے تلوار گردن میں لٹکا کر دشمن کے خلاف علی کی مدد کی تو اللہ روز قیامت اسے موتیوں کے دو ہار پہنائے گا، اور جس نے تلوار گردن میں لٹکا کر حضرت علی کے خلاف دشمن کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت آگ کے دو ہار پہنائیگا، ہم نے ان سے کہا بس کیجئے اللہ آپ پر رحم کرے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس کی آفت معلّٰی بن عبدالرحمٰن کی جھوٹ سے ہے، بلاشبہ وہ متروک الحدیث ہے۔

فصل

ھیثم بن عدی نے اپنی کتاب جسے انہوں نے خوارج کے حالات میں تالیف کیا ہے اور اس بارے میں وہ عمدہ کتاب ہے، میں بیان کیا ہے کہ عیسیٰ بن داب نے بیان کیا کہ جب حضرت علی نہروان سے واپس آئے تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر تقریر کی، حمد وثناء کے بعد آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ نے نصرت کے ذریعہ تمہیں عزت دی ہے، اب تم اسی وقت اپنے دشمن اہل شام کا رخ کرو، لوگوں نے آپ کے پاس آ کر کہا اے امیر المؤمنین ہمارے تیر ختم ہو چکے ہیں، ہماری تلواریں کند ہو چکی ہیں، ہمارے نیزوں کے پھل نکل گئے ہیں، اسلئے آپ ہمارے ساتھ اپنے شہر واپس چلیں تا کہ ہم اچھی طرح تیاری کر لیں اور شاید امیر المؤمنین ہماری تیاری سے زیادہ تیار ہو جائیں، اور آپ کو ہٹانے والا ہلاک ہو جائے، بلاشبہ ہمارے دشمن کے مقابلہ میں یہ بات ہمارے لئے زیادہ قوت کا باعث ہوگی، یہ گفتگو اشعث بن قیس کندی نے کی، اس نے ان سے بیعت لی اور وہ لوگوں کو لیکر نخیلہ میں اتر گیا، اور اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ چھاؤنی ہی میں رہیں، اور دشمن سے جہاد کی تیاری کریں، اپنی عورتوں اور باندیوں سے کم ملاقات کریں لوگ چند روز چھاؤنی میں ٹھہرے، پھر وہ چپکے چپکے کھسک گئے۔ حتیٰ کہ اشعث کے ساتھ صرف اس کا ساتھی رہ گیا، اس کے بعد حضرت علی نے ان میں تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا۔

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والی اور صبح کو پھاڑنے والی اور مُردوں کو زندہ کرنے والی ہے، میں محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں، میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، بلاشبہ تمام چیزوں میں افضل ایمان، جہاد اور کلمہ اخلاص ہے یہ ہی فطرت ہے نماز کا قائم کرنا ملت ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی فریضہ ہے، رمضان کا روزہ رکھنا عذاب جہنم کے لئے ڈھال ہے، حج بیت اللہ فقر کو ختم کرنے والا اور گناہوں کو مٹانے والا ہے، صلہ رحمی مال میں زیادتی کرنے والی اور موت کو دور کرنے والی ہے، اہل سے محبت اور خفیہ صدقہ گناہوں کے لئے کفارہ اور غضب الٰہی کو ختم کرنے والا ہے، نیکی بدی موت کے دفع کرنے اور ہولناک مقامات سے حفاظت کا سبب ہے، اللہ کا ذکر کرو وہ بہترین ذکر ہے، متقین سے کئے گئے وعدہ کی طرف رغبت کرو، بلاشبہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا ہے، نبی کی ہدایت کی پیروی کرو بلاشبہ وہ افضل ہدایت ہے، اس کی سنت پر چلو، بلاشبہ وہ افضل السنن ہے، اللہ کی کتاب سیکھو وہ افضل حدیث ہے، دین میں تفقہ حاصل کرو اسلئے کہ وہ دلوں کی بہار ہے، اس کے نور سے شفا حاصل کرو، بلاشبہ وہ صدور کے لئے باعثِ شفا ہے، اس کی تلاوت کرو بلاشبہ وہ احسن القصص ہے، جب تمہارے سامنے قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے اسے سنو شاید تم پر رحم کیا جائے۔

اور جو کچھ تم کو اس سے علم حاصل ہو اس کے مطابق عمل کرو شاید تم ہدایت پا جاؤ، علم کے بغیر عمل کرنے والا عامل اس جاہل کی مانند ہے جو اپنے

جہل سے باز نہیں رہ سکتا، بلکہ میرے نزدیک اپنے جہل متحیر جاہل کے مقابلہ میں اس علم سے کورے عالم پر بڑی حجت قائم ہوگی اور اس پر حسرت ثابت رہے گی، یہ دونوں گمراہ ہیں اور ہلاک ہونے والے ہیں، شک نہ کرو شکایت کرو گے، شکایت نہ کرو کفر کرو گے اپنی جانوں کو رخصت میں نہ ڈالو غافل ہو جاؤ گے غافل مت ہو خسارہ اٹھاؤ گے۔

آ گاہ رہو، عقلمندی یہ کہ تم اعتماد کرو، اور اعتماد یہ ہے کہ تم دھوکہ نہ کھاؤ، اللہ کی اطاعت کرنے والا اپنے نفس کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہے، اللہ کی نافرمانی کرنے والا اپنے نفس کا سب سے بڑا دشمن ہے اللہ کا مطیع امن و مسرت میں رہتا ہے، اللہ کا نافرمان بندہ خائف و نادم ہوتا ہے، پھر اللہ سے یقین طلب کرو اور عافیت کے بارے میں امن کی طرف رغبت کرو، دل میں رہنے والی سب سے بہترین چیز یقین ہے، جن امور کے کرنے کا پختہ ارادہ ہو وہ سب سے بہتر ہیں، نئے امور سب سے برے ہیں، ہر نئی چیز بدعت ہے، ہر نیا کام کرنے والا بدعتی ہے، جس نے بدعت اختیار کی وہ ضائع ہو گیا، بدعت کا ایجاد کنندہ اس کے ذریعہ سنت کا تارک ہوتا ہے، نقصان اٹھانے والا وہ ہے جو اپنے دین کو نقصان پہنچاتا ہے، نقصان اٹھانے والا وہ ہے جو اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

ریا شرک ہے اور اخلاص کا تعلق عمل وایمان سے ہے، لہو ولعب کی مجالس قرآن کو بھلانے والی ہیں اور ان میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں، وہ ہر باطل کی طرف دعوت دیتی ہیں، خواتین کے ساتھ اختلاط قلوب کو ٹیڑھا کرتا ہے اور اس کی طرف نظریں اٹھتی ہیں، وہ شیطان کی شکارگاہیں ہیں، اللہ سے سچ بولو بلاشبہ صادقین کے ساتھ ہے۔ جھوٹ سے بچو اس لئے کہ وہ ایمان سے دور کرنے والا ہے۔

آ گاہ رہو! سچ کامیابی اور نجات کی چوٹی پر ہے اور جھوٹ ناکامی اور ہلاکت کی چوٹی پر ہے، خبردار! حق بات کہو، اس کے ذریعہ تم مشہور ہو جاؤ گے، اس پر عمل کرو تم اس کے اہل سے بن جاؤ گے، امانتیں ان کے صاحب کو ادا کرو، جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے صلہ رحمی کرو، جو تم کو محروم کرے اس پر مہربانی کرو، جو تم وعدہ کرو اسے پورا کرو، جب تم فیصلہ کرو تو عدل سے کام لو، آباؤں کے ذریعہ فخر مت کرو، غلط القاب مت دو، مذاق مت کرو، ایک دوسرے کو غصہ مت دلاؤ، کمزوروں، مظلوموں تاوان اٹھانے والوں، ...... کے راستہ میں، مسافروں اور گردنوں کے چھڑانے میں ایک دوسرے کی مدد کرو، بیواؤں اور یتامیٰ پر رحم کرو، سلام کو رواج دو، ہدیہ دینے والے کو اسی کی مانند یا اس سے عمدہ ہدیہ پیش کرو، (اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر مدد کرو، اور گناہ اور ظلم کے کاموں پر تعاون نہ کرو، اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے) اور مہمان کا اکرام کرو، پڑوسی سے حسن سلوک کرو، بیماروں کی عیادت کرو، جنازوں کے ہمراہ جاؤ، اے اللہ کے بندوں بھائی بھائی بن کر رہو، بلاشبہ دنیا جانے والی ہے اس نے کوچ کا اعلان کر دیا ہے، آخرت آیا چاہتی ہے، آج میدان ہے، کل مقابلہ ہے، سبقت جنت ہے اور انتہا دوزخ ہے۔

آ گاہ رہو! تم مہلت کے ایام میں جس کے پیچھے اجل ہے جو اسے جلدی انگیختہ کر رہی ہے، جس نے اجل سے قبل مہلت کے ایام میں اخلاص نیت سے عمل کیا تو اس نے اپنا عمل اچھا کر لیا، اور اپنی آرزو کو پا لیا، اور جس نے کوتاہی کی اس کا عمل خراب ہو گیا، اس کی آرزو پوری نہیں ہوئی، اس کی امید نے اسے دھوکہ دیا، تم رغبت وخوف کے درمیان عمل کرو، اگر تمہاری طرف رغبت آئے تو اس کا شکر کرو اور اس کے ساتھ خوف جمع کرو، اگر تمہارے پاس خوف آئے تو ذکر الٰہی کرو اور اس کے ساتھ رغبت جمع کرو، بلاشبہ انہوں نے تمہیں اعمال بتائے ہیں اور شکر کرنے والے کے لئے زیادتی ہے، اور میں نے جنت کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس کا طالب سویا ہوا ہے اور دوزخ کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا سویا ہوا ہے، میں نے اس سے بہتر کوئی کمائی نہیں دیکھی جسے اس نے اس دن کے لئے کمایا جس میں ذخائر حقیر ہو جائیںگے، راز کی باتیں ظاہر ہو جائیں گی، کبائر جمع کئے جائیںگے، جس شخص کو بر نہیں رکھتی اسے گمراہی گھسیٹی ہے اور جس کو یقین نفع نہیں دیتا اسے شک نقصان دیتا ہے، اور جس کو اس کا قبیلہ فائدہ نہیں دیتا اس سے دور رہنے والا شک کرتا ہے، اس کا غائب زیادہ عاجز ہوتا ہے۔

بلاشبہ تمہیں سفر کا حکم دیا گیا ہے اور زاد کے متعلق تمہیں بتایا گیا ہے مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو چیزوں کا خطرہ ہے (۱) طول امل (۲) خواہشات کی پیروی، طول امل آخرت کو بھلا دیتی ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے دور کرتی ہے، آ گاہ رہو دنیا پیٹھ پھیر کر جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے، اور ان دونوں کے لئے بیٹے ہیں، اگر ہو سکے تو تم آخرت کے بیٹے بنو نہ کہ دنیا کے، آج عمل ہے حساب نہیں، کل حساب ہوگا

عمل نہیں، یہ بلیغ نافع خطبہ خیر کو جمع کرنے والا اور برائی سے روکنے والا ہے، اور کئی دوسرے طریقوں سے اس کے متصل شواہد جمع کئے گئے ہیں،

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ جب اہل عراق نے شام جانے سے انکار کر دیا تو حضرت علی نے ان کو ایک خطبہ دیا جس میں ان کو زجر و توبیخ کی، ڈرایا دھمکایا، مختلف سورتوں سے انہیں آیات قرآنیہ پڑھ کر سنائی اور انہیں دشمن کی طرف جانے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی، آپ کی موافقت نہیں کی، اور وہ مسلسل اپنے شہروں میں رہے اور وہاں سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ آ گئے۔

فصل

ہیثم بن عدی نے ذکر کیا ہے کہ نہروان کے بعد ایک شخص حارث بن راشد ناجی نے حضرت علی کے خلاف بغاوت کر دی وہ اہل بصرہ کے ساتھ آیا، اس نے حضرت علی سے کہا، آپ نے اہل نہروان سے قتال اس لئے کیا کہ انہوں نے حکم کے واقعہ میں آپ پر الزامات لگائے کہ آپ نے اہل شام سے عہد و میثاق لئے اور آپ ان کو توڑنے والے نہیں اور دونوں حکموں نے آپ کے معزولی پر اتفاق کیا، پھر انہوں نے حضرت معاویہ کی خلافت میں اختلاف کیا حضرت عمرو نے ان کو قائم رکھا، حضرت ابو موسیٰ نے معزول کر دیا، لہٰذا آپ بالاتفاق معزول ہو چکے ہیں اور میں آپ کو اور حضرت معاویہ کو معزول کرتا ہوں۔

حارث کے قبیلہ ناجیہ کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے، اور وہ ایک طرف سمٹ گئے، حضرت علی نے معقل بن قیس ریاحی کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان کے مقابلہ میں بھیجا، معقل نے ان کو بڑی تیزی سے قتل کیا اور بنی ناجیہ کے پانچ سو گھرانہ قید کر لئے، معقل ان کو حضرت علی کے پاس لانے کے لئے لے کر چلا، راستہ میں ایک شخص مصقلہ بن ہبیرۃ ابوالمغلس سے جو حضرت علی کی طرف سے کسی صوبہ کو گورنر تھا، ان کی ملاقات ہوئی، قیدیوں نے ان سے اپنی حالت کی شکایت کی مصقلہ نے معقل سے ان کو پانچ لاکھ میں خرید کر آزاد کر دیا، معقل نے اس سے ثمن کا مطالبہ کیا تو وہ ابن عباس کے پاس بصرہ بھاگ گیا، معقل نے اس کے بارے میں ابن عباس کو خط لکھا۔ مصقلہ نے ابن عباس سے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ ان کے ثمن ادا کروں، پھر وہ بھاگ کر حضرت معاویہ کے پاس شام چلا گیا، حضرت معاویہ نے ان کو آزاد قرار دیدیا اور کہا کہ ان کے ذمہ کوئی مال نہیں، حضرت علی کے حکم سے کوفہ میں ان کا گھر گرا دیا گیا۔

ہیثم نے عن سفیان الثوری و اسرائیل عن عمار الذھبی عن ابی الطفیل نے روایت کیا ہے کہ بنی ناجیہ مرتد ہو گئے تھے، حضرت علی نے ان کی طرف معقل بن قیس کو بھیجا، اس نے ان کو قید کر لیا، پھر مصقلہ نے حضرت علی سے ان کو تین لاکھ میں خرید کہ آزاد کر دیا، پھر مصقلہ معاویہ کی طرف بھاگ گیا، ہیثم کہتے ہیں کہ یہ اہل تشیع کا قول ہے حضرت صدیق اکبر کے زمانہ کے ارتداد کے بعد عرب کے کسی قبیلہ کے بارے میں مرتد ہونے کا نہیں سنا گیا۔

ہیثم نے عدی بن حاتم کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک بار دوران خطبہ حضرت علی سے کہا آپ نے اہل نہروان کو حکومت کی بغاوت کی وجہ سے قتل کیا ہے، پھر آپ نے حریث بن راشد بن علی کو بھی حکومت کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے قتل کیا، خدا کی قسم ان دونوں کے درمیان ایک قدم کا بھی فاصلہ نہیں ہے، حضرت علی نے ان سے فرمایا خاموش ہو جا تو ایک بدو ہے جو کل تک جبل طی میں گوہ کھاتا تھا، عدی نے حضرت علی سے کہا خدا کی قسم! ہم نے آپ کو کل تک مدینہ میں کچی کھجوریں کھاتے دیکھا ہے۔

ہیثم نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد حضرت علی کے خلاف ایک شخص نے خروج کیا تو اسے قتل کر دیا گیا' اس نے اشرس بن عوف شیبانی کو اپنا نائب مقرر کیا تو اسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا' اس کے بعد حضرت علی کے خلاف اشھب بن بشر بجلی نے بغاوت کی' پھر اھل کوفہ میں سے ایک شخص حضرت علی کا نافرمان ہو گیا تو اسے بھی اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا' راوی کہتا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سعید بن نغد تمیمی نے پھر بنی ثعلبہ میں سے، ایک شخص نے حضرت علی کے خلاف بغاوت کی تو وہ مدائن کے اوپر در ریحان پر قتل ہو گیا۔

فصل

جنگ نہروان کا صحیح سن......ابن جریر نے ابومخنف لوط بن یحییٰ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کی خوارج سے جنگ یوم النہروان میں اسی سال یعنی ۳۷ ھ میں ہوئی، ابن جریر کہتے ہیں کہ اکثر اہل سیر کا خیال یہ ہے کہ جنگ نہروان ۳۵ ھ میں ہوئی، ابن جریر نے اس کی تصحیح کی ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ ہی زیادہ مناسب بات ہے جیسا کہ ہم آئندہ اس سے آگاہ کریں گے، ابن جریر کا قول ہے اس سال حضرت علی کی طرف سے یمن اور اس کے مضافات کے نائب عبیداللہ بن عباس نے لوگوں کو حج کرایا۔

اس سال مکہ کے نائب قثم بن عباس، مدینہ کے نائب تمام بن عباس بعض نے کہا سہل بن حنیف، بصرہ کے امیر عبداللہ بن عباس، بصرہ کے قاضی ابوالاسود دولی اور مصر کے امیر محمد بن ابی بکر تھے، امیر المؤمنین حضرت علی کوفہ میں مقیم تھے، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان شام پر مستولی تھے، میں کہتا ہوں کہ آپ کا ارادہ تھا کہ آپ محمد بن ابی بکر سے مصر کی نیابت لے لیں۔

خواص کی وفات......خباب بن الارت بن جندلۃ بن سعد بن خزیمہ آپ زمانہ جاہلیت میں قید ہو گئے تھے پھر انمار خزاعیہ نے آپ کو خرید لیا تھا، انمار خزاعیہ سباع بن عبدالعزیٰ جسے حضرت حمزہ نے احد کے روز قتل کیا تھا کی والدہ تھی، خباب بنی زہرۃ کے حلیف تھے، آپ دار ارقم سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے، آپ کو راہ خدا میں اذیت دی گئی، آپ نے ثواب کی امید رکھتے ہوئی اس پر صبر سے کام لیا، آپ نے ہجرت کی، بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے۔

شعبی کا بیان ہے کہ آپ ایک روز حضرت عمر کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو اکرام سے بٹھایا اور آپ نے فرمایا کہ حضرت بلال کے علاوہ تم سے بڑھ کر اس جگہ کا کوئی زیادہ حقدار نہیں ہے، آپ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین حضرت بلال کو تکلیف دیئے جانے کے وقت ان کے حمائتی ہوتے تھے، اور مجھے تکلیف دیئے جانے کے وقت میرا کوئی مددگار نہیں ہوتا تھا، خدا کی قسم انہوں نے ایک روز دھکتی آگ میں مجھے پھینک دیا، ایک شخص نے اپنا پاؤں میرے سینہ پر رکھدیا، میں نے پشت کے ذریعہ زمین سے اپنے کو بچایا، پھر آپ نے حضرت عمر کو اپنی پشت دیکھائی تو وہ سفید ہو چکی تھی، آپ کے مرض الوفات میں کچھ لوگ آپ کی عیادت کے لئے آئے، انہوں نے آپ سے کہا آپ کو خوشخبری ہو کل آپ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کرینگے، آپ نے فرمایا خدا کی قسم میرے بھائی اس دنیا سے اس حال میں گئے کہ انہوں نے دنیا سے کچھ بھی نہیں کھایا، اور ہمارے لئے اس کے پھل پک گئے ہیں، اور ہم ان کا تحفہ دیتے ہیں، اور مجھے یہ ہی بات غم میں ڈالے رکھتی ہے، راوی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اسی سال ۶۳ سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی، آپ ہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں کوفہ کے باہر دفن کیا گیا۔

خزیمہ بن ثابت ...... ابن الفاکہ بن ثعلبہ بن ساعدۃ الانصاری ذوالشہادتین فتح مکہ کے روز آپ ہی کے ہاتھ میں بنی حطمہ کا جھنڈا تھا، حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، اسی روز قتل ہوئے۔

سفینہ آپ ﷺ کے غلام نے بھی اسی سال وفات پائی، آپ کے حالات موالی کے بیان میں گذر چکے۔

عبداللہ بن ارقم بن ابی رقم......آپ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے، اور آپ ﷺ کے کاتب بنے، کتاب الوحی میں آپ کے حالات بیان ہو چکے۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقا الخزاعی......یوم صفین میں آپ قتل کئے گئے آپ حضرت علی کے لشکر کے میمنہ کے امیر تھے، آپ کے قتل کے بعد اشتر نخعی میمنہ کے امیر بنے۔

عبداللہ بن خباب بن الارت......آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے آپ خیر کے ساتھ متصف تھے، قبل ازیں گذر چکا کہ

خوارج نے اسی سال نہروان میں آپ کو قتل کیا، جب حضرت علی آئے تو آپ نے ان سے فرمایا تم ان کے قاتل ہمیں دیدو پھر تمہارے لئے امان ہے، انہوں نے کہا ہم سب نے ان کو قتل کیا ہے، حضرت علی نے سب سے زیادہ قتال کیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ..... آپ بھی کاتب وحی تھے، بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے، پھر مرتد ہو گئے، پھر فتح مکہ کے سال اسلام لے آئے، حضرت عثمان نے آپ کے لئے امان طلب کی، کیونکہ آپ حضرت عثمان کے ماں شریک بھائی تھے، آپ کا اسلام قابل دید تھا، حضرت عثمان نے عمرو بن عاص کی وفات کے بعد آپ کو مصر کا نائب بنادیا تھا، آپ نے افریقہ اور بلاد نوبہ سے جنگ کی، اندلس فتح کیا، رومیوں کے ساتھ سمندر میں ذات الصواری کا معرکہ پڑا، آپ نے ان کے اس قدر افراد قتل کیے کہ سطح آب خون سے رنگین ہو گئی، حضرت عثمان کے محاصرہ کے بعد محمد بن ابی حذیفہ آپ پر غالب آ گیا اور آپ کو مصر سے نکالدیا، اسی سال فجر کی نماز کے دوسلاموں کے درمیان آپ نے وفات پائی، آپ حضرت علی اور معاویہ دونوں سے کنارہ کش رہے۔

ابو یقظان عمار بن یاسر عبسی ..... آپ کا تعلق یمن کے عبس قبیلہ سے تھا، آپ بنی مخزوم کے حلیف تھے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے آپ کی والدہ اور آپ کے والد کو راہ خدا میں بڑی تکالیف دی گئیں، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے ہی عبادت کے لئے اپنے گھر میں مسجد بنائی، آپ بدر اور دیگر معرکوں میں شریک ہوئے، قبل ازیں ہم صفین کے دور میں آپ کے قتل کی کیفیت بیان کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے آپ کے لئے فرمایا تھا کہ اے عمار! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا، امام ترمذی نے حسن کی حدیث سے بحوالہ انس آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جنت تین شخصوں علی، عمار اور سلمان کی مشتاق ہے، دوسری حدیث میں ثوری، قیس بن ربیع اور شریک قاضی نے عن ابی اسحاق عن ہانی بن ہانی عن علی روایت کیا ہے کہ حضرت عمار نے رسول اللہ سے اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا طیب مطیب کے لئے مرحبا۔

ابراہیم بن حسین نے متعدد طرق سے ایک صحابی رسول کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمار قدموں سے لے کر نرم ہڈی کے سروں تک ایمان سے بھر پور ہیں، مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا میں حضرت عمار کے علاوہ ہر شخص کے بارے میں بات کر سکتی ہوں، ان کے بارے میں میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ عمار قدموں سے لے کر کانوں کی لو تک ایمان سے بھر پور ہیں، حضرت علقمہ نے بیان کیا ہے کہ میں شام آیا وہاں میں نے خالد بن ولید سے ملاقات کی، انہوں نے مجھے حدیث سنائی کہ ایک بار میرے اور عمار کے درمیان کشیدگی ہو گئی، انہوں نے رسول اللہ سے میری شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا اے خالد عمار کو ایذاء مت دے، اس لئے کہ ان سے بغض وعداوت رکھنے والا شخص درحقیقت اللہ سے بغض وعداوت رکھتا ہے، حضرت خالد کہتے ہیں، کہ اس کے بعد میں نے تقریباً ان سے بات کی اور جو کچھ ان کے دل میں تھا میں نے آہستگی سے اسے نکال دیا۔

آپ کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں آپ جنگ صفین میں ۹۲ یا ۹۴ سال کی عمر میں قتل کئے گئے ابوالغادیہ نے آپ کو نیزہ مارا، جس سے آپ گر پڑے، پھر ایک شخص نے آگے بڑھ کر آپ کا سر قلم کر دیا، پھر وہ دونوں حضرت معاویہ کے پاس جھگڑتے آئے کہ ان میں سے کس نے آپ کو قتل کیا ہے، حضرت عمرو بن عاص نے ان سے فرمایا خدا کی قسم! تم دونوں نار دوزخ کے بارے میں جھگڑ رہے ہو، عمرو بن عاص کی یہ بات حضرت معاویہ نے سنی تو انہوں نے اس پر عمرو کو ملامت کی، حضرت عمرو نے حضرت معاویہ سے فرمایا کہ خدا کی قسم آپ کو بھی یہ بات بخوبی معلوم ہے، کاش آج سے بیس سال قبل میری موت آ چکی ہوتی۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حسن بن حسین بن عمارہ نے عن ابی اسحاق عن عاصم روایت کیا ہے کہ آپ کو غسل دیئے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا اور ہاشم بن عتبہ کا اکٹھا نماز جنازہ پڑھایا، پس حضرت عمار حضرت علی کے قریب تھے اور عتبہ بن ہاشم قبلہ کی طرف تھے۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمار گندم گوں رنگ، طویل القد تھے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، آپ کی آنکھیں سیاہ سرخی مائل تھی، آپ شبیہ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء ..... آپ بہت پہلے اسلام لا چکی تھیں، آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں، زخمیوں کی

دوادارو کرتی تھیں، انہیں پانی پلاتی تھیں، آپ سے متعدد احادیث مروی ہیں، اس سال ایام صفین میں بے شمار افراد قتل ہوئے، بعض نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کے ۴۵ ہزار اور اہل عراق ۲۵ ہزار افراد قتل ہوئے، فی الجملہ ان میں اعیان ومشاہر بھی تھے، جن کا بیان طوالت کا باعث ہوگا۔

واقعات ۳۸ھ

اسی سال امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن عاص کو دیار مصر بھیجا، انہوں نے محمد بن ابی بکر کے قبضہ سے مصر آزاد کرالیا، پھر حضرت معاویہ نے حضرت عمرو کو مصر کا نائب مقرر کردیا، جیسا کہ ہم ابھی بیان کرینگے، حضرت علی نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر کا نائب بنایا تھا، انہوں نے مصر محمد بن ابی حذیفہ کے ہاتھ سے چھینا تھا، جس وقت ابی حذیفہ مصر پر مستولی ہوئے تھے تو اس وقت انہوں نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو اس پر تصرف کرنے سے روکدیا تھا یہ اسوقت کا واقعہ ہے، جس وقت حضرت عثمان محصور ہوگئے تھے، حالاں کہ حضرت عثمان نے عمرو بن عاص کو مصر کی نیابت سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو نائب بنایا تھا اور قبل ازیں ہم بیان کر چکے کہ حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر تھے پھر حضرت علی نے قیس بن سعد کو مصر کی نیابت سے معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو مصر کا نائب بنادیا، بعد میں حضرت علی اپنے اس فیصلہ پر نادم بھی ہوئے، کیونکہ قیس بن سعد حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کے ہم پلہ تھے، اور محمد بن ابی بکر ان کے ہم پلہ نہیں تھے۔

حضرت قیس بن سعد معزولی کے بعد مدینہ واپس آگئے، پھر آپ عراق آگئے اور حضرت علی کے ساتھ رہنے لگے، حضرت معاویہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم میرے نزدیک قیس کا حضرت علی کے پاس ہونا ان میں ایک لاکھ جان بازوں کی بہ نسبت جو حضرت علی کے پاس موجود ہوں زیادہ مبغوض ہے، قیس حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، جب حضرت علی صفین سے فارغ ہوگئے، اور آپ کو اطلاع ملی کے اہل مصر نے چھبیس سالہ نوجوان ہونے کی وجہ سے محمد بن ابی بکر کی تحقیر کی ہے تو آپ نے دوبارہ قیس جو آپ کا پولیس آفیسر تھا یا اشتر نخعی جو اس وقت موصل اور نصیبین کا نائب تھا کو مصر کا نائب بنانے کا ارادہ کرلیا، چنانچہ حضرت علی نے اشتر کو خط لکھ کر بلوایا اور انہیں مصر کا نائب مقرر کردیا، جب حضرت معاویہ کو اس کی اطلاع ملی تو ان پر یہ بات گراں گزری، کیونکہ مصر کی طرف ان کا میلان تھا اور وہ اسے محمد بن ابی بکر کے قبضہ سے چھیننا چاہتے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اشتر کی قوت اور شجاعت کی وجہ سے وہ اس پر قبضہ نہیں کرسکیں گے۔

جب اشتر نے دیار مصر کا سفر شروع کیا اور قلزم تک پہنچ گیا تو خانسار نے اس کا استقبال کیا اور اسے کھانے اور شہد کا مشروب پیش کیا جس کی وجہ سے اشتر نخعی کی موت واقع ہوگئی، جب حضرت معاویہ اور عمرو کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا بلاشبہ شہد میں بھی اللہ کے لشکر ہیں۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے اس شخص سے کہا تھا کہ وہ کسی طرح اشتر کو قتل کردے، اور حضرت معاویہ نے اس سے اس پر چند کاموں کا وعدہ بھی کیا تھا، لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اگر بالفرض اس کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو حضرت معاویہ حضرت عثمان کے قاتلین میں سے ہونے کی وجہ سے اشتر کے قتل کو جائز سمجھتے تھے، حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت معاویہ اور اہل شام اشتر کی قتل سے بہت شاداں وفرحاں ہوئے جب اشتر کی وفات کا حضرت علی کو علم ہو تو آپ اس کی شجاعت اور کفایت کی وجہ سے بہت متاسف ہوئے اور آپ نے خط کے ذریعہ محمد بن ابی بکر کو مصر میں ٹھہرنے کی ہدایت کی لیکن خربتا شہر میں رہنے والے عثمانیوں کی مخالفت کی وجہ سے محمد بن ابی بکر نے حوصلہ توڑ دیا۔

جب حضرت علی جنگ صفین سے واپس آگئے، اور تحکیم کے معاملہ کا جو کچھ ہونا تھا ہوا، اور اہل عراق نے شامیوں سے قتال کرنے سے انکار کردیا، اور اہل شام نے دومۃ الجندل کی حکومت ٹوٹنے کے بعد حضرت معاویہ کو سلام خلافت کہا تو ان کا معاملہ قوت پکڑ گیا، اس وقت حضرت معاویہ نے اپنے امراء حضرت عمرو بن عاص، حضرت شرحبیل بن سمط، حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، حضرت ضحاک بن قیس، حضرت بسر بن ارطاۃ، حضرت ابوالاعور سلمی اور حضرت حمزہ بن سنان ہمدانی وغیرہ کو جمع کیا، اور ان سے دیار مصر جانے کے بابت مشورہ طلب کیا، تو انہوں نے اسے قبول کرتے ہوئے کہا کہ آپ جہاں چاہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور حضرت معاویہ نے مصر فتح کرنے کی وجہ سے حضرت عمرو بن عاص کو مصر کا

نائب بنادیا، جس سے حضرت عمرو بن عاص بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد حضرت عمرو نے حضرت معاویہ کو کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ایک قابل اعتماد اور ماہر فن شخص کی امارت میں کچھ افراد کو مصر بھیج دیں، کیوں کہ وہاں حضرت عثمان سے محبت رکھنے والے لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے جو مخالفین سے جنگ کی صورت میں اس کی مدد کرے گی، حضرت معاویہ نے فرمایا میں ان لوگوں کو جو وہاں پر ہمارے مددگار ہیں، خط لکھوں جس میں انہیں ان کی آمد سے متعلق اطلاع دوں، اور ہم اپنے مخالفین کے پاس بھی ایک خط بھیجیں، جس میں ہم ان کو صلح کی دعوت دیں، حضرت معاویہ نے فرمایا اے عمرو آپ ایسے شخص ہیں کہ آپ کی عجلت میں برکت رکھی گئی ہے، اور میں ایسا شخص ہوں کہ میری آہستگی میں برکت رکھی گئی ہے۔ حضرت عمرو نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالے اس کے مطابق آپ کام کیجئے، خدا کی قسم آپ کا اور ان کا معاملہ ایک بڑی جنگ کی طرف منتقل ہو جائے گا، چنانچہ حضرت معاویہ نے مسلمہ بن مخلد انصاری اور معاویہ بن خدیج سکونی کو خط لکھا، یہ دونوں بلاد مصر میں ان لوگوں کے امیر تھے، جنہوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی، اور دیار مصر میں حضرت علی کے نائبین کا دس ہزار افراد نے حکم نہیں مانا تھا، کہ جلد ہی ان کے پاس ایک فوج آرہی ہے، اور آپ نے وہ خط اپنے غلام سبیع کے ذریعہ بھیجا۔

جب وہ خط مسلمہ اور معاویہ بن خدیج کو ملا تو وہ بہت خوش ہوئے اور دونوں نے آپ کو جواب دیا کہ وہ آپ کی اور جس فوج کو آپ بھیجیں گے انشاء اللہ ہر ممکن مدد کریں گے، اس کے بعد حضرت معاویہ نے حضرت عمرو کو چھ ہزار کے لشکر کے ہمراہ تیار کیا، اور حضرت معاویہ نے خود انہیں الوداع کیا اور انہیں تقویٰ، آہستگی اور نرمی اختیار کرنے کی وصیت کی، اور یہ کہ جو جنگ کرے اسے قتل کردو، اور جو پیٹھ پھیر جائے اسے معاف کردیا جائے اور یہ کہ لوگوں کو صلح اور اتفاق کی دعوت دی جائے اور جب آپ کامیاب ہو جائیں تو آپ کے مددگار باعزت لوگ ہوں چنانچہ حضرت عمرو بن عاص نے مصر کا سفر شروع کیا جب آپ مصر پہنچے تو عثمانیوں نے آپ پر اتفاق کرلیا، آپ نے ان کی قیادت کی، عمرو بن عاص نے محمد بن ابی بکر کو خط لکھا، امابعد آپ ایک طرف ہو جائیے، اس لئے کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کو میری کامیابی سے کوئی تکلیف پہنچے، اس شہر کے لوگوں نے آپ کی مخالفت پر اتفاق کرلیا ہے، اور وہ آپ کی اطاعت کرنے پر نادم ہیں، اور اگر آپ پر کوئی سنگین حالت آگئی تو وہ آپ کو چھوڑ دیں گے، اس لئے آپ بلا تامل یہاں سے چلے جائیے، میں آپ کے خیر خواہ میں سے ہوں، والسلام۔

حضرت عمرو نے محمد بن ابی بکر کے پاس حضرت معاویہ کا بھی خط بھیجا جس کا حاصل یہ تھا، امابعد! بلاشبہ بغاوت اور ظلم کا انجام بہت برا ہوتا ہے، اور ناحق خون بہانے والا شخص دنیا میں سزا سے اور آخرت میں تباہ کن انجام سے نہیں بچ سکتا، اور ہمارے علم میں نہیں کہ آپ سے بڑا بھی کوئی حضرت عثمان کا مخالف ہوگا، جس وقت آپ ان کو زندگی کے آخری سانس اور ان کی گردن کی رگوں کے درمیان اپنے تیروں سے مار رہے تھے، پھر آپ خیال کرتے ہیں کہ میں آپ کے بارے میں غافل ہوں، یا آپ کی اس بات کو بھول گیا ہوں، حتیٰ کہ آپ زبردستی اپنے پڑوسی ملک پر آکر مسلط ہو گئے، حالانکہ اس ملک میں میرے مددگار ہیں، اور میں نے تیرے مقابلہ میں ایسے لشکر بھیجے ہیں جو تجھ سے جہاد کر کے اللہ کا تقرب حاصل کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ہرگز تجھ کو قصاص سے نہیں بچائے گا، والسلام۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے دونوں خطوں کو لپیٹ کر حضرت علی کے پاس بھیج دیا اور انہیں لکھا کہ حضرت معاویہ کی طرف سے عمرو بن عاص لشکر لے کر مصر آرہے ہیں، اگر آپ کو مصر کی ضرورت ہے تو اموال و رجال اور فوج کے ذریعہ مدد کیجئے، حضرت علی نے خط کا جواب لکھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو صبر سے کام لینے اور دشمن کے خلاف ڈٹ جانے کی تاکید کی اور یہ کہ جلد ہی آپ کی اموال، رجال اور فوج کے ذریعہ ہر ممکن مدد کی جائے گی۔

محمد بن ابی بکر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص کے خط کا جواب بڑے سخت الفاظ میں دیا، اور محمد بن ابی بکر نے لوگوں کو خطبہ دیا، جس میں ان کو جہاد کی ترغیب دی اور ان کو ان لوگوں کے مقابلہ کرنے پر ابھارا جن کا اہل شام میں سے انہوں نے قصد کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص نے اپنی فوج اور اپنے ساتھ چلنے والے عثمانیوں کے ساتھ مصر کی طرف پیش قدمی کی، حضرت علی کی فوج کی تعداد سولہ ہزار کے قریب تھی، اور محمد بن ابی بکر دو ہزار مصریوں کے ساتھ جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا تھا سوار ہو کر آیا، اور اس نے اپنی فوج کے آگے کنانہ بن بشر کو رکھا، پس جو بھی شامی اس کے سامنے آتا وہ اس سے قتال کر کے اس کو شکست دے کر عمرو بن عاص کے پاس بھیج دیتا تھا۔

حضرت عمرو بن عاص نے معاویہ بن خدیج کو آگے کیا، ادھر شامیوں نے چاروں طرف سے اسے گھیر لیا، اور اس وقت کنانہ پیدل چل رہا تھا اور قرآن کی یہ آیت (وما کان لنفس الخ) پڑھ رہا تھا، پھر وہ قتال کرتے کرتے قتل ہو گیا، محمد بن ابی بکر کے ساتھی اسے چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور وہ پیدل واپس لوٹا، اسے ایک ویران جگہ نظر آ گئی، اس میں اس نے پناہ لے لی، اور حضرت عمرو بن عاص فسطاط مصر میں داخل ہو گئے۔

اور حضرت معاویہ بن خدیج محمد بن ابی بکر کی تلاش میں نکلا وہ کافر عجمیوں کے پاس سے گزرا تو اس نے ان سے پوچھا تمہارے پاس کوئی ناواقف شخص گزرا ہے، انہوں نے کہا نہیں، ان میں سے ایک شخص بولا کہ میں نے اس ویران جگہ میں ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، حضرت معاویہ نے کہا رب کعبہ کی قسم! یہ محمد بن ابی بکر ہے انہوں نے اس جگہ میں داخل ہو کر اس سے محمد بن ابی بکر کو نکالا، اور وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے موت کے دھانہ پر پہنچ چکا تھا، اس کا بھائی عبدالرحمٰن حضرت عمرو بن عاص کے پاس آیا، وہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ مصر آ گیا تھا، اس نے کہا کیا میرے بھائی کو باندھ کر قتل کیا جائے گا۔

عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ بن خدیج کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ محمد بن ابی بکر کو قتل کرنے کے بجائے اس کے پاس لے آئے، حضرت معاویہ نے جواب میں کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ کنانہ بن بشر کو قتل کر دیں اور میں محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دوں، جبکہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں میں سے ہے اور حضرت عثمان نے ان سے موت کے وقت پانی طلب کیا تھا، اور محمد بن ابی بکر نے ان سے پانی کے ایک قطرہ کا سوال کیا، حضرت معاویہ نے کہا اگر میں تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی پلاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے کبھی سیراب نہ کرے، تم نے تو حضرت عثمان کو پانی نہیں دیا اور تم نے ان کو روزہ اور حرمت کی حالت میں قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں رحیق مختوم ملا۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے معاویہ بن خدیج، عمرو بن عاص، معاویہ اور حضرت عثمان بن عفان کو گالیاں دیں، اس موقع پر معاویہ بن خدیج غضبناک ہو گیا، اس نے محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا، پھر اسے گدھے کی مردار کھال میں بند کر کے آگ میں جلا دیا، جب حضرت عائشہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس پر شدید جزع فزع کی، ان کے عیال کو اپنے ہاں لے آئیں، ان میں محمد بن ابی بکر کا لڑکا القاسم بھی تھا، حضرت عائشہ نمازوں کے بعد حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص کے خلاف دعائیں کیا کرتی تھیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ عمرو بن عاص چار ہزار فوج کے ساتھ جس میں ابوالاعور سلمی بھی تھا مصر آئے، انہوں نے المسناۃ مقام پر مصریوں سے شدید جنگ کی حتیٰ کہ کنانہ بن بشر بن عتاب تجیبی قتل ہو گیا، اور اس کے بعد محمد بن ابی بکر بھاگ گیا، وہ ایک شخص جبلہ بن مسروق کے پاس روپوش ہو گیا، اس نے محمد بن ابی بکر کی مخبری کر دی، معاویہ بن خدیج اور اس کے ساتھیوں نے اس کا احاطہ کر لیا، محمد بن ابی بکر ان کی طرف نکلا، اور ان سے قتال کیا حتیٰ کہ قتل ہو گیا۔

واقدی کا قول ہے یہ اسی سال ماہ صفر کا واقعہ ہے، واقدی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد حضرت علی نے اشتر نخعی کو مصر جانے کی ہدایت کی، لیکن راستہ ہی میں اس کی وفات ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس سال شعبان میں اورخ کی جنگ بھی ہوئی۔ حضرت عمرو بن عاص نے حقیقت حال سے باخبر رکھنے کے لئے حضرت معاویہ کو خط لکھا کہ اللہ کے فضل و کرم سے مصر فتح ہو چکا ہے، اور انہوں نے سمع واطاعت اور حکومتی میثاق کی طرف رجوع کیا ہے۔

ہشام بن محمد بن کلبی کا بیان ہے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ روپوش ہو گیا، اور وہ حضرت عثمان کے قتل پر لوگوں کو ابھارنے والوں میں سے تھا، حضرت عمرو بن عاص نے ان کو حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا لیکن انہوں نے اسے خود قتل نہیں کیا، کیونکہ وہ حضرت معاویہ کے ماموں تھے، حضرت معاویہ نے ان کو فلسطین کی جیل میں بند کر دیا وہ جیل سے بھاگ گیا، ارض بلقاء میں ایک شخص عبداللہ بن عمرو بن ظلام کی اس سے ملاقات ہوئی، محمد ایک غار میں روپوش ہو گیا، وحشی گدھی غار کی طرف آتیں تو وہ اس کو دیکھ کر بدک گئیں کھیتی کاٹنے والوں کی ایک جماعت کو اس پر تعجب ہوا، وہ غار کے نزدیک گئے تو انہوں نے اس میں محمد بن ابی حذیفہ کو بیٹھا ہوا دیکھا عبداللہ ظلام نے یہ خیال کر کے کہیں، حضرت معاویہ اس کو معاف کر دیں، محمد بن ابی حذیفہ کو قتل کر دیا، ابن کلبی وغیرہ کا بھی یہ ہی بیان ہے، واقدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ ۳۶ھ میں قتل ہوئے، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے۔

ابراہیم بن حسن بن دیزیل نے اپنی کتاب میں متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے مصر کے قبطیوں میں سے ایک قبطی کے مال کو جائز قرار دے دیا، کیونکہ وہ آپ کے پاس ٹھہرا تھا، اور وہ خط وکتابت کے ذریعہ رومیوں کو مسلمانوں کی کمزوریوں کے بارے میں آگاہ کرتا تھا، حضرت عمرو بن عاص نے اس سے پچاس سے زائد ارب دینار نکالے، ابوصالح نے بیان کیا ہے کہ ایک ارب چھ دیبات کا ہوتا ہے، اور ایک دیبہ قفیز کی مانند ہوتا ہے، ہم نے ایک دیبہ کا اندازہ لگایا تو اسے ۳۹ ہزار دینار کا پایا، میں کہتا ہوں کہ اس لحاظ سے جو مال انھوں نے قبطی سے لیا وہ تقریباً ۱۳ کروڑ تک پہنچتا ہے۔

ابومخنف اپنی اسناد سے بیان کرتا ہے کہ جب حضرت علی کو محمد بن ابی بکر کا قتل، مصر کے معاملے، حضرت عمرو کے اس پر قابض ہونے اور مصری باشندوں کے حضرت معاویہ اور عمرو پر اتفاق کر لینے کی اطلاع ملی تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، جس میں آپ نے لوگوں کو ان کے دشمنوں مصریوں شامیوں سے جہاد کرنے اور ان کی طرف کوچ کرنے کی ترغیب دی، اور کوفہ اور حرہ کے درمیان ان کے لئے مقام متعین کیا، جب کل صبح ہوئی تو حضرت علی پیدل چل کر وہاں پہنچے، لیکن عوام میں سے ایک فرد بھی وہاں نہیں پہنچا۔

جب شام ہوئی تو حضرت علی نے اشراف کی طرف پیغام پہنچایا وہ آپ کے پاس آئے تو آپ افسردہ اور غمزدہ تھے، حضرت علی نے ان کو خطبہ دیا، جس کا حاصل یہ تھا:

کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے جس فعل کا چاہا فیصلہ کر دیا، اور جس فعل کو چاہا مقدر کر دیا، اور مجھے تم لوگوں اور اس شخص کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کر دیا کہ جب میں اس کو بلاتا ہوں تو وہ میری اطاعت نہیں کرتا اور میری دعوت پر لبیک نہیں کہتا کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ حضرت معاویہ اجڈ اور کمینے لوگوں کو بلاتے ہیں تو وہ بغیر کسی عطاء کے اس کا جواب دیتے ہیں؟ اور سال میں وہ ان کو دو یا تین بار جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں اور میں تم کو معونت اور عطاء پر بلاتا ہوں اور تم عاقل ہونے کے باوجود بھی میری بات کا جواب نہیں دیتے، اور تم مجھ سے دور رہتے ہو اور میری نافرمانی کرتے ہو۔

اسی دوران مالک بن کعب اوسی کھڑا ہوا، اس نے لوگوں کو حضرت علی کی سمع واطاعت کی طرف دعوت دی دو ہزار فوج نے اس کی آواز پر لبیک کہا، حضرت علی نے مالک بن کعب کو ان کا امیر بنا کر ان کو مصر کی طرف روانہ کر دیا انہوں نے ابھی پانچ میل سفر طے کیا تھا کہ حضرت علی کے پاس مصر سے محمد بن ابی بکر کی جماعت پہنچ گئی، انہوں نے حضرت علی کو وہاں کے تمام حالات سے آگاہ کیا کہ کیسے محمد بن ابی بکر کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اور حضرت عمرو کی پوزیشن کس طرح مستحکم ہوئی وغیرہ وغیرہ، اس کے بعد حضرت علی نے مالک بن کعب کو راستہ ہی سے واپس بلا لیا کیونکہ حضرت علی کو خطرہ ہو گیا تھا کہ شامی مصر پہنچنے سے قبل ہی راستہ میں ان کا کام تمام کر دیں گے، عراقیوں نے اپنی جہالت اور فسق وفجور کی وجہ سے حضرت علی کی مخالفت کرنے کی ٹھان لی، حضرت علی نے نائب بصرہ ابن عباس کو عراقیوں کی طرف سے مسلسل بے وفائی کرنے اور دیگر ناموافق حالات کا خط لکھا، حضرت ابن عباس نے اس کا جواب دیا، جس میں انہوں نے حضرت علی کو تسلی دی اور محمد بن ابی بکر کے قتل پر حضرت علی سے تعزیت کی اور لوگوں کی طرف سے مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی، پھر ابن عباس بصرہ پر زیاد کو قائم مقام مقرر کر کے حضرت علی کے پاس کوفہ آ گئے۔

اس دوران حضرت معاویہ نے عبداللہ بن حضرمی کے ساتھ اہل بصرہ کو خط لکھ کر بھیجا، جس میں ان کو حضرت عمرو بن عاص کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کی طرف دعوت دی، عبداللہ بن حضرمی بصرہ پہنچ کر بنی تمیم کے ہاں ٹھہرے، انہوں نے ان کی مہمانی کی، زیادہ ان کی طرف تیزی سے بڑھا، اور اس نے اعین بن ضبیعہ کو ایک جماعت کے ہمراہ ان کی طرف بھیجا، چنانچہ دونوں میں جنگ ہوئی، اعین بن ضبیعہ قتل ہو گیا، زیاد نے ابن عباس کے بصرہ سے چلے جانے کے بعد پیش آنے والے حالات سے باخبر کیا، حضرت علی نے جاریہ بن قدامہ تمیمی کو پچاس افراد کے ہمراہ بنی تمیم کی طرف بھیجا اور ان کے نام ایک خط بھی اسے لکھ کر دیا، اکثر نے ابن حضرمی کی دعوت سے رجوع کر لیا، جاریہ نے اس کا اور اس کے ساتھ ایک جماعت کا ایک گھر میں محاصرہ کر لیا، ان کی تعداد ۴۰ یا ۷۰ تھی، اور اس نے انہیں عذر ظاہر کرنے اور ڈرانے کے بعد آگ سے جلا دیا، اور انہوں نے اس کی بات کو قبول نہیں کیا، اور نہ ہی انہوں نے اس کام سے رجوع کیا، جس کے لئے وہ آئے تھے۔

فصل

ابن جریر نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت علی کی اہل نہروان کے ساتھ جنگ اسی سال ہوئی تھی اسی طرح حریث بن راشد ناجی کا خروج بھی اسی سال ہوا تھا، وہ کوفہ میں حضرت علی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے علی! آج کے بعد نہ میں آپ کی اطاعت کروں گا اور نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل میں آپ سے جدا ہو جاؤں گا، حضرت علی نے اس سے فرمایا تیری ماں! تجھے گم پائے اس وقت تو اللہ کی نافرمانی کرے گا، عہد شکنی کرے گا اور تو اپنا ہی نقصان کرے گا، تو کس وجہ سے ایسا کر رہا ہے۔

اس نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے کتاب اللہ میں حکم بنا دیا ہے اور جب سنجیدگی بڑھ گئی تو آپ قیام حق سے عاجز آ گئے اور آپ ظالم قوم کے ساتھ مل گئے، میں آپ سے بیزار ہوں اور آپ پر اعتراض کرنے والا ہوں اور ہم سب آپ کو چھوڑنے والے ہیں، اس کے بعد وہ اپنی جماعت کے ہمراہ بصرہ چلا گیا، حضرت علی نے معقل بن قیس کو ان کی طرف بھیجا، پھر اس کے پیچھے خالد بن معدان طائی کو بھیجا، جو صالح، دیندار، بہادر اور جری انسان تھا اور حضرت علی نے اس کو معقل کی سمع واطاعت کا حکم دیا، جب ان دونوں کی آپس میں ملاقات ہوئی تو دونوں کے ملنے سے ایک بڑا لشکر بن گیا، پھر وہ حریث اور اس کے اصحاب کی تلاش میں نکلے، انہوں نے رامھر مذ کے پہاڑ میں پناہ لے رکھی تھی، راوی کہتا ہے کہ پھر ہم نے ان کے لئے صف بندی کی، معقل نے میمنہ پر یزید بن معقل کو اور میسرہ پر منجاب بن راشد ضبی کو مقرر کیا، حریث اپنے عرب ساتھیوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور وہ میمنہ بن گئے، اور اس نے کردوں اور اپنے عجمی پیروکاروں کو میسرہ بنا دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ معقل نے ہمارے درمیان چکر لگاتے ہوئے اعلان کیا کہ اے بندگان خدا! ان لوگوں سے پہل نہ کرو، اپنی نگاہیں پست رکھو، بات کم کرو، اپنے کو نیزہ زنی اور شمشیر زنی پر آمادہ کرو، تم کو اپنی جنگ میں اجر کی بشارت ہو اسلئے کہ تمہارے مقابلہ دین سے خروج کرنے والے خارجیوں، عجمی کافروں اور ڈاکو کردوں سے ہیں، جب میں حملہ کروں تو تم بھی میرے ساتھ یکبارگی حملہ کر دینا، اس کے بعد معقل آگے بڑھا، اس نے اپنے گھوڑے کو دوبارہ حرکت دی اور تیسری بار میں ان پر حملہ کر دیا ہم نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا، خدا کی قسم! وہ ایک پل بھی نہیں ٹھہر سکے حتیٰ کہ شکست کھا کر پیٹھ پھیر گئے، اور ہم نے کافر عجمیوں اور کردوں میں سے تین سو افراد قتل کئے، حارث بھاگ کر اساف چلا گیا جہاں اس کی قوم کے بہت سے افراد تھے، انہوں نے اس کا تعاقب کیا، اور ساحل سمندر پر ایک جماعت سمیت نعمان بن صہبان نے اسے قتل کر دیا، اور میدان کارزار میں حریث کے ساتھ ایک سو ستر افراد قتل ہوئے

اس کے بعد ابن جریر حضرت علی اور خوارج کے درمیان بہت سے معرکوں کا ذکر کرتا ہے، پھر اس نے کئی واسطوں سے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی نے اہل نہروان کو قتل کیا تو بہت سے لوگوں نے آپ کی مخالفت کی، ادنیٰ طبقہ آپ کا باغی ہو گیا، بنو ناجیہ نے بھی آپ کی مخالفت کی، ابن حضرمی بصرہ آیا، اہل جبال نے بغاوت

کی، اہل خوارج نے ٹیکس ختم کرنے میں طمع کی انہوں نے سہل بن حنیف کو ایران سے نکال دیا وہ اس پر گورنر تھے، ابن عباس نے حضرت علی کو زیاد بن ابیہ کے بارے میں مشورہ دیا کہ ان کو ایران کا گورنر بنا دیں، چنانچہ ان کو ایران کا گورنر بنا دیا، وہ آئندہ سال ایک بڑی فوج کے ہمراہ ایران گیا، اس نے ان کو روند ڈالا حتیٰ کہ انہوں نے خراج ادا کیا۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس سال قثم بن عباس نے لوگوں کو حج کرایا، قثم حضرت علی کی طرف سے مکہ پر نائب تھے، اور ان کے بھائی عبیداللہ بن عباس یمن کے نائب تھے، اور ان ہی کے بھائی عبداللہ بصرہ کے نائب تھے، ان کے بھائی تمام بن عباس مدینہ کے نائب تھے، اور خراسان کے امیر خالد بن قرۃ یربوعی یا ابن ابزی تھے، لیکن مصر بدستور حضرت معاویہ کے زیر تسلط تھا، اور حضرت عمرو بن عاص اس کے نائب تھے۔

خواص کی وفات

سہل بن حنیف ...... ابن واھب بن علیم بن ثعلبہ انصاری اوسی، آپ بدر میں شریک ہوئے، جنگ احد میں ثابت قدم رہے اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شریک ہوئے، حضرت علی کے ساتھ رہے، ان کے ساتھ جمل کے علاوہ تمام معرکوں میں شریک ہوئے، کیونکہ جنگ جمل کے وقت آپ مدینہ کے نائب تھے، آپ نے ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، حضرت علی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، جس میں آپ نے ۵ یا ۶ تکبیریں کہیں اور آپ کے بارے میں فرمایا کہ آپ اہل بدر میں سے ہیں۔

سہل بن بیضاء کے بھائی صفوان بن بیضاء[1] ...... آپ تمام معرکوں میں شامل رہے، اسی سال ماہ رمضان میں وفات پائی، آپ کی اولاد نہیں تھی۔

صہیب بن سنان بن مالک[2] ...... آپ اصلاً یمنی تھے، ابو یحییٰ بن قاسط آپ کا والد یا چچا ایلہ پر کسریٰ کا گورنر تھا، آپ کی فرودگاہیں موصل کے پاس دجلہ یا فرات کے کنارے تھی، آپ کے شہروں پر رومیوں نے غارتگری کر کے آپ کو بچپن میں گرفتار کرلیا، آپ ایک زمانہ تک ان کے پاس رہے، بعد ازاں بنوکلب نے آپ کو ان سے خرید لیا، اور وہ آپ کو مکہ لے آئے پھر آپ کو عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کردیا، اور آپ ایک عرصہ تک مکہ ہی میں رہے، جب آپ ﷺ کا ظہور ہوا تو یہ آپ ﷺ پر ایمان لا کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، آپ اور حضرت عمار تیس سے کچھ زائد افراد کے ساتھ مسلمان ہو گئے، آپ کو راہ خدا میں بڑی تکالیف دی گئیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو آپ ﷺ کے چند روز بعد حضرت صہیب نے ہجرت کی، مشرکین کا ایک گروہ آپ تک پہنچ گیا، وہ آپ کو ہجرت سے باز رکھنا چاہتے تھے، جب آپ نے ان کی طرف سے رکاوٹ محسوس کی تو آپ نے اپنا ترکش اپنے سامنے رکھ کر ان سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں تم میں سب سے بڑا تیر انداز ہوں، خدا کی قسم! تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں ہر تیر کے بدلہ تم میں سے ہر ایک شخص کو قتل نہ کردوں، اس کے بعد میں تم سے اپنی تلوار کے ذریعہ جنگ کروں گا حتیٰ کہ میں خود قتل کردیا جاؤں اگر تم مال چاہتے ہو تو فلاں جگہ میرا مال مدفون ہے، وہاں جا کر اسے اٹھالو۔

چنانچہ انہوں نے آپ کو چھوڑ کر آپ کے مال پر قبضہ کرلیا، جب آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابو یحییٰ کی بیع نفع مند ثابت ہوئی، اور اللہ نے آپ کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی:

ومن الناس من یشتری الخ

حماد بن سلمہ نے عن علی بن زید عن سعید بن المسیب روایت کیا ہے کہ آپ بدر، احد اور دیگر تمام معرکوں میں شریک ہوئے، جب حضرت عمر نے خلافت کا معاملہ طے کرنے کے لئے شوریٰ بنائی تو آپ ہی حضرت عثمان کے خلفیہ بننے تک امام الناس تھے، آپ نے ہی حضرت عمر کا جنازہ پڑھایا، آپ حضرت عمر کے دوست تھے، آپ کا رنگ شدید سرخ تھا، نہ زیادہ بڑے تھے نہ زیادہ چھوٹے، آپ کی دونوں ابروں ملی ہوئی تھیں، آپ بہت بالوں والے تھے آپ کی زبان میں شدید لکنت تھی، آپ میں فضیلت اور دینداری کے باوجود خوش طبعی تھی، روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز آپ کو تازہ کھجور کے ساتھ کھیرا کھاتے دیکھا اس وقت آپ کی ایک آنکھ دکھتی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تم تازہ کھجور کھاتے ہو باوجود اس کے کہ تمہاری ایک آنکھ دکھتی ہے، صہیب نے جواب دیا کہ میں صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا جواب سن کر مسکرائے، آپ نے ۳۸ یا ۳۹ھ میں مدینہ میں وفات پائی، آپ کی عمر ستر سے متجاوز تھی۔

---

[1] الاستیعاب: ۲۰۷/۱، الاصابہ ۳/ ۴۳۴، اسد الغابہ: ۳/ ۳۱

[2] الاستیعاب: ۲۰۴/۱، الاصابہ: ۳/ ۴۴۹، اسدالغابہ: ۳/ ۳۶، تجرید اسماء الصحابہ ۲۸۳۷

محمد بن ابی بکر الصدیق [1] ...... آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حجۃ الوداع کے موقع پر حرم کے نزدیک پیدا ہوئے، آپ کے والدہ کا نام اسماء بنت عمیس تھا، حضرت صدیق اکبر نے وفات کے وقت آپ ہی کو غسل کی وصیت کی تھی، چنانچہ آپ ہی نے حضرت ابوبکر صدیق کو غسل دیا، جب اسماء کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت علی نے آپ سے نکاح کر لیا، چنانچہ حضرت علی کی گود میں آپ نے پرورش پائی، جب حضرت علی خلیفہ بنے تو انہوں نے آپ کو قیس بن سعد بن عبادہ کے بعد مصر کا نائب بنا دیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے، اس سال حضرت معاویہ نے عمرو بن عاص کو مصر کی طرف بھیجا تو انہوں نے آپ سے مصر چھین کر آپ کو قتل کر دیا، آپ کی عمر ۳۰ سال سے بھی کم تھی۔

اسماء بنت عمیس (۲) ...... ابن معبد بن حارث خثعمیہ آپ مکہ میں اسلام لائیں، اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ خیبر آئیں، وہیں پر آپ سے عبداللہ، محمد اور عون پیدا ہوئے حضرت جعفر کے موتہ میں شہید ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر نے آپ سے نکاح کر لیا، اس وقت آپ کے بطن سے امیر مصر محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، پھر حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی نے آپ سے نکاح کیا جس سے یحییٰ اور عوف پیدا ہوئے، حضرت اسماء ام المؤمنین حضرت میمونہ کی ماں جائی بہن تھیں، اسی طرح یہ حضرت عباس کی بیوی ام الفضل کی بھی حقیقی بہن تھیں، حضرت اسماء کی نو بہن حنفی تھیں، حضرت اسماء حضرت عباس کی بیوی سلمٰی بنت عمیس کی بھی بہن تھیں، عمیس کی ایک لڑکی تھی جس کا نام عمارہ تھا۔

واقعات ۳۹ھ

اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے بہت سے لشکر تیار کر کے حضرت علی کی عملداریوں کے اطراف میں بھیجے، کیونکہ جب ابوموسیٰ کے ساتھ حضرت علی کی معزولی پر اتفاق کر لینے کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ کو حاکم مقرر کر دیا، تو معاویہ نے دیکھا کہ ان کی حکومت برموقع قائم ہوئی ہے لہٰذا ان کے خیال کے مطابق اس حکومت کی اتباع لازم ہوگئی ہے، نیز اس لئے بھی کہ عراقی فوج نے امور متعددہ میں حضرت علی کی نافرمانی کی ہے اور وہ ان کے حکم کو بجا نہیں لاتی، اور ایسی حالت میں امارۃ کا مقصود حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے خیال کے مطابق ان کے لئے ایسا کرنا اولیٰ ہے۔

چنانچہ اس سال حضرت معاویہ نے نعمان بن بشیر کو دو ہزار فوج کے ساتھ عین التمر کی طرف بھیجا، اس وقت عین التمر پر حضرت علی کی طرف سے ایک ہزار مسلح فوج کے ساتھ مالک بن کعب ارحبی نائب تھا، جب ان کو شامیوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئے، مالک بن کعب کے ساتھ صرف ایک سو افراد باقی رہ گئے انہوں نے حضرت علی کو صورت حال لکھ بھیجی، حضرت علی نے مالک بن کعب کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا، لیکن انہوں نے سستی اور کاہلی سے کام لیا اور کسی نے بھی حضرت علی کی آواز پر لبیک نہیں کہا، پھر حضرت علی نے ان کو خطبہ دیا کہ اے اہل کوفہ جب کبھی بھی تم کو شامیوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو تم میں سے ہر ایک اپنے گھر میں گھس گیا گو اور بجو کے اپنے بل میں گھس جانے کی طرح، خدا کی قسم! وہ شخص دھوکہ زدہ ہے جسے تم دھوکہ دو اور جو تم سے جدا ہو گیا، وہ کامیاب ہو گیا، نداء کے وقت تم شریف نہیں ہو اور نجاۃ کے وقت تم پر کوئی اعتبار نہیں ہے، میں تمہاری وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہوں، تم اندھے، بہرے اور گونگے ہو، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نعمان بن بشیر نے اچانک ان کو آ لیا، اور دونوں میں جنگ ہوئی، مالک بن کعب کے ساتھ صرف سو افراد تھے، جنہوں نے اپنی تلواروں کے پر تلے توڑ دیئے اور انہوں نے ثابت قدمی دکھائی، اسی اثناء میں نجد سے مخنف بن سلیم اپنے لڑکے سمیت پچاس افراد کے ہمراہ مالک کی مدد کے لئے آیا، جب شامیوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ مالک کی مدد کو ایک بہت بڑی فوج آئی ہے، جس کی وجہ سے وہ بھاگ گئے، مالک نے ان کا تعاقب کر کے ان میں سے تین افراد کو قتل کر دیا اور باقیوں کا جس جانب رخ ہوا اسی جانب نکل گئے، اور شامیوں کی حکومت قائم نہیں ہو سکی۔

(۱) الاستیعاب: ۲۲۸۵، الاصابہ: ۲۴۵/۶، اسد الغابہ: ۱۰۲/۵

(۲) الاستیعاب: ۳۲۲۸، الاصابہ: ۴۸۹/۷، اسد الغابہ: ۱۴/۷، تجرید اسماء الصحابہ: ۲۹۵۷

اسی زمانہ میں حضرت معاویہ نے چھ ہزار کا لشکر بھیجا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہیت پر جا کر غارت گیری کریں حضرت معاویہ نے اس کے بعد ان کو انبار اور مدین جانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ لشکر ہیت پہنچا تو وہاں پر کوئی نہیں تھا، اس کے بعد اس نے انبار کا رخ کیا تو وہاں پر حضرت علی کی طرف سے ۵۰۰ مسلح افراد تھے، لشکر کو دیکھ کر وہ بھی متفرق ہو گئے اور ان میں سے صرف ایک سو افراد باقی رہ گئے، انہوں نے ہمت اور ثابت قدمی سے جنگ کی حتیٰ کہ ان کا امیر قتل ہو گیا، اور انبار سے حضرت معاویہ کا لشکر سامان وغیرہ لے کر واپس شام چلا گیا۔

جب حضرت علی کو اس کاروائی کا علم ہوا تو وہ خود بہ نفس نفیس سوار ہو کر نخیلہ مقام پر آ کر اتر گئے، لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں، آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم نہ مجھے اور نہ اپنے کو کفایت کرو گے حضرت علی نے سعد بن قیس کو قوم کے پیچھے بھیجا، وہ ان کے پیچھے چلتے چلتے ہیت پہنچ گیا لیکن وہ ان سے ملے بغیر واپس آ گیا۔

اسی سال حضرت معاویہ نے عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو سترہ سو لشکر کے ہمراہ تیماء کی طرف بھیجا اور سے حکم دیا کہ وہ اہل تیماء پر صدقہ خیرات کرے، جو قبول نہ کرے اسے قتل کر دو، اس کے بعد اس کو مدینہ، مکہ اور حجاز جانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ تیماء پہنچا تو بہت سے لوگ اس پر متفق ہو گئے، جب حضرت علی کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے مسیب بن نجیہ فزاری کو دو ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا، تیماء میں ان کی مڈ بھیڑ ہوئی، اور زوال شمس کے وقت دونوں میں خوب جنگ ہوئی مسیب بن نجیہ نے ابن مسعدۃ پر حملہ کر دیا، اس نے ابن مسعدۃ کو تین ضربیں لگائیں، وہ اس کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ اس کو کہہ رہا تھا نجات پاؤ، نجات پاؤ۔

ابن مسعدۃ ایک جماعت کے ہمراہ قلعہ کی طرف چلا گیا، اس نے قلعہ میں پناہ لے لی، اس کے باقی ساتھی شام کی طرف بھاگ گئے، بدوں نے ابن نجیہ کے جمع کئے ہوئے، صدقہ کے اونٹ لوٹ لئے۔

مسیب بن نجیہ نے تین روز تک ان کا محاصرہ کئے رکھا بعد ازاں اس نے دروازہ پر لکڑیاں ڈال کر اسے آگ لگا دی، جب وہ ہلاک ہونے لگے تو انہوں نے قلعہ سے باہر آ کر اس کو قرابتداری کا واسطہ دیا، مسیب بن نجیہ کو ان پر ترس آ گیا، اس نے آگ بجھا دی، پھر رات کے وقت قلعہ کا دروازہ کھول دیا، وہ سب نکل کر شام کی طرف چلے گئے، عبدالرحمٰن بن شبیب نے مسیب بن نجیہ کو ان کے تعاقب کا حکم دیا، لیکن اس نے ان کا تعاقب نہیں کیا، عبدالرحمٰن نے اس سے کہا تو نے امیر المؤمنین کو دکھ دیا ہے اور ان کے معاملہ میں تو نے منافقت سے کام لیا ہے۔

سال رواں ہی میں معاویہ نے ضحاک بن قیس کو تین ہزار فوج کے ہمراہ حضرت علی کے لشکر پر غارتگیری کے لئے بھیجا، حضرت علی نے حجر ابن عدی کو چار ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ میں بھیجا، اور حضرت علی نے فوج میں پچاس پچاس درہم تقسیم کئے، تدمر میں دونوں فوجوں کی مڈ بھیڑ ہوئی، ضحاک کے سترہ اور حجر کے دو ساتھی قتل ہوئے، لڑتے لڑتے ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو وہ متفرق ہو گئے، ضحاک اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام چلا گیا۔

محمد بن سعد نے واقدی کے حوالہ سے سنداً بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ ایک بڑے لشکر کے ہمراہ دجلہ آئے، لیکن پھر واپس لوٹ گئے۔

اسی سال حضرت علی نے زیاد بن ابیہ کو ارض فارس کا حاکم بنایا، اہل فارس نے اطاعت ختم کر کے خراج دینے سے انکار کر دیا تھا، کیونکہ جب ابن حضرمی اور اس کے ساتھی قتل ہوئے تو جاریہ بن قدامہ نے اسی جگہ ان کو آگ میں جلا دیا جیسا کہ گذر چکا، جب یہ بات مشہور ہو گئی، تو بہت سے لوگوں کے دل حضرت علی کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہو گئے، اور انہوں نے حضرت علی کی مخالفت شروع کر دی اور اس اطراف کے لوگوں نے سالانہ ٹیکس بند کر دیا اہل فارس نے خاص طور پر سرکشی اختیار کر کے اپنے گورنر سہل بن حنیف کو اپنے ملک ایران سے نکال دیا، جیسا کہ گزشتہ سال کے واقعات میں یہ بات گذر چکی ہے اس کے بعد حضرت علی نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کس کو ایران کا حاکم بنایا جائے، ابن عباس اور جاریہ بن قدامہ نے زیادہ بن ابیہ کے بارے میں مشورہ دیا کہ انہیں ایران کا حاکم بنایا جائے، کیونکہ وہ پختہ رائے والا اور صاحب سیاست ہے۔

چنانچہ حضرت علی نے زیاد بن ابیہ کو ہی ایران اور کرمان کا حاکم مقرر کر دیا، اور چار ہزار فوج اس کے ساتھ تیار کی، چنانچہ زیاد اسی سال فوج کے ہمراہ ایران چلا گیا، اس نے اہل ایران کی ایسی اصلاح کی کہ وہ سیدھے ہو گئے، اور انہوں نے خراج دینا بھی شروع کر دیا، اور سمع واطاعت اختیار کر لی، اور ان میں عدل اور امن وامان قائم کر دیا، حتیٰ کہ اہل ایران کہنے لگے کہ ہم نے اس عربی نوجوان سے بڑھ کر نرمی، علم اور مداراۃ میں

کسریٰ ،نوشروان، کے مشابہ کوئی نہیں دیکھا،اوران علاقوں میں اس کا عدل، دلیری اور علم مشہور ہوگیا،اور اس نے مال کے لئے ایک مضبوط قلعہ بنوایا، جو قلعہ زیاد سے مشہور ہوا، پھراس کے بعد جب اس میں منصور یشکری نے پناہ لی تو وہ قلعہ منصور سے مشہور ہوگیا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ اس سال حضرت علی نے عبداللہ بن عباس کو امیر حج بنایا،اور حضرت معاویہ نے یزید بن شخبرہ کو امیر حج بنایا، جب دونوں مکہ میں جمع ہوئے تو دونوں کا اختلاف ہوگیا،اور دونوں نے ایک دوسرے کا حکم ماننے سے انکار کر دیا،اور دونوں نے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ حجبی پر اتفاق کرلیا،انہوں نے لوگوں کو نمازیں پڑھائیں اور حج کرایا۔

ابوالحسن مدائنی کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت علی کے زمانہ میں کبھی بھی امیر حج نہیں بنے اور اس سال حج کے موقع پر یزید بن شخبرہ کے ساتھ نزاع کرنے والے قثم بن عباس تھے، حتیٰ کہ دونوں نے شیبہ بن عثمان پر اتفاق کرلیا،ابن جریر کہتے ہیں کہ ابومصعب کی رائے بھی یہی ہے،ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ شہروں پر حضرت علی کے عمال گذشتہ سال والے تھے،صرف ابن عباس بصرہ سے کوفہ چلے گئے تھے اور بصرہ پر زیاد بن ابیہ کو خلیفہ بنا گئے تھے، پھر یہی زیاد اسی سال فارس اور کرمان گیا جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

خواص کی وفات

سعد القرظی......آپ رسول اللہ کے زمانہ میں مسجد قبا کے مؤذن تھے جب حضرت عمر خلیفہ بنے تو انہوں نے آپ کو مسجد نبوی کا مؤذن بنا دیا، آپ اصل میں حضرت عمار بن یاسر کے غلام تھے، آپ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی کے سامنے عید کے روز نیزہ برداری کرتے تھے،اور اذان دینے کا سلسلہ ایک عرصہ تک آپ کی اولاد میں بھی قائم رہا۔

عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ......آپ بدر کے پانی پر سکونت پذیر ہوگئے تھے، صحیح قول کے مطابق آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے، بیعت عقبہ میں آپ حاضر تھے، آپ سادات صحابہ میں سے تھے، جنگ صفین وغیرہ کے موقع پر آپ نے حضرت علی کی نیابت کی۔

واقعات ۴۰ھ

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار جانبازوں کے ساتھ حجاز بھیجا یہ اس سال کے بڑے واقعات میں سے ہے، زیاد بن عبداللہ بکائی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حکمین کی تحکیم کے بعد امیر معاویہ نے قبیلہ بنی عامر بن لوئی کے ایک شخص بسر بن ارطاۃ کو ایک بڑے لشکر کے ہمراہ حجاز بھیجا، چنانچہ وہ شام سے چل کر مدینہ پہنچے،اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوایوب مدینہ کا عامل تھا، وہ ان کی آمد کی خبر سنتے ہی مدینہ چھوڑ کر حضرت علی کے پاس کوفہ آ گیا، بسر قتال کے بغیر مدینہ میں داخل ہوگیا، منبر پر چڑھ کر اس نے ندا دی اے دینار! اے نجار! اے رزیق! میرے وہ بزرگ کہاں ہیں جن سے میں نے کل گذشتہ ملاقات کی تھی، یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پھر اس نے اہل مدینہ کو مخاطب کر کے کہا اے اہل مدینہ اگر میں نے معاویہ سے عہد نہ کیا ہوتا تو میں آج مدینہ کے تمام بالغین کو قتل کر کے چھوڑتا، اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے بیعت لی،اور بنی سلمہ کے پاس پیغام بھیجا کہ جب تک تم میرے پاس بیعت کے لئے حضرت جابر بن عبداللہ کو نہیں لاؤ گے، خدا کی قسم اس وقت تک میرے پاس تمہارے لئے کوئی عہد وامان اور بیعت نہیں ہے، حضرت جابر ام سلمہ کے پاس گئے کہ آپ کی کیا رائے ہے، مجھے اپنے قتل کا اندیشہ ہے،اور یہ بیعت ضلالت ہے،انہوں نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ بیعت کرلیں اس لئے کہ میں نے اپنے لڑکے عمر اور اپنے داماد عبداللہ بن زمعہ، جو میری لڑکی زینب کے شوہر ہیں، کو بسر کی بیعت کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت جابر نے جا کر بسر کی بیعت کر لی۔

بسر نے مدینہ میں گھروں کو منہدم کر دیا، پھر وہ مکہ آ گیا، ابوموسیٰ اشعری نے اس سے اپنی جان کے بارے میں خطرہ محسوس کیا، بسر نے کہا میں صحابی رسول ﷺ کے ساتھ یہ کام نہیں کر سکتا، چنانچہ بسر نے ابوموسیٰ کو چھوڑ دیا، اس سے قبل ابوموسیٰ نے اھل یمن کو لکھا تھا کہ حضرت معاویہ کا بھیجا ہوا دستہ حکومت تسلیم نہ کرنے والوں کو قتل کر دے گا، اس کے بعد بسر نے یمن کا رخ کیا، یمن کا گورنر عبیداللہ بن عباس خوف کیوجہ سے بھاگ کر حضرت علی کے پاس کوفہ چلا گیا اور عبداللہ بن عبدالمدان حاوی کو یمن کا گورنر بنایا گیا، جب بسر یمن پہنچا تو اس نے اس کو اور اس کے لڑکے کو قتل کر دیا اور بسر عبیداللہ بن عباس کی اولاد سے ملا، اس میں اس کے دو چھوٹے لڑکے بھی تھے، جن کا نام عبدالرحمٰن اور قثم تھا بشر نے ان دونوں کو بھی قتل کر دیا، بعض نے بیان کیا ہے کہ بسر نے اس موقع پر حضرت علی کے بہت سے حامیوں کو قتل کیا، اصحاب مغازی اور اہل سیر کے نزدیک بھی یہ خبر بہت مشہور ہے، لیکن میرے نزدیک اس کی صحت محل نظر ہے واللہ اعلم۔

جب حضرت علی کو بسر کے بارے میں اطلاع ملی تو آپ نے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو دو ہزار فوج کے ہمراہ بھیجا، جاریہ چل کر نجران پہنچا، قتل و غارتگری کی، اور حضرت عثمان کے پیروکاروں کو قتل کر دیا، بسر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے جاریہ نے ان کا تعاقب کیا، حتیٰ کہ جاریہ مکہ پہنچ گیا، جاریہ نے ان سے بیعت کا مطالبہ کیا، انہوں نے کہا امیر المؤمنین کی ہلاکت کے بعد ہم کس کی بیعت کریں، جاریہ نے کہا جس کی اصحاب علی نے بیعت کی ہے تم بھی اس کی بیعت کرو، انہوں نے کچھ تامل کے بعد خوف کی وجہ سے بیعت کر لی۔

اس کے بعد جاریہ مدینہ آ گیا، حضرت ابوہریرہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، وہ خوف کی وجہ سے بھاگ گئے، جاریہ نے کہا خدا کی قسم! اگر آج ابوہریرۃ میرے ہاتھ لگ جاتا تو میں اسے قتل کر دیتا، پھر اس نے اہل مدینہ سے حسن بن علی کی بیعت کے لئے کہا تو انہوں نے اس کی بیعت کر لی، جاریہ کچھ روز مدینہ میں قیام کر کے واپس کوفہ آ گیا، ابوہریرہ نے واپس آ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے اسی سال طویل خط و کتابت کے بعد علی اور معاویہ کے درمیان جنگ بندی پر صلح ہو گئی اور یہ کہ عراق پر حضرت علی کی، اور شام پر حضرت معاویہ کی حکومت ہوگئی، اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی فوج کے ساتھ دوسرے ساتھی کی عملداری میں داخل نہیں ہوگا۔ اور نہ کوئی دوسرے پر غارت گیری کرے گا، نہ کوئی دوسرے سے جنگ کرے گا، اس کے بعد ابن جریر نے عن زیاد عن ابن اسحاق بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی کو خط لکھا کہ جس کا مضمون یہ تھا۔

''امابعد! امت نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا، آپ کے لئے عراق اور میرے لئے شام ہے، حضرت علی نے اس فیصلہ کو قبول کر لیا اور ایک دوسرے سے جنگ سے باز رہے فریقین کی فوجیں اپنے اپنے ملک واپس چلی گئیں، اور معاملہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا، ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ اسی سال ابن عباس بصرہ سے مکہ چلے گئے، اور عام اہل سیر کے قول کے مطابق انہوں نے گورنری چھوڑ دی، لیکن بعض لوگوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ ابن عباس حضرت علی کی معاویہ سے صلح تک گورنر رہے بلکہ وہ اس صلح کے گواہ تھے۔

ابن جریر نے ابن عباس کے بصرہ سے خروج کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ انہوں نے ابوالاسود دؤلی کے خلاف شان کوئی بات کہی، ابوالاسود دولی نے حضرت علی کے پاس ابن عباس کے بارے میں شکایتی خط لکھا کہ انہوں نے بیت المال کا کچھ ناجائز طور پر استعمال کیا ہے، حضرت علی نے ابن عباس کے پاس خط لکھا جس میں ان کو ملامت کی اور حضرت علی نے ان پر تاوان بھی لازم کیا، ابن عباس نے ناراض ہو کر حضرت علی کے پاس خط لکھا کہ گورنری کے لئے آپ جسے چاہیں بھیج دیں میں جا رہا ہوں۔ والسلام''۔

اس کے بعد ابن عباس اپنے ماموں کے ساتھ جن کا تعلق بنی ہلال سے تھا مکہ چلے گئے، بنو قیس بھی ان کے ساتھ ہو گئے، ابن عباس نے بیت المال سے ان کی جمع شدہ پونجی اور اجرت لی، کچھ لوگوں نے ابن عباس کے راستہ میں رکاوٹیں بھی پیدا کی لیکن وہ مکہ پہنچ گئے۔

حضرت علی کے قتل کا ذکر اور ان کے قتل اور کیفیت قتل کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کا بیان(۱) ......حضرت

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۵/ ۱۶۴، وتاریخ الطبری: ۳/ ۱۵۵. والمختصر فی اخبار البشر ۱/ ۱۸۰. والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۹۴: ومروج الذهب: ۲/ ۴۲۶

علی کے حالات ناخوشگوار ہو گئے، ان کی فوج ان کے خلاف ہو گئی۔

اہل عراق نے ان کی مخالفت شروع کر دی، اور ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا، اہل شام کا معاملہ قوت پکڑ گیا، انہوں نے اس خیال سے اردگرد گشت کیا اور حملے کئے کہ حکمین کے فیصلے کے بعد امارۃ حضرت معاویہ کا حق ہے، کیونکہ ان دونوں نے حضرت علی کو معزول کر دیا، اور منصب خلافت کے ایک سے خالی ہونے کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ کو خلیفہ بنا دیا، اور اہل شام تحکیم کے بعد حضرت معاویہ کو امیر کہتے تھے، اور جیسے جیسے اہل شام کا معاملہ مضبوط ہوتا چلا گیا ویسے ویسے اہل عراق کا دل کمزور ہوتا چلا گیا، حضرت علی اس وقت روئے زمین پر خیر الناس تھے اور آپ ہی سب سے بڑے عالم، زاہد، عابد اور متقی تھے، اس کے باوجود اہل عراق نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، حتیٰ کہ حضرت علی زندگی سے بیزار ہو کر موت کی تمنا کرنے لگے، اس چیز کا اظہار کثرت فتن اور آزمائشوں کے ظہور کے باعث ہوا، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے اس امت کا بدبخت کس کے انتظار میں ہے۔ وہ قتل کیوں نہیں کرتا پھر فرماتے خدا کی قسم! میری یہ ڈاڑھی میری کھوپڑی کے خون میں ضرور رنگی جائے گی۔ جیسا کہ بیہقی نے متعدد طرق سے حضرت علی کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا، خدا کی قسم! میری یہ ڈاڑھی میری کھوپڑی کے خون سے ضرور رنگی جائے گی اس امت کے بدبخت کو کیا ہو گیا، وہ قتل کیوں نہیں کرتا، عبداللہ بن سبیع نے کہا خدا کی قسم اے امیر المؤمنین جس شخص نے بھی آپ کو قتل کیا ہم اس کی اولاد کو ختم کر دینگے، حضرت علی نے فرمایا میں تم سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کوئی قتل ہو، انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کسی کو خلیفہ نہیں بنائینگے، آپ نے کہا نہیں میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جاؤں گا جس طرح رسول اللہ تمہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے، لوگوں نے کہا آپ ہم کو بلا خلیفہ چھوڑ کر جا رہے ہیں وفات کے بعد اگر اللہ نے اس بارے میں آپ سے سوال کر لیا تو آپ کیا جواب دو گے؟

حضرت علی نے فرمایا میں عرض کروں گا اے باری تعالیٰ! آپ نے اپنی مرضی سے مجھے ان میں اپنا خلیفہ بنایا، پھر آپ نے مجھے اپنے پاس واپس بلا لیا، میں ان میں آپکی ذات چھوڑ کر آیا ہوں، اب آپ کی مرضی ہے، آپ چاہیں ان کو خراب کر دے یا ان کی اصلاح کر دیں۔

انہی سے ایک اور طریق...... ابوداؤد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ ہم سے شریک نے عن عثمان بن مغیرۃ عن زید بن وہب بیان کیا ہے کہ خوارج حضرت علی کے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے علی آپ اللہ سے ڈریئے اس لئے کہ آپ مرنے والے ہیں، حضرت علی نے جواب میں فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا ہے لیکن میں کھوپڑی پر ضرب لگنے کی وجہ سے قتل ہوں گا جو اس ڈاڑھی کو رنگ دیگی، آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ڈاڑھی کی طرف اشارہ فرمایا، یہ ایک مشہور و معروف عہد اور فیصلہ شدہ امر ہے، بلاشبہ وہ ناکام ہوا جس نے افتراء باندھا۔

حضرت علی سے ایک اور طریق...... حافظ ابویعلیٰ نے متعدد طرق سے حضرت علی کا ارشاد نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اولین کا بدبخت ترین آدمی کون ہے؟ میں نے کہا اونٹنی کی کوچیں کاٹنے والا، راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کی تصدیق فرمائی، پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا آخرین کا بدبخت ترین آدمی کون ہے؟، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا مجھے علم نہیں آپ ﷺ نے فرمایا جو تیری اس کھوپڑی پر تلوار مار کر اس کے خون سے تیری داڑھی کو رنگ دے گا۔

اس بارے میں ایک اور حدیث...... خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے حضرت جابر بن سمرۃ کا قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے علی اولین کا بدبخت ترین شخص کون ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا اونٹنی کی کوچیں کاٹنے والا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے سوال کیا آخرین کا بدبخت ترین شخص کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا قاتل۔

اس مفہوم کی ایک اور حدیث...... امام بیہقی نے فطر بن خلیفہ اور عبدالعزیز بن سیاہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ پھر ان دونوں نے عن

حبیب بن ابی ثابت عن ثعلبہ حمانی روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علی کو منبر پر کہتے سنا خدا کی قسم نبی آخرالزمان نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ عنقریب میری امت آپ سے دھوکہ کرے گی امام بخاری نے فرمایا ثعلبہ بن زید حمانی کی اس روایت میں اعتراض پایا جاتا ہے، امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس حدیث کو دوسری اسناد سے عن علی روایت کیا ہے وہ اگرچہ محفوظ ہے، اسی طرح متعدد طرق سے حضرت کا قول نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو وصیتیں فرمائیں تھیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میری امت عنقریب آپ سے غدر کرے گی، اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ ہو جو خوارج نے آپ کے خلاف خروج کیا اور آپ کے قتل کی سازش کی۔

امام اعمش نے عن عمرو بن مرۃ بن عبداللہ بن حارث عن زبیر بن ارقم روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے ہم کو جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بسر یمن پہنچ گیا ہے، خدا کی قسم یہ لوگ تم پر صرف اس وجہ سے غالب آئیں گے کہ تم اپنے امام کے نافرمان، خائن اور فسادی ہو، اور یہ امام اپنے امام کے مطیع امین اور نیکوکار ہیں میں نے فلاں شخص کو بھیجا اس نے دھوکہ اور خیانت کی، میں نے حضرت معاویہ کے پاس مال بھیجا، اگر میں تم میں سے کسی کو ایک پیالہ پر امین بناتا تو وہ اس کے لٹکانے کی چیز کو لے جاتا، اے اللہ میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں، میں ان کو ناپسند کرتا ہوں وہ مجھ کو ناپسند کرتے ہیں، اے اللہ مجھ کو ان سے راحت دے اور ان کو مجھ سے راحت دے، راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ایک ہفتے کے اندر ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا گیا۔

آپ کے قتل کا بیان......ابن جریر اور دیگر متعدد علماء تاریخ وسیر نے بیان کیا ہے کہ خوارج میں سے تین شخص عبدالرحمٰن بن عمرو المعروف با بن ملجم حمیری ثم الکندی حلیف بنی حنیفہ من کندۃ المصری جو گندم رنگ، خوبرو، ہنس مکھ تھا اور کانوں کے لوتک اس کے بال تھے اور اس کے چہرہ پر سجدہ کے نشانات تھے، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی نے جمع ہو کر آپس میں اس بات کا مذاکرہ کیا کہ حضرت علی نے اہل نہروان میں سے ان کے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ان کے بعد ہماری زندگی بیکار ہے، وہ اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، اگر ہم اپنی جانوں کا سودا کر لیتے اور ائمہ ضلال کو قتل کردیتے تو ہم ان سے شہروں کو راحت دیتے اور اپنے بھائیوں کا ان سے بدلہ لیتے۔

ان میں سے ابن ملجم نے کہا میں تم کو حضرت علی کے قتل سے بے نیاز کروں گا، برک نے کہا میں تم کو معاویہ کے قتل سے بے نیاز کروں گا، عمرو بن بکر نے کہا میں تم کو عمرو بن عاص کے قتل سے بے نیاز کروں گا، انہوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی اپنے ساتھی کے قتل سے باز نہیں رہے گا۔ حتیٰ کہ وہ اس کے لئے اپنی جان تک بھی قربان کردے گا، چنانچہ انہوں نے اپنی تلواریں اٹھا کر ان کو زہر آلود کیا، اور اس کے لئے انہوں نے ۲۵ رمضان کی تاریخ مقرر کی، اور طے کیا کہ اس تاریخ کو ہر شخص اپنے مقررہ ساتھی کے شہر میں رات گزارے گا۔

چنانچہ ابن ملجم کوفہ چلا گیا اور اس نے اپنا معاملہ وہاں رہنے والے اپنے ساتھ خارجیوں سے بھی پوشیدہ رکھا اسی دوران وہ ایک روز بنی رباب کے کچھ افراد کے ساتھ بیٹھا تھا جو نہروان کے روز اپنے قتل ہونے والے افراد کا ذکر کررہے تھے، ان میں سے اچانک ایک عورت جو قطام بنت الشجنہ سے مشہور تھی کھڑی ہوئی نہروان کے روز اس کا باپ اور بھائی قتل ہوا تھا، وہ عورت حسن وجمال میں مشہور تھی، اس نے جامع مسجد میں عبادت کے لئے ایک الگ جگہ بنائی ہوئی تھی۔

جب ابن ملجم نے اسے دیکھا تو وہ حواس باختہ ہوگیا، اور اسے اپنا کام بھی بھول گیا، حتیٰ کہ اس نے عورت کو نکاح کا پیغام دیدیا، عورت نے تین ہزار درہم، ایک خادم، ایک کنیز اور حضرت علی کے قتل کی شرط لگائی، ابن ملجم نے تینوں شرطیں قبول کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم مجھے اس شہر میں حضرت علی کا قتل لایا ہے، چنانچہ ابن ملجم نے اس سے شادی کرلی، پھر وہ عورت ابن ملجم کو حضرت علی کے قتل پر ابھارتی رہی، اور اس نے اپنی قوم تمیم الرباب کے ایک شخص وردان نامی کو ابن ملجم کی معاونت کے لئے تیار کیا، ابن ملجم نے ایک دوسرے شخص شبیب بن نجدۃ اشجعی حروری کو کہا کیا تجھے دنیا و آخرت کی بھلائی کی ضرورت ہے؟ اس نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابن ملجم نے کہا حضرت علی کا قتل، اس نے کہا تجھے تیری ماں گم پاوے تو اسے کیسے سرانجام دے گا، اس نے کہا میں مسجد میں چھپ جاؤں گا، صبح جب حضرت علی نماز کے لئے آئیں گے تو میں ان کو قتل کردوں گا، اگر ہم کامیاب ہوگئے تو ہمارے نفس راحت حاصل کرینگے اور ہم اپنے مقتول بھائیوں کا بدلہ لینے میں کامیاب ہوجائیں گے، اگر ہم قتل ہوگئے اللہ کے پاس دنیا سے بہتر ہمارے لئے ثواب ہے۔

شبیب نے کہا تو ہلاک ہو اگر حضرت علی کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو ہمارے لئے یہ کام آسان ہوتا، تجھے حضرت علی کی مسابقت فی الاسلام اور رسول اللہ کے ساتھ قرابت معلوم ہے، اس لئے مجھے اس بارے میں شرح صدر نہیں ہو رہا، ابن ملجم نے اس سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے حضرت علی نے اہل نہروان کو قتل کیا ہے، شبیب نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے، ابن ملجم نے کہا پس ہم حضرت علی کو اپنے ان ہی بھائیوں کے بدلے میں قتل کریں گے، شبیب نے بھی ابن ملجم سے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا، ابن ملجم نے ان سے کہا ۱۷ رمضان جمعہ کی شب جمع ہو جانا، ابن ملجم نے ان سے کہا اسی رات میرے ساتھیوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ سترہ رمضان کو یہ تینوں ابن ملجم، وردان اور شبیب تلوار لے کر اس دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے جس دروازہ سے حضرت علی نکلا کرتے تھے۔

جب حضرت علی باہر آئے تو وہ لوگوں کو الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر نماز کے لئے اٹھانے لگے، شبیب نے تلوار سے آپ پر حملہ کیا تو وہ طاقچہ میں لگی، پھر ابن ملجم نے آپ کے سر پر تلوار ماری، جس سے آپ کا خون آپ کی ڈاڑھی پر گر پڑا، ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلوار مارتے وقت یہ کہا (**لاحکم الاللہ لیس لک یاعلی ولالاصحابک**) یعنی حکم صرف اللہ کا ہے اے علی نہ تیرا حکم ہے اور نہ تیرے ساتھیوں کا، اور ابن ملجم اس وقت یہ آیت پڑھ رہا تھا (**ومن الناس من یشتری الخ**)

حضرت علی نے لوگوں کو ان کے پکڑنے کا حکم دیا، وردان کو بھاگتے ہوئے حضر موت کے ایک شخص نے قتل کر دیا، شبیب نے بھاگ کر اپنی جان بچالی، ابن ملجم گرفتار ہو گیا، حضرت علی نے جعدۃ بن ھبیرۃ بن ابی وھب کو نماز کے لئے آگے کیا، انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی حضرت علی کو اٹھا کر گھر لایا گیا، ابن ملجم کو باندھ کر آپ کے سامنے لایا گیا، حضرت علی نے اس سے کہا اے دشمنِ خدا! تو نے یہ کام کس وجہ سے کیا، اس نے کہا چالیس روز تک میں نے اپنی تلوار کو تیز کیا اور میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میں اس سے اس دنیا کے بدترین شخص کو قتل کروں گا، حضرت علی نے فرمایا میں بھی تجھے اس کے ذریعہ مقتول پاتا ہوں، اور تجھے اس مخلوق کا بدترین شخص سمجھتا ہوں، اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر میں مرجاؤں تو تم اسے قتل کر دینا، اگر میں زندہ رہا تو میں بہتر جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ میں کیا کروں گا۔

جندب بن عبداللہ نے کہا اے امیر المؤمنین اگر آپ وفات پا جائیں تو ہم حسن کی بیعت کر لیں، حضرت علی نے فرمایا میں تم کو نہ اس سے منع کرتا ہوں اور نہ اس کا حکم دیتا ہوں یہ تمہاری صوابدید پر ہے، حضرت علی بوقت وفات کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھ رہے تھے، بعض کا قول ہے: سب سے آخر میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (**فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ**) حضرت علی نے دونوں لڑکوں حسن اور حسین کو تقویٰ اختیار کرنے نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے غصہ پینے، صلہ رحمی، بردباری اختیار کرنے، تفقہ فی الدین، ثابت قدمی، قرآن پر عمل کرنے، پڑوسیوں سے حسن سلوک کی وصیت کی، اور ان دونوں کو اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے بارے میں بھی وصیت کی، اور اسے بھی وہی وصیت کی جو ان دونوں کو کی، اور اسے تاکید کی کہ ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرے اور یہ سب باتیں کتاب الوصیہ میں لکھی ہوئی ہیں۔

وصیت کی تحریر...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ..... یہ وصیت علی بن ابی طالب نے کی ہے وہ گواہی دیتا ہے، کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اس نے انہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکین ناپسند ہی کریں، بلاشبہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اول المسلمین میں سے ہوں، اے حسن اور میرے بیٹوں اور جس تک میری یہ تحریر پہنچے میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا رب ہے اور تم سب فرمانبرداری کی حالت ہی میں مرنا۔

تم سب اللہ کی رسی کو تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا، عام نماز و روزہ سے بہتر ہے، ذوی الارحام کا خیال رکھو ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو تاکہ اللہ اس کے ذریعہ حساب کے معاملہ میں تم پر آسانی کرے، یتامیٰ کے بابت اللہ سے ڈرو، ان کے مال کی حفاظت کرو، وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہوں، اپنے پڑوسیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ تمہارے نبی کی وصیت ہے، رسول اللہ ﷺ ان کے بارے میں وصیت کرتے رہے، حتیٰ کہ ہمیں شک ہو گیا کہ شاید آپ ﷺ پڑوسی کو میراث میں شریک کر دیں گے، قرآن

کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کوئی شخص تم سے اس پر عمل کرنے میں سبقت نہ کرے، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے، اللہ کے گھر کے بدلے رب سے ڈرو، تمہاری زندگی تک وہ تم سے خالی نہ ہوں، اگر تم نے اس کا خیال نہیں رکھا تو تم آپس میں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکو گے، ماہ رمضان کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اس کا روزہ آگ سے ڈھال ہے، اپنے اموال و جانوں کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ سے ڈرو، زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے والی ہے، اپنے نبی کے عہد کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، اصحاب محمد ﷺ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے، فقراء اور مساکین کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو اپنی معاش میں شریک کرو اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں خاص طور پر فرمایا میں تم کو دو کمزوروں عورتوں اور غلاموں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔

نماز کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے مت ڈرو جو تمہارا قصد کرے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا وہ تمہیں اس کے مقابلہ میں کفایت کرے گا، اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ، امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ شریر لوگ تم پر حکومت کریں گے پھر تمہاری دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی ایک دوسرے سے صلہ رحمی کرو، ایک دوسرے پر خرچ کرو، اپنے آپ کو پشت پھیرنے، قطع تعلقی اور تفرقہ بازی سے بچاؤ، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کا تعاون کرو نہ کہ گناہ اور نافرمانی پر، اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے، اے اہل بیت اللہ اور اس کا نبی تمہارا محافظ ہو، میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں میری طرف سے تمہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس کے بعد آپ کی زبان پر مسلسل کلمہ شہادت جاری رہا، حتیٰ کہ اسی سال ماہ رمضان ۴۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔

وفات کے بعد آپ کے صاحبزادوں نے آپ کو غسل دیا، حضرت حسن نے آپ کا جنازہ پڑھایا، آپ نے ۹ تکبیریں کہیں، امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ابو احمد زبیری نے ہم سے بیان کیا ہے کہ شریک نے عن عمران بن ظبیان عن ابی یحییٰ بیان کیا ہے کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا اے لوگو اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قاتل سے کیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، پھر اس کو جلا دو، مروی ہے کہ ام کلثوم نے ابن ملجم سے کہا تو ہلاک ہو تو نے امیر المؤمنین پر کیوں حملہ کیا ہے! اس نے جواب دیا میں نے انتقاماً ایسا کیا ہے، حضرت ام کلثوم نے فرمایا فکر کی کوئی بات نہیں، ابن ملجم نے کہا پھر تم کیوں روتی ہو، خدا کی قسم میں نے تمہارے والد کو ایسی ضرب ماری ہے کہ اگر وہ اہل مصر کو لگ جاتی تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاتے، خدا کی قسم میں نے ایک ماہ تک اس تلوار کو زہر آلود کیا ہے، ایک ہزار درھم میں میں نے اس کو خریدا ہے اور ایک ہزار درھم کے بدلہ میں نے اس کو زہر آلود کیا ہے۔

ہیثم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے اپنی قوم کے بعض مشائخ کے حوالہ سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے تمیم الرباب کی ایک عورت قطام نامی کو دیکھا جو حسین و جمیل عورتوں میں سے تھی اور خوارج کا نظریہ رکھتی تھی، اس کے اس نظریہ پر حضرت علی نے اس کی قوم کو قتل کر دیا، جب ابن ملجم نے اس کو دیکھا تو وہ اس پر عاشق ہو گیا، اس نے قطام کو پیغام نکاح دیا، اس نے کہا تین ہزار درہم، ایک غلام اور کنیز کی شرط پر میں تم سے شادی کروں گی، ابن ملجم نے مذکورہ شرائط پر اس سے شادی کر لی اس کے بعد قطام نے ابن ملجم کو حضرت علی کے قتل کے لئے کہا تو وہ ہتھیار پہن کر نکلا، قطام بھی اس کے ساتھ نکلی اس کے لئے مسجد میں ایک قبہ بنایا گیا۔

حضرت علی الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے ہوئے نکلے، ابن ملجم نے آپ کا پیچھا کیا، اس نے آپ کے سر پر تلوار ماری، اس پر شاعر نے چند شعر کہے۔ ابن جریر نے کہا وہ شاعر ابن میاس المرادی تھا۔

(۱)...... میں نے کسی سخی کو ابن قطام کے مہر کی طرح واضح مہر دیتا نہیں دیکھا۔

(۲)...... تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک کنیز، اور شمشیر براہ سے حضرت علی کو قتل کرنا۔

(۳)...... کوئی مہر خواہ وہ کتنا ہی گراں ہو حضرت علی کے مہر سے بڑھ کر نہیں، اور کوئی حملہ ابن ملجم کے حملہ سے بڑھ کر نہیں۔

ابن جریر نے ان اشعار کی نسبت ابن شاس مرادی کی طرف کی ہے، ابن جریر نے حضرت علی کے قتل پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

(۱)...... ہم نے خیر کے مالک ابو حسن کے سر پر تلوار ماری جس سے خون بہہ پڑا۔

(۲)...... جب انہوں نے سرکشی اختیار کی تو ہم نے تلوار کی ضرب لگا کر ان کی حکومت ختم کر دی،

(۳)...... جب موت موت کی چادر اور ازار پہن لیتی ہے، تو ہم جنگ میں معزز ہوتے ہیں۔

تابعین کے زمانہ میں بعض متأخرین خوارج نے ابن ملجم کی تعریف کی ہے، اور وہ عمران بن حطان ہے جو عابدین اور بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت کرنے والوں میں سے ہے، اس نے آپ کے بارے میں دو شعر کہے:

(۱)...... اس متقی کی ضرب کے کیا کہنے جس نے اس کے ذریعہ اللہ کی رضا کو حاصل کرنا چاہا۔

(۲)...... میں دن میں اس کو یاد کرتا ہوں تو میں اس کو اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ ترازو پورا کرنے والا پاتا ہوں۔

اسی دن نماز فجر کے وقت برک نے حضرت معاویہ پر تلوار سے حملہ کیا، بعض نے بیان کیا ہے کہ اس نے زہر آلود خنجر سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا جس سے آپ کی سرین زخمی ہوگئی اور خارجی کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا، اس نے قتل سے قبل حضرت معاویہ سے کہا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو ایک بشارت سناتا ہوں، حضرت معاویہ نے پوچھا کیا بشارت ہے اس نے کہا میرے بھائی نے آج ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے حضرت معاویہ نے فرمایا ہوسکتا ہے وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا ہو، اس نے کہا نہیں کیوں کہ حضرت علی کے ساتھ محافظ نہیں ہوتے، پھر حضرت معاویہ نے اسے قتل کرا دیا۔

طبیب نے حضرت معاویہ کو دیکھ کر کہا بلاشبہ آپ کا زخم زہر آلود ہے یا تو میں آپ کو داغ دوں گا یا مشروب پلاؤں گا، مشروب کی صورت میں زہر تو ختم ہو جائے گا لیکن آپ کی نسل منقطع ہو جائے گی، حضرت معاویہ نے فرمایا آگ برداشت کرنے کی تو مجھ میں طاقت نہیں، البتہ میں مشروب پی لوں گا، اور یزید و عبداللہ سے میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہوں گا، چنانچہ طبیب نے آپ کو مشروب پلایا تو تکلیف اور زخم سے آپ صحت یاب ہو گئے، اور اسی وقت سے مسجد میں حجرہ بنایا گیا، اور سجدہ کی حالت میں اس کے اردگرد محافظ مقرر کئے گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حادثہ کی وجہ سے اس کو بنانے والے پہلے شخص ہیں۔

عمرو بن عاص پر حملہ کرنے والا عمرو بن بکر گھات لگا کر بیٹھ گیا کہ آپ نماز کے لئے نکلیں گے، اتفاق سے اس روز حضرت عمرو بن عاص کو شدید مجبوری پیش آ گئی، جس کی وجہ سے آپ نماز کے لئے نہیں آئے آپ کا نائب خارجہ بن ابی حبیبہ جس کا تعلق عامر بن عدی سے تھا، اور جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پولیس کے سپاہیوں کا سردار تھا نماز کے لئے آیا تو عمرو بن بکر نے اس کو حضرت عمرو خیال کر کے اس پر حملہ کر دیا، جس سے وہ قتل ہو گیا، جب خارجی پکڑا گیا تو اس نے کہا میں نے عمرو کا ارادہ کیا تھا اور اللہ نے خارجہ کا ارادہ کیا، اس نے اس کو مثال بنا دیا، پھر اسے قتل کر دیا گیا، بعض کا قول ہے: یہ بات کہنے والے عمرو بن عاص تھے، جس وقت خارجی کو لایا گیا تو عمرو نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس نے آپ کے نائب کو قتل کیا ہے، پھر حضرت عمرو کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

حاصل یہ کہ حضرت علی کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت حسن نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس پر نو تکبیریں کہی، اور اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں خوارج آپ کی لاش کو اکھیڑ لیں کوفہ کے دارالامارۃ میں آپ کو دفن کیا گیا، یہ ہی مشہور ہے، اور جس شخص نے کہا کہ اونٹنی پر آپ کو لادا گیا اور وہ آپ کو نامعلوم مقام پر لے گئی اس نے غلطی سے کام لیا ہے، اور ایسی چیز کے بارے میں تکلف کیا ہے، جس کا علم نہیں اور جس کی عقل و شرع اجازت نہیں دیتی، اکثر جاہل اور رافض کا جو یہ خیال ہے کہ آپ کی قبر نجف میں ہے یہ بات بلا اصل و دلیل ہے، بعض کا قول ہے کہ یہ مغیرہ بن شعبہ کی قبر ہے، خطیب نے عن ابی نعیم الحافظ عن ابی بکر الطلحی عن محمد بن عبداللہ حضرمی الحافظ عن مطر روایت کیا ہے کہ نجف میں جس قبر کی تعظیم شیعہ کرتے ہیں، اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ قبر کس کی ہے تو وہ اس پر پتھر ماریں یہ مغیرہ بن شعبہ کی قبر ہے۔

واقدی نے متعدد طرق سے ابی فروۃ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی باقر سے سوال کیا کہ قتل کے روز حضرت علی کی عمر کتنی تھی! انہوں نے کہا ۶۳ سال پھر میں نے پوچھا وہ کہاں مدفون ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت علی کو رات کے وقت کوفہ میں دفن کیا گیا اس لئے اب آپ کی قبر غیر معلوم ہے، ایک روایت میں جعفر صادق کا قول نقل کیا گیا ہے کہ حضرت علی کی عمر ۵۸ سال تھی، بعض کا قول ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد کے سامنے آپ کو دفن کیا گیا بہر حال مشہور یہ ہے کہ آپ کی قبر دارالامارۃ میں ہے۔

خطیب بغدادی نے عن ابی نعیم الفضل بن دکین روایت کی ہے کہ حضرت حسن وحسین نے آپ کی لاش کو اٹھا کر مدینہ منتقل کیا اور وہاں پر جنت البقیع میں دفن کیا گیا، بعض کا قول ہے حضرت حسن وحسین نے جب آپ کی لاش کو اونٹنی پر لادا تھا تو وہ اونٹنی ان سے گم ہوگئی، قبیلہ طے کے کچھ لوگوں نے اس کو مال سمجھ کر پکڑ لیا، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ صندوق میں میت ہے اور انہوں نے آپ کو پہچانا نہیں اس لئے انہوں نے میت سمیت اس صندوق کو دفن کر دیا اب کسی کو معلوم نہیں کہ آپ کی قبر کہاں ہے، حافظ ابن عساکر نے حضرت حسن کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علی کو آل جعدۃ کے گھروں میں سے کسی گھر میں دفن کیا ہے۔

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں: جب خالد بن عبداللہ نے اپنے لڑکے یزید کے گھر کی بنیاد کھودی تو انہوں نے اس میں سے ایک سفید سر اور سفید ریش بزرگ کو نکالا گویا کہ کل ہی ان کو دفن کیا گیا ہے، انہوں نے اس کے جلانے کا ارادہ کیا لیکن پھر اللہ نے ان کو اس سے باز رکھا تو انہوں نے ایک چادر منگوا کر اس میں شیخ کو لپیٹ دیا اور اس کو خوشبو لگادی اور اس کو اسی جگہ چھوڑ دیا، مورخین کا قول ہے یہ جگہ باب الوراقین کے پاس قبلہ کے سامنے ایک موچی کے گھر میں ہے اور اس جگہ جانے والا وہاں ٹھہر نہیں سکتا۔

جعفر بن محمد صادق کہتے ہیں کہ حضرت علی کا رات کے وقت جنازہ پڑھا گیا۔ اور آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور آپ کی قبر کا نشان مٹا دیا گیا، لیکن وہ دارالامارۃ کے پاس ہے، ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ رات کے وقت حضرت علی کے دفن میں حضرت حسن وحسین ابن الحنفیہ اور عبداللہ بن جعفر وغیرہ شریک ہوئے، آپ کو کوفہ کے باہر دفن کیا گیا، خوارج کے خوف کی وجہ سے آپ کی قبر کا نشان پوشیدہ رکھا گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت علی کو سترہ رمضان ۴۰ھ جمعہ کو قتل کیا گیا، بعض کا قول ہے کہ آپ کو ربیع الاول میں قتل کیا گیا، لیکن اول قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے، واللہ اعلم۔

۶۳ سال کی عمر میں آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا، علامہ واقدی اور ابن جریر وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے بعض نے آپ کی عمر ۶۵ سال اور بعض نے ۶۸ سال بھی بیان کی ہے، آپ کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے۔

حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت حسن نے ابن ملجم کو بلایا، ابن ملجم نے حضرت حسن سے ایک بات کہنے کی اجازت طلب کی، حضرت حسن نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ میں حضرت علی اور معاویہ کو قتل کردوں ورنہ خود مر جاؤں گا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں حضرت معاویہ کو قتل کر دوں، اگر میں نے ان کو قتل نہیں کیا یا قتل کیا لیکن میں زندہ رہا تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا، حضرت حسن نے فرمایا ہرگز نہیں اب تو تو آگ دیکھے گا، چنانچہ آپ نے اس کو قتل کروا دیا، پھر لوگوں نے اس کو پکڑ کر چٹائیوں میں بند کر کے جلا دیا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے، اس کی آنکھیں سرمگیں ہوگئیں، اس کے باوجود اس کی زبان پر سورہ علق کی ابتدائی آیات جاری تھیں، پھر لوگوں نے اس کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا، اس نے جزع فزع کرتے ہوئے کہا میں نہیں چاہتا کہ میری زبان ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کے ذکر سے خالی ہو، اس کے بعد لوگوں نے اس کی زبان کاٹ کر اسے قتل کر دیا، پھر اس کو جلا دیا، ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حارث نے ابن سعد بن محمد بن عمر کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی پر جمعہ کے روز حملہ کیا گیا اتوار کی شب ۱۹ رمضان ۴۰ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی، واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہی ہمارے نزدیک ثابت شدہ بات ہے۔

آپ کی بیویوں، بیٹوں، اور بیٹیوں کا ذکر...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حجاج نے اسرائیل کے واسطہ سے عن ابی اسحاق عن ھانی بن ھانی عن علی بیان کیا ہے کہ حضرت حسن جن کی پیدائش پر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا میرا لڑکا مجھے دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا میں نے عرض کیا کہ ہم نے اس کا نام حرب رکھا ہے، آپ نے فرمایا اس کا نام حسن رکھو، اسی طرح حضرت حسین کی ولادت پر آپ تشریف لائے آپ ﷺ نے ان کا نام پوچھا ہم نے حرب بتایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا نام حسین رکھو، اسی طرح تیسرے لڑکے کی پیدائش پر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے ان کا نام پوچھا میں نے حرب بتایا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کا نام محسن رکھو، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا میں نے حضرت ہارون کی اولاد شبر، شبیر اور مبشر کے نام پر ان کا نام حسن، حسین اور محسن رکھا ہے، محمد بن سعد نے عن یحییٰ بن عیسیٰ

التیمی عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا میں جنگ کو پسند کرتا ہوں اسی وجہ سے حضرت حسن کی ولادت پر میں نے ان کا نام حرب رکھنا چاہا اور انہوں نے حدیث کو پہلے کی طرح بیان کیا، لیکن انہوں نے تیسرے لڑکے کا ذکر نہیں کیا، بعض احادیث میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علی نے اولاً حسن کا نام حمزہ اور حسین کا نام جعفر رکھا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو تبدیل فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلی شادی بنت رسول حضرت فاطمہ سے کی، واقعہ بدر کے بعد آپ ان کے پاس گئے، حضرت فاطمہ سے حسن، حسین پیدا ہوئے، بعض نے کہا ہے کہ محسن بھی حضرت فاطمہ سے پیدا ہوئے تھے، جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، اسی طرح حضرت فاطمہ سے زینب کبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں، انہی ام کلثوم سے حضرت فاروق اعظم نے شادی کی جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، حضرت فاطمہ کی وفات تک حضرت علی نے کوئی دوسری شادی نہیں کی حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ نے وفات پائی، تو ان کی وفات کے بعد حضرت علی نے متعدد شادیاں کیں، ان میں سے بعض کی آپ کی زندگی میں ہی وفات ہوگئی، اور بعض کو آپ نے طلاق دیدی اور حضرت علی نے وفات کے وقت چار بیویاں چھوڑیں جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئیگا، ان بیویوں میں سے ایک ام البنین بنت حرم ہیں اور وہ محل بن خالد بن ربیعہ بن کعب بن عامر بن کلاب ہیں، ان سے عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے، اور یہ سب کربلا میں حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت عباس کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا، ان بیویوں میں سے ایک بنت مسعود بن خالد بن مالک جن کا تعلق بنی تمیم سے ہے، ان سے عبیداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے، ہشام بن کلبی نے بیان کیا ہے کہ یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے، واقدی کا خیال ہے کہ عبیداللہ کو مختار نے یوم الدار میں قتل کیا تھا۔

ان بیویوں میں سے ایک اسماء بنت عمیس خثعمیہ بھی ہیں، ان سے یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے، یہ کلبی کا قول ہے، واقدی نے بیان کیا ہے کہ ان سے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے، اور محمد اصغر ام ولد سے پیدا ہوئے تھے، ان ہی بیویوں میں سے ایک ام حبیبہ بن زمعہ بن بحر بن عبد بن علقمہ ہیں یہ ام ولد ہیں اور ان عورتوں میں سے ہیں جن کو حضرت خالد نے عین تمر پر غارت گری کے وقت گرفتار کیا تھا، ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئے، عمر نے ۳۵ سال عمر پائی، ان ہی بیویوں میں سے ایک ام سعید بنت عروہ بن مسعود بنت معتب بن مالک ثقفی ہیں، ان سے اُم حسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئے، ان ہی بیویوں میں سے ایک امرء القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن کلب الکلبیہ ہیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، جو حضرت علی کے ساتھ مسجد جایا کرتی تھی اس سے سوال کیا جاتا تھا کہ تیرے ماموں کون ہیں؟ تو وہ جواب دیتی تھی وہ، وہ یعنی بنی تغلب، ان بیویوں میں سے ایک امامہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی جن کی والدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ بھی ہیں، انہی کو رسول اکرم ﷺ نماز میں قیام کی حالت میں اٹھا لیتے تھے اور جب سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیتے تھے، ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے، آپ کے ایک لڑکے محمد اکبر وہ ابن الحنفیہ ہیں جو خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن عبید بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن الدوٗل بن حنیفہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہیں ان کو حضرت صدیق کے زمانہ میں ایام ردت میں بنی حنیفہ نے قید کیا تھا، حضرت علی کے حصہ میں آئی، ان سے محمد پیدا ہوئے۔

بعض شیعہ حضرات ان کے بارے میں عصمت اور خلافت کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ سادات میں سے تھے لیکن یہ اور ان کے والد معصوم نہیں تھے، بلکہ ان سے قبل خلفاء راشدین بھی معصوم نہیں تھے، جیسا کہ اپنی جگہ میں بیان ہو چکا، اس کے علاوہ مختلف امہات اولاد سے حضرت علی کی اولاد بہت تھی، اس لئے کہ آپ چار بیویاں اور ۱۹ ام ولد چھوڑ کر مرے ہیں، آپ کی اولاد میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کے ماؤں کے نام اُم ہانی، میمونہ، زینت صغریٰ، رملۃ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، اُمامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام جعفر، ام سلمہ، جمانہ ہیں۔ ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کے ۱۴ لڑکے اور ۱۷ لڑکیاں تھیں، واقدی کا بیان ہے کہ حضرت علی کی نسل صرف پانچ سے چلی، (۱) حسن (۲) حسین (۳) محمد بن حنفیہ (۴) عباس بن کلابیہ (۵) عمر بن تغلبیہ۔

ابن جریر نے متعدد طرق سے خالد بن جابر کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی کے قتل کے بعد میں نے حسن کو خطبہ دیتے سنا کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! تم نے آج شب ایک شخص کو قتل کیا ہے، اسی شب قرآن نازل ہوا، اسی شب حضرت عیسیٰ کا رفع ہوا، اسی شب حضرت یوشع نے حضرت موسیٰ کے نوجوان کو قتل کیا، خدا کی قسم کوئی شخص بھی ان سے پہلے ایسا نہیں ہے جس نے ان سے سبقت کی ہو اور نہ ان کے بعد کوئی ان کو پا سکے گا، خدا کی قسم رسول اکرم ﷺ جس دستہ کے ساتھ ان کو بھیجتے تھے اس کی دائیں طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ہوتے تھے، رب کریم کی قسم انہوں نے آٹھ

یا نوسودرہم کے علاوہ جو انہوں نے کسی واقعہ کے لئے مہیا کئے ہوئے تھے کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑا، یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے علاوہ ازیں اس میں نکارۃ پائی جاتی ہے، واللہ اعلم۔

اسی طرح ابویعلیٰ نے عن ابراہیم بن حجاج عن مسکین روایت کیا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے وکیع نے عن شریک عن ابی اسحاق عن ہبیرۃ بیان کیا ہے کہ حسن بن علی نے ہم کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گذشتہ شب تم سے ایسا شخص جدا ہوا ہے کہ اولین اور آخرین میں سے کسی نے علم میں ان سے سبقت نہیں کی، رسول اکرم ﷺ ان کو جھنڈا دے کر بھیجتے تھے، حضرت جبرئیل اور میکائیل ان کے دائیں بائیں ہوتے تھے، اور وہ فتح یاب ہو کر ہی واپس ہوتے تھے، زید العمی اور شعیب بن خالد عن ابی اسحاق نے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت علی نے کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑا، صرف سات سو درہم جو آپ نے خادم خریدنے کے لئے رکھے ہوئے تھے چھوڑے، امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حجاج نے بیان کیا کہ ہم سے شریک نے عن عاصم بن کریب عن محمد بن کعب القرظی بیان کیا ہے حضرت علی نے فرمایا میں نے اپنے کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا اس حال میں کہ میں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا، اس روز میرا صدقہ چالیس ہزار درہم تک پہنچا تھا۔ امام احمد نے اس کو عن اسود عن شریک بھی روایت کیا ہے۔ اس میں چالیس ہزار دینار بیان کیا ہے۔

حضرت علی کے چند فضائل ......حضرت علی عشرہ مبشرہ میں سے نسب کے اعتبار سے آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہیں آپ کا نام شیبہ بن ہاشم ہے، ہاشم کا نام عمرو بن عبد مناف ہے، عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی ہے، قصی کا نام زید بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نذار بن معد بن عدنان ہے، آپ ابوالحسن قرشی ہاشمی رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں۔

آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں، زبیر بن بکار کا قول ہے آپ کی والدہ سب سے پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے ہاشمی بچہ کو جنم دیا، وہ اسلام لائیں اور ہجرت کی آپ کے والد شفیق مہربان چچا ابوطالب ہیں، جن کا نام عبد مناف ہے، امام احمد بن حنبل اور دیگر علماء تاریخ نے یہی تصریح کی ہے، البتہ روافض کا خیال ہے کہ ابوطالب کا نام عمران ہے، کیونکہ قرآنی آیت (**ان اللّٰہ اصطفیٰ آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین**) میں عمران سے مراد یہی مراد ہیں۔

حالانکہ انہوں نے اس میں غلطی سے کام لیا ہے اور وہ حقیقت سے ناآشنا ہے ہیں، اس لئے کہ اس کے بعد یہ آیت ہے (**اذقالت امرۃ عمران رب انی نذرت لک مافی بطنی محررا**) اس آیت میں حضرت مریم بنت عمران کی ولادت کا ذکر ہے اور اس بارے میں یہ بالکل ظاہر و واضح ہے۔

ابوطالب طبعی طور پر رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت فرماتے تھے، اور وہ وفات تک ایمان نہیں لائے، جیسا کہ یہ بات صحیح بخاری میں سعید بن مسیب کی روایت سے ثابت ہے جو وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ابوطالب کو پیش کش کی کہ وہ کلمہ پڑھ لیں، ابوجہل وغیرہ نے ان سے کہا کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑتے ہو، بہرحال ابوطالب نے آخر تک کلمہ نہیں پڑھا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے کہ جب تک مجھے روکا نہیں جائے گا اس وقت تک آپ کے لئے استغفار کروں گا، اسی پر آیت (**انک لاتھدی من احببت الخ**) نازل ہوئی، اس کے بعد مدینہ میں آیت **ماکان للنبی الخ** نازل ہوئی، ہم اس بحث کو اوائل میں بیان کر چکے ہیں، اور اسی طرح ہم روافض کے دعویٰ کے غلط ہونے کو بھی بیان کر چکے ہیں کہ ابوطالب مسلمان ہو گئے تھے، یہ آپ پر بلا دلیل افتراء ہے اور نصوص صریحہ کی مخالفت ہے۔

البتہ حضرت علی مشہور قول کے مطابق بلوغت سے قبل ہی اسلام لا چکے تھے، بعض کا قول ہے کہ حضرت علی بچوں میں، حضرت خدیجہ عورتوں میں حضرت صدیق اکبر آزادوں میں اور حضرت زید بن حارثہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لائے، ترمذی اور ابویعلیٰ نے عن اسماعیل بن عدی بن علی بن عیاش عن مسلم ملائی عن حبہ بن جوین عن علی عن انس بن مالک روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ پیر کے روز مبعوث ہوئے اور منگل کے روز حضرت علی نے نماز پڑھائی، بعض نے اس کو عن مسلم ملائی عن حبہ بن جوین عن علی روایت کیا ہے کہ میں نے سب سے پہلے اللہ کے رسول کے ساتھ سات سال تک

عبادت کی ہے، یہ جھوٹ ہے، اسی طرح سفیان ثوری اور شعبہ نے عن سلمہ عن حبہ عن علی روایت کیا ہے کہ سب سے قبل مسلمان ہوا، یہ بھی غلط ہے اور اس میں حبہ ضعیف راوی ہے، سوید بن سعد نے معاذۃ عدویہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علی کو منبر پر کہتے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں اور میں صدیق اکبر سے قبل مسلمان ہوا، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے کوفہ کے منبر پر فرمایا اے لوگو! اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہترین ابوبکر و عمر ہیں، اگر میں چاہوں تو تیسرے کا بھی نام بتادوں، اور یہ بات شیخین کے فضائل میں گذر چکی ہے، امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سلیمان نے بیان کیا کہ ہم سے ابوعوانہ نے عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد رسول اللہ پر ایمان لانے والے سب سے پہلے شخص حضرت علی ہیں اس کو ترمذی نے شعبہ کی حدیث سے بحوالہ ابی بلج بیان کیا ہے، زید بن ارقم اور ابوایوب انصاری سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت علی نے سب لوگوں سے پہلے ساتھ سال تک نمازیں پڑھیں، حالانکہ یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں ہے، اسی طرح بعض روایت میں ہے کہ اس امت کے سب سے پہلے اسلام لانے والے فرد حضرت علی ہیں، اس کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے، اس بارے میں سب سے عمدہ حدیث وہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، علاوہ ازیں اس میں اختلاف بھی ہے۔

حافظ کبیر ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں اہتمام سے ان روایات کو ذکر کیا ہے، جو شخص ان کی تحقیق کرنا چاہے اس پر ان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا لازم ہے، ترمذی اور نسائی نے عن عمرو بن مرۃ عن طلحہ بن زید عن زید بن ارقم روایت کیا ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، حضرت علی مکہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اور آپ کے گھر میں رہے، چند سال کثرت عیال کی وجہ سے جب آپ کے والد کو تنگدستی نے آلیا تو حضرت علی آپ ﷺ کی کفالت میں رہے، اس کے بعد حضرت علی مسلسل ہجرت تک رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں رہے، پھر بوقت ہجرت اللہ کے رسول نے آپ کو لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لئے اپنا خلیفہ بنایا، اس لئے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ امین کے لقب سے مشہور تھے، کیونکہ لوگ آپ کے پاس اموال اور اشیاء نفیس امانت کے طور پر رکھواتے تھے، پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت علی نے مدینہ ہجرت کی اور وفات تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور وفات کے وقت رسول اللہ ان سے راضی تھے، اور حضرت علی آپ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپ نے تمام جنگوں میں شاندار کارنامے انجام دیئے جیسا کہ ہم یہ بات آپ کی سیرت میں بیان کر چکے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، جب آپ ﷺ نے نبوت کے سال حضرت علی کو اپنے گھر والوں پر خلیفہ بنایا تو اللہ کے رسول نے حضرت علی سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مجھ سے تمہاری نسبت وہی ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے شادی کی اور جنگ بدر کے بعد آپ ان کے پاس گئے، جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم مقام پر ۱۲ ذی الحجہ کو آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے اللہ! علی سے محبت کرنے والے سے تو محبت کر، ان سے دشمنی کرنے والے سے تو دشمنی کر، ان کی مدد کرنے والے کی تو مدد کر، ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والے کو تو بے یار و مددگار چھوڑ، اس تقریر اور حضرت علی کی فضیلت سے آگاہ کرنے کو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت علی کو یمن کی طرف امیر بنا کر بھیجا تو حضرت خالد بھی آپ کے ساتھ تھے، اور لوگوں کے درمیان آپ کے بارے میں چہ میگویاں ہوئیں اور بعض نے خلعتوں کے واپس لے لینے کی وجہ سے آپ پر اعتراضات کئے جو آپ کے نائب نے آپکے جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے موقع پر انہیں دی تھیں، پس جب رسول اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے فارغ ہو گئے تو آپ نے حضرت علی کے دامن کو ان اصل باتوں سے پاک کرنا چاہا جو آپ کی طرف منسوب کی گئی تھیں۔

اور روافض نے اس روز کو عید بنالیا، اور ۴۰۰ھ کے قریب بنی بویہ کے زمانہ میں بغداد میں اس دن ڈھول بجائے جاتے جیسا کہ جب ہم اس دور کے حالات پر پہنچیں گے تو اس سے آگاہ کرینگے، انشاء اللہ تعالیٰ، پھر اس کے بیس روز بعد دکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جانے، تو ڑی اور راکھ اڑائی جاتی، بچے اور عورتیں یوم عاشورا کو شہر کے گلی کوچوں میں حضرت حسین بن علی کا نوحہ کرتے، اور آپ کے قتل کے بارے میں جھوٹے اشعار پڑھتے، اور عنقریب ہم آپ کے قتل کی صحیح کیفیت بیان کرینگے کہ حقیقت میں وہ واقعہ کیسے ہوا انشاء اللہ، اور بعض بنو امیہ ابوتراب'' نام کی وجہ سے حضرت علی پر عیب

لگاتے ہیں، حالانکہ یہ نام آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت سہل بن سعد سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو ناراض کر دیا، حضرت علی مسجد چلے گئے، آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت علی سو رہے تھے، اور مٹی آپ کے جسم سے چمٹی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ حضرت علی سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے اے ابوتراب بیٹھ جاؤ۔

حدیث (مؤاخاۃ)...... حاکم نے متعدد طرق سے ابوامامہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے درمیان مواخات قائم فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے اور حضرت علی کے درمیان مواخات قائم فرمائی، حاکم کہتے ہیں کہ ہم اسے مکحول کی حدیث سے اسی طریق سے لکھتے ہیں، اور مشائخ اہل شام کی روایت ہونے کی وجہ سے اس حدیث پر حیرانی کیا کرتے تھے، میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی صحت میں نظر ہے، حضرت انس اور حضرت عمر کے طریق سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا آپ دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں، اسی طرح زید بن ابی اوفی، ابن عباس، محدوج بن زید ذھلی، جابر بن عبداللہ، عامر بن ربیعہ، ابوذر اور خود حضرت علی سے اس قسم کی بات مروی ہے، لیکن ان تمام کی اسانید ضعیف ہیں جن سے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی، اسی طرح متعدد طرق سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں، میرے بعد کوئی کذاب ہی یہ بات کہہ سکے گا امام ترمذی نے متعدد طرق سے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ کے رسول نے لوگوں کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تو حضرت علی اشکبار آنکھوں کے ساتھ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمادی لیکن میرے اور کسی کے درمیان مؤاخات قائم نہیں فرمائی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، اور اس میں زید بن ابی اوفی سے بھی روایت ہے اور وہ بدر میں شامل تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا اور آپ کو کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو جان لیا ہو، اور اس نے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے، اور جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ نے اس روز باہر نکل کر مقابلہ کیا اور اس معاملہ میں آپ کو بڑی مہارت تھی، اور رسول اللہ نے آپ کو ۲۰ سال کی عمر میں جھنڈا دیا، اسے حکم نے مقسم کے حوالہ سے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ تمام معرکوں میں مہاجرین کا جھنڈا آپ کے پاس ہوتا تھا، سعید بن مسیب اور قتادۃ نے بھی یہی بات بیان کی ہے، اور خثیمہ بن سلیمان طرابلسی نے متعدد طرق سے حضرت جابر کا قول نقل کیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ روز قیامت آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اس روز کس میں اس کے اٹھانے کی طاقت ہوگی، اگرچہ دنیا میں تو اس جھنڈے کو حضرت علی نے اٹھایا ہوا ہے، یہ اسناد ضعیف ہیں، ابن عساکر نے اسے بحوالہ انس بن مالک روایت کیا ہے، لیکن وہ بھی صحیح نہیں ہے، حسن بن عرفہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عمار بن محمد نے عن سعید بن محمد حنظلی عن ابی جعفر بن علی بیان کیا ہے، کہ بدر کے روز آسمان میں ندا دینے والے نے ندا دی کہ آج ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں اور حضرت علی کے علاوہ کوئی جوان نہیں۔

حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، بدر کے روز رسول اکرم ﷺ نے اپنی تلوار ذوالفقار منگوائی، پھر آپ ﷺ نے اسے حضرت علی کو بخش دیا۔

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے علی بن مغیرہ نے معمر بن مثنی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ بدر کے روز مشرکین کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس تھا، علی بن ابی طالب نے اسے قتل کر دیا، اس پر حجاج بن علاط سلمی نے چند اشعار کہے:۔

(۱)...... تعجب کی بات ہے کہ وہ جنگ میں کیسی سبقت کرنے والا ہے، میری مراد ابن فاطمہ ہے جو چچاؤں اور ماموں والا ہے

(۲)...... تیرے دونوں ہاتھ نیزے کے تیز حملہ سے اس پر غالب آ گئے جس نے طلحہ کو پیشانی کے بل چھڑے ہوئے چھوڑ دیا۔

(۳)...... اور تو نے شیر کی طرح حملہ کر کے انہیں حق کے ساتھ شکست دیدی جب کہ ماموں ماموں والے پر غالب آ گیا

(۴)...... اور تو نے اپنی تلوار کو دوبارہ خون پلایا، اور تو اسے پیاسا واپس لانے والا نہیں حتیٰ کہ اسے پہلی بار سیراب کر دے۔

اور آپ بیعت رضوان میں بھی شامل ہوئے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا (تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا ہے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے) نیز رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بیعت رضوان میں شامل ہونے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا، اور

صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول نے خیبر کے روز فرمایا کل آئندہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں وہ میدان کارزار سے بھاگنے والا نہیں ہے، لوگوں نے اضطراب کی حالت میں رات بسر کی صبح نامعلوم جھنڈا کس کے ہاتھ میں دیا جائے گا، حتیٰ کہ عمر نے فرمایا کہ میں نے آج کے علاوہ کبھی بھی امارت کو پسند نہیں کیا، صبح ہونے کے بعد رسول اللہ نے جھنڈا حضرت علی کے ہاتھ میں دیدیا، اور اللہ نے آپ کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

اس حدیث کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے جس میں مالک، حسن، یعقوب بن عبدالرحمٰن، جریر بن عبدالحمید، حماد بن مسلمہ، عبدالعزیز بن مختار، خالد بن عبداللہ بن سہل عن ابیہ عن ابی ھریرہ شامل ہیں، امام مسلم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے، ابن ابی حازم نے اس کو عن سہل بن سعد روایت کیا ہے، اس نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی کو بلایا تو وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، رسول اللہ نے ان کی آنکھ پر اپنا لعاب لگایا تو وہ صحیح ہوگئی، اس حدیث کو ایاس بن سلمہ بن اکوع نے اپنے والد سے اور یزید بن ابی عبید نے اپنے غلام سلمہ سے روایت کیا ہے، محمد بن اسحاق نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر کے بعض قلعوں کی طرف حضرت صدیق کو جھنڈا دے کر بھیجا، انہوں نے جنگ کی اور فتح کے بغیر واپس آگئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عمر کو بھیجا وہ بھی بلا فتح واپس آگئے، اس کے بعد آپ نے فرمایا کل آئندہ میں ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا، وہ فرار ہونے والا نہیں، حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو بلایا تو وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، تو اللہ کے رسول نے اس پر اپنا لعاب لگایا تو وہ صحیح ہوگئی، اس کے بعد رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا یہ جھنڈا لے جاؤ انشاء اللہ آج اللہ تمہارے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی وہاں سے چلے ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھے حتیٰ کہ آپ نے پتھروں کے ایک ڈھیر میں وہ جھنڈا اگاڑ دیا ایک یہودی نے قلعہ کی چوٹی سے آپ کو دیکھ کر آپ سے پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں علی ہوں، یہودی نے کہا خدا کی قسم آج تم غالب آگئے، راوی کہتا ہے کہ حضرت علی فتح یاب ہو کر ہی واپس ہوئے، اس حدیث کو عکرمہ بن عمار نے عن عطا عن سلمہ ابن اکوع روایت کیا ہے۔ اس میں وہ آپ کے آگے آگے چلے اور آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے حتیٰ کہ رسول اکرم نے آپ کی آنکھ پر اپنا لعاب لگایا تو وہ صحیح ہوگئی۔

حضرت بریدہ بن حصیب کی روایت......امام احمد نے متعدد طرق سے حضرت بریدہ بن حصیب کا قول نقل کیا ہے کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا، حضرت صدیق نے جھنڈا لیا اور جنگ لڑی لیکن فتح نہیں ہوئی، پھر عمر نے جھنڈا لیا اور جنگ لڑی لیکن بلا فتح واپس ہوئے، اس روز لوگوں کو بڑی تکلیف پہنچی، آپ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا، اور اس کے ہاتھوں فتح نصیب ہوگی، راوی کا بیان ہے کہ ہم خوش تھے کہ کل صبح فتح ہوگی، صبح کو نماز کے بعد رسول اکرم ﷺ نے جھنڈا منگوایا، لوگ اپنی اپنی صفوں میں تھے، آپ نے حضرت علی کو بلوایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ نے اپنا لعاب دھن لگایا تو وہ صحیح ہوگئی، پھر اللہ کے رسول نے ان کو جھنڈا دیا، اور انہی کے ہاتھوں فتح ہوئی، بریدہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو جھنڈا دیکھ رہے تھے۔

عبداللہ بن عمر کی روایت......اسے ہشیم نے عن عوام بن حوشب عن حبیب بن ابی ثابت عن ابن عمر روایت کیا ہے، اور انہوں نے بریدہ کی حدیث کی عبارت بیان کی ہے، اور کثیر النواء نے اسے عن جمیع بن عمیر عن ابن عمر اسی طرح روایت کیا ہے، اور اس میں یہ ہے کہ حضرت علی نے فرمایا اس کے بعد میری آنکھ میں درد نہیں ہوا، اسے احمد نے عن وکیع عن ہشام بن سعید عن عمر بن اسید عن ابن عمر روایت کیا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

ابن عباس کی روایت......ابو یعلی نے متعدد طرق سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا، پھر آپ نے پوچھا علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا وہ پیس رہے ہیں، راوی کہتا ہے کہ ان میں سے پیسنا کسی کو بھی پسند نہیں تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا دیا تو وہ صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ آئے، یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے اور یہ طویل حدیث سے مختصر ہے، امام احمد نے اس کو عن یحییٰ بن حماد عن ابی عوانہ عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس مکمل بیان کیا ہے۔

امام احمد نے مختلف واسطوں سے عمرو بن میمون کا قول نقل کیا ہے کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس نو افراد آئے، انہوں نے کہا اے ابن عباس آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں گے، یا ان لوگوں سے ہمارے ساتھ خلوت کریں گے۔ ابن عباس نے فرمایا میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا، یہ واقعہ ابن عباس کے نابینا ہونے سے قبل کا ہے، راوی کہتا ہے کہ ان کی آپس میں گفتگو ہوئی، لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ کیا گفتگو ہوئی، راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس کپڑے جھاڑتے ہوئے اور اف تف کرتے ہوئے واپس آئے، اور انہوں نے اس شخص پر عیب لگایا جس کے بارے میں دس فضیلتیں آئیں اور اس شخص پر بھی عیب لگایا، جس کے لئے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو بھیجوں گا، جس کو اللہ رسوا نہیں کرے گا، اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا، روای کہتا ہے کہ اسے دیکھنے والوں نے دیکھا، آپ ﷺ نے حضرت علی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ پیس رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ان کے علاوہ کوئی پیسنے والا نہیں ہے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی آئے اور وہ اس وقت آشوب چشم میں مبتلا تھے اور آنکھوں سے دیکھ بھی نہیں سکتے تھے، اللہ کے نبی نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب لگایا تو وہ تندرست ہوگئیں، اس کے بعد اللہ کے رسول نے تین بار جھنڈے کو حرکت دی پھر آپ ﷺ نے وہ جھنڈا حضرت علی کو دیدیا تو وہ صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ آئے۔

راوی کا قول ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ توبہ دے کر بھیجا، اور حضرت علی کو اس کے پیچھے بھیجا، حضرت علی نے اس سے سورۃ توبہ لے لی، پھر آپ نے فرمایا اس کو وہی شخص لے گا جس سے میرا تعلق ہوگا اور اس کا مجھ سے تعلق ہوگا، روای نے کہا اللہ کے نبی نے اپنے عم زادوں سے فرمایا تم میں سے کون دنیا وآخرت میں مجھ سے محبت کرتا ہے تو انہوں نے انکار کردیا، راوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں دنیا وآخرت میں آپ سے محبت کرتا ہوں، راوی نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد اللہ کے نبی نے کچھ لوگوں سے سوال کیا کہ تم میں سے کون دنیا وآخرت میں مجھ سے محبت کرتا ہے تو انہوں نے انکار کردیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں دنیا وآخرت میں آپ سے محبت کرتا ہوں، پھر رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا اے علی تو دنیا وآخرت میں میرا دوست ہے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد لوگوں میں سب سے پہلے حضرت علی اسلام لائے راوی کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کپڑا لے کر علی، فاطمہ، حسن اور حسین پر ڈال دیا، پھر آپ نے یہ آیت (انما یرید اللہ لیذهب الخ) تلاوت فرمائی۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی نے اپنی جان پر کھیل کر نبی کا لباس پہنا، پھر آپ رسول اللہ کی جگہ پر سوگئے راوی کہتے ہیں کہ مشرکین آپ ﷺ کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر آئے، حضرت علی سوئے ہوئے تھے، انہوں نے سمجھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، اس لئے انہوں نے یا نبی اللہ کہا، حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ تو بیر میمونہ کی طرف چلے گئے ہیں، ان سے جا کر ملیے۔ راوی کہتا ہے کہ صدیق اکبر رسول اللہ کے ساتھ غار میں داخل ہوگئے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ کی طرح پتھر مارے جانے لگے اور ان کا نقصان ہو رہا تھا، اور انہوں نے اپنا سر کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔

پھر حضرت علی نے اپنا چہرہ کھولا تو وہ کہنے لگے ہم آپ کے قائد کو مارتے ہیں تو ان کو نقصان نہیں ہوتا، اور آپ کو نقصان ہو رہا ہے اور ہم اس کو عجیب خیال کرتے ہیں، راوی کہتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جاؤں گا۔ اللہ کے نبی نے انکار کردیا تو حضرت علی رونے لگے، رسول اللہ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی صرف آپ نبی نہیں ہیں اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ میرے پیچھے خلیفہ ہوں۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا تم میرے بعد ہر مومن کے دوست ہو، راوی کہتے ہیں کہ علی کے دروازہ کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کردیئے گئے۔ حضرت علی جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہو جاتے تھے، کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ اللہ کے نبی نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے راوی کہتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں تمہیں خبر دی کہ وہ اصحاب شجرۃ سے راضی ہوگیا ہے، لہٰذا اللہ کو ان کے دلوں کی بات معلوم ہوگئی، کیا اس کے بعد اس نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ ان سے ناراض ہوگیا، راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت عمر سے جس وقت انہوں نے آپ ﷺ سے حاطب بن ابی بلتعہ کے قتل کی اجازت طلب کی، فرمایا تمہیں کیا

معلوم شاید اللہ نے اھل بدر کو جان لیا ہو، اور اس نے کہا ہو تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری بخشش کر دی۔

امام ترمذی نے حدیث کا بعض حصہ شعبہ کے طریق سے عن ابی بلج یحییٰ بن ابی سلیم روایت کیا ہے اور اس کو غریب کہا ہے، امام نسائی نے بھی اس حدیث کا بعض حصہ عن محمد بن المثنیٰ عن یحییٰ بن حماد روایت کیا ہے، امام بخاری نے تاریخ میں متعدد طرق سے رسول اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا، آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلوایا تو وہ آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا تھے، رسول اللہ نے اس پر تھوک لگایا تو وہ تندرست ہوگئی، پھر اللہ کے نبی نے ان کو جھنڈا دے دیا، اس کے بعد علی نہ نا کام ہوئے اور نہ ان کی آنکھیں دکھیں۔

حضرت ابوسعید کی روایت...... امام احمد نے متعدد طرق سے حضرت ابوسعید خدری کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے جھنڈا لے کر اسے حرکت دی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا تو ایک شخص آیا آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا پھر دوسرا شخص آیا آپ نے اسے بھی واپس کر دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں ایسے شخص کو دوں گا جو بھاگتا نہیں ہے تو حضرت علی آئے اور جھنڈا لے کر چلے گئے، حتیٰ کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں خیبر اور فدک کی فتح نصیب فرمائی، حضرت علی خیبر کی کھجور اور خشک گوشت کے ٹکڑے آپ ﷺ کے پاس لائے، ابویعلیٰ نے اس حدیث کو عن حسین بن محمد بن اسرائیل بیان کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب کی روایت...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے وکیع نے عن ابن ابی لیلی عن المنھال عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کیا ہے کہ میرے والد حضرت علی کے ساتھ چل رہے تھے اور حضرت علی گرمیوں کا لباس سردیوں میں اور سردیوں کا لباس گرمیوں میں استعمال کرتے تھے، حضرت علی نے میرے والد سے کہا کاش تم مجھ سے سوال کرتے، چنانچہ میرے والد کے سوال کرنے پر حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلوایا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا ہوں تو اللہ کے رسول نے میری آنکھوں پر اپنا لعاب لگایا اور آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ان سے گرمی اور سردی دور فرما، چنانچہ اس روز سے آج تک مجھے گرمی اور سردی محسوس نہیں ہوئی، نیز رسول اللہ نے فرمایا میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو، اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہوں گے، وہ راہ فرار اختیار کرنے والا نہیں ہوگا، چنانچہ صحابہ کرام نے بلند ہو کر جھنڈے کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا عطا کر دیا۔ اس روایت میں امام احمد متفرد ہیں۔

اسے متعدد حضرات نے عن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابیہ عن علی مطولاً بیان کیا ہے، ابویعلیٰ نے زہیر اور جریر کے واسطہ سے عن مغیرہ عن ام موسیٰ روایت کیا ہے کہ میں نے علی کو کہتے سنا جب سے رسول اللہ نے میرے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور خیبر کے روز میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور مجھے جھنڈا عطا کیا تو اس وقت سے آج تک مجھے دردسر نہیں ہوا، اور نہ میری آنکھیں دکھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت...... صحیحین میں شعبہ کی حدیث سے عن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص روایت کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے علی سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی، علاوہ اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا امام احمد، مسلم اور ترمذی نے کہا کہ ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے عن بکیر بن مسمار عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ روایت کیا ہے کہ جب امیر معاویہ نے سعد کو امیر بنایا تو انہوں نے سعد سے دریافت کیا کہ تمہارے لئے ابوتراب کو گالی دینے سے کونسی چیز مانع ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے معاویہ کیا تم کو وہ تین باتیں یاد نہیں ہیں جو اللہ کے رسول نے ان کے بارے میں فرمائی تھیں، ان میں سے اگر ایک بھی میرے لئے ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔

(۱)...... بعض مواقع پر اللہ کے نبی نے حضرت علی کو اپنا نائب بنایا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب بناتے ہو، اللہ کے رسول نے فرمایا اے علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی، صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(۲)...... میں نے خیبر کے روز آپ ﷺ کو کہتے سنا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا، راوی بیان

کرتا ہے کہ میں نے بھی گردن اٹھا کر جھنڈے کو دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا علی کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ علی کو لایا گیا، تو ان کو آشوب چشم تھا، آپ نے لعاب لگایا اور جھنڈا حضرت علی کو دے دیا اللہ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

(۳)...... جب قرآن کی یہ آیت (فقل تعالوا ندع الخ) نازل ہوئی تو رسول اللہ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلوایا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں، اسے ترمذی، مسلم اور نسائی نے بحوالہ سعید بن مسیب عن سعد روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے علی سے فرمایا میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی، امام ترمذی نے فرمایا سعد کے مقابلہ میں سعید کی روایت زیادہ غریب ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے احمد زبیری نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت نے عن حمزۃ بن عبداللہ عن ابیہ عن سعد بیان کیا ہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی کو نائب بنایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے نائب بنا رہے ہو، اس پر اللہ کے رسول نے فرمایا اے علی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اس حدیث کی سند جید ہے، لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی حسن بن عرفہ عبدی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن حازم ابومعاویہ ضریر نے عن موسیٰ بن مسلم الشیبانی عن عبدالرحمٰن بن ثابت عن سعد بن ابی وقاص بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ ایک بار حج پر تشریف لائے، ان کے پاس سعد بن ابی وقاص آئے، انہوں نے حضرت علی کا ذکر کیا، حضرت سعد نے فرمایا حضرت علی کو ایسی تین فضیلتیں حاصل ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ مجھے دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہوتی، میں نے اللہ کے رسول کو کہتے سنا کہ جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے، اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا، نیز میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا کہ اے علی آپ میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی تخریج نہیں کی گئی لیکن اس کی سند جید ہے، ابوزرعہ دمشقی نے مختلف واسطوں سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حج کے موقع پر حضرت سعد کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابواسحاق ہم ایسی قوم ہیں کہ اس غزوہ نے ہم کو حج بھلا دیا حتیٰ کہ اس کی بعض سنن ہم سے محو ہوگئیں۔ آپ طواف کیجئے ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ حج سے فارغ ہو کر حضرت معاویہ انہیں اپنے گھر لے گئے اور اپنے تخت پر بٹھایا، پھر حضرت علی کا ذکر کر کے ان پر سب و شتم کرنے لگے، راوی نے کہا مجھے یہ پسند نہیں اس لئے کہ حضرت علی کے بارے میں جو تین چیزیں ذکر کی گئیں ہیں اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو جن چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ ان میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہوتیں، آج کے بعد آپ کے پاس نہیں آؤں گا، اس کے بعد آپ چادر جھاڑتے ہوئے وہاں سے نکلے، امام احمد نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی کو اللہ کے رسول نے نائب بنایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کا خلیفہ بنا رہے ہو اللہ کے نبی نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے مگر میرے بعد نبی نہیں آئے گا، اس حدیث کی سند دونوں کی شرط کے موافق ہے، انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اسی طرح اس روایت کو ابوعوانہ نے عن الاعمش عن الحکم بن مصعب عن ابیہ روایت کیا ہے، اور ابوداؤد طیالسی نے اسے عن شعبہ عن عاصم عن مصعب عن ابیہ روایت کیا ہے، واللہ اعلم۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے بنی ہاشم کے غلام ابوسعید نے بیان کیا کہ ان سے سلیمان بن بلال نے ان سے جعد بن عبدالرحمٰن جعفی نے عائشہ بنت سعد کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتی ہیں کہ حضرت علی اللہ کے رسول کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ آپ ثنیۃ الوداع پہنچ گئے، اور حضرت علی رو رو کر کہہ رہے تھے آپ مجھے پیچھے رہنے والی عورتوں کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہو، اللہ کے رسول نے فرمایا کیا آپ اس پر راضی نہیں ہو کہ آپ کی میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے، انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی متعدد حضرات نے اس روایت کو عن عائشہ بنت سعد عن ابیھا بیان کیا ہے، حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو آپ ﷺ سے روایت کیا ہے، جن میں عمر، علی، ابن عباس، عبداللہ بن جعفر اور معاویہ وغیرہ شامل ہیں، حافظ ابن عساکر حضرت علی کے حالات میں ان احادیث کی انتہا تک پہنچے ہیں اور عمدگی کے ساتھ افادہ کیا، اور ہم عصروں پر سبقت لے گئے ہیں اللہ قیامت کے روز ان پر رحم فرمائے۔

حضرت عمر کی روایت ...... ابویعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا کہ ان سے سہل بن ابی صالح نے عن ابیہ عن ابی ہریرۃ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا حضرت علی کو تین باتیں ایسی عطا کی گئیں ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر تھی، آپ سے پوچھا گیا کہ اے امیر المومنین وہ تین باتیں کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا حضرت علی کا رسول اللہ کی صاحبزادی سے نکاح کرنا اور ان کا اللہ کے نبی کے ساتھ مسجد میں رہائش رکھنا کہ جو اللہ کے رسول کے لئے حلال تھا وہ ان کے لئے بھی حلال تھا، اور خیبر کے روز آپ کو جھنڈا عطا کیا جانا، یہ حدیث حضرت عمر سے متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے۔

حضرت ابن عمر کی روایت ...... امام احمد نے عن وکیع عن ہشام بن سعد بن عمر بن اسید عن ابن عمر بیان کیا ہے کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت علی کو تین باتیں ایسی عطا کی گئیں ہیں کہ اگر وہ مجھے حاصل ہوتیں تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتیں، پھر انہوں نے مذکورہ تین باتیں بیان کیں، امام احمد اور ترمذی نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث سے حضرت جابر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے نبی نے حضرت علی سے فرمایا کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ کی مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

امام احمد نے عطیہ کی حدیث سے عن ابی سعید حضرت علی کے لئے آپ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، طبرانی نے اسے عبدالعزیز بن حکیم کے طریق سے عن ابن عمر مرفوعاً روایت کیا ہے، اور سلمہ بن کھیل نے اسے عن عامر بن سعد عن ابیہ عن ام سلمۃ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی، حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے بنی موہب کے غلام کو کہتے سنا کہ انہوں نے ابن عباس کو بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ نے اسی قسم کی بات بیان فرمائی ہے۔

حضرت فاطمہ سے حضرت علی کے نکاح کا بیان ...... سفیان ثوری نے ابن نجیح سے اس کے باپ کے حوالہ سے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت علی کو کوفہ کے منبر پر بیان کرتے سنا کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اللہ کے رسول کی بیٹی کو منگنی کا پیغام دوں، پھر مجھے یاد آیا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، پھر میں نے آپ ﷺ کی حسن سلوکی کو یاد کیا، تو میں رسول اللہ کو ان کی بیٹی کے نکاح کا پیغام دے دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تمہاری وہ خطمی ذرہ کہاں ہے جو میں نے تم کو فلاں دن دی تھی، میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لے آؤ، چنانچہ میں لے آیا تو آپ ﷺ نے اس پر حضرت فاطمہ سے میرا نکاح کر دیا، پھر جس رات میں نے فاطمہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے آنے تک تم کوئی بات نہ کرنا۔

حضرت علی فرماتے ہیں آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے اور ہم پر مخمل کی چادر پڑی ہوئی تھی، ہم نے اس کو حرکت دی، آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جگہ پر رہو، پھر اللہ کے رسول نے پانی کا پیالہ منگوایا، آپ ﷺ نے اس پر دعا کی، پھر آپ ﷺ نے وہ پانی مجھ پر اور فاطمہ پر چھڑک دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ کو وہ زیادہ محبوب ہیں یا میں! آپ ﷺ نے فرمایا! فاطمہ مجھے زیادہ محبوب ہیں اور تم مجھے ان سے زیادہ عزیز ہو، امام نسائی نے اسے عبدالکریم بن سلیط کے طریق سے عن ابی بریدۃ عن ابیہ روایت کیا ہے، ان کی عبارت اس عبارت سے زیادہ مفصل ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد کے مینڈھے اور انصار سے مکئی کے کچھ صاع لے کر ان سے ولیمہ کیا، اور آپ ﷺ نے ان پر پانی چھڑکنے کے بعد دونوں کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ ان کے اجتماع میں برکت فرما۔

محمد بن کثیر نے عن الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی نے فاطمہ کو منگنی کا پیغام دیا تو رسول اللہ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا اے میری بیٹی تمہارے عم زاد حضرت علی نے تمہارے بارے میں منگنی کا پیغام دیا ہے، تمہاری کیا رائے ہے، حضرت فاطمہ رو کر کہنے لگی اے میرے والد ماجد گویا کہ آپ ﷺ نے مجھے قریش کے ایک فقیر کے حوالہ کر دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے اس بارے میں اس وقت تک کوئی بات نہیں کی کہ جب تک اللہ نے مجھے اس بارے میں اجازت نہیں

دی، حضرت فاطمہ نے عرض کی کہ پھر میں راضی ہوں اس کے بعد اللہ کے رسول ان کے پاس سے نکل گئے، آپ ﷺ کے پاس مسلمان جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! اپنی بات بیان کرو، حضرت علی نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور یہ محمد ہیں، انہوں نے چار سو درہم مہر کے عوض اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ جو یہ کہیں اسے سنو اور اس پر گواہ رہو، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، میں تم کو گواہ بناتا ہوں اس پر کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح علی سے کر دیا ابن عساکر نے بھی اسے روایت کیا ہے، لیکن یہ منکر ہے۔ اور اس بارے میں بہت سے منکر اور موضوع احادیث بیان کی گئی ہیں، جن سے کتاب میں پہلو تہی کی گئی ہے تا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

البتہ حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان میں سے کچھ جید احادیث بیان کی ہیں، وکیع نے عن ابی خالد عن الشعبی روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس مینڈھے کا صرف ایک خام چمڑا تھا جس کے ایک کونہ پر ہم سوتے تھے، اور ایک کونہ پر حضرت فاطمہ آٹا گوندھتی تھی، اور مجالد کی روایت میں بواسطہ شعبی مروی ہے کہ ہم دن کے وقت اس پر پانی لانے والے اونٹ کا چارہ ڈالتے تھے اور میرے لئے اس کے علاوہ کوئی خادم نہیں تھا۔

اس بارے میں ایک اور حدیث...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا کہ ان سے عوف نے عن میمون ابی عبداللہ عن زید بن ارقم بیان کیا ہے کہ رسول اللہ کے کچھ اصحاب کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے، ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا علی کے دروازہ کے علاوہ تمام دروازے بند کر دو، راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس بارے میں باتیں کیں، جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا میں نے علی کے علاوہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا ہے، جس کی وجہ سے تم میں سے بعض نے اعتراض کیا ہے۔

خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کسی چیز کو کھولا ہے، لیکن مجھے ایک چیز کا حکم دیا گیا تو میں نے اس کی اتباع کی ہے، ابو اشہب نے اسے عن عوف عن میمون عن براء بن عازب روایت کیا ہے۔ اور اس چیز کا ذکر کیا ہے، قبل ازیں احمد و نسائی نے ابی عوانہ کی حدیث سے عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازے بند کر دیئے گئے، اور اسی طرح شعبہ نے اسے بحوالہ ابن بلج روایت کیا ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے موسیٰ بن محمد بن حسان نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن اسماعیل بن جعفر طحان نے بیان کیا ہے کہ غسان بن بسر کاہلی نے عن مسلم عن خیثمہ عن سعد ہم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے تمام دروازے بند کر دیئے اور حضرت علی کا دروازہ کھول دیا، لوگوں نے اس پر اعتراضات کیے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ میں نے نہیں کھولا بلکہ اللہ نے کھولا ہے، یہ حکم صحیحین میں بیان کردہ اس حکم کے منافی نہیں جو آپ نے ابو بکر کے دروازہ کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا، اس لئے کہ حضرت علی کے حق میں نفی رسول اکرم کی زندگی میں فاطمہ کے اپنے گھر سے چل کر اپنے والد کے گھر جانے کی ضرورت کی وجہ سے تھی، اور یہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کی سہولت کے لئے کیا تھا، لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ علت جاتی رہی اور حضرت ابو بکر کے دروازے کے کھولنے کی ضرورت محسوس کی گئی تا کہ آپ باہر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھائیں، کیوں کہ رسول اللہ کے بعد آپ ہی خلیفہ تھے اور اس روایت میں آپ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے علی بن منذر نے بیان کیا کہ ہم سے ابن فضیل نے عن سالم بن ابی حفصہ عن عطیہ عن ابی سعید بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کے لئے فرمایا میرے اور تمہارے علاوہ کسی شخص کے لئے مسجد میں جنبی ہونا جائز نہیں، علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے اس حدیث کی تشریح کے بارے میں سوال کیا۔

انہوں نے اس کی تشریح میں فرمایا میرے اور تمہارے علاوہ کسی شخص کے لئے جنابت کی حالت میں مسجد کو راستہ بنانا جائز نہیں ہے، اس کے بعد امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو اسی طریق سے جانتے ہیں، اور محمد بن اسماعیل نے اس حدیث کو سنا ہے، ابن عساکر نے اسے کثیر النواء کے طریق سے عن عطیہ عن ابی سعید بیان کیا ہے، پھر اس کو ابی نعیم کے طرق سے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالملک بن ابی عیینہ نے عن ابی عیینہ عن ابی الخطاب عمر الھجری عن محدوج عن جسرۃ بنت دجاجۃ عن ام سلمۃ روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ مرض الوفاۃ میں باہر تشریف لائے، حتیٰ کہ آپ

مسجد کے صحن تک پہنچ گئے، پھر آپ نے پکار کر کہا اے لوگو محمد ﷺ اور ان کی ازواج علی، فاطمہ بنت محمد کے علاوہ کسی جنبی اور حائضہ کے لئے مسجد حلال نہیں ہے، اے لوگوں میں نے تمہارے سامنے ہر ایک کا نام واضح کر دیا ہے تا کہ تم گمراہ نہ ہو، اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں ضعف پایا جاتا ہے، پھر انہوں نے اس کو ابورافع کی حدیث سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں غرابت پائی جاتی ہے۔

اس بارے میں ایک اور حدیث ...... حاکم اور دیگر بہت سے علماء نے عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن بریدۃ بن حصیب روایت کی ہے کہ میں حضرت علی کے ساتھ ایک غزوۃ میں یمن گیا، وہاں میں نے ان سے بدسلوکی محسوس کی، میں نے رسول کے پاس آ کر حضرت علی کی عیب جوئی کی، اتنے میں میں نے رسول اللہ پر ناراضگی کے اثرات دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بریدۃ کیا میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا ہی ہے، اس کے بعد اللہ کے نبی نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے، امام احمد نے بیان کیا کہ ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا کہ اجلح کندی نے عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ بریدۃ ہم سے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے دو دستے یمن کی طرف بھیجے، ان میں سے ایک کا امیر حضرت علی کو اور دوسرے کا امیر حضرت خالد بن ولید کو بنایا اور آپ ﷺ نے فرمایا جب تم اکٹھے ہو جاؤ تو تم سب کے امیر علی ہوں گے اور جب جدا ہو جاؤ تو ہر ایک اپنے دستہ کا امیر ہوگا راوی کا بیان ہے کہ اہل یمن کے بنی زید سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی چنانچہ ہم نے جنگ کی تو مسلمان مشرکین پر غالب آ گئے، ہم نے جانبازوں کو قتل کیا اور بچوں کو قیدی بنالیا، حضرت علی نے قیدیوں میں سے ایک عورت کو اپنے لئے خاص کر لیا، بریدۃ کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے یہ بات لکھ کر میرے ذریعہ رسول اللہ تک پہنچائی، جب میں پہنچا تو میں نے وہ خط رسول اللہ کے حوالہ کیا، جب آپ نے اسے پڑھا تو آپ ﷺ غضبناک ہو گئے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو پناہ لینے والے کی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے ایک شخص کے ساتھ بھیجا اور مجھے اس کی اطاعت کا حکم دیا، پس مجھے جس چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہے، وہ میں نے پہنچا دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا علی کے بارے میں کچھ مت کہو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔ اس کے الفاظ منکر ہیں، اور اجلح کے شیعہ ہونے کی وجہ سے یہ نا قابل قبول ہے، اس سے بھی کمزور لوگوں نے اس کی اتباع کی ہے، واللہ اعلم۔

اور اس کے بارے میں محفوظ روایت احمد کی ہے جو عن وکیع عن الاعمش عن سعد بن عبیدۃ عن عبداللہ بن بردۃ عن ابیہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی دوست ہے۔ نیز امام احمد اور حسن بن عرفہ نے اسے عن الاعمش روایت کیا ہے، اور نسائی نے اسے عن ابی کریب عن ابی معاویہ روایت کیا ہے، امام احمد نے بیان کیا ہے کہ روح بن علی بن سوید بن منجوف نے عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو حضرت خالد کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا۔

راوی نے کہا ہے حضرت علی نے صبح کی تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، خالد نے بریدہ سے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ اس نے کیا کیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ کے پاس پہنچ کر حضرت علی کی کارکردگی سے میں نے آپ کو آگاہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا آپ نے فرمایا اے بریدۃ کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا تم ان سے بغض کے بجائے محبت رکھو، کیوں کہ ان کے لئے خمس سے بڑھ کر ہے۔ بخاری نے اسے عن بندار عن روح مطولاً بیان کیا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے یحییٰ ابن سعید نے عبدالجلیل کا قول نقل کیا ہے کہ میں ایک حلقہ پر پہنچا، اس میں ابوملجز اور بریدۃ کے دونوں لڑکے تھے، عبداللہ بن بریدۃ نے کہا کہ مجھ سے ابو بریدۃ نے بیان کیا کہ میرے نزدیک حضرت علی سب سے زیادہ مبغوض تھے، کہتے ہیں کہ ایک قریشی سے میں صرف اس وجہ سے محبت کرتا تھا کہ وہ علی سے بغض رکھتا تھا، اس قریشی کو چند لوگوں پر امیر بنا کر بھیج دیا گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ صرف اس وجہ سے کہ وہ علی سے بغض رکھتا تھا میں اس کے ساتھ گیا، وہاں پر کچھ قیدی ہمیں دستیاب ہوئے، ہم نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا کہ ہمارے پاس کسی کو خمس لینے کے لئے بھیج دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو بھیج دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ قیدیوں میں ایک خدمت گزار باندی بھی تھی قیدیوں میں ممتاز تھی حضرت علی نے حساب لگا کر خمس نکالا اور تقسیم کیا، آپ باہر آئے تو آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، ہم نے کہا اے ابوالحسن یہ کیا ہے، آپ نے فرمایا کیا تم نے قیدیوں میں اس خدمت گزار باندی کو نہیں دیکھا میں نے خمس نکال کر تقسیم کی وہ خمس میں

آ گئی، پھر وہ اہل بیت نبی میں آ گئی، پھر وہ آل علی سے ہوگئی پھر میں نے اس سے جماع کر لیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ کے نبی کو خط لکھا، میں نے ان سے کہا مجھے اس کا تصدیق کنندہ بنا کر بھیج دیجئے، چنانچہ انہوں نے مجھے بھیج دیا، میں خط پڑھتا جاتا تھا، اور اس کی تصدیق کرتا جاتا تھا، جب میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ سے خط لے کر فرمایا کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو، میں نے کہا بالکل، آپ ﷺ نے فرمایا ان سے بغض کے بجائے محبت رکھو، خدا کی قسم خمس میں آل علی کا حصہ اس باندی سے بڑھ کر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے نزدیک علی سب سے زیادہ محبوب بن گئے، عبداللہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس حدیث میں بریدۃ کے علاوہ میرے اور نبی کے درمیان کوئی نہیں، متعدد حضرات نے یہ حدیث عن ابی الجواب عن یونس بن اسحاق عن ابیہ عن البراء بن عازب نے بریدۃ بن حصیب کی روایت کی طرح روایت کی ہے، یہ غریب ہے، امام ترمذی نے اسے عن عبداللہ بن ابی زیاد عن ابی الجواب الاحوصی بن جواب روایت کیا ہے، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو اسی طریق سے پہچانتے ہیں، امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا کہ ہم سے جعفر بن سلیمان نے بیان کیا کہ یزید عن مطرف بن عبداللہ عن عمران بن حصین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کی امارت میں ایک دستہ روانہ فرمایا۔

حضرت علی نے دوران سفر کچھ نئی باتیں بیان کیں، اصحاب محمد ﷺ میں سے چار شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ وہ رسول اللہ کے پاس پہنچ کر ان باتوں کا ضرور تذکرہ کریں گے۔ حضرت عمران کہتے ہیں کہ جب ہم سفر سے واپس پہنچے تو ہم نے آپ ﷺ سے سلام کیا، راوی کا بیان ہے کہ وہ چار افراد آئے ان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ حضرت علی ایسے اور ایسے ہیں۔ آپ ﷺ نے چہرہ پھیر لیا، دوسرے اور تیسرے کی بات پر بھی آپ ﷺ نے توجہ نہیں دی۔ چوتھے کی بات پر ناراض ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا علی کو چھوڑ دو علی کو چھوڑ دو، علی کو چھوڑ دو، وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں وہ میرے بعد ہر مومن کے دوست ہیں۔

ترمذی اور نسائی نے اسے عن قتیبہ عن جعفر بن سلیمان روایت کیا ہے، اور ترمذی کی عبارت زیادہ طویل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے قیدیوں میں سے ایک لونڈی حاصل کی، پھر یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو جعفر بن سلیمان کی حدیث سے پہچانتے ہیں اور ابو یعلی موصلی نے عبداللہ بن قواریر حسن بن عمر بن شقیق حرمی اور معلی بن مہدی سے روایت کیا ہے ان سب نے جعفر بن سلیمان سے روایت کی ہے، خثیمہ نے متعدد طرق سے وھب بن حمزۃ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایک بار مدینہ سے مکہ کا حضرت علی کے ساتھ سفر کیا، میں نے آپ سے بدسلوکی محسوس کی، میں نے قسم اٹھائی کہ اگر اللہ کے نبی سے میری ملاقات ہوئی تو میں ضرور اس کا ذکر کروں گا، چنانچہ جب میری رسول اللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے علی کی عیب جوئی کی، آپ نے فرمایا علی پر اعتراض مت کرو، اسلئے کہ وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔

ابوداؤد طیالسی نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا آپ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں، امام احمد نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت علی کی شکایت کی، تو جناب نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، اور فرمایا کہ: اللہ کی قسم وہ اللہ کی ذات یا اس کے راستہ میں پر جوش جوان ہے، حافظ بیہقی نے مختلف واسطوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو یمن کی طرف بھیجا، ابوسعید کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا جب صدقہ کے اونٹ حاضر کئے گئے تو ہم نے حضرت علی سے ان پر سواری کرنے اور اپنے اونٹوں کو آرام دینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا ان میں تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا عام مسلمان کا، راوی کہتا ہے حضرت علی جب فارغ ہوگئے اور یمن سے لوٹے تو وہ ایک شخص کو ہم پر امیر بنا کر خود حج پر چلے گئے۔ جب حج سے فارغ ہوگئے تو رسول اللہ نے ان سے فرمایا جلد اپنے ساتھیوں سے جا ملو اور ان سے آگے ہو جاؤ۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اس عارضی امیر سے اس چیز کا مطالبہ کیا جس کا حضرت علی سے کیا تھا، تو اس نے وہ کام کر دیا، جب حضرت علی واپس آئے تو انہوں نے اس کو ملامت کی اور اس کی مذمت کی میں نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوگئی تو میں ضرور آپ کو اس پوری کارروائی سے آگاہ کروں چنانچہ جب میں مدینہ پہنچا تو صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تا کہ جس بات پر میں نے قسم اٹھائی تھی اسے میں آپ ﷺ سے ذکر کروں۔

راستہ میں ابوبکر سے ملاقات ہوئی تو وہ آپ ﷺ کے پاس سے واپس آ رہے تھے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو میری طرف آئے، مجھ سے ملے اور انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا، اور ہم نے آپس میں حال واحوال کئے انہوں نے مجھ سے پوچھا کب آئے ہو، میں نے کہا گذشتہ رات، پھر وہ مجھے رسول اللہ کے پاس لے گئے اور انہوں نے کہا یہ سعد بن مالک بن شہید ہیں آپ ﷺ نے مجھے اندر بلایا میں نے اندر جا کر رسول اللہ سے ملاقات کی آپ ﷺ سے سلام کیا، آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ اس سفر میں حضرت علی نے ہم سے بدسلوکی کی ہے۔ اور ہمیں ان سے بہت تکلیف پہنچی ہے۔ آپ نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا اے سعد ٹھہر جا، خدا کی قسم علی اللہ کے راستہ کا شیر ہے، میں نے دل میں کہا اے سعد تجھ کو تیری ماں گم پائے، کیا اس روز سے میں ناپسندیدہ حالت میں نہیں ہوں، اور مجھے معلوم بھی نہیں ہے، اللہ کی قسم آج کے بعد اس کی اعلانیہ طور پر نہ سری طور پر علی کی برائی کروں گا، عمرو بن شاس اسلمی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے ساتھ اس دستہ میں تھا جسے آپ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تھا وہاں پر حضرت علی نے مجھ سے بدسلوکی، میں نے مدینہ آنے کے بعد وہاں کے لوگوں سے اس کی شکایت کی، ایک روز میں مسجد میں رسول اللہ کے پاس گیا، آپ ﷺ نے مجھے غور سے دیکھ کر فرمایا اے عمرو خدا کی قسم آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری کیا مجال کہ میں اللہ کے رسول کو تکلیف دوں، آپ ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائی۔

بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں، اور جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی، اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔

سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں دو شخصوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا، ہم نے حضرت علی پر عیب لگائے، رسول اللہ تشریف لائے، آپ ﷺ کے چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں تھے میں نے آپ کے غصہ سے اللہ کی پناہ طلب کی، آپ نے فرمایا تمہارا اور میرا کیا واسطہ جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

حدیث غدیر خم...... ابوطفیل نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کوفہ میں جمع کیا، پھر آپ نے فرمایا میں ہر اس شخص سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ جس نے غدیر خم کے روز رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو بہت سے لوگ آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، انہوں نے گواہی دی جس وقت آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو کیا میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! بلاشبہ ایسا ہی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے، اے اللہ! جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر، اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر، راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے پاس سے نکلا تو میرے دل میں کچھ خلجان تھا زید بن ارقم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اپنے خلجان کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا ایسا مت کیجئے اس لئے کہ میں نے یہ بات اللہ کے رسول سے سنی ہے۔

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اللہ کے نام پر اپیل کی کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس کا میں محبوب اس کا علی محبوب ہے، اے اللہ! علی سے محبت کرنے والے سے محبت کر، ان سے دشمنی کرنے والے سے دشمنی کر، سولہ افراد نے کھڑے ہو کر اس کی گواہی دی، زید بن ارقم کہتے ہیں کہ میں بھی ان میں سے ایک تھا، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ میں حضرت علی کو لوگوں سے اپیل کرتے دیکھا کہ میں ان لوگوں سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے روز کہتے سنا جس کا میں محبوب اس کا علی محبوب۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے گویا ان میں سے ایک اب بھی میرے سامنے ہے جو شلوار پہنے ہوئے تھا انہوں نے فرمایا ہم گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ اللہ کے رسول نے غدیر خم کے روز فرمایا کہ کیا میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں اور میری ازواج ان کی ماؤں کی جگہ نہیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ بیشک ایسا ہی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں محبوب اس کا علی محبوب،

اے اللہ! علی کے محبین سے محبت اور ان کے معاندین سے عداوت رکھ۔

طبرانی نے متعدد طرق سے عمیرہ بن سعد کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے کوفہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا کہ آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے اللہ کے نام پر اپیل کر رہے تھے کہ تم میں سے کس نے رسول اللہ کو غدیر خم کے روز گزشتہ بات کہتے سنا؟ چنانچہ بارہ صحابی بشمول ابو ہریرہ، ابو سعید اور انس بن مالک کھڑے ہوئے انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس کا میں محبوب اس کا علی محبوب اے اللہ! علی سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور اس سے دشمنی رکھنے والوں سے دشمنی رکھ۔

حذیفہ بن اسید نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی حجۃ الوداع سے واپسی ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام کو کشادہ نالیوں کے اندر ان درختوں کے ارد گرد جو ایک دوسرے کے متصل تھے اترنے سے منع کر دیا اس کے بعد آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ان درختوں کے نیچے نماز پڑھی بعد ازاں آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا ہر نبی کو گزشتہ نبی کے مقابلہ میں نصف عمر دی گئی ہے، میرا خیال ہے کہ عنقریب مجھے بلایا جائے گا اور میں جواب دوں گا، اور مجھ سے اور تم سب سے باز پرس ہوگی اے لوگو! تم کیا جواب دو گے، لوگوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے ہم تک دین پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور آپ نے پورا پورا حق ادا کر دیا۔

پھر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت، جنت و دوزخ، موت، قیامت اور بعث بعد الموت کے برحق ہونے کی گواہی نہیں دو گے، انہوں نے کہا بلاشبہ ہم اس کی گواہی دیں گے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہ، پھر اللہ کے نبی نے فرمایا اے لوگو! اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں، اور میں لوگوں کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر ہوں، جس کا میں محبوب اس کا علی محبوب، اے اللہ! اس کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھ، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تمہارا فرط ہوں اور تم میرے سامنے حوض پر پیش کئے جاؤ گے وہ حوض جس کی چوڑائی صنعاء اور بصری کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ ہے، اس میں ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ برتن ہیں جن میں دو پیالے چاندی کے ہیں اور جس وقت تم میرے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا، تم خیال رکھنا کہ تم میری جانشینی کیسی کرو گے ان میں سے ثقل اکبر کتاب اللہ ہے جس کا ایک کنارہ اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے تم اس کو مضبوطی سے پکڑو اور تم گمراہ مت ہو، میری اولاد میرے اہل بیت ہیں، اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ دونوں میرے سامنے حوض کوثر پر پیش ہونے سے قبل جدا نہیں ہوں گے۔

حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے متعدد طرق کے ذریعہ ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس نے اٹھارہ ذی الحجہ کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے اور وہ غدیر خم کا روزہ ہے جب آپ ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک ایسا ہی ہے اس کے بعد اللہ کے رسول نے فرمایا جو میرا محبوب وہ اس کا محبوب، اس پر حضرت عمر نے فرمایا اے علی! آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے محبوب بن گئے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ:...... آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

اور جو شخص ۲۷ رجب کا روزہ رکھے گا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے، اور یہ پہلا دن ہے جس دن حضرت جبرائیل رسالت لے کر آئے۔ خطیب کہتے ہیں کہ یہ حدیث روایت میں منفرد ہے اور بہت سے رواۃ نے بحوالہ علی بن سعید شامی اس سے موافقت کی ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نکارت پائی جاتی ہے۔ جس میں سے ایک وجہ اس کا یہ قول ہے کہ آیت الیوم اکملت لکم آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس قسم کی بات ابن ہارون العبدی کے طریق سے بحوالہ حضرت ابو سعید خدری بھی بیان ہوئی ہے جو درست نہیں ہے۔ یہ یوم عرفہ کو نازل ہوئی تھی۔ جیسا کہ صحیحین میں بحوالہ حضرت عمر بن خطاب بیان ہوا جو پہلے بیان ہو چکا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے جو ہمارے بیان کردہ صحابہ کے علاوہ ہیں حضور ﷺ کے قول جسے میں محبوب ہوں کے بارے میں روایت کی گئی ہے اور ان کی طرف ضعیف ہیں۔

حدیث الطیر ...... اس حدیث کے بارے میں متعدد تصانیف ہیں۔ اس کے متعدد طرق ہیں، جن میں سے ہر ایک پر اعتراض پایا

جاتا ہے۔امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ہم اسے السدی کی حدیث سے صرف عن سفیان بن وکیع عن عبداللہ بن موسیٰ عن عیسیٰ بن عمر السدی عن انس کے طریق سے جانتے ہیں۔حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اس میں اعتراض پایا جاتا ہے۔ابویعلیٰ، ابوالقاسم طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔حاکم بیان کرتے ہیں کہ اسے تیس سے زیادہ اشخاص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ابن کثیر کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ الذھبی نے ایک بااعتماد شخص کے ذریعہ اس کی وضاحت کی ہے۔جس کی طرف اسناد کرنا درست ہے۔وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے اور حاکم نے اسے ابراہیم بن ثابت القصاب سے روایت کیا ہے جو ایک مجہول شخص ہے۔نیز ہمارے شیخ حافظ عبداللہ الذھبی نے اپنی جس کتاب میں اس حدیث کے طرق بیان کئے ہیں ان کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث باطل اور تاریک ہے۔میں کہتا ہوں یعنی ابن کثیر قاضی ابوبکر بقلانی کی ایک کتاب میں بھی اس حدیث کو سند اور متن کے لحاظ سے کمزور قرار دیا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث کے طرق بکثرت ہیں مگر کوئی بھی اعتراض سے خالی نہیں ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک پرندہ تھا آپ نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس لے آ، تاکہ وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے وہ پرندہ آپ کے ساتھ کھایا، ابویعلیٰ نے متعدد طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک بھنا ہوا چکور روٹی کے ساتھ ہدیہ کیا گیا، اللہ کے رسول نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس لے آتا کہ وہ میرے ساتھ یہ کھانا کھائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی کہ اے اللہ وہ محبوب تر آدمی میرے والد کو بنادے، حضرت حفصہ نے دعا کی اے اللہ! وہ محبوب تر آدمی میرے والد کو بنادے۔انس کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ محبوب تر آدمی سعد بن عبادہ کو بنادے۔حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے دروازہ پر کسی کی آواز سنی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان سے کہا رسول اللہ اس وقت مصروف ہیں لہٰذا آپ واپس چلے جائیں پھر دوبارہ میں نے آواز سنی اور رسول اللہ نے بھی ان کی آواز سن لی، آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو دروازہ پر کون ہے، میں نے دیکھا تو وہ علی تھے میں نے اندر آکر اللہ کے رسول کو اس کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا انہیں اندر بلاؤ تو وہ آگئے، آپ نے فرمایا اے اللہ علی کے دوست کو اپنا دوست بنا۔

عبدالعزیز بن زیاد کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے انس بن مالک کو بصرہ سے بلایا، اس نے ان سے حضرت علی کے بارے میں سوال کیا انس نے فرمایا رسول اللہ کو ایک پرندہ ہدیہ کیا گیا، آپ ﷺ کے حکم سے اسے تیار کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب تر شخص کو بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی، اسماعیل سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس ایک پرندہ تھا آپ نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب تر شخص کو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے اس کے بعد ابوبکر آئے تو انہوں نے اسے واپس کردیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے انہیں بھی واپس کردیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دیدی۔

آپ ﷺ کے غلام سفینہ کا قول ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ کو دو پرندے ہدیہ کئے آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اپنا محبوب تر شخص میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر دروازہ پر دستک دی میں نے پوچھا کون؟ آواز آئی علی، آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو، چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر آئے انہوں نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک پرندہ سرخاب نامی ہدیہ کیا گیا اسے تیار کرکے آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا گیا پھر آپ نے فرمایا اے اللہ اپنی مخلوق میں سے محبوب تر شخص کو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے، حضرت علی نے آکر اجازت طلب کی، حضرت انس نے جواب دیا اللہ کے رسول اس وقت مصروف ہیں لہٰذا آپ چلے جائیں، آپ ﷺ نے دوبارہ پھر سہ بارہ وہی دعا فرمائی، حضرت علی دوسری بار آئے تو وہی جواب ملا پھر تیسری بار آئے تو رسول اللہ نے ان کو اندر بلایا اور انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل مختلف احادیث......(۱)......جابر بن عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ میں اللہ کے نبی کے

ساتھ ایک انصاریہ کے کھجور کے باغ میں گیا جسے اسراف کہا جاتا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک کپڑا بچھایا جہاں کھجور کے چھوٹے درختوں کے نیچے چھڑکاؤ کیا ہوا تھا اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا اب تمہارے سامنے ایک جنتی شخص آئیگا تو ابوبکر آ گئے پھر آپ نے یہی الفاظ فرمائے تو عمر آ گئے پھر سہ بارہ آپ نے وہی الفاظ دھرائے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! اس کو علی بنا دے، اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ آ گئے پھر انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بکری ذبح کر کے اسے تیار کیا، آپ ﷺ اور دیگر سب نے اسے تناول فرمایا، جب ظہر کا وقت ہوا تو ہم سب نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

(۲)..... جمیع بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میں نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے علی اور ان کی بیوی سے زیادہ اللہ کے رسول کے نزدیک کسی کو محبوب نہیں دیکھا۔

(۳)..... امام احمد، یحییٰ بن بکیر، اسرائیل، ابی اسحاق اور ابو عبداللہ بجلی کہتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا انہوں نے پوچھا کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے کہا معاذ اللہ یا سبحان اللہ یا اسی قسم کا کوئی جملہ کہا، انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا کہ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

(۴)..... عبدالرزاق، ثوری، اعمش، عدی بن ثابت اور زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے علی کو کہتے سنا اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا بلاشبہ آپ ﷺ نے مجھ سے عہد کیا کہ مومن تم سے محبت کرے گا اور منافق تم سے بغض رکھے گا۔

(۵)..... عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ میں نے علی کے حق میں رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو آپ سے محبت کرنے والے اور آپ کے بارے میں سچ بولنے والے ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو آپ ﷺ سے بغض رکھنے والے اور آپ ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنے والے ہیں۔

(۶)..... ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آپ دنیا و آخرت میں سردار ہیں جس نے آپ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، آپ کا حبیب اللہ کا حبیب ہے، جس نے آپ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، آپ سے بغض رکھنے والا حقیقت میں اللہ سے بغض رکھنے والا ہے میرے بعد آپ سے بغض رکھنے والے کے لئے ہلاکت ہے۔

(۷)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے بلا کر فرمایا اے علی! تم میں عیسیٰ بن مریم جیسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ یہود نے ان سے اتنا بغض رکھا کہ ان کی والدہ پر تہمت لگادی اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبت کی کہ ان کو ان کی شان سے بھی بڑھ کر درجہ عطا کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے، (۱) مجھ سے حد سے زیادہ محبت کرنے والا، (۲) مجھ سے حد سے بڑھ کر عداوت رکھنے والا۔ خبردار! میں نہ نبی ہوں اور نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اللہ کی کتاب اور سنت رسول کے مطابق عمل کرتا ہوں، اگر میں تم کو اللہ کی اطاعت کا حکم دوں تو تم طوعاً و کرہاً اسے پورا کرو۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ روافض نے آپ کے فضائل کے بارے میں من گھڑت احادیث بیان کی ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۸)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تکلیف تھی اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گذرے اور میں تکلیف کی شدت کی وجہ سے کہہ رہا تھا اے اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے تو مجھے راحت دیدے، اگر نہیں تو مجھے شفا دیدے اگر شفاء بھی نہیں تو مجھے تکلیف برداشت کرنے کے لئے صبر عطا کر دے، آپ نے فرمایا اے علی! تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے وہی الفاظ دہرائے، آپ ﷺ نے اپنا پاؤں مجھے مار کر کہا کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے پھر وہی الفاظ دہرا دیئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اسے عافیت یا شفا عطا کر دے۔

(۹)..... ابوحمراء کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا جو شخص علم کی صورت میں حضرت آدم اور فہم کی صورت میں حضرت نوح، اور حلم کی صورت میں حضرت ابراہیم اور زہد کی صورت میں یحییٰ بن زکریا اور گرفت کی صورت میں حضرت موسیٰ کو دیکھنا چاہے تو وہ علی کو دیکھ لے، یہ روایت منکر ہے اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)..... حضرت جابر نے بیان کیا ہے کہ طائف کے روز اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے طویل سرگوشی کی، آپ

ﷺ نے فرمایا میں نے ان سے سرگوشی کی بلکہ اللہ نے سرگوشی کی ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہم اسے صرف اجلح کی حدیث سے جانتے ہیں اور ''اللہ نے سرگوشی کی'' کا مطلب ہے کہ اللہ نے مجھے اس سے سرگوشی کا حکم دیا ہے۔

(۱۱)..... ام عطیہ کا قول ہے کہ رسول اللہ نے ایک دستہ روانہ فرمایا جس میں علی بھی تھے، ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے سنا کہ اے اللہ! علی کی واپسی سے قبل مجھے موت نہ دینا۔

(۱۲)..... عبداللہ بن ظالم مازنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے کوفہ سے نکلتے وقت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا عامل مقرر کیا، راوی کہتے ہے کہ مغیرہ نے علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے خطباء کو جمع فرمایا، راوی کہتے ہیں کہ میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے پہلو میں تھا، راوی کا بیان ہے کہ وہ غصہ میں کھڑے ہوئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا میں ان کے پیچھے پیچھے تھا انہوں نے فرمایا کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے اور جو ایک کوئی شخص کے بارے میں لعنت کا حکم دینے والا تھا اور میں نو شخصوں کے بارے میں جنتی ہونے کی گواہی دے سکتا ہوں اگر میں دسویں شخص کے بارے میں گواہی دوں تو میں حانث نہیں ہوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ کوہ حراء اپنی جگہ ٹھہر جا، اس لئے کہ اس وقت تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہیں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا وہ کون ہیں، انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین، میں نے پوچھا دسواں کون ہے انہوں نے کہا میں ہوں۔

(۱۳)..... حبشی بن جنادہ سلولی کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت علی مجھ سے ہے، اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے میں یا علی ادا کرے گا۔

(۱۴)..... حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سورہ براۃ دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اور خانہ کعبہ کا طواف کوئی برہنہ جسم شخص نہیں کرے گا، اور جنت میں صرف مومن داخل ہوگا، جس شخص اور اللہ کے رسول کے درمیان کوئی مدت مقرر ہے تو اس کا وقت اس مدت کے ختم ہونے تک ہے، اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہے، حضرت ابوبکر تین روز تک اسے لے کر چلتے رہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا تم جاؤ حضرت ابوبکر سے مل کر ان سے وہ پیغام لے لو، اور ان کو واپس بھیج دو، راوی کا بیان ہے کہ جب ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس پہنچے تو رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے متعلق کوئی بات نازل ہوئی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تمہارے بارے میں خیر ہی اتری ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا کہ اس کو میں یا میرے اہل بیت میں سے کوئی پہنچائے۔

(۱۵)..... متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ حضرت علی کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ان میں سے کوئی بھی روایت صحیح نہیں ہے اور ان میں سے کوئی بھی سند کذاب یا مجہول الحال شخص سے خالی نہیں ہے اور اس میں رواۃ شیعہ ہیں۔

رکوع کی حالت میں انگھوٹی صدقہ کرنے کی:..... (۱۶)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ قرآنی آیت (انما ولیکم اللّٰہ الخ) کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نکل کر مسجد کی طرف گئے، لوگ رکوع اور سجدہ کی حالت میں تھے، آپ صلی اللہ ﷺ نے ایک سائل کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ کیا تم کو کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا علی رضی اللہ عنہ نے رکوع کی حالت میں مجھے یہ انگھوٹی دی ہے، لیکن اس حدیث کی اسانید کے ضعیف ہونے کی وجہ سے یہ بات غیر صحیح ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر قرآن میں کچھ نازل نہیں ہوا، جیسا کہ لوگ آیت ''انما انت منذر ولکل قوم ھاد ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا، اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام'' وغیرہ آیات کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ان باتوں میں کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔البتہ قرآن کی یہ آیت (ھذان خصمان اختصموا فی ربھم) صحابہ میں سے علی، حمزہ، اور عبیدہ کے بارے میں اور

کافرین میں سے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، باقی جو یہ بات ابن عباس سے مروی ہے کہ لوگوں کے بارے میں جو کچھ نازل ہوا وہ علی کے بارے میں نازل ہوا ہے یا یہ بات کہ علی کے بارے میں تین سو قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں، یہ سب کچھ غلط ہے۔

(۱۷)..... حضرت انس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ کے اصحاب آپ کے اردگرد موجود تھے اچانک حضرت علی تشریف لائے اور وہ کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لئے کوئی خالی جگہ دیکھنے لگے، آپ دیکھ رہے تھے کہ آج صحابہ میں سے کون حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بیٹھنے کی گنجائش نکالتا ہے، حضرت ابوبکر نے اپنے آپ کو سمیٹ کر حضرت علی کے لئے گنجائش نکالی، اور انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ حضرت علی رسول اللہ اور حضرت ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول کے چہرہ پر خوشی کے آثار دیکھے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے فضل والوں کو اصحاب فضل ہی پہنچانتے ہیں۔ اور وہ حدیث جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان ہوئی ہے کہ علی خیر البشر ہیں اور جس نے انکار کیا اس نے ناشکری کی اور جو خوش ہوا اس نے شکر کیا۔ یہ حدیث معاذ دونوں طرق سے موضوع ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اضعین کا برا کرے۔

(۱۸)..... حضرت علی نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا میں دار الحکمۃ ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو شخص علم حاصل کرنا چاہے وہ شہر کے دروازہ سے آئے۔

(۱۹)..... عبداللہ بن عمرو کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے مرض الوفاۃ میں فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ، صحابہ کرام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلالائے تو آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو صحابہ کرام حضرت عمر کو بلالائے تو آپ نے ان سے بھی اعراض کیا پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو صحابہ کرام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لے آئے تو اللہ کے نبی نے ان سے بھی توجہ پھیر لی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اور ان سے سرگوشی کی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول نے کیا ارشاد فرمایا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا اللہ کے نبی نے مجھے ایک ہزار باب سکھائے ان میں سے ہر باب ایک ہزار باب کی طرف کھلتا ہے، ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث منکر ہے کیوں کہ اس میں ابن لھیعہ راوی کٹر شیعہ ہے۔

(۲۰)..... حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا حکمت کو دس اجزاء پر تقسیم کیا گیا اس میں سے نو جز علی کو اور باقی ایک تمام لوگوں کو دیا گیا، یہ حدیث موضوع ہے۔

(۲۱)..... ابو یعلی عبیداللہ بن عمر قواریری، یحییٰ، اعمش، عمرو بن مرۃ، ابوالبختری اور علی فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ نے کمسنی میں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اس وقت قضاء کے بارے میں مجھ کو کچھ شد بد نہیں تھی، آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اللہ عنقریب تمہارے قلب کو راہنمائی عطا کرے گا، اور تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد کبھی بھی مجھے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں دقت پیش نہیں آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ ہمارے سب سے بڑے قاضی ہیں اور حضرت ابی بن کعب ہمارے سب سے بڑے قاری ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں اس مشکل مسئلہ میں خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں جس کے حل کے لئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

(۲۲)..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جس بات پر میں قسم اٹھا سکتی ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو قریب سے دیکھا ہے، ہم ایک صبح کے بعد دوسری صبح اللہ کے نبی کی عیادت کے لئے گئے اس کے باوجود اللہ کے نبی نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لئے بار بار آتے ہیں، ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ کسی ضروری کام سے آئے ہیں پھر دوبارہ آئے تو میں نے سمجھا کہ انہیں کوئی کام ہے، اس کے بعد میں گھر سے نکل کر دروازہ کے پاس بیٹھ گئی اور میں دروازہ کے سب سے زیادہ قریب تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے آپ ﷺ نے ان سے سرگوشی کی پھر اسی روز رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا چنانچہ حیدر کرار رسول اللہ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ قریب سے دیکھنے والے تھے۔

(۲۳)..... جمیع بن عمیر کا قول ہے کہ میری والدہ اور خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں انہوں نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا انہوں نے فرمایا تم ایسے شخص کے بابت سوال کرتی ہو کہ جس کا ایک ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی ایک جگہ پر تھا اسی حالت میں اللہ کے رسول نے اس دنیا سے رحلت فرمائی، آپ نے اپنا ہاتھ ان کے چہرہ پر پھیرا پھر لوگوں نے آپ ﷺ کے دفن کے بابت اختلاف کیا تو انہوں نے فرمایا تمام مقامات میں سے وہ جگہ جہاں نبی کی وفات ہو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کے بعد انہوں نے پوچھا پھر آپ نے شیر خدا کے خلاف خروج کیوں کیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ ایک طے شدہ فیصلہ تھا اب میری یہ خواہش ہے کہ میں روئے زمین کی تمام چیزوں کو اس کے فدیہ میں دیدوں، یہ حدیث نہایت منکر ہے اور صحیح میں وہ حدیث موجود ہے جو اس کا رد کرنیوالی ہے۔

(۲۴)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ہم آپ کے بعد کس کو امیر بنائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ابوبکر کو امیر بناؤ گے تو تم ان کو امین، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو تم ان کو طاقتور، امین اور بے خوف پاؤ گے، اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے اور مجھے اس کی تم سے توقع نہیں ہے تو تم ان کو ھادی مہدی پاؤ گے وہ تم کو صراط مستقیم پر ڈالیں گے۔ امام احمد عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک شب جناب رسول اکرم ﷺ کے پاس تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سانس لیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے موت کی اطلاع دی گئی ہے۔ میں نے کہا آپ ﷺ خلیفہ مقرر فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس کو؟ میں نے کہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے سانس لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یا ابن مسعود مجھے موت کی اطلاع دی گئی ہے۔ میں نے کہا، خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کس کو؟ میں نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر گذرنے کے بعد آپ ﷺ نے سانس لیا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابن مسعود مجھے موت کی اطلاع دی گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کس کو؟ میں نے عرض کیا، علی بن ابی طالب کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو وہ سب کو جنت میں داخل کر دے گا۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ اس روایت میں ھمام اور ابن میناء مجہول الحال ہیں۔

(۲۵)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے جنہوں نے اپنی صاحبزادی کا عقد مجھ سے کیا اور وہ مجھے سوار کر کے دار الہجرت لے گئے اور بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا، اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے جو ہر حالت میں حق بات کہنے کے عادی ہیں چاہے وہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو، اور حق انہیں نہیں چھوڑتا، اور ان کا کوئی دوست نہیں ہے۔ اور خدا عثمان پر رحم کرے جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی پر رحم کرے کہ حق ان کے ساتھ گھومتا ہے جہاں بھی وہ ہوتے ہیں اس حدیث میں نظر ہے۔

(۲۶)..... حضرت ابوسعید نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے بعض وہ ہے جو تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا کہ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے، ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ میں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ میں ہوں؟ تو آپ نے نفی میں جواب ارشاد فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا لیکن وہ جوتی سینے والا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو جوتی سینے کے لئے دی تھی، اور قبل ازیں یہ حدیث اہل بغا اور خوارج سے حضرت علی کے قتال کرنے کے بارے میں اپنی جگہ پر گزر چکی ہے اور صفین کے روز آپ کی جرأت اور بہادری کا بیان گذر چکا ہے اور نہروان کے روز آپ کی فضیلت کا ذکر بھی ہو چکا ہے اور خوارج سے قتال کرنے والے گروہ کے بارے میں احادیث کا بیان بھی گزر چکا ہے اور وہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول نے علی رضی اللہ عنہ کو خوارج، ظالمین اور عہد شکنوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اور ناکثین کی تفسیر اصحاب جمل سے اور قاسطین کی تفسیر اہل شام سے اور مارقین کی تفسیر خوارج سے کی گئی ہے۔ اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ البدایہ والنہایہ کا ساتواں جز مکمل ہوا۔

البدایہ والنہایہ

(معروف بہ)

تاریخ ابن کثیر

(حصہ ہشتم)

حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۷۷۴ھ



تاریخ ابن کثیر......حصہ ہشتم

فصل

۴۰ھ کے واقعات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عالی سیرت، مواعظ، فیصلہ جات، خطبات اور دل پذیر چند حکمتوں کا بیان

عبدالوارث ابی عمرو بن العلاء سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا اے لوگو! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے تمہارے مال میں سے نہ قلیل کو ہلکا سمجھا اور نہ کثیر کو بجز اس کے اس کے بعد اپنی قمیص کی آستین سے ایک بوتل نکالی جس میں خوشبو تھی اور کہا کہ یہ مجھے ایک کسان نے دی ہے اور ایک روایت میں دال کی ضمہ کے ساتھ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ بیت المال آئے اور فرمایا کہ میری اس بات کو مضبوطی سے پکڑو اور یہ اشعار کہنے لگے۔

افلح من کانت له قوصرة　　　یاکل فها کل یوم تمرة

ترجمہ:......کامیاب ہوا وہ شخص کے جس کے پاس ایک ٹوکری ہو جس میں سے وہ ہر دن ایک کھجور کھاتا ہو۔

ایک نسخہ میں ''تمرة'' کی جگہ ''مرة'' کا لفظ ہے جب کہ ایک اور نسخہ میں پہلا مصرعہ یوں ہے۔

طوبیٰ لمن کانت له قوصرة.

حرملہ ابن وھب سے اور وہ ابن لھیعہ سے، وہ ابن ھبیرة سے، وہ عبداللہ بن ابی رزین الغافقی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم عیدالاضحیٰ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو انہوں نے ہمارے سامنے حریرہ پیش کیا ہم نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے اگر آپ گندم کی روٹی لے آتے تو کوئی مضائقہ نہ تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کی فراوانی کی ہے اس پر انہوں نے فرمایا اے رزین کے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے اللہ کے مال میں سے دو پیالوں کے سوا جائز نہیں ایک پیالہ اپنے لئے اور گھر والوں کے لئے ایک پیالہ لوگوں کو کھلانے کے لئے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث سنائی حسن اور بنی ہاشم کے غلام ابوسعید نے اور وہ دونوں روایت کرتے ہیں ابن لھیعہ سے اور وہ عبداللہ بن ھبیرة سے اور وہ عبداللہ بن رزین سے کہ انہوں نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب کے پاس گیا جب کہ حسن نے عیدالاضحیٰ کے دن کی صراحت بھی کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے حریرہ پیش کیا تو ہم نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے اگر آپ گندم کی روٹی لے آتے تو کیا حرج تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مال کی فراوانی بھی کی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ اے زرین کے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کے

لئے اللہ کے مال میں سے دو پیالے کے سوا جائز نہیں ایک اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے ایک لوگوں کے لئے۔

ابو عبید کہتے ہیں ہمیں حدیث سنائی عباد بن عوام نے اور وہ روایت کرتے ہیں مروان بن عنترہ سے اور وہ اپنے باپ سے کہ انہوں نے کہا میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس خورنق میں گیا ان کے اوپر ایک چھوٹی سی چادر تھی اور سردی سے کانپ رہے تھے یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا اے امیر المومنین اللہ نے تمھارے لئے اور تمھارے گھر والوں کے لئے اس مال میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور ادھر آپ سردی سے کانپ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بخدا میں آپ کے مال میں سے کسی بھی چیز کو ہلکا نہیں سمجھتا اور یہ چادر بھی اپنے گھر سے لے آیا ہوں، یا یوں کہا کہ مدینہ سے لے کر آیا ہوں۔ ابونعیم کہتے ہیں میں نے سفیان ثوری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ علی نے نہ ہی پکی دیوار تعمیر کی اور نہ اس پر بانس رکھا اور وہ اپنا غلہ مدینہ سے خورجین میں لائے تھے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ہمیں روایت کیا ہے ابوبکر الحمیدی سے اور وہ سفیان ابوحسان سے اور وہ مجمع بن سمعان التیمی سے کہ انہوں نے کہا ایک دفعہ علی بن ابی طالب اپنی تلوار لے کر بازار نکلے اور کہا، کون میری یہ تلوار مجھ سے خریدے گا اگر میرے پاس چار درہم ہوتے تو میں چادر خرید لیتا اور تلوار نہ بیچتا۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں مجھے روایت کیا سفیان نے اور وہ جعفر سے اور غالباً وہ اپنے باپ سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ قمیص پہنی جب ہاتھ لمبے کئے تو آستین کا کچھ حصہ انگلیوں سے بڑھا ہوا تھا انہوں نے اس بڑھے ہوئے حصے کو کاٹ دیا اور فرمانے لگے آستین انگلیوں سے بڑھی ہوئی نہ ہونی چاہیے۔

ابوبکر روایت کرتے ہیں عیاش سے اور وہ یزید بن ابی زیاد سے اور وہ مقسم سے اور وہ ابن عباس سے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی نے تین درہم کی قمیص خریدی جب کہ وہ خلیفہ تھے اور اس کی آستینوں کو کلائیوں کی جگہ سے کاٹ دیا اور فرمانے لگے اللہ کا شکر ہے جس کی طرف سے یہ ایک بہترین لباس ہے۔

امام احمد باب زھد میں عباد بن العوام سے روایت کرتے ہیں اور وہ ھلال بن عباد سے اور وہ ابی غصین کے غلام سے کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ سوتی کپڑے والے کے پاس آئے اور اس سے فرمانے لگے آپ کے پاس سنبلانی قمیص ہے؟ ابی غصین کے غلام کہتے ہیں کہ اس نے ایک قمیض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کی انہوں نے اس کو پہن لیا جب کہ یہ قمیص صرف ان کی نصف پنڈلی تک لمبی تھی اس کے بعد انہوں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور فرمانے لگے میں بس اسی قدر مناسب سمجھتا ہوں۔ کیا قیمت ہے اس کی؟ تو اس نے کہا اے امیر المومنین چار درہم راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تہبند سے چار درہم نکالے اور ان کو دے کر چل دیئے۔

محمد بن سعید کہتے ہیں ہمیں روایت کیا فضل بن دکین نے اور وہ حسن بن جرموز سے اور وہ اپنے باپ سے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی کو گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ ان کے جسم پر دو قبطی چادریں تھیں ایک آدھی پنڈلی تک تھی اور دوسری بھی اس کے قریب قریب تھی جس کو اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس ایک کوڑا تھا بازار جاتے ہوئے اپنے ساتھ رکھتے اور لوگوں کو اللہ کے خوف اور صحیح خرید وفروخت کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے ناپ تول پورا پورا رکھو اور فرماتے گوشت کو پھلا کر مت بیچو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک باب زھد میں فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے روایت کیا اور انہوں نے صالح بن میثم سے اور وہ یزید بن وھب الجھنی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک دن حضرت علی بن ابی طالب ہمارے پاس آئے ان کے اوپر دو چادریں تھیں ایک اوپر اور ایک نیچے۔ تہبند کی ایک جانب نیچے اور دوسری اوپر اٹھی ہوئی تھی انہوں نے اپنے تہبند کو ایک چیتھڑے سے اوپر اٹھایا ہوا تھا اسی دوران ان کے قریب سے ایک اعرابی گزرا اور کہنے لگا، اے انسان ان کپڑوں میں سے پہن لے اس لئے کہ تو یا تو مرا ہو ہے یا مقتول ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اعرابی میں یہ دو کپڑے اس لئے پہنتا ہوں تا کہ نمود ونمائش سے دور رہوں اور میری نماز کے لئے یہ کپڑے بہتر ثابت ہوں اور مومنین کے لئے نمونہ ہوں۔

عبد بن حمید کہتے ہیں کہ ہمیں روایت کیا ہے کہ محمد بن عبید نے ان کو مختار بن نافع نے اور وہ ابی مطر سے بیان کرتے ہیں کہ ابی مطر نے کہا، میں

مسجد میں سے نکلا تو ایک آدمی کو اچانک اپنے پیچھے آواز دیتے ہوئے سنا اپنی تہبند اونچی رکھو کہ اس میں تمھارے کپڑے کے لئے طویل حیات ہے اور تمھارے لئے تقویٰ اور اگر تم مسلمان ہو تو اپنے سر پر بھی کوئی چیز پہن لو میں ان کے پیچھے چل دیا وہ شخص ایک چادر اوپر اور ایک نیچے پہنے ہوئے تھا ایک کوڑا اس کے ساتھ تھا گویا وہ اعرابی ہو، تو میں نے کہا یہ کون ہے؟ میرے اس استفسار پر مجھ سے کہنے لگا لگتا ہے کہ آپ اس شہر میں اجنبی ہیں۔ میں نے کہا بیشک میں تو بصرہ کا باشندہ ہوں تو اس شخص نے بتلایا کہ یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں یہاں تک کہ وہ اونٹ ہانکتے ہوئے دار ابی معیط تک جا پہنچے اور کہنے لگے خرید وفروخت کرو مگر قسم نہ کھاؤ اس لئے کہ قسم سامان کو کھا جاتی ہے اور برکت کو مٹا دیتی ہے۔ پھر وہ کھجوروں والوں کے پاس آئے تو اچانک ایک خادمہ روتی روتی ان کے پاس آئی تو انہوں نے پوچھا کہ کیوں آپ روئی جارہی ہیں؟ خادمہ نے کہا اس شخص نے ایک درہم کی کھجور مجھے فروخت کی ہیں لیکن میرے آقا نے کھجور لوٹانے کا حکم دیا اب یہ شخص کھجوریں قبول نہیں کررہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا، اپنی کھجوریں واپس لو اور اس کو اس کے درہم واپس کرو تمھیں یہ اختیار نہیں کہ کھجوریں واپس لینے سے انکار کرو اس پر اس شخص نے درہم دیدیئے۔ میں نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کون ہیں اس نے جواب دیا نہیں میں نے کہ کہ علی بن ابی طالب ہیں۔ امیر المومنین اس پر اس نے کھجوریں پھینک دیں اور اس شخص نے اس عورت کے درہم واپس کردیئے پھر اس شخص نے کہا اے امیر المومنین میں تو تجھے راضی رکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آپ لوگوں کے حقوق ادا کریں گے تو بھلا میں آپ سے کیسے راضی نہ ہوں گا۔

پھر کھجور والوں کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمانے لگے، اے کھجور والو! مساکین کو کھلاؤ تمھاری کمائی میں اضافہ ہوگا۔ پھر وہاں سے گزرتے چلے گئے جب کہ ان کے ساتھ ایک جم غفیر مسلمانوں کا تھا یہاں تک کہ مچھلی فروخت کرنے والوں کے پاس پہنچے اور فرمانے لگے ہمارے بازار میں مردار مچھلی فروخت نہ ہو پھر دار فرات آئے اور یہ سوتی کپڑا بیچنے والوں کا بازار ہے۔ ایک معمر آدمی کے پاس آکر فرمانے لگے تین درہم میں میرے ساتھ قمیص بیچنے کا معاملہ درست طریقے سے کرو۔

جب ان کو پہچانا تو ان سے کوئی چیز نہ خریدی پھر دوسرے کے پاس آئے اس کو بھی جب پہچانا تو اس سے کوئی چیز نہ خریدی پھر ایک نوعمر لڑکے کے پاس آئے اور اس سے تین درہم کی قمیص خریدی جس کی آستین پہنچوں سے لے کر ٹخنوں تک تھی اس کو پہنتے ہوئے فرمایا سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ شاندار لباس عطا فرمایا کہ جس کے ذریعے میں لوگوں کے درمیان پر وقار لگتا ہوں اور اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہوں تو ان سے کہا گیا اے امیر المومنین یہ جو کچھ آپ نے پڑھا، اپنی طرف سے ہے یا آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ نے سنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کو پہنتے ہوئے فرماتے سنا اس دوران کپڑے والے لڑکے کا باپ آگیا تو اس سے کہا گیا، اے فلاں تیرے بیٹے نے آج امیر المومنین کو تین درہم میں قمیص فروخت کی ہے اس نے کہا تو نے دو درہم کیوں نہ لئے اس کے باپ نے اس سے ایک درہم لیا اور لے کر امیر المومنین کے پاس چلا گیا اس وقت امیر المومنین باب الرحبۃ کے پاس مسلمانوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور کہا یہ درہم رکھ لیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کاہے کا ہے یہ درہم اس نے کہا قمیص کی قیمت صرف دو درہم تھی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے میری مرغوب چیز بیچی اور اپنی مرغوب چیز مجھ سے لی۔

عمرو بن شمر نے جابر الجعفی سے اور وہ شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب نے اپنی زرہ ایک نصرانی کے پاس پائی تو اس کو لے کر شریح کے پاس فیصلے کے لئے حاضر ہوئے۔ راوی کہتے ہیں علی آئے اور شریح کے ایک طرف بیٹھ گئے اور کہنے لگے اے شریح اگر میرا فریق مخالف مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن وہ نصرانی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جب تم اور وہ ایک راستہ پر ہو تو ان کو تنگ راہ پر چلنے پر مجبور کرو اور حقارت سے پیش آؤ جس طرح اللہ نے ان کو ذلیل کیا ہے لیکن اپنے کو ہرگز سرکشی میں مبتلا نہ کرو۔

اس کے بعد اس نصرانی نے کہا، زرہ تو میری ہی ہے اور امیر المومنین تو جھوٹے ہیں۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے امیر المومنین آپ کے پاس کوئی گواہی ہے اس پر حضرت علی ہنس پڑے اور کہنے لگے شریح نے ٹھیک کہا ہے میرے پاس گواہی نہیں۔ لہٰذا شریح نے زرہ کا نصرانی کے حق میں فیصلہ کردیا

راوی کہتے ہیں کہ زرہ نصرانی نے لے لی چند قدم چلے اور پھر واپس لوٹ کر کہنے لگے، رہا میں تو سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ فیصلہ انبیاء کے

فیصلوں میں سے ہے امیر المومنین مجھے قاضی کے پاس لے جاتے ہیں اور پھر انہیں کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ زرہ تو خدا کی قسم اے امیر المومنین آپ ہی کی ہے جب آپ صفین کی طرف جا رہے تھے تو اس وقت میں لشکر کے پیچھے پیچھے تھا میں نے آپ کے خاکستری اونٹ سے یہ زرہ نکال لی اب جب کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو یہ زرہ آپ کی ہے اس کے بعد اس نے آپ کو گھوڑے پر سوار کیا۔

شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں نہروان کے دن جس شخص نے خوارج سے قتال کرتے ہوئے ان کو دیکھا انہوں نے مجھ سے بیان کیا اور سعید بن عبادہ علی بن ربیعہ سے بیان کرتے ہیں کہ جعدۃ بن ھبیرۃ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنین آپ کے پاس دو آدمی آتے ہیں آپ ایک کو اس کے اہل وعیال سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور دوسرا شخص ایسا ہے کہ اگر آپ کو ذبح کر سکے تو کر دے مگر آپ دوسرے کے حق میں پہلے کے خلاف فیصلہ کر دیتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے اس کے سینے پر مکہ مارا اور فرمانے لگے اگر یہ معاملہ میرا ہوتا تو کر گزرتا مگر یہ تو اللہ کا معاملہ ہے (میری اس میں کیسے چل سکتی ہے)۔

ابو القاسم بغوی کہتے ہیں میرے دادا نے مجھے روایت کیا ان کو علی بن ہاشم نے اور وہ صالح کپڑا فروش سے اور وہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی نے کہا کہ میں نے علی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور اپنی چادر میں لپیٹ کر اٹھا لیں اس پر ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ کے بجائے ہم نہ اٹھالیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کنبے والا اس کا زیادہ اٹھانے کا حق دار ہے۔ ابو ہاشم زاذان سے نقل کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بازاروں میں تنہا چلتے تھے جب کہ وہ خلیفہ تھے بھٹکے ہوئے کی رہنمائی کرتے، کمزور کی مدد کرتے، تاجروں اور سبزی فروشوں کے پاس سے گزرتے اور ان کے سامنے قرآن کھولتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علواً فی الارض ولافساداً

ترجمہ: ...... اور یہ آخرت کا ٹھکانہ ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد پھر فرماتے یہ آیت حکمرانوں میں سے اہل وعدل وتواضع اور عام لوگوں کے حق میں نازل ہوئی۔

عبادۃ بن زیاد روایت کرتے ہیں صالح بن ابی الاسود سے اور وہ ایک شخص سے جس نے ان کو روایت کیا میں نے حضرت علی کو گدھے پر سوار دیکھا اور ان کے دونوں پاؤں ایک جگہ لٹک رہے تھے پھر فرمایا میں وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو ٹھکرا دیا۔

یحییٰ بن معین روایت کرتے ہیں علی ابن الجعد سے اور وہ حسن بن صالح سے کہ وہ کہتے ہیں، ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز کے ہاں زاھدوں کا تذکرہ ہوا کہنے والوں میں سے کسی نے کہا فلاں، کسی اور نے کہا، فلاں۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز فرمانے لگے۔ لوگوں میں سب سے بڑا زاھد علی بن ابی طالب ہے۔

ہشام ابن حسان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ ہم حضرت حسن بصری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ازارقہ کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے ابا سعید علی بن ابی طالب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے بیشک علی اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا تیر تھا جو اس کے دشمنوں پر ٹھیک نشانہ پر لگنے والا ہو۔ اور علم کی مسند پر وہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ نزدیک اور انتہائی شرافت کے حامل انسان تھے اور اس امت کے تارک الدنیا لوگوں میں سے ایک تھے۔ اللہ کے مال میں سے غبن کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے حکم کی غفلت برتنے والے تھے۔ ان کی عزیمت، عمل اور علم قرآن سے لئے ہوئے تھے جن کی وجہ سے وہ پر رونق باغات اور واضح نشانات پر تھے اے کمینے یہ علی بن ابی طالب تھے۔

ہیثم بیسار سے نقل کرتے ہیں اور وہ عمار سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی کو جھوٹی حدیث سنائی ابھی وہ شخص اٹھا تھا کہ اندھا ہو گیا ابو بکر بن ابی الدنیا سالم کہتے ہیں کہ مجھے روایت کیا ہے شریح بن یونس نے اور اس کو ہیثم نے اور اس کو اسماعیل بن سالم نے اور اس کو عمار حضرمی نے اور اس کو زاذان ابی عمرو کے ایک شخص نے حضرت علی کو ایک حدیث سنائی اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ میں تو سمجھتا ہوں کہ تو نے مجھے جھوٹ بولا

اس شخص نے کہا میں نے ایسا نہیں کہا۔ حضرت علی نے فرمایا میں بددعا کرتا ہوں اگر آپ نے جھوٹ بولا ہے اس شخص نے کہا کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بددعا کی ابھی وہ شخص اٹھا بھی نہیں تھا کہ اندھا ہو چکا تھا۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں، خلف سالم نے ہمیں روایت کیا ہے اور ان کو محمد بن بشر نے اور وہ ابی مکعین سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں اور میرے ماموں ابو امیہ قبیلہ مراد کی ایک حویلی پر سے گزرے اس نے کہا۔ اس گھر کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا ہاں کہنے لگے ایک دفعہ علی رضی اللہ عنہ اس گھر پر سے گزرے جب کہ وہ لوگ گھر بنا رہے تھے اس دوران ایک ٹکڑا ان پر گرا اور وہ زخمی ہو گئے تو انہوں نے دعا کی کہ اس گھر کی تعمیر مکمل نہ ہو اور میرے ماموں کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس پر کوئی اینٹ نہ رکھی جا سکی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں بھی اس حویلی کے پاس سے گزرا ہوں وہ حویلی بھی دوسری حویلیوں کی طرح نہیں ہے۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں مجھے روایت کیا عبداللہ بن یونس بن بکیر شیبانی نے وہ اپنے باپ سے وہ عبدالغفار بن قاسم انصاری سے اور وہ ابی بشیر شیبانی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں اپنے آقا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھا میں نے اس دن سے بڑھ کر کلائیوں اور قدموں کے کٹنے والا دن نہیں دیکھا۔

میں جب کبھی دارولید پر سے گزرا ہوں تو یوم جمل کا تذکرہ ہوا ہے کہتے ہیں کہ مجھے حکم بن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے یوم جمل میں دعا کی کہ اے اللہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑ لیجئے۔

آپ کے بہترین کلام کا نمونہ:...... ابن ابی الدنیا کہتے ہیں علی بن جعد نے ہمیں روایت کیا اور ان کو عمرو بن شمر نے اور ان کو اسماعیل اسدی نے کہ اسماعیل اسدی نے ابو راکتہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے علی کے ساتھ نماز فجر پڑھی جب آپ دائیں طرف پھرے تو تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔

گویا کہ افسردہ ہوں یہاں تک کہ سورج مسجد کی دیوار تک نیزہ بھر آ گیا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر ہاتھ پھیرے اور کہنے لگے کہ بخدا میں نے اصحاب محمد ﷺ کو دیکھا ہے اور میں آج کسی بھی چیز کو ان کے مشابہ نہیں پاتا وہ لوگ صبح کرتے تھے کہ اس حال میں کہ چہرے زرد ہوئے اور بال پراگندہ اور غبار آلودہ منہ گویا کہ تعزیت دینے والا شہسوار ہو۔

وہ لوگ رات اللہ کے لئے سجدہ اور قیام میں گزار دیتے کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اپنے پاؤں اور پیشانیوں پر باری باری آرام کرتے جب صبح کرتے تو اللہ کے ذکر میں اس طرح جھومتے جیسے آندھی میں درخت جھومتا ہے۔ اور آنکھیں بہہ پڑتیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے اور بخدا یہ لوگ تو لگتا ہے کہ غفلت ہی میں رات گزارتے ہیں پھر اٹھے اور اس کے بعد کبھی کھل کھلا کر ہنستے ہوئے نظر نہ آئے یہاں تک کہ ابن ملجم اللہ کے دشمن فاسق نے ان کو شہید کر دیا۔ وکیع عمرو بن منبہ سے اور وہ اوفی بن دلھم سے اور وہ علی ابن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا علم سیکھو اس سے پہچانے جاؤ گے اور عمل کرو اور اہل علم میں سے ہو جاؤ گے۔ تمہارے بعد ایسا دور آئے گا کہ اس میں حق کے دس میں سے نو حصوں کا انکار کیا جائے گا اور خوب سمجھ لو کہ اس میں سے وہی شخص کامیاب ہوگا جو رجوع کرنے والا اور جھکنے والا ہوگا وہ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ تھے عجلت پسند، غصیلے اور باتونی نہ تھے۔

پھر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت تیزی سے قریب آ رہی ہے اور ہر ایک کے بیٹے ہیں پس تم آخرت کے بیٹے ہو دنیا کے بیٹے نہ بنو خوب یاد رکھو کہ زاھد وہ ہیں کہ جنہوں نے زمین کو چٹائی اور مٹی کو بستر اور پانی کو عمدہ چیز بنا لیا ہے۔ آگاہ رہو جو آخرت کا مشتاق ہوا وہ شہوات سے دور بھاگا۔ اور جو جہنم سے ڈرا وہ حرام کاموں سے بچا۔ اور جو جنت کا طالب ہوا وہ طاعات کی طرف لپکا۔ جو دنیا میں زاھد ہوا مصائب اس پر آسان ہوئے آگاہ رہو

اللہ کے کچھ نیک بندے اس شخص کے مثل ہیں جس نے جنتیوں کو جنت میں جہنمیوں کو جہنم میں ہمیشہ رہتے دیکھ لیا ہو۔ ان کے شرور سے ہر کوئی محفوظ ہے ان کے دل ہر وقت غمگین رہتے ہیں اور ان کے نفس عفیف ہیں اور ان کی ضروریات خفیف ہیں۔ انہوں نے آخرت کی طویل راحت کے لئے دنیا کے تھوڑے سے دن صبر کر لیا۔ رہی رات تو اس میں وہ صف بستہ بارگاہ ایزدی میں کھڑے ہوتے ہیں ان کے آنسو ان کے رخساروں پر بہتے ہیں۔ اپنی گلوخلاصی کے لئے گڑگڑاتے ہیں۔ اور رہا دن تو اس میں وہ پیاسے، بردبار نیک اور پرہیزگار ہیں گویا کہ وہ تیر ہیں جن کی طرف دیکھنے والا

جب دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ لوگ مریض ہیں حالاں کہ ان لوگوں میں کوئی مرض نہیں اور یہ لوگ مخبوط الحواس لگتے ہیں حالاں کہ کوئی ایک بڑی چیز نے مخبوط الحواس بنادیا ہے۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں ایک دن منبر پر چڑھے اللہ کی حمد وثناء کی اور موت کا تذکرہ کیا اور فرمانے لگے اے اللہ کے بندو موت سے فرار ممکن نہیں اگر تم اس کے لئے کھڑے ہوگے تو وہ تمھیں پکڑے گی اور اگر موت سے بھاگو گے تو وہ تمھیں آئے گی پس تم نجات حاصل کرو اور جلدی کرو۔ بے شک تمھارے پیچھے ایک تیز طالب ہے پس تم اس کی تنگی ظلمت اور وحشت سے ڈرو۔ خوب سمجھو کہ قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے آگاہ رہو کہ قبر ہر دن میں تین مرتبہ کہتی ہے۔ میں ظلمت کا گھر ہوں، کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، وحشت کا گھر ہوں مت بھولو کہ اس قبر کے پار ایک ایسا دن ہے جس دن بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور بڑا مدہوش ہو جائے گا:

وتضع كل ذات حمل حملها، وترى الناس سكارى وما هم بسكارى ولكن عذاب الله شديد

ترجمہ:......جس دن ہر حمل والی اپنا حمل ساقط کردے گی اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش ہیں حالاں کہ وہ مدہوش نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

مت بھولو کہ قبر کے بعد کی منزل اس سے بھی سخت ہے اس کی آگ کی تپش شدید ہے اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اس کا زیور اور ہتھوڑے لوہے کے ہیں اور اس کا پانی پیپ ہے اس کا داروغہ مالک ہے اس میں اللہ کی طرف سے ذرا برابر بھی شفقت نہیں راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ پھر رو پڑے اور ان کے اردگرد بیٹھے مسلمان بھی رونے لگے سنو! قبر کے اس پار جنت ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں کے بقدر ہے اور متقین کے لئے تیار کی گئی ہے اللہ مجھے اور آپ کو نیکوں کاروں میں سے بنادے اور مجھے اور آپ کو اپنے عذاب الیم سے بچائے۔

لیث بن ابی سلیم مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو ایک ایسے شخص نے ایسا ہی کلام سنایا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایسا فرماتے خود سنا۔ وکیع، عمرو بن منبہ اوفی بن دھم۔ امابعد! بیشک دنیا پیٹھ پھیر چکی ہے اور رخصت ہونے کے لئے الوداع کہہ چکی ہے اور بیشک آخرت آچکی ہے اور بیشک آج میدان ہے اور کل دوڑ ہے۔

آگاہ رہو کہ تم آرزؤں کی دنیا میں ہو جس کے بعد موت ہے پس جس شخص نے اپنی اس امیدوں کی دنیا میں کوتاہی کی اپنے وقت مقررہ کے آنے سے پہلے تو بلاشبہ اس نے خسارے کا سودا کیا۔ خوب سنو! کہ تمھیں خوشی میں بھی اللہ کے لئے ایسا ہی عمل کرنا چاہیے جیسا کہ ڈر اور خوف میں کرتے ہو اور سنو کہ میں نے جنت کے مثل کسی چیز کو نہیں دیکھا کہ اس کا طالب سویا ہوا ہے اور دوزخ کے مثل کسی چیز کو نہیں پایا کہ اس سے ڈرنے والا سویا ہوا ہے جس کو حق نفع نہیں دیتا اس کو باطل نقصان دیتا ہے۔ جو شخص ہدایت سے سیدھا نہیں ہوتا تو گمراہی اس کے ساتھ مل جاتی ہے اور سنو کہ تمھیں کوچ کا حکم دیا گیا ہے اور تم زادراہ کی ذلت میں پڑے ہوئے ہو۔ آگاہ رہو اے لوگو! دنیا سامان حاضر ہے جس میں سے نیک و بد کھاتا ہے اور آخرت سچا وعدہ ہے جس میں قادر مطلق بادشاہ فیصلہ کرے گا خوب سمجھ لو کہ شیطان فقر سے ڈراتا ہے اور فحش کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ اپنی بخشش اور فضل کا تم سے وعدہ کرتا ہے اللہ بہت بخشش والا اور علم رکھنے والا ہے۔

اے لوگو! اپنی سیرت میں حسن پیدا کرو تا کہ تمھاری عاقبت محفوظ ہو اس لئے کہ اللہ نے اپنی جنت کا وعدہ اس کی اطاعت کرنے والے کے ساتھ کیا ہے۔ اور جہنم سے ڈرایا ہے اس شخص کو جو اس کی حکم عدولی کرتا ہے وہ ایک ایسی آگ ہے کہ جس کی ہولناک آواز ماند نہ پڑے گی اور اس کا قیدی آزاد نہ ہوگا اور اس کا توڑا ہوا کبھی جوڑا نہیں جائے گا اس کی تپش بہت شدید ہے اور اس کی گہرائی بہت زیادہ اور اس کا پانی پیپ ہے اور وہ چیز کہ تمھارے بارے میں جس سے مجھے سب سے زیادہ خوف ہے وہ ہے خواہشات کی پیروی اور آرزؤں کا لمبا ہونا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بیشک خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور آرزؤں کا لمبا ہونا آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ عاصم بن ضمرۃ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے دنیا کی مذمت بیان کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا سچائی کا گھر ہے اس شخص کے لئے جس نے اس کو سچا جانا اور نجات کا گھر ہے اس شخص کے لئے جو اس کو سمجھ گیا اور ثروت اور سامان سفر کا گھر ہے اس کے لئے کہ جو اس میں سے زادراہ حاصل کرے اور اللہ کی وحی کے اترنے کی جگہ ہے اور فرشتوں کا جائے نماز ہے اور انبیاء کی سجدہ گاہ ہے اور اولیاء اللہ کی تجارتی منڈی ہے۔ انہوں نے اس میں سے اللہ کی رحمت بطور نفع حاصل کی اور اس

میں سے جنت کو کمایا پس کون ہے جو اس کی مذمت کرتا ہے جب کہ وہ اپنے فراق کی آواز لگا چکی ہے اور اس کے شر کے ساتھ خوشی ملی ہوئی ہے اور اس کی مصیبت کے ساتھ ہے۔

ترغیباً اور ترھیباً اس میں رغبت اور دلچسپی ملی ہے پس اے دنیا کی مذمت کرنے والے جو اپنا دل آرزؤں سے بہہ رہا ہے دنیا تجھے کب تک دھوکہ دے گی؟ کیا مصیبتوں میں تمھارے آباء کے بچھڑنے کی جگہ پر؟ یا زمین کے نیچے تمھاری ماؤں کے لیٹنے کی جگہ پر؟ کتنے لوگ تیرے سامنے بیمار ہوئے؟ اور تو نے اپنے ہاتھوں سے دوائیں پلائیں تو اس کے لئے کس سے شفاء طلب کرتا ہے طبیب اس کے لئے نسخے تجویز کرتے ہیں تمھاری دوا اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتی اور تمھارا رونا اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

سفیان ثوری اور اعمش عمرو بن مرۃ سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابی البختری سے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کی بہت تعریف کرنے لگا جب کہ وہ شخص علی سے بغض رکھتا تھا تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ویسا نہیں جیسا تم کہتے ہو بلکہ میں اس سے بڑھ کر ہوں جتنا تمھارے دل میں ہوں۔ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ تمھیں ثابت قدم رکھے، حضرت علی نے جواب دیا تمھارے سینے پر، ابن ابی الدنیا کہتے ہیں اسحاق بن اسماعیل نے ہمیں روایت کیا اور انہوں نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا اور انہوں نے ابی حمزۃ سے اور انہوں نے یحییٰ بن عقیل سے اور انہوں نے یحییٰ بن یعمر سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس انسان کے لئے اس کے نفس، اہل اور مال میں جس قدر کمی اور زیادتی کا فیصلہ کیا ہے وہ آسمان سے بارش کے قطرے کی طرح اترتا ہے۔ پس جس کسی نے اپنے نفس یا اھل یا مال میں نقص پایا اور دوسرے کے لئے لغزش، تو یہ بات اس کو ہرگز ہرگز فتنہ میں نہ ڈالے بیشک جب تم مسلمان پر اس کی دنیا تنگ نہ ہو جائے وہ اس کے لئے فروتنی کا اظہار کرتا ہے۔ جب اس کا ذکر کیا جاتا کمینے لوگ اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ جیسا کہ تنگ دست عالم اپنے پہلے ہی تیر میں اس بات کا منتظر ہوتا ہے کہ اس کے لئے غنیمت کو واجب کرے گا اور اس سے قرض کو دور کر دے گا اسی طرح جو مسلمان خیانت سے بری ہو وہ نیکیوں کے درمیان میں ہو جاتا ہے۔

جب وہ اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ سب خیر ہے یا تو اس کو اللہ مال سے نوازتا ہے تو وہ اہل وعیال والا اور مال والا ہو جاتا ہے اور جب کہ اس کے پاس حسب ونسب اور دین کی نعمت بھی موجود ہے اور یا اللہ اس کو آخرت میں دیتا ہے اور آخرت تو بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے کھیتیاں تو دو ہی ہیں ایک دنیا کی کھیتی اور وہ مال اور تقویٰ ہے اور آخرت کی کھیتی اور وہ باقی رہنے والے اعمال ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کسی کے لئے دونوں جمع کر دیتا ہے۔ سفیان ثوری کہتے ہیں اس قدر عمدہ کلام علی کے سوا کون پیش کر سکتا ہے؟ سفیان ثوری نقل کرتے ہیں زبید یامی سے اور وہ مہاجر العامری سے کہ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب نے ایک یثاق اپنے ایک ساتھی کو لکھا جو کسی شہر کے حاکم تھے اس میں تھا۔ اما بعد تمھارا عوام سے اوجھل رہنا ہرگز ہرگز لمبا نہ ہو اس لئے کہ حکام کا عوام کی نظروں سے اوجھل رہنا تنگی کا ایک شعبہ ہے معاملات سے کم علمی کا سبب ہے۔ اور یہ اوجھل ہونا اس سے اس چیز کا علم ختم کر دیتا ہے جس سے وہ اوجھل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے نزدیک بڑا چھوٹا بن جاتا ہے، اچھا برا اور برا اچھا بن جاتا ہے اور حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا ہے اور بلاشبہ حکمران انسان ہی ہوتا ہے جو معاملات لوگ اس سے چھپاتے ہیں وہ ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ لوگوں کے اوپر نشانات لگے ہوئے ہیں ان کی بدولت صدق اور کذب میں پہچان ہو سکے پس تو پردے کی نرمی سے حقوق میں دخل اندازی سے بچ، بلاشبہ تم دو انسانوں میں سے ایک انسان ہو یا تو تم ایسے شخص ہو جس کا نفس حق میں خرچ کرنے سے بخل کرتا ہے تو تیرا واجب حق کو ادا کرنے سے چھپنا کس لئے ہے؟ اور تو اچھے اخلاق سے اس کو ٹالنا چاہتا ہے؟ اور یا تم بخل اور کنجوسی میں مبتلا ہو گئے پھر سمجھ لو کہ تمھاری نعمت بہت جلد زوال پذیر ہے اور بہت جلد جب لوگ تم سے مایوس ہو گئے تو سوال کرنے سے رک جائیں گے۔ حالاں کہ لوگوں کی اکثر ضرورت ایسی ہیں کہ جن کے پورا کرنے میں آپ پر کوئی بوجھ نہیں جیسا کہ ظلم کی شکایت اور انصاف طلبی، پس میری نصائح میں فائدہ اٹھاؤ اور اپنی ہدایت اور نصیب پر اکتفا کرو۔ انشاء اللہ۔

مدائنی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی عامل کو لکھا، ذرا آہستگی سے گویا تم اپنی انتہا کو پہنچ گئے ہو اور میں نے تمھارے اعمال تم پر اس دن کے مناسبت سے پیش کئے ہیں کہ جس دن دھوکہ میں پڑا ہوا حسرت کے ساتھ پکارے گا۔ زبان کار توبہ کی اور ظالم دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے گا۔ ہیثم کہتے ہیں ہمیں عمر بن ابی زائدہ نے شعبی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا ابوبکر شعر کہتے تھے عمر شعر کہتے ہیں اور علی بھی

شعر کہتے ہیں لیکن علی سب سے بڑھ کر شاعر تھے۔ ہشام بن عمار نے ابراہیم بن اعین سے اور انہوں نے عمر بن ابی زائدہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن ابی السفر سے اور انہوں نے شعبی سے اسی مضمون کا کلام نقل کیا ہے۔ ابوبکر بن درید کہتے ہیں کہ ہمیں دماد نے ابی عبیدۃ سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے معاویہ نے علی کو لکھا، اے ابوالحسن میرے مناقب بیشمار ہیں میرا باپ زمانہ جاہلیت میں سردار تھا اور میں زمانہ اسلام میں بادشاہ بنا اور میں جناب رسول اللہ ﷺ کا سالہ ہوں اور مومنین کا ماموں اور کاتب وحی بھی ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا جگر کھانے والی کا بیٹا مناقب کے ذریعے مجھ پر فخر کرتا ہے؟ پھر فرمانے لگے۔ اے غلام لکھو۔

اللہ کے نبی محمد میرے بھائی اور میرے سسر ہیں اور حمزہ سید الشہداء میرے چچا ہیں اور جعفر جو صبح کرتا اور شام کرتا ہے اس حال میں کہ ملائکہ کے ساتھ اڑ رہا ہوتا ہے وہ میری والدہ کے بیٹے ہیں اور محمد ﷺ کی صاحبزادی میرا مسکن اور زوجہ ہیں اس کا گوشت میرے خون اور گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہے اور احمد کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں تو پھر کون ہے تم میں سے کہ جس کا نصیب میرے نصیب جیسا ہے میں نے تم سے سبقت کی قبول اسلام میں جب کہ میں بھی چھوٹا تھا اور جوانی کی دہلیز پر قدم بھی نہ رکھا تھا۔

راوی بیان کرتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اس رسالہ کو چھپا کر رکھو مبادا اہل شام اس کو پڑھ لیں اور پھر علی بن ابی طالب کی طرف ان کا میلان ہو جائے۔ اور یہ ابوعبیدہ اور علی اور معاویہ کے زمانہ کے درمیان منقطع ہے زبیر بن بکار اور دیگر کسی صاحب کا قول ہے، بکر بن حارثہ نے ہمیں زبیری سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے علی کو شعر کہتے سنا جب کہ رسول اللہ ﷺ سن رہے تھے۔

میں مصطفیٰ کا بھائی ہوں میرے نسب میں کوئی شک نہیں اسی کے ساتھ میں پلا بڑھا اور اس کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں میرے دادا اور رسول اللہ کے دادا ایک ہیں اور فاطمہ میری بیوی ہیں اور یہ قول کسی مخبوط الحواس کا نہیں میں نے ان کی اس وقت تصدیق کی جب کہ تمام لوگ ان کے بارے میں گمراہی وشرک اور بخل میں تھے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں شکر ادا کرتے ہوئے جس کا کوئی شریک نہیں جو بندہ سے حسن سلوک کرنے والا اور ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس پر مسکرائے اور فرمایا اے علی تو نے سچ کہا یہ اشعار اس سند کے ساتھ منکر ہیں۔

اور بکر کا اس سند اور متن کے ساتھ تفرد غیر مقبول ہے واللہ اعلم، حافظ ابن عسا کرنے ابوزکریا رملی کے واسطے سے نقل کیا ہے ہمیں روایت کیا ہے یزید بن ہارون نے اور وہ نوح بن قیس سے نقل کرتے ہیں اور وہ سلامۃ الکندی سے اور وہ اصبغ ابن نباتۃ سے اور وہ علی سے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین مجھے آپ سے ایک کام ہے پس میں اس کو اللہ کے سامنے رکھتا ہوں آپ کے سامنے بیان کرنے سے پہلے اور اگر آپ نے میرا وہ کام کر دیا تو میں اللہ کی حمد بیان کرونگا اور آپ سے معذرت کروں گا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی ضرورت کو زمین پر لکھو اس لئے کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کے چہرے پر سوال کی ذلت دیکھوں تو اس نے لکھ دیا میں محتاج ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر ایک جوڑا لازم ہے پس آپ وہ جوڑا لائے اس آدمی نے وہ لے لیا اور پہن کر یہ اشعار پڑھنے لگا۔

تو نے مجھے ایک جوڑا پہنایا جس کی خوبیاں پرانی ہو جائیں گی میں عنقریب آپ کو بہترین تعریف کے کئی جوڑے پہناؤں گا اگر آپ نے میری طرف سے بہترین تعریف پائی تو بلاشبہ آپ نے عزت پائی اور جو کچھ میں نے کہا اس کا بدلہ نہیں چاہتا بیشک تعریف صاحب تعریف کے نام کو زندہ رکھتی ہے۔ جس طرح کہ بادل کی سخاوت نرم زمین اور پہاڑوں کو زندگی بخشتی ہے زمانہ بے رغبت نہیں ہوگا اس بھلائی سے جو تو وجود میں لائے گا پس ہر شخص کو عنقریب اپنے کئے ہوئے کا صلہ ملے گا۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر دینار لازم ہیں پس آپ سو دینار لے آئے اور وہ دینار اس شخص کو دے دیئے۔ اصبغ کہتے ہیں کہ میں نے کہا امیر المومنین ایک جوڑا اور سو دینار؟ تو حضرت علی فرمانے لگے۔ ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھو اور میرے نزدیک اس شخص کا یہی مقام ہے۔ خطیب بغدادی نے ابی جعفر احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط کے طریق سے نقل کیا ہے کہ انہوں

نے اپنے باپ سے اورانہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا:۔

جب لوگوں پر دل حاوی ہو گئے اور کھلا سینہ تنگ ہو گیا بہ نسبت اس کے جو کچھ اس میں تھا تکلیف دہ چیزوں نے جگہ بنالی اور راسخ ہو گئیں اور پریشانیوں نے ان کی جگہوں پر رسوخ پکڑ لیا اور تو مصیبت کے دور ہونے کا کوئی راستہ نہیں پاتا اور ذہین آدمی بھی اپنے حیلے کے ذریعہ کافی نہ ہو گا تمھاری مایوسی پر ایسی مدد آئے گی اس کو بھیج رہا ہو گا ایک قریبی دعا کا سننے والا جب تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں گی تو قریب ہی سے کشادگی آ پہنچے گی۔

ان اشعار میں سے جن کو ابو بکر محمد بن یحییٰ الصولی نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کی تعریف میں پڑھا ہے چند ایک درج ذیل ہیں۔

سنو! عظیم مصیبت پر صبر کرو اور اپنے غم کا علاج صبر جمیل سے کرو اور پریشان مت ہو کہ اگر تجھے ایک دن تنگی سے گزارنا پڑا اس لئے کہ ایک لمبا عرصہ تو نے خوشحالی کے ساتھ گزارا اور اپنے پروردگار کے ساتھ بدگمانی نہ کر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو اچھے گمان کا لائق ہے بیشک تنگی کے بعد خوشحالی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول تمام اقوال سے سچا ہے اگر عقل رزق کو کھینچتی ہوتی تو رزق عقل والوں کے پاس ہوتا کتنے ہی مومن ہیں کہ جنہوں نے دن بھوک سے گزارا عنقریب خالص اور شفاف چشمہ سے ان کو سیراب کیا جائے گا۔

دنیا کی اللہ کی نظروں میں حقیر ہونے میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو باوجود اس کی نفاست کے بھوک دیتے ہیں اور کتے کو باوجود اس کی حقارت کے پیٹ بھر کر دیتے ہیں اور کافر کھاتا ہے، پیتا ہے، پہنتا ہے اور مزے اڑاتا ہے اور مومن بھوکا رہتا ہے اور ننگا پھرتا ہے اور یہ سب کچھ اس حکمت کے بسبب ہے کہ جس کو احکم الحاکمین ہی بہتر سمجھتا ہے علی بن جعفر وراق کے امیر المومنین علی بن ابی طالب کی مدح میں کہے گئے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

میں کپڑوں کو پاتا ہوں جب آپ انہیں پہنتے ہیں کہ وہ بلاشبہ مردوں کی زینت ہیں انہیں سے ان کی عزت وتکریم ہے عاجزی کی وجہ سے کپڑوں میں تواضع چھوڑ دے اس لئے کہ اللہ تمھاری پوشیدہ اور چھپائی ہوئی ہر چیز کو جانتا ہے۔

تمھارے کپڑوں کی بوسیدگی تمھارا کوئی درجہ نہیں بڑھائے گی اللہ کے نزدیک جب آپ ایک مجرم انسان ہوں گے اور تمھارے کپڑوں کی خوبصورتی تمھیں نقصان نہ دے گی جب کہ تم اللہ سے ڈرنے والے اور حرام چیزوں سے بچنے والے ہوئے۔

اور یہ وہی بات ہے جو کہ حدیث رسول میں مذکور ہے، بیشک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور لباس کو نہیں دیکھتا بلکہ صرف اور صرف تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا میں زہد عبا پہننے اور سخت کھانا کھانے کا نام نہیں بلکہ زہد تو آرزوں کا کم ہو جانا ہے۔ ابو العباس محمد بن یزید بن عبد الاکبر المبرد کہتے ہیں کہ علی کی تلوار پر لکھا ہوا تھا۔

لوگوں کو دنیا کی حرص اور اسی کا غور وفکر ہے اور ان کی عقل اور جدو جہد خواہشات کی چاہت میں لگی ہوئی ہے اور اگر وہ اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف آئیں تو ان کی عقل اطاعت سے روکی گئی ہے اس وجہ سے اور اس حرص کی وجہ سے ان کی زندگی کی بہار کے ساتھ غم تلخی گھل مل گئی ہے ان کو دنیا نہیں دی گئی عقل کے سبب جب اس کو تقسیم کیا گیا لیکن ان کو دنیا دی گئی ہے مقدر کے ساتھ۔

کتنے ہی اعلیٰ اخلاق والے عقلمند ہیں جن کی دنیا یاوری نہیں کرتی اور بیوقوف غفلت کے ساتھ اپنی دنیا حاصل کر لیتا ہے

ابو اصمعی کہتے ہیں، سلمۃ بن بلال نے مجالد سے نقل کرتے ہوئے ہمیں روایت کیا اور وہ شعبی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب نے ایک شخص سے فرمایا جس کے لئے آپ ایک خاص آدمی کی رفاقت پسند نہیں کرتے تھے جہالت والے کی صحبت اختیار نہ کر اور اس سے بچ کر رہ۔ کتنے ہی جاہل ایسے ہیں کہ جب انہوں نے عقلمندی سے بھائی چارہ کیا تو ان کو ہلاک کر دیا۔

جب آدمی، آدمی کے ساتھ چلتا ہے دوسرے آدمی سے پہچانا جاتا ہے ایک چیز کے دوسری چیز میں پیمانے اور نظائر ہوتے ہیں اور ایک دل کے

لئے دوسرے دل میں راہ ہوتا ہے جب کہ وہ اس سے ملتا ہے۔

عمرو بن العلاء اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر کھڑے ہوئے اور درج ذیل اشعار پڑھنے لگے۔

میں نے جب ابا اُروی کو یاد کیا تو رات ایسے گزاری گویا کہ میں ماضی کے غموں کو دھکیلنے پر مامور ہوں ہر دوستوں کے ملنے میں فرقت ہے اور موت سے پہلے کی ہر چیز تھوڑی ہے اور میرا ایک کے بعد ایک دوست کو کھودینا اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا میرے ذکر سے عنقریب منہ پھیر لیا جائے گا اور میری محبت کو بھلا دیا جائے گا اور میرے بعد ایک دوست کا ایک دوست ہوگا جس دن میں زندگی کی مدت ختم ہو جائے گی تو بلاشبہ رونے والیوں کا نغمہ تھوڑا ہی رہ جائے گا ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار سنائے مرنے والا تواضع کے سزاوار ہے اور آدمی کے لئے اس کی دنیا سے بقدر ضرورت رزق کافی ہے ایک انسان کے لئے بھلا کیا ہے؟ حرص اور افکار کے درمیان صبح کرتا ہے اور یہ کہ اس کو یہ عمدہ چیزیں نہیں ملتی ہمارے بادشاہ کا معاملہ بڑا خوبصورت اور اچھا ہے اور اس کی عطائیں ہم سے کبھی جدا نہیں ہوتیں اے میرے بھائی عنقریب تو برخت سفر باندھے گا اس قوم کی طرف جس کا کلام سکوت ہے۔

اس فصل کا احاطہ کرنا دشوار ہے مگر ہم نے اتنی مقدار ذکر کر دی ہے جو قناعت کرنے والے کے لئے کافی ہو۔ واللہ اعلم

حماد بن سلمۃ ایوب سختیانی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا جس نے ابوبکر سے محبت کی اس نے دین کو قائم کر دیا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے اپنا راستہ صاف اور واضح کر لیا۔ اور جس نے عثمان سے محبت کی وہ اللہ کے نور سے منور ہوا اور جس نے علی سے محبت کی بیشک اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا اور جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی اچھی بات کہی تو بلاشبہ وہ نفاق سے محفوظ ہو گیا۔

عجیب وغریب اور نادر اقوال ...... ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں، احمد بن منصور نے ہمیں بتلایا اور ان کو سیار نے اور ان کو عبدالرزاق نے بتلایا کہ ایک دفعہ معمر نے کہا اور اس وقت میں اس کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑا تھا وہ مسکرائے اور اس وقت ہمارے ساتھ کوئی اور نہ تھا میں نے پوچھا آپ کو کیا ہوا تو وہ مجھ سے کہنے لگے میں اہل کوفہ سے حیران ہوں یوں لگتا ہے کہ کوفہ کی بنیاد علی کی محبت پر رکھی گئی ہے میں نے جس کسی سے بات کی تو ان میں سے جو معتدل مزاج تھا وہ بھی علی کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دیتا تھا ان میں سفیان ثوری بھی تھا عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے معمر کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا گویا کہ میں اس بات کو بہت بڑا سمجھ رہا تھا اس پر معمر نے کہا بھلا اس میں کیا ہے؟ اگر کوئی شخص کہے کہ علی میرے نزدیک ان دونوں سے افضل ہیں تو اس پر میں عیب نہیں لگاؤں گا۔

اور اگر کوئی شخص کہے کہ عمر میرے نزدیک علی اور ابوبکر سے افضل ہیں تو میں اس کو نہیں ڈانٹوں گا عبدالرزاق کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات وکیع بن جراح سے ذکر کی تو اس نے سفیان کی نسبت سے اس بات کو محال سمجھا اور ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ سفیان ہمیں اس حد تک نہیں لے جا سکتا لیکن اس نے معمر تک وہ بات پہنچائی ہے جو ہم تک نہیں پہنچی۔

میں سفیان سے کہا کرتا تھا، اے ابوعبداللہ اگر ہم علی کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دیں تو آپ اس بارے میں کیا کہیں گے اس پر وہ لمحہ بھر کے لئے چپ رہے پھر کہنے لگے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ ابوبکر اور عمر پر تنقید نہ ہو لیکن ہم توقف کرتے ہیں عبدالرزاق کہتے ہیں، البتہ ابن التیمی یعنی معتمر کہتے تھے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتا سنا علی بن ابی طالب باقی حضرات سے نہ صرف سو مناقب میں ممتاز ہیں بلکہ ان مناقب میں شریک بھی ہیں اور عثمان مجھے ان سے زیادہ محبوب ہیں ابن عساکر نے بھی اپنی تاریخ میں اپنی سند کے ساتھ ایسا ہی ذکر کیا ہے اس کلام میں بہت زیادہ گڑ بڑ ہے شاید معمر کو اشتباہ ہوا ہے اس لئے کہ بعض کوفہ والوں سے یہ منقول ہے کہ علی عثمان سے افضل ہیں البتہ شیخین سے نہیں۔ شیخین کی فضیلت تمام صحابہ پر مخفی نہیں رہ سکتی ہے جو پرلے درجے کا غبی ہو اس پر مخفی نہیں ہے تو بھلا پھر ان ائمہ پر کیسے مخفی ہوگی؟ بلکہ متعدد علماء سے منقول ہے کہ جیسا ایوب اور دار قطنی، کہ جس شخص نے علی کو عثمان پر فضیلت دی تو گویا اس نے مہاجرین اور انصار کو معمولی سمجھا یہ بات حق، سچ درست اور دل کو لگنے والی ہے یعقوب بن ابی سفیان کہتے ہیں

عبدالعزیز بن عبداللہ اریسی نے ہمیں روایت کیا اور انہوں نے ابراہیم بن سعید سے اور انہوں نے شعبۃ سے اور انہوں نے ابی عون محمد بن عبداللہ ثقفی سے اور انہوں نے ابی صالح حنفی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں علی بن ابی طالب نے کلام اللہ لیا اور اپنے سر پر رکھ لیا گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں اس کا ورق متحرک ہے۔

پھر فرمانے لگے اے اللہ انہوں نے مجھے روک دیا کہ میں اس قرآن میں جو کچھ ہے اس کو لے کر امت میں کھڑا ہوتا پس آپ مجھے اس کا ثواب دے دیجئے۔

پھر فرمانے لگے اے اللہ میں نے ان کو زچ کر دیا اور انہوں نے مجھے زچ کر دیا اور میں نے ان سے مخالفت کی اور انہوں نے مجھ سے مخالفت کی انہوں نے میرے مزاج سے ہٹ کر مجھے چلنے پر مجبور کیا اور ایسی سیرت اور اخلاق کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کیا جو مجھ سے دیکھے نہ گئے تھے اے اللہ آپ ان کے بدلہ مجھے ان سے بہتر دیجئے اور ان کو میرے بجائے مجھ سے برا دیجئے اے اللہ ان کے دل ایسے مر چکے ہیں جیسے نمک پانی میں ختم ہو جاتا ہے ابراہیم کہتے ہیں حضرت علی کی مراد اہل کوفہ تھے۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں، عبدالرحمٰن بن صالح نے ہمیں روایت کیا اور ان کو عمرو بن ہشام الجبی نے اور وہ ابی خباب اور وہ ابی عوف ثقفی سے اور وہ ابی عبدالرحمٰن سلمی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا مجھے حسن بن علی نے کہا کہ علی نے مجھ سے کہا ایک رات رسول اللہ ﷺ مجھے خواب میں نظر آئے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ کی امت سے کسی اور جھگڑے سے واسطہ پڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو۔ اس پر میں نے کہا اے اللہ مجھے ان کے بدلے وہ دے جو ان سے بہتر ہو اور انہیں میرے بدلہ میں وہ دے جو مجھ سے زیادہ برا ہو اس کے بعد وہ نکلے اور ایک شخص نے ان کو زخمی کر دیا۔

اس سے پہلے ہم ان کی شہادت کا ذکر بیان کر چکے ہیں یہ کہ ان کی داڑھی سر کی چوٹ سے سرخ ہو گئی تھی ویسا ہی ہوا جیسا کہ پیشن گوئی کی گئی تھی اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو اس کے رسول پر۔

ابوداؤد نے کتاب القدر میں روایت کیا ہے کہ خوارج سے جنگ کے زمانہ میں اصحاب علی میں سے دس آدمی پہرہ دیتے اور مسلح ہو کر ساری رات گزارتے ایک دفعہ حضرت علی نے ان کو دیکھا تو فرمایا کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے جواب دیا آپ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا آسمان والا کون ہے؟ پھر فرمایا زمین پر جو کچھ ہوتا ہے پہلے آسمان پر اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اور بیشک علی اللہ کی طرف سے ایک محفوظ باغ میں ہے۔ اور یہ کہ ہر انسان پر ایک فرشتہ مقرر ہے جب کبھی کوئی جانور یا کوئی اور چیز نقصان پہنچانے لگتی ہے تو وہ کہتا ہے بچو، بچو، لیکن جب وقت موعود آتا ہے تو وہ ایک طرف ہو جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کا دفاع کرتے ہیں جب قضاء آتی ہے تو ایک طرف ہو جاتے ہیں اور یہ کہ آدمی اس وقت تک حلاوت ایمان کو نہیں پا سکتا جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ جو کچھ اس کو پہنچا وہ ٹل نہیں سکتا تھا اور جو کچھ ٹل گیا وہ پہنچ نہیں سکتا تھا۔ علی ہر رات مسجد میں داخل ہوتے اور نماز پڑھتے رہتے جب وہ رات آئی جس کی صبح انہیں قتل کیا گیا تو آپ بے چین ہو گئے آپ نے اپنے اہل کو جمع کیا جب مسجد کی طرف چلے تو راستہ میں بطخیں چلائیں لوگوں نے انہیں خاموش کرایا تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو کیوں کہ یہ نوحہ کرنے والی ہیں۔ پھر جب مسجد کی طرف نکلے ابن ملجم نے ان پر وار کر دیا پھر جو کچھ ہوا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کے بعد لوگوں نے کہا اے امیر المومنین ہم سارے مراد کو قتل نہ کر دیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کو قید میں رکھو اور حسن سلوک سے پیش آؤ اگر میں مر گیا تو اس قبیلہ کو قتل کر دو اور اگر زندہ رہا تو پھر زخموں کا قصاص لیا جائے گا حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم فرمانے لگیں، میرا صبح کی نماز میں کیا ہے؟ میرا شوہر عمر امیر المومنین نماز میں شہید ہوا۔ اور میرا باپ علی امیر المومنین نماز فجر میں شہید ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت علی سے کہا گیا آپ خلیفہ مقرر کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں تمہیں چھوڑتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں چھوڑا تھا اگر اللہ تم سے بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں تو تمہیں تم میں سے سب سے اچھے انسان پر جمع کر دے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمہیں جمع کیا اس شخص پر جو تم میں سے سب سے اچھا تھا۔

یہ ان کا آخری وقت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتراف ہے اور یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں دارالخلافہ کوفہ میں ایک دفعہ خطاب فرمایا اور کہا اے لوگو! اس امت کا بہترین انسان نبی کریم ﷺ کے بعد ابوبکر ہے اس کے بعد عمر اور اگر میں چاہوں کہ تیسرے نمبر پر کہلاؤں تو کہلایا جاؤں۔ اور انہی سے منقول ہے جب کہ وہ منبر پر سے اتر رہے تھے۔ تو انہوں نے کہا پھر عثمان پھر عثمان جب

حضرت علی کا انتقال ہوا تو ان کے گھر والوں نے غسل دیا اور دفن کیا نماز جنازہ آپ کے بیٹے حضرت حسن نے پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں البتہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تکبیریں چار سے زائد پڑھی گئیں۔ حضرت علی کو دارالخلافہ کوفہ میں دفن کیا گیا البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جامع مسجد کے بالمقابل قبلہ جانب آل جعدہ بن ھبیرہ کے گھروں کے حجرے میں اباالوارقین کے مقابل میں دفن کیا گیا۔

جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوفہ کے سامنے دفن کئے گئے اور بعد کے نزدیک کناسہ میں اور بعض کے نزدیک جنگل میں دفن کئے گئے قاضی شریک اور ابونعیم فضل بن دکین کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد کوفہ سے جسد وغیرہ نکالا اور مدینہ میں بقیع میں فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا۔ عیسیٰ بن دآب کہتے ہیں بلکہ واقعہ یوں ہوا کہ جب لوگ حضرت علی کے جسد مبارک کو لے کر چلے تو انہوں نے اونٹ پر لادا جب بلاد طی پہنچے تو وہ اونٹ گم کر بیٹھے، قبیلہ طی نے مال بردار اونٹ سمجھتے ہوئے ان کو پکڑ لیا لیکن جب صندوق میں ایک میت کو پایا تو اس کو اپنے بلاد میں دفن کر دیا اس لئے آج تک ان کی قبر معلوم نہ ہوسکی البتہ مشہور بات یہی ہے کہ ان کی قبر کوفہ میں ہے جیسا کہ عبدالملک بن عمران نے ذکر کیا ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری جو کہ ہشام کے عہد میں بنوامیہ کے نائب تھے اس نے مکانات منہدم کروائے تا کہ جدید تعمیر کی جا سکے تو اس دوران ایک قبر دریافت ہوئی جس میں ایک سفید ریش سفید سر بزرگ مدفون تھے غور کرنے پر پتہ چلا کہ وہ حضرت علی ہیں خالد بن عبداللہ نے آگ سے جلانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو یہ کہہ کر روک دیا۔

اے امیر بنوامیہ آپ سے ایسا ہرگز نہیں چاہتے اس کے بعد اس نے قباطی کپڑے میں لپیٹ دیا اور وہیں دفن کر دیا لوگ کہتے ہیں جس مکان میں حضرت علی کی نعش ہے کوئی شخص اس میں سکونت اختیار نہیں کر سکتا جلد ہی وہاں سے چلا جاتا ہے۔

ابن عسا کر بیان کرتے ہیں حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت حسن نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو قید خانہ سے بلایا لوگ تیل اور چٹائیاں لے آئے تا کہ اس کو جلا ڈالیں حضرت علی کی اولاد نے ان سے کہا ہمیں چھوڑ دو تا کہ ہم اپنا سینہ ٹھنڈا کر سکیں اس کے بعد اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے لیکن اس نے گریہ وزاری بلکل نہ کی اور نہ ذکر سے غافل ہوا پھر اس کی آنکھوں میں سلائیں پھیر دی گئی لیکن وہ اس حال میں بھی اللہ کا ذکر برابر کرتے رہے اور سورۃ اقراء باسم ربک تک تلاوت کی جب کہ اس کی دونوں آنکھیں رخساروں پر بہہ رہی تھیں پھر وہ اس کی زبان کاٹنے کے درپے ہوئے تو وہ اس بات پر بہت زیادہ گریہ وزاری کرنے لگا جب اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ دنیا میں ٹھہروں اور ایک لمحہ اللہ کے ذکر کے بغیر گزاروں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین اپنا خلیفہ مقرر کر دیجئے اس پر انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ میں تمھیں ایسے ہی چھوڑتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔ یعنی خلیفہ بنائے بغیر اگر اللہ نے تم سے خیر کا ارادہ کیا ہے تو وہ تمھیں تم میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمھیں تم میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دیا تھا پھر جب ان کی وفات ہوگئی تو ان کے بیٹے حسن نے نماز جنازہ پڑھائی کیوں کہ وہ سب سے بڑے تھے اور دار الخلافہ میں صحیح قول کے مطابق دفن کر دیئے گئے اور ان سب کاموں سے فراغت ہوئی تو جو شخص سب سے پہلے حضرت حسن بن علی کی طرف بڑھے وہ قیس بن سعد بن عبادۃ تھے انہوں نے حضرت حسن سے کہا اپنا ہاتھ بڑھایئے میں اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں حضرت حسن خاموش رہے انہوں نے بیعت کی اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بیعت کی اور یہ وہی دن تھا جس دن حضرت علی کی وفات ہوئی اور ان کی وفات ایک قول کے مطابق اسی دن ہوئی تھی جس دن زخمی کئے گئے تھے اور جمعہ کا دن سترہ رمضان چالیس ہجری تھا۔ بعض کے نزدیک آپ کی وفات زخم لگنے کے دو دن بعد ہوئی جب کہ بعض کے نزدیک رمضان کے آخری عشرہ میں انتقال ہوا۔ اور اسی دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ قیس بن سعد آذربائیجان کے حاکم تھے اور ان کے ماتحت چالیس ہزار جنگجو تھے جنہوں نے علی سے موت پر بیعت کی تھی جب حضرت علی کا انتقال ہوا تو قیس بن سعد نے اہل شام سے جنگ کے لئے لشکر کشی پر مجبور کیا اس پر حضرت حسن نے ان کو آذربائیجان کی امارت سے معزول کر دیا اور عبید اللہ بن عباس کو امارت سونپی۔ حضرت حسن کا کسی سے لڑنے کا ارادہ نہ تھا لیکن لوگوں نے حضرت قیس بن سعد کی رائے سے حضرت حسن پر غلبہ پالیا اور ایک بہت بڑا مجمع جمع ہو گیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس پر حضرت حسن بن علی نے قیس بن سعد بن عبادۃ کو مقدمۃ الجیش کے طور پر بارہ ہزار سپاہیوں پر امیر مقرر کیا اور خود ان کے پیچھے لشکر کے ساتھ ساتھ ملک شام کے ارادے سے چل پڑے تا کہ حضرت معاویہ سے لڑیں۔ مدائن سے ذرا آگے بڑھ کر انہوں نے پڑاؤ ڈالا اور اپنے سامنے مقدمۃ الجیش کو رکھا (اور اہل شام) اس دوران جب کہ وہ مدائن کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو ایک شخص بلند آواز سے چیخا، اے لوگو سنو! قیس بن سعد بن عبادۃ قتل ہو گئے ہیں۔

اور ایک دوسرے کا سامان لوٹ لیا یہاں تک کہ حضرت حسن کا خیمہ بھی لوٹ لیا اور اس چٹائی پر بھی چھینا جھپٹی ہوئی جس پر وہ بیٹھتے تھے بعض لوگوں نے سوار ہوتے ہوئے زخم بھی لگایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر یہ بات بہت شاق گزری اس کے بعد سوار ہوئے اور مدائن کے قصر ابیض میں زخمی حالت میں اترے اس وقت مدائن کا عامل صاحب یوم جسر ابوعبید کا بھائی سعد بن مسعود ثقفی تھا جب لشکر محل میں آ کر ٹھہرا تو مختار بن ابی عبید ثقفی نے اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہا اللہ اس کا برا کرے۔ کیا تجھے بڑائی اور مالداری میں رغبت ہے؟ اس نے پوچھا کیا مطلب؟ مختار ثقفی نے کہا حسن بن علی کو پکڑ و قید کر و اور معاویہ کے پاس بھیج دو۔ اس پر اس کے چچا نے کہا اللہ تمھارا اور تمھارے مشورے کا برا کرے۔ کیا میں رسول اللہ ﷺ کے نواسے کے ساتھ غدر کروں؟ جب حسن بن علی نے لشکر کو بکھرتے ہوئے دیکھا تو ان پر بہت ناراض ہوئے اور معاویہ بن ابی سفیان کو لکھ بھیجا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام کی معیت میں سوار ہو چکے تھے اور مسکن مقام پر اترے ہوئے تھے اور صلح کے لئے راضی کر رہے تھے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف عبد اللہ بن عامر اور عبد الرحمٰن بن سمرۃ کو بھیجا وہ دونوں کوفہ آئے اور ان کے حسب منشاء مال خرچ کیا اور شرط لگائی کہ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ درہم لے لے اور دار ابجرد کا خراج بھی اسی کا ہو اور یہ بھی حضرت علی کو ان کے سامنے سب وشتم نہ کیا جائے گا جب یہ سب کچھ ہو چکا تو انہوں نے امارت حضرت معاویہ کے لئے چھوڑ دی اس کے بعد قتل ہوئے اور

آگ میں جلائے گئے اللہ اس کا برا کرے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں ابن ملجم گندمی رنگ کا خوبصورت چہرے والا تھا اور ابروؤں کے درمیان فاصلہ تھا۔ سر کے بال کان کی لو تک تھے پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے علماء کا کہنا ہے کہ ابن ملجم کے قتل میں عباس بن علی کے بلوغ کا انتظار نہیں کیا گیا جس دن اس کے باپ کو شہید کیا گیا وہ نابالغ تھے۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے تھا کہ ان کا قتل قصاصاً نہ تھا بلکہ محاربہ کے بسبب تھا واللہ اعلم۔

حضرت علی کو بلا خلاف جمعہ کے دن سترہ رمضان چالیس ہجری کو زخمی کیا گیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسی دن شہید ہوئے اور بعض کے خیال کے مطابق اتوار انیس رمضان کو شہید ہوئے۔

فلاس کہتے ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اکیسویں شب کو زخمی ہوئے اور چوبیسویں شب کو اٹھاون سال کی عمر میں انتقال کیا جب کہ بعض کے نزدیک تیئس ہجری کو انتقال ہوا یہی رات زیادہ مشہور ہے اس کے قائلین میں محمد بن حنفیہ ابو جعفر باقر ابو اسحاق سبیعی اور ابو بکر بن عیاش ہیں بعض حضرات کے نزدیک انتقال تینتیس یا چونتیس ہجری میں ہوا ابو جعفر باقر کے نزدیک انتقال پینتیس ہجری میں ہوا اور مدتِ خلافت تین ماہ کم پانچ سال تھی جب کہ بعض کے نزدیک چار سال آٹھ ماہ تیئس دن تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جریر مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب علی بن ابی طالب کی موت کی اطلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو اس وقت اپنی بیوی فاختہ کے ساتھ گرمیوں کے ایک دن سوئے ہوئے تھے موت کی اطلاع سن کر اٹھ بیٹھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے یہ منظر دیکھ کر فاختہ نے ان سے کہا کل تو آپ ان پر تنقید کرتے تھے اور آج اس پر رو رہے ہیں اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا ناس ہو میں تو اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ لوگ اس کے حلم علم فضل اقدمیت اور بھلائی سے محروم ہو گئے۔

ابن ابی الدینا نے اپنی کتاب مکائد الشیطان میں ذکر کیا ہے شام کا ایک آدمی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امراء میں سے تھا ایک رات اپنے بیٹے پر ناراض ہوا اور گھر سے نکال دیا لڑکا گھر سے نکلا حیران تھا کہ کہاں جائے وہ دروازے کے پاس بیٹھ گیا اسی دوران اس کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر کے بعد جاگا تو دیکھا کہ ایک کالی جنگلی بلی دروازے کو نوچ رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد ان کی گھریلو بلی اس کی طرف آئی جنگلی بلی نے اس سے کہا تیرا ناس ہو دروازہ کھول، گھریلو بلی نے جواب دیا یہ میرے بس سے باہر ہے اس نے کہا مجھے کوئی چیز لا دے جس پر میں اکتفا کر لوں اس لئے کہ میں بھوکی بھی ہوں اور تھکی ماندی بھی ابھی ابھی کوفہ سے آئی ہوں اس رات وہاں ایک عظیم سانحہ پیش آیا علی بن ابی طالب شہید کر دیئے گئے ہیں لڑکے نے کہا اس کے بعد گھریلو بلی نے کہا بخدا یہاں کی ہر ہر چیز پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہے سوائے گوشت بھوننے والی سیخ کے کہ جس پر یہ لوگ گوشت بھونتے رہتے ہیں اس پر اس جنگلی بلی نے کہا وہی لے آؤ گھریلو بلی وہ سیخ لے آئی جنگلی بلی وہ سیخ چاٹنے لگی یہاں تک کہ اپنی ضرورت پوری کی اور واپس لوٹ گئی یہ سارا واقعہ لڑکے کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ اس کے بعد دروازے کی طرف اٹھا اور کھٹکھٹایا تو اس کا باپ دروازے کی طرف آیا اور پوچھا کون؟ لڑکے نے اس سے کہا دروازہ کھولئے، یہ سن کر باپ نے کہا تیرا ناس ہو کیا ہوا ہے تجھے؟ لڑکے نے دوبارہ کہا دروازہ کھولئے۔ اس پر اس کے باپ نے دروازہ کھول دیا لڑکے نے سارا واقعہ اسے کہہ سنایا اس کے باپ نے اسے ڈانٹا تیرا ناس ہو یہ سب کچھ خواب تو نہیں؟ لڑکے نے کہا نہیں بخدا اس کے باپ نے کہا تیرا ناس ہو میرے بعد تو مجنوں ہو گیا ہے، لڑکے نے دوبارہ وہی بات کہی بخدا ایسا نہیں بلکہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا میں نے آپ سے بیان کیا ہے لہٰذا فوراً حضرت معاویہ کے پاس جاؤ اور جو کچھ میں نے آپ سے بیان کیا ہے اس کو بتاؤ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا حضرت معاویہ سے اجازت طلب کی اور لڑکے کا بیان کردہ واقعہ ان سے بیان کر دیا انہوں نے ڈاک آنے سے پہلے پاس تاریخ درج کر لی جب ڈاک پہنچی تو انہوں نے پیغام لانے والوں کی خبر کو اس لڑکے کے باپ کی بیان کردہ خبر کے مطابق پایا ابن ابی الدنیا کے بیان کردہ واقعہ کا یہاں صرف خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔ ابو القاسم کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن الجعد نے روایت کیا اور ان کو زہیر بن معاویہ نے اور انہوں نے ابو القاسم سے نقل کیا اور انہوں نے عمرو بن الاصم سے کہ انہوں نے کہا میں نے حسین بن علی سے کہا یہ شیعہ لوگ سمجھتے ہیں کہ علی قیامت سے پہلے مبعوث ہوں گے اس پر انہوں نے فرمایا بخدا جھوٹ بولتے ہیں اگر ہمیں علم ہوتا کہ وہ مبعوث ہوں گے تو نہ ہم ان کی بیویوں کا نکاح

کراتے اور نہ ہی ہم ان کا مال تقسیم کرتے ایسا ہی مضمون اسباط بن محمد نے مطرف سے انہوں نے اسحاق سے اور انہوں نے عمرو بن الاصم سے اور انہوں نے حسن بن علی سے نقل کیا ہے۔

بقیہ خلافت حسن رضی اللہ عنہ......تا کہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ رہیں اس لئے سب کے درمیان صلح ہوگئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب متحد ہو گئے جس کی تفصیل عنقریب آ جائے گی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ملامت کیا لیکن ان کی بات سنی نہ گئی اور حق بات پر حسن رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ عنقریب ہم دلائل کے ساتھ بیان کریں گے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مقدمۃ الجیش کے امیر قیس بن سعد کو کہلا بھیجا کہ وہ مکمل اطاعت کرلیں لیکن سعد بن قیس نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان دونوں کی اطاعت سے نکل گیا اور اپنی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ الگ تھلگ ہو گیا پھر اس نے نظر ثانی کی اور حضرت معاویہ کے ہاتھ پر تھوڑی مدت کے بعد بیعت کی جس کی تفصیل ہم بیان کریں گے پھر مشہور بات یہ ہے کہ حضرت حسن کا حضرت معاویہ کے لئے بیعت کرنا یہ واقعہ چالس ہجری کا ہے اسی وجہ سے اس سال کو جماعت کا سال کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس سال حضرت معاویہ کے ہاتھ پر سب متحد ہوئے ابن جریر اور دیگر علماء سیر کے نزدیک معتبر بات یہ ہے کہ یہ واقعہ اکتالیس ہجری کی ابتداء کا ہے جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کریں گے اس سال یعنی چالیس ہجری میں لوگوں نے مغیرہ بن شعبہ کی اقتداء میں حج کیا۔ ابن جریر نے اسماعیل بن راشد سے منقول بات کے مطابق یہ سمجھا کہ مغیرہ بن شعبہ نے حج کی دو راتوں میں ایک جعلی خط تیار کیا تا کہ امارت حج حاصل کرسکیں۔ عتبہ بن سفیان بھی اس کی طرف لپکے اور ان کے پاس بھی ان کے بھائی کی طرف سے امارت حج کا خط تھا اس پر مغیرہ نے جلدی کی اور لوگوں کے ساتھ آٹھ تاریخ کو وقوف کیا تا کہ عتبہ امارت حاصل نہ کر سکے۔ ابن جریر کی یہ نقل کردہ بات غیر مقبول ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اس کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہم نے اس لئے تنبیہ کی ہے تا کہ اس کا باطل ہونا معلوم ہو جائے اس لئے کہ صحابہ کی قدر و منزلت اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور یہ ایک شیعی طعن ہے ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت معاویہ کے لئے ''ایلیاء'' کے مقام پر بیعت ہوئی یعنی حضرت علیؓ کی وفات کے بعد اہل شام نے معاویہ کے ہاتھ پر امیر المومنین ہونے کی بیعت کی اس لئے کہ اب اس کا کوئی مدمقابل نہ تھا، اس پر اہل عراق نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا کہ اس کے ذریعہ اہل شام کو روکیں لیکن ان کی یہ کوشش اور محنت بار آور ثابت نہ ہوئی اور ان کی ذلت و رسوائی ان کی ناقص تدبیر اور آراء کے مختلف ہونے کی وجہ سے تھی جس کا سبب ان کے امراء کے آپس کی ناچاقی اور مخالفت تھی اگر وہ حقیقت حال سے آگاہ ہوتے تو اللہ کی اس نعمت کو بڑا سمجھتے جوان کو رسول اللہ ﷺ کے نواسے مسلمانوں کے سردار اور صحابہ کے ایک فقیہ حلیم اور صاحب الرائے عالم سے بیعت کی شکل میں عطا ہوئی تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفہ راشد ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم نے دلائل نبوت میں رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس سال تک ہوگی اس کے بعد ملوکیت ہوگی اور یہ تیس سال حضرت حسن کی خلافت پر مکمل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کے لئے خلافت ربیع الاول اکتالیس ہجری میں چھوڑ دی اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تیس سال مکمل ہوتے ہیں کیوں کہ ان کی وفات ربیع الاول گیارہ ہجری میں ہوئی اور یہ آپ علیہ السلام کی موت کے دلائل میں سے ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم تسلیما۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اس فعل پر تعریف کی تھی اور وہ ان کا فانی دنیا کو چھوڑنا اور باقی رہنے والی آخرت کی رغبت رکھنا اور اس امت کو خونریزی سے بچانا۔ انہوں نے خلافت چھوڑ دی اور ملک حضرت معاویہ کے حوالے کر دیا تا کہ سب مسلمان ایک امیر پر متحد ہو جائیں۔ یہ تعریف ہم بیان کر چکے ہیں اور عنقریب ابی بکرہ ثقفی کی حدیث ذکر کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن منبر پر چڑھے اور حضرت حسن بن علی کو ایک طرف بٹھایا اور پھر کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اس کی طرف پھر فرمانے لگتے، اے لوگو! میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ رواہ البخاری۔

اکتالیس ہجری

ابن جریر کہتے ہیں اس سال حضرت حسن بن علی نے حکومت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی پھر زہری سے روایت کرتے ہوئے کہا جب اہل عراق نے حضرت حسن بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے شرطیں لگانی شروع کیں کہ وہ یعنی اہل عراق توجہ سے بات سننے اطاعت کرنے والے اور جس سے میں مصالحت کروں اس سے مصالحت کرنے والے اور جس سے میں لڑوں اس سے لڑنے والے ہوں اہل عراق اس سے شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ تمھارے اس ساتھی کو کیا ہو گیا ہے۔ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ انہوں نے حضرت حسن کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ان سے بغض بڑھنے لگا اور ان سے آپ کے خوف میں اضافہ ہونے لگا اس طرح ان پر اہل عراق کا اختلاف اور فرقہ بندی واضح ہو گئی اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی پیش کش کی اور دونوں کی پسندیدہ امور پر صلح کے بارے میں خط و کتابت شروع ہو گئی۔ امام بخاری نے کتاب الصلح میں نقل کیا ہے عبداللہ بن محمد نے ہمیں روایت کیا اور ان کو سفیان اور انہوں نے موسیٰ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا، بخدا حسن بن علی پہاڑوں کے برابر فوجی دستے لے کر معاویہ بن ابی سفیان کی طرف بڑھے تو عمرو بن العاص نے کہا میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ فوجی دستے کبھی واپس نہ لوٹیں گے جب تک کہ ان کے سرخیل قتل نہ کر دیئے جائیں اس پر معاویہ نے کہا بخدا وہ بڑے اچھے انسان تھے اگر فلاں فلاں قتل ہو گئے تو رعایا کے مسائل میں میرا کون ساتھی ہوگا؟ ان کی کمزور عورتوں کا میری طرف سے کون نگہبان ہوگا اس کے بعد انہوں نے حضرت حسن کی طرف دو آدمی بھیجے ایک عبدالرحمٰن بن سمرۃ جو قریش کی شاخ بنی عبدشمس میں سے تھے اور دوسرے عبداللہ بن عامر اور کہا جاؤ اور اس پر پیش کرو اور اس سے گفت و شنید کرو اور اس سے مطالبہ کرو پس وہ دونوں حضرت حسن کے پاس آئے ان سے بات چیت کی، کہا سنا ان سے مطالبہ کرو حضرت حسن نے ان سے کہا، ہم عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور ہم نے اس مال سے لیا ہے اور اس امت نے اپنا خون بے دریغ بہایا ہے۔

انہوں نے کہا آپ کو ایسا، ایسا دیا جائے گا وہ آپ کی طرف رغبت کرتے ہیں اور آپ سے صلح کرتے ہیں۔

حضرت حسن نے پوچھا اس کا ذمہ دار کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم آپ کے لئے اس کے ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد جس چیز کے بارے میں بھی حضرت حسن نے پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم آپ کے لئے اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت حسن نے صلح کر لی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہ کو کہتے ہوئے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا، حسن بن علی آپ کی ایک جانب تھے کبھی آپ لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسن بن علی کی طرف اور پھر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا بخاری ہمارے نزدیک مسلم ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے علی بن المدینی نے بتایا کہ حسن بن ابی بکرہ کا اس حدیث کا سماع ہمارے نزدیک مسلم ہے امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الفتن میں علی بن عبداللہ یعنی ابن المدینی سے روایت کی ہے اور فضائل حسن میں صدقہ بن فضل سے نقل کی ہے اور ان تینوں نے سفیان سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے سفیان یعنی ابن عیینہ سے اور انہوں نے اسرائیل بن موسیٰ بصری سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ دلائل نبوت میں عبداللہ بن محمد یعنی ابن ابی شیبہ اور یحییٰ بن آدم سے یہ حدیث نقل کی ہے اور ان دونوں نے حسین بن علی جعفی سے اس نے اسرائیل سے اور انہوں نے حسن بصری سے یہ حدیث نقل کی ہے امام احمد اور ابوداؤد اور امام نسائی نے حماد بن زید سے یہ حدیث نقل کی ہے اور انہوں نے علی بن زید سے اور انہوں نے حسن بصری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ابوداؤد ترمذی نے اشعث کے طریق سے یہ حدیث ذکر کی ہے جب کہ اشعث نے یہ حدیث حسن بصری سے سنی ہے۔ امام ترمذی نے حسن بصری کے واسطے سے مرسلاً ذکر کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبدالرزاق نے ہمیں روایت کیا اور انہوں نے معمر سے نقل کیا جب کہ معمر کا کہنا ہے کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسے شخص سے سنی ہے جس نے حضرت حسن کو ابوبکرہ سے حدیث نقل کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ ایک دن ہمیں خطاب کر رہے تھے اس وقت حسن بن علی ان کی گود میں تھے کبھی آپ صحابہ کو دیکھتے اور ان سے خطاب فرماتے اور کبھی حضرت حسن کو دیکھتے اور ان کو بوسہ دیتے پھر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اگر زندہ رہا تو مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔ حافظ ابن عساکر نے کہا ہے کہ معمر سے ایسی ہی روایت منقول ہے اور انہوں نے حضرت حسن

سے حدیث ذکر کرنے والے کا نام ذکر نہیں کیا راوۃ کی ایک جماعت نے حضرت حسن سے اس حدیث کو نقل کیا ہے جن میں ابوموسیٰ اسرائیل، یونس بن عبید منصور بن زاذان، علی بن زید ہشام بن حسان، اشعث بن سوار مبارک بن فضالہ عمرو بن عبید القدری ہیں۔ پھر ابن عسا کر نے ان روایت کے طریق کو ذکر کیا ہے اور بہت اچھا اور عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے میرے خیال میں بظاہر معمر نے عمرو بن عبید سے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن ان کا نام ذکر نہیں کیا۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے اور نام بھی ذکر کیا ہے احمد بن ہاشم نے مبارک بن فضالہ سے اور انہوں نے حسن بن ابی بکرہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ حضرت حسن نے فرمایا بخدا ان کے خلیفہ بننے کے بعد ان کی خلافت میں سینگی بھر خون بھی نہیں بہایا گیا۔ ہمارے شیخ ابوالحجاج المزی نے اپنی اطراف میں فرمایا بعض راویوں نے حسن کے واسطے سے ام سلمہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن سے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔

عبدالرحمٰن بن معمر نے اعمش سے ایسا ہی نقل کیا ہے ابویعلیٰ کہتے ہیں ابوبکر نے ہمیں روایت کیا اور ان کو زید بن حباب نے اور ان کو محمد بن صالح التمار المدنی نے اور ان کو محمد بن مسلم بن ابی مریم نے اور انہوں نے سعید بن ابی سعید المدنی کو کہتے سنا ایک دفعہ ہم ابو ہریرہ کے ساتھ تھے کہ اسی دوران حسن بن علی آئے اور ہمیں سلام کیا راوی بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے پیچھے سے آ کر کہا وعلیک السلام یا سیدی، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے، یہ سردار ہیں، ابوالحسن علی بن المدنی کہتے ہیں کہ حضرت حسن کا حضرت معاویہ کو خلافت سپرد کر دینا پانچ ربیع الاول اکتالیس ہجری کا واقعہ ہے جب کہ دیگر حضرات کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الآخر کا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ جمادی الاول میں خلافت سپرد کی گئی۔ واللہ اعلم۔

راوی کہتے ہیں کہ جب معاویہ کوفہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے بیعت کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔

ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو اشارہ کیا کہ وہ حضرت حسن کو کہیں کہ وہ خطبہ دے اور لوگوں کو بتائے کہ وہ معاویہ کے حق میں خلافت سے سبکدوش ہو گئے ہیں حضرت معاویہ نے حضرت حسن کو ایسا ہی کہا حضرت حسن نے لوگوں کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ کی حمد وثناء اور رسول کریم ﷺ پر درود وسلام کے بعد فرمایا، امابعد اے لوگو! اللہ ہمارے اول سے تمہیں ہدایت دے اور ہمارے آخر سے تمھاری جانیں بچائیں اور اس امر کی ایک مدت مقرر ہے اور دنیا گردش میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا۔ و ان ادری لعله فتنة لکم و متاع الی حین۔ ترجمہ۔ شاید تمھارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدہ کا سامان ہو۔

جب حضرت حسن نے یہ بات کہی تو معاویہ غضب ناک ہو گئے اور ان کو بیٹھنے کا حکم دیا اور عمرو بن العاص کو اس کے اشارہ کرنے پر ڈانٹا اس کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل میں ناراضگی رہی۔ واللہ اعلم۔

ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ یہ ہے، ہمیں حدیث بیان کی محمود بن غیلان نے اور ان کو ابوداؤد طیالسی نے اور ان کو قاسم بن فضل حدانی نے اور وہ نقل کرتے ہیں یوسف بن سعد سے کہ انہوں نے کہا۔ معاویہ کے ہاتھ بیعت کرنے کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر حضرت حسن سے کہا۔ مومنین کے چہرے آپ نے سیاہ کر دیئے یا یوں کہا اے مومنین کے چہرے سیاہ کرنے والے، حضرت حسن نے فرمایا، اللہ تجھ پر رحم فرمائے مجھے ملامت نہ کر، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کو بنوامیہ منبر پر دکھائے گئے تو آپ کو ناگواری ہوئی اس پر انا اعطینا ک الکوثر، نازل ہوئی یعنی اے محمد ہم نے آپ کو جنت میں ایک منبر عطا فرمائی ہے اور انا انزلناه فی لیلة القدر و ما ادرک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر۔ نازل ہوئی یعنی اے محمد آپ کے بعد بنوامیہ بادشاہت حاصل کر لیں گے فضل کہتے ہیں ہم نے شمار کیا تو ایک ہزار مہینے مکمل پائے نہ ایک دن کم تھا نہ زیادہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے قاسم بن فضل کے طریق کے سوا کوئی طریق ہمیں معلوم نہیں اور قاسم بن فضل ثقہ ہے یحییٰ قطان اور ابن مہدی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ان کے شیخ یوسف بن سعد ہیں جن کو یوسف بن ماذن کہا جاتا ہے اور وہ ایک مجہول آدمی ہے۔ امام ترمذی نے مذید فرمایا کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث اس طریق سے معروف ہے اس طرح یہ حدیث غریب بلکہ یہ بہت زیادہ منکر ہے۔ ہم نے کتاب التفسیر میں بقدر ضرورت اس حدیث پر کلام کیا ہے اور اس کی نکارت کی وجہ بھی بیان کی ہے اور امام ترمذی کے قاسم بن فضل کو ثقہ قرار دینے پر ہم نے اس کی چھان بین بھی کی ہے جو اس کا طالب ہو وہ تفسیر کا مطالعہ کرے۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابو بکر خطیب بغدادی کہتے ہیں ابراہیم بن مخلد بن جعفر نے ہمیں روایت کیا اور ان کو محمد بن احمد بن ابراہیم حکمی نے اور ان کو عباس بن محمد نے اور ان کو اسود بن عامر نے اور ان کو زہیر بن معاویہ نے اور ان کو ابوروق ھمدانی نے اور ان کو ابوعریف نے روایت کیا کہ انہوں نے کہا ہم حسن بن علی کے مقدمہ میں بارہ ہزار کی تعداد میں مسکن مقام پر موت کے طلبگار بن کر سنجیدگی سے اہل شام سے لڑنے کے لئے تیار تھے۔ ہمارے اوپر ابوعمر طٰا تھا جب حسن بن علی کی صلح کی خبر ہم تک پہنچی تو غصہ سے ہماری کمریں ٹوٹ گئیں۔ جب حسن بن علی کوفہ آئے تو ہم میں سے ایک شخص نے ان سے کہا کہ جس کو ابو عامر سعید بن نقل کہا جاتا تھا السلام علیک اے مومنین کے ذلیل کرنے والے۔ اس پر حضرت حسن نے فرمایا اے عامر ایسا نہ کہو میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں بلکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ میری حکومت کے عہد میں قتل عام ہو، جب سلطنت حضرت معاویہ کے سپرد کی گئی تو وہ کوفہ داخل ہوئے اور لوگوں سے خطاب کیا اور تمام اطراف اور صوبوں کا ان کے ہاتھ پر اتحاد ہو گیا قیس بن سعد جو عرب کے نہایت فطین لوگوں میں سے ایک تھے حضرت معاویہ کی طرف آئے جب کہ پہلے وہ مخالفت کا عزم کر چکے تھے اس طرح اس سال حضرت معاویہ کی بیعت پر سب کا اجتماع اور اتحاد ہو گیا۔ حضرت حسن بن علی سرزمین عراق سے مدینہ منورہ چلے گئے ان کے ساتھ ان کے بھائی حسین اور دوسرے بھائی اور ان کے بھتیجے عبداللہ جعفر بھی تھے۔

اس کے بعد وہ جب بھی شیعوں کے کسی محلّہ سے گزرتے تو وہ ان کے اس فعل یعنی خلافت معاویہ کے سپرد کر دینے پر طعن و تشنیع کرتے۔ بے شک حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس معاملے میں نیکوکار ہدایت یافتہ اور قابل ستائش تھے انہوں نے کبھی بھی اپنے سینے میں تنگی ملامت یا ندامت محسوس نہ کی بلکہ وہ اس پر راضی اور خوش تھے اگرچہ اس سے ان کے معتقدین اہل خانہ اور ان کے حامیوں کی ایک جماعت کو سخت ناگواری ہوئی اس کے بعد خصوصاً ہمارے آج کے دن تک یہ سلسلہ پھیلتا رہا ہے اس سلسلے میں حق بات یہ ہے کہ اتباع سنت کی جائے اور ان کی تعریف کی جائے کیوں کہ انہوں نے مسلمانوں کو قتل و غارت سے بچایا۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس امر پر ان کی تعریف کی۔ جیسا کہ پہلے صحیح حدیث میں گزر چکا ہے واللہ الحمد والمنۃ، عنقریب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ارضاہ کی وفات کے تذکرے میں ان کے فضائل کا ذکر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس کو ان کی جاہ پناہ اور ٹھکانہ بنائے اور بیشک وہ ہو چکا۔

محمد بن اسعد کہتے ہیں ہمیں ابونعیم نے بتلایا اور ان کو شریک نے اور وہ عاصم سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابورزین سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن حسن بن علی نے ہمیں خطبہ دیا اور سورۃ ابراہیم آخر تک منبر پر پڑھی۔ ابن عساکر حسن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ہر رات سونے سے پہلے بستر پر سورۃ کہف پڑھتے تھے جو ایک تختی پر لکھی ہوئی تھی، ازواج کے گھروں میں سے جس گھر بھی وہ جاتے تختی ان کے ساتھ رہتی۔

معاویہ بن سفیان کے عہد اور سلطنت کا ذکر خیر...... جیسا کہ پہلے حدیث میں گزر چکا ہے آپ علیہ السلام کے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی اس کے بعد ملوکیت آ جائے گی۔ تیس سال حضرت حسن کی خلافت پر مکمل ہوئے اس طرح حضرت معاویہ کا عہد ملوکیت کی ابتداء ہے اور اسلام کے بادشاہوں میں سے پہلے بادشاہ اور سب سے اچھے تھے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں روایت کیا علی بن عبدالعزیز نے اور ان کو احمد بن یونس نے اور ان کو فضیل بن عیاض نے اور انہوں نے لیث سے نقل کیا ہے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن سابط سے اور انہوں نے ابوثعلبہ خشنی سے اور انہوں نے معاذ بن جبل اور ابوعبیدۃ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ امر رحمت اور نبوت سے شروع ہوا پھر رحمت اور خلافت بن جائے گا پھر چھینا جھپٹی والی بادشاہت بن جائیگا اس کے بعد سرکشی جبر اور زمین پر فساد میں بدل جائے گا وہ لوگ ریشم، شرمگاہ اور شراب کو حلال سمجھیں گے اسی سے ان کو رزق اور مدد دی جائیگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملیں گے۔

ہم نے دلائل نبوت میں اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کے واسطے سے عبدالملک بن عمر سے نقل کیا ہے اگرچہ عبدالملک بن عمر ضعیف ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا مجھے رسول اللہ کے اس فرمان کے سوا کسی چیز نے خلافت پر نہیں ابھارا اے معاویہ اگر تو بادشاہ بنے تو بھلائی سے پیش آنا۔ بیہقی نے اس کو حاکم سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اصم سے اور انہوں نے عباس بن محمد سے اور انہوں نے محمد بن سابق

سے اور انہوں نے یحییٰ بن ذکریا بن ابی زائدہ سے اور انہوں نے اسماعیل سے نقل کیا ہے۔اس کے بعد بیہقی کہتے ہیں اس کے دیگر طریق سے بھی شواھد ہیں جن میں سے ایک عمرو بن یحییٰ بن سعید بن العاص کی حدیث ہے جو انہوں نے اپنے دادا سعید سے سنی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ چھاگل لے کر آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے آپ علیہ السلام نے جب حضرت معاویہ کو دیکھا تو فرمایا اے معاویہ اگر تجھے حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل قائم کرنا۔معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے مجھے ہمیشہ خیال رہا کہ مجھے امارت سے آزمایا جائے گا اور ان طریق میں سے ایک راشد بن سعد کے واسطے سے معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگوں کی کمزوریوں کی جستجو میں لگے تو لوگوں کو خراب کر دو گے ابو درداء کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات تھی جو معاویہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اور اللہ نے اس کو اس بات سے نفع دیا۔اس کے بعد بیہقی نے ہشام سے روایت کیا اور انہوں نے عوام بن خوشب سے اور انہوں نے سلیمان بن ابی سلیمان سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت مدینہ میں اور بادشاہت شام میں ہو گی۔البتہ یہ روایت بہت غریب ہے۔

نیز بیہقی نے ابو ادریس کے واسطے سے ابی درداء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک کتاب ہے جسے میرے سر کے نیچے سے اٹھایا گیا میں نے سمجھا کہ اسے لے جایا جائے گا میری نگاہ نے اس کا پیچھا کیا تو اسے شام لے جایا گیا بیشک جب فتنہ ہوگا تو ایمان شام میں ہوگا۔سعید بن عبدالعزیز نے عطیہ بن قیس سے اور انہوں نے یونس بن میسرہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔نیز ولید بن مسلم نے عفیر بن معدان سے اور انہوں نے سلیمان سے اور انہوں نے عامر سے اور انہوں نے ابو امامہ سے بھی نقل کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے نصر بن محمد بن سلیمان سلمی حمصی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عبداللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو کہتے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے نور کا ایک ستون دیکھا جو میرے سر سے چمکتا ہوا نکلا اور شام جا کر ٹھہرا، عبدالرزاق معمر سے اور وہ زہری سے اور وہ عبداللہ بن صفوان سے نقل کرتے ہیں کہ صفین کے دن ایک شخص نے کہا، اے اللہ اہل شام پر لعنت بھیجئے۔حضرت علی نے جب سنا تو فرمایا اہل شام کو گالی مت دو اس لئے کہ وہاں ابدال ہیں وہاں ابدال ہیں وہاں ابدال ہیں، یہ واقعہ ایک اور طریق سے بھی براہ راست منقول ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی فضیلت ...... ان کا شجرہ نسب یہ ہے، معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو عبدالرحمٰن قرشی اموی، مومنین کے ماموں، رب العالمین کی وحی کے کاتب۔

فتح مکہ کے دن وہ ان کے باپ اور ان کی والدہ ھند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس مسلمان ہوئے۔معاویہ سے مروی ہے کہ میں عمرۃ القضاء کے دن مسلمان ہو گیا تھا لیکن اپنے باپ کی وجہ سے اپنا اسلام فتح مکہ کے دن تک چھپائے رکھا۔ان کے باپ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے تھے یوم بدر کے بعد قریش کی سرداری ان کے ہاتھ آئی اس کے بعد وہی ان کی جانب سے جنگوں کے سالار رہے۔وہ بہت بڑے مالدار سردار تھے اور ان کی بات قریش میں مانی جاتی تھی جب مسلمان ہوئے تو فرمانے لگے، اے رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیجئے کہ میں کفار سے لڑوں جیسا کہ میں مسلمانوں سے لڑتا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے تم کافروں سے لڑو، حضرت ابو سفیان نے مزید کہا کہ آپ معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں آپ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے ان کو اپنا کاتب بنالیا۔اس کے بعد انہوں نے چاہا کہ اپنی بیٹی عزۃ بنت ابی سفیان کا رسول اللہ ﷺ سے نکاح کر دیں اور اس مقصد کے لئے ان کی بہن ام حبیبہ سے بھی مدد لی لیکن ایسا نہ ہو سکا اور جناب رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمایا کہ ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں۔ایک اور جگہ پر ہم اس حدیث پر کلام کر چکے ہیں اور اس کے لئے ایک الگ کتابچہ تصنیف کیا ہے۔وللہ الحمد والمنۃ اور اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی دوسرے کاتبین وحی کے ساتھ وحی لکھتے تھے۔جب شام فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دمشق کی نیابت ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد سپرد کی حضرت عثمان نے ان کو اسی پر قائم رکھا بلکہ ان کی حکومت میں کچھ مزید شہروں کا اضافہ بھی کیا انہوں نے ہی دمشق سبز گنبد تعمیر کروایا اور اس میں چالیس سال گزارے۔یہ بات حافظ ابن عساکر کی بیان کردہ ہے جب حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کی گئی تو ان کے بہت سے امراء نے حتیٰ کہ ان میں سے بعض حضرت عثمان کی شہادت میں بھی شریک تھے مشورہ دیا کہ حضرت معاویہ کو شام کی ولایت سے معزول کردیں اور ان کی جگہ سہل بن حنیف کو ولایت سپرد کردیں اس پر حضرت علی نے ان کو معزول کردیا لیکن ان کی معزولی درست نہ ہوئی اور اہل شام کی ایک جماعت حضرت علی کے پاس آئی اور حضرت علی کو حضرت معاویہ کے معزول کرنے سے منع کیا۔ حضرت معاویہ نے کہا میں اس کی بیعت نہیں کروں گا جب تک کے عثمان کے قاتلین میرے سپرد نہ کئے جائیں کیوں کہ وہ مظلوماً شہید کئے گئے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطانا

ترجمہ:......اور جو مظلوم مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو اقتدار سپرد کیا ہے۔

طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس آیت کی وجہ سے مجھے ہمیشہ اس بات کا یقین رہا ہے کہ معاویہ حکمران بنیں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں ہم نے ابن عباس کا قول مع متن اور سند ذکر کی ہے جب معاویہ نے علی کے لئے بیعت کرنے سے انکار کردیا یہاں تک کہ عثمان کے قاتلین حوالے کردیئے جائیں تو جنگ صفین واقع ہوئی پھر معاملہ تحکیم پر آ ٹھہرا اور جو کچھ عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری کا واقعہ ہوا ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔

اس طرح معاویہ کا پلا بھاری ہوگیا اور حضرت علی کا معاملہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اختلاف کا رہا۔ یہاں تک کہ ان کو ابن ملجم نے شہید کردیا جیسا کہ گزر چکا تب اہل عراق نے حسن بن علی کے ہاتھ بیعت کی اور اہل شام نے معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھ بیعت کی۔

اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ بغیر ارادہ کے عراق لشکر کے ساتھ سوار ہو کر چلے اور معاویہ بن ابی سفیان شامی لشکر کے ساتھ چلے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو لوگوں نے ان کے درمیان صلح کی کوشش کی جس کا انجام کار یہ ہوا کہ حضرت حسن نے خلافت سے علیحدگی اختیار کرلی اور سلطنت معاویہ بن ابی سفیان کے سپرد کردی یہ واقعہ اس سال ربیع الاول میں پیش آیا یعنی اکتالیس ہجری۔ اس کے بعد معاویہ کوفہ آئے اور لوگوں کو بیعت کرنے کے بعد ایک بلیغ خطبہ دیا اور اس طرح قریب دور و مشرق و مغرب کے سارے ممالک ان کے زیر نگین آگئے اس وجہ سے اس سال کو عام الاجتماع کہا جاتا ہے کیوں کہ اس سال مسلمان فرقت کے بعد ایک امیر کے جھنڈے تلے جمع ہوئے۔ حضرت معاویہ نے شام کی حکومت فضالہ بن عبید کو سپرد کی اور اس کے بعد ابوادریس جولانی کو سپرد کی۔ ان کے باڈی گارڈ قیس بن حمزۃ تھے اور ان کے منشی اور مشیر سرحون بن منصور رومی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ محافظ بنانے والے کتابوں کو جمع کر کے ان پر مہر لگانے والے پہلے شخص ہیں، نیز انہوں نے ہی سلطنت میں سب سے پہلے نوعمر لڑکوں کو اولیت دی۔

خوارج کے ایک گروہ کی بغاوت......اس کا سبب یہ تھا کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور حضرت حسن اور ان کے اہل خانہ حجاز کے ارادے سے وہاں چلے گئے تو خوارج کی ایک جماعت نے جو پانچ سو کے لگ بھگ تھے کہا، وہ آگیا ہے جس میں کوئی شک نہیں پس تم معاویہ کی طرف بڑھو اور اس سے لڑو اس کے بعد وہ چلے یہاں تک کہ کوفہ کے نزدیک پہنچ گئے ان کا سالار فروۃ بن نوفل تھا حضرت معاویہ نے اہل شام کا لشکر ان کی طرف بھیجا لیکن خوارج نے شامیوں کو بھگا دیا اس پر معاویہ نے کہا کہ میرے پاس تمھارے لئے کوئی امان نہیں یہاں تک کہ تم اپنے مصائب کو روکو چنانچہ وہ خوارج کی طرف دوبارہ نکلے خوارج نے ان سے کہا تمھارا ناس ہو کیا چاہتے ہو تم؟ کیا معاویہ ہمارا اور تمھارا دشمن نہیں؟ ہمیں چھوڑ دو تا کہ ہم اس سے لڑیں اگر ہم اس پر غالب آگئے تو تمھاری طرف سے اس کے لئے کافی ہو جائیں گے اور اگر ہم مغلوب ہو گئے تو تم ہمارے لئے کافی ہو گے۔ یہ سن کر شامی لشکر نے کہا نہیں بخدا ہم تو لڑیں گے، خوارج نے کہا اللہ رحم فرمائے اے کوفہ والو! ہمارے نہروان والے بھائی تم سے زیادہ باخبر تھے پھر لڑائی ہوئی اہل کوفہ نے شکست دی اور ان کو بھگا دیا پھر معاویہ نے چاہا کہ کوفہ پر عبداللہ بن عمر بن العاص کو امیر مقرر کرے لیکن مغیرہ بن شعبہ نے ان سے کہا کیا تم اس کو کوفہ کا امیر مقرر کرتے ہو جب کہ اس کا باپ مصر کا امیر ہے اس طرح تو تم شیر کے دو جبڑوں کے درمیان رہ جاؤ گے حضرت معاویہ نے اس پر ان کو سراہا اور کوفہ کا امیر مقرر کردیا اس کے بعد عمرو بن العاص معاویہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کیا آپ مغیرہ کو خراج پر

مقرر کرتے ہیں آپ نے خراج کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد کیوں نہ کردی ہوتی؟ معاویہ نے ان کو خراج سے معزول کیا اور نماز کی ذمہ داری سونپ دی مغیرہ نے عمرو بن العاص سے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا کیا تم عبداللہ بن عمرؓ کے مسئلہ میں امیر المومنین کو مشورہ دینے والے نہ تھے انہوں نے کہا، ہاں بالکل' عمرو بن العاص نے جواب دیا۔ یہ اس کا بدلہ ہے۔

اسی سال حمران بن ابان نے بصرہ پر حملہ کیا اور اس کو چھین کر قبضہ کر لیا حضرت معاویہ نے ایک لشکر اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا لیکن ابوبکرہؓ ثقفی نے حضرت معاویہ کے پاس آ کر عفو و درگزر کی درخواست کی۔ حضرت معاویہ نے ان کو معاف کیا اور چھوڑ دیا اور بسر بن ابی ارطاۃ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے زیاد کی اولاد کو قتل کرنے کی نیت سے یرغمال بنالیا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ معاویہ نے ان کے باپ کو لکھا تھا کہ فوراً حاضر ہو مگر وہ ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد بسر نے اسے لکھا امیر المومنین کے پاس فوراً جاؤ ورنہ میں تمہارے بیٹوں کو قتل کردوں گا انہوں نے ابوبکرہ کو اس مسئلہ میں حضرت معاویہ کی طرف روانہ کیا جب ابوبکرہ معاویہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا ہمیں کوئی وصیت کرنا چاہتے ہو ابوبکرہؓ نے جواب دیا۔ ہاں اے امیر المومنین ایک وصیت ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنا خیال رکھیں اور نیک عمل کریں بیشک آپ کے اوپر ایک عظیم ذمہ داری ہے اور وہ ہے اللہ کی خلافت اس کی مخلوق میں۔ پس اللہ سے ڈریئے آپ کے لئے ایک حد ہے جس سے آپ تجاوز نہیں کر سکتے اور آپ کے پیچھے ایک تیز طالب ہے قریب ہے کہ آپ اپنی انتہا کو پہنچ جائیں اور وہ طالب آپ سے آ ملے اور آپ سے اس بارے میں پوچھیں جس میں آپ مصروف تھے اور وہ اس کے بارے میں آپ سے زیادہ جانتا تھا اور یہ تو محض ایک محاسبہ اور توقیف ہے۔ پس آپ کبھی بھی کسی چیز کو اللہ کی رضا پر ترجیح نہ دینا۔ پھر اس سال کے آخر میں حضرت معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اس کا سبب یہ ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ عتبہ بن ابی سفیان کو گورنر مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن عبداللہ بن عامر نے کہا بصرہ میں میرے اموال اور امانتیں ہیں اگر تم مجھے امارت نہ دو گے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اس پر حضرت معاویہ نے ان کو بصرہ کی امارت سونپ دی اور اس بارے میں اس کے سوال کا جواب دیا۔ ابو معشر کہتے ہیں اس سال لوگوں نے عتبہ بن ابی سفیان کے اقتدار میں حج کیا جب کہ واقدی کا کہنا ہے کہ عنبسہ بن ابی سفیان کی اقتداء میں لوگوں نے حج کیا۔ واللہ اعلم۔

اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات

رفاعہ بن رافع ...... رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔

رکانہ بن عبد یزید ...... رکانہ بن عبدالعزیز ابن ہشام بن عبدالمطلب قرشی یہ وہی ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے پچھاڑا تھا اور پچھڑ گئے تھے۔ بہت زیادہ سخت جان تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ان پر غالب آنا آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے جیسا کہ دلائل نبوت میں ہم نے ذکر کیا ہے۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے جب کہ بعض کے نزدیک فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ واللہ اعلم۔

صفوان بن امیہ: ...... صفوان بن امیہ بن خلف بن وهب بن حزافۃ بن وهب قرشی مکہ کے سرداروں میں سے ایک تھے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ فتح مکہ والے سال رسول اللہ ﷺ سے بھاگ گئے تھے پھر لوٹ آئے اور بہت کامل مسلمانوں میں شمار ہوئے انہیں کے لئے عمیر بن وهب الجمی نے پناہ طلب کی تھی۔ صفوان ان کے ساتھی اور دوست تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ عمیر بن وهب ان کو نماز عصر کے وقت لے آئے اور اس کے لئے (زمانہ جاہلیت میں) امان طلب کی رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار ماہ کے لئے امن دیدیا۔ اور اس سے عاریت کے طور پر زرہیں، ہتھیار اور دیگر مال لیا۔ حضرت صفوان غزوہ حنین میں حالت شرک میں شریک ہوئے اور پھر مسلمان ہوئے اور ایمان ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ وہ مسلمانوں کے سرداروں میں سے تھے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں سرداروں میں سے تھے۔ واقدی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد وہ مستقل طور پر مکہ میں رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اول دور میں رحلت فرما گئے۔

عثمان بن ابی طلحہ ...... عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ بن عبدالدار۔ وہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص فتح مکہ سے پہلے آٹھ ہجری کی ابتداء میں مسلمان ہوئے۔ واقدی نے ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ انہی سے طوالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ وہی ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے فتح کے دن کعبہ کی چابیاں لیں اور پھر یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے انہیں کولوٹا دیں:

ان اللہ یا مرکم ان تؤدالامانات الٰی اھلھا

ترجمہ: ...... اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کولوٹا دو۔

آپ علیہ السلام نے ان سے کہا اے عثمان لے لو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، ظالم کے سوا کوئی تم سے نہ لے گا۔ واقدی کہتے ہیں، حضرت طلحہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں مدینہ میں رہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد مکہ چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اول دور میں دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

عمرو بن الاسود السکونی ...... عبادت گزار اور زاہد لوگوں میں سے تھے ان کے پاس دوسو درہم کا ایک جوڑا تھا جو وہ اس وقت پہنتے تھے جب تہجد کی نماز میں کھڑے ہوتے جب مسجد جاتے تو تکبر کے ڈر سے دایاں پہلو بائیں پہلو پر رکھ لیتے، حضرت معاذ، عبادۃ بن صامت عرباض بن ساریہ اور دیگر حضرات سے مروی ہے امام احمد نے زھد کے بیان میں فرمایا ہمیں ابوالیمان نے حدیث سنائی اور ان کو ابن بکر نے اور ان کو حکیم بن عمیر اور ضمرۃ بن حبیب نے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو دیکھنا خوش کرتا ہو پس وہ عمرو بن الاسود کے طریقے کو دیکھ لے۔

عاتکہ بنت زید ...... عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ یہ سعید بن زید کی بہن ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ اسلام لائیں اور ہجرت کی۔ بہت زیادہ خوبصورت اور عبادت گزار تھیں۔ عبید اللہ بن ابی بکر نے ان سے نکاح کیا تو وہ بیوہ ہوگئیں جب غزوہ طائف میں ان کے شوہر شہید ہوئے تو انہوں نے قسم کھائی کہ ان کے بعد شادی نہ کرے گی۔ اس کے بعد عمر بن خطاب نے ان کو پیغام بھیجا وہ ان کے چچازاد بھائی تھے اس طرح شادی ہوگئی جب وہ شہید ہوئے تو ان کے بعد حضرت زبیر بن عوام نے ان سے شادی کی وہ وادی سباع میں مقتول ہوئے تو حضرت علی بن ابی طالب نے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا مجھے آپ پر خوف ہے کہ کہیں آپ قتل نہ کر دیئے جائیں اس لئے انہوں نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا اگر نکاح کرتیں تو حضرت علی بھی ان کی زوجیت میں قتل کر دیئے جاتے اس کے بعد انہوں نے ایسے ہی زندگی گزاری یہاں تک کہ اسی سال حضرت معاویہ کی خلافت کی ابتداء میں انتقال ہوا۔ رحمہا اللہ۔

آغاز بیالیس ہجری

اسی سال مسلمانوں نے لان اور روم سے جہاد کیا اور بہت سے امراء اور فوجی سردار قتل ہوئے مال غنیمت حاصل ہوا اور خود محفوظ رہے اسی سال معاویہ نے مروان بن الحکم کو مدینہ میں نائب مقرر کیا اور مکہ میں خالد بن العاص بن ہشام کو اور کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کو مقرر کیا اور کوفہ کا قاضی شریح کو مقرر کیا بصرہ میں عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کیا اور خراسان میں قیس بن الہیثم کو عبداللہ بن عامر سے پہلے مقرر کیا۔ اسی سال خوارج دوبارہ حرکت میں آ گئے۔ جن کو حضرت علی نے یوم النہروان کے موقعہ پر معاف کر دیا تھا ان کے زخم تندرست ہو چکے تھے اور قوی ٹھیک ٹھاک ہو گئے تھے جب ان کو حضرت علی کے قتل کی خبر پہنچی تو انہوں نے ان کے قاتل ابن ملجم پر رحمۃ اللہ علیہ پڑھا ان میں سے ایک نے کہا اللہ اس ہاتھ کو قطع نہ کرے جو تلوار کے ساتھ علی کی گدی پر بلند ہوا۔

اور حضرت علی کے قتل پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے لگے پھر لوگوں کے خلاف بغاوت کرنے کا عزم کیا اور اپنے گمان کے مطابق امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر پر موافقت کی پھر اسی سال زیاد بن ابیہ معاویہ کے پاس آئے۔ تقریباً ایک سال سے وہ ایک قلعہ میں بند تھے جو انہی کے نام سے موسوم تھا یعنی قلعہ زیاد، معاویہ نے اسے لکھا کون سی چیز تجھے ہلاکت پر مجبور کر رہی ہے میرے پاس آ ؤ اور مجھے بتاؤ کہ اموال فارس میں جو کچھ آپ کی طرف سے ہوا اور جو کچھ خرچ کیا اور جو کچھ باقی بچا وہ میرے پاس لے آ ؤ تجھے امن دیا جائے گا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ ہمارے پاس رہے تو میں ایسا کر دوں گا وگرنہ زمین کے جس حصہ پر رہنا چاہتا ہے رہ تو مامون ہے۔ یہ پڑھ کر زیاد نے معاویہ کے پاس جانے کا عزم کیا مغیرہ کے پاس اس کے جانے کی خبر پہنچی تو وہ خوفزدہ ہوا کہ کہیں وہ اس سے پہلے معاویہ سے جا ملے پس وہ دمشق معاویہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے لیکن زیاد ایک ماہ پہلے معاویہ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ معاویہ نے مغیرہ سے کہا یہ کیا ہے کہ وہ تم سے دور ہے لیکن پھر بھی تم ایک ماہ بعد آئے ہو؟ اس پر مغیرہ نے کہا اے امیر المومنین وہ نفع کا منتظر ہے اور میں نقصان کا۔ حضرت معاویہ نے زیاد کی قدر کی اور جو اموال اس کے پاس تھے اپنے قبضہ میں لے لئے اور خرچ شدہ اموال اور بقیہ اموال میں اس کو سچا قرار دیا۔

آغاز تینتالیس ہجری

اس سال بسر بن ابی ارطاہ نے بلاد روم میں جہاد کیا اور بہت آگے تک پہنچ گئے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے شہر کے قریب پہنچ گئے اور واقدی کے خیال کے مطابق موسم سرما وہاں گزارا۔ جب کہ دیگر حضرات نے ان کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہاں کسی نے موسم سرما نہیں گزارا۔ واللہ اعلم۔

جریر کہتے ہیں اس سال عمرو بن العاص کا مصر میں انتقال ہوا اور محمد بن مسلمہ کا بھی اسی سال انتقال ہوا۔ عنقریب ہر ایک کے حالات زندگی بیان کریں گے۔ عمرو بن العاص کے بعد معاویہ نے مصر کی امارت ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو سونپی واقدی کہتے ہیں کہ وہ دو سال گورنر رہے۔ اسی سال یعنی تینتالیس ہجری میں خوارج اور کوفہ کے لشکر میں بڑا معرکہ واقع ہوا۔ اور وہ یہ کہ جیسا کہ گزر چکا ہے خوارج نے لوگوں کے خلاف بغاوت کا عزم مصمم کر لیا تھا تین سو کے لگ بھگ وہ جمع ہو گئے ان کا سالار مستور بن علقمہ تھا۔ مغیرہ بن شعبہ نے ان کے لئے تین ہزار کا ایک لشکر تیار کیا اور اس پر معقل بن قیس کو سالار مقرر کیا۔ معقل بن قیس روانہ ہوا اور اپنے آگے مقدمہ کے طور پر خوارج کی تعداد کے برابر تین سو سپاہی دے کر ابو الرواع کو بھیجا۔ ابوالرواع ان سے مذار کے مقام پر جا ملا۔ دونوں فریقوں میں زبردست لڑائی ہوئی خوارج نے ان کو شکست دی انہوں نے دوبارہ حملہ کیا تو خوارج نے ان کو دوبارہ مار بھگایا۔ لیکن دونوں جانب سے کوئی بھی قتل نہ ہوا اس کے بعد انہوں نے رزمگاہ میں اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور سالار لشکر معقل بن قیس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ معقل بن قیس دن کے آخری حصہ میں سورج غروب ہوتے وقت آئے، اترے اور ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ پھر ابوالرواع کی تعریف کی تو اس نے کہا، اے امیر ان کے حملے بہت سخت ہیں پس آپ لوگوں کی مدد کیجئے اور گھڑ سواروں کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے آگے لڑائی کریں معقل بن قیس نے کہا آپ کی رائے بہت اچھی ہے۔ معقل بن قیس کو یہ بات کہے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ خوارج نے معقل اور اس کے ساتھیوں پر یہ بھرپور حملہ کیا معقل کے بیشتر ساتھی بھاگ گئے۔

معقل بن قیس نے اس وقت پیادہ پا ہو کر کہا اے مسلمانوں قدم جماؤ، قدم جماؤ، اس پر گھڑ سوار اور بہادر لوگوں کی ایک جماعت جو لگ بھگ دو سو آدمی تھے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ جس میں ابوالرواع شاکری بھی تھے ان پر مستور بن علقمہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کیا لیکن انہوں نے نیزوں اور تلواروں سے اس کا استقبال کیا بقیہ فوج نے بعض سواروں کو آ کر تباہ کیا اور انہیں فرار پر ملامت کیا اس پر لوگ معقل کے پاس لوٹ آئے تو دیکھا کہ وہ اپنے چند مددگار ساتھیوں کے ساتھ بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ لوگ رات ہونے پر لوٹ آئے۔ معقل نے میمنہ، میسرہ کے اعتبار سے ان کی صفیں بنائیں اور ان کو منظم کیا اور کہا اپنی صفوں میں کھڑے رہو ادھر ادھر مت ہٹو یہاں تک کہ صبح ہو جائے پھر ہم حملہ کریں گے۔ جونہی صبح ہوئی خوارج پسپا ہو گئے اور جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ گئے۔ معقل ان کی تلاش میں نکلا اور اپنے آگے ابو الرواع کو چھ سو سپاہی دے کر بھیجا۔ ابوالرواع نے ان کو سورج طلوع ہوتے وقت جا لیا خوارج نے ان پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک مبارزت ہوتی رہی اس کے بعد یکجاں ہو کر حملہ کیا ابو

ابوالرواع اپنے ساتھیوں کو انتباہ کرنے لگا اور غیرت دلانے لگا اور فرار پر تنبیہ کرنے لگا اور صبر پر ابھارنے لگا انہوں نے بھی صبر کیا اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ خوارج کو ان کی کمین گاہوں کی طرف پسپا کر دیا جب خوارج نے یہ منظر دیکھا تو ان کو خوف دامن گیر ہوا کہ اگر معقل بن قیس آ پہنچا تو ان کے قتل عام سے کوئی مانع نہ ہوگا یہ سوچ کر وہ لشکر کے سامنے بھاگ کھڑے ہوئے اور دجلہ پار کرنے کے بعد نہر شیر کے علاقہ میں جا ٹھہرے۔ ابوالرواع نے ان کا تعاقب کیا معقل بن قیس بھی اس سے جاملا۔ خوارج نے مدینہ عتیقہ میں جا کر پناہ لی شریک بن عبید مدائن کے گورنر نے ان کی طرف کوچ کیا اور ابوالرواع بھی مقدمۃ الجیش کے طور پر ساتھیوں کے ساتھ ان سے جاملا۔ اس سال لوگوں نے مدینہ کے حاکم مروان بن الحکم کی اقتداء میں حج کیا۔

اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات......اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات میں سے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کا شجرہ نسب یہ ہے۔ عمرو بن العاص بن وائل بن ہشام بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی سہمی، کنیت ابوعبداللہ تھی جب کہ بعض کے نزدیک ابومحمد تھی۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے ایک تھے۔ حضرت عمرو بن العاص ہی کو کفار قریش نے نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ وہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو وطن واپس بھیج دے لیکن نجاشی نے اپنے عدل کے سبب ان کی بات نہ سنی۔ عمرو بن العاص نے اس بارے میں تقریر بھی کی اس نے اس بارے میں عمرو بن العاص کو نصیحت کی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ فتح مکہ سے چھ ماہ قبل مسلمان ہوئے اور اس وقت آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ العبدری بھی تھے۔ مسلمانوں کے سرداروں میں سے ایک تھے ذات السلاسل کے معرکہ میں آپ ہی امیر تھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کمک کے لئے ایک لشکر روانہ کیا جس کا سالار ابوعبیدہ تھے اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عمر فاروق بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو عمان کا عامل بھی بنا کر بھیجا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں آپ اسی منصب پر رہے اس کے بعد حضرت ابوبکر نے بھی ان کو برقرار رکھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں حدیث روایت کی قتیبہ نے اور ان کو ابن لھیعہ اور ان کو شرح بن عاھان نے اور ان کو عقبہ بن عامر نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ مسلمان ہوئے اور عمرو بن العاص ایمان لائے۔ اور یہ بھی فرمایا ہمیں روایت کیا اسحاق بن منصور نے اور ان کو ابواسامۃ اور ان کو نافع نے اور ان کو عمر الجمعی نے اور ان کو ابی ملیکہ نے کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک عمرو بن العاص قریش کے نیک لوگوں میں سے ہیں، ایک اور حدیث میں ہے عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں ایک اور حدیث میں ہے، کیا ہی اچھے گھر والے ہیں عبداللہ ام عبداللہ اور ابوعبداللہ، محدثین نے اس حدیث کو عمرو بن العاص کے فضائل میں ذکر کیا ہے پھر حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو دیگر امرائے لشکر کے ساتھ شام بھیجا اس طرح انہوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا۔ آپ آرائے سدیدہ، مواقف حمیدہ اور احوال سعیدہ کے حامل تھے۔ پھر حضرت عمر نے ان کو مصر بھیجا انہوں نے مصر فتح کیا اور گورنر بنے حضرت عثمان نے ان کو چار سال تک اس منصب پر برقرار رکھا پھر معزول کر دیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور مصر پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو عامل مقرر کیا اس کے بعد حضرت عمرو فلسطین میں گوشہ نشین ہو گئے اور ان کا دل حضرت عثمان کی طرف سے کسی قدر رنجیدہ تھا۔ جب حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے تو حضرت عمرو بن العاص حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ سارے معرکوں بشمول صفین وغیرہ میں شریک رہے جنگ صفین میں دو حاکموں میں سے ایک حضرت عمرو تھے حضرت معاویہ نے جب مصر محمد بن ابی بکر سے چھینا اور اپنے تسلط میں لیا تو حضرت عمرو بن العاص کو دوبارہ مصر کا گورنر مقرر کیا اس کے بعد وفات تک وہ اسی منصب پر رہے جو مشہور قول کے مطابق اسی سال یعنی تینتالیس ہجری میں ہوئی جب کہ ایک قول کے مطابق سینتالیس ہجری میں اور بعض کے نزدیک اڑتالیس ہجری میں اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک اکیاون ہجری میں ان کا انتقال ہوا حضرت عمرو بن العاص عرب کے چند بہادر، صاحب فراست اور ذی رائے لوگوں میں سے ایک تھے۔ ان سے بہت اچھی ضرب الامثال اور اشعار منقول ہیں۔ انہیں سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہزار ضرب الامثال یاد کیں۔ انہیں کا شعر ہے۔

جب انسان مرغوب کھانا نہیں چھوڑتا اور نہ سرکش دل کو روکتا ہے جہاں کا وہ ارادہ کرتا ہے اپنی خواہش کو پورا کیا اور بدنامی کا داغ لے کر رخصت ہوا جب اس کی مثالیں ذکر کی جائیں گی تو وہ منہ کو بھر دیں گی۔

امام احمد کہتے ہیں، ہمیں روایت کیا علی بن اسحاق نے اور ان کو عبداللہ یعنی ابن المبارک نے اور ان کو ابن لھیعہ نے اور ان کو یزید بن ابی حبیب نے اور ان کو عبدالرحمٰن بن شماسہ نے کہ انہوں نے کہا جب حضرت عمرو بن العاص پر حالت نزع طاری ہوئی تو وہ رونے لگے۔اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا آپ کیوں روتے ہیں کیا موت کے خوف سے؟ تو حضرت عمرو نے فرمایا بخدا نہیں بلکہ موت کے بعد جو کچھ ہے اس کی وجہ سے اس پر اس کے بیٹے نے کہا بیشک آپ بھلائی پر تھے پھر وہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور ان کی شام کی فتوحات یاد دلانے لگے۔اس پر حضرت عمرو نے کہا میں نے ان سے سب سے افضل یعنی شہادت توحید کو چھوڑا اور میں تین حالتوں میں رہا اور ہر حالت میں اپنے نفس کو پہچانا ہے۔

میں قریش کے سرکردہ کافروں میں سے ایک تھا اور رسول اللہ ﷺ کا بڑا سخت مخالف تھا اگر میں مر جاتا تو سیدھا جہنم میں پہنچتا پھر جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو تمام لوگوں سے بڑھ کر میں رسول اللہ ﷺ سے حیا کرنے والا تھا میں نے آنکھ پھیر کر رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور حیا کی وجہ سے نہ اپنی مرضی کے مطابق گفتگو کی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اللہ سے جا ملے۔اگر اس دن مر جاتا تو لوگ کہتے عمرو کو مبارک ہو اسلام لائے اور بھلائی پر رہے اس پر انتقال کر گئے ہم اس کے لئے جنت کی امید کرتے ہیں اس کے بعد ایک مدت تک امارت اور دیگر معاملات میں مصروف رہا میں نہیں جانتا کہ وہ میرے لئے فائدہ مند ہیں یا نقصان دہ۔جب میں مر جاؤں کوئی رونے والی مجھ پر نہ روئے اور نہ ہی کوئی مدح سرائی کرنے والا یا آگ میرے پیچھے آئے۔میرا تہبند کس دینا کہ میں جھگڑنے والا ہوں اور خوب اچھی طرح مجھ پر مٹی ڈال دینا۔

اس لئے کہ میرا دایاں پہلو بائیں پہلو سے زیادہ مٹی کا حقدار نہیں میری قبر میں نہ لکڑی رکھنا اور نہ پتھر، جب مجھ پر مٹی ڈال چکو تو اونٹ کے ذبح کرنے کے بقدر میرے پاس بیٹھے رہنا تاکہ میں تم سے انسیت حاصل کر سکوں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث اپنی صحیح میں یزید بن ابی حبیب کی سند سے ذکر کی ہے البتہ اس میں کچھ زیادتی بھی ہے جس میں ان کا یہ قول بھی ہے تاکہ میں تم سے انسیت حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ میں اپنے رب عز وجل کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد اس نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کہنے لگا، اے اللہ تو نے حکم دیا مگر ہم نے نافرمانی کی تو نے روکا مگر ہم نہ رکے تیری معافی کے سوا ہمارا کوئی سہارا نہیں۔اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے گردن میں طوق کی جگہ پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے اللہ مجھ میں قوت نہیں پس آپ میری مدد کیجئے میں بری نہیں اس لئے معذرت کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کو پسند کرتا ہوں بلکہ مغفرت طلب کرتا ہوں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ان کلمات کو دھراتے رہے یہاں تک کہ رحلت فرما گئے۔

محمد بن مسلمہ انصاری......مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ سے پہلے مسلمان ہوئے۔بدر اور دیگر غزوات میں سوائے تبوک کے شریک رہے۔غزوہ تبوک میں ایک قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں آپ کو نائب مقرر کیا تھا جب کہ بعض نے کہا ہے کہ قرقرۃ الکدر میں نائب مقرر کیا تھا ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تھا یہ بھی بعض حضرات کا خیال ہے کہ مرحب یہودی کو خیبر کے دن قتل کرنے والے وہی ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے تقریباً پندرہ معرکوں میں امیر مقرر کیا نیز آپ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے جنگ جمل وصفین اور دیگر اس جیسی جنگوں میں گوشہ نشینی اختیار کی۔لکڑی کی ایک تلوار بنالی تھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس کا حکم دیا تھا مقام رندہ کی طرف چلے گئے تھے۔سردار صحابہ میں سے حضرت محمد بن مسلمہ تھے آپ حضرت عمر کے گورنر کی طرف ایلچی تھے اور انہیں کے حکم سے آپ صحابہ کے ان اختلاف سے جدا رہے آپ نے بہت معرکے سرانجام دیئے اور دیانت وامانت کا سرچشمہ تھے۔رضی اللہ عنہ

حضرت عمر نے ان کو جہینہ کے صدقات پر عامل مقرر کیا تھا ان کی وفات کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ چھیالیس یا سینتالیس ہجری میں ہوئی جب کہ بعض کے نزدیک اس کے علاوہ کسی اور سال ان کی وفات ہوئی ستر سال سے زیادہ عمر ہو چکی تھی دس بیٹے اور چھ بیٹیاں چھوڑیں۔بہت زیادہ گندمی رنگ، طویل قامت تھے اور سر کا اگلا حصہ گنجا تھا۔

اسی سال عبداللہ بن سلام ابو یوسف اسرائیلی کا انتقال ہوا جو یہود کے بڑے علماء میں سے ایک تھے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اور لوگوں کے ساتھ میں بھی حضور اکرم کی زیارت کے لئے آیا۔جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔پہلی بات جو میں نے آپ علیہ السلام سے سنی وہ آپ کا یہ قول تھا 'اے لوگو سلام کو

پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ہجرت کی ابتداء میں ہم ان کے اسلام لانے کا ذکر اور جو کچھ آپ علیہ السلام نے ان سے اچھے اور مفید سوال کئے ان کا ذکر بیان کر آئے ہیں۔ ان صحابہ میں سے ہیں جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی گواہی دی اور جن کا جنت میں داخل ہونا یقینی ہے۔

آغاز چوالیس ہجری

اس سال عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا اور موسم سرما وہیں گزارا۔ اسی سال سمندر میں بسر بن ابی ارطاۃ نے جہاد کیا۔

اسی سال عبداللہ بن عامر کو بصرہ سے حضرت معاویہ نے معزول کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ بصرہ میں دنگا فساد ہوتا تھا اور آپ نرم طبیعت کے حامل تھے جب کہ بعض کا خیال ہے کہ وہ چوروں کا ہاتھ نہیں کاٹتا تھا اور لوگوں سے نرمی سے پیش آتا تھا عبداللہ بن ابی اوفی جو ابن الکوا کے نام سے مشہور تھے بصرہ گئے اور حضرت معاویہ سے اس کی شکایت کی اس پر معاویہ نے ابن عامر کو بصرہ سے معزول کر دیا اور حارث بن عبداللہ ازدی کو گورنر مقرر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو کہلا بھیجا کہ وہ ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوں۔ ابن عامر حضرت معاویہ کے پاس دمشق حاضر ہوئے حضرت معاویہ نے ان کا اکرام کیا اور ان کو ان کے منصب پر لوٹا دیا جب رخصت کرنے لگے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا تین چیزیں میں تم سے مانگتا ہوں پس تم جواب میں کہو گے کہ یہ تمھاری ہے اور میں ام حکیم کا بیٹا ہوں میرا منصب مجھے لوٹا دو اور غصہ نہ کرو ابن عامر نے کہا میں نے ایسا ہی کیا معاویہ نے کہا عرفہ میں جو کچھ تمھارا ہے مجھے ھبہ کر دو۔ ابن عامر نے کہا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ معاویہ نے کہا مکہ میں جو تمھارے مکانات ہیں مجھے ھبہ کر دو۔ ابن عامر نے کہا میں نے ایسا ہی کیا اس پر حضرت معاویہ نے کہا میں نے تم سے صلح رحمی کی اس کے بعد ابن عامر نے کہا اے امیر المومنین میں بھی تین چیزیں طلب کرتا ہوں پس آپ کہیں یہ تیری ہے اور میں ھند کا بیٹا ہوں ابن عامر نے کہا میرا عرفہ والا مال مجھے لوٹا دو، معاویہ نے کہا میں نے ایسا ہی کیا ابن عامر نے کہا میرا محاسبہ نہ کیجئے نہ امارت کا، نہ مالدار کا، معاویہ نے کہا میں نے ایسا ہی کیا ابن عامر نے کہا اپنی بیٹی ھند کا مجھ سے نکاح کر دیجئے حضرت معاویہ نے کہا میں نے ایسا ہی کیا کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ نے اس کو ان تین چیزوں اور بصرہ کی امارت کے درمیان اختیار دیا تھا لیکن انہوں نے ان تین چیزوں کو اختیار کیا اور بصرہ کی امارت سے علیحدگی اختیار کر لی ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت معاویہ نے زیاد ابن ابیہ سے استلحاق کیا اور اسے ابوسفیان سے ملا دیا پس منظر اس کا یہ ہے کہ ایک شخص نے گواہی دی کہ ابوسفیان نے اقرار کیا تھا کہ اس نے زیاد کی والدہ سمینہ سے زمانہ جاھلیت میں زنا کیا تھا جس کی وجہ سے اس کو حمل ہو گیا اور یہ زیاد اسی حمل سے ہے۔ جب حضرت معاویہ نے اس سے استلحاق کر لیا تو انہیں زیاد بن ابی سفیان کہا جانے لگا۔ حضرت حسن بصری اس استلحاق کو رد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کو سنگسار کیا جائے گا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہمیں ہیثم نے روایت کی اور ان کو خالد نے اور وہ ابوعثمان سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، جب زیاد نے دعویٰ کیا تو میں ابوبکرہ سے ملا اور کہا یہ تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ میں نے سعد بن ابی وقاص کو کہتے سنا ہے میرے دونوں کانوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا، جس نے زمانہ اسلام میں اپنے باپ کے علاوہ کسی کے باپ ہونے کا دعویٰ کیا حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو جنت اس پر حرام ہے۔ یہ سن کر ابوبکرۃ کہنے لگے، میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے امام بخاری اور مسلم رحمہ اللہ نے ابوعثمان کے طریق سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ کے نزدیک ابوبکرہ کا اصل نام نفیع ہے اور ان کی والدہ بھی سمیہ ہیں۔ اس سال لوگوں نے حضرت معاویہ کی سرکردگی میں حج کیا اور اس سال حضرت معاویہ نے شام میں حجرہ بنایا اور اس کی مثل مروان نے مدینہ میں حجرہ بنایا۔

اسی سال ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان دار آخرت کو رخصت ہوئیں ان کا اصل نام رملہ تھا حضرت معاویہ کی ہمشیرہ تھیں۔ ابتداء میں ہی اسلام لائیں۔ اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں ان کے شوہر نصرانی ہو گئے جب کہ حضرت ام حبیبہ اپنے دین پر قائم

رہیں۔رضی اللہ عنہا حبیبہ ان سے عبداللہ بن جحش کی سب سے بڑی اولاد ہیں جن کی ولادت حبشہ میں ہوئی جب کہ بعض کا خیال ہے کہ مکہ میں ہجرت سے قبل ولادت ہوئی ان کے شوہر کا انتقال وہیں ہوا۔لعنۃ اللہ وقبحہ۔

جب بیوہ ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا۔نجاشی نے ام حبیبہ کی شادی آپ علیہ السلام سے کر دی۔حضرت خالد بن سعید بن العاص نے عقد کا انتظام کیا۔نجاشی نے آپ علیہ السلام کی طرف سے حضرت ام حبیبہ کو چار سو دینار بطور مہر ادا کئے اور سات ہجری میں آپ کو حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا گیا جب فتح مکہ والے سال ان کے باپ آئے تا کہ ان کی ازدواجی زندگی کو دیکھ سکیں۔تو حضرت ام حبیبہ نے رسول اللہ ﷺ کا بستر لپیٹ دیا میں نہیں جانتا کہ تجھے مجھ سے زیادہ یہ بستر پیارا ہے یا میں بستر سے زیادہ تجھے محبوب ہوں؟ اس پر انھوں نے فرمایا نہیں بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تم ایک مشرک آدمی ہو۔اس پر ان کے باپ نے ان سے کہا،بخدا میری بیٹی! تو میرے بعد شر میں مبتلا ہو گئی ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سادات امہات المومنین میں سے تھیں اور بہت زیادہ عبادت گزار اور پرہیز گار تھیں۔محمد بن عمر واقدی کہتے ہیں ہمیں ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ نے روایت کیا اور ان کو عبدالمجید بن سہیل نے اور ان کو عوف بن حارث نے روایت کیا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا مجھے ام حبیبہ نے اپنی موت کے وقت بلایا اور کہا ہمارے درمیان کبھی کبھار سوکنوں والی کھینچا تانی ہوا جایا کرتی تھی۔میں نے اس پر کہا اللہ مجھے اور آپ کو معاف فرمائے یہ سن کر حضرت ام حبیبہ نے کہا تو نے مجھے خوش کیا اللہ تجھے خوش کرے۔انہوں نے حضرت ام سلمہ کو بھی کہلا بھیجا انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔

آغاز پینتالیس ہجری

اس سال حضرت معاویہ نے حارث بن عبداللہ ازدی کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور پھر چار ماہ بعد معزول کر دیا اور زیاد کو عامل مقرر کیا وہ کوفہ آئے۔کوفہ میں اس وقت مغیرہ بن شعبہ عامل تھے زیاد کوفہ ٹھہرے تا کہ معاویہ کا قاصد بصرہ کی ولایت کا پروانہ لے کر اس کے پاس آئے مغیرہ نے سمجھا کہ وہ کوفہ کی امارت کے لئے آئے ہیں اس لئے انہوں نے وائل بن حجر کو بھیجا تا کہ وہ ان کی خبر لے آئے وائل بن حجر ان کے پاس آئے ان سے ملے لیکن کوئی پوچھ گچھ نہ کر سکے اسی اثناء میں قاصد زیاد کے بصرہ کی طرف کوچ کا پروانہ لے کر آ گیا امیر المومنین نے اس کو بجستان،خراسان پر عامل مقرر کیا تھا بعد میں ہندوستان،بحرین اور عمان بھی اس کو دیدیئے گئے۔زیاد بصرہ یکم جمادی الاول کو داخل ہوئے تو انہوں نے کھلے عام فسق دیکھا اس لئے لوگوں کو پہلا خطبہ دیتے ہوئے کہا اے لوگو! گویا تم نے سنا ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اطاعت کے لئے کیا اجر رکھا ہے اور اہل معصیہ کے لئے کیا عذاب رکھا ہے تم اس شخص کی طرح ہو جس کی پیشانی کو دنیا نے کھٹکھٹایا ہو اور شہوات نے اس کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہو اور وہ فانی دنیا کو آخرت کے بدلہ میں لے چکا ہو پھر اس کے بعد مسلسل سرکاری احکامات نافذ کرتے رہے۔تلوار ننگی رکھتے یہاں تک کہ لوگ بہت زیادہ ڈرنے لگے اور کھلے معاصی جن میں وہ پڑے ہوئے تھے وہ چھوڑ دیئے زیاد نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بھی مدد لی۔حضرت عمران بن حصین کو بصرہ کے عہد قضاء پر مامور کیا۔حکم بن عمرو غفاری کو خراسان پر گورنر مقرر کیا۔اور سمرۃ بن جندب عبدالرحمٰن بن سمرۃ اور انس بن مالک کو بھی عامل مقرر کیا زیاد بہت زیادہ صاحب بصیرت اور بارعب تھے بہت زیادہ فصیح و بلیغ اور قادر الکلام تھے۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کسی بھی خطیب کو نہیں سنا کہ جو بولا اور بہت اچھا بولا مگر میں نے چاہا کہ وہ خاموش ہو جائے اس ڈر سے کہ کہیں غلطی نہ کر جائے سوائے زیاد کے کہ وہ جب بھی بولا تو اچھا ہی بولتا گیا۔حضرت عمر بن خطاب کے ہاں ایک مقام رکھتے تھے اس سال حکم بن عمرو نائب زیاد نے خراسان میں جبل الاسل پر زیاد کے حکم سے جہاد کیا۔قتل عام کیا اور بہت زیادہ اموال غنیمت کے طور پر حاصل کئے زیاد نے اسے لکھا،امیر المومنین کا مراسلہ پہنچا ہے کہ تمام سونا چاندی اس کے لئے منتخب کر لیا جائے لہٰذا تم اس مال غنیمت میں سے سارا سونا چاندی بیت المال کے لئے جمع کرلو۔حکم بن عمرو نے لکھا بیشک اللہ کی کتاب امیر المومنین کے مراسلہ پر مقدم ہے اور بیشک اگر زمین اور آسمان

بھی اگر کسی کے دشمن بن جائیں اور وہ اللہ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ کھول دیں گے پھر لوگوں کو پکار کر کہا مال غنیمت کو صبح ہوتے ہی اپنی غنیمت تقسیم کرلو۔ اس طرح اس نے مال غنیمت ان کے درمیان تقسیم کر دیا اور زیاد کی اس کے معاویہ کی طرف سے بھیجے ہوئے مراسلہ میں مخالفت کی اور خمس نکالا جیسا کہ اللہ اور رسول کا حکم ہے اس کے بعد حکم نے کہا اگر آپ کے پاس میرے لئے خیر ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لیجئے۔ خراسان میں مرو کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا رضی اللہ عنہ ابن جریر کہتے ہیں لوگوں نے اس سال مروان بن الحکم کی سربراہی میں حج کیا جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے۔

اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات...... اس سال زید بن ثابت انصاری کا انتقال ہوا جو کاتبین وحی میں سے ایک تھے سیرت کے آخر میں کاتبین وحی کے تذکرہ میں ہم نے ان کے حالات زندگی بیان کئے ہیں یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کے حکم سے شام کا اصل مصحف لکھا، میرے دیکھے ہوئے نسخوں میں اس کا خط سب سے اچھا ہے۔ حضرت زید بن ثابت بہت زیادہ ذکی لوگوں میں سے ایک تھے یہود کی زبان اور کتابت پندرہ دنوں میں سیکھی۔ ابوالحسن بن براء کہتے ہیں کسریٰ کے قاصد سے اٹھارہ دنوں میں فارسی سیکھی اور حبشی، رومی، اور قبطی زبان رسول اللہ ﷺ کے خادموں سے سیکھی۔ واقدی کہتے ہیں سب سے پہلے غزوہ خندق میں شرکت کی اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ احمد اور نسائی کی حدیث میں روایت کردہ ہے کہ صحابہ میں سب سے زیادہ فرائض کا علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں عمر بن خطاب نے مذہب قضا پر بھی مقرر کیا تھا۔ مسروق کہتے ہیں زید بن ثابت راسخ فی العلم لوگوں میں سے تھے، محمد بن عمر، ابوسلمہ سے نقل کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن عباس سے کہ ایک دفعہ انہوں نے زید بن ثابت کے لئے رکاب پکڑی تو زید بن ثابت نے فرمایا، پرے ہٹ جاؤ اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اس پر حضرت ابن عباس نے کہا نہیں ہم اپنے بڑوں اور علماء کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اعمش ثابت بن عبید سے نقل کرتے ہیں کہ زید بن ثابت جب گھر میں ہوتے تو سب سے زیادہ ہنس مکھ ہوتے اور جب لوگوں میں سے نکلتے تو سب سے زیادہ عہد کے پابند تھے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں زید بن ثابت نماز کے لئے نکلے لیکن جب لوگوں کو نماز سے لوٹتے دیکھا تو ان سے چھپ گئے اور فرمایا جو لوگوں سے نہیں شرماتا وہ اللہ سے بھی نہیں شرماتا۔ اسی سال ان کا انتقال ہوا جب کہ بعض کا خیال ہے کہ پچپن ہجری میں ان کا انتقال ہوا صحیح قول پہلا ہے ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابن عباس نے فرمایا بیشک آج بہت بڑے عالم دنیا سے رخصت ہو گئے اور حضرت ابوھریرہ نے فرمایا اس امت کا متبحر عالم رخصت ہو گیا۔

اسی سال سلمۃ بن سلامہ بن وقش ستر سال کی عمر میں انتقال فرما گئے غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے نیز عاصم بن عدی کا بھی اسی سال انتقال ہوا۔ بدر کی طرف نکلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو قبا اور مدینہ کے عالی حصہ پر نائب مقرر کیا تھا۔ احد اور بعد کے غزوات میں شرکت کی ایک سو پچیس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ان کو اور مالک بن دخشم کو آنحضرت ﷺ نے مسجد ضرار کی طرف بھیجا اور انہوں نے اس کو جلا دیا اسی سال حفصہ بنت عمر بن خطاب ام المومنین کا انتقال ہوا، حضور کریم ﷺ سے پہلے خنیس بن حزافہ سہمی کے نکاح میں تھیں ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کی بدر کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ جب ان کی عدت گزر گئی تو ان کے والد نے حضرت عثمان کو نکاح کے لئے پیش کش کی اس سے پہلے حضرت عثمان کی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ انتقال فرما چکی تھی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو پیش کش کی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح بھیجا اور حضرت حفصہ سے نکاح ہو گیا۔ حضرت عمر نے بعد میں حضرت ابوبکر پر عتاب کیا تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں جناب رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ نکاح نہ کرتے تو میں کر لیتا۔ اور ہم حدیث میں بیان کر آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دی تھی پھر بعد میں رجوع کر لیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل نے مراجعت کا حکم دیا تھا اور فرمایا'' وہ بہت روزہ دار اور عبادت گزار ہیں اور یہ آپ کی جنت میں زوجہ ہیں۔ جمہور کا اجماع ہے کہ ان کا انتقال اسی سال شعبان میں ساٹھ سال کی عمر میں ہوا''۔ جب کہ بعض کا خیال ہے کہ حضرت عثمان کے عہد میں انتقال ہوا۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

۴۶ھ کے واقعات

آغاز چھیالیس ہجری......اسی سال مسلمانوں نے اپنے امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کی قیادت میں بلاد روم میں موسم سرما گزارا۔بعض کا کہنا ہے کہ کوئی اور امیر تھے واللہ اعلم اس سال لوگوں نے حج معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں کیا شہروں پر وہی لوگ امیر تھے جن کا ذکر بیان ہو چکا ہے اس سال وفات پانے والوں میں سے ایک سالم بن عمیر بھی تھے جوان رونے والوں میں سے تھے جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے۔سراقہ بن مالک جو بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے تھے اسی سال رحلت فرما گئے۔

عبدالرحمٰن بن خالد......قرشی اور مخزومی تھے۔اپنے باپ کی طرح مشہور جنگجو اور جانے پہچانے بہادر لوگوں میں سے تھے۔اپنی بہادری اور شجاعت کے سبب بلاد شام میں بہت اثر ورسوخ حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ حضرت معاویہ بھی ان سے ڈرنے لگے زہر کی وجہ سے موت واقع ہوئی۔رحمۃ اللہ واکرم مثواہ۔ابن منذر اور ابونعیم اصفہانی کا کہنا ہے،رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ابن عساکر نے ابوعمر کے طریق سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن قیس نے حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ الحجامۃ بین الکتفین کی حدیث نقل کی ہے۔امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے یعنی مرسل،کعب بن جعیل ان کی اور ان کے دونوں بھائیوں مہاجر اور عبداللہ کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے زبیر بن بکار کہتے ہیں۔اہل شام میں بہت اثر ورسوخ رکھتے تھے صفین میں حضرت معاویہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ابن سمیع کہتے ہیں معاویہ کے عہد میں موسم گرما میں خوراک کے منتظم بنے اور حضرت معاویہ کا دفاع کیا۔ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو ابن اثال کہا جاتا تھا اور ذمیوں کا حمص میں سردار تھا اس نے حضرت عبدالرحمٰن کو ایک گھونٹ پلایا جس میں زہر تھا اسی سے اس کا انتقال ہوا۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا معاویہ کے ان کو حکم دینے سے ہوا تھا لیکن یہ صحیح نہیں۔کسی کا ان کی شان میں کہا گیا مرثیہ درج ذیل ہے۔

تمہارا باپ وہ شخص ہے جس نے لشکر کو جوش دلاتے ہوئے روم کی طرف قیادت کی جب اہل فارس نے خراج دیدیا کتنے ہی
نوجوان ہیں کہ جن کو تو نے ہلکی نیند کے بعد بیدار کیا لگام کو کھینچ کر جب کہ وہ مڑا ہوا اونگھ رہا تھا۔
دو صفیں کبھی برابر نہیں ہو سکتیں ایک خالد کی صف اور دوسری دمشق سے ان پرٹوپیوں کی صف۔

علماء سیر نے ذکر کیا ہے خالد بن عبدالرحمٰن بن خالد مدینہ آئے تو عروۃ بن زبیر نے ان سے کہا ابن اثال نے کیا کیا،وہ خاموش رہے پھر حمص لوٹے اور ابن اثال پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور کہا میں اس کی طرف سے تیرے لئے کافی ہو گیا ہوں لیکن ابن جریر نے کیا کیا تھا اس پر عروہ اور محمد بن مسلمہ ایک قول کے مطابق خاموش ہو گئے تفصیل گزر چکی ہے۔

ھرم بن حبان العبدی......عمر بن خطاب کے گورنر میں سے ایک تھے اویس قرنی سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔نہایت عقلمند اور اہل علم لوگوں میں سے تھے کہا جاتا ہے کہ جب ان کو دفن کیا گیا تو بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور صرف انہی کی قبر کو سیراب کیا اور اسی وقت وہاں گھاس اُگ آئی۔واللہ اعلم۔

۴۷ھ کے واقعات

آغاز سینتالیس ہجری......اسی سال مسلمانوں نے بلاد روم میں موسم سرما گزارا۔حضرت معاویہ نے اسی سال عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مصر کی امارت سے معزول کر دیا اور معاویہ بن خدیج کو گورنر مقرر کیا۔اس سال لوگوں نے عتبہ کی سرکردگی میں ایک اور قول کے مطابق عنبسہ بن ابو سفیان کی سرکردگی میں حج کیا۔واللہ اعلم۔

اس سال وفات پانے والی شخصیات

قیس بن عاصم المنقری .... زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں سردار تھے ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں شراب اپنے اوپر حرام کی تھی۔ سبب یہ تھا کہ ایک دن وہ نشہ کی حالت میں تھے کہ ایک محرم عورت سے چھیڑ چھاڑ کی تو وہ بھاگ گئی جب صبح ہوئی تو ان سے یہ بات ذکر کی گئی تو اس پر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

میں نے شراب کو سرتا پا نقص پایا اور اس میں ایسی قبیح چیزیں ہیں جو ایک شریف آدمی کو رسوا کر دیتی ہیں اللہ کی قسم میں اس کو زندگی بھر کبھی نہ پیوں گا اور نہ ہی اس کے ذریعے کسی بیمار کی دوا کروں گا۔

وفد بنی تمیم کے ساتھ اسلام لائے بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دیہات والوں کے سردار ہیں، سخی مہربان اور ہر دل عزیز تھے، انہی کی تعریف میں شاعر نے یہ شعر کہا۔

قیس کی موت محض ایک آدمی کی موت نہ تھی بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہوگئی۔

اصمعی کہتے ہیں میں نے عمرو بن العلاء اور ابوسفیان بن العلاء کو کہتے سنا، احنف بن قیس سے کہا گیا کہ تو نے حلم کس سے سیکھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ قیس بن عاصم منقری سے۔ ہم فیصلے کے لئے ان کی طرف اس طرح رجوع کرتے تھے جیسا کہ فقہاء کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ایک دن ہم اس کے پاس تھے وہ صحن میں ایک چادر کا حبوہ باندھ کر بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ لوگ آئے ان میں مقتول تھا اور دوسرے کی مشکیں کسی ہوئی تھیں آکر انہوں نے کہا یہ تمھارا بیٹا ہے جو کہ تمھارے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ قیس بن عاصم کہتے ہیں کہ بخدا اس نے حبوہ نہیں کھولا تھا کہ معاملے سے نبٹ گیا پھر اپنے ایک بیٹے کے پاس گئے جو مسجد میں تھے ان سے کہا اپنے عمزاد کو چھوڑ دے اور بھائی کو دفن کر اور اس کی ماں کو سو اونٹ دے اس لئے کہ وہ پردیسن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے بیٹے اس کے گرد بیٹھ گئے جن کی تعداد بتیس تھی اس نے بیٹوں سے کہا۔ اپنے میں سے سب سے بڑے کو سردار بناؤ تاکہ تم اپنے باپ سے آگے نکل جاؤ اور چھوٹے کو سردار مت بنانا ورنہ تم ساتھیوں کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے اور تم پر لازم ہے مال اور اس کا کمانا کیوں کہ یہ بہت اچھی چیز ہے جس کو ایک کریم آدمی ہبہ کرتا ہے اور اس کے ذریعے کمینے سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے مانگنے سے ہر حال میں بچنا کیوں کہ یہ آدمی کی گھٹیا ترین کمائی ہے۔ مجھ پر نوحہ نہ کرنا اس لئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا اور مجھے وہاں دفن نہ کرنا جہاں علم بکر بن وائل ہو اس لئے کہ میری ان سے زمانہ جاہلیت میں دشمنی رہی ہے انہی کی شان میں شاعر کے یہ اشعار درج ذیل ہیں۔

تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو اے قیس بن عاصم اور اس کی رحمت جب تک وہ رحمت بھیجنا چاہے یہ اس شخص کا سلام ہے جس پر تو نے احسان کیا اور جب اس کی مثل کا ذکر کیا جائے تو وہ منہ بھردے قیس کی موت محض ایک آدمی کی موت نہ تھی بلکہ یہ ایک قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہوگئی۔

۴۸ھ کے واقعات

آغاز اڑتالیس ہجری .... اسی سال مسلمانوں نے ابوعبدالرحمٰن کی قیادت میں بلاد انطاکیہ میں موسم سرما گزارا، اور عقبہ بن عامر نے اہل مصر کے ساتھ سمندر میں جہاد کیا لوگوں نے اس سال گورنر مدینہ مروان بن الحکم کی سرکردگی میں حج کیا۔

۴۹ھ کے واقعات

آغاز انچاس ہجری......اس سال یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر جہاد کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے ان کے ساتھ سادات صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی جن میں ابن عمر و ابن عباس ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری بھی تھے صحیح بخاری میں یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پہلا لشکر کہ جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا سب کے سب بخشے ہوئے ہیں یہی وہ لشکر ہے جس نے سب سے پہلے اس شہر پر جہاد کیا لیکن جونہی اس شہر کے قریب پہنچے تو مارے تھکاوٹ کے ان کا برا حال ہو چکا تھا اسی جہاد میں ابو ایوب خالد بن زید انصاری کا انتقال ہوا۔ البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس جہاد میں نہیں بلکہ اس کے بعد اکیاون، باون یا ترپن ہجری میں انتقال ہوا جیسا کہ عنقریب تفصیل سے ذکر آئیگا۔ اسی سال معاویہ نے مروان کو مدینہ کی امارت سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ سعید بن العاص کو گورنر مقرر کیا سعید بن العاص نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کو مدینہ کا منصب قضاء سپرد کیا۔ اس سال مالک بن ھبیرہ فزاری نے ارض روم میں موسم سرما گزارا اسی سال فضالہ بن عبید نے جہاد کیا اور وہاں موسم سرما گزارا اور شہر کو فتح کر لیا اور بہت زیادہ مال غنیمت حاصل کیا اور اسی میں عبداللہ بن کرز کی گرما گرمی جنگ ہوئی۔ اسی سال کوفہ میں طاعون پھیلا اور مغیرہ وہاں سے بھاگ کر نکل آئے جب طاعون ختم ہوا تو واپس کوفہ لوٹے لیکن ان پر طاعون کا حملہ ہوا جس میں ان کا انتقال ہو گیا لیکن صحیح قول یہ ہے کہ ان کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی جیسا کہ آگے آئے گا۔ اس کے بعد معاویہ نے بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ بھی زیاد کے سپرد کر دیا حضرت معاویہ ہی نے سب سے پہلے زیاد کے لئے بصرہ اور کوفہ جمع کئے زیاد کوفہ میں چھ ماہ اور بصرہ میں چھ ماہ گزارتا تھا بصرہ میں اس کا نائب سمرۃ بن جندب ہوتا تھا اسی سال لوگوں نے سعید بن العاص کی سربراہی میں حج کیا۔

اسی سال رحلت فرمانے والی شخصیات کا ذکر خیر

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب......ابو محمد قرشی ہاشمی رسول اللہ ﷺ کے نواسے آپ علیہ السلام کی بیٹی فاطمۃ الزہرہ کے بیٹے اور گلدستے تھے۔ اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ آپ علیہ السلام کے چہرہ سے مشابہ تھے۔ نصف رمضان تین ہجری میں ولادت ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے اپنے لعاب سے ان کی تحنیک کی اور حسن نام رکھا۔ اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے رسول اللہ ﷺ آپ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ ان کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے تھے جب کہ وہ چھوٹے تھے بسا اوقات ان کی زبان چوستے گلے لگاتے اور خوش طبعی سے پیش آتے اور بسا اوقات حضرت حسن آتے اور رسول اللہ ﷺ نماز میں سجدہ کی حالت میں ہوتے تو حضرت حسن ان کی کمر پر چڑھ جاتے آپ علیہ السلام اس حالت میں رہتے اور ان کی وجہ سے سجدہ لمبا کر دیتے اور بسا اوقات ان کے ساتھ منبر پر بیٹھتے اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن اور حسین کو لڑکھڑاتے دیکھا تو آپ علیہ السلام ان کی طرف آئے گود میں لیا اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ''انما اموالکم و اولادکم فتنۃ'' میں نے ان دونوں کو لڑکھڑاتے دیکھا تو میں قابو نہ رکھ سکا اور ان کی طرف اتر گیا، پھر فرمایا بیشک تم اللہ کی رحمت ہو تمھاری تعظیم کی جاتی ہے اور تم سے محبت کی جاتی ہے صحیح بخاری میں ابی عاصم سے منقول ہے اور وہ عمر بن سعید بن ابی حسین سے اور وہ ابن ابی ملیکہ سے اور وہ عقبہ بن حارث سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے چند دن بعد حضرت ابو بکر نے ان کو عصر کی نماز پڑھائی پھر وہ نکلے حضرت علی بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے انہوں نے حضرت حسن کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو اسے گلے لگا لیا اور کہنے لگے ''ارے میرے باپ قربان ہوں آپ نبی کریم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں۔''

راوی کہتے ہیں کہ اس دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے سفیان ثوری اور دیگر حضرات نے روایت کیا ہے کہ ہمیں روایت کیا وکیع نے اور ان کو اسماعیل بن ابی خالد نے روایت کیا کہ میں نے ابو جحیفہ کو کہتے ہوئے سنا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا حسن بن علی رضی اللہ عنہ ان سے مشابہ تھے

بخاری اور مسلم نے یہ حدیث اسماعیل بن ابی خالد کے طریق سے نقل کی ہے وکیع کہتے ہیں کہ اسماعیل نے ابی جحیفہ سے صرف یہی حدیث سنی ہے احمد کہتے ہیں ہمیں ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا انہوں نے زمعہ سے اور وہ ابن ابی ملیکہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا فاطمہ حسن بن علی کے لئے چٹکی بجاتیں، اور کہتی تھیں میرے باپ قربان ہوں اس پر جو نبی کریم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں۔

عبدالرزاق اور دیگر حضرات نے معمر سے نقل کیا ہے اور وہ زہری سے اور وہ انس سے نقل کرتے ہیں کہ حسن بن علی ان سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے مشابہ ہیں احمد نے عبدالرزاق سے ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے احمد کہتے ہیں ہمیں حجاج نے روایت کیا اور ان کو اسرائیل نے اور وہ ابواسحاق سے نقل کرتے ہیں اور وہ ھانی سے اور وہ علی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حسن سینہ سے سر تک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ ہیں اور حسین سینہ سے نیچے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ ہیں امام ترمذی نے اسرائیل کے طریقے سے یہ حدیث ذکر کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں ہمیں روایت کیا، قیس نے اور وہ ابواسحاق سے نقل کرتے ہیں اور وہ ہانی بن ہانی سے اور وہ علی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حسن لوگوں میں سب سے زیادہ چہرہ سے ناف تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہیں اور حسین لوگوں میں سب سے زیادہ ناف سے نیچے رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے ابن عباس اور ابن زبیر سے منقول ہے کہ حسن بن علی رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے امام احمد کہتے ہیں ہمیں حازم بن فضیل روایت کرتے ہیں اور وہ معمر سے اور وہ اپنے باپ سے کہ انہوں نے کہا میں نے اباتمیمہ کو ابوعثمان کے واسطے سے اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ مجھے لیتے تھے اور اپنی ران پر بٹھا لیتے اور پھر حسین کو لیتے تھے اور دوسری ران پر بٹھا لیتے تھے اور پھر اپنے سے ملا لیتے اور پھر کہتے اے اللہ ان پر رحم فرما کہ میں بھی ان پر رحم کرتا ہوں بخاری نے بھی مہدی سے ایسا ہی روایت کیا ہے اور انہوں نے محمد بن فضیل سے جو حازم کے بھائی ہیں روایت کیا نیز علی بن المدینی نے اور وہ یحییٰ قطان سے اور وہ سلیمان تیمی سے اور اباتمیمہ سے اور وہ ابی عثمان سے اور وہ اسامہ سے نقل کرتے ہیں نیز موسیٰ بن اسماعیل اور مسدد کے واسطے سے بھی بخاری نے ذکر کی ہے اور وہ دونوں معمر سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ ابی عثمان سے اور وہ اسامہ سے نقل کرتے ہیں اس روایت میں ابوتمیمہ کا ذکر نہیں واللہ اعلم۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان دونوں سے محبت کیجئے'' شعبہ نے عدی بن ثابت کے واسطے سے براء بن عازب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب کہ حسن بن علی ان کے کندھے پر تھے اور آپ فرما رہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت کیجئے۔ امام بخاری اور مسلم نے شعبہ کے واسطے سے نقل کیا ہے علی بن جعد نے فضیل بن عدی سے نقل کیا ہے اور وہ براء سے نقل کرتے ہیں جس میں یہ اضافہ ہے جس نے اس سے محبت کی میں نے اس سے محبت کی۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے امام احمد کہتے ہیں ہمیں روایت کیا سفیان بن عینیہ نے اور وہ عبیداللہ بن ابی یزید سے نقل کرتے ہیں اور وہ نافع بن جبیر بن مطعم سے اور وہ ابوہریرہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے حسن بن علی کے بارے میں کہا ہے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس آپ اس سے محبت کیجئے اور اس سے بھی جو اس سے محبت کرے۔

مسلم نے یہ حدیث احمد سے نقل کی ہے اور امام مسلم بخاری نے شعبہ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ احمد کہتے ہیں کہ ہمیں روایت کیا ہے ابوالنصر نے اور انہوں نے ورقاء سے اور انہوں نے عبیداللہ بن یزید سے اور انہوں نے نافع بن جبیر سے اور وہ ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں مدینہ کے ایک بازار میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا آپ علیہ السلام واپس لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا۔ آپ حضرت فاطمہ کے گھر آئے اور فرمایا اے غلام اے غلام، اے غلام لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ علیہ السلام واپس لوٹے اور میں بھی ان کے ساتھ ایک صحن کی طرف لوٹا پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی دوران حسن بن علی آ گئے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ہم نے سمجھا کہ ان کی والدہ نے ان کو روک لیا تھا تاکہ ان کے گلے میں لانگ کا ہار ڈالیں جب آپ علیہ السلام داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو چمٹا لیا اور وہ آپ سے چمٹ گئے پھر آپ نے فرمایا میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی جو اس سے محبت کرتا ہے آپ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا، امام بخاری اور مسلم نے سفیان بن عینیہ کے واسطے سے عبداللہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

احمد کہتے ہیں ہمیں روایت کیا حماد خیاط نے اور وہ ہشام بن سعد سے نقل کرتے ہیں اور وہ نعیم بن عبداللہ مجمر سے اور وہ ابوہریرہ سے نقل کرتے

ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ میرے ہاتھ پر سہارا لگائے بنی قینقاع کے بازار میں گئے اور وہاں چکر لگایا پھر جب لوٹے تو مسجد میں حبوہ باندھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا، غلام کہاں ہے؟ غلام کو میرے پاس لاؤ، اتنے میں حضرت حسن آ گئے اور شدت اشتیاق سے آپ علیہ السلام کے حبوہ میں کود پڑے آپ علیہ السلام نے اپنا منہ ان کے منہ کے ساتھ ملا لیا اور پھر فرمایا اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کیجئے اور اس شخص سے بھی جو ان سے محبت کرے، ایسا تین مرتبہ فرمایا حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے جب بھی حسن کو دیکھا تو میری آنکھیں بہہ پڑیں یا یوں کہا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یا یوں کہا میں رو پڑا، یہ حدیث شرط مسلم پر ہے لیکن اس کی تخریج کسی نے نہیں کی۔ ثوری نے نعیم سے اور انہوں نے محمد بن سیرین سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے۔ معاویہ بن ابی برود نے اپنے باپ سے اور وہ ابو ہریرہ سے ایسا ہی مضمون کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ ابواسحاق نے حارث کے واسطے سے علی سے بھی اس قسم کا مضمون نقل کیا ہے عثمان بن ابی اللباب نے ابن ابی ملیکہ کے واسطے سے حضرت عائشہ سے بھی اس قسم کا مضمون کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابواسحاق نے حارث کے واسطے سے علی سے اس قسم کی عبارت نقل کی ہے۔

سفیان ثوری اور دیگر حضرات نے سالم بن ابی حفصہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے ابی حازم سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ہمیں ابن نمیر نے روایت کیا اور انہوں نے حجاج یعنی ابن دینار سے اور انہوں نے جعفر بن ایاس سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن مسعود سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا انہوں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے ساتھ حسن اور حسین تھے ایک اس کندھے پر اور دوسرا اس کندھے پر تھا کبھی آپ اس کو بوسہ دیتے اور کبھی دوسرے کو یہاں تک کہ ہمارے پاس آ گئے ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ بلاشبہ آپ ان سے محبت کرتے ہیں۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اس حدیث کے ذکر کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔ ابوبکر عیاش سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اس دوران حسن اور حسین آ گئے اور آپ علیہ السلام کی کمر پر کودنے لگے یہ دیکھ کر لوگوں نے ڈانٹنا چاہا جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں سے کہا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ یہ حدیث نسائی نے عبیداللہ بن موسیٰ عن علی بن صالح عن عاصم کے طریق سے نقل کی ہے، ام المومنین میں حضرت عائشہ اور ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حسن، حسین ان کی والدہ اور ان کے والد کو اپنی چادر میں لے لیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست کو دور کیجئے اور ان کو خوب اچھی طرح پاک کیجئے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں ہمیں محمد بن عبداللہ اسدی نے روایت کیا اور ان کو شریک نے اور ان کو جابر نے اور ان کو عبدالرحمٰن بن باسط نے اور ان کو جابر بن عبداللہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اہل جنت کے جوانوں کے سردار کا دیکھنا خوش کرتا ہو پس وہ حسن بن علی کو دیکھ لے۔ وکیع نے ربیع بن سعد سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن سابط سے اور انہوں نے جابر سے ایسی ہی روایت ذکر کی ہے اس کی اسناد میں کوئی نقص نہیں لیکن تخریج کسی نے نہیں کی۔ حضرت علی، ابوسعید اور بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے اچھا ہے۔ ابوقاسم بغوی کہتے ہیں ہمیں داؤد بن عمرو نے روایت کیا اور انہوں نے اسماعیل بن عیاش سے اور انہوں نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے اور انہوں نے سعد بن راشد سے اور انہوں نے یعلی بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حسن اور حسین رسول اللہ ﷺ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے ایک دوسرے سے پہلے آ گیا آپ نے اپنا ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے رکھا اور اپنی بغل میں دبا لیا پھر دوسرا آیا تو آپ نے اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھا اور اس کو بغل میں دبا لیا آپ نے ایک کو بوسہ دیا پھر دوسرے کو بوسہ دیا پھر فرمایا، اے لوگو میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کیجئے پھر فرمایا اے لوگو، اولاد بخل بزدلی اور جہالت کا سبب ہوتی ہے اس حدیث کو عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے ابن ابی خثیم سے اور انہوں نے محمد بن اسود بن خلف سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے حسن کو لیا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بلاشبہ اولاد بخل اور بزدلی کا سبب بنتی ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدۃ بن عبداللہ الخزاعی نے

روایت کیا اور انہوں نے زید بن حباب سے نقل کیا، ابو یعلی بواسطہ ابوخیثمہ کہتے ہیں ہمیں زید بن حباب روایت کرتے ہیں اور انہوں نے حسین بن واقد سے اور انہوں نے عبداللہ بن بریرہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حسن اور حسین آئے دونوں پر سرخ قمیصیں تھیں اور لڑکھڑا رہے تھے رسول اللہ ﷺ ان کی طرف آئے اور منبر پر اپنی گود میں بٹھا لیا پھر فرمایا، اللہ نے سچ فرمایا، انما اموالکم واولادکم فتنۃ، میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکا پھر خطبہ دینے لگا۔ امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حسین بن واقد کے طریق سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن اور غریب ہے حسین بن واقد کے طریق کے علاوہ یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ محمد ضمری نے زید بن ارقم سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے لیکن اس میں صرف حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے۔ عبداللہ بن شداد نے اپنے باپ سے نقل کرتے ہوئے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو عشاء کی نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی اور سجدہ کیا تو بہت دیر تک سجدہ میں رہے جب سلام پھیرا تو صحابہ نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا میں نے اچھا نہیں سمجھا کہ جلدی کروں یہاں تک کہ ان کا دل بھر جائے۔

امام ترمذی نے ابوزبیر کے واسطے سے جابر سے نقل کیا ہے میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا آپ علیہ السلام حسن اور حسین کو کمر پر اٹھا کر ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا تم دونوں کی سواری کتنی اچھی ہے آپ علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا سوار بھی تو کتنے اچھے ہیں یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے لیکن تخریج کسی نے نہیں کی۔ ابو یعلی کہتے ہیں ہمیں ابو ہاشم نے روایت کیا اور ان کو ابو عامر نے اور ان کو زمعہ بن صالح نے اور ان کو سلمۃ بن وھرام نے ان کو عکرمہ نے اور ان کو ابن عباس نے روایت کیا، رسول اللہ ﷺ نکلے اور آپ کے کاندھے پر حضرت حسن تھے ایک شخص نے آپ سے کہا اے لڑکے! کیسی ہی اچھی سواری پر تو سوار ہوا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔

احمد کہتے ہیں ہمیں تلید بن سلیمان نے روایت کیا اور ان کو ابو جحاف نے اور ان کو ابو حازم نے اور ان کو ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ حسن اور حسین کو دیکھا اور فرمایا میری لڑائی ہے جس سے تمھاری لڑائی ہے اور صلح ہے جس سے تمھاری صلح ہے۔ امام نسائی نے ابونعیم کے طریق سے اور ابن ماجہ نے وکیع کے طریق سے نقل کیا اور دونوں سفیان ثوری سے اور وہ ابوالجحاف داؤد بن ابی عوف سے نقل کیا وکیع کہتے ہیں کہ ابو الجحاف مریض تھے۔ ابوالجحاف ابوحازم سے اور وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین کے بارے میں فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اسباط نے سدی سے اور انہوں نے صبیح مولی ام ... اور انہوں نے زید بن ارقم سے بھی ایسی روایت نقل کی ہے بقیہ بجیر بن سعید سے اور وہ خالد ابن معدان سے اور وہ مقدام بن معدی کرب سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے۔ اس میں لفظی اور معنوی نکارت ہے۔ احمد کہتے ہیں ہمیں محمد بن ابی عدی ابن عوف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ عمیر بن اسحاق سے نقل کرتے ہیں۔ میں حسن بن علی کے ساتھ تھا کہ ہماری ملاقات ابو ہریرہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا میرے قریب آؤ کہ میں تجھے بوسہ دوں کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا پھر فرمایا قمیض پر راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف پر بوسہ دیا۔ احمد اس کے روایت کرنے میں متفرد ہیں، نیز اسماعیل بن علیہ کے واسطے سے ابن عوف سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام احمد کہتے ہیں ہمیں ہاشم بن قاسم نے روایت کیا اور ان کو جریر نے اور ان کو عبدالرحمٰن ابی عوف جرشی نے ان کو معاویہ نے ان کو روایت کیا اور انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی زبان چوستے ہوئے دیکھا یا یوں کہا ہونٹ چوستے ہوئے دیکھا، یعنی حسن بن علی اور یہ کہ جس زبان یا ہونٹوں کو رسول اللہ ﷺ نے چوسا ہو اس کو عذاب ہرگز نہ ہوگا، اس حدیث کے روایت کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔ اور صحیح میں ابوبکرہ کے حوالے سے بھی لکھا ہے۔ احمد نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا دلائل نبوت میں یہ حدیث گزر چکی ہے اور اس سے پہلے حضرت حسن کے معاویہ کے لئے خلافت چھوڑنے کے بیان میں بھی گزر چکی ہے۔

آپ کا خلافت سے سبکدوش ہونا آپ علیہ السلام کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے، دلائل نبوت میں ہم نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ وللہ الحمد و المنہ، حضرت ابوبکر صدیق ان کی بزرگی اور ان کی عظمت کے معترف تھے اکرام اور محبت سے پیش آتے تھے اور جان نچھاور کرتے تھے حضرت عمر بن خطاب کا سلوک بھی ایسا ہی رہا۔

واقدی نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم حارث تیمی کے واسطے سے ان کے باپ سے نقل کیا ہے جب عمر نے جب دیوان قائم کیا تو حسن اور حسین کے لئے اہل بدر کے ساتھ پانچ پانچ ہزار مقرر کئے اسی طرح حضرت عثمان بھی حسن اور حسین کا بہت اکرام کرتے تھے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب گھر میں بند کئے گئے تو اس دن ان کے پاس حسن بن علی تھے جن کے پاس لٹکتی ہوئی تلوار تھی جس کے ذریعے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقابلہ کررہے تھے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں خوفزدہ ہو گئے تو اس سے قسم لے کر ان کے گھر روانہ کردیا۔ ایسا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوشی کے لئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جان بچانے کے لئے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ اکرام کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک دن فرمایا اے میرے پیارے بیٹے تم میرے سامنے تقریر کرو تا کہ میں سنوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں مجھے تقریر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے لیکن اس طرح چھپ کر بیٹھ گئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوشیدہ رہے اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان تقریر کی جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پوشیدگی میں سن رہے تھے۔ انہوں نے بہت ہی فصیح و بلیغ تقریر کی جب وہ چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ (ترجمہ آیت کریمہ) جو اولاد تھے ایک دوسرے کی اللہ تعالیٰ جاننے اور سننے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کہیں سفر کا ارادہ کرتے تو ان کے لئے سواری کا انتظام کیا کرتے جب کہ اس خدمت کو وہ اپنے لئے ایک نعمت بھی سمجھتے تھے جب وہ دونوں حضرات طواف کرتے تو لوگ رش میں ایک دوسرے کو دھکا دے کر ان کو سلام کرتے رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاھما، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے اکرام میں جس طرح عورتیں کھڑی ہو جایا کرتی تھیں اس طرح کسی کے اکرام میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں کسی راوی نے کہا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ذکر کرتے رہتے تھے۔ قوم کے سرداران کے پاس بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے اس کے بعد وہ اٹھ کر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے تھے انہیں سلام کرتے تھے کبھی کبھار امہات المومنین انہیں تحفہ بھی دیا کرتی تھیں۔

ان سب معاملات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے جایا کرتے جب وہ اپنے تقوی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے واسطے ہر سال ایک انعام مقرر کیا جو ان کے پاس بھیجا کرتے تھے کبھی تو ان کو چار لاکھ درہم انعام میں دیا کرتے تھے جب کہ سالانہ ان کو ایک لاکھ درہم تنخواہ بھی دیا کرتے تھے ایک سال یہ سلسلہ منقطع ہو گیا جب کہ انعام کا وقت آ چکا تھا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس کی ضرورت بھی تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ لوگوں میں سخاوت کرنے والے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیج دیں تا کہ وہ میرا انعام مجھے دیدیں لیکن جب آپ رات کو سوئے تو آپ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے کہ اے میرے بیٹے کیا تو مخلوق کو اپنی ضرورت کی اطلاع بھیجتا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک دعا سکھائی اس کے ذریعے دعا مانگیں تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خط نہیں لکھا جب کہ وہ اس کا پکا عزم کر چکے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے انہیں تلاش کیا اور کہا کہ ان کے پاس دولاکھ بھیج دو شاید کہ انہیں ضرورت ہو نہ بھیجنے کی صورت میں انہیں یہاں آنا پڑے گا تو وہ ان کو بغیر سوال کے عطا کر دیئے گئے۔

صالح بن احمد نے کہا کہ میں نے اپنے والد صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حسن بن علی مدنی قابل اعتبار ہیں اس بات کو ابن عسا کر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا مال تین مرتبہ تقسیم کیا جب کہ انہوں نے اپنا مال دو مرتبہ خرچ کیا انہوں نے پچیس مرتبہ پیدل حج کیا جب کہ ہدی وغیرہ کے اونٹ ان کے سامنے ہنکائے جاتے رہے یہ بیہقی نے عبید اللہ بن عمیر عن ابن عباس کے طریق سے بیان کیا ہے علی بن زید بن جدعان نے کہا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ روایت اپنی صحیح میں تعلیقاً بیان کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پیدل حج کیا جب کہ اونٹ ان کے سامنے ہنکائے جاتے رہے۔ داؤد بن رشید نے حفص سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے پیدل حج کیا جب کہ اونٹ ان کے سامنے ہنکائے جاتے رہے اور ان کے عمدہ قسم کے اونٹ ان کے پہلو میں تھے۔ عباس بن فضل نے قاسم سے انہوں نے محمد بن علی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی نے فرمایا۔ میں اپنے رب سے شرم

محسوس کرتا ہوں کہ میں اس سے ملوں اور اس کے گھر کی طرف پیدل نہ چلا ہوں۔

آپ پیدل بیس مرتبہ تشریف لے گئے کبھی خطبہ میں سورۃ ابراہیم پوری پڑھ دیا کرتے تھے ہر رات سونے سے پہلے سورۃ کہف بھی پڑھا کرتے تھے وہ ایک تختی سے دیکھ کر پڑھا کرتے تھے جو کہ ان کے ساتھ ساتھ گھومتی رہتی تھی جب وہ اپنی مختلف بیویوں کے ہاں جایا کرتے تھے وہ سورۃ کہف بستر پر سونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

وہ بہت ہی زیادہ کریم و سخی تھے محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ نے فرمایا کبھی کبھی حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو ایک لاکھ بھی بطور انعام دیدیا کرتے تھے۔ سعید بن عبدالعزیز نے کہا حضرت حسن نے ایک پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی کی آواز سنی وہ دعا کر رہا تھا کہ میں دس لاکھ درا ہم کا مالک بن جاؤں تو حضرت حسن اپنی جگہ سے اٹھ کر گئے اور دس لاکھ درہم اس کو بھیج دیئے۔ ایک دفعہ حضرت حسن نے ایک کالے غلام کو دیکھا کہ وہ روٹی کا ایک لقمہ خود کھا رہا ہے اور دوسرا لقمہ کتے کو کھلا رہا ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تمہیں کس نے ایسا کرنے پر مجبور کیا اس نے جواب دیا کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں خود تو کھاؤں اور اس کو نہ کھلاؤں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تم اپنی جگہ سے جانا نہیں میں ابھی تمھارے پاس آتا ہوں حضرت اس کے مالک کے پاس گئے اس سے غلام کو خرید لیا اس باغ کو بھی خرید لیا جس میں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ تو حضرت نے اسے آزاد کر دیا اور باغ کا مالک بھی بنا دیا اس نے کہا اے میرے آقا! میں نے یہ باغ اسے ھبہ کر دیا جس کی خاطر آپ نے مجھے یہ باغ دیا ہے۔

راویوں نے کہا کہ انہوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کر رکھی تھیں وہ کم از کم چار بیویوں کو کبھی بھی اپنے سے جدا نہیں رکھتے تھے۔ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے وصدقہ کرنے والے تھے۔ انہوں نے ستر عورتوں سے شادی کی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے ایک دن اپنی دو بیویوں کو طلاق دیدی۔ ایک ان میں بنی اسد کی دوسری بنی فزارہ یا فراریہ کی تھی۔ حضرت نے ان دونوں کے پاس دس لاکھ اور شہد کے مشکیزے بھیجے۔ غلام کو یہ بھی سمجھا دیا کہ وہ دونوں جو باتیں کہیں انہیں غور سے سننا۔ فزاریہ نے کہا، اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے اور ان کے واسطے مزید دعا کر دی اسدیہ نے کہا۔ جدا ہو جانے والے محبوب کی طرف سے یہ تھوڑا سا مال ہے غلام نے اسی طرح جا کر بتا دیا تو انہوں نے اسدیہ سے رجوع کر لیا اور فزاریہ کو مستقل چھوڑ دیا۔

حضرت علی اہل کوفہ سے یہ کہا کرتے تھے کہ اس کا نکاح مت کرادیا کرو کیوں کہ یہ زیادہ تر طلاق دے دیتا ہے لوگوں نے کہا اے امیر المومنین اگر ہمارے پاس یہ روزانہ بھی پیغام نکاح بھیجے تو ہم اس کی جس سے وہ چاہتا ہے شادی کرادیں گے یہ بات اس لئے کہ تاکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے رشتہ سسرالیت حاصل ہو جائے لوگوں نے تذکرہ کیا کہ وہ ایک رات اپنی بیوی خولہ بنت منظور الفزاری کے ساتھ سور ہے تھے یا اس بیوی کی جگہ ہند بنت سہل تھی اس بیوی نے رات کو سوتے ہوئے ان کا پاؤں اپنے دوپٹے سے اپنی پازیب سے باندھ دیا جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے کہا مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ آپ ابتدائی نیند میں اگر اٹھ گئے تو کہیں گر نہ جائیں تو میں عربوں کے نزدیک منحوس ہو جاؤں گی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کی بات سے بہت خوش ہوئے اور مسلسل سات دن تک اس کے پاس رہے۔

ابو جعفر باقر نے کہا: ایک آدمی حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے مدد چاہی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معتکف ہونے کی وجہ سے اس سے معذرت کر لی تو وہ شخص حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے اس کی حاجت پوری کر دی فرمایا کہ کسی بھی بھائی کی حاجت کو پورا کرنا میرے نزدیک ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ ہشیم نے روایت نقل کی منصور سے انہوں نے ابن سیریں سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی اپنے کھانے پر کسی کو دعوت نہیں دیتے تھے فرماتے تھے کہ کسی کو کھانے میں نہ بلانا اس بات سے زیادہ آسان ہے کہ اس کو بلا لیا جائے۔ ابو جعفر نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے اہل کوفہ حضرت حسن کی شادی مت کرایا کرو کیوں کہ وہ اکثر طلاق دیدیتا ہے۔ ھمذان کے ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم ہم ضرور ان کی شادیاں کرائیں گے جو انہیں پسند ہو اس کو برقرار رکھیں جو پسند نہ ہو اسے طلاق دیدیں۔

ابو بکر خرائطی نے (کتاب مکارم الاخلاق میں) لکھا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی۔ ابن المنذر نے (وہ ابراہیم تھے) انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی القواریری نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبدالاعلی نے ہشام سے انہوں نے ابن سیریں سے انہوں نے فرمایا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے شادی کی تو اسے سو باندیاں دیں ہر باندی کے پاس ہزار درہم تھے۔ عبدالرزاق نے فرمایا ثوری سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے حسن بن سعد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے

فرمایا کہ حسن بن علی نے دو عورتوں سے بیس ہزار اور شہد کے مشک کے بدلہ نکاح کیا ان میں سے ایک نے کہا شاید وہ حنفیہ تھی۔ یہ جدا ہونے والے محبوب کی طرف سے تھوڑا سا سامان ہے۔

واقدی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی علی بن عمر نے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے علی بن حسین سے انہوں نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ عورتوں کو زیادہ تر طلاق دیدیا کرتے تھے وہ اسی عورت کو طلاق دیتے تھے جو ان سے محبت کرتی تھی جویریہ بن اسماء نے کہا جب حسن کا انتقال ہوا تو مروان ان کے جنازے پر رونے لگا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تو اب رو رہا ہے۔ حالانکہ تو تو انہیں بہت تکلیف دیتا تھا اس نے کہا میں ایسے شخص کو تکلیفیں دیتا ہوں جو پہاڑ سے بھی زیادہ بردبار ہے اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا محمد بن سعد نے کہا ہمیں بتایا اسماعیل بن ابراہیم بن الاسدی نے انہیں ابن عوف نے انہیں محمد بن اسحاق نے بیان کرتے ہوئے فرمایا مجھے بات کرتے ہوئے سب سے زیادہ حسن رضی اللہ عنہ محبوب تھے وہ جب بات کرتے تھے تو میرا دل چاہتا تھا کہ میں چپ نہ ہوں میں نے ان سے زندگی بھر میں ایک ہی فحش بات سنی دراصل ان کے اور عمرو بن عثمان کے درمیان جھگڑا ہوا تھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہمارے ہاں اس کی کوئی عزت نہیں سوائے اس کے اس کی ناک رگڑ دی جائے یہی ان کا سب سے زیادہ سخت کلام تھا جو کہ میں نے سنا۔ محمد بن سعد نے کہا ہمیں فضل بن دکین نے بتایا انہیں مساور جصاص نے انہیں زرین بن سوار نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان جھگڑا ہوا تو مروان نے گندی گندی باتیں کرنا شروع کردیں جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اتنے میں مروان اپنے سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنے لگا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تو برباد ہوگیا تجھے معلوم نہیں کہ سیدھا ہاتھ چہرہ کے لئے ہے جب کہ الٹا ہاتھ شرم گاہ کے لئے ہے کیا مصیبت ہے تجھے، یہ بات سن کر مروان خاموش ہوگیا۔

ابو عباس بن یزید المبرد نے کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے مالداری سے زیادہ فقیری پسند ہے اسی طرح بیماری صحت سے زیادہ پسند ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے جب کہ میں تو یہ کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی اچھی تقدیر پر بھروسہ کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ حالت کے سوا کسی دوسری حالت میں جانا پسند نہیں کرتا۔

ابوبکر محمد بن کیسان الاصم نے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ میں تمہیں اپنے اس بھائی کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں جو میری نگاہوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے وہ ہے تو بہت عظیم لیکن میری نگاہوں میں اسے اس چیز نے عظیم بنایا ہے کہ اس کی نظر میں دنیا کچھ نہیں۔ (یعنی وہ دنیا کو کچھ بھی نہیں سمجھتا)۔

وہ اپنے اوپر پیٹ کے غلبہ سے بری ہے اس لئے کہ جس چیز کو وہ نہیں پاتا اس کی تمنا نہیں کرتا جب وہ کوئی چیز پالیتا ہے تو اس میں برتری نہیں چاہتا۔ وہ اپنے اوپر شرمگاہ کے غلبہ (شہوتوں کے غلبہ) سے بھی بری ہے اس کی عقلمندی اور پختگی رائے میں کوئی ہلکا پن نہیں وہ اپنے اوپر جہالت کے غلبہ سے بھی بری ہے اس لئے کہ وہ ایسے ہی آدمی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے (علم کے حصول میں) جو قابل منفعت ہو، ہر قدم نیکی کے واسطے ہی اٹھاتا ہے وہ نہ زیادہ غصہ دکھاتا ہے نہ ہی اکتاتا ہے جب وہ علماء کے مجمع میں بیٹھتا ہے وہ اپنے بولنے سے زیادہ ان کی باتیں سننا پسند کرتا ہے وہ اگرچہ بولنے کے معاملے میں شکست کھا جاتا ہے لیکن خاموشی کے معاملے میں شکست نہیں کھاتا وہ اکثر و بیشتر روزہ سے رہتا ہے جب وہ باتیں کرتا ہے تو دوسرے باتیں کرنے والوں کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے وہ دعویٰ میں کسی کو شریک نہیں کرتا نہ ہی لڑائی جھگڑے میں گھستا ہے یہاں تک کہ قاضی کو وہ بات کہتے دیکھتا جو وہ نہ کرتا اور وہ کرتے دیکھتا جو وہ نہ کہتا تھا یہ فضیلت و شرافت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ اپنے بھائی سے غافل نہیں رہتا کہ ان کے علاوہ کسی اور کو مخصوص کرے وہ کسی شخص کے ایسے عذر کو معاف نہیں کرتا جو عذر پہلے معاف کرچکا ہو۔

ابو الفرج المعافی بن زکریا الحریری نے کہا ہمیں حدیث بیان کی بدر بن ہیثم الحضرمی نے انہیں علی بن منذر الطریقی نے انہیں عثمان ابن سعید الدارمی نے انہیں عبداللہ ابو رجاء نے جو کہ اہل تستر میں سے تھے انہیں شعبہ بن حجاج الواسطی نے انہیں ابو اسحاق الھمدانی نے انہیں حارث الاعور نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن سے مروت والی چیزوں کے بارے میں پوچھا فرمایا اے میرے پیارے بیٹے سداد کیا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا سداد برائی کا اچھے طریقے سے مقابلہ کرنے کو کہتے ہیں حضرت علی نے فرمایا شرف کیا ہے؟ انہوں نے

کہا اہل خاندان سے بھلائی کرنا اور ان کے جرم کو معاف کرنا حضرت علی نے پوچھا مروّہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا پاکدامنی اور آدمی کو اپنی شان کے مطابق اصلاح کرنا حضرت علی نے پوچھا ''مروت'' کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا چھوٹی چھوٹی باتوں پر نگاہ رکھنا اور حقیر چیزوں کو استعمال کے لئے نہ دینا۔ حضرت علی نے پوچھا منحوسیت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا مرد کو اپنی ذات پر خرچ نہ کرنا اور بیوی پر خرچ نہ کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا ''ساحت'' کیا ہے انہوں نے جواب دیا ہر چھوٹی بڑی چیز میں خرچ کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا بخل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جو ملکیت میں ہو اسے اسراف سمجھا جائے اور مال کو ختم ہونے کے ڈر سے خرچ نہ کیا جائے۔ حضرت علی نے پوچھا ''اخاء'' کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تنگی و کشادگی ہر حال میں وفا کرنا حضرت علی نے پوچھا ''بزدلی'' کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ دوستوں پر بہادری دکھانا جب کہ دشمن کے سامنے بزدلی کا مظاہرہ کرنا حضرت علی نے پوچھا غنیمت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تقوی کی طرف راغب ہونا اور دنیا سے بے رغبت ہونا۔ حضرت علی نے پوچھا ''حلم'' کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا غصہ کو پی جانا اور اپنے آپ پر قابو رکھنا۔ حضرت علی نے پوچھا مالداری کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بندہ کا اس پر راضی رہنا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اصل مالداری تو دل کی مالداری ہوتی ہے۔ حضرت علی نے پوچھا ''فقر'' کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نفس کا ہر چیز کے بارے میں فساد مچانا (ہر چیز کا طلب کرنا) حضرت علی نے پوچھا طاقت و عزت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جنگ کی شدت اور سخت لوگوں کو پچھاڑنا۔ حضرت علی نے پوچھا ذلت کیا ہے انہوں نے جواب دیا جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آ جائے تو رونا دھونا۔ حضرت علی نے پوچھا جرأت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم عمر ساتھیوں کی موافقت کرنا حضرت علی نے پوچھا مصیبت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا آدمی کا ایسی باتیں کرنا جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ حضرت علی نے پوچھا بزرگی کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا دوسرے کی ادائیگی میں اپنا مال دینا جب کہ جرم کو (جو دوسرے کی طرف سے اپنے اوپر کیا جائے) معاف کر دینا۔ حضرت علی نے پوچھا عقل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جو کچھ بندہ یاد کرے دل کا اس کو محفوظ رکھنا۔ حضرت علی نے پوچھا خرق کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انسان کا اپنے خلیفہ کے ساتھ دشمنی کرنا اور اس کے سامنے تیز آواز سے بات کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا تعریف کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اچھے کام کرنا برے کاموں کو چھوڑنا۔ حضرت علی نے پوچھا دور اندیشی کیا ہے؟ ہمیشہ باوقار رہنا حکمرانوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا اور لوگوں کے بارے میں بدگمانی سے بچتے رہنا۔ حضرت علی نے پوچھا شرف کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بھائیوں کی موافقت کرنا اور پڑوسی کی حفاظت کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا بیوقوفی کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا گھٹیا لوگوں کی پیروی کرنا اور گمراہ لوگوں سے دوستی کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا غفلت کیا ہے انہوں نے جواب دیا آدمی کا مسجد کو چھوڑ دینا اور فسادی لوگوں کی اطاعت کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا محروم ہونا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا آدمی کا اپنے حصہ کو چھوڑ دینا جب کہ وہ حصہ اس کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا سردار کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا مال کے بارے میں احمق اور اپنی عزت کو حقیر سمجھنے والا ہے گالی دی جائے تو وہ خاندان کے حکم سے باز نہ آنے والے کو جواب نہ دے وہ ہی سردار ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جہالت سے زیادہ کوئی فقر نہیں عقلمندی سے زیادہ کوئی مال افضل نہیں خود پسندی سے زیادہ وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں۔ آپس کے مشورے سے زیادہ کوئی مظاہرہ بازی نہیں غور و فکر کرنے کی طرح کوئی عقلمندی نہیں حسن اخلاق سے زیادہ بڑھ کر کوئی شرافت نہیں اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانا۔ اس سے بڑھ کر کوئی پرہیزگاری نہیں، غور و فکر کی طرح کوئی عبادت نہیں ''حیاء (شرم) کی طرح کوئی ایمان نہیں ایمان کی بنیاد صبر ہے، حدیث کے لئے مصیبت جھوٹا ہونا ہے علم کے واسطے مصیبت بھولنے کی بیماری ہے۔ بردباری کے لئے مصیبت بیوقوفی ہے۔ عبادت کے لئے مصیبت ناغہ ہو جانا ہے، نئی چیز کے واسطے مصیبت بے برکتی ہونا ہے بہادری کے لئے مصیبت بغاوت ہے، مال وغیرہ کی بخشش کے لئے مصیبت احسان جتلانا ہے، خوبصورتی کے لئے مصیبت تخیل بازی ہے۔ محبت کے لئے مصیبت فخر ہے۔ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے تو کبھی بھی کسی آدمی کو ہلکا (کم عزت) نہ سمجھنا اگر وہ آدمی بڑا ہو تو تم اس کو اپنے باپ کی طرح سمجھنا اگر تمھارے برابر ہو تو بھائی کی طرح سمجھنا اور اگر تم سے چھوٹا ہو تو اپنے بیٹے کی طرح سمجھنا۔

یہ وہ سوالات تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے مروت والی چیزوں کے بارے میں پوچھے تھے قاضی ابوالفرج نے کہا اس میں

ان کی حکمت وعظیم فائدہ ہے جن کو یاد کر کے یاد کرنے والے ان کی رعایت کرنے والا اوران پرعمل کرنے والا فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے اوران پرعمل کرنے کی عادت ڈال سکتا ہے ساتھ ساتھ ان پرعمل کر کے اپنے آپ کو مہذب بھی بنا سکتا ہے جس کو جاننے پر بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں جن باتوں کو امیر المومنین نے روایت کیا ہے اوران کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے کوئی عقلمند عالم اور سمجھدار اس کو حفظ کرنے اوراس میں غوروفکر کرنے سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

البتہ وہ اس کو حاصل کرنے کو نیک بختی سمجھتا ہے اوران باتوں پرعمل کرنے اورقبول کرنے کو بزرگی سمجھتا ہے لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کی سنداور جواس میں حدیث مرفوع کی سند ہے وہ ضعیف ہے۔اس طرح کے الفاظ ایسی عبارتوں میں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں کچھ نکارت پائی جاتی ہے جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ محفوظ نہیں۔ واللہ اعلم۔ اصمعی، عتبی اور مدائنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے انہی جیسی اشیاء کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ایسے ہی جواب دیئے جو کہ ذکر کئے گئے ہیں لیکن یہ سیاق گزشتہ سیاق سے زیادہ طویل تھا۔واللہ اعلم۔علی بن عباس الطبرانی نے کہا حضرت علی نے حضرت حسن کے۔لئے ایک انگوٹھی بنوائی تھی جس پر لکھا تھا: اے نیک بخت: جتنا تجھ سے ہوسکتا ہے اپنے لئے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں پہنچا اس لئے کہ اے نوجوان تجھے موت آنے والی ہے تو آج ایسا خوش وخرم ہے گویا کہ تجھے پتہ ہی نہیں ہے کہ تیرے محبوب لوگ قبروں پر پہنچ کر بوسیدہ ہو چکے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی مطلب بن زیاد بن محمد نے انہیں محمد بن ابان نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد اوراپنے بھائی کی اولاد سے فرمایا علم حاصل کرواس لئے کہ آج تم قوم میں چھوٹے ہو کل تم قوم کے بڑے ہو گے جو تم میں حفظ نہیں کرسکتا وہ لکھ لیا کرے۔اس کو بیہقی نے حاکم سے انہوں نے عبداللہ بن احمد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا محمد بن سعد نے کہا کہ ہمیں حسن بن موسیٰ اوراحمد بن یونس نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی، زہیر بن معاویہ نے،انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابواسحاق نے عمروالاصم سے انہوں نے فرمایا میں نے حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا یہ شیعہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے دنیا میں بھیجے جائیں گے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ جھوٹ بولتے ہیں یہ لوگ شیعہ نہیں ہیں اگر ہم یہ جانتے کہ حضرت علی دنیا میں آئیں گے تو ان کی بیویوں کی شادیاں نہ کراتے نہ ہی ان کا مال تقسیم کرتے۔عبداللہ بن احمد نے کہا مجھے حدیث بیان کی ابو علی سوید الطحان نے،انہیں علی بن عاصم نے، انہیں ابوریحانہ نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے،انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی۔ایک آدمی نے کہا جو اس مجلس میں حاضر تھا کہ ان تیس سالوں میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ بھی داخل ہو گئے راوی نے کہا: یہ بات واضح ہو کہ یہ چھ ماہ بھی حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تھے ان کے ہاتھ پر چالیس ہزار یا بیالیس ہزار لوگوں نے بیعت کی تھی۔

صالح بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نوے ہزار لوگوں نے حضرت حسن سے خلافت کی بیعت کی تھی۔لیکن انہوں نے خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ان کے زمانے میں ذرا بھی خون نہیں بہا۔ابن ابی خثیمہ نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی والد صاحب نے انہیں وھب بن جریر نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے والد صاحب نے فرمایا جب حضرت علی شہید ہوئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی ان کی اطاعت کی ان سے ان کے والد صاحب کی وجہ سے محبت بھی رکھتے تھے۔ابن ابی خثیمہ نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہارون بن معروف نے ضمرۃ نے ابن شوذب سے انہوں نے فرمایا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ عراق کے لوگوں میں گئے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام میں تشریف لے گئے پھر ان کی مڈ بھیڑ ہو گئی لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قتال کو ناپسند کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر بیعت کر لی کہ وہ ان کے بعد خلیفہ ہوں گے۔راوی نے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھی یہ کہا کرتے تھے کہ امیر المومنین کے لئے یہ بات عار (قابل شرم) ہے تو حضرت حسن ان سے فرمایا کرتے تھے کہ عار (شرم) نار (آگ) سے بہتر ہے ابوبکر بن ابی الدنیا نے کہا ہمیں خبر دی عباس بن ہشام نے انہوں نے اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرمایا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو لوگوں نے حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیعت کی چنانچہ وہ سات ماہ گیارہ دن خلیفہ بھی رہے حضرت عباس رضی

اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور راوی نے کہا کہ اہل کوفہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جب کہ اہل شام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مقام ایلیا میں کی، بیعت عامہ سن ۴۰ ہجری کے آخر میں بیت المقدس میں لی گئی۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ کی مڈ بھیڑ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کی جماعت کے ہمراہ مسکن میں ہوئی۔ یہ سن ۴۱ ہجری کا واقعہ ہے۔اس میں دونوں فریقوں نے صلح کر لی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کسی نے کہا کہ دونوں کی صلح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سن ۴۱ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں کوفہ میں داخل ہوتے وقت ہوئی۔ہم نے اس پر پیچھے تفصیلی کلام کر لیا ہے اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

حاصل ان سب باتوں کا یہ نکلا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ سب میں لوں گا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات میں ان سے وفاداری کی وہاں کے بیت المال میں پچاس لاکھ نکلا۔بعض لوگوں نے کہا کہ ستر لاکھ نکلا تھا۔دوسری شرط یہ لگائی کہ دارابجرو (یہ جگہ کا نام ہے) کا خراج بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ لیں گے لیکن اس علاقہ والوں نے آپ کو خراج دینے سے انکار کر دیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ہر چھ ہزار کے بدلہ ایک ہزار دینے کا اعلان کیا۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ وہ خراج اپنے مال، مزید انعامات تحائف و ہدایا کے ساتھ وصول کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اس سال وفات پا گئے۔

محمد بن سعد نے ہوذہ سے نقل کرتے ہوئے کہا انہوں نے عوف سے انہوں نے محمد بن سیرین سے انہوں نے فرمایا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ان سے کہا آپ حضرت حسن کو حکم دیجئے کہ وہ تقریر کریں اس لئے کہ وہ نوجوان ہیں شاید کہ وہ گھبرا جائیں لوگوں کے نزدیک ان کی قدر ومنزلت ختم ہو جائے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیدیا تو وہ کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے جس میں انہوں نے کہا اے لوگو! تم جابلق وجابرس کے مابین ایسے آدمی کی اتباع کرنا چاہتے ہو جس کا نانا نبی ہو۔تو تم لوگ میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں پاؤ گے۔اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید وہ تمھارے لئے فتنہ ہے اور وہ ایک زمانہ تک نفع مند ہے۔اس میں انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ اس پر غصہ ہو کر کہنے لگے کہ تمھارا اس بات سے کیا ارادہ ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میری اس سے وہی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر ان کے بعد تقریر کی اس کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا ساتھ میں یہ بات بھی بتائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں پر غصہ ہوئے۔

محمد بن سعد نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوداؤد الطیالسی نے، انہیں شعبہ نے یزید سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جبیر بن نفیر الحضرمی سے سنا جو کہ اپنے والد صاحب سے نقل کر رہے تھے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ خلافت چاہتے ہیں انہوں نے فرمایا عرب لوگ ذہنی طور پر میرے ساتھ ہیں جس سے میں صلح کروں وہ صلح کریں گے جس سے میں جنگ کروں وہ بھی جنگ کریں گے تو میں نے یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے خاطر چھوڑ دی۔

کیا اب میں اہل حجاز کا دوبارہ امیر بنوں گا۔محمد بن سعد نے کہا کہ ہمیں خبر دی علی بن محمد نے ابراہیم بن محمد سے انھوں نے زید بن اسلم سے انھوں نے فرمایا کہ ایک آدمی حسن بن علی کے پاس مدینہ آیا اس کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا اس نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا حضرت معاویہ کا بیٹا (اس خط کے ذریعے) مجھے ڈرا دھمکا رہا ہے فرمایا میں اس کے نزدیک چھوٹا سا آدمی ہوں۔آدمی نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے لیکن مجھے اس کے بارے میں خوف ہے کہ وہ قیامت کے دن ستر ہزار، اسی ہزار، یا کم وبیش افراد کے ساتھ لایا جائے جن کی رگوں سے خون نکل رہا ہوگا (قتل کرنے کی وجہ سے) سب روحیں اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گی کہ اس نے ہمیں کس وجہ سے قتل کیا تھا۔

انہوں نے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے (قل ھو اللہ احد) لکھا ہوا ہے تو وہ اس سے خوش ہوئے اس بات کی خبر جب سعد بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر انہوں نے یہی خواب دیکھا ہے تو ان کی موت اب قریب آ چکی ہے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حسن رضی اللہ عنہ تھوڑے ہی دن زندہ رہے یہاں تک کہ انتقال فرما گئے۔رحمۃ اللہ علیہ

ابوبکر بن ابی الدنیا نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن صالح عتکی اور محمد بن عثمان العجلی نے ان دونوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی ابواسامہ نے ابن عون سے انہوں نے عمیر بن اسحاق سے انہوں نے فرمایا کہ میں اور ایک دوسرا آدمی قریش کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ کھڑے ہو گئے پھر بیت الخلاء میں چلے گئے وہاں سے تشریف لانے کے بعد فرمایا میں نے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا پھینک دیا ہے جس کو میں اس لکڑی سے الٹ پلٹ کرتا تھا۔ مجھے زہر کئی دفعہ پلایا گیا لیکن اس بار جو پلایا گیا ہے یہ میرے اوپر سب سے زیادہ سخت ثابت ہوا پھر آپ اس آدمی سے فرمانے لگے، مجھ سے کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پوچھ نہ سکو (مجھے موت آجائے) اس آدمی نے کہا میں آپ سے کچھ نہیں پوچھتا پس اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے ہم وہاں سے چلے آئے پھر دوسرے دن دوبارہ ان کے پاس آئے وہ بازار میں گر پڑے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے سرہانے آ کر بیٹھے اور کہا اے میرے بھائی یہ کس نے کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو حضرت حسین نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا، اگر وہی آدمی میرا قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ ہے (اس لئے) ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت پکڑ و عذاب دینے والا ہے اگر یہ آدمی میرا قاتل نہیں ہے تو مجھے پسند نہیں کہ تم اس کو میرے بدلہ قتل کرو اس کو محمد بن سعید نے ابن علیہ سے اور انہوں نے ابن عون سے روایت کیا ہے کہ محمد بن عمر الواقدی نے کہا مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے ام بکر بنت مسور سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کئی بار زہر پلایا گیا لیکن وہ اس سے بچ جاتے تھے یہاں تک کہ آخری مرتبہ جس میں ان کا انتقال ہوا اس مرتبہ زہر نے ان کے جگر کو خراب کر دیا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا تو بنی ہاشم کی عورتوں نے ان کی موت پر ایک مہینے تک نوحہ کیا۔ واقدی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی۔ عبدہ بنت نائل نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا ابن ہاشم کی عورتوں نے حضرت حسن پر ایک سال تک نوحہ کیا واقدی نے کہا مجھے حدیث بیان کی۔ عبداللہ بن جعفر نے عبداللہ بن حسن سے انہوں نے فرمایا حضرت حسن کثرت سے نکاح کرنے والے تھے۔

بہت کم عورتیں ان کے ساتھ رہ پائی تھیں اور بہت ہی کم بیویاں ان سے محبت کرتی تھیں جن سے ان کا نبھاؤ ہو سکا یہ بات بھی مشہور ہے کہ انہیں ایک زہر دیا گیا تو وہ بچ گئے اس کے بعد پھر دیا گیا پھر بچ گئے۔ پھر جب تیسری بار زہر دیا گیا تو اس میں آپ انتقال کر گئے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو طبیب نے ان کے بارے میں کہا اس شخص کی آنتیں زہر نے کاٹ ڈالی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو محمد مجھے بتایئے کس نے آپ کو زہر دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں میرے بھائی، انہوں نے کہا میں آپ کی تدفین سے پہلے اسے قتل کر دوں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھائی یہ دنیا تو فنا ہونے والی چیز ہے تم اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ تم اللہ کے سامنے اس سے ملاقات کر لو اس واسطے انہوں نے نام بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی خادم کو بہلا پھسلا کر زہر پلانے پر آمادہ کر لیا۔ محمد بن سعد نے کہا ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن جمال نے انہوں نے کہا ابو عوانہ نے مغیرہ سے انہوں نے ام موسیٰ سے کہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلایا تھا جس سے انہیں تکلیف بڑھی۔ فرمایا کہ ان کی چارپائی کے نیچے ایک پلیٹ رکھی جاتی پھر اس کو اٹھا کر دوسری رکھ دی جاتی تھی۔ یہ عمل چالیس دن تک جاری رہا کچھ لوگوں نے یہ بیان کیا کہ یزید ابن معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلا دے تو ان کی موت کے بعد میں ان سے شادی کر لوں گا اس نے زہر پلا دیا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو اشعث نے ان کو پیغام بھیجا، یزید نے کہا اللہ کی قسم ہم نے تمھیں حسن رضی اللہ عنہ کے لئے پسند نہ کیا تو کیا ہم تمھیں اپنے لئے پسند کریں گے لیکن راوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے ان کے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف واقعہ کی نسبت کرنا تو کسی صورت ٹھیک نہیں ہوگا۔ کثیر بن نمرہ نے اس بارے میں کہا کہ، اشعار، اے جعد! اسے رلا، صحیح بات میں رونے سے تنگ مت ہو کیوں کہ وہ برا نہیں تو ننگے پیر اور جوتے پہننے والے لوگوں میں اس قسم کا گھر ہرگز نہیں دیکھے گا یعنی اسے جسے اس کے گھر والوں نے صحیح اور قحط سالی کے زمانہ کے لئے بچا کر رکھا ہے جب اس کی آگ بھڑکائی جاتی تو اسے بڑے شریف نسبت سے بلند کیا جاتا تھا اس لئے کہ اسے وہ شخص دیکھ لے جس کے پاس توشہ نہیں یا وہ آدمی دیکھ لے جو شادی شدہ نہیں گوشت کے شوقین جوش مارتے ہیں یہاں تک کہ وہ گوشت کو پکا لیتے ہیں تو کھانے والے پر جوش نہیں دکھاتے۔

سفیان بن عینیہ نے رقبہ بن مصقلہ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا مجھے صحن میں لٹا دو میں آسمان کو دیکھنا چاہتا ہوں لوگوں نے ان کا بستر باہر نکال دیا انہوں نے اپنا سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ میں آپ کے

سامنے اپنے آپ کا محاسبہ کرتا ہوں اس لئے کہ میرا نفس مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا۔ راوی نے کہا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ معاملہ کیا اس وجہ سے انہوں نے اپنے رب کے سامنے اپنے نفس کا محاسبہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا جب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو وہ رونے دھونے لگے ان کے پاس مرحوم ابن عبدالعزیز آئے انہوں نے پوچھا اے ابوعبداللہ یہ رونا دھونا کیسا؟ تم اپنے رب کے پاس جاؤ جس کی تم نے سات سال عبادت کی ہے اس کے واسطے روزے رکھے ہیں نمازیں پڑھی ہیں حج کئے ہیں پھر وہ ثوری کے پاس سے چلے گئے۔

ابونعیم نے کہا جب حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کی موت کی تکلیف بڑھی تو وہ رونے دھونے لگے ان کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا اے ابومحمد یہ رونا دھونا کیسا ہے اگر آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو جائے تو کیا ہوا آپ تو اپنے اتنے رشتہ داروں سے ملاقات کریں گے جن میں آپ کے والدین حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں آپ کے نانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ و جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے ماموں قاسم طیب مطہر اور ابراہیم ہیں آپ کی خالہ رقیہ رضی اللہ عنہا ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا ہیں اس کے بعد وہ حضرت حسن کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان سے کہنے والا شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میرے بھائی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اب میری موت قریب ہے میں اس وقت ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں جو پہلے کبھی نہیں دیکھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ سن کے رونے لگے اس واقعہ کو عباس دوری نے ابن معین سے بیان کیا ہے کچھ لوگوں نے اس واقعہ کو جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

واقدی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن الفضل نے ابوعتیق سے نقل کر کے، انہوں نے فرمایا! میں نے جابر بن عبداللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جس دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم وہیں تھے قریب تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم کے درمیان فتنہ پھوٹ پڑتا اس لئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں حضور ﷺ کے ساتھ دفن کریں گے البتہ اگر اس میں فتنہ وغیرہ کا خوف ہو تو پھر جنت البقیع میں ہی دفن کریں گے لیکن مروان اس بارے میں سخت مخالفت کرتا رہا ان دنوں مروان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے معزول کیا ہوا تھا وہ چاہتا تھا کہ اس بات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رضا حاصل کر لے مروان موت تک مسلسل بنی ہاشم کی دشمنی میں سرگرداں رہا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ ابوعبداللہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور فتنہ پیدا نہ کرو اس لئے کہ تمھارے بھائی بھی فتنہ کو پسند نہیں کرتے تو انہوں نے ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ واقدی نے روایت کی کہ مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن نافع نے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے عمر سے انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت آئی تو میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ سے ڈرو، فتنہ پیدا نہ کرو خون نہ بہاؤ اپنے بھائی کو اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کر دو کیونکہ تمھارے بھائی نے تم سے اس کا عہد بھی لیا تھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا واقدی نے حضرت ابوہریرہ سے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسن نے ایک آدمی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس بات کی اجازت لینے کے لئے بھیجا تو انہوں نے اجازت دیدی۔ جب حضرت حسن کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسین نے اسلحہ تیار کر لیا۔ بنوامیہ نے بھی اسلحہ اٹھا لیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے نہیں دیں گے۔ کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو جنت البقیع میں دفن ہوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ حجرے میں دفن ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا جب لوگوں کو فتنہ پیدا ہونے کا ڈر ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ قتال نہ کریں انہوں نے مشورہ قبول کرتے ہوئے اپنی والدہ کے برابر میں جنت البقیع میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا۔ سفیان ثوری نے سالم بن ابی حفصہ سے نقل کیا انہوں نے ابو حازم سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت حسین کو دیکھا انہوں نے اس دن حضرت سعید بن العاص کو جنازہ پڑھانے کے لئے بڑھا دیا فرمایا کہ اگر یہ زیادہ عمر والے نہ ہوتے تو میں انہیں آگے نہ بڑھاتا۔ محمد بن اسحاق نے کہا مجھے حدیث بیان کی مساور نے جو کہ بنی سعد بن بکر کے غلام تھے انہوں نے فرمایا کہ جس دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ مسجد نبوی کی چھت پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! آج رسول اللہ ﷺ کے محبوب کا انتقال ہو گیا ہے اس پر خوب رو، ان کے جنازے کے لئے اتنے لوگوں کا ہجوم لگ گیا تھا کہ جنت البقیع میں

رش کی وجہ سے کسی کے جانے کی گنجائش نہ تھی۔عورتیں ومرداں پر سات دن تک روتے رہے بنی ہاشم کی عورتوں نے ان پر ایک ماہ تک نوحہ جاری رکھا بنی ہاشم کی عورتوں نے ان کا ایک سال تک سوگ منایا۔

یعقوب بن سفیان نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ نے انہیں سفیان نے انہیں جعفر بن محمد نے انہیں ان کے والد صاحب نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت علی شہید ہوئے تو ان کی عمر اٹھاون سال تھی جب حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کی عمر بھی شہادت کے وقت اتنی ہی تھی۔شعبہ نے حضرت ابوبکر بن حفص سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دس سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ابن علیہ نے جعفر بن محمد سے نقل کرتے ہوئے فرمایا انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت حسن بھی جب فوت ہوئے تو وہ سینتالیس سال کے تھے۔یہی بات بہت سے لوگوں نے کہی اور یہی بات زیادہ صحیح ہے جب کہ منقول یہ ہے کہ ان کی وفات انچاس سال کی عمر میں ہوئی جیسا ہم نے یہ پہلے بیان کیا تھا دیگر لوگوں نے کہا ان کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی کچھ لوگوں نے کہا کہ اکیاون ہجری میں یا اٹھاون ہجری میں ہوئی۔

۵۰ھ کے واقعات

سن ۵۰ھ کی ابتداء...... اسی سال ایک قول کے مطابق ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔جب کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا انتقال باون ہجری میں ہوا۔اس سال لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت حج کیا۔بعض نے کہا ان کے بیٹے یزید کی قیادت میں حج کیا تھا اس سال مدینہ کے نائب سعید بن العاص تھے۔جب کہ کوفہ، بصرہ مشرق، سجستان، ایران اور ہند میں زیاد تھے۔اس سال بنونہشل نے فرزدق کے بارے میں زیاد سے شکایت کی تو وہ وہاں سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اس کا سبب یہ بنا تھا کہ اس نے حضرت امیر معاویہ کو ایک قصیدہ پیش کیا تھا جس میں اس نے زیاد کے بارے میں سخت مطالبہ کیا تھا۔اس وجہ سے وہ وہاں سے بھاگ کر مدینہ پہنچ گیا وہاں سعید بن العاص سے پناہ مانگی اس نے یہ بات اشعار میں کی تھی اس کے بعد وہ مسلسل مکہ مدینہ کے درمیان ہی رہا۔یہاں تک کہ زیاد کا انتقال ہو گیا تو وہ اپنے شہر لوٹ گیا۔ابن جریر نے اس حصہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے ابن جریر نے اس سال کے حادثات واقدی کے طریق سے بیان کئے ہیں کہا مجھے حدیث بیان کی۔یحییٰ بن سعید بن دینار نے انہیں ان کے والد صاحب نے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی کو مدینہ سے دمشق منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا ساتھ ساتھ وہ ڈنڈا بھی منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔جو آپ ﷺ خطبہ دیتے وقت لیا کرتے تھے لیکن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ نے کہا ہم آپ کو ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں اس لئے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ آپ اس کو اس جگہ سے جہاں خود حضور پاک ﷺ نے رکھا تھا منتقل کر کے دمشق لے جائیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ ترک کر دیا لیکن منبر میں چھ درجات کا اضافہ کر دیا اس پر لوگوں سے معذرت بھی کی۔

واقدی نے روایت کیا کہ عبدالملک بن مروان نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا تو لوگوں نے اس سے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر ملتوی کر دیا تھا۔اس نے جب منبر کو حرکت دی تو سورج گرہن ہو گیا تو اس نے ارادہ ترک کر دیا پھر جب ولید بن عبدالملک نے حج کیا تو اس نے بھی ویسا ہی ارادہ کیا تو لوگوں نے اس سے بھی کہا کہ آپ کے والد صاحب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی پہلے ایسا ارادہ کیا تھا لیکن پھر ملتوی کر دیا تھا۔اس کے ارادہ ترک کرنے کا سبب یہ بنا کہ سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بات کر کے کہا آپ اس کو اس بارے میں سمجھائیں چنانچہ ان کے سمجھانے پر اس نے ارادہ ترک کر دیا۔جب سلیمان حج کر کے آئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ولید کے ارادہ کے بارے میں بتایا یہ بھی بتایا کہ سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس بات سے باز رکھا اس نے کہا مجھے یہ پسند نہیں کہ یہ عبدالملک کے بارے میں یا ولید کے بارے میں تذکرہ کرے ہمیں ایسا کرنا بھی نہ چاہیے ہمارا اور ان کا کیا جوڑ ہے ہم نے دنیا اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اب اسلامی جھنڈوں میں سے کسی جھنڈے کا ارادہ کریں اور اس کو اٹھا کر اپنے پاس لے آئیں یہ ایسی بات تھی جو ان کے لئے مناسب نہ تھی۔رحمۃ اللہ علیہ۔

اس سال حضرت معاویہ نے مصر سے معاویہ بن خدیج کو معزول کر دیا وہاں کا امیر مسلمہ بن مخلد افریقی کو مقرر کیا اس سال عقبہ بن نافع الفہری نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے بلاد افریقہ فتح کر لئے یہاں تک کہ قیروان کے قریب پہنچ گئے۔ وہ بہت گھنی جھاڑی تھی وہاں بڑے بڑے درندے، وحشی جانور اور سانپ رہا کرتے تھے لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا یہاں تک کہ درندے وہاں سے اپنے بچے اٹھا کر بھاگ گئے سانپ اپنے بلوں سے نکل کر بھاگ گئے اس کے بعد بربر (جگہ کا نام) کے لوگ سلامتی سے رہنے لگے اس جگہ قیروان تعمیر کیا گیا۔ اس سال بسر بن ابی ارطاہ اور سفیان بن عوف نے ملک روم میں جہاد کیا۔ اس سال فضالہ بن عبید البحر نے بھی جہاد میں حصہ لیا اس سال مدلاج بن عمرو السلمی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے یہ بڑے صحابی تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ البتہ میں نے ان کا صحابہ کرام میں کوئی ذکر نہیں دیکھا۔

صفیہ بنت حی بن اخطب کے حالات......ابن شعبہ بن ثعلبہ بن عبد کعب بن الخزرج بن ابو حبیب بن النضیر بن النحام بن نحوم، ام المومنین النضر یہ جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ وہ اپنے والد کے ساتھ تھیں ان کے چچازاد بھائی اخطب مدینہ میں تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے بنو نضیر کو ملک سے نکالا تو وہ خیبر چلے گئے تو ان کے والد کو بنو قریظہ کے دوسرے افراد کے ساتھ قتل کیا گیا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کیا تو یہ قید ہو کر آئیں۔ یہ دحیہ بن خلیفہ الکلبی کے حصہ میں آئیں۔ آپ کے سامنے ان کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ وہاں کی بادشاہ زادی ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب کر لیا اور ان کا عوض دیدیا۔ پھر یہ اسلام لے آئیں تو آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب وہ مقام صہباء میں حلال ہوئیں تو ان کی رخصتی کی گئی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کا بناؤ سنگھار وغیرہ کا کام کیا تھا۔ پہلے یہ اپنے چچازاد بھائی کنانہ بن ابو حقیق کے نکاح میں تھیں۔ وہ جنگ میں قتل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ان کے گال پر تھپڑ کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے دیکھا تھا گویا کہ چاند یثرب سے آ کر میری گود میں اتر گیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے چچازاد بھائی کو بتایا تو اس نے میرے زوردار تھپڑ رسید کیا، کہا کہ کیا تو یہ تمنا کر رہی ہے کہ تیری شادی یثرب کے بادشاہ سے ہو جائے۔ یہ اسی تھپڑ کا نشان ہے۔ یہ عبادت، تقویٰ، پرہیزگاری، نیکی اور صدقہ کرنے میں تمام عورتوں سے آگے تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا۔ واقدی نے کہا پچاس ہجری میں ان کا انتقال ہوا بعض نے کہا ۳۶ ہجری میں ان کا انتقال ہوا پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

ام شریک الانصاریہ......ان کو عامریہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ ہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے واسطے ھبہ کیا تھا۔ انہی کو آسمان سے ڈول کے ذریعے سیرابی دی گئی تھی جب کہ مشرکین نے ان سے پانی روک دیا تھا۔ اس وجہ سے یہ اسلام لے آئی تھیں۔ ان کا نام غزیہ تھا، بعض لوگوں نے کہا عزیلہ تھا۔ بنی عامر سے تعلق رکھتی تھیں، یہ بات زیادہ صحیح ہے۔ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، سن ۵۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے علاوہ میں نے کسی اور کا قول نہیں دیکھا۔

عمرو بن امیۃ الضمری......بڑے عظیم صحابی ہیں غزوہ احد کے بعد اسلام قبول کیا۔ پہلے آدمی تھے جنہوں نے بئر معونہ کا مشاہدہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساعی تھے۔ آپ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے معاملہ میں ان کو نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ اس کام کے لئے بھی بھیجا تھا کہ یہ یمن سے باقی ماندہ مسلمانوں کو بھی لے آئیں۔ ان کے بعد بہت سے اچھے کام اور یادگار نشانیاں اب بھی موجود ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ ابن الجوزی ابو الفرج نے اپنی کتاب منتظم میں ذکر کیا ہے کہ اس سال وفات پانے والے حضرات مندرجہ ذیل ہیں۔ جبیر بن مطعم، حسان بن ثابت، حکم بن عمرو الغفاری، دحیہ بن خلیفہ الکلبی، عقیل بن ابی طالب، عمرو بن امیہ الضمری بدری، کعب بن مالک، مغیرہ ابن شعبہ، جویریہ بنت الحارث، صفیہ بنت حی، ام شریک الانصاریہ، رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

جبیر ابن مطعم......ابن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی ابو محمد، بعض نے کہا ابو عدی المدنی ہیں وہ بدر کے قیدیوں میں مشرکین کے ساتھ قید ہو کر آئے تھے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی سورۃ طور کی قرآت سنی (ام خلقوا من غیر شئی ام ھم الخالقون) یہ آیت سنی تو ان کے دل میں

اسلام داخل ہو گیا پھر خیبر کے سال میں اسلام لے آئے۔ بعض لوگوں نے کہا فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے یہ قریش کے سرداروں میں سے تھے نسبوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ یہ علم انہوں نے اپنے ایک دوست سے حاصل کیا تھا مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات ۵۸ ہجری میں ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۵۹ ہجری میں ہوئی۔

حسان ابن ثابت...... یہ اسلامی شاعر تھے صحیح بات یہ ہے کہ ان کی وفات ۵۴ ہجری میں ہوئی جیسا کہ آگے بھی ان کا ذکر آئے گا۔

الحکم بن عمرو بن مجدع الغفاری...... رافع بن عمر کے بھائی تھے انہیں حکم بن اقرع بھی کہا جاتا تھا عظیم صحابی ہیں۔ ان کی ایک حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ نے بھی نقل کی ہے جو کہ شہری گدھوں کے گوشت کی حرمت کے بارے میں ہے زیاد بن ابیہ نے اس کو جنگ جبل الاشل میں اپنا نائب مقرر کیا تھا تو انہوں نے بہت زیادہ مال غنیمت حاصل کیا، زیاد کا خط ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زبانی آیا جس میں یہ پیغام دیا تھا کہ مال غنیمت میں سے سونا اور چاندی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اور ان کے بیت المال کے لئے منتخب کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب امیر المومنین کی کتاب سے بڑھ کر ہے۔ یا انہوں نے حضور ﷺ کا یہ قول نہیں سنا: مخلوق کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت واجب ہے۔ انہوں نے مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس جرم میں انہیں اس سال موت تک مرو میں (جگہ کا نام) قید رکھا گیا۔ ان کی موت ۵۱ ہجری میں ہوئی۔

دحیۃ بن خلیفۃ الکلبی...... بڑے صحابی تھے، خوبصورت تھے اسی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام زیادہ تر ان کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ انہی کو حضور ﷺ نے دربار قیصر میں بھیجا تھا۔ شروع میں اسلام لا چکے تھے لیکن بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے اس کے بعد جنگ یرموک میں بھی حاضر تھے ایک دفعہ دمشق غربی میں امیر بنائے گئے اور اسی میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال ہوا۔

اسی سال عبدالرحمٰن بن سمرۃ بن حبیب بن عبد شمس القرشی ابو سعید العبشمی کا انتقال ہوا۔ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے موتہ اور غزوہ خراسان میں حاضر تھے، بجستان و کابل انہوں نے فتح کئے ان کا ایک گھر دمشق میں تھا جب کہ رہائش بصرہ میں تھی۔ بعض نے کہا ان کی رہائش مرو میں تھی۔ محمد ابن سعد اور دیگر لوگوں نے کہا ان کی وفات سن ۵۰ ہجری میں بصرہ میں ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ۵۱ ہجری میں ہوئی۔ زیاد نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی بہت سے لوگوں نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی ان کے زمانہ جاہلیت میں تین نام مشہور تھے۔ عبد کلال، عبد کلوب اور عبدالکعبہ۔ آپ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا تھا۔ یہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مابین ایک سفیر بھی تھے۔ اسی سال عثمان ابن ابی عاص الثقفی، ابو عبداللہ الطائفی فوت ہوئے۔ ان کی اور ان کے بھائی حکم کی آپ ﷺ سے محبت تھی۔ یہ ثقیف کی جماعت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ آپ نے ان کو طائف کا گورنر مقرر کیا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو امیر برقرار رکھا۔ ان کی امارت و امامت ایک طویل مدت تک رہی یہاں تک کہ ۵۰ ہجری یا ۵۱ ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

عقیل بن ابی طالب...... یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ اسی طرح حضرت جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے جیسا کہ ابو طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے۔ یہ سب سوائے ابو طالب کے اسلام لے آئے تھے۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ غزوہ موتہ میں بھی شریک تھے۔ قبیلہ قریش میں سب سے معزز نسب والے تھے یہ اپنے رشتہ داروں کے وارث ہوئے جب کہ وہ ہجرت کر کے اپنا مال مکہ میں ہی چھوڑ گئے تھے۔ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا۔

اسی سال عمرو بن الحمق بن الکاھن الخزاعی کی وفات ہوئی۔ یہ فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام لے آئے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے واسطے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی جوانی سے نفع دے۔ اسی سال کی عمر میں بھی ان کی داڑھی کا کوئی بال سفید نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود یہ ان میں شامل تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس کے بعد وہ شیعان علی میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ جمل و صفین میں شریک رہے یہ ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حجر بن عدی کی مدد کی تھی۔ زیاد نے ان کو بلایا تو یہ بھاگ کر موصل چلے گئے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے جاسوس موصل کے اردگرد بھیجے جاسوسوں نے ان کو ایک غار میں مردہ پایا دراصل خزاعی نے اس غار میں پناہ لی تھی۔ وہاں انہیں ایک سانپ نے ڈس لیا جس سے وہ انتقال کر گئے تو ان کا سر کاٹ کر حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر ان کی بیوی کی گود میں ڈال دیا۔ بیوی نے اپنی ہتھیلی ان کی پیشانی پر رکھی بیوی نے ان کے منہ کو چوم کر کہا تم نے ان کو طویل مدت تک مجھ سے دور رکھا پھر قتل کر کے اس کا تحفہ بھیجا تو تمھارا ہدیہ مجھے بغیر کسی اعتراض کے قبول ہے۔

کعب بن مالک الانصاری السلمی ...... یہ اسلامی شاعر تھے عقبہ میں شامل تھے لیکن بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے یہ بات بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ جیسا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہے۔ یہ ان تین صحابہ کرام میں تھے جو کہ غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہو سکے تھے پھر ان کی توبہ قبول کر لی گئی تھی جیسا کہ ہم ان کا قصہ مفصلاً تفسیر میں بیان کر چکے ہیں یہی بات پیچھے غزوہ تبوک کے ذیل میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ ابن کلبی کی یہ بات غلط ہے کہ یہ بدر میں شریک تھے ایک قول کے مطابق ان کی وفات ۴۱ ہجری سے پہلے ہوئی۔ لیکن واقدی نے کہا جو کہ ان کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں ان کی وفات ۵۰ ہجری میں ہوئی۔ قاسم بن عدی نے کہا ان کی وفات ۵۱ ہجری میں ہوئی۔

المغیرۃ بن شعبۃ ...... ابن ابی عامر بن مسعود ابو عیسیٰ ابو عبداللہ ثقفی بھی کہا جاتا ہے۔ عروۃ بن مسعود ثقفی ان کے والد کے چچا تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ عرب کے عقلمند ترین آدمی تھے اچھی رائے دینے والے تھے غزوہ خندق والے سال میں بنو ثقیف کے تیرہ آدمیوں کے قتل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔ ان کو مقوقس کے پاس بھگا دیا گیا ان کے مال و دولت چھین لئے گئے ان کی حیات کے ذمہ دار عروۃ بن مسعود ہوئے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ میں حاضر تھے۔ صلح کے دن آپ ﷺ کے پاس تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے۔ ان کو حضور ﷺ نے اہل طائف کے اسلام لانے کے بعد وہاں بھیجا۔ انہوں نے اور ابوسفیان بن حرب نے وہاں لات (بت کا نام) گرایا تھا۔ ان کے گرانے کی کیفیت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین بھیجا۔ یہ جنگ یمامہ اور یرموک میں شریک ہوئے۔ اسی دن آنکھ بھی زخمی ہو گئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بلکہ انہوں نے سورج کو دیکھا تھا جب کہ اس کو گہن لگا ہوا تھا اس وجہ سے ان کی بینائی ضائع ہو گئی۔

جنگ قادسیہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ بہت سی فتوحات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ولی بنا دیا تھا جن میں ھمدان اور میسان بھی شامل تھے۔ انہی کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رستم کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا تو انہوں نے بہت فصیح و بلیغ انداز میں اس سے بات کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ میں نائب بنایا تھا وہاں ان پر زنا کا الزام لگا جو کہ ثابت نہ ہو سکا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں سے معزول کر کے کوفہ کی ولایت عطا فرما دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ایک مدت تک برقرار رکھا لیکن پھر معزول کر دیا اس کے بعد گوشہ نشین ہو گئے یہاں تک کہ حکمین کا معاملہ پیش آیا تو یہ حضرت معاویہ سے مل گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی اس کے بعد یہ کوفہ چلے گئے پھر وہاں کے امیر مقرر ہو گئے۔ مشہور بات کے مطابق وہ اس سال اپنی موت تک وہاں کے امیر رہے محمد بن سعد وغیرہ نے بتایا کہ خطیب نے کہا، اسی بات پر لوگ متفق ہیں یہ اس سال رمضان سن ۵۰ ہجری کا واقعہ ہے۔ ابو عبید نے کہا ان کی وفات ۴۹ ہجری میں ہوئی۔ ابن عبداللہ نے کہا ۵۱ ہجری میں ہوئی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ سن ۵۸ ہجری میں ہوئی ایک قول یہ ہے کہ ۳۶ ہجری میں ہوئی لیکن یہ قول غلط ہے۔ محمد بن سعد نے کہا یہ بھورے بالوں والے اور کشادہ پیشانی والے تھے۔ سکڑے ہونٹوں والے تھے، بڑے سر والے تھے، موٹے بازوؤں والے تھے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان کافی بعد تھا (یعنی چوڑے تھے) وہ اپنے سر کے بالوں کو چار چوٹیوں میں باندھتے تھے۔

شعبی نے کہا قاضی چار تھے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں ابوبکر، عمر، ابن مسعود، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ۔ اس طرح نہایت ذہین بھی چار آدمی تھے جن میں حضرت معاویہ، عمرو، مغیرہ، زیاد رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ امام زہری نے کہا نہایت ذہین آدمی فتنہ کے زمانہ میں پانچ تھے۔ حضرت معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ (یہ معتزلی تھے) قیس بن سعد بن عبادۃ، عبداللہ بن بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ۔ آخر والے دونوں حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ میں کہتا ہوں شیعہ لوگ کہا کرتے تھے کہ لوگوں کے نزدیک قابل قدر پانچ آدمی تھے جو یہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ، علی، فاطمہ، الحسن، الحسین رضی اللہ عنہ ان کے مقابل میں بھی پانچ افراد تھے جو کہ یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر، عمر، معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔ شعبی نے

کہا مجھ پر سوائے ایک نوجوان کے کبھی کوئی غالب نہیں آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو میں نے اس سے مشورہ کیا اس نے کہا اے امیر: میں مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ اس سے شادی کریں۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اس لئے کہ میں نے ایک مرد کو اس عورت کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے اس کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ اس نے اس لڑکی سے خود شادی کر لی میں نے اس سے کہا تو نے کہا تھا کہ میں نے ایک آدمی کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تھا اس نے کہا ہاں میں نے اپنے باپ کو جب وہ چھوٹی تھی بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تھا۔ راوی نے یہ بھی کہا کہ میں نے قبیصہ ابن جابر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ رہا ہوں۔ فرمایا اگر مدینہ کے آٹھ دروازے ہوتے تب بھی میں ان سب دروازوں سے صرف مغیرہ کے مکر سے نکالا جانا ہی ممکن تھا۔ ابن وھب نے کہا میں نے مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ایک بیوی والا جو ہوتا ہے اس کی بیوی انہی کے ساتھ جیتی مرتی ہے۔ جب کہ دو بیویوں والا دو بھڑکتی ہوئی آگوں کے درمیان ہوتا ہے جب کہ چار بیویوں والا آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کر لیتا ہے۔ اسی لئے وہ چار شادیاں ایک ساتھ کرتے تھے اور انہیں طلاق بھی ایک ساتھ دیدیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن نافع نے کہا کہ مغیرہ نے تین سو عورتوں سے شادیاں کی تھیں۔ ایک ہزار، سو اور اسی یہ تین قول بھی مشہور ہیں۔

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار الخزعیہ المصطلقیہ:......ان کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ المریسیع میں قیدی بنایا تھا اسی کو غزوہ مصطلق بھی کہتے ہیں ان کا باپ بادشاہ تھا وہ اسلام لے آئیں تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا پھر بعد میں شادی بھی انہیں سے کر لی یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی تھی انہوں نے ان کو مکاتبہ بنایا تو یہ مدد کے لئے آپ ﷺ کے پاس آئیں آپ نے فرمایا کیا اس سے بہترین چیز تمہیں نہ دوں، پوچھا وہ کیا، فرمایا تمہیں خرید کر آزاد کر کے تم سے شادی کر لوں اس طرح یہ آزاد ہوگئیں لوگوں نے کہا اب یہ خاندان آپ ﷺ کا سسرال بن گیا اس لئے جن جن لوگوں نے بنی مصطلق کے لوگوں کو غلام بنایا تھا سب کو آزاد کر دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں ان سے زیادہ کسی عورت کو اپنے گھر والوں کے لئے زیادہ قابل برکت نہیں سمجھتی ان کا نام پہلے برہ تھا آپ ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھ دیا یہ شیریں کلام کرنے والی خاتون تھیں اسی سال ۵۰ ہجری میں جیسا کہ ابن جوزی نے بتایا کہ ان کا انتقال ہوا تھا ۵۵ اور ۵۶ میں بھی ان کی وفات کے بارے میں اقوال ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا۔

۵۱ھ کے واقعات

اسی سال حجر بن عدی بن جبل بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ الاکبر بن حارث بن معاویہ بن ثور بن بزیغ بن کندی الکوفی کا انتقال ہوا۔ انہیں حجر الخیر اور حجر بن الادبر بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا باپ عدی پیچھے مڑ کر نیزہ مارا کرتا تھا اس لئے اس کا نام ادبر پڑ گیا وہ اہل کوفہ کے سرداروں میں عظیم حیثیت کا حامل تھا ابن عساکر نے کہا یہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور حضرت علی، عمار اور شرحبیل ابن مرہ سے سماع کیا انہیں شرحبیل ابن مرہ بھی کہتے ہیں ان سے ابولیلی نے جو کہ ان کے غلام نے روایت کی ہے ان کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عباس اور ابو بختری الطائی نے بھی روایت کی ہے اس جماعت کے ساتھ قتال بھی کیا جس نے عذراء فتح کیا تھا۔ صفین کی لڑائی میں حضرت علی کے ہمراہ امیر بن کر حاضر ہوئے تھے۔ اپنی سندوں سے حجر کی ایسی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہیں جو اچھی باتوں پر مشتمل ہیں۔

محمد بن سعد نے انہیں صحابہ کے طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے یہ زائرین کعبہ کی میزبانی کا منصب رکھتے تھے یہ اہل کوفہ کے پہلے تابعین میں سے ہیں۔ راوی نے فرمایا یہ قابل اعتماد مشہور آدمی تھے۔ حضرت علی کے علاوہ انہوں نے کسی سے کوئی شے روایت نہیں کی۔ ابن عساکر نے کہا بلکہ انہوں نے عمار اور شرحبیل ابن مرہ سے بھی روایت کی ہیں۔ ابواحمد العسکری نے کہا کہ اکثر محدثین ان کی صحبت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہ جنگ قادسیہ میں برج عذراء کی فتح میں اور جنگ جمل وصفین میں بھی شریک تھے۔ حضرت علی کے ساتھ ایک حجر الخیر تھے وہ یہی حجر بن عدی تھے۔ البتہ ایک حجر الشرف تھے۔ وہ حجر ابن یزید بن سلمہ بن مرہ تھے مرزبانی نے کہا۔ حجر بن عدی اپنے بھائی ھانی بن عدی کے ہمراہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے یہ لوگوں

میں عابد وزاہد تھے اپنی والدہ کے فرمانبردار تھے، نمازوں اور روزوں میں کثرت کرنے والے تھے۔ ابومعشر نے کہا وہ وضو ٹوٹنے کے بعد فوراً ہی وضو کرلیا کرتے تھے اور وضو کر کے ہمیشہ دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔

اسی طرح بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی یعلی بن عبید نے انہیں اعمش نے ابی اسحاق سے انہوں نے فرمایا سلمان نے حجر سے کہا اے ام حجر کے بیٹے! اگر تیرے اعضاء کاٹ دیئے جائیں جب بھی ایمان نہیں آئے گا۔ جب مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں حضرت علی کا ذکر خطبہ کے دوران کیا کرتے تو حضرت عثمان کی تعریف کے بعد ان کی برائی کرتے تو حجر اس بات پر غصہ ہوتا تھا اس کو ناپسند کرتا تھا لیکن حضرت مغیرہ بہت زیادہ حلیم و بردبار تھے وہ اس سے درگزر کیا کرتے اور اس کو نصیحت بھی کیا کرتے تھے اور اس کی اس بیوقوفی کو معاف کردیا کرتے تھے حالاں کہ بادشاہ سے لڑائی کا وبال شدید ہوتا ہے اس کے بعد بھی حجر باز نہ آیا۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے آخری ایام چل رہے تھے تو ایک دن حجر نے خطبہ دیتے ہوئے ان پر نکیر کی اس بات پر ان کی مذمت کی کہ انہوں نے سب سے آخر میں مجھے عطیات دیئے ہیں۔ اس کے ہمراہ لوگوں کی ایک جماعت بھی بغاوت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی وہ لوگ اس کی تصدیق جب کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی برائیاں کیا کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ امراء کی ایک جماعت عصر کے بعد شاہی محل میں داخل ہوئی۔ انہوں نے حجر کو نافرمانی اور امیر کے خلاف بغاوت سے باز رکھنے کا مشورہ دیا اور امیر کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اس کو سزا دیں۔ لیکن حضرت مغیرہ نے اس بار بھی بردباری سے کام لیتے ہوئے اس سے درگزر فرمایا۔ یونس بن عبید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ بیت المال میں سے کچھ مال مجھے روانہ کریں۔ انہوں نے ایک اونٹ مال سے لدا ہوا بھیجا۔ حجر نے راستہ میں اس سے تعارض کیا اس نے اونٹ کی لگام کا اگلا حصہ پکڑ کر کہا: اللہ کی قسم نہیں جانے دوں گا یہاں تک کہ اس کے حقدار کو اس کا حق پورا پورا مل جائے گا۔

بنوثقیف کے ایک جوان نے کہا: اے امیر کیا ہم اس کا سر کاٹ کر آپ کے پاس نہ لے آئیں۔ انہوں نے کہا میں حجر کے ساتھ یہ سلوک نہیں کر سکتا، یہ کہہ کر اس کو چھوڑ دیا۔ جب یہ اطلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا ان کے بدلے وہاں زیاد کو متولی بنایا جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں موت تک معزول نہیں کیا تھا۔ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے تو زیاد بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا بھی امیر بن گیا وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں کی جماعت حجر کے ہاتھ پر گٹھ جوڑ کر چکی تھی۔ وہ لوگ اس کے ہاتھوں کو تھام کر یہ مطالبہ کررہے تھے کہ حجر کو امیر بنایا دیا جائے۔ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہے تھے اور ان سے بیزاری کا اظہار کررہے تھے جب زیادہ نے کوفہ میں پہلا خطبہ دیا تو اس نے اپنے خطبہ کے آخر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے ان لوگوں کی مذمت کی جنہوں نے انہیں قتل کیا تھا یا ان کے قتل میں معاونت کی تھی۔ اس کا یہ خطبہ سن کر حجر ویسے ہی کھڑا ہوگیا جیسا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کھڑا ہوجایا کرتا تھا۔ ویسے ہی باتیں کرنا شروع کردیں جیسا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کیا کرتا تھا، زیاد نے بھی اس سے تعارض نہ کیا بلکہ وہ اس ارادے سے بصرہ چلا گیا کہ اس کو بھی ساتھ لے جائے تا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ اس نے کہا میں بیمار ہوں زیاد نے کہا اللہ کی قسم تو اپنے دین، عقل اور دل کا بیمار ہے۔ اللہ کی قسم اگر تو نے کوئی فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو میں تجھے ضرور قتل کردوں گا۔ اس کے بعد زیاد بصرہ چلا گیا وہاں اس کو یہ اطلاع ملی کہ حجر اور اس کے ساتھیوں نے کوفہ میں اس کے (زیاد) کے نائب پر نکیر شروع کردی ہے وہ نائب عمرو بن حریث تھا وہاں لوگوں نے اس سے جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دینے سے تعارض کیا۔ یہ سن کر زیاد کوفہ آیا، پہلے محل میں قیام کیا پھر منبر پر آیا اس نے باریک ریشم کا جبہ اور سرخ ریشم کی منقش چادر اوڑھی ہوئی تھی اپنے بالوں میں مانگ بھی نکالی ہوئی تھی۔ حجر اور اس کے ساتھی اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھی آج پہلے کے مقابلہ میں زیادہ تھے اس کے بعض ساتھی اس وقت تین ہزار تک کے جوڑوں میں تھے جو کہ زیاد کے اردگرد ڈلو ہاو ہتھیار وغیرہ لے کر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے زیاد نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا: بلاشبہ بغاوت کا انجام ناکامی ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے پہلے مجھے امن دیا تھا اس کے بعد میرے خلاف بغاوت شروع کردی۔ اللہ کی قسم اگر تم لوگ سیدھے نہ ہوئے تو میں تمہارا علاج بھی جانتا ہوں اس کے بعد کہا: اگر میں حجر اور اس کے ساتھیوں سے کوفہ کی سرزمین پاک نہ کردوں تو میرا ابھی نام نہیں۔ اس طرح میں اس کے بعد آنے والوں کے لئے ایک نشان عبرت بنا دوں گا۔ اے حجر تیری ماں برباد ہو (بددعاء)، رات کے کھانے نے تجھے بھیڑیئے پر گرادیا ہے، اس کے بعد شعر کہا: یہ نصیحت پہنچا تو دو کہ اونٹ کے چرواہے کو رات کے

کھانے نے بھیڑیئے پر گرادیا ہے۔

زیاد نے اپنے خطبہ میں یہ بات کی کہ بہت سی باتیں امیر المومنین کا حق ہیں تو حجر نے کنکریاں اٹھا کر اس کو ماریں اور کہا تو جھوٹا ہے تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد زیاد نے نیچے اتر کر نماز پڑھائی اس کے بعد شاہی محل گیا حجر کو بھی بلوایا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب زیاد خطبہ دے رہا تھا تو اس کا خطبہ طویل ہوتا جارہا تھا نماز کا وقت نکلنے کو تھا حجر نے اس سے کہا آپ کے خطبہ میں نماز نکل جائیگی لیکن زیاد نے خطبہ جاری رکھا۔ حجر کو جب نماز قضاء ہونے کا ڈر ہوا تو اس نے ہتھیلی سے کنکریاں پھینکی اور نماز کا اعلان کردیا لوگ بھی اس کے ساتھ ہونے لگے۔ جب زیاد نے یہ منظر دیکھا تو اس نے خطبہ ختم کر کے خود امامت کرائی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے حجر کے معاملہ میں اور اس کی بڑھتی ہوئی شرارتوں کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا حضرت معاویہ نے زیاد کو پیغام بھیجا کہ اس کو لوہے میں جکڑ کر میرے پاس بھیج دو۔ زیاد نے اس کے پاس ایک افسر فوجی (شداد بن الہیثم) اور اس کے ہمراہ ایک ٹیم کو حجر کے پاس بھیجا، فوجی نے کہا: امیر تمھیں طلب کر رہے ہیں، حجر نے زیاد کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ اس کے اردگرد اس کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے تو اس نگران فوجی نے واپس آ کر زیاد کو اس بات سے آگاہ کیا، زیاد تمام قبائلوں کی ایک جماعت کا لشکر تیار کر کے نگراں فوجی کے ہمراہ حجر کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ ان کے درمیان قتال پتھروں اور ڈنڈوں سے ہوا لیکن سارے لوگ اس سے عاجز آ گئے انہوں نے محمد بن اشعث کو بلایا اسے تین دن کی مہلت دی کہ وہ اس میں اپنے ساتھ ایک لشکر تیار کر کے لائے وہ لشکر کے ہمراہ حجر کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا مسلسل کوشش وجدوجہد کے بعد وہ اس کو پکڑ کر زیاد کے پاس لے آئے۔ نہ اس کی قوم نے اس کو کوئی فائدہ دیا نہ ہی ان لوگوں نے جن کے بارے میں انہیں گمان تھا کہ وہ ایسے برے وقت میں اس کا ساتھ دیں گے۔ زیاد نے اس کو قید کر کے دس دن جیل میں رکھا اس کے بعد اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ زیاد نے اس کے ہمراہ ایک جماعت بھی بھیجی کہ جو اس کے خلاف اس بات کی گواہی دے کہ حجر خلیفہ مسلمین کو گالیاں دیا کرتا تھا اور امیر کے ساتھ سرکشی کیا کرتا تھا۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ امارت کے لئے اولاد علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا فرد مناسب نہیں۔ اس کے خلاف گواہی دینے والوں میں مندرجہ ذیل افراد شامل تھے جن میں حضرت ابو بردۃ بن ابوموسیٰ، وائل بن حجر، عمر بن سعد بن ابی وقاص، اسحاق، اسماعیل، موسیٰ، بنو طلحہ بن عبیداللہ، منذر بن زبیر، کثیر بن شہاب اور ثابت بن ربیعی۔ ستر افراد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں قاضی شریح کی شہادت لکھی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے اس بات کا انکار کیا، فرمایا میں نے زیاد سے یہ کہا تھا وہ روزوں اور نماز میں کثرت کرنے والا ہے۔

اس کے بعد زیاد نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کے ہمراہ روانہ کر دیا حجر بن عدی بن جبلہ کندی کے ہمراہ اس کے ساتھیوں کی ایک پوری جماعت تھی جن کی تعداد بیس یا چودہ بتلائی جاتی ہے۔ ان میں یہ لوگ شامل تھے۔ ارقم بن عبداللہ الکندی، شریک بن شداد الحضرمی، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ضبیعہ بن حرملہ العبسی، کریم بن عفیف الخثعمی، عاصم بن عوف البجلی، ورقاء بن سمی البجلی، کدام بن حبان، عبدالرحمٰن بن حسان بن العریان جو کہ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے اور عبداللہ بن جویہ السعدی یہ بھی بنی تمیمی تھے یہ وہ حجر کے ساتھی ہیں جو اس کے ساتھ ابن زیاد کے پاس پہنچے تھے پھر ان کو شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ ان کے پیچھے زیاد نے دو آدمی مزید بھیجے جو کہ عتبہ بن الاخنس بنی سعد سے اور سعد بن عمران الحمد انی ہیں۔ اس طرح چودہ آدمی مکمل ہوئے۔ جب حجر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے کہا: السلام علیک اے امیر المومنین، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کو دیکھ کر سخت غصہ ہوئے۔ انہوں نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے عزراء پل پر سوار ہو کر ملاقات کی۔ راوی نے کہا بلکہ ان کے پاس عزراء کی گھاٹی کے نیچے ان سے ملاقات کرنے والے بھیجے تھے تو یہ وہاں قتل کئے گئے۔ البتہ جو تین آدمی ان کے پاس بھیجے گئے وہ یہ ہیں۔ ھد بہ بن فیاض القضاعی، حضیر بن عبداللہ الکلابی اور ابوشریف البدوی۔ یہ تینوں ان کے پاس آ گئے۔ حجر اور اس کے ساتھیوں نے رات طویل نمازیں پڑھ کر گزاری۔ جب انہوں نے صبح کی نماز پڑھ لی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ ہی بات زیادہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ لوگ حضرت معاویہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا پھر یہ عزراء میں قتل کئے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے ان کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے یہاں تک کہ ان کو لے کر عزراء پل کے پاس پہنچے بعض لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل کا مشورہ دیا اور بعض نے ملک سے باہر نکالنے کا مشورہ دیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں دوسرا خط زیاد

کو بھیجا جس میں اس نے ان کے بارے میں قتل کا مشورہ دیا۔ البتہ اگر ان کی عراق میں کوئی حاجت ہو تو ایسی صورت میں ان کے قتل کا حکم دیا۔ امراء نے یکے بعد دیگرے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ھبہ طلب کیا یہاں تک کہ ان میں سے چھ نے ھبہ طلب کیا اور چھ قتل ہو گئے ان میں پہلا حجر بن عدی تھا دوسرے شخص نے توبہ کر لی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے معاف کر دیا اس کے بعد اس نے ایک اور آدمی کو بھیجا جس نے حضرت عثمان کو برا بھلا کہا تھا اور گمان کیا کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بولنے میں زیادتی سے کام لیا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے زیاد کے پاس بھیج کر کہا تو نے اس سے بڑھ کر ذلیل آدمی میرے پاس کیوں نہیں بھیجا جب وہ آدمی زیاد کے پاس آیا تو اس نے اسے زندہ ہی سمندر میں پھنکوا دیا۔ وہ شخص عبدالرحمٰن بن حسان الفری تھا۔

جو عزراء میں قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ حجر بن عدی، شریک بن شداد، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ضبیعہ، محرز ابن شہاب المنقری اور کدام بن حیان۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عرفہ میں مسجد قصب کے احاطہ میں دفن کئے گئے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ عزراء میں دفن ہیں۔ جب لوگوں نے حجر کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کہا مجھے اجازت دے دو کہ میں وضو کر لوں۔ لوگوں نے کہا کر لو جب اس نے وضو کر لیا تو کہا مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دیدو۔ تو اس نے دو رکعتیں مختصر پڑھیں، کہا، اگر تم لوگ یہ نہ کہتے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں طویل نماز پڑھتا پھر ان کو قتل کے لئے پیش کر دیا گیا جب کہ ان کی قبریں کھودی جا چکی تھیں ان کے کفن پھیلا دیئے گئے تھے۔ جب جلاد اس کی طرف (حجر) بڑھنے لگا تو وہ لرز اٹھا، لوگوں نے کہا تو تو ابھی کہہ رہا تھا میں موت سے نہیں ڈرتا اس نے کہا میں کیسے نہ ڈروں جب کہ میں کھدی ہوئی قبر، پھیلا ہوا کفن اور لٹکی ہوئی تلوار بلکل سامنے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد جلاد اس کے پاس بڑھا جو کہ ابوشریف البدوی تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک کانا آدمی اس کی طرف بڑھا اس نے اس سے کہا : اپنی گردن سیدھی کر لے۔ حجر نے کہا میں اپنے قتل میں مدد نہیں کرنا چاہتا تو اس نے اس کو ویسے ہی مار کر قتل کر دیا۔ اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کو بیڑیوں سمیت ہی دفن کر دیا جائے اس لئے ایسا ہی کیا گیا ایک اور روایت میں ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی تھی اور اسے غسل بھی دیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اور اسے بیڑیوں سمیت ہی دفن کیا گیا تھا، لوگوں نے کہا: جی ہاں: انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم وہ ان لوگوں پر غالب آ گیا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں اس لئے کہ حجر تو ۵۱ ہجری یا بقول بعض ۵۳ ہجری میں قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اس کی غلطیوں کو معاف فرمائے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کرنے آئے تو انہیں پردہ کے پیچھے سے سلام کیا، یہ ملاقات حجر اور اس کے ساتھیوں کے قتل کرنے کے بعد کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمھاری بردباری کا کیا بنا کیوں کہ تم حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر چکے ہو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میری والدہ محترمہ: اس وقت میری بردباری خاک میں مل چکی تھی کیوں کہ میری قوم کے آپ جیسے لوگ مجھ سے دور ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، میں آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہوں انہوں نے فرمایا میرے ساتھ تو تم اچھا برتاؤ کرتے ہو، یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بس یہ بات میرے لئے کافی ہے البتہ میرا اور حجر کا کل اللہ عزوجل کے ساتھ آمنا سامنا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو ان لوگوں نے قتل کیا جنھوں نے اس کے خلاف گواہی دی۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو موت کی تکلیف شروع ہوئی تو وہ فرما رہے تھے: اے حجر میرا یہ دن تجھ سے زیادہ لمبا ہے یہ بات انہوں نے تین دفعہ کہی۔ واللہ اعلم۔

محمد بن سعد کتاب طبقات میں لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے یہ بات ذکر کی ہے کہ حجر اپنے بھائی ھانی بن عدی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حجر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، جب زیاد بن ابی سفیان کوفہ کا والی بن آیا تو اس نے حجر بن عدی کو بلا کر کہا، تم یہ بات جانتے ہو میں اور تمھارا باپ ایک بات پر متفق تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت تھی۔ لیکن اب کسی اور کی حکومت آ گئی ہے میں تمھیں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم میرے واسطے اپنا خون کا ایک قطرہ بھی بہاؤ گے تو میں سارا کا سارا بہا دوں گا۔ لیکن کام یہ کرنا کہ اپنی زبان پر قابو رکھنا، زیادہ تر گھر میں رہنا، یہ میرا تخت تمھاری نشست گاہ ہوگی، تمھاری ضروریات کا ذمہ دار میں ہوں۔ بس مجھے اپنے لئے کافی سمجھ اس لئے کہ میں تیری جلد بازی کو جانتا ہوں، میں تیرے معاملہ میں تجھے ایک بار پھر اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ان گرے پڑے لوگوں اور بیوقوفوں سے اپنے آپ کو بچانا

کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمھیں تمھارے مقصد سے پھسلا دیں۔ حجر نے کہا، بس میں سمجھ چکا ہوں پھر وہ اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ زیاد نے کیا باتیں کیں؟ حجر نے کہا ایسی ایسی باتیں کہی ہیں۔ اس کے بعد زیاد تو بصرہ چلا گیا لیکن حجر کے پاس لوگ آ کر یہ بولتے رہے کہ آپ تو ہمارے شیخ ہو بڑے ہو۔ جب وہ مسجد آتا تو لوگ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگتے۔

اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر عمرو بن حریث جو کہ کوفہ میں زیاد کا نائب تھا اس نے حجر کو پیغام بھیجا کہ تمھارے ساتھ یہ کیسی جماعت تیار ہو رہی ہے، جو باتیں امیر نے تم سے کہیں تھیں کیا وہ تمھیں یاد نہیں؟ حجر نے قاصد سے کہا۔ لوگ تمھارے مسلک کے بارے میں منکر ہیں، دور ہو جا: تیری پچھلی جگہ تیرے لئے زیادہ کشادہ ہے۔ عمرو بن حریث نے زیاد کو پیغام بھیجا کہ اگر کوئی کام تمھیں کوفہ میں ہو تو جلد آ جاؤ، زیاد جلدی سے کوفہ پہنچ گیا۔ جب وہ کوفہ آ گیا تو عدی بن حاتم، جریر بن عبداللہ البجلی اور خالد بن عرفطہ جو کہ کوفہ کے اشراف تھے وہ لوگ حجر کے پاس گئے اسے لشکر وغیرہ سے روکا یہ لوگ آ کر اس سے باتیں کرتے رہے لیکن حجر نے کوئی جواب ہی نہ دیا بلکہ کہنے لگا اے غلام کیا تو نے جانور کو چارہ ڈال دیا ہے جو کہ گھر میں بندھا ہوا ہے عدی بن حاتم نے یہ سن کر کہا، کیا تو پاگل ہو گیا ہے، ہم تو تجھ سے اہم بات کر رہے تھے تو کہہ رہا ہے کہ جانور کو چارہ ڈال دیا، اس کے بعد عدی نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں نہیں سمجھتا کہ یہ غریب اس قدر جلد بوڑھا ہو جائے گا پھر وہ وہاں سے چلتے بنے۔ واپس آ کر انہوں نے زیاد کو حجر کے بارے میں کچھ تو باتیں بتا دیں اور کچھ نہ بتائیں اس کے ساتھ حسن وسلوک ونرمی کا مطالبہ بھی کیا جو کہ زیاد نے قبول نہ کیا بلکہ اس کے تعاقب میں فوج و پولیس کو بھیج دیا جو کہ حجر اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر لے آئے۔ زیاد نے اس سے کہا، مصیبت کے مارے تجھے کیا ہو گیا؟ حجر نے کہا میں تو اپنی بیعت پر جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کی تھی اس پر قائم ہوں۔ بعد میں زیاد نے کوفہ کے ستر آدمیوں کو جمع کر کے کہا: تم لوگ حجر اور اس کے ساتھیوں کے خلاف اپنی گواہیاں لکھو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔

جب یہ خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی تو انہوں نے عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ درخواست لے کر بھیجا کہ وہ حجر اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں۔ ادھر زیاد کے قاصد پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے زیاد کا پیغام پڑھ کر کہا حجر اور اس کے ساتھیوں کو عزراء لے جایا جائے وہاں لے جا کر ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کو وہیں لے جایا گیا وہاں ان کے سات آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قاصد انہیں چھڑانے کے لئے پیغام لے کر پہنچے ان سب کو چھوڑ دیا جائے لیکن اس وقت یہ سات آدمی تو قتل ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے باقی سات کو چھوڑ دیا لیکن حجر انہیں سات میں تھا جو قتل ہو چکے تھے۔ حجر نے قتل سے پہلے ان سے سوال کیا تھا کہ دو رکعتیں پڑھنے دیں چنانچہ اس نے دو رکعتیں لمبی لمبی پڑھیں لیکن کہا کہ یہ میری سب سے ہلکی دو رکعتیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قاصد اس کے قتل کے بعد پہنچے تھے جب معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا حجر کو قتل کرتے وقت تمھاری بردباری کہاں چلی گئی تھی۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کیوں کہ میری قوم کے آپ جیسے لوگ مجھ سے دور ہیں اس لئے میں یہ کر بیٹھا۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ عبدالرحمن بن حارث نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ نے حجر بن الادبر کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کا قتل مجھے ایک لاکھ آدمیوں کے قتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ابن جریر وغیرہ نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں ذکر کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت کیچڑ اچھالا کرتے تھے، ان پر ظالم ہونے کا الزام بھی لگاتے تھے، امراء پر تنقید کرتے تھے، ان کی امارت کو پسند نہیں کرتے تھے اور اس بارے میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیتے تھے، حضرت علی کے چاہنے والوں کو اپنا متولی مقرر کرتے تھے اور دین میں سختی سے کام لیا کرتے تھے یہ بات بھی منقول ہے کہ جب اسے گرفتار کر کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر کوفہ سے شام لے جایا جا رہا تھا تو راستہ میں اس کی بیٹیاں مل گئیں تو وہ یہ منظر دیکھ کر رونے لگیں۔ تو حجر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا جو ذات (اللہ تعالیٰ) تمھیں کھلاتی، پلاتی اور کپڑے پہناتی ہے وہ اب بھی باقی ہے لیکن میں اپنے بعد تمھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اگر میں قتل کر دیا گیا تو یہ میری شہادت ہو گی اگر میں تمھاری طرف لوٹا دیا گیا تو یہ میری عزت ہو گی میں اپنے بعد تمھارے اوپر اللہ تعالیٰ کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انہی بیڑیوں میں چل دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اسے اس کی قبر میں ان بیڑیوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے ان لوگوں نے ایسا ہی کیا لیکن اس کی نماز جنازہ

پڑھی اور اسے قبلہ رخ کر کے دفن کیا۔اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔

ایک شعیہ عورت نے اس کے بارے میں ایک مرثیہ پڑھا اس عورت کا نام ہند بنت زید بن مخرمہ الانصاریہ ہے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ وہ ہند ہے جو خود حجر کی بہن تھی۔واللہ اعلم۔

مرثیہ:......اے روشن چاند تو بلند ہو جا،تو دیکھ کیا حجر جا رہا ہے،وہ معاویہ بن حرب کے پاس جا رہا ہے تا کہ وہ اسے قتل کر دیں جیسا کہ وہ خود(معاویہ رضی اللہ عنہ) گمان کرتے تھے۔

وہ اچھے لوگوں کو قتل کرنا اپنا حق سمجھتے تھے حالاں کہ ان کی قوم کا وزیر سب سے زیادہ شر انگیز ہے۔کاش کہ حجر (اس سے پہلے) کسی اور دن مر گیا ہوتا ہاں البتہ اتنا احسان کیا کہ اس کو اونٹوں کی طرح نحر نہیں کیا گیا۔حجر کی موت کے بعد ظالم لوگوں کے ظلم بڑھ گئے کسی ملک میں رہنا اس کے لئے محال ہو گیا تھا (وہ ملک اس کے لئے ایسے بنجر ہو گئے تھے کہ) گویا وہاں کوئی بارش والا بادل رہتا ہی نہیں۔کاش اے حجر بن عدی (قبر میں) سلامتی اور سرور حاصل ہو میں تیرے واسطے اس چیز سے ڈرتا ہوں جس نے عدی کو اور اس کے شیخ زبیر کو دمشق میں ہلاک کر دیا۔(اے حجر) اگر تو ہلاک ہو گیا (تو کوئی بات نہیں) کیوں کہ دنیا سے ہر قوم کا سردار اسی طرح ہلاک ہو کر جاتا ہے۔تجھے اللہ کی رضا حاصل ہو اور تو جنت کی نعمتوں میں رہے۔

اور ابن عساکر نے اس کے بہت سے مراثی کا ذکر کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ حرملہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہم کو بتایا کہ ابن لھیعہ نے، بحوالہ ابوالاسود مجھے خبر دی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ کس بات نے تجھے اہل عذراء حجر اور ان کے اصحاب کے قتل پر آمادہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ ام المومنین میں نے ان کے قتل میں امت کی بہتری اور ان کے رہنے میں امت کا فساد دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ اور آسمان والے غضبناک ہو جائیں گے۔اس کی سند ضعیف اور منقطع ہے اور عبداللہ ابن المبارک نے اس روایت کو ابن لھیعہ سے بحوالہ ابوالاسود اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ اور آسمان والے غضبناک ہو جائیں گے اور یعقوب نے بیان کیا ہے کہ ابن لھیعہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا کہ اہل عراق عنقریب تم میں سے سات آدمی عذراء میں قتل ہوں گے ان کی مثال اصحاب الاخدود (خندقوں والے) جیسے ہوگی آپ نے فرمایا حجر اور اس کے رفقاء قتل ہوں گے۔

ابن لھیعہ ضعیف ہے اور امام احمد نے بسند (عن ابن علیہ عن ابن عون عن نافع) روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بازار میں تھے کہ آپ کو حجر کی وفات کی خبر دی گئی تو آپ نے اپنا گوٹھ مارنے والا کپڑا کھول دیا اور کھڑے ہو گئے۔رونے نے آپ پر غلبہ پالیا اور احمد نے عن عفان عن ابن علیہ عن ایوب عن عبداللہ بن ابی ملیکہ یا کسی اور سے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو آپ نے پوچھا کیا تو نے حجر کو قتل کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اے ام المومنین میں نے لوگوں کی بہتری میں ایک شخص کے قتل کو فساد کی وجہ سے زندہ رہنے سے بہتر سمجھا اور حماد بن سلمہ نے عن علی بن زید عن سعید بن المسیب عن مروان سے روایت بیان کی کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تو نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا ہے اور جو کرنا تھا کر لیا ہے کیا تو ڈرتا نہیں کہ میں نے تیرے قتل کے لئے ایک شخص کو چھپا رکھا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں میں تو دارالامان میں ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایمان فتک (غفلت میں پکڑ کر قتل کرنے) کی ضد اور مومن کو غفلت میں حملہ کر کے قتل نہیں کیا جاتا اے ام المومنین اس کے علاوہ آپ کے دیگر معاملات وضروریات میں میں کیسا ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بھلے ہو۔پھر کہنے لگے کہ آپ مجھے اور حجر کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ ہم اپنے رب کے ہاں ملاقات کریں۔اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حجاب اختیار کر لیا اور فرمایا کہ میرے پاس کبھی نہ آنا اور یہ مسلسل نرمی اختیار کرتے رہے اور اندر گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجر کے قتل کے بارے میں انہیں سخت وسست کہا اور یہ مسلسل معذرت اور عذر خواہی کرتے رہے تو آپ رضی اللہ عنہ کا عذر قبول کر لیا گیا۔

ایک روایت مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں ڈراتی اور دھمکاتی رہیں اور ان سے فرماتی رہیں کہ اگر ہمارے بیوقوف ہم پر غالب نہ

آ جاتے تو مجھے اور معاویہ کو حجر کے قتل میں ایک منزلت ہوتی اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عذر پیش کیا تو آپ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور حافظ ابن الجوزی نے ''المنتظم'' میں بیان کیا ہے کہ اس سال مندرجہ ذیل اکابر نے وفات پائی۔

جریر بن عبداللہ البجلی ...... جعفر بن ابی سفیان بن حارث ۳ حارثہ بن النعمان ۴ حجر بن عدی ۵ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ۶ عبداللہ بن انیس ۷ ابوبکرۃ نفیع بن الحارث الثقفی رضی اللہ عنہ۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی ...... آپ نے سورۃ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا یعنی رمضان ۱۰ھ میں آپ کی تشریف آوری جب ہوئی تو اس وقت آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے آپ ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا کہ اس راستہ سے تمہارے پاس یمن والوں کا بہترین شخص آ رہا ہے اور اس کے چہرہ پر شاہی نشان ہے جب آپ آئے تو لوگوں نے آپ کی طرف دیکھا تو سرکار دو عالم ﷺ کے بیان کے مطابق آپ کے چہرے پر نشان تھا لوگوں نے اس کی اطلاع آپ کو دی تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ بیٹھے تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی اور فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔

ابن جریر کے بیان کے مطابق اس سال زیاد نے حکم بن عمرو کی وفات کے بعد ربیع بن زیاد الحارثی کو خراسان کا گورنر مقرر کیا اور اس نے صلح کے ذریعے بلخ شہر کو فتح کر لیا اور انہوں نے احنف کی صلح کے بعد بلخ کو بند کر دیا تھا اور اس نے کوہستان کو بزور قوت فتح کیا اور اس کے پاس ترک رہا کرتے تھے اس نے انہیں قتل کروا دیا اور ان میں سے صرف ایک ترخان ترکی باقی رہ گیا جسے بعد میں قتیبہ بن مسلم نے موت کی نیند سلا دیا۔ اور اس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

اور اس سال الربیع ماوراء النہر کے علاقہ سے نبرد آزما ہوئے اور سالم و غانم رہے اور اس سے پہلے الحکم بن عمرو نے ماوراء النہر کو عبور کیا اور جس شخص نے سب سے پہلے نہر سے پانی پیا وہ الحکم کا غلام تھا اور اس نے اپنے آقا کو بھی پانی پلایا اور الحکم نے وضو کر کے نہر کے آگے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی پھر واپس لوٹ گئے۔

ابو معشر اور واقدی کے بیان کے مطابق اس سال یزید بن معاویہ نے لوگوں کو حج کرایا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ کو ذوالخلصہ کی طرف بھیجا تھا (ذوالخلصہ ایک گھر تھا جس کی قبیلہ دوس زمانہ جاہلیت میں تعظیم کرتا تھا) انہوں نے کہا میں گھوڑے پر نہیں جم سکتا تو آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اے اللہ اسے دلجمعی بخش دے اور اسے ہادی اور مہدی بنا دے پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جا کر ذوالخلصہ کو گرا دیا۔

صحیحین کی روایت میں ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حجاب نہیں فرمایا اور مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جریر اس امت کا یوسف ہے اور عبدالملک بن عمیر نے ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا اور شعبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت جریر اور ایک جماعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک گھر میں تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے کسی کی ریح کو محسوس کیا تو فرمایا میں اس ریح والے کو قسم دیتا ہوں کہ جب وہ اٹھے تو وضو کر لے حضرت جریر نے کہا اے امیر المومنین کیا ہم سب اٹھ کر وضو نہ کر لیں تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جاہلیت میں سے ایک اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت جریر ہمدان کے گورنر تھے مشہور ہے کہ وہاں ان کی آنکھ ضائع ہوگئی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے الگ ہو کر ایک جزیرے میں اقامت اختیار کی اور موت تک وہیں رہے حتیٰ کہ ۵۱ھ میں واقدی کے بیان کے مطابق مقام السراۃ میں وفات پائی بعض نے سن وفات ۵۴ھ اور بعض نے ۵۶ھ بھی بیان کی۔

حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن المطلب ...... فتح مکہ کے سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آپ ﷺ سے ملاقات کے بعد مشرف با اسلام ہوئے جب شروع میں آپ ﷺ نے انہیں واپس کیا تو ابوسفیان بن حارث نے قسم کھا کر کہا اگر آپ نے مجھے

اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی تو میں جعفر کا ہاتھ پکڑ کر سنگلاخ بیابان میں نکل جاؤں گا اور کسی کو معلوم نہیں ہوگا کہ میں کہاں ہوں جب رحمۃ العالمین ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو اس پر رحم آ گیا اور اسے اجازت مرحمت فرما دی چنانچہ ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور نہایت اچھے مسلمان بن گئے اسلام لانے سے قبل ابوسفیان آپ ﷺ کو بہت زیادہ ایذائیں پہنچایا کرتے تھے اور آپ غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئے اور اس روز ثابت قدم رہنے والوں میں آپ بھی تھے۔

حضرت حارثہ بن نعمان انصاری بخاری...... بدر، احد، خندق اور دوسرے معرکوں میں شریک رہے اور آپ کبار صحابہ میں سے تھے مروی ہے کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر کے بعد مقاعد میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا نیز آپ نے بنی قریظہ کے دن جبریل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں دیکھا اور صحیح میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی قرأت جنت میں سنی۔

محمد بن سعد کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن یونس نے ہم سے بیان کیا ہے کہ محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عثمان نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت حارثہ بن نعمان کی نظر ختم ہو گئی تھی اور آپ نے اپنے مصلی اور حجرہ کے درمیان ایک رسی باندھ رکھی تھی اور جب کوئی مسکین آپ کے پاس آتا تو آپ اس سے کچھ کھجوریں لیتے اور اس رسی کو پکڑ کر اس مسکین کے ہاتھ میں کھجوریں رکھ دیتے اور آپ کے گھر والے آپ سے کہتے کہ ہم اس کو سنبھال لیں گے تو فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ مسکین کو ہاتھ دروازہ آگے کر کے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔

حضرت سعید بن زید بن عمرو نفیل الحارثی...... آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں اور آپ کی ہمشیرہ عاتکہ بنت زید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا آپ کی اہلیہ مبارکہ ہیں۔ آپ نے اور آپ کی اہلیہ محترمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور دونوں نے ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ آپ سادات صحابہ میں سے تھے۔

عروہ، زہری، موسیٰ بن عقبیٰ محمد بن اسحاق واقدی وغیرہ مورخین نے بیان کیا کہ آپ غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کو اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے آگے بھیجا تھا اور یہ دونوں ابھی تک واپس نہیں آئے تھے کہ آپ ﷺ غزوہ بدر سے فارغ ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں ان کا حصہ اور اجر مقرر فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کمیٹی میں انہیں قرابت کی وجہ سے نامزد نہیں فرمایا کہ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قرابت کی وجہ سے ان کی طرف داری نہ کی جائے اور انہیں خلیفہ بنا لیا جائے تو اس وجہ سے آپ کو ترک کر دیا گیا اور نہ آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ متعدد روایت اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ان کے بعد آپ نے حصول امارت کی کوشش نہیں کی اور اسی حال میں رہے کہ کوفہ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ بعض کا قول ہے کہ آپ نے مدینہ میں وفات پائی اور یہی زیادہ صحیح رائج ہے۔

فلاس وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا سن وفات ۵۱ھ ہے اور بعض دوسرے نے ۵۲ھ بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ دراز قد گھنے بالوں والے تھے آپ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور آپ کو عتیق سے لوگوں کی گردنوں پر مدینہ لایا گیا اس وقت آپ کی عمر ستر سال سے کچھ زیر تھی۔

حضرت عبداللہ بن انیس بن الجہنی ابو یحییٰ المدنی...... آپ اجلہ صحابہ میں سے ہیں آپ نے عقبہ میں شمولیت کی لیکن بدر میں شامل نہیں ہوئے اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک رہے آپ اور حضرت معاذ مل کر انصار کے بتوں کو توڑا کرتے تھے۔ آپ سے صحیح میں حدیث مروی ہے کہ لیلۃ القدر ۲۳ ویں شب کو ہوتی ہے آپ ہی کو رسول اللہ ﷺ نے خالد بن سفیان الہذلی کی طرف بھیجا جسے آپ نے عرنہ میں قتل کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنا عصا مبارک عطا فرمایا اور فرمایا میرے اور تمہارے درمیان جو تعلق ہے یہ عصا قیامت کے دن اس کی نشانی ہوگی۔ پس آپ نے عصا کے متعلق یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہی دفن کیا جائے چنانچہ آپ کے ساتھ اس عصا کو بھی دفن کیا گیا۔

ابن الجوزی کی تصریح کے مطابق آپ کا سن وفات ۵۱ ھ ہے اور دیگر مورخین کا قول ہے کہ آپ نے ۵۴ ھ میں وفات پائی اور بعض نے ۸۰ ھ کا ذکر بھی کیا ہے۔ واللہ علم

حضرت ابوبکرۃ نفیع بن الحارث......آپ کا نسب مبارکہ یہ ہے نفیع بن الحارث بن کلدہ عمرو بن علاج بن ابی سلمہ جلیل القدر کبار صحابہ میں سے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا نام مسروح تھا اور آپ کو ابوبکرۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ طائف کے محاصرہ کے دن چرخی کے ذریعے سے فصیل سے اترے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اور ہر اس غلام کو جو اس روز بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس گیا آزاد کر دیا آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سمیہ تھا جو زیاد کی ماں ہے اور آپ کا بھائی زیاد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شہود زنا میں شامل تھا اور ان کے ساتھ سہل بن معبد اور نافع بن الحارث بھی تھے جب زیاد نے شہادت میں دیر کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقی تینوں کو کوڑے لگائے پھر ان سے توبہ کا مطالبہ کیا تو ابوبکرہ کے سوا سب نے توبہ کر لی اور انہوں نے شہادت دینے کی ٹھان لی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین مجھے اس غلام سے نجات دیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹ کر کہا خاموش رہ اگر شہادت مکمل ہو جاتی تو میں پتھروں سے تجھے سنگسار کرتا حضرت ابوبکرہ ان گواہوں سے بہتر تھے آپ فتنوں میں سے الگ رہنے والوں میں سے تھے اور آپ نے اسی سال وفات پائی اور بعض کے قول کے مطابق آپ کی وفات ایک سال قبل ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو برزہ اسلمی نے پڑھائی اور یہ وہ صاحب ہیں کہ ان میں اور حضرت ابوبکرہ میں آنحضرت ﷺ نے مواخات قائم کی تھی۔

اور اسی سال ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور آنحضرت ﷺ نے ان سے سن ۷ ہجری میں عمرۃ القضا کے موقع پر نکاح کیا۔ آپ کے بھانجے اور ام الفضل لبابہ بنت الحارث کے صاحبزادے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور صحیح مسلم کی روایت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ دونوں حلال تھے اور اکثر اہل علم کے نزدیک حضرت میمونہ کا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر مقدم ہے۔ ترمذی نے ابو رافع سے روایت کی کہ اور یہ آپ دونوں کے درمیان سفیر تھے آپ دونوں حلال تھے کہتے ہیں کہ آپ کا اسم مبارکہ برۃ تھا رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام مبارک میمونہ تجویز فرمایا آپ نے اس سال مقام سرف میں وفات پائی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اور اسی مقام پر سرور کائنات ﷺ نے آپ سے بنا فرمائی تھی۔ بعض نے سن وفات ۶۳ ھ اور بعض نے ۶۶ ھ بیان کی ہے۔ اور پہلا قول مشہور ہے اور آپ کے بھانجے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۵۲ ھ کے واقعات

سن ہجری ۵۲ ھ......اس سال سفیان بن عوف نے بلاد روم سے جنگ کی اور وہیں موسم سرما گزارا اور وہیں انتقال ہوا اور اپنے بعد عبداللہ بن مسعدہ الفزاری کو فوج کا امیر مقرر کیا اور بعض کے قول کے مطابق اس سال بلاد روم میں امیر جنگ بسر بن اطاۃ تھے اور ان کے ساتھ سفیان بن عوف بھی تھے۔

ابو معشر اور واقدی کے قول کے مطابق اس سال مدینہ کے نائب امیر حضرت سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کرایا اور موسم گرما میں محمد بن عبداللہ ثقفی نے جنگ کی اور اس سال شہروں کے عمال وہی تھے جو پچھلے سال تھے۔

اس سال وفات پانے والے اعیان

حضرت خالد بن زید بن کلیب، ابوایوب انصاری الخزرجی:......آپ نے بدر، عقبہ اور تمام معرکوں میں شرکت کی سعادت

حاصل کی اور حروریہ کے ساتھ جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ہی کے گھر میں ایک ماہ تک قیام فرمایا حتیٰ کہ مسجد اور اس کے اردگرد آپ ﷺ کی رہائش گاہیں تعمیر ہو گئیں تو آپ ﷺ ان رہائش گاہوں میں منتقل ہو گئے اور حضرت ابوایوب نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے گھر کے نچلے حصے میں ٹھہرایا پھر بے ادبی سے بچنے کے لئے آپ نے حضور ﷺ سے اوپر منتقل ہونے کی درخواست کی کہ آپ ﷺ اوپر چلے جائیں اور آپ اور آپ کی اہلیہ نیچے رہیں گی تو حضور اکرم ﷺ نے آپ کی درخواست قبول فرمائی اور ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ملی ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بصرہ میں آپ کے پاس آئے اور وہ ان دنوں بصرہ کے نائب گورنر تھے آپ ان کے خاطر اپنے گھر سے نکلے اور آپ کو وہیں ٹھہرایا اور جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو جو چیزیں بھی اس میں موجود تھیں آپ نے ان کے خاطر کر دیئے اور مزید تحائف اور بہت سے خدام بھی دیئے جن کی مالیت چالیس ہزار کی تھی اور مزید اکرام کے خاطر چالیس غلام دیئے کیوں کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے گھر میں ٹھہرایا تھا اور یہ آپ کا بہت بڑا شرف اور اعزاز ہے جب آپ کی اہلیہ محترمہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے آپ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق افواہوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم ام ایوب یہ کہہ رہی ہو جو لوگ کہتے ہیں تو انہوں نے قسم کھا کر کہا میں یہ نہیں کر رہی ہوں جو دوسرے کر رہے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے بہتر اور افضل ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیرا الایۃ

آپ کا انتقال اس سال قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب بلاد روم میں ہوا اور بعض نے کہا کہ اس سے ایک سال پہلے اور بعض نے ایک سال بعد کا بھی ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی فوج میں یزید بن معاویہ بھی تھے ان کو آپ نے وصیت جاری کرنے والا مقرر کیا اور انہوں نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ عثمان نے ہمیں ہمام کے حوالے سے بیان کیا اور انہوں نے ابوعاصم کے حوالے سے انہوں نے اہلیان مکہ میں سے کسی آدمی کے حوالے سے بیان کیا کہ یزید بن معاویہ اس فوج کا امیر تھا جس میں شامل ہو کر ابوایوب نے جنگ کی تھی یہ موت کے وقت آپ کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میرا اسلام کہنا اور انہیں بتانا کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مر جائے اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور یہ بھی نصیحت کرنا کہ وہ مجھے حتی الامکان سرزمین روم سے دور تک لے جائیں جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے ان کی وصیت لوگوں کو سنائی اور لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کے جنازہ کو لے گئے اور امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے کہ اسود بن عامر نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے بحوالہ اعمش اور انہوں نے ابوطبیان کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کے ساتھ مل کر جنگ کی۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کی سرزمین میں لے جانا اور جہاں تم دشمن سے ملو وہیں مجھے اپنے پاؤں تلے دفن کر دینا۔ راوی مزید بیان کرتا ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مر جائے اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور احمد نے اسے ابن نمیر اور یعلی بن عبید سے بحوالہ اعمش روایت کیا ہے کہ میں نے ابوظبیان کو سنا اور اس نے اس حدیث کو بیان کیا اور اس میں فرمایا میں ابھی تم سے ایک حدیث بیان کروں گا جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اگر میری یہ حالت نہ ہوتی تو میں اسے تم سے بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مر جائے اور وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بناتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ اور امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسحاق بن عیسیٰ نے بیان کیا اور انہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے قاضی محمد بن قیس نے ابوحرمہ سے بحوالہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے ایک بات چھپائی ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے اور وہ انہیں بخش دیا کرتا۔

یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث کو دیکھتے ہوئے یزید بن معاویہ بہت سے قابل اعتراض افعال کا مرتکب ہوا ہے ہم عنقریب اس کا تذکرہ

کرنے والے ہیں۔ مشہور مورخین علامہ واقدی نے بیان کیا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے سن ۵۲ ھ میں رومیوں کی سرزمین میں وفات پائی اور قسطنطنیہ کے قریب مدفون ہیں جب روم میں قحط پڑتا تو وہ آپ کی قبر کے توسل سے بارش طلب کرتے ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ کو قسطنطنیہ کی دیوار میں دفن کیا گیا ہے اور آپ کی قبر پر مزار اور مسجد ہے اور رومی اس کی تعظیم کرتے ہیں ابوذرعہ دمشقی نے صراحت کی کہ آپ کا سن وفات ۵۵ ھ ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوبکر بن خلاد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے الحارث بن ابی اسامہ نے بیان کیا کہ داؤد بن المحبر نے ہم سے بیان کیا ہے کہ وہ میسرہ بن عبدربہ موسیٰ بن عبیدہ کے حوالے سے اور انہوں نے بحوالہ زہری عن عطاء بن یزید بیان کیا اور انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو شخص مسجد کی طرف جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں ان دونوں میں سے ایک واپس آجاتا ہے اور اس کی نماز دوسرے کی نماز سے زیادہ وزنی ہے اور دوسرا بھی واپس آجاتا ہے اور اس کی نماز ذرہ برابر بھی نہیں ہوتی جب کہ وہ محارم الٰہی کے بارے میں دونوں سے زیادہ خوف کھانے والا اور نیکی کی طرف جلدی سے جانے کا زیادہ حریص ہے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے جس نے آپ سے مختصر بتانے کی گزارش کی فرمایا جب تم نماز پڑھو تو آخری نماز سمجھ کر پڑھو اور ایسی بات نہ کر جس سے تجھے معذرت کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے ناامیدی کی نیت کرے۔

اسی سال حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس بن سلیم الاشعری رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ہوئی آپ نے اپنے ملک میں اسلام قبول کیا اور خیبر کے سال حضرت جعفر اور ان کے اصحاب کے ساتھ آئے اور محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ نے پہلے مکہ کی طرف ہجرت کی پھر یمن کی طرف لیکن یہ بات مشہور نہیں اور آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کے ساتھ آپ کو یمن کا امیر مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا نائب مقرر فرمایا اور آپ نے تستر کو فتح کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ جابیہ میں شامل ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا امیر مقرر کیا اور آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ کے درمیان ثالث تھے اور جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرو نے ابوموسیٰ کو دھوکہ دیا۔ آپ صحابہ کے قراء اور فقہاء میں سے تھے اور اپنے زمانہ میں سب صحابہ سے خوش الحان تھے۔

ابوعثمان النہدی نے بیان کیا ہے کہ میں نے کسی بانسری، بربط اور گھنٹی کی آواز کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سے اچھا نہیں پایا اور ایک روایت میں ہے کہ آل داؤد کے مزامیر میں سے مجھے یہ مزمار عطا کیا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوموسیٰ ہمیں ہمارا رب یاد دلاؤ تو آپ پڑھتے وہ سنتے۔ شعبی کے بیان کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں لکھا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا میرے کسی عامل کو ایک سال سے زیادہ برقرار نہ رکھا جائے چنانچہ آپ چار سال برقرار رہے ابن الجوزی نے المنتظم میں لکھا کہ آپ نے مذکورہ سال میں وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ آپ کا سن وفات اس سے ایک سال پہلے ہے اور بعض نے ۴۲ ھ بیان کیا ہے۔ اور بعض نے کچھ اور سن بیان کیا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

جب تحکیم کے بعد آپ نے لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی تو آپ نے مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفا وعظما میں وفات پائی اور بعض نے کوفہ سے دو میل کے فاصلے پر مقام الثویہ کا بھی ذکر کیا آپ پستہ قامت، نحیف جسم اور بے ریش تھے آپ اس سال وفات ہونے والے صحابہ میں شامل ہیں۔ (ابن الجوزی)

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی ......آپ کثرت سے رونے والے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے بصرہ کے دس آدمیوں کو بھیجا ان میں سے ایک آپ بھی تھے اور تستر کی فتح کے وقت مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ اس میں داخل ہونے والے ہیں لیکن صحیح بات وہ ہے جسے امام بخاری نے بحوالہ مسدد بیان کیا ہے کہ آپ نے سن ۵۷ ھ میں وفات پائی اور علامہ ابن البر نے آپ کی وفات سن ۶۰ ھ بیان کی ہے اور بعض نے ۶۱ ھ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ سے روایت مروی ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے اور وہاں ایک جگہ ہے جو اس تک پہنچے تو نجات پائے آپ

اس جگہ پہنچنے کی کوشش کرنے لگے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس تک پہنچنا چاہتے ہیں حالاں کہ آپ کے پاس دنیاوی سازوسامان بہت ہے آپ بیدار ہوئے تو اپنے خزانے کی طرف گئے جس میں بہت سا سونا پڑا ہوا تھا اور صبح سے پہلے ہی آپ نے اسے مسکینوں محتاجوں اور قرابت داروں میں تقسیم کر دیا۔

اسی سال ابونجید عمران بن حصین بن عبید ابن خلف الخزاعی نے بھی وفات پائی آپ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا غزوات میں شریک ہوئے اور سادات صحابہ میں سے تھے عبداللہ بن عامر نے آپ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا تو آپ نے وہاں فیصلے بھی کئے پھر آپ نے اس عہدے سے استعفیٰ دیا جسے امیر نے قبول کر لیا اور وفات تک اسی حالت میں رہے حسن اور ابن سیرین بصری نے کہا کہ بصرہ میں ان سے بہتر سوار نہیں آیا اور آپ وہ شخصیت ہیں جسے ملائکہ سلام کیا کرتے تھے لیکن جب آپ نے اپنے آپ کو داغ دیا تو فرشتوں کا سلام کرنا منقطع ہو گیا پھر آپ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے دوبارہ آئے اور سلام کرنے لگے۔ رضی اللہ عنہ وعن ابیہ۔

ابومحمد کعب بن عجرۃ الانصاری المدنی ...... آپ جلیل القدر صحابی ہیں اور آپ ہی کے بارے میں حج میں فدیہ کی آیت نازل ہوئی آپ نے اسی سال وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ آپ کا سن وفات اس سے گزشتہ سال ہے آپ نے ۷۵ یا ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت معاویہ بن خدیج ...... آپ کا نام مبارک معاویہ بن خدیج بن جفنہ بن قتیرہ الکندی الخولانی المصری ہے اکثر مورخین کے قول کے مطابق آپ صحابی ہیں اور علامہ ابن حبان نے ثقہ تابعین میں آپ کا ذکر کیا ہے لیکن پہلا قول درست ہے آپ فتح مصر میں شریک رہے اور آپ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اسکندریہ کی فتح کی بشارت لے کر آئے تھے اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ بربریوں سے جنگ کرنے میں شریک رہے اور اس روز آپ کی آنکھ شہید ہوئی۔ بلاد مغرب کی بہت سی جنگوں کو اس کے سپرد کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ مصر میں عثمانی تھے اور آپ نے پوری طرح حضرت علی کی بیعت نہیں کی اور جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر پر قبضہ کیا تو آپ نے ان کا اکرام کیا پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بعد آپ مصر کے نائب مقرر ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے والد کے بعد دو سال تک مصر کی نیابت کی پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے معاویہ بن خدیج کو نائب مقرر کیا اور اس کے بعد مصر ہی میں رہے حتیٰ کہ اسی سال آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی ...... آپ حضرت براء بن عازب کے ماموں ہیں آپ کو بکری کے بچوں کو ذبح کرنے اور قربانی کے گوشت کو الگ الگ کرنے کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ آپ بیعت عقبہ، غزوہ بدر میں شریک رہے اور فتح مکہ کے روز بنوحارثہ کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

۵۳ھ کے واقعات

آغاز سن ۵۳ھ ...... اسی سال عبدالرحمٰن بن ام الحکم نے بلاد روم سے جنگ کی اور وہیں موسم سرما کے دن گزارے اور اسی سال مسلمانوں نے جنادہ امیہ کی سرکردگی میں جزیرہ رودس فتح کیا اور مسلمانوں کے ایک دستے نے پڑاؤ ڈالا جو کفار پر بڑے سخت تھے اور سمندر میں ان سے الجھتے اور ان کے راستوں کو روکتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں رسد اور بہت سے عطیات دیتے تھے جن میں ضروریات زندگی کی اشیاء کے علاوہ چوپائے اور خزانے بھی تھے۔ اور یہ سمندر پر ان کے نگہبان رہتے تھے جو انہیں دشمن کی آمد اور ان کی چالبازیوں کی خبر دیتے تھے اور یہ مسلسل اسی طرح رہے کہ یزید بن معاویہ اپنے والد کے بعد امیر مقرر ہوئے تو اس نے انہیں اس جزیرے سے ہٹا دیا اس جزیرے میں مسلمانوں کے بہت سے اموال اور کھیت تھے۔

ابو معشر اور واقدی کے قول کے مطابق اس سال گورنر مدینہ منورہ حضرت سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کرایا اور اس سال جبلہ بن الایہم الغسانی نے وفات پائی جن کا تذکرہ ان کے سوانح کے آخر میں ہم انشاءاللہ ذکر کریں گے۔

اسی سال حضرت ربیع بن زیاد الحارثی نے وفات پائی جن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے آپ خراسان پر زیاد کے نائب تھے آپ کے سامنے ابن حجر بن عدی کا تذکرہ ہوا تو آپ لاحاجۃ لی ذکرہ نے ان پر اظہار افسوس کیا اور فرمایا خدا کی قسم اگر عرب اس کے لئے جوش میں آ جائے تو اسے باندھ کر بے دردی سے قتل نہیں کیا جاتا لیکن عرب اس کے قتل پر مطمئن ہو گئے اور رسواء ہو گئے پھر جمعہ کے دن بر سر منبر اللہ سے موت کی دعا کی تو دوسرے جمعہ سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہوا۔ اور آپ نے اپنی عملداری پر اپنے بیٹے عبداللہ بن ربیع کو نائب مقرر کیا اور زیاد نے اسے اس پر برقرار رکھا اور اس کے دو مہینے بعد ان کا انتقال ہوا اور اس نے خراسان پر ان کی عملداری کے لئے خلید بن عبداللہ الحنفی کو مقرر کیا اور زیاد نے اسے بھی برقرار رکھا۔

حضرت رویفع بن ثابت...... جلیل القدر صحابی ہیں اور فتح مکہ میں شریک ہوئے بلاد مغرب میں آپ نے شاندار کارنامے دکھائے اور نائب مصر مسلمہ بن مخلد کی جانب سے والی ہونیکی حالت میں برقہ میں وفات پائی۔

اسی سال رمضان میں زیاد بن ابو سفیان جسے والدہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے زیاد بن سمیہ بھی کہا جاتا ہے نے طاعون کی وجہ سے وفات پائی اور اس کا باعث یہ ہوا کہ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کو آپ کے کنٹرول میں کر دیا ہے اور میرا دایاں ہاتھ فارغ ہے آپ اس بارے میں میرا خیال رکھیں۔ ان باتوں سے وہ یہ پیشکش کر رہا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے حجاز مقدس کا والی اور نائب بنائے جب اہل حجاز کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی اور اپنے اوپر زیاد کی گورنری سے خوف زدہ ہوئے کہ زیاد اہل عراق کی طرح ان پر بھی ظلم وجور کرے گا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کر کے زیاد کو بددعا دی اور لوگوں نے آمین کہا جس کے نتیجے میں عراق ہی میں زیاد کے ہاتھ میں طاعون ہو گیا جس سے یہ انتہائی تنگ دل ہوا اس نے قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے منع فرمایا اور اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تیری موت میں وسعت نہیں تو تو اللہ تعالیٰ سے ایسے ہاتھ کٹے ہوؤں کی حالت میں ملے گا جسے تو نے ملاقات کے خوف سے کاٹا تھا اور اگر تیری زندگی باقی ہے تو تو پھر تو لوگوں میں ہاتھ کٹے ہونے کی حالت میں رہے گا اور تیرے اہل وعیال کو اس کی وجہ سے عار دلائی جائے گی تو زیاد نے یہ سن کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا بعد میں لوگوں نے قاضی شریح کو سخت سست کہا اور کہنے لگے کہ تو نے اس کو ہاتھ کاٹنے سے کیوں روکا تو اس پر قاضی شریح نے سرکار دو عالم ﷺ کی حدیث سنائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ زیاد کہنے لگا کہ میں اور طاعون ایک بستر پر کیسے سو سکتے ہیں؟ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ کو کاٹنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لوہا اور داغنے والا آلہ لایا گیا تو ڈر کے مارے اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

کہتے ہیں کہ اس نے ڈیڑھ سو کے قریب ڈاکٹروں کو اس گرمی کے علاج کے لئے جمع کیا جو گرمی اسے لاحق تھی (یعنی جزام کی گرمی وغیرہ) ان معالجین میں سے تین کسریٰ بن ہرمز کے معالج خصوصی تھے مگر وہ حتمی فیصلے اور تقدیر میں لکھی ہوئی بات کو رد نہ کر سکے اور اس سال تین رمضان کو موت ہو گئی۔ اس نے پانچ سال تک عراق میں امارت سنبھالی اور کوفہ کے باہر مقام رثویہ میں مدفون ہوئے اور جب اس کی موت کی خبر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن سمیہ میں بھی تیری طرف آ رہا ہوں نہ دنیا تیرے لئے باقی رہے اور نہ آخرت تو نے حاصل کی۔

ابو بکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے بحوالہ ہشام بن محمد مجھ سے بیان کیا ابو المقدام یحییٰ بن ثعلبہ انصاری نے اپنی ماں سے بحوالہ عن عائشہ عن ابیھا عبدالرحمٰن بن السائب انصاری نے مجھ سے بیان کہ زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور ان سے مسجد، صحن اور محل بھر گیا تا کہ ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے برات کا اظہار کرے۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں اپنے انصاری دوستوں کے ساتھ تھا اور لوگ اس معاملے کی وجہ سے

بڑی الجھن اور تنگی میں تھے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے کچھ اونگھ آ گئی اور میں نے اونٹ کی گردن کی طرح ایک طویل گردن والی چیز کو آتے دیکھا جس کی پلکیں لمبی اور ہونٹ لٹکے ہوئے تھے تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں لمبی گردن والا نقاد ہوں مجھے اس محل کے مالک کی طرف بھیجا گیا ہے۔ میں گھبرا کر اٹھا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ جو چیز میں نے دیکھی اور انہوں نے بھی دیکھی تو انہوں نے کہا کہ نہیں ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا تو میں نے انہیں بتا دیا کہ یہ معاملہ پیش آیا ہے اتنے میں ہمارے پاس محل سے ایک آدمی آیا اور ہم سے کہا کہ امیر کہتا ہے میرے پاس سے واپس چلے جاؤ مجھے تمھاری ضرورت نہیں اور اچانک اسے طاعون ہو گیا ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب زیاد کوفہ کا امیر بنا تو اس نے کوفہ کے سب سے بڑے عبادت گزار کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ابوالمغیرہ حمیری کے بارے میں بتایا گیا زیاد نے اس کے پاس آ کر کہا تم اپنے گھر ہی میں رہو تم اس سے باہر مت نکلو اور تم جس قدر مال چاہو میں تمھیں دوں گا اس (ابوالمغیرہ) نے کہا کہ اگر تم مجھے زمین کی بادشاہت بھی دیدو تو میں نماز باجماعت کے لئے ضرور جاؤں گا زیاد نے کہا کہ نماز کی پابندی کرو لیکن کوئی بات نہ کرو تو اس نے کہا کہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تو زیاد نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا جب زیاد کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس کے بیٹے نے اس سے کہا اے ابا جان میں نے آپ کے لئے ساٹھ کپڑے تیار کیئے ہیں جن میں آپ کو کفن دوں گا اس نے بیٹے سے کہا کہ بیٹے تیرے باپ کے پاس وہ چیز آ گئی ہے یا تو اسے اس لباس سے بہتر لباس ملے گا یا اس کا لباس جلدی سے چھین لیا جائے گا اور یہ انتہائی غریب بات ہے۔

حضرت صعصعہ بن ناجیہ ...... آپ کا نسب نامہ صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم ہے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں سردار تھے کہا جاتا ہے کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں تین سو ساٹھ درگور لڑکیوں کو زندہ کیا بعض نے چار سو اور بعض نے چھیانوے کی تعداد بیان کی ہے جب آپ مشرف با اسلام ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا ''اس کا اجر تجھے یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اسلام کا انعام فرمایا'' ان کے متعلق انہیں سے روایت ہے کہ آپ لڑکوں لڑکیوں کو بچانے والے پہلے شخص ہیں ایک مرتبہ آپ اپنی دو بد کی اونٹنیوں کی تلاش میں نکلے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ اسی دوران میں رات کو چل رہا تھا کہ میں نے ایک آگ دیکھی جو ایک دفعہ روشن ہو جاتی اور دوسری دفعہ بجھ جاتی اور مجھے اس کی طرف جانے کا راستہ نہیں ملتا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ محض اپنے احسان و فضل سے مجھے اس تک پہنچا دے اگر میں نے آگ والوں پر ظلم ہوتے پایا تو ان سے ظلم کو دور کروں گا۔

میں آگ تک پہنچا تو دیکھا کہ ایک عمر رسیدہ شیخ آگ جلا رہا ہے اور اس کے پاس عورتیں جمع ہیں میں نے ان عورتوں سے کہا کہ تم کون ہو انہوں نے کہا کہ اس عورت نے ہمیں تین دن سے روک رکھا ہے نا آزاد ہوتی ہے اور نہ ہی چھوٹتی ہے گھر کے مالک شیخ نے مجھ سے میرا حال دریافت کیا تو میں نے کہا میں اپنی دو بد کی اونٹنیوں کو تلاش کر رہا ہوں تو اس نے کہا کیا تم نے انہیں پا لیا وہ ہمارے اونٹوں میں ہیں آپ کے بیان کے مطابق آپ نے وہاں قیام فرمایا اور تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی عورتوں نے کہا کہ اس عورت نے بچہ جنا ہے شیخ نے کہا کہ اگر بچہ نر ہے تو سفر کرتے رہو اور اگر مادہ ہے تو مجھے اس کی آواز نہ سنانا میں نے کہا تم اپنے بچے کو کیوں قتل کرتے ہو حالاں کہ اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے؟ اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میں نے کہا میں اسے تجھے فدیہ دے کر چھٹکارا دلا دوں گا تو شیخ نے کہا کتنے میں، میں نے کہا اپنی ایک اونٹنی کے عوض شیخ نے کہا نہیں تو میں نے کہا دو اونٹنیوں کے بدلے میں اس نے کہا کہ اگر ان کے ساتھ یہ خوش رنگ اور جوان اونٹ دے دے تو میں نے قبول کر لیا اور شرط لگائی کہ مجھے اپنے گھر پہنچا دے اس نے کہا بہت اچھا تجھے پہنچا دیتا ہوں جب میں ان کے ہاں سے نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو کام میں نے اللہ کی توفیق سے کیا تھا اس کے ذریعے اس نے مجھ سے بھلائی کی اور اس کی طرف میری رہنمائی کی اور میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ شرط کر لی کہ جو بھی درگور لڑکی مجھے ملے گی میں اسے اسی طرح فدیہ دے کر چھڑاؤں گا جس طرح میں نے اسے چھڑایا ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ اسلام کے آنے سے پہلے میں نے چھیانوے درگور لڑکیوں کو بچایا اور اسلام کے بعد قرآن میں مسلمان پر اس کی تحریم نازل ہوئی۔

اس سال وفات پانے والے مشاہیر

جبلہ بن الایہم الغسانی......عرب عیسائیوں کا بادشاہ جبلہ بن الایہم بن الحارث بن ابی الشمر اس کا نام المنذر بن الحارث تھا اور بالیوں والی ماریہ کا بیٹا تھا اور ثعلبہ بن عمر بن جفنہ اس کا باپ تھا اس کا نام کعب بن ابو عامر بن حارثہ بن امری القیس تھا اور ماریہ، ارقم بن ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ کی بیٹی تھی اور اس کے نسب کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ بھی بیان کیا جاتا ہے اس کی کنیت المنذر الغسانی الجفنی تھی اور یہ غسان کا بادشاہ تھا اور یہ ہرقل کے زمانہ میں عرب کے نصاری تھے اور یہ انصاری کے چچا اوس بن خزرج کی اولاد ہیں جبلہ غسان کا آخری بادشاہ تھا۔

آنحضرت ﷺ نے شجاع بن وہب کے ہاتھ اسے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے خط لکھا تو یہ مسلمان ہوگیا اور اپنے اسلام کے متعلق آنحضرت ﷺ کو مطلع فرمایا ابن عسا کر نے کہا کہ یہ کبھی اسلام نہیں لایا اور ایسی ہی تصریح واحدی اور سعید بن عبدالعزیز نے بھی کی ہے اور واقدی نے کہا کہ یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ یرموک میں رومیوں کے ساتھ شریک تھا پھر اس کے بعد زمانہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں اسلام قبول کیا پھر اتفاقاً یہ ہوا کہ اس نے قبیلہ مزن کے آدمی کی چادر روندی تو اس نے اسے طمانچہ مارا تو جبلہ کے ساتھی اسے ابوعبیدہ کے پاس پکڑ کر لائے اور کہا کہ اس آدمی نے جبلہ کو تھپڑ مارا ہے تو ابوعبیدہ نے کہا کہ جبلہ بھی اسے تھپڑ مار دے تو اس کے ساتھیوں نے کہا کیا اسے قتل نہیں کیا جائے؟ ابوعبیدہ نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا کہ چلو اس کے ہاتھ ہی کاٹ ڈالیں تو اس پر ابوعبیدہ نے کہا کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے قصاص کا حکم دیا ہے۔ تو جبلہ نے کہا کہ تو میرا چہرہ اس مازنی جو مدینہ کے مضافات سے آیا ہے کہ چہرے سے بدلہ ہوا نہیں دیکھتے؟ یہ تو بہت برا مذہب ہے پھر یہ کم بخت نصرانی ہوگیا اور اپنے وطن روم چلا گیا۔

جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو ان پر بڑا شاق گزرا اور حسان سے فرمایا کہ تیرا دوست جبلہ اسلام سے مرتد ہوگیا ہے تو حسان نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا پھر پوچھا کہ کیوں اور کیسے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کو ایک مذنی نے تھپڑ مارا تھا۔ یہ سن کر حضرت حسان نے کہا، اسے اس کا حق ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان کو ایک کوڑا مارا زجراً اور توبیخاً۔ اور اسے واقدی نے بحوالہ معمر عن الزہری عن عبیداللہ بن عبداللہ عن ابن عباس نے بیان کیا کہ اس کی اسناد صحابہ کی جماعت تک پہنچائی اور یہی قول دیگر اقوال سے زیادہ مشہور ہے لیکن ابن الکلبی وغیرہ نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے اسلام کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے پھر اسے مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی اور کہا جاتا ہے کہ جبلہ نے خود عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مدینہ آنے کی اجازت مانگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اجازت دیدی اور یہ اپنی قوم کے پانچ سو یا ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ آیا اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تحائف بھی ملے اور مدینہ پہنچنے سے پہلے کئی مرتبہ اس نے پڑاؤ ڈالا اور اس کے داخل ہونے کا دن عظیم دن تھا اس نے اپنے شہسوار کو سونے اور چاندی کے ہار پہنار کھے تھے اور خود موتیوں اور جواہر سے سجا ہوا تاج پہن رکھا تھا جس پر اس کی دادی ماریہ کی بالی بھی تھی اور مدینہ کے باشندے مرد اور عورت اسے دیکھنے کے لئے آئے تھے جب اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور اپنے قریب بٹھا دیا۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج میں شریک ہوا دوران طواف بنی فزارہ کے آدمی کا پاؤں اس کی ازار پر پڑا جس سے وہ اتر گیا تو جبلہ نے اس پر ہاتھ اٹھایا اور اس آدمی کی ناک توڑ دی اور بعض نے کہا کہ اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس نے جبلہ کے خلاف دربار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں بنی فزارہ کے بہت سے لوگوں کے ساتھ مل کر شکایت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا تو جبلہ نے اعتراف کرلیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ میں تم سے اس کا بدلہ لوں گا تو اس نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے میں بادشاہ ہوں اور یہ ایک بازاری آدمی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام نے تجھے اور اسے برابر کا درجہ دیا اور تجھے سوائے تقویٰ کے اور کوئی فضیلت نہیں تو جبلہ نے کہا کہ میں خیال کرتا تھا کہ میں اسلام میں جاہلیت کے زمانہ سے معزز و مکرم ہوں گا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چھوڑ ان باتوں کو اور اسے بدلہ

دیدے اگر تو اسے راضی نہ کر سکے تو اس نے کہا کہ اب میں دوبارہ نصرانی ہوتا ہوں تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نصرانی ہوگا تو تیری گردن اڑا دوں گا جب جبلہ نے حد دیکھی تو کہا میں اس رات اپنے معاملہ میں سوچتا ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے چل دیا جب رات شدید تاریک ہوئی تو یہ اپنی قوم اور تابعین کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا بعد ازاں بلاد روم میں داخل ہوا اور قسطنطنیہ میں ہرقل کے پاس گیا ہرقل نے اسے مرحبا کہا اور اسے بہت سے شہر سپرد کئے اور اس کے لئے بہت سا عطیہ جاری کیا اور بہت سے خوبصورت تحائف بھی دیئے اور اپنے خاص ہمنشینوں میں اسے بنایا۔ اور یہ اس کے ہاں بڑی مدت ٹھہرا رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جثامہ بن مساحق الکنانی کے ہاتھ ہرقل کو ایک خط روانہ کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ہرقل کے پاس پہنچا تو ہرقل نے اس ایلچی سے کہا کہ تم اپنے چچازاد بھائی جبلہ سے ملو تو اس نے کہا نہیں تو اس نے کہا کہ اس سے مل لو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جبلہ کے ہاں رقص و سرور حسیناؤں اور خوبصورت لونڈیوں کا اجتماع تھا اور لباس پوشاک بھی ساتھ تھے اور پینے پلانے کا دور چل رہا تھا اور یہ دار السلام کے مقابلہ میں اس دار السرور سے بہت خوش تھا ذکر کیا جاتا ہے کہ اسے اسلام کی طرف بلایا گیا اور شام کی طرف آنے کو کہا تو اس نے کہا کہ مرتد ہونے کے بعد میرا اسلام قبول ہوگا تو اس نے کہا کہ ہاں کیوں کہ اشعث بن قیس مرتد ہو گیا تھا اور مسلمانوں سے اس نے قتال بھی کیا لیکن جب حق کی طرف لوٹا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا اور اپنی بہن ام فردہ سے اس کی شادی کی۔

راوی کہتا ہے کہ اسے کھانے اور پینے کی کوئی فکر نہ رہی اور اسے شراب دی گئی لیکن اس نے انکار کیا اور جبلہ نے خوب شراب پی اور مست ہو گیا پھر گانے والی لونڈیوں سے گانے کو کہا تو انہوں نے ڈھولک کی تھاپ پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار سنائے جن میں انہوں نے غسانی عمزادوں کی مدح سراہی کی تھی اور جبلہ کے والد کی اس زندگی کے بارے میں اشعار ہیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱)......اس گروہ کا کیا کہنا جس کے ساتھ میں نے پہلے زمانہ میں مقام جلق میں شراب نوشی کی۔

(۲)......جفنہ کی اولاد اپنے باپ کی قبر کے ارد گرد کھڑی ہے جو ماریہ کے صاحب فضل و کرم بیٹے کی قبر ہے۔

(۳)......اور جو مصیبت کا مارا ان کے پاس آتا ہے تو یہ اسے صبح و شام خالص خوشگوار شراب پلاتے ہیں۔

(۴)......سفید چہرے والے ہیں ان کا حسب نسب شریف ہے اور پہلے طریق سے وہ بلند ہمت ہے۔

(۵)......وہ آتے ہیں تو ان کے کتے نہیں بھونکتے اور آنے والوں کے متعلق پوچھتے نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اسے ان گلوکاراؤں کے گانے نے حیران کر دیا پھر اس نے کہا کہ یہ ہمارے اور ہماری حکومت کے متعلق حسان بن ثابت کے اشعار ہیں پھر اس نے مجھے کہا کہ اس کا کیا حال ہے! میں نے کہا میں نے اسے اندھا شیخ کبیر ہونے کی حالت میں چھوڑا ہے پھر اس نے لونڈیوں سے کہا کہ مجھے خوش کرو تو انہوں نے حضرت حسان کے یہ اشعار سنائے۔

(۱)......مقام معان پر یرموک کے بالائی علاقے اور حمان کے درمیان کس کے گھر ویران ہو گئے ہیں۔

(۲)......دوانی کے محلات کے لئے بلاس داریہ اور اسکاء کی بستیاں خالی ہوگئی ہیں۔

(۳)......جاسم کا صحرا اور صفر کی وادیاں قبائل اور بہترین اونٹوں کے رہنے کی جگہ ہیں۔

(۴)......اور یہ انیس اور حلوک کے بعد عزیز کا عظیم ستونوں والا گھر ہے۔

(۵)......ان گھروں میں مسیح پادریوں اور راہبوں کی دعائیں ہیں۔

(۶)......یہ زمانہ میں آل جفنہ کی رہائش گاہ ہے جسے زمانہ کے حوادثات نے مٹا دیا۔

(۷)......مجھے وہاں صاحب مرتبہ کے حق نے تاج والے کے پاس میری نشست اور جگہ دکھائی ہے۔

(۸)......ان کی ماں انہیں گم کر دے اور اس نے انہیں اسی روز کھو دیا تھا جب وہ حارث حولانی کے ہاں اترے تھے۔

(۹)......عید فصیح نے ہمیں آلیا اور لڑکیاں جلدی سے مرجان کے ہار بنا رہی ہیں۔

پھر اس نے کہا کہ یہ ابن الفریعہ حسان بن ثابت نے ہمارے ہماری حکومت اور ہمارے گھروں کے متعلق اشعار کہے ہیں جو غوطہ و دمشق کے

اطراف میں پائے جاتے ہیں۔
راوی کہتا ہے کہ پھر وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے لونڈیوں سے کہا مجھے رلاؤ تو انہوں نے اپنی سارنگیاں نیچے کرلیں اور اپنے سر جھکا لئے اور اشعار سنانا شروع کرلیا۔

(۱)......تھپڑ کے عار سے اشراف نصرانی بن گئے اگر تو صبر کرتا تو اس میں کوئی نقصان نہیں تھا۔
(۲)...... مجھے اس جھگڑے اور نخوت نے گھیر لیا اور میں نے وہاں صحیح آنکھ کو کانی آنکھ کے بدلہ بیچا۔
(۳)......کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور کاش میں حضرت عمر کے قول کی طرف لوٹ جاتا۔
(۴)......اے کاش میں جنگل میں اونٹ چراتا اور ربیعہ اور مضر میں قید ہوتا۔
(۵)......اے کاش میری ملک شام میں معمولی سی معیشت ہوتی اور میں سمع اور بصر ضائع کرنے والی اپنی قوم کو بٹھاتا۔
(۶)......دین تو وہ ہے جسے انہوں نے شریعت کے بیان کے باعث قبول کیا اور وہ بڑی بڑی مکڑیوں کو برداشت کرلیتا ہے

راوی کہتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ چہرہ پر رکھ کر خوب رویا یہاں تک کہ آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی اور میں بھی اس کے ساتھ رو یا پھر اس نے پانچ سو دینار ہرقلی منگوائے اور کہا کہ انہیں لے کر حسان بن ثابت کو پہنچا دو۔ اور دوسری بار دینار منگوا کر کہنے لگا کہ یہ تیرے واسطے ہیں میں نے معذرت کی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں میں تجھ سے کوئی چیز قبول نہیں کروں گا، تو اسلام سے مرتد ہو چکا ہے کہتے ہیں کہ اس نے حسان کے دیناروں میں وہ دینار ڈال دیئے اور ایک ایک ہزار ہرقلی کو دینار بھیجے پھر اس نے ان سے کہا کہ میری طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کو سلام پہنچا دینا جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اس کے حالات سے آگاہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اسے ہلاک کردے اس نے ابدی زندگی کے مقابلے میں فانی زندگی کو ترجیح دی اور اسے حاصل کرنے میں جلد بازی سے کام لیا اور اس کی تجارت نے نفع نہیں دیا۔ پھر فرمایا کہ اس نے حضرت حسان کے لئے کیا بھیجا ہے۔ میں نے کہا پانچ سو دینار آپ نے حضرت حسان کو بلا کر وہ دینار انہیں دیدیئے تو اسے لے کر وہ اشعار کہنے لگے۔

(۱)......ابن جفنہ لشکر کا باقی ماندہ شخص ہے ان کے آباء بخل کے پیچھے نہیں پڑے۔
(۲)......اس نے مجھے اس وقت بھی نہیں بھلایا جب وہ شام کا مالک تھا اور نہ رومیوں کے ساتھ عیسائی ہوجانے پر مجھے بھلایا۔
(۳)......وہ بہت مال دیتا ہے اور وہ اسے اپنے نزدیک عاجزانہ عطیہ خیال کرتا ہے۔
(۴)......میں ایک دن اس کے پاس آیا تو اس نے میری نشست گاہ کو نزدیک کیا اور مجھے تھوڑے سے عطیہ سے سیراب کیا

پھر اس سال معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعدہ الفرازی کو شاہ روم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تو اس نے جبلہ بن الایہم سے ملاقات کی تو اس نے حشم وخدم، سونے، اموال اور گھوڑوں کے لحاظ سے
دنیاوی کامرانی کو دیکھا تو جبلہ نے اسے کہا کاش مجھے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ مجھے ارض ثبینہ اور غوطہ دمشق کی بستیاں جاگیر میں دیں گے بلاشبہ وہ ہماری گزرگاہیں ہیں اور ہماری جماعت کے وظائف مقرر کریں اور ہمیں اچھے عطیات سے نوازے تو میں شام کی طرف لوٹ جاتا عبداللہ بن مسعدہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی تو حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں اسے یہ دے دوں گا اور اس کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قاصد کے ہاتھ ایک خط لکھا مگر قاصد اسے نہ مل سکا اور اسی حالت میں وہ مر گیا اللہ اس پر لعنت کرے۔
ان حالات کا زیادہ حصہ ابوالفرج الجوزی نے المنتظم میں بیان کیا ہے اور اس سال یعنی ۵۳ ہجری میں اس کی وفات ہوئی اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس کے طویل حالات بیان کئے اور ان کے آخر میں لکھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ جبلہ نے سن ۴۰ ہجری کے بعد خلافت معاویہ میں ارض روم میں وفات پائی۔

۵۴ ھ کے واقعات

آغاز ۵۴ ھ......اس سال محمد بن عبدالمالک نے ارض روم میں موسم سرما گزارا اور معن بن یزید السلمی نے صائفہ سے جنگ کی اور اسی سال حضرت معاویہ نے سعید بن العاص کو مدینہ کی امارت سے سبکدوش کر دیا اور مروان بن الحکم کو دوبارہ اس کی ولایت دیدی اور مروان کو خط لکھا کہ وہ حضرت سعید بن عاص کے گھر کو منہدم کر دے اور ارض حجاز کے تمام اموال لے لے تو مروان حضرت سعید کے گھر کو گرانے کے لئے آئے تو حضرت سعید نے کہا کہ تجھے یہ کام نہیں کرنا چاہیے اس نے کہا امیر المومنین کا حکم ہے اور اگر وہ آپ کو میرے گھر کے بارے میں اس طرح کرنے کو کہتے تو تم کر گزرتے۔ حضرت سعید کھڑے ہوئے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط دکھایا جو اسے حضرت معاویہ نے مدینہ کا والی بناتے وقت لکھا تھا مروان کے پاس جب خط لایا گیا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ مروان کے گھر کو ڈھا دے اور اس کے مال پر قبضہ کر لے اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کا دفاع کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اسے اس کے ارادے سے روک دیا جب مروان نے حضرت سعید کی طرف آنے والا خط دیکھا تو اس معاملے کو حضرت سعید سے پھیر دیا اور آپ کا دفاع کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے گھر میں چھوڑ دیا اور اسے اپنی جائیداد پر برقرار رکھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سمرہ بن جندب کو بصرہ کی امارت سے معزول کر دیا جب کہ زیاد نے انہیں بصرہ کا نائب مقرر کیا تھا لیکن حضرت معاویہ نے انہیں چھ ماہ تک برقرار رکھا اور عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو بصرہ کا امیر مقرر کر دیا ابن جریر وغیرہ نے حضرت سمرہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے آپ کو معزول کیا تو آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ پر لعنت کرے اگر میں ایسی اطاعت اللہ کی کرتا جیسی معاویہ کی کی تو اللہ تعالیٰ مجھے کبھی عذاب نہ دیتا لیکن یہ روایت ان سے صحیح نہیں ہے۔

عبداللہ بن خالد بن اسید کو کوفہ کی نیابت پر برقرار رکھا گیا جسے زیاد نے نائب بنایا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس سال عبیداللہ بن زیاد آیا تو آپ نے اس کا اکرام کیا اور شہروں پر ان کے والد کے جو نائبین تھے ان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے آپ کو اس کے متعلق بتایا پھر آپ نے اسے خراسان کا نائب مقرر کیا اس وقت اس کی عمر ۲۵ برس تھی وہ اپنے ضلع کی طرف گیا اور جلدی سے خراسان جانے کی تیاری کی اور اس نے بخاریٰ کے پہاڑوں کی طرف جانے کے لئے دریا عبور کیا اور رامس اور نصف بیکند کو فتح کیا اور یہ دونوں شہر بخارا کی عملداری میں ہیں اور وہاں اس کا سامنا ترکوں سے ہوا اور اس نے ان سے قتال کیا اور اس لحاظ سے انہیں بدترین شکست دی کہ مسلمانوں نے بادشاہ کو موزے پہننے سے پہلے ہی جا لیا اس نے ایک ہی موزہ پہنا تھا اور دوسرا لینے سے پہلے مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے جواہر کی قیمت دو لاکھ درہم لگائی اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا عبیداللہ نے خراسان میں دو سال قیام کیا اسی سال نائب مدینہ مروان بن الحکم نے لوگوں کو حج کرایا اور کوفہ کا امیر عبداللہ بن خالد بن اسید تھا بعض نے کہا کہ ضحاک بن قیس تھا۔ اور عبداللہ بن غیلان بصرہ کا امیر تھا۔

اس سال وفات پانے والے اعیان

ابو محمد اسامہ بن زید حارثہ الکلبی ......سرکار دو عالم ﷺ کے آزاد کردہ غلام کے بیٹے اور آپ ﷺ کے محبوب تھے اور آپ ﷺ کے محبوب کے بیٹے تھے آپ کی والدہ برکہ ام ایمن آنحضرت ﷺ کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور اس نے آپ کی پرورش کی تھی آپ ﷺ نے ان کے باپ کے قتل کے بعد انہیں امیر بنایا تو لوگوں نے اس کی امارت پر اعتراض کیا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا اور خدا کی قسم ہے کہ یہ امارت کے اہل تھے اور ان کے بعد مجھے یہ سب سے زیادہ محبوب ہے اور صحیح بخاری میں آپ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی ران پر بٹھاتے تھے اور حضرت اسامہ کو اپنی دوسری ران پر بٹھاتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ میں ان دونوں سے محبت

کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر۔ منجملہ آپ کے بہت سے فضائل ہیں آپ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۹ سال تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آپ سے ملتے تو فرماتے اے امیر السلام علیکم۔ ابوعمر بن عبدالبر نے اس سال میں آپ کی وفات کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر لوگوں نے آپ کا سن وفات ۵۸ اور ۵۹ ہجری بیان کیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے شہادت عثمان کے بعد وفات پائی۔ واللہ اعلم۔

ثوبان بن مجدد ...... رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا تذکرہ آپ ﷺ کے غلاموں میں آچکا ہے آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے آپ اصلاً عرب ہیں آپ کو کسی وجہ سے قیدی بنالیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے خرید کر آزاد فرمایا تو انہوں نے آپ کو سفر و حضر میں لازم پکڑا آپ ﷺ کی وفات کے بعد رملہ میں اقامت اختیار کی پھر وہاں سے حمص منتقل ہو گئے اور وہاں ایک گھر بنایا اور وہیں رہے یہاں تک کہ صحیح قول کے مطابق اسی سال وفات پائی۔ بعض نے سن وفات ۴۴ھ ذکر کیا ہے۔ جو غلط ہے اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے مصر میں وفات پائی لیکن صحیح یہ ہے کہ انہوں نے حمص میں وفات پائی۔ واللہ اعلم۔

جبیر بن مطعم ...... پیچھے گزرا ہے کہ ان کی وفات سن ۵۰ ہجری میں ہوئی۔

ابوقتادہ حارث بن ربعی الانصاری ...... واقدی نے ان کا نام نعمان بن ربعی ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر نے عمرو بن ربعی ذکر کیا ہے یہ ابوقتادہ انصاری قبیلہ السلمی سے تعلق تھا اور مدنی تھے اور اسلام کے مایہ ناز شہسوار تھے احد اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک رہے آپ نے ذوقرد کی جنگ میں قابل تعریف کارنامہ انجام دیا جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا آج کا بہترین شہسوار ابوقتادہ ہے اور ہمارا بہترین پیادہ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ہیں ابواحمد حاکم کے خیال کے مطابق آپ جنگ بدر میں شریک رہے لیکن یہ بات معروف نہیں۔

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے مجھ سے بہتر شخص ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ واقدی اور دوسرے کئی مورخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اس سال مدینہ میں وفات پائی اور الہیثم بن عدی وغیرہ کا خیال ہے کہ آپ نے سن ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ لیکن یہ غریب ہے۔

حکیم بن حزام ...... آپ کا شجرہ نسب حکیم بن حزام بن خولید بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب القرشی الاسدی ہے آپ کی کنیت ابوخالد مکی ہے آپ کی والدہ فاختہ بنت زہیر ہیں اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہ آپ کی پھوپھی ہیں جو آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور ابراہیم کے سوا آپ کی اولاد کی ماں تھی آپ کی والدہ نے آپ کو واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل کعبہ کے اندر جنم دیا۔

اس کا واقعہ یوں ہوا کہ آپ کی والدہ زیارت کعبہ کے لئے اندر گئیں تو آپ کی والدہ کو دردزہ ہو گیا تو انہوں نے چمڑے کے بستر پر آپ کو جنم دیا آپ سرور کائنات ﷺ سے شدید محبت رکھتے تھے جب بنوہاشم اور بنو مطلب پر شعب ابی طالب میں خرید وفروخت اور مناکحت پر پابندی تھی تو آپ شام سے آنے والے قافلے سے ملتے اور اسے پورا کا پورا خرید لیتے پھر اسے اونٹوں کی پشت پر لاد کر شعب میں کھانا اور کپڑا آپ ﷺ کے اعزاز میں پہنچاتے یہ کام آپ ﷺ اور اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تکریم کی خاطر کرتے آپ ہی نے زید بن حارثہ کو خریدا اور آپ سے آپ کی پھوپھی حضرت خدیجہ نے خرید کر آپ ﷺ کو بخش دیا اور آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔

آپ ہی نے ذی یزن کا جوڑا خرید کر رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ میں دیا۔ آپ نے اسے زیب تن فرمایا آپ کا بیان ہے کہ میں نے اس جوڑے میں رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا اس کے باوجود آپ نے اور آپ کی اولاد نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا امام بخاری نے فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں ساٹھ سال اور زمانہ اسلام میں بھی ساٹھ سال رہے۔ آپ قریش کے سرداروں میں سے تھے آپ نہایت سخی اور فیاض تھے حسب و نسب کے عالم تھے بہت زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والے نیکی کرنے والے تھے۔

آپ جب مسلمان ہوئے تو آپ نے ان نیکیوں کے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا جو نیکیاں تو نے کی ہیں اس کی بدولت اسلام کی توفیق ملی آپ مشرکین کی طرف سے بدر میں شریک تھے اور حوض کے قریب تھے اور قریب تھا کہ حضرت حمزہ آپ کو قتل کر دیتے

آپ ان کے سامنے گھسیٹنے لگے اس وجہ سے جب آپ قسم کھاتے تو فرماتے کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے بدر کے روز مجھے بچایا اور جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے ارادہ سے نکلے اور مرالظہر ان میں فوجیں آپ کے ہمراہ تھیں تو حضرت حکیم اور حضرت ابوسفیان مخبری کرنے نکلے تو حضرت عباس انہیں ملے ابوسفیان کو پکڑ کر پناہ دی اور آنحضرت ﷺ سے ان کے لئے امان حاصل کی اور ابوسفیان اسی سبب مسلمان ہو گئے اور دوسری صبح حضرت حکیم مشرف باسلام ہوئے آپ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کی اور آپ نے انہیں ایک سو اونٹ دیئے انہوں نے مزید مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے مزید عطا فرمایا پھر مطالبہ کیا تو عطا فرمایا پھر آپ نے فرمایا اے حکیم یہ مال بظاہر شیریں ہے جس نے اسے فیاضی سے لیا اس کے لئے اس میں برکت ہوگی اور جس نے اسے اسراف نفس سے لیا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور وہ شخص اس طرح ہوگا کہ کھائے گا لیکن سیر نہیں ہوگا۔

حضرت حکیم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا میں آپ کے بعد کسی کا احسان قبول نہیں کروں گا چنانچہ آپ نے حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی کا احسان قبول نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو پیشکش کرتے تو آپ انکار فرما دیتے اور مسلمانوں کو اس پر گواہ بناتے اس کے باوجود بڑے مالدار شخص تھے جس روز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت حکیم کے ایک لاکھ درہم ان کے ذمے تھے اور جب آپ مسلمان ہوئے تو رفادہ اور دارالندوہ آپ کے قبضہ میں تھے آپ نے بعد ازاں حضرت معاویہ کو اسے ایک لاکھ میں فروخت کر دیا اور ایک روایت میں چالیس ہزار دینار میں فروخت کیا۔ حضرت ابن زبیر نے آپ سے کہا کہ قریش کی عزت فروخت کر دی ہے تو آپ نے کہا بھتیجے اچھے تمام کے تمام کام ختم ہو گئے سوائے تقویٰ کے جو باقی ہے تقویٰ کے بغیر کوئی کام اچھا نہیں اے بھتیجے میں نے اسے زمانہ جاہلیت میں ایک شراب کے مشکیزے کے عوض خریدا تھا اور میں اس کے بدلے جنت میں گھر خریدوں گا میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اللہ کی راہ میں دیدیا اور قریش کے لئے یہ گھر عدالت کے قائم مقام تھا حضرت حکیم بن حزام کے سوا اس میں وہی شخص داخل ہو سکتا تھا جس کی عمر چالیس سال ہو آپ اس میں پندرہ سال کی عمر میں داخل ہوئے یہ بات زبیر بن بکار نے بیان کی۔

زبیر نے بیان کیا کہ ایک سال حضرت حکیم نے حج کیا اور سو جھولدار اونٹوں اور سو بکریاں ہدیہ میں دی اور عرفات میں ان کے ساتھ ایک سو خدمتگار تھے جن کی گردنوں میں چاندی کے ہار تھے اور ان میں لکھا تھا یہ حکیم بن حزام کی طرف سے اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، پس آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور تمام جانوروں کو ہدیہ کر دیا صحیح قول کے مطابق حضرت حکیم نے اسی سال وفات پائی اور بعض نے اس کے علاوہ بھی قول بیان کئے آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

حضرت حویطب بن عبدالعزی عامری...... آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا اور لمبی عمر پائی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان لوگوں میں شامل کیا جنہوں نے انصاب حرم کی تجدید کی آپ نے مشرکین کے ساتھ بدر میں شمولیت کی اور اس روز زمین اور آسمان کے درمیان فرشتوں کو دیکھا اور آپ حدیبیہ میں بھی شامل ہوئے اور صلح کے بارے میں کوشش کی اور جب عمرۃ القضاء ہوا تو آپ اور سہیل کو رسول اکرم ﷺ نے مکہ سے خروج کا حکم دیا اور آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے مکہ میں کوئی صحابی موجود نہ ہو۔

آپ کا بیان ہے کہ میں نے ان تمام مواقع پر اسلام کا ارادہ کیا مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے جب فتح مکہ کا زمانہ آیا تو میں شدید خوفزدہ ہو گیا اور بھاگ گیا میرے راستے میں میرے جاہلیت کے دوست حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ملے اور کہنے لگے کہ اے حویطب کیا ہوا؟ میں نے کہا مجھے ڈر لگ رہا ہے انہوں نے کہا ڈرو مت آپ ﷺ لوگوں سے سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور میں تمہارا ذمہ دار ہوں تم میرے ساتھ چلو تو میں اس کے ساتھ گیا انہوں نے مجھے آپ ﷺ کے پاس مقام بطحا میں جا کھڑا کیا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے ابوذر نے مجھے کہا کہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو میں نے جب یہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا حویطب ہے میں نے کہا جی ہاں

اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں ہدایت دی آپ ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے مجھ سے مال قرض لیا اور میں نے چالیس ہزار بطور قرض آپ کو دیئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین وطائف میں شریک ہوا اور حنین کے غنائم میں سے آپ نے مجھے سو اونٹ دیئے۔

اس کے بعد حویطب مدینہ آئے اور وہیں اپنے گھر میں قیام کیا جب مروان بن حکم مدینہ کا والی مقرر ہوا تو حویطب حکیم بن حزام اور مخرمہ بن نوفل ان کے پاس آئے اور سلام کیا اور کچھ دیر باتیں کر کے الگ ہو گئے پھر حویطب دوسرے دن مروان سے ملے تو مروان نے ان سے ان کی عمر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اے شیخ کبیر تم نے اسلام لانے میں دیر کی اور جوان تم سے آگے نکل گئے تو حویطب نے کہا اللہ ہی یار و مددگار ہے واللہ میں نے کئی مرتبہ اسلام کا ارادہ کیا ہر بار تیرے والد نے مجھے روکا اور کہا کہ تو ایک نئے دین کے لئے اپنے شرف کو ضائع کر دے گا اور اپنے آبائی دین کو نئے دین کی وجہ سے چھوڑ دے گا اور تو تابع ہو جائے گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے مروان کو خاموش کر دیا اور جو بات اس سے کہی تھی اس پر پشیمان ہوا۔ پھر حضرت حویطب نے کہا کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تجھے نہیں بتایا کہ انہیں اسلام قبول کرنے پر تیرے والد کی طرف سے کیا کیا تکلیفیں پہنچیں اس سے مروان کے غم میں اضافہ ہو گیا حضرت حویطب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن میں شریک رہے تھے اور حضرت معاویہ نے آپ سے آپ کا مکے والا گھر چالیس ہزار دینار میں خریدا اور دوسرے لوگوں نے زیادہ قیمت دینا چاہی کہ ہمیں زیادہ قیمت پر دے دے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اس شخص کو کیا ضرورت ہے اتنے مال کی جس کے پانچ عیال ہوں۔

امام شافعی نے بیان کیا کہ آپ جید الاسلام ہیں اور زمانہ جاہلیت میں قریش میں بلند مرتبہ والے تھے واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حویطب جاہلیت میں ساٹھ سال اور اسلام میں بھی ساٹھ سال زندہ رہے اسی سال مدینہ میں حضرت حویطب کا انتقال ہوا اور ایک سو بیس برس کی عمر پائی دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت حویطب نے شام میں وفات پائی آپ سے ایک ہی حدیث مروی ہے جسے بخاری مسلم اور نسائی نے سائب بن یزید کے حوالے سے اور انہوں نے عبداللہ بن سعدی سے اور انہوں نے حضرت عمر سے اجرت کے بارے میں بیان کیا۔ اور یہ عزیز احادیث میں سے ہے کیوں کہ ان میں چار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہو گئے ہیں۔

حضرت معبد بن یربوع بن عنکثہ ...... آپ کا شجرہ یہ ہے معبد بن یربوع بن عنکثہ ابن عامر بن مخزوم فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے آنحضرت ﷺ نے آپ کو پچاس اونٹ دیئے آپ کا نام حرم یا اُحرم تھا آنحضرت ﷺ نے آپ کا نام معبد رکھا اور آپ بھی اس گروہ میں شامل تھے جسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انصاب حرم کی تجدید کا حکم دیا بعد میں آپ کی بینائی زائل ہو گئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں آپ کو تسلی دینے آئے جسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

واقدی خلیفہ اور دیگر مورخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اس سال مدینہ میں وفات پائی اور بعض نے کہا ہے کہ مکہ میں ایک سو بیس کی عمر میں وفات پائی۔ اور بعض نے اس سے زیادہ بیان کیا ہے۔

حضرت مرۃ بن شراحیل الھمدانی ...... آپ کو مرۃ الطیب اور مرۃ الخیر بھی کہا جاتا ہے حضرت ابوبکر، عمر، علی، ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ روزانہ دن اور رات ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے اور جب عمر رسیدہ ہو گئے تو چار سو رکعت پڑھنے لگے اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے اتنا سجدہ کیا کہ مٹی پیشانی کو کھا گئی آپ کے انتقال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ ایک مکان نور سے بھرا ہوا ہے اور کوئی آپ سے کہہ رہا ہے کہ تیری منزل کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا ایسے گھر میں جس کے باشندے نہ سفر کرتے ہیں اور نہ مرتے ہیں۔

حضرت نعمان بن عمر بن رفاعہ بن الحر ...... آپ بدر میں اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل رہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ وہ شخص ہیں جس پر شراب کی سزا نافذ ہوئی تو ایک شخص نے کہا کہ اس پر اللہ کی پھٹکار ہو اس پر شراب کی سزا نافذ ہوتی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کر بیشک یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

حضرت سودۃ بنت زمعہ ...... ام المومنین حضرت سودۃ بنت زمعہ القرشیہ العامریہ رضی اللہ عنہا سے سرکار دو عالم دو جہاں ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد نکاح فرمایا آپ ﷺ سے پہلے یہ سہیل بن عمرو کے بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں اور جب عمر رسیدہ ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے انہیں طلاق دیدی آپ نے حضور اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ مجھے اپنی ازواج میں رہنے دیں اور میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں۔ آں حضرت ﷺ نے یہ بات قبول کرلی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وان امراۃ خافت من بعلها نشوزا او اعراضاً (النساء ۲۸)

آپ بڑی عابدہ زاہدہ اور متقی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی عورت مجھے پسند نہیں تھی کہ میں اس کے گروہ میں ہوں سوائے سودہ کے مگر آپ میں جلد بازی تھی جس سے آپ جلد رجوع کرلیتی تھیں ابن الجوزی نے آپ کی وفات اس سال بیان کی ہے اور ابن الخیثمہ نے بیان کیا ہے کہ آپ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئی تھیں واللہ اعلم۔

آغاز ۵۵ھ

اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن غیلان کو بصرہ سے معزول کیا اور عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا اس کی برطرفی کا سبب یہ ہوا کہ یہ مجمع میں تقریر کررہے تھے کہ بنوضبہ کے ایک شخص نے انہیں کنکریوں سے مارا تو اس نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو ان کی قوم نے ان کے پاس آ کر کہا جب امیر المومنین کو اطلاع ہوگی کہ اس وجہ سے فلاں کا ہاتھ کاٹا ہے تو وہ اس کے ساتھ اور اس کی قوم کے ساتھ حجر بن عدی کا سا معاملہ کرے گا تو آپ ہمیں ایک تحریر لکھیں کہ آپ نے شبہ کی وجہ سے ہاتھ کاٹا ہے آپ نے انہیں تحریر لکھ کر دی تو انہوں نے کچھ عرصے بعد حضرت معاویہ کے پاس آ کر کہا آپ کے نائب نے شبہ میں ہمارے ساتھی کا ہاتھ کاٹا ہے آپ ہمیں اس سے قصاص لے کر دیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نائبین سے قصاص کے بجائے دیت لے لو اس نے ان کی دیت دی اور ابن غیلان کو معزول کر دیا اور ان سے کہا کہ جس کو چاہو تم اختیار کر لو تو انہوں نے چند آدمیوں کا تذکرہ کیا تو امیر معاویہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرا بھتیجا عبداللہ بن زیاد تم پر امیر بننے کا زیادہ حق دار ہے چنانچہ اسے امیر بنالیا گیا اور ابن زیاد نے اسلم بن زرعہ کو خراسان پر نائب مقرر کیا جس نے نہ کوئی جنگ کی اور نہ فتح حاصل کی زرارہ بن اوفیٰ کو بصرہ کا قاضی بنایا گیا پھر اسے معزول کر کے ابن اذینہ کو مقرر کیا اور عبداللہ بن حصین کو بصرہ کی پولیس کا افسر مقرر کیا اور اس سال مدینہ کے نائب امیر مروان بن حکم نے لوگوں کو حج کروایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس میں عبیداللہ بن خالد بن اسید کو کوفہ سے معزول کر کے حضرت ضحاک بن قیس کو وہاں کا امیر مقرر کیا۔

اس سال وفات پانے والے سردار

حضرت اُرقم بن ابی اُرقم ...... بن عبد مناف بن اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے بہت پہلے اسلام قبول کیا بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سات میں سے ساتویں آدمی تھے اور آپ کا گھر مسلمانوں کی پناہ گاہ تھا آپ ﷺ اور قریش میں سے مسلمان ہونے والے لوگ پناہ لیا کرتے تھے آپ کا گھر صفا کے قریب واقع تھا جو بعد میں مہدی کی ملکیت میں آ گیا اور اس نے اسے اپنی زوجہ خیزران کو بخش دیا جو ہادی اور ہارون رشید کی ماں تھی اس نے اسے از سر نو تعمیر کرایا اور یہ گھر اسی کے نام سے مشہور ہوگیا پھر یہ کسی اور کے ہاتھ چلا گیا حضرت ارقم بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل رہے اسی سال مدینہ منورہ میں وفات پائی اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے آپ کی نماز جنازہ حسب وصیت پڑھائی آپ کی عمر ۸۰ برس تھی۔

حضرت سحبان بن زفر بن ایاس ابن عبد شمس بن الاجب الباہلی الوائلی...... آپ کی فصاحت ضرب المثل تھی اور کہا جاتا ہے کہ سحبان بن وائل سے بھی زیادہ فصیح تھے۔ سحبان بن وائل ابن معد بن مالک بن اعصر بن سعد بن قیس بن غیلان بن مضر بن نزار ہیں۔ باہلہ مالک بن اعصر کی اہلیہ ہیں جس کے بچے اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ صعب بن سعد العشیرہ کی صاحب زادی ہیں ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جو سحبان وائل کے نام سے مشہور ہیں اس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس نے حضرت معاویہ کے پاس جا کر گفتگو کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو تو شیخ ہے اس نے کہا ہاں بخدا مگر اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہوں ابن عساکر نے اتنا ہی بیان کیا ہے ابن الجوزی نے المنتظم میں اس کا نسب بیان کیا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں پھر ذکر کیا کہ سحبان بن زفر فصیح و بلیغ آدمی تھا فصاحت میں انکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ایک روز وہ حضرت معاویہ کے پاس آیا اور اس کے ارد گرد قبائل کے خطباء تھے جب انہوں نے اسے دیکھا تو وہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے دربار سے نکل گئے تو سحبان نے شعر کہا:

یمانی قبیلے نے جان لیا ہے کہ جب میں اما بعد کہتا ہوں تو ان کا خطیب کہاں! حضرت معاویہ نے ان سے خطبہ کی درخواست کی اس نے کہا میرے لئے لاٹھی تلاش کرو جو ٹیڑھے کو سیدھا کر دیتی ہے لوگوں نے اس سے کہا کہ تو امیر المومنین کے سامنے اس سے کیا کرے گا تو اس نے کہا جو حضرت موسیٰ اس کے ساتھ اپنے رب سے گفتگو کرتے وقت کیا کرتے تھے چنانچہ اس نے لاٹھی لی اور ظہر سے عصر تک گفتگو کرتا رہا نہ اس نے گلا صاف کیا نہ ہی کھانسا نہ ہی رکا اور نہ ہی ادھورا مفہوم کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز، اس نے کہا کہ نماز آپ کے سامنے ہے کیا ہم تحمید و تمجید، نصیحت و تذکیر و تنبیہ، وعد وعید میں مشغول نہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اخطب العرب ہے۔ اس نے کہا کہ صرف عربوں کا بلکہ میں اخطب الجن والانس ہوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ایسا ہی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص...... آپ کا نام ابو اسحاق مالک بن اھیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری ہے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو آپ ﷺ ان سے راضی تھے بہت پہلے مشرف با اسلام ہوئے۔ مورخین کے قول کے مطابق سترہ سال کی عمر میں آپ نے اسلام قبول کیا اور صحیح میں آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس دن میں مشرف با اسلام ہوا اس دن کوئی مسلمان نہیں ہوا اور میں سات دن ٹھہرا اور اسلام کا ثلث اور سات دن میں سے ساتواں ہوں آپ نے کوفہ آ کر وہاں سے اعاجم کو جلاوطن کیا آپ مستجاب الدعوات تھے ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے اور اللہ کی راہ میں تیر چلانے والے پہلے شخص ہیں اور آپ نبی کریم ﷺ کے امراء میں سے بہادر شہسوار تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بڑے معزز تھے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا اور آپ نے ان کو کوفہ پر نائب مقرر کیا اور مدائن کو فتح کیا جلولاء کا معرکہ آپ کے سامنے ہوا آپ مطاع سردار تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلا کسی عجز و خیانت کے کوفہ سے معزول کر دیا اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مصلحت در پیش تھی اور انہوں نے آپ کا ذکر چھ اصحاب شوریٰ میں کیا اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو امیر مقرر کیا پھر وہاں سے معزول کر دیا۔

الحمیدی نے سفیان بن عیینہ سے بحوالہ عمرو بن دینار نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حکمین کے روز دومۃ الجندل میں شامل ہوئے۔ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ آپ کا بیٹا عمر کے پاس آیا آپ اپنے اونٹوں میں گوشہ نشین تھے اور کہنے لگا کہ لوگ امارت کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں اور آپ یہاں بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ پوشیدہ رہنے والے متقی مال دار کو پسند کرتا ہے۔

ابن عساکر نے اہل علم سے نقل کیا ہے کہ آپ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے چچا یہاں ایک لاکھ تلواریں آپ کو اس امارت کا زیادہ حقدار سمجھتی ہیں آپ نے ان سے فرمایا میں ایک لاکھ میں سے ایسی تلوار چاہتا ہوں کہ جو مومن کو مارے تو اس کا کچھ نہ بگاڑے اور کافر کو مارے تو اس کا سر کاٹ ڈالے

عبد الرزاق کہتے ہیں کہ ابن جریج کے حوالے سے زکریا بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

پاس آتے اور ماہ رمضان میں آپ کے ہاں قصر نماز پڑھتے اور افطار سے رہتے۔

دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی اور جو چیز آپ نے مانگی آپ کو دیدی گئی ابویعلیٰ کا کہنا ہے کہ زبیر نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن علیہ نے اسماعیل بن ابی خالد سے۔ بحوالہ قیس بن ابی حازم بیان کیا کہ حضرت سعد نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے مشرکین کو تیر مارا اور مجھ سے پہلے آپ نے کسی کے واسطے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا اور میں نے آپ سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تیر اندازی کرو۔ احمد کا بیان ہے کہ یزید بن ہارون نے ہم سے بیان کیا ہے کہ اسماعیل نے۔ بحوالہ قیس ہم سے بیان کیا کہ میں نے سعد بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ واللہ میں عرب کا وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر مارا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کرتے تھے ہمارے پاس انگور کے پتوں اور ببول کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا یہاں تک ہم میں سے ایک شخص بکری کی طرح مینگنیاں کیا کرتا تھا اور اس پر کسی چیز کی آمیزش نہیں تھی۔

پھر بنوسعد مجھے دین کے بارے میں عار دلانے لگے اگر میں ان کی بات مان لیتا تب تو میں ناکام و نامراد ہو جاتا اور میرا عمل ضائع ہو جاتا۔ شعبہ و کیع وغیرہ نے اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا کہ ابن سعید عن یحییٰ ابن سعید الانصاری عن سعید بن المسیب کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ احد کے روز آنحضرت ﷺ نے میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا لیث اور کئی لوگوں نے اسے۔ بحوالہ یحییٰ انصاری بیان کیا ہے اور کئی لوگوں نے اسے سعید بن المسیب سے۔ بحوالہ حضرت سعد روایت کیا ہے اور کئی حضرات نے اس واقعہ کو اس طرح روایت کیا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اور بعض روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیر اندازی کرتے رہو تم ایک طاقت ور لڑکے ہو۔

سعید کا بیان ہے کہ حضرت سعد بہترین تیر انداز تھے اعمش نے ابو خالد سے۔ بحوالہ جابر بن سمرہ بیان کیا کہ سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تیر پھینکنے والے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سفیان نے سعد بن ابراہیم سے۔ بحوالہ عبداللہ بن شداد بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے سوا کسی پر اپنے ماں باپ قربان کرتے نہیں سنا اور میں نے احد کے روز آپ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ اے سعد میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں تیر اندازی کرتے رہو۔ بخاری نے اسے بطریق عن ابی نعیم عن مسعر عن سعد بن ابراہیم روایت کیا اور شعبہ نے اسے سعد بن ابراہیم کے طریق سے نقل کیا اور سفیان بن عیینہ و دیگر بطریق یحییٰ بن سعید الانصاری عن سعید بن المسیب عن علی بن ابی طالب ذکر کیا۔

اور عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ ہمیں معمر نے ایوب کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے عائشہ بنت سعد کو فرماتے سنا کہ انہوں نے فرمایا میں اس مہاجر کی بیٹی ہوں جس پر سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے ماں باپ کو قربان کیا ہے واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبیدہ بن نابل نے عائشہ بنت سعد سے اس کے باپ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ احد کے دن میں نے اپنے آپ کو تیر اندازی کرتے پایا تو ایک خوبصورت گورا شخص جسے میں نہیں جانتا تھا وہ مجھے تیر واپس کر دیتا اس کے بعد مجھے خیال آیا کہ وہ فرشتہ تھا۔ اور امام احمد نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن داؤد ہاشمی نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم نے عن سعد عن ابیہ عن سعد بن ابی وقاص نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے غزوہ احد کے دن آپ ﷺ کے دائیں بائیں دو سفید لباس آدمی دیکھے جو آپ کی طرف سے سخت جنگ کر رہے تھے ان کو نہ میں نے اس سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مجھے اسحاق بن ابی عبداللہ نے عبدالعزیز (ابن ابی عون کا دادا) عن زیاد مولیٰ سعد عن سعد نے بیان کیا کہ میں نے بدر کے دن دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا ایک آپ کے دائیں جانب تھا دوسرا بائیں جانب اور میں آپ ﷺ کو دیکھتا کہ خوشی کی وجہ سے کبھی اسے دیکھ رہے ہیں اور کبھی اسے، اللہ تعالیٰ کی طرف کامیابی کے بہ سبب جو اللہ نے مقدر کر رکھی تھی۔

سفیان نے بطریق عن ابی اسحاق عن ابی عبیدہ عن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ بیان کیا ہے کہ میں، سعد اور عمار بدر کے روز جس میں ہمیں غنیمت حاصل ہوئی تھی میں شریک تھے حضرت سعد دو قیدیوں کو پکڑ کر لائے میں اور عمار خالی ہاتھ آئے اور اعمش نے عن ابراہیم بن علقمہ عن ابن مسعود کے طریق سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سعد کو بدر کے دن قتال کرتے دیکھا پیادہ کے لئے شہسوار کی طرح اور مالک نے عن یحییٰ بن سعید بیان کیا کہ

انہوں نے عبداللہ بن عامر کو کہتے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک رات آنحضرت ﷺ نے بے اطمینانی کی حالت میں گزاری پھر فرمایا کاش کوئی نیک آدمی آج رات میری حفاظت کرتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے تو اس نے کہا میں سعد بن ابی وقاص ہوں یارسول اللہ میں آپ کی حفاظت کروں گا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کی سانس کی آواز سنی۔ دونوں نے اسے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے لئے دعا کی پھر سو گئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے قتیبہ نے رشدین بن سعد کے طریق سے بحوالہ عن یحییٰ بن الحجاج بن شداد عن ابی صالح عن عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دروازے سے سب سے پہلے جنتی شخص داخل ہوگا تو سعد بن ابی وقاص داخل ہوئے۔ ابویعلیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن المثنی نے بیان کیا کہ عبداللہ بن قیس الرقاشی الخراز البصری نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب نے عن نافع عن ابن عمر ہم سے بیان کیا کہ ابن عمر نے فرمایا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ تمھارے پاس اس دروازے سے جنتی شخص داخل ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کی یہی تمنا ہے کہ وہ اس کے گھر کا آدمی ہو اچانک سعد بن ابی وقاص ظاہر ہوئے۔ حرملہ نے ابن وہب کے حوالے سے بیان کیا کہ حیوۃ نے ہمیں خبر دی کہ عقیل نے انہیں ابن شہاب کے حوالے سے بیان کیا کہ مجھ سے بحوالہ انس بن مالک ایسے شخص نے بیان کیا جس پر میں تہمت کذب نہیں لگاتا (کہ اس نے انس بن مالک سے نہیں سنی) حضرت انس نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ ابھی تمھارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا تو دفعتاً حضرت سعد بن ابی وقاص آ گئے دوسرے دن بھی آنحضرت ﷺ نے اسی قسم کی بات فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ حسب ترتیب حضرت سعد بن ابی وقاص نمودار ہوئے تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ نے وہی بات ارشاد فرمائی اور حضرت سعد بن ابی وقاص نمودار ہو گئے۔ جب آپ مجلس میں اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اٹھ کر کہا میں نے اپنے باپ کو ناراض کر دیا ہے۔ اور ان کے پاس تین راتوں تک نہ جانے کی قسم کھائی ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے ٹھکانہ دیدیں تا کہ میری قسم پوری ہو جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس رات گزاری ان کا خیال ہے کہ جب فجر ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس رات بالکل نہیں اٹھے البتہ جب اپنے بستر پر کروٹ بدلتے تو اللہ کا نام لیتے اور تکبیر کہتے یہاں تک کہ فجر کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور مکمل وضو کر کے فرض ادا کی پھر صبح مفطر ہونے کی حالت میں کرتے۔ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں تین دن اور تین رات دیکھا آپ زیادہ کچھ نہ کرتے تھے مگر یہ کہ میں نے آپ کو اچھی باتیں کرتے سنا اور جب یہ راتیں گزر گئیں اور میں ان کے عمل کو حقیر اور کم سمجھ ہی رہا تھا کہ میں نے ان سے استفسار کیا اور کہا کہ میرے اور میرے باپ کے درمیان کوئی ناراضگی نہیں تھی اور نہ ہی جدائی تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین مجالس میں تین مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمھارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا تو تینوں دفعہ آپ ہی آئے تو میں نے چاہا کہ آپ کے پاس قیام کروں تا کہ آپ کے عمل کو دیکھ کر اس کی اقتداء کروں تا کہ جو فضیلت آپ نے حاصل کی وہ مجھے بھی حاصل ہو لیکن میں نے آپ کو زیادہ عمل نہیں کرتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اسے آپ تک کس چیز نے پہنچایا؟ انہوں نے کہا بات تو وہی ہے جو تم نے دیکھی۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات دیکھی تو واپس آ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میں نے یہی دیکھا ہے کہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کی برائی نہیں پاتا اور نہ ہی میں اس کے لئے برائی کا ارادہ رکھتا ہوں اور نہ میں اسے کوئی بری بات کہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ یہی بات مجھے آپ کے متعلق معلوم ہوئی ہے اور اس کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ اسی طرح اس روایت کو صالح المزی نے حضرت زبیر کے غلام عمرو بن دینار سے بطریق سالم عن ابیہ روایت کیا ہے۔ اور حضرت انس بن مالک کی روایت کے مانند بیان کیا گیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں سفیان ثوری کے طریق سے عن المقدام عن شریح عن ابیہ عن سعد آیت: " ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ " کے متعلق لکھا ہے کہ ان چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں

میں (سعد) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت ''وان جاھداک لتشرک بی مالیس لک بہ علم'' میرے (سعد کے) بارے میں اتاری ہے اور واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت سعد مسلمان ہو گئے تو ان کی والدہ نے کئی روز تک کھانا پینا چھوڑ دیا انہوں نے والدہ سے کہا کہ خدا کی قسم اس بات کو خوب جان لے کہ اگر تیری ایک سو جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکل جائیں تو بھی میں کسی چیز کے لئے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا اور تو چاہے کھانا کھالے اور چاہے تو نہ کھا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عشرہ مبشرہ کے متعلق جو حدیث ہے اس کے متعلق یہ بات ہے کہ صحیح میں بحوالہ حضرت سعید بن زید لکھا ہے اور سہیل کی حدیث ان کے باپ سے بحوالہ حضرت ابو ہریرہ واقعہ حراء کے بارے میں بیان ہوئی ہے اور اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر اس میں کیا ہے ہیثم اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ انہوں نے بطریق مجالد عن شعبی عن جابر بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ حضرت سعد آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں کوئی شخص مجھے اپنا ماموں دکھائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

طبرانی کا بیان ہے کہ حسین بن اسحٰق تستری نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب بن ضحاک نے ہم سے بحوالہ اسماعیل بن عیاش عن صفوان بن عمرو عن ماعز التمیمی عن جابر نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک حضرت سعد رضی اللہ عنہ آ گئے تو آپ نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں اور صحیح میں مالک وغیرہ کی حدیث بحوالہ عن الزہری عن عامر بن سعد عن ابیہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال میری سخت تکلیف کی وجہ سے آپ عیادت کرنے میرے پاس آئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں مالدار آدمی ہوں صرف ایک بیٹی میری وارث ہے کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! نصف آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے پھر کہا تہائی آپ نے فرمایا تہائی بہت ہے بیشک اگر آپ اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ انہیں محتاج چھوڑ دیں اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور آپ خدا کی خوشنودی کے خاطر جو بھی خرچ کریں گے اس کا آپ کو اجر ملے گا حتیٰ کہ اس لقمہ کا بھی جو کہ آپ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنے اصحاب کے بعد قائمقام ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا آپ ہرگز قائم مقام نہیں ہوں گے اور خدا کی خوشنودی کے خاطر جو کام بھی کریں گے آپ کے درجہ اور مرتبہ میں اضافہ ہوگا۔ شاید آپ قائم مقام ہوں اور لوگ آپ سے فائدہ اٹھائیں اور دوسرے آپ کو نقصان پہنچائیں پھر فرمایا اے اللہ میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کر اور انہیں اپنی ایڑیوں کے بل واپس نہ لوٹا لیکن تنگ دست سعد بن خولہ اگر مکہ میں فوت ہوئے تو اللہ کا رسول ﷺ ان پر شفقت کریں گے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسے بحوالہ یحییٰ بن سعید عن الجعد بن اوس عن عائشہ بنت سعد عن ابیھا اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھا اور ان کے چہرے سینے اور پیٹ پر پھیرا اور فرمایا اے اللہ سعد کو شفا دے اور ان کی ہجرت کو مکمل کر دے سعد فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس کی ٹھنڈک کو اپنے جگر میں محسوس کرتا رہا۔

ابن وھب نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن علی بن رباح نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی عیادت کی فرمایا اے اللہ لوگوں کے معبود اس سے تکلیف دور کر دے تو ہی شفا دینے والا ہے اس کو تو ہی شفا دے سکتا ہے اور اللہ کے نام سے میں اسے ہر ایزاء دینے والی چیز حسد اور نظر بد سے رقیہ کرتا ہوں۔ اے اللہ ان کے جسم اور دل کو صحت دے اور ان کی بیماری کو دور کر ان کی دعا کو قبول فرما۔ ابن وھب کا بیان ہے کہ عمرو نے بحوالہ بکر بن الاشج نے مجھے بتایا کہ میں نے عامر بن سعد سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا جو آپ نے حضرت سعد سے فرمایا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ تم زندہ رہو اور لوگ تم سے مستفید ہوں اور دوسرے تمھاری وجہ سے نقصان اٹھائیں تو انہوں نے کہا کہ حضرت سعد کو عراق کا گورنر بنایا گیا تو آپ نے ارتداد کرنے والوں میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا پس آپ نے انہیں نقصان پہنچایا اور کچھ لوگوں سے آپ نے توبہ کا مطالبہ کیا جنھوں نے مسیلمہ کذاب کی طرح مقفیٰ اشعار کہے تھے تو انہوں نے توبہ کر لی اور انہوں نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ابو المغیرہ نے ہم سے بیان کیا کہ معاذ بن رفاعہ نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن زید نے القاسم ابو عبدالرحمٰن سے بحوالہ ابوامامہ مجھ سے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے ہمیں نصیحت کی اور ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص

رو پڑے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ کاش میں مرجاتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اگر تم جنت کے لئے پیدا ہوئے ہو تو تمھاری عمر دراز نہیں ہوگی اور تمھارا حسنِ عمل تمھارے لئے اچھائی کا ذریعہ ہوگا۔ اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے اسماعیل بن ابی خالد عن قیس عن سعد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس کی تیر اندازی کو درست فرما اور اس کی دعا قبول فرما۔

سیار بن بشر نے اسے قیس سے بحوالہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ آپ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعد سے فرماتے سنا اے اللہ اس کے تیر کو درست کر اور اس کی دعا قبول فرما اور اسے اپنے بندوں کا محبوب بنادے اور حضرت ابن عباس کی روایت سے بھی نقل کیا ہے اور محمد بن عائذ دمشقی ہیثم بن حمید وہ مطعم سے وہ مقدام وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری دعا قبول کرے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی دعا اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ اپنے کھانے کو پاک نہ کرلے اس پر حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے کھانے کو پاک کرے، تو آپ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت سعد اس خوشے سے بھی اجتناب و پرہیز کرتے تھے جو اپنے کھیت میں پاتے اور جس کھیت کا ہوتا وہاں واپس پہنچاتے نیز آپ مستجاب الدعوات تھے اور جیسے ہی آپ دعا کرتے قبول ہو جاتی۔

ان سے مشہور واقعہ جسے صحیحین نے عبدالملک بن عمر کے طریق سے جابر بن سلمہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سعد کی ہر طرح سے شکایت کی یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے تو اس کے جواب میں حضرت سعد نے کہا جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں پہلی دو رکعت کو لمبا کرتا ہوں اور آخری دو مختصر۔ تو حضرت عمر نے فرمایا اے ابواسحاق تمہارے بارے میں یہی گمان ہے پھر آپ نے کوفہ میں ان کی محفلوں میں حال دریافت کرنے کے لئے آدمی روانہ کیا تو وہ نمازیوں میں سے جس سے بھی پوچھتا تو وہ آپ کی تعریف ہی کرتا یہاں تک کہ وہ مسجد بنی عبس کے پاس سے گزرا تو ان میں سے ابو سعدہ اسامہ بن قتادہ نامی آدمی نے کھڑے ہو کر کہا، حضرت سعد سریہ میں خود نہیں جاتے اور نہ برابر تقسیم کرتے ہیں اور نہ ان کے معاملہ میں انصاف سے کام لیتے ہیں حضرت سعد کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے دعا کی اے پروردگار اگر تیرا یہ بندہ ریاکاری اور نمود کے لئے کھڑا ہوا تھا تو اس کی عمر دراز کر اور اسے ہمیشہ فقر میں مبتلا رکھ اس کی بینائی لے لے اور اسے فتنوں کا ہدف بنا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے بعد اس بوڑھے شخص کو دیکھا کہ اس کی آبرو آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اور وہ راستے میں کھڑے ہو کر لڑکیوں کو ہاتھ سے ٹٹولتا اس سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگا ایک مجنون بوڑھا ہے جسے حضرت سعد کی بد دعا لگ گئی ہے۔

اور ایک غریب روایت میں ہے کہ اس نے مختار کے فتنہ کا زمانہ پایا اور اس میں قتل ہوا اور طبرانی نے بیان کیا کہ قاضی ابو یوسف نے ہمیں بتایا کہ عمرو بن مرزوق نے ہمیں خبر دی کہ شعبہ نے سعد بن ابراہیم سے بحوالہ سعید بن المسیب نقل کیا ہے کہ حضرت سعد کی ایک لڑکی تھی جسے زبراء کہا جاتا تھا وہ باہر نکلی تو ہوا سے اس کی قمیض جسم سے ہٹ گئی اس پر حضرت عمر نے ایک درہ مارا ادھر سے حضرت سعد انہیں روکنے کے لئے پہنچ گئے تو حضرت عمر نے انہیں درہ پکڑا یا حضرت سعد حضرت عمر کو بد دعا دینے لگے تو حضرت عمر نے انہیں درہ تھمایا اور فرمایا مجھ سے قصاص لے لو تو آپ نے حضرت عمر کو معاف کر دیا۔

اسی طرح روایت ہے کہ حضرت سعد اور حضرت ابن مسعود کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی حضرت سعد نے ان کے خلاف بد دعا کرنے کا ارادہ کیا حضرت ابن مسعود ڈر گئے اور تیزی سے دوڑنے لگے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے موقع پر حضرت سعد لوگوں کے امیر تھے آپ زخمی حالت میں تھے فتح مکہ میں شریک نہ ہوئے تو بجیلہ کے ایک شخص نے کہا کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور سعد قادسیہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے سو ہم واپس آ گئے بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئیں حضرت سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی۔

تو جواب میں حضرت سعد نے دعا کی یا اللہ ہماری اس کی زبان اور ہاتھ کے مقابلہ میں کفایت فرما، سو کہیں سے کوئی تیر اس کے آ لگا جس سے وہ گونگا ہو گیا اور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔

زیاد بکائی اور سیف بن عمر نے عبدالملک بن عمیر سے بحوالہ قبیصہ بن جابر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ذکر کیا ہے اور

اس طرح بیان کیا ہے کہ اس میں ہے کہ پھر حضرت سعد باہر تشریف لائے آپ نے لوگوں کو اپنے زخم دکھائے تا کہ ان کے سامنے عذر پیش کر سکیں ہیثم نے ابو صلح سے انہوں نے مصعب بن سعد سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت علی کو گالی دیتا تھا حضرت سعد نے اسے روکا مگر وہ باز نہ آیا تو حضرت سعد نے کہا میں تمھارے خلاف بد دعا کر دوں گا۔ وہ پھر بھی باز نہ آیا تو آپ نے اس کے متعلق اللہ سے بد دعا کی یہاں تک ایک کودتا ہوا اونٹ آیا اور اس نے اس شخص کو کچل دیا۔

ایک اور طریق سے بروایت عامر بن سعد روایت ہے کہ حضرت سعد نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے سر پر جمع ہیں آپ نے دو آدمیوں کے درمیان اپنا سر داخل کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت علی، طلحہ اور حضرت زبیر کو گالیاں دے رہا ہے آپ نے اس سے گفتگو کی تو وہ باز نہ آیا آپ نے فرمایا میں تجھے بد دعا دوں گا وہ شخص کہنے لگا تم مجھے ڈراتے ہو جیسا کہ تم نبی ہو؟ حضرت سعد واپس چلے گئے اور آل فلاں کے گھر میں پہنچے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ اس شخص نے ان لوگوں کو گالیاں دی ہیں جنہیں تیرے ہاں نیکی میں سبقت حاصل ہے اور اس نے انہیں گالیاں دے کر مجھے ناراض کیا ہے پس آج اسے نشان عبرت بنا دے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہاں کسی کے گھر سے بدکا ہوا بختی اونٹ نکلا جسے کوئی چیز نہ روک سکتی تھی یہاں تک کہ وہ بہت سے لوگوں میں داخل ہوا لوگ تتر بتر ہو گئے اس اونٹ نے اس شخص کو اپنی ٹانگوں میں دبوچ لیا اور مسلسل اسے مسلتا رہا یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو حضرت سعد کے پیچھے دوڑتے ہوئے یہ کہتے دیکھا اے ابو اسحاق اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعا قبول کر لی۔ حماد بن سلمہ نے یہ روایت علی بن زید سے بحوالہ حضرت سعید بن المسیب نقل کی ہے۔ ابوبکر بن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے کہ حسن بن داؤد محمد بن منکدر قرشی نے مجھے بتایا کہ عبدالرزاق نے اپنے والد سے عبدالرحمٰن کے خادم مینا کے واسطے سے ہمیں بتایا کہ ایک عورت حضرت سعد کے پاس آیا کرتی تھی آپ نے اسے منع کیا تو وہ باز نہ آئی ایک دن وہ آئی تو آپ وضو میں مصروف تھے آپ نے فرمایا تیرا چہرہ بگڑ جائے تو اس کا چہرہ اس کی گدی کی طرف پلٹ گیا۔ کثیر النوری نے عبداللہ بن بدیل سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعد حضرت معاویہ کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے کہا سعد تمھیں کیا ہوا کہ تم نے ہمارے ساتھ مل کر جنگ نہیں کی۔ آپ نے کہا اگر کالی گھٹا میرے پاس سے گزرے تو میں اخ اخ کہہ کر اپنی اونٹنی بٹھا دیتا ہوں یہاں تک کہ وہ گھٹا چھٹ جائے پھر میں راستے کو اچھی طرح پہچان کر سفر کرتا ہوں حضرت معاویہ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں اخ اخ نہیں ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں الجھ جائیں تو ان میں صلح جوئی کرو اور اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو بغاوت کرنے والی پارٹی کو قتل کر دو یا وہ حکم الٰہی کی طرف واپس آ جائیں اور آپ کی یہ حالت ہے کہ نہ آپ نے عادل جماعت کے مقابلہ میں باغی کا ساتھ دیا اور نہ باغیوں سے ہی مل کر رہے اس پر حضرت سعد نے فرمایا کہ میں اس شخص سے لڑنے سے رہا جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمھیں میرے ہاں وہی درجہ حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں حاصل تھا ہاں اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا حضرت معاویہ نے فرمایا یہ بات آپ کے علاوہ کسی اور نے بھی سنی ہے؟ تو حضرت سعد نے جواب دیا کہ فلاں فلاں نے اور حضرت ام سلمہ نے، حضرت معاویہ نے کہا اگر یہ بات میں نے آپ سے سنی ہوتی تو میں حضرت علی سے جنگ نہ کرتا۔

ایک روایت میں دوسرے طریق سے ہے کہ یہ گفتگو ان حضرات میں مدینہ میں اس حج کے موقعہ پر ہوئی جو حج امیر معاویہ نے کیا پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ سے دریافت کیا تو حضرت ام سلمہ نے حضرت سعد کی بات کی تصدیق کی تو حضرت معاویہ کہنے لگا اگر یہ بات میں نے پہلے سنی ہوتی تو آج میں حضرت علی کا خادم ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہو جاتے یا میں چل بستا اس کی سند میں ضعف ہے واللہ اعلم۔

حضرت سعد سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ پر اعتراض کر رہا تھا آپ نے فرمایا ہمارے درمیان ایک بات ہے جو ابھی ہمارے دین تک نہیں پہنچی ہے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت سعد ایک شب میں نو لونڈیوں کے پاس آئے جب دسویں کے پاس پہنچے تو آپ کو نیند آ گئی اور اس نے آپ کو جگانے میں شرم محسوس کی۔

آپ کے عمدہ کلام میں سے ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے مصعب سے فرمایا اے میرے بیٹے جب تو کسی چیز کو طلب کرے تو قناعت سے طلب کر یقینی بات ہے کہ جسے قناعت نہیں ملی اسے مال فائدہ میں دیتا۔ حماد بن سلمہ نے سماک بن حرب سے مصعب بن سعد سے بیان کیا کہ میرے والد کا

میری گود میں تھا اور وہ جان کنی کے عالم میں تھے میرے آنسو بہہ پڑے تو آپ نے فرمایا اے میرے لخت جگر تو کیوں روتا ہے۔ بخدا اللہ مجھے عذاب نہیں دے گا بیشک میں جنتی ہوں اللہ تعالیٰ مومنوں کی نیکیوں کو قبول فرماتا ہے پس اللہ کے لئے عمل کرو، وہ کفار کی نیکیوں کی وجہ سے ان سے تخفیف کرے گا اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں تو ہر عامل کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب اس سے مانگے جس کے خاطر اس نے عمل کیا۔ امام زہری نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت سعد کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک پرانا جبہ منگوایا اور فرمایا مجھے اس میں کفن دینا میں بدر کے روز یہ پہن کر مشرکوں سے محو پیکار ہوا تھا اور اسے آج کے دن کے لئے چھپائے رکھا تھا۔

حضرت سعد کی وفات مدینہ سے باہر مقام عقیق میں ہوئی پھر لوگوں کے کندھے پر جنازہ اٹھا کر مدینہ لایا گیا مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور امہات المومنین باقیات الصالحات نے بھی نماز میں شرکت کی بقیع میں دفن ہوئے زیادہ مشہور قول جس پر اکثر لوگوں کا اتفاق ہے یہ حادثہ اس سال ۵۵ھ میں رونما ہوا صحیح قول کے مطابق آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی شیخ علی بن المدینی نے فرمایا کہ عشرہ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ اور لوگوں کا بیان ہے کہ مہاجرین میں سے آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ رضی اللہ عنہ و عنھم اجمعین۔

الہیثم بن عدی نے آپ کی وفات کا سال ۵۰ھ بیان کیا ہے جب کہ ابو معشر ابونعیم اور مغیث بن الحر نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے ۵۸ھ میں سفر آخرت کیا۔ مغیث نے اس پر اضافہ کیا اور اسی سال حضرت حسن بن علی عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ نے وفات پائی پہلا قول یعنی ۵۵ھ والا صحیح ہے۔

مورخین نے کہا کہ حضرت سعد کا قد چھوٹا تھا جسم موٹا تھا ہتھیلیاں کشادہ ناک چپٹی اور جسم بہت بالوں والا تھا آپ بالوں پر کالا خضاب لگاتے تھے آپ کی میراث دو لاکھ پچاس ہزار تھی۔

فضالہ بن عبید اللہ انصاری اوسی رضی اللہ عنہ...... سب سے پہلے جنگ احد میں شرکت کی بیعت رضوان میں بھی شریک تھے پھر شام چلے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے بعد دمشق کے قاضی بنے ابو عبید کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی بعض لوگوں کا کہنا ہے وہ ۶۷ھ میں فوت ہوئے تھے علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں لکھا وہ اسی سال یعنی ۵۵ھ میں فوت ہوئے۔

قثم بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ...... رسول اللہ ﷺ سے خاصی مشابہت رکھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدینہ میں گورنر بنے سمرقند کی فتح میں شریک تھے اور وہیں پر ہی شہید ہوئے۔

کعب بن عمرو ابو الیسر رضی اللہ عنہ...... الانصاری السلمی بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں شریک تھے بدر کے دن انہوں نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو گرفتار کیا اور اس کی بعد کی تمام جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ انہوں نے ۵۵ھ میں وفات پائی بعض کا کہنا ہے کہ بدر میں سب سے آخر میں انہوں نے وفات پائی تھی۔

آغاز ۵۶ھ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا اس سال جنادہ بن ابی امیہ نے بلاد روم میں موسم سرما گزارا کہا گیا ہے کہ یہ عبد الرحمٰن بن مسعود تھے اس سال یزید بن سمرہ نے سمندری افواج کی قیادت کی اس سال ماہ رجب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرہ ادا کیا اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کرایا اس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلاد خراسان سے عبید اللہ بن زیاد کو معزول کر کے سعید بن عثمان کو وہاں کا امیر مقرر کیا چنانچہ وہ خراسان روانہ ہو گئے صغد سمرقند کے پاس ترکوں سے لڑائی چھڑ گئی بہت سے ترک قتل ہوئے اور حضرت سعید کے ساتھیوں میں سے بھی کچھ شہید ہوئے کہا جاتا ہے کہ حضرت قثم بن عباس بن عبد المطلب بھی ان میں شامل تھے۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ سعید بن عثمان بن عفان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خراسان کی امارت کا مطالبہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہاں تو عبیداللہ بن زیاد موجود ہیں سعید کہنے لگے کہ میرے والد نے آپ کا انتخاب کر کے اور آپ کو ترقی دے کر ایسے مقام تک پہنچایا کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن آپ نے ان انعامات کا کچھ بدلہ نہیں دیا اور میں نے آکران کی یعنی یزید بن معاویہ کی بیعت بھی کی خدا کی قسم میں ماں باپ اور ذاتی طور پر بھی ان سے بدرجہ بہتر ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیشک آپ کے والد ان احسانات کی وجہ سے بدلہ کے مستحق ہیں اور اس کا بدلہ چکانے کے لئے میں نے ان کے خون کا مطالبہ کیا حتیٰ کہ تمام معاملات عیاں ہو گئے اور اس بارے میں اپنی ذات پر کوئی ملامت نہیں کرتا آپ کے والد کی یزید کے باپ پر فضیلت رہے تو خدا کی قسم وہ مجھ سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھے اور آپ کی ماں کی فضیلت کا تو انکار ہی نہیں کیوں کہ قریش کی ہر عورت بنو کلب کی عورتوں سے بہتر ہے اب رہی آپ کی یزید پر فضیلت تو اللہ کی قسم اگر غوطہ (شام کی ایک جگہ کا نام) کو سعید بن عثمان جیسے آدمیوں سے بھر دیا جائے تو یزید مجھے ان سب سے زیادہ محبوب ہے یہ مکالمہ سن کر یزید کہنے لگا کہ اے امیر المومنین آپ اپنے چچازاد بھائی کے معاملے میں غور کرنے کے حقدار ہیں۔ اس نے آپ سے تیز زبان میں گفتگو کی ہے لیکن آپ انہیں راضی کر دیں چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خراسان کی جنگ کا سپہ سالار بنایا وہ سمرقند آئے یہاں ''صغد'' کے ترکوں سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی لڑ کر انہیں شکست دی اور ان کا محاصرہ کر لیا مجبوراً انہوں نے صلح کر لی اور ان کے رؤسا کے پچاس لڑکے اپنے پاس گروی رکھ لئے سعید ''ترمذ'' میں رہنے لگا لیکن پاس عہد نہ کر کے گروی نوجوانوں کو مدینہ لے آیا۔

اسی سال معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی کہ وہ ان کے بعد ان کا جانشین ہوگا وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حیات ہی میں اس کا ارادہ کر چکے تھے۔ ابن جریر نے شعبی کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کوفہ کی گورنری سے علیحدگی کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت معاویہ نے ان کے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے انہیں بری کر دیا اور سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر بنانے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہیں ندامت ہوئی تو انہوں نے یزید بن معاویہ کو مشورہ دیا کہ اپنے والد سے ان کی جانشینی کا مطالبہ کریں چنانچہ یزید نے ولی عہد کا مطالبہ کیا تو حضرت معاویہ نے پوچھا کہ تجھے اس بات کا مشورہ کس نے دیا اس نے کہا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کو ان کا یہ مشورہ پسند آیا چنانچہ انہوں نے دوبارہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور کہا کہ آپ اس کے لئے راہ ہموار کریں چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس کی سعی میں لگ گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد سے مشورہ کے لئے خط لکھا لیکن زیاد نے یزید کی رنگین مزاجی اور کھیل کود و شکار کی طرف میلان کی وجہ سے اسے ناپسند کیا چنانچہ اس نے عبید بن کعب نمری کو بھیجا کہ وہ حضرت معاویہ کو اس کام سے باز رکھیں وہ زیاد کا ایک مدبر ساتھی تھا وہ دمشق پہنچا اور سب سے پہلے یزید سے ملا زیاد کے بارے میں گفتگو کی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ جانشینی طلب نہ کرے کیوں کہ اسے حاصل کرنے کے مقابلہ میں اسے چھوڑنا بہتر ہے چنانچہ یزید اس مطالبے سے رکنے کا ارادہ لے کر اپنے والد سے ملا اور دونوں فی الحال اس کے ترک پر متفق ہو گئے پھر جب اسی سال زیاد فوت ہو گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا انتظام اور اس کی دعوت دینی شروع کی اور اپنے بیٹے کے لئے تمام اطراف پیغام بھیجے اور دیگر صوبوں میں بھی لوگوں نے بیعت کر لی لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسین بن علی حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ آئے تھے واپسی پر مدینہ سے گزرتے وقت ان پانچوں سے الگ الگ گفتگو کر کے انہیں ذرایا دھمکایا سب سے زیادہ سختی سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ گفتگو کی سب سے زیادہ نرمی سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو یہ حضرات منبر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے لوگوں نے یزید کی بیعت کی اور یہ یونہی بیٹھے رہے نہ موافقت کی اور نہ مخالفت کی کیوں کہ انہیں دھمکیاں دی گئیں تھیں چنانچہ تمام علاقوں میں یزید کی بیعت پر اتفاق ہو گیا اور ہر طرف سے یزید کے پاس وفود آنے لگے انہی آنے والوں میں احنف بن قیس بھی تھے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے گفتگو کرنے کا کہا پھر پوچھا کہ اپنے بھتیجے کو آپ نے کیسا پایا کہنے لگا کہ اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اگر سچ بولیں تو آپ سے ڈرتے ہیں آپ اس کے دن رات

ظاہر و باطن اور آنے جانے کی جگہوں سے بخوبی واقف ہیں اور جس چیز کا آپ نے ارادہ کیا ہے اسے بھی جانتے ہیں ہمارا کام تو صرف احکام سننا اور اطاعت کرنا ہے اور آپ کی ذمہ داری امت کی خیر خواہی ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی تھی تو ان سے اپنے بعد خلیفہ انہیں بنانے کا عہد کیا تھا جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو یزید کے معاملے کو حضرت معاویہ خاصی اہمیت دینے لگے ان کا گمان تھا کہ یزید اس کا اہل ہے اس کی وجہ سے باپ کی بیٹے سے شدید محبت اور دنیاوی نیابت اور شہزادگی کی علامات جنگوں کے متعلق واقفیت اور حکومت کے انتظام اور اس ذمہ داری کو نبھانے کی علامت انہیں اس میں نظر آتی تھیں اور ان کا گمان تھا کہ صحابہ کے بیٹے اس سلسلے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے اپنے بعد عوام کے متعلق یہ ڈر ہے کہ وہ ان بکریوں کی طرح تتر بتر ہو جائیں گے جن کا کوئی چرواہا نہ ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب دوسرے لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کروں گا سعید بن عثمان بن عفان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں ملامت کی دوران گفتگو سعید نے کہا کہ میرے والد نے آپ کا ہر طرح خیال رکھا یہاں تک کہ آپ اس بلندی تک پہنچ گئے پھر آپ نے اپنے بیٹے کو مجھ پر ترجیح دی حالاں کہ میں ماں باپ اور ذاتی طور پر بھی یزید سے کہیں بہتر ہوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ کے والد کے احسانات کا تو میں انکار ہی نہیں کر سکتا اور بیشک تیرا والد اس کے والد سے بہتر ہے آپ کی والدہ قریشیہ تھی اور اس کی والدہ کلبیہ ہے لہٰذا وہ اس سے بہتر تھی رہا تمہارا اس سے بہتر ہونا خدا کی قسم پورے غوطہ کو تم جیسے آدمیوں سے بھر دیا جائے پھر بھی ان سب سے زیادہ یزید مجھے محبوب ہو گا۔

حضرت معاویہ کے بارے میں ہمیں روایت ملی ہے کہ ایک روز انہوں نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ اے اللہ تو بہتر جانتا ہے اگر میں نے اسے اہل سمجھ کر اسے امارت سونپی ہے اور وہ واقعی اس کا اہل ہے تو یہ امارت اس کے لئے پوری فرما اگر میں نے اس سے محبت کی وجہ سے امیر بنایا ہے تو یہ کام اس کے لئے پورا نہ فرما حافظ ابن عساکر نے نقل کیا ہے ایک دفعہ رات کی مجلس میں حضرت معاویہ نے اپنے جلیسوں سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جس کی اولاد نجیب ہو چنانچہ انہوں نے ایسی عورت کی تمام صفات بیان کیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ ایسی صفات کی حامل کوئی عورت ملے ایک صاحب نے کہا اے امیر المومنین مجھے ایسی عورت معلوم ہے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین وہ میری بیٹی ہے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی اور اس سے یزید پیدا ہوا جو نجیب ذکی اور حاذق تھا پھر انہوں نے ایک اور خاتون کو پیغام نکاح دے کر اس سے نکاح کر لیا اس نے بوادرتبہ حاصل کیا اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا اور یزید کی ماں سے تعلقات کم کر دیئے وہ نظارے میں مشغول تھے دوسری بیوی بھی ساتھ تھی اس نے دیکھا کہ یزید کی ماں اپنے بیٹے کو کنگھی کر رہی ہے یہ دیکھ کر نئی منکوحہ نے کہا اس عورت کا برا ہو اور جس کو کنگھی کر رہی ہے اس کا برا ہو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں اللہ کی قسم اس کا بیٹا تیرے بیٹے سے زیادہ لائق ہے اگر تم چاہو تو ان کا امتحان بھی لو پھر اس کے بیٹے کو بلا کر کہا امیر المومنین کا ارادہ ہے کہ آج تمہاری جو تمنا ہو اسے پورے کرے گا لہٰذا جو چاہتے ہو مجھ سے مانگو کہنے لگا کہ میری درخواست ہے کہ امیر المومنین مجھے شکاری کتے اور گھوڑے دیدیں پھر یزید کو بلا کر اس سے بھی وہی بات کہی جو اس کے بھائی سے کہی تھی یزید نے کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فی الوقت امیر المومنین مجھے معاف رکھیں فرمایا نہیں اپنی حاجت اس وقت ضرور مانگو گا کہنے لگا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی عمر دراز کرے میں چاہتا ہوں کہ ان کے بعد ان کا ولی عہد بنوں کیوں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رعیت کے ساتھ ایک دن عدل و انصاف کرنا پانچ سو سال کی عبادت کے برابر ہے فرمایا ہم نے آپ کی درخواست قبول کر لی پھر اپنی بیوی سے فرمایا کیسے دیکھا تم نے؟ چنانچہ یہ دیکھ وہ عورت یزید کی فضیلت کی معترف ہو گئی۔

علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ اس سال ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا کی جو حضرت عبادۃ بن الصامت کی بیوی تھیں وفات ہو گئی لیکن صحیح بات یہ ہے جسے دیگر علماء نے بالاتفاق بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۲۷ھ میں وفات پائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبرص میں داخل ہوتے وقت یہ اور ان کے شوہر ان کے ساتھ تھے خچر سے گریں تو گردن ٹوٹ گئی لہٰذا وہیں وفات پائی ان کی قبر ”قبرص“ میں ہے عجیب بات یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب میں ان کی وہ حدیث بھی نقل کی ہے جو صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ دوپہر کو ان کے گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ ان کو خواب کا منظر دکھایا گیا کہ میری امت کے چھ لوگ جہاد کی غرض سے سمندر کے بڑے سے میں

بادشاہوں کی مانند سفر کیئے جار ہے ہیں اور حرام رضی اللہ نے کہا دعا کیجئے میں ان میں سے ہوں آپ نے ان کی دعا کی پھر سو گئے تو دوبارہ وہی منظر دکھایا انہوں نے بھی درخواست کی کہ دعا کیجئے کہ میں ان میں سے ہوں آپ نے فرمایا نہیں تم تو پہلی جماعت میں شامل ہو چنانچہ یہ وہی جماعت تھی جس نے قبرص فتح کیا یہ ان کے ساتھ تھیں۔ یہ فتح ۲۷ھ میں ہوئی تھی اور دوسری جماعت وہ تھی جس نے ۵۱ھ میں یزید بن معاویہ کی قیادت میں بلاد روم پر یلغار کی تھی ابوایوب رضی اللہ عنہ اس جماعت میں سے تھے قسطنطنیہ کے دیوار کے قریب ان کی قبر ہے کیوں کہ وہیں فوت ہوئے تھے یہ بات ہم دلائل النبوہ میں تحقیق کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں۔

آغاز ۵۷ھ

اس سال سردیوں کے موسم میں عبداللہ بن قیس سرزمین روم میں رہے واقدی کہتے ہیں اس سال شوال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو گورنر بنایا اسی نے اس سال لوگوں کو حج کرایا کیوں کہ مدینہ کی حکومت اس کے پاس تھی کوفہ کا حاکم الضحاک بن قیس تھا، بصرہ کا عبیداللہ بن زیاد اور خراسان کا سعید بن عثمان گورنر تھا علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں اس سال حضرت عثمان بن حنیف انصاری اوسی جو عبادہ اور سہیل بصران حنیف کے بھائی تھے فوت ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سواد عراق کے خراج کی وصولیوں کے لئے مقرر فرمایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ میں نائب بنایا جب حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آئے اور انہوں نے دارالامارۃ انہیں دینے سے انکار کر دیا تو ان کی داڑھی اور آنکھوں کے بھوؤں کے بال نوچ لئے گئے اور ان کی شکل ہی بگڑ گئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو شہر ان کے حوالے کر کے فرمایا اے امیر المومنین میں آپ سے جدا ہوتے وقت باریش تھا اور اب بے ریش بن کر آپ سے ملاقات ہو رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا اس کا تجھے اللہ کے نزدیک اجر ملے گا۔ المسند اور السنن کی کتابوں میں ان سے ایک حدیث وہ مروی ہے جس میں ایک نابینا آدمی نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ دعا کریں تا کہ میری بینائی لوٹائی جائے چنانچہ دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹائی۔ امام نسائی نے بھی ان کی ایک حدیث روایت کی ہے علامہ ابن الجوزی کے علاوہ کسی نے ان کی وفات کی یہ تاریخ بیان نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

آغاز ۵۸ھ

اس سال مالک بن عبداللہ الخثعمی نے ارض روم میں جہاد کیا واقدی کا بیان ہے کہ اس سال یزید بن شجرہ نے سمندر میں سردیاں گزاریں بعض کا کہنا ہے کہ سمندری بلاد روم سے جنگیں ''جنادہ بن امیہ'' نے لڑیں۔ بعض دیگر کا قول ہے کہ عمرو بن یزید نے سرزمین روم میں سردیاں گزاریں ابومعشر اور واقدی کہتے ہیں کہ اس سال وہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کرایا اس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''ام الحکم'' کے بیٹے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان بن ربیعہ ثقفی کو کوفہ کا امیر مقرر کیا۔ ام الحکم حضرت معاویہ کی ہمشیرہ تھیں۔ اور اس سے ضحاک بن قیس کو معزول کر دیا۔ پھر ام الحکم کے بیٹے نے زائدہ بن قدامہ کو کوفہ کی پولیس کا افسر نامزد کیا انہیں کے دور میں خوارج نے بغاوت کی اس وقت اس کا سردار حیان بن ضبیان السلمی تھا۔ چنانچہ ان کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی گئی جن سے ان کا قلع قمع کیا۔ ابن الحکم کی روش اہل کوفہ کے ساتھ صحیح نہیں تھی اس لئے انہوں نے اسے دھتکار کر کوفہ سے نکال دیا اپنے ماموں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں صورتحال سے باخبر کر دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمھیں مصر کا والی بناتا ہوں وہ تمھارے لئے بہتر ہے چنانچہ اسے امیر مصر بنا دیا وہ مصر جا رہا تھا کہ راستہ میں مصر سے دو مرحلوں کے فاصلے پر معاویہ بن خدیج سے ملاقات ہوئی معاویہ بن خدیج نے اپنے ماموں کے پاس جانے کو کہا میری زندگی کی قسم ہم تمھیں کبھی نہیں چھوڑ

سکتے ہمارے ساتھ بھی تمھاری وہی روش ہوگی جو ہمارے بھائیوں اہل کوفہ کے ساتھ رہی ہے چنانچہ ابن ام الحکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پیچھے سے بلاد روم میں معاویہ بن خدیج بھی بصورت وفد دربار میں حاضر ہوا وہاں اس نے دیکھا کہ ام الحکم بھی بیٹھی ہوئی ہے جو عبدالرحمٰن کی ماں تھی جسے اہل کوفہ اور اہل مصر نے دھتکار دیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن خدیج کو دیکھتے ہی کہا آیئے آیئے یہ معاویہ بن خدیج ہیں۔ ام الحکم کہنے لگی ان کا آنا مبارک ہو معیدی کے متعلق سننا اس کو دیکھنے سے بہتر ہے معاویہ بن خدیج نے کہا اے ام الحکم ذرا توقف کیجئے تو نے شادی کی تو باعزت نہیں کی تو نے جوڑ کا جنا تو وہ نالائق بن گیا اور اب تو چاہتی ہے کہ تیرا فاسق بیٹا ہمارا والی بنے اور ہمارے ساتھ بھی وہی معاملات کرے جو اس نے ہمارے بھائیوں اہل کوفہ کے ساتھ کیا اللہ تعالیٰ اسے یہ دن نہ دکھائے اگر اس نے یہ کر ہی لیا تو ہم اسے ایسی مار ماریں گے کہ اس کا سر نیچے ہو جائے گا، یا اس نے کہا جس سے وہ مطیع ہو جائے گا۔ اگر چہ یہ یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ ناراض ہوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بس بہت ہو گیا۔

ایک حیرت انگیز واقعہ......ابن جوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں سند کے ساتھ لکھا ہے کہ بنی عزرہ کے ایک نوجوان کا ابن ام الحکم کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ بنو عذرہ کا ایک نوجوان آ کر سامنے کھڑا ہوا اور اشعار سنانے لگا جن میں وہ اپنی بیوی سعاد کی محبت کا اظہار کر رہا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے قریب بلا کر اس کا قصہ پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین میں نے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی تھی میں اونٹ اور بکریوں کا مالک تھا میں نے وہ سارا مال اس پر لٹا دیا جب میرا مال زوال پذیر ہونے لگا تو اس کے باپ نے مجھ سے کنارہ کشی کر کے کوفہ کے والی سے میری شکایت کر دی اور کوفہ کے گورنر کو میری بیوی کی خوبصورتی کی اطلاع مل چکی تھی میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور میرے اوپر جبر کرنے لگا کہ میں اسے طلاق دیدوں چنانچہ مجبوراً میں نے اسے طلاق دیدی عدت ختم ہوتے ہی آپ کے گورنر نے دس ہزار درہم دے کر اس سے شادی رچالی اے امیر المومنین میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ غمزدہ پریشانوں مظلوموں مددگار ہیں مجھے اس غم سے نجات مل سکتی ہے پھر وہ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگا (ترجمہ) میرے دل میں آگ لگی ہے آگ میں چنگاریاں ہیں میرا رنگ زرد ہو چکا ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں میری آنکھیں تیز بارش کی مانند برس رہی ہیں عاشق کی حالت عبرت ناک ہے جس سے طبیب بھی حیران ہے میں نے بڑے دکھ برداشت کئے اب مزید صبر کی گنجائش نہیں رہی، ہائے رات میرے لئے رات نہ ہوتی اور دن میرے لئے دن نہ ہوتا۔

یہ سن کر حضرت معاویہ کو اس پر رحم آیا چنانچہ انہوں نے ابن الحکم کو خط لکھا جس میں اسے سخت سست کہا تھا ڈانٹ پلائی تھی اور لکھا تھا فوراً یکبارگی اسے طلاق دو جب خط پہنچا تو اس نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ امیر المومنین مجھے اور اس عورت کو ایک سال تک رہنے دیں پھر مجھے تلوار کے حوالے کر دیں پھر وہ اس کی طلاق کے متعلق غور کرنے لگا لیکن اس کا دل نہیں مان رہا تھا اور جو ایلچی خط لے کر آیا تھا وہ اسے طلاق کی ترغیب دیتا رہا بلا آخر اس نے اسے طلاق دیدی۔ اور وفد کے ہمراہ اسے حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا جب وہ ان کے سامنے کھڑی ہوئی تو بڑا دلکش منظر تھا بڑی فصیح اللسان اور شیریں کلام تھی خوبصورتی اور حسن میں بھی اسے کمال حاصل تھا معاویہ نے اس کے چچا کے بیٹے سے کہا اے اعرابی! کیا اس کو ایک بڑے عوض کے بدلے بھول سکتے ہو اس نے کہا ہاں جب تم میرے سر اور جسم کو علیحدہ کر دو پھر یہ اشعار پڑھنے لگا۔

ترجمہ:...... مجھے ضرب المثل اور اس شخص کی طرح بنا کر مت چھوڑ جو گرمی سے بچنے کے لئے آگ کی پناہ چاہتا ہے غمزدہ اور پریشان شخص کو اس کی سعاد واپس دلاؤ جو اس کی یاد و فکر صبح شام کرتا ہے۔ اسے ایسا قلق اور اضطراب طاری ہے جس کی کوئی مثال نہیں اور اس کا دل خوب جلا ہوا ہے اللہ کی قسم میں اس کی محبت کو بھلا نہیں سکتا جب تک میں اپنی قبر میں پتھروں کے نیچے نہ چلا جاؤں میں کیسے مطمئن ہو سکتا ہے جب کہ دل اس کا دیوانہ ہے اور اسے اس کے بغیر کچھ صبر نہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس عورت کو اختیار دیتے ہیں وہ مجھے یا تجھے یا ام الحکم میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے تو اس عورت نے یہ شعر کہے۔

ترجمہ:...... اگر چہ اس شخص کا حلقہ محدود ہے اور اس کے پاس مال و آسائش کی کمی ہے لیکن یہ مجھے اپنے والدین پڑوسیوں اور دراہم و دینار سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہنسے اور اس شخص کے لئے دس ہزار دینار دراہم سواری اور بچھونوں کا حکم فرمایا اور جب اس عورت کی عدت پوری ہوگئی تو ان دونوں کا نکاح کروا دیا اور عورت اس شخص کے حوالے کر دی۔

ہم نے یہاں بہت سارے طویل اشعار حذف کر دیئے ہیں اس سال عبیداللہ بن زیاد اور خوارج کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں بہت سے خوارج کو اس نے قتل کر دیا کچھ کو گرفتار کر دیا اور وہ اپنے والد کی طرح خوارج کے معاملے میں بڑا سخت بہادر ثابت ہوا تھا۔

اس سال فوت ہونے والے نامور حضرات

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ...... حضرت سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی ان کا والد معرکہ بدر میں حالت کفر میں قتل ہوا تھا اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں پرورش پائی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر نو سال تھی، معروف سخیوں اور سادات مسلمین میں سے تھے ان کے دادا جن کی کنیت ابو احیحہ تھی قریش کے سردار تھے اسے ذوالتاج بھی کہا جاتا تھا کیوں کہ جب وہ عمامہ باندھتا تھا کوئی دوسرا اس کی تعظیم کی خاطر عمامہ نہیں باندھتا تھا سعید بن العاص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کا گورنر بنایا تھا ان کی داڑھی رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سے مشابہ تھی ان کی فصاحت کی وجہ سے حضرت عثمان نے انہیں مصاحف لکھنے والوں میں شامل کر دیا تھا اور وہ ان بارہ حضرات میں شامل تھے جو قرآن لکھتے اور پڑھتے تھے انہی میں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کوفہ سے ولید بن عتبہ کو معزول کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں کا گورنر مقرر کیا انہوں نے طبرستان جرجان کو فتح کیا جب آذربائیجان کے لوگوں نے بغاوت کی تو انہوں نے اس بغاوت کو فرو کر کے آذربائیجان کو فتح کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ تمام بکھیڑوں سے کنارہ کش ہوگئے اور جنگ جمل وصفین میں شریک نہیں ہوئے پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہوگئی تو ان کے پاس گئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا تو حضرت سعید بن العاص نے عذر پیش کیئے۔

انہوں نے معذرت قبول کر کے طویل گفتگو کی دوبارہ انہیں مدینہ کا والی بنایا اور دوبارہ مروان بن الحکم کی وجہ سے ان کو معزول بھی کیا گیا سعید بن العاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں بدگوئی نہیں کرتا تھا جب کہ مروان انہیں گالیاں دیا کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے جب کہ ان سے ان کے دونوں بیٹے عمرو بن سعید الاشدق اور ابو سعید، مسلم بن عبداللہ بن عمر اور حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ وغیرہم روایت کرتے ہیں۔ صحاح ستہ اور کتب مسند میں ان کی کوئی روایت نہیں خوش سیرت اور پاک باطن تھے اکثر جمعہ کے دن اپنے اصحاب کو بلا کر انہیں کھانا کھلاتے کپڑے پہناتے اور ان کے گھروں میں ہدایا وتحائف اور دیگر چیزیں بھیجتے تھے تھیلیوں میں چیزیں باندھ کر مسجد میں ضرورت مند نمازیوں کے سامنے رکھ دیتے تھے۔

ابن عساکر کا کہنا ہے کہ دمشق میں ان کا ایک گھر تھا جو بعد میں دیماس کے مضافات میں دار نعیم اور حمام نعیم کے نام سے مشہور ہوا وہاں سے مدینہ واپس آ کر یہیں مقیم ہوئے اور وفات پائی، بڑے سخی تھے اس کے بعد ابن عساکر نے ان کی کچھ احادیث بیان کی ہیں یعقوب بن سفیان کے طریق سے مروی ہیں فرماتے ہیں ہم سے حدیث بیان کی ابوسعید جعفی نے ان سے عبداللہ بن الاجلح نے ان سے حدیث بیان کی ہشام بن عروہ نے وہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن العاص نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔ اور زبیر بن بکار کی طریق سے روایت نقل کی ہے مجھے ایک آدمی نے حدیث سنائی وہ عبدالعزیز بن ابان سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں خالد بن سعید نے اپنے والد سعید بن العاص کے واسطے سے سنایا کہ ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے

پاس آ کر کہنے لگی کہ میں نے نذر مانی ہے کہ یہ چادریں عرب کے سب سے معزز آدمی کو دے، دوں گی آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس نوجوان یعنی سعید بن العاص کو دے دو وہ اس وقت کھڑے تھے اس لئے کپڑوں کو السعید یہ کہا جانے لگا۔

فرزدق کا یہ شعر ان کے بارے میں ہے۔

ترجمہ:...... جب زمانے کی سختیاں مصیبتیں بڑھتی ہیں تو قریش کے فیاض اور سخی لوگوں کو تو سعید کی طرف دیکھتے ہوئے یوں دیکھے گا گویا وہ چاند کو دیکھ رہے ہیں۔

علامہ ابن عساکر کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا پھر انہوں نے معزول کر کے سعید بن العاص کو گورنر بنایا پھر انہیں بھی معزول کر کے ولید بن عتبہ کو گورنر مقرر کیا پھر ولید کو بھی معزول کر کے دوبارہ سعید بن العاص کو والی گورنر بنایا ایک مدت تک آپ کوفہ میں رہے لیکن ان کی کارکردگی وہاں اچھی نہیں رہی اور اہل کوفہ بھی ان سے خوش نہیں تھے چنانچہ مالک بن حارث یعنی اشتر نخعی ایک وفد لے کر حضرت عثمان کی خدمت میں آیا اور سعید کی معزولی کا مطالبہ کیا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول نہیں کیا سعید وہیں مدینے میں تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کوفہ روانہ کر دیا لیکن اشتر نخعی ان سے پہلے پہنچا اور لوگوں کو خطاب کر کے لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ سعید کو کوفہ میں داخل نہ ہونے دے اس کام کے لئے اشتر ایک فوج لے کر نکلا کہا جاتا ہے کہ ''العذیب'' کے مقام پر ملاقات ہوئی اور سعید اترعشہ میں اترے ہوئے تھے انہیں آگے بڑھنے سے روکا اور واپس مدینہ بھیج دیا اور اشتر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نمازوں کی امامت کی اطلاع بھیجی اور سرحدات پر مقرر کیا حضرت حزیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو مال فئی کا نگراں بنایا اہل کوفہ نے اس کی موافقت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے نافذ العمل قرار دیا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا لیکن یہ پہلی کمزوری تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئی اس کے بعد سعید مدینہ میں ہی مقیم رہے حتیٰ کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے محاصرے کے وقت ان کے گھر میں تھے پھر جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے لیکن وہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی حضرات رستے سے ہی واپس ہو گئے اور اور طائف میں مقیم رہے حتیٰ کہ یہ تمام جنگیں ختم ہو گئیں۔

پھر ۴۹ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مروان بن حکم کو معزول کر کے انھیں گورنر بنایا سات روز تک گورنر رہے لیکن پھر مروان کو مقرر کر کے بھیج دیا۔ عبدالملک بن عمیر قبیصہ بن جابر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے زیاد نے ایک کام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے پوچھا اے امیر المومنین آپ کے بعد یہ معاملہ کس کے ہاتھ میں ہوگا؟ تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا کہ ایک جماعت کے ہاتھ میں ہوگی یا تو قریش کے سخی سعید بن العاص امیر ہوں گے یا سخاوت حیا اور دبدبے کے مالک قریش کے ایک نوجوان ہوں گے یعنی عبداللہ بن عامر یا حسن بن علی رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے وہ سردار اور سخی انسان ہیں یا کتاب اللہ کے قاری فقیہ ملت، حدود اللہ میں سخت کوش مروان بن حکم کے ہاتھ میں امارت ہوگی یا ایک فقیہ آدمی ہوں گے یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یا عبداللہ بن زبیر ہوں گے جو درندوں کی شدت کے ساتھ شریعت کے پابند ہیں اور لومڑی کی طرح تدبیر و حیلوں کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت سعید بن العاص نے ایک شخص سے پانی مانگا اس نے انہیں پانی پلایا کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص اپنے گھر کو بیچ رہا ہے انہوں نے دریافت کیا کہ وہ اپنا گھر کیوں بیچ رہا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس پر چار ہزار دینار کا قرض چڑھ گیا ہے یہ سن کر انہوں نے قرض خواہ کے پاس آدمی بھیجا کہ تیرا قرضہ میرے ذمہ ہے اور گھر والے کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے گھر فروخت مت کرو آرام سے اس میں رہو۔

ان کے مصاحبین قراء میں سے ایک مفلس ہو گیا اور فاقوں نے ان کے پاس ڈیرے ڈال دیئے تو اس کی بیوی نے کہا کہ ہمارا امیر سخاوت میں مشہور ہے اگر تم اپنا حال اسے بتاؤ تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمھیں کچھ دیدے اس نے کہا تیرا ناس ہو مجھ پر سوال کا داغ لگوانا چاہتی ہے لیکن جب بیوی نے زیادہ اصرار کیا تو وہ آ کر مجلس میں بیٹھ گیا سب لوگ چلے گئے لیکن وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا سعید نے کہا میرا خیال ہے تم کسی ضرورت سے بیٹھے ہو اس نے کوئی جواب نہیں دیا سعید نے اپنے غلاموں کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا جب وہ چلے گئے تو اس سے کہا کہ اب تمھارے اور میرے علاوہ کوئی شخص

موجود نہیں اب بتاؤ وہ پھر بھی خاموش رہا پھر سعید نے چراغ بجھا دیا اور کہا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو اب تو مجھے بھی نہیں دیکھ رہا ہے اب اپنی ضرورت بتاؤ اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے ہمیں فاقہ اور احتیاج نے تنگ کر دیا ہے میں یہی کہنا چاہ رہا تھا لیکن مجھے شرم آ رہی تھی سعید نے کہا صبح میرے وکیل سے مل لینا۔ صبح وہ شخص وکیل سے ملا تو وکیل نے کہا امیر نے تمھارے لئے کچھ سامان کا حکم دیا ہے اٹھانے کے لئے کوئی آدمی لاؤ اس نے کہا اٹھانے والا تو میرے پاس کوئی نہیں پھر وہ شخص اپنی بیوی کے پاس آ کر کہنے لگا کہ تو نے مجھے ایسا کام کرنے پر مجبور کیا ہے جس کی وجہ سے میں امیر کے سامنے رسوا ہو گیا ہوں اس نے کوئی وزنی چیز دینے کا حکم دیا ہے جس کا اٹھانے والا کوئی نہیں میرا خیال ہے کہ اس نے آٹا غلہ دینے کا کہا ہے اگر کوئی رقم ہوتی تو مزدور کی ضرورت نہ پڑتی عورت نے کہا جو کچھ دیا ہے بہر حال وہ ہمارا ہے لہٰذا اسے لے لو چنانچہ وہ شخص وکیل کے پاس دوبارہ آیا تو وکیل نے کہا میں نے اطلاع دی کہ ان کے پاس کوئی مزدور نہیں تو اس نے تین سوڈانی غلاموں کو تمھارے سامان اٹھانے کے لئے بھیجا ہے وہ شخص چلا گیا جب گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہر غلام کے سر پر دس ہزار درہم ہیں اس نے غلاموں سے کہا کہ سامان رکھو چلے جاؤ تو یہ کہنے لگے کہ امیر نے ہمیں بھی تجھے دیا ہے کیوں کہ وہ جب کسی کے پاس ہدیہ بھیجتا ہے تو سامان کو اٹھانے والا بھی آل ہدیہ کا ایک حصہ ہوتا ہے چنانچہ اس شخص کی حالت کافی بہتر ہو گئی۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ زیاد ابی سفیان نے سعید بن العاص کے پاس ھدایا اموال اور خط بھیجا کہ وہ اپنی صاحبزادی ام عثمان کے بارے میں جو آمنہ بنت جریر بن عبداللہ بجلی کے بطن سے تھی زیاد کا پیغام نکاح قبول کرے، جب یہ اموال یہ خط پہنچا تو اس نے تحائف اور اموال کو اپنے مصاحبوں میں تقسیم کر دیا اور خط کا لطیف انداز میں جواب دیا، لکھا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **كلا ان الانسان ليطغىٰ ان راه استغنى**، کہ ہرگز نہیں بیشک جب انسان اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے تو وہ خود سری کرنے لگتا ہے والسلام۔

ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کو جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں پیغام نکاح میں خود قبول کر کے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا لیکن انہوں نے اسے پسند نہیں کیا ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو قبول کر لیا تھا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نہیں مانا لیکن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنا گھر تیار کیا چار پائی سجائی اور وقت بھی مقرر کر دیا اور اپنے بیٹے زید بن عمر کو نکاح کرانے کا حکم دیا اور سعید نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج دیئے دوسری روایت میں ہے کہ دو لاکھ بھیج دیئے تھے سعید کے مصاحبین اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن اس نے کہا کہ میں اپنی والدہ حضرت فاطمہ کو گھر سے نکالنا پسند نہیں کرتا چنانچہ اس نے شادی چھوڑ دی تمام مال ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے دیا۔ ابن معین اور عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا ہے کہ ایک دیہاتی نے سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے اسے پانچ سو درہم دینے کا حکم دیا۔ خادم نے کہا پانچ سو درہم دیدوں یا دینار، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو پانچ سو درہم کہے تھے لیکن تیرا خیال دینار کی طرف گیا تو اب دینار ہی دید و۔ دیہاتی ان دیناروں کو لے کر رونے لگا سعید نے کہا کیا تمھیں تمھارا حق نہیں دیا گیا اس نے کہا مال تو میں نے لے لیا ہے لیکن رونا مجھے زمین پر آتا ہے کہ وہ آپ جیسے انسان کو کیسے نگلے گی۔ عبدالحمید بن جعفر کہتے ہیں کہ ایک شخص چار دیتوں کی ضمانت کے سلسلے میں اہل مدینہ سے مدد مانگنے کے لئے آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ یا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ چنانچہ وہ شخص مسجد کی طرف گیا سامنے سے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ آ رہے تھے لوگوں سے اس نے پوچھا یہ کون ہے بتایا گیا کہ یہ سعید بن العاص ہیں وہ جا کر ان سے ملا اور اپنی سرگزشت سنائی وہیں سے مسجد جائے بغیر گھر واپس آ گئے اور اس شخص سے کہا کہ کوئی مزدور لے آؤ اس نے کہا میں نے آپ سے مال مانگا ہے کچھ کھجوریں نہیں مانگی اس نے کہا مجھے معلوم ہے کوئی اٹھانے والا لے آ و چنانچہ اسے چالیس ہزار درہم دیئے وہ شخص یہ مال اٹھا کر واپس ہو گیا کسی اور سے کچھ نہیں مانگا۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! اگر بلا سوال نیکی کی ابتداء نہ ہو سکے پھر بھی اللہ کی رضا کے خاطر بھلائی کرنا۔ کوئی شخص تمھارے پاس آئے اور اس کا خون اس کے چہرے پر نظر آ رہا ہو یا اس کے دل میں یہ خدشہ ہو کہ وہ اسے دے گا یا نہیں تو اگر اپنا پورا مال دیدے پھر بھی تو نے اس کا حق ادا نہیں کیا سعید کا قول ہے کہ میرے ہمنشین کے میرے اوپر تین حق ہیں کہ اگر وہ میرے قریب آئے تو اس میں کھل کر ملوں بیٹھے تو اسکے لئے مجلس میں کشادگی پیدا کر دوں۔ اگر بات کرے تو اس کی بات غور سے سنوں اپنے

بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے شریف انسان کا مذاق مت اڑانا کہ وہ تجھ سے بغض رکھے گا اور کمینے سے مذاق مت کرنا کہ اس کے نزدیک تیرا رتبہ گر جائے گا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ تیرے خلاف جری ہوگا۔

ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے عمدہ رزق عطا فرمایا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ سب سے زیادہ سعادت مند ہو اسے دو میں سے ایک آدمی کے لئے چھوڑ کر جائے گا یا تو وہ شخص نیک ہوگا تو وہ اس کو نیک کاموں میں لائے گا اور تو محروم ہوگا کیوں کہ نیک آدمی کے پاس کسی چیز کی قلت نہیں ہوتی یا وہ شخص بدکردار ہوگا تو اس کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔

ابو معاویہ کہتا ہے کہ ابو عثمان نے ہزار حکمت کی باتیں جمع کی ہیں۔ اصمعی رضی اللہ عنہ حکیم بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو جگہوں میں اپنی نرمی اور دلیری پر شرم محسوس نہیں کر۔ ایک بے وقوف اور جاہل کو خطاب کرتے وقت دوسرے اپنی ضرورت کا سوال کرتے وقت۔

ایک روز کوفہ کی امارت کے موقع پر ایک عابدہ عورت اس کے پاس آئی انہوں نے اس کی عزت اور اکرام کیا تو اس عورت نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے کسی ضرورت کے لئے کسی کمینے کے پاس نہ لے جائے آپ کے احسانات کا بوجھ ہمیشہ شرفا کی گردنوں پر رہے جب اللہ تعالیٰ کسی شریف سے کسی نعمت کو زائل کردیتا ہے تو تجھے اس نعمت کے لوٹانے کا سبب بنادیتا اس کے دس بچے بچیاں تھیں اس کی ایک بیوی لڑکوں کی ماں حکم بن ابی العاص کی بیٹی اور مروان بن الحکم کی بہن تھی سعید رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹوں کو بلا کر فرمایا میرے بعد میرے اصحاب کو میری کمی محسوس نہ ہونے دینا اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو میں نے اس کے ساتھ کیا تھا وہی چیزیں انہیں دینا جو میں انہیں دیا کرتا تھا اور سوال کی تکلیف سے بچنا کیوں کہ جب انسان اپنی ضرورت طلب کرتا ہے تو اس کی چولیں ہلتی ہیں اور لوٹ جانے کے خوف سے اس کی رگیں پھڑکنے لگتی ہیں خدا کی قسم اگر کوئی اپنے بستر پر تلملاتا تمہیں اپنی ضرورت کا حاجت روا سمجھتا ہے تو یہ تمہارے اوپر اس کا بڑا احسان ہے بنسبت اس چیز کے جو تم اسے دیتے ہو پھر اس نے انہیں دیگر وصیتیں کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ میرے ذمہ جو قرض اور وصیتیں ہیں انہیں پورا کرنا لہٰذا اپنے بھائیوں کی شادیاں ہمسروں سے کرنا اور اپنے سب سے بڑے کو اپنا سردار و امیر بنائیں ان سب باتوں کی ذمہ داری ان کے بڑے بیٹے سعید بن الاشدق نے لی۔

وفات کے بعد انہیں مقبرہ بقیع میں دفن کیا گیا اس کے بعد حضرت عمرو بن سعید حضرت معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اس سے تعزیت کی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بہت غمگین ہوئے پھر پوچھا ان پر قرضہ ہے، عمرو نے کہا ہاں۔ پوچھا کہ کتنا قرضہ ہے؟ عمرو نے بتایا کہ تین لاکھ درہم ہے ایک روایت میں تین کروڑ درہم کا بیان ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کا قرضہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں اے امیر المومنین انہوں نے مجھے قرضہ ادا کرنے کی وصیت کی ہے وہ بھی زمینوں کی قیمت سے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دین کے مقدار کے بقدر ان سے زمین خریدی، عمرو نے اسے مدینہ بھجوانے کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ رقم مدینہ بھیج دی گئی عمرو نے اپنے باپ کے تمام قرضے چکا دیئے منجملہ قرضوں میں ایک وہ تھا جو ایک نوجوان کا تھا۔ وہ چمڑے کا ایک رقعہ لے کر آیا جس پر بیس ہزار درہم کی رقم درج تھی عمرو نے اسے کہا اتنی رقم کا میرے والد پر تجھ سے استحقاق کیسے ہو گیا اس نے جواب دیا کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ایک روز اکیلے جا رہے تھے میں راستے میں ان کے ساتھ ہوا جب وہ گھر پہنچے تو فرمایا کہ ایک چمڑے کا ٹکڑا لے آؤ چنانچہ میں جا کر قصابوں سے یہ ٹکڑا لے آیا اور انہوں نے اس پر یہ رقم لکھ دی اور کچھ معذرت کر کے کہا کہ آج میرے پاس کچھ نہیں ہے چنانچہ عمرو نے وہ رقم بلکہ کچھ مزید اسے دیدیا۔ روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے کہا جو شخص تجھ جیسا بیٹا چھوڑ جائے تو گویا وہ مرا ہی نہیں اس پر اللہ تعالیٰ حضرت ابو عثمان پر رحم کرے۔ پھر فرمایا گیا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا جو مجھ سے بڑا بھی تھا اور چھوٹا بھی پھر یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ:...... جب آدمی کے چھوٹے اور اگلے اسے تنہا چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ بھی جانے ہی والا ہے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات اسی سال یعنی ۵۷ھ میں ہوئی ایک قول ۵۶ھ ہے اور دوسرا قول ۵۸ھ کا بھی ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ عبداللہ بن عامر سے ایک ہفتہ قبل وفات پا گئے تھے۔

حضرت شداد بن اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ:...... بن المنذر بن حرام بن انصاری الخزرجی ابویعلی کنیت تھی مشہور صحابی ہیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، ابن مندہ نے موسیٰ بن عقبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ابن مندہ نے کہا یہ وہم ہے قوت عبادت میں ان کو خاص مقام حاصل تھا رات کو جب بستر پر جاتے تو یوں لوٹتے تھے کہ جیسے سانپ زمین پر پیچ وتاب کھاتا ہے اور فرماتے اے اللہ جہنم کی آگ کے خوف نے مجھے مضطرب کر دیا ہے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے عبید اللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں علم وحلم عطا کیا گیا وہ فلسطین اور بیت المقدس گئے اور سن ۵۷ھ میں وہیں ۷۵ برس میں وفات پائی بعض حضرات کا قول ہے انہوں نے ۶۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض دیگروں کا کہنا ہے کہ ۴۱ سال کی عمر پائی۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ...... ابن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن قرشی عبشمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور وہ لعاب نگلنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سیراب ہیں وہ جب کسی زمین میں محنت کرتے تو وہاں پانی نکل آتا بڑے سخی ممدوح اور خوش سیرت تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں بصرہ کا گورنر مقرر کیا پھر حضرت عثمان بن ابی العاص نے انہیں فارس کا گورنر بنا دیا اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال تھی انہوں نے سرزمین خراسان فارس کے گرد نواح بجستان، کرمان غزنی کو فتح کیا اور اس زمانہ کے شہنشاہ یزدجرد کسریٰ کو قتل کیا۔ اہل مدینہ میں اموال اشیاء تقسیم کیئے بصرہ میں سب سے پہلے انہوں نے ریشم اور اون سے بنا ہوا کپڑا پہنا واللہ اعلم۔ عرفہ میں سب سے پہلے انہوں نے ایک حوض بنوایا اس میں چشمے کا میٹھا پانی ڈلوایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہ بصرہ کی گورنری پر برقرار رہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ وہ بیت المال کا سارا مال لے کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور جنگ جمل میں بھی ان کے ساتھ رہے جنگ صفین میں ان کی شرکت کا ذکر نہیں ہوتا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کے لئے انہیں بصرہ کا امیر مقرر کیا تھا اس سال یعنی ۵۷ھ میں عرفات میں اپنی زمین میں فوت ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا۔

ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے اور کتابوں میں ان کی کوئی وضاحت نہیں مصعب بن زبیر نے اپنے والد سے انہوں نے حنظلہ بن قیس سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عامر سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ھند سے ان کا نکاح کرایا وہ بڑی خوبصورت تھی وہ ان سے محبت کی وجہ سے خود ان کی خدمت کیا کرتی تھی حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایک دن آئینہ میں دیکھا تو اپنی داڑھی میں سفید بال نظر آئے اور بیوی کے چہرے کی خوبصورتی دیکھ کر انہیں طلاق دیدی۔ اور ان کے والد کو پیغام بھیجا کہ ان کی ایسے نوجوان سے شادی کروا دو جس کا چہرہ ورق مصحف کی طرح چمکدار ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ...... زبیر بن بکار کا کہنا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور خوش طبع تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے دونوں کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا تھیں جنگ بدر کے دن مشرکین کی طرف سے شریک تھے مبارز طلب کیا اور اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قتل کے ارادے سے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ذریعے سے ہمیں نفع پہنچاؤ اسی روز مشرکین کے ساتھ گرفتار ہوئے پھر صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے اور فتح مکہ سے قبل ہجرت کر کے مدینہ آئے رسول اللہ ﷺ ہر سال انہیں خیبر سے چالیس وسق عنایت فرماتے تھے سادات مسلمین میں سے تھے۔

جس روز رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے سینے پر سہارا دیئے ہوئے بیٹھی تھیں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں ایک تر مسواک تھی آپ ﷺ اس کی طرف دیکھنے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے لے کر چبا کر نرم کیا اور صاف کر کے رسول اللہ ﷺ کو دیا آپ نے اس سے اچھی طرح مسواک کیا اور فرمایا **اللھم فی الرفیق الاعلیٰ** اور پھر روح مبارک جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور رسول اللہ ﷺ کے لعاب دہن

کو جمع کیا اور آپ ﷺ نے میرے سینے کا سہارا لئے میرے حجرے میں اور میری باری کے دن انتقال فرما گئے اس بارے میں میں نے کسی پر کوئی زیادتی نہیں کی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فتح یمامہ میں شریک تھے انہوں نے سات آدمیوں کو قتل کیا اور مسیلمہ کذاب کے دست راست محکم بن الطفیل انہیں کے ہاتھ سے قتل ہوا محکم دیوار کی ایک شگاف میں کھڑا تھا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا جس سے وہ گر گیا اور مسلمان اس شگاف سے قلعہ میں داخل ہو کر مسیلمہ کذاب تک پہنچ گئے اور اسے قتل کر دیا وہ فتح شام میں بھی شریک تھے مسلمانوں میں ایک باعزت وصاحب عظمت شخص تھے شامی عربوں کے بادشاہ الجودی کی بیٹی لیلی انہیں بطور انعام ملی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ لڑکی انہیں دی تھی جیسا کہ آگے بیان ہوگا عبدالرزاق معمر سے اور وہ زہری سے اور زہری سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر جو نہایت ہی سچے انسان تھے فرمایا کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت کا حکم مدینہ آیا تو انہوں نے مروان سے کہا کہ تم لوگوں نے اس کی خلافت ہرقلی اور کسراوی بادشاہت کی طرح بنا دیا مروان کہنے لگا خاموش رہو تم ہی تو ہو جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

والذی قال لوالدیه اف لکما اتعداننی ان اخرج الخ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں قرآن میں کچھ بھی نازل نہیں کیا البتہ میری براءت میں آیات نازل ہوئیں روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان کو زجر وتوبیخ اور ڈانٹ پر مشتمل ایک پیغام بھیجا اس کو ایک قصہ یاد دلایا جس میں اس کی اور اس کی والدہ کی مذمت کی گئی تھی لیکن یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں صحیح نہیں ہے۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن محمد بن عبدالعزیز زھری نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا کے حوالے سے بیان کیا۔ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی یزید کی بیعت سے انکار کرنے کے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے ایک لاکھ درہم روانہ کر دیئے تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دراہم واپس کر دیئے اور لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ تمہارا خیال ہے کہ میں اپنا دین دنیا کے بدلے فروخت کر دوں پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

ابو مصعب نے مالک سے اور انہوں نے یحییٰ بن سعید سے یہ قصہ نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی جانب سے کئی غلام آزاد کر دیئے اور امام ثوری نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے قاسم سے روایت کی ہے کہ ان کی وفات ''الحبشی'' مقام پر ہوئی جو مکہ مکرمہ سے چھ میل اور دوسری روایت کے مطابق ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے پھر وہاں سے لا کر انہیں بالائی مکہ میں دفن کیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مکہ آئیں تو ان کی قبر کی زیارت کی اور فرمایا خدا کی قسم اگر میں تمہاری وفات پر موجود ہوتی تو ضرور تم پر روتی اور وفات پانے والی جگہ سے آپ کو منتقل نہ کرتی پھر انہوں نے متمم بن نویرہ کے اشعار جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے بارے میں کہے تھے، پڑھے۔

ترجمہ:...... ہم ایک عرصہ تک ''جدیمہ'' کے دو ندیموں کے مانند ساتھ رہے حتیٰ کہ لوگوں نے کہا کہ یہ کبھی الگ نہیں ہوں گے لیکن جدا ہوئے تو ایسا لگا گویا ایک رات بھی ساتھ نہیں گزری تھی امام ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کی ہے۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک مرتبہ ایک منصوب خیمہ دیکھا جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جاتے وقت لگایا تھا تو اسے گرادینے کا فرمایا کہ اسے صرف ان کا عمل سایہ مہیا کرے گا۔ بہت سے مورخین کے نزدیک ان کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی۔ یہ قول واقدی اور ان کے شاگرد محمد بن سعد ابو عبید اور دیگر اصحاب سیر وغفاری کا ہے بعض دیگر کا کہنا ہے کہ انہوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی واللہ اعلم۔

لیلی بنت الجودی کا واقعہ...... زبیر بن بکار کا کہنا ہے کہ مجھے محمد بن ضحاک حزامی نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بغرض تجارت ملک شام آئے تو انہوں نے لیلی بنت الجودی ایک عورت کو ایک فرش پر جلوہ افروز دیکھا اس کے اردگرد اس کی لونڈیاں تھیں تو یہ عورت انہیں پسند آئی۔ ابن عساکر کا قول ہے کہ اسے سرزمین بصرہ میں دیکھا تو اس کے بارے میں یہ

اشعار کہے۔

مجھے لیلیٰ کی یاد آئی حالاں کہ مقام سادہ اس سے ورے ہے مجھے اور جودی کی بیٹی لیلیٰ کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے دل میں ایک حارثیہ نے قبضہ کر لیا ہے جو بصرہ میں مقیم ہے یا الجوار میں اتری ہوئی ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں شاید جب اگلے سال لوگ حج کے لئے آئیں تو اس سے ملاقات ہو سکے۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج شام بھیجی اور سپہ سالار کو تاکید کی کہ اگر لیلیٰ بنت جودی لڑائی میں گرفتار ہو جائے تو اسے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو دیدینا چنانچہ وہ گرفتار ہو گئی تو سپہ سالار نے انہیں دیدیا اب وہ اس کو پسند کرنے لگے ہیں اور اسے دوسری بیویوں پر فوقیت دینے لگے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اس پر عتاب کیا تو انہوں نے جواب دیا قسم بخدا اس کے ہونٹوں سے انار کے دانے چوستا ہوں پھر اسے درد لاحق ہوا جس سے اس کا منہ خراب ہو گیا تو اب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس سے اعراض کرنے لگے حتیٰ کہ اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عبدالرحمٰن تو نے لیلیٰ کی محبت میں بھی افراط سے کام لیا اور اب نفرت میں بھی زیادتی کر رہے ہو تم اس کے ساتھ انصاف کرو اسے اس کے اہل کے پاس بھیج دو۔

الزبیری کا کہنا ہے کہ مجھے عبدالرحمٰن بن نافع نے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے حوالے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت سنائی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دمشق کی فتح کے وقت لیلیٰ بنت جودی کو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بطور انعام دے دی جو دمشق کے بادشاہ کی بیٹی تھی یعنی دمشق کے مضافات کے عربوں کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ...... قرشی ہاشمی اپنے بھائی عبداللہ بن عباس سے ایک سال چھوٹے تھے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد تھے ان کی والدہ کا نام ام الفضل لبابہ بنت حارثہ ھلالیہ ہے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ سخی اور خوبصورت تھے خوبصورتی میں اپنے والد کے مشابہ تھے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عباس اور کئی دیگر بچوں کو ایک صف میں کھڑا کر کے فرماتے کہ جو مجھ تک جلدی پہنچے گا اسے یہ انعام ملے گا چنانچہ یہ سب دوڑتے اور آپ کے سینہ مبارک پر گرتے اور آپ انہیں پکڑ کر بوسہ دیتے اور سینے سے لگا لیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں یمن کا گورنر مقرر کیا، ۳۶ھ اور ۳۷ھ میں انہوں نے لوگوں کو حج کروایا، ۳۸ھ میں ان کا اور یزید بن سمرۃ الرھاوی کے درمیان اختلاف ہوا اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر حج بنا کر روانہ کیا تھا، بلا آخر شیبہ بن عثمان حجبی کی امارت پر صلح ہو گئی اور اس سال میں اسی نے حج کروایا، پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مستقل خلیفہ بنے تو بسر بن ابی ارطاۃ نے حضرت عبیداللہ کے خلاف جنگ کی اور ان کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا اور یمن میں کچھ دیگر واقعات پیش آئے جن میں سے بعض بیان ہو چکے ہیں۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ اہل مدینہ پر علم کی سخاوت کرتے اور عبیداللہ مال کی سخاوت کرتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ ایک بار دوران سفر وہ اپنے غلام کے ساتھ ایک بدو کے مکان میں اترے بدو نے ان کا اعزاز و اکرام کیا بدو نے ان کی شکل و صورت اور حسن سے متاثر ہو کر اپنی بیوی سے کہا تیرا ناس ہو! تمھارے پاس اس مہمان کے لئے کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا ہاں صرف ایک بکری ہے جس سے تمھاری بچی کی زندگی ہے، بدو نے کہا چاہے کچھ بھی ہو چنانچہ اس نے چھری اٹھا کر بکری کو ذبح کرنے لگا اور اس کی کھال اتارتے ہوئے یہ رجزیہ اشعار پڑھنے لگا۔

ترجمہ: ...... اے پڑوسن میری بچی کو مت جگانا کیوں کہ جاگ کر وہ روئے گی اور چھری میرے ہاتھ سے چھین لے گی۔

اس کے بعد اس نے کھانا تیار کر کے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام کے سامنے رکھ دیا اور دونوں نے کھانا کھایا حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے بکری کے متعلق شوہر اور بیوی کا مکالمہ سنا تھا چنانچہ جب جانے کا ارادہ کیا تو غلام سے پوچھا کہ تمھارے پاس کتنا مال ہے اس نے کہا صرف پانچ سو دینار بچ گئے ہیں اس نے کہا وہ اس اعرابی کو دے دو غلام نے کہا سبحان اللہ آپ اس کے پانچ سو دینار دے رہے ہیں حالاں کہ اس نے تو پانچ

درہم کی بکری ذبح کی ہے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا ناس ہو وہ مجھ سے زیادہ سخی ہے کیوں کہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے ہمیں دیا اور اس نے ہمیں اپنی جان اور بچے پر فوقیت دی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا عبیداللہ کی ساری بھلائی اللہ کے لئے ہے کس خوب خاندان میں پیدا ہوا ہے اور کیسی ترقی کے مدارج طے کیئے ہیں۔

خلیفہ بن خیاط کا کہنا ہے کہ انہوں نے ۵۸ھ میں وفات پائی اور بعض دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ وہ یزید بن معاویہ کے بعد میں فوت ہوئے ہیں۔
ابو عبید قاسم بن سلام کا بیان ہے کہ ۸۷ھ میں انتقال فرمایا، مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے ایک قول یہ ہے کہ وہ یمن میں فوت ہوئے ان سے ایک حدیث مروی ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا ہے ان سے یحیٰ بن اسحاق نے ان سے سلیمان بن یسار نے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''غمیصاء'' یا فرمایا ''رمیصا'' اپنے شوہر کی شکایت کرنے آئی تھی کہ وہ جماع کی قوت نہیں رکھتا اتنے میں اس کا شوہر بھی آ گیا اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ جھوٹ بول رہی ہے اپنے پچھلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے، جس نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کوئی دوسرا شخص تمہارے عسیلہ کو چکھ نہ لے (یعنی تم سے جماع نہ کرے) اسی حدیث کو امام نسائی علی بن حجر عن ہشیم کی سند لائے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ:......رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں اور سب سے محبوب بیوی تھیں سات آسمانوں سے ان کی برأت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے والد سے بھی ان کی والدہ ام رومان بنت عامر بن عویمر کنانیہ تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ تھی کہا جاتا ہے انہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام پر ام عبداللہ کہا تھا۔

بعض دیگر کا کہنا ہے کہ ان کے بطن سے رسول اللہ ﷺ کا ایک نا تمام بچے کا اسقاط ہو گیا تھا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے نکاح نہیں کیا تھا ان کے علاوہ کسی اور کے بستر/ لحاف میں آپ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مکہ ہی میں ان سے نکاح ہو گیا تھا خواب میں دو تین بار فرشتہ ریشمی کپڑے پر ان کی تصویر لے کر آیا اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں جب اسے کھولا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کا طے کردہ ہے تو ضرور پورا ہو کر رہے گا چنانچہ آپ نے ان کے والد کو پیغام نکاح دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وہ آپ کے لئے جائز ہے کیا میں آپ کا بھائی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ میرے لئے جائز ہے کیوں کہ آپ میرے اسلامی بھائی ہیں سگے بھائی نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور وہ حضور کے ہاں ہی بڑی ہوئیں یہ بحث ہم سیرت کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں یہ ہجرت سے دو سال اور ایک قول کے مطابق تین سال قبل کا واقعہ ہے اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی ہجرت کے دو سال بعد حضور ﷺ انہیں اپنے گھر لائے معرکہ بدر کے وقت ان کی عمر نو برس تھی رسول اللہ ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی جب اہل افک نے آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو غیرت خداوندی کو جوش آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت میں قرآن نازل فرمایا مرور زمانہ کے ساتھ ان آیت کی تلاوت ہوتی جا رہی ہے اس سے قبل ہم یہ بحث مفصل بیان کر چکے ہیں۔ اور غزوہ مریسیع کے بیان میں ان آیات اور احادیث کی شرح گزر چکی ہے۔ اور تفسیر کی کتاب میں بھی اس مسئلہ پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، فللہ الحمد والمنہ۔

ان کی برات کے بعد ان پر تہمت لگانے والے کی تکفیر پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے ''البتہ دیگر امہات المومنین'' پر تہمت لگانے والے کی تکفیر اور عدم تکفیر میں اختلافات ہے اس بارے میں اصح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی، کیوں کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ بہر حال رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے غضب کا اظہار اس لئے فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں اور اس بات میں سب ازواج کا درجہ برابر ہے۔

ان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی باری دو دن ہوتی تھی، ایک ان کی اپنی باری کا دن، اور دوسرے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری

کا دن جسے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے تقرب کی خاطر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دیا تھا۔ اور یہ کہ نبی کریم ﷺ ان کے حجرے میں ان کے سینے سے ٹیک لگائے فوت ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں دونوں کا لعابِ دہن اکٹھا کر دیا، اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے ہی میں دفن کر دیا گیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع سے انہوں نے اسماعیل سے انہوں نے مصعب بن اسحاق بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری خوشی کا باعث ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہتھیلی کی سفیدی جنت میں دیکھی ہے، اس روایت میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ متفرد ہیں اور یہ انتہائی محبت کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سے آگے ان کی ہتھیلی کی سفیدی کو جنت میں دیکھ کر خوش ہوئے۔

ان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں، بلکہ علی الاطلاق تمام عورتوں سے زیادہ علم والی تھیں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اگر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر تمام عورتوں کے علم کو یکجا کیا جائے پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہوگا، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے زیادہ فقیہ، عالم اور امورِ عامہ سے متعلق درست رائے رکھنے والی تھیں، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا، اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ انہوں نے روایات نقل کی ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں جب بھی کسی حدیث کے بارے میں اشکال پیدا ہوتا تو اس کا حل ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ضرور مل جاتا، یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔

ابوالضحیٰ نے مسروق سے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھتا کہ فرائض (علم میراث) کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے ہیں۔

بہت سے علماء اور مشائخ جو بڑی عقیدت کے ساتھ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اپنے دین کا نصف علم اس حمیرا سے حاصل کرو، اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی اصولِ اسلام سے کچھ مطابقت رکھتی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں میں نے اپنے شیخ ابوالحجاج المزی سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں، پھر خواتین میں ان کی شاگردائیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہا اور عائشہ بنتِ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ عالمہ تھیں، بعض مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تفرد اختیار کیا، ان کی روایات صرف ان کے پاس ہی تھیں، چند اختیارات میں وہ منفرد ہیں، جو خلافِ روایت ملتی ہیں لیکن ان میں کوئی نہ کوئی تاویل کی جا سکتی ہے انھیں کئی ائمہ نے جمع کیا، چنانچہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے، یہ حدیث مجھے صدیقہ بنت الصدیق، رسول اللہ ﷺ کی محبوب زوجہ، سات آسمانوں کے اوپر سے براءت یافتہ نے سنائی۔

صحیح بخاری میں ابوعثمان النہدی کی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو فرمایا، عائشہ، میں نے کہا اور مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا، اس کا والد (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور صحیح بخاری ہی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں میں تو بہت سوں نے کمال حاصل کیا، لیکن عورتوں میں سے حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا زوجۂ فرعون کو کمال حاصل ہوا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسی کہ تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔

بہت سے علماء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے، ان کا کہنا ہے کہ اس میں یہ تینوں خواتین اور دیگر تمام عورتیں داخل ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سے اسماعیل بن خلیل نے، ان سے علی بن مسھر نے، ان سے ھشام بن عروہ نے، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ

انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، ان کی آواز سن کر رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آواز یاد آ گئی، تو پھڑک اٹھے اور فرمایا: یہ تو ہالہ ہیں، مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا: آپ کیا یہ قریش کی ایک سرخ باچھوں والی بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں جو پہلے زمانہ میں ہی چل بسی ہے حالانکہ اب اللہ نے اس سے بہتر بیویاں آپ کو دے دی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح اسے روایت کیا ہے، البتہ اس میں جو زیادتی روایت کی جاتی ہے کہ ''میں اس سے بہتر آپ کو مل چکی ہوں'' تو اس کی سند صحیح نہیں ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بیان کے وقت اس پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے، اور جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے قائل ہیں ان کے دلائل بھی وہیں بیان ہوئے ہیں ان کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! جبرئیل علیہ السلام تم کو سلام کہہ رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر کہا، آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی، صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں منقول ہے کہ لوگ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن رسول اللہ ﷺ کے لئے ھدایا بھیجتے تھے، باقی ازواج مطہرات نے جمع ہو کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ آپ لوگوں کو حکم فرمائیں کہ آپ جہاں ہوں وہیں آپ کے پاس ھدایا بھیجیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو میں نے آپ کو یہ بات بتائی، آپ نے اس سے اعراض فرمایا، پھر ازواج مطہرات ان کے پاس دوبارہ اکٹھی ہو گئیں، اور یہی بات کہی، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری میں پھر آپ کو بتایا لیکن آپ نے اس دفعہ بھی اعراض کیا، پھر جب تیسری بار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری پر یہ بات کہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ام سلمہ! عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے اذیت وتکلیف مت پہنچاؤ۔ اللہ کی قسم اس کے علاوہ کسی زوجہ کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس بھیجا، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کی ازواج ابوبکر بن ابی قحافہ کی بیٹی کے بارے میں آپ سے عدل وبرابری کی درخواست کرتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، اے بیٹی! کیا جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس سے محبت نہیں کرتی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر ان سب نے مل کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بات شروع کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نامناسب الفاظ کہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ترکی بترکی سنائی اور ایسے جوابات دیئے کہ وہ خاموش ہو گئیں، رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے، بے شک یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کی تو بیٹی ہیں۔

ہم سے بیان کیا کہ جنگ جمل کے ایام میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ لوگوں کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کے لئے آواز دے رہے تھے اور نفیر کا کہہ رہے تھے، اسی دوران جب وہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ منبر کوفہ پر چڑھے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک شخص حضرت عائشہ کے متعلق غلط زبان استعمال کر رہا ہے تو فرمایا: او رسوا اور حرامزادے! خاموش ہو جا! اللہ کی قسم وہ دنیا و آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمانا چاہا تم ان کی اطاعت کرتے ہو یا کسی اور کی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معاویہ بن عمرو نے، ان سے زائدہ نے، ان سے عبداللہ بن خثیم نے اور ان سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض وفات میں ان کا دربان ''ذکوان'' ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کیا کام ہے؟ عبداللہ بن عبدالرحمن جھک گئے اور کہا کہ امی جان! آپ کا صالح و نیک بیٹا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور الوداع کہہ رہا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اگر تم چاہتے ہو تو انہیں اجازت دے دو، چنانچہ انہیں اندر بلایا گیا، جب آ کر بیٹھ گئے تو کہنے لگے آپ کو خوشخبری اور بشارت ہو، فرمایا کس چیز کی؟ کہنے لگے کہ آپ کی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے ملاقات میں صرف روح کے جسم سے نکل جانے کی حد پر ہے۔ اور آپ تو رسول اللہ ﷺ کی محبوب زوجہ تھیں، اور رسول اللہ ﷺ

اچھی اور پاک چیزوں کو پسند کیا کرتے تھے۔ "غزوۂ ابواء" کی رات آپ کا ہار گر گیا، رسول اللہ ﷺ اور لوگ صبح اٹھے تو پانی ندارد تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی، آپ ہی کی وجہ سے امت کو یہ رخصت ملی، سات آسمانوں کے اوپر سے آپ کی براءت اتری جسے روح الامین لیکر آئے تھے، اور اب ان آیات کی مسجدوں میں صبح وشام تلاوت ہوتی رہتی ہے، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اے ابن عباس! مجھے چھوڑ دیئے، اللہ کی قسم! میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میں گمنام اور نسیاً منسیاً ہو جاتی"۔

ان کے فضائل ومناقب کی احادیث وروایات نہایت کثرت سے ہیں، اسی سال ۵۸ھ میں فوت ہوئیں، ایک برس پہلے اور ایک برس بعد کے بھی اقوال منقول ہیں، مشہور یہ ہے کہ اس سال کے رمضان میں انتقال ہوا اور کہا گیا ہے کہ شوال میں انتقال فرمایا، یہ بات بھی مشہور ہے کہ رمضان کی ۱۷ تاریخ بروز منگل فوت ہوئیں، بقیع میں رات کے وقت دفن کرنے کی وصیت کی تھی، نماز وتر کے بعد حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کی قبر میں پانچ حضرات اترے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عروہ پسران زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جو دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۷ برس تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس تھی اور ہجرت کے وقت ۸ یا ۹ سال عمر تھی، واللہ اعلم۔

آغاز ۵۹ھ

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس سال عمرو بن مرہ جہنی نے سرزمین روم کے بری علاقے میں سردیاں گذاریں، اور کوئی بحری جنگ نہیں ہوئی، جبکہ دوسرے مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سال جنادہ بن امیہ نے سمندری جنگ لڑی، اسی برس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن الحکم کو اس کے غلط کردار کی وجہ سے کوفہ سے معزول کیا اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو اس کا گورنر مقرر کیا، اسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن زیاد کو خراسان کا گورنر مقرر کیا، اور حضرت سعید ابن العاص کو معزول کر دیا، چنانچہ عبیداللہ بن زیاد بصرہ کے، عبداللہ بن زیاد خراسان کے عباد بن زیاد بجستان کے گورنر مقرر ہوئے، عبدالرحمٰن تو یزید کے دور تک خراسان کے گورنر رہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ یزید کے پاس آیا، یزید نے اس سے پوچھا کہ کتنا مال لائے ہو؟ اس نے کہا بیس کروڑ، انھوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہم تمہارا محاسبہ کریں اور اگر چاہیں تو اس شرط پر کہ تم عبداللہ بن جعفر کو پانچ لاکھ درھم دے دو اسے تمھارے لئے خاص کر دیں، اور تمہیں معزول کر دیں، جواب دیا کے آپ اسے مخصوص کر دیں اور میں عبداللہ بن جعفر کو آپ کی بتائی ہوئی رقم اور مزید اسی قدر دے دوں گا، چنانچہ انہیں معزول کر کے کسی اور کو ان کی جگہ امیر مقرر کیا، اور عبدالرحمٰن بن زیاد نے عبداللہ بن جعفر کے لئے ۱۰ لاکھ درھم بھیج دیئے اور لکھا کہ پانچ لاکھ امیر المؤمنین کی طرف سے اور پانچ لاکھ ہماری طرف سے ہیں۔

اسی سال عبیداللہ بن زیاد بصرہ اور عراق کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ ملکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا عبیداللہ نے ان کے فرود گاہوں سے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی اور آخر میں احنف بن قیس کو حضرت معاویہ کے پاس لایا، عبیداللہ ان کی زیادہ تعظیم نہیں کرتا تھا، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف کو دیکھا تو انھیں مرحبا کہا۔ ان کی تعظیم وتکریم کی اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اور ان کے مرتبے کو بڑھایا، پھر لوگوں نے گفتگو کی لوگوں نے ان کی تعریف کی، لیکن حضرت احنف خاموش بیٹھے رہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے ابوالبحر! آپ کیوں نہیں بولتے؟ انھوں نے کہا اگر میں کچھ بولوں گا تو قوم کی مخالفت کروں گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا، اٹھو، میں نے عبیداللہ کو تم پر سے معزول کر دیا، جاؤ اپنے پسند کا کوئی گورنر تلاش کرو، وہ کئی روز تک قیام کر کے بنی امیہ کے اشراف کے پاس آتے رہے اور ہر ایک کو والی بننے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن کسی نے ان کی بات پر کان نہیں دھرا، پھر ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں جمع کر کے پوچھا کس کو منتخب کیا ہے؟ انھوں نے پھر اختلاف کیا لیکن حضرت احنف خاموش رہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ بولتے نہیں؟ انھوں نے کہا اے امیر

المؤمنین! اگر آپ اپنے اہل بیت کے علاوہ کسی اور کو چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کا اختیار دوبارہ تم لوگوں کو دیتا ہوں؟

ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت احنف نے فرمایا اے امیر المؤمنین! اگر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ہم پر امیر مقرر کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہم عبیداللہ بن زیاد پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے اور اگر ان کے علاوہ کسی اور کو مقرر کرنا چاہتے ہیں تو پھر ان میں کچھ مہلت دیجئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمھیں ایک بار پھر اختیار دیتا ہوں، پھر حضرت معاویہ نے عبیداللہ کو حضرت احنف کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرنے کی تلقین کی، اور ان کی رائے سے دوری سے منع کیا، چنانچہ ان کے بعد حضرت احنف عبیداللہ کے خاص احباب میں سے ہو گئے اور جب فتنے کھڑے ہو گئے، تو حضرت احنف کے سوا کسی نے عبیداللہ سے وفا نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

عبیداللہ وعباد پسران زیاد کے ساتھ یزید بن ربیعہ بن مفرغ الحمیری کا قصہ:۔۔۔۔۔ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابی عبیدہ معمر بن مثنی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص شاعر تھا، اور عباد بن زیاد کے ساتھ بحستان میں تھا، اور عباد ترکوں کے ساتھ لڑائی کی وجہ سے اس سے غافل ہوا اور جانوروں کا چارہ ختم ہوا، لوگ تنگ ہوئے تو ابن مفرغ نے ابن زیاد کے کردار پر حرف گیری کرتے ہوئے اس کے خلاف ہجو یہ اشعار کہے

ترجمہ:۔۔۔۔۔آگاہ، کاش داڑھیاں گھاس ہوتیں اور ہم انھیں مسلمانوں کے گھوڑوں کو بطور چارہ کھلاتے۔

چونکہ عباد بن زیاد کی داڑھی بہت ہی بڑی تھی چنانچہ جب اسے یہ بات پہنچی تو وہ غضبناک ہوا اور اسے بلایا لیکن وہ بھاگ گیا اور اس کے خلاف بہت سے ہجو یہ قصائد کہے، اس نے کہا:

ترجمہ:۔۔۔۔۔جب معاویہ بن حرب فوت ہو جائے تو اپنی قوم کو پیالے کے ٹوٹنے کی بشارت دینا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان نے تیری ماں سے پردہ ڈال کر مباشرت نہیں کی، لیکن اس معاملے میں خوف شدید اور ڈر کے باوجود کچھ اشتباہ تھا۔

اور اس نے کہا:

سنو! معاویہ بن حرب کو یمنی شخص کا مشہور پیغام پہنچا دینا کہ کیا تو اپنے باپ کو پاک دامن کہنے سے ناراض ہو جاتا ہے اور اسے زانی کہنے سے خوش ہوتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ زیاد سے تیری رشتہ داری ایسی ہی ہے جیسے گدھی کے بچے کی رشتہ داری ہاتھی سے ہوتی ہے۔

عباد بن زیاد نے یہ اشعار لکھ کر اپنے بھائی عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیجے اور وہ انھیں لیکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا، عبیداللہ نے یہ اشعار انھیں سنائے، اور اس کے قتل کی اجازت طلب کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے قتل مت کرنا بلکہ تادیب وتعزیر کرنا، پھر جب عبیداللہ واپس بصرہ آیا تو اسے بلایا اس نے عبیداللہ بن زیاد کی بیوی کے والد منذر بن جارود کے ہاں پناہ لی تھی، اس کی بیٹی بحریہ عبیداللہ کے نکاح میں تھی ابن جارود نے اسے اپنے ہاں پناہ دی اور عبیداللہ کو سلام کرنے آیا، تو عبیداللہ نے پولیس کو منذر کے گھر بھیج کر ابن مفرغ کو پکڑ واکر اپنے سامنے کھڑا کر دیا، منذر نے کہا، میں نے اسے پناہ دی ہے، اس نے کہا وہ تیری اور تیرے باپ کی مدح بیان کرتا ہے تو تم اس سے راضی ہو اور جب وہ میری اور میرے باپ کی ہجو بیان کرتا ہے تو تم اسے پناہ دیتے ہو، پھر عبیداللہ کے حکم سے ابن مفرغ کو مسہل دوا پلائی گئی، اور اسے پالان والے گدھے پر سوار کر دیا گیا، اور اس کے ساتھ اسے بازاروں میں گھمایا، اور اس کو دست آنے لگے اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

پھر عبیداللہ کے حکم سے اسے عبیداللہ کے بھائی عباد بن زیاد کے پاس بحستان جلاوطن کر دیا گیا، ابن مفرغ نے عبیداللہ بن زیاد کے متعلق کہا:

ترجمہ:۔۔۔۔۔جو کچھ میں نے کیا اسے پانی سے دھویا جا سکتا ہے، لیکن میرا قول تیری ہڈیوں کے گودے تک پہنچ چکا ہے۔

جب عبیداللہ نے ابن مفرغ کو بحستان کی طرف ملک بدر کرنے کا حکم صادر کیا تو یمنیوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ عبیداللہ نے اس کو اپنے بھائی کے پاس قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیج کر ابن مفرغ کو بلایا، اور جب اسے اپنے سامنے کھڑا کیا تو وہ رونے لگا، اور عباد بن زیاد نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا تھا اس کی شکایت کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے اس کی ہجو نہیں کی؟ کیا تو نے اس کے بارے میں یہ اشعار نہیں کہے؟ کیا یہ اشعار تو نے اس کے بارے میں نہیں کہے؟ اس نے انکار کیا اور کہا کہ ان اشعار کا

کہنے والا عبدالرحمٰن بن الحکم ہے، اس نے ان کو میری طرف منسوب کیا ہے، یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن حکم پر ناراض ہوئے اور اس کے وظیفہ کو بند کر دیا یہاں تک کہ عبیداللہ اس سے راضی ہو جائے، راستے میں ابن مفرغ نے اپنی اونٹنی کو مخاطب کر کے حضرت معاویہ کے بارے میں جو اشعار کہے تھے وہ سنائے۔

ترجمہ:......اے خچر! عباد بن زیاد کو تجھ پر امارت حاصل نہیں اس لئے تو آزاد ہے اور ایک آزاد شخص کو اٹھایا ہوا ہے۔ میری زندگی کی قسم تجھے ہلاکت کے گڑھے سے امیر المؤمنین اور لوگوں کی مضبوط رسی نے بچایا، اور مجھے جو نعمتیں ملی ہیں میں ان کا شکر یہ ادا کروں گا اور مجھ جیسے لوگ محسن کا شکر یہ ادا کرنے کے لائق ہیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اگر تو ہماری ہجو کرتا تو ہماری طرف سے تمہیں کوئی اذیت نہیں پہنچتی، اور نہ ہم تمہارے در پے آزار ہوئے، اس نے کہا اے امیر المؤمنین! اس نے میرے ساتھ وہ کچھ کیا ہے جو کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے ساتھ بغیر کسی بدعت و جرم کے نہیں کرتا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے فلاں اشعار نہیں کہے؟ اور کیا فلاں اشعار تو نے نہیں کہے تھے؟ چلو ہم نے تیرا جرم معاف کر دیا، اب آئندہ خیال رکھنا کہ کون تیرا مخاطب ہے، اور تم کس پائے کے آدمی ہو کیونکہ ہر شخص ہجو کو برداشت نہیں کر سکتا بتاؤ کہاں رہنا پسند کرتے ہو تا کہ وہاں بھیج دیئے جاؤ؟ اس نے ''موصل'' کو پسند کیا تو اسے وہاں بھیج دیا، پھر عبیداللہ سے بصرہ آنے اور وہاں رہنے کی اجازت مانگی تو اس نے اسے اجازت دی، پھر عبدالرحمٰن عبیداللہ کے پاس آیا اور اس سے رضا مندی کا خواستگار ہوا، تو وہ اس سے راضی ہو گیا، اور عبدالرحمٰن نے یہ اشعار کہے:

ترجمہ:......تو آل حرب میں ایک اضافہ ہے، اور مجھے اپنے ایک ایک پورے سے زیادہ محبوب ہے میں تو تمہیں بھائی، چچا اور چچا زاد سمجھتا ہوں لیکن معلوم نہیں تم پس پردہ مجھے کس نظر سے دیکھتے ہو۔

عبیداللہ نے اس سے کہا خدا کی قسم! تو بہت بڑا شاعر ہے، لیکن پھر اس سے راضی ہو گیا اور اس کے سابقہ وظائف اس کو لوٹا دیئے۔

ابو معشر اور واقدی کا بیان ہے کہ اس سال عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کرایا مدینہ کا گورنر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان تھا کوفہ کا گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور قاضی کوفہ ''شریح'' تھے۔ بصرہ کا گورنر عبیداللہ بن زیاد سجستان کا گورنر عباد بن زیاد، کرمان کا امیر شریک بن اعور حارثی، عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے تھے اور خراسان پر امیر عبدالرحمٰن بن زید تھے۔

اس سال فوت شدہ مشہور حضرات

علامہ ابن جوزی کا کہنا ہے اس سال حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات ایک سال قبل ہو چکی ہے۔

شاعر حطیئہ ...... جرول بن مالک بن جرول بن مالک بن جویہ بن مخزوم بن مالک بن قطیعہ بن عیسی بن ملیکہ، شاعر تھے، کوتاہ قد ہونے کی وجہ سے ''حطیئہ'' کے لقب سے معروف ہوئے زمانہ جاہلیت پایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسلمان ہوا، ہجو گو شاعر تھا، حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے والدین، بہن بھائی، ماموں، چچا حتیٰ کہ اپنی ذات اور اپنی بیوی تک کی ہجو کی ہے۔ اپنی ماں کے بارے میں کہتا ہے:

ترجمہ:...... ایک طرف ہو کر مجھ سے دور بیٹھ جا، اللہ تعالیٰ تمام عالم کو تجھ سے راحت میں رکھے، جب تجھے کوئی راز بتایا جاتا ہے تو تو چھلنی ہو جاتی ہے، اور باتیں بنانے والوں کے لئے انگیٹھی، بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ تجھے برا بدلہ دے دے، اور بیٹوں سے تجھے نافرمانی کی مصیبت اٹھانی پڑے۔

اپنے والد، چچا اور ماموں کے متعلق کہتا ہے۔

ترجمہ: تجھ ...... پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو پھر باپ چچا اور ماموں ہونے کے اعتبار سے تم پر لعنت ہو، رسوائیوں کے پاس تو کتنا بہترین شیخ ہے،

اور بلندیوں کے پاس نہایت ہی برے شیخ ہو۔

اپنی مذمت میں کہتا ہے:

ترجمہ: ...... آج میرے ہونٹوں نے کسی سے بات کرنے کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے لہٰذا میں نہیں جانتا کس سے بات کروں، میں اپنا چہرہ ایسا دیکھ رہا ہوں کہ بناوٹ اللہ تعالیٰ نے بگاڑ دی ہے، چنانچہ اس چہرے کا اور اس کے حامل کا برا ہوا۔

لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی انہوں نے اس کو بلا کر قید کر دیا، اس کی وجہ یہ تھی زبرقان بن بدر نے شکایت کی ہے کہ اس نے ایک شعر میں اس کی ہجو کی ہے۔ شعر یہ ہے:

ترجمہ: ...... مکارم کو ترک کر دے ان کے حصول کے لئے سفر مت کر اور بیٹھا رہ کیونکہ تو کھانے والا اور پہننے والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے اس نے تیری ہجو نہیں کی، کیا تو نہیں چاہتا کہ کھانے اور پہننے والا ہو، اس نے کہا اے امیر المومنین! اس سے زیادہ ہجو اور کیا ہوگی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر اس کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس نے ہجو تو نہیں کی البتہ اس پر بیٹ کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر دیا اور فرمایا: اے خبیث! میں تجھے مسلمانوں کی آبرو سے بہت دور کر دوں گا، پھر حضرت عمرو بن العاص کی سفارش پر اسے قید سے نکال کر اس سے عہد لیا کہ آئندہ کسی کی ہجو نہیں کرے گا۔ پھر اس کو توبہ بھی کروائی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ دینے کا ارادہ کیا لیکن پھر لوگوں کی سفارش کی وجہ سے اُسے رہا کر دیا۔

زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ضحاک بن عثمان حزامی نے عبداللہ بن مصعب سے، انہوں نے ربیعہ بن عثمان سے نقل کیا ہے کہ زید بن اسلم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو قید سے نکال دینے کا حکم دیا کیونکہ حضرت عمرو بن العاص اور دیگر لوگوں نے اس کی سفارش کی تھی۔ جب اسے قید سے نکالا گیا تو میں وہاں موجود تھا، وہ کہنے لگا: کہ تم اس شخص کے بچوں کے متعلق کیا کہتے ہو جو ''ذومرخ'' کے مقام پر بے سروسامان پڑے ہیں جہاں نہ پانی ہے نہ درخت، آپ نے اس کے کمانے والوں کو تاریکیوں میں محبوس کر رکھا ہے، اے عمر! رحم کرو، انسانوں کا بادشاہ آپ کی رہنمائی کرے، آپ اپنے صاحب کے بعد ایسے امام ہیں لوگوں نے اپنی عقلوں کی چابیاں اس کے ہاتھ میں دی ہیں، انھوں نے آپ کو ترجیح اس وجہ سے دی ہے ان کے دلوں میں تمہارا اثر تھا، آپ ان بچوں پر رحم کریں جن کا ٹھکانہ کشادہ گھاٹیوں کے بیچ ریتیلے مقام پر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت انہیں ڈھاپی ہوئی ہے، میں آپ پر قربان ہو جاؤں، میرے اور ان کے درمیان ایسی طویل وادیاں حائل ہیں جہاں خبریں گم ہو جاتی ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ جب حطیئہ نے کہا کہ آپ ان بچوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ذومرخ میں پڑے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، حضرت عمرو بن العاص نے کہا، زمین کے آسمان کے نیچے اس شخص سے زیادہ عادل کوئی نہیں جو حطیئہ کو چھوڑنے پر روتا ہے۔

مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا، کہ وہ آئندہ لوگوں کی ہجو نہ کر سکے، پھر جب اسے تختے پر بٹھایا گیا، اور استرا لایا گیا، لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! یہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریگا، اسے اشارہ کیا کہ تم بھی کہو کہ میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رہا کر دیا، جب وہ پیچھے مڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حطیئہ! واپس آؤ، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک قریشی نوجوان کے پاس ہو اس نے ایک تکیہ توڑ کر تیرے لئے دوسرا تکیہ بچھا دیا ہے، فرمایا اے حطیئہ! ہمیں اشعار سناؤ تو وہ سنانے لگا، پھر میں نے دیکھا کہ حطیئہ اکثر عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔

راوی اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حطیئہ سے کہا کہ وہ دن تمھیں یاد ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمھیں یہ کہا تھا؟ وہ گھبرا گیا، اور کہنے لگا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے، اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم کبھی یہ نہ کرتے، میں نے عبیداللہ سے کہا، کہ میں نے تیرے والد کو یہ کہتے سنا ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ قریشی نوجوان تو ہی تھا۔

زبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ضحاک نے بیان کیا، وہ اپنے والد ضحاک سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ سے کہا، شعر کہنا

چھوڑ دو، اس نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا، پوچھا کیوں؟ کہنے لگا، میرے عیال کے کھانے پینے کا ذریعہ ہے، اور میری زبان کا روگ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر یہ بتاؤ کن مدح تو چھوڑ دو، اس نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ کیا چیز ہوتی ہے؟ فرمایا کہ یوں کہو کہ بنوفلاں بنوفلاں سے افضل ہیں، یہ غلط ہے کسی کی مدح تو کرو مگر کسی کو کسی پر فضیلت مت دو، کہنے لگا، اے امیر المؤمنین! آپ مجھ سے زیادہ شاعر ہیں، اس کے اچھے مشہور مدحیہ اشعار میں سے حسب ذیل اشعار ہیں:

ترجمہ:...... تیرا باپ ہے، ان کی مذمت کم کر دو یا اس مکان کو بند کر دو جسے انھوں نے بند کر دیا ہے، یہ میری قوم کے لوگ ہیں، اگر وہ تعمیر کرتے ہیں تو خوب کرتے ہیں اور جب عہد کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور جب عقد کرتے ہیں تو اسے مضبوط تر کر دیتے ہیں، اگر ان کو خوشحالی حاصل ہوتی ہے تو اسے بانٹ دیتے ہیں اور نعمت کو مکدر نہیں کرتے اور تھکتے بھی نہیں۔

جب حطیئہ کی موت قریب آ گئی تو اسے کہا گیا کہ وصیت کیجئے تو کہنے لگا کہ میں تمہیں شعر کی وصیت کرتا ہوں پھر کہنے لگا:

ترجمہ:......شعر کہنا بہت سخت ہے، اور اس کی سیڑھی طویل ہے اگر کوئی لاعلمی میں اس پر چڑھنے لگے گا تو اس کا قدم انتہائی گہرائی میں پھسل کر گر جائے گا، شعر پر ظلم کرنے والا شعر کی طاقت نہیں رکھتا وہ اسے بیان کرنا چاہتا ہے لیکن یہ اسے گونگا کر دیتا ہے۔

علامہ ابی الفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے المنتظم میں فرمایا ہے کہ حطیئہ نے اسی سال وفات پائی، اور اسی سال میں اس نے عبداللہ بن عامر بن کریز کی وفات کا تذکرہ کیا ہے جس کا بیان ماقبل میں گذر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مالک بن القشب رضی اللہ عنہ......ان کا نام جندب بن نصلہ بن عبداللہ بن رافع الازدی ہے، ان کی کنیت ابو محمد تھی، بنوعبدالمطلب کے حلیف تھے " ابن بحینہ " کے نام سے مشہور تھے، یہ ان کی والدہ "بحینہ بنت الارت" کا نام تھا، ان کا نام حارث بن المطلب بن عبدمناف تھا، شروع شروع میں مسلمان ہوئے، رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی، عبادت گذار شب بیدار اور صائم الدھر تھے۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ وہ مدینہ منورہ سے تیس میل کے فاصلے پر واقع مقام "بطن ریم" میں رہتے تھے، مروان کے دوسرے دور حکومت میں فوت ہو گئے۔ ۵۴ھ اور ۵۸ھ کے درمیان ان کی وفات ہوئی تھی۔ تعجب ہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سعد کا کلام نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کی وفات اسی سال یعنی ۵۹ھ میں ہوئی، واللہ اعلم۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی......اپنے والد کی طرح جلیل القدر صحابی تھے، اور صحیحین میں جنازہ کے لئے کھڑا ہونے کی حدیث ان سے مروی ہے، المسند میں عاشوراء کے روزے کے متعلق ان سے ایک حدیث مروی ہے، اور ان کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے غسل کرنے کے بارے میں ایک حدیث ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی دس برس تک خدمت کی۔ صحیح بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے ہاں وہی مقام ملا ہوا تھا جو امیر کے ہاں لیک پولیس کے افسر اعلیٰ کو حاصل ہوتا ہے، بعض غزوات میں وہ علم بردار رہے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں صدقات کا عامل مقرر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو تین سو مہاجرین وانصار پر امیر مقرر کر کے بھیجا، ایک موقع پر بھوک نے انہیں تنگ کیا تو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے نو اونٹ ذبح کر ڈالے، پھر انہوں نے ساحل سمندر پر ایک بڑی مچھلی پائی ایک ماہ تک اس سے کھاتے رہے خوب صحتمند وفربہ ہو کر واپس ہوئے، حضرت قیس رضی اللہ عنہ بہادر مطاع، سخی اور قابل قدر رئیس تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں مصر کا گورنر بنایا، وہ اپنی دانش مندی، حیلہ گری اور سیاست سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرتے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے خلاف مسلسل کوشش میں لگے رہے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر سے معزول کر کے محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں آسان سمجھ کر کوشش شروع کر دی اور مصر اس سے چھین لیا، جیسا کہ ماقبل میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم رہے صفین اور نہروان کی جنگوں میں آپ کے ساتھ رہے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ مدینہ منورہ چلے آئے، پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا تو اپنے دیگر اصحاب کی طرح وہ بھی ان کی

بیعت کرنے آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے قیس: تجھے بھی دیگر لگام دیئے جانے والوں کے ساتھ لگام دیا جائے، سنو! خدا کی قسم میں چاہتا تھا کہ اگر آج تم میرے پاس نہ آتے تو میرے دردمند ناخنوں میں سے ایک ناخن بھی تجھ پر قابو پالیتا، حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں خدا کی قسم نہیں چاہتا تھا کہ اس جگہ کھڑے ہو کر یوں تجھے سلام کروں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں؟ کیا تم تو صرف یہود کے علماء میں ایک عالم نہ تھے؟ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا اور تم اے معاویہ! جاہلیت کے بتوں میں سے ایک بت تھے، بادل نخواستہ اسلام میں داخل ہوئے اور پھر بخوشی اس سے نکل گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، لایئے ہاتھ بڑھایئے، حضرت قیس نے کہا، اگر آپ مزید کچھ کہنا چاہیں تو میں بھی گفتگو کرنے کو تیار ہوں۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ ایک بڑھیا نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے کہا میرے گھر میں چوہوں کی بہت قلت ہے میں آپ سے اس کی شکایت کرتا ہوں، حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا ہی خوب کنایہ ہے! اس کے گھر کو روٹی، گوشت، کھجور اور گھی سے بھر دو۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ ان کے پاس ایک پیالہ ہوتا تھا وہ جہاں جاتے وہ بھی آپ کے ساتھ ہوتا، منادی اعلان کرتا کہ گوشت اور ثرید لینے آؤ، ان سے قبل ان کے والد اور دادا بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک نوے ہزار میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ دی، اور خود مدینہ آ گئے، اور منادی سے اعلان کروایا کہ جس کو قرض کی ضرورت ہو وہ آ جائے، چنانچہ انہوں نے اس رقم میں سے پچاس ہزار بطور قرض لوگوں کو دیا اور باقی کو دیگر نیک کاموں میں خرچ کیا، پھر جب وہ بیمار ہوئے تو عیادت کرنے والوں کی کافی کمی محسوس ہوئی، اپنی بیوی قریبہ بنت ابی عتیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن سے کہا کہ مجھے عیادت کرنے والوں میں کمی لگ رہی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کے ذمہ میرا قرضہ ہے، چنانچہ جن لوگوں کے ذمہ ان کا قرضہ تھا، ان کے پاس تحریری وثیقہ جات بھیج کر اپنا قرضہ معاف کر دیا۔

بعض کا کہنا ہے کہ انہوں نے منادی کو حکم دیا اور اس نے منادی کی کہ جس شخص کے ذمہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا قرضہ ہے وہ اس سے بری و آزاد ہے، پھر شام سے پہلے پہلے عیادت کرنے والوں کی اتنی کثرت ہوگئی کہ ان کے دروازے کی دہلیز ٹوٹ گئی، وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مال اور اچھے اعمال سے حصہ عطا فرما، کیونکہ اچھے افعال مال ہی سے درست ہو سکتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے تیس ہزار درہم بطور قرض لیئے، پھر جب وہ قرض چکانے آیا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اس سے وہ چیز واپس نہیں لیتے، ہیثم بن عدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین آدمی کعبہ کے پاس اس زمانے کے سب سے بڑے سخی کی تعیین میں گفتگو کرنے لگے تو ان میں اختلاف ہوا، ایک نے کہا کہ سب سے بڑے سخی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں دوسرے نے کہا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سب سے بڑے سخی ہیں، جبکہ تیسرے نے ''عرابہ رضی اللہ عنہ اوسی'' کا نام لیا، حتیٰ کہ اس گفتگو میں وہ جھگڑنے لگے اور ان کی آوازیں کافی بلند ہونے لگیں تو ایک شخص نے انہیں رائے دی کہ تم میں سے ہر شخص اس آدمی کے پاس جا کر اس سے کچھ مانگے جسے وہ دوسروں سے زیادہ سخی سمجھتا ہے، اور جو چیز تمہیں ملے اس کا مقابلہ کر کے فیصلہ کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا ساتھی ان کے پاس گیا اور وہ اس وقت اپنی جاگیر میں جانے کے لئے رکاب میں پاؤں ڈالنے والے تھے کہ اس شخص نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! میں مسافر آدمی ہوں میری سواری ہلاک ہوگئی ہے۔ اور میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے، یہ سنتے ہی انہوں نے رکاب سے پاؤں نکالا اور فرمایا، لو یہ اونٹنی اس پر سوار پھر جاؤ، اور جو کچھ اس پر سامان ہے، وہ تمہارا ہوا اور جو اس تھیلے میں ہے وہ بھی لے لو، اور اس تلوار کے بارے میں دھوکہ نہ کھاؤ، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلواروں میں سے ہے، چنانچہ یہ شخص ایک عظیم الشان اونٹنی لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا، اس تھیلے میں چار ہزار دینار اور ریشمی چادریں تھیں اور سب سے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا مداح شخص ان کے دروازے پر پہنچ گیا وہ اس وقت سوئے ہوئے تھے، باندی نے پوچھا: تمہیں ان سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا میں مسافر ہوں میری سواری ہلاک ہوگئی ہے، اور زادِ راہ ختم ہو گیا ہے۔ لونڈی نے کہا تیری حاجت کو پورا کرنا ان کو جگانے کی بنسبت سہل و آسان ہے، یہ تھیلی لے لو اس میں سات سو دینار ہیں، آج قیس رضی اللہ عنہ کے گھر میں اس کے سوا کچھ مال نہیں ہے، ہمارے اونٹوں کے باڑے کے

نگران کے پاس جاؤ اور اس سے اپنے لئے ایک اونٹنی اور ایک غلام لے لو، اور سرخرو ہو کر جاؤ، جب حضرت قیس رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے تو لونڈی نے تمام گفتگو کی ان کو اطلاع دی تو انہوں نے اسے اس عمدہ کام کے انجام دینے کے صلہ میں آزاد کر دیا، اور فرمایا کہ تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟ تا کہ میں اسے اتنا دیتا جو اس کی کفایت کرتا، شاید تو نے اسے جو دیا ہے وہ اس کی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکے۔

''عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ'' کا صاحب اس کے پاس گیا، تو دیکھا کہ وہ نماز کے لئے گھر سے نکل رہے ہیں، اور اپنے دو غلاموں کا سہارا لئے ہوئے ہیں کیونکہ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے، اس شخص نے آواز دی کہ اے عرابہ! میں ایک مسافر ہوں، میری سواری ہلاک ہو گئی ہے۔ اور زادِ راہ ختم ہو گیا ہے یہ سن کر وہ اپنے دونوں غلاموں سے علیحدہ ہو گیا، پھر اس نے تالی بجائی، دائیں ہاتھ کو بائیں پر مارا اور کہنے لگا اوہ! خدا کی قسم جب صبح اور شام ہوتی ہے تو حقوق عرابہ کے مال میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑتے لیکن تم ان دو غلاموں کو لے لو، اس نے کہا میں یہ نہیں کر سکتا، عرابہ نے کہا اگر تو نہیں لے گا تو یہ آزاد کئے جائینگے، اب تمہاری مرضی ان کو لے لو یا ان کو آزاد کر دو اور وہ خود اپنے ہاتھ دیوار کا سہارا لیتا ہوا، روانہ ہوا، یہ شخص دونوں غلاموں کو لیکر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا، لوگوں نے فیصلہ دیا، کہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے مال عظیم کا سخا کیا ہے اور یہ ان سے کوئی تعجب انگیز نہیں ہاں البتہ تلوار کی سخاوت سب سے بڑی سخاوت ہے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ بھی سخیوں میں سے ہیں، ان کی باندی نے بغیر اجازت کے ان کے مال میں تصرف کیا، لیکن انھوں نے اسے مستحسن قدم قرار دیا اور اس کے شکریہ میں اسے آزاد کر دیا، پھر سب لوگ کا اس پر اتفاق ہوا کہ عرابہ رضی اللہ عنہ تینوں میں سب سے زیادہ سخی ہیں کیونکہ انھوں نے اپنا تمام مملوکہ مال دے دیا، اور یہ ایک غریبانہ جہد ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن ابو صالح سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے اپنا مال اپنے لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا، اور ملک شام کی طرف چلے گئے وہیں وفات بھی پائی، وفات کے بعد ان کا ایک بچہ پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت قیس بن سعد کے پاس آئے اور فرمایا کہ تمہارے باپ نے اپنا مال تقسیم کر دیا، اس وقت یہ بچہ حمل میں تھا، جس کا حال انہیں معلوم نہیں تھا، اسے بھی اپنے ساتھ حصہ دار بنا لو، حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو کام کیا ہے میں اسے تبدیل نہیں کروں گا البتہ میرا جو حصہ ہے وہ اس کا ہوا، اس واقعہ کو عبدالرزاق نے معمر سے، انہوں نے ایوب سے، انہوں نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، اور اسی طرح عبدالرزاق نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انھیں عطاء نے یہ واقعہ بتایا۔

ابن خیثمہ کہتے ہیں کہ ابونعیم نے بیان کیا، ان سے مسعر نے، ان سے معبد بن خالد نے کہ حضرت سعد ہمیشہ یوں کیا کرتے تھے، یعنی شہادت کی انگلی اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ ہشام بن عمار نے کہا کہ ہمیں الجراح بن ملیح نے بتایا کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نہ سنا ہوتا کہ مکر و دھوکہ باز جہنم میں ہوں گے تو میں اس امت کا سب سے بڑا مکار ہوتا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب امت میں فتنے پھوٹے تو اس وقت عرب میں پانچ بڑے بڑے دانشمند تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ، ان میں سے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ طائف میں گوشہ نشین تھے، جب دونوں حکموں نے فیصلہ کیا تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مل گئے، پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محمد بن ابو حذیفہ نے مصر پر قبضہ کر کے حضرت عبداللہ بن ابی سرح کو نکال دیا جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں چند دن چھوڑ کر پھر معزول کر دیا اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا، مصر میں داخل ہو کر انھوں نے بہترین روش اختیار کی اور مصر کا صحیح انتظام کیا، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ بات گراں گذری اور انھوں نے ان سے خط و کتابت شروع کی کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں، مگر انھوں نے انکار کیا، لیکن لوگوں کے ساتھ ان دونوں کے بارے میں خیر خواہی ظاہر کرنے لگے اور حالانکہ پوشیدہ طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھیں معزول کر دیا، اور الاشتر نخعی کو مصر بھیج دیا لیکن اشتر مصر پہنچنے سے قبل رملہ میں فوت ہو گیا، تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو

مصر بھیج دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کی امارت کو معمولی خیال کر کے ان سے الجھتے رہے حتیٰ کہ مصر ان سے چھین لیا، محمد بن ابی بکر قتل کئے گئے، اور ان کی لاش کو ایک گدھے کی مردہ لاش میں ڈال کر جلا دیا گیا، اس کے بعد حضرت قیس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے آئے، پھر وہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس عراق چلے آئے، تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے تو وہ اس کے ساتھ تھے اور ہراول دستے کے سپہ سالار تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو یہ بات حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو بہت بری لگی اور سخت کبیدہ خاطر ہوئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کنارہ کش ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے، پھر وہاں سے انصار کے ایک وفد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور شدید عتاب اور سخت کلامی کے بعد ان کی بیعت کر لی، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا اکرام کیا اور انہیں آگے لا کر بڑا رتبہ عطا فرمایا، اب تک وہ ان وفود کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ شاہِ روم کا خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام آیا کہ وہ عرب کے طویل ترین شخص کا زیر جامہ میرے پاس بھیج دیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب ہمیں آپ کے زیر جامہ کی ضرورت پڑی ہے، کیونکہ وہ نہایت طویل القامت تھے، سب سے لمبا شخص بھی ان کے سینے تک نہیں پہنچ سکتا تھا، چنانچہ وہ اٹھے اور ایک طرف ہو کر زیر جامہ اُتار کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پھینک دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ اپنے گھر جا کر اور وہاں سے ہمیں بھیج دیتے، یہ سن کر حضرت قیس رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

ترجمہ: ...... میں یہ چاہتا تھا کہ یہ کام وفود کی موجودگی میں ہو اور لوگ دیکھ لیں کہ یہ قیس ہی کا زیر جامہ ہے، اور لوگ یہ نہ کہیں کہ قیس خود تو غائب ہو گیا اور یہ صبح کے حیران ہونے والے یا ثمود کے آدمی کا زیر جامہ بھیج دیا، میں یمانی قبیلے کا سردار ہوں اور لوگ یا تو سردار ہیں یا ماتحت، میرے ذریعے سے انھیں تھکا دیجئے کیونکہ مجھ جیسا انسان ان پر سخت ہے اور میری قامت سب لوگوں میں طویل ہے، لوگوں کے درمیان مجھے یہ فضیلت اصل، والد اور ایک طویل ہاتھ نے دی ہے جن کے ذریعے میں لوگوں سے بلند رہا کرتا ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفد کے سب سے لمبے شخص کو حکم دیا اس نے اسے اپنی ناک پر رکھا تو وہ زمین پر گر گیا، ایک روایت میں ہے کہ شاہِ روم نے اپنی فوج کے دو آدمیوں کو جن میں سے ایک کو وہ رومیوں کا طاقت ور ترین اور دوسرے کو طویل ترین آدمی سمجھتا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، اور لکھا کہ آپ اپنی قوم میں دیکھیں کہ ان سے طاقت ور تر اور طویل تر شخص ہے یا نہیں! اگر ہے تو میں آپ کے پاس اتنے قیدی اور اتنے تحفے بھیج دوں گا اور اگر نہیں ہے تو آپ مجھ سے تین سال تک کے لئے صلح کر لیں، چنانچہ جب وہ دونوں شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے کہا اس طاقتور شخص کا مقابلہ کون کرے گا، لوگوں نے کہا اس کے مقابلہ کے لئے صرف دو شخص ہیں ایک حضرت محمد بن حنفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور دوسرے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن حنفیہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلایا اور پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے ہم نے آپ کو کیوں بلایا ہے! کہا مجھے معلوم نہیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی کے معاملہ اور اس کی شدت جنگ کا تذکرہ کیا۔ حضرت محمد بن حنفیہ نے رومی سے کہا کہ بتاؤ کیا اختیار کرتے ہو کہ میں بیٹھوں اور اپنا ہاتھ تمھیں پکڑا دوں اور تم زور لگا کر مجھے میری جگہ سے کھڑا کر دو یا تم بیٹھو اور اپنا ہاتھ مجھے دے دو اور میں تمھیں کھڑا کر دوں، جو دوسرے کو کھڑا کر دے گا وہ غالب ہوگا، ورنہ مغلوب تصور کیا جائے گا، پھر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ تم بیٹھتے ہو یا میں بیٹھوں؟ رومی نے کہا آپ بیٹھیں، چنانچہ حضرت محمد بن حنفیہ بیٹھ گئے اور رومی کو ہاتھ پکڑا دیا، رومی نے اپنی پوری قوت لگا دی اور آپ کو ہٹانے اور ہلانے کی کوشش کی تاکہ ان کو کھڑا کر سکے، لیکن وہ ان کو ہلا بھی نہ سکا اور اس نے کوئی سبیل نہیں پائی نتیجۃً رومی مغلوب ہو گیا، اور روم سے آنے والے وفود پر بھی واضح ہو گیا کہ وہ ہار گیا، پھر حضرت محمد بن حنفیہ نے کھڑے ہو کر رومی سے کہا کہ تم بیٹھو، چنانچہ وہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنا ہاتھ انھیں پکڑا دیا، حضرت محمد بن حنفیہ نے بغیر کسی مہلت کے اسے فوراً ہی کھڑا کر دیا اور اسے فضا میں بلند کر کے زمین پر پٹخ دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اٹھ کر ایک طرف گئے اور اپنا زیر جامہ اتار کر اس طویل ترین رومی کو دے دیا اس نے اسے پہنا تو وہ اس کے

سینے تک پہنچ گئی اور اس کے کنارے زمین پر گھسٹ رہے تھے، چنانچہ رومی نے ہار مان لی، اور ان کے بادشاہ نے جن چیزوں کا وعدہ کیا تھا، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں، انصار نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے سامنے زیر جامہ اتارنے پر ملامت کی تو انھوں نے معذرت کرتے ہوئے مذکور بالا اشعار کہے اور کہا کہ ''یہ بات ہمیشہ کے لئے رومیوں کے خلاف حجت ہو، لہٰذا انھوں نے جس حیلہ کا ارادہ کیا تھا انہوں نے اسے ملیامیٹ کردیا''۔

اس واقعہ کو حمیدی نے سفیان بن عیینہ سے اور انھوں نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جسم وجسیم چھوٹے سر والے تھے ان کی داڑھی صرف تھوڑی سی تھی، اتنے طویل القامت تھے کہ اگر کسی بلند قامت گدھے پر سوار ہوتے تو ان کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے ہوتے تھے۔

واقدی، خلیفہ خیاط اور دیگر کئی مؤرخین کا کہنا ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سال ان کے وفات کا تذکرہ کیا ہے، اور ہم نے ان کے قول کا اتباع کیا ہے۔

حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ..... جلیل القدر صحابی تھے، صلح حدیبیہ میں شریک تھے اور وہی رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور سے درخت کی شاخوں کو ہٹاتے رہے، جب آپ ﷺ اس درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے، وہ کیکر کا درخت تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے:

'' لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ''

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوا جبکہ وہ درخت تلے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا گورنر مقرر کیا، وہاں انھوں نے ایک نہر کھودی جو نہر ''معقل'' کے نام سے معروف ہے، ان کا وہاں ایک مکان بھی ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لئے آیا تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں اگر میں اس حالت میں نہ ہوتا تو وہ حدیث تمہیں نہ سناتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ رعیت عطا کرے، پھر وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو سو سال کی مسافت تک سونگھی جا سکتی ہے۔

حضرت ابوھریرہ دوسی رضی اللہ عنہ..... جاہلیت اور اسلام میں ان کے اور ان کے والد کے نام میں زبردست اختلاف ہوا ہے، ہم نے اکثر اقوال کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''التکمیل'' میں بیان کیا ہے، اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تاریخ میں اکثر اقوال کو ذکر کر دیا ہے۔ مشہور ترین قول یہ ہے کہ ان کا نام عبد الرحمٰن بن صخر تھا، قبیلہ ازد پھر دوس سے ان کا تعلق تھا، ایک قول یہ ہے کہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا، بعض نے عبد نہم، اور بعض نے عبد غنم کہا ہے، ابوالاسود کنیت تھی، رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ نام رکھا، بعض کہتے ہیں عبد الرحمٰن رکھا، اور کنیت ابوھریرہ رکھی، خود ان ہی سے روایت ہے کہ میں نے ایک جنگلی بلی دیکھی اور اس کے بچوں کو پکڑ لایا، میرے والد نے یہ حالت دیکھ کر کہا یہ تیری گود میں کیا ہے؟ میں نے اسے بتایا تو اس نے کہا کہ تو ابوھریرہ ہے اور صحیح میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اباھر ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ انھیں ابوھریرۃ فرمایا۔

محمد بن سعد، ابن الکلبی، اور طبرانی کا بیان ہے کہ ان کی والدہ کا نام میمونہ بنت صفیح بن الحارث بن ابی صعب بن ہبہ بن ثعلبہ تھا، اس نے اسلام قبول کیا، اور مسلمان ہونے کی حالت ہی میں وفات پائی، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی اچھی حدیثیں روایت کیں ہیں، وہ حفاظ صحابہ میں سے تھے، انھوں نے حضرت ابوبکر، عمر ابی بن کعب، اسامہ بن زید، نضرۃ ابن ابی نضرہ، فضل بن عباس، کعب احبار اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور خود ان سے اہل علم کی بڑی تعداد نے روایت کی ہے، جن کا تذکرہ ہم نے ''التکمیل'' میں بترتیب حروف تہجی کر دیا، ہمارے شیخ نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان سے تقریباً آٹھ سو اشخاص بلکہ اس سے بھی زیادہ اہل علم صحابہ اور تابعین وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

عمرو بن علی الفلاس کا کہنا ہے کہ وہ مدینہ آیا کرتے تھے، خیبر کے موقع پر مسلمان ہوئے، واقدی کا کہنا ہے کہ ذوالحلیفہ میں ان کا گھر تھا، ایک

مؤرخ کا کہنا ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ گندم گوں رنگت، بلند قامت چوڑے کندھوں اور متصل دانتوں والے تھے۔ ابوداؤد طیالسی اور دیگر نے ابی خلدہ سے، انھوں نے خالد بن دینار سے، انھوں نے ابوالعالیہ سے اور انھوں نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو؟ میں نے کہا دوس سے، آپ ﷺ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ قبیلہ دوس میں بھی کوئی نیک آدمی ہے، امام زھری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید سے اور انھوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں معرکۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھا، عبدالرزاق نے سفیان بن عیینہ سے، انھوں نے اسماعیل سے اور انھوں نے قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خیبر اس وقت پہنچا جب لوگ جنگ سے فارغ ہو چکے تھے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ان سے دراوردی نے، ان سے خثیم نے، ان سے عراک بن مالک نے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول ﷺ مدینہ سے باہر گئے اور مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا، میں مدینہ دوپہر کے وقت پہنچا، اور صبح کی نماز سباع رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی، انھوں نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری میں ویل للمطففین پڑھی، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا فلاں کا باپ ہلاک ہو وہ ایسا شخص تھا جو "ازد" کے علاقے میں رہتے تھے، اس کے پاس ناپ کے دو آلے تھے ایک سے اپنے لئے ناپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے لوگوں کو کم دیتا تھا، صحیح بخاری میں ہے کہ صبح جب رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی اور رات کو ان کا غلام گم ہو گیا تھا اور وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

گزشتہ رات کی درازی اور تکلیف کا کیا کہنا مگر اس نے دارالکفر سے نجات دے دی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ سے ملے تو آپ نے فرمایا، یہ تیرا غلام ہے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ سفر و حضر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے، اور آپ سے حدیثیں سننے کے سخت حریص تھے، گذارہ کی حد تک کے کھانے پر آپ کے ساتھ رہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ریشم کی ایک قمیص پہنی ہوئی تھی اس میں ناک صاف کیا تو فرمایا واہ واہ! ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بھی ریشم کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے، مجھے، وہ وقت بھی یاد ہے جب میں منبر اور حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا، گزرنے والے کہتے کہ انہیں جنون و مرگی ہے، حالانکہ مجھے بھوک کے سوا کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں بھوک کی وجہ سے زمین پر لیٹا رہتا تھا، اور بھوک ہی کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا، اور صحابہ میں سے کسی سے کسی آیت کا مطلب پوچھ لیتا تھا، حالانکہ میں اس کا مطلب اس سے بہتر جانتا تھا، میرا مقصد یہ ہوتا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کچھ کھلا پلا دے، انھوں نے اہل صفہ کے ساتھ دودھ والی حدیث روایت کی ہے جسے ہم اس سے قبل "دلائل النبوۃ" میں ذکر کر چکے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہم سے عبدالرحمن نے، ان سے عکرمہ بن عامر نے، ان سے ابوکثیر یزید بن عبدالرحمن ابن اذنیہ السحمی الاعمی نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ جس مومن کو پیدا کرتا ہے اور وہ میرا نام سنتا ہے حالانکہ اس نے مجھے دیکھا نہیں، ہوتا پھر بھی مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے، میں نے پوچھا، آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا کہ میری ماں مشرکہ تھی اور میں اسے اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا، اور وہ انکار کرتی رہتی، ایک روز معمول کے مطابق میں نے اسے دعوت دی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے، مجھے بہت دکھ ہوا، میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیا کرتا ہوں لیکن وہ میری بات نہیں مانتی، آج میں نے اسے دعوت دی تو اس نے آپ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری ماں کو ہدایت دے، میں دوڑتا ہوا نکلا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے متعلق بشارت دوں جو آپ نے اس کے حق میں مانگی تھی۔ میں جب دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے، لیکن میں نے اندر پانی کی آواز سنی اور اندر سے آواز آئی، اے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ باہر ہی رہو؟ پھر اس نے دروازہ کھولا اور جلدی جلدی اپنا دوپٹہ اوڑھ کر کہنے لگی اشھد ان لاالٰہ الااللّٰہ وان محمداً عبدہ ورسولہ۔ میں جس طرح غم میں روتا ہوا حضور ﷺ کے پاس آیا تھا اسی طرح خوشی سے روتا ہوا آیا، اور کہا یا رسول اللہ: خوش ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے اور میری ماں کو ہدایت دیدی ہے، یارسول اللہ

آپ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے اور میری والدہ کو مؤمن بندوں کا محبوب بنا دے، آپ نے دعا فرمائی اے اللہ: اس لڑکے اور اس کی ماں کو اپنے مؤمن بندوں کا محبوب بنا دے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مؤمن بھی میرے متعلق کچھ سنتا ہے حالانکہ اس نے مجھے دیکھا نہیں ہوتا میری والدہ کو دیکھتا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے، اس کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ سے بروایت عمار رضی اللہ عنہ اسی طرح نقل کیا ہے، یہ حدیث دلائل نبوۃ میں سے ہے بلاشبہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو شہرت دی ہے اور یہ مقدر کیا ہے کہ تمام ممالک کی متعدد جامع مساجد کے اندر دونوں خطبوں کے درمیان خاموش رہنے کے وقت کی حدیث انہیں سے مروی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا مقدر کردہ ہے، اور لوگوں کی محبت ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

ھشام بن عمار کا کہنا ہے کہ ہم سے سعید نے، ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، انھوں نے المقبری سے انھوں نے نضریوں کے آزاد کردہ غلام سے روایت کی ہے اور انھوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد (ﷺ) صرف بشر ہے میں بھی دوسرے انسانوں کی طرح غضبناک ہوتا ہوں اور تو نے مجھ سے عہد کیا ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا کہ مسلمانوں میں سے جس شخص کو میں دوست رکھوں یا برا بھلا کہوں یا درے ماروں تو تو اسے قیامت کے روز اپنے ہاں قرب کا ذریعہ بنا دے گا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے مارنے کے لئے درہ اُٹھایا اس سے آپ ﷺ کا مجھے مارنا سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب تھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ میں امن پالوں اور رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول ہو جائے۔

ابن ابی ذئب نے سعید المقبری سے روایت کی ہے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں لیکن انھیں بھول جاتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلا دو، میں نے اسے پھیلا دیا، پھر فرمایا اسے لپیٹ لو، میں نے لپیٹ لیا پھر اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا، اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں سفیان سے، وہ امام زھری سے، وہ عبدالرحمٰن الاعرج سے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ میں بہت زیادہ حدیثیں سناتا ہوں، اللہ کی قسم! میں ایک مسکین آدمی تھا، پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا، مہاجرین بازاروں میں سودے میں مشغول رہتے اور انصار اپنے اموال و کھیتوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے، ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری بات ختم کرنے تک اپنی چادر پھیلائے رکھے گا اور پھر اسے لپیٹ لے گا تو وہ مجھ سے سنی ہوئی کسی بات کو ہرگز نہیں بھولے گا چنانچہ میں نے اپنی چادر پھیلا دی، جب آپ نے بات ختم کر لی میں نے اسے تہہ کر لیا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اس کے بعد میں نے آپ سے جو کچھ سنا ہے اسے نہیں بھولا ہوں، اسے ابن وھب نے یونس سے، انھوں نے زھری سے، انھوں نے سعید بن المسیب سے اور انھوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس کے اور بھی طرق ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے یہ بھولنا صرف اسی بات کے ساتھ خاص تھا وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے دیگر حدیثیں بھلا دی تھیں مثلاً حدیث" **لا ولا عدوی و لا طیرۃ** " کہ اسلام میں تعدی امراض اور بدفالی معتبر نہیں۔ اور اسی طرح حدیث، **لا یورد ممرض علی مصح**" صحیح میں اس کی تصریح ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دعا اس قول اور دیگر اقوال کے بارے میں ہے۔ واللہ اعلم۔

دراوردی نے عمرو بن ابی عمرو سے انھوں نے سعید مقبری سے اور انھوں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں نے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن سب سے زیادہ کون آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ میں نے تمھیں لوگوں سے زیادہ حدیث کا شوقین دیکھا تو میرا یہی گمان ہوا کہ تم سے پہلے کوئی یہ سوال نہیں کرے گا، بلاشبہ قیامت کے روز سب لوگوں سے بڑھ کر میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہوگا جو خلوص دل کے ساتھ "**لا الٰہ الا اللّٰہ**" کہے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عمرو بن ابی عمرو کے طریق سے روایت کیا ہے۔ ابن ابی ذئب نے سعید المقبری سے روایت کی ہے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن حفظ کر لئے ہیں ایک کو تو میں نے پھیلا دیا ہے، اگر دوسرے کو میں پھیلاؤں تو یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابن ابی ذئب کے طریق سے روایت کیا ہے دیگر لوگوں نے اسے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، علم کے جس برتن کا

آپ نے اظہار نہیں کیا وہ آنے والے فتنوں، جنگوں، معرکوں، قتل وقتال اور آگے ہونے والے واقعات سے متعلق تھے، اگر وہ ایسی باتیں سناتے تو لوگ ان کی تکذیب میں جلد بازی کرتے اور ان کی سچی باتوں کو بھی رد کر دیتے، (ان سے چونکہ احکام شریعت بھی متعلق نہیں تھے۔ کرخی) جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا کہ اگر میں تم کو بتاؤں کہ تم اپنے امام کو قتل کرو گے اور آپس میں تلواریں لڑاؤ گے تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے، اس حدیث سے ہوس پرست، باطل عقائد ونظریات رکھنے والے فاسد لوگ استدلال کرتے ہیں کہ جس برتن کو انھوں نے ظاہر نہیں کیا اس میں ہمارے عقائد اور ہماری تائید کی باتیں تھیں، اپنی باتوں کے تضاد وتعارض کے باوجود ہر باطل پرست اس کا دعوی کرتا ہے حالانکہ اس کا یہ دعوی ڈھکوسلا ہے، اگر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے نہیں بتایا تو پھر ان صاحب کو کہاں سے معلوم ہوا؟ اس میں صرف فتنوں اور جنگوں کے متعلق احوال تھے جیسا کہ اس کے متعلق خود انھوں نے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے خبر دی ہے، ان میں سے کچھ تو ہم بیان کر چکے ہیں، اور کچھ کتاب الفتن و الملاحم میں عنقریب بیان کریں گے۔

حماد بن زید کا بیان ہے کہ ہم سے عمرو بن عبید نے بیان کیا، ان سے مروان بن الحکم کے کاتب ابوالزعیزعہ نے بیان کیا کہ مروان نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر تخت کے پیچھے بٹھایا، اور مروان نے ان سے سوالات شروع کر دیئے، اور میں دوسری طرف بیٹھ کر انھیں لکھنے لگا، پھر سال کے آخر میں مروان نے انہیں دوبارہ بلایا اور پردے کے پیچھے بٹھایا اور ان سے اس تحریر کے مطابق سوالات کرنے لگا، انہوں نے ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی، اور نہ کسی بات کو آگے پیچھے بیان کیا۔

ابوبکر بن عیاش نے اعمش سے انھوں نے ابوصالح سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سب سے زیادہ حفظ کرنے والے تھے، لیکن سب سے افضل نہیں تھے، ربیع نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں احادیث روایت کیں ان میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حافظ تھے، ابوالقاسم بغوی نے ابوخیثم سے نقل کیا ہے، انھوں نے ولید بن مسلم سے، انھوں نے سعید بن عبدالعزیز سے انھوں نے مکحول سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیموں میں سے ایک خیمہ میں جمع ہوئے اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے صبح تک انہیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنائیں، سفیان بن عیینہ نے معمر سے، انھوں نے وہب بن منبہ سے انھوں نے اپنے بھائی ھمام بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ حدیثیں صرف حضرت عبداللہ بن عمرو کو یاد ہیں کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا، ابوزرعہ دمشقی نے ابوزرعہ الرعینی سے نقل کیا ہے انھوں نے مروان بن محمد سے انھوں نے سعید بن عبدالعزیز سے، انھوں نے اسماعیل بن عبداللہ سے کہ مجھے السائب بن یزید نے بتایا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم حدیث بیان کرنا چھوڑ دو ورنہ میں تمھیں قبیلہ دوس کی سرزمین سے ملادوں گا، نیز انھوں نے کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کہا کہ تم بھی پہلے زمانے کی باتیں کرنا چھوڑ دو ورنہ تمھیں بھی بندروں کی زمین سے ملادوں گا۔

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے ابومسہر کو سعید بن عبدالعزیز کے حوالے سے ایسی باتیں کرتے سنا ہے لیکن اس نے سند بیان نہیں کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ پابندی اس پر محمول کی جاسکتی ہے کہ ان کو ان احادیث سے یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا لوگ انھیں ان کے مقام پر نہیں رکھیں گے اور رخصت کی احادیث میں گفتگو کرنے لگیں گے، اور جب کوئی آدمی کثرت سے احادیث بیان کرتا ہے تو بسا اوقات اس سے غلطی اور خطا سرزد ہو جاتی ہے، اور لوگ اسے یونہی روایت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں حدیث بیان کرنے کی اجازت دی تھی۔

مسدد کہتے ہیں کہ ہم سے خالد طحان نے بیان کیا کہ مجھے یحیٰی بن عبداللہ نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میری بات پہنچی تو انھوں نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمھیں یاد ہے جس دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فلاں کے گھر میں تھے؟ میں نے کہا ہاں یاد ہے اور مجھے پتہ ہے کہ آپ نے کیوں مجھ سے پوچھا ہے؟ فرمایا بتاؤ کیوں پوچھا ہے؟ میں نے کہا کیونکہ اس روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے گا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے، فرمایا ٹھیک ہے جاؤ اب حدیث بیان کرو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے عفان نے بتایا انھیں عبدالواحد یعنی ابن زیاد نے، انھیں عاصم بن کلیب نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ صادق

مصدوق نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنائے گا، اسی قسم کی حدیث ان سے، ایک اور طریق سے بھی مروی ہے۔ ابن وھب نے یحییٰ بن ایوب سے انھوں نے محمد بن عجلان سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں یہ حدیثیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یا ان کے سامنے بیان کرتا تو میرا سر پھوڑ دیا جاتا، صالح بن ابی خضر نے زھری سے انھوں نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ہم "قال رسول اللہ ﷺ" نہیں کہہ سکتے تھے۔

محمد بن یحییٰ ذھلی نے عبدالرزاق سے انھوں نے معمر سے انھوں نے زھری سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کم سے کم بیان کیا کرو سوائے ان احادیث کے جن پر عمل کیا جاتا ہے، راوی کا کہنا ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور میں یوں حدیثیں بیان کرتا، تو مجھے یقین ہے کہ مجھے ضرور کوڑے کھانے پڑتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ زیادہ تر قرآن کے ساتھ مشغول رہا کرو اسی لئے جب انھوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو عراق بھیجا تو انھیں فرمایا کہ تم ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہو جن کی مساجد میں قرآن کی تلاوت کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح گونجتی ہے لہذا انھیں اسی حالت پر رہنے دینا انھیں احادیث کے ساتھ الجھنے مت دینا اور میں اس بات میں تیرا شریک ہوں، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کافی مشہور ہے۔

امام احمد نے بتایا کہ مجھے ھیثم نے خبر دی انھیں یعلی بن عطاء نے ولید بن عبدالرحمٰن سے انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت سنائی کے ایک بار وہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کر رہے تھے، اس دوران یہ حدیث سنائی کہ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے اور نماز جنازہ بھی پڑھے تو اسے ایک قیراط اجر ملے گا اور اگر وہ دفن میں بھی شریک ہو تو اسے دو قیراط ملیں گے، اور ہر قیراط احد پہاڑ سے بڑا ہوگا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا، اے اباھر! کچھ سوچو کیا چیز رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہو؟ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ام المؤمنین میں آپ کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے اور اس پر نماز پڑھے تو اسے ایک قیراط ملے گا اور جو دفن تک موجود رہے تو اسے دو قیراط ملیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیوں نہیں؟ بے شک فرمایا تھا، اب حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وادی میں پودے لگانا اور بازار میں خرید و فروخت کرنا مجھے رسول اللہ ﷺ سے دور نہیں کرتے تھے، میں آپ ﷺ سے علم کی باتیں چاہتا تھا جو آپ مجھے سکھاتے تھے، اور کھانے کا ایک لقمہ چاہتا تھا جو آپ مجھے کھلاتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اباھر! آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور تم ہم سے زیادہ آپ ﷺ کی حدیثیں جانتے ہو۔

واقدی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن نافع نے اپنے والد کے حوالے سے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھے اور جنازہ کے آگے آگے چلتے ہوئے ان کے لئے رحم کی دعا کر رہے تھے، اور فرمارہے تھے کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو لوگوں کے لئے حفظ کیا کرتے تھے، مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی بہت سی احادیث کی تفسیر کی ہے، اور بعض میں انہیں وھم ہوا ہے، اور صحیح میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں ایک ہی وقت میں بہت سی احادیث بیان کرنے سے منع کیا۔ ابوالقاسم بغوی نے کہا کہ مجھ سے بشر بن الولید الکندی نے انہوں نے اسحاق بن سعد سے انہوں نے سعید سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، کہ اے ابوھریرہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بکثرت احادیث بیان کی ہیں انہوں نے کہا اللہ کی قسم خضاب اور سرمہ دانی اس سے مجھے مشغول نہیں کر سکتے تھے لیکن میں دیکھ رہا ہوں میری حدیث نے آپ کو بکثرت احادیث بیان کرنے سے روک دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا شاید ایسا ہی ہو، ابویعلی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراھیم شامی نے بیان کیا ان سے حماد بن سلمہ نے انہوں نے ثابت سے اور انہوں نے ابورافع سے نقل کیا کہ ایک قریشی آدمی حضرت ابوھریرہ کے پاس ایک جوڑا پہن کر فخر کرتا ہوا آیا، اور کہنے لگا، اے ابوھریرہ تم رسول اللہ ﷺ سے بکثرت احادیث بیان کرتے ہو، کیا میرے اس جوڑے کے بارے میں کچھ سنا ہے، انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم تم لوگ ہمیں بہت تکلیف دیتے ہو اگر اللہ تعالیٰ کا اھل کتاب پر مواخذہ نہ ہوتا، (لیبیننہ للناس ولا یکتمونہ) تو میں تمھیں کچھ نہ سناتا، میں نے ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پہلے زمانہ میں ایک آدمی ایک جوڑا پہن کر فخر کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اور قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔

قسم بخدا، مجھے نہیں معلوم کہ وہ تمہاری قوم کا تھا یا فرمایا کہ تمہارے قبیلے کا تھا، ابویعلی کو شک ہے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عمر نے بیان کیا ان سے کثیر ابن زید نے اور انہیں ولید بن رباح نے بتایا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان سے فرمایا کہ خدا کی قسم تو والی نہیں ہے، والی تمہارے علاوہ کوئی اور ہے، لہٰذا اسے چھوڑ دے، یعنی جب لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن کرنے کا ارادہ کیا، مروان نے انہیں روکا، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایسی چیز میں دخل دے رہے ہو جو تمہارے فائدہ کی نہیں تم اس سے صرف ایک شخص کو خوش کرنا چاہتے ہو جو تم سے دور ہے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو، یہ سن کر مروان غصہ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوا، اور کہنے لگا کہ اے ابوھریرۃ لوگ کہتے ہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بکثرت بیان کر رہے ہو، حالانکہ تم رسول اللہ ﷺ کی وفات سے کچھ مدت پہلے مسلمان ہوئے ہو، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر آیا، اس وقت میری عمر تیس برس سے اوپر تھی، اور میں آپ ﷺ کی وفات تک ان کے ساتھ تھا اور میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں گھومتا تھا، آپ کی خدمت کرتا تھا، آپ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتا تھا اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، اللہ کی قسم! قریش اور انصار کے کچھ لوگ بلاشبہ آپ کی صحبت میں مجھ سے سبقت کر گئے تھے، اور ہجرت میں بھی سبقت کی ہے اور وہ میرے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کو جانتے ہیں اور وہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں دریافت کرتے رہتے ہیں ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے، خدا کی قسم مدینہ کی کوئی حدیث، رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والا کوئی شخص اور جسے رسول اللہ کے ہاں کچھ مقام حاصل تھا وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے غار کے ساتھی تھے وغیرہ، اور ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ نے نکال دیا تھا اور مدینہ میں رہنے نہیں دیا تھا، اس بات سے وہ مروان کے باپ حکم بن العاص پر تعریض کرنا چاہتے ہیں پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوعبدالملک مجھ سے ان باتوں اور ان جیسی دیگر باتوں کے متعلق پوچھتا تھا اور میرے پاس اس کا علم کثیر پاتا تھا، راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم اس کے بعد مروان حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے دور رہتے تھے، بچتے رہتے تھے ان سے اور ان کے جوابات سے ڈرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے مروان سے کہا کہ میں نے اپنے اختیار اور خوشی سے اسلام قبول کیا، اور رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کی، اور تم لوگ اھل دار اور مھبط وحی کے رہنے والے تھے داعی ﷺ کو اس کی سرزمین سے نکال دیا، اسے اور اس کے اصحاب کو اذیتیں دیں، اور تمھارا اسلام میرے اسلام سے تمھارے ناپسندیدہ وقت تک مؤخر ہوا، چنانچہ مروان ان کے اس کلام سے شرمندہ ہوئے اور ان سے بچتے رہے۔

ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ ہم سے ھارون بن معروف نے بیان کیا، ان سے محمد بن سلمۃ نے ان سے محمد بن اسحاق نے ان سے عمر یا عثمان بن عروہ نے اور ان سے ان کے والد یعنی عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے کہا کہ مجھے اس یمانی یعنی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے قریب کر دو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت حدیثیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے انھیں قریب کر دیا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرنے لگے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، صدق (سچ بولا) صدق کذب (سچ بولا غلط کہا) اور صدق (سچ بولا) کہنے لگے۔ میں نے پوچھا کہ یہ سچ بولا لیکن غلط بولا، اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ اے بیٹے! اگر انھوں نے یہ حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں لیکن وہ ان میں سے کچھ کو تو صحیح موضع پر رکھتے ہیں لیکن بعض کو اصل موضع سے ہٹا دیتے ہیں۔

علی بن المدینی روایت کرتے ہیں وھب بن جریر سے، وہ اپنے والد سے وہ محمد بن اسحاق سے وہ محمد بن ابراھیم سے وہ ابی الیسر بن ابی عامر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا، اے ابومحمد، اللہ کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ یہ یمانی شخص تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا جاننے والا ہے یا وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو اس نے نہیں سنیں یا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمائی، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قسم بخدا! ہمیں اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ سنا جو ہم نے نہیں سنا اور وہ کچھ جانا جو ہم نہیں جانتے، ہم مالدار لوگ تھے، ہمارے گھر اور خاندان تھے، ہم دن کے کسی حصے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے اور واپس ہو جاتے تھے، اور وہ مسکین آدمی تھا نہ اس کے پاس کوئی مال تھا نہ اھل وعیال، اس کا ہاتھ رسول اللہ کے ساتھ تھا، جہاں آپ جاتے وہ آپ کے ساتھ ہوتا، چنانچہ بلاشبہ اس نے وہ باتیں سنیں جو ہم سن نہ سکے اور اس نے وہ باتیں جان لیں جو ہم نہ جان سکے، اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی

طرح روایت کیا ہے۔

شعبہ اشعث بن سلیم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہوئے سنا، تو ان سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے (قدیم) صحابی ہیں اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں پھر فرمانے لگے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی حدیثیں سنیں جو ہم نہ سن سکے، اور مجھے یہ پسند ہے کہ میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کروں بنسبت اس کے کہ بغیر سنے رسول اللہ ﷺ سے روایت کروں۔

مسلم بن الحجاج کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے بیان کیا، ان سے مروان دمشقی نے وہ لیث بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ مجھے بکیر بن الاشج نے سنایا کہ ہم سے بشر بن سعید نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور حدیث کی حفاظت کرو خدا کی قسم، میں نے دیکھا کہ ہم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھتے تھے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں سناتے اور اسی مجلس میں کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی سناتے پھر وہ اٹھ جاتے تو میں اپنے بعض ساتھیوں کو دیکھتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو کعب کی طرف منسوب کرتے اور کعب کے اقوال کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے، ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قول کو کعب کا قول بناتے تھے اور کعب کے قول کو رسول اللہ ﷺ کا قول بناتے تھے، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور حدیث کے متعلق خبردار ہو۔

یزید بن ھارون کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ تدلیس کیا کرتے تھے یعنی وہ رسول اللہ ﷺ اور کعب احبار سے روایت کرتے تھے لیکن ان میں امتیاز نہیں کرتے تھے، شعبہ اس سے حدیث "**من أصبح جنبا فلا صيام له**" کہ جس نے حالت جنابت میں صبح کی اس کا روزہ نہیں، کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ کیونکہ جب ان سے اس کی تحقیق کی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی، شریک مغیرہ سے اور وہ ابراھیم سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کو چھوڑ دیتے تھے، اعمش نے ابراھیم نے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ہر حدیث کو نہیں لیتے تھے، سفیان ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابراھیم سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث میں کچھ تامل کرتے تھے مگر ان احادیث کو لیتے تھے جو جنت و دوزخ کے متعلق تھیں یا کسی عمل کی ترغیب، اور کسی برائی سے نہی ان میں ہوتی تھی اور موافق قرآن بھی ہوں، ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ہے، اور ابراھیم نخعی کے اس قول کی تردید کی ہے، کوفیوں کی ایک جماعت نے بھی یہی ابراھیم والا قول کہا ہے لیکن جمہور ان کے خلاف ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے صدق، حفظ، دیانت، عبادت، زھادت اور عمل صالح میں سے عظیم حصہ پایا تھا، حماد بن زید، عباس الجریری سے اور وہ ابی عثمان النہدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ تہائی رات تک جاگتے تھے، ایک تہائی ان کی بیوی اور ایک تہائی ان کی بیٹی جاگتی تھی، پہلا دوسرے کو جگاتا اور دوسرا تیسرے کو، صحیحین میں خود ان سے روایت ہے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے چاشت کی دو رکعتوں اور ہر مہینے میں تین روزوں کی وصیت کی اور یہ بھی کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں، ابن جریج ایک محدث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رات کو تین اجزاء میں تقسیم کرتا ہوں، ایک جزء قرأتِ قرآن کے لئے دوسرا سونے کے لئے تیسرا رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا مذاکرہ کرنے کے لئے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے مسلم بن ابراھیم نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عثمان القرشی نے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک نماز کی جگہ اپنے تہہ خانے میں بنائی تھی، ایک گھر میں ایک کمرے میں اور ایک گھر کے دروازے پر بنوائی تھی، جب نکلنا چاہتے تو سب جگہ نماز پڑھ کر نکلتے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو بھی سب جگہوں پر نماز پڑھتے، عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہر رات بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے، اور فرماتے میں اپنی دیت کے بقدر تسبیحیں پڑھتا ہوں، ھیثم روایت کرتے ہیں یعلی بن عطاء سے وہ میمون بن ابی میسرہ سے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہر روز دو آوازیں لگاتے تھے ایک صبح کے وقت کہ رات گئی دن آ گیا اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا گیا، اور جب شام ہوتی تو آواز لگاتے کہ دن گیا، رات آ گئی اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا گیا جو کوئی بھی ان کی آواز سنتا وہ آگ سے پناہ مانگتا۔

عبداللہ بن المبارک کہتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن عبیدہ نے سنایا، انھوں نے زیاد بن ثوبان سے اور انھوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کی کہ انھوں نے فرمایا، کسی فاجر کی نعمت پر کبھی رشک نہ کرنا کیونکہ اس کے پیچھے ایک زبردست خاموش طالب ہے جو اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ جہنم اسے طلب کرتی ہے اور جب بھی اس کی آگ ٹھنڈی پڑے گی، اسے مزید بھڑکایا جائے گا، ابن لھیعہ، ابن یونس سے اور وہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز انھوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، فارغ ہو کر انھوں نے اپنی آواز بلند کی اور فرمایا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے دین کو قوام بنایا اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو بعد اس کے وہ اپنے پیٹ بھرنے اور چلنے کی قوت پانے کے لئے غزوان کی بیٹی کا اجیر تھا امام بنایا۔

ابراھیم بن اسحاق الحربی کہتے ہیں کہ ہمیں عفان نے سنایا، انہیں سلیم بن حیان نے بتایا کے میں نے اپنے والد کو سنا، وہ حضرت ابوھریرۃ سے روایت کرر ہے تھے کہ میں نے یتیمی میں پرورش پائی، حالت مسکینی میں ھجرت کی، میں غزوان کی بیٹی کا اجیر تھا، معاوضہ میں پیٹ بھرنے اور چلنے کی قوت حاصل کرتا تھا، جب وہ سوار ہوتے تو میں جانوروں کو ہنکاتا تھا، اور جب اترتے تو میں ان کے لئے لکڑیاں جمع کرتا تھا، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے دین کو مضبوط بنایا اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو امام بنایا، پھر فرماتے اے اہل اسلام! اللہ کی قسم میری اجرت میں صرف کچھ خشک ٹکڑے اور تاریک و کہر آلود رات میں سفر کرنا ہوتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے میرا عقد کرادیا تو جب وہ سوار ہوتے تو میں بھی سوار ہوتا، جب ان کی خدمت کی جاتی تو میری بھی خدمت کی جاتی اور اگر وہ اترتے تو میں بھی اترتا۔

ابراھیم بن یعقوب الجورجانی کہتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن نصر نے سنایا، انھیں سلال بن عبدالرحمٰن حنفی نے وہ عطاء ابن ابی میمونہ سے اور وہ ابوسلمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کے ہمیں علم کا ایک باب سیکھنا ایک ہزار نفل رکعت پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے، اسی طرح ایک ایسا باب جسے ہم سکھائیں چاہے اس پر عمل کریں یا نہ کریں وہ ہمیں سو رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور دونوں حضرات نے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب طالب علم کو موت آئے اور طلب علمی میں انتقال کر جائے تو وہ شہید ہے۔ یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔

کئی لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ اپنے سجدوں میں زنا کرنے، چوری کرنے، کفر کرنے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آپ سے سوال کیا گیا: کیا آپ کو ان باتوں کا خدشہ ہے؟ آپ نے جواب دیا، مجھے کون ان باتوں سے اطمینان دلا سکتا ہے جب کہ ابلیس زندہ ہے؟ اور دلوں کا پھیرنے والا انہیں جیسے چاہے پھیر سکتا ہے؟

آپ کی بیٹی نے آپ سے کہا ابا جی! لڑکیاں مجھے ملامت کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تیرے والد تجھے سونے کے زیورات بنوا کر کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا: اے بیٹی! ان سے کہنا میرے والد شعلے کی گرمی سے خوف کھاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ کیونکہ آپ نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہے تھے۔ کچھ دیر انتظار کے بعد آپ واپس مڑے تو میں نے آپ کے نزدیک ہو کر کہا مجھے کتاب اللہ کی کچھ آیات پڑھا دیں اور میرا مقصد صرف کھانا تھا۔ (یعنی بھوک لگی تھی) آپ نے سورۂ آل عمران کی کچھ آیات مجھے پڑھا دیں۔ اور جب آپ اپنے گھر کے پاس آئے تو اندر داخل ہو گئے اور مجھے دروازے پر چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا کہ شاید اپنے کپڑے بدل کر میرے لئے کھانے کا حکم دیں گے مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ جب دیر ہو گئی تو میں اٹھ کر چل پڑا تو رسول اللہ ﷺ مجھے مل گئے۔ آپ نے مجھ سے گفتگو کی تو فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! آج رات تیرے منہ کی بو متغیر ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک ایسا ہی ہے۔ دن بھر روزہ دار رہا ہوں اور ابھی تک افطاری نہیں کر سکا۔ اور میرے پاس افطار کے لئے کچھ موجود بھی نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چل دیئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا۔ یہاں تک کہ آپ اپنے گھر پہنچ گئے۔ اور اپنی سیاہ فام لونڈی کو بلایا۔ اور فرمایا: یہ پیالہ ہمیں دو! وہ پیالہ ہمارے پاس لائی تو اس میں کھانے کی چکناہٹ تھی۔ میرا گمان ہے کہ ''جو'' تھے جو کھائے جا چکے تھے۔ البتہ پیالہ کے اطراف میں تھوڑا سا حصہ لگا ہوا تھا۔ پس میں نے بسم اللہ پڑھی اور ان کی تلاش کرنے لگا، یہاں تک کہ کھا کر بہتر ہو گیا۔

اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اسحٰق بن ابراہیم نے ہم کو عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن محمد بن سیرین کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے فرمایا: ''سونا نہ پہننا مجھے تمہارے بارے میں شعلے کی گرمی کا خوف ہے'' یہ حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے

مروی ہے۔اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حجاج نے ہم سے شعبہ عن سماک بن حرب عن ابی الربیع عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ کوڑا کرکٹ تمہاری دنیا اور آخرت کو تباہ کرنے والا ہے، یعنی شہوات اور جو کچھ وہ کماتی ہیں۔

اور طبرانی نے ہی ابن سیرین سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو گورنر بنانے کے لئے بلوایا۔ تو آپ نے گورنر بننے سے صاف انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت! کیا آپ گورنری ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس نے بھی گورنری کی ہے جو آپ سے بہتر تھا۔؟ یا یوں فرمایا: اس نے بھی گورنری کا مطالبہ کیا ہے جو آپ سے بہتر تھا؟ حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا: کس نے؟ آپ نے فرمایا: یوسف علیہ السلام نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: یوسف تو نبی ہیں اور نبی کے بیٹے ہیں اور میں ابو ہریرۃ بن اُمیمہ ہوں، اور میں دو تین باتوں سے ڈرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے پانچ باتیں نہیں کہی تھیں؟ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں علم کے بغیر بات کرنے اور حلم کے بغیر فیصلہ کرنے سے ڈرتا ہوں، اور یہ کہ میری پشت پر مار پڑے، میرا مال چھن جائے اور میری عزت کو گالی گلوچ کا نشانہ بنایا جائے۔

اور سعید بن ابی ھند نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: کیا آپ مجھ سے ان غنائم کے متعلق نہیں پوچھیں گے جس کے متعلق آپ کے اصحاب نے سوال کیا ہے؟ میں نے کہا: میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو جو کچھ سکھایا ہے اس میں سے کچھ مجھے سکھا دیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میری پشت سے چادر کھینچ کر اُسے میرے اور اپنے درمیان بچھا دیا گویا کہ میں اس پر جوؤں کو رینگتے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے مجھ سے بیان کیا حتیٰ کہ آپ نے اپنی بات مکمل کر لی تب فرمایا: اس کو اکٹھا کر کے تھیلی بنا لو۔ پس میری یہ حالت ہوگئی کہ آپ نے جو بات مجھ سے بیان کی اس کا ایک لفظ بھی میں نہ بھولا۔

ابو عثمان النہدی کا بیان ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ روزہ کیسے رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں مہینہ کے آغاز میں تین دن روزہ رکھتا ہوں اب اگر میرے ساتھ کوئی واقعہ ہو جائے تو مجھے ایک ماہ کا اجر ملے گا۔

اور حماد بن سلمہ نے ثابت سے ابو عثمان النہدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے۔ جب راستہ میں قیام ہوا تو انہوں نے توشہ دان رکھ کر آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا میں روزے سے ہوں۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہونے ہی والے تھے تو آپ نے آکر ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ اور لوگ اپنے اس قاصد کی طرف دیکھنے لگے جسے انہوں نے آپ کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے ان سے کہا، میں تمہیں اپنی طرف دیکھتا ہوا پاتا ہوں خدا کی قسم! آپ نے مجھے بتایا تھا کہ میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے درست کہا ہے۔ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ ایک ماہ کے روزے، صبر کے روزے ہیں۔ اور ہر ماہ تین دن کا روزہ رکھنا ہمیشہ کا روزہ رکھنا ہے۔ میں نے مہینہ کے آغاز میں تین دن روزہ رکھ لیا تھا۔ پس میں اللہ کی تخفیف کی خاطر افطار کرنے والا ہوں اور اللہ کی تضعیف کی خاطر روزہ رکھنے والا ہوں۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عبد الملک بن عمرو نے اسماعیل عن ابی المتوکل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ جب آپ اور آپ کے اصحاب روزہ رکھتے تو مسجد میں بیٹھ جاتے اور کہتے ہم اپنے روزوں کو پاک کر رہے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بیان کیا ہے کہ ابو عبیدہ حداد عن عثمان الشحام ابو سلمۃ عن فرقد السنجی کی سند سے مروی ہے کہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے میری ہلاکت میرے پیٹ کی وجہ سے ہے، اگر میں اس کو سیر کروں وہ مجھے برانگیختہ کرتا ہے، اور اگر بھوکا رکھوں تو مجھے کمزور کر دیتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہر روز اللہ تعالیٰ کے حضور بارہ ہزار مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں اور یہ میری دیت کے برابر ہے۔ عبد اللہ بن احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ایک دھاگا تھا جس میں بارہ ہزار گرہیں تھی۔ آپ سونے سے قبل اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار گرہیں تھیں اور آپ اس کے

ساتھ تسبیح کیے بغیر سوتے نہ تھے۔ یہ حدیث پہلی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہارے اس دنیا پر نہیں روتا بلکہ اپنے سفر کی دوری اور زادراہ کی کمی پر روتا ہوں اور میں جنت و دوزخ کی اترائی اور چڑھائی میں ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کی طرف لے جایا جاؤں گا؟

اور قتیبہ بن سعید نے الفرج فضالہ عن ابی سعید عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ: جب تم اپنی مساجد کو نقش و نگار کرو گے اور اپنے مصاحف کو آراستہ کرو گے تو تم پر ہلاکت آئے گی۔ اور طبرانی نے معمر سے روایت کی ہے کہ مجھے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ جب آپ کے پاس سے جنازہ گزرتا تو آپ فرماتے وہ شام کو چلے گئے اور ہم صبح کو جانے والے ہیں یا فرماتے کہ وہ صبح کو چلے گئے اور ہم شام کو جانے والے ہیں۔ یہ ایک موثر نصیحت اور فوری بندھن ہے کہ پہلا چلا جائے گا اور دوسرا باقی رہیگا۔ اس سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے۔

اور حافظ ابوبکر بن مالک نے بیان کیا ہے کہ عبدالمومن بن عبداللہ الدوسی نے ابو یزید المدینی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر نبی علیہ السلام کے مقام سے نیچے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: عربوں کے لئے اس شر میں ہلاکت ہے جو نزدیک آچکا ہے اور بچوں کی امارت میں ان کے لئے ہلاکت ہے وہ ان کے بارے میں خواہش سے فیصلہ کرتے ہیں اور غصہ سے قتل کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ علی بن ثابت نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام ابن زیاد کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس پندرہ پھل تھے پانچ سے میں نے افطاری کی اور پانچ سے سحری کھائی اور پانچ کو میں نے اپنے ناشتہ کے لئے باقی رکھا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن عمرو نے ہم سے اسماعیل (العبدی) عن ابی المتوکل کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حبشی عورت تھی جس نے اپنے کام سے انہیں پریشان کر دیا تھا۔ ایک دن آپ نے اس پر کوڑا اٹھایا پھر فرمایا: اگر قیامت کے دن قصاص نہ ہوتا تو تجھے اس سے سیدھا کرتا لیکن میں عنقریب تجھے ایسے کے پاس فروخت کر دوں گا جو مجھے تیری پوری قیمت دے گا۔ جا! تو خدا کی خوشنودی کے لئے آزاد ہے۔

اور حماد بن سلمۃ نے ایوب عن یحییٰ ابن ابی کثیر عن ابی سلمۃ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو میں آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ میں نے کہا اے اللہ! ابو ہریرۃ کو شفا دے۔ آپ نے فرمایا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا! پھر کہنے لگے: اے ابوسلمۃ! قریب ہے کہ لوگوں پر وہ زمانہ آئے کہ آدمی کو موت، سرخ سونے سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

عطاء نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم چھ باتوں کو دیکھو تو تم میں سے جس کی جان ہاتھ میں ہو وہ اسے چھوڑ دے اور میں اسی خوف سے موت کی تمنا کرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے آنہ لیں۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں:

(۱)...... جب بیوقوفوں کو امیر بنایا جائے گا۔

(۲)...... فیصلے کو فروخت کیا جائے گا۔

(۳)...... خون کو معمولی سمجھا جائے گا۔

(۴)...... رشتوں کو قطع کیا جائے گا۔

(۵)...... پولیس کے سپاہی زیادہ ہو جائیں گے۔

(۶) ایسی پود پروان چڑھے گی جو قرآن کو گیت بنا لے گی۔

ابن وھب نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن الحارث عن یزید بن زیاد القرظی عن ثعلبہ بن ابی مالک القرظی کی سند سے مروی ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ لکڑیوں کے دو گٹھے اٹھائے ہوئے بازار میں آئے ان دنوں وہ مروان بن الحکم کی طرف سے امیر تھے۔

اور فرمایا: اے ابن ابی مالک! امیر کے لئے وسیع ترین راستہ ہے۔ میں نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ کافی ہے؟ آپ نے فرمایا: امیر کے لئے

وسیع ترین راستہ یہ ہے کہ اس کے سر پر گھٹنے ہو۔

آپ کے فضائل ومناقب اور مواعظ وخوبصورت گفتگو بہت ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور رسول اللہ کے ساتھ رہے، سوائے ایک موقع پر (جب آپ ﷺ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کے ساتھ آپ کو بحرین کی طرف بھیجا تھا)۔ آپ ﷺ نے انہیں وصیت کی۔ حضرت العلاء نے آپ کو مؤذن مقرر کر دیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اے امیر! آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ کرنا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں آپ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا اور جملہ عمال کے ساتھ آپ کو حصہ دیا۔

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ معمر نے ایوب سے ابن سیرین کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر بنایا تو آپ دس ہزار درھم لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا: اے خدا اور اس کی کتاب کے دشمن! تو نے ان اموال کو ترجیح دی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں خدا تعالیٰ اور اس کی کتاب کا دشمن نہیں بلکہ ان دونوں کے دشمن کا دشمن ہوں، رہا یہ مال کہ کہاں سے لایا ہوں؟ تو میرے گھوڑوں نے بچے دیئے اور کچھ غلہ اور غلام میرے پاس تھے۔ کچھ عطیات مجھے مسلسل ملتے رہے (یہ ان کی رقم ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غور وفکر کیا تو آپ کو اپنے قول کے مطابق پایا۔

جب اس کے بعد دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گورنر بنانے کے لئے فرمایا تو آپ نے گورنر بننے سے صاف انکار کر دیا۔ تو حضرت عمر نے آپ سے پوچھا: آپ گورنری کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس شخص نے اس کو طلب کیا تھا جو آپ سے بہتر تھا؟ یوسف علیہ السلام نے اسے طلب کیا تھا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت یوسف نبی ابن نبی ابن نبی ہیں اور میں، ابو ہریرۃ بن اُمیمہ ہوں اور میں دو تین باتوں سے ڈرتا ہوں حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے پانچ باتیں نہیں کہیں تھیں؟ آپ نے فرمایا: میں بغیر علم کے بات کرنے اور بغیر حلم کے فیصلہ کرنے سے ڈرتا ہوں اور یہ کہ میری پشت پہ مارا جائے اور مال چھین لیا جائے اور میری عزت کو گالی گلوچ کا نشانہ بنایا جائے۔

دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی گورنری میں آپ کو بارہ ہزار تاوان ڈالا تھا، اس لئے آپ نے دوسری دفعہ انکار کر دیا تھا۔

اور عبدالرزاق نے معمر سے محمد بن زیاد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو مدینہ کا گورنر بنا کر بھیجتے اور جب آپ سے ناراض ہو جاتے تو آپ کو معزول کر کے مروان بن الحکم کو گورنر بنا دیتے اور جب ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مروان کے پاس آتے تو وہ آپ سے چھپ جاتا۔ تب مروان کو معزول کر کے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیتے۔ آپ نے اپنے غلام سے فرما رکھا تھا جو شخص بھی تیرے پاس آئے اُسے واپس نہ کرنا اور مروان سے چھپ جانا تو جب مروان آیا تو غلام نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور وہ بڑی کوشش کے بعد داخل ہوا جب اندر آ گیا تو کہنے لگا: غلام نے ہمیں آپ سے روکا ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ تو سب لوگوں سے بڑھ کر اس بات کا حقدار ہے کہ ناراض نہ ہو۔

مشہور یہ ہے کہ مروان وہ شخص ہے جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا نائب امیر مقرر کرتا تھا لیکن وہ یہ کام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے کرتا تھا واللہ اعلم۔

حماد بن سلمہ نے ثابت سے ابو رافع کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ بسا اوقات مروان حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا نائب مقرر کرتا تو آپ گدھے پر سوار ہوتے اور کسی شخص سے ملتے تو فرماتے: راستہ دو امیر آ گیا ہے اور آپ امیر ہونے کی حالت میں بچوں کے پاس سے گزرتے جو کہ رات کو دیہاتی عربوں والے کھیل میں مصروف ہوتے تو ان کو پتہ نہ چلتا اور آپ خود کو ان کے درمیان گرا دیتے۔ اور اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارنے لگتے گویا آپ مجنون ہیں۔ اور اس سے مقصود بچوں کو ہنسانا ہوتا تھا یوں بچے آپ سے ڈر جاتے اور آپ کو چھوڑ کر ادھر اُدھر باہم ہنستے ہوئے بھاگ جاتے۔

ابو رافع نے بیان کیا ہے کہ کئی دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رات کے کھانے پر مجھے اپنے ساتھ بلاتے اور فرماتے: عراق کو امیر کی خاطر چھوڑ دے یعنی گوشت قطع کرنے کے لئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں دیکھتا تو وہ تیل کا ثرید ہوتا۔

ابن وھب نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن الحارث نے یزید بن زیاد القرظی کے حوالے سے مجھے بیان کیا کہ ثعلبہ بن ابی مالک نے اس سے بیان کیا:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے بازار میں آئے اور اس وقت آپ مروان کے جانشین تھے اور فرمایا: اے ابن ابی مالک! یہ امیر کے لئے وسیع ترین راستہ ہے۔ میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، اسے پھینک دیجئے، آپ نے جواب دیا: امیر کے لئے وسیع ترین راستہ یہ ہے کہ اس کے سر پر گٹھا ہو اور یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے اور اس قسم کی بات کئی طرق سے مروی ہے۔

مروان کے کاتب ابوالزعیزعۃ نے بیان کیا ہے کہ: مروان نے ایک سو دینار حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے جب دوسرا دن ہوا تو اس نے آپ کی طرف پیغام دیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی میں سمجھ نہ سکا، میرا مقصد آپ کے سوا کسی اور کو دینا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں انہیں دے چکا ہوں اور جب میری عطا نکل جائے تو انہیں اُس سے لے لو۔ آپ نے انہیں صدقہ کر دیا تھا اور مروان آپ کو آزمانا چاہتا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالجبار نے ہم سے حماد بن سلمۃ عن یحییٰ بن سعید بن مسیب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب آپ کو دیتے تو آپ خاموش رہتے اور جب عطا کو روک دیتے تو آپ باتیں کرتے۔ کئی لوگوں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک نوجوان آپ کے پاس آکر کہنے لگا: اے ابو ہریرۃ! میں نے صبح کو روزہ رکھا اور اپنے والد کے پاس گیا تو وہ میرے پاس روٹی اور گوشت لائے۔ اور میں نے بھول کر کھالیا۔ آپ نے فرمایا: یہ کھانا اللہ نے تجھے کھلایا ہے کوئی حرج نہیں ہے، اس نے کہا: پھر میں اپنے گھر آیا تو میرے پاس اونٹنی کا دودھ لایا گیا وہ بھی میں نے بھول کر پی لیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اس نے کہا: پھر میں سو گیا، جب بیدار ہوا تو میں نے پی لیا اور ایک روایت میں ہے کہ بھول کر جماع کر لیا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تو نے روزے سے تجاوز نہیں کیا۔

کئی مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے: وہ شام کو چلے گئے ہیں اور ہم صبح کو چلنے والے ہیں یا وہ صبح کو چلے گئے اور ہم شام کو چلنے والے ہیں۔ نیز مورخین نے لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو رو پڑے۔ دریافت کیا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: زاد کی قلت اور سفر کی شدت پر، اور میں اترائی کی گھاٹی پر ہوں، میں جنت کی طرف جاؤں گا یا دوزخ کی طرف، مجھے معلوم نہیں ہے۔

اور مالک نے سعید بن ابی سعید المقبری کے حوالے سے ہمیں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے جس مرض میں وفات پائی اس میں مروان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ! اللہ آپ کو شفا دے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں تو میری ملاقات کو پسند فرما۔

راوی کا بیان ہے ابھی مروان ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔

یعقوب نے دحیم عن ولید بن جابر عن عمیر بن ہانی کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی کہ مجھے ساٹھ ہجری نہ پائے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ساٹھویں سال میں یزید کی ولی عہدی سے ایک سال قبل وفات پا گئے اور اسی طرح واقدی نے بیان کیا ہے۔ آپ نے ۵۹ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ آپ ہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور شوال ۵۹ھ میں حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ پھر ان دونوں کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی سن میں وفات پائی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے بعد حیات رہی ہیں اور کئی مؤرخین نے فرمایا کہ آپ نے ۵۹ھ میں انتقال فرمایا اور بعض نے ۵۵ھ اور ۵۷ھ کا قول نقل کیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آپ نے ۵۹ھ میں رحلت فرمائی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نائب مدینہ نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور لوگوں میں حضرت ابن عمر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما اور بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے اور یہ صلوٰۃ عصر کے قریب کا واقعہ ہے آپ کی وفات آپ کے عقیق والے گھر میں ہوئی۔ آپ کو مدینہ لایا گیا اور آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی پھر آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا ان کے وارثوں کی دیکھ بھال کرو اور ان سے حسن سلوک کرو اور ان کی طرف دس ہزار درہم بھیج دو اور ان کے اچھے پڑوسی بنو اور ان سے نیکی کرو، بلاشبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مددگاروں میں شامل تھے اور آپ گھر میں حضرت عثمان کے ساتھ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۶۰ھ کے واقعات

اس سال مالک بن عبداللہ نے سوریہ شہر سے جنگ کی واقدی کا بیان ہے کہ اس میں جنادہ بن ابی امیہ جزیرہ روڈس میں داخل ہوا اور اسی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے وفد میں سے عبیداللہ بن زیاد کے ہمراہ دمشق آئے تھے، یزید کی بیعت لی اور اسی میں رجب کے مہینے میں حضرت اس بیماری میں واقع ہوئے جس میں انھوں نے انتقال کیا جیسا کہ ابھی ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ ابن جریر نے ابی مخنف کے طریق سے روایت کیا ہے کہ عبدالملک بن نوفل بن عبداللہ بن مخرمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور فرمایا اے میرے بیٹے! میں نے تجھے سفر اور لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے اور چیزوں کو تیرے لئے درست اور صحیح کر دیا ہے اور اعزاء کو تیرے تابع کر دیا ہے اور عربوں کی گردنوں کو تیرے واسطے نیچے کر دیا ہے اور میں نے جو تیرے لئے بنیاد رکھی ہے اس کے بارے میں مجھے چار آدمیوں کے متعلق تیرے ساتھ جھگڑا کرنے کا خوف ہے، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن

ابی بکر (رضی اللہ عنہم) اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے دو ماہ پہلے وفات پا چکے تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک ثقہ آدمی ہیں جنہیں عبادت نے جلا دیا ہے اور جب ان کے سوا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا تو وہ تیری بیعت کر لیں گے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پس پشت اہل عراق ہیں، وہ انہیں تمہارے خلاف بغاوت پر ضرور اُبھاریں گے، لہٰذا اگر وہ تمہارے خلاف ہو جائیں اور تم ان پر فتح پالو تو ان سے درگزر کرنا بلاشبہ ان کا رشتہ قریبی اور حق عظیم ہے اور حضرت ابن ابی بکر ایسے شخص ہیں اگر انہوں نے دیکھا کہ ان کے اصحاب نے کچھ کیا ہے تو وہ بھی اسی طرح کریں گے وہ صرف عورتوں اور کھیل کے خواہش مند ہیں، اور وہ آدمی جو تیرے لئے شیر کی طرح بیٹھے گا اور تجھے لومڑی کی طرح فریب دے گا اور جب کبھی اُسے موقع ملا تو حملہ کر دے گا وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہے پس اگر وہ تیرے ساتھ اس طرح کرے اور تو اس پر غالب آ جائے تو اس کا ایک ایک جسم کا ٹکڑا الگ کر دینا۔

کئی مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرض الوفات کا وقت قریب آیا تو یزید شکار میں مصروف تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن قیس فہری جو آپ کی دمشق کی پولیس کا سپرنٹنڈنٹ تھا اور مسلم بن عقبہ کو بلا کر انہیں وصیت فرمائی کہ وہ یزید کو سلام پہنچا دیں اور اسے حجاز کے متعلق یہ کہے کہ اگر اہل عراق اس سے روزانہ عامل کو ہٹانے کا مطالبہ کریں اور نئے کے مقرر کرنے کا کہیں تو وہ ایسا کریں اور تمہارے خلاف ایک لاکھ تلواروں کے سونتے جانے کی نسبت تجھے ایک آدمی کا معزول کرنا زیادہ اچھا ہے اور یہ کہ وہ اہل شام کے ساتھ رہے اور انہیں اپنا معین اور مددگار بنائے اور ان کے حق کو پہچانے اور میں اس کے متعلق قریش کے تین اشخاص حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمر کے سوا کسی سے خائف نہیں اور آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا ذکر نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے حضرت عبداللہ بن عمر کو تو عبادت نے جلا دیا ہے اور حضرت حسین ایک کمزور آدمی ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان سب آدمیوں سے بے نیاز کر دے گا جنہوں نے ان کے والد کو قتل کیا ہے اور ان کے بھائی کو بغیر مدد کے چھوڑ دیا ہے بلاشبہ ان کا رشتہ قریبی ہے اور حق عظیم ہے اور محمد ﷺ سے قرابت بھی ہے اور میرا خیال ہے کہ عراق والے ان سے بغاوت کرا کے چھوڑیں گے پس اگر تو ان پر قابو پالے تو ان سے درگزر کرنا بلاشبہ اگر میں ان پر قابو پالیتا تو انہیں معاف کر دیتا۔

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حیلہ باز اور کینہ رکھنے والے شخص ہیں پس اگر وہ تمہارے سامنے آئیں اور صلح کا مطالبہ نہ کریں تو ان کا مقابلہ کرنا اگر صلح کا مطالبہ کریں تو قبول کرنا اور حتی الامکان اپنی قوم سے درگزر کرنا اور ان کے خون سے بچنا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت اسی سال کے رجب کی ابتدا میں ہوئی یہ قول ہشام بن الکلبی کا ہے اور بعض نے نصف رجب کا قول کیا ہے، یہ بات واقدی نے کہی ہے اور بعض نے ۲۲ رجب بروز جمعرات کا قول کہا ہے یہ قول المدائنی کا ہے۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ آپ نے رجب کے مہینے میں رحلت کی ہے اور آپ کی خود مختار حکومت کی مدت ۴۱ھ سے شروع ہوتی ہے، جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے ''اوزرح'' مقام پر آپ کی بیعت کر لی اور یہ مدت انیس سال تین مہینے کی ہے اور آپ شام میں تقریباً بیس سال نائب رہے ہیں اور اس کے علاوہ ابھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے ۷۳ سال کی عمر پائی ہے اور بعض نے ۷۵ سال، بعض نے ۷۸ سال اور بعض نے ۸۵ سال کا قول کیا ہے۔ آپ کے بقیہ حالات آخر میں بیان ہوں گے۔

ابوالسکن زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ ابوزحر بن حصین کے چچا نے اپنے دادا حمید بن منہب کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ ہند بنت عتبہ، الفاکہ بن مغیرہ مخزومی کے پاس تھی اور الفاکہ، قریش کے آدمیوں میں سے تھا اور اس کا ایک مہمان خانہ تھا اس میں لوگ بغیر اجازت کے اس کے ہاں آتے تھے ایک دن یہ گھر خالی ہوا تو الفاکہ لیٹ گیا اور دوپہر کے وقت رہا ہند بھی اس میں موجود تھی پھر الفاکہ اپنے کسی کام کے لئے باہر نکل گیا اور ایک شخص نے گھر میں داخل ہو کر دیکھا کہ اس میں ایک عورت ہے تو وہ پیٹھ دیئے بھاگ کھڑا ہوا اتنے میں الفاکہ نے اسے دیکھ لیا جب وہ نکل رہا تھا پس اس نے آکر دیکھا کہ ہند لیٹی ہوئی ہے تو اپنا پاؤں مار کر کہنے لگا کون تھا یہ شخص؟ جو تمہارے پاس آیا تھا اس پر اس نے کہا میں تو سوئی ہوئی تھی مجھے معلوم نہیں کون آیا تھا آپ نے آکر مجھے بیدار کیا ہے اس پر اس نے اسے کہا: اپنے والد کے پاس چلی جاؤ، اور لوگوں نے بھی اس کے متعلق باتیں کرنا شروع کیں، اس کے والد نے اپنی بیٹی سے کہا تمہارے متعلق لوگوں نے بہت باتیں کی ہیں تم مجھے اپنے بارے میں بتلاؤ اگر اس شخص نے تیرے بارے میں سچ کہا ہے تو میں آدمی بھیج کر اسے خفیہ طور پر قتل کرا دیتا ہوں تو باتوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اگر وہ جھوٹا ہے تو میں اس کو یمن کے کاہنوں کی طرف بلاتا ہوں، اس موقع پر ہند نے اپنے والد کے سامنے ایسی قسم اٹھائی جو کہ زمانہ جاہلیت میں کھائی جاتی تھی کہ فلاں شخص اس کے متعلق جھوٹ کہہ رہا ہے عتبہ بن ربیعہ نے الفاکہ سے کہا تو نے میری بیٹی پر بہت بڑی عظیم بات اور بڑی عار کا الزام لگایا ہے جو پانی سے بھی نہیں دھل سکتا تو نے تو ہمیں عربوں میں ذلیل و رسوا کر دیا ہے اگر تیرا میرے ساتھ قریبی رشتہ نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا اور اب میں تجھے یمن کے کاہن کے پاس لے جاؤں گا اس کے بعد وہ مجھے یمن کے رہنے والے ایک کاہن کے پاس لے گیا اور الفاکہ اپنی جماعت کے ساتھ اور عتبہ اپنی جماعت بنو عبد مناف کے ساتھ نکلا اور ہند کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور اس کے ساتھ ان کے اقارب کی عورتیں بھی تھیں پھر ملک یمن کی طرف روانہ ہوئے اور جب وہ اس ملک کے قریب پہنچے جس میں کاہن تھا تو کہنے لگے کہ کل کاہن کے پاس جائیں گے اور جب ہند نے یہ گفتگو سنی تو اس کی حالت تبدیل ہو گئی اور اس کا چہرہ تبدیل ہو گیا اور وہ رونے لگی اس کے والد نے اسے دیکھ کر کہا اے بیٹی! میں نے تیری بدحالی اور رونے کی کثرت کی حالت کو دیکھ لیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی مکروہ فعل کی وجہ سے ہے جس کا تو نے ارتکاب کیا ہے یہ بات لوگوں میں ہمارے سفر کے مشہور ہونے اور پھیلنے سے مشہور نہیں ہوئی، اس پر ہند نے کہا اے میرے والد! جس حالت میں آپ مجھے دیکھ رہے ہیں یہ حالت مجھے کسی فعل مکروہ کے ہونے کی وجہ سے نہیں چونکہ میں پاک دامن ہوں لیکن جو غم اور بدحالی آپ مجھ پر دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ جن کے پاس جا رہے ہیں وہ ایک انسان ہے جو غلطی بھی کرتا ہے اور صحیح بات بھی کرتا ہے تو مجھے اس بارے میں ڈر محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے متعلق کچھ غلطی کر بیٹھے جس کی وجہ سے مجھ پر ہمیشہ عار رہے گی جس کی وجہ سے میں مطمئن نہیں ہوں کہ وہ مجھ پر ایسا دھبہ لگائے جو عربوں میں میری بے عزتی کا باعث بنے اس کے والد نے اسے کہا کہ تو مت ڈر میں تیرے معاملے میں گفتگو کرنے سے پہلے اس کو آزماؤں گا اگر اس نے اس بات میں غلطی کی جس میں میں نے اسے آزمایا ہے تو تیرا معاملہ اس کے سپرد نہیں کروں گا۔

پھر وہ لوگوں سے جدا ہو گیا (اور وہ ایک بچھڑے پر سوار تھا) یہاں تک کہ ان سے ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ گیا پس وہ اپنے گھوڑے سے اترا پھر اس نے اس کے لئے سیٹی بجائی یہاں تک کہ اس کو ننگا دیا، پھر اس نے گندم کا ایک خوشہ لیا اور بچھڑے کے پیشاب کے سوراخ میں داخل کر کے اس پر تسمہ باندھ دیا اور اس کے بندھن کو مضبوط کر دیا پھر اس نے اس کے لئے سیٹی بجائی یہاں تک کہ اس کا پیشاب اکٹھا ہو گیا پھر وہ لوگوں کے پاس آ گیا لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے گیا تھا پھر وہ کاہن کے یہاں حاضر ہوا، اور جب وہ اس کے یہاں آئے تو اس نے ان کا اکرام کیا اور ان کے واسطے جانور ذبح کیا، عتبہ نے اسے کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک بات کے واسطے آئے ہیں اور میں اس کے متعلق آپ کو بات نہیں کرنے دوں گا جب تک آپ یہ بتلا نہ دیں کہ میں نے آپ کے واسطے کیا چھپایا ہے، میں نے آپ کے واسطے ایک چیز چھپائی ہے آپ دیکھیں کہ وہ کیا ہے اور اسی کے متعلق ہمیں بتلائیں کاہن نے کہا پل جیسی چیز میں پھل ہے، اس نے کہا میں اس سے زیادہ وضاحت کا طالب ہوں اس نے کہا تو نے بچھڑے

کے پیشاب کے سوراخ میں گندم کا دانہ چھپایا ہے اس نے کہا کہ آپ نے درست کہا ہے۔

اب اس بات کو سنئے جس کی وجہ سے ہم آپ کے پاس آئے ہیں ان عورتوں کے واقعہ میں غور وفکر کریں پس اس نے عورتوں کو اپنے پیچھے بٹھایا ہند بھی ان کے ساتھ تھی جسے وہ جانتا نہیں تھا پھر وہ ان میں سے ہر ایک کے نزدیک ہوتا اور اس کے مونڈھے پر مارتا اور اسے بری کر دیتا اور کہتا کھڑی ہو یہاں تک کہ وہ ہند کے نزدیک آیا اس کے کندھے پر مار کر کہا پاک ہو سنجیدہ کھڑی ہو جاؤ تو پختہ اور بدکار نہیں ہے تو ضرور ایک بادشاہ کو جنم دے گی جس کا نام معاویہ ہوگا پس الفاکہ کود کر اس کے قریب گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا پس اس نے اپنا ہاتھ اس سے جدا کر لیا اور پھر اسے کہنے لگی مجھ سے دور ہو جا، خدا کی قسم! میرے اور تیرے سر کو کوئی تکیہ جمع نہیں کرے گا اور کہنے لگی خدا کی قسم! میری خواہش ہے کہ وہ بادشاہ تیرے علاوہ کسی اور آدمی سے ہو، پس ابو سفیان بن حرب نے اس سے شادی کر لی اور پھر ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے والد نے الفاکہ سے یہ بات کی تھی۔ واللہ اعلم۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات، دورِ حکومت اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

آپ معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی، ابوعبدالرحمٰن، مومنین کے ماموں، اور رب العلمین کے نبی کے کاتب وحی ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہے حضرت معاویہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے اور آپ ہی سے روایت ہے کہ میں مسلمان تو یوم القضیہ کو ہوا تھا لیکن میں نے اپنے اسلام کو اپنے والد سے پوشیدہ رکھا پھر جب انھیں اس بات کا علم ہوا تو اس پر انہوں نے کہا، یہ تیرا بھائی یزید تم سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہے میں نے ان سے کہا میری ذات نے کوشش میں کوتاہی نہیں کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمرۃ القضاء میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس مکہ میں تشریف لائے اور میں آپ کی تصدیق کرنے والا تھا پھر جب آپ فتح مکہ کے سال آئے تو میں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا اور جب میں آپ کے یہاں آیا تو آپ نے مجھے خوش آمدید فرمایا اور میں نے آپ کی کتابت کی، واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے اور آپ نے ان کو ایک سو اونٹ اور چالیس سنہری اوقیے دیئے جن کا وزن حضرت بلال نے کیا اور آپ نے یمامہ میں بھی شمولیت کی۔

اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ نے ہی مسیلمہ کو قتل کیا ہے اسے ابن عسا کر نے بیان کیا ہے، ہوسکتا ہے آپ اس کے قتل میں شریک ہوں، وحشی نے اسے نیزہ مارا تھا اور حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ نے اسے تلوار سے ڈھانپ لیا تھا اور آپ کے والد قریش کے سرداروں میں سے تھے اور معرکہ بدر کے بعد آپ اکیلے سردار تھے پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ بھی حسن اسلام سے آراستہ ہو گئے اور انہوں نے معرکہ یرموک میں قابل تعریف کارنامے انجام دیئے اور اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور حضرت معاویہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، اور آپ کے کاتبوں کے ساتھ مل کر وحی کو لکھا اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث روایتیں کی ہیں جو کہ صحیحین اور دیگر سنن اور مسانید میں موجود ہیں اور آپ سے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ دراز قد، سفید رنگ اور خوب صورت تھے آپ جب کبھی مسکراتے تو اوپر کا ہونٹ الٹ جاتا آپ بالوں کو رنگ دیا کرتے تھے، محمد بن یزید ازدی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابومسھر نے سعید بن عبدالعزیز سے بحوالہ ابوعبدرب مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت معاویہ کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی کو زرد رنگ رہے تھے گویا وہ سونا ہے، اور دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ سفید رنگ، دراز قد تھے اور آپ کے سر کے بال دونوں طرف سے گرے ہوئے تھے آپ کا سر اور داڑھی سفید تھی اور آپ سر اور داڑھی کو مہندی اور وسمہ سے رنگین کرتے تھے اور آخری عمر میں آپ کو لوقہ کی بیماری لاحق ہوگئی تھی اور آپ اپنے چہرے کو چھپائے رکھتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ اس بندے پر رحم کر جو میرے لئے صحت کی دعا کرتا ہو میں نے اپنے اچھے کاموں میں اور جو کچھ مجھ سے ظاہر ہوتا ہے اس میں زیادتی کی ہے اور اگر یزید کے متعلق میری خواہش نہ ہوتی تو میں اپنی راست روی کو دیکھ لیتا۔

آپ لوگوں میں بردبار، باوقار، رئیس، سردار کریم، عادل اور سریع الفہم تھے، المدائنی نے صالح بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ معاویہ کو بچپنے میں ایک قیافہ شناس عرب نے دیکھا تو کہنے لگا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بچہ عنقریب اپنی قوم کی سرداری کریگا اور ہند کہنے لگی اگر یہ بچہ اپنی قوم کی سرداری نہ کرے تو اس کی ماں اسے کھودے اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مکہ میں ہند کا چہرہ دیکھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور اس کے سرین بیٹھے ہوئے شخص کی طرح ہے اور اس کے ساتھ ایک بچہ کھیل رہا ہے پس ایک شخص گزرنے والے نے اس بچے کو دیکھ کر کہا اگر یہ بچہ زندہ رہا تو ضرور اپنی قوم کا سردار بنے گا ہند کہنے لگی اگر یہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے تو اللہ اسے دنیا سے اٹھالے اور وہ بچہ معاویہ بن ابی سفیان تھا۔

محمد بن سعد نے علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف سے نقل کیا ہے کہ ہمیں انہوں نے خبر دی کہ جب حضرت معاویہ بچے تھے تو حضرت ابوسفیان نے ان کی طرف دیکھ کر ہند سے کہنے لگے میرا بیٹا تو بڑے سر والا ہے اور یہ اپنی قوم کی سرداری کے لائق ہے اس پر ہند کہنے لگی کیا صرف اپنی قوم کا، اگر یہ تمام عرب کا سردار نہ بنے تو اس کی والدہ اسے کھو دے اور آپ کی والدہ چھوٹی عمر میں آپ کو اٹھائے یہ کہتی تھی:

بلاشبہ میرا بیٹا خاندانی اور کریم ہے اور اپنے اہل میں پسندیدہ اور حلیم ہے، وہ فحش گو اور کمینہ نہیں اور نہ ہی اکتانے والا اور تنگ پڑنے والا ہے وہ صخر بنی فہر کا سردار ہے اور وہ گمان کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ناکام ہوتا ہے۔

راوی کا کہنا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو شام کا امیر مقرر کیا، تو حضرت معاویہ ان کے پاس گئے، اور حضرت ابوسفیان نے حضرت ہند سے کہا: تم نے دیکھا تمہارا بیٹا کیسے میرے بیٹے کا فرمانبردار بن گیا، وہ کہنے لگیں کہ عنقریب تم دیکھ لوگے جب عربوں کے سوار نقل وحرکت کریں گے تمہارے بیٹے کو میرے بیٹے سے کیا تناسب ہے پھر جب یزید بن ابی سفیان ۱۴/۱۵ ہجری میں وفات پا گئے اور قاصد ان کی موت کی خبر دینے حضرت عمر کے پاس پہنچا تو حضرت عمر نے حضرت معاویہ کو ان کے بھائی کی جگہ والی بنادیا اور قاصد کو واپس شام روانہ کر دیا، اور پھر حضرت ابوسفیان سے ان کے بیٹے کی تعزیت کے لئے گئے، انہوں نے پوچھا امیر المومنین! آپ نے اس کی جگہ کس کو مقرر کیا؟ حضرت عمر نے فرمایا: کہ اس کے بھائی معاویہ کو، ابوسفیان نے کہا: امیر المومنین! آپ نے صلہ رحمی کی ادھر حضرت ہند نے حضرت معاویہ کو خط میں تحریر فرمایا: اے میرے بیٹے کوئی شریف زادی تیرے جیسا کم ہی بچہ جنے گی اور بلاشبہ اس شخص نے مجھے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے پس تو پسند اور ناپسند میں اس کی اطاعت کر اور آپ کے باپ نے آپ سے کہا۔ اے میرے بیٹے! مہاجرین کے اس گروہ نے ہم سے سبقت کی ہے اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں پس ان کی سبقت اور اقدامیت نے انہیں اللہ اور اس کے رسول کے ہاں بلند مقام دے دیا ہے اور ہماری تاخیر نے ہم کو چھوٹا کر دیا ہے، پس وہ قائد اور سردار بن گئے ہیں اور ہم اتباع بن گئے ہیں اور انہوں نے تمہارے سپرد بڑا کام کیا ہے پس ان کی مخالفت نہ کرنا تو ایک غایت کی طرف جارہا ہے اگر تو نے اسے حاصل کر لیا تو اسے اپنے اولاد کو دے گا۔

پس حضرت معاویہ، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کے دور میں مسلسل شام کے نائب رہے اور آپ نے ۲۳ھ میں جزیرہ قبرص کو فتح کیا اور مسلمانوں نے آپ کے دور حکومت میں تقریباً ۶۰ھ میں وہاں سکونت اختیار کی اور آپ کے بعد بھی وہاں سکونت کی اور آپ کے دور میں بلاد روم وفرنگ کے ساتھ مسلسل جہاد ہوتا رہا اور فتوحات ہوتی رہیں اور جب آپ کا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہوا تو ان ایام میں کلیتاً کوئی فتح نہیں ہوئی نہ آپ کے ہاتھوں پر نہ حضرت علی کے ہاتھوں پر، اور جب شاہ روم کو ڈرایا اور ذلیل کیا اور ان کی فوجوں کو دبایا تو اس کے بعد اس نے حضرت معاویہ کے بارے میں لالچ کیا اور جب شاہ روم نے حضرت معاویہ کو حضرت علی کے ساتھ مصروف پیکار پایا (برسرپیکار) تو وہ عظیم فوجوں کے ساتھ ملک کے بعض حصوں کے قریب آ گیا اور ان میں دل چسپی لینے لگا تو حضرت معاویہ نے اسے لکھا: خدا کی قسم! اگر تو باز نہ آیا اور اے لعین! تو اپنے ملک کو واپس نہ گیا تو میں اور میرے اعزا آپس میں مصالحت کر لیں گے اور میں تجھے تیرے تمام ملک سے باہر نکال دونگا اور زمین کو باوجود فراخی کے تجھ پر تنگ کر دونگا اس موقع پر شاہ روم خوفزدہ ہو کر واپس چلا گیا اور مصالحت کا طلب گار ہو کر پیغام بھیجا اس پر تحکیم کا معاملہ ہوا اور بعد میں یہ معاملہ آپ کے حضرت حسن بن علی کے ساتھ صلح کرنے کے وقت اس طرح رہا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پس حضرت معاویہ پر اتفاق ہو گیا اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، رعایا نے ۴۱ھ میں آپ کی بیعت پر اتفاق کر لیا اور آپ اس مدت میں اس سال تک جس میں آپ کی وفات ہوئی بااختیار امیر رہے اور دشمن کے ممالک سے جہاد قائم رہا اور خدا کا بول بالا رہا اور زمین کی اطراف سے غنائم آپ کے پاس آتی رہیں اور مسلمان راحت اور عدل وعفو ودرگزر کے ساتھ آپ کے ساتھ رہے۔

اور صحیح مسلم میں عکرمہ بن عمار کے طریق سے ابی زمیل سماک بن ولید سے، بحوالہ حضرت ابن عباس نقل کیا ہے کہ ابوسفیان نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے تین باتیں عطا فرمائیں آپ نے فرمایا بہت اچھا ابوسفیان نے کہا مجھے امیر بنا دیجئے تا کہ میں کفار سے اس طرح جنگ کروں جیسے میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا تھا آپ نے فرمایا بہت اچھا اس نے کہا معاویہ کو کاتب وحی بنا دیجئے آپ نے فرمایا بہت اچھا اور تیسری بات اس نے یہ بیان کی کہ میری خواہش ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی دوسری بیٹی غزہ بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیں اور اس بارے میں اس نے اس کی بہن حضرت ام

حبیبہ سے بھی مدد طلب کی، آپ نے فرمایا یہ بات میرے لئے جائز نہیں اور ہم نے الگ جلد میں اس پر گفتگو کی ہے اور ائمہ کے اقوال اور انہوں نے ابو سفیان کی طرف سے جو عذر بیان کیا ہے انکا بھی ذکر کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبان وحی میں سے تھے اور امام احمد، امام مسلم اور امام حاکم اپنے مستدرک میں ابو عوانۃ وضاح بن عبداللہ الیشکری کے طریق سے ابوحمزہ عمران بن ابی عطاء سے بحوالہ حضرت ابن عباس روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے میں نے کہا آپ میرے لئے ہی آئے ہیں پس میں دروازے میں چھپ گیا آپ نے میرے پاس آکر مجھے ایک یا دو لگائے پھر فرمایا کہ جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ، آپ کاتب وحی تھے۔

آپ بیان کرتے ہیں میں نے جاکر آپ کو بلایا تو بتایا گیا کہ وہ کھانا کھارہے ہیں میں نے آکر آپ کو بتایا وہ کھانا کھارہے ہیں آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ دوسری بار گیا تو بتایا گیا کہ وہ کھانا کھارہے ہیں میں نے آکر آپ کو اس کی اطلاع کردی تو آپ نے تیسری بار فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے، آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ سیر نہیں ہوئے اور حضرت معاویہ نے اسی دنیا اور آخرت میں اس سے فائدہ اٹھایا دنیا میں اس طرح کہ جب آپ شام کے امیر ہوگئے تو آپ دن میں سات بار کھانا کھاتے تھے ایک پیالے میں لایا جاتا تھا جس میں بہت سا گوشت ہوتا تھا اور پیاز ہوتے تھے اور آپ اسمیں سے کھاتے تھے اور آپ دن میں سات بار گوشت کھاتے تھے اور حلوہ اور بہت سے پھل بھی کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم! میں سیر نہیں ہوا البتہ تھک گیا ہوں اور یہ ایک نعمت اور معدہ ہے جس میں سب بادشاہ رغبت رکھتے ہیں اور آخرت میں اس طرح فائدہ اٹھایا کہ مسلم نے اس حدیث کا ایک حدیث سے پیچھا کیا ہے جسے بخاری وغیرہ نے کئی طریق سے صحابہ کی ایک جماعت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ! میں ایک بشر ہوں پس جس بندے کو میں نے برا بھلا کہا ہے یا اس کو کوڑے مارے ہیں یا اس پر بددعا کی ہے اور وہ اسکا مستحق نہ تھا تو اسے کفارہ اور قربت بنادے جس سے وہ قیامت کے روز تیرا قرب حاصل کرے پس مسلم نے پہلی حدیث اور اس حدیث سے حضرت معاویہ کی فضیلت بیان کی ہے اور اس کے علاوہ انہوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔

اور مسیب نے واضح سے عن ابی اسحٰق الفزاری عن عبدالملک بن ابی سلیمان بن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ! معاویہ کو سلام کہیے اور انہیں بھلائی کی وصیت کیجئے بلاشبہ وہ کتاب اور وحی پر اللہ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں، پھر ابن عساکر نے اسے ایک اور طریق سے بحوالہ عبدالملک بن ابی سلیمان بیان کیا ہے پھر اسے حضرت علی اور حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت معاویہ کو اپنا کاتب وحی بنانے کے لئے حضرت جبرائیل سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اسے کاتب وحی بنا لیجئے بلاشبہ وہ امین ہیں لیکن ان دونوں کی طرف اسانید میں غرائب پائی جاتی ہے پھر ابن عساکر نے حضرت علی اور دیگر لوگوں سے اس بارے میں غرائب بیان کئے ہیں۔

اور ابوعوانہ نے عن سلیمان عن عمرو بن مرہ عن عبداللہ بن الحارث عن زہیر بن الاقمر الزبیدی عن عبداللہ بن عمرو بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ حضرت نبی کریم ﷺ کے کاتب اور ابوالقاسم طبرانی نے بیان کیا ہے کہ احمد بن محمد صیدلانی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ السری نے بحوالہ ہم سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن یحییٰ بن اَبی کثیر نے اپنے باپ ہشام بن عروہ سے بحوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم سے بیان کیا کہ آپ فرماتی ہیں کہ جب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت نبی کریم ﷺ کی باری تھی تو ایک کھٹکانے والے نے دروازہ کھٹکایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت معاویہ ہیں آپ نے فرمایا انہیں اجازت دے دو آپ اندر آئے تو ان کے کان پر قلم تھا جس سے آپ لکھتے تھے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے معاویہ! آپ کے کان پر قلم کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا میں نے اس قلم کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لئے تیار کیا ہے آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نبی کی طرف سے جزاء خیر دے، خدا کی قسم! میں نے وحی الٰہی سے آپ کو کاتب مقرر کیا اور میں ہر چھوٹا بڑا کام وحی الٰہی سے کرتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ قمیص خلافت پہنائے تو تیرا کیا حال ہوگا؟ پس حضرت ام حبیبہ اٹھ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئیں اور پوچھنے لگیں یا رسول اللہ: اللہ تعالیٰ انہیں قمیص پہنانے والا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، لیکن اسمیں مصیبت پائی جاتی ہے، حضرت ام حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ! ان کے لئے اللہ سے دعا فرمادیں آپ نے فرمایا اے اللہ ہدایت سے اس کی رہنمائی فرما اور انہیں ہلاکت سے بچا اور انہیں دنیا و آخرت میں بخشش دے۔ طبرانی نے بیان کیا ہے کہ السری اس

حدیث کے بیان کرنے میں عن عاصم بن عبداللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر عن ھشام متفرد ہے اور ابن عساکر نے اس کے بعد بہت سی موضوع احادیث ذکر کی ہیں اور یہ ایک تعجب خیز بات ہے کہ وہ اپنے حفظ واطلاع کے باوجود اس کے متعلق اور اس کی نکارت اور اس کے رجال ضعف پر کیسے مطلع نہیں ہو سکے، واللہ الموفق للصواب۔

اور حضرت ابو ہریرہ حضرت انس اور حضرت واثلہ بن اسقع کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ امین تین ہیں جبرائیل میں اور معاویہ، اور یہ اپنے جمیع وجوہ سے صحیح نہیں اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ امین سات ہیں قلم نوح اسرافیل میکائیل جبرائیل اور معاویہ اور یہ پہلی احادیث سے بھی زیادہ منکر اور اسناد کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے معاویہ یعنی ابن صالح سے انہوں نے یونس بن سیف سے اور انہوں نے حارث بن زیاد سے انہوں نے ابورہم سے انہوں نے عرباض بن ساریہ سلمی سے، انہوں نے ہم کو بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہ رمضان میں ہمیں سحری کی طرف بلاتے ہوئے سنا کہ صبح کے بابرکت کھانے کی طرف آؤ، اس کے بعد عرباض بن ساریہ سلمی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو حساب وکتاب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں متفرد ہیں، اور اسی مضمون کو ابن جریر نے ابن مہدی کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

اور اسی طرح اس روایت کو اسد بن موسیٰ بشر بن السری اور عبداللہ بن صالح نے معاویہ بن صالح سے اسی جیسی اسناد سے روایت کیا ہے۔

اور بشر بن السری کی روایت میں ہے کہ اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنت میں داخل کر، اور ابن عدی وغیرہ نے اس روایت کو عثمان بن عبدالرحمٰن الجمحی کی حدیث سے بواسطہ حضرت عطاء انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! معاویہ کو حساب وکتاب سکھا، اور اسے عذاب سے بچا، اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن حرب اور حسین بن موسیٰ الاشیب نے ہم سے بیان کیا کہ ابو ھلال محمد بن سلیم نے ہم سے بیان کیا کہ جبلہ بن عطیہ نے بحوالہ مسلمہ بن مخلد ہم سے بیان کیا، اور اشہب نے بیان کیا ہے کہ ابو ھلال نے بیان کیا یا کسی شخص سے بحوالہ مسلمہ بن مخلد بیان کیا، اور سلیمان بن حرب نے بیان کیا ہے کہ کسی شخص کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو اس شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا بلاشبہ یہ تیرا چچازاد بہت کھانے والا ہے، اس کے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تجھ سے یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ معاویہ کو حساب وکتاب سکھا اور اسے شہروں میں مختار بنا اور اسے عذاب سے بچا۔

اور کئی تابعین نے اس روایت کو مرسل قرار دیا ہے اور مرسل قرار دینے والے چند ہیں، زہری، یعنی علامہ ابن شہاب زہری، اور عروہ بن رویم، اور جریر بن عثمان الرحبی الحمصی، اور یونس بن میسرہ بن حلبس وغیرہ شامل ہیں۔

اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ ابوزرعہ اور احمد بن محمد بن یحییٰ بن حمزہ جو دمشق میں رہنے والے ہیں انہوں نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابومسہر نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبدالعزیز نے ربیعہ بن یزید سے اور انہوں نے بحوالہ عبدالرحمٰن بن ابوعمیرہ مذنی جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے، انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے اللہ اسے حساب وکتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا اور اس حدیث کو ابن عساکر نے غریب قرار دیا ہے اور اس سند میں العرباض کی حدیث محفوظ ہے۔

پھر ابن عساکر طبرانی کے طریق سے انہوں نے ابوزرعہ سے اور انہوں نے مسہر سے انہوں نے سعید انہوں نے ربیعہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابوعمیرہ مذنی سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ اسے ھادی، مہدی بنادے یعنی اسے ھدایت دے اور ھدایت کا ذریعہ بنادے دوسروں کے لئے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ علی بن بحر نے ہم سے بیان کیا کہ ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبدالعزیز نے ربیعہ بن یزید سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ سے انہوں نے حضور ﷺ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اے اللہ! اسے ھادی، مہدی بنادے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

اور ایسے ہی امام ترمذی نے اسے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے مسہر سے اور مسہر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ حسن غریب ہے۔

اور عمر بن عبدالواحد اور محمد بن سلیمان حرانی نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے کہ جس طرح ولید بن مسلم نے اور ابومسہر نے سعید سے اور سعید نے ربیعہ بن یزید سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ سے روایت کیا ہے۔

اور محمد بن المصفی نے اسے مروان بن محمد الطاطری سے انہوں نے سعید بن عبدالعزیز سے انہوں نے ربیعہ بن یزید سے اور انہوں نے ابوادریس سے اور ابوادریس نے ابوعمیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اے اللہ اسے علم سکھا اور اسے ھادی، مہدی بنا اور اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے بھی ہدایت دے اور سلمہ بن شبیب اور صفوان بن صالح اور عیسیٰ بن ھلال اور اسی طرح ابوالازہری نے اسے مروان الطاطری سے روایت کیا ہے کہ مروان الطاطری نے اس سند میں ابوادریس کو ذکر نہیں کیا۔

اور طبرانی نے اس روایت کو عبدان بن احمد سے اور انہوں نے علی بن سہل الرملی سے اور انہوں نے ولید بن مسلم سعید بن عبدالعزیز سے اور انہوں نے یونس بن میسرہ بن حلبس سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابوعمیرہ مزنی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اے اللہ! اسے ھادی مہدی بنادے اور اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ اس جماعت کا قول ہی صحیح ہے۔ اور ابن عساکر نے اسی حدیث کو بیان کیا ہے اور انہیں بہت ہی طوالت سے کام لیا ہے، اور اس روایت کو نہایت ہی شاندار اور انتہائی احسن انداز میں حسن و خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن عساکر تو کئی میدانوں میں دوسرے حفاظ و نقاد پر بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا انہوں نے عبداللہ بن محمد النفیلی سے بیان کیا اور انہوں نے عمرو بن واقد سے اور انہوں نے یونس بن حلبس سے بحوالہ ابوادریس خولانی نے ہم سے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو شام سے معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر شام مقرر کیا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اچھا نہیں کیا تو اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی سے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں متفرد ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے اس وجہ سے کہ عمرو بن واقد ضعیف راوی ہے۔

اسی طرح اصحاب الاطراف نے عمیر بن انصاری کے سند میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہی صحیح ہونی چاہئے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ذکر بھلائی سے کروتا کہ ان کے امیر مقرر کرنے میں آپ کا عذر رہو۔

اور اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ ھشام بن عمار نے بیان کیا کہ ابن ابی السائب یعنی عبدالعزیز بن ولید بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تو لوگ کہنے لگے کہ آپ نے نو عمر کو امیر مقرر کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھے اس کی امارت کے بارے میں ملامت کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ اس کو ھادی مہدی بنادے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔ یہ منقطع حدیث ہے اور اس کو ماقبل والی حدیث تقویت دیتی ہے طبرانی نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن عثمان بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ نعیم بن حماد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن شعیب بن سابور نے ہم سے بیان کیا کہ مروان بن جناح سے انہوں نے یونس بن میسرہ بن حلبس سے بحوالہ عبداللہ بن بسر نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی معاملہ میں مشورہ طلب کیا، اور فرمایا کہ مجھے مشورہ دو اور ان دونوں حضرات نے کہا کہ اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ اور قریش کے مردوں میں سے دو مردان کے معاملہ کو پختہ نہیں کر سکتے کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے نوجوانوں میں سے ایک کی طرف پیغام بھیج رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو میری طرف بلالاؤ اور انہیں آپ ﷺ کے پاس بلایا گیا اور جب وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں اپنے معاملے میں شامل کرو اور انہیں اپنے معاملے میں گواہ بناؤ بلاشبہ یہ قوی اور امین ہیں۔

اور بعض لوگوں نے اس کو بحوالہ نعیم روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اپنا معاملہ اس کے سپرد کردو پھر ابن عساکر نے بہت سی موضوع احادیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بیان کی جن سے ہم نے کنارہ کشی اختیار کی ہے اور ہم نے موضوعات اور منکرات کے مقابلہ میں جو صحاح اور حسان اور مستجادات احادیث بیان کی ہیں، اور انھی پر اکتفاء کیا ہے، پھر ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جو روایات بیان ہوئی ہیں ان سب میں سے صحیح ابوحمزہ کی حدیث ہے، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو شروع ہی سے رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے اس لئے ان کو کاتب وحی کہا جاتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم میں اس کو بیان کیا ہے اور اس کے بعد عرباض کی حدیث ہے کہ اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب سکھا اور اس کے بعد ابن ابوعمیرہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ھادی و مہدی بنا۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ (یعنی ابن عساکر) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المناقب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ حسن بن بشر نے ہم سے بیان کیا کہ المعافی نے عثمان بن الاسود سے بحوالہ ابن ابی ملیکہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت کو عشاء کے بعد وتر بنایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا غلام بھی ان کے پاس تھا پس وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت کو وتر بنایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے۔

اور ابن مریم نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت کو وتر بنایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے ٹھیک کیا ہے اور وہ فقیہہ ہے۔

عمرو بن عباس نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے بحوالہ ابوالتیاح ہمیں بتایا کہ میں نے حمران کو ابان سے بحوالہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے بیان کیا کہ بلاشبہ تم نماز ادا کرتے ہو اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو ان دو رکعتوں کو پڑھتے نہیں دیکھا اور آپ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

پھر اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کے ذکر میں بیان کیا کہ عبدان نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ نے ہمیں بتایا کہ یونس نے بحوالہ علامہ ابن شہاب زہری نے ہم سے بیان کیا کہ عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہند بنت عتبہ زوجہ سفیان، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ یارسول اللہ ﷺ روئے زمین پر جس قدر بھی اہل خیام ہیں ان کے متعلق مجھے سب سے زیادہ یہ بات محبوب ہے کہ وہ آپ کے خیمہ والوں کے مقابلہ میں ذلیل ہوجائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسے ہی ہوگا وہ کہنے لگی کہ یارسول اللہ ﷺ ابوسفیان ایک بخیل شخص ہے کیا مجھے اپنے عیال کو اس کے مال سے کھلانے پر گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ معروف طریقے سے ایسا کرنے پر گناہ نہیں ہوگا آپ ﷺ کا قول کہ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ایسے ہی ہوگا۔ اس میں تعریف پائی جاتی ہے۔

اور آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ھند اور اس کے اہل اور تمام کافر اپنی حالت کفر میں ذلیل ہوں پس جب وہ مسلمان ہوگئے تو آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ معزز ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معزز بنادیا (یعنی ہند کے خیمہ والوں کو) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ روح نے ہم سے بیان کیا کہ ابوامیہ عمرو بن یحییٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے اپنے دادا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چھاگل پکڑلی اور اس کو ساتھ لیکر حضور ﷺ کے پاس پیچھے پیچھے چلے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور اسی دوران میں وہ رسول اللہ ﷺ کو وضو کروارہے تھے آپ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو مرتبہ آپ کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو امیر بنے تو اللہ سے ڈرنا اور

عدل کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے قول کی وجہ سے ہمیشہ ہی اس بات کا خیال رہا کہ عنقریب میری اس کام میں آزمائش ہوگی یہاں تک کہ میری آزمائش ہوئی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں متفرد ہیں اور ابوبکر بن ابی الدنیا نے اس روایت کو ابواسحٰق ہمدانی سعید بن زنبور بن ثابت سے بحوالہ عمرو بن یحییٰ بن سعید روایت کیا ہے، اور ابویعلی نے بیان کیا ہے، سوید بن سعید نے ہم سے بیان کیا ھے کہ عمرو بن یحییٰ بن سعید نے اپنے دادا سے بحوالہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں وضو کا برتن لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلا اور جب آپ ﷺ نے وضو کیا تو آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر کچھ فرمایا اے معاویہ! اگر تو امیر بنے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل وانصاف سے کام لینا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس خیال میں ہمیشہ رہا کہ مجھے آزمایا جائے گا یہاں تک کہ مجھے امیر بنادیا گیا۔

اور غالب القطان نے اس روایت کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے یہ سنا کہ ایک روز میں حضور ﷺ پر وضو کا پانی ڈال رہا تھا تو اچانک آپ ﷺ نے میری طرف اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اے معاویہ عنقریب تو میری امت کا میرے بعد حاکم وامیر بنے گا اور جب ایسا ہو جائے یعنی امیر بن جائے تو اس کے بعد اپنے محکوم علیہ رعایا کی اچھی بات کو قبول کرنا اور ان کے برے کی بری باتوں سے درگزر کرنا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ ہی اس بات کا خیال کرتا رہا یہاں تک میں اپنے اس مقام پر کھڑا ہو گیا۔

بیہقی نے حاکم سے اس سند کے ساتھ اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کی طرف منسوب کر کے بحوالہ عبدالملک بن عمیر روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے خلافت پر رسول اللہ ﷺ کے اس قول نے آمادہ کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ اے معاویہ اگر تو بادشاہ حاکم بنے تو حسن سلوک عدل وانصاف سے کام لینا۔

اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ اس روایت میں اسماعیل بن ابراہیم ضعیف راوی ہے مگر اس حدیث کے شواھد موجود ہیں۔

اور ابن عساکر نے اپنی سند سے نعیم بن حماد کے واسطہ سے روایت کی ہے کہ محمد بن حرب نے ابوبکر بن ابی مریم سے بیان کیا ہے کہ محمد بن زیاد نے عوف بن مالک کے واسطے سے ہمکو بیان کیا کہ میں یوحنا کے کلیسا میں سویا ہوا تھا ان دنوں میں وہ کلیسا مسجد تھا یعنی اسمیں نماز پڑھی جاتی تھی کہ اچانک میں نے اپنی نیند سے بیدار ہو کر یہ دیکھا کہ میرے آگے ایک شیر چل رہا ہے تو میں اپنے ہتھیار کی طرف لپکا تو فوراً شیر نے کہا کہ ٹھہر جا کہ مجھے تمہاری طرف ایک پیغام دیکر بھیجا گیا ہے تا کہ میں وہ پیغام آپ کی طرف پہنچادوں، تو میں نے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے؟

اس شیر نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے تا کہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک سلام پہنچادے اور انہیں یہ بتادو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے تو عوف بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس شیر کو کہا کہ معاویہ کون ہیں اس شیر نے کہا کہ معاویہ بن سفیان۔

طبرانی نے اس روایت کو ابو یزید القراطیسی سے انہوں نے معلّی بن الولید القعقاعی سے اور انہوں نے محمد بن حبیب الخولانی سے اور انہوں نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی سے روایت کیا ہے اور اس سند میں ضعف پایا جاتا ہے یہ بہت ہی غریب حدیث، حتیٰ کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب کی بات ہے۔ اور مالک بن عوف کا یہ قول کہ اچانک میں نیند سے بیدار ہو گیا یہ جملہ اس میں داخل کیا گیا ہے ابن ابی مریم نے اس کو ضبط نہیں کیا، واللہ اعلم۔

اور محمد بن عائذ نے ولید سے روایت کیا ہے، اور انہوں نے ابی لھیعہ سے انہوں نے یونس سے یونس نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر الجابیہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت شرحبیل کو معزول کر دیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی طرف جانے کا حکم دیا اور شام کو دو امیروں یعنی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور یزید میں تقسیم کر دیا اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ فوت ہو گئے تو اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عیاض بن غنم کو نائب مقرر کیا اس کے بعد یزید فوت ہو گئے تو ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو اس کی موت کی اطلاع دی اور حضرت ابوسفیان سے فرمایا کہ یزید بن ابوسفیان کے ثواب کی امید رکھ انہوں نے کہا کہ آپ

نے اس کی جگہ کس کو امیر مقرر کیا ہے تو آپ نے فرمایا معاویہ کو انہوں نے کہا کہ یا امیر المؤمنین آپ نے صلہ رحمی کی ہے۔ حضرت معاویہ اور عمیر بن سعد شام کے امیر تھے، تو اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ قتل شہید ہو گئے۔

اور محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس میں وفات پائی اور اپنا نائب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اس کے بعد جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابوسفیان کو نائب مقرر کیا، اور جب یزید بن ابوسفیان نے وفات پائی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں انہیں امیر کے عہدے پر برقرار رکھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین اور اردن کا امیر مقرر کیا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا امیر مقرر کیا، اور اسی طرح بعلبک اور بلقاء کا امیر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن جذیم کو حمص کا امیر مقرر کیا، اس کے بعد تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ سارا ملک شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبضے میں دے دیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے بھی ان کو ملک شام کا امیر مقرر کیا تھا۔

اور اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صرف شام کا امیر مقرر کیا تھا اور ہر ماہ اس کے لئے (۸۰) اسی دینار مقرر کیئے ہوئے تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے ملک شام سارا حضرت معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحویل میں دیدیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ملک شام کے بعض مضافات کا امیر مقرر کیا تھا۔ اور بعض کا قول یہ ہیکہ جب ہند سے یزید بن ابوسفیان کی تعزیت کی گئی اور وہ ہند کا بیٹا نہ تھا تو اس کو کہا گیا کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا ہے تو وہ کہنے لگی کہ کیا انہوں نے معاویہ کی طرح کسی کا نائب مقرر کیا ہے پھر قسم کھا کر کہا کہ اگر سارے عرب اکٹھے ہو جاتے اور پھر وہ اس کو تیر ماریں اور وہ تیر اسکی جس طرف سے چاہتا نکل جاتا۔

اور دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش کے جوان اور ان کے سردار کے بیٹے کو چھوڑ دو اور وہ غصے میں بھی ہنسنے والا ہے اور صرف رضا مندی ہی سے اس سے مطلب حاصل کیا جا سکتا ہے، اور جو اس کو اس کے سر سے نہیں پکڑتا وہ اس کے قدموں کے نیچے ہوتا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قدامہ جوہری نے مجھ کو بیان کیا کہ عبدالعزیز بن یحییٰ نے اپنے ایک شیخ کے حوالہ سے مجھ کو بیان کیا کہ اس نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب شام تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑے جلوس میں آپ کا استقبال کیا اور ملاقات کی اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے قریب پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ جلوس والے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں یا امیر المؤمنین۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا یہ حال ہے کہ جلوس تیرے ساتھ ہے اور اس کے باوجود مجھے اطلاع ملی ہے کہ ضرورت مند لوگ تمہارے دروازے پر بہت عرصہ کھڑے رہتے تھے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو باتیں آپ کو پہنچی ہیں ان میں یہ بات بھی ہو گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہو؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو ننگے پاؤں پیدل حجاز تک چلنے کا حکم دوں۔ تو اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا امیر المؤمنین ہم ایسے علاقے میں ہیں کہ جہاں دشمن کی طرف سے جاسوس موجود ہیں لیکن ہم پر بادشاہ کی عزت کا اظہار کرنا واجب ہے جسمیں اہل اسلام کی عزت ہو گی اور ان کو اس سے خوف زدہ بھی کیا جائے گا۔ پس اگر مجھے حکم دیں گے تو میں ایسا ضرور کرونگا اور اگر مجھ کو روک دیں گے تو رک جاؤں گا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے معاویہ میں نے آپ سے جس بات کے متعلق بھی معلومات کی ہیں آپ نے مجھے بیکار چیز کی مانند چھوڑ دیا ہے اور آپ نے جو باتیں بیان کی ہیں درست ہیں تو وہ محض آپ کی آراء ہو سکتی ہیں اور اگر وہ ساری باتیں جھوٹی ہیں تو پھر سارے کا سارا دھوکہ ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین جس طرح آپ کو منظور ہے مجھے حکم دیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے نہ حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں پس ایک آدمی نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے اسے جس بات میں آزمایا ہے اس بات سے یہ نوجوان کس سنجیدگی سے کامیاب ہوا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے داخل ہونے کی وجہ اور پھر اس سے سنجیدگی کے ساتھ نکلنے کی وجہ سے ہی ہم نے یہ مشقت، محنت

برداشت کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام آئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک گدھے پر سوار تھے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے متعلق خبر نہ تھی۔ آپ سے کہا گیا آپ امیر المومنین سے آگے بڑھ گئے ہیں آپ فوراً پیچھے کی جانب واپس آ گئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو آپ پیدل چلنے لگے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے وہ باتیں کیں جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے جس بات میں اُسے آزمایا ہے اور اس نے کس سنجیدگی کے ساتھ اس کو پورا کیا۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ سے ہم نے مشقت برداشت کی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے کتاب الزہد میں فرمایا ہے کہ مجھ بن اُبی ذئب نے مسلم بن جندب سے بحوالہ اسلم نقل کیا ہے اور یہ اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں یہ فرماتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور آپ سفید رنگ اور چمک دمک والے تھے سب لوگوں سے آپ زیادہ خوش حال اور خوبصورت تھے۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو کچھ تعجب ہوا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کمر پر انگلی رکھی اور ان کو اوپر اٹھا لیا جس طرح تسمے کو آسانی سے اٹھایا جاتا ہے۔ اور فرمانے لگے شاباش ہم بہترین لوگ ہیں ہمارے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی جمع کر دی گئی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین میں عنقریب آپ سے بیان کروں گا کہ ہم حمام و سبزہ زاروں اور شہوات کے علاقے میں رہتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابھی آپ نے بیان کرونگا کہ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ آپ کے جسم اچھے کھانوں کی وجہ سے عمدہ ہیں اور آپ صبح تک سوتے رہتے ہو حتیٰ کہ سورج آپ کے جسم کے دونوں پہلوؤں کو گرم کرتا ہے اور ضرورت مند دروازوں کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے سکھائیں تاکہ میں عمل کروں۔

راوی بیان کرتا ہے جب ہم ذوطویٰ پہنچے یہ ایک جگہ کا نام ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لباس خرید کر پہن لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں ایک اچھی خوشبو محسوس کی اور فرمایا تم میں سے ایک آدمی ارادہ کرتا ہے اور ایک عاجز فقیر کی طرح حج کو نکلتا ہے اور جب وہ خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے حرمت والے شہر میں داخل ہوتا ہے تو خوشبو سے بھرے ہوئے دو کپڑے نکال کر پہن لیتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان خوشبو والے کپڑوں کو اس وجہ سے پہن لیا میرا ارادہ خاندان کے پاس جانے کا تھا خدا کی قسم! یہاں بھی اور شام بھی مجھے آپ کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے اس میں حیا محسوس کی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کپڑوں کو اُتار دیا اور وہ دو کپڑے پہن لئے جن میں احرام باندھا تھا۔

اور ابو بکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ میرے باپ ہشام بن محمد سے بحوالہ ابو عبدالرحمٰن مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے یہ عرب کا کسریٰ ہے اور اسی طرح المدائنی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ یہ بات ارشاد فرماتے تھے۔ اور عمرو بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سبز رنگ کا کرتہ پہن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کُرتے کو دیکھا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو ایک کوڑا لے کر آپ کی طرف اٹھے اور اس کوڑے سے آپ کو مارنے لگے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے امیر المومنین! میرے بارے میں اللہ سے ڈریں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی جگہ پر تشریف لے گئے جہاں بیٹھے تھے۔ تو لوگوں نے آپ سے فرمایا اے امیر المومنین! آپ نے انہیں کیوں مارا ہے؟ حالانکہ آپ کی قوم میں ان جیسا کوئی آدمی نہیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے اس کام میں بھلائی دیکھی ہے اور مجھے فائدہ ہی پہنچا ہے اور اے لوگو! مجھے اس کے سوا کوئی چیز پہنچتی تو آپ ان کے ساتھ میرا اور سلوک دیکھتے میں نے ان کو دیکھا ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو میں نے چاہا کہ جو بلند ہو چکا ہے اس کو بلندی سے نیچے اُتاروں۔

ابو داؤد روایت کرتے ہیں سلیمان بن عبدالرحمان دمشقی سے یہ یحییٰ بن حمزہ سے یہ ابن ابی مریم سے اور یہ قاسم بن مغیرہ سے اور یہ ابو مریم از دی سے یہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا اے فلاں! ہم نے آپ سے اچھے کام نہیں دیکھے یہ بات عرب کہا کرتے تھے۔ میں نے اس کے بارے میں ایک حدیث سنی ہے جو آپ کو سنا دیتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جس آدمی کو اللہ تعالیٰ

مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنائے اور وہ ان کی ضروریات وحاجات اور محتاجگی سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے یعنی ان کی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت وحاجت کو پورا نہیں کرتا بلکہ اس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا تو پیدل چلنے والوں کی ضرورت کو پورا کرنے لگے۔ اسے ترمذی اور دیگر کتب نے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مروان بن معاویہ رضی اللہ عنہ فزاری نے حبیب بن الشہید سے انہوں نے ابومجاز کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس باہر آئے تو وہ آپ کی خاطر کھڑے ہوگئے تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہو جائیں وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ابن عامر اور ابن زبیر کے پاس آئے تو ابن عامر آپ کے لئے کھڑے ہوگئے اور ابن زبیر آپ کے لئے کھڑے نہ ہوئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا آپ تشریف رکھیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی چاہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اسے حبیب بن الشہید سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حدیث حسن کہا ہے اور امام ابوداؤد نے اس کو یوں روایت کیا ہے عن ثور بن یزید بن راشد بن سعد المقری الحمصی عن معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو نے لوگوں کی کمزوریوں کو تلاش کرنا شروع کیا تو آپ ان کو خراب کردیں گے یا یہ فرمایا کہ قریب ہے کہ آپ ان کو خراب کریں گے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یہ وہ بات ہے جو خود اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس سے فائدہ پہنچائے۔ احمد اس روایت میں اکیلے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی سیرت، اچھے چشم پوشی کرنے والے، اچھے معاف کرنے والے اور بہت پردہ پوشی کرنے والے تھے۔

اور صحیحین میں زہری کی حدیث سے حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اُسے دین میں سمجھ عطا کرتے ہیں میرا کام تو صرف تقسیم کرنا ہے لیکن دینا اللہ کا کام ہے۔ اگر میری امت کا ایک آدمی بھی حق کا مددگار ہوگا تو ان کی مدد نہ کرنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا ان لوگوں کا کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے گا اور وہ غالب رہیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہوں گے۔ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مالک ابن یخامر بحوالہ حضرت معاذ خبر دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اور وہ شام میں تھے اور وہ اس حدیث سے اہل شام کو اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کرتے تھے کہ: اہل شام طائفہ منصورہ ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے یعنی ''اہل شام کے طائفہ منصورہ ہونے سے'' اہل شام کے لئے اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے حجت پکڑا کرتے تھے۔

مالک ابن یخامر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شام میں تھے کہ اور وہ اس سے اہل شام کو اہل عراق کے ساتھ لڑائی کرنے پر آمادہ کیا اور اہل شام مدد کیا ہوا ایک گروہ ہے مخالفین کے اعتبار سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے اہل شام کے لئے اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے حجت اور استدلال پکڑتے تھے۔

اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں قیساریہ کو ۱۹ھ میں فتح کیا اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے قبرص کو ۲۵ھ میں اور ۲۷ھ میں اور بعض کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۲۸ھ میں فتح کیا ہے ان کا بیان ہے غزوۃ المضیق یعنی مضیق القسطنطنیہ آپ کے زمانے میں ۳۲ھ، میں فتح ہوا تھا اور آپ ہی اس سال لوگوں کے امیر تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سارے شام کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا لیکن بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے قول اول صحیح ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوالدرداء کے بعد فضالہ بن عبید کو قاضی مقرر کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو ہوا اور اجتہادی لغزش تھی اس کے متعلق بیان ہو چکا ہے بہت بڑی جنگ ہوئی لیکن حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور سلف اور خلف اور جمہور علماء کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں معذور ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ میں اہل عراق اور اہل شام کے اسلام پر شہادت ملتی ہیں اس کی مثال حدیث میں یوں ہے کہ مسلمانوں کے بہترین فرقہ کے خلاف ایک خارجی گروہ نکلے گا اور دونوں

میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہو وہ اس کو قتل کرے گا پس خوارج کو حضرت علی اور ان کے اصحاب نے قتل کیا اور پھر حضرت علی شہید ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۱ ھ میں با اختیار امیر بن گئے اور آپ پھر ہر سال دو مرتبہ ان لوگوں سے جنگ کرتے تھے۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں اور دوسری مرتبہ گرمیوں کے موسم میں ان کی قوم میں کوئی نہ کوئی آدمی ان کی اجازت سے لوگوں کو حج کرواتا تھا اور آپ نے بھی ۵۰ ھ میں حج کی سعادت حاصل کی اور آپ کے بیٹے یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۵۱ ھ میں حج کی سعادت حاصل کی۔ اسی سال یا آئندہ سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو روم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ تھے قسطنطنیہ کو محاصرے میں لیا اور اس کے بارے میں صحیح کی ایک روایت ہے کہ جو لشکر سب سے پہلے اس پر حملہ کرے گا اس کی بخشش ہوگی۔ اور وکیع نے اعمش سے بیان کیا ہے کہ تعریف کرنے والے نے وکیع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

بلاشبہ آپ کے بعد حضرت علی امیر ہوں گے اور حضرت زبیر کے وجود میں ایک پسندیدہ خلف پایا جاتا ہے۔

حضرت کعب کہتے ہیں بلکہ وہ سیاہی مائل سفید رنگ کے خچر والا ہے یعنی اس سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لیتے ہیں اس نے کہا اے ابو اسحاق! تو یہ بات کہتا ہے حالانکہ یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ زبیر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب ہیں انہوں نے کہا تو خچر والا ہے اور سیف نے اسے عن بدر بن خلیل عن عثمان ابن عطیہ اسدی عن رجل عن بنی اسد روایت کی ہے حضرت عثمان کے زمانے میں جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدی خوان کو تعریفات کرتے ہوئے سنا کہ بلاشبہ آپ کے بعد حضرت علی امیر ہوں گے اور زبیر رضی اللہ عنہ کے وجود میں ایک پسندیدہ خلف پایا جاتا ہے تو آپ ہمیشہ امارت کے خواہش مند رہے۔

حضرت کعب نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ ان کے بعد سیاہی مائل سفید رنگ خچر والا امیر ہوگا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ان سے بات کی تو آپ نے فرمایا ان کے بعد آپ امیر ہوں گے لیکن اللہ کی قسم جب تک اس بات کی تکذیب نہ کریں اس وقت تک آپ کو امیر نہیں بنایا جا سکتا تو اس سے ان کو اثر ہوا۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے ابو ہارون کے حوالہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میرے بعد تم فساد میں مبتلا نہ ہونا اگر تم نے یہ کام کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں ہوں گے۔ اور جب آپ کو اپنی رائے کے سپرد کیا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسے آپ سے کس طرح چھین لیتے ہیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین سے قبل جب شام کا ارادہ کیا اور فوج کو بھی ساتھ جمع کیا تو جریر بن عبداللہ کو ایک خط کے ہمراہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اس میں تحریر تھا کہ آپ پر بیعت لازم ہے کیونکہ مہاجرین اور انصار نے بیعت کر لی ہے اگر ایسا نہ کیا تو ہم بھی آپ سے لڑائی کرنے کے لئے اللہ سے مدد طلب کریں گے اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت باتیں کی۔ پس لوگوں کو جو بات پسند آئی آپ بھی وہی بات اختیار کریں اور لوگوں کو میری طرف دعوت دیں میں دونوں کو کتاب اللہ پر جمع کروں گا۔ اور بڑا طویل کلام کیا جس کا کافی حصہ گذر چکا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور جریر نے خطاب بھی کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطاعت کا حکم دیا اور مخالفت سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ اور فتنے کو کھڑا کرنے اور تلواروں سے لڑائی کرنے سے روکا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل شام کی رائے لے لوں اس کے لئے انتظار کریں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم دیا الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اسلام کے ساتوں ارکان ایمان وغیرہ کو دلیل بنایا اس کا نور اس پاک زمین میں جلتا ہے اللہ نے اپنے بندوں میں سے انبیاء اور نیک لوگوں کے اترنے کی جگہ بنائی اور اہل شام کے لئے اس کو پسند کیا کیونکہ ان کو علم تھا کہ اس کی اطاعت اور ان کے امیروں کی خیر خواہی کرنے والے اور ان کی حرمات کا دفاع کرنے والے یہی لوگ ہیں ان کو اس امت کے لئے ایک فوج بنایا اور برائی ہمیشہ بھلائی کے جھنڈوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ عہد شکنوں سے روکتا ہے اور ایمان والوں کے دلوں میں محبت ڈالتا ہے مسلمانوں کے امور متفرق ہو چکے ہیں محبت کے بعد ہم ان کی اصلاح کے لئے اللہ سے مدد مانگتے ہیں اے اللہ! ہم کو فتح دے ان لوگوں پر جو سونے والوں کو بیدار کرتے ہیں اور امن طلب کرنے والوں کو ڈراتے ہیں اور ہمارے خون کو ضائع کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے راستوں کو روکنا چاہتے ہیں۔

اللہ ان کو جانتا ہے لیکن ہم ان کے عیبوں یا ناموں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت کا لباس عطاء کیا ہے اور جب تک پرندے جواب دیتے اور شبنم گرتی رہے گی اور ہدایت ہم تک پہنچائی جاتی رہے گی ہم اس لباس کو نہیں اتاریں گے۔

ہم کو علم ہے دشمنی اور حسد نے ہمارے خلاف ان کو ابھارا ہے ہم اللہ سے مدد مانگتے ہیں اے لوگو! میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی خلیفہ ہوں میں نے کبھی کسی کو رسوائی پر کھڑا نہیں کیا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا مددگار ہوں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے (جو آدمی مظلومانہ طور پر قتل کیا جائے ہم اس کے وارثوں کو اقتدار دیتے ہیں) اور عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل بھی اس قسم سے ہے اس کے بارے میں کوئی دلیل سے بات بتاؤ۔

تمام اہل شام بدلہ لینے پر تیار ہو گئے اور بیعت کے لئے تیار ہو گئے اور آپ سے عہد کر لیا کہ ہر قسم کی قربانیاں دیں گے قبل اس کے کہ اللہ ان کی جانوں کو فناء کر دیں۔

اہل شام کے جذبات کو دیکھ کر جریر حیران اور پریشان رہ گیا۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا شام اور مصر کا امیر مجھے بنادیں اس شرط پر کہ ان کے بعد کسی اور کی بیعت مجھ پر لازم نہیں تو میں تیار ہوں۔

جریر نے کہا اس بات کو لکھ دو چنانچہ انہوں نے اسی طرح کیا جب حضرت علی کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے کہا یہ ایک فریب ہے اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی معاویہ کی امارت کا مطالبہ کیا تھا جب میں مدینے میں تھا تو میں نے اس مطالبے سے انکار کر دیا تھا۔ اور گمراہوں کی مدد کرنا صحیح نہیں۔

پھر جریر کو اپنے پاس بلالیا ان کے آنے کے وقت حضرت علی کے پاس فوجیں جمع تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص کو خط لکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیں یہ قتل عثمان کے وقت فلسطین میں رہتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو مصر سے معزول کر دیا تھا، فی الحال فلسطین میں سکونت اختیار کی تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے استدعا کی کہ بعض امور میں آپ سے مشورہ لینا ہے، وہ سوار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، تو دونوں حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور اس پر اتفاق کیا،

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط پر انہوں نے کافی ڈانٹ ڈپٹ کی اور ملامت کی جس میں نیابت کا ذکر تھا اور کچھ باتیں بڑے سخت انداز میں کہی ہیں کہ:

اے معاویہ رضی اللہ عنہ تو نے شام میں نیابت کا مطالبہ کیا، کیا شام تیرا ہے، تو ہمارے ہاتھوں مرنہ جائے موت سے ڈر علی رضی اللہ عنہ تیرے جواب کو دیکھ رہے ہیں کہیں ایسی جنگ نہ ہو جو بالوں کو سفید کر دے یعنی جنگ عظیم پھر نیزے اور تلواروں کے اردگرد گھومنا پڑے تو تو کمزوری دیکھے۔ بلکہ صلح کر لے اس میں فائدہ ہے ورنہ نیزوں اور تلواروں کی بارش ہوگی۔

اور جو امن میں رہتا ہے وہ آرام پاتا ہے، اے ابن حرب! (یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) تو نے جو خط لکھا ہے اس کی وجہ سے مصائب تجھ پر ظلم کرنے والے ہیں اور پھر مطالبہ بھی وہ جو پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت علی سے کیا ہوا مطالبہ پورا بھی ہوا تو یہ چند راتوں کی امارت ہوگی اور یہ مطالبے کب تک ہوتے رہیں گے۔ یہ تو ختم نہیں ہو سکتے، اصل بات یہ ہے خواہشات تم پر نہ آ جائیں اور علی رضی اللہ عنہ جیسے آدمی کی اطاعت سے انکار کر کے ان پر حملے کی تیاری کر رہے ہو، اور آپ کی حالت یہ ہے کہ آپ اپنی بنیادوں کو خراب کر چکے ہیں تو لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ پر غالب ہو کر رہیں گے۔

تو اے ابن ہند! تیرے سرگرداں ہونے کے بعد وہ تجھے چیر پھاڑ دیں گے۔

اور یہ بات کئی طرق سے منقول ہے کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "آپ حضرت علی سے جھگڑا کرتے ہیں، کیا آپ ان جیسے ہیں؟" انہوں نے کہا "خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ علی مجھ سے بہتر اور افضل ہیں، اور مجھ سے زیادہ امارت کے حقدار ہیں لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت عثمان مظلومانہ شہید کر دیئے گئے اور میں انکا چچازاد بھائی ان

کے خون کا بدلہ مانگتا ہوں، اور ان کا معاملہ میرے ذمہ لازم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے سپرد کر دیں میں ان کی امارت کو تسلیم کرلوں گا حضرت خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کے پاس آ کر اس سلسلہ میں بات چیت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قاتل کو بھی حوالے نہ کیا چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمنواؤں سے اس بات کا مطالبہ کیا تو سب نے تلواریں سونت لیں کہ لو! ہم سے قصاص مانگتے ہو۔

اس موقع پر اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملکر جنگ کرنے کی ٹھان لی چنانچہ عمرو بن شمر عن جابر الجعفی عن عامر الشعبی وابوجعفر الباقر سے مروی ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو برائے انتباہ دمشق بھیجا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عراقیوں کے ساتھ ملکر تمہاری طرف آنے کے لئے تیار ہیں، تا کہ تم سے معاویہ کی اطاعت کا جواب طلب کریں۔ جب قاصد دمشق پہنچا تو حضرت معاویہ کے حکم سے شہر میں الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کر دیا گیا مسجد عوام سے کھچا کھچ بھر گئی۔ حضرت معاویہ نے منبر پر چڑھ کر تقریر کی اور کہا: بلاشبہ حضرت علی عراقیوں کے ساتھ ملکر تمہاری طرف آنے کی تیاری میں ہیں۔ اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟ عوام میں سے ہر ایک نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور زبان سے کوئی بات نہ کہی اور معاویہ کی طرف آنکھوں کو اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ البتہ ذوالکلاع نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین مشورہ دینا آپ کی ذمہ داری ہے اور کام کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

پھر حضرت معاویہ نے اعلان کروا دیا کہ ''تین دن میں تم اپنی چھاؤنی میں میرے پاس آ جاؤ! اور جو شخص ان دنوں میں پیچھے رہ گیا اس نے اپنی جان کو مباح کر دیا سب اکٹھے ہو جاؤ یہ قاصد واپس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور صورتحال سے مطلع کیا۔

حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عوام میں الصلوٰۃ جامعۃ کی منادی کرادی جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا'' بلاشبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا ہے تمہارا کیا مشورہ ہے۔

ہر فریق نے بولنا شروع کر دیا، باتیں مختلف ہو گئیں، حضرت علی کو کسی کی بات سمجھ نہ آئی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے منبر سے اتر گئے (اور کہا) خدا کی قسم جگر چبانے والی (ھندہ) کا بیٹا انہیں لے گیا ہے پھر صفین میں فریقین کا جو معاملہ ہوا سو ہوا۔ جیسا کہ ہم ۳۶۰ھ میں تفصیلی تحریر کر چکے ہیں۔

ابوبکر بن درید کا بیان ہے کہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ کے حوالہ سے ہمیں بتلایا ہے۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے صفین کے روز پاؤں رکاب میں رکھ کر شکست کا ارادہ کر لیا تھا مگر ابن الاطنابۃ کے اس قول نے مجھے روک لیا، وہ یہ کہہ رہا تھا:

> ''میری پاکدامنی اور آزمائش، نفع بخش قیمت سے تعریف خریدنے، ناپسندیدہ بات پر نفس کو مجبور کرنے، کوشش کرنے والے بہادر کی کھوپڑی پر تلوار مارنے، خوف کے باعث دل متلانے کے وقت میرے یہ کہنے کہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ یا تو تیری تعریف ہو گی یا پھر آرام پالے گا (کی عادات) نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا''۔

اور بیہقی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم خلفاء ہیں۔ سوال کیا گیا: اور حضرت معاویہ؟ تو جواب دیا: حضرت علی کے زمانے میں اُن سے زیادہ خلافت کا حقدار کوئی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

علی ابن المدنی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ: ''نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ایسی کوئی خصلت تھی جو خلافت سے مانع بنتی، اور نہ ہی معاویہ میں کوئی ایسی خصلت تھی جس کی بنا پر وہ حضرت علی سے جھگڑتے۔

قاضی شریک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ حلیم تھے؟ انہوں نے جواب دیا جو شخص حق کو حماقت قرار دے اور حضرت علی سے جنگ کرے وہ حلیم نہیں ہے۔ یہ بات ابن عساکر نے روایت کی ہے۔

سفیان ثوری عن حبیب عن سعد بن جبیر کی سند سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے عرفہ کی شام تلبیہ کہا ہے تو آپ نے ان کے متعلق ایک سخت بات کہی بعد میں آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عرفہ کی شام کو تلبیہ کہا ہے تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

ابوبکر بن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ عباد بن موسیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ علی بن ثابت الجزری نے سعید بن ابی عروبہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ جلوہ افروز ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تشریف فرما ہیں میں بھی سلام کر کے پاس بیٹھ گیا، میرے سامنے ہی حضرت علی اور معاویہ کو لایا گیا، اور دونوں کو ایک گھر میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی تیزی سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ ''رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہو گیا'' پھر حضرت معاویہ تیزی سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ: ''رب کعبہ کی قسم! اس نے مجھے بخش دیا ہے''۔

ابن عساکر نے ابوزرعہ رازی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا ''میں حضرت معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے جواب دیا: اسلئے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ہے، ابوزرعہ نے اس شخص سے کہا تیرا ناس ہو! حضرت معاویہ کا رب رحیم ہے اور مدِّ مقابل کریم ہے تو ان دونوں کے درمیان کیونکر دخل انداز ہوتا ہے؟ رضی اللہ عنہم۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کی چپقلش کے بارے میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی (**تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون**) اور یہی بات سلف کے کئی بزرگوں نے بیان کی ہے۔

اور اوزاعی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان کے مابین جو ماجرا ہوا اس کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا ''اسے مسابقت حاصل تھی اور اُسے بھی مسابقت حاصل تھی۔ اسے بھی قرابت حاصل تھی اور اُسے بھی قرابت حاصل تھی۔ یہ آزمائش میں پڑا اور وہ بچایا گیا'' اور جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا ''اسے بھی قرابت حاصل تھی اور اُسے بھی قرابت حاصل تھی اسے مسابقت حاصل تھی لیکن اسے مسابقت حاصل نہ تھی جبکہ دونوں آزمائش میں پڑے''

کلثوم بن جوشن کا بیان ہے کہ ابوعمر نضر نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا ''حضرت ابوبکر افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! کوئی برابری نہیں۔ حضرت علی کو کچھ سبقتیں حاصل تھی جن میں حضرت ابوبکر ان کے شریک ہیں اور حضرت علی نے کچھ نئی باتیں کہی ہیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شریک نہیں، اور حضرت ابوبکر افضل ہیں پھر اس نے پوچھا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ آپ نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر کے بارے میں دیا تھا۔ اور فرمایا کہ: ''حضرت عمر افضل ہیں'' پھر اس نے سوال کیا: حضرت عثمان افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ تب بھی آپ نے پہلے قول کی طرح جواب دیا۔ اور فرمایا: حضرت عثمان افضل ہیں'' اس نے پھر دریافت کیا: حضرت علی افضل ہیں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! کوئی برابری نہیں۔ حضرت علی کو کچھ سبقتیں حاصل ہیں جسمیں معاویہ شریک نہیں۔ اور حضرت علی نے کچھ نئی باتیں کیں جن میں معاویہ ان کے شریک ہیں۔ اور حضرت علی حضرت معاویہ سے افضل ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چار باتوں پر رنجیدگی ظاہر کرتے تھے (۱) حضرت علی سے جنگ کرنے پر (۲) حضرت حجر بن عدی کے قتل کرنے پر (۳) زیاد بن ابیہ کے استلحاق پر (۴) اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینے پر۔

جریر بن عبدالحمید نے مغیرۃ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو آپ رونے لگے بیوی نے دریافت کیا آپ اس شخص پر روتے ہیں حالانکہ آپ نے ان سے جنگ کی ہے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ تیرا ناس ہو! تجھے معلوم نہیں کہ لوگوں نے کس قدر فضل، فقہ اور علم کھو دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بیوی نے آپ سے کہا تھا کہ کل آپ ان سے جنگ کرتے تھے اور آج روتے ہیں؟

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ کے رمضان میں شہید کئے گئے۔ اسی لئے تو لیث بن سعد کہتے ہیں کہ ایلیاء میں حضرت معاویہ کی اجتماعی بیعت ہوئی اور ۴۰ھ میں آپ کوفہ آئے۔ صحیح بات وہی ہے جو ابن اسحٰق نے بیان کی ہے جبکہ جمہور کا قول یہ ہے کہ ۴۰ھ کے رمضان میں ایلیاء میں اس وقت آپ کی بیعت کی گئی جب اہل شام کو حضرت علی کی شہادت کی اطلاع ملی۔ لیکن آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے بعد ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں کوفہ تشریف لائے۔ اور یہ سال عام الجماعت یعنی جماعت کا سال کہلایا اور یہ مصالحت ادرج نامی جگہ پر ہوئی۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عراق کے گرد و نواح میں بمقام مسکن ہوئی، اور حضرت معاویہ مستقل امیر بن گئے یہاں تک کہ ۶۰ھ میں آپ کا

انتقال ہوا۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش تھی: لکل عمل ثواب جبکہ بعض کے قول کے مطابق ''لاقوۃ الا باللہ'' مرقوم تھا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے ہمیں بتایا کہ ابومعاویہ نے ہم سے یہ بیان کیا کہ اعمش نے عمرو بن مرۃ کو سعید بن سوید کے حوالے سے یہ بات بیان کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے باہر نخیلہ کے مقام پر ہمیں (کھلے میدان میں) دھوپ میں نماز جمعہ پڑھائی۔ اس کے بعد آپ نے ہم سے خطاب فرمایا اور کہا کہ: میں نے تم سے روزے رکھوانے کے لئے جنگ نہیں کی اور نہ ہی اس لئے جنگ کی ہے کہ تم نماز پڑھو اور نہ اس لئے کہ تم حج ادا کرو اور نہ اس لئے کہ زکوۃ ادا کرو۔ (اس لئے کہ) مجھے معلوم ہے کہ یہ سب کام تو تم کرتے ہی ہو، لیکن میں نے تم سے جنگ اس لئے کی ہے کہ تم میری امارت تسلیم کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ناپسندیدگی کے باوجود مجھے تمہارا امیر بنا دیا ہے۔

اسی طرح محمد بن سعد نے یعلی بن عبید سے اعمش کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ عارم نے ہمیں بتایا کہ حماد بن یزید نے معمر سے بحوالہ زہری ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادھورے چھوڑے ہوئے منصوبوں پر دو سال تک عملدرآمد جاری رکھا پھر وہ ان کاموں سے دور ہو گئے۔

نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ ابن فضیل نے یہ بات ہم سے السری بن اسماعیل سے بحوالہ شعبی نقل کی ہے کہ سفیان بن لیث نے مجھے بتایا کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ تشریف لائے تو میں نے انہیں ''یا مذل المؤمنین'' (اے مومنین کو ذلیل کرنے والے) کہہ کر پکارا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ایسا نہ کہو اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شب و روز اس وقت تک ختم نہ ہوں گے جب تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر نہ بن جائیں'' چنانچہ مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہے گا۔ اس لئے مجھے یہ بات اچھی نہ لگی میرے اور ان کے درمیان (خانہ جنگی کی وجہ سے) مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

مجالد نے شعبی سے حارث اعور کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین سے واپسی کے بعد فرمایا کہ ''لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو برا نہ سمجھو۔ اس لئے کہ اگر تم نے ان کی امارت کھو دی تو تم سروں کو جسموں سے اس طرح کٹا ہوا دیکھو گے جس طرح حنظل کاٹا جاتا ہے ابن عساکر نے اپنی سند سے بحوالہ ابوداؤد طیالسی بیان کیا ہے کہا ابو ایوب بن جابر نے ابو اسحٰق سے اور انہوں نے اسود بن یزید سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ'' کیا آپ کو اس شخص پر تعجب نہیں جو طلقاء (وہ لوگ جنھیں فتح مکہ کے وقت نبی اکرم ﷺ نے معاف کر دیا تھا) میں سے ہے اور اس کے باوجود خلافت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے جھگڑتا ہے'' اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا'' اور تم اس بات پر تعجب نہیں کرتے کہ حکومت واقتدار اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے چاہے وہ اچھا ہو یا برا اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اہل مصر پر چار سو سال تک بادشاہ بنائے رکھا اور اسی طرح دوسرے کفار کو بھی (بادشاہت دی)۔

زہری کہتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب حج کرنے کے لئے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور دونوں کی آپس میں علیحدگی میں بات چیت ہوئی۔ اس گفتگو میں ذکوان ابوعمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا آپ اس بات سے بے خوف ہیں کہ میں اپنے بھائی محمد کے قتل کے بدلے میں آپ کو قتل کرانے کے لئے کوئی آدمی چھپا سکتی ہوں'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ'' آپ نے درست فرمایا' چنانچہ حضرت معاویہ اور آپ کے درمیان گفتگو ختم ہو گئی۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خطبہ پڑھا اور پھر اس میں دین حق اور طریق ہدایت کو بیان فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دیکر مبعوث فرمایا تھا اور خلفاء راشدین کے طرز عمل کو بیان فرمایا۔ اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عدل کرنے اور نبی اکرم ﷺ اور ان کے خلفاء کی سنت کی پیروی کرنے کی ترغیب دی۔ اور اس معاملے میں آپ نے اس حد تک بات کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہنے دیا۔

چنانچہ جب آپ نے اپنی بات ختم فرمائی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ علم والی اور رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل پیرا

ہونے والی، شفقت کے ساتھ اور بلیغ انداز میں نصیحت کرنے والی ہیں۔ آپ نے اچھائی کی ترغیب اور اسی کا حکم فرمایا ہے۔ اور آپ نے مجھے وہی حکم دیا ہے جس میں میری مصلحت ہے بے شک آپ اس کی اہل ہیں کہ آپ کی بات مانی جائے'' اس کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی باتیں کیں۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ذکوان کا سہارہ لیتے ہوئے کھڑے ہوئے تو فرمایا بخدا! میں نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصاحت و بلاغت والے کسی خطیب کو نہیں سنا۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ سے خالد بن مخلد البجلی نے کہا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن بلال، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علقمہ بن ابو علقمہ نے اپنی والدہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ کہتی ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ'' آنحضرت ﷺ کی چادر مبارک اور آپ کے موئے مبارک (بال) مجھے بھیج دیں'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں میرے ہاتھ ان کی طرف بھیجیں۔ جب میں حضرت معاویہ کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے چادر مبارک اوڑھ لی اور آپ کے موئے مبارک پانی منگوا کر اس میں بھگوئے اور پھر وہ پانی پیا اور اپنے جسم پر بھی بہایا۔

اصمعی ہذلی سے بحوالہ شعبی نقل کرتے ہیں کہ عام الجماعۃ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو قریش کے کچھ سردار آپ سے ملے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کی مدد کی اور آپ کی شان کو بلند فرمایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک مدینہ میں داخل ہو گئے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اما بعد! بخدا جب سے میں نے تم لوگوں کی امارت سنبھالی ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ تم میری حکومت سے خوش نہیں ہوا اور نہ اسے اچھا سمجھتے ہو اور میری حکومت کے بارے میں جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے میں اس سے بھی واقف ہوں۔ لیکن میں نے اپنی اس تلوار سے تم لوگوں کو جلدی قابو کر لیا ہے، میں نے حضرت ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اختیار کرنا چاہا لیکن میں نے دیکھا کہ میرا نفس نہ تو اس کا بوجھ اٹھا سکتا ہے اور نہ اس میں اس کی استطاعت ہے اور میں نے حضرت ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اختیار کرنا چاہا تو میرا نفس اس سے بھی دور بھاگنے لگا اور میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اختیار کرنا چاہا تو میرے نفس نے اس کی بات بھی نہ مانی اور ان جیسا آدمی کہاں مل سکتا ہے اور ان کے اعمال واخلاق اختیار کرنے کی طاقت کس میں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ان کے بعد آنے والوں میں کوئی ایسا شخص ہو جو ان کی خوبیوں کو حاصل کر سکتا ہو رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہم اجمعین۔

البتہ میں نے تو اسے اپنے ہی ایک طریق کار پر ڈالا ہے جس میں فائدہ ہے اور تمہارے لئے بھی اسی میں منفعت ہے۔ اور اس طریق کار میں ہر ایک آدمی کے لئے جب تک وہ درست طرز زندگی اور کامل اطاعت اختیار کئے رکھے زندگی گزارنے کا سامان ہے۔

اگر تم مجھے اپنے آپ میں بہتر آدمی نہیں سمجھتے تو یہ جان لو کہ میں تمہارے لئے بہتر ہوں۔ خدا کی قسم! جس شخص کے پاس تلوار نہیں میں اس پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔ اور جو کچھ اس سے پہلے واقعات رونما ہو چکے ہیں، میں انہیں پس پشت ڈال چکا ہوں۔ اگر تم مجھے اپنے سارے حقوق کا محافظ نہیں پاتے تو جو بعض حقوق مجھ سے تمہیں حاصل ہوں انہیں پر خوش ہو جاؤ۔ بے شک یہ اس حق کے چوزے کے انڈے کو توڑنے والا معاملہ ہے۔ جب سیلاب آتا ہے تو وہ کمزوری پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن سیلاب اگر کم ہو تو وہ لوگوں کو مالدار بنا دیتا ہے۔ فتنہ سے بچتے رہو اور فتنہ وفساد کا ارادہ نہ کرو بلاشبہ یہ گزران زندگی کو خراب کر دیتا ہے اور آسائشوں کو پامال کر دیتا ہے اور اپنے پیچھے تباہی کو چھوڑ جاتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے بخشش و مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں''۔

پھر آپ منبر سے نیچے اتر آئے ظاہر یہ ہے کہ یہ عام الجماعۃ کا خطبہ نہیں بلکہ ۴۴ھ کے حج یا ۵۰ھ کے حج کا خطبہ ہے۔

لیث کہتے ہیں کہ علوان بن صالح بن کیسان نے مجھے بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، کی امارت پر لوگوں کے اتفاق کے بعد جب وہ پہلے سفر حج میں مدینہ تشریف لائے تو حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور کچھ دوسرے قریشی لوگ آپ سے ملے اور آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر بھی تشریف لے گئے۔ جب آپ دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہ نے چلا کر آپ کو اپنے والد صاحب کے بارے میں دہائی دی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے کہا کہ آپ لوگ واپس چلے جاؤ مجھے اس گھر میں کچھ کام ہے۔ جب وہ لوگ واپس چلے گئے تو آپ نے گھر میں جا کر عائشہ بنت عثمان رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور کہا کہ'' اے میری بھتیجی! لوگوں نے

ہمیں ہماری حکومت دے دی ہے اور ہم نے ان کے لئے ایسا حکم ظاہر کیا ہے کہ جس کے اندر ان کے لئے غضب ہے اور انہوں نے ہمارے لئے اطاعت کا اظہار کیا ہے لیکن در پردہ اس میں کینہ ہے، چنانچہ ہم نے ان کے ساتھ اس کے بدلے اس کا سودا کیا ہے۔ اور انہوں نے ہمارے ساتھ اُس کے بدلے اس کا سودا کیا ہے۔ چنانچہ اگر ہم نے انہیں وہ چیز دی جو انہوں نے ہم سے خریدی نہیں تو وہ ہمارا حق دینے میں بخل سے کام لیں گے تو ہم بھی ان کا حق دینے سے انکار کر دیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے مددگار ہیں اور ہر شخص اپنے مددگاروں کو پہچانتا ہے، لہٰذا اگر ہم نے ان سے عہد شکنی کی تو وہ بھی اپنا عہد توڑ دیں گے پھر ہمیں نہیں معلوم کہ ہم غالب ہوں گے یا مغلوب۔

اور ابن عدی نے علی بن زید کے طریق سے ابی نضرۃ سے بحوالہ ابو سعید روایت کی ہے اور ابن عدی نے مجالد کے طریق سے ابو الوداک سے بحوالہ ابو سعید روایت کی ہے (یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو۔ ابن عدی نے اس روایت کو اُس متروک روایت کے ذریعہ قوت دی ہے جو الحکم بن ظہیر کے طریق سے عن عاصم عن زر عن ابن مسعود مرفوعاً مروی ہے بلاشبہ یہ حدیث موضوع، من گھڑت اور جھوٹی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ اس فعل کی طرف سبقت کرتے۔

اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں اور اس کے دینِ متین کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور عمرو بن عبید نے اس حدیث کو حسن بصری کے حوالہ سے مرسل قرار دیا ہے، ایوب نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور جھوٹ ہے اور خطیب بغدادی نے اس روایت کو مجہول اسناد کے ساتھ ابو زبیر سے بحوالہ جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر خطبہ دیتے دیکھو تو اُسے قتل کر دو (اس روایت میں شاید **فاقتلوہ** کے بجائے **فاقبلوہ** کا لفظ ہے یعنی اُسے قبول کر لو، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت کے آخر میں آپ ﷺ کا یہ قول بیان ہوا ہے کہ بلاشبہ وہ امین مامون ہے اور اس حدیث پر کوئی اشکال نہیں کیا جا سکتا اور مفہوم بھی صحیح رہتا ہے۔ واللہ اعلم۔ از مترجم)

اور ابو زرعہ دمشقی نے عن دحیم عن الولید عن الاوزاعی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پایا جن میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور جن لوگوں کا ہم نے نام لیا ہے ان سے کئی گنا اچھے اور بہتر آدمی بھی ہیں جو چراغ ہدایت اور علم کے پہاڑ تھے، انہوں نے کتاب سے اس کے مرتب حصے اور دین کے جدید حصے کو پیش کیا اور اسلام سے وہ کچھ سمجھا جو اُن کے اغیار نے نہ سمجھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تاویل قرآن سیکھی اور ان کی اچھی طرح پیروی کرنے والوں میں حضرت مسور بن مخرمہ حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث، حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عبداللہ بن محریز بھی شامل ہیں اور ان جیسے لوگ محمد ﷺ کی امت میں جماعت سے جُدا نہیں ہوئے۔

اور ابو زرعہ نے عن دحیم عن الولید عن سعید بن عبدالعزیز کے طریق سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو لوگوں کے واسطے لڑنے والی کوئی فوج نہ تھی یہاں تک کہ عام الجماعۃ آ گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرزمین روم سے سولہ جنگیں لڑیں، موسم گرما میں ایک سریہ جاتا اور سرزمین روم پر موسم سرما گزار کر واپس آ جاتا پھر اس کے بعد دوسرا جاتا، جن لوگوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے بھیجا ان میں آپ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید بھی تھا اور اس کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی تھے تو وہ انہیں خلیج کے پار لے گیا اور انہوں نے قسطنطنیہ کے دروازے پر قسطنطنیہ والوں سے جنگ کی پھر وہ انہیں ساتھ لیکر واپس شام آ گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسے آخری وصیت یہ کی کہ وہ رومیوں کے گلے کو مضبوطی سے دبا دے۔

اور ابن وہب نے یونس سے بحوالہ زہری بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو دو مرتبہ حج کرایا اور آپ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت انیس سال اور گیارہ ماہ تھا اور ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۴ھ اور ۵۰ھ میں لوگوں کو حج کروایا اور دیگر مورخین نے ۵۰ھ کی بجائے ۵۱ھ بیان کیا ہے اور لیث بن سعد نے بیان کیا ہے کہ بکیر نے بشر بن سعید کے حوالہ سے ہم کو خبر دی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق

کے ساتھ فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔

اور عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ معمر نے زہری کے حوالہ سے ہمیں بیان کیا حمید بن عبدالرحمٰن کے حوالہ سے اور انہوں نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اور حاضر ہو کر سلام کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسور! ائمہ پر جو آپ نے اعتراض کیا تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے کہا اس بات کو چھوڑ دیئے اور ہم پہلے جو کچھ کر چکے ہیں اس کے بارے میں حسن سلوک کیجئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ مجھ سے اپنے بارے، میں بات کریں، حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ میں جو عیب بھی ان پر لگاتا تھا اُن میں سے کوئی بات بھی نہ چھوڑی اور انہیں اس کے متعلق بتایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ بھی گناہ سے پاک وصاف نہ بنیں۔

کیا تمہارے کچھ ایسے گناہ نہیں ہیں جن کے متعلق تمہیں خوف ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف نہیں کیا تو آپ ہلاک ہو جائیں گے؟ تو میں نے کہا ہاں، بلاشبہ میرے کچھ ایسے گناہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف نہ کیا تو ان کی وجہ سے میں ہلاک ہو جاؤں گا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تجھے کس نے مجھ سے بڑھ کر مغفرت کی امید کا حق دار بنایا ہے؟ خدا کی قسم میرے ذمے رعایا کی اصلاح حدود کا قیام، لوگوں کے درمیان صلح کروانا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا اور ایسے بڑے بڑے کام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا اور نہ ہم انہیں ان عیوب وذنوب سے زیادہ شمار کر سکتے ہیں۔

جن کا آپ نے ذکر کیا ہے اور میں ایک ایسے دین پر ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کو قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگذر کرتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر گواہ ہے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر میں اختیار دیا جائے تو میں اللہ تعالیٰ کو اس کے غیر کے مقابلہ میں پسند کروں گا، اس کے بعد جب میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن لیں تو میں سوچ میں پڑ گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جھگڑے میں مجھ پر غالب آگئے ہیں اس واقعہ کے بعد جب بھی مسور بن مخرمہ آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر کرتے۔

اسی روایت کو شعیب نے عن الزہری عن عروۃ عن المسور اسی طرح روایت کیا ہے اور ابن درید نے ابوحاتم سے عتبی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو میں تم سے بہتر نہیں اور یقیناً تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے بہتر ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود ہیں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ میں حکومت کے لحاظ سے تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہوں اور تمہارے دشمن پر غالب آکر اُسے زیادہ قتل کرنے والا ہوں اور تمہیں زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہوں۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس روایت کو عن ابن سعد عن محمد بن مصعب عن ابی بکر بن ابی مریم عن ثابت مولیٰ معاویہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قسم کی بات کرتے ہوئے سنا ہے اور خطیب دمشق ہشام بن عمار نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن واقد نے یونس بن حلبس سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر حضرت معاویہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اے لوگو، میری بات کو سمجھو، تم اُمور دنیا و آخرت کو مجھ سے بڑھ کر جاننے والا ہرگز نہیں پاؤ گے، نماز میں اپنے چہروں اور صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا، اپنے بیوقوفوں کے ہاتھوں پر گرفت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو تم پر مسلط کر دے گا اور وہ تمہیں بُرا عذاب پہنچائے گا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ دیا کرو اور تم میں سے کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں غریب ہوں بلاشبہ غریب کا صدقہ، غنی کے صدقے سے افضل ہے، پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے سے پرہیز کرو اور کسی کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے اور اگر تم میں سے کسی نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کی عورت پر بھی تہمت لگائی تو قیامت کے دن اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ یزید بن طہمان الرقاشی نے محمد بن سیرین کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تو تہمت نہ لگاتے، اور ابوالقاسم بغوی نے اس روایت کو عن سوید بن سعید عن ہمام بن اسماعیل عن ابی قبیل کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہر روز ابوالجیش نامی شخص کو بھیجتے اور وہ مجلسوں میں گھومتا پھرتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ کسی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا کوئی مہمان آیا ہے اور جب اُسے اس کے متعلق بتایا جاتا تو وہ رجسٹر میں اس کا نام لکھ دیتا تاکہ اس کو مدد پہنچائی جائے اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا

ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عجز وانکساری کرنے والے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے کوڑے، بچوں کے کوڑوں کی طرح ہوتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ ان سے لوگوں کو مارتے تھے، اور ہشام بن عمار نے عمرو بن واقد سے بحوالہ یونس بن میسرہ بن حلبس بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا سواری پر اپنے پیچھے اپنے خادم کو بٹھائے ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی قمیض کے گریبان میں پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ بازاروں میں چل پھر رہے تھے اور اعمش نے مجاہد کے حوالہ سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو تم کہتے یہ مہدی ہے اور ھشیم نے عن عوام عن جبلہ ابن سحیم عن ابن عمر کے طریق سے بیان کیا ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا سردار نہیں دیکھا۔

راوی ابن سحیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے سردار ہیں تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے بہتر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بڑے سردار تھے، اور ابوسفیان الحمیری نے اس روایت کو عوام بن حوشب کے حوالہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا سردار نہیں دیکھا، اُن سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بڑے سردار نہ تھے؟ تو انہوں نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ تینوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر اور افضل تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے سردار تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے اس جیسی روایت مروی ہے اور عبدالرزاق نے معمر سے ہمام کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا اور حنبل بن اسحٰق نے عن ابی نعیم عن ابن ابی عتیبہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پہلا بادشاہ ہوں اور ابن ابی خیثمہ نے بھی اس روایت کو عن ہارون بن معروف عن حمزہ عن ابی شوذب کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پہلا بادشاہ اور آخری خلیفہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین کا طریقہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ کہا جائے لیکن ان کو خلیفہ نہ کہا جائے کیونکہ حضرت سفینہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد کاٹنے والی حکومت اور بادشاہت ہوگی۔

اور عبدالملک بن مروان نے ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حوصلہ، برداشت اور سخاوت میں ان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اور قبیصہ بن جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو حلیم، بردبار، نرم مزاج سردار اور نیکی میں کشادہ دست نہیں دیکھا اور بعض نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سخت بُری باتیں کہیں تو آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کاش، آپ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ کر کے اُسے مغلوب کر دیتے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میری رعیت کے کسی شخص کے گناہ سے میرا حوصلہ تنگ پڑ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ کو کس نے حلیم بنایا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ کسی شخص کا جرم میرے حلم وحوصلہ سے بڑھ جائے اور اصمعی نے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ گناہ میرے عفو سے بڑھ جائے یا جہالت میرے حوصلہ سے بڑھ جائے یا قابل شرم کمزوری کو میں اپنے پردے سے چھپا نہ سکوں، اور اصمعی رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابوالجہم نامی شخص اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کینہ پایا جاتا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے تو اپنا سر جھکا لیا پھر اپنے سر کو اُٹھا کر کہا اے ابوالجہم، بادشاہ سے کنارہ کشی اختیار کر وہ وہ بچوں کی طرح غضب ناک ہو جاتا ہے اور شیر کی طرح پکڑ لیتا ہے اور اس کا تھوڑا سا غصہ بہت سے لوگوں پر غالب آجاتا ہے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوالجہم کو مال و دولت دینے کا حکم دیا اور ابوالجہم نے اس بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح کرتے ہوئے کہا ہم ان کے پہلوؤں کی طرف یوں جھکتے ہیں جیسے اپنے باپوں کی طرف جھکتے ہیں اور ہم اُسے اس کی دونوں حالتوں کی خبر دینے کے لئے پلٹتے ہیں تو ہمیں ان دونوں سے سخاوت اور

نرمی کی خبر ملتی ہے۔

اعمش ۔نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چکر لگایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہے تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا، ان کے سرین ہند کے سرین سے کس قدر مشابہت رکھتے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، یہ بات حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی حیرت میں ڈال دیا کرتی تھی۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھانجے عبدالرحمٰن بن الحکم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا، فلاں شخص مجھے گالیاں دیتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا، اسکے آگے پست ہو کر گزرو، وہ تجھے معاف کر دے گا اور ابن الاعرابی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا، میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ برداشت والا شخص نہیں دیکھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں، جو شخص آدمیوں کا مقابلہ کرتا ہے وہ ایسے ہی ہوتا ہے۔

اور ابوعمرو بن العلاء نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے سُرخ اونٹوں کی سخاوت میں خوشی محسوس ہوتی ہے نیز فرمایا فتح کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنے سے مجھے خوشی ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بنی اُمیہ! حلم کے ذریعے قریش سے ممتاز ہو جاؤ، خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں کسی شخص سے ملتا تو وہ مجھے جی بھر کر گالیاں دیتا اور میں اس سے بڑا حلم اختیار کرتا پھر میں لوٹتا تو وہ میرا دوست ہوتا اور اگر میں اس سے مدد مانگتا تو وہ میری مدد کرتا اور میں حملہ کرتا تو وہ میرے ساتھ حملہ کرتا، اور شریف آدمی سے حلم کا روکنا اس کا شرف نہیں اور وہ اسے کرم میں زیادہ کر دیتا ہے نیز فرمایا، حلم کی آفت ذلت ہے اور جب تک کسی شخص کا حلم اس کی جہالت پر اور اس کا صبر اس کی شہوت پر غالب نہ آجائے وہ مشورہ کے مقام تک نہیں پہنچتا اور اس تک آدمی علم کی قوت سے ہی پہنچ سکتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابن ہند کے کیا کہنے، ہم اس سے ڈرا کرتے تھے اور شیر اپنے پنجوں سمیت اس سے زیادہ بہادر نہیں تھا پھر وہ ہم سے جدا ہو جاتا اور اُسے فریب دیتے تھے اور اہل زمین کا کوئی شب بیداری کرنے والا اس سے زیادہ دانا نہ تھا اور وہ ہم سے فریب کرتا اور آپ رضی اللہ عنہ نے کوہ ابوقبیس کی طرف اشارہ کر کے کہا میں چاہتا ہوں جب تک اس پہاڑ میں پتھر موجود ہیں ہم اس سے فائدہ اٹھائیں ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا، لوگوں کا بڑا سردار کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ دل کے لحاظ سے ان سب سے بڑا سخی ہو اور مجالس میں ان سے بڑا بااخلاق ہو اور جب اُسے جاہل شمار کیا جائے تو وہ ان سے بڑھ کر حلیم ہو، اور ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

حلم کی مانند، حماقت کو کسی چیز نے قتل نہیں کیا اور حوصلہ مند انسان، جہالت پر احسان کرتا ہے اور اگر آپ غصے سے بھرپور ہوں تو کسی سے بد اخلاقی نہ کریں۔

یقیناً بدگوئی کمینے آدمی کا فعل ہے اور اپنے بھائی سے گناہ کے ارتکاب پر قطع تعلق نہ کریں بلاشبہ شریف انسان گناہوں اور غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اور قاضی ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چوروں کو لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سب کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دے دیا اور ان تمام چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے یہاں تک کہ ان میں سے ایک چور باقی رہ گیا اُس نے کہا:

اے امیر المؤمنین، میں اپنے دائیں ہاتھ کو آپ کی معافی کی پناہ میں دیتا ہوں کہ اُسے عیب دار جگہ میں پھینکا جائے، میرا ہاتھ خوب صورت تھا۔

کاش! اس کا پردہ مکمل ہوتا اور خوبصورت ہاتھ اس عیب کو نہ کھوئے جو اُسے عیب دار کر رہا ہے اور دنیا میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور جب میرا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے جدا ہو جائے گا تو بھی دنیا محبوب ہی ہوگی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھ سے کیا سلوک کروں؟ ہم نے تیرے ساتھیوں کے ہاتھ تو کاٹ دیئے ہیں چور کی ماں کہنے لگی، اے امیر المؤمنین، آپ اپنے جن گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اسے ان میں ہی رکھ لیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے آزاد کر دیا اور یہ پہلا خوش نصیب آدمی تھا جسے اسلام میں چھوڑا گیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کس بات کی وجہ سے لوگوں پر غالب آ گئے تھے، جب وہ اڑتے تو یہ گر پڑتے اور جب یہ گر پڑتے تو وہ اڑتے اور دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نائب زیاد کی طرف لکھا:

اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ صرف نرمی کی سیاست ہی لوگوں سے کرتا رہے کہ وہ اکڑ جائیں اور نہ سخت سیاست اختیار کرے کہ لوگوں کو ہلاکتوں پر آمادہ کرے بلکہ درمیانہ روی کی سیاست اختیار کرے اور میں نرمی، الفت اور رحمت کی سیاست اختیار کرتا ہوں تاکہ جب کوئی ڈرنے والا خوف زدہ ہو جائے تو وہ داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ پالے۔

اور ابو مسہر نے سعید بن عبدالعزیز کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے اٹھارہ ہزار دینار ادا کئے حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی قرض نہیں تھا جو آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو ادا کرتے۔

اور ہشام بن عروۃ نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے اور آپ رضی اللہ عنہا نے اُسی دن انہیں تقسیم کر دیا اور ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہ بچا، آپ رضی اللہ عنہا کی خادمہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے کہا، آپ نے ہمارے لئے کوئی درہم باقی کیوں نہیں رکھا جس سے ہم گوشت خریدتے اور آپ رضی اللہ عنہا اس پر روزہ افطار کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تو مجھے یاد دلاتی تو میں ایسا کرتی اور عطار حمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک ہار بھیجا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی جب کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے آپ رضی اللہ عنہا نے اسے قبول کر لیا اور زید بن الحباب نے حسین بن واقد سے عبداللہ بن بریدہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا، میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے ایسا کسی نے نہیں دیا ہوگا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں چار کروڑ عطیہ دیا اور ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فوراً انہیں دو ہزار دینار کا عطیہ دیا اور ان سے کہا کہ میں نے اس سے پہلے یہ عطیہ کسی کو نہیں دیا تو حضرت حسین نے کہا اور آپ نے ہم سے افضل کسی کو نہیں دیا۔

ابن ابی الدنیا نے کہا ہم سے یوسف بن موسیٰ نے کہا انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بواسطہ مغیرہ نقل کیا فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کی طرف مال کے مطالبے کا خط بھیجا تو حضرت معاویہ نے دونوں کی طرف یا ہر ایک کی طرف ایک ہزار دینار بھیجے یہ بات حضرت علی کو پہنچی تو آپ نے فرمایا تم دونوں کو شرم نہیں آئی کہ ہم ایک شخص سے صبح وشام کو محو پیکار اور تم اس سے مال مانگ رہے ہو؟ ان دونوں نے کہا آپ نے ہمیں محروم کیا اور وہ ہم پر سخاوت کرتے ہیں امام اصمعی نے کہا کہ حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن زبیر امیر معاویہ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت حسن سے کہا رسول اللہ کے بیٹے کو خوش آمدید اور ان کے لئے تین ہزار دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن زبیر سے کہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے کو خوش آمدید اور انہیں ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔

ابو مروان مروانی نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی کی طرف ایک لاکھ دینار بھیجے تو انہوں نے وہ اپنے ہم مجلسوں میں تقسیم کر دیئے وہ دس آدمی تھے ہر ایک کے حصے میں دس ہزار دینار آئے اور حضرت عبداللہ بن جعفر کی طرف بھی ایک لاکھ دینار بھیجے تو ان کی بیوی فاطمہ نے ان کا مطالبہ کیا چنانچہ آپ نے وہ دینار اسے دے دیئے اور مروان ابن حکم کی طرف بھی ایک لاکھ دینار بھیجے تو انہوں نے پچاس ہزار تقسیم کئے اور پچاس ہزار رکھ لئے اور حضرت ابن عمر کی طرف ایک لاکھ بھیجے تو انہوں نے نوے ہزار تقسیم کر دیئے اور دس ہزار رکھ لئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک وہ میانہ رو ہیں اور میانہ روی کو پسند کرتے ہیں اور عبداللہ ابن زبیر کی طرف بھی ایک لاکھ بھیجے تو انہوں نے قاصد سے کہا کہ تم دن میں کیوں آ گئے رات کو کیوں نہیں آئے اس کے بعد وہ دینار پاس رکھ لئے اور کسی کو کچھ نہ دیا تو حضرت معاویہ نے کہا کہ وہ چالباز گوہ کی طرح ہیں جس نے اپنی دم اٹھالی اور رسی کاٹ لی۔

ابن دآب کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر کے حضرت معاویہ پر ہر سال ہزاروں قرض ہوتا وہ اپنی سو ضروریات پوری کرتے ایک سال وہ ان کے

پاس آئے تو حضرت معاویہ نے ان کو مال دیا اور ان کی ضروریات پوری کی ان میں سے ایک ضرورت رہ گئی اسی اثناء میں وہ ان کے پاس تھے کہ سجستان کا اصبہذ ہند حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہ اسے ان علاقوں کا بادشاہ بنا دے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے وعدہ کیا کہ جو شخص تمہاری ضروریات پوری کرے گا تو میں اسے اپنے مال میں سے ایک کروڑ درہم دوں گا۔ پھر وہ شخص اہل شام اور اہل عراق کے امراء کے پاس آیا جو احنف بن قیس کے ساتھ آئے تھے ہر ایک نے یہی کہا کہ عبداللہ بن جعفر کے پاس جاؤ چنانچہ وہ دیہاتی ان کے پاس پہنچ گیا تو حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت معاویہ سے اس کے متعلق گفتگو کی تو امیر معاویہ نے اس کی ضرورت کو سوحاجات پورا کرنے کے لئے پورا کر دیا اور کاتب کو حکم دیا تو اس نے اس کے لئے حکم نامہ لکھا حضرت عبداللہ بن جعفر وہ حکم نامہ لے کر کسان کے پاس پہنچے اس نے زمین بوسی کی اور ایک کروڑ درھم اٹھا کر دیئے تو ابن جعفر نے اسے کہا کہ اللہ کو سجدہ کرو اور اپنا مال اپنے گھر لے جاؤ ہم اہل بیت ہیں نیکی کو پیسے کے بدلے نہیں بیچتے۔ یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کاش! یہ بات یزید کہتا تو مجھے عراق کے خراج سے زیادہ محبوب ہوتی بنو ہاشم تو سخاوت ہی کرتے ہیں ابن دآب کے علاوہ نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر کے حضرت معاویہ پر ایک کروڑ قرض ہوتا بعض اوقات ان پر پانچ لاکھ دینار ہو جاتے تو ان کے قرض خواہ ان سے اصرار کرتے وہ ان سے مہلت مانگتے یہاں تک کہ حضرت معاویہ کے پاس پہنچے تو کہتے ہیں کہ مجھے عطیات میں سے قرض دو چنانچہ ایک دفعہ وہ ان کے پاس آئے تو حضرت معاویہ نے کہا کہ تم کو کیا چیز لائی ہے تو انہوں نے کہا کہ قرض جس کا قرض خواہ اصرار کر رہے ہیں حضرت معاویہ نے کہا کہ وہ کتنا ہے کہا پانچ لاکھ، حضرت معاویہ نے ان کی طرف سے ادا کر دیا ایک کروڑ آپ کے پاس اپنے وقت میں پہنچ جائے گا۔

ابن سعید نے کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے کہا ان سے ابن ھلال نے بیان کیا حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ حسن بن علی پر تعجب ہے! کہ انہوں نے یمن کا شہد رومہ کے پانی کے ساتھ ملا کر پیا تو ان کی وفات ہوگئی اس کے بعد حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت حسن بن علی کے متعلق آپ کو رنجیدہ نہ کرے اور نہ درد میں مبتلا کرے، حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ سے کہا: جب تک اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو سلامت رکھے گا مجھے اللہ تعالیٰ غم اور بے چینی نہیں دے گا، راوی کا کہنا ہے کہ آپ نے انہیں ایک کروڑ درھم اور مال ومتاع اور کئی چیزیں عنایت فرمائی اور فرمایا انہیں لے کر اپنے اہل میں تقسیم کر دیں۔

ابوالحسن المدائنی نے بواسطہ سلمہ بن محارب نقل کیا کہ حضرت معاویہ سے پوچھا گیا کہ تم لوگوں میں سے اشرف کون ہے؟ تم یا بنو ہاشم؟ آپ نے فرمایا ہم بہت شرف والے ہیں اور وہ بھی بڑی فضیلت کے مالک ہیں، ان میں ہاشم ایک ایسا آدمی ہے کہ بنی عبد مناف میں اس کی مانند کوئی نہیں اور جب وہ انتقال کر گئے تو ہم تعداد و اشرفیت میں زیادہ ہو گئے اور ان میں عبدالمطلب بھی تھے جبکہ ہم میں ان جیسا کوئی نہیں اور جب وہ فوت ہوئے تو ہم تعداد و شرف میں بڑھ گئے، اور ان میں ایک بھی ہمارے ایک آدمی کی طرح نہ تھا، اور ابھی پلک جھپکی بھی نہ تھی کہ انہوں نے کہا ہم میں نبی ہے اور ایسا نبی آیا جس کی مثل اولین وآخرین میں نہیں سنی تھی، یعنی حضرت محمد ﷺ پس اس فضیلت اور اس شرافت کو کون حاصل کر سکتا ہے؟

ابن خیثمہ نے عن موسیٰ بن اسمٰعیل عن حماد بن سلمہ عن علی بن زید عن یوسف بن مہران عن ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاذ کے سامنے اپنا خواب ذکر کیا، جس میں آپ نے حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو دیکھا کہ ان کے ایام خلافت کا محاسبہ ہو رہا ہے اور حضرت معاویہ کو دیکھا کہ ان پر دو آدمی نگران مقرر ہیں جو ان کا محاسبہ کر رہے ہیں، حضرت معاویہ نے ان سے کہا کہ وہاں تم نے شاید مصر کے دینار نہیں دیکھے؟ اور ابن درید نے بحوالہ ابی حاتم العتبی نقل کیا ہے کہ حضرت عمرو، حضرت معاویہ کے پاس گئے، ادھر آپ کے پاس ایک خط آیا ہوا تھا جس میں آپ کے بعض دوستوں کی تعریف کی گئی تھی۔ حضرت معاویہ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا تو حضرت عمرو نے کہا، نیک لوگ جا رہے ہیں اور تو ابھی تک سلامت ہے موتیں تجھ سے خطا کر جاتی ہیں تو نہیں مرتا۔ حضرت معاویہ نے انہیں کہا: کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں مر جاؤں اور تو زندہ رہے جب تک تو نہ مرے تو میں مرنے کا نہیں۔

ابن سماک نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حاسدِ نعمت کے علاوہ ہر شخص کو خوش رکھنے کی استطاعت رکھتا ہوں، یقیناً حاسد نعمت صرف نعمت کے چھن جانے پر راضی ہوتا ہے، امام زہری نے عبدالملک سے بواسطہ ابی بحریہ نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ارشاد فرمایا بہادری چار چیزوں میں ہے:

(۱)..... اسلام میں عفیف و پاکدامن رہنا۔
(۲)..... مال کو ٹھیک ٹھیک رکھنا۔
(۳)..... بھائیوں اور
(۴)..... پڑوسیوں کا تحفظ کرنا۔

ابوبکر ہذلی نے فرمایا کہ حضرت معاویہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے، اور جب آپ خلیفہ بنے تو آپ کے گھر والوں نے آپ سے کہا کہ آپ انتہاء منزل تک پہنچ گئے اب شعر کا کیا ہوگا؟ ایک روز آپ نے خوش ہوکر کہا: میں نے اپنی حماقت کی جڑ کاٹ دی اور اپنی بردباری کو راحت پہنچائی، مجھے اپنے تحمل پر اعتراض ہے اس کے باوجود جب مجھے سخت آنکھوں والے اپنی حاجات کے لئے بلاتے ہیں، تو ان کی بات کا جواب دیتا ہوں''

مغیرہ نے امام شعبی سے نقل کیا کہ حضرت معاویہ پہلے آدمی ہیں، جنہوں نے بیٹھ کر خطبہ دیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ لحیم شحیم ہو گئے تھے اور آپ کا پیٹ بڑھ گیا تھا، اسی طرح مغیرہ سے بواسطہ ابراھیم منقول ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جمعہ کے دن بیٹھ کر خطبہ دینے والے پہلے شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں ابوالملیح نے بواسطہ میمون نقل کیا: کہ سب سے پہلے منبر پر بیٹھنے والے شخص امیر معاویہ ہیں اور انہوں نے بیٹھنے کے لئے اجازت طلب کی، اور قتادہ نے بواسطہ سعید بن حسیب بیان کیا کہ حضرت معاویہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے عیدین میں اقامت کہی، حضرت ابوجعفر باقر نے کہا کہ مکہ کے دروازے نہیں تھے امیر معاویہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دروازے بنوائے، ابوالیمان نے شعیب سے بحوالہ زہری نقل کیا ہے کہ وہ سنت طریقہ ختم ہوگیا کہ کافر، مسلمان کا وراث نہ ہوگا اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا ہے اور آپ کے بعد بنو اُمیہ نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آ گیا اور انہوں نے اس سنت کو واپس کیا، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنو اُمیہ کے فیصلہ کو ہشام نے دوبارہ واپس جاری کیا، یہی بات زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کی ہے۔

اور وہ طریقہ بھی چلا گیا کہ معاہدہ کرنے والے کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہوگی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس دیت کو نصف تک کم کیا اور نصف خود لے لی۔ اور ابن وہب نے مالک سے بحوالہ زہری بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب سے صحابہ کرام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جو شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مُحب ہونے کی حالت میں وفات پائے گا اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دے گا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رحمہ اللہ کہے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا حساب سختی سے نہیں لے گا۔

اور سعید بن یعقوب طالقانی نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو بیان کرتے ہوئے سُنا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک کی مٹی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہے اور محمد بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن المبارک سے حضرت معاویہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو آپ ﷺ کے خلف نے ربنا ولک الحمد کہا۔

پھر عبداللہ بن المبارک سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں سے کون افضل ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نھتنوں میں مٹی اور خاک پڑی تھی وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بہتر اور افضل ہے۔ اور بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن المبارک کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمارے پاس ایک فرد ہے اور ہم اس کی طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور صحابہ کرام پر جھوٹ بولنے کی تہمت اس پر لگاتے ہیں اور محمد بن عبداللہ بن عمار موصلی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابن ابی عمران سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں؟ تو انہوں نے غصہ ہوکر پوچھنے والے سے فرمایا، کیا آپ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کو ایک تابعی کے برابر یا اس سے افضل سمجھتے ہو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے رشتہ دار، کاتب رسول اور وحی الٰہی کے امین تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میرے صحابہ اور

میرے رشتہ داروں کو میرے لئے چھوڑ دو، جو شخص ان کو برا بھلا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور یہی بات ابن عنیبہ نے بیان کی ہے۔

اور ابوتوبہ الربیع بن نافع حلبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے لئے پردہ ہیں تو جب کوئی شخص پردے کو ہٹاتا ہے تو جو کچھ پردے کے اندر ہے اس پر اپنی جرأت کا اظہار کرتا ہے اور المیمونی نے بیان کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا، اے ابوالحسن، جب آپ کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ کسی صحابی رسول کی برائی بیان کرتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے تو آپ اسے اسلام کے بارے میں متہم کر سکتے ہیں۔

اور فضل ابن زیاد نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ کو ایک شخص کے بارے میں دریافت کرتے سنا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتا تھا کہ کیا اس شخص کو رافضی کہا جائے؟ تو آپ نے فرمایا، یقیناً اس شخص نے ان دونوں حضرات کے خلاف اس لئے جرأت کی ہے کہ اس کی اندرونی حالت بری ہے اور جس شخص نے بھی کسی صحابی رسول اللہ کی عیب جوئی کی تو اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مسلم سے ابراہیم بن میسرہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی انسان کو مارا ہو، سوائے اس انسان کے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کئی کوڑے مارے اور بعض سلف نے بیان کیا ہے کہ میں ملک شام میں ایک پہاڑ پر تھا کہ اچانک میں نے ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سنا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا وہ زندیق ہے اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اسے جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا اور جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کا مدمقابل رحمٰن ہوگا اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کے مدمقابل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اسے جہنم کے سپاہی جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے اور سلف صالحین میں سے کسی نے بیان کیا ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ موجود تھے کہ اچانک ایک شخص آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ شخص ہماری عیب جوئی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈانٹا تو اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں ان کی عیب جوئی نہیں کرتا بلکہ میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عیب گیری کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا، تو ہلاک ہوگیا، کیا یہ میرا صحابی نہیں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار کہی پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ حضرت معاویہ کو دیا اور کہا یہ نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دو تو انہوں نے وہ نیزہ اس کو مارا، صبح میں بیدار ہوکر اپنے گھر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رات اس شخص کو گلے کا درد اٹھا اور اسی وقت وہ مرگیا۔ وہ ''راشد کندی'' تھا۔

ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت معاویہ صحابہ کرام میں سے تھے، اور کبار علماء میں ان کا شمار تھا، لیکن وہ دنیا کی محبت میں امتحان میں ڈالے گئے، عتبی نے کہا کہ کسی نے حضرت معاویہ سے پوچھا کہ بڑھاپا بڑی جلدی سے آپ میں سرایت کر گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہ ہو میں برابر دیکھ رہا ہوں کہ عربوں میں سے ایک آدمی مرے سر پر کھڑا ہے جو مجھے گفتگو پر ابھارتا رہتا ہے، جس کا جواب اگر میں صحیح دیتا ہوں تو میری تعریف نہیں ہوتی اور اگر غلطی کرتا ہوں تو اس سے لڑنا پڑتا ہے، امام شعبی وغیرہ نے بیان کیا کہ آخری عمر میں حضرت معاویہ کو کھجلی ہوگئی تھی، ابن عساکر نے آپ کے غلام خدیج الخصی کے احوال میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک سفید فام خوبرو لونڈی خریدی اور میں اسے برہنہ کر کے آپ کے پاس لے گیا آپ کے ہاتھ میں چابک تھی، اور آپ اس کی اندام نہانی کی طرف جھکنے لگے اور کہنے لگے کاش اس کی یہ متاع میرے لئے متاع ہوتی، اسے یزید بن معاویہ کے پاس لے جاؤ پھر فرمایا، نہیں۔

ربیع بن عمرو الجرشی کو مرے پاس بلاؤ، وہ فقیہ آدمی تھے جب وہ آگئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ لونڈی میرے پاس بحالت برہنگی لائی گئی میں نے اسے ادھر ادھر سے دیکھا میں نے ارادہ کیا کہ یزید کے پاس بھیج دوں، انہوں کہا امیر المؤمنین! ایسا نہ کیجئے یہ اس کے مناسب حال نہیں آپ نے فرمایا

تمہاری رائے بہت اچھی ہے، روای کا کہنا کہ پھر آپ نے اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو بخش دیا، جو سیاہ فام تھا اور فرمایا کہ اس سے اپنے بچوں کو سفید بنا، یہ حضرت معاویہ کی عقلمندی اور سمجھداری کی بات ہے کیونکہ آپ نے اسے نظر شہوت سے دیکھا لیکن اپنے آپ کو کمزور پایا تو اپنے بیٹے یزید کو اللہ کے ارشاد ''کہ اپنے باپوں کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو'' کی وجہ سے ہبہ کرنے سے خوفزدہ ہو گئے اور فقیہ ربیعہ بن عمرو جرشی نے اس بارے میں آپ سے اتفاق کیا۔

ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص مصریوں کے وفد کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کے پاس آئے، تو آپ نے راہ میں انہیں کہا کہ جب تم حضرت معاویہ کے پاس پہنچو تو انہیں سلام خلافت نہ کہنا وہ اسے پسند نہیں کرتے، اور پھر جب حضرت عمرو ان سے پہلے آپ کے پاس پہنچے تو حضرت معاویہ نے اپنے حاجب سے کہا انہیں اندر بلاؤ اور ساتھ ہی اشارہ کر دیا کہ انہیں اندر آنے میں ذرا ڈراؤ، اور فرمایا کہ میرے خیال میں عمرو جو ان سے پہلے آیا ہے ضرور کسی کام کے لئے آیا ہے، تو جب ان میں سے کوئی شخص اندر آتا تو کہتا السلام علیکم یا رسول اللہ! جب حضرت عمرو واپس ہوئے تو ان سے کہنے لگے تمہارا ناس ہو میں نے تمہیں سلام خلافت کہنے سے منع کیا تھا، اور تم نے غضب بپا کر دیا کہ انہیں سلام نبوت کہنا شروع کر دیا۔

ابن جریر نے نقل کیا کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ سے سوال کیا کہ وہ اس کے گھر کی تعمیر و مرمت کے لئے بارہ ہزار شہتیروں کی امداد کریں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تمہارا گھر کہاں ہے کہنے لگا، بصرہ میں۔ آپ نے کہا کتنا بڑا ہے، کہنے لگا دو فرسخ لمبا اور دو فرسخ چوڑا ہے۔ آپ نے کہا یوں نہ کہو کہ میرا گھر بصرہ میں ہے بلکہ یوں کہو کہ بصرہ میرے گھر میں ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کے پاس آیا دونوں آپ کے پاس دستر خوان پر بیٹھ گئے اس کا بیٹا جلدی جلدی کھانے لگا آپ نے چاہا کہ اسے روکے لیکن بیٹا سمجھ نہ سکا۔ جب دونوں باہر آئے تو باپ نے بیٹے کو ڈانٹا اور آئندہ اسے ساتھ لے کر نہ گیا آپ نے پوچھا کہ تمہارا وہ کھانے والا چھوٹا بیٹا کہاں گیا کہنے لگا بیمار ہو گیا آپ نے کہا وہ میں جان چکا تھا کہ اس کا کھانا اسے بیمار کر دے گا ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو عباء (جبہ) پہنے آپ کے سامنے کھڑا تھا آپ اس کی تحقیر کرنے لگے اس نے کہا اے امیر المومنین آپ عباء (جبہ) سے مخاطب نہیں ہیں بلکہ آپ سے وہ شخص مخاطب ہے جو عباء پہنے ہوئے ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل شخص وہ ہے جسے جب کچھ دیا جائے شکر کرے جب مصیبت میں مبتلا ہو صبر کرے جب غصہ آئے غصہ پی لے، جو وعدہ کرے پورا کرے، جب کوئی برائی کرے استغفار کرے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے آپ کی طرف لکھا جب لوگ اپنی اولادیں جن لیں اور اپنے مددگاروں کی بڑائی کی وجہ سے بے چین ہو جائیں اور ان کی بیماریاں ان کی عادی ہو جائیں تو وہ ایسی کھیتیاں ہیں جن کی کٹائی قریب آ چکی ہو آپ نے فرمایا اس نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں مجھے ہارون بن سفیان نے بتایا انہیں عبداللہ سہمی نے اور عبداللہ سہمی کو ثمامہ بن کلثوم نے بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سب سے آخری خطبہ یہ تھا اے لوگو جس نے بویا اس نے کاٹا میں نے تم پر حکمرانی کی اور میرے بعد مجھ سے اچھی حکمرانی تم پر کوئی شخص نہیں کرے گا جو مجھ سے بہتر ہو بلکہ مجھ سے برا شخص ہی تم پر حکمرانی کرے گا جیسا کہ مجھ سے پہلے مجھ سے بہتر لوگوں نے تم پر حکمرانی کی۔ اے یزید جب میں مر جاؤں تو کسی عقلمند شخص کو میرا غسل سونپنا اس لئے کہ عقلمند اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ رکھتا ہے پس وہ مجھے اچھی طرح غسل دے اور جہراً تکبیر کہے پھر الماری میں سے وہ رومال لینا جس میں رسول اللہ ﷺ کا کپڑا اور بال اور ناخن ہیں آپ کے بال اور ناخن میرے ناک منہ کانوں اور آنکھوں میں رکھ دینا اور آپ ﷺ کا کپڑا اس کپڑے میں رکھ دینا جو میرے جسم کے ساتھ منسلک ہو اسے لفافے میں نہ رکھنا اے یزید والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد رکھنا پھر جب تم مجھے میرے گڑھے میں رکھ دو تو میرا معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔

کہتے ہیں جب آپ کی موت کا وقت قریب ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھنے لگے:

میری عمر کی قسم میں دنیا میں کچھ دیر زندہ رہا اور تلواروں کی ضربوں سے دنیا میری مطیع و فرمانبردار ہوئی مجھے سرخ رومال اور حلم و عقل دی گئی اور تمام جابر بادشاہ میرے تابع فرمان ہوئے پس جو چیز مجھے خوش کرتی ہے وہ اس فیصلے کی طرح ہو گی جو گزشتہ زمانوں میں گزر گیا۔ کاش کہ میں بادشاہت میں ایک لمحے کے لئے بھی ظاہر نہ ہوتا اور زندگی کی خوش نما، تر و تازہ لذتوں میں وسعت نہ کرتا اور میں ذوطریق ''مفلس'' کی طرح ہوتا جس نے گزرانے کے بقدر مال پر زندگی گزاری۔ اور ایسا ہی رہا حتیٰ

کہ قبر کی تنگی دیکھی۔

محمد بن سعد کہتے ہیں ہمیں علی بن محمد نے انہیں محمد بن حکم نے کسی بتانے والے نے بتایا کہ جب آپ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ آپ کا نصف مال بیت المال کو لوٹا دیا جائے بظاہر آپ نے اسے پاک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے گورنروں کو قسم دی تھی آخری عمر میں آپ کو سخت سردی لگنے لگی جب کوئی وزنی چیز پہنتے یا ڈھانپتے تو پریشان ہو جاتے دم گھٹنے لگتا آپ کے لئے پرندوں کے پوٹوں کے کپڑے بنائے گئے وہ بھی آپ پر ثقیل ہو گئے اس پر آپ نے فرمایا، ہلاکت ہو تیرے لئے اے گھر، چالیس سال تک میں تیرا مالک رہا بیس سال امیر رہ کر اور بیس سال خلیفہ، لیکن آج میرا یہ حال اور یہ انجام ہے، ہلاکت ہے دنیا کے لئے اور اس کے آنے کے۔ لئے محمد بن سعد کہتے ہیں ہمیں ابو عبیدہ نے اور انہیں ابو یعقوب ثقفی نے اور انہیں عبدالملک بن عمیر نے بتایا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ثقیل ہو گئے اور لوگ ان کی موت کے بارے میں باتیں کرنے لگے تو آپ نے اہل خانہ سے کہا میری آنکھوں میں اثمد بھر دو اور میرے سر پر خوب تیل لگا دو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر آپ کے لئے مجلس قائم کی گئی آپ نے کہا مجھے ٹیک (سہارا) لگوا دو پھر آپ نے کہا لوگوں کو آنے کی اجازت دو سب کھڑے ہو کر سلام کریں کوئی بھی نہ بیٹھے چنانچہ آدمی آتا کھڑے کھڑے سلام کرتا اور آپ کو دیکھتا کہ تیل سرمہ لگائے ہوئے ہیں تو کہتا لوگ جھوٹ بولتے ہیں امیر المومنین تو سب سے زیادہ صحت مند ہیں جب سارے چلے گئے تو آپ نے یہ اشعار پڑھے:

میرا چمڑا پوش (دلیر) ہونا میری مصیبت پر خوش ہونے والوں کے لئے ہے میں انہیں دکھاتا ہوں
کہ میں حوادث زمانے کے سامنے کمزور ہونے والا نہیں جب موت اپنے پنجے گاڑھ لے۔
تو میں نے دیکھا کہ کوئی تعویز فائدہ نہیں دیتا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کو کھجلی لگ گئی اور اسی دن آپ کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ کاش میں قریش کا ایک فقیر آدمی ہوتا اور اس مشقت میں بالکل نہ پڑتا، ایوب سائب مخزومی کہتے ہیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ارشاد فرمایا (شاعر کا قول)

اے پروردگار اگر آپ مجھ سے حساب لیں گے تو آپ کا حساب
میرے لئے وہ عذاب ہوگا جس کی میں طاقت نہیں رکھتا
اور اگر آپ درگزر کریں تو ایسے گناہ گار
سے درگزر کریں گے جس کے گناہ مٹی کے برابر ہیں

کسی نے کہا جب آپ پر نزع کا عالم ہوا تو آپ کے اہل خانہ آپ کو پلٹنے لگے آپ نے فرمایا کس شیخ کو تم پلٹ رہے ہو کاش اللہ کل اسے جہنم کے عذاب سے نجات دیدے۔

محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وقت قریب ہو گیا تو آپ کبھی ایک رخسار زمین پر رکھتے اور کبھی دوسرا اور روتے ہوئے کہتے اے اللہ آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اے اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں کر دیجئے جن کے لئے آپ مغفرت چاہیں گے، عتبی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں آپ نے اپنی موت کے وقت شاعر کے یہ اشعار پڑھے۔

یہ موت ہے جس سے کوئی نجات کا راستہ نہیں اور موت کے بعد
ہمیں جس چیز کا اندیشہ ہے وہ اس سے بھی سخت اور مصیبت والی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا اے اللہ لغزش معاف کر دیجئے خطا سے درگزر فرمائیے اور اپنی بردباری سے اس شخص کے گناہ معاف کر دیجئے جو آپ کے علاوہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا اس لئے کہ آپ کی مغفرت وسیع ہے اور کسی غلطی کرنے والے کے لئے آپ کے علاوہ اپنی غلطی سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی پھر افاقہ ہوا تو آپ نے اہل خانہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے

والوں کو بچاتا ہے اور جو نہیں ڈرتا اسے نہیں بچاتا ہے۔

آپ کا انتقال ہو گیا، رحمۃ اللہ۔ ابو محق نے عبد الملک بن نوفل سے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ضحاک بن قیس منبر پر چڑھا۔ آپ کے کفن اس کے ہاتھ میں تھے۔ لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے حمد و ثناء کے بعد کہا یقیناً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو عرب کے فصیل تھے ان کے مددگار اور بزرگی کا ذریعہ تھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فتنے ختم کر دیئے شہروں کی فتوحات عطا کیں اور انہیں اپنے بندوں پر بادشاہت عطا کی، سن لو کہ وہ وفات پا گئے اور یہ ان کے کفن ہیں پس ہم انہیں کفنوں میں رکھ کر قبر میں رکھنے والے ہیں پھر ان کو اور ان کے عمل کو چھوڑ دیں گے۔ پھر برزخ کی دہشت ہے قیامت کے دن تک تم میں سے جو شخص ان کے پاس آنا چاہتا ہے تو وہ پہلے وقت میں آ جائے۔ پھر وہ منبر سے اترے اور یزید بن معاویہ کو خبر دینے اور اسے لانے کے لئے ایک قاصد بھیجا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ نے رجب ۶۰ ہجری میں دمشق میں وفات پائی، بعض نے کہا آپ نے نصف رجب میں شب جمعرات میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ماہ رجب کے شروع ہونے سے آٹھ دن پہلے یہ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے لیث کہتے ہیں چار رجب میں وفات پائی۔

سعد بن ابراہیم کہتے ہیں یکم رجب کو وفات پائی محمد بن اسحاق اور امام شافعی کہتے ہیں کہ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے یزید نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے وصیت کی تھی کہ آپ کو اس کپڑے میں کفن دے جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو پہنایا تھا۔ آپ نے اسی دن کے لئے محفوظ کر رکھا تھا اور آپ ﷺ کے بال اور ناخن آپ کی ناک کان اور آنکھوں اور کانوں میں رکھ دیئے بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یزید آپ کی وفات کے وقت موجود نہیں تھا اور آپ کی نماز جنازہ ضحاک بن قیس نے ظہر کی نماز کے بعد دمشق کی جامع مسجد میں پڑھوائی۔ پر آپ کو دار الامارت میں یا جمہور کے قول کے مطابق باب صغیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال تھی اور مشہور قول یہ ہے کہ ۸۰ سال سے زیادہ تھی۔ پھر ضحاک بن قیس لشکر لے کر یزید سے ملنے گیا یزید اس وقت حیرانی میں تھا جب عقاب کی گھاٹی میں پہنچے تو انہیں یزید کا سامان ملا دیکھا تو یزید بختی اونٹ پر سوار تھا اور اس پر غم کے آثار تھے انہوں نے امارت (حکمرانی) کے ساتھ سلام کیا اور تعزیت کی، اس نے پست آواز میں سلام کا جواب دیا۔

ضحاک بن قیس کے علاوہ سب خاموش تھے جب باب توما پہنچے تو لوگ سمجھے یہاں سے شہر میں داخل ہو گا لیکن وہ فصیل کے ساتھ آگے ہو گیا۔ جب شرقی دروازے پر پہنچے تو لوگوں نے کہا اس دروازے سے داخل ہو گا کیوں کہ یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دروازہ ہے لیکن وہ آگے بڑھ گیا یہاں تک کہ باب صغیر پر آیا لوگ سمجھ گئے کہ والد کی قبر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہے جب باب صغیر پہنچا تو قبر تک پیدل چلا وہاں جا کر نماز جنازہ پڑھی پھر لوٹ گیا جب قبرستان سے نکلا تو شاہی سواری لائی گئی اس پر سوار ہوا شہر میں داخل ہونے کے بعد حکم دیا کہ نماز کی منادی کرائی جائے۔ خود دار الامارت گیا غسل کر کے عمدہ کپڑے پہنے پھر نکل کر لوگوں کے سامنے اپنی خلافت کا سب سے پہلا خطبہ دیا۔ چنانچہ حمد و ثناء کے بعد کہا، اے لوگو یقیناً معاویہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور پھر اپنی طرف کھینچ لیا، وہ اپنے بعد والوں سے بہتر تھا اور اپنے سے پہلوں سے کم درجے کا تھا میں اللہ عزوجل کے سامنے ان کی پاکی بیان نہیں کرتا اس لئے کہ وہ اسے خوب جانتے تھے اگر وہ انہیں معاف کریں گے تو وہ ان کی رحمت ہے اور اگر ان کا مواخذہ فرمائیں تو اس کا سبب اس کی لغزشیں ہوں گی۔

ان کے بعد خلافت کا زمانہ مجھے سونپا گیا میں اس کی طلب پر رنجیدہ، خاطر نہیں اور نہ ہی میں تقصیر پر معذرت کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ہو جاتی ہے۔ اپنے خطبے میں لوگوں سے یہ بھی کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تم سے سمندر میں جہاد کرواتے تھے میں کسی مسلمان کو سمندر پر نہیں بھیجوں گا وہ تمہیں موسم سرما میں روم کی طرف بھیجتے تھے میں کسی کو بھی سردی کے موسم میں روم نہیں بھیجوں گا وہ تمہارے لئے ثلث وظیفہ نکال لیتے تھے اور میں تمہارے لئے سارا مال جمع کروں گا۔ لوگ اس حال میں اس سے اٹھ کر گئے کہ اس پر کسی کو فضیلت نہ دیتے تھے۔

محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کہتے ہیں میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مرض کی حالت میں اپنے بیٹے یزید کی طرف پیغام بھیجا جب قاصد پہنچا تو وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے سوار ہوا۔

قاصد کاغذ لے کر دوڑتا ہوا آیا اس کے کاغذ کو دیکھ کر دل گھبرا گیا ہم نے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو تیرے صحیفے میں کیا ہے کہنے لگا

خلیفہ انتہائی تکلیف کی حالت میں ہے پس زمین ہل پڑی یا قریب تھا کہ ہمیں لے کر ہل پڑتی گویا اس کے ٹیلے ستون گر گئے پھر ہم اٹھے چھوٹی آنکھوں والی اور لاغر اونٹنیوں کی طرف جن پر ہم نے راستے طے کئے اور جلدی کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ جب ہم پہنچے اس حال میں کہ گھر کا دروازہ بند تھا رملہ کی آواز سے دل گھبرا کر پھٹ گیا جس کی جان ہمیشہ شرف پر جھانکتی رہی قریب ہے کہ اس کی جان کی کنجیاں واقع ہو جائیں ھند کا بیٹا وفات پا گیا اور اس کے پیچھے شرافت و بزرگی بھی مر گئی یہ دونوں اکٹھے اک ساتھ صحیح سالم تھے۔

وہ روشن چہرہ والا، سفید پاؤں والا تھا جس کے ذریعے بارش طلب کی جاتی تھی۔ اگر لوگوں سے ان کی عقلوں کے معاملہ میں قرعہ اندازی کرے تو جیت جائے

لوگ کوشش کے باوجود اس کی پھاڑی ہوئی چیز کو پیوند نہیں لگا سکتے تھے۔ اور اس کی پیوند لگائی ہوئی چیز کو پھاڑ نہیں سکتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یزید نے یہ دو شعر اعشیٰ سے چوری کئے ہیں اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ یزید اپنے باپ کی وفات سے پہلے دمشق پہنچا اور انہوں نے آپ کو وصیت بھی کی یہی ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے کہ یزید اپنے والد کی وفات کے بعد دمشق پہنچا اور ان کی قبر پر لوگوں کو نماز جنازہ پڑھائی واللہ اعلم۔

ابن خریم نے آپ کا مرثیہ کرتے ہوئے کہا۔

حوادث زمانہ نے آل حرب کی عورتوں کو ایسے مقدار (تیر) سے مارا کہ وہ مبہوت ہو کر رہ گئیں ان کے سیاہ بال سفید کر دیئے اور ان کے سفید چہرے سیاہ کر دیئے اگر تو ھند کا رونا دیکھتا اور رملہ کا جب وہ اپنے رخساروں کو پیٹ رہی تھیں تو تو اس مفلس زخمی عورت کی طرح روتا جس کے اکلوتے بیٹے کو زمانے نے ہلاک کر دیا۔

آپ کی بیویوں اور اولاد کا ذکر...... آپ کے بیٹوں میں ایک عبدالرحمٰن تھے انہیں کے نام پر آپ کی کنیت تھی ایک عبداللہ تھے جن کی عقل کمزور تھی ان دونوں کی ماں فاختہ بنت قرظہ بن عمر بن نوفل بن عبد مناف تھیں۔ آپ نے ان کے بعد ان کی بہن کنوۃ بنت قرظہ سے شادی کی۔ قبرص کی فتح کے وقت یہی آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ نے نائلہ بنت عمارۃ کلبیہ سے شادی کی وہ آپ کو بہت پسند آئیں آپ نے میسون بنت بحدل سے فرمایا۔ تم زرا جا کر اپنی چچا زاد بہن کو دیکھو، اس نے جا کر دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا اس نے کہا یقیناً وہ بہت خوبصورت ہے لیکن میں نے اس کی ناف کے نیچے ایک تل دیکھا ہے اور میں یہ سمجھتی ہو کہ اس کا شوہر قتل کیا جائے گا۔ اور اس کا سر اس کی گود میں رکھا جائے گا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دیدی۔ آپ کے بعد حبیب بن سلمۃ فہری نے اس سے نکاح کیا اور ان کے بعد نعمان بن بشیر نے۔ چنانچہ نعمان قتل کیا گیا اور اس کا سر اس کی گود میں رکھا گیا۔ آپ کی اولاد میں سے زیادہ مشہور یزید ہے اس کی ماں میسون بنت بحدل بن انیف بن دلجہ بن قنافہ کلبی ہے یہی ہے جس نے آپ کو نائلہ کے بارے میں بتایا تھا۔ انتہائی زیرک، عقلمند، خوبصورت اور دیندار تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے آپ کے ساتھ خصی غلام بھی تھا۔ وہ پردے میں چلی گئیں۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون شخص ہے آپ نے کہا یہ خصی ہے تم آ جاؤ، انہوں نے کہا مثلہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو اس پر حلال نہیں کر دیتا ایک روایت ہے کہ انہوں نے کہا، تیرا محض اس کا مثلہ کر دینا اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو اس کے لئے حلال نہیں کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے یزید کو اس کے والد کے بعد خلافت عطا کی ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ میسون کے ہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور بیٹی ہوئی جسے امۃ رب المشارق (مشارق کے رب کی بندی) کہا جاتا تھا بچپن میں ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ اور رملہ تھی جس سے عمرو بن عثمان بن عفان نے نکاح کیا۔ اس کا گھر دمشق میں عقبۃ السمک کے پاس رفاق الرمان کے سامنے تھا۔

ابن عساکر نے کہا ہے کہ ان کی ابھی تک ایک معروف چکی ہے اور ھند بنت معاویہ جس سے عبداللہ بن عامر نے نکاح کیا جب خضراء میں جو کہ جامع کے قریب ہے اسے عبداللہ بن عامر کے پاس بھیجا گیا تو اس نے اس سے (جماع) کا ارادہ کیا لیکن وہ پیچھے ہٹ گئی اور سختی سے انکار کیا عبداللہ

نے اسے مارا تو وہ چیخنے لگی جب باندیوں نے اس کے چیخنے کی آواز سنی تو وہ بھی چیخنے لگیں۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی آواز سنی تو ان کی طرف گئے اور ان سے پوچھا کیا بات ہے؟۔کہنے لگیں ہم نے اپنے آقا کی آواز سنی تھی اس لئے ہم چیخیں۔آپ اندر گئے تو وہ رو رہی تھی آپ نے ابن عامر سے کہا تیرا ناس ہو،کیا اس جیسی لڑکی کو ایسی رات میں مارا جاتا ہے۔پھر آپ نے اسے نکلنے کے لئے کہا جب ابن عامر چلا گیا تو آپ نے اس سے کہا میری بیٹی وہ تیرا شوہر ہے جسے اللہ نے تیرے لئے حلال کیا ہے تو نے شاعر کا قول نہیں سنا۔

وہ شرمیلی گوری لڑکیوں میں سے ہے اس کا احرام مشکل ہے،اور اس کا حلال آسان پھر آپ اس کے پاس سے چلے آئے اور اس کے شوہر سے کہا اب اندر چلے جاؤ میں نے تمھارے لئے اس کے اخلاق آسان کر دیئے ہیں۔چنانچہ وہ اندر گیا تو اسے اچھی اخلاق والی پایا تو اس نے اپنی ضرورت اس سے پوری کی۔رحمھم اللہ تعالیٰ۔

فصل

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قضاء پر حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ تھے جنہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے والی بنایا تھا جب ان کی موت قریب آ گئی تو انہوں نے فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کو والی بنانے کے لئے کہا پھر جب فضالہ کا انتقال ہوا تو آپ نے ابو ادریس خولانی کو والی بنایا اور آپ کے محافظوں کا سردار موالی میں ایک شخص تھا جس کا نام مختار اور بعضوں نے کہا مالک تھا کنیت ابو مخارق تھی،حمیر کا مولیٰ تھا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے محافظ مقرر کئے آپ کے دربانوں کا افسر آپ کا آزاد کردہ غلام سعد تھا۔پولیس کا افسر قیس بن حمزہ تھا اس کے بعد زمیل بن عمرو عزری اس کے بعد ضحاک بن قیس فہری رہا۔سرحون بن منصور رومی تھا سب سے پہلے آپ ہی نے دیوان خاتم بنایا اور خطوں پر مہریں لگائیں۔

فصل

اسی سال یعنی ۶۰ ہجری میں انتقال کرنے والوں میں صفوان بن معطل بن رحضہ بن مومل بن خزاعی ابو عمرو ہیں یہ سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے وہ مریسیع ہے اس دن آپ فوج کے پچھلے حصے میں تھے یہ وہی ہیں جن پر ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بنسبت تہمت لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور ان کو بری قرار دیا۔مسلمانوں کے سرداروں میں سے تھے،نیند کے بہت پکے تھے بعض اوقات ان پر دھوپ آ جاتی اور وہ سوئے رہتے۔رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا جب تم اٹھ جاؤ تو نماز پڑھ لیا کرو آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

ابو مسلم خولانی......عبد بن ثوب خولانی یمن کے شہر خولان سے تھے۔اسود عنسی نے آپ سے کہا کہ میرے رسول ہونے کی گواہی دو،اس نے آپ سے کہا،کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں،آپ نے جواب دیا مجھے سنائی نہیں دیتا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اس نے آگ جلوائی اور آپ کو اس میں پھینک دیا لیکن آگ نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا چنانچہ آپ کو ابراہیم خلیل علیہ السلام سے تشبیہ دی جاتی تھی۔

پھر آپ نے ہجرت کی،پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ انتقال پا چکے ہیں آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو اپنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ میں نے امت محمد یہ میں اس شخص کو دیکھا جس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام جیسا معاملہ کیا گیا۔آپ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا،آپ صاحب کشف وصاحب حال تھے واللہ اعلم،بعض حضرات نے کہا ہے کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سال وفات پائی لیکن راجح یہ ہے کہ انہوں نے بعد میں وفات پائی۔

یزید بن معاویہ کی امارت اوراس کے زمانے کے حوادث و فتنے :.......ماہ رجب ۶۰ ہجری میں یزید کے ہاتھ پراس کے والد کی وفات کے بعد خلافت کی بیعت کی گئی۔اس نے اپنے والد کے نائبین کوان کے علاقوں پر برقرار رکھااور کسی کومعزول نہیں کیا یہ اس کی عقلمندی تھی۔وہ ۲۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔۳۴ ہجری میں خلافت سنبھالی۔ ہشام بن محمد کلبی ابومخنف لوط بن یحیٰ کوفی اخباری سے نقل کرتے ہیں کہ یزید ماہ رجب ۶۰ ہجری میں خلیفہ بنا۔اس وقت مدینے کا امیر ولید بن عتبہ بن ابوسفیان،کوفہ کا امیر نعمان بن بشیر،بصرے کا امیر عبداللہ بن زیاد، مکے کے امیر عمرو بن سعید بن عاص تھے۔خلافت کے بعد یزید کے لئے کوئی مہم نہ تھی سوائے ان لوگوں سے بیعت لینے کے جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کے لئے بیعت کرنے سے انکار کردیا تھا۔ چنانچہ اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کی طرف لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،امیر المومنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کی طرف حمد وصلوۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ بیشک معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی تکریم کی انہیں خلیفہ بنایاان پر بخشش کی اورانہیں قدرت دی۔ پس انہوں نے زندگی گزاری اپنی تقدیر کے ساتھ اوروفات پائی اپنے وقت پراللہ ان پررحم کرے۔اچھی زندگی گزاری اور نیکی اور تقوے کی موت مرے۔ایک خط میں اس کی طرف لکھا۔ یہ خط چوہے کی کان کی مانند تھا۔

امابعد تم حسین،عبداللہ بن عمراور عبداللہ بن زبیر پر بغیر کسی رعایت کے سخت سختی کرو یہاں تک کہ وہ بیعت کے لئے آمادہ ہوجائیں جب اس کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو اسے بہت پریشانی ہوئی مروان کی طرف پیغام بھیجااوراس نے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ طلب کیااس نے کہا میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ تم انہیں معاویہ کی موت کے علم سے پہلے بیعت کی دعوت دواوراگر وہ انکار کردیں تو میں ان کی گردنیں اڑا دوں گا۔اس نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کوحضرت حسین اور حضرت ابوزبیر کی طرف بھیجا یہ دونوں مسجد میں تھے اس نے ان دونوں سے کہا تم امیر کی اطاعت کرلو،انہوں نے کہا تم چلو ہم ابھی آتے ہیں جب وہ چلا گیا تو حضرت حسین نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا میرا خیال ہے ان کا امیر مر چکا ہے ابن زبیر نے کہا میرا ابھی یہی خیال ہے پھر حضرت حسین اٹھے اوراپنے ساتھ اپنے غلام کو لے کر امیر کے گھر آئے اجازت طلب کی اس نے اجازت دی چنانچہ آپ اکیلے داخل ہوئے اور غلاموں کو دروازے پر بٹھایااوران سے یہ کہہ دیا کہ اگر کوئی گڑبڑ دیکھوتو تم بھی آجانا۔اندر جاکر آپ نے سلام کیااور بیٹھے گئے مروان آپ کے پاس تھا ولید بن عتبہ نے آپ کو خط دیااور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دی آپ نے انااللہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور فرمایااللہ معاویہ پررحم کرےاورآپ کواجرِ عظیم عطا کرےامیر نے آپ کو بیعت کی دعوت دی تو آپنے فرمایا مجھ جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کرتا آپ مجھ سے یہ تقاضہ نہ کریں،جب لوگ جمع ہوجائیں تو مجھے بھی ان کے ساتھ بلالینا تاکہ معاملہ ایک ہی ہوجائے ولید(چونکہ عافیت چاہتا تھا)نے کہا اللہ کے نام پر چلے جایئے پھرلوگوں کے ساتھ آجایئے گا مروان نے ولید سے کہا خدا کی قسم اگر یہ چلے گئے اورابھی بیعت نہ کی تو تمھارے اوراس کے درمیان خوب قتال ہوگا تم اسے روک لواور جب تک یہ بیعت نہ کرے نہ چھوڑو ورنہ میں اس کی گردن اڑادوں گا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا اے زرقاء کے بیٹے کیا تو مجھے قتل کرے گا؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہےاورتو گنہگار ہوا ہے پھر آپ گھر لوٹ آئے مروان نے ولید سے کہا خدا کی قسم تواس کے بعد اسے کبھی نہیں دیکھے گا۔ولید نے اس سے کہا خدا کی قسم اے مروان میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے ساری دنیااور اس کا سارامال ومتاع مل جائے اس بات پر کہ میں حسین کوقتل کردوں۔پھر کہا میں حسین کواس بات پر قتل کروں کہ وہ بیعت نہیں کرتا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ جوشخص حسین کوقتل کرے گا یقیناً اس کا نامہ اعمال ہلکا ہوگا۔ولید نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجاتو وہ بھی ایک دن تک ٹالتے رہے پھر اپنے بھائی جعفر کو لے کراپنے غلاموں کے ساتھ فرع کے راستے سے مکہ چلے گئے ولید نے ان کے پیچھے گھڑسوار بھیجے لیکن وہ آپ کو نہ لوٹا سکے۔راستے میں جعفر نے اپنے بھائی عبداللہ سے شاعر کے شعر کا تمثل کرتے ہوئے کہا۔

ماں کے تمام بیٹے عنقریب رات کا وعدہ کریں گےاوران کی اولاد میں سے ایک کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔

آپ نے فرمایا،سبحان اللہ، میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا۔جعفر نے کہا میں نے اس سے کوئی ایسی چیز مراد نہیں لی جوآپ کو تکلیف دے آپ نے فرمایا اگر تقاضا تمہاری زبان پرآ گیا ہے تو وہ مجھے اورزیادہ ناپسند ہے،آپ نے اس سے بدفالی لی۔ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ولید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے غفلت برتی،جب بھی وہ آپ کی طرف پیغام بھیجتا آپ کوئی بہانہ کرلیتے پھرآپ نے اپنے اہل وعیال کو جمع کیاماہ رجب سے

دو دن پہلے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خروج کے ایک دن بعد آپ نے خروج کیا، آپ کے اہل خانہ میں سوائے محمد بن حنفیہ کے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا۔انہوں نے آپ سے کہا اے بھائی خدا کی قسم آپ میرے نزدیک ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ باعزت ہیں میں آپ سے خیر خواہی کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ایسے شہر میں ہرگز نہ جایئے گا کسی دیہات یا صحراء میں رہیں اورلوگوں کی طرف پیغام بھیجیں کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو پھر آپ شہر میں داخل ہوں اگر آپ شہر میں رہنا چاہیں تو مکہ کی طرف چلے جائیں، اگر وہاں معاملہ بہتر دیکھیں تو ٹھیک ورنہ پہاڑوں یا صحراؤں کی طرف چلے جائیں۔آپ نے ان سے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے تم نے خوب نصیحت اور مہربانی کی پھر آپ مکہ کی طرف چل پڑے چنانچہ آپ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں مکہ میں ٹھہر گئے۔ولید نے عبداللہ بن عمر کی طرف پیغام بھیجا کہ یزید کے لئے بیعت کرلو آپ نے کہا، جب لوگ بیعت کرلیں گیں میں بھی کرلوں گا ایک شخص نے کہا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ پیچھے رہیں اور قتال کریں یہاں تک کہ فنا ہو جائیں جب آپ کے علاوہ کوئی بھی باقی نہ رہے تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، آپ نے فرمایا، جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس میں سے کسی چیز کا خواہاں نہیں ہاں جب لوگ بیعت کرلیں اور میرے علاوہ کوئی بھی باقی نہ رہا تو میں بھی بیعت کرلوں گا وہ آپ سے ڈرتے ہی رہے۔

واقدی کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو ابن عمر مدینہ میں نہ تھے بلکہ آپ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے۔آپ دونوں واپس آرہے تھے کہ راستے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ نے ان سے پوچھا تمہارے پیچھے کیا حالات ہیں انہوں نے بتایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پاچکے ہیں اور یزید کے لئے بیعت لی جارہی ہے آپ نے ان سے کہا خدا سے ڈرو اور مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو، پھر آپ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مدینہ آ گئے۔

جب مختلف شہروں میں لوگوں نے بیعت کرلی تو آپ نے بھی بیعت کرلی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے وہاں عمرو بن سعید بن عاص تھے اس سے خوف محسوس ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس گھر (مکہ) کی پناہ میں آئے ہیں۔

اسی سال رمضان میں یزید بن معاویہ نے ولید بن عتبہ کو اس کی کوتاہی کی وجہ سے مدینہ کی گورنری سے معزول کردیا اور مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن عاص کو مکہ کی گورنری کے ساتھ مدینہ کی گورنری بھی دیدی۔وہ رمضان یا ذیقعدہ میں مدینہ آیا۔متکبر تھا پھر اس نے عمرو بن زبیر کو جو اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کا دشمن تھا اس کے ساتھ جنگ پر مسلط کردیا اور خود مکہ کی طرف ان کے ساتھ جنگ کے لئے لشکر بھیجنے لگا صحیحین میں مذکور ہے کہ ابوشریح خزاعی نے عمرو بن سعید سے جب کہ وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہا، اے امیر مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سناؤں جو انہوں نے فتح مکہ کے ایک روز بعد ارشاد فرمائی جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا۔آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت عطا کی لوگوں نے اسے حرمت نہیں دی مجھ سے پہلے بھی کسی کے لئے بھی اس میں قتال حلال نہ تھا اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی قتال دن کے تھوڑے وقت کے لئے حلال کیا گیا ہے پھر اس کی حرمت آج ایسی ہوگئی جیسے کہ کل تھی۔حاضر غائب کو یہ بات پہنچادے۔ایک روایت میں ہے اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے قتال سے جواز تلاش کرے تو اس سے کہہ دو، اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دیدی تھی تمہیں اجازت نہیں دی۔ابوشریح سے پوچھا گیا عمرو بن سعید نے تمہیں کیا جواب دیا۔تو انہوں نے جواب میں کہا اے ابوشریح ہم یہ حدیث تم سے زیادہ جانتے ہیں لیکن مکہ کسی سرکش کو خون کر کے بھاگنے والوں کو اور خرابی کر کے بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

واقدی کہتے ہیں عمرو بن سعید نے مدینے کی پولیس پر عمرو بن زبیر کو افسر مقرر کیا اس نے اپنے بھائی کے ساتھیوں کو اور ان لوگوں کو جو اس جیسی خواہش رکھتے تھے سخت سزائیں دیں یہاں تک کہ اپنے بھائی منذر بن زبیر کو بھی سزا دی۔اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے بھائی عبداللہ کو چاندی کے طوق میں پکڑ کر خلیفہ کے سامنے پیش کرے۔چنانچہ اس نے منذر بن زبیر، ان کے بیٹے محمد بن منذر، عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوث، عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام، خبیب بن عبداللہ بن زبیر، محمد بن عمار بن یاسر وغیرہ کو سزائیں دیں اور انہیں چالیس سے ساٹھ تک کوڑے مارے عبدالرحمن بن عثمان تیمی عبدالرحمن بن عمرو سہیل لوگوں کے ساتھ مکہ بھاگ گئے یزید کی طرف سے ابن زبیر کی طلب میں عمرو بن سعید کی طرف تاکیدی پیغام آیا کہ اگرچہ وہ بیعت کرلے پھر بھی برنس (خاص ٹوپی) کے نیچے سونے یا چاندی کا طوق پہنا کر میرے پاس لایا جائے جو نظر نہ آئے بلکہ صرف اس کی آواز سنائی دے۔ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید کے نائب حارث بن خالد مخزومی کو مکہ میں نماز پڑھانے سے منع کردیا تھا اس نے عمرو سے مدد مانگی

لئے لشکر تیار کرنے کا عظم مصمم کر لیا چنانچہ اس نے عمرو بن زبیر سے مشورہ کیا کہ کس کو ابن زبیر کے ساتھ قتال کے لئے روانہ کرے اس نے کہا تم کسی ایسے شخص کو نہیں بھجو گے جو مجھ سے زیادہ اسے شکست دینے والا ہو چنانچہ اس نے اسی کو امیر مقرر کیا۔ مقدمۃ الجیش پر انیس بن عمرو اسلمی کو سات سو جنگجوؤں پر امیر بنایا واقدی نے لکھا ہے کہ ان دونوں کو یزید بن معاویہ نے خود مقرر کیا تھا انیس نے مقام جرف میں فوج جمع کی مروان بن حکم نے عمرو بن سعید کو مشورہ دیا کہ وہ مکہ میں جنگ نہ کرے اسلئے کہ وہ (اگر اسے قتل نہ کیا گیا) عنقریب مرجائے گا لیکن عمرو بن زبیر نے کہا، خدا کی قسم ہم ضرور جنگ کریں گے۔ اگر چہ ناپسند کرنے والے ناپسند کریں اور ہمیں کعبہ کے وسط میں بھی جنگ کرنی پڑے۔

اس پر مروان نے کہا، خدا کی قسم یہ بات مجھے خوش کرنے والی ہے چنانچہ انیس روانہ ہوا اور اس کے پیچھے عمرو بن زبیر بقیہ لشکر کے ساتھ نکلا جس کی تعداد دو ہزار تھی۔ مقام ابطح میں یا اپنے گھر کے پاس صفا میں قیام کیا انیس نے ذی طوی میں قیام کیا۔ عمرو بن زبیر لوگوں کو نماز پڑھاتا اور اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھواتے۔ عمرو نے اپنے بھائی کی طرف پیغام بھیجا کہ خلیفہ کی قسم پوری کرو اور اس کے پاس اس حالت میں چلے جاؤ کہ تمھاری گردن میں سونے چاندی کا طوق ہو۔ لوگوں کو آپس میں جنگ نہ کرواؤ اور اللہ سے ڈرو اس لئے کہ تم حرمت والے شہر میں ہو۔ عبداللہ نے اپنے بھائی کو کہا ہماری ملاقات کی جگہ مسجد ہے پھر انہوں نے عبداللہ بن صفوان بن امیہ کو لشکر دے کر بھیجا اس نے انیس سے جنگ کی اور اسے شکست فاش دی۔ عمرو بن زبیر سے اس کے لشکر منتشر ہو گئے۔ وہ خود ابن علقمہ کے گھر کی طرف بھاگا اس کے بھائی عبیدۃ بن زبیر نے اسے پناہ دی عبداللہ بن زبیر نے اسے ملامت کی کہ تم ایسے شخص کو پناہ دے رہے ہو جس کی گردن پر لوگوں کے حقوق ہیں پھر اسے ہر شخص کے بدلے میں جسے اس نے کوڑے لگائے تھے کوڑے مارے سوائے منذر بن زبیر اور اس کے بیٹے کے انہوں نے قصاص لینے سے انکار کر دیا پھر اسے قید کر دیا اس حال میں کہ اس کے ساتھ عارم تھا اس لئے اس کا نام سجن عارم رکھا گیا بعض نے کہا کہ عمرو بن زبیر سیاط (کوڑوں) کے نیچے مرا۔ واللہ اعلم۔

حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ان کے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکہ سے امارت کی طلب میں خروج کا سبب اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی کیفیت

شروع میں ہم ان کے کچھ حالات زندگی ذکر کریں گے اور ان سب کے بعد آپ کے فضائل ومناقب کا تذکرہ کریں گے۔

آپ کا نام حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم، کنیت ابو عبداللہ ہے۔ قریشی ہاشمی تھے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور دنیا میں آپ کے ریحانہ تھے اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے بعد پیدا ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت تین ہجری میں ہوئی بعض حضرات نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان صرف ایک طہر اور مدت حمل کا فاصلہ تھا چار ہجری پانچ شعبان کو پیدا ہوئے قتادہ کہتے ہیں ہجرت کے پانچ ماہ چھ سال بعد پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن یوم عاشوراء محرم اکسٹھ میں شہید کئے گئے اس وقت آپ کی عمر چون ۵۴ سال چھ ماہ تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی چیز چبا کر آپ کے منہ میں ڈالی اور اپنا دہن مبارک بھی آپ کے منہ میں ڈالا اور آپ کا نام حسین رکھا اس سے پہلے آپ کے والد نے آپ کا نام حرب یا جعفر رکھا تھا کہا جاتا ہے کہ ساتویں دن انہوں نے آپ کا نام رکھا اور عقیقہ کیا۔

ایک جماعت نے اسرائیل سے انہوں نے ابی اسحاق سے انہوں نے ھانی بن ھانی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حسن رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے سر مبارک تک کے حصے کے مشابہ تھے اور حسین رضی اللہ عنہ نیچے کے حصے کے مشابہ تھے۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں مجھے محمد بن ضحاک حزامی نے بتایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے مشابہ تھا اور حسین رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کے مشابہ تھا۔

محمد بن سیرین اور اس کی بہن حفصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں ابن زیاد کے پاس تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا وہ ایک چھڑی آپ کی ناک پر مارتے ہوئے کہنے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت شخص نہیں دیکھا میں نے کہا، یہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے سفیان کہتے ہیں میں نے عبیداللہ بن زیاد سے کہا، کیا تم نے حسین کو دیکھا ہے کہا، ہاں ان کے سر کے بال سیاہ تھے داڑھی کے بھی سامنے کے چند بالوں کے علاوہ باقی بال سیاہ تھے۔ معلوم نہیں کہ ان کے صرف یہی بال سفید ہوئے تھے یا انہوں نے باقی بالوں پر خضاب لگایا تھا اور یہ بال حضور ﷺ کی مشابہت میں چھوڑ دیئے۔

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عمرو بن عطا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو صباغ (رنگنا) کرتے ہوئے دیکھا جب کہ ان کی عمر ساٹھ سال تھی آپ کے سر اور داڑھی کے بال خوب سیاہ تھے اور وہ دو حدیث جو دو ضعیف طریقوں سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے مرض موت میں ان سے کہا کہ وہ ان کے بیٹوں کو کچھ عطا کریں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسن کے لئے تو میری ھیبت اور سیادت ہے اور حسین کے لئے میری جرأت اور سخاوت ہے صحیح نہیں۔

معتبر کتابوں کے مصنفین میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی حیاۃ مبارکہ کے پانچ سال پائے اور آپ سے احادیث بھی روایت کیں، مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ کہتے ہیں آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ صالح بن احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ تابعی تھے اور ثقہ تھے۔ جب ان کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ قول ہے کہ تو حضرت حسین کے بارے میں بطریق اولی یہی قول ہوگا لیکن یہ بات بعید ہے آگے چل کر ہم ذکر کریں گے کہ حضور ﷺ ان دونوں سے کتنی محبت وشفقت فرماتے تھے مقصود اس سے یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے معاصرت ثابت ہے اور آپ کی حضور سے صحبت رہی ہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وفات پائی اس حال میں کہ آپ ﷺ ان سے خوش وراضی تھے پھر اس کے بعد حضرت صدیق وعمر

عثمان رضی اللہ عنہ بھی آپ کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے آپ نے اپنے والد سے احادیث روایت کیں اور تمام جنگوں میں ان کے ساتھ شریک رہے مثلاً جمل وصفین وغیرہ اور اپنے والد کی اطاعت ہی میں رہے یہاں تک کہ وہ شہید کردیئے گئے۔ جب خلافت کا معاملہ ان کے بھائی کی طرف آیا اور انہوں نے صلح کرنی چاہی تو آپ پر یہ بات بہت شاق گزری اس لئے آپ نے اس معاملے میں اپنے بھائی کی موافقت نہیں کی بلکہ انہیں اہل شام کے ساتھ قتال پر ابھارتے رہے اس لیے بھائی نے ان سے کہا خدا کی قسم میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کام سے فراغت تک میں تمہیں کسی گھر میں بند کر کے دروازہ بند کردوں اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کرلی۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے پاس آتے جاتے رہتے آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے انہیں خوش آمدید کہتے اور بہت کچھ عطا کرتے ایک دفعہ انہیں دو لاکھ درہم دیتے ہوئے کہا تم یہ لے لو خدا کی قسم نہ مجھ سے پہلے تمہیں کسی نے اتنا مال دیا ہوگا اور نہ میرے بعد کوئی دے گا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم نہ تو نے اور نہ ہی تجھ سے پہلے کسی شخص نے ہم سے افضل شخص کو مال دیا ہوگا اور نہ ہی تو اور تیرے بعد کوئی شخص ہم سے افضل کو کبھی مال دے گا جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت معاویہ کے پاس آتے وہ ان کا اکرام کرتے اور انہیں مال عطا کرتے۔ سن اکیاون ہجری میں آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے ساتھ قسطنطنیہ کے غزوہ میں شریک تھے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لی گئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ابن عمر ابن عباس رضی اللہ عنہ بیعت کرنے سے رکے رہے عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کا اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تو بیعت کرلی لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر مخالفت پر مصر رہے اور مدینے سے نکل کر مکہ میں اقامت اختیار کی لوگوں نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی اور یزید کی بیعت کی خبر سنی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اٹد پڑے آپ کے پاس وفود کی شکل میں آتے آپ کے ارد گرد بیٹھتے آپ کی باتیں سنتے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کعبہ میں عبادت میں مشغول رہتے آپ بھی لوگوں کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے رہتے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے وہ اپنی دل کی بات ظاہر نہ کرسکے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ لوگ ان کی (حسین) خوب تعظیم واکرام کرتے ہیں ابن زبیر کی وجہ سے مکہ کی طرف لشکر بھیجے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی ونصرت سے نوازا۔ چنانچہ لشکر مغلوب ہوکر کعبہ سے منتشر ہوئے اور آپ نے فتح پائی اپنے بھائی عمر کو قید کر کے اس کی اہانت کی اور قصاص لیا۔

اس کی وجہ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حجاز کے علاقوں میں خوب عروج حاصل ہوا آپ کی شہرت پھیل گئی لیکن اس سب کے باوجود آپ کو لوگوں میں وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا بلکہ لوگوں کا میلان حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی کی طرف رہا کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے تھے روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو آپ کا ہمسر اور آپ کے مساوی ہو لیکن ساری یزیدی حکومت آپ سے دشمنی رکھتی تھی پھر اہل عراق کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت یزید کی خلافت اور آپ کے مکہ چلے جانے کی خبر ملی تو ان کی طرف سے بکثرت خطوط آنے لگے جن میں وہ آپ کو عراق آنے کی دعوت دیتے سب سے پہلے آپ کی طرف عبداللہ بن سبع ھمدانی اور عبداللہ بن وال آئے ان کے پاس وہ خط تھا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت پر مبارکباد تھی۔ اس کے بعد اہل عراق نے لوگ بھیجے جن میں قیس بن مسھر صدائی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الأرجی عمارہ بن عبداللہ سلولی تھے۔ ان کے پاس تقریباً ڈیڑھ سو خطوط تھے اس کے بعد انہوں نے ھانی بن ھانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو بھیجا ان کے پاس بھی خط تھا جس میں آپ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ آپ جتنی جلدی ہو سکے عراق کی طرف کوچ کریں۔ شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن روم، عمرو بن حجاج زبیدی محمد بن عمر بن یحییٰ تمیمی نے بھی آپ کی طرف خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا باغات سبز ہو گئے ہیں پھل پک چکے ہیں اور پیالے چھلک رہے ہیں اگر آپ چاہیں تو اپنے مسلح اور تیار لشکر کے پاس آجائیں چنانچہ تمام قاصد اپنے خطوط کے ساتھ آپ کے پاس پہنچے اور آپ سے جانے کا مطالبہ کرنے لگے تاکہ یزید کے بجائے آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں اپنے خطوط میں انہوں نے اس بات کا بھی تذکرہ کیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت سے خوش ہیں آپ کی نکتہ چینی کرتے اور آپ کی خلافت پر کلام کرتے اور یہ کہ انہوں نے ابھی تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی چنانچہ وہ آپ کے منتظر ہیں تاکہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو ان پر مقدم کریں۔

تب آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تحقیق حال کے لئے عراق بھیجا کہ اگر اہل عراق اپنے ارادے میں پختہ ہوں اور عزم رکھتے ہوں تو وہ ان کی طرف پیغام بھیج دیں تا کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ عراق کی طرف کوچ کریں اور وہاں آ کر اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کریں۔ جب مسلم بن عقیل مکہ سے نکلے تو مدینہ سے گزرتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھ دو رہبر لے لئے اور صحرائی راستوں سے جو کہ غیر معروف تھے کوفہ کی طرف چلے ابھی راستے ہی میں تھے کہ مقام بطن خبیت میں راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے ایک رہبر شدت پیاس سے مر گیا مسلم نے اسے بدشگونی سمجھا اور وہیں ٹھہر گئے دوسرا رہبر بھی اللہ کو پیارا ہو گیا چنانچہ مسلم نے آپ کی طرف خط لکھ کر مشورہ طلب کیا آپ نے لکھا کہ تم ضرور کوفہ جا کر وہاں کے لوگوں کے حالات معلوم کرو۔ مسلم بن عقیل کوکوفہ جا کر مسلم بن عوسجہ اسدی یا مختار بن ابی عبید ثقفی کے ہاں ٹھہرے لوگوں کو جب آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے آ کر آپ کے ہاتھ پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی امارت کے لئے بیعت کی اور حلف اٹھایا کہ وہ اپنی جانوں اور مالوں سے ان کی مدد کریں گے۔ بارہ ہزار آدمی آپ کی بیعت پر جمع ہوئے پھر ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی مسلم نے آپ ﷺ کی طرف پیغام لکھا کہ آپ کے لئے بیعت وغیرہ ہو چکی ہے آپ کوفہ آ جائیں چنانچہ آپ نے جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔ مکہ سے کوفہ روانہ ہونے کی تیاری کر لی۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہوتے کوفہ کے امیر نعمان بن بشیر تک پہنچ گئی وہ اس سے اعراض کرتے اور لاپروائی کا اظہار کرتے۔

لوگوں سے خطاب کر کے انہیں اختلاف وفتنوں سے روکتے اور اتفاق وسنت کا حکم دیتے آپ کہتے ''جو مجھ سے قتال نہیں کرتا میں اس سے قتال نہیں کروں گا اور جو مجھ پر حملہ نہیں کرتا میں اس پر حملہ نہیں کروں گا اور محض گمان کی وجہ سے تمہیں سزا نہیں دوں گا لیکن اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر تم اپنے امام کو چھوڑ دو گے اور اس کی بیعت توڑ دو گے تو میں تم سے اس وقت تک قتال کروں گا جب تک میرے ہاتھ میں میری تلوار کا دستہ ہوگا۔

ایک شخص عبداللہ بن مسلم بن شعبہ حضرمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر یہ معاملہ جنگ ہی سے درست ہوگا جس راستے پر آپ چل رہے ہیں وہ کمزوروں کا راستہ ہے آپ نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مجھے کمزور بننا پسند ہے اس بات سے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں قوی بنوں پھر آپ اتر آئے اس شخص نے یزید کو خط لکھ کر معاملے کی خبر دی اس کے علاوہ عمارۃ بن عقبہ اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے بھی یزید کو خطوط لکھے چنانچہ یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو بصرے کے ساتھ کوفے کی طرف گورنری بھی دیدی۔ یہ سارا معاملہ یزید کے غلام سرجون کے اشارے پر ہوا جس سے یزید مشورے لیتا تھا سرجون نے اس سے کہا اگر معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور تمہیں مشورہ دیتے تو کیا تم قبول کرتے اس نے کہا، ضرور سرجون نے کہا پھر تم میرا مشورہ قبول کر لو اس لئے کہ کوفہ کے لئے عبیداللہ بن زیاد سے زیادہ مناسب کوئی نہیں۔ یزید خود عبیداللہ بن زیاد سے بغض رکھتا تھا۔ اور اسے بصرہ کی گورنری سے بھی معزول کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے اسے بصرے کے ساتھ کوفہ کا بھی امیر بنا دیا تا کہ اللہ نے اس سے جو ارادہ کیا ہے وہ پورا ہو جائے۔

یزید نے ابن زیاد کی طرف لکھا جب تم کوفہ جاؤ تو مسلم بن عقیل کو تلاش کرو اگر اس پر قابو پاؤ تو اسے قتل کر دو، یہ خط اس نے مسلم بن عمرو باہلی کے ہاتھ بھیجا چنانچہ ابن زیاد بصرہ سے کوفہ کی طرف چلا جب کوفہ میں داخل ہوا تو نقاب پوش ہو کر سیاہ عمامہ کے ساتھ داخل ہوا جس مجلس کے پاس سے گزرتا کہتا سلام علیکم لوگ چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کے منتظر تھے اس لئے اسے حضرت حسین سمجھ کر کہتے 'وعلیکم السلام' خوش آمدید رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کے لئے، ابن زیاد سترہ سواروں کے ساتھ داخل ہوا مسلم بن عمرو نے لوگوں سے کہا ''پیچھے ہٹ جاؤ یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہیں'' جب انہیں اس بات کا پتا چلا تو بہت غمگین ہو گئے عبیداللہ کو بھی تمام معاملے کی بھی خبر ہو گئی وہ کوفہ کے قصر الامارۃ میں ٹھہرا جب اس کا معاملہ پختہ ہو گیا تو اس نے ابورھم کے غلام یا اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر حمص کے ایک قاصد کی صورت میں بھیجا جو بیعت کے لئے آیا ہے چنانچہ وہ گیا اور اس گھر کو جہاں لوگ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے تلاش کرتا رہا یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہو گیا یہ ھانی بن عروہ کا وہ گھر تھا جس میں وہ پہلے گھر چھوڑ کر منتقل ہوا تھا چنانچہ لوگ اسے مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور کئی دن تک ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ ان کے اصل معاملے پر مطلع ہو گیا۔ پھر اس نے مسلم بن عقیل کے حکم سے مال ابوثمامہ عامری کو دیا یہی ابوثمامہ عامری لوگوں کے اموال سے اسلحہ خریدتا تھا اور عرب کے مشہور شہسواروں میں سے تھا پھر وہ غلام لوٹ آیا اور عبیداللہ بن زیاد کو اس کے گھر اور گھر کے مالک کے بارے میں بتایا۔ مسلم بن عقیل ھانی

ابن حمید بن عروہ مرادی کے گھر اور وہاں سے شریک بن اعور جو کہ امراء میں سے تھا کے گھر منتقل ہوئے انہیں (شریک کو) یہ خبر ملی کہ عبیداللہ ان کی عیادت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے انہوں نے ھانی کی طرف پیغام بھیجا کہ مسلم بن عقیل کو بھیجو تا کہ عبیداللہ میری عیادت کے لئے آئے تو وہ اسے قتل کر دے جب مسلم بن عقیل آئے تو شریک نے ان سے کہا پردے کے پیچھے ہو جاؤ جب عبیداللہ آئے گا تو میں پانی مانگوں گا یہ میرا اشارہ ہوگا اس لئے تم نکل کر اسے قتل کر دینا جب عبیداللہ آیا تو شریک کی چٹائی پر بیٹھ گیا اس کے پاس ہانی ابن عروہ بھی تھا اس کے سامنے اس کا غلام عبیداللہ مہران کھڑا ہو گیا کچھ دیر گفتگو کے بعد شریک نے کہا مجھے پانی پلاؤ لیکن مسلم نے اسے اس کے قتل کرنے کی کمزوری دکھائی ایک باندی پانی کا برتن لے کر آئی مسلم کو دیکھ کر شرما کر واپس چلی گئی، تین دفعہ ایسا ہی ہوا شریک نے پھر کہا مجھے پانی پلاؤ اگر چہ میری جان بھی چلی جائے لیکن کیا تم مجھے پانی سے بچاتے ہو مہران سمجھ گیا کہ دھوکہ ہے اس لئے اس نے اپنے آقا کو اشارہ کیا فوراً نکل گیا شریک نے کہا اے امیر میں آپ کو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ میں عنقریب لوٹتا ہوں چنانچہ اس کا غلام اسے لے گیا اور اسے سواری پر بٹھا کر چل دیا اور اسے کہنے لگا یہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے اس نے کہا تیرا برا ہو میں ان کا رفیق ہوں وہ مجھے کیوں قتل کریں گے شریک نے مسلم سے کہا آپ نے نکل کر اسے قتل کیوں نہ کیا آپ نے کہا اس حدیث کی وجہ سے جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے پہنچتی ہے کہ ایمان دھوکہ کی ضد ہے مومن دھوکہ سے قتل نہیں کرتا مجھے یہ بات ناپسند معلوم ہوتی ہے کہ اسے آپ کے گھر میں قتل کروں، شریک نے کہا، اگر تم اسے قتل کرتے تو قصر امارۃ میں بیٹھ جاتے اور کوئی اس کی جگہ پر نہ آتا اور یہ بات تمہیں بصرہ کی گورنری سے بھی کافی ہو جاتی، اگر تم اسے قتل کرتے تو ایک ظالم فاضل شخص کو قتل کرتے تین دن بعد شریک کا انتقال ہو گیا۔

جب ابن زیاد نقاب لگائے ہوئے قصر الامارۃ پہنچا تو نعمان سمجھے کہ حسین رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں اس لئے انہوں نے دروازہ بند کر کے کہا میں اپنی امانت تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔ عبیداللہ نے کہا کھولو تم کھول نہ سکو گے، انہوں نے دروازہ کھولا وہ اسے حسین سمجھ رہے تھے جب انہیں پتہ چلا کہ یہ عبیداللہ ہیں تو وہ حیران رہ گئے عبیداللہ نے قصر الامارۃ میں داخل ہو کر منادی کو حکم دیا کہ نماز کی آواز لگاؤ جب لوگ جمع ہو گئے تو وہ نکلا اور حمد وثناء کے بعد کہا امیر المومنین نے مجھے تمہارا، تمہاری سرحدوں کا اور فئی کا حکمران بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوم کے ساتھ انصاف کروں محروم کو عطا کروں اور مطیع وفرمانبردار کے ساتھ احسان کروں اور نافرمان پر سختی کروں اور تمہارے معاملہ میں ان کی اطاعت کروں گا اور ان کا حکم نافذ کروں گا پھر وہ اتر گیا اور جاسوسوں کو حکم دیا کہ جتنے بھی اختلاف پیدا کرنے والے اور دشمنی رکھنے والے لوگ ہیں سب کا نام لکھ کر دیں اور اگر کسی جاسوس نے ایسا نہ کیا تو اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا اسے معزول کر کے جلاوطن کر دیا جائے گا ھانی بھی بڑے امیر کبیر لوگوں میں سے تھا جس نے جب سے عبیداللہ آیا تھا ابھی تک اسے سلام نہیں کیا تھا عبیداللہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ھانی امراء کے ساتھ کیوں نہیں آیا، لوگوں نے کہا وہ بیمار ہے عبیداللہ نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے۔ کسی نے ذکر کیا کہ اس نے شریک بن اعور سے پہلے اس کی عیادت کی تھی جب کہ مسلم بن عقیل اس کے پاس تھے انہوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن ھانی نے انہیں روک دیا اس لئے کہ وہ اس کے گھر میں تھا امراء ھانی کے پاس آئے اور اس پر اصرار کر کے اسے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے گئے عبیداللہ نے قاضی شریح کی طرف متوجہ ہو کر ان اشعار کی تمثیل کرتے ہوئے کہا، میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔

جب ہانی نے عبیداللہ کو سلام کیا تو عبیداللہ نے کہا اے ہانی مسلم بن عقیل کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں تو وہ تمیمی غلام اٹھا جو حمص سے آنے والے قاصد کی صورت میں اس کے گھر گیا تھا اور اس نے اس کے گھر بیعت کر کے ہانی کی موجودگی میں مسلم بن عقیل کو دراہم دیئے تھے، عبیداللہ نے کہا کیا اسے جانتے ہو اس نے کہا جی ہاں جانتا ہوں ہانی نے جب اسے دیکھا حیران وپریشان رہ گیا اور کہنے لگا اللہ امیر کا معاملہ درست رکھے خدا کی قسم میں نے انہیں اپنے گھر نہیں بلایا تھا لیکن وہ خود ہی آ کر میرے گھر ٹھہرے عبیداللہ نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ ہانی نے جواب دیا اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے ہوتا تو اپنے پاؤں کو ان سے نہ اٹھاتا ابن زیاد نے کہا اسے میرے قریب کر دو اسے قریب کیا گیا ابن زیاد نے چہرہ پر ایک نیزہ مار کر اس کے بھنوؤں کو زخمی کر دیا اور اس کی ناک توڑ دی ھانی نے ایک سپاہی کی تلوار لے کر سونتنا چاہا لیکن اسے پیچھے ہٹا دیا گیا عبیداللہ نے کہا اللہ نے میرے لئے تیرا خون حلال کر دیا ہے اس لئے کہ تو حروری ہے پھر حکم دیا تو اسے گھر کے کسی کونے میں قید کر دیا گیا اس کی قوم بنی مذحج نے یہ سمجھا کہ وہ قتل کیا گیا ہے چنانچہ وہ عمرو بن حجاج کے ساتھ آئے اور قصر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے عبیداللہ نے جب ان کا شور وغل سنا تو قاضی شریک سے کہا

انہیں جا کر کہہ دو کہ امیر نے صرف مسلم بن عقیل کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے کے لیے اسے قید کیا ہے چنانچہ شریح نے ان سے کہا کہ تمہارا آدمی زندہ ہے سلطان نے اسے مارا ہے لیکن قتل نہیں کیا اس لئے تم چلے جاؤ اور اپنے آپ کو اور اپنے ساتھی کو مصیبت میں نہ ڈالو چنانچہ وہ سب اپنے گھروں کو چلے گئے مسلم بن عقیل کو جب معاملے کی خبر ہوئی تو انہوں نے سوار ہو کر اپنے اشعار کے ساتھ پکارا ''یا منصور امت'' تو ان کے پاس چار ہزار کوفی جمع ہو گئے ان کے ساتھ مختار بن عبداللہ بھی تھا جو سبز جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا عبیداللہ بن نوفل بن حمراء کے پاس سرخ جھنڈا تھا اپنے میمنہ ومیسرہ کی تشکیل کی اور خود قلب میں ہو کر عبیداللہ کی طرف چلے عبیداللہ ہانی کے معاملے میں لوگوں سے خطاب کر رہا تھا وہ انہیں اختلافات سے ڈرا رہا تھا۔ امراء واشراف منبر کے نیچے بیٹھے تھے اسی دوران جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ مسلم بن عقیل آ رہا ہے عبیداللہ اور ان کے ساتھیوں نے جلدی سے قصر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا جب مسلم قصر کے دروازہ پر پہنچے تو لشکر کو کھڑا کر دیا قبائل کے امراء جو عبیداللہ کے ساتھ قصر میں تھے انہوں نے جھانک کر اپنے اپنے قبائل کو اشارہ کیا کہ وہ پلٹ جائیں اور انہیں ڈرایا دھمکایا، عبیداللہ نے بعض امراء کو بھیجا کہ وہ سوار ہو کر جائیں ان لوگوں کو مسلم بن عقیل کی مدد سے علیحدہ کریں انہوں نے ایسا ہی کیا آدمی اپنے بیٹے بھائی کے پاس آ کر کہتا کل تیرا مقابلہ شامی فوج کے ساتھ ہوگا تو تو کیا کرے گا چنانچہ لوگوں نے مسلم بن عقیل کو چھوڑ دیا اور لوٹ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس صرف پندرہ سو آدمی رہ گئے پھر اور کم ہوتے گئے یہاں تک کہ آپ کے ساتھ صرف تین سو اور پھر صرف تیس آدمی رہ گئے آپ نے انہیں مغرب کی نماز پڑھائی پھر ابواب کندہ سے نکلے تو ان کے ساتھ دس آدمی تھے پھر وہ بھی چلے گئے اور آپ تنہا رہ گئے آپ کے ساتھ کوئی ایک آدمی بھی نہ تھا جو آپ کو راستہ دکھاتا یا آپ کی مدد کا سبب ہوتا یا آپ کو اپنے گھر پناہ دیتا چنانچہ آپ اکیلے چلے تاریکی چھا رہی تھی راستے میں ڈگمگا رہے تھے پتہ نہ تھا کہاں جا رہے ہیں ایک گھر کے دروازے پر آئے دروازہ کھٹکھٹایا ایک شخص جس کا نام بلال بن اسید تھا وہ بھی لوگوں کے ساتھ نکلا تھا اس کی ماں دروازے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ مسلم بن عقیل نے اس سے پانی طلب کیا آپ نے پانی پیا۔ وہ اندر گئی دوبارہ باہر آئی آپ کو موجود پایا اس نے پوچھا کیا آپ نے پانی نہیں پیا آپ نے کہا پیا ہے اس نے کہا چلے جائیے اللہ آپ کو عافیت سے رکھے اس لئے کہ آپ کا میرے دروازے پر بیٹھنا مناسب نہیں، آپ نے اٹھ کر کہا اے اللہ کی بندی میرا اس شہر میں کوئی گھر نہیں اور نہ ہی کوئی خاندان ہے کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو ہمارے ساتھ نیکی کرے جس کا بدلہ ہم تمہیں آج کے بعد دیں۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے وہ کیا نیکی ہے آپ نے کہا میں مسلم بن عقیل ہوں ان لوگوں نے مجھ سے جھوٹ بولا اور میری تکذیب کی۔ عورت نے کہا آپ مسلم ہیں آپ نے کہا ہاں میں مسلم ہوں۔ عورت آپ کو اندر لے گئی اور اس کمرے میں لے گئی جو اس کے بیٹے کا کمرہ تھا آپ کے لئے بستر بچھایا اور کھانا پیش کیا آپ نے کھانا نہیں کھایا اتنے میں اس کا بیٹا آ گیا اس نے دیکھا کہ وہ بار بار کمرے میں آ جا رہی ہے تو وجہ پوچھی اس نے شروع میں انکار کیا لیکن اصرار کرنے پر اس نے عہد لیا کہ وہ کسی کو نہ بتائے اور پھر مسلم کے بارے میں بتا دیا وہ صبح تک خاموشی سے لیٹا رہا۔

ادھر عبیداللہ عشاء کی نماز کے وقت قصر سے امراء واشراف کے ساتھ اترا جامع مسجد میں عشاء کی نماز پڑھائی پھر لوگوں سے خطاب کیا اور ان سے مسلم بن عقیل کا مطالبہ کیا اور انہیں ان کی تلاش پر ابھارا صبح اس بڑھیا کا بیٹا عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ مسلم بن عقیل اس کے گھر میں ہے عبدالرحمٰن اپنے والد کے پاس آیا جو کہ ابن زیاد کے پاس تھا اور اسے سرگوشی کر کے مسلم بن عقیل کے بارے میں بتایا ابن زیاد نے اس سے پوچھا اس نے کیا سرگوشی کی ہے اس نے ابن زیاد کو سب کچھ بتا دیا ابن زیاد نے اس کے پہلو میں چھڑی مارتے ہوئے کہا جاؤ اور اسے میرے پاس لاؤ۔ ابن زیاد نے اپنی پولیس کے افسر عمرو بن حریث مخزومی کو ستر ۷۰ یا ۸۰ شہسواروں کے ساتھ بھیجا اس کے ساتھ عبدالرحمٰن اور محمد بن اشعث بھی تھے مسلم کو اس وقت پتہ چلا جب کہ گھر کو گھیر لیا تھا وہ اندر داخل ہوئے آپ تلوار لے کر ان کی طرف اٹھے اور تین دفعہ انہیں گھر سے باہر نکالا۔ : آپ کے ہونٹ زخمی ہو گئے پھر وہ آپ کو پتھر مارنے لگے اور بانس کی لکڑیوں کو آگ لگانے لگے آپ تنگ ہو کر باہر نکلے اور اپنی تلوار سے ان کا مقابلہ کیا عبدالرحمٰن نے آپ کو امان دی تو آپ نے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ایک خچر لا کر آپ کو اس پر سوار کر دیا آپ سے تلوار لی اب آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا آپ رو پڑے اور سمجھ گئے کہ اب آپ کو قتل کر دیا جائے گا اپنی جان سے مایوس ہو کر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ پاس کے کسی شخص نے کہا جو شخص وہ چیز طلب کرتا ہے جو تم طلب کر رہے ہو تو اس جیسی مصیبت آنے پر وہ روتا نہیں، آپ نے فرمایا، خدا کی قسم میں اپنی ذات پر نہیں روتا بلکہ حسین اور اس کے اہل وعیال پر روتا ہوں وہ آج کل میں تمہاری طرف مکہ سے نکل آئے گا پھر آپ نے محمد بن اشعث کی

طرف متوجہ ہو کر کہا اگر تم حسین کو میری طرف سے واپسی کا پیغام دے سکو تو دے دو۔ محمد بن اشعث نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا لیکن انہوں نے قاصد کی تصدیق نہ کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ارادہ واقع ہو کر رہتا ہے۔ کہتے ہیں جب مسلم بن عقیل قصر کے دروازے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے بیٹوں جو کہ امراء تھے کی ایک جماعت کھڑی ہے جنہیں آپ جانتے ہیں اور وہ بھی آپ کو جانتے ہیں اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ انہیں ابن زیاد کے پاس جانے کی اجازت دی جائے۔ ادھر مسلم بن عقیل کے کپڑے اور چہرہ خون سے لت پت تھا اور آپ زخموں سے چور تھے سخت پیاس کی حالت میں تھے دیکھا کہ وہاں ٹھنڈا پانی تھا اسے لے کر پینا چاہا ان میں سے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم یہ نہیں پی سکتے یہاں تک کہ آپ ماء حمیم (جہنم کا گرم پانی) پئیں۔ آپ نے فرمایا اے ناہلہ کے بیٹے تو زیادہ اس لائق ہے کہ ماء حمیم پیئے اور ہمیشہ جہنم میں رہے۔ پھر آپ بیٹھ گئے تھکاوٹ اور پیاس کی وجہ سے دیوار کو ٹیک لگالی۔ عمارۃ بن عقبہ بن معیط نے اپنے غلام کو بھیجا وہ ایک مٹکا لایا جس پر رومال رکھا ہوا تھا ساتھ ایک پیالہ تھا وہ پانی پیالے میں ڈال کر آپ کو دیتا لیکن آپ پانی پر خون کے آجانے کی وجہ سے اسے اچھی طرح پی نہ پاتے جب آپ نے پانی پیا تو پانی کے ساتھ آپ کے سامنے کے دانت گر گئے، آپ نے فرمایا الحمد للہ، میرے رزق میں سے پانی کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا۔ پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو آپ نے سلام نہ کیا حرسی نے کہا کیا تم امیر کو سلام نہیں کرتے آپ نے فرمایا اگر یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسے سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر مجھے قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو عنقریب میں اسے بہت سلام کروں گا۔

ابن زیاد نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابن عقیل لوگ متحد تھے ان کا کلمہ ایک تھا تو ان کے پاس آیا تا کہ ان میں تفرقہ ڈال دے اور ان کے کلمے کو متفرق کر دے اور انہیں ایک دوسرے کے قتل پر ابھارے آپ نے فرمایا کہ ہرگز میں نے یہ اس کے لئے نہیں کیا بلکہ شہر والوں نے یہ بیان کیا ہے کہ تیرے باپ نے ان کے بہترین لوگوں کو قتل کیا ان کا خون بہایا اور ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ جیسا معاملہ کیا پس ہم ان کے پاس آئے تا کہ انہیں عدل و انصاف کا حکم دیں اور قرآن کے فیصلے کی طرف انہیں بلائیں ابن زیاد نے کہا اے فاسق تیرا اس سے کیا تعلق تو یہ کام اس وقت کیوں نہ کرتا تھا جب تو مدینے میں شراب پیتا تھا آپ نے فرمایا میں شراب پیتا تھا؟ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو جھوٹا اور تو نے بغیر علم کے بات کہی ہے تو مجھ سے زیادہ اس کے لائق ہے اس لئے کہ میں ویسا نہیں جیسا کہ تو نے ذکر کیا ہے بلکہ اس سے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے خونوں میں منہ مارتا ہے، اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے بلا کسی سبب کے قتل کرتا ہے وہ محض غصے اور ظن کی بنیاد پر قتل کرتا ہے اور لہو ولعب میں ایسا مشغول ہوتا ہے کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں ابن زیاد نے کہا، اے فاسق تیرا نفس تجھے اس بات کی تمنا دلا رہا ہے۔ جس کے سامنے اللہ نے رکاوٹ ڈال رکھی ہے۔ تجھے اس کا اہل نہیں بنایا آپ نے فرمایا۔ اے ابن زیاد اس کا اہل کون ہے اُس نے کہا ''امیر المومنین یزید آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ علیٰ کل حال (ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے) ہم اپنے اور تمہارے درمیان اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا بھی حکومت میں کچھ حصہ ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے محض گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے اس نے کہا اللہ مجھے قتل کرے اگر میں تجھے اس طرح قتل نہ کروں کہ ایسا قتل اسلام میں اس سے پہلے کسی کا نہ ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا تو زیادہ اس لائق ہے کہ اسلام میں ایسی چیز پیدا کرے جو اس میں پہلے نہ تھی یقیناً تم بری طرح قتل کرنے کو اور مثلہ کرنے کو اور اس بری سیرت کو نہ چھوڑو گے جو تم نے اپنے کاتبوں اور جاہلوں سے حاصل کی ہے ابن زیاد آپ کو اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا اور آپ خاموش رہے ابن جریر نے ابو مخنف سے اور دوسرے شیعہ رواۃ سے یہ حدیث روایت کی ہے پھر ابن زیاد نے آپ سے کہا میں تمہیں قتل کرنے والا ہوں آپ نے فرمایا اسی طرح اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ تو مجھے مہلت دو کہ میں ان میں سے کسی کو وصیت کروں اس نے کہا کر و وصیت آپ نے جلسائے مجلس کی طرف دیکھا تو عمر بن سعد بن ابی وقاص نظر آیا آپ نے فرمایا اے عمر میری اور تیری رشتہ داری ہے مجھے تجھ سے ایک کام ہے جو ایک راز ہے میرے ساتھ قصر کی ایک جانب آجاؤ کہ میں تجھ سے کہہ سکوں اس نے ابن زیاد کی اجازت کے بغیر جانے سے انکار کر دیا اس کی اجازت کے بعد اور ابن زیاد کے قریب ہی ایک طرف کو ہو گیا مسلم نے اس سے کہا کوفہ میں مجھ پر سات سو درہم قرض ہے تو میری طرف سے یہ قرض ادا کر دینا اور ابن زیاد سے میری لاش لے کر اسے چھپا دینا میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ لوگ اس کے ساتھ ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور آئیں گے تم ان کو پیغام بھیج کر انہیں روک دو۔ عمر نے کھڑے ہو کر ابن زیاد پر آپ کی ساری باتیں پیش کیں۔ اس نے سب کی اجازت دیتے ہوئے کہا اگر حسین نے ہمارا ارادہ نہیں کیا تو ہم اس کا ارادہ نہیں کریں گے اور اگر اس نے ہمارا

ارادہ کیا تو ہم اسے نہیں روکیں گے پھر اس نے مسلم بن عقیل کے بارے میں حکم دیا پھر انہیں قصر کے اوپر چڑھایا گیا اس حالت میں کہ وہ تکبیر و تسبیح پڑھ رہے تھے استغفار کر رہے تھے اور اللہ کے فرشتوں پر درود بھیج رہے تھے اور فرما رہے تھے اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے جس نے ہمیں دھوکہ دیا اور بے یار و مددگار چھوڑا بکیر بن حمران نے آپ کی گردن ماری اور آپ کا سر قصر کے نیچے پھینک دیا اس کے بعد آپ کا جسم بھی پھینک دیا پھر ہانی بن عروۃ مذحجی کے بارے میں حکم دیا چنانچہ سوق غنم میں ان کی گردن اڑا دی گئی اور کوفہ کے ایک مقام کناستہ میں انہیں سولی دی گئی۔ یہ دیکھ کر شاعر نے ان کے بارے میں ایک قصیدہ کہا:

اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا ہے تو سوق میں ہانی اور عقیل کو دیکھ لے انہیں امام کا حکم پہنچا تو وہ ہر راستے میں چلنے والے کی گفتگو کا موضوع بن گئے اس بہادر کی طرف دیکھ لے جس کا چہرہ تلوار نے چیر دیا ہے اور اس شخص کی طرف جو مقتول بن کر بلند مقام میں گرا ہے تو ایسا چہرہ دیکھے گا جس کا رنگ موت نے تبدیل کر دیا ہے اور ایسے خون کے چھینٹے دیکھے گا جو ہر راستے میں بہا ہے اگر تم اپنے بھائی کا انتقام نہ لو تو تم ایسی بدکار عورت کی طرح ہو جاؤ جسے کچھ دے کر راضی کر لیا گیا ہو۔

ابن زیاد نے ان کے ساتھ اور لوگوں کو بھی قتل کیا اور ان دونوں کے سر شام میں یزید بن معاویہ کی طرف بھیجے اور تمام معاملہ اس کی طرف لکھ کر بھیج دیا عبید اللہ نے بصرہ سے خروج سے ایک دن پہلے اہل بصرہ کو ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا تھا جس میں انہیں اختلاف وافتراق اور فتنہ انگیزی سے ڈرایا اس کا سبب یہ ہوا کہ ہشام بن کلبی اور ابو مخنف نے صقعب بن زہیر سے اور انہوں نے ابو عثمان ہندی سے روایت کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سلمان کے ہاتھ بصرہ کے اشراف کی طرف خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:۔

اللہ تعالیٰ نے محمد کو اپنی مخلوق کے لئے چنا اور نبوت کے ذریعہ ان کا اکرام کیا اور اپنی رسالت کے لئے ان کا انتخاب کیا پھر انہیں اپنی طرف اٹھا لیا انہوں نے اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کی اور جو کچھ دے کر بھیجے گئے وہ پہنچا دیا ہم ان کے اہل وعیال ان کے ولی اور ان کے وارث ہیں اور لوگوں میں ان کے اور ان کے مقام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں ہماری قوم نے اس پر اپنے آپ ترجیح دی تو ہم راضی ہو گئے اور فرقت کو ہم نے ناپسند کیا اور عنایت کو اچھا سمجھا اور ہم جانتے ہیں کہ ہم اس حق کے اس سے زیادہ مستحق ہیں جس نے یہ لے رکھا ہے لیکن انہوں نے احسان کیا اور اصلاح و درستگی کی اور حق کی جستجو میں رہے اللہ ان پر رحم کرے اور ہماری اور ان کی مغفرت کرے میں نے تمہاری طرف یہ خط بھیجا ہے میں تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کی طرف بلاتا ہوں اس لئے کہ سنت مٹا دی گئی ہے اور بدعت کا بول بالا ہے پس تم میری بات سنو اور میرا کہا مانو اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں سیدھے راستے کی رہنمائی کروں گا، والسلام علیکم۔

لیکن میرے نزدیک اس خط کی صحت میں کلام ہے ظاہر یہ ہے کہ بعض شیعہ راویوں نے اس میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اشراف میں سے جس نے یہ خط پڑھا اس نے اسے مخفی رکھا لیکن منذر بن جارود یہ سمجھا کہ یہ ابن زیاد کی طرف سے کوئی چالاکی ہے اس لئے اس نے خط ابن زیاد تک پہنچا دیا اس نے خط لانے والے قاصد کے پیچھے آدمی بھجوا کر اس کی گردن اڑا دی۔ پھر عبید اللہ بن زیاد نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد کہا مجھ پر کوئی سرکش سواری قابو نہیں پاتی اور نہ ہی میں دھوکہ کھاتا ہوں جو مجھ سے دشمنی رکھتے ہیں میں اس کے لئے عبرت ناک سزا ہوں جو مجھ سے جنگ کرتے ہیں اس کے لئے تیر ہوں قارۃ قبیلہ پر جو تیر چلاتا ہے وہ اس کے ساتھ انصاف کرتا ہے اے اہل بصرہ امیر المومنین نے مجھے کوفے کا حکمران بنایا ہے اور میں کل اس کی طرف سفر کرنے والا ہوں میں نے تم پر عثمان بن زیاد بن ابی سفیان کو اپنا نائب بنایا تم اختلاف اور فتنہ انگیزی سے پرہیز کرنا اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں مجھے کسی ایک آدمی کے بارے میں بھی اختلاف کی خبر ملی تو میں اسے اس کے واقف کار اس کے ولی کو قتل کر دوں گا اور دور کے آدمی کی وجہ سے قریب کے آدمی کو پکڑوں گا تاکہ میرے لئے معاملہ درست ہو جائے اور تم میں کوئی مخالف دشمن باقی نہ رہے میں زیاد کا بیٹا ہوں مجھے اس کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے کنکریوں کو روندنے میں اور مجھ سے میرے ماموں اور چچا کی مشابہت چھینی نہیں گئی اس کے بعد وہ بصرہ سے نکلا اس کے ساتھ مسلم بن عمرو باہلی بھی تھا اس کے بعد وہ ہوا جس کا پیچھے ذکر ہوا۔

ابو مخنف، صقعب بن زہیر سے اور وہ عون بن جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلم بن عقیل کا کوفے میں خروج منگل کے دن آٹھ ذی الحجہ کو ہوا اور وہ بدھ والے دن نو ذی الحجہ کو ساٹھ ہجری یوم عرفہ میں قتل کئے گئے یہ واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ سے عراق کی طرف کوچ کرنے سے ایک

دن پہلے پیش آیا حضرت حسین کا مدینہ سے مکہ کی طرف خروج ساٹھ ہجری ماہ رجب سے دو دن پہلے اتوار کو ہوا اور آپ شعبان کی تین تاریخ کو جمعے والے دن مکہ پہنچے شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ آپ مکہ میں مقیم رہے مکہ سے آپ آٹھ ذی الحجہ منگل والے دن یوم الترویہ میں نکلے۔

ابن جریر نے ایک روایت میں ذکر کیا ہے جب مسلم بن عقیل روئے تو عبیداللہ بن عباس سلمی نے ان سے کہا، جو شخص وہ چیز طلب کرتا ہے جو تم طلب کررہے ہو تو مصیبت آنے پر وہ روتا نہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں اپنے لئے نہیں روتا اور نہ ہی اپنے قتل پر مرثیہ کررہا ہوں۔ میں نے ایک لمحے کے لئے بھی اس کے لئے ہلاکت پسند نہیں کی لیکن میں کوفہ کی طرف آنے والے اہل وعیال کی وجہ سے رورہا ہوں میں حسین رضی اللہ عنہ اور آل حسین پر رورہا ہوں۔ پھر آپ نے محمد بن اشعث کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اللہ کے بندے میں دیکھتا ہوں کہ تم میری امان سے عاجز آ جاؤ گے کیا تم یہ بھلائی کرسکتے ہو کہ حسین کو میری طرف سے پیغام بھیج دو اس لئے کہ میرا خیال یہی ہے کہ وہ اور ان کے اہل وعیال آج یا کل تمھاری طرف نکل آئیں گے میرا جزع وفزع اس وجہ سے ہے تم اس سے کہہ دو کہ ابن عقیل نے مجھے تمھاری طرف بھیجا ہے وہ دشمن کے قبضے میں ہے کچھ پتہ نہیں کہ کب قتل کردیا جائے وہ تمھیں یہ کہتا ہے کہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ لوٹ جاؤ اہل کوفہ تمھیں دھوکہ میں نہ ڈالیں اس لئے کہ وہ تمھارے والد کے اصحاب ہیں جن سے وہ مر کر یا قتل ہو کر جدا ہونے کی تمنا کرتے تھے اہل کوفہ نے آپ سے اور مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹے کی کوئی رائے نہیں ہوتی! ابن اشعث نے کہا خدا کی قسم میں ایسا ضرور کروں گا اور میں ابن زیاد کو بتاؤں گا کہ میں تمھیں امن دے چکا ہوں۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ پھر محمد بن اشعث نے قبیلہ بنو مالک بن ثمامہ کے ایک شخص ایاس بن عباس طائی کو جو کہ شاعر تھا بلا کر کہا تم جا کر حسین سے ملو اور اسے یہ خط پہنچا دو خط میں اس نے ابن عقیل کی تمام باتیں لکھ دیں پھر اسے سواری دی اور اس کے لئے اپنے گھر میں قیام کا کفیل ہوا۔ وہ نکلا اور کوفہ سے چار دن کے فاصلے پر مقام زبالہ میں حضرت حسین سے ملا اور انہیں خط دیا۔ آپ نے فرمایا جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ ضرور نازل ہو گا اللہ ہی کے ہاں ہمارے ائمہ کی خرابی کا اور ہمارا حساب ہو گا۔

جب مسلم قصر کے دروازے پر پہنچے اور پانی پینا چاہا تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کس قدر ٹھنڈا ہے خدا کی قسم تم اسے ہرگز نہیں پیو گے یہاں تک کہ تم جہنم کی آگ کا گرم پانی پیو۔ ابن عقیل نے اسے کہا، تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ کہنے لگا میں وہ ہوں جس نے حق کو جانا جب کہ تو نے اس کا انکار کیا اور اپنے امام کی خیر خواہی چاہی جب کہ تو نے اسے دھوکہ دیا اور اطاعت وفرمانبرداری کی جب کہ تو نے نافرمانی کی میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں مسلم نے ان سے کہا تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو اے نائلہ کے بیٹے تو کس قدر ظالم اور بد اخلاق ہے خدا کی قسم تو جہنم کی آگ اور اس کے پانی کا زیادہ مستحق ہے۔

حضرت حسین کا عراق کی طرف خروج اور اس کے بعد کے واقعات

جب آپ کی طرف اہل عراق کی طرف سے مسلسل خطوط کا اور قاصدوں کا سلسلہ اور مسلم بن عقیل کی طرف سے بھی وہاں پہنچنے کے لئے خط آیا (اسی دوران مسلم بن عقیل کا قتل ہوا جس کا آپ کو علم نہ ہو سکا) تو آپ ایام ترویہ میں مسلم بن عقیل کے قتل سے ایک دن پہلے مکہ سے نکلے جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں آپ کو ڈرایا دھمکایا اور اصحاب الرائی اور آپ سے محبت رکھنے والوں نے آپ کو عراق کی طرف خروج سے روکا اور مکہ ہی میں مقیم رہنے کا مشورہ دیا آپ کے والد کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ آپ کو یاد دلائے۔ سفیان بن عیینہ نے ابراہیم بن میسرۃ سے اور وہ طاؤس سے اور طاؤس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خروج کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا میں نے کہا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مجھ پر اور آپ پر عیب لگائیں گے تو میں مضبوطی سے آپ کا سر پکڑ لیتا اور آپ کو جانے کے لئے نہ چھوڑتا آپ نے جواب دیا میں فلاں مقام پر قتل کیا جاؤں یہ بات مجھے اس سے محبوب ہے کہ مکہ میں قتل ہو جاؤں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی بات تھی جس نے مجھے ان کی طرف سے تسلی دی، ابو مخنف بن حارث بن کعب والبی سے اور انہوں نے عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ نے عراق کی طرف نکلنے کا پختہ ارادہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر

کہا اے میرے چچا کے بیٹے لوگوں نے یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں مجھے بتا دیجئے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا میں انشاء اللہ ان دو دنوں میں جانے والا ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا اگر انہوں نے اپنے امیر کو قتل کر کے اپنے دشمن کو جلا وطن کر کے اور ان کے شہروں پر قبضہ کر کے آپ کو بلایا ہے تب تو آپ ان کی طرف جائیں اور اگر ان کا امیر زندہ ہے ان پر غالب ہے اس کے عمال ان سے ٹیکس وصول کرتے ہیں تو انہوں نے آپ کو صرف فتنے اور قتال کے لئے بلایا ہے اور مجھے اس بات کا اطمینان نہیں کہ وہ آپ کے لوگوں کو بھڑکائیں گے اور ان کے دلوں کو پھیر دیں گے اور جن لوگوں نے آپ کو بلایا وہ آپ پر سب سے زیادہ سخت ہوں گے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں استخارہ کر رہا ہوں دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے ابن عباس چلے گئے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ ہم نے اس قوم کے لئے کیا چھوڑا ہے حالاں کہ ہم مہاجرین کے بیٹے ہیں اور اس معاملے کے والی دوسرے لوگ ہیں مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا دل مجھے کوفہ جانے کا کہہ رہا ہے میری طرف وہاں کی میری جماعت نے اور وہاں کے اشراف نے آنے کے لئے لکھا ہے اور میں استخارہ کر رہا ہوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہاں میری بھی ایسی ہی جماعت ہوتی جیسی تمھاری ہے تو میں وہاں ضرور جاتا پھر جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا ابن زبیر جانتے ہیں کہ میری موجودگی میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور لوگ میرے برابر کسی اور کو نہیں سمجھتے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ میں چلا جاؤں تا کہ ان کے لئے معاملہ صاف ہو جائے رات کو یا اگلے دن ابن عباس رضی اللہ عنہ پھر آئے اور فرمایا اے چچازاد میں صبر کرنا چاہتا ہوں لیکن صبر ہوتا نہیں مجھے اس راستے میں آپ پر ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ عراق کے لوگ دھوکہ باز ہیں آپ ان کی وجہ سے دھوکے میں نہ آئیں جب تک اہل عراق اپنے دشمن کو نکال نہیں دیتے آپ یہیں رہیں اس کے بعد جائیں ورنہ آپ یمن چلے جائیں کیوں کہ وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور آپ کے والد کی جماعت بھی ہے پھر آپ لوگوں سے کنارہ کش ہو کر ان کی طرف خطوط لکھیں اور ان کی طرف اپنے ایلچی بھیجیں اس لئے کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ایسا کریں گے تو وہ ہوگا جو آپ پسند کرتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے چچازاد خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ خیر خواہ اور شفیق ہیں لیکن میں جانے کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ ضرور جانا چاہتے ہی ہیں تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں خدا کی قسم مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کو اسی طرح قتل نہ کر دیا جائے جیسا کہ عثمان کو قتل کیا گیا تھا ان کی عورتیں اور بچے انہیں دیکھ رہے تھے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے ابن زبیر کو حجاز میں تنہا چھوڑ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دی ہیں خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں آپ کو بالوں اور پیشانی سے پکڑوں یہاں تک کہ لوگ جمع ہو جائیں تو آپ میری بات مان لیں گے اور ٹھہر جائیں گے تو میں یقیناً ایسا کرتا پھر آپ وہاں سے چلے گئے راستے میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ نے کہا اے ابن زبیر تیری آنکھ ٹھنڈی ہوگئی، پھر یہ اشعار پڑھے

اے معمر (آباد علاقے) کی چنڈول تیرے لئے فضا خالی ہوگئی ہے تو انڈے دے اور چہچہا
جتنی چاہے چونچیں مار تیرے لئے خوشخبری ہے کہ تیرا شکاری آج قتل ہو گیا ہے۔
پھر آپ نے کہا حسین عراق کی طرف سے نکل رہے ہیں اور حجاز تمھارے لئے خالی کر رہے ہیں۔

بہت سے راویوں نے شبابہ بن سوار سے انہوں نے یحییٰ بن اسماعیل بن سالم اسدی سے انہوں نے شعبی اور شعبی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ مکہ میں تھے کہ انہیں پتہ چلا کہ حسین بن علی عراق کی طرف کوچ کر چکے ہیں تین دن کی مسافت پر وہ ان سے ملے اور کہا آپ کہاں جانا چاہتے ہیں انہوں نے کہا عراق۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس خطوط تھے انہوں نے کہا یہ ان کے خطوط اور ان کی بیعت ہے آپ نے کہا تم ان کے پاس مت جاؤ لیکن انہوں نے انکار کر دیا آپ نے فرمایا میں تمھیں ایک حدیث سناتا ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو دنیا و آخرت کے بارے میں اختیار دیا کہ جسے چاہیں اختیار کریں آپ نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا چھوڑ دی آپ بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم کا ایک ٹکڑا ہیں خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی اسے حاصل نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے اسے (دنیا کو) تم سے نہیں پھیرا مگر اس چیز کی وجہ سے جو تمھارے لئے بہتر ہے لیکن آپ نے لوٹنے سے انکار کر دیا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گلے لگا لیا اور رو کر کہا کہ اے مقتول میں تجھے اللہ کے حوالے کرتا ہوں یحییٰ بن معین کہتے ہیں ہمیں ابوعبیدۃ نے انہیں سلیم بن حیان نے انہیں سعید بن مینا نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو کہتے سنا کہ حسین نے اپنی تقدیر میں جلدی کی اگر میں چاہتا تو انہیں ہرگز نہ نکلنے دیتا ہاشم ہی کے ذریعے اس امر کی ابتداء ہوئی اور انہیں پر یہ ختم ہوگا اگر تم کسی ہاشمی کو دیکھو کہ

بادشاہ بن گیا ہے تو وہ زمانے کو لے گیا میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اور ابن عمر کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاطمی جھوٹے مدعی تھے وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے نہ تھے جیسا کہ بہت سے ائمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے اور ہم بھی آگے اس کا ذکر کریں گے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں ہمیں ابو بکر حمیدی نے انہیں سفیان نے انہیں عبداللہ بن شریک نے انہیں بشر بن غالب نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ایسی قوم کی طرف جا رہے ہیں جس نے آپ کے والد کو قتل کیا آپ کے بھائی کو طعن تشنیع کی۔ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں مقام میں قتل کیا جاؤں یہ مجھے پسند ہے اس بات سے کہ میرے ذریعے کعبہ کو حلال سمجھا جائے زبیر بن بکار کہتے ہیں مجھے میرے چچا مصعب بن عمیر نے بتایا کہ انہیں ہشام بن یوسف سے سننے والوں میں سے کسی نے بتایا وہ معمر سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے ایک شخص کو حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے ابن زبیر سے کہا کہ میرے پاس چالیس ہزار آدمیوں کی بیعت آئی ہے جو طلاق و عتاق کے ذریعے قسم کھاتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کیا آپ ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو نکالا۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے معمر سے راوی کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا ثقہ ہے، زبیر کہتے ہیں کہ میرے چچا نے کہا بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی، یہ روایت واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے اس سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ ہمیں علی بن محمد نے یحییٰ سے انہوں نے اسماعیل بن ابی مہاجر سے انہوں نے اپنے والد انہوں نے لوط بن یحییٰ عامری سے انہوں نے محمد بن بشیر ہمدانی وغیرہ سے انہوں نے محمد بن حجاج سے انہوں نے عبدالملک سے انہوں نے عمیر سے انہوں نے ہارون بن عیسیٰ سے انہوں نے مجالد سے انہوں نے شعبی سے روایت کی ہے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی یہ حدیث ایک جماعت سے بیان کی ہے میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قتل کے بارے میں ان کی حدیث کا مجموعہ لکھا ہے۔

کہتے ہیں جب لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر یزید کے لئے بیعت کی حسین ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس کے لئے بیعت نہیں کوفہ کے لوگ معاویہ کی خلافت ہی میں آپ کی طرف خطوط لکھ کر اپنی طرف بلانے لگے لیکن آپ انکار کرتے رہے ان میں سے کچھ لوگ محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور انہیں اپنے ساتھ خروج کے لئے کہا لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا محمد بن حنفیہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان کا معاملہ پیش کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ذریعے کھائیں اور ہمارے ذریعے قوت حاصل کریں اور لوگوں کا اور ہمارا خون نکالیں آپ غمگین تھے کبھی جانے کا ارادہ کرتے اور کبھی ٹھہرنے کا۔ آپ کے پاس ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا اے ابو عبداللہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ کا مشفق ہوں مجھے پتہ چلا ہے کہ کوفہ میں آپ کی جماعت کے بعض لوگوں نے آپ کو خط و کتابت کر کے اپنی طرف بلایا ہے آپ ان کی طرف نہ جائیے کیوں کہ میں نے آپ کے والد کو کوفہ میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے خدا کی قسم میں ان سے اکتا گیا ہوں اور ان سے بغض رکھتا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور مجھ سے بغض رکھتے ہیں، ان سے کبھی بھی وفا نہیں ہوئی۔ ان میں سے جو کوئی کامیاب ہوا وہ ناکام تیر کے ساتھ کامیاب ہوا۔ خدا کی قسم ان کی کوئی نیت نہیں اور نہ کسی معاملہ پر ان کا عزم ہے اور نہ ان کا تلوار پر صبر ہے وہ کہتے ہیں مسیب بن عتبہ فزاری چند لوگوں کے ساتھ حضرت حسن کی وفات کے بعد آپ کے پاس آئے انہوں نے آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے دستبردار ہونے کو کہا انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی اور آپ کے بھائی کی رائے معلوم ہے آپ نے کہا مجھے امید ہے کہ اللہ میرے بھائی کو ان کی مصالحت پسندی پر اجر عطا فرمائیں گے۔ اور مجھے بھی ظالموں کے ساتھ جہاد کی نیت پر اجر عطا فرمائیں گے مروان نے حضرت معاویہ کی طرف لکھا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ حسین فتنے کے لئے گھات لگائے بیٹھے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ حسین سے آپ کی جنگ طویل ہوگی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس کے عہد و میثاق کا معاملہ عطا کیا ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے پورا کرے مجھے پتہ چلا ہے کہ کوفہ کے لوگوں نے آپ کو مخالفت و دشمنی پر ابھارا ہے اور آپ تجربہ کر چکے ہیں کہ انہوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے معاملے میں کتنا فساد پھیلایا آپ اللہ سے ڈریئے اور اپنا عہد یاد رکھئے اگر آپ مجھ سے جنگ کریں گے تو میں آپ سے جنگ کروں گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف لکھا مجھے آپ کا پیغام ملا میری طرف سے جو بات آپ کو پہنچی ہے وہ میں کرنے والا نہیں نیکیوں کی طرف اللہ ہی رہنمائی کرنے ہیں میں نے آپ کے ساتھ جنگ کرنے یا آپ کی مخالفت کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور میں آپ کے جہاد کو چھوڑ دینے میں

اپنے لئے اللہ کے ہاں کوئی عذر نہیں پاتا اور میں اس امت پر آپ کی حکمرانی سے بڑا فتنہ نہیں جانتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں ابوعبداللہ سے شر ہی پہنچا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف یہ بھی لکھا میرا یہ خیال ہے کہ آپ کے سر میں فساد ہے میری یہ خواہش ہے کہ اسے پالوں اور آپ کو بخش دوں۔

کہتے ہیں جب حضرت معاویہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے یزید کو بلا کر اسے وصیت کرتے ہوئے کہا رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حسین بن علی کا خیال رکھنا اس لئے کہ وہ لوگوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کے ساتھ صلح رحمی اور نرمی کا معاملہ کرنا تمھارا معاملہ درست رہے گا اگر اس کی طرف سے کوئی بات ہوئی تو میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ تمھارے لئے کافی ہو جائے گا ان لوگوں کے ذریعے جنہوں نے اس کے والد کو قتل کیا اور اس کے بھائی کو بے یارومددگار چھوڑا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساٹھ ہجری ماہ رجب کے نصف میں رات کے وقت انتقال ہوا لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یزید نے عبداللہ بن عمر بن اویس عامری عامر بن لوی کے ہاتھ مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کی طرف لکھا لوگوں کو بلا کر ان سے بیعت کر و قریش کے بڑے لوگوں سے ابتداء کرو۔ اور سب سے پہلے حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے ابتداء کرو اس لئے کہ امیر المومنین نے مجھے ان کے ساتھ نرمی اور بھلائی کی وصیت کی ہے ولید بن عتبہ نے اس وقت آدھی رات کو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کی طرف پیغام بھیج کر انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دی اور یزید بن معاویہ کی بیعت کی طرف بلایا دونوں نے کہا صبح ہونے دو ہم دیکھتے ہیں یہ لوگ کیا کرتے ہیں پھر دونوں یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ یہ وہی یزید ہے جسے ہم جانتے ہیں خدا کی قسم نہ اس کا کوئی عزم ہے اور نہ ہی مروت، ولید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سختی کی تو آپ نے اسے برا بھلا کہا اس کا عمامہ پکڑ کر کھینچ لیا، ولید نے کہا ہم نے ابوعبداللہ سے شر کو ابھرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مروان نے یا کسی اور نے اس سے کہا، انہیں قتل کر دو، اس نے کہا، یہ وہ خون ہے جس کی حرص کی جاتی ہے اور وہ بنو عبد مناف میں محفوظ ہے۔ کہتے ہیں حضرت حسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ اسی رات مکہ کی طرف نکل گئے لوگوں نے صبح یزید کے لئے بیعت کی، حضرت حسین و ابن زبیر کو طلب کیا گیا تو یہ نہ ملے مسور بن مخرمہ نے کہا، حسین نے جلدی کی اور ابن زبیر نے انہیں امید دلائی تاکہ وہ مکہ میں تنہا ہو جائیں یہ دونوں حضرات مکہ آئے حضرت حسین تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو لازم پکڑ لیا اور معافری (خاکستری لباس) پہن کر لوگوں کو بنو امیہ کے خلاف ابھارنے لگے وہ صبح و شام حضرت حسین کے پاس آ کر عراق جانے کا مشورہ دیتے اور کہتے، وہ آپ کی اور آپ کے والد کی جماعت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کو جانے سے روکتے عبداللہ بن مطیع نے آپ سے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ اپنی ذات سے ہمیں نفع پہنچایئے عراق نہ جایئے خدا کی قسم اگر اس قوم نے آپ کو قتل کر دیا تو وہ ہمیں خادم اور غلام بنا لیں گے۔

کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن ابی ربیعہ کے عمرے سے واپسی پر مقام ابواء میں دونوں سے ملاقات ہوئی میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم لوٹ جاؤ اور اس بھلائی میں داخل ہو جاؤ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں پھر دیکھو اگر اس پر لوگ جمع ہو جائیں تو تم حملہ نہ کرو اور اگر منتشر ہو جائیں تو وہی ہوگا جو تم چاہتے ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ سے کہا آپ خروج نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا اختیار دیا تو آپ نے آخرت اختیار کی اور آپ بھی ان کا ایک ٹکڑا ہیں آپ اسے دنیا کو نہیں پا سکتے پھر انہوں نے آپ کو گلے لگایا اور روتے ہوئے رخصت کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے حسین بن علی خروج کر کے ہم پر غالب آ گئے میری عمر کی قسم انہوں نے اپنے والد اور بھائی میں عبرت دیکھی اور وہ فتنہ اور بے وفائی دیکھی کہ انہیں چاہیے تھا کہ عمر بھر حرکت نہ کرتے اور اس بھلائی میں داخل ہو جاتے جس میں لوگ داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ جماعت میں خیر ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا اے فاطمہ کے بیٹے کہاں کا ارادہ ہے آپ نے کہا عراق کا اور اپنی جماعت کا انہوں نے کہا میں آپ کے اس راستے کو ناپسند کرتا ہوں آپ ان لوگوں کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو طعنے دیئے یہاں تک کہ اس نے ان سے ناراض ہو کر اور تنگ ہو کر انہیں چھوڑ دیا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالئے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حسین خروج کے معاملہ میں مجھ پر غالب آ گئے میں نے ان سے کہا تھا اپنے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہیں

اپنے گھر کو لازم پکڑ لیں اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کریں۔ ابو واقد لیثی کہتے ہیں مجھے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے خروج کی خبر ملی تو میں ان سے ملا اور انہیں اللہ کا واسطہ دیا کہ وہ خروج نہ کریں اس لئے کہ ابھی خروج کا وقت نہیں آیا وہ خروج کر کے اپنے آپ ہی کو قتل کریں گے انہوں نے جواب دیا میں نہیں لوٹوں گا جابر بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے حسین سے کہا اللہ سے ڈریئے اور لوگوں کو آپس میں نہ لڑایئے خدا کی قسم جو کچھ آپ لوگوں نے کیا اس پر آپ کی تعریف نہیں کی گئی لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی سعید بن میتب رحمۃ اللہ کہتے ہیں اگر حسین خروج نہ کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں حسین کو چاہیے تھا کہ وہ اہل عراق کو پہچانتے اور ان کی طرف نہ جاتے لیکن ابن زبیر نے انہیں ان سے ابھارا۔ مسور بن مخرمۃ نے ان کی طرف لکھا آپ اہل عراق کے خطوط سے ہرگز دھوکہ نہ کھائیں۔ ابن زبیر ان سے کہتے ہوئے چلے گئے یقیناً وہ آپ کی مدد کریں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ سے کہتے کہ آپ ہرگز حرم نہ چھوڑیئے اس لئے کہ اگر انہیں آپ کی ضرورت ہوئی تو ضرور آپ کی طرف آکر وعدہ پورا کریں گے پھر آپ پوری تیاری اور قوت کے ساتھ نکلیں گے آپ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا میں اس معاملہ میں اللہ سے استخارہ کر رہا ہوں عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کو جب آپ کے ارادے کا علم ہوا تو بہت گراں گزرا۔ آپ کی طرف خط لکھا جس میں آپ کو اطاعت اور جماعت کے ساتھ رہنے کا کہا اور لکھا کہ اگر ایسا نہ کیا تو اپنی قتل گاہ کی طرف جائیں گے اس نے کہا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حسین ارض بابل میں قتل کیا جائیگا۔ آپ نے ان کا خط پڑھ کر کہا پھر تو مجھے ضرور اپنی قتل گاہ کی طرف جانا چاہیے، اور چل پڑے بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے آکر کہا اے میرے چچازاد میں دیکھ چکا ہوں کہ اہل عراق نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے آپ ان لوگوں کی طرف جانا چاہتے ہیں جو دنیا کے غلام ہیں۔ آپ سے وہی قتال کرے گا جس نے آپ سے مدد کا وعدہ کیا ہے اور وہ شخص آپ کی مدد چھوڑ دے گا جس کے نزدیک آپ اس سے زیادہ محبوب ہوں گے جس کی وہ مدد کر رہا ہوگا میں آپ کو آپ کی جان کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ نے کہا، اے چچازاد اللہ تجھے جزائے خیر دے اللہ تعالیٰ جس چیز کا فیصلہ فرمادیں وہ ہوکر رہتی ہے۔ ابوبکر نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور کہا کہ ہم ابوعبداللہ کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی طرف خط لکھ کر اہل عراق سے ڈرایا اور ان کی طرف جانے سے منع کیا آپ نے جواب میں لکھا میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ مجھے ایک کام کا حکم دے رہے ہیں اور وہ میں کر رہا ہوں میں وہ خواب کسی کو نہیں بتاؤں گا یہاں تک کہ اپنے کام کو پہنچ جاؤں۔ حرمین کے نائب عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی طرف خط لکھا کہ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کو بہتر کام کی توفیق دے۔ اور ایسے کام سے آپ کو پھیر دیں کہ جو ہلاک کرنے والا ہے، مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ عراق جانے کا عزم کر چکے ہیں میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اختلاف سے اگر آپ کو خوف ہے تو آپ میرے پاس آجائیں آپ کے لئے میرے پاس امان ہے اور نیکی اور صلہ ہے آپ نے ان کی طرف لکھا اگر آپ نے میری نیکی اور میرے صلے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ آپ کو دنیا وآخرت میں اچھا بدلہ دے۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں وہ اختلاف کرنے والا نہیں۔ اور بہترامان اللہ کا امان ہے اور جو دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرا وہ اس پر ایمان نہیں لایا پس ہم اللہ سے دنیا میں اس خوف کے طلب گار ہیں جو آخرت میں اس کے نزدیک ہمارے لئے امان کا سبب بن جائے۔

کہتے ہیں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ کی طرف خروج کے بارے میں بتایا اور انہیں بتایا کہ ان کے پاس اہل مشرق کے کچھ لوگوں نے آکر انہیں خلافت کی تمنا دلائی اور آپ کو ان کا تجربہ ہے اگر انہوں نے ایسا کیا تو قرابت کا رشتہ توڑ دیا آپ اپنے گھر والوں میں بڑے منظور نظر ہیں انہیں افتراق کے لئے کوشش کرنے سے روکیں اس نے آپ کی طرف اور مکہ مدینہ کے قریش کی طرف یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

وہ سواری جس کی سواری اس اونٹنی سے آگے بڑھنے والی ہے جس کی رفتار میں سکوت ہے قریش کی ملاقات کی جگہ کے دور ہونے کے باوجود انہیں خبر دے کہ میرے اور حسین کے درمیان رشتہ داری ہے اور بیت اللہ کے صحن کے موقف نے اسے اللہ کا عہد سنایا اور ذمے پورے نہیں کئے گئے تم نے اپنی ماں پر فخر کرتے ہوئے اپنی قوم کا قصد کیا میری زندگی کی قسم ماں عفیف نیک

اور سخی ہے کوئی اس کے فضل کے قریب بھی نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کی اور لوگوں میں سب سے بہتر کی بیٹی ہے اس بات کا لوگوں کو علم ہے اس کی فضیلت تمھاری فضیلت ہے اور تمھارے علاوہ تمھاری قوم کے لوگوں کو اس کی فضیلت میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ مجھے علم ہے یا اس کے جاننے والے کی طرح ظن ہے اور ظن بھی کبھی سچ ہو کر مرتب ہو جاتا ہے کہ تم جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہو وہ تمھیں ایسے مقتولین کی طرح کر کے چھوڑے گا عقاب اور کرگس تمھیں ایک دوسرے کو تحفے میں دیں گے اے ہماری قوم جنگ کو بجھ جانے کے بعد نہ بھڑکاؤ اور صلح کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو تم سے پہلے کے لوگ جنگ کا تجربہ کر چکے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت سی قومیں ہلاک ہوگئیں ہیں اپنی قوم کے ساتھ انصاف کرو اور غصے سے ہلاک نہ ہو جاؤ بہت سے غصے والوں کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف لکھا میں امید کرتا ہوں کہ حسین کا خروج ایسے کام کے لئے نہ ہوگا جسے تم ناپسند کرتے ہو میں انہیں ایسے کام کی نصیحت کرتا ہوں جس سے الفت قائم رہے اور انتقام کی آگ بجھی رہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے طویل کلام کرتے ہوئے کہا خدا کے واسطے اپنے آپ کو بری حالت میں ہلاک نہ کرو عراق مت جاؤ اور اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو حج کا موسم ختم ہونے تک اس کا انتظار کرو اور لوگوں سے مل کر ان کے حالات معلوم کرو پھر کوئی رائے قائم کرنا (یہ دس ذوالحجہ کا واقعہ ہے) لیکن آپ جانے پر ہی مصر رہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا میرا یہ گمان ہے کہ تم بھی کل عثمان کی طرح عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل کئے جاؤ گے۔ خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہیں تمھارے ہی ذریعے عثمان کا قصاص نہ لیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ نے کہا اے ابن عباس تم بوڑھے ہو گئے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ بات تمھارے اور میرے لئے عیب نہ ہوتی تو میں مضبوطی سے تمھارا سر پکڑ لیتا اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ہمارے ایک دوسرے سے اصرار کرنے پر تم ٹھہر جاؤ گے تو میں ایسا کرتا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات تمھیں روک دے گی۔ آپ نے کہا میں فلاں فلاں مقام میں قتل کیا جاؤں گا مجھے یہ پسند ہے اس بات سے کہ میں مکہ میں قتل کیا جاؤں اور میرے ذریعے اس کی حرمت پامال کی جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا تم نے اس سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی آنکھ ٹھنڈی کر دی ہے۔ پھر وہ غصے کی حالت میں نکلے ابن زبیر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے تھے انہیں دیکھ کر کہا، اے ابن زبیر اس نے وہی کیا جو تمہیں پسند ہے تمھاری آنکھ ٹھنڈی ہوگئی ابوعبداللہ جا رہا ہے اور حجاز تیرے لئے چھوڑ رہا ہے پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

> اے معمر کی چنڈول تیرے لئے فضا خالی ہوگئی ہے پس تو انڈے دے اور چہچہا جتنا چاہے چونچ مارلے کہ آج تیرا شکاری مقتول ہوگیا پس تو خوش ہو جا۔

حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف قاصد بھیج کر بنو عبدالمطلب کے افراد کو طلب کیا یہ انیس افراد تھے جن میں مرد بچے عورتیں اور آپ کی بہنیں بیٹیاں اور بیویاں تھیں۔ محمد بن حنفیہ ان کے پیچھے آئے اور مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچے انہیں بتایا کہ آج کے دن خروج کرنا ان کی رائے نہیں۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا محمد بن حنفیہ نے اپنی اولاد کو روک لیا اور ان میں سے ایک کو بھی نہ بھیجا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر کہا تم اپنی اولاد کو ایسی جگہ سے روکنا چاہتے ہو جہاں ان پر کوئی مصیبت آئے محمد نے کہا مجھے کیا ضرورت ہے کہ آپ کو تکلیف پہنچے اور انہیں بھی آپ کے ساتھ تکلیف پہنچے اگرچہ آپ کی مصیبت ہمارے نزدیک بڑی ہے۔ اہل عراق نے آپ کی طرف قاصد اور خطوط بھیج کر اپنی طرف بلایا آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ان کی طرف نکلے۔ اہل کوفہ کے ساٹھ آدمی آپ کے ساتھ تھے دس ذی الحجہ پیر کا دن تھا مروان نے ابن زیاد کی طرف لکھا، حسین بن علی رضی اللہ عنہ تمھاری طرف آ رہا ہے وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہے اور فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہیں۔ خدا کی قسم کوئی بھی شخص جسے اللہ محفوظ رکھیں ہمارے نزدیک حسین سے زیادہ محبوب نہیں تم اپنے آپ کو ایسی چیز پر برانگیختہ نہ کرنا جس کی کوئی تلافی نہ ہو سکے اور جسے عوام کبھی نہ بھولے اور ہمیشہ اس کا تذکرہ ہوتا رہے۔

عمرو بن سعید بن العاص نے ابن زیاد کی طرف لکھا کہ حسین تمھاری طرف آ رہا ہے اور اس جیسے واقعہ میں یا تو آزاد کیا جائے گا یا تو غلام ہوگا جس سے غلاموں کی طرح کام لئے جائیں گے زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ضحاک نے اپنے والد سے بیان کیا وہ کہتے ہیں یزید نے ابن زیاد کی

طرف لکھا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں ان کے ذریعے تمام زمانوں میں سے تمھارا زمانہ اور تمام شہروں میں تمھارا شہر آزمایا گیا اور تمام اعمالوں میں تم آزمائے گئے ہو اور اس پر یا تو تم آزاد کئے جاؤ گے یا غلاموں کی طرح غلام بنائے جاؤ گے۔

ابن زیاد نے آپ کو قتل کر کے آپ کا سر اس کی طرف بھیجا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ابن زیاد نے آپ کا سر یزید کی طرف نہیں بھیجا، ایک روایت میں ہے کہ یزید نے ابن زیاد کی طرف لکھا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین نے عراق کی طرف کوچ کیا۔

اور محض ظن اور تہمت پر قید کر دے لیکن صرف اسی کو قتل کرنا جو تجھ سے قتال کرے اور ہر خبر مجھ تک پہنچانا، والسلام، زبیر بن بکار کہتے ہیں مجھ سے محمد بن ضحاک نے بیان کیا ہے جب حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے کوفہ کی طرف خروج کا ارادہ کیا مسجد حرام کے دروازے کے پاس سے گزرے اور یہ اشعار پڑھے:

اے یزید تو نے پو پھٹتے وقت اونٹ کو غارت گری کرتے ہوئے نہیں ڈرایا نہ تجھے پکارا گیا
جس دن موت کے خوف سے ظلم کیا اور موت میرا انتظار کر رہی ہے کہ میں علیحدہ ہو گیا۔

ابو مخنف کہتے ہیں ابو جناب یحییٰ بن ابی خیثمہ، عدی بن حرملۃ اسدی سے وہ عبداللہ بن سلیم اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کوفہ سے حج کے ارادے سے نکلے ہم مکہ آئے یوم الترویہ کو ہم نے حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ چاشت کے وقت حجر اسود اور باب کے درمیان کھڑے ہیں ہم نے ابن زبیر کو حسین رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا اگر آپ ٹھہرنا چاہیں تو ٹھہر جائیں اور اس امر کے والی ہو جائیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور آپ کی مدد خیر خواہی کریں گے حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے والد نے مجھے بتایا تھا کہ مکہ کا ایک مینڈھا ہے جسے قتل کر کے اس کی حرمت کو پامال کیا جائے گا میں نہیں چاہتا کہ میں ہی وہ مینڈھا بنوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہاں ٹھہر کر مجھے والی بنا دیں آپ کی اطاعت کی جائے گی۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ بھی نہیں چاہتا پھر انہوں نے اپنی گفتگو پست کر دی اور مسلسل سرگوشی کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کے داعیوں کو دیکھا کہ وہ ظہر کے وقت منیٰ کی طرف جا رہے تھے۔ اس کے بعد حسین رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا طواف کیا۔ صفا و مروۃ کے درمیان سعی کی اور اپنے بال چھوٹے کروائے اپنے عمرے سے حلال ہو گئے پھر وہ کوفے کی طرف چلے گئے اور ہم لوگوں کے ساتھ منی کی طرف چل پڑے۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان سے روایت بیان کی ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے تو مکہ کے نائب عمرو بن سعید کے قاصد انہیں راستے میں ملے جن کے امیر ان کے بھائی یحییٰ بن سعید تھے انہوں نے آپ سے کہا واپس پلٹ جاؤ کہاں جا رہے ہو لیکن آپ نے انکار کیا اور چل پڑے دونوں فریقوں کی آپس میں کوڑوں اور چھڑیوں سے کچھ لڑائی ہوئی پھر آپ اور آپ کے ساتھی ان سے بچ نکلے اور آپ اپنے راستے پر چل پڑے۔ یحییٰ بن سعید نے آواز دے کر کہا، اے حسین کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے تم اتحاد ہو جانے کے بعد جماعت سے نکل کر تفریق پیدا کر رہے ہو۔ آپ نے یہ آیت پڑھی،

''ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لئے تمھارے اعمال تم ہمارے اعمال سے بری ہو اور میں تمھارے اعمال سے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ تنعیم کے پاس سے گزرے تو ایک قافلے سے ملاقات ہوئی جو یمن کے نائب بجیر بن زیاد حمیری نے یمن سے یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا قافلے میں ورس (ایک قسم کا پودا) اور بہت سے جوڑے تھے۔ آپ نے وہ لے لئے اور آگے چل دیئے ان کے ذریعے کوفہ تک اونٹ کرائے پر لئے، راستے میں فرزدق سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی مانگی ہوئی چیز عطا کرے اور آپ کو محبوب چیز کا مالک بنائے آپ نے اس سے لوگوں کے احوال پوچھے اس نے کہا لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں فیصلہ آسمان سے اترتا ہے اور اللہ جو چاہیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا اللہ ہی کے لئے بادشاہت ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر دن ہمارا رب ایک نئی شان میں ہوتا ہے اگر فیصلہ ہماری خواہش کے مطابق اترا تو ہم اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں گے اور شکر پر اس سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اگر ہماری امید کے سامنے قضا حائل ہو گئی تو وہ شخص حد سے تجاوز کرنے والا نہیں جس کی نیت حق ہو اور جس کا باطن تقویٰ ہو پھر آپ نے اپنی سواری کو حرکت دیتے ہوئے سلام کیا اور دونوں جدا ہو گئے ہشام بن کلبی نے عوانہ بن حکم سے انہوں نے لبطہ بن غالب بن فرزدق سے انہوں نے اپنے والد

سے روایت کی ہے میں نے اپنی ماں کو حج کروایا اسی دوران میں کہ ایام حج میں حرم میں داخل ہونے کے بعد ان کا اونٹ ہنکار رہا تھا کہ میری حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ اپنی تلوار اور ڈھالوں کے ساتھ مکہ سے نکل رہے تھے میں نے ان سے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے آپ حج چھوڑ کر جلدی کیوں کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اگر میں جلدی نہ کروں تو پکڑ لیا جاؤں گا، پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو میں نے کہا عراق کا آدمی ہوں آپ نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پوچھا میں نے کہا دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔

فرزدق کہتے ہیں کہ میں نے حسین سے مناسک کے بارے میں پوچھا آپ نے مجھے بتایا آپ کی زبان عراقیوں کی طرف سے پہنچنے والی بیماری کی وجہ سے ثقیل تھی، میں چلا تو حرم میں ایک خیمہ لگا ہوا دیکھا جس کا منظر اچھا تھا دیکھا تو عبداللہ بن عمرو بن العاص تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہے انہوں نے کہا تم نے اس کی اتباع کیوں نہ کی ان کے متعلق تجھے وہ ہتھیار سلام نہ کہے۔ جس سے ان کا قتل ہونا مقدر نہیں۔ اس پر مجھے شرمندگی ہوئی، اس لئے ارادہ کیا کہ آپ کے ساتھ مل جاؤں۔ لیکن ابن عمرو نے اس کے خلاف بات کی اور انبیاء کا اور ان کے قتل کا ذکر کیا گیا اس بات نے مجھے جانے سے روک دیا۔ جب اسے آپ کے قتل کی خبر ملی تو ابن عمرو پر لعنت کی، ابن عمرو کہا کرتے تھے خدا کی قسم کوئی درخت نہیں چیخے گا اور کوئی بچہ بڑا نہیں ہوگا یہاں تک کہ یہ معاملہ پہنچ جائے اور ظاہر ہو جائے۔ ابن عمرو کے قول کے مطابق ہتھیار تجھے سلام نہ کہے سے مراد وہ ہے جس سے ان کا قتل ہونا مقدر نہیں بعض نے کہا ہے کہ فرزدق سے مذاق کرنا مقصود تھا پھر آپ کسی چیز پر توجہ دیئے بغیر چلتے رہے یہاں تک کہ مقام ذات عرق پہنچے۔

ابو مخنف کہتے ہیں مجھے حارث بن کعب والبی نے علی بن حسین بن علی سے روایت بیان کی ہے کہ جب ہم مکہ سے نکلے عبداللہ بن جعفر نے اپنے بیٹوں اور محمد کے ساتھ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ مت پلٹیں یہاں تک کہ میرا یہ خط دیکھ لیں اس لئے کہ مجھے جس راستے پر آپ چل رہے ہیں اس میں آپ پر ہلاکت اور آپ کے اہل وعیال کے استیصال کا خوف ہے اگر آپ آج ہلاک ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا اس لئے آپ ہدایت یافتہ لوگوں کا علم ہیں اور مومنین کی امید ہیں آپ جانے میں جلدی نہ کریں میں خط کے پیچھے آ رہا ہوں والسلام۔ پھر عبداللہ بن جعفر مکہ کے نائب عمرو بن سعید کے طرف گئے اور ان سے کہا آپ حسین کی طرف ایک خط لکھیں جس میں انہیں امان دیں اور انہیں نیکی اور صلہ کی تمنا دلائیں ان سے واپس آنے کا مطالبہ کریں شاید کہ وہ مطمئن ہو کر واپس آ جائیں۔ عمرو نے کہا آپ میری طرف سے جو چاہے لکھیں پھر میرے پاس لے آئیں میں مہر لگا دوں گا عبداللہ بن جعفر نے جو ارادہ کیا تھا عمرو بن سعید کے نام پر لکھ دیا۔ پھر عمرو بن سعید کے پاس آئے انہوں نے مہر لگا دی۔ عبداللہ نے عمرو بن سعید سے کہا میرے ساتھ اپنا امان بھیجئے انہوں نے ان کے ساتھ اپنا بھائی یحییٰ بھیج دیا دونوں چلے یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملے ان کے سامنے خط پڑھا انہوں نے لوٹنے سے انکار کر دیا اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھے کسی کام کا حکم دیا ہے اور میں وہ کام کر رہا ہوں انہوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے۔ آپ نے کہا میں وہ خواب کسی نہیں بتاؤں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب سے مل لوں۔

ابو مخنف کہتے ہیں مجھے محمد بن قیس نے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ جب بطن ذی الرمہ میں حاجر تک پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف بھیجا اور ان کی طرف لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ حسین بن علی کی طرف سے اس کے مومن اور مسلمان بھائیوں کی طرف تم پر سلامتی ہو میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرے پاس مسلم بن عقیل کا پیغام پہنچا ہے جس میں انہوں نے آپ لوگوں کی حسن رائے اور ہماری مدد کے لئے مجتمع ہونے اور ہمارے حق کو طلب کرنے کے بارے میں لکھا ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے اور آپ کو اس پر اجر عظیم عطا کرے میں پیر کے دن آٹھ ذی الحجہ یوم الترویہ کو آپ کی طرف نکلا ہوں۔ جب میرا قاصد آپ کی طرف پہنچے تو اس کے معاملے کو چھپا کے رکھنا اور خوب کوشش کرنا اس لئے کہ میں انہیں دنوں میں آپ کی طرف آنے والا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مسلم بن عقیل کا پیغام آپ کو ان کے قتل سے ستائیس دن پہلے پہنچا اس کا مضمون یہ تھا، پیشرو اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا کوفہ کے تمام باشندے آپ کے ساتھ ہیں جب آپ میرا یہ خط پڑھیں تو روانہ ہو جائیں۔

قیس بن مسہر صیداوی آپ کا خط لے کر کوفہ کی طرف چلے جب قادسیہ پہنچے حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا ابن زیاد نے ان سے کہا قصر کے اوپر چڑھ کر کذاب بن کذاب علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے حسین کو گالیاں دو وہ اوپر چڑھے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد کہا، اے لوگوں حسین بن علی اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے ہیں میں تمھاری طرف سے ان کا قاصد ہوں میں انہیں بطن ذی الرمۃ میں مقام حاجر پر چھوڑ کر آیا ہوں پس تم ان کی بات مانو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ پھر انہوں نے عبید اللہ بن زیاد اور ان کے باپ پر لعنت کی اور علی وحسین کے لئے مغفرت طلب کی، ابن زیاد نے حکم دیا تو ان کو قصر سے نیچے گرا دیا گیا ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں، زندگی کی کچھ رمق باقی تھی، عبدالملک بن عمیر نے اٹھ کر ذبح کر دیا کہنے لگا میں نے اس لئے ذبح کیا ہے درد وتکلیف سے آرام پالے کہتے ہیں ذبح کرنے والا عبدالملک بن عمیر نہ تھا بلکہ ان کے مشابہ کوئی اور شخص تھا ایک روایت میں ہے کہ خط لانے والا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی عبداللہ بن بقطر تھا۔ واللہ اعلم۔

حسین رضی اللہ عنہ کوفے کی طرف چلتے رہے آپ کو واقعات کی کچھ خبر نہ تھی ابو مخنف ابو علی انصاری سے بکر بن مصعب مزنی کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ حسین کسی بھی پانی کی جگہ سے گزرتے تو وہ آپ کا پیچھا کرتے ابو مخنف ابو جناب سے وہ عدی بن حرملۃ سے وہ عبداللہ بن سلیم اور منذر بن شمعل سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حج کر چکے تو ہماری یہی فکر تھی کہ ہم حسین کے ساتھ مل جائیں ہم آپ کے پاس پہنچے اس حال میں کہ آپ بنو اسد کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے آپ نے ارادہ کیا کہ اس سے بات کر کے پوچھیں لیکن پھر چھوڑ دیا ہم اس کے پاس آئے اور اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھا اس نے کہا خدا کی قسم میرے کوفے سے نکلنے سے پہلے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروۃ کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں نے انہیں دیکھا کہ ٹانگوں سے پکڑ کر بازار میں گھسیٹے جا رہے تھے۔ ہم حسین سے ملے اور واقعہ کی خبر دی آپ بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہے، ہم نے کہا اپنے نفس کے معاملہ میں اللہ سے ڈریئے۔ آپ نے کہا ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ ہم نے، کہا اللہ آپ کے لئے بہتری کرے۔ آپ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا خدا کی قسم آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں اگر آپ کوفہ جائیں گے تو لوگ آپ کی طرف لپکیں گے۔

بعض نے کہا ہے کہ جب حسین کے ساتھیوں نے مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر سنی تو بنو عقیل بن ابی طالب اچھل پڑے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم جب تک انتقام نہ لے لیں نہ لوٹیں گے آپ چلے جب مقام زرود پہنچے تو انہیں اپنے قاصد کے قتل کی بھی خبر ملی جسے آپ نے حاجر سے روانہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا، ہماری جماعت نے ہمیں چھوڑ دیا جو تم میں سے لوٹنا چاہے لوٹ جائے اس پر کوئی حرج نہیں اور نہ اس پر ہماری طرف سے کوئی مذمت ہے۔ لوگ دائیں بائیں بکھر گئے۔ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے آپ نے یہ اس لئے کیا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ بدوی لوگ آپ کے ساتھ صرف اس لئے آئے ہیں کہ آپ ایک ایسے شہر میں جا رہے تھے جہاں کے باشندوں کی اطاعت آپ کے لئے استوار ہو چکی ہے۔ اس لئے آپ نے چاہا کہ انہیں معلوم ہو جائے وہ کس پر اقدام کر رہے ہیں آپ کو معلوم تھا کہ جب آپ حقیقت بتا دیں گے تو آپ کے ساتھ صرف وہ لوگ ہوں گے جو موت میں بھی آپ کی مواسات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صبح کے وقت آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ خوب پانی طلب کر لیں پھر آپ چلے اور بطن عقبہ میں آ کر ٹھہرے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں مجھے موسیٰ بن اسماعیل نے انہیں جعفر بن سلیمان نے انہیں یزید بن رشک نے انہیں اس شخص نے جس نے خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کلام کیا تھا بتایا کہ میں نے ایک کھلی زمین میں خیمے لگے ہوئے دیکھے میں نے پوچھا یہ خیمے کس کے ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ حسین کے خیمے ہیں۔ میں ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک شیخ قرآن پڑھ رہے ہیں اور ان کے رخساروں اور داڑھی پر آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے فرزند میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کیا چیز اس صحرا میں لے آئی جہاں کوئی بھی نہیں آپ نے کہا یہ اہل کوفہ کے میری طرف خطوط ہیں میرا یہی گمان ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے اللہ سے کوئی حرمت نہیں مانگی مگر یہ کہ اس کی بے حرمتی کی اللہ ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل کرے گا یہاں تک کہ وہ باندی کی اوڑھنی سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔

ہمیں علی بن محمد نے حسن بن دینار سے انہوں نے معاویہ بن دینار سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم تم مجھ پر حد سے تجاوز کرو گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن کے معاملہ میں حد سے تجاوز کیا۔ ہمیں علی بن محمد نے جعفر بن سلیمان ضبعی سے بیان کیا ہے

کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک یہ گوشت کا لوتھڑا میرے پیٹ سے نکال لیں جب یہ ایسا کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کریں گے جو انہیں ذلیل کرے گا یہاں تک کہ یہ باندی کے دوپٹے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے چنانچہ آپ کو اکسٹھ ہجری میں عاشورا کے دن نینوی میں قتل کیا گیا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں ہمیں ابوبکر حمیری نے انہیں سفیان نے انہیں شہاب بن حراش نے انہیں ان کی قوم کے ایک شخص نے بتایا کہ میں اس لشکر میں تھا جسے ابن زیاد نے حسین کی طرف بھیجا تھا لشکر چار ہزار کا تھا ابن زیاد نے انہیں متعین کیا اور حسین کے ساتھ قتال کے لئے بھیجا میں حسین سے ملا دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اس میں گنگناہٹ تھی آج تم میں چوروں نے رات گزاری ہے، شہاب کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات زید بن علی سے ذکر کی تو وہ حیران رہ گئے اس میں گنگناہٹ تھی۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ حسینیوں میں گنگناہٹ تھی۔

ابو مخنف ابو خالد کاہلی سے روایت کرتے ہیں جب گھوڑ سواروں نے صبح کے وقت حملہ کیا آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی، اے اللہ آپ ہی ہر مصیبت میں میرا سہارا اور ہر سختی میں میری امید ہیں کتنے ایسے ہی غم ہیں جن میں دل کمزور ہو جاتا ہے کوئی حیلہ باقی نہیں رہتا۔ دوست چھوڑ جاتا ہے دشمن خوش ہوتا ہے میں نے آپ کے سامنے آپ کے غیر سے کٹ کر آپ کی طرف رغبت کرتے ہوئے بیان کئے تو آپ نے وہ غم مجھ سے دور کر دیئے اور میرے لئے آپ کافی ہو گئے پس آپ میرے لئے میری ہر نعمت کے ولی ہیں اور ہر بھلائی کے مالک ہیں اور ہر غایت کے منتہیٰ ہیں۔

ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں ہمیں حجاج بن محمد نے ابو معشر سے انہوں نے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے کہ حسین جب کربلا پہنچے تو آپ نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے کہا گیا کہ کربلا آپ نے فرمایا، یعنی مصیبت اور آزمائش عبیداللہ بن زیاد نے آپ سے قتال کے لئے عمر بن سعد کو بھیجا آپ نے اس سے کہا اے عمر میری طرف سے تین باتوں میں سے ایک قبول کرلو، یا تم مجھے چھوڑ دو کہ جیسا آیا تھا لوٹ جاؤں یا مجھے یزید کی طرف بھیج دو کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دوں پھر وہ میرے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے اور اگر ایسا بھی نہیں کرتے تو مجھے ترکوں کی طرف چھوڑ دو تا کہ میں ان سے جہاد کر کے شہادت کی موت حاصل کروں۔ عمر بن سعد نے سب کچھ لکھ کر یزید کی طرف بھیج دیا۔

ابن زیاد نے آپ کو یزید کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا لیکن شمر بن ذوالجوشن نے کہا آپ اسے نہ چھوڑیئے جب تک آپ کے فیصلے پر راضی نہ ہو چنانچہ ابن زیاد نے آپ کی طرف یہ پیغام بھیجا آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں کروں گا عمر نے آپ کے ساتھ جنگ کرنے میں تاخیر کی تو ابن زیاد نے شمر بن ذوالجوشن کو بھیجا کہ اگر عمر نے قتال شروع کر دیا تو تم بھی قتال کرنا ورنہ تم اس کی جگہ ہو کر حسین کو قتل کر دینا عمر کے ساتھ کوفہ کے بڑے لوگوں میں سے تیس آدمی تھے انہوں نے اس سے کہا، رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے تم پر تین باتیں پیش کرتے ہیں اور تم ان میں سے ایک بھی قبول نہیں کرتے وہ حسین کی طرف چلے گئے اور ان کی طرف سے قتال کرنا شروع کیا۔

ابو زرعہ کہتے ہیں ہمیں سعید بن سلیمان نے انہیں عباد بن عوام نے انہیں حصین نے بیان کیا ہے انہیں سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ میں نے حسین کو دیکھا ان پر جبہ تھا انہیں ایک شخص عمرو بن خالد نے تیر مارا میں نے دیکھا کہ تیر ان کے جبے میں لٹکا ہوا تھا ابن جریر کہتے ہیں ہمیں محمد بن عمار رازی نے انہیں سعید بن سلیمان نے انہیں عباد بن عوام نے انہیں حصین نے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ نے حسین کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہیں آپ نے ان کی طرف مسلم بن عقیل کو بھیجا پھر انہوں نے مسلم بن عقیل کے قتل کا قصہ ذکر کیا حصین کہتے ہیں ہمیں ہلال بن یساف نے بیان کیا ہے ابن زیاد نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ شام اور بصرہ کے راستوں کی حفاظت کریں اور کسی کو آنے جانے نہ دیں۔ حسین رضی اللہ عنہ آئے آپ کو کسی بات کا علم نہ تھا یہاں تک کہ آپ اعراب کے پاس آئے آپ نے ان سے لوگوں کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں لیکن آپ نہ داخل ہو سکتے ہیں نہ نکل سکتے ہیں۔ آپ یزید بن معاویہ کی طرف چل پڑے کربلا میں گھڑ سواروں کا سامنا ہوا آپ نے انہیں اللہ کا اسلام کا واسطہ دیا کہ انہیں امیر المومنین یزید بن معاویہ کے پاس لے جائیں تا کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیں، انہوں نے کہا صرف یہی راستہ ہے کہ آپ ابن زیاد کے فیصلے پر راضی ہو جائیں، عمر بن سعد، شمر بن ذوالجوشن، حصین بن نمیر وغیرہ کے ساتھ حر بن یزید حنظلی بھی گھوڑے پر سوار تھا آپ کی بات سن کر اس نے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو چیز تم پر یہ لوگ پیش کررہے ہیں تم اسے کیوں قبول نہیں کرتے خدا کی قسم اگر یہ

ترک اور دیلم بھی تم سے اس بات کا سوال کرتے تو تمھارے لئے ان کا لوٹانا حلال نہ ہوتا۔ لیکن وہ ابن زیاد ہی کے فیصلے پر مصر رہے۔ حر وجہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑھی لگائی اور حسین کی طرف بڑھا وہ سمجھے کہ آپ سے قتال کرنے کے لئے بڑھے ہیں، قریب ہو کر اپنی کمان پھیر دی آپ کو سلام کیا پھر ابن زیاد کے لشکریوں پر حملہ کر کے دو آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے: زہیر بن قین بجلی حج کے لئے آئے تھے وہ بھی آپ کے ساتھ مل کر آپ کے ساتھ آئے ابن ابی مخرمۃ اور اس کے ساتھ دو شخص عمرو بن حجاج اور معن سلمی آپ کی طرف نکلے آپ ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے گئے گفتگو کر کے لوٹ رہے تھے کہ ایک شخص عمرو طہوی نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تیر مارا آج بھی وہ منظر میرے سامنے ہے کہ تیر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان جبہ سے لٹکا ہوا تھا جب انہوں نے مصالحت سے انکار کر دیا تو آپ میدان کی طرف لوٹ آئے ان کی تعداد سو کے قریب تھی ان میں صلب کے پانچ سے زائد بنو ہاشم کے سولہ بنو سلیم کا ایک شخص جوان کا حلیف تھا ایک بنو کنانہ کا حلیف تھا اور ابن زیاد کا چچا زاد شامل تھے۔

حصین کہتے ہیں کہ مجھے سعد بن عبادۃ نے بتایا کہ ہم عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں نہا رہے تھے ایک شخص نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا ابن زیاد نے تمھاری طرف جویریۃ بن بدر تمیمی کو بھیجا ہے کہ اگر تم جنگ نہ کرو گے تو تمھاری گردن اڑا دیں گے یہ سنتے ہی وہ گھوڑے کی طرف لپکا اس پر سوار ہو اسلحہ منگوا کر پہنا اور لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔ حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو وہ چھڑی آپ کی ناک پر مار کر کہنے لگا بلا شبہ ابو عبیدہ سیاہ و سفید بالوں والے ہیں۔ آپ کی بیویاں، بیٹیاں اور اہل و عیال لائے گئے تو اس نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ انہیں ایک علیحدہ مکان میں ٹھہرایا اور ان کے نان و نفقے کا بندوبست کیا ان میں سے عبداللہ بن جعفر یا ابن ابی جعفر کے دولڑکے بھاگ نکلے انہوں نے طی کے ایک شخص کے پاس آ کر پناہ لی اس نے انہیں قتل کر کے ان کے سر زیاد کے پاس لے گیا ابن زیاد نے اس کی گردن اڑانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے گھر کے بارے میں حکم دیا کہ گرا دیا جائے۔

حصین کہتے ہیں کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان کے ایک غلام نے بتایا کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے پاس لایا گیا تو وہ رو کر کہنے لگا اگر ابن زیاد اور ان کے درمیان رشتہ داری ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتا۔ حصین کہتے ہیں آپ کے قتل کے بعد دو تین کرنیں سورج کی طلوع ہونے سے لے کر بلند ہونے تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں خون سے رنگ دی گئی ہیں۔

ابو مخنف کہتے ہیں مجھے تو لوذان نے انہیں عکرمۃ نے بتایا کہ ان کے چچا نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کیا جاننا چاہتے ہیں، آپ نے بتایا تو انہوں نے کہا خدا کا واسطہ ہے مت جائیے آپ واپس نہ آ سکیں گے خدا کی قسم وہاں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو آپ کا دفاع کرے گا اور نہ ہی کوئی آپ کے ساتھ مل کر لڑے گا۔ آپ نیزوں اور تلواروں پر چل رہے ہیں۔ یہ لوگ جنہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجے ہیں اگر وہ جنگ کر کے تمام بندوبست کر لیں پھر آپ ان کے پاس جائیں تو یہ مناسب ہے لیکن موجودہ حالت میں جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا تمھاری بات اور تمھاری رائے مجھ پر مخفی نہیں لیکن اللہ پر اس کے فیصلے میں کوئی غالب نہیں آ سکتا پھر آپ کوفہ کی طرف چل پڑے، خالد بن عاص نے کہا: بہت سے خیر خواہ دھوکہ دے دیتے ہیں اور ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور غیب پر گمان کرنے والے خیر خواہ کو پالتے ہیں۔

اسی سال یزید کی طرف سے مکہ و مدینہ کے گورنر عمرو بن سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کرایا۔ اسی سال رمضان کے مہینے میں یزید نے ولید بن عتبہ کو مدینے کی گورنری سے معزول کر کے عمرو بن سعید کو گورنر بنایا۔ واللہ اعلم۔

آغاز سن ۶۱ ہجری

اس سال کا آغاز اس طرح ہوا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں اقرباء کے ساتھ مکہ و عراق کے درمیان علاقے میں کوفے کی طرف جا رہے تھے۔ صحیح قول کے مطابق جسے واقدی وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ آپ اس سال ۱۰ محرم یوم عاشورا کو قتل کیے گئے۔ بعض کا قول ہے کہ آپ ماہ صفر میں شہید ہوئے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اہل تشیع کی افتراء پردازی اور بہتان اندازی سے قطع نظر کرتے ہوئے ائمہ تاریخ کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ

ابومخنف روایت کرتے ہیں ابو جناب سے وہ عدی بن حرملة سے وہ عبیداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن شمعل اسدی سے یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب مقام اشرف میں ٹھہرے تو آپ نے لڑکوں کو سحری کے وقت کہا خوب پانی طلب کرلو پھر آپ دن چڑھنے تک چلتے رہے اس وقت آپ نے ایک آدمی کو تکبیر کہتے ہوئے سنا آپ نے اس سے پوچھا تو نے کیوں تکبیر کہی اس نے کہا میں نے کھجور کا درخت دیکھا ہے قبیلۂ اسد کے ان دونوں آدمیوں نے کہا یہاں تو کبھی کسی نے کھجور کا درخت نہیں دیکھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تم کیا سمجھتے ہو اس نے کیا دیکھا ان دونوں نے کہا۔ گھوڑ سوار آرہے ہیں آپ نے پوچھا کیا کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں ہے جسے پشت کے پیچھے رکھ کر ہم ان لوگوں کا صحیح مقابلہ کرسکیں انہوں نے کہا مقام ذوحسم ہے، آپ بائیں طرف سے چل کر وہاں پہنچے خیمے لگانے کا حکم دیا وہ لگائے گئے ایک ہزار شہسوار حر بن یزید تمیمی کے ساتھ آئے جو ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر کا مقدمۃ الجیش تھے۔ ظہر کے وقت وہ آپ کے مقابلے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تلواریں لگائے ہوئے تھے آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ خود بھی سیراب ہو جائیں اور اپنے گھوڑوں کو بھی پانی پلادیں۔ اور دشمن کے گھوڑوں کو بھی پانی پلادیں ظہر کے وقت آپ نے حجاج بن مسروق جعفر کو اذان دینے کا حکم دیا اس نے اذان دی آپ نکلے جسم پر ایک ازار ایک چادر تھی اور پاؤں میں جوتے تھے اپنے ساتھیوں اور دشمنوں سب کو خطاب کر کے اپنے آنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اہل کوفہ نے ان کی طرف لکھا تھا کہ ان کا کوئی امام نہیں اگر آپ ہمارے پاس آئیں گے تو ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور آپ کے ساتھ قتال کریں گے۔ جماعت کا وقت ہوا تو آپ نے حر سے کہا تم اپنے اصحاب کو نماز پڑھاؤ گے اس نے کہا آپ نماز پڑھالیں ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے اور نماز پڑھا کر آپ اپنے خیمے میں داخل ہوئے اور آپ کے اصحاب آپ کے پاس جمع ہو گئے اور حر اپنے لشکر کی طرف چلا گیا دونوں فریق تیار تھے۔ عصر کا وقت ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی نماز کے بعد آپ نے خطبہ دیا جس میں اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی ترغیب دی اور اپنے دشمنوں سے قطع تعلق کے بارے میں کہا، حر نے آپ سے کہا ہم نہیں جانتے کہ یہ خطوط کیسے ہیں اور نہ ان کے لکھنے والوں کو جانتے ہیں آپ نے خطوں سے بھری ہوئی دو تھیلیاں لا کر اس کے سامنے پھیلا دیں اور ان میں سے کچھ خطوط پڑھے۔ حر نے کہا ہم ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں، ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر صورت میں آپ کو عبداللہ بن زیاد کے سامنے لیجائیں۔ آپ نے کہا موت اس وقت زیادہ قریب ہے (موت کی ذلت اس سے کم ہے) آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہونے کا حکم دیا وہ سب سوار ہوئے عورتیں بھی سوار ہو گئیں جب واپس پلٹنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے راستہ روک لیا۔ آپ نے حر سے کہا تیری ماں تجھ پر روئے تو کیا چاہتا ہے حر نے کہا خدا کی قسم اگر تیرے علاوہ عرب میں سے اور کوئی یہ بات کہتا اور اس کی وہی حالت ہوتی جو تیری ہے تو میں یقیناً اس سے بدلہ لیتا اور اس کی ماں کو نہ چھوڑتا لیکن تیری ماں کا تذکرہ اچھائی ہی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے لوگوں نے باہم گفتگو اور سوال و جواب کئے۔ حر نے آپ سے کہا مجھے آپ سے جنگ کا نہیں کہا گیا مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو ہر صورت میں ابن زیاد کے سامنے پیش کروں اگر تم یہ نہیں چاہتے تو کوفہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی اور راستہ پکڑ لو اور تم یزید کی طرف لکھو میں ابن زیاد کی طرف لکھوں شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا راستہ کھول دے جس میں میرے لئے اس آزمائش سے عافیت ہو اور اس کے بعد آپ عذیب اور قادسیہ کے راستے سے دائیں طرف ہو کر چلنے لگے۔ حر بن یزید آپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا کہتا جاتا اے حسین میں تمھیں تمھاری جان کے معاملے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم نے جنگ کی تو میرے خیال میں تم ضرور قتل کر دیئے جاؤ گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو میرے خیال میں تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ آپ نے کہا کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ میں وہی بات کہتا ہوں جو اخوالاوس نے کہی تھی جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لئے جارہا تھا راستے میں

چچازاد سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہاں جا رہے ہو قتل کر دیئے جاؤ گے، اخوالاوس نے یہ اشعار پڑھے۔

میں ضرور جاؤں گا اور موت جوان کے لئے عار نہیں ہے جب کہ وہ حق نیت رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کی حالت میں جہاد کرے اور نیک لوگوں کی اپنی جان سے ہمدردی کرے اور زندہ رہ کر ذلیل ہونے کے خوف کو چھوڑ دے۔ یہ شعر ان الفاظ سے مروی ہے، میں ضرور جاؤں گا اور موت آدمی پر عار نہیں ہے جب کہ اس کی نیت حق ہو اور وہ مجرم نہ ہو اگر میں مر گیا تو ندامت نہیں اگر زندہ رہا تو دردمند نہیں۔ تیرے ذلیل ہونے سے تجھے موت کافی ہے۔

حر نے جب یہ سنا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف ہو کر چلنے لگا۔

عذیب الھجانات پہنچے تو کوفہ سے چار سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے جو نافع بن ہلال کے گھوڑے الکامل کو سامنے کر کے بچتے ہوئے آ رہے تھے۔ وہ کوفہ سے آپ کا قصد کرتے ہوئے آئے ان کا رہبر طرماح بن عدی گھوڑے پر سوار تھا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اے میری اونٹنی میری ڈانٹ سے نہ ڈر اور طلوع فجر سے پہلے تیار ہو جا بہترین سواروں اور بہترین ساتھیوں کے ساتھ یہاں تک کہ تو پہنچ جائے ایسے شخص کے پاس جو کریم الافضل بزرگ، شرافت والا اور کشادہ سینے والا جسے اللہ بہترین کام کے لئے لے کر آیا پھر اسے باقی رکھا زمانہ کے باقی رہنے تک۔

حر نے ارادہ کیا کہ ان سواروں اور حسین کے درمیان رکاوٹ ڈالے لیکن آپ نے اسے منع کر دیا جب وہ پہنچے تو آپ نے پوچھا اپنے پیچھے لوگوں کی خبر دو اس میں سے مجمع بن عبداللہ عامری نے کہا لوگوں کے سردار آپ کے خلاف ہیں اس لئے کہ انہیں خوب رشوت دے کر ان کی بوریاں بھر دی گئی ہیں۔ ان کی محبت اور خیر خواہی حاصل کر لی گئی ہے۔ بقیہ لوگوں کے دل تو آپ کی طرف ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف اٹھی ہوئی ہیں۔

آپ نے فرمایا کیا تمہیں میرے قاصد کے متعلق کوئی علم ہے؟ انہوں نے پوچھا آپ کا قاصد کون ہے؟ آپ نے فرمایا، قیس بن مسہر الصیداوی، انہوں نے کہا ہاں، حصین بن نمیر نے اُسے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھجوا دیا ہے اور ابن زیاد نے اُسے حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے باپ پر لعنت کرے تو اس نے آپ کی اور آپ کے باپ کی تعریف کی اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی مدد کرنے کی دعوت دی اور انہیں آپ کی آمد کی اطلاع دی تو ابن زیاد کے حکم سے اُسے محل کے اوپر سے پھینک دیا گیا اور وہ فوت ہو گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ کہ ان میں سے کچھ تو فوت ہو گئے ہیں اور کچھ منتظر ہیں، پھر آپ نے اس کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا، اے اللہ جنت کو اس کا ٹھکانہ بنا دے اور قیامت کے بعد ہم دونوں کو جنت الفردوس میں جمع فرما دے پھر الطرماح بن عدی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا، اپنا حال تو دیکھئے آپ کے ساتھ کیا ہے؟ چند لوگوں کے سوا کسی کو میں آپ کے ساتھ نہیں دیکھ رہا اور جن لوگوں کو میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا دیکھ رہا ہوں وہ آپ کے ساتھیوں کے ہم پلہ ہیں اور یہ کیسے ہو گا جب کہ کوفہ کا بیرونی علاقہ گھوڑوں اور فوجوں سے بھرا ہوا ہے جو ضرور آپ پر حملہ آور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ کے بس میں ہے تو ایک بالشت بھی ان کی طرف قدم نہ اٹھائیں اور اگر آپ نے کسی شہر میں اترنے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کو غسان وحمیر کے بادشاہوں اور نعمان بن المنذر اور سود اور احمر سے بچائے گا، اللہ کی قسم اگر کبھی ہمیں ذلت و رسوائی نے دوچار کر دیا تو میں آپ کے ساتھ چلتا رہوں گا یہاں تک کہ آپ کو بستی میں اتاروں گا پھر آپ قبیلہ طئی کے ''باجا'' اور ''سلمیٰ'' کے قبائل کے نوجوانوں کی طرف پیغام بھیجنا پھر اس کے مطابق جتنا آپ چاہیں ہمارے ساتھ قیام کرنا میں قبیلہ طئی کے دس ہزار لوگوں کا سردار ہوں، آپ کے آگے اپنی تلواروں سے لڑائی کریں گے۔

خدا کی قسم! وہ کبھی آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے اور وہ یہ سب منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع نہیں فرمایا تو الطرماح نے آپ رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا اور آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے چل پڑے جب رات ہونے لگی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق پانی جمع کر لیں پھر رات کو چلتے رہے اور سفر کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کو اُونگھ آنے کی وجہ سے سر مبارک جھٹکے کھانے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اور الحمدُلِلهِ رَبّ العٰلَمِیْنَ" کہتے ہوئے بیدار ہوئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے ایک گھڑ سوار کو دیکھا ہے جو کہہ رہا ہے کہ لوگ چل رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف چل رہی ہیں پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ہماری ہی جانیں ہیں جن کی موت کی خبر ہمیں دی گئی ہے جب صبح صادق ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی اور جلدی سے سوار ہو گئے سفر کے دوران بائیں طرف چلتے رہے، یہاں تک کہ نینوا پہنچ گئے، وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ ایک سوار کمان کندھے پر رکھے ہوئے کوفہ سے آ رہا ہے اور اس نے آ کر حر بن یزید کو سلام کیا ہے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہیں کیا، اور اس نے حُر بن یزید کو ابن زیاد کا خط دیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ سفر کے دوران کسی بستی اور قلعے میں اُترے بغیر عراق تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کے قاصد اور اس کی فوجیں اس کے پاس پہنچ جائیں۔ اور یہ ۲ محرم ۶۱ ھ جمعرات کا دن تھا جب اگلے دن کی صبح ہوئی تو عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار فوج کے ساتھ آیا اور ابن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کو فوج کے ساتھ ویلم کی طرف بھیجا تھا اور وہ کوفہ کے باہر خیمہ زن ہو گیا۔

جب انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آیا تو ابن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور ان سے فارغ ہونے کے بعد ویلم کی طرف چلے جانا، عمر بن سعد نے اس سے اس بات کی معافی چاہی تو ابن زیاد نے اس سے کہا اگر تو چاہے تو میں تجھے معاف کر دیتا ہوں اور ان شہروں کی حکومت سے تجھے معزول کر دیتا ہوں جن شہروں پر میں نے تجھے حاکم بنایا ہے عمر بن سعد نے کہا مجھے اس بارے میں غور و فکر کرنے کا موقع فراہم کر دیجئے، اس بارے میں وہ جس شخص سے بھی مشورہ کرتا وہ اُسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے روکتا حتیٰ کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے اُسے کہا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے بچنا، وگرنہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کر بیٹھے گا اور اپنی قرابت داری کو ختم کر دے گا، خدا کی قسم! اگر تو ساری زمین کی حکومت سے بے دخل ہو جائے تو یہ بات تجھے زیادہ محبوب ہونی چاہئے بنسبت اس بات کے کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریں کہ آپ کے ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے رنگین ہوں۔

اپنے بھانجے کے مشورہ کو پسند کرتے ہوئے کہا انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا پھر ابن زیاد نے عمر بن سعد کو معزول کر دینے اور قتل کر دینے کی دھمکی دی تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا اور اس مقام پر آپ سے جنگ کی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے پھر عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجے کہ آپ کوفہ کیوں آئے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اہل کوفہ نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ میں ان کے پاس کوفہ آ جاؤں، اب جبکہ انہوں نے مجھے ناپسند کیا ہے تو میں مکہ مکرمہ واپس چلا جاتا ہوں اور تم کو چھوڑ دیتا ہوں، جب عمر بن سعد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے گا اور اس نے یہ بات ابن زیاد کو بھی لکھ بھیجی، ابن زیاد نے عمر بن سعد کو جواب میں لکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کے لئے پانی بند کر دیا جائے جیسا کہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پیشکش کرو کہ وہ امیر المومنین یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں تو یہی ہماری رائے ہے، عمر بن سعد کے ساتھیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو پانی سے روکنا شروع کر دیا، ان کے ایک دستے کا سالار عمرو بن الحجاج تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے پیاس کی بددعا کی تو یہ شخص پیاس کی شدت کی وجہ سے مر گیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں فوجوں کے درمیان آپ سے ملاقات کرے۔

دونوں میں سے ہر ایک تقریباً بیس سواروں کے ساتھ آیا اور دونوں نے طویل گفتگو کی یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ دونوں نے کیا بات کی ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے مطالبہ کیا کہ ہم دونوں ایک ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس شام چلے جاتے ہیں اور دونوں فوجوں کو آمنے سامنے کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، عمر بن سعد نے کہا اس صورت میں ابن زیاد میرے گھر کو تباہ و برباد کر دے گا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اُس گھر کو تیرے لئے اس سے بھی خوبصورت رنگ میں تعمیر کر دوں گا، عمر بن سعد نے کہا کہ وہ میری جائیداد کو ضبط کر لے گا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھے حجاز کے مال میں سے اس جائیداد سے بھی بہتر عطا کروں گا۔

راوی کہتا ہے کہ عمر بن سعد نے اس بات کو اور اس پیشکش کو پسند نہیں کیا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے

تین باتوں میں سے ایک بات کا مطالبہ کیا، یا تو، وہ یزید کے پاس چلے جاتے ہیں یا وہ حجاز واپس چلے جاتے ہیں یا کسی سرحد پر جا کر ترکوں سے جنگ کرتے ہیں۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کی طرف خط میں یہ باتیں لکھ کر بھیج دیں، جب ابن زیاد نے یہ باتیں پڑھیں تو کہا بہت اچھا میں ان باتوں کو قبول کرتا ہوں۔

پس ''شمر بن ذی الجوشن'' اٹھا اور کہنے لگا، خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا جب تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی آپ کے حکم کو قبول نہ کرلیں پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد دونوں فوجوں کے درمیان بیٹھ کر رات کا اکثر حصہ باہم گفتگو کرتے رہے ہیں، ابن زیاد نے اُسے کہا تمہاری رائے بہت اچھی ہے۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالہ سے مجھے بتایا کہ عقبہ بن سمعان نے کہا کہ میں مکہ سے شہید ہونے تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں اللہ کی قسم آپ رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں جو بات بھی کی ہے میں نے اُسے سُنا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کے پاس جاتے ہیں۔

اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہیں اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ آپ کسی سرحد کی طرف جاتے ہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے دو باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کیا ہے کہ یا تو وہ جہاں سے آئے ہیں وہاں واپس چلے جاتے ہیں اور یا آپ رضی اللہ عنہ کو وسیع وعریض زمین میں جانے کے لئے چھوڑ دیں تاکہ وہ دیکھیں کہ لوگوں کی حکومت ان کے پاس آتی ہے؟ پھر ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیجا اور کہا، اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی میرے حکم کو قبول کرلیں تو ٹھیک ہے وگرنہ عمر بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دو، اگر عمر بن سعد میرے حکم کی خلاف ورزی کرے تو اُسے قتل کر دینا اور ان کی جگہ تم ہی لوگوں کا امیر بن جانا اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے میں سستی کرنے پر عمر بن سعد کو دھمکی آمیز خط لکھا اور اُسے حکم دیا کہ اگر وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس نہ لایا تو وہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرے گا، بلاشبہ وہ مخالفین ہیں اور عبیداللہ بن ابی المحل نے اپنی پھوپھی ام البنین بنت حرام کے بیٹوں کے لئے امان طلب کی جو حضرت علی کی پشت سے تھے اور وہ بیٹے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان تھے، ابن زیاد نے ان کے لئے امان کی تحریر لکھ دی اور عبیداللہ بن المحل نے اپنے غلام کرمان کے ہاتھ وہ تحریر امان بھیج دی جب کرمان نے انہیں پروانہ امان پہنچا دیا تو انہوں نے کہا ہم ابن سمیہ کی امان نہیں چاہتے بلکہ ابن سمیہ کی امان سے بہتر امان چاہتے ہیں، اور جب شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا تو عمر بن سعد نے کہا اللہ تیرے گھر کو تباہ کرے اور جو کچھ تو لایا ہے اس کا بُرا کرے خدا کی قسم! میں تجھے وہ شخص خیال کرتا ہوں جس نے ابن زیاد کو ان تین باتوں سے برگشتہ کر دیا ہے جن باتوں کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا تھا اور میں نے وہ تین باتیں ابن زیاد کو پیش کی تھیں، شمر نے عمر بن سعد سے کہا مجھے بتاؤ تم کیا کرنے والے ہو؟ کیا آپ ان سے جنگ کریں گے یا پھر ان کے مقابلہ کے لئے مجھے میدان میں آنے کا موقع دیں گے؟ عمر بن سعد نے شمر سے کہا، اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو عظمت نصیب نہ کرے، میں خود ہی اس کام کو سرانجام دوں گا۔

چنانچہ عمر بن سعد نے شمر کو پیدل فوج کا سالار بنا دیا اور اس نے ۹ محرم الحرام بروز جمعرات شام کے بڑی تیزی سے ان پر حملہ کیا اور شمر نے کھڑے ہو کر کہا، ہمارے بھانجے کہاں ہیں؟ تو حضرت علی کے بیٹے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان اس کے پاس آ گئے، اس نے کہا تم امان میں ہو، انہوں نے کہا اگر تو ہمیں اور نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو امان دے تو بہت اچھا ہے ورنہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر عمر بن سعد نے فوج میں اعلان کیا، اے اللہ کے سوارو، سوار ہو جاؤ تمہاری بہادری پر خوش خبری ہو، پس وہ سوار ہو گئے اور نماز عصر کے بعد ان کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتے گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے سامنے اپنی تلوار کو گود میں رکھے بیٹھے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اونگھ آ گئی اور آپ کے سر کو جھٹکا لگا اور آپ کی ہمشیرہ نے شور سُنا تو آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو بیدار کیا، بیدار ہونے کے بعد فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ یقیناً شام کو ہمارے پاس آ جاؤ گے یہ سن کر ہمشیرہ نے اپنے ہی چہرے پر تھپڑ مارا اور کہنے لگی، ہائے میری ہلاکت، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میری بہن آپ کے لئے ہلاکت نہیں، پرسکون ہو جایئے، ارحم الراحمین آپ پر رحم فرمائے گا اور آپ رضی

اللہ عنہ کے بھائی عباس بن علی نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا، اے میرے بھائی کچھ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے آئے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے عباس بن علی سے فرمایا کہ ان کے پاس جا کر پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں چنانچہ بیس سواروں کے ساتھ عباس بن علی ان کے پاس گئے اور پوچھا تمہیں کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر کا حکم آیا ہے یا تو تم اس کا حکم تسلیم کرلو یا ہم تم سے جنگ کریں گے، عباس نے کہا، تھوڑی دیر تم اپنی جگہ پر ٹھہرو، میں جا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بتاتا ہوں، عباس نے واپس آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خبر دی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی کھڑے رہے آپس میں بحث و تکرار اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا، تم کس قدر بُرے لوگ ہو، تم اپنے نبی کی اولاد اور اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہو، پھر عباس بن علی حضرت حسین کے پاس سے ان کی طرف واپس گئے اور ان سے کہا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگ آج شام کو واپس چلے جاؤ تا کہ وہ آج رات اپنے معاملہ میں غور و فکر کر سکیں، عمر بن سعد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا، تمہاری کیا رائے ہے؟ شمر نے کہا، تم امیر ہو اور قابل عمل رائے تمہاری ہی ہے، عمرو بن الحجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا، سبحان اللہ، خدا کی قسم اگر دیلم کا کوئی شخص تم سے اس بات کا مطالبہ کرتا تو اس کا قبول کرنا ضروری ہوتا، اور قیس بن اشعث نے کہا، جو بات انہوں نے آپ سے پوچھی ہے اس کا جواب دو، اور میری زندگی کی قسم، کل صبح کو وہ تم سے ضرور جنگ کریں گے، یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور جب عباس بن علی واپس آئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، واپس جا کر انہیں آج شام واپس کر دو تا کہ ہم آج رات کو اپنے رب کی نماز پڑھ لیں اور اس سے دعا و استغفار کر لیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اس کی نماز اور اس کی کتاب کی تلاوت اور دعا و استغفار کو پسند کرتا ہوں۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنے گھر والوں کو وصیت کی اور رات کے پہلے حصے میں اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فصیح و بلیغ الفاظ میں اس کے رسول پر درود پڑھا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا، جو شخص آج رات اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانا چاہتا ہے میری طرف سے اُسے اجازت ہے یقیناً دشمن کو صرف میں ہی مطلوب ہوں، مالک بن نضر نے کہا، مجھ پر قرض ہے اور میرے اہل و عیال بھی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج کی رات نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے پس تم اسے پازیب بنالو اور تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑے پھر تم اس رات کی تاریکی میں سطح زمین پر اپنے اپنے مُلکوں اور شہروں میں چلے جاؤ بلاشبہ دشمن کو میں ہی مطلوب ہوں، کاش وہ دوسروں کی تلاش سے غافل ہو کر مجھے تکلیف دیتے، لہٰذا تم لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ ابھی چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کشادگی کر دے، یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بعد ہماری کوئی زندگی نہیں اور آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہمیں وہ نہ دکھائے جسے ہم ناپسند کرتے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے بنی عقیل، تمہارے بھائی مسلم کے ساتھ جو کچھ ہُوا وہ تمہارے لئے کافی ہے، جاؤ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے تو انہوں نے کہا لوگ کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے شیخ اور سردار اور اپنے بہترین چچاؤں کے بیٹوں کو چھوڑ دیا ہے اور ہم نے دنیاوی زندگی کی رغبت میں ان کے ساتھ ایک تیر نہیں چلایا اور نہ ان کے ساتھ نیزہ مارا ہے اور نہ ہی ان کے ساتھ تلوار چلائی ہے۔

خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنے جان و مال اور اہل و عیال کو آپ پر قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے یہاں تک کہ آپ کے گھاٹ پر آ جائیں گے آپ کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں ہے۔

مسلم بن عوسجہ اسدی اور سعید بن عبداللہ حنفی نے بھی ایسی ہی باتیں کیں کہ خدا کی قسم، ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ ﷺ کی حفاظت کی ہے، خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں آپ کی حفاظت میں ایک ہزار مرتبہ قتل ہوں گا اور اللہ تعالیٰ اس قتل کے ذریعے آپ سے اور آپ کے اہل بیت کے ان نوجوانوں سے مصیبت کو دور کر دے گا تو میں اس بات کو پسند کرلوں گا حالانکہ یہ صرف ایک ہی قتل ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بھی اس سے ملتی جلتی گفتگو کی انہوں نے کہا خدا کی قسم، ہم آپ سے جُدا نہیں ہوں گے اور ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں گی اور ہم آپ کو اپنے سینوں اپنی پیشانیوں، اپنے ہاتھوں اور اپنے جسموں سے بچائیں گے اور جب ہم قتل ہو جائیں گے تو اپنے اوپر لازم ہونے والے حق کو پورا کر دیں گے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی عباس نے کہا اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی موت کا دن نہ دکھائے اور ہمیں آپ کے بعد زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور عباس کے ساتھیوں نے عباس کی اس بات پر موافقت کی۔

ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب اور ابوالضحاک نے علی بن حسین زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جس رات کی صبح کو میرے والد ماجد شہید ہوئے میں اس کی شام کو بیٹھا ہوا تھا اور میرے والد اور ان کے ساتھی جب خیمے میں چلے جاتے تو میری پھوپھی حضرت زینب میری تیمارداری کرتیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا غلام حوی بھی تھا جو آپ کی تلوار کو درست کر رہا تھا اور میرے والد ماجد نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے زمانہ! تیرے دوست ہونے پر افسوس ہے تیرے کتنے ہی صبح وشام ہیں اور کتنے ہی اپنے مقتول ہونے والے ساتھی کو چاہنے والے ہیں اور زمانہ، عوض پر قناعت نہیں کرتا اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور ہر زندہ اس راستے پر چلنے والا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کو دو تین مرتبہ دہرایا یہاں تک کہ میں نے ان کو یاد کر لیا اور میں آپ کے مقصد کو سمجھ گیا پس آنسوؤں نے میرا گلا گھونٹ دیا اور میں وہ اشعار دہرانے لگا پھر میں نے خاموشی اختیار کر لی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مصیبت نازل ہو چکی ہے اور میری پھوپھی پریشانی کے عالم میں کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی، ہائے افسوس! حضرت حسین شہید نہ کیے جاتے کاش! موت آج میری زندگی کو ختم کر دیتی، میری ماں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور میرے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں اے چلے جانے والوں کے جانشین اور باقی رہنے والوں کے مددگار آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا اے میری بہن! شیطان آپ کے حوصلہ کو ختم نہ کر دے وہ کہنے لگی اے میرے پیارے بھائی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کر دیا ہے اور حضرت زینب نے اپنے چہرہ پر طمانچے مارے اور اپنا گریبان پھاڑ دیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر چہرے پر پانی ڈال کر فرمایا اے میری بہن! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اچھی امید رکھو اور اس بات کو ذہن میں رکھو کہ اہل زمین مر جائیں گے اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے علاوہ ہر چیز فنا اور ہلاک ہونے والی ہے جس ذات نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے وہی ذات ان کو اپنی قوت اور غلبے سے مارے گا اور انہیں دوبارہ زندہ کر کے میدان محشر میں لائے گا۔

ہم اسی کی عبادت و بندگی کرتے رہیں گے جو وحدہ لاشریک ہے اور یکتا ہے اور جان لو کہ میرا باپ مجھ سے بہتر تھا اور میری ماں مجھ سے بہتر تھی اور میرا بھائی مجھ سے بہتر تھا، میرے لئے اور ان کے لئے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھا نمونہ ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو تنبیہ فرمائی کہ ان کے مرنے کے بعد ان باتوں میں سے کسی کا ارتکاب نہیں کرنا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اسے میرے پاس واپس بھیج دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس چلے گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں کو ایک دوسرے کے نزدیک کر لیں کہ ایک دوسرے کی رسیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں اور ایک طرف کے علاوہ دشمن کے لئے اپنے پاس آنے کا خطرہ نہ رہنے دیں اور خیمے ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے پوری رات نماز پڑھتے، استغفار کرتے، دعا کرتے اور گڑگڑاتے ہوئے گزاری اور ان کے دشمن کے محافظوں کے گھوڑے ان کے پیچھے چکر لگاتے رہے جن کا لیڈر عزرہ بن قیس احمسی تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ **(ولا یحسبن الذین کفروا، انما نملی لهم خیر لا نفسهم انما نملی لهم لیزدادو اثماً ولهم عذاب مهین، ما کان الله لیذر المؤ منین علیٰ ما انتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب)** کو بار بار پڑھ رہے تھے۔

ابن زیاد کے پہرہ داروں میں سے ایک شخص نے جب اس آیت کریمہ کو سنا تو وہ کہنے لگا، خدا کی قسم! ہم پاک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ سے ممتاز کیا ہے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پہچان لیا اور میں نے زید بن حضیر سے کہا، کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا، معلوم نہیں ہے تو میں نے کہا یہ ابوحرب سبیعی عبیداللہ بن شمیر ہے اور یہ بڑا ہنس مکھ، مذاق کرنے والا، معزز اور بہت بہادر شخص تھا اور سعید بن قیس کئی دفعہ اسے اپنے خیمے میں قید کر کے لایا تو یزید بن حصین نے اسے کہا، اے فاسق! تو کب سے پاکیزہ لوگوں کے ہم پلہ ہوا ہے؟ اس نے فوراً جواب دیا، آپ پر ہلاکت نازل ہو، آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں یزید بن حصین ہوں، اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا اے خدا کے دشمن خدا کی قسم تو ہلاک ہو گیا ہے، وہ کیوں تیرے قتل کا خواہاں ہے؟

میں نے اسے کہا اے ابوحرب، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو اپنے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کرے؟ اللہ کی قسم ہم ہی پاکیزہ لوگ ہیں اور بلاشبہ تم لوگ

خبیث ہو۔

اس نے کہا بات اسی طرح ہے اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں، اس نے کہا تیرا بُرا ہو کیا تجھے معرفت فائدہ نہیں دیتی، راوی بیان کرتا ہے جو دستہ ہماری حفاظت کررہا تھا اس کے امیر عزرہ بن قیس نے اُسے ڈانٹا تو وہ ہمارے پاس سے چلا گیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب عمر بن سعد نے جمعۃ المبارک کے دن اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور بعض کا قول ہے کہ ہفتے کے دن صبح کی نماز پڑھائی، دس محرم الحرام کا دن تھا تو وہ جنگ کے لئے کھڑا ہو گیا اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی جن میں سے ۳۲ آدمی سوار اور ۴۰ آدمی پیدل تھے۔

نماز سے واپس آ کر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی صف بندی کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے میمنہ پر زہیر بن القین اور میسرہ پر حبیب بن المطہر کو امیر مقرر فرمایا اور اپنے بھائی عباس بن علی کو اپنا جھنڈا دے دیا اور خیموں کو عورتوں سمیت اپنے پس پشت رکھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان عورتوں نے اپنے خیموں کے پیچھے خندق کھودی اور اس میں ایندھن لکڑیاں وغیرہ پھینک دیں پھر اس میں آگ لگادی تاکہ پیچھے سے کوئی شخص ان کے خیموں میں نہ آجائے اور عمر بن سعد نے اپنے میمنہ پر عمرو بن الحجاج الذبیدی اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو امیر مقرر کیا، ذی الجوشن کا نام شرحبیل بن الاعور بن عمرو بن معاویہ تھا جو بنی الضباب بن الکلاب کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور سواروں پر عزرہ بن قیس احمسی پیادوں پر اشیث بن ربعی کو امیر مقرر کیا اور اپنے غلام ''وردان'' کو جھنڈا دے دیا اور اس جگہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نصب کئے ہوئے خیمے میں واپس آ گئے اور اس میں غسل کیا اور چونے کی مالش کی اور بہت سی کستوری کی خوشبو لگائی اور آپ کے بعد کچھ امراء آئے اور انہوں نے بھی آپ کی طرح غسل کیا اور خوشبو لگائی اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا، اس وقت میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ بعض نے کہا اس معاملہ کو چھوڑیئے، خدا کی قسم، اس وقت میں یہ کام بے کار نہیں اور یزید بن حصین نے کہا، خدا کی قسم! میری قوم کے لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے جوانی اور بڑھاپے میں بے کار کام کو پسند نہیں کیا لیکن خدا کی قسم! میں اس بات سے خوش ہوں جس کو ہم کرنے والے ہیں خدا کی قسم! ہمارے درمیان اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے درمیان صرف اتنا ہی فاصلہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر حملہ کر دیں اور ہمیں قتل کر دیں۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کو لے کر اپنے آگے رکھ دیا پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر لوگوں کی طرف منہ کر کے وہ دعا کرنے لگے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اے اللہ، تو میرے لئے ہر مصیبت میں قابل بھروسہ اور سختی میں میری امید ہے الخ اور آپ رضی اللہ عنہ کا بیٹا جو کمزور اور بیمار تھا گھوڑے پر سوار ہوا اس گھوڑے کو احمق کہا جاتا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ اے لوگو میں تمہیں جو نصیحت کرنے لگا ہوں اُسے غور سے سُنو، تو سب لوگ خاموش ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا، اے لوگو تم میری بات مانو اور مجھ سے انصاف کرو تو تم اس سے بڑے سعادت مند بن جاؤ گے اور تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہ ہو گی اور اگر تم میری بات کو قبول نہ کرو تو پھر (فَاجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ، اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ) تو جب آپ رضی اللہ عنہ کی بہنوں اور بیٹوں نے یہ بات سنی تو رونے کی وجہ سے ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے رحم سے دور نہ کرے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ عورتوں کو ساتھ نہ لے جائیں اور حکومت کے منتظم ہونے تک انہیں مکہ میں چھوڑ جائیں۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس کو بھیجا تو اُس نے ان عورتوں کو خاموش کرایا پھر آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے اپنی فضیلت اور عظمت نسب اور اپنی بلندی شرف وقدر کو بیان کرنے لگے اور فرمانے لگے اپنے نفوس کو ٹٹولو اور ان کا محاسبہ کرو، کیا میرے جیسے شخص سے جنگ کرنا تمہارے لئے مناسب ہے، میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور روئے زمین پر میرے علاوہ نبی کی بیٹی کا کوئی بیٹا موجود نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے باپ اور حضرت جعفر ذوالجناحین میرے چچا اور حضرت حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے بھائی سے فرمایا یہ دونوں نوجوانوں کے جنت کے سردار ہیں۔ پس اگر تم میری بات کی تصدیق کرو تو یہ حق ہے۔ اور خدا کی قسم، جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو میں نے جھوٹ بولنے کا ارادہ ہی نہیں کیا، اگر آپ میری بات نہیں مانتے تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت جابر

بن عبداللہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو، وہ تمہیں اس بارے میں بتائیں گے، تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے، کیا میرا خون بہانے سے اس وقت تمہیں کوئی اس موقع پر شمر بن ذی الجوشن نے کہا یہ کنارے پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں میں اُسے جانتا ہوں۔

حبیب بن مظاہر نے اُسے کہا، اے شمر خدا کی قسم تو کناروں پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور خدا کی قسم وہ جو بیان کرتے ہیں ہمیں بھی معلوم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مہر لگادی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو: مجھے چھوڑ دو۔

میں اپنے محفوظ وطن کی طرف واپس چلا جاتا ہوں، انہوں نے کہا آپ کو اپنے چچازاد بھائیوں کا فیصلہ قبول کرنے سے کس نے روکا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (میں ہر متکبر سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا، اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو بٹھایا اور عقبہ بن سمعان نے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کی ٹانگ باندھ دی، پھر فرمایا کہ مجھے بتاؤ، کیا تم مجھے اپنے کسی مقتول کی وجہ سے تلاش کرتے ہو جس کو میں نے قتل کیا ہے یا میں نے تمہارا مال کھایا ہے؟ یا کسی کو زخم پہنچانے کی وجہ سے مجھے تلاش کرتے ہو؟

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ آپ سے بات نہ کرتے تھے اور آپ نے آواز دی، اے شبث بن ربعی، اے حجار بن الجر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن الحارث کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں اور صحن سرسبز ہو چکا ہے آپ ہمارے پاس آئیں، بلاشبہ آپ ایک جمع شدہ فوج کے پاس آئیں گے؟

انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا، ہم نے خط نہیں لکھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ، خدا کی قسم تم نے خط لکھے ہیں، پھر فرمایا اے لوگو! اگر مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو میں تم کو چھوڑ کر واپس چلا جاتا ہوں تو قیس بن اشعث نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ اپنے چچازاد بھائیوں کے فیصلہ کو نہیں مانیں گے بلاشبہ وہ آپ کو تکلیف نہیں دیں گے اور جس بات کو آپ رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں آپ ان سے وہی بات دیکھیں گے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا، تو اپنے بھائی کا بھائی ہے، کیا تو چاہتا ہے کہ بنو ہاشم تجھے مسلم بن عقیل کے خون سے بھی زیادہ تلاش کریں؟ خدا کی قسم، میں انہیں ذلیل شخص کی طرح اپنا ہاتھ نہیں دوں گا اور نہ ان کے سامنے غلاموں کی طرح اقرار کروں گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھنے لگے اور ان میں سے تقریباً تیس سواروں کی ایک ٹولی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فوج کی طرف سمٹ آئی جن میں ابن زیاد کی فوج کے ہراول دستہ کا امیر حُر بن یزید بھی شامل تھا اس نے اُس سلوک کے بارے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے معذرت کی جو سلوک وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر چکے تھے اور کہا اگر مجھے ان کی اس بات کا علم ہوتا تو میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کے پاس جاتا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی معذرت کو قبول کیا پھر اُس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے آگے ہو کر عمر بن سعد کو مخاطب کر کے کہا، تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کی پیش کردہ تین باتوں میں سے ایک بات بھی قبول نہیں کرتے؟ اور کہا اگر وہ مجھے یہ پیشکش کرتے تو میں قبول کر لیتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے زہیر بن القین اپنے گھوڑے پر ہتھیاروں سے مسلح ہو کر باہر نکلا اور اس نے کہا، اے کوفہ والو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا فرض ہے اور ہم ابھی تک بھائی بھائی ہیں اور ایک دین پر ہیں اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہ چلے ہم ایک ملت ہیں اور جب تلوار چلے گی تو عصمت ختم ہو جائے گی اور تم ایک جماعت ہوں گے اور ہم ایک جماعت ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی کی اولاد کے ذریعہ سے آزمایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری عملی کیفیت کو دیکھے، ہم آپ کو اس کی مدد کرنے ابن زیاد کی مدد چھوڑنے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تم لوگوں نے ان دونوں کے عمومی اقتدار میں بُرائی کے علاوہ کچھ نہیں پایا، وہ تمہاری آنکھوں میں سلائی پھیرتے ہیں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹتے ہیں اور تمہارا مثلہ کرتے ہیں اور تمہارے بہترین آدمیوں کو اور قاریوں کو جیسے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں اور ہانی بن عروۃ جیسے لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ انہوں نے اُسے گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف کی اور اس کے لئے دعا کی اور کہنے لگے، ہم جب تک تمہارے سردار اور اس کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں، ہم باز نہیں آئیں گے۔ اس نے کہا بلاشبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا، سمیہ کے بیٹے سے محبت اور مدد کا زیادہ مستحق ہے،

اگر تم نے ان کی مدد نہ کی تو میں تمہیں ان کے قتل سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے چچازاد بھائی یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ وہ جہاں چاہے چلا جائے، میری زندگی کی قسم! بلاشبہ یزید، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بغیر ہی تمہاری اطاعت کرنے سے راضی ہو جائے گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے اسے تیر مارا اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے خاموش کرائے، خاموش ہو جا تو نے اپنی گفتگو سے ہمیں تنگ کر دیا ہے، زہیر نے اُسے کہا، اے اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کے بیٹے، میں تجھ سے بہتر ہوں، تو تو ایک جانور ہے خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تو کتاب اللہ کی دو آیتیں بھی نہیں پڑھ سکتا، تجھے قیامت کے دن ذلت و رسوائی اور دردناک عذاب کی بشارت ہو، شمر نے اُسے کہا، اللہ تجھے اور تیرے سردار کو عنقریب قتل کرنے والا ہے، زہیر نے اُسے کہا، کیا آپ مجھے موت سے ڈراتے ہیں؟ خدا کی قسم، تمہارے ساتھ جنت میں رہنے کی نسبت مجھے موت کی خاطر ان کے ساتھ رہنا زیادہ پسند ہے، پھر زہیر لوگوں کے پاس آیا اور وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا، اے خدا کے بندو، یہ دیہاتی بے وقوف تمہیں تمہارے دین کے بارے میں دھوکہ نہ دے، خدا کی قسم ان لوگوں کو محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو گی جنہوں نے آپ ﷺ کی اولاد کا خون بہایا ہے اور ان کے مددگاروں اور ان کے حریم کا دفاع کرنے والوں کو قتل کیا ہے۔

اور حر بن یزید نے عمر بن سعد سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے، کیا آپ اس شخص سے جنگ کرنے والے ہیں اس نے کہا، ہاں خدا کی قسم ایسی جنگ کہ جس کے معمولی حصے سے جسموں سے سر ساقط ہو جائیں گے اور ہاتھ بکھر جائیں گے اور حر بن یزید کوفہ کے بڑے بہادروں میں سے تھا اور اس کے ایک ساتھی نے اُسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے پر ملامت کی تو اس نے کہا خدا کی قسم، اپنے نفس کو جنت اور جہنم کے درمیان اختیار دے رہا ہوں اور خدا کی قسم! میں جنت کے علاوہ کسی اور چیز کو اختیار نہیں کروں گا خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور جلا دیا جائے پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملا، اور آپ رضی اللہ عنہ سے معذرت کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پھر اس نے کہا، اے کوفہ والو! تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں تم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلاتے ہو اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو تم انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہو۔

تم نے گمان کیا تھا کہ تم اُن کی حفاظت میں اپنی جانیں لڑاؤ گے پھر تم نے انہیں قتل کرنے کے لئے ان پر حملہ کر دیا اور تم نے انہیں خدا تعالیٰ کے وسیع و عریض علاقوں میں جانے سے روک دیا جن میں کتے اور خنزیر کو بھی نہیں روکا جاتا اور تم ان کے اور دریائے فرات کے بہتے ہوئے پانی کے درمیان حائل ہو گئے جس سے کتے اور خنزیر بھی پانی پیتے ہیں حالانکہ اس نے انہیں زمین پر گرا دیا ہے؟ تم رسول اللہ ﷺ کی اولاد کے بارے میں بدترین فرد ہو، اگر تم آج اس کام سے توبہ اور رجوع نہ کرو تو اللہ تعالیٰ بڑی رحمت کے دن تمہیں سیراب نہ کرے، پھر ان کے پیادوں نے اس پر تیروں سے حملہ کر دیا، وہ آکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عمر بن سعد نے انہیں کہا کہ اگر میں امیر ہوتا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کو پسند کرتا لیکن عبید اللہ بن زیاد نے میری بات نہیں مانی۔

اور اُس نے کوفہ کے لوگوں کو خطاب کیا اور انہیں خوب ڈانٹا اور بُرا بھلا کہا تو حُر بن یزید نے انہیں کہا، تم ہلاک ہو جاؤ، تم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی بیویوں اور بیٹوں کو دریائے فرات کے اس پانی سے روک دیا ہے، جس پانی کو یہود و نصاریٰ پیتے ہیں اور اس میں علاقے کے کتے اور خنزیر آتے رہتے ہیں اور وہ آپ کے ہاتھوں میں قیدی کی مانند ہیں جو اپنی جان کے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ عمر بن سعد نے آگے بڑھ کر اپنے غلام سے کہا، اے درید، اپنے جھنڈے کو قریب کر و اس نے اُسے قریب کیا پھر عمر بن سعد نے اپنی آستین چڑھائی اور تیر مارا اور کہا، میں لوگوں کو تیر مارنے والا پہلا شخص ہوں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے آپس میں تیر اندازی کی اور زیاد کے غلام یسار اور عبید اللہ کے غلام سالم نے باہر نکل کر کہا، کون مقابلہ کرے گا؟ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت لینے کے بعد عبید اللہ بن عمر الکلبی اُن دونوں کے مقابلہ میں نکلا اور اس نے پہلے یسار کو اور پھر اس کے بعد سالم کو قتل کر دیا اور سالم نے اسے تلوار مار کر اُسکے بائیں ہاتھ کی انگلیاں اڑا دیں اور عبد اللہ بن حوزہ نامی شخص نے حملہ کیا یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو کر آپ سے کہنے لگا، اے حسین رضی اللہ عنہ آپ کو دوزخ کی بشارت ہو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا، تو مر ... ہو

جائے، میں اپنے رحیم، شفیع اور مطاع پروردگار کے پاس جا رہا ہوں اور تو دوزخ کا زیادہ مستحق ہے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ وہ واپس ہوا تو اس کے گھوڑے نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ گر پڑا اور اس کا پاؤں رکاب میں اُلجھ گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں ابن حوزہ ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ اسے آگ میں داخل فرما دیں اور ابن حوزہ نے ناراض ہو کر آپ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور آپ کے اور اس کے درمیان دریا حائل تھا تو اس کو لے کر گھوڑا جولانی کرنے لگا اور اس کا پاؤں، پنڈلی اور ران کٹ گئی اور اس کا دوسرا پہلو رکاب سے اُلجھ گیا اور مسلم بن عوسجہ نے اس پر حملہ کر کے اُسے تلوار ماری اور اس کا دایاں پاؤں اُڑا دیا اور اُس کا گھوڑا اُسے لے کر دور پڑا اور وہ جس پتھر کے قریب سے گذرتا، اُس سے اس کے سر میں چوٹ لگتی یہاں تک وہ مر گیا۔

اور ابو مخنف نے ابو جناب کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ ہم میں ایک شخص عبداللہ بن عمیر تھا جو بنی علیم سے تعلق رکھتا تھا وہ کوفہ آیا اور اس نے الجعد بن ہمدان کے کنوئیں کے قریب گھر بنالیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی جو النمر بن قاسط سے تعلق رکھتی تھی، اُس نے دیکھا کہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں تو اُس نے کہا، خدا کی قسم! میں مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کا حریص تھا اور مجھے امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے بیٹے کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے جہاد کرنا، مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ثواب کا کام ہے، اُس نے اپنی بیوی کے پاس آ کر اُسے اپنے ارادے کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ کہنے لگی، آپ نے بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اچھے کاموں کو درست کرے، آپ کو ایسا ہی کرنا چاہئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔

راوی کہتا ہے کہ وہ رات کے وقت اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا پھر اُس نے عمر بن سعد کے تیر مارنے کا واقعہ اور زیاد کے غلام یسار اور ابن زیاد کے غلام سالم کے قتل کا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ عبداللہ بن عمیر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ان دونوں کے مقابلہ میں جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ ایک دراز قد، گندم گوں، مضبوط کلائیوں چوڑے کندھوں والا شخص تھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسے ہمسروں کا قاتل سمجھتا ہوں، اگر آپ چاہتے ہیں تو مقابلہ میں نکل آئیں چنانچہ وہ مقابلے میں نکلا تو ان دونوں نے اُسے کہا، آپ کون ہیں؟ تو اس نے ان دونوں کے سامنے اپنا نسب بیان کیا، انہوں نے کہا ہم تجھے نہیں جانتے مگر اُس شخص کو جانتے ہیں جو تم دونوں سے بہتر ہے پھر اس نے یسار پر حملہ کر دیا تو اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا وہ ابھی اسی کے ساتھ مشغول تھا کہ ابن زیاد کے غلام سالم نے اس پر حملہ کر دیا، ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ غلام نے تجھ پر حملہ کر دیا ہے لیکن اُسے پتہ نہ چلا یہاں تک کہ اس نے آ کر اس کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری اور اس کی انگلیاں اُڑا دیں پھر اُس نے عبیداللہ بن عمر الکلبی پر حملہ کیا تو اس نے اُسے تلوار مار کر قتل کر دیا اور پھر اشعار پڑھنے لگا جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اگر تم دونوں مجھے نہیں جانتے تو میں نسب کے لحاظ سے کلبی ہوں اور میرا گھر بنی علیم ہے۔ میں جوان مرد ہوں اور غصے والا ہوں اور میں مصیبت کے وقت بزدل نہیں ہوں، اے اُم وہب! میں تیرا سردار ہوں، نیزہ بازی اور شمشیر زنی میں مقدم ہوں اور رب پر ایمان لانے والے غلام کی ضرب لگانے والا ہوں۔

پھر اُم وہب لوہے کا ڈنڈا لے کر اپنے خاوند کے پاس آئی اور اُسے کہنے لگی، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، محمد رسول اللہ ﷺ کی اولاد کے پاکبازوں کی حفاظت میں جنگ کرو اور وہ اُسے عورتوں کی طرف دھکیلتا ہوا آیا اور وہ اس کا کپڑا کھینچنے لگی اور کہنے لگی مجھے چھوڑ دو میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو آواز دی کہ عورتوں کے پاس واپس جا کر ان کے ساتھ بیٹھ جائیں، عورتوں پر جنگ فرض نہیں اس لئے وہ عورتوں کے پاس واپس چلی گئی راوی بیان کرتا ہے کہ اس دن فریقین کے درمیان بڑا مقابلہ ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو اپنی جنگی قوت کی وجہ سے اس میں کامیابی ہوئی اور ان کو موت کی تمنا تھی صرف ان کی تلواریں ہی ان کا بچاؤ کرنے والی تھیں، تو عمر بن سعد کے کچھ امراء نے اُسے مبارزت نہ کرنے کا مشورہ دیا اور ابن زیاد کی فوج کے میمنہ کے امیر عمرو بن الحجاج نے حملہ کر دیا اور کہنے لگا، جو دین سے خارج ہو گیا ہے اور جس نے جماعت کو چھوڑ دیا ہے اس سے جنگ کرو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اے حجاج! تو ہلاک ہو جائے، کیا تو لوگوں کو میرے خلاف برانگیختہ کر رہا

ہے؟ کیا ہم دین سے خارج ہو گئے ہیں اور تو اس پر قائم ہے؟ جب ہماری روحیں ہمارے جسموں سے جدا ہو جائیں گی تو جلد ہی تم کو علم ہو جائے گا کہ کون دوزخ میں داخل ہونے کا مستحق ہے، اور اس نے اس حملہ میں مسلم بن عوسجہ کو قتل کر دیا اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے قتل ہونے والا پہلا شخص تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ چل کر اس کے پاس گئے اور اس کے لئے رحمت کی دعا کی وہ اس وقت آخری سانسوں میں تھا۔

حبیب بن مطہر نے اُسے کہا، تجھے جنت کی بشارت ہو، اس نے کمزور آواز میں اُسے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے بھلائی کی بشارت دے پھر حبیب نے اُسے کہا، اگر مجھے علم نہ ہوتا کہ میں تیرے پیچھے آنے والا ہوں تو میں تیری وصیت کو ادا کرتا۔

مسلم بن عوسجہ نے اُسے کہا، میں تجھے اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں اور اُس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ اس کی حفاظت میں مرنا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ پھر شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ پر حملہ کر دیا اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے گھڑ سواروں نے آپ رضی اللہ عنہ کا اچھا دفاع کیا اور اس کی زبردست مدافعت کی اور انہوں نے عمر بن سعد سے پیادہ تیر انداز دستے کا مطالبہ کیا تو اُس نے تقریباً پانچ سو جوانوں کو ان کے پاس بھیج دیا۔ اور وہ حضرت حسین کے ساتھیوں کے گھوڑوں پر تیر اندازی کرنے لگے اور انہوں نے سب کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ وہ سب پیادہ ہی باقی رہ گئے اور جب انہوں نے حُر بن یزید کے گھوڑے کو زخمی کر دیا تو وہ تلوار ہاتھ میں لئے نیچے اُتر آیا اور شیر کی طرح دھاڑ کر کہنے لگا اگر تم مجھے زخمی کر دو تو میں شریف زادہ ہوں اور میں عیال دار شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ عمر بن سعد نے ان خیموں کے اکھاڑنے کا حکم دے دیا جو ان کی جانب سے آنے والے کے لئے جنگ سے رکاوٹ بن رہے تھے اور جو شخص ایسا کرتا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی اس کو قتل کر دیتے پھر اس نے ان کے جلانے کا حکم دے دیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان کو جلانے دو، بلاشبہ یہ لوگ ان سے گزرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور انہیں جلا دیا گیا اور شمر بن ذی الجوشن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

اور کہنے لگا، میرے پاس آگ لاؤ تاکہ میں اسے جو کچھ اس میں ہے اس سمیت جلا دوں تو عورتیں چلا اُٹھیں اور اس سے باہر نکل گئیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے جلائے پھر شبث بن ربعی شمر کے پاس آیا اور اُس نے اُسے کہا، میں نے تیرے قول وفعل اور اس موقف سے بُرا مقام نہیں دیکھا، کیا تو عورتوں کو ڈرانا چاہتا ہے؟

اور اُس نے شرمندہ ہو کر واپس جانے کا ارادہ کر لیا اور حمید بن مسلم نے بیان کیا ہے کہ میں نے شمر سے کہا سبحان اللہ، یہ بات تیرے لئے مناسب نہیں، کیا آپ اپنی ذات پر دو باتوں کو جمع کرنا چاہتے ہو؟ آپ اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی دیتے ہو اور بچوں، عورتوں کو قتل بھی کرتے ہو، خدا کی قسم تیرے مردوں کو قتل کرنے سے تیرا امیر قتل نہیں ہو گا راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے مجھ سے کہا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں تجھے نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔ اور مجھے خدشہ ہو گیا کہ اگر میں نے اسے بتا دیا اور اُس نے مجھے پہچان لیا تو وہ بادشاہ کے پاس میری بُرائی کرے گا، اور زہیر بن القین نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ہمراہ شمر بن ذی الجوشن پر حملہ کیا اور انہوں نے اُسے اس کے موقف سے ہٹا دیا اور ابوعزۃ الضبابی جو شمر کے ساتھیوں میں سے تھا ان کو قتل کر دیا گیا اور جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص قتل ہو جاتا تو ان میں خلل نمایاں ہو جاتا اور جب ابن زیاد کے ساتھیوں میں سے بہت سے لوگ قتل ہو جاتے تو ان کی کثرت کی وجہ سے یہ بات نمایاں نہ ہوتی۔

اور جب ظہر کا وقت ہو گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، انہیں حکم دو کہ وہ جنگ سے رُک جائیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں اور اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے کہا، آپ کی یہ بات قبول نہیں ہو گی تو حبیب بن مطہر نے اُسے کہا کہ تو ہلاک ہو جائے، کیا تیری بات قبول ہو گی اور آل رسول ﷺ کی بات قبول نہ ہو گی؟ اور حبیب بن مطہر نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ اس نے اس شخص کو قتل کر دیا جسے بدیل بن صریم کہا جاتا تھا اور وہ بنی غطفان سے تعلق رکھتا تھا اور حبیب کہنے لگا:

میں حبیب ہوں اور میرا باپ مطہر ہے جو جنگ کا شہسوار اور جنگوں کو بھڑکانے والا ہے، تم بڑی تعداد والے اور ہم تم سے زیادہ وفادار اور صابر ہیں نیز ہم حجت کے لحاظ سے اعلیٰ اور حق کے لحاظ سے نمایاں ہیں اور تم سے زیادہ ثابت قدم اور پاکباز ہیں۔

پھر اس حبیب پر بنو تمیم کے ایک شخص نے حملہ کیا اور اسے نیزہ مارا اور وہ گر پڑا پھر وہ اٹھنے لگا تو حصین بن نمیر نے اس کے سر پر تلوار ماری تو وہ گر پڑا اور تمیمی نے اس کے پاس آ کر اس کا سر کاٹ لیا اور اُسے ابن زیاد کے پاس لے گیا تو حبیب کے بیٹے نے اپنے باپ کا سر دیکھ کر پہچان لیا اور تمیمی سے کہا کہ مجھے میرے باپ کا سر دے دو تا کہ میں اسے دفن کر دوں، پھر وہ رو پڑا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ بچہ جوان ہونے تک ٹھہرا رہا اور اُس کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل کرے جب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو وہ بچہ مصعب کی فوج میں شامل ہو گیا اس نے دیکھا کہ اس کے باپ کا قاتل اس کے خیمے میں ہے وہ اس کے پاس گیا تو وہ قیلولہ کر رہا تھا، اس نے اپنی تلوار سے اس کو قتل کر دیا ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قیس نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حبیب بن مطہر قتل ہو گیا تو اس بات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کمزور کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا، میں نے اپنے آپ کو کھو دیا ہے، اس موقع پر حر بن یزید اشعار پڑھنے لگا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں قتل نہ ہوں آپ رضی اللہ عنہ قتل نہ ہوں گے اور آج کے دن سامنے آ کر مصیبت ڈالوں گا اور میں تلوار کے ساتھ انہیں کاٹنے والی ضرب لگاؤں گا کیونکہ ہم نہ ان سے کمزور ہیں اور نہ بے یار و مددگار ہیں پھر اس نے اور زہیر بن القین نے شدید جنگ کی اور جب ان دونوں میں سے کوئی حملہ کرتا تو دوسرے کے حملے کے پیچھے پڑ جاتا یہاں تک کہ گوشت میں اس کی ہڈی جاتی تو ان دونوں نے کچھ دیر تک یہ کام کیا پھر کچھ جوانوں نے حر بن یزید پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور ابو ثمامہ الصائدی نے اپنے چچا زاد کو قتل کر دیا جو اس کا دشمن تھا۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو ظہر کے وقت نماز خوف پڑھائی پھر آپس میں دو بدو انتہائی سخت جنگ کی آپ کے نڈر ساتھیوں نے آپ کا خوب دفاع کیا، زہیر بن القین آپ کے سامنے بڑی جرأت مندی سے لڑتا رہا۔ اس نے آپ کی فوج کے بعض لوگوں کو تیر مارے جن سے وہ آپ کے سامنے گر پڑے، اس منظر کو دیکھ کر زہیر نے رجز یہ اشعار پڑھے:

میں زہیر ہوں القین کا بیٹا ہوں، میں تمہیں تلوار سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے دور کر دوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگا، آگے بڑھیئے اور ہادی و مہدی بن کر رہنمائی کیجئے آج آپ اپنے نانا حضور اکرم ﷺ بھائی حسن رضی اللہ عنہ اور والد علی مرتضیٰ اور شجاع ذوالجناحین یعنی جعفر طیار اور اللہ تعالیٰ کے شیر زندہ شہید سے جا ملیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے نافع بن ہلال الجملی بھی تھا؟ جس نے اپنے تیروں پر کچھ تحریر کر رکھا تھا، وہ انہیں زہر آلود کر کے پھینکتا اور کہتا:

ان کا سوفار میرا ہدف ہے نفس کی مخالفت کا کچھ حاصل نہیں میں جملی ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دین پر ہوں، اس نے زخمیوں کو چھوڑ کر عمر بن سعد کے ۱۲ ساتھیوں کو قتل کیا، پھر اسے تلوار لگی یہاں تک کہ اس کے دونوں بازو ڈھلک گئے، انہوں نے اس کو قید کر لیا، اور اسے عمر بن سعد کے پاس لے آئے۔ تو اس نے نافع سے کہا تو ہلاک ہو تجھے اپنے ساتھ یہ سب کچھ کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے، تو اس نے جواب میں کہا یقیناً میرے پروردگار کو میری مراد کا علم ہے جبکہ اس کی داڑھی اور جسم پر خون جاری تھا۔ پھر اس نے کہا خدا کی قسم! جن لوگوں کو میں نے زخمی کیا ہے ان کے علاوہ میں نے تمہاری فوج کے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے اور میں اپنے آپ کو جدوجہد پر ملامت نہیں کرتا اور اگر میرا بازو یا کلائی باقی ہوتی تو تم مجھے قیدی نہ بنا سکتے، شمر نے عمر کو اسے قتل کرنے کا حکم دیا: اس نے جواب میں کہا کہ اسے تو تو خود لایا ہے اگر چاہتا ہے تو اسے قتل کر دے شمر اٹھا اور اپنی تلوار تانی تو نافع نے اس سے کہا خدا کی قسم! اے شمر! اگر تو مسلمان ہوتا تو ہمارا خون اپنی گردن پر لے کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا تجھے گراں گزرتا۔ خدا کا شکر ہے جس نے ہماری موت اپنی مخلوق میں سے بدترین انسانوں کے ہاتھوں مقدر کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے نافع کو قتل کر دیا پھر شمر نے حضرت حسین کے ساتھیوں پر آ کر حملہ کر دیا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کے ساتھ حملے میں حصہ لیا۔ قریب تھا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جاتے۔ لیکن جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ان پر حملہ کر دیا گیا ہے اور ان کے اندر اپنی جانوں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی طاقت نہیں ہے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے قتل ہو جانے کو پسند کیا اور عذرہ غفاری کے بیٹے عبدالرحمن اور عبداللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا آپ پر سلامتی ہو! دشمن ہمیں دھکیل کر آپ تک لے آیا ہے اب ہم نے آپ سے پہلے قتل ہونے اور آپ کے دفاع کرنے کو پسند کر لیا ہے اس پر آپ نے فرمایا تم دونوں کو خوش آمدید ہو۔ میرے قریب آ جاؤ چنانچہ وہ قریب ہو گئے اور آپ کے قریب جنگ کرتے

ہوئے یہ کہنے لگے۔

بنی نزار کے بعد، بنی غفار اور خندف کو بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہم ہر تلوار اٹھانے والے کے ساتھ مفسدین کو قتل کریں گے۔اے لوگو! اخیار کی اولاد کا مشرقی تلوار اور لچک دار نیزوں کے ساتھ دفاع کرو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے معدودے چند آپ کے پاس آ کر آپ کے دفاع میں جنگ کرنے لگے۔ آپ ان کے لئے دعا کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو متقیوں کی بہترین جزا دے اور وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سلامتی بھیجتے اور جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ وہ قتل ہو گئے پھر عابس بن ابی شبیب نے آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی قریب و دور والا رشتہ دار آپ سے زیادہ ہمیں عزیز نہیں اور اگر میں اپنی جان و خون سے بھی زیادہ پیاری چیز کے ذریعے آپ کو ظلم و قتل سے بچانے کی استطاعت رکھتا تو میں ایسا ضرور کرتا۔ اے ابوعبداللہ! آپ پر سلام ہو میرے لئے گواہ رہئے کہ میں آپ کے راستے پر قائم ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنی تلوار تان کر چل دیا اس کے ماتھے پر تلوار کے زخم کا نشان تھا اور تھا وہ بڑا دلیر اس نے للکارا کہ ہے کوئی شخص جو کسی شخص کے مقابلے میں آئے اور میرے مقابلے کے لئے نکلو۔ انہوں نے اسے پہچان لیا اور پسپا ہو گئے۔ اس کے بعد عمرو بن سعد نے کہا کہ اسے پتھر مارو۔ چنانچہ وہ ہر طرف سے اسے پتھر مارنے لگے اس نے جب یہ صورتحال دیکھی تو زرہ اور خود اتار پھینکی اور لوگوں پر حملہ کر دیا۔ خدا کی قسم! میں نے اسے اپنے سامنے سے دو سو سے زائد آدمیوں کو دھکیلتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اس پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں وہ قتل ہو گیا رحمہ اللہ تعالیٰ۔

میں نے اس کے سر کو کئی لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھا۔ ہر کوئی اس کے قتل کا مدعی تھا۔ چنانچہ وہ اسے عمرو بن سعد کے پاس لیکر آئے تو اس نے کہا کہ اس کے بارے میں مت جھگڑو یقیناً کسی ایک آدمی نے اس کو قتل نہیں کیا اس نے یہ بات کہہ کر ان کے درمیان فیصلہ کر دیا۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے آپ کے دفاع میں جنگ لڑی یہاں تک کہ ختم ہو گئے۔ اور سوید ابن عمرو بن ابی مطاع خثعمی کے علاوہ کوئی بھی شخص آپ کے ساتھ باقی نہ رہا اور بنو ابی طالب میں سے جو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے اہل تھے۔ ان میں سب سے پہلے قتل ہونے والے شخص علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہ بن علی ہیں۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور انہیں مرۃ بن منقذ بن نعمان العبدی نے نیزہ مار کر قتل کیا اس لئے کہ آپ اپنے والد کو بچا رہے تھے جبکہ وہ آپ کے والد کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ علی بن حسین نے کہا میں علی بن حسین بن علی ہو بیت اللہ کی قسم ہمیں حضور ﷺ سے زیادہ قرابت کا تعلق ہے یااللہ کی قسم متبنی کا بیٹا ہمارے اوپر حکومت نہیں کر سکتا تم آج میرے والد کے چھپنے کو کیسا خیال کرتے ہو؟ پس جونہی انہوں نے ایک نیزہ چلایا تو نوجوانوں نے ان کو گھیر لیا اور اپنی تلواروں کے ذریعہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جن لوگوں نے تجھے قتل کیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی حرام کردہ چیزوں کی بے حرمتی میں کس قدر جری ہیں۔

تیرے بعد دنیا پر ہلاکت ہے، راوی کہتے ہیں کہ آفتاب کی مانند ایک خوبصورت لڑکی باہر نکلی اور کہنے لگی کہ ہائے میرے بھائی اور بھتیجے کیا دیکھا کہ وہ حضرت زینب بنت علی ہیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں ان پر جھک گئیں جبکہ وہ مقتول پڑے تھے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو ہاتھ سے پکڑ کے خیمے میں داخل کر دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کو آپ کے سامنے خیمے میں منتقل کر دیا گیا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا گیا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر کے دونوں بیٹے عون اور محمد کو قتل کیا گیا اور پھر قاسم بن حسن بن ابی طالب قتل ہوئے۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ فضیل بن خدیج کندی نے مجھ سے بیان کیا کہ یزید بن زیاد جو کہ بنی بہدلہ میں ابوالشعثاء الکنانی تھا اور بڑا تیرانداز تھا وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ایک سو تیر چلائے جن میں سے پانچ زمین پر گرے۔ جب وہ تیراندازی سے فارغ ہوا تو اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میرے ہاتھوں پانچ آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ میں یزید ہوں، مہاجر ہوں۔ شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔ اللہ کی قسم! میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاون ہوں اور ابن سعد سے کنارہ کشی اختیار کرنے والا ہوں۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ دن بھر تن تنہا ٹھہرے رہے جو بھی آپ کے پاس آتا چھوڑ کر واپس چلا جاتا تھا اور وہ آپ کو اپنے ہاتھوں قتل کرنا ناپسند کرتا۔ یہاں تک کہ بنی بداء کا مالک بن بشیر نامی ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سر پہ تلوار ماری اور آپ کے

سر سے خون بہنے لگا آپ رضی اللہ عنہ کے سر پہ ٹوپی تھی جسے اُس نے کاٹ دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر زخمی ہو گیا اور ٹوپی خون آلود ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ ٹوپی پھینک دی اور عمامہ طلب کر کے پہن لیا۔

ابومخنف کہتے ہیں کہ سلیمان بن ابی راشد نے حمید کے حوالے سے مجھے بتلایا ہے کہ ہماری طرف ایک جوان آیا اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا اور ہاتھ میں تلوار تھی اور وہ قمیص، تہبند اور جوتے پہنے ہوئے تھا جن میں ایک کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا مجھے یاد ہے وہ بایاں تسمہ تھا۔ عمر بن سعد بن نفیل نے ہم سے کہا کہ خدا کی قسم میں ضرور اس پر حملہ آور ہوں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ تجھے اس سے کیا سروکار ہے۔ تیرے لئے ان کا قتل کرنا کافی ہے جو لوگ تجھے دکھائی دے رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت کو گھیر لیا ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم! میں ضرور اس پر حملہ کرونگا۔ چنانچہ امیر فوج عمرو بن سعد نے اس پر حملہ کیا اور اس کو تلوار ماری تو اجوان چلایا، ہائے چچا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد پر کان پھٹے شیر کی طرح حملہ کر دیا اور اسے تلوار ماری تو اس نے دفاع کے لئے کلائی کو سامنے کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہنی کے پاس سے کاٹ دیا۔ اس پر وہ پھر آپ سے پیچھے ہٹ گیا۔ کوفی سرداروں نے عمر کو حضرت حسین سے چھڑانے کے لئے حملہ کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سینوں کے ساتھ عمر کا استقبال کیا اور اپنے سموں کو حرکت میں لایا اور اپنے سواروں سمیت آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد چکر لگایا۔ پھر جب غبار چھٹ گیا تو اچانک دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نوجوان کے سر پر کھڑے ہیں، اور وہ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ آپ فرما رہے تھے ان لوگوں کا ناس ہو جنہوں نے تجھے ہلاک کیا، اور قیامت کے دن تیرے نانا سے تیرے متعلق ان کا کون مدمقابل ہوگا؟ اس کے بعد فرمایا کہ تیرے چچا کے لئے یہ بات بڑی شاق ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا تجھے جواب تو دے لیکن تجھے آواز فائدہ نہ پہنچائے، خدا کی قسم! اس کے مددگار کم اور ستانے والے زیادہ ہیں، پھر آپ نے اسے اٹھایا تو اس کے پاؤں زمین پر نشان بنا رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے آپ نے اس کے سینے کو اپنے سینے سے لگایا اور اس کے بعد اپنے بیٹے علی اکبر اور اہل بیت کے مقتولین کے ساتھ رکھ دیا، میں نے دریافت کیا تو پتہ چلا وہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے۔

ہانی بن ثبیت حضرمی نے نقل کیا ہے کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن کھڑا تھا ہم میں کا ہر آدمی گھوڑے پر سوار تھا، اچانک آل حسین میں سے ایک نوجوان خیمے کا کھونٹا ہاتھ میں لئے باہر نکلا اس نے قمیص اور تہبند باندھ رکھا تھا۔ حالت خوفزدگی میں وہ ادھر ادھر مڑ کر دیکھ رہا تھا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ مڑ کر ادھر ادھر دیکھتا تو میں اس کے دونوں کانوں کے درمیان موتیوں کو حرکت کرتے دیکھتا، پھر ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں آنکلا اور وہ جب اس نوجوان کے پاس پہنچا، تو گھوڑے سے اتر پڑا، اترتے ہی اس نوجوان کو پکڑ کر تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہشام بن السکونی نے کہا کہ ہانی ہی نے اس نوجوان کو قتل کیا اور ملامت کو چھپانے کے لئے اپنے آپ کو مخفی رکھا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھک کر چور ہو گئے، اور آ کر اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے، آپ کی اولاد میں سے آپ کے پاس ایک بچہ لایا گیا، جسے عبداللہ کہا جاتا تھا، آپ نے اسے گود میں لیا، چوما، سونگھا اور الوداع کہا اور اپنے اہل خانہ کو وصیت کرنے لگے کہ بنی اسد کے ایک شخص جسے ابن موقد النار کہا جاتا ہے نے اسے تیر مار کر قتل کر دیا، آپ نے اس کے خون کو ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک کر کہا: اے ہمارے پروردگار! اگر آپ نے ہم سے آسمانی امداد کو روک لیا ہے تو اسے وہ چیز بنا جو بہتر ہو اور ظالموں سے ہمارا انتقام لے، ادھر عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسین کو تیر مار کر شہید کر دیا، پھر حضرت علی بن ابی طالب کے بیٹے، حضرت حسین کے بھائی عبداللہ، عباس، عثمان، جعفر اور محمد قتل ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس شدت اختیار کر گئی اور آپ نے کوشش کی کہ دریائے فرات کے پانی پر پہنچ کر اسے پی لیں مگر آپ نے اس کی طاقت نہ پائی بلکہ انہوں نے آپ کو اس سے روک دیا پس آپ فرات کے اس پانی کی طرف گئے جو پینے کے قابل تھا تو ایک شخص نے جسے حصین بن تمیم کہا جاتا تھا آپ کے تالو میں تیر مار کر آر پار کر دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے تالو سے کھینچا تو خون بہہ پڑا تو آپ نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر خون سے بھرے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور اُسے آسمان کی طرف پھینک کر فرمایا۔ اے اللہ! انکی تعداد کو شمار کر اور انہیں الگ الگ کر کے قتل کر اور زمین پر ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ، اور آپ نے ان کے خلاف زبردست بددعا کی، بات نقل کرنیوالا بات بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم! ابھی آپ کو تیر مارنیوالا شخص تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پیاس کو اس پر غالب کر دیا مسلط کر دیا اور پھر اسکا پیٹ پیاس سے بھرتا

نہیں تھا جبکہ پانی اس کو ٹھنڈا کر کے پلایا جاتا تھا اور کبھی اس کے لئے دودھ اور پانی کو اکٹھے ٹھنڈا کیا جاتا تھا اور وہ کھا کر بھی اس کا پیٹ نہ بھرتا تھا بلکہ کہتا تھا کہ تم ہلاک ہو جاؤ پانی پلاؤ مجھے پیاس نے مار دیا ہے۔

روایت کرنے والا بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم! ابھی وہ تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح خشک ہو گیا پھر شمر بن ذی الجوشن کوفہ کے دس پیدل چلنے والوں کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس قیام گاہ کی طرف آیا جس میں آپ کا ساز و سامان اور گھر والے موجود تھے پس وہ ان کی طرف چلا تو وہ آپ کے اور آپ کی قیام گاہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ آڑے آ گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا تم ہلاک ہو جاؤ اگر تمہارا کوئی دین نہیں اور تم آخرت کے دن سے نہیں ڈرتے تو اپنی دنیا میں ہی تم شریف اور خاندانی شرافت والے عزت والے بن جاؤ میری قیام گاہ اور میرے گھر والوں کو اپنے سرکش ضدی اور جاہل لوگوں سے بچاؤ۔ ابن ذی الجوشن نے کہا اے ابن فاطمہ! آپ کو یہ حفاظت حاصل ہو گی پھر انہوں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا اور شمر انہیں آپ کے قتل کرنے پر ابھارنے لگا ابوالجنوب نے اسے کہا تجھے ان کے قتل کرنے سے کوئی بات روکتی ہے شمر نے اسے کہا تم کب تک یہ بات کہتے رہو گے۔

ابوالجنوب نے کہا تم کب تک یہ بات کہتے رہو گے اور دونوں نے کچھ دیر آپس میں گالی گلوچ کیا تو ابوالجنوب نے جو ایک دلیر شخص تھا اسے کہا خدا کی قسم میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس نیزے کو تیری دونوں آنکھوں کے اندر داخل کر دوں تو شمر اسے چھوڑ کر واپس چلا گیا پھر شمر بہادروں کی ایک جماعت گروہ کے ساتھ آیا اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا آپ کے خیمے کے پاس گھیراؤ کر لیا اور کوئی شخص ان کے اور آپ کے درمیان حائل ہونے کے لئے باقی نہ رہا تھا پس مکمل چاند کی طرح ایک نوجوان خیموں سے دوڑتا ہوا جس کے دونوں کانوں میں موتی تھے حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا سے واپس بلانے کے لئے باہر نکلیں تو اس نے ان کی بات نہ مانی اور وہ اپنے چچا کا دفاع کرنے گیا تو اس نے اسے کھال کے علاوہ باقی اسے کاٹ دیا اور اس نے کہا ہائے ابا! تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے پاس اپنے ثواب کی امید رکھ بلاشبہ وہ اپنے نیک باپوں سے جا کر ملیگا پھر جوانوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ تلوار کو دائیں بائیں گھماتے جا رہے تھے اور وہ آپ سے یوں بھاگ رہے تھے جیسے بکری درندے سے بھاگتی ہے اور آپ کی بہن حضرت زینب بنت فاطمہ آپ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کاش! آسمان زمین پر گر پڑے اور عمر بن سعد کے پاس آ کر کہنے لگیں اے عمر کیا تو پسند کرتا ہے کہ ابو عبداللہ تیرے دیکھتے دیکھتے قتل ہوں، پھر آنسو اس کی داڑھی پر پڑے اور اس نے اپنا چہرہ پھیر لیا پھر کوئی شخص آپ کے قتل پر جرأت نہ کرتا حتیٰ کہ شمر بن ذی الجوشن نے آواز دی تم ہلاک ہو جاؤ اس شخص کے بارے میں تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو، تمہاری مائیں تم کو گم کر دیں اسے قتل کر دو پس جوانوں نے ہر طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری اور دائیں کندھے پر تلوار ماری پھر وہ آپ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے اور آپ بڑی مشقت اور تکلیف کے ساتھ اٹھ رہے تھے اور منہ کے بل گر رہے تھے پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے آپ کے پاس آ کر آپ کو نیزہ مارا تو آپ گر پڑے اور اس نے گھوڑے سے اتر کر آپ کو قتل کر دیا اور آپ کا سر کاٹ لیا پھر اس نے خولی بن یزید کو آپ کا سر دیدیا اور بعض کا قول ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو قتل کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مذحج کے ایک شخص نے آپ کو قتل کیا ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ عمر بن سعد بن ابی وقاص نے آپ کو قتل کیا ہے مگر یہ کوئی بات نہیں ہے عمر صرف اس گروہ کا سردار تھا جس گروہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور عبداللہ بن عمار نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس وقت دیکھا جب انہوں نے آپ کے پاس جوہجوم کیا (جمع ہو گئے) آپ اپنی دائیں جانب کے لوگوں پر حملہ کرتے حتیٰ کہ وہ آپ سے خوف زدہ ہو گئے خدا کی قسم! میں کبھی کسی مغلوب شخص کو جس کے بچے اور دیگر تمام ساتھی قتل ہو گئے ہوں آپ سے بڑھ کر مضبوط دل اور دلیر نہیں دیکھا خدا کی قسم! میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن سعد حضرت حسین کے قریب ہوا تو حضرت زینب نے اسے کہا اے عمر کیا ابو عبداللہ تیرے دیکھتے دیکھتے قتل ہوں گے تو وہ رو پڑا اور اس نے آپ سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ الصقعب بن زبیر نے حمید بن مسلم کے حوالہ سے مجھے بیان کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جوانوں پر حملہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا تم میرے قتل کو پسند کرتے ہو۔ اللہ کی قسم! میرے قتل کے بعد تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو قتل نہیں کرو گے کہ وہ میرے قتل سے بڑھ کر تم پر ناراض ہو اور خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اذیت سے مجھے عزت

دے گا پھر اللہ تم سے میرا اس طرح بدلہ لے گا کہ تمہیں احساس بھی نہ ہوگا اور خدا کی قسم! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جنگ اور خون بہانا ڈال دے گا پھر تم سے اس بات سے راضی نہ ہوگا حتیٰ کہ تم کو دوہرا عذاب دے گا، راوی بیان کرتا ہے کہ آپ دن کا بڑا حصہ ٹھہرے رہے اور لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ یہی لوگ آپ کے قتل سے انہیں کافی ہوں یہاں تک کہ شمر بن ذی الجوشن نے آواز دی کہ تم ان کے قتل میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ پس زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی طرف بڑھ کر آپ کے کندھے پر تلوار ماری پھر سنان بن انس بن عمرو نخعی نے آپ کو نیزہ مارا۔ پھر گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا اور اسے خولی کو دے دیا، اور ابن عساکر نے شمر بن ذی الجوشن کے حالات میں بیان کیا ہے کہ ذی الجوشن ایک جلیل القدر صحابی ہے جس کا نام شرحبیل بیان کیا گیا ہے اور بعض نے عثمان بن نوفل بیان کیا ہے اور ابن اوس بن الاعور العامری الضبابی بھی بیان کیا جاتا ہے جو کلاب کا ایک بطن ہے۔

اور شمر کی کنیت ابو السابغہ ہے پھر عمر بن شبہ کے واسطہ سے روایت کی گئی ہے کہ ابو احمدؒ نے ہم سے بیان کیا کہ میرے چچا فضیل بن الزبیر نے عبدالرحیم بن میمون سے محمد بن عمرو بن حسن کے حوالہ کے ساتھ مجھ سے بیان کیا کہ ہم کربلا کے دو دریاؤں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ آپ نے شمر بن ذی الجوشن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گویا میں ایک سفید بھیڑیے کو اپنے اھل بیت کے خون میں منہ مارتے دیکھ رہا ہوں اور شمر (خدا اسکا بھلا نہ کرے) بے صبری والا تھا۔ اور سنان وغیرہ نے آپ کا سامان لے لیا اور لوگوں نے آپ کے اموال اور چیزیں جو کچھ آپ کے خیمے میں موجود تھا حتیٰ کہ عورتوں کے پاکیزہ کپڑے بھی تقسیم کر لئے ابو مخنف نے جعفر بن محمد کے حوالہ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب قتل ہوئے تو انہوں نے آپ کے جسم پر نیزوں کی ۳۳ اور تلواروں کی ۳۴ ماریں (نشانات) دیکھیں اور شمر بن ذی الجوشن نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اصغر زین العابدین کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا جو چھوٹے بچے مریض تھے حتیٰ کہ اس کے اصحاب میں سے ایک شخص حمید بن مسلم نے اس کو اس ارادے سے روک دیا اور عمر بن سعد نے آ کر کہا کہ ان عورتوں کے پاس کوئی شخص نہ آئے اور نہ ہی کسی بچے کو قتل کرے اور جس کسی نے ان کے سامان میں سے کوئی چیز لی ہے وہ اسے ان کو واپس کرے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم! کسی نے بھی واپس نہ کیا تو علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تجھے اچھی جزا ملے اچھا بدلہ ملے اللہ تعالیٰ نے تیری بات کی وجہ سے مجھ سے شر فساد کو دور کر دیا ہے مؤرخین نے بیان کیا ہے پھر سنان بن انس عمر بن سعد کے خیمے کے دروازے پر آیا اور اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔

میری سواریوں کو چاندی اور سونے سے لاد دو، میں نے پردہ میں رہنے والے بادشاہ کو قتل کیا میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے بہترین شخص تھا اور جب وہ نسب بیان کرتے تو ان سے بہتر تھا عمر بن سعد نے کہا اسے میرے پاس لاؤ اور جب وہ اندر آیا تو اس نے اسے کوڑا مارا اور کہا تو ہلاک ہو جائے تو پاگل ہے خدا کی قسم اگر ابن زیاد تجھے یہ کہتے ہوئے سنتا تو وہ تجھے قتل کر دیتا اور عمر بن سعد نے عقبہ بن سمعان پر اس وقت احسان کیا جب اس نے اسے بتایا کہ وہ غلام ہے اور اس کے سوا ان میں سے کوئی نہیں بچا اور مرقع بن یمانہ کو قید کیا گیا تو ابن زیاد نے اس پر احسان کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ۷۲ آدمی قتل ہو گئے، اور الغاضریہ کے رہائشیوں نے جو بنی اسعد سے تعلق رکھتے تھے انہیں قتل کے ایک دن بعد دفن کر دیا۔

راوی بیان کرتا ہے پھر عمر بن سعد نے حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گھوڑوں سے اتار کر روندا جائے اور یہ بات درست نہیں۔ واللہ اعلم۔

اور عمر بن سعد کے ساتھیوں میں سے ۸۸ آدمی قتل ہوئے اور محمد بن حنفیہ سے روایت کی گئی کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۷ اشخاص قتل ہوئے جو سب کے سب اولاد فاطمہ سے تھے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۶ آدمی قتل ہوئے جو سب کے سب اہل بیت میں سے تھے ان دنوں میں پوری زمین پر ان کی مثال کوئی نہ تھا اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بچوں بھائیوں اور اہل بیت میں سے ۲۳ آدمی قتل ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان، ابوبکر قتل ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے علی اکبر، اور عبداللہ قتل ہوئے اور حضرت عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عون محمد قتل ہوئے اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جعفر، عبداللہ، عبدالرحمان قتل ہوئے اور حضرت مسلم اس سے پہلے قتل ہو گئے تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے

ہیں یہ چاروں آپ کی پشت تھے اور دو عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور محمد بن ابی سعید بن عقیل تھے بس حضرت عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے جو قتل ہو گئے اور انہی کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

اے عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلب کے نو اشخاص اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد کے چھ آدمیوں کا ماتم کر (سینہ کوبی کر) جو قتل ہو گئے اور آپ ﷺ کا ہم نام ان میں چھوڑا گیا وہ صیقل شدہ تلوار کے ساتھ اس پر غالب آ گئے ہیں۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں قتل ہونے والے عبداللہ بن یقطر آپ کے رضاعی بھائی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ وہ اس سے قبل قتل ہو گئے تھے جب آپ نے ان کے ہاتھ اہل کوفہ کی طرف خط بھیجا تھا انہیں ابن زیاد کے پاس لایا گیا اس نے انہیں قتل کر دیا اور عمر بن سعد کے کوفی ساتھیوں میں سے زخمیوں کو چھوڑ کر ۸۸ آدمی قتل ہوئے اور عمر بن سعد نے ان کی نماز پڑھی اور انہیں دفن کیا، کہتے ہیں کہ عمر بن سعد کے حکم سے دس سواروں نے اپنے گھوڑوں کے سموں سے (پاؤں سے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روندا، حتیٰ کہ جنگ کے روز انہیں زمین کے ساتھ چپکا دیا اور اس نے حکم دیا کہ آج آپ کا سر خولی بن یزید اصبحی کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس لے جایا جائے اور جب وہ محل تک پہنچا تو اس نے اسے بند پایا، پھر وہ اسے واپس گھر لے آیا اور اُسے کپڑے دھونے والے ٹب کے نیچے رکھ دیا اور اپنی بیوی نوار بنت مالک سے کہنے لگا میں تمہارے اس زمانہ کا معزز لایا ہوں اس نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر، وہ کہنے لگی کہ لوگ سونا اور چاندی لاتے ہیں اور تو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کا سر مبارک لایا ہے، اللہ کی قسم میں اور تو بستر میں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے پھر وہ بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے اپنی دوسری بیوی کو جو بنی اسد سے تھی بلایا اور وہ اس کے پاس ہوئی اور دوسری اسدی بیوی نے کہا خدا کی قسم! میں اس ٹب سے نور کو مسلسل آسمان کی طرف بلند ہوتے اور سفید پرندے کو اس کے اردگرد پھڑ پھڑاتے دیکھ رہی ہوں اور جب صبح ہوئی تو وہ اسے ابن زیاد کے پاس لے گیا اور اُسے اس کے سامنے رکھ دیا۔

کہتے ہیں کہ اس کے پاس آپ کے بقیہ ساتھیوں کے سر بھی تھے اور یہی مشہور قول ہے جو مجموعی طور پر ۷۲ سر تھے۔ اس لئے کہ جو شخص بھی قتل ہوا انہوں نے اسکا سر کاٹ لیا اور اُسے ابن زیاد کے پاس لے گئے پھر ابن زیاد نے انہیں یزید بن معاویہ کے پاس شام بھجوا دیا۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے محمد سے انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ہم سے بیان کیا عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو وہ اسے طشت (تھال) میں رکھ کر چھڑی مارنے لگا اور آپ کے حسن کے بارے میں بھی اس نے کوئی بات کی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور وہ وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔

اور بخاری نے اسے مناقب میں محمد بن حسین بن ابراہیم ابن اشکاب سے انہوں نے حسین بن محمد سے انہوں نے جریر بن حازم سے انہوں نے محمد بن سیرین سے انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کا ذکر کیا ہے اور ترمذی نے حضرت حفصہ بنت سیرین کی حدیث سے انس کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اسے حسن صحیح بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ وہ آپ کی ناک پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا میں نے ان کی طرح خوبصورت شخص نہیں دیکھا اور بزار نے بیان کیا ہے کہ موضوع بن شجاع بن عبیداللہ موصلی نے ہم سے بیان کیا کہ غسان بن الربیع نے ہم سے بیان کیا کہ یونس بن عبیدہ نے ثابت اور حمید سے حضرت انس کے حوالہ سے ہم سے بیان کیا کہ جب عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو وہ آپ کے دانتوں پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا کہ میرا خیال ہے کہ اس نے انہیں خوبصورت کہا، میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے ضرور رسوا کروں گا میں نے رسول اللہ ﷺ کو وہ جگہ چومتے دیکھا ہے جہاں تیری چھڑی رہی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ دل سے گھبرا گیا الخ اراس طریق سے اس روایت میں اکیلے ہیں اور اس نے بیان کیا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اسے یونس بن عبدہ کے علاوہ کسی نے حمید سے روایت کیا ہو وہ بصرہ میں ایک مشہور شخص ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں اور ابو یعلی نے اُسے ابراہیم بن الحجاج سے انہوں نے حماد بن مسلم سے انہوں نے علی بن زید سے انہوں نے انس سے روایت کیا ہے اور اُسے بیان کیا ہے اور قرہ بن خالد نے اُسے حسن کے حوالہ سے حضرت انس سے روایت کیا ہے اُسے بیان کیا ہے اور مخنف نے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے گھر والوں کے پاس بھیجا تا کہ میں فتح اور اس کی خیریت عافیت کی ان کو خوشخبری دوں اور میں نے ابن زیاد کو لوگوں کے لئے بیٹھا دیکھا اور جو لوگ اس کے پاس آئے ان میں ایک وفد اس کے پاس گیا تو میں بھی داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو گیا، کیا

دیکھتا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اس کے سامنے پڑا ہے اور وہ کچھ دیر تک آپ کے دانتوں پر اپنی چھڑی مارتا رہا تو حضرت زید بن ارقم نے کہا کہ ان دانتوں سے اس چھڑی کو اٹھا لو، اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہونٹوں کو ان دانتوں کو چومتے ہوتے دیکھا ہے پھر شیخ بہت روئے اور ابن زیاد ان سے کہنے لگا اللہ آپ کی آنکھ کو رلائے اگر آپ خراب عقل والے اور بے عقل بوڑھے نہ ہوتے تو میں آپ کو قتل کر دیتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اٹھ کر باہر چلے گئے اور جب وہ باہر چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ خدا کی قسم! حضرت زید بن ارقم نے وہ بات کہی ہے کہ اگر ابن زیاد اسے سن لیتا تو انہیں قتل کر دیتا، راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے پاس سے یہ کہتے ہوئے گزرے کہ ایک غلام غلاموں کا بادشاہ بن گیا اور اس نے انہیں ایسا پرانا مال بنا لیا ہے جس پر قبضہ کر لیا گیا ہو۔ اے عرب کی جماعت! آج کے بعد تم غلام ہوں گے تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے اور ابن مرجانہ کو امیر بنا لیا ہے وہ تمہارے نیک لوگوں کو قتل کریگا اور تمہارے شریروں، شر پسندوں کو غلام بنا لے گا، ذلت سے راضی ہونے والے کے لئے ہلاکت ہو اور اسے ابو داؤد کے طریق سے اس کے اسناد سے حضرت زید بن ارقم کے حوالہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے اور طبرانی نے اسے ثابت کے طریق سے زید کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ واصل بن عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابو معاویہ نے اعمش سے عمارہ بن عمر کے حوالہ سے ہم سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو انہیں کوفہ کی مسجد میں رکھ دیا گیا میں ان کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہے تھے کہ وہ آ گیا ہے وہ آ گیا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ سروں کے درمیان سے آیا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا، اور کچھ دیر ٹھہرا پھر باہر نکل گیا اور غائب ہو گیا پھر انہوں نے کہا کہ وہ آ گیا ہے وہ آ گیا ہے اُس نے دوبارہ اُسی طرح کیا پھر ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔

ابن زیاد کے حکم سے الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا اور لوگ جمع ہو گئے تو اس نے منبر پر چڑھ کر اس فتح کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے قتل حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق دی جس نے اُن سے حکومت چھیننا چاہی اور ان کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہا تھا عبداللہ بن عفیف ازدی نے اس کے پاس جا کر کہا کہ اس کو ابن زیاد کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور پھانسی دی گئی پھر اسی کے حکم سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو کوفہ میں گاڑھ دیا گیا اور کوفہ کی گلیوں میں اس کو گھمایا پھرایا گیا پھر اس نے اس کو زحر بن قیس کے ہاتھوں آپ کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس بھجوا دیا اور زحر کے پاس سواروں کی ایک جماعت تھی جن میں ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی ظبیان ازدی بھی شامل تھے اور وہ تمام سروں کو لیکر یزید بن معاویہ کے پاس آ گئے۔

ہشام نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباع الجذامی نے اپنے باپ سے الغاز بن ربیعہ الجرشی حمیری کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ خدا کی قسم جب زحر بن قیس آیا تو میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا وہ یزید کے پاس آیا تو یزید نے اُسے کہا تو ہلاک ہو جائے تیرے پیچھے کیا ہے؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! اللہ نے آپ کو جو فتح دی ہے اس کی مبارک ہو اس نے حسین بن علی بن ابی طالب اور اس کے گھر والوں کے ۱۸، آدمیوں اور اس کے ساتھ مددگاروں کو ہمیں واپس کر دیا ہے ہم ان کے مقابل ہو گئے اور ہم نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اطاعت وفرمانبرداری اختیار کر لیں اور امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم کو قبول کر لیں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو انہوں نے جنگ کو پسند کیا اور ہم سورج نکلتے ہی ان کی طرف گئے اور ہم نے ہر طرف سے انکا گھیراؤ کر لیا یہاں تک کہ تلواروں نے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پکڑ لیا اور وہ کسی بھاگنے کی جگہ اور پناہ کی جگہ نہ ہونے کے باوجود بھاگنے لگے اور وہ ہمارے مقابلہ میں ٹیلوں اور گڑھوں میں یوں پناہ لینے لگے جیسے کبوتر، باز سے پناہ لیتا ہے اور خدا کی قسم! وہ ذبح کئے ہوئے اونٹوں یا دوپہر کو سونے والے کی نیند کی طرح تھے حتیٰ کہ ہم نے ان کو آخر تک پکڑ لیا اور ان کے ننگے جسم اور لپٹے ہوئے کپڑے اور مٹی سے بھرے ہوئے رخسار ہیں جنہیں سورج گرمی پہنچا رہا ہے اور ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے عقاب اور کرگس انہیں اٹھا رہے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یزید بن معاویہ کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں اور اس نے کہا کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کے بغیر بھی تمہاری فرماں برداری اور اطاعت سے راضی تھا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے خدا کی قسم! اگر میں آپ کے ساتھ ہوتا تو آپ کو معاف کر دیتا اور اللہ تعالیٰ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اور جو شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا تھا اس نے اس کو کچھ انعام دیا اور جب حضرت حسین رضی اللہ

عنہ کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کہا خدا کی قسم! اگر میں آپ کے ساتھ ہوتا تو میں آپ کو قتل نہ کرتا، پھر اس نے حسین بن حمام المری الشاعر کا یہ شعر پڑھا: وہ تلواریں ان جوانوں کے سروں کو پھوڑ دیتی ہیں جو ہم پر مشکل ہوتے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو جعفر العبسی نے مجھ سے بیان کیا کہ مروان بن الحکم کے بھائی یحییٰ بن الحکم نے اٹھ کر کہا طف کے پہلو میں ایک کھوپڑی پڑی ہے جو ابن زیاد سے بہت ہی قریبی رشتہ داری رکھتی ہے جو ایک کم درجہ نسب والا غلام ہے سمیہ کی نسل کنکریوں کی تعداد کی طرح ہوگئی ہے اور آج مصطفیٰ کی اولاد کی کوئی نسل نہیں ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یزید نے یحییٰ بن الحکم کے سینے میں ضرب لگائی اور اُسے کہا خاموش ہو جا، اور محمد بن حمید الرازی جو شیعہ ہے نے بیان کیا ہے کہ محمد بن یحییٰ احمری نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے مجاھد کے حوالہ سے ہم سے بیان کیا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لا کر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے بطور مثال کے یہ اشعار پڑھے:

کاش میرے بزرگ بدر میں نیزوں کی چوٹ پر خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھتے انہوں نے آواز بلند کی اور خوشی سے چمک اٹھے پھر انہوں نے مجھے کہا ابھی نہ پوچھ جب ان کے اونٹوں کے صحن میں ٹکراؤ ہوا اور عبد الاسل میں خوب قتل وقتال ہوا ہم نے تمہارے دگنے سرداروں کو قتل کیا اور ہم نے بدر کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا پس تو بھی سیدھا ہو جا۔

مجاھد نے بیان کیا ہے کہ اس نے ان اشعار میں منافقت سے کام لیا ہے خدا کی قسم! اس کی فوج میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے اسے ملامت نہ کی ہو۔ اور اس کے بعد علماء نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ اس زیاد نے اُسے یزید کے پاس شام بھجوایا تھا یا نہیں اس بارے میں دو قول ہیں ان دونوں میں سے زیادہ واضح قول یہ ہے کہ اس نے اس کو یزید کے پاس بھجوا دیا تھا اس بارے میں بہت سے آثار بیان ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

اور ابو مخنف نے ابو حمزہ الثمالی سے انہوں نے عبداللہ الیمانی سے انہوں نے القاسم بن بخیت سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید بن معاویہ کے سامنے رکھا گیا تو وہ اپنے ہاتھ کی چھڑی کو آپ کے دانتوں پر مارنے لگا پھر کہنے لگا، اس کی اور ہماری مثال حصین ابن الحمام المری کے قول کے مطابق ہے کہ وہ تلواریں ان جوانوں کی کھوپڑیوں کو توڑ دیتی ہیں جو ہم پر بہت مشکل ہوتے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔
حضرت ابو برزہ اسلمی نے اسے کہا خدا کی قسم تیری یہ چھڑی اس جگہ لگی ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے دیکھا ہے پھر انہوں نے کہا بلاشبہ یہ قیامت کے روز آئیں گے تو محمد ﷺ ان کے سفارشی ہوں گے اور تو آئے گا تو تیرا سفارشی ابن زیاد ہوگا پھر وہ کھڑے ہوئے پشت پھیر کر چلے گئے اور ابن ابی الدنیا نے اسے ابو الولید سے انہوں نے خالد بن یزید بن اسد بن عمار الدھنی سے انہوں نے جعفر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کے پاس حضرت ابو برزہ بھی موجود تھے وہ چھڑی مارنے لگا تو انہوں نے اسے کہا اپنی چھڑی اٹھا رکھ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ مسلم بن شبیب نے الحمیدی سے ابو سفیان کے حوالہ کے ساتھ مجھ سے بیان کیا کہ میں نے سالم بن ابی حفصہ سے سنا کہ جس نے بیان کیا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو یزید چھڑی سے دھکے دینے لگا سفیان نے بیان کیا ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حصین اس کے بعد یہ شعر پڑھتا تھا۔ سمیہ کی نسل سنگریزوں کی تعداد کی طرح ہوگئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی کوئی نسل نہیں ہے اور آپ کے باقی گھر والوں اور بیویوں کو عمر بن سعد نے پہرے دار اور محافظوں کے حوالہ کیا پھر انہوں نے کجاووں میں اونٹوں پر سوار کرا دیا جب وہ میدان جنگ کے پاس سے گزرے اور انہوں نے وہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو پڑے ہوئے دیکھا تو عورتیں روئیں اور چلائیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رونا شروع کر دیا اور اس نے روتے ہوئے کہا۔ اے محمد، اے محمد اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتے آپ پر درود پڑھیں۔ حسین خون میں لت پت، اور جسم کے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پڑا ہوا ہے میدان میں، اے محمد ﷺ، آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد قتل ہوئی پڑی ہے، جس پر صبح کی ہوا مٹی اڑاتی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم حضرت زینب نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا، قرہ بن قیس نے بیان کیا ہے کہ جب عورتیں ان لوگوں کے پاس

سے گزریں جو قتل ہوئے پڑے تھے تو وہ چلائیں دھاڑیں، اورانہوں نے اپنے رخساروں پر تھپڑ مارے، روای بیان کرتا ہے کہ میں نے عورتوں کا اس قدر خوبصورت منظر کبھی نہیں دیکھا جتنا میں نے اس دن دیکھا خدا کی قسم! وہ بیرن کی نیل گائیوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں اوراس نے وہ بات بیان کی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے پھراس نے مزید بیان کیا کہ پھر وہ انہیں کربلا سے لے گئے حتیٰ کہ کوفہ میں داخل ہو گئے اورابن زیاد نے ان کی عزت کی اوران کو اخراجات اورخرچے اورلباس وغیرہ دیئے، راوی بیان کرتا ہے حضرت زینب حضرت فاطمہ اپنے بہت ہی کم درجہ کپڑوں میں داخل ہوئیں آپ بدحال نڈھال ہو چکی تھیں اورآپ کی لونڈیوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا آپ جب عبیداللہ بن زیاد کے پاس آئیں تو اس نے پوچھا یہ کون ہے تو آپ نے اس سے بات نہ کی اورآپ کی ایک لونڈی نے کہا یہ زینب بنت فاطمہ ہیں، اس نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو رسوا کیا ہے اورقتل کیا ہے اور تمہارے ایک بت کو جھٹلایا ہے حضرت زینب نے کہا بلکہ اس خدا کا شکر ہے جس نے محمد ﷺ کے ذریعہ ہمیں معزز کیا ہے اورہمیں اچھی طرح پاک کیا ہے نہ کہ جیسا تو نے بیان کیا ہے اورصرف فاسق کی ذلت وخواری ہوتی ہے اورفاجر ہی کو جھٹلایا جاتا ہے اس نے پوچھا تو نے اپنے گھر والوں کے ساتھ اللہ کے معاملہ کو کیسا پایا ہے حضرت زینب نے فرمایا اس نے ان پر قتل ہونا فرض کیا اوروہ اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف چلے گئے اورعنقریب اللہ تعالیٰ تجھے اورانہیں اکٹھا کر دے گا اوروہ اللہ کے ہاں تجھ سے جھگڑا کریں گے، پس ابن زیاد غضب ناک ہو کر بھڑک اٹھا تو عمرو بن حریث نے اسے کہا اللہ امیر کا بھلا کرے اچھا کرے، یہ صرف ایک عورت ہے اورکیا عورت کی گفتگو پر پکڑ ہوتی ہے؟ اس کے قول پر پکڑ نہیں ہوتی اور نہ بری بات کہنے پر ملامت کی جاتی ہے۔

ابومخنف نے مجالد سے سعید کے حوالہ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب ابن زیاد نے زین العابدین علی بن حسین کی طرف دیکھا تو اس نے سپاہی سے کہا دیکھو کیا یہ بچہ بالغ ہو گیا ہے اوراگر یہ بالغ ہو چکا ہے تو اسے لیجاؤ اورقتل کر دو۔ علی بن حسین نے اسے کہا کہ اگر تیرے اوران عورتوں کے درمیان رشتہ داری پائی جاتی ہے تو ان کے ساتھ ایک شخص کو بھیج جو ان کی حفاظت کرے ابن زیاد نے آپ سے کہا تم ہی آؤ اوراس نے آپ کو ان کے ساتھ بھیج دیا، ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت علی بن حسین کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو میں ابن زیاد کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا میں علی بن حسین ہوں۔ اس نے کہا اللہ نے علی بن حسین کو قتل نہیں کیا؟ آپ خاموش رہے تو ابن زیاد نے آپ سے پوچھا آپ بات کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا میرا ایک بھائی تھا جسے علی کہا جاتا تھا لوگوں نے اسے قتل کر دیا ہے اس نے کہا بلاشبہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے آپ خاموش رہے تو اس نے پوچھا کہ آپ بات کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا (اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت مارتا ہے اورکوئی جان اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتی) اس نے کہا اللہ کی قسم تو بھی ان میں سے ہے تو ہلاک ہو جائے دیکھو یہ بالغ ہو چکا ہے خدا کی قسم! میں اسے مرد خیال کرتا ہوں۔ پس مری بن معاذ احمری نے آپ کا کپڑا اٹھایا اور کہنے لگا ہاں یہ بالغ ہو چکا ہے اس نے کہا اسے قتل کر دو حضرت علی بن حسین نے کہا ان عورتوں کو کس کے حوالے کیا جائے گا اوران کی پھوپھی حضرت زینب ان سے چمٹ گئیں اور کہنے لگیں اے ابن زیاد! جو کچھ تو نے ہمارے ساتھ کیا وہی تجھے کافی ہے، کیا تیرا ہمارے خون سے دل نہیں بھرا اور کہا تو نے ہم میں سے کسی کو زندہ رہنے دیا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت زینب نے حضرت علی کو گلے لگا لیا، اور کہنے لگیں کہ اگر تو مومن ہے تو میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں کہ جب تو اسے قتل کر دے گا تب مجھے اس کے ساتھ قتل کریگا تو حضرت علی بن حسین نے پکار کر کہا کہ اے ابن زیاد! اگر تیرے اوران عورتوں کے درمیان کوئی رشتہ داری پائی جاتی ہے تو ان کے ساتھ ایک پرہیز گار آدمی کو بھیج دے جو ان کے ساتھ اسلامی احکامات کو مدنظر رکھتے ہوئے رہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک لحظہ تک ان عورتوں کی طرف دیکھا پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ رشتہ بھی عجیب چیز ہے خدا کی قسم! میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت زینب نے چاہا کہ اگر میں نے حضرت علی بن حسین کو قتل کیا تو میں انہیں بھی اس کے ساتھ قتل کر دوں گا، بچے کو چھوڑ دو۔ اپنی عورتوں کے ساتھ چلے جاؤ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیوواؤں، بچوں، اور بیٹیوں کے بارے میں حکم دیا تو انہیں یزید کے پاس لے جایا گیا اوراس کے حکم سے حضرت علی بن حسین کو گردن تک طوق ڈالا گیا اوراس نے انہیں محفر بن ثعلبہ العائذی جو قریش کے عائذہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور شمر بن ذی الجوشن کے ساتھ اللہ اسکا بھلا نہ کرے، بھیج دیا اوروہ جب یزید کے دروازے پر پہنچے تو محفر بن ثعلبہ نے

بلند آواز سے کہا کہ یہ محفر بن ثعلبہ ہے کمینے فاجروں کو گناہگاروں سے امیر المؤمنین کو کیا مناسبت، یزید بن معاویہ نے اسے جواب دیا ام محفر نے برا اور کمینہ نہیں جنا۔

جب عورتیں اور سر یزید کے پاس آئے تو اس نے شام کے معزز لوگوں کو بلا کر اپنے اردگرد بٹھایا پھر اس نے حضرت علی بن حسین اور حسین رضی اللہ عنہ کی بیواؤں اور بچوں کو بلایا انہیں اس کے پاس لایا گیا تو لوگ دیکھ رہے تھے اس نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اے علی! تمہارے باپ نے میرے رشتہ کو توڑ دیا اور میرے حق کو ضائع کیا ہے اور میری سربراہی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے جو معاملہ کیا ہے تو اسے دیکھ چکا ہے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔

مااصاب من مصیبته فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب : یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا۔ اسے جواب دو، راوی بیان کرتا ہے کہ خالد کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ وہ اسے کیا جواب دے تو یزید نے اسے کہا کہو۔ (**ما اصابکم من مصیبته فبما کسبت ایدیکم ویعفوعن کثیر**) پس اس نے آپ سے کنارہ کشی کی پھر اس نے عورتوں اور بچوں کو بلایا اور ان کی بری حالت کو دیکھا تو اس نے کہا کہ اللہ ابن مرجانہ کا برا کرے اگر اس کے اور ان کے درمیان رشتہ داری کا رشتہ ہوتا تو ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا اور نہ تمکواس حالت میں بھیجوا تا، ابو مخنف نے حارث بن کعب سے فاطمہ بنت علی کے حوالہ کے ساتھ روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہمیں یزید کے سامنے بٹھایا گیا تو اس نے ہم پر ترس کھایا اور ہم سے مہربانی اور شفقت والا معاملہ کیا اور ہمارے لئے کچھ حکم دیا پھر شام والوں میں سے ایک سرخ رنگ کا شخص یزید کے پاس گیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین مجھے یہ لڑکی بخش دو اس کی مراد میں تھی۔ اور میں خوبصورت لڑکی تھی تو میں اس کی بات سے گھبرا کر کانپنے لگی اور میں نے خیال کیا کہ یہ ان کے لئے جائز ہے پس میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑوں کو پکڑ لیا اور وہ مجھ سے بڑی اور زیادہ عقلمند تھیں اور وہ جانتی تھیں کہ یہ جائز نہیں ہے وہ اس شخص سے یہ کہنے لگیں خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور کمینگی کی ہے یہ بات تیرے اور اس کے لئے جائز نہیں۔ یزید نے غصہ ہو کر حضرت زینب سے کہا تو نے جھوٹ بولا خدا کی قسم یہ میرے لئے جائز ہے اور اگر میں اسے کرنا چاہوں تو کرلوں حضرت زینب نے کہا بالکل نہیں کر سکتے خدا کی قسم! خدا نے تیرے لئے یہ جائز نہیں کیا مگر یہ کہ تو ہمارے مذہب سے نکل جائے اور ہمارے دین کے علاوہ دوسرا کوئی اور دین اختیار کرلے۔

حضرت زینب بیان کرتی ہیں یزید غصے اور جوش میں آ گیا پھر کہنے لگا تو اس بات سے ہمارا سامنا کرتی ہے تیرا باپ اور تیرا بھائی دین سے خارج ہو گئے ہیں حضرت زینب نے کہا اللہ کے دین اور میرے باپ کے دین اور میرے بھائی کے دین اور میرے نانا کے دین سے تو نے اور تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے اس نے کہا کہ اے خدا کی دشمن! تو نے جھوٹ بولا ہے حضرت زینب نے کہا کہ تو مسلط (زبردستی) امیر المؤمنین ہے تو ظالم ہو کر گالیاں دیتا ہے اور اپنی سربراہی اور حکومت سے غالب آتا ہے حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ پھر وہ شرمندہ سا ہو کر خاموش ہو گیا پھر اس شخص نے اٹھ کر کہا اے امیر المومنین مجھے یہ لڑکی بخش دو یزید نے اسے کہا دور ہٹ جاؤ اللہ تجھے تیرا کام مکمل کرنے والی موت دے پھر یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ مدینہ تک ایک امانت دار شخص کو بھیجے جس کے ساتھ پیدل اور سوار لوگ بھی ہوں اور حضرت علی بن حسین ان کے ساتھ ہوں پھر اس نے عورتوں کو اپنے گھر کے ساتھ دارالخلافہ میں اتارا اور حضرت معاویہ کی اولاد کی عورتوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر روتے ہوئے اور ماتم کرتے ہوئے انکا استقبال کیا پھر انہوں نے تین دن گریہ آہ وزاری کی اور یزید علی بن حسین اور ان کے بھائی عمر بن حسین کے بغیر صبح وشام کا کھانا نہ کھاتا تھا۔

ایک روز یزید نے عمر بن حسین سے کہا وہ بہت چھوٹے تھے کیا تو اس کے ساتھ جنگ کرے گا یعنی اس کے بیٹے خالد بن یزید کے ساتھ اسکا مقصد آپ سے مذاق اور خوش دلی وخوش لگی کرنا تھا عمر بن حسین نے کہا مجھے اور اُسے ایک ایک چھڑی دے دو تا کہ ہم آپس میں جنگ کریں تو یزید نے آپ کو اپنے ساتھ لگا لیا اور کہنے لگا کہ میں سانپ کی طبیعت کو جانتا ہوں، سانپ سانپ ہی کو جنم دیتا ہے پیدا کرتا ہے جب یزید نے انہیں الوداع کیا تو حضرت علی بن حسین سے کہا اللہ ابن سمیہ کا بھلا نہ کرے خدا کی قسم! اگر میں آپ کے باپ کے ساتھ ہوتا تو وہ جس بات کا مجھ سے مطالبہ کرتا میں اُسے دیتا اور جس حد تک قادر ہوتا اس سے موت کو دور کرتا خواہ میرے بعض بچے بھی ہلاک ہو جاتے لیکن اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے آپ نے اسے دیکھ لیا ہے پھر اس نے آپ کو تیار کیا اور بہت سامال اور پوشاکیں دیں اور ان کے متعلق ایک قاصد کو وصیت کی اور اُسے کہا جو ضرورت تجھے ہو اس کے متعلق مجھے

لکھتا اور جس قاصد کو اس نے ان عورتوں کے ساتھ بھیجا وہ راستہ میں ان سے الگ ہو کر چلتا اور اُن سے اتنا دور رہتا جہاں سے ان کی نظر انہیں دیکھ سکتی اور وہ ان کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ وہ مدینہ پہنچ گئے حضرت فاطمہ بنت علی نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بہن حضرت زینب سے کہا بلاشبہ اس نے جس شخص کو ہمارے ساتھ بھیجا ہے اس نے ہمارے ساتھ اچھا سفر کیا، کیا آپ کے پاس کوئی چیز ہے کہ ہم اسے انعام دیں وہ کہنے لگیں خدا کی قسم! ہمارے پاس ہمارے زیورات کے علاوہ اُسے انعام دینے کو کچھ نہیں ہے حضرت فاطمہ کہتی ہیں میں نے حضرت زینب کو کہا ہم اسے اپنے زیورات دیں گی آپ بیان کرتی ہیں میں نے اپنے کنگن اور بازو بند لیا اور میری بہن نے اپنا کنگن اور بازو بند لیا اور ہم نے انہیں اس کے پاس بھجوا دیا اور ہم نے اس سے معذرت کی اور کہا آپ نے جو ہمارے ساتھ اچھا سفر کیا ہے یہ اسکا بدلہ ہے اس نے کہا میں نے جو سلوک و معاملہ تم سے کیا ہے اگر وہ صرف دنیا کے لئے ہے تو آپ نے جو کچھ مجھے بھیجا ہے وہ میری رضا مندی کے لئے کافی ہے بلکہ زیادہ ہے لیکن قسم خدا کی میں نے یہ صرف اللہ کی رضا مندی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کو جو قریبی رشتہ داری کا شرف حاصل ہے اس کی وجہ سے کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب یزید نے حضرت حسینؓ کے سر کو دیکھا تو کہا کیا تم جانتے ہو کہ ابن فاطمہ کہاں سے آئے ہیں اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس پر انہیں کس نے تیار کیا ہے مجبور کیا ہے اور جس بات میں وہ مبتلا ہو گئے۔ انہیں ان کو کس نے مبتلا کیا انہوں نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ انکا خیال ہے کہ انکا باپ میرے باپ سے بہتر ہے اور ان کی ماں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میری ماں سے بہتر ہے، اور ان کے نانا رسول اللہ ﷺ میرے نانا سے بہتر ہیں اور وہ مجھ سے بہتر ہیں اور اس سربراہی حکومت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں اور انکا یہ کہنا کہ انکا باپ میرے باپ سے بہتر ہے اسکا جواب یہ ہے کہ میرے باپ نے ان کے باپ سے آکر جھگڑا کیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے کس کے حق میں فیصلہ دیا ہے اور انکا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہے میری زندگی کی قسم حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میری ماں سے بہتر ہیں اور انکا یہ کہنا کہ ان کے نانا رسول اللہ ﷺ میرے نانا سے بہتر ہیں۔ میری زندگی کی قسم! جو شخص یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے، ہم میں رسول اللہ ﷺ کا ہم مرتبہ اور اُن جیسا نہیں ہے لیکن انہوں نے یہ بات اپنی کم سمجھی کی وجہ سے کہی ہے کیا انہوں نے آیت **قل اللهم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء** اور آیت **والله یوتی ملکه من یشآء**، نہیں پڑھی اور جب عورتیں یزید کے پاس گئیں تو حضرت فاطمہ بنت حسین جو حضرت سکینہ سے بڑی تھیں کہنے لگیں کہ اے یزید رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں قیدی ہیں، یزید نے کہا اے میری بھتیجی! میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں اور وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا انہوں نے ہمارے لئے سونے کی انگوٹھی بھی نہیں چھوڑی اس نے کہا میری بھتیجی جو کچھ تمہارے پاس آیا ہے وہ اس سے بہت بڑا ہے جو تم سے چلا گیا ہے پھر وہ انہیں اپنے گھر لے گیا پھر اس نے ہر عورت کے پاس پیغام بھیجا کہ اس سے کیا کچھ لیا گیا ہے انمیں سے ہر عورت نے اسی مقدار میں چیزوں کا دعویٰ کیا جتنے کا نقصان ہوا تھا مگر اس نے اُسے اُس سے دوہرا دیا، اور ہشام نے ابو مخنف کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ابو حمزہ الثمالی نے عبداللہ الثمالی سے انہوں نے قاسم بن نجیب کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ جب کوفہ کی جماعت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لائی تو وہ اس کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو مروان بن الحکم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کب کام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے ۱۸ اشخاص ہمارے پاس اور خدا کی قسم ہم نے ان کے آخری آدمی تک کو ختم کر دیا اور یہ سر اور قیدی عورتیں ہیں تو مروان اچھل پڑا اور واپس چلا گیا، اور اس کے بھائی یحییٰ بن الحکم نے ان کے پاس آکر کہا کہ تم نے یہ کیا کام کیا ہے تو انہوں نے اسے وہی جواب دیا جو اس کے بھائی کو دیا تھا تو اس نے ان کو کہا کہ قیامت کے روز تم محمد ﷺ سے چھپے ہوئے ہوؤں گے میں کسی معاملہ میں کبھی تمہاری موافقت نہیں کروں گا پھر وہ اٹھ کر واپس چلا گیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب مدینہ والوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی اطلاع ملی تو بنی ھاشم کی عورتیں آپ پر روئیں اور انہوں نے آپ کا ماتم کیا اور رونا دھونا کیا، روایت ہے کہ یزید نے ان کے معاملے میں لوگوں سے مشورہ لیا جن لوگوں کو اللہ نے بھلائی سے دور کر دیا تھا انہوں نے کہا اے امیر المومنین بُرا کتا پلنے نہ بنائے یعنی برا کتا بچے نہ پیدا کرنے لگے علی بن حسین کو قتل کر دیجئے تا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کوئی شخص باقی نہ رہے یزید نے خاموشی اختیار کر لی، تو نعمان بن بشیر نے کہا اے امیر المومنین ان کے ساتھ وہ معاملہ کیجئے جو رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ کرتے تھے کاش! وہ انہیں اس حال میں دیکھتے پس یزید کو اُن پر ترس آ گیا اور اس نے انہیں غسل خانوں کی طرف بھجوا دیا اور ان کو لباس تحفے کھانے

دیئے اور انہیں اپنے گھر میں اتارا، یہ بات روافض کی بات کی تردید کرتی ہے کہ انہوں نے قیدی عورتوں کو کوتل اونٹوں پر برہنہ سوار کر دیا حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے یہاں تک جھوٹ بولا ہے کہ اس روز ان عورتوں کی اگلی اور پچھلی شرمگاہوں کو چھپانے کے لئے بختی اونٹوں کی سات سات کوہانیں پیدا ہوگئیں پھر ابن زیاد نے امیر الحرمین عمرو بن سعید کو حضرت رضی اللہ عنہ کے قتل کی خوشخبری کا خط لکھا اور اس نے اعلان کا حکم دیا اور اس نے اسکا اعلان کر دیا اور جب بنو ھاشم کی عورتوں نے اعلان کو سنا تو ان کی رونے اور آہ وزاری کی آوازیں اونچی ہوگئیں اور عمرو بن سعید کہنے لگا کہ یہ حضرت عثمان بن عفان کی بیویوں کے رونے کا بدلہ ہے۔

اور عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سامنے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا سر ایک ڈھال پر پڑا ہے اور اللہ کی قسم ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں مختار بن ابی عبید کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں کہ عبیداللہ بن زیاد کا سر ایک ڈھال پر پڑا ہے اور خدا کی قسم ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں کے مصعب بن زبیر کا سر اس کے آگے ایک ڈھال پر پڑا ہے اور ابوجعفر بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ زکریا بن یحییٰ الضریر نے مجھ سے بیان کیا کہ احمد بن خباب المصیصی نے ہم سے بیان کیا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے ابوجعفر سے کہا کہ مجھے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں کچھ بتاؤ گویا میں وہاں موجود تھا اس نے کہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت مسلم بن عقیل کا وہ خط لے کر آئے جو انہوں نے آپ کو لکھا تھا اور اس میں آپ کو اپنے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا اور جب آپ اور مقام قادسیہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ رہ گیا تو حُر بن تمیمی آپ سے ملا اور اس نے آپ سے کہا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اس شہر میں جانا چاہتا ہوں اس نے آپ سے کہا کہ واپس چلے جایئے میں نے اپنے پیچھے کوئی خیر نہیں چھوڑی کہ اس کی امید کروں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور آپ کے ساتھ حضرت مسلم بن عقیل کے بھائی بھی تھے انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم جب تک اپنے بھائی کے قاتلوں سے اپنا بدلہ نہ لیں یا ہم قتل نہ ہو جائیں ہم واپس نہیں جائیں گے آپ نے فرمایا کہ تمہارے بعد زندگی میں کوئی خیر ہی نہیں، پس آپ چل پڑے اور ابن زیاد کے سواروں کا پہلا قافلہ آپ سے ملا تو آپ کربلا کی طرف لوٹ آئے اور آپ نے اپنی پیٹھ کو وعدوں کا سہارا دیا تا کہ ایک طرف سے جنگ کریں پس آپ نے اتر کر اپنے خیمے لگائے اور آپ کے ساتھیوں میں سے ۴۵ سوار اور ایک سو پیدل تھے اور عمر بن سعد بن ابی وقاص کو ابن زیاد نے ری کا امیر بنایا اور اسے وصیت کی اور کہا کہ تو مجھے اس شخص کی طرف سے کافی ہو کر واپس اپنے کام پر چلا جا، اس نے کہا معاف کر و اس نے معاف کرنے سے گریز کیا اجتناب کیا تو اس نے کہا کہ مجھے آج رات کی مہلت دو اس نے اسے مہلت دی چھوٹ دی تو اس نے اس معاملہ میں غور فکر کیا اور جب صبح ہوئی تو وہ اس حکم سے جو اس نے اس کو دیا تھا تیار ہو کر اس کے پاس گیا پس عمر بن سعد حضرت حسین کی طرف گیا اور جب وہ آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تین باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کر لو۔ مجھے چھوڑ دو تا کہ جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو یا مجھے پھر سرحدوں پر جانے دو عمر نے قبول کر لیا اور عبیداللہ بن زیاد نے اسے خط لکھا کہ یہ نہیں ہوگا اور جب تک وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہ دیں کوئی عزت کی بات نہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! اب کبھی نہیں ہوگا اور اس نے آپ سے جنگ کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سب ساتھی قتل ہو گئے جن میں آپ کے گھر والوں کے دس پندرہ جوان بھی تھے اور ایک تیر آکر آپ کے بیٹے کو لگا جو آپ کی گود میں تھا اور آپ خون کو صاف کرنے لگے اور کہنے لگے اے اللہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما انہوں نے ہمیں بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور انہوں نے ہمیں قتل کر دیا پھر آپ کے حکم سے یمنی چادر لائی گئی جس کو آپ نے پھاڑا اسے پہن کر اپنی تلوار لیکر باہر نکلے اور جنگ کی حتی کہ قتل ہو گئے آپ کو مذحج کے ایک شخص نے قتل کیا اور اس نے آپ کا سر کاٹا پس وہ اُسے ابن زیاد کے پاس لے گیا اور اس نے اس بارے میں کہا میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو اور لاد دو میں نے پردہ میں رہنے والے بادشاہ کو قتل کیا ہے میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں باپ کی حفاظت کرنیوالے لوگوں سے بہتر ہے اور جب وہ نسب بیان کرتے ہیں تو بھی ان سے بہتر ہے۔

راوی بیان کرتا ہے اس نے اسے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا پس اس نے آپ کے سر کو اپنے آگے رکھا اور اس کے پاس ابو برزہ اسلمی بھی تھے اور یزید چھڑی سے آپ کے منہ پر آہستہ آہستہ ضربیں لگانے لگا اور کہنے لگا، وہ تلواریں ان مردوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیتی ہیں۔

جو ہم پر مشکل ہوتے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور ظالم ہوتے ہیں، ابو برزہ نے اُسے کہا اپنی چھڑی اٹھالو۔ خدا کی قسم! میں بہت دفعہ آپ ﷺ کو

اپنے منہ کو ان کے منہ پر رکھ کر چومتے دیکھا ہے راوی بیان کرتا ہے اور عمر بن سعد نے ان کی بیواؤں اور بچوں کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اور حسین کے آل میں سے کنبہ میں سے کوئی باقی نہ رہا سوائے ایک بچہ کے اور وہ عورتوں کے ساتھ مریض تھا ابن زیاد نے اس کے قتل کا حکم دیا تو حضرت زینب نے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا کہنے لگیں خدا کی قسم! جب تک تم مجھے قتل نہ کرو وہ قتل نہ ہوگا تو اُسے آپ پر ترس آ گیا اور وہ اس کے قتل سے رک گیا۔

راوی بیان کرتا ہے اس نے انہیں یزید کے پاس بھیج دیا اور یزید نے شام والوں کے ان لوگوں کو جو اس کے پاس موجود تھے جمع کیا، انہوں نے اس کے پاس آ کر اسے فتح کی مبارک باد دی اور ان میں سے ایک سرخ نیلگوں شخص کھڑا ہوا اور اس نے آپ کی بیٹیوں میں سے ایک خدمت کے قابل لڑکی کو دیکھ کر کہا اے امیر المؤمنین! مجھے یہ لڑکی بخش دیجئے، حضرت زینب نے کہا تجھے اور اُسے عزت حاصل نہ ہوا ایسا نہیں ہوگا مگر اس وقت جب تم دونوں اللہ کے دین سے خارج ہو جاؤ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ نیلگوں شخص نے اس بات کو دہرایا تو یزید نے اسے کہا اس بات سے رک جا، پھر وہ ان کو اپنے گھر والوں کے پاس لے گیا پھر انہیں سوار کر کے مدینہ بھیج دیا اور جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو بنی عبدالمطلب کی ایک عورت اپنے بازو کھولے اور اپنی آستین اپنے سر پر رکھے باہر آ کر ان سے ملی وہ رو رو کر کہہ رہی تھی کہ اگر آپ ﷺ تم سے کہیں کہ آخری امت ہوتے ہوئے تم نے میرے فوت ہونے کے بعد میرے گھر والوں اور میری اولاد کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو تم کیا جواب دو گے؟ ان میں سے کچھ تو قیدی ہیں اور کچھ خون سے رنگے اور بھرے ہوئے ہیں جب میں نے تمہاری خیر خواہی کی ہے تو یہ میرا بدلہ نہیں ہو سکتا کہ تم میرے رشتہ داروں کے بارے میں برائی سے میری جانشینی کرو اور ابو مخنف سلیمان بن ابی راشد نے عبدالرحمان بن ابی عبید الکنود کے حوالہ کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عقیل کی بیٹی نے یہ اشعار کہے، اور زبیر بن بکار نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کی آل اولاد مدینہ نبویہ میں داخل ہوئی تو زینب الصغریٰ بنت عقیل بن ابی طالب نے یہ اشعار کہے اور ابوبکر بن الانباری نے اپنی اسناد سے روایت کی ہے کہ زینب بنت علی بن ابی طالب جو حضرت فاطمہ کے پیٹ سے تھیں جو حضرت عبداللہ جعفر کی بیوی اور ان کے بیٹوں کی ماں تھی نے کربلا کے دن یعنی جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے اپنے خیمے کا پردہ اٹھایا اور یہ اشعار کہے واللہ اعلم۔

اور ہشام بن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے عمرو بن المقدام کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عکرمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے ہم نے جب اس کی صبح کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری ایک لونڈی ہم سے بیان کر رہی ہے کہ میں نے گذشتہ رات سے پہلی رات کو ایک پکارنے والے کو پکارتے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ اے حسین کو ظلم کے طریقہ پر قتل کرنے والو تمہیں عذاب و سزا کی بشارت ہو، تمام آسمان والے، نبی، ملک اور لوگ تمہارے خلاف بددعا کر رہے ہیں تم پر حضرت داؤد حضرت موسیٰ اور انجیل کے حامل یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے لعنت کی گئی ہے ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن حیزوم الکلبی نے اپنی ماں کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے اس آواز کو سنا ہے اور لیث اور ابونعیم نے ہفتے کا دن بیان کیا ہے اور حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری وغیرہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں بعض متقدمین کے جو اشعار سنائے ہیں ان میں سے یہ اشعار بھی ہیں:

وہ لوگ محمد ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کے سر کو خون میں لتھڑا ہوا لے کر آئے اور اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے انہوں نے تجھے واضح طور پر جان بوجھ کر قتل کیا ہے انہوں نے تجھے پیاسا رکھ کر قتل کیا ہے اور انہوں نے تیرے قتل کے بارے میں قرآن میں غور نہیں کیا اور تیرے قتل پر وہ تکبیر کہتے ہیں حالانکہ انہوں نے تیرے قتل کرنے سے تکبیر و تہلیل کو قتل کر دیا ہے۔

باب

حضرت حسین ۱۰ محرم ۶۱ھ کو بروز جمعہ شہید ہوئے اور ھشام بن الکلبی نے ۶۲ھ بیان کیا ہے اور یہی قول علی بن المدینی کا ہے اور ابن لہیعہ نے ۶۲ھ یا ۶۳ھ بیان کیا ہے اور دوسرے لوگوں نے ۶۰ھ بیان کیا ہے اور پہلا قول صحیح ہے آپ طف میں عراق کی سرزمین پر کربلا کے مقام پر قتل ہوئے اور آپ کی عمر ۵۸ سال یا اس کے قریب قریب تھی اور ابونعیم نے اپنے قول میں غلطی کھائی ہے کہ آپ ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ عبدالصمد بن حسان نے ہم سے بیان کیا کہ عمارہ ابن نے ثابت سے حضرت انس کے حوالہ سے ہم سے بیان کیا کہ بارش کے فرشتے نے حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اُسے اجازت دیدی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ہمارے دروازے کی نگرانی کرنا کہ کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور کود کر اندر داخل ہو گئے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے کندھے پر چڑھنے لگے فرشتے نے کہا کہ کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا کہ آپ کی امت اسے قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھادوں جہاں پر قتل ہوگا، راوی بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنا ہاتھ مارا اور آپ کو سرخ مٹی دکھائی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ مٹی لے لی اور اسے اپنے کپڑے کے دامن میں (پلو) میں باندھ لیا۔ راوی بیان کرتے ہے کہ ہم سنا کرتے تھے کہ آپ کربلا میں قتل ہوں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن سعید نے اپنے باپ سے حضرت عائشہ کے حوالہ سے یا حضرت ام سلمہ کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے نہیں آیا تھا اور اس نے مجھے کہا بلاشبہ آپ کا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ مقتول ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ زمین بھی دکھادوں جس میں آپ یعنی وہ حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوں گے راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے سرخ مٹی نکال لی اور اس حدیث کو حضرت ام سلمہ کے حوالہ کی طرح روایت کیا گیا ہے اور طبرانی نے اسے ابوامامہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے اور اسمیں حضرت ام سلمہ کا واقعہ ہے اور محمد بن سعد نے اسے حضرت عائشہ کے حوالہ سے حضرت سلمہ کی روایت کی طرح روایت کیا ہے (واللہ اعلم)

حضرت زینب بنت جحش اور حضرت عباس کی بیوی لبابہ ام فضل کی حدیث سے بھی روایت کیا گیا ہے اور کئی تابعین نے اسے مرسل کہا ہے اور ابو القاسم بغوی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ھارون ابوبکر نے ہم سے بیان کیا کہ ابراھیم بن محمد الرقی اور علی بن حسن رازی نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبدالملک ابوواقد الحرانی نے ہم سے بیان کیا کہ عطاء بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ اسعد بن حکیم نے اپنے باپ کے حوالہ سے ہم سے بیان کیا کہ میں نے انس بن حارث کو بیان کرتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میرا بیٹا یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا کی زمین پر قتل ہوگا اور تم میں سے جو شخص اس موقعہ پر موجود ہو وہ اس کی مدد کرے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ انس بن حارث کربلا کی طرف گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل ہو گئے ابوالقاسم بغوی بیان کرتے ہیں، میں نہیں جانتا کہ اس کے سوا کسی دوسرے شخص نے اسے روایت کیا ہو، امام احمد نے بیان کیا ہے کہ محمد بن عبید نے ہم سے بیان کیا کہ شراحیل بن مدرک نے عبداللہ بن یحییٰ سے اس کے باپ کے حوالہ سے بیان کیا ہم سے کہ وہ حضرت علی کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ آپ کا پیالہ (سامان) اٹھانیوالا تھا اور جب وہ صفین کو جاتے ہوئے نینوی مقام سے گزرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ اے ابوعبداللہ! ٹھہر جاؤ، اے ابوعبداللہ! فرات کے کنارے پر ٹھہر جاؤ میں نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دن آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ کی آنکھیں آبدیدہ تھیں، میں نے پوچھا آپ کس وجہ سے روئے؟ آپ نے فرمایا ابھی جبرائیل میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں انہوں نے مجھے حسین کے فرات پر قتل ہونے کی اطلاع دی ہے نیز کہا کہ اس کی خاک آپ کو سونگھادوں آپ فرماتے ہیں کہ اس نے ہاتھ آگے کیا اور ایک مشت خاک لیکر مجھے دیدی اور میں اپنے آنسوؤں کو تھام نہ سکا۔ احمد اس روایت میں تنہا ہیں۔

اور محمد بن سعد نے علی بن محمد بن سے انہوں نے یحییٰ بن زکریا سے انہوں نے ایک آدمی سے انہوں نے عامر شعبی سے انہوں نے علی سے اسی طرح روایت کی ہے اور محمد بن سعد وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ صفین جاتے ہوئے اندراان کے پودوں کے پاس کربلا سے انکا گزر ہوا تو آپ نے اسکا نام پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ اسکا نام کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا کرب اور بلاء، آپ نے وہاں اتر کر ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہاں شہداء قتل ہوں گے جو صحابہ کے علاوہ بہترین شہداء میں سے ہوں گے اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور آپ نے وہاں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا پس ان کو اس کی کچھ شناخت ہوگئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی جگہ قتل ہوئے نیز حضرت کعب الاحبار سے کربلاء کے بارے میں کچھ روایات مروی ہیں اور ابوالجناب الکلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل کربلاء حضرت حسین رضی اللہ

عنہ پر ہونے والے جنات کے نوحہ کو کافی عرصہ تک سنتے رہے اور وہ کہتے تھے

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی جبیں پر ہاتھ پھیرا ہے اور اس کی چمک آپ کی گالوں میں ہے آپ کے والدین قریش کے بلند مرتبہ آدمیوں سے ہیں آپ کا نانا بہترین ہے اور ایک آدمی نے انہیں جواب دیا:

> وہ ان کے ہاں آ کر انہیں لے گئے اور وہ آپ کے لئے بہت برا وفد تھا انہوں نے اپنے نبی کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر دیا ہے اور اس کے ذریعہ گالی والوں کو سکون فراہم کر دیا ہے اور ابن عسا کر نے روایت کی ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت ایک غزوہ کی جانب گئی تو انہوں نے ایک گرجا گھر میں لکھا دیکھا۔
>
> کیا وہ امت جو حسین رضی اللہ عنہ کی قاتل ہے میدان محشر میں ان کے نانا کی سفارش کی امید رکھتی ہے۔

انہوں نے ان سے سوال کیا کہ اس کا لکھنے والا کون ہے انہوں نے کہا کہ یہ آپ کے رسول کی آمد سے تین سو سال سے پہلے لکھا گیا تھا روایت ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا واپس آ کر شراب پیتے ہوئے رات گزاری اور سر انکے پاس موجود تھا تو ایک لوہے کا قلم ان کے لئے رونما ہوا اور اس نے خود بخود دیوار پر ان کے لئے شعر لکھنا شروع کر دیا کیا وہ امت جو حسین رضی اللہ عنہ کی قاتل ہے یوم حساب کو اس کے نانا کی سفارش کی امیدوار ہے؟

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمان اور عفان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن سلمہ نے عمار بن ابی عمار سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دوپہر کو بحالت خواب آپ ﷺ کو پریشان حالت میں دیکھا اور آپ کے پاس ایک خون کی بوتل ہے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے میں اس دن سے لگا تار اس کو جمع کر رہا ہوں عمار نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اس دن شمار کیا تو پتہ چلا کہ آپ اسی دن قتل ہوئے ہیں۔ احمد اس کی روایت میں تنہا ہیں اور اس کی سند مضبوط ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد بن ہانی بن ابوعبدالرحمان نحوی نے ہمیں بتایا ہے کہ مہدی بن سلیمان نے ہمیں خبر دی کہ علی بن زید بن جدعان نے ہم کو خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا خدا کی قسم حضرت حسن رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ اے ابن عباس آخر کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس ایک شیشی پڑی تھی جس کے اندر خون تھا آپ نے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے کہ میرے بعد میری امت نے کیا کام سرانجام دیا ہے؟ انہوں نے حسین کو قتل کر دیا اور یہ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، میں ان دونوں خونوں کو اللہ کے سامنے پیش کروں گا، پس جس دن آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی آپ نے اس دن اور اس وقت کو محفوظ کر لیا اور چند روز ہی گزرے تھے کہ آپ کے پاس خبر آئی کہ آپ اسی دن اس وقت قتل ہوئے ہیں اور ترمذی نے ابی سعید الاشج سے انہوں نے ابوخالد احمر سے انہوں نے رزین سے انہوں نے سلمی سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں ام سلمہ کے پاس گئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے سوال کیا آپ کیوں روتی ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کا سر اور داڑھی خاک آلود ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہوا ہے؟ فرمایا میں نے ابھی حسین کا قتل دیکھا ہے۔

اور محمد بن سعد نے فرمایا کہ محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ قرۃ بن خالد نے ہمکو خبر دی کہ عامر بن عبدالواحد نے شہر بن حوشب کے حوالہ سے مجھے بتایا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بیوی ام سلمہ کے پاس تھی کہ ہم نے دادخواہ کی آواز سنی وہ حضرت ام سلمہ کے پاس آ کر خبر دینے لگا کہ حسین قتل ہو گئے ہیں حضرت ام سلمہ نے پوچھا کہ انہوں نے یہ کام انجام دیدیا اللہ تعالیٰ ان کی قبور یا گھروں کو آگ سے پُر کر دے اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں اور ہم واپس آ گئے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مہدی نے ہم کو خبر دی کہ انہوں نے عمار کے حوالہ سے ہم سے ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا آپ نے فرمایا میں نے سنا کہ جنات حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رو رہے ہیں نیز میں نے جنات کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ خواں دیکھا۔ اسے حسین بن ادریس نے ہاشم بن ہاشم سے وہ اس کی ماں سے وہ ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ اے قاتلان حسین! تمہیں جہالت میں اس قتل پر عذاب وسزا کی بشارت ہو تمام آسمان والے نبی، مرسل اور دیگر لوگ تمہارے خلاف بددعا کر رہے ہیں تم حضرت داؤد حضرت موسیٰ اور صاحب انجیل کی زبان پر ملعون ہو۔

ایک روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس شعر کو دوسری طرح روایت کیا گیا ہے اور خطیب نے بتایا ہے کہ احمد بن عثمان بن ساج السکری نے محمد بن عبداللہ بن ابراہیم الشافعی سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو محمد بن شداد المسمعی نے خبر دی کہ ہمیں ابونعیم نے ان کو عبیداللہ بن حبیب بن ابی ثابت وہ سعید بن جبیر سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ باری تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرف وحی کی کہ میں نے حضرت یحییٰ بن زکریا کے قتل کے بدلہ میں ستر ہزار آدمیوں کا قتل کیا اور تیری بیٹی کے فرزند ارجمند کے بدلے میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کا قتل کرنے والا ہوں۔

یہ حدیث بہت غریب ہے اور حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں درج کیا اور طبرانی نے اس جگہ بہت غریب آثار کو نقل کیا ہے اور شیعہ نے یوم عاشورہ کے بارے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا اور بہت سی جھوٹی احادیث گھڑیں مثلاً اس دن سورج گرھن ہو گیا ستارے نظر آنے لگے اور جس پتھر کو اٹھایا جاتا نیچے سے خون دکھائی دیتا آسمان کی آفاق سرخ ہو گئیں سورج طلوع ہوتا تو اس کی شعائیں خون کی مانند ہوتیں اور آسمان خون کے لوتھڑوں کی طرح ہو گیا اور ستارے آپس میں ٹکرا گئے اور آسمان نے سرخ خون برسایا اس سے قبل آسمان پر یہ سرخی نہ تھی وغیرہ وغیرہ۔

اور ابن لہیعہ نے ابوقبیل المعافری کے حوالہ سے روایت کی ہے اس دن سورج گرھن ہوا یہاں تک کہ ستارے ظاہر ہو گئے اور وہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو شاہی محل میں لے گئے تو دیواروں سے خون برسنے لگا اور زمین میں تین دن تک اندھیرا رہا۔ ''جوشی''، ''زعفران'' اور ''ورس'' سے ملتی وہ اس کے چھونے سے جل جاتی اور بیت المقدس کے جس پتھر کو اٹھایا جاتا اس کے نیچے تر خون دکھائی دیتا اور حضرت حسین کے جن اونٹوں کو مال غنیمت کے طور پر لے کر پکایا تو ان کا گوشت اندرائین کی طرح کڑوا ہو گیا اس قسم کی دیگر جھوٹی اور موضوع روایات میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے نیز آپ کے قتل کی نسبت سے جن روایات اور فتن کا تذکرہ ہوا وہ اکثر صحیح ہیں اور قاتلان حسین میں سے بہت کم ہی کوئی دنیا میں آفت مصیبت سے بچا ہوگا اور وہ اس دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھایا گیا یہاں تک کہ بیماری نے اس کو لے لیا ہو انمیں سے اکثر مجنون ہو گئے اور شیعہ اور روافض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت احادیث وضع کی ہیں۔

اور جو کچھ ہم نے بیان کیا اسکا بعض حصہ محل نظر ہے اور اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ اور ائمہ نے اسکا تذکرہ نہ کیا ہوتا تو میں اسے ذکر نہ کرتا اور اس کا بیشتر حصہ ابومخنف لوط بن یحییٰ کی روایت سے ہے جو شیعہ تھا اور ائمہ کے ہاں وہ حدیث کے بارے میں کمزور ہے بلکہ وہ حافظ مؤرخ ہے اس کے پاس ایسی اشیاء ہیں جو دیگر کے یہاں نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے بعد کے بہت سے مصنفین نے اس پر طعن و تشنیع کی ہے۔

اور شیعیت نے چار صد سالوں کی حدود میں اور اس کے قریب قریب حکومت بنی امیہ میں حد سے تجاوز کیا۔ یوم عاشوراء کو بغداد اور دیگر شہروں میں ڈھول بجانا اور راستوں میں بازاروں میں توڑی اور بھوسہ بکھیرنا دوکانوں پر ٹاٹ لٹکانا اسکا رواج پڑ گیا تھا لوگ غم و حزن کا اظہار کرتے لوگ اس رات کو پانی نہ پیتے کیونکہ حضرت حسین کو پیاسا قتل کیا گیا تھا۔ پھر عورتیں بلا حجاب نوحہ کرتیں اپنے سینوں اور چہروں پر تھپڑ مارتیں ننگے پاؤں بازاروں کا رخ کرتیں اس کے علاوہ اور بہت سے قبیح بدعات و رسومات اور خود ساختہ رسوائی کے امور سرانجام دیتے، مقصود اس بنی امیہ کی حکومت کو رسوا کرنا تھا کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل اسی حکومت میں ہوا تھا۔

اور شام کے خوارج نے یوم عاشوراء کو شیعہ کے برعکس یہ کیا کہ دانے پکاتے، نہاتے، نفیس لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اس دن کو عید مناتے۔ اور اس روز مختلف کھانے پکاتے اور خوشی کا اظہار کرتے، مقصود اس سے شیعہ و روافض کی مخالفت تھی۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں یہ تاویل کرتے کہ اتحاد بین المسلمین کو توڑنے اور جس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی تھی بالاتفاق وہ امیر بن گیا تھا اسے معزول اور امارت سے اتارنے آئے تھے اور صحیح مسلم میں اس کے متعلق زجر اور انتباہ کرنے اور دھمکانے کی روایت آئی ہے۔

اگر چہ جاہل طبقہ نے آپ کے خلاف غلط تاویل کر کے آپ کو قتل کر دیا ہے مگر ان پر تین باتوں کا قبول کرنا لازم اور ضروری تھا جن کا تذکرہ ماقبل میں ہو چکا ہے۔

مگر حقیقت وہ نہیں جیسا کہ انکا زعم تھا بلکہ قد یم و جدید ائمہ کی ایک معتد بہ جماعت نے کوفہ کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ماسوا (اللہ انکا بھلا

کرے) آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کو صحیح نہ سمجھا اور اہل کوفہ کی اکثریت نے خط و کتابت کا سلسلہ اس لئے جاری کیا کہ وہ اپنے مذموم مقاصد کو حاصل نہ کرسکیں۔

اور جب ابن زیاد کو علم ہوا کہ وہ حصول دنیا (امارۃ) کے خواہش مند ہیں تو اس نے طمع دے کر اور خوفزدہ کر کے آپ کے خلاف ابھار دیا تب انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تنہا چھوڑ دیا بعد میں آپ کو قتل کر دیا پوری فوج اس قتل پر رضا مند نہ تھی بلکہ یزید خود اس پر راضی نہ تھا۔ واللہ اعلم۔ اور اس نے اس پر عدم رضا کا بھی اظہار نہ کیا۔ زیادہ گمان یہی ہے کہ اگر یزید کو آپ پر قبل القتل قدرت حاصل ہو جاتی تو وہ اپنے والد کی وصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے معاف کر دیتا جیسا کہ خود اس نے اپنے متعلق یہ صراحت کی، غالب گمان ہے کہ اس عمل کی وجہ سے ابن زیاد کو ملعون قرار دیا تھا اور اس پر سب وشتم کی ہے مگر اسے نہ عہدہ سے ہٹایا نہ اس کو سزا دی اور کوئی آدمی بھیج کر اس کو برا بھلا بھی نہ کہا آپ کے قتل کی وجہ سے ہر مسلمان کو غم و رنج ہونا چاہیے۔ بے شک آپ سید خاندان سے متعلق اور صحابہ میں سے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اس صاحبزادی کے فرزند ارجمند تھے جو آپ کی تمام بنات میں افضل تھی اور آپ عبادت گزار شجاع اور سخی تھے مگر روافض جس طرح غم و رنج کا اظہار کرتے ہیں وہ اچھا نہیں ممکن ہے کہ اس غم کا اکثر حصہ ریاء کاری اور شہرت پر مبنی ہو۔

نیز آپ کے والد ماجد آپ سے بہتر تھے انکا بھی قتل ہوا مگر یوم عاشورا کے دن کی طرح ان کے قتل کا ماتم نہیں کرتے بیشک آپ کے والد ۱۷ رمضان ۴۰ھ بروز جمعہ فجر کی نماز کو جاتے ہوئے قتل ہوئے تھے اس طرح (خلیفہ ثالث) عثمان رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے تھے جو تمام اہل سنت کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے افضل اور بہتر تھے آپ ذوالحجہ ۳۶ھ کو ایام تشریق میں اپنے گھر نظر بند کر کے قتل کیے گئے آپ کی شہ رگ کو کاٹا گیا مگر لوگوں نے اس دن کو ماتم کا دن نہیں بنایا ایسے ہی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ سے بلا شبہ افضل و بہتر تھے۔

آپ (مسجد) کے محراب میں نماز فجر پڑھاتے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے قتل ہوئے لوگوں نے اس دن کو بھی ماتم کا دن نہ بنایا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ سے افضل تھے لوگوں نے آپ کے وفات کے دن کو بھی ماتم کا دن نہیں مقرر کیا اور رسول اللہ ﷺ دنیا و آخرت میں ساری بنی آدم کے سردار ہیں حضور کی اس طرح وفات ہوئی جیسے اس سے قبل دیگر انبیاء کی وفات ہوئی کسی نے بھی وفات کے دن کو ماتم کا دن نہیں بنایا۔ اور نہ وہ افعال انجام دیئے جو ہر جہال رافضی قتل حسین رضی اللہ عنہ کے دن کرتے ہیں نہ ان کے یوم الوفات کو نہ اس سے پہلے مذکورہ بالا افعال میں سے کسی فعل کو اپنایا جسکو روافض قتل حسین کے دن دہراتے ہیں جیسے سورج کا گرہن ہونا افق آسمان کا سرخ ہونا وغیرہ وغیرہ اس جیسے آلام کو بیان کرتے وقت اصل بات جو قابل بیان ہے وہ یہ ہے جسکو علی بن حسین نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان مصیبت میں مبتلا ہوا اور باوجود قدیم العہد ہونے اس کو یاد کرتا ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے تو اس دن کی طرح بدلہ دیتے ہیں جس دن وہ اس تکلیف میں مبتلا ہوا تھا۔

اس کو امام احمد وابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

روضۂ حضرت حسین رضی اللہ عنہ...... اکثر متاخرین کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ وہ روضہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قریب دریائے کربلا کے پاس طف نامی مقام میں ہیں۔ ابن جریر وغیرہ فرماتے ہیں کہ آپ کے جائے قتل کا نشان ختم ہوگیا اور اس کی تعیین کے بارے میں کسی کو خبر نہیں ہے اور ابونعیم، الفضل بن دکین اس شخص پر طعن کرتے تھے جو مقبرہ حسین رضی اللہ عنہ کی یقین کا دعویٰ کرے۔

اور ہشام بن کلبی نے خبر دی ہے کہ مقبرہ حسین کو ختم کرنے کے لئے اس کی طرف پانی چھوڑ دیا گیا اور وہ پانی چالیس دن کے بعد خشک ہوگیا۔ اور بنی اسد کا دیہاتی آیا اور ایک ایک مشت خاک اٹھا کر اسے سونگھنے لگا حتی کہ وہ روضہ حسین رضی اللہ عنہ پر گر پڑا اور رو کر کہنے لگا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کتنے خوشبودار ہیں۔ آپ کی مٹی بھی خوشبو والی ہے پھر کہنے لگا لوگوں نے چاہا کہ آپ کی قبر کو چھپا دیں آپ کے دشمن سے مگر خاک قبر کی خوشبو نے قبر کی نشاندہی کر دی۔

حضرت حسین کا سر ...... مؤرخین اور اہل سیر کے نزدیک یہ معروف ہے کہ سرابن زیاد نے یزید ابن معاویہ کے پاس بھیج دیا مگر بہت سے لوگوں نے اس کو پسند نہ کیا، میرے یہاں اول قول زیادہ معروف ہے۔ (واللہ اعلم)

پھر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کی جائے تدفین کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

محمد بن سعد نے فرمایا کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر عمرو بن سعید جو کہ مدینہ کے نائب والی ہیں کے پاس بھجوادیا اور اس نے یہ سر آپ کی والدہ کے قریب بقیع میں دفن کردیا اور ابن ابی الدنیا نے عثمان بن عبدالرحمان کے طریق سے محمد بن عمر بن صالح کے حوالہ سے بیان کیا؟ (مگر یہ دونوں ضعیف ہیں) کہ آپ کا سرتا حیات یزید بن معاویہ کے خزانہ میں رہا جب وہ مرگیا تو اسے لے کر کفن میں لپیٹ کر دمشق میں باب الفرادیس میں دفن کردیا گیا۔ میں کہتا ہوں! موجودہ دور میں وہ مقام باب الفرادیس الثانی کے اندر مسجد الراس کے نام سے معروف ہے۔

اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یزید بن معاویہ کی ریانامی دایہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ جب یزید کے آگے رأس حسین لایا گیا تو اس نے ابن الزبعری کا شعر بطور مثل پڑھا:

کاش میرے بڑے بدر میں نیزوں کے لگنے سے خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھتے راوی نے کہا کہ پھر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر دمشق کے اندر تین دن تک لٹکائے رکھا پھر اسے اسلحہ رکھنے کی جگہ محفوظ کردیا حتیٰ کہ سلیمان بن عبدالملک کا دور آیا تو سر اس کے پاس لایا گیا وہ سفید ہڈیوں کی شکل میں تھا اس نے اسے کفن دیا خوشبو لگائی اور اس پر نماز پڑھی اور مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کردیا، جب بنوعباس آئے تو انہوں نے اس کو کھود کر نکالا اور لے گئے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ وہ عورت بنوامیہ کے عہد حکومت کے بعد بھی زندہ رہی اس کی عمر ایک صد سال سے اوپر تھی۔

فاطمیوں نے ۴۰۰ھ سے پہلے سے لے کر ۶۶۰ھ کے بعد تک مصر کے شہروں پر قبضہ کیا اور دعویٰ یہ کیا کہ حضرت حسین کا سر انہی شہروں میں مدفون ہے اور ان پر ۵۰۰ھ کے بعد ایک مزار بنایا جو مصر میں تاج الحسین کے نام سے معروف ہوا اور بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور اس سے ان کا مقصود اپنے نسب شریف کے باطل دعوے کو چھپانا ہے۔ وہ اس کے اندر وہ لوگ کذاب اور خائن ہیں۔ قاضی باقلانی اور دیگر علماء نے ان باتوں کو فاطمیوں کے دور حکومت ۴۰۰ ہجری کے واقعات میں بیان کیا ہے۔ ہم ان سب باتوں کو اپنے مقام پر بیان کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ لوگ ایک سر لائے اور اسے مذکورہ مسجد میں رکھ دیا اور مشہور کردیا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ پھر یہ بات مشہور ہوگئی اور لوگوں نے اس پر یقین کرلیا۔

آپ کے بعض فضائل ...... امام بخاری نے شعبہ اور مہدی بن میمون کی حدیث سے بحوالہ محمد بن ابی یعقوب روایت کی ہے کہ میں نے ابن نعیم سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا کہ ایک عراقی نے آپ سے اس محرم شخص کے بارے میں پوچھا جس نے کسی مکھی کو ماردیا ہو، آپ نے فرمایا: کہ اہل عراق مکھی کے بارے میں تو پوچھتے ہیں جبکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو شہید کردیا اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں (حسنین) میرے دنیا کے دو پھول ہیں، امام ترمذی نے یہ روایت عن عقبہ بن مکرم عن وھب بن جریر عن ابیہ عن بن ابی یعقوب روایت کیا ہے کہ ایک عراقی شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ کپڑے کو اگر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ حالانکہ انہوں نے نواسۂ رسول اللہ ﷺ کو شہید کردیا۔ پھر پوری حدیث نقل کی، اس کے بعد انہوں نے کہا: یہ حدیث حسن اور صحیح ہے امام احمد ابن حنبل نے بیان کیا فرمایا ہم سے ابواحمد نے بیان کیا کہ سفیان نے ابی الحجاف سے انہوں نے ابی حازم سے انہوں نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے ہمیں سنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ان دونوں (حسنین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے نفرت رکھی اس نے مجھ سے نفرت رکھی، امام احمد نے کہا کہ ولید بن سلیمان کوفی نے ہمیں بتایا کہ ابوالحجاف نے ابوحازم سے بواسطہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حسن، حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا: کہ جو تم سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو تم سے صلح کرے گا تو میری بھی اس سے صلح ہوگی، ان دونوں کی روایت میں، امام احمد تنہا ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ ابن نمیر نے ہمیں بتایا کہ حجاج بن دینار نے جعفر بن ایاس سے انہوں نے

عبدالرحمٰن بن مسعود سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ حضور ﷺ ہمارے، پاس تشریف لائے جبکہ حضرات حسنین بھی آپ کے ساتھ تھے ایک دائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں کندھے پر آپ ایک بار حضرت حسن کو چومتے اور دوسری بار حضرت حسین کو، یہاں تک کہ آپ ہمارے قریب پہنچ گئے، ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم آپ ان سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں۔

ابو یعلی موصلی نے کہا کہ ابوسعید الاشج نے ہمیں بتایا کہ عقبہ بن خالد نے مجھے بیان کیا کہ یوسف بن ابراہیم تیمی نے مجھے سنایا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون سا شخص آپ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا حسنین، راوی کا بیان ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ، ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے، اسی طرح امام ترمذی نے اسے ابوسعید الاشج سے نقل کیا اور فرمایا: کہ یہ حضرت انس کی حدیث میں سے حسن غریب ہے امام احمد نے فرمایا کہ اسود بن عامر اور عفان حماد بن سلمہ علی بن زید بن جدعان سے انہوں نے حضرت انس سے نقل کر کے ہم سے بیان کیا کہ حضور جب فجر کی نماز کے لئے جاتے تو چھ ماہ تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے گزرتے ہوئے فرماتے اے اہل بیت! نماز پڑھو (انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) امام ترمذی نے یہ روایت عبد بن حمید سے بحوالہ عفان نقل کی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور ہمیں صرف حماد بن سلمہ کی حدیث معلوم ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ محمود بن غیلان نے ہمیں بتایا کہ ابو اسامہ نے، فضیل بن مرزوق سے انہوں نے عدی بن ثابت سے بحوالہ حضرت براء نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرات حسنین کو دیکھا اور فرمایا اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس آپ بھی ان سے محبت فرمائیے اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام احمد نے زید بن حباب سے بواسطہ حسین بن واقد اور حضرات سنن اربعہ حسن بن واقد کی حدیث کو بریدہ سے بواسطہ ان کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حضرت حسن و حسین سرخ قمیص پہنے چلتے اور ڈگمگاتے ہوئے آ جاتے تو آپ منبر سے اتر کر دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا دیتے پھر فرماتے، اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا: (تمہارے اموال اور اولاد صرف فتنہ ہیں) میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا، یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کاٹ کر انہیں اٹھا لیا، یہ الفاظ ترمذی کے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف حسین بن واقد کی نسبت سے جانتے ہیں پھر انہوں نے فرمایا: کہ حسین بن عرفہ نے ہمیں بتایا کہ اسمٰعیل بن عیاش نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے انہوں نے سعید بن راشد سے وہ یعلی بن مرہ سے نقل کر کے ہمیں سناتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے گا اللہ بھی اس سے محبت کرے گا حسین نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے اس کے بعد امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور امام احمد نے اسے عفان، وہیب، عبداللہ بن عثمان، خثیم نقل کیا ہے اور طبرانی اسے بکر بن سہل عن عبداللہ بن صالح عن معاویہ بن صالح بن راشد بن سعد عن یعلی بن مرہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین نواسوں میں سے دو نواسے ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ سفیان، یزید بن ابی زیاد عن ابی نعیم عن ابی سعید الخدری ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسن اور حسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

امام ترمذی نے یہ روایت بواسطہ یزید بن ابی زیاد سفیان ثوری کی حدیث سے نقل کی ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے، ابوالقاسم بغوی نے یہ روایت داؤد بن رشید عن مروان الفزاری عن الحکم بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم عن ابیہ عن ابی سعید نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میری خالہ کے بیٹوں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے علاوہ حسن اور حسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں، اور امام نسائی نے اسے مروان بن معاویہ فزاری کی حدیث سے نقل کیا ہے اور سوید بن سعید نے محمد بن حازم عن الاعمش عن عطیہ بن ابی سعید روایت کیا ہے اور امام احمد نے فرمایا وکیع بن ربیع عن سعد سے بواسطہ ابوسابط ہم سے بیان کیا: کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے، تو حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا: کہ جو شخص نوجوانان جنت کے سردار کو دیکھنا چاہے وہ اس کی طرف دیکھے میں نے سے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، امام احمد اس کی روایت میں تنہا ہیں اور ترمذی و نسائی نے اسرائیل کی

حدیث سے عن میسرہ بن حبیب عن منہال بن عمرو عن زر بن حبیش عن حذیفہ نقل کیا ہے کہ ان کی والدہ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس دعا لینے کے لئے بھیجا، راوی کا بیان ہے کہ میں آپ کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، اس کے بعد عشاء کے وقت عشاء کی نماز پڑھائی، پھر آپ پیچھے مڑے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا: آپ نے میری آواز سن کر پوچھا یہ کون ہے؟ حذیفہ تو نہیں ہے؟ کہا! جی ہاں حذیفہ ہی ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے تو کس کام سے آیا؟ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج رات کو آیا۔ وہ اس سے پہلے زمین پر نہیں اترا، اس نے مجھے سلام کیا اور بشارت دینے لگا، کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنین نوجوانان جنت کے سردار ہیں میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی ہے، پھر ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صرف اسرائیل کی حدیث سے معروف ہے اس قسم کی حدیث حضرت علی ابی طالب کی حدیث اور خود حضرت حسین کی حدیث سے بھی مروی ہے۔

حضرت عمر اور آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمر حضرت عباس اور ابن مسعود وغیرہ کی حدیث سے بھی یہ روایت ہے البتہ ان سب سندوں میں ضعف پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابوداؤد طیالسی نے فرمایا کہ موسیٰ بن عطیہ نے اپنے والد سے بحوالہ حضرت ابو ہریرہ ہم سے فرمایا، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسن وحسین کے بارے میں فرماتے سنا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے ان دونوں سے محبت رکھنی چاہئے امام احمد نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد نے ہمیں بتایا کہ اسمٰعیل بن جعفر نے ہم سے بیان کیا محمد بن حرملہ بواسطہ عطا مجھے خبر دی کہ ایک شخص نے اسے بتایا کہ اس نے حضور ﷺ کو حضرت حسن وحسین کو اپنے ساتھ چمٹائے دیکھا آپ فرمارہے تھے، اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں آپ بھی انہیں محبوب بنا لیجئے! حضرت اسامہ بن زید حضرت سلیمان فارسی سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی گئی، مگر اس میں ضعف وکمزوری پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

امام احمد نے فرمایا کہ اسود بن عامر نے ہمیں خبر دی کہ کامل کے دونوں بیٹوں کامل اور ابو منذر نے ہمیں بتایا کہ اسود نے بیان کیا کہ المعنی نے ابوصالح سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ ہمیں بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک تھے جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے نواسے حسن وحسین آپ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور جب آپ اپنا سر اٹھاتے تو آپ انہیں نرمی سے پکڑ کر زمین پر اتار دیتے اور جب دوبارہ سجدے کے لئے جاتے تو وہ دوبارہ اسی طرح کرتے یہاں تک کہ آپ نے نماز پڑھ لی اور دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھالیا، راوی کا کہنا ہے کہ میں نے جا کر آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! میں ان دونوں بچوں کو ان کی والدہ کے پاس واپس لے جاؤں؟ راوی کہتا ہے کہ پس بجلی کوندی اور آپ نے فرمایا جاؤ! اپنی امی کے پاس چلے جاؤ! راوی کا بیان ہے کہ اس کی روشنی تھم گئی یہاں تک کہ وہ دونوں بچے اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔

موسیٰ بن عثمان حضرمی نے عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی طرح کی روایت کی ہے؟ اور ابوسعید اور حضرت ابن عمر سے بھی اس کے قریب قریب روایت کی گئی ہے امام احمد نے فرمایا: کہ عفان نے ہمیں بتایا کہ معاذ بن معاذ نے ہمیں خبر دی کہ قیس بن ربیع نے ابوالمقدام عبدالرحمٰن الازرق نے بحوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں سنایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو حسن وحسین نے پانی مانگا تو رسول اللہ ﷺ ہماری ایک بکری کے پاس گئے تاکہ اسے دوہئیں۔

پس اس نے دودھ دیا اور دوسرے نے آکر اُسے ہٹا دیا۔ تو حضرت فاطمہ نے عرض کی: یا رسول اللہ گویا آپ کو یہ دونوں بہت محبوب ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: نہیں مگر اس نے اس سے پہلے پانی مانگا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا: میں اور تو اور یہ دونوں سونے والے قیامت کے روز ایک مقام میں ہوں گے احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو تنہا روایت کرتے ہیں۔ جبکہ ابوداؤد طیالسی نے اس رقعہ کو عن عمرو بن ثابت عن ابی عن ابی فاختہ عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے اور اسی طرح بیان فرمایا ہے مزید لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب دونوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کو اٹھا لیتے تھے اور باپ کی طرح رہا کرتے تھے۔

ایک دفعہ یمن سے حلے آئے تو آپ نے انھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیٹوں میں تقسیم فرمادیا۔ اور ان دونوں کو کچھ نہ دیا اور فرمایا ان دونوں کے شایان شان کوئی حلہ نہ تھا۔ پھر آپ نے یمن کے نائب کو پیغام بھیجا تو انہوں نے ان دونوں کے مناسب حلے بنوا کر ارسال کئے۔

محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ قبیصہ بن عقبہ، یونس بن ابی اسحٰق سے العیز ار بن حریث کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمرو بن العاص بیت اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی کہ تشریف لا رہے ہیں۔ تو فرمایا یہ اہل زمین کو اہل آسمان سے

زیادہ محبوب ہیں۔

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ سلیمان بن الدراوردی نے جعفر بن محمد سے، ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر سے بیعت لی حالانکہ وہ چھوٹے بچے تھے ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی چھوٹے بچے سے بیعت نہیں لی یہ حدیث مرسل غریب ہے۔ محمد بن سیرین نے بیان فرمایا ہے کہ یعلی بن عبید نے عبداللہ بن الولید الرصافی عبداللہ بن عبیداللہ سے ابن عمیرہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے پندرہ حج پیدل کئے اور آپ کی اونٹنیاں آپ کے آگے کھینچی جاتی تھیں۔ اور ابونعیم الفضل بن دکین نے ہم سے بیان کیا ہے کہ غیاث نے جعفر بن محمد سے ان کے والد کے حوالے سے بیان فرمایا کہ حضرت علی نے پیادہ پا حج کئے۔ اور آپ کی اونٹنیاں آپ کے پیچھے کھینچی جاتیں تھیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ بخاری نے بیان کیا ہے۔

اور مدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے درمیان کوئی گفتگو چلی اور دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ پھر اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے سر پر جھک کر ان کے بوسے لئے اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر انہیں بوسے دیئے اور فرمایا مجھے اس کام میں ابتداء سے، اس بات نے روکا ہے کہ میرا خیال تھا کہ آپ مجھ سے زیادہ احسان کے حقدار ہیں اور میں نے اس بات میں آپ سے سبقت کرنا پسند نہ کی۔ جس کے آپ زیادہ حق دار ہوں۔

اصمعی نے ابن عون کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شعراء کو مال دینے پر ملامت کا خط لکھا۔ تو حضرت حسین نے کہا: بہترین مال وہ ہے جو درخواست کو پورا کرے۔

اور طبرانی نے روایت بیان کی ہے کہ ابوحنیفہ محمد بن حنفیہ واسطی نے یزید بن البراء بن عمرو بن البراء الغنوی نے سلیمان بن الہیثم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین بن علی بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے آپ نے حجر اسود کو چومنا چاہا مگر لوگوں نے آپ کے لئے گنجائش نہ کی تو ایک نے پوچھا اے ابوفراس یہ کون ہے تو فرزدق نے کہا:

''یہ وہ شخص ہے جس کے قدم کی جگہ کو بطحاء جانتی ہے، بیت اللہ اور حل وحرم جانتے ہیں۔ یہ اللہ کے بندوں میں سب سے بہتر آدمی کا بیٹا ہے یہ پرہیزگار، پاک صاف اور سردار ہے قریب ہے کہ جب وہ بوسہ دینے آئے تو رکن حطیم اس کی ہتھیلی کو پہچان کر پکڑ لے'' جب قریش نے اسے دیکھا تو ان کے ایک شخص نے کہا:

اس شخص کے مکارم پر فیاضی ختم ہو جاتی ہے حیا کے باعث نگاہیں پست رکھتا ہے اور اس کی ہیبت کے باعث نگاہیں نیچی کی جاتی ہیں جب وہ مسکرائے تو اس سے گفتگو کی جاتی ہے اس کے ہاتھ میں چھڑی ہے جس کی خوشبو مہکتی ہے وہ چھڑی ایک ذکی الطبع شخص کے ہاتھ میں ہے جس کی ناک بلند ہے اس کی نسبت رسول اللہ سے مشتق ہے اس کے عناصر طبیعت اور عادات اچھی ہیں۔ اس کی غایت کی دوری کو کوئی فیاض نہیں پا سکتا۔

اور نہ لوگ اس کی سخاوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں، چاہے وہ اس کا ارادہ بھی کر لیں جو آدمی اللہ کو جانتا ہے وہ اللہ کی اولیت کو بھی جانتا ہے۔ اور وہیں سے لوگوں نے دین کو حاصل کیا ہے کوئی خاندان ایسا نہیں جو اس اولیت کے آگے سرنگوں نہ ہو حسین رضی اللہ عنہ کا پہلا لفظ بھی ہاں ہوتا ہے۔

اور طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حالات ایسے ہی بیان کئے ہیں۔ مگر یہ کچھ غیر معروف ہے یعنی غیر مشہور ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ فرزدق کے یہ اشعار حضرت علی بن حسین زین العابدین کے بارے میں ہیں نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ اور یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ فرزدق نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس وقت دیکھا ہے جب وہ حج پر آ رہے تھے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق جا رہے تھے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے بارے میں یہ دریافت کیا تو فرزدق نے وہ بات کہی جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرزدق سے علیحدہ ہونے کے چند دن بعد شہید ہو گئے، لہٰذا انہوں نے آپ کو بیت اللہ کا طواف کرتے کب دیکھا ہو گا۔

ہشام نے عوانہ کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے پوچھا کہ وہ خط کہاں ہے، جسے میں نے تجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں لکھا تھا؟ تو سعد نے کہا کہ آپ کا جو حکم تھا وہ پورا ہو چکا ہے مزید خط کے بارے میں پڑھنے کی ضرورت نہیں

ہے کیونکہ خط تو ضائع ہو گیا ہے۔

لیکن ابن زیاد نے اس سے کہا بھائی خط ضرور لانا ہوگا، عمر بن سعد نے کہا جناب حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے خط ضائع ہو گیا ہے ابن زیاد نے پھر کہا کہ خط آپ کو ہر صورت میں لانا ہی پڑے گا عمر بن سعد نے ایک مرتبہ پھر یہ جواب دیا کہ حکم پورا کر دیا گیا ہے خط ضائع ہو گیا ہے۔

ابن زیاد نے قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم! جناب آپ کو خط لانا پڑیگا یہ کیا باتیں کرتے ہو خط ضائع ہو گیا ہے عمر بن سعد نے کہا خدا کی قسم وہ چھوڑا گیا ہے اور وہ قریش کی بوڑھی عورتوں کو سنایا جاتا ہے۔

میں مدینہ میں ان کے پاس معذرت کرونگا، اللہ کی قسم میں نے آپ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ دیا تھا، اگر میں وہ مشورہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بتا تا تو میں اُن کا حق پورا کر دیتا، عثمان بن زیاد عبداللہ کے بھائی نے کہا کے خدا کی قسم عمر نے درست کہا ہے۔ اور اللہ کی قسم بنی زیاد کے ہر شخص کی ناک میں قیامت کے دن تک نکیل ہوگی، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی قتل نہیں ہوا، راوی آگے لکھتا ہے کہ اللہ کی قسم عبیداللہ بن زیاد نے اس بارے میں عمر بن سعد کو کوئی ملامت نہیں کی۔

آپ رضی اللہ عنہ سے مروی چند اشعار...... اس میں وہ اشعار بھی شامل ہیں جنھیں ابو بکر بن کامل نے عبداللہ بن ابراہیم کے حوالہ سے بیان کیا ہے اشعار یہ ہیں جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے کہے ہیں۔

(۱)..... خالق پر کفایت کر مخلوق سے بے نیاز ہو جاؤ تو تم سچے جھوٹے پر حکم کرو گے رحمن کی ذات سے فضل طلب کر اور اللہ کے سوا کوئی روزی دینے والا نہیں، جو آدمی یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ اُس کی کفایت کرینگے وہ بے نیاز کرینگے وہ تو رحمن کی ذات پر یقین نہیں کرتا یا یہ گمان کرتا ہے کہ اُس کا مال اپنی کمائی سے ہے۔ اس کے جوتے اونچی جگہ سے اُسے گرا دینگے یعنی پھسل جائیگا، پھر سنبھل جانے تک وقت لگے گا، حضرت اعمش سے روایت ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب دولت مند آدمی کے مال میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اُس کی مشغولیات بھی بڑھ جاتی ہیں اور پریشانی بھی زیادہ ہونے لگی ہے۔

اے زندگی کو مکدر کر دینے والی ہر فانی اور سڑ جانے والی اشیاء کے گھر ہم تجھے پہچان چکے ہیں جب زاہد عیال سے بوجھل ہو تو طلب زہد اس کے لئے صاف نہیں ہوتی۔

اسحٰق بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے جب حضرت حسین نے بقیع میں شہداء کی زیارت کی تو اُس وقت یہ فرمایا تھا میں نے قبور کے ساکنین کو آواز دی تو انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کو کہا، سنگریزوں کی مٹی نے مجھے جواب دیا۔ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے اندر والوں کا کیا حال کر دیا ہے اُن کی چادر کو پھاڑ دیا ہے اُن کے گوشت کے ٹکڑے کر دیئے ہیں اُن کی آنکھوں میں مٹی بھر دی ہے، وہ آنکھیں اس سے پہلے معمولی تنکا بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی، ہڈیوں کے ٹکڑے کر دیئے ہیں یہاں تک کہ ہر بندہ ایک دوسرے سے الگ ہو گیا ہے ہاتھ پاؤں کے اطراف ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔ اور میں نے تو شہدا کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ سوائے بولیدگی کے کچھ نہیں رہا ہے۔

بعض حضرات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بھی سناتے ہیں اگر چہ دنیا بھی نفیس لگتی ہے مگر اللہ کے گھر کے ثواب کا مقام نہایت ہی شاندار ہے۔

بدن اگر چہ موت کے لئے پیدا کیا گیا ہے مگر اللہ کی راہ میں تلوار سے قتل ہو جانا بہت افضل و برتر ہے رزق اگر چہ ایک مقدر چیز ہے مگر رزق کے لئے زیادہ کوشش نہ کرنا اچھا ہے اموال کا جمع کرنا ترک کے لئے ہے تو اُس متروک کا کیا حال ہے جس کے بارے میں آپ بخل سے کام لیتے ہیں۔

زبیر بن بکار نے آپ کی بیوی رباب بنت انیف کے بارے میں آپ کے اشعار سنائے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ امراء القیس (عرب کے مشہور شاعر) بن عدی بن ادس الکلبی کی بیٹی کے بارے میں ہیں یہ جو آپ کی بیٹی سکینہ کی ماں تھی۔

تیری زندگی کی قسم میں اُس گھر کو پسند کرتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب فروکش ہوں اور مجھے ملامت کرنے والوں کی اس میں کوئی ناراضگی نہیں ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور اپنی ساری دولت ان پر لٹاتا ہوں۔ چاہے مجھ پر مٹی چڑھ جائے اور وہ مجھ سے تمام عمر ناراض رہیں۔ میں ان کی

اطاعت نہیں کروں گا۔

رباب کے باپ نے حضرت عمر بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور آپ نے انہیں اُن کی قوم کا امیر مقرر کر دیا جب وہ وہاں سے نکلے تو علی بن ابی طالب نے اُس سے کہا کہ وہ اُن کے فرزندوں حسن وحسین رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دے تو انہوں نے فوراً اپنی بیٹی سلمٰی رضی اللہ عنہا کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور رباب کا نکاح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اور تیسری بیٹی المحیاہ بنت امرالقیس کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی بیوی رباب کے ساتھ زبردست محبت کرتے تھے اور وہ آپ کو بہت زیادہ پسند تھی اور اُن کے بارے میں اشعار بھی پڑھتے تھے، جب آپ کربلا میں شہید کر دیئے گئے تو رباب بھی آپ کے ساتھ تھی، رباب نے آپ کا شدید غم کیا، یہاں تک کہ وہ آپ کی قبر پر ایک سال تک قیام کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے واپس آئی۔

جو شخص ایک سال تک قیام کرے اور تیرے فراق میں روئے وہ معذور ہے۔السلام علیکم۔

جب یہ حالات گزر گئے تو قریش کے اشراف نے رباب کے بارے میں پیغام نکاح بھیجنا شروع کیا، جس کا جواب یہ دیا کہ میں رسول خدا ﷺ کے بعد کسی کو اپنا خسر بنانا نہیں چاہتی ہوں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خدا کی قسم مجھے کوئی چھت ٹھکانہ نہ دے گی وہ ساری زندگی غمگین رہی یہاں تک کہ وفات پا گئی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ آپ کے بعد تھوڑے دن زندہ رہی پھر وفات پا گئی، واللہ اعلم۔

اور اُن کی بیٹی حضرت سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھی یہاں تک کہ ان کے حسن کے برابر کوئی عورت نہیں تھی۔

ابومخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب کی حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد زیاد نے کوفیوں کے اشراف کو تلاش کرنا شروع کیا تو اس نے عبیداللہ بن الحر بن یزید کو نہ پایا یہاں تک کہ بار بار اس کے بارے میں اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ وہ کچھ دنوں کے بعد اس کے پاس آیا تو اس سے پوچھا کہ اے ابن حرب تم کہاں تھے؟ ابن الحر نے کہا طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو پوچھا کہ دل کی بیماری تھی یا بدن سقیم تھا۔ ابن الحر نے کہا کہ میرا دل تو بیمار نہیں ہوا ہے اور اللہ کا شکر ہے میرا بدن بھی صحت مند ہے ابن زیاد نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تم ہمارے دشمن کے پاس تھے تو اس نے کہا اگر میں تمہارے دشمن کے پاس تھا تو مجھ جیسا آدمی کیسے چھپ سکتا ہے۔

لوگ ضرور دیکھ لیتے ہیں راوی کہتے ہیں کہ وہ ابن زیاد کے بارے میں سمجھ گئے تھے اور باہر نکل کر گھوڑے کو تیار کر کے کہنے لگا کہ اس کو بتا دو کہ میں اللہ کی قسم اُس کے پاس خوشی سے نہیں آؤنگا، ابن زیاد نے پوچھا کہ ابن حر کہاں ہے لوگوں نے کہا کہ وہ باہر چلا گیا ہے۔ جس پر ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔

پولیس تلاش میں نکل گئی اور اُس نے ان کے لئے ایسے سخت الفاظ استعمال کیے جنہیں وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ اور اُس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی باپ کے بارے میں رضی اللہ عنہما کہا۔

پھر ابن زیاد کے بارے میں سخت الفاظ سنانے کے بعد رک کر اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں چند اشعار کہے، جو یہ ہیں۔

خائن امیر مجھ سے کہتا ہے کہ آپ نے حسن بن فاطمہ رضی اللہ عنہا شہید کے ساتھ جنگ کیوں نہیں کی؟

کاش ہائے مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی مدد نہ کر سکا اور مجھے حسرت ہے اس بات کا کہ میں اُس کے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ نہیں تھا، یا اللہ ان پاک ارواح کو دائمی برسنے والی باران رحمت سے سیراب فرما جنہوں نے آپ کے دین کی مدد کے خاطر ایک دوسرے سے جنگ کی میں اُن کی قبر پر کھڑا ہوا تو اندرون ٹوٹ پھوٹ رہا تھا میری آنکھ اشکبار تھی میری زندگی کی قسم وہ میدان کارزار میں دلیر بہادر تھے جنگ کی طرف دوڑ کر جانے والے شیروں میں سے تھے انہوں نے اپنی تلوار کے ساتھ اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کی مدد کی اور مضبوط طاقتور شیر تھے، اگر چہ وہ زمین کے ان پاکباز نفوس کے قتل میں شامل رہا ہے مگر پھر بھی اس فعل کی وجہ سے سر غم اور شرم سے جھکاتے ہیں، اور ہر دیکھنے والی آنکھ نے دیکھ لیا ہوگا کہ وہ موت کے وقت خوشبودار

پھول اور سادات ہوتے ہیں۔

کیا آپ انہیں از راہ ظلم قتل کرتے ہیں اور ہماری کوئی تمنا رکھتا ہے؟ یہ بات ہمارے حالات سے مناسب نہیں۔ میری جان کی قسم تم نے ان کے قتل سے ہمیں بہت دکھ پہنچایا ہے اور ہم میں سے نہ معلوم کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو تمہیں تمہارے کیے پر ملامت کرتے رہیں گے۔

پر مجھے کئی بار یہ خیال آتا رہا کہ ایک لشکر جرار لیکر اس جماعت سے ٹکراؤں جس کے ظالم امیر نے حق سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔

ابن زیاد ہمارے ساتھ ٹکرانے کے لئے امداد تلاش کرے اور تیرا تنگ موقف کمر توڑ کر رکھ دے گا، زبیر کہتے ہیں سلیمان بن قتیبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مرثیہ بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں، آل ہاشم کی طرف کے قتل کردہ آدمی کی وجہ سے قریش کی گردنیں جھک گئی ہیں اور قریش ذلیل وخوار ہوگئے۔

اگر تم نے اُسے بیت اللہ میں پناہ لینے کے بعد بھی تلاش کرنا شروع کیا تو تم قوم عاد کی طرح ہو جاؤ گے۔ جو ہدایت سے بھٹک کر گمراہ ہوگئی تھی۔

اور میں جب آل محمد کے گھروں سے گزرا تو وہ ویسے ہی تھے جیسے ان گھروں میں اترتے وقت تھے۔ اور ہمارے لئے اُن کا وجود غنیمت تھا پس اب مصیبت بن گئے اور ان مصائب میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے یا اللہ ان مکان ومکین کو صحیح سلامت رکھو، اگر چہ میرے خیال میں یہ مکان اپنے مکینوں سے خالی ہو چکے ہیں۔

جب ضرورت پڑی تو ہم اس کے فقیر تک کی بھی خبر لیتے رہے اور جب پاؤں پھسل جاتا ہے تو قیس ہماری شکست سے نہیں کتراتا۔

اور یاد رکھ یزید کے اوپر ہمارا ایک خون کا خطرہ ہے جسے ہم عنقریب وہ جہاں پائینگے اُس کا بدلہ چکا دینگے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد زمین فتنوں وفسادوں سے بھر گئی ہے اور ملک میں قحط کا دور دورہ ہے۔

۶۱ ھ کے واقعات

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ۶۱ ھ میں پیش آنے والے حالات

اُس سال جب مسلم بن زیاد یزید بن معاویہ کے پاس آیا تو یزید نے اُسے خراسان اور بجستان کا امیر مقرر کر دیا غالباً اُس وقت اُن کی عمر ۲۴ سال تھی، اور اُن کے بھائیوں عبدالرحمٰن وعباد کو معزول کر دیا اور مسلم بن زیاد اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہو گئے سواروں اور سرداروں کو منتخب کرنے لگا پھر لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتا رہا۔

یہاں تک کہ ایک لشکر جرار کو لے کر بلاد ترک کی طرف جنگ کرنے کی غرض سے نکل گیا، اور اپنے ساتھ اپنی بیگم ام محمد بنت عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص کو بھی شامل کر دیا جو پہلی خاتون عرب تھی جس نے دریا عبور کر دیا اور بچہ جنا جس کا نام صغدی رکھا اور وہاں کے حاکم صغدی کی بیوی نے ایک تحفہ سونے اور موتیوں کے تاج کی شکل میں تھا بھیجا، اس سے پہلے یہاں مسلمان موسم سرما نہیں گزارتے تھے، لیکن مسلم بن زیاد نے وہاں موسم سرما گزارا۔ اُس کے بعد مہلب بن ابی صفرۃ کو ترکوں کے اُس شہر کی طرف روانہ کر دیا جو شہر خوارزم سے پہچانا جاتا ہے وہاں جا کہ شہر کا محاصرہ کر دیا اور پھر بیس کروڑ درھم مصالحت پر آمادہ ہو گئے، اور وہ اُن سے سامان عوض میں لیتا تھا۔ چونکہ بیس کروڑ کی رقم بہت بڑی چیز ہوتی ہے جو ایک مشت نقدی دراھم کی شکل میں تو ممکن نہیں تھا لہٰذا اُن کی عوض سامان لیتا رہا مگر سامان کی قیمت آدھی لگاتا تھا یہاں تک بیس کروڑ کی رقم پچاس کروڑ کی صورت میں پوری ہو گئی۔

چنانچہ مہلب مسلم بن زیاد کے ہاں بہت قدردان بن گئے پھر چیدہ چیدہ اشیاء وہاں سے نکال کر مرزبان کے ہاتھ یزید بن معاویہ کی طرف بھیجد یں ساتھ میں ایک وفد بھی روانہ کیا، اس غزوہ میں اہل سمرقند کے ساتھ مسلم نے ایک کثیر رقم کی عوض مصالحت کی ادھر اُسی سال یزید بن معاویہ نے عمرو بن سعید کو حرمین کی امارت سے معزول کر دیا اور وہاں دوبارہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو امیر مقرر کر دیا۔

پس اُس نے انہیں امیر مدینہ مقرر کر دیا جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع حضرت عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو انہوں نے عوامی جلسوں میں اس کی بہت بڑی اہمیت بیان کرنا شروع کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت کو عظیم قومی اور اسلامی سانحہ قرار دیا۔

یہاں تک کہ اہل عراق وکوفہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھ تعاون نہ کرنے پر زبردست الفاظ میں مذمت فرمائی اور انہیں ملامت کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نہایت غمگین ہوئے اور اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کی اور مخالف پر لعنت کرتے رہے۔

اور فرمانے لگے کہ خدا کی قسم ان بے وقوفوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو شب کو طویل سجدے اور قیام میں گزارتے تھے اور وہ دن اکثر روزے رکھتے تھے۔

اور اللہ کی قسم وہ ایسا شخص تھا جو قرآن کے بدلے میں گانے بجانے کھیل کود کو ترجیح نہ دیتے تھے اور تلاوت کرنا پسند کرتے تھے اور نہ اللہ کے خوف میں رونے پر لغو اور بے ہودہ باتوں کو ترجیح دیتے تھے اور نہ روزوں کی بنسبت حرام خوری اور شراب کی محفلوں کو پسند کرتا تھا اور وہ ایسا شخص تھا جو شکار کرنے کے بجائے حلقہ ذکر میں بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔

یہاں تعریض سے کام لیا ہے یزید بن معاویہ پر، اور کہتے تھے کہ عنقریب یہ لوگ تباہی سے دوچار ہوں گے اور لوگوں کو بنی امیہ کے خلاف جمع کرتے رہے اور لوگوں کو یزید بن معاویہ کی مخالفت اور اس کی معزولی پر اکساتے رہے

یہاں اتنک کہ ایک کثیر تعداد لوگوں کی چھپ کر آپ سے بیعت ہوگئی اور لوگوں نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ اس کا اظہار کیا جائے گا آپ عمرو بن سعید کی موجودگی کے باعث اظہار نہ کر سکے چونکہ وہ آپ پر قوی تھے مگر اس میں نرمی کا پہلو بھی تھا اور اہل مدینہ نے آپ کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ کیا کہ جب حضرت حسین قتل ہو گئے ہیں تو حضرت ابن زبیر سے کوئی اختلافات نہیں رکھا جائے گا۔ ادھر یزید کو اس بات کی اطلاع پہنچی تو ان پر یہ بات بہت شاق گزری اور ان سے کہا گیا کہ آپ عمرو بن سعید چاہیں تو ابن زبیر کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لایا جا سکتا ہے۔

یا اُس کو محاصرے میں لیکر حرم سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔

ادھر عمرو بن سعید کو یہ پیغام ملا کہ تجھے معزول کر دیا گیا ہے اور یہ ذوالحجہ کا مہینہ تھا تو اس نے اس سال لوگوں کو حج کی تکبیر کہی اور یزید بن معاویہ نے قسم کھائی کہ ابن زبیر کو چاندی کی زنجیر میں باندھ کر ہر صورت میں میرے پاس لایا جائے ایلچی کے ہاتھ وہ زنجیر بھی ساتھ دے کر بھیج دی اور اس کے ساتھ خز کی ایک ٹوپی بھی تھی۔ تا کہ ان کی قسم پوری ہو۔ یہ ایلچی جب مدینہ میں مروان کے ہاں سے گزر رہا تھا تو مروان سے اپنے سفر کے متعلق بات بتادی اور اُس طوق کے بارے میں بھی بتا دیا کہ یہ اس کام کے لئے لایا گیا ہے تو مروان نے کہا کہ اسے لے لیجئے مگر یہ معزول آدمی کے لئے مناسب نہیں اور اس میں عاجز آدمی سے بھی گفتگو کرنے کی گنجائش ہے۔

اور کہا اے عامر! لوگوں نے ایک بات کی تکلیف دی ہے مگر ہمسائیگی میں اسے اختلافات ہوتے رہتے ہیں یہ کوئی بڑی بات نہیں میں تجھے اس وقت سے قوم کا پانی لادنے والا اونٹ دیکھ رہا ہوں اور جسے ڈول کے ساتھ کبھی آگے کبھی پیچھے ہو جانے کو کہا جاتا ہے۔

جب ایلچی حضرت ابن زبیر کے ہاں پہونچا تو مروان نے اپنے دونوں بیٹوں کو بھی بھیجا کہ اُن کے درمیان ہونے والی گفتگو کو نوٹ کیا جائے۔

اور ہاں اُن کو اس بارے میں میرے اشعار بھی سنا دینا عبدالعزیز کہتے ہیں جب یزید کا ایلچی اُن کے پاس بیٹھ گیا تو میں نے وہ اشعار سنانا شروع کئے اور وہ سن رہے تھے جب میں اشعار پڑھ کر فارغ ہوا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ آپ جا کر اپنے والد سے میری طرف سے یہ کہنا ہے کہ میں کہتا ہوں: جب بانس اور عشر آپس میں ٹکراتے ہیں تو میں ایک ایسے درخت سے ہوں جس کی گانٹھیں ٹھوس ہیں اور ہاں میں ناحق سوال کے لئے نرم نہیں ہوتا ہوں کہ کوئی بھی جو کچھ چاہئے کہے اور میں سر نیچے کر کے تسلیم کروں یہ نہیں ہو سکتا ہے البتہ چبانے والی داڑھ نرم ہو سکتی ہے مگر میں بے جا سوال کرنے والے سے نرم نہیں ہوتا ہوں۔

عبدالعزیز کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون سی بات زیادہ معنی خیز ہے اس بات میں اہل سیر کو اختلاف نہیں ہے کے جس سال ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا اور وہ امیر حرمین تھا اور بصرہ و کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد امیر تھا اور خراسان و سجستان پر مسلم بن زیاد امیر تھا جو عبداللہ بن زیاد کا بھائی تھا اور کوفہ کی قضا پر شریح مقرر تھے بصرہ پر ہشام بن زھبیرہ قاضی مقرر تھے۔ یہ ابو معشر نے نقل کیا ہے واللہ اعلم۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ تقریباً دس پندرہ آدمیوں کے ساتھ کربلا میں شہید کر دیا گیا ایک دوسری روایت کے مطابق ۲۵ آدمیوں کو قتل کر دیا گیا تھا اور اُن کے ساتھ ایک جماعت بہادروں اور سواروں کو بھی قتل کیا گیا تھا۔

حضرت جابر بن عتیک بن قیس ...... ابو عبداللہ انصاری صحابی رسول ﷺ جو اصحاب بدر میں تھے اور یوم فتح مکہ میں آپ انصار کے علمدار تھے ابن جوزی کہتے ہیں اس سال ۶۱ ھ میں وفات پائی۔

حمزہ عمرو بن اسلمی ...... آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ جسے صحیحین نے ذکر کیا ہے آپ فرماتی ہیں حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں روزے رکھا کرتا ہوں کیا سفر میں بھی روزے رکھنے کی اجازت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ کی مرضی حضرت حمزہ بن اسلمی رضی اللہ عنہ فتح شام میں بھی شامل رہے جنگ اجنادین میں حضرت صدیق کے پاس فتح کی خبر لے کر آئے تھے واقدی بیان کرتے ہیں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بشارت لے کر آئے تھے جب اُن سے بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ تو انہوں نے آخر یہ بشارت دی تھی کہ وحی کے ذریعہ سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔

جب یہ خبر دے دی تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کپڑے نکال کر انہیں دیئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سند جید اسناد

کے ساتھ اُن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک تاریک رات میں آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ میری انگلی نے روشنی کر دی یہاں تک کہ تمام لوگوں کا سارا سامان اکٹھا کیا۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات بھی اس سال ہوئی ہے۔

حضرت شیبہ بن عثمان بن ابی طلحۃ العبدری الحجبی ......آپ کعبہ کے کلید بردار تھے ان کے والد جنگ احد میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کفر کی حالت میں مرے اور شیبہ نے فتح مکہ سے دو روز قبل اسلام قبول کیا حنین میں شریک رہے حالانکہ ابھی پوری طرح مطمئن نہیں تھے بلکہ چھپے چھپے آپ ﷺ کے قتل کے درپہ تھے۔ چنانچہ وحی کے ذریعہ سے آپ ﷺ کو ان کی اس مذموم حرکت سے آگاہ کر دیا تو آپ ﷺ نے اُس کو بلا کر ان کے ارادے کے بارے میں مطلع کر دیا چنانچہ اُس کے بعد دل سے ایمان لائے اور جنگ میں شریک ہوئے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کر کے اپنے ایمان میں پختگی لائے۔

واقدی اپنے شیوخ سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ شیبہ نے یہ بات کہی تھی کہ سب لوگ بھی اگر آپ ﷺ پر ایمان لائیں تو میں پھر بھی ایمان نہیں لاؤں گا اور یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ فتح کرنے کے بعد ھوازن کی طرف نکلے تو میں بھی نکلا اس غرض سے کہ شاید کوئی موقع ملے تو آپ کو قتل کر کے تمام قریش کا بدلہ لے لوں، راوی آگے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جب لوگ گھل مل گئے تو آپ ﷺ اپنے خچر سے نیچے اترے، اور میں بھی قریب ہو گیا کہ شاید کام کا موقع ملے اور اپنی تلوار برابر کر لی اتنے میں ایک آگ کا شعلہ دیکھا، قریب تھا کہ جلا دے، پس آپ ﷺ نے مجھے نام سے کر بلایا کہ اے شیبہ! میرے قریب آ، جب میں قریب ہوا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ یا اللہ! شیبہ کو شیطان کے شر سے بچا، راوی ذکر کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ابھی آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ اپنی سمع و بصر سے زیادہ محبوب نظر آنے لگے تھے آپ نے فرمایا جاؤ لڑو، تو میں دشمن کی طرف لپکا خدا کی قسم اس دن اگر اپنے باپ سے واسطہ پڑتا تو میں اُسے قتل کرنے سے دریغ نہ کرتا معرکہ کے بعد جب وہ لوگ واپس اپنی جگہوں پر لوٹے تو آپ نے مجھے فرمایا اے شیبہ! اللہ نے تیرے بارے میں وہ ارادہ فرمایا ہے جو اس ارادے سے بدر جہا بہتر ہے جو تو اپنے لئے اختیار کر کے بیٹھے ہوئے تھا پھر آپ نے وہ تمام بات بتا دی جو میں نے اپنے دل میں چھپایا تھا اور اُس کے بعد میں نے اقرار کیا اور اللہ سے بخشش کا طلبگار ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے آپ کی بخشش فرمائی۔

انہوں نے عثمان بن طلحہ کے بعد حجابت سنبھالی اور آج تک آپ کے بیٹوں میں حجابت قائم ہے اور بنو شیبہ آپ کی طرف منسوب ہیں اور وہی کعبہ کے حاجب ہیں۔

ان کی وفات کے بارے میں تین اقوال ہیں آپ خلیفہ بن خیاط اور ان کے ساتھ ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی ہے اور محمد بن سعید نے کہا ان کی وفات یزید کے زمانے میں ہوئی ہے اور ابن جوزی فرماتے ہیں المنتظم میں کہ انہوں نے اس سال وفات پائی ہے۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ......آپ صحابی رسول ہیں دمشق سے نقل مکانی کر کے آئے تھے اور وہیں اپنا مسکن بنایا تھا اور وفات کے وقت یزید بن معاویہ کو وصیت جاری کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔

حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط ......ان کا سلسلہ نسب یوں ہے ولید بن عقبہ بن ابی معیط ابن ابان بن ابی عمرو ذکوان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو وہب القرشی العبشمی آپ حضرت عثمان بن عفان رحمۃ اللہ علیہ کے ماں جائے بھائی تھے یعنی یہ صاحب اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کے بطن سے تھے اور اس کی والدہ ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب تھی اور حضرت ولید کے بہت زیادہ بہن بھائی تھے عمارہ، خالد اور ام کلثوم، آپ ﷺ نے جنگ بدر کے قیدیوں میں سے آپ کے باپ کو بھی قتل کیا تھا جب ان کو قتل کرنے کے لئے تیار کیا گیا تو کہنے لگے محمد ﷺ میرے بچوں کا نگہبان کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے آگ ہے اور آپ ﷺ نے ایک دوسرے شخص نضر بن حارث کے ساتھ

بھی یہی برتاؤ کیا تھا؟

اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے یوم فتح پر اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ نے انہیں بنی مصطلق کے صدقات پر امیر بنا کر بھیجا تھا جب یہ لوگ ان کے استقبال کے لئے نکلے تو آپ سمجھے کہ یہ لوگ جنگ کرنے کے لئے نکلے ہیں جب یہ دیکھا تو پلٹ کر واپس آپ ﷺ کے پاس آئے اور صورتِ حال سے آگاہ کیا جب یہ بات سامنے آئی تو آپ ﷺ نے ان کے خلاف فوج بھیجنے کا ارادہ کیا جب یہ بات بنی المصطلق تک پہنچی تو انہوں نے چند آدمیوں کو بھیجا جو آپ کے پاس آئے اور معذرت کی اور صحیح صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجھالۃ الآیہ) کئی مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اور ابوعمرو بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع بیان کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بنی تغلب کے صدقات پر مقرر کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۲۵ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے بعد آپ کو کوفہ کی نیابت پر مقرر کیا تھا، پھر آپ نے شراب پی کر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اور پلٹ کر ساتھیوں سے کہا کہ میں آپ کو زیادہ پڑھاؤں؟ آپ کو خبط ہو گیا جب یہ بات سامنے آئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے کوڑے لگائے اور چار سال کے بعد کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور وہیں پر زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ جب حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ عراق کی طرف آئے تو آپ رقہ کی طرف چلے گئے اور وہاں کچھ زمین خرید لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اور اُس کے بعد تمام جنگوں کے وقت الگ الگ رہے اور اپنی زمین میں وفات پا گئے اور وہیں مدفون ہیں جو رقہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ کے زمانے میں وفات پائی اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

امام احمد اور ابوداؤد نے فتح مکہ کے متعلق ان سے ایک حدیث نقل کی ہے اور ابن جوزی نے بھی اس سال میں ہی آپ کی وفات کو بیان کیا ہے نیز ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ کی وفات کا بھی ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے ۵۱ھ میں بعض آپ کی وفات کا ذکر ہو چکا ہے کہ ان کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا سن ۶۶ھ وفات کا ہے اور صحیح قول ۶۳ھ کا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ...... آپ کا نام ھند بنت ابی امیہ ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا نام ھند بنت سہل بن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، آپ کا تعلق قریش کی شاخ مخزوم سے تھا، اور آپ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد ابی سلمہ بن عبدالاسد سے ہوا جب ان کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔ اور ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد آپ کی رخصتی ہوئی۔ آپ نے اپنے شوہر حضرت ابوسلمہ سے ایک حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان کو کوئی مصیبت اور آزمائش پہنچے اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور یہ کہے کہ اے اللہ مجھے میری مصیبت میں پناہ دے اور میرا اس سے بہتر قائم مقام بنا تو اللہ اس کے بدلہ میں اس سے بہتر عطا فرما دیتے ہیں ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ابوسلمہ کی وفات کے بعد جب میں نے یہ کلمات کہے لیکن میرا خیال تھا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے وہ پہلا ہجرت کرنے والا ہے؟ پھر مشیت خداوندی سے جب میں نے یہ کلمات کہے تو اللہ نے مجھے اس کے بدلہ میں رسول اکرم عطا فرما دیئے آپ حسین وجمیل اور عبادات گذار عورتوں میں سے تھیں۔

آغاز ۶۲ھ

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سال مدینہ منورہ سے ایک وفد یزید ابن معاویہ کے پاس آیا تو اس نے انکا گرم جوشی سے استقبال کیا اور انہیں انتہائی قیمتی انعامات سے بھی نوازا۔

اور حضرت حنظلۃ الغسیل کو اپنا امیر مقرر کر لیا اور یزید نے آئندہ سال ان کی طرف ایک لشکر جرار مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کر دیا جس کے نتیجہ میں حرہ کا معرکہ وقوع پزیر ہوا جس کی تفصیل انشاءاللہ آگے آجائے گی۔

اور یزید ابن معاویہ نے حجاز سے عمرو بن سعید ابن العاص کو معزول کر دیا اور ولید ابن عتبہ بن ابی سفیان کو اس کا امیر مقرر کر لیا جب ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ منورہ آیا تو اس نے اموال، املاک خزائن کی حفاظت کی اور عمرو بن سعید ابن العاص کے تقریباً تین سو غلاموں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا۔

چنانچہ عمرو ابن سعید بن العاص نے یزید کے پاس آنے کا ارادہ کیا اور اپنے غلاموں کو پیغام بھیجا کہ وہ جیل سے نکل کر میرے ساتھ آملیں، پیغام بھیجنے کے بعد عمرو بن سعید بن العاص نے ان کی سواری کا انتظام کر کے اونٹ ان کی طرف روانہ کئے اونٹ جب پہنچ گئے تو غلام آقا کے حکم کے مطابق جیل سے نکل کر اس سے جا ملے اور اکٹھے ہو کر یزید بن معاویہ کے پاس پہنچ گئے تو یزید بن معاویہ نے ان کا اعزاز و اکرام کیا عمرو بن سعید ابن العاص کو اپنا مقرب بنا لیا۔

ایک دن عمرو بن سعید ابن العاص نے ابن زبیر کے خلاف کچھ باتیں کہیں تو یزید ابن معاویہ نے اسے ڈانٹ دیا تو عمرو بن سعید بن العاص نے یزید بن معاویہ کو کہا کہ اے امیر المومنین! جو موجود شخص دیکھتا ہے، وہ غائب نہیں دیکھتا، تمام اہل مکہ اور اہل حجاز نے ہمارے خلاف ابن زبیر کی مدد کی اور ہر طرح سے اس کے ساتھ تعاون کیا اور اگر میں اس سے مقابلہ کرتا تو میرے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جس کے ذریعہ سے میں اس پر غالب آجاتا۔

اس سب کچھ کے باوجود بھی وہ مجھ سے محتاط رہتا تھا اور ہر وقت اس کے دل میں مجھ سے بچنے کا دھڑکا لگا رہتا تھا اور میں اس سے بہت نرمی سے پیش آتا اس کی خاطر و مدارات کرتا تا کہ کسی وقت اس پر غلبہ پا کر اس پر حملہ کر دوں۔

اس کے باوجود میں نے اس کا گھیرا تنگ کر دیا اور اس کو بہت سی چیزوں سے روک دیا اور میں نے ایک کام اور کیا کہ مکۃ المکرمہ اور اس کے راستوں اور گھاٹیوں پر چیک پوسٹیں قائم کر دیں اور چیک پوسٹوں پر مقرر لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر آنے والے آدمی کا نام اور اس کے باپ کا نام اور یہ کہ وہ کس شہر سے آیا ہے اور کیوں آیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے لکھے بغیر نہ چھوڑیں۔

اب جو شخص ان چیک پوسٹوں کو عبور کرتا تو اس سے یہ تمام باتیں پوچھی جاتیں چیکنگ کے دوران اگر کوئی شخص ان کے ساتھیوں میں سے ہوتا یا اس کے متعلق یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ اس کے پاس جانا چاہتا ہے تو میں اس کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتا، ذلیل و خوار کرتا اور واپس کر دیتا۔

بصورت دیگر میں اس کو کچھ نہ کہتا بلکہ اس کو چھوڑ دیتا اور آپ نے ولید کو امیر مقرر کیا ہے اور ابھی آپ کو اس کے متعلق اور اس کے کاموں کے بارے میں اطلاع مل جائیگی جس سے آپ کو میری تیز روی کی فضیلت اور آپ کے بارے میں بری کوششوں اور خیر خواہی کا پتہ چل جائیگا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے گا اور آپ کے دشمن کو ذلیل کرے گا تو یزید نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے آپ پر اعتماد ہے اور آپ یقیناً ان لوگوں سے زیادہ سچے ہیں جنہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے اور مجھے آپ کے خلاف برانگیختہ کیا ہے۔

اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد ہے اور کٹھن مرحلہ میں ان کی مدد کا منتظر رہتا ہوں اور انہیں سازش کرنے والوں کے لئے اور مہم کی کفالت کے لئے سنبھال کر رکھتا ہوں یہ باتیں میں نے طویل گفتگو میں کہیں،

اور ولید بن عتبہ نے حجاز میں قیام کیا اور اسی دوران اس نے کئی بار حضرت عبداللہ بن زبیر کو پکڑنے کی پرزور کوشش کیں لیکن اس کی کوئی کوشش بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔

وجہ اس کی یہ تھی کہ جب بھی اس کے کارندے حضرت عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کرنے کے لئے جاتے تو ان کے زبردست حفاظتی انتظامات کو دیکھ کر دم بخود رہ جاتے اور کسی بھی طریقہ سے کامیاب نہ ہو پاتے کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ہر کام کے لئے ایک مستقل دستہ تیار کیا تھا اور ان میں سے ہر آدمی اپنے فن میں کمال کو پہنچا ہوا تھا۔

انہیں دنوں ایک آدمی نجدہ بن عامر (جب قتل حسین کا واقعہ ہوا) نامی ایک شخص نے یمامہ پر حملہ کر دیا اور یزید بن معاویہ کی بھی مخالفت کی البتہ عبداللہ بن زبیر کی مخالفت نہ کی بلکہ ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی اور علیحدگی اختیار کر لی۔

نجدہ بن عامر حنفی کے تمام ساتھی جانثار تھے اور اس کی ہر بات پر لبیک کہتے تھے نجدہ بن عامر ہر وقت کسی موقعہ کے منتظر رہتے تھے کہ ایسا موقع

ملے کہ ان پر اچانک حملہ کر دیں چنانچہ جب عرفہ کی شب آئی تو انہوں نے حملہ کر دیا لیکن ولید بن عتبہ نے انتہائی دلیری اور بہادری کے ساتھ انکا دفاع کیا جس کی وجہ سے نجدہ بن عامر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکست کھا کر واپس چلا گیا اور حضرت زبیر اور ابن نجدہ پیچھے رہ گئے۔

اس کے بعد ان میں سے ہر فریق اپنا الگ دفاع کرنے لگا اور نجدہ نے یزید کو خط لکھا اور کہا کہ آپ نے ایک اناڑی شخص کو ہمارے پاس بھیج دیا ہے جو صحیح بات بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی سمجھدار کی نصیحت قبول کرتا ہے۔

اگر آپ کسی نرم طبیعت کے آدمی کو میرے پاس بھیجتے تو جو کام دشوار ہو گئے ہیں وہ آسان ہو جاتے اور جو کام افراتفری کا شکار ہو گئے ہیں وہ مجتمع ہو جاتے لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس بارے میں غور وفکر کریں انشاء اللہ اس میں ہمارے عوام اور خواص کی بھلائی ہوگی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس کے بعد یزید نے ولید کو معزول کر دیا اور عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو امیر مقرر کر دیا جس کے نتیجہ میں ولید حجاز کی طرف چلا گیا اور اس وقت ولید بن عتبہ نوعمر نوجوان تھے اور یہ ایسا ناتجربہ کار آدمی تھا جسکو کسی کام میں بھی مہارت حاصل نہ تھی۔

تو انہوں نے اس میں دلچسپی لی اور جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے ایک وفد یزید کی طرف بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ الغسیل انصاری عبداللہ بن ابی عمر بن حفص، بن مغیرہ حضرمی، منذر بن زبیر اور اہل مدینہ کے بہت سارے اشراف شامل تھے یہ تمام لوگ یزید ابن معاویہ کے پاس آئے تو اس نے انکا بہت زبردست اعزاز واکرام کیا اور ان سے حسن وسلوک سے پیش آیا اور انہیں انتہائی قیمتی انعامات سے نوازا پھر منذر ابن زبیر کے علاوہ تمام وفد کے لوگ مدینہ واپس لوٹ آئے۔

اور وہ اپنے دوست عبداللہ بن زیاد کے پاس بصرہ چلا گیا اور یزید نے اس وفد کے مقابلے میں منذر ابن زبیر کو ایک لاکھ کا انعام دیا اور جب مدینہ کا وفد واپس آیا تو اس نے یزید کو سب وشتم کیا اور اس پر تہمت اور عیب بیان کئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم ایک ایسے شخص سے ہو کر آئے ہیں کہ جو پرلے درجے کا شرابی کبابی ہے اور اس نے اپنے پاس آلات لہو ولعب اور گلوکارائیں رکھی ہوئی ہیں جو گانا گا کر اس کو خوش کرتی ہیں۔

اور ہم تمہیں گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اس کو معزول کر دیا ہے لوگوں نے بھی آپ کی ہاں میں ہاں ملائی اور اس کو معزول کرنے پر تل گئے اور حضرت عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر لی لیکن حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے ان کو ملامت کی کہ ایسی حرکت نہ کرو۔

کچھ دنوں کے بعد منذر بن زبیر بصرہ سے مدینہ واپس آ گئے اور اس نے بھی یزید کی معزولی کی تائید کی اور ان لوگوں سے اتفاق کر لیا کہ اس شرابی کبابی کو ضرور معزول کرنا ہے اور اس نے بھی وہی باتیں لوگوں کو بتائیں جو وفد مدینہ نے بتائیں تھیں کہ وہ شراب نوشی کرتا ہے اور مدہوش ہو جاتا ہے اور وہ نماز چھوڑ دیتا ہے اور اس نے وفد مدینہ سے بھی عیب لگانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور طرح طرح کے عیب اپنے محسن پر لگائے جب اس بات کی اطلاع یزید کو ملی تو اس نے کہا اے اللہ! میں نے اس کو فضیلت وبرتری دی اور اس کی عزت کی اور اس نے جو کچھ کیا ہے آپ نے دیکھ لیا ہے اے اللہ! اس کو پکڑ لے اور اس کو عبرت ناک سزا سے دوچار فرما۔

پھر یزید نے اس سے سارا کچھ سننے کے بعد حضرت نعمان بن بشیر کو اہل مدینہ کے پاس بھیجا کہ ان کو جا کر سمجھائیں اور اس کاروائی سے روکیں جو انہوں نے شروع کی ہوئی ہے اور یہ بھی یزید نے نعمان ابن میسرہ کو کہہ دیا کہ ان کو یہ بھی بتا دیں کہ اسکا انجام انتہائی برا ہوگا لہٰذا اس کارروائی کو بند کریں اور ان کو یہ بھی حکم دیں کہ وہ سمع واطاعت کی طرف رجوع کریں جماعت کے ساتھ رہنے کی کوشش کریں۔

نعمان بن بشیر نے یزید کے حکم کے مطابق جا کر کام کیا اور ان کو فتنہ سے ڈرایا اور کہا کہ فتنہ ایک مضر صحت چیز ہے جس کا علاج یہی ہے کہ اس شروع کردہ مہم کو بند کر دیا جائے ورنہ آپ اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ اہل شام کے ساتھ ٹکر لے سکو!۔

یہ باتیں سن کر حضرت عبداللہ بن مطیع نے کہا اے نعمان! کونسی چیزیں اس جماعت کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے اور اللہ نے ہمارے جس امیر کو درست کہا ہے اس کو اس کے خراب کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔

حضرت نعمان ابن بشیر نے کہا اللہ کی قسم! میں نے ان امور کو ترک کر دیا ہے جن کی طرف آپ مجھے دعوت دے رہے ہیں اس لئے کہ میں اس قافلے میں شامل ہو گیا ہوں جس میں دوسرے لوگ شامل ہو گئے ہیں اور اس قافلے کے لوگ ایسے بہادر ہیں کہ جب لڑنے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو ایسے زبردست وار کرتے ہیں کہ لوگوں کی گردنیں اڑا کر رکھ دیتے ہیں اور پیشانیوں کو ایسا زخمی کرتے ہیں کہ ان کی طرف دیکھا بھی نہیں جا سکتا اور جب

وہ لڑ رہے ہوتے ہیں تو دونوں فریقوں کے درمیان موت کی چکی گھوم رہی ہوتی ہے اور میں آپ کو یوں دیکھتا ہوں کہ جیسے آپ اپنے خچر کے پہلو میں ضرب لگا کر میری طرف آ گئے ہیں۔ اور آپ نے ان مساکین یعنی انصار کو اپنی گلیوں اور مساجد اور اپنے اپنے گھروں کے دروازوں پر لڑتے ہوئے پیچھے چھوڑ دیا ہے تو لوگوں نے ان کی بات نہ مانی اور نہ سنی اور وہ واپس آ گئے اور معاملہ جوں کا توں رہا۔

حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اس سال ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا تھا اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اگر چہ وہ اہل مدینہ کے وفد میں شامل تھا لیکن وہ لوگ یزید سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آ گئے تھے تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اس سال ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا تھا لیکن وفد اہل مدینہ ۶۳ھ کے آغاز میں واپس آیا تھا جبکہ حج اس سے پہلے لوگوں کو کروایا گیا تھا۔

اس سال وفات پانے والے اعیان

حضرت بریدۃ بن الحصیب الاسلمی ...... آپ اس وقت اسلام لائے جب رسول اللہ ﷺ کراع الغمیم سے ہجرت کرتے ہوئے آپ کے پاس سے گزرے آپ ﷺ جب کراع الغمیم پر ٹھہرے تو حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے اہل وعیال کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا اور شرف زیارت سے محظوظ ہوئے۔

دوران ملاقات آپ ﷺ نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی اور کچھ حصہ ان کو بھی سکھایا پھر جب غزوہ احد ہوا تو حضرت بریدہ نبی ﷺ کے پاس مدینہ تشریف لائے اور پھر آپ کے ساتھ رہ کر تمام معرکوں میں ساتھ رہے اور پھر مستقل مدینۃ المنورہ میں اقامت اختیار کر لی اور جب مصر فتح ہوا تو آپ وہاں اترے اور گھر کی حد بندی کی پھر جب خراسان کے علاقہ میں جنگ ہوئی تو آپ نے اس میں شرکت کرنے کے لئے خراسان کی طرف سفر جہاد اختیار فرمایا۔

آخر کار یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں مقام مرو میں وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون اور بہت سارے مؤرخین نے آپ کی اس سال وفات کی تصدیق کی ہے۔

الربیع بن خثیم ...... ابو یزید الثوری الکوفی آپ حضرت ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے ہیں ایک مرتبہ ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے ولی اللہ اور عاجزی کرنے والے یاد آ جاتے ہیں اور فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھتے تو آپ سے محبت کرتے۔

آپ کی عاجزی اور مسکنت کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود آپ سے محبت کرتے تھے اور بہت احترام کرتے تھے۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ ربیع بن خثیم صدق کا منبع تھے اور عبداللہ ابن مسعود کے جتنے بھی ساتھی تھے آپ ان میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی تھے ابن معین فرماتے ہیں کہ آپ ایسے در یکتا تھے کہ اس کی مثل لانا انتہائی مشکل ہے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اس سال میں وفات کی تائید کی ہے۔

علقمہ بن قیس ابوشبل النخعی الکوفی ...... آپ ابن مسعود کے اکابر اصحاب اور علماء میں سے تھے حضرت علقمہ بن قیس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مثل تھے یعنی آپ کی شکل وصورت بالکل ایسی تھی جیسی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تھی اور جلیل القدر صحابی بھی ہیں جنات صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت نے آپ سے حدیث روایت کی ہے اس کے علاوہ بہت سے تابعین نے بھی احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔

عقبہ بن نافع فہری ...... حضرت معاویہ نے آپ کو دس ہزار فوج کے لشکر کی سربراہی میں افریقہ بھیجا اور انہوں نے انتہائی دلیری سے مقابلہ کیا اور آخر کار افریقہ کو فتح ہی کر کے چھوڑا اور قیروان کی حد بندی کی اور قیروان کی جگہ دلدلی اور گھنے درختوں والی تھی۔

اور اتنی خطرناک جگہ تھی کہ اس میں خون خوار درندے، سانپ اور تمام حشرات الارض سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اس لئے اس میں جانا خطرہ سے خالی نہ ہوتا تھا اور ہر آدمی آسانی سے اس میں جانے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ عقبہ بن نافع فہری نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ ان درندوں سانپوں وغیرہ کو اس جگہ سے نکال دیں اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ان کی دعا قبول ہوگئی اور تمام درندے اور سانپ وغیرہ اپنے بچوں سمیت نکلنے لگے حتیٰ کہ وہ جگہ تمام چیزوں سے خالی ہوگئی۔

جب وہ جگہ تمام چیزوں سے خالی ہوگئی تو انہوں نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا اور اس سال مسلسل اسی جگہ قیام پذیر رہے اور اسی سال آپ کی جنگیں بربری اور رومی اقوام سے بھی ہوئیں اور آپ کو مقام شہادت حاصل ہوا اور اسی سال اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عمرو بن حزم...... آپ جلیل القدر صحابی ہیں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نجران کا عامل مقرر فرمایا اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ نے کافی عرصہ تک وہیں نجران ہی میں قیام فرمایا اور یزید بن معاویہ کے زمانہ میں بھی زندہ رہے۔

مسلمہ بن مخلد انصاری...... بقول مؤرخین ہجرت کے سال پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا سماع کیا اور جب مصر پر مسلمانوں نے حملہ کیا تو یہ بھی شامل ہوئے اور فاتحین مصر میں شامل ہوئے۔

مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یزید بن معاویہ کے فوج کے امیر مقرر ہوئے اور اس سال یعنی ۶۲ھ میں ماہ ذوالقعدہ میں فوت ہوئے۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد بدر اور غزوہ خندق وقوع پذیر ہوا تو اس وقت آپ ابھی مشرف باسلام نہ ہوئے تھے اور یہ ان تینوں غزووں کے دوران مشرکین کے لشکر میں تھے اور کئی مسلمانوں کو شہید بھی کیا۔

اس کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور فتح مکہ اور جنگ حنین میں شامل ہوئے اور ۹ حج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا اور حجۃ الوداع میں بھی شرکت کی۔

مؤرخ کبیر علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ساٹھ سال کی عمر پائی اور اتنی ہی عمر زمانہ اسلام میں پائی نیز فرماتے ہیں کہ آپ نے یزید بن معاویہ کا زمانہ پایا ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس سال وفات پائی تھی اور اسی سال میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی کی بیوی الرباب بنت انیف نے وفات پائی جو اہل عراق کے پاس اس وقت موجود تھی جب وہ ہفتہ یا جمعہ کو آپ کے خاوند حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابن علی، پسر دختر رسول پر زیادتی کرتے تھے۔

۶۳ھ

مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس سال حرہ کا معرکہ وقوع پذیر ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا اور قریش پر حضرت عبداللہ بن مطیع اور انصار پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ ابن ابی عامر کو امیر المومنین مقرر کر دیا۔

اہل مدینہ نے اس کے آغاز میں اس بات کا اظہار کیا کہ ہم نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا ہے اور قریش پر حضرت عبداللہ بن مطیع اور انصار پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر کو امیر مقرر کر دیا ہے۔

جب لوگوں نے اس بات کا اعلان عام کیا تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے یزید کو ایسے اتار دیا ہے جیسے میں نے اپنے سر سے پگڑی اتار دی ہو اور وہ اپنے سر سے پھینکنے لگا۔

اتنے میں دوسرا آدمی کہنے لگا کہ میں نے یزید کو یوں اتار دیا ہے جیسے میں نے اپنے پاؤں سے جوتی نکال دی ہے اور اتنے لوگوں نے خوشی میں پگڑیاں اور جوتیاں اتار دیں کہ پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر لگ گیا۔

یزید کو مطلع کرنے کے بعد ان لوگوں نے یزید کے مقرر کردہ عامل عثمان بن محمد ابی سفیان بن عمر کو نکالنے اور بنی امیہ کو مدینہ سے جلا وطن کر دینے پر اتفاق کیا جب بنوامیہ کو اس خبر کا علم ہوا تو بنوامیہ، مروان بن حکم کے گھر اکھٹے ہونا شروع ہو گئے۔

اہل مدینہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کا محاصرہ کرتے ہوئے گھیراؤ کر لیا البتہ ابن حسین، (زین العابدین) اور حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان لوگوں میں شامل نہیں ہوئے وہ الگ رہے اور ان دونوں کا یزید کو معزول کرنے میں ہاتھ نہیں تھا اور نہ ہی ابن عمر وغیرہ کے گھر کے کسی شخص نے اس کو معطل کرنے میں ساتھ دیا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے افراد کو کہا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص یزید کو معزول کرنے کا ساتھ نہ دے۔ بلکہ اس کے اور میرے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوگی اور انشاء اللہ تلوار کو سیراب کیا جائے گا۔ یہ حدیث اپنے الفاظ مع سند کے یزید کے حالات میں آ جائے گی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جو اہل مدینہ نے ابن مطیع کی بیعت کی ہے اور موت پر حنظلہ کی بیعت کی ہے اس کو ناجائز قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ سے موت پر بیعت نہیں کرتے تھے بلکہ اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ ہم راہ فرار اختیار نہ کریں گے بلکہ دلیری کے ساتھ آپ کے ساتھ شانہ بشانہ لڑتے رہیں گے۔

اسی طرح بنوعبدالمطلب میں سے بھی کسی شخص نے یزید کو معزول کرنے میں حصہ نہیں لیا اور حضرت محمد بن حنفیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو یہ اسی سختی کے ساتھ پیش آئے اور یزید کی حمایت میں ان سے مناظرۃ اور مجادلہ بھی کیا اور ان لوگوں نے یزید پر شراب نوشی اور بعض مرتبہ نماز چھوڑنے کے جو الزامات لگائے تھے اسکا جواب بھی دیا اس کی تفصیل یزید کے حالات زندگی میں آئیگی۔

بنوامیہ نے محاصرہ کے درمیان یزید کو خط بذریعہ ایلچی بھیجا کہ ہم انتہائی اہانت بھوک اور پیاس سے مر رہے ہیں لہٰذا ہماری نجات کے لئے کسی آدمی کو بھیجا جائے اگر آپ نے نجات دہندہ ہماری نجات کے لئے نہ بھیجا تو ان سب کی بیخ کنی ہو جائیگی۔

چنانچہ جب ایلچی خط لے کر یزید کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر نقرس کی وجہ سے اپنے پاؤں ٹھنڈے کر رہا تھا جب اس نے خط کو پڑھا تو بہت پریشان اور بے قرار ہو گیا اور ایلچی کو کہنے لگا کہ تیرا ستیاناس ہو جائے کیا وہ ایک ہزار آدمی نہیں ہیں ایلچی نے کہا کہ بیشک ہیں تو یزید نے کہا کہ وہ اتنے بزدل ہیں کہ انہوں نے دن کی ایک گھڑی میں بھی جنگ نہیں کی تو ایلچی نے نفی میں جواب دیا اس کی یہ باتیں سن کر مزید پریشان ہوا۔

تو عمرو بن سعید ابن العاص کو خط سنا کر اس نے مشورہ طلب کیا کہ اب کیا کیا جائے اور کس شخص کو ان کی نجات کے لئے بھیجیں، یزید ابن معاویہ نے کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے لیکن عمرو بن سعید بن العاص نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بلاشبہ امیر المومنین نے مجھے مدینہ سے معزول کر دیا ہے اور وہ محفوظ ہے اور اس کے معاملات محکم ہیں مگر قریش کا خون شہر کے بلند حصوں میں بہایا جائے گا اور میں اس کی ذمہ داری قبول کرنا پسند نہیں کرتا۔

اس کی ذمہ داری وہ شخص قبول کرے جو میری نسبت سے ان سے دور تر ہو امام ارزی نے فرمایا ہے کہ یزید نے ایلچی کو مسلم بن عقبہ مزنی کے پاس بھیج دیا جو اس وقت انتہائی بوڑھا اور ضعیف ہو چکا تھا۔

اس بوڑھے نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور یزید کی پکار کا جواب دیا تو یزید نے اس کے ساتھ دس ہزار کا لشکر روانہ کر دیا۔

بعض مؤرخین نے بارہ ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادوں کا بھیجنا بیان کیا ہے جب یزید نے یہ لشکر جرار روانہ کیا تو ان میں سے ہر سپاہی کو ایک سو دینار دیئے اور بعض نے چارصد دینار دینا بیان کیا ہے پھر یزید نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے دکھاؤ تو۔

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ اس نے اہل دمشق پر عبداللہ بن مسعدہ الفزاری اور اہل حمص پر حصین بن نمیر السکونی اور اہل قنسرین پر طریف بن الحسحاس کو اہل اردن پر حبیش بن دلجہ القینی اور روح بن انباع الجذری اور شریک الکنانی کو اہل فلسطین پر امیر مقرر کیا اور ان سب پر مسلم بن عقبہ مزنی غطفانی کو امیر مقرر کیا اور مؤرخین سلف اس کو مسرف بن عقبہ کہتے تھے حضرت نعمان ابن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے ان لوگوں پر امیر مقرر کر دیں میں آپ کو کفایت کروں گا۔

اور نعمان بن بشیر حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے ماں شریک بھائی تھے ان کی ماں کا نام عبداللہ رواحہ تھا یزید نے کہا کہ نہیں انکا مناسب حال یہی ہے خدا کی قسم! میں ان کو بار بار معاف کرنے اور ان سے حسن سلوک کرنے کے بعد بھی قتل کروں گا۔

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنین میں تمہیں آپ کے اور رسول اللہ ﷺ کے انصار کے درمیان اللہ کا واسطہ دوں گا عبداللہ بن جعفر نے اسے کہا کہ اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کرلیں تو کیا آپ کے خیال میں ان کی بات قبول کرلی جائیگی اس نے کہا کہ اگر وہ ایسا کرلیں تو ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ ان کو دو تین بار دعوت دو وہ دعوت قبول کرلیں تو ان کی بات مان لینا اور ان سے لڑنے جھگڑنے سے باز رہنا بصورت دیگر ان سے دلیری کے ساتھ جنگ کرنا اور جب جنگ شروع ہو تو سب سے پہلے اللہ سے مدد طلب کرنا جب تو جنگ میں غالب ہو جائے تو تین روز تک مدینہ کو مباح قرار دینا اس کے بعد لوگوں کو کچھ نہ کہنا اور اگر آپ کی ملاقات علی بن حسین سے ہو جائے تو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور ان کو اپنا مقرب بنا لینا چونکہ یہ اس بات میں شامل نہیں ہیں جس میں یہ لوگ ملوث ہیں اور یزید نے مسلم بن عقبہ مزنی غطفانی کو یہ بھی کہا کہ جب وہ مدینہ سے فارغ ہو جائے تو وہ ابن نمیر کے محاصرہ کے لئے مکہ کی طرف چلا جائے اور مزید یہ بھی کہا کہ اگر تجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو حسین ابن نمیر السکونی کو لوگوں کا امیر مقرر کر دینا۔

مورخین کرام فرماتے ہیں کہ یزید نے عبداللہ بن زیاد کو لکھا کہ مکہ جا کر نمیر کا محاصرہ کرے تو عبداللہ بن زیاد نے یزید کے اس حکم سے انکار کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم! میں ایک فاسق فاجر شخص کے لئے ان دو جزوں کو بھی جمع نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹے کو قتل کروں اور بیت اللہ سے جنگ کروں۔

اور جب اس نے حضرت حسین کو قتل کر کے شہید کر دیا تو اس کی ماں نے اس کو بہت بددعائیں دیں کہ تو ہلاک ہو جائے تو نے کیا کیا ہے اور کس عمل کا ارتکاب کیا ہے اور سخت اس سے ناراض ہوئیں۔

بقول مورخین یزید بن معاویہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت ابن زبیر نے اپنے خطبہ میں یزید کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یزید دھوکے باز ہے وہ اب تو تارک الصلوٰۃ اور گلوکار عورتوں کے ساتھ رہنے والا ہے اور جب مسلم بن عقبہ نے تیاری کر لی اور دمشق میں فوج کی نمائش کی تو وہ کہنے لگا۔

ابوبکر کو کہہ دو کہ جب فوج رات کو چلے اور وادی القری کے قریب پہنچ جائے تو دیکھے گا کہ اس نے قوم کے ان لوگوں کو جو شراب میں مدہوش ہیں اکٹھا کر لیا ہے اس ملحد پر تعجب ہے جو ام القری میں موجود ہے جو دین سے دھوکہ کرنے والا اور جھوٹے فیصلے کرنے والا ہے اور ایک روایت میں یہ اشعار یوں آتے ہیں۔

ابوبکر کو پیغام پہنچا دو کہ جب معاملہ پیش آجائے اور فوج وادی ام القری میں اتر جائے وہ بیس ہزار جوان اور ادھیڑ عمر ہیں اور تو دیکھے گا کہ اس نے قوم کے شراب سے مدہوش لوگوں کو اکٹھا کر لیا ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب مسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گیا اور جب مدینہ المنورہ کے قریب پہنچ گیا تو بنوامیہ نے اہل مدینہ کے محاصرہ میں پوری کوشش صرف کر دی اور دھمکیاں دینے لگے کہ خدا کی قسم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور آخر کار تمہیں قتل کر کے ہی چھوڑیں گے۔ البتہ ایک مطالبہ مان لو تو پھر تمہیں تمہاری جان بخشی جائیگی ہے وہ مطالبہ یہ ہے کہ اس بات کا ہم سے وعدہ کرو کہ تم ان شامیوں میں سے کسی ایک شخص کو بھی ہمارے بارے میں نہیں بتلاؤ گے تو اہل مدینہ نے یہ وعدہ کر لیا کہ ہم نہیں بتائیں گے۔

اور جب فوج پہنچی تو مسلم بن عقبہ نے فوج کا زبردست استقبال کیا خیر و خیریت پوچھنے کے بعد مسلم بن عقبہ نے حالات دریافت کرنا شروع کر دیئے کہ حملہ کیسا رہا لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہ دیا تو اس کو کوئی بات نہ بتانے کی وجہ سے پریشانی ہوئی اور وہ تنگ ہو کر اٹھ کر چلا گیا تو عبدالملک بن مروان نے اس کے پاس آ کر اسے کہا اگر تو فتح کا خواہش مند ہے تو مدینہ کی مشرقی جانب حرہ میں اتر جا اور جب اہل مدینہ تمہارے پاس آئیں گے تو سورج تمہارے کندھوں اور ان کے چہروں پر ہوگا تم ان کو اطاعت کی دعوت دینا اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو فبہا ورنہ اللہ سے مدد مانگ کر ان سے جنگ شروع کر دینا۔

انشاء اللہ تجھے فتح سے ہمکنار کرے گا کیونکہ انہوں نے امام کی مخالفت کی ہے اور اطاعت سے باہر نکل گئے ہیں مسلم بن عقبہ نے جب مروان بن حکم کی یہ باتیں سنیں تو بہت خوش ہوا اور اسکا شکریہ ادا کیا اور اس کے مشورہ پر عمل کیا اور مدینہ کے مشرق میں مقام حرہ میں اتر گیا اور تین دن

تک اس نے لوگوں کو دعوت دی۔

لیکن کسی نے بھی جنگ کے سوا اس کی کوئی بات قبول نہ کی چنانچہ تین دن گزرنے کے بعد تو اس نے اہل مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے اہل مدینہ تین دن گزر گئے ہیں بحکم امیر المومنین کہ تم ان کی اصل میں سے ہو اور ہم تمہاری خون ریزی کرنا پسند نہیں کرتے اور انہوں نے مجھے حکم دے کر بھیجا ہے کہ میں تمکو تین دن تک دعوت دوں اور آج تین دن کی دی گئی مہلت گزر چکی ہے اب تم بتاؤ کہ تم کیا کرنے والے ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی کسی بات کو بھی قبول نہیں کرتے البتہ جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں تو مسلم بن عقبہ نے کہا کہ اللہ کے واسطے تم ایسا نہ کرو بلکہ ہم سے صلح کرلو تو یہ تمہارے لئے ہر لحاظ سے بہتر ہوگا اگر تم صلح کرلو گے تو ہم اپنی یہ کوشش اور قوت اس ملحد ابن زبیر پر صرف کریں گے۔

اہل مدینہ نے اس کی اس بات کا انتہائی جرأت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! اگر تو نے یہ ارادہ کیا ہے تو ہم تجھے اس پر غلبہ نہیں پانے دیں گے اور کیا ہم تجھے چھوڑ دیں گے کہ تم بیت اللہ میں جا کر الحاد اختیار کرو اب تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ انشاء اللہ ہم تجھے ختم ہی کر کے چھوڑیں گے۔

اہل مدینہ نے مسلم اور اپنے درمیان ایک خندق کھودی اور اپنی فوج کو چار دستوں میں تقسیم کر دیا اور ہر چوتھے دستے پر امیر مقرر کیا اور انہوں نے سب سے خوبصورت جو دستہ بنایا اس میں حضرت حنظلہ بن الغیسل موجود تھے۔

بالآخر جنگ شروع ہوگئی اور انتہائی شدید جھڑپیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ اہل مدینہ شکست کھا گئے اور فریقین کے بہت سے سادات اور اعیان قتل ہوئے جن میں حضرت عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتوں بیٹے ان کے سامنے قتل ہو گئے۔ اور حضرت عبداللہ بن الغیسل اور ان کے ماں شریک بھائی محمد بن ثابت اور محمد بن عمرو بن حزم قتل ہو گئے اور بے یار و مددگار میدان جنگ میں پڑے ہوئے تھے تو مروان بن حکم کا ان پر گزر ہوا تو اس نے کہا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے کتنے ہی ستون ہیں جن کے پاس میں نے آپ کا طویل قیام و سجود کرتے دیکھا ہے۔

مسلم بن عقبہ جن کو سلف مسرف بن عقبہ بھی کہتے ہیں اللہ اس فاسق شخص سے خیر کا معاملہ نہ کرے جس نے یزید کے حکم پر مدینہ کو تین دن تک مباح قرار دیا اور بہت سے اموال اور قراء کو قتل کیا اور مدینہ کے بہت سے اموال کو لوٹ کر لے گیا۔

جیسا کہ مؤرخین کہتے ہیں اس وقت بہت سا شر و فساد ہوا اور اس وقت کچھ لوگوں کو اس کے سامنے باندھ کر قتل کیا گیا ان میں حضرت مقعل بن سنان بھی تھے اور آپ اس سے پہلے اس کے بہت گہرے دوست تھے مگر آپ نے چونکہ یزید کے بارے میں اسے سخت باتیں سنائیں تھیں جس کی وجہ سے وہ ناراض ہوگیا۔

اور اس نے حضرت علی ابن حسین کو بلایا اور مروان بن الحکم اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان چلتا ہوا آیا تا کہ وہ ان دونوں کے ذریعہ اس سے امان حاصل کرے۔

اور آپ کو معلوم نہ تھا کہ یزید نے اس کو آپ کے متعلق وصیت کی ہے پس جب آپ اس کے سامنے بیٹھ گئے تو مروان بن حکم نے مشروب منگوایا اور مسلم بن عقبہ شام سے برف منگوائی جو کہ اس کے مشروب میں ڈالی جاتی تھی جب مشروب لایا گیا تو مروان ابن الحکم نے اس میں سے تھوڑا سا پیا اور بقیہ حضرت علی ابن حسین کو دیدیا تا کہ وہ اس سے آپ کے لئے امان طلب کرے اور مروان ابن الحکم حضرت علی ابن حسین کے سامنے بیٹھا تھا پس جب مسلم بن عقبہ نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے برتن پکڑ لیا ہے۔

تو اس نے آپ سے کہا کہ ہمارا مشروب نہ پیو، پھر کہنے لگا کہ آپ ان دونوں کے درمیان اس لئے آئے ہیں کہ ان دونوں کے ذریعہ امان حاصل کریں؟ تو حضرت علی ابن حسین کا ہاتھ لرز گیا اور مشروب والا برتن ہاتھ ہی میں رہ گیا نہ برتن اپنے ہاتھ سے نیچے رکھتے اور نہ ہی اس مشروب کو پیتے۔

پھر وہ آپ سے کہنے لگا کہ اگر امیر المومنین نے حکم نہ دیا ہوتا تو میں آپ کو قتل کر دیتا پھر وہ آپ سے کہنے لگا اگر پینا چاہتے ہیں تو پی لیں اور اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم آپ کے لئے اور مشروب منگوا دیتے ہیں۔

آپ نے کہا کہ یہ جو میرے ہاتھ میں ہے میں اسے ہی پینا چاہتا ہوں تو آپ نے یہ کہتے ہی پی لیا پھر مسلم بن عقبہ نے کہا کہ میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ تو اس نے آپ کو اپنے تخت پر بٹھا لیا۔

اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ کے متعلق مجھے امیر المومنین نے وصیت کی ہے اور ان لوگوں نے مجھے آپ سے بے پرواہ کر دیا ہے پھر مسلم بن عقبہ نے حضرت علی ابن حسین کو کہا کہ ہوسکتا ہے کہ شاید آپ کے گھر والے خوف زدہ ہوں تو آپ نے کہا کہ یقیناً بہت پریشان ہوں گے آپ کا گمان بالکل صحیح ہے۔

تو اس نے حکم دیا کہ ان کے لئے سواری کا انتظام کیا جائے چنانچہ جب سواری تیاری ہوگئی تو اس نے آپ کو اس پر سوار کروایا اور بڑی عزت واحترام سے آپ کو واپس گھر بھیج دیا پھر اس نے عمرو بن عثمان ابن عفان کو بلایا اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جنہوں نے بنو امیہ کے خلاف خروج نہیں کیا تھا۔

جب آپ اس کے پاس تشریف لے آئے تو کہنے لگا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر اہل مدینہ غالب آ گئے تو میں ان کے ساتھ ہوں گا اور اہل شام غالب آ گئے تو میں امیر المؤمنین کے ساتھ ہوں گا تو ان کے یہ کہنے کی وجہ سے اس کے حکم سے اس کے سامنے ان کی داڑھی مبارک کو نوچا گیا اور آپ کی داڑھی بھی بہت بڑی اور لمبی چوڑی تھی۔

مورخ المدائنی نے کہا ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن تک مباح قرار دیا تھا اس کے بعد جو شخص بھی ان کو ملتا تو اس کو قتل کر دیتے اور جو کچھ اس کے پاس سامان ہوتا تھا وہ بھی چھین لیتے۔ انہیں دنوں سعدی بنت عوف المریہ نے مسلم بن عقبہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی عمزادی ہوں یعنی آپ کی چچا کی بیٹی ہوں تمہارے ساتھی ہمارے اونٹوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کو حکم دیں کہ فلاں فلاں جگہ پر جو اونٹ موجود ہیں وہ اپنے ہیں ان کو تنگ نہ کریں۔ تو اس نے اس کی التجاء کو پس پشت کرتے ہوئے کہا کہ سب سے پہلے اسی کے اونٹوں کو پکڑنے کا آغاز کرو اسی طرح اس بد بخت کے پاس ایک اور عورت آئی اور کہا کہ میں تیری لونڈی ہوں میرا بیٹا تیرے قیدیوں میں ہے اس کو چھوڑ دیں۔

تو اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ اس کو جلدی سے پکڑو اور اس کو قتل کر دو چنانچہ اس کو پکڑ کر اسی وقت اس عورت کے سامنے قتل کر دیا گیا اور اس نے کہا کہ اسکا سر علیحدہ کر کے اس عورت کو دیدو۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ ان دنوں ان کے ساتھیوں نے عورتوں کی عزتیں لوٹیں اور زنا کاری میں مبتلا رہے اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس سال ایک ہزار عورتوں کو خاوند کے بغیر حمل ہوا۔

المدائنی نے بحوالہ ابی قرۃ بیان کیا ہے کہ ہشام بن حسان نے کہا کہ معرکہ حرہ کے بعد مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے بچوں کو جنم دیا ہے اور اس وقت سادات کی ایک جماعت روپوش ہوگئی جن میں حضرت جابر بن عبداللہ بھی شامل تھے اور حضرت ابوسعید خدری نے باہر نکل کر پہاڑ میں ایک غار میں پناہ لے لی تو ایک شامی آپ کے ساتھ آ کے ملا آپ نے بیان کیا ہے کہ جب میں نے اس کو دیکھا تو میں نے اپنی تلوار سونت لی اور اس نے میرا قصد کیا اور مجھے قتل کرنا چاہا اور بالکل قتل کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔

تو میں نے اپنی تلوار کو سونگھا پھر میں نے کہا کہ تو میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ مرے اور تو دوزخیوں میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی جزاء ہے جب اس نے میری یہ بات سنی تو کہنے لگا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں ابوسعید خدری ہوں اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں میں نے کہا کہ الحمد اللہ میں نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ہوں تو جب اس نے میری یہ بات سنی تو واپس چلا گیا۔ مدائنی کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب کو مسلم کے پاس لایا گیا تو اس نے آپ سے بیعت کرنے کو کہا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی سیرت پر بیعت کروں گا۔ یہ سن کر مسلم نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ مجلس میں ایک آدمی نے گواہی دی کہ یہ تو مجنون ہیں تو آپ کو چھوڑ دیا گیا۔ المدائنی نے بحوالہ عبداللہ قرشی اور ابواسحٰق تمیمی نے بیان کیا ہے یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ جنگ حرہ میں اہل مدینہ نے شکست کھائی تو عورتیں اور بچے چیخنے چلانے لگے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان اور رب کعبہ کی قسم۔

المدائنی نے اہل مدینہ کے ایک شخص کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ حرہ کی جنگ میں کتنے آدمی قتل ہوئے تھے؟ اس نے کہا انصار اور مہاجرین میں سے سات سو سرکردہ حضرات اور موالی کے سرکردہ لوگ اور جن آزاد اور غلام وغیرہ کو میں نہیں جانتا وہ دس ہزار تھے۔

راوی بیان کرتے ہے کہ جنگ حرہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ھ کو ہوئی تھی انہوں نے تین دن تک مدینہ کو لوٹا اور واقدی اور ابو مغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ حرہ ۲۸ ذی الحجہ ۶۳ ھ کو بدھ کے دن ہوا تھا۔

واقدی نے عبداللہ بن جعفر سے بحوالہ عبداللہ بن عون بیان کیا ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کروایا۔ اور لوگ انہیں العائذ کہتے تھے یعنی بیت اللہ کی پناہ لینے والا اور وہ عمارت کے بارے میں مشوری کا نظریہ رکھتے تھے اور اہل مکہ کے پاس یوم حرہ کی خبر حضرت مسور بن مخرمہ کے غلام سعید کے ذریعہ محرم کی چاندرات کو پہنچی تو وہ بہت غمگین اور پریشان ہوئے، اور اہل شام سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ:

حرہ کا واقعہ ابو مخنف کی روایت کے خلاف بھی بیان کیا گیا ہے احمد بن زہیر نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے باپ نے اس کو بتایا کہ میں نے وہب بن جریر سے سنا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا کہ میں نے اہل مدینہ کے شیوخ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بیٹے یزید کو بلوایا اور اس سے کہا کہ ایک دن تجھے اہل مدینہ سے واسطہ پڑے گا پس اگر وہ ایسا کریں تو مسلم بن عقبہ کے ذریعہ انہیں مارنا بلاشبہ اس شخص کو ہمارے ساتھ جو خیر خواہی ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور جب حضرت معاویہ فوت ہو گئے تو اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس گیا اور ان جانے والوں میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر بھی شامل تھے جو ایک شریف فاضل سردار عبادت گزار صالح شخص تھے اور ان کے ساتھ ان کے آٹھوں بیٹے بھی تھے۔

یزید نے آپ کو ایک لاکھ درہم دیئے اور ان کے ہر بیٹے کو لباس اور بوجھ کے سوا دس دس ہزار درہم دیئے پھر وہ مدینہ واپس آ گئے اور جب یہ مدینہ واپس آئے تو لوگ ان کے پاس آ کر ان سے کہنے لگے آپ کے پیچھے کیا ہے انہوں نے فرمایا میں ایک ایسے شخص کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں خدا کی قسم! اگر میں اپنے ان بیٹوں کے سوا کسی کو یہاں پاتا تو میں ان کے ساتھ اس سے جنگ کرتا انہوں نے کہا ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یزید نے آپ کو عطیات، خدام اور غنیمت سے حصہ دیا ہے۔ اور آپ کا اعزاز و اکرام کیا ہے انہوں نے فرمایا یزید نے ایسا کیا ہے اور میں نے اس سے یہ چیزیں اسلئے قبول کی ہیں تاکہ میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کی قوت حاصل کروں، پس اس نے لوگوں کو ترغیب دی اور انہوں نے ان کی بیعت کر لی

یزید کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو ان کے پاس بھیجا اور اہل مدینہ نے ان تمام پانیوں کی طرف جو ان کے اور اہل شام کے درمیان تھے آدمی بھیجے اور انہوں نے ان میں تارکول کا مشکیزہ ڈال دیا اور اسے جذب کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے شامی فوج پر موسلا دھار بارش بھیج دی اور انہوں نے مدینہ پہنچنے تک ایک ڈول پانی بھی جمع نہ کیا اور اہل مدینہ بہت سی افواج اور ایسی ہیبت ناک صورت میں باہر نکلے جو کبھی دیکھی نہیں گئی تھی اور جب اہل شام نے انہیں دیکھا تو ان سے ڈر گئے اور ان سے انہوں نے جنگ کرنے کو ناپسند نہ کیا اور ان کے امیر مسلم کو شدید درد تھا، اسی دوران میں کہ لوگ ان کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے کہ اچانک انہوں نے مدینہ کے درمیان سے اپنے پیچھے تکبیر کی آواز سنی اور اہل شام کے بنو حارثہ نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے پس ان لوگوں نے زبردست شکست کھائی اور خندق میں مرنے والوں کی تعداد قتل ہونے والوں سے بھی زیادہ تھی وہ مدینہ میں داخل ہوئے تھے حضرت عبداللہ بن حنظلہ دیوار سے ٹیک لگائے نیند میں خراٹے لے رہے تھے ان کے بیٹے نے انہیں جگایا اور جب انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور لوگوں کی کارروائی کو دیکھا تو انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر جنگ کرو اس نے آگے بڑھ کر جنگ کی، جنگ کرتے کرتے وہ قتل ہو گیا۔

اور مسلم بن عقبہ نے مدینہ میں داخل ہو کر لوگوں کو بیعت کی دعوت دی کہ۔ ۔ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں اور وہ ان کے خون، اموال اور اہل کے متعلق جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

ابن عساکر نے احمد بن عبدالصمد کے حالات میں اپنی تاریخ میں احمد ابن مروان مالکی کی کتاب سے روایت کیا ہے کہ حسین بن حسن یشکری نے ہم سے بیان کیا کہ الزیادی نے اصمعی بحوالہ اصمعی ہم سے بیان کیا اور محمد بن حارث نے بحوالہ المدائنی مجھے بتایا وہ بتاتے ہیں کہ جب اہل حرہ قتل ہوئے تو مکہ میں اس شب کو ابو قبیس پر ایک ہاتف نے آواز دی اور حضرت عبداللہ بن زبیر بیٹھے اس آواز کو سن رہے تھے اور روزہ دار، فرمانبردار،

عبادت گذار، نیک، صالح، ہدایت یافتہ، حسن سلوک کرنے والے اور کامیابی کی طرف سبقت کرنے والے واقم اور بقیع میں کیسے کیسے عظیم اور خوبصورت سردار اور یثرب کے علاقہ میں کیسی کیسی رونے والیاں اور چیخنے چلاّنے والیاں ہیں، اس نے نیک لوگوں اور نیکوں کے بیٹوں کو قتل کر دیا ہے جو رعب دار اور سخی تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا اے لوگو! تمہارے اصحاب قتل ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہنے میں کہ مدینہ کو تین دن تک مباح کر کے فحش غلطی کی ہے اور یہ ایک بہت بڑی قبیح غلطی ہے اور اس کے ساتھ بہت سے صحابہ اور ان کے بیٹوں کا قتل بھی شامل ہے۔ اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ اس نے حضرت حسین اور آپ کے اصحاب کو عبداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کروائے اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں بے حساب عظیم مفاسد رونما ہوئے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط کرنا اور کسی جھگڑنے والے کے بغیر اپنے ایام کو دوام بخشنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادے کے خلاف اسے سزا دی اور اس کے ارادے کے درمیان حائل ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا جو ظالم و جابروں کو ہلاک کرنے والا اور اس نے غالب مقتدر کی طرح گرفت کی اور اس طرح تیرے رب نے ظالم بستیوں پر زبردست گرفت کی ہے بلاشبہ اس کی گرفت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ حسین بن حارث نے انہیں بتایا کہ فضل بن موسیٰ نے ہمیں بتایا کہ الجعد نے عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص سے اس کے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جو کوئی اہل مدینہ سے جنگ کرے گا۔

وہ یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ اور مسلم نے ابو عبداللہ القراظ المدینی جس کا نام دینار ہے کی حدیث سے بحوالہ حضرت سعد بن ابی وقاص روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مدینہ کے متعلق برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں شیشے کی طرح پگھلا دے گا۔ پانی میں نمک کی طرح پگھلا دے گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ابی عبداللہ القراظ کے طریق سے بحوالہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو یوں پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا کہ یزید بن خصیفہ نے عطاء بن یسار سے بحوالہ السائب بن خلاد ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے از راہ ظلم مدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوفزدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی لعنت ہو گی اور بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے قیمت اور معاوضہ قبول نہیں کریگا۔ اور نسائی نے اسے کئی طریق سے عن علی بن حجر عن اسماعیل بن جعفر بن یزید بن خصیفہ عن عبدالرحمان بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ عن عطاء بن یسار عن خلاد بن منجوف بن الخزرج روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا اور اسی کا ذکر کیا اور اسی طرح الحمیدی نے عبدالعزیز بن ابی حازم سے بحوالہ یزید بن خصیفہ روایت کیا ہے اور اسی طرح نسائی نے اسے عن یحییٰ بن حبیب بن عربی بن حماد عن یحییٰ بن سعید عن مسلم بن ابی مریم عن عطاء بن یسار عن ابن خلاد یہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے تھے یہ خلاد روایت کرتے ہیں اور انہوں نے اسے بیان کیا اور ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ حیوۃ بن شریح نے عن ابن الہاد عن ابی بکر من عطاء بن یسار عن السائب بن خلاد مجھے بتایا وہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو بیان کرتے سنا جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ اسے خوفزدہ فرمائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی اور دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ علی بن احمد بن القاسم نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبدالحمید بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ ابو زکریا یحییٰ بن عبداللہ بن یزید بن عبداللہ بن انیس انصاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں محمد اور عبدالرحمان کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم حرہ کی جنگ کے روز اپنے باپ کے ساتھ باہر نکلے اور ہمارے باپ حضرت جابر کی نظر بند ہو چکی تھی یعنی وہ نابینا ہو چکے تھے تو آپ نے کہا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا وہ ہلاک ہو گیا ہم نے کہا اے ہمارے باپ کیا کسی نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے انصار کے اس قبیلے کو خوفزدہ کیا تو اس نے ان دونوں کے درمیان کو خوفزدہ کیا اور آپ نے

اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ اس کی روایت میں لفظاً و اسناداً اسعد بن عبدالعزیز متفرد ہے اور اس حدیث اور اس قسم کی اور احادیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یزید بن معاویہ پر لعنت ڈالنے میں رخصت کے قائل ہیں اور یہ روایت احمد بن حنبل سے ہے جسے الخلال اور ابوبکر عبدالعزیز اور قاضی ابویعلی اور اس کے بیٹے قاضی ابوالحسین نے اختیار کیا ہے اور ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک الگ تصنیف میں اس سے مدد لی ہے اور یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے اور دوسروں نے اس سے روکا ہے اور اس بارے میں اسی طرح کتابیں تصنیف کی ہیں تا کہ اس پر لعنت اس کے باپ یا کسی صحابی کی لعنت کا ذریعہ نہ بن جائے اور جو کچھ یزید سے صادر ہوا ہے اسے انہوں نے برے تصرف پر محمول کیا ہے یعنی یہ کہ اس نے تاویل کی ہے اور غلطی کی ہے۔

نیز اس کے باوجود کہا ہے کہ وہ فاسق امام تھا اور علماء کے دو قولوں میں اصح قول کے مطابق امام صرف فسق کرنے سے معزول نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف بغاوت کرنا بھی جائز نہیں ہوتا کیونکہ اس سے فتنہ انگیزی اور فساد پیدا ہوتا ہے اور حرمت والے خون کی خون ریزی اور اموال کی لوٹ مار اور عورتوں وغیرہ کے ساتھ قبیح کام ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی کچھ کام ہوتے ہیں جن میں ہر ایک میں سے اس کے فسق سے کئی گنا فساد زیادہ پیدا ہوتا ہے جیسے کہ پہلے سے آج تک ہوتا آ رہا ہے۔

اور بعض لوگوں نے یہ جو بیان کیا ہے کہ جب یزید کو اہل مدینہ کے حالات اور مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج نے حرہ میں جو سلوک ان کے ساتھ کیا تھا اس کی اطلاع ملی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا کیونکہ وہ اپنے آپ کو امام سمجھا تھا اور یہ لوگ اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے تھے۔ اور اہل مدینہ نے اس کے سوا کسی اور کو اپنا امیر بنالیا تھا پس ان کے ساتھ جنگ کرنا وہ واجب سمجھتا تھا تا کہ وہ اطاعت اور فرمانبردار ہوں اور جماعت کی طرف واپس آ جائیں اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر اور مسلم بن عقبہ کی زبان سے انہیں انتباہ کیا اور صحیح میں بیان ہوا ہے جو شخص تمہارے پاس اس حالت میں آئے کہ تم متفق ہو اور وہ تم میں تفریق پیدا کرنا چاہے تو اسے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

اس بارے میں انہوں نے اس کی جانب سے جو اشعار بیان کئے ہیں اس کے استشہاد میں ابن الزبعری کے اشعار کو پیش کرتے ہیں جو اس نے معرکہ احد کے بارے میں کہے ہیں وہ کہتا ہے:

کاش میرے شیوخ بدر میں نیزوں کے پڑنے سے خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھتے جب وہ ان کے صحن میں اترے تو انہوں نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور عبدالاشہل میں خوب خونریزی ہوئی اور ہم نے ان کے دگنے اشراف کو قتل کر دیا اور ہم نے بدر کی کجی کو درست کر دیا اور وہ درست ہو گئی۔

اور بعض روافض نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے۔

ہاشم نے حکومت کے ساتھ کھیل کیا پس نہ اسے حکومت ملی اور نہ وحی نازل ہوئی۔

اگر یزید بن معاویہ نے یہ شعر کہا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو، اور اگر اس نے یہ شعر نہیں کہا تو اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے گالی دینے کے لئے اسے گھڑا ہے اور عنقریب آئندہ سال میں یزید بن معاویہ کے حالات اور اس کے اقوال اور قبائح اور افعال اور جو کچھ اس کی طرف سے بیان کیا گیا ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا ہے بیان کیا جائے گا۔ جنگ حرہ اور حضرت حسین کے قتل کے بعد اسے تھوڑی مہلت ملی حتیٰ کہ اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا جس نے اس سے پہلے اور بعد میں سرکشوں کو ہلاک کیا ہے اور وہ علیم اور قدیر ہے۔

اس سال بہت سے مشاہیر اور اعیان صحابہ اور ان کے علاوہ نے جنگ حرہ میں وفات پائی جس کا تذکرہ طوالت چاہتا ہے اور مشہور صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ جو معرکہ حرہ میں مدینہ کے امیر تھے اور حضرت معقل بن سنان حضرت عبیداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اور مسروق بن اجدع شامل ہیں۔

۶۴ھ کے واقعات

اس سال محرم کے آغاز میں مسلم بن عقبہ حضرت عبداللہ بن زبیر اوران کے ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی مخالفت کی وجہ سے جنگ کرنے کے لئے مکہ گیا اوراس نے روح بن زنباع کو مدینہ پر نائب مقرر کیا اور جب وہ ہرمشکل گھاٹی پر پہنچا تو اس نے فوج کے امراء کو پیغام بھیج کر اکٹھا کیا اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے وصیت کی ہے کہ اگر مجھے موت کا حادثہ آ جائے تو میں حصین بن نمیر السکونی کو تم پر اپنا نائب مقرر کرتا ہوں اور خدا کی قسم اگر مجھے امارت حاصل ہوتی تو میں ایسا نہ کرتا پھر اس نے اسے بلا کر کہا اے ابن بردعۃ الحمار دیکھو، اور میں تجھے وصیت کرتا ہوں اسے یادرکھ پھر اس نے حکم دیا کہ جب وہ مکہ پہنچے تو تین دن سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرے، پھر اس نے کہا اے اللہ میں نے توحید ورسالت کی شہادت کے بعد کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جو مجھے اہل مدینہ کے قتل سے زیادہ محبوب ہو اور مجھے آخرت میں اس کی جزا ملے گی اور اگر میں اس کے بعد دوزخ میں داخل ہوا تو میں بدبخت ہوں گا پھر وہ مرگیا خدا اس کا بھلا نہ کرے اور وہ مسلک میں دفن کیا گیا۔

پھر اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے یزید بن معاویہ کو بھی موت دیدی اور وہ اس کے بعد ۱۴ ربیع الاول کو فوت ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس چیز سے خوش نہ کیا جس کی وہ اس سے امید رکھتے تھے بلکہ ان کو اس ہستی نے مغلوب کرلیا جو اپنے بندوں پر غالب ہے اور ان سے حکومت کو چھین لیا اور ان سے اس نے حکومت چھین لی جو جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے اور حصین بن نمیر فوج کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا اور واقدی کے قول کے مطابق ۲۶ محرم کو وہاں پہنچا اور بعض کا قول ہے کہ محرم کے سات روز گذرے تھے کہ وہاں پہنچ گیا اور اہل مدینہ کے جو اشراف باقی رہ گئے تھے وہ اوران کی جماعتیں حضرت عبداللہ بن زبیر سے جاملے۔

اوراس طرح نجدہ بن عامر حنفی جو اہل یمامہ میں سے تھا یمامہ کے ایک گروہ کے ساتھ آپ کے ساتھ آملا تا کہ وہ بیت اللہ کو اہل شام سے بچائیں اور حصین بن نمیر مکہ کے باہر اترا اور حضرت عبداللہ بن زبیر اہل مکہ اور اپنے پاس جمع ہونے والے لوگوں کے ساتھ مل کر حصین بن نمیر کے مقابلہ میں نکلے اور انہوں نے شدید جنگ کی اور منذر بن زبیر اور ایک شامی شخص نے باہم مقابلہ کیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو قتل کردیا اور اہل شام نے اہل مکہ پر بڑی بے جگری سے حملہ کیا اور اہل مکہ منتشر ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا خچر آپ سمیت پھسل کر گر پڑا اور مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ایک گروہ نے پلٹ کر آپ پر حملہ کیا اور انہوں نے آپ کی حفاظت میں جنگ کی حتیٰ کہ سب کے سب مارے گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے رات تک ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا تو وہ آپ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اور انہوں نے ماہ محرم کے باقی ماندہ دنوں میں اور پورے صفر میں باہم جنگ کی اور جب ۳ ربیع الاول ۶۴ھ کو ہفتہ کا دن آیا تو انہوں نے کعبہ پر مجانیق نصب کردیں اور ان سے آگ کے گولے پھینکے اور ہفتہ کے روز بیت اللہ کی دیواریں بھی جل گئیں یہ قول واقدی کا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اسکا گوپھن پھٹی ہوئی جھاگ دار چیز کی مانند ہے، جس سے اس مسجد کی سنگباری کی جاتی ہے۔

اور عمرو بن حوطہ الدوسی کہتا ہے کہ:

تو نے ام فروہ کی کاروائی کو کیسے پایا اس نے انہیں صفا اور مروہ کے درمیان پکڑ لیا۔

ام فروہ، ایک منجنیق کا نام ہے، اور بعض کا قول ہے کہ مسجد کی دیواریں اسلئے جل گئیں کہ اہل مسجد کعبہ کے اردگرد آگ جلانے لگے پس کعبہ کے ایک پردے کو آگ لگ گئی جو اس کی لکڑیوں اور چھتوں تک پہنچ گئی اور بعض کا قول ہے کہ کعبہ اسلئے جل گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے تاریک رات میں مکہ کے ایک پہاڑ پر تکبیر کی آواز سنی تو آپ نے خیال کیا کہ یہ اہل شام ہیں پس پہاڑ والے لوگوں کو دیکھنے کے لئے نیزے پر آگ کو بلند کیا گیا تو ہوا نے نیزے کے ایک سرے سے آگ کا ایک شرارہ اڑا دیا جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان جاگرا جس سے کعبہ کے پردوں اور لکڑیوں کو آگ لگ گئی اور وہ جل گئیں اور رکن یمانی سیاہ ہو گیا اور تین مقامات سے پھٹ گیا اور ربیع الآخر کے آغاز تک محاصرہ جاری رہا اور لوگوں کے پاس یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آگئی یہ ۱۴ ربیع الاول کو ۶۴ھ کو ۳۵ یا ۳۸ یا ۳۹ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اور اس کی حکومت تین سال چھ ماہ یا آٹھ ماہ رہی

اور اہل شام وہاں مغلوب ہو گئے، اور ذلیل و رسوا ہو کر پلٹ گئے پس اس وقت جنگ ٹھنڈی پڑ گئی اور فتنے کی آگ بجھ گئی۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یزید کی موت کے بعد تقریباً چالیس راتوں تک عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ جاری رکھا، بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر کو اہل شام سے قبل یزید کی موت کا علم ہو گیا تھا۔ اور عبداللہ ابن زبیر نے ان میں اعلان کر دیا کہ اے اھل شام اللہ تعالیٰ نے تمہارے سرکش کو ھلاک کر دیا ہے پس تم میں سے جو شخص اس میں شامل ہونا چاہتا ہو جس میں لوگ شامل ہوئے ہیں وہ ایسا کرے اور جو اپنے شام کو واپس جانا چاہتا ہے وہ واپس چلا جائے اور شامیوں نے اھل مکہ کی اس خبر کی تصدیق نہ کی حتیٰ کہ ثابت بن قیس ابن القیقع یقینی خبر لایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے حصین بن نمیر کو دو صفوں کے درمیان گفتگو کرنے کے لئے بلایا تو دونوں اکٹھے ہوئے حتیٰ کہ دونوں کے گھوڑوں کے سر ایک دوسرے سے مل گئے اور حصین کا گھوڑا لید کرنے لگا اور وہ اسے روکنے لگا حضرت عبداللہ بن زبیر نے اسے کہا کہ تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا میرے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے کبوتر کو بر کھا رہا ہے اور میں حرم کے کبوتر کو روندنا پسند نہیں کرتا، تو عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ یہ کام کرتا ہے اور اس کے ساتھ حرم کے مسلمانوں کو بھی قتل کرتا ہے؟ حصین نے ابن زبیر سے کہا ہمیں کعبہ کے طواف کی اجازت دیجئے تو ہم اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے تو عبداللہ ابن زبیر نے انہیں اجازت دے دی اور انہوں نے طواف کیا۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حصین اور حضرت عبداللہ بن زبیر ایک جگہ میں اکٹھے ہونے کا ارادہ کیا اور دونوں مکہ سے باہر ملے تو حصین نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر یہ شخص ہلاک ہو جائے تو آپ اس کے بعد امارت کے زیادہ حقدار ہیں اس لئے میرے ساتھ شام چلو خدا کی قسم! دوسرے لوگ بھی آپ کے بارے میں اختلاف نہیں کریں گے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے اس پر اعتماد نہ کیا اور اس سے سخت کلامی کی تو ابن نمیر نے آپ کی بات کو ناپسند کیا اور کہا کہ میں انہیں خلافت کی دعوت دیتا ہوں اور وہ مجھ سے سخت کلامی کرتے ہیں پھر وہ فوج کے ساتھ واپس چلا گیا اور کہنے لگا میں ان سے حکومت کا وعدہ کرتا ہوں اور وہ مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن زبیر کو اپنی سخت کلامی پر ندامت ہوئی اور آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ میں شام نہیں جاؤں گا تم وہاں کے لوگوں سے میری بیعت لو، میں تمہیں امن دوں گا اور تم میں عدل کروں گا اس نے آپ کو پیغام بھیجا، اس گھر کے اھل میں سے شام کے چاہنے والے بہت ہیں اور وہ مدینہ پر گذرا اور مدینہ کے باشندوں نے اسکا لالچ کیا اور ان کی بڑی توہین کی اور حضرت علی بن حسین زین العابدین نے ان کی عزت کی اور حصین بن نمیر کو دانے اور چارہ دیا اور بنو امیہ فوج کے ساتھ شام کو واپس چلے گئے اور انہوں نے معاویہ بن یزید بن معاویہ کو اس نے باپ کی جگہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق دمشق میں خلیفہ بنے دیکھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یزید بن معاویہ کے حالات ۔۔۔۔۔۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، امیر المؤمنین ابوخالد الاموی، یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ کو پیدا ہوا اور اپنے باپ کی زندگی میں ان کی بیعت خلافت ہوئی کہ وہ اپنے باپ کے بعد ولی عہد ہوگا پھر اس کے باپ کی وفات کے بعد ۱۵ رجب ۶۰ھ کو اس عہد کو مضبوط کر دیا گیا اور وہ اپنی وفات تک جو ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو ہوئی مسلسل متولی رہا اور ان کی ماں میسون بنت مخول بن انیف بن دلجہ بن نفاثہ بن عدی بن زہیر بن حارثہ ہے، اس کے باپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس کے متعلق بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں اور ایک اور حدیث وضوء کے بارے میں بھی ہے اور اس سے ان کے بیٹے اور عبدالملک بن مروان نے روایت کیا ہے اور ابوزرعہ دمشقی نے اسے اس طبقہ میں بیان کیا ہے جو صحابہ کے بعد کا تھا اور یہ بلند طبقہ ہے۔

نیز بیان کیا ہے کہ اس کی احادیث اور بھی ہیں، اور یہ بہت پُر گوشت اور عظیم الجسم بہت بالوں والا اجمیل طویل بڑے سر بڑی انگلیوں والا تھا اور موٹی انگلی پر زخم کا نشان تھا اور اس کے باپ نے اس کی ماں کو طلاق دے دی تھی جب وہ اسے حمل میں لئے ہوئی تھی اس کی ماں نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں کی قبل سے چاند نکلا ہے اسنے اپنا خواب اپنی ماں سے بیان کیا تو وہ کہنے لگی اگر خواب سچا ہے تو تو ضرور ایسے بچے کو جنم دے گی جس کی بیعت وخلافت ہوگی اور ایک دن اس کی ماں میسون بیٹھی ہوئی کنگھا کر رہی تھی اور یہ چھوٹا بچہ تھا اور اس کے والد حضرت معاویہ اپنی پیاری بیوی جس کا نام فاختہ بنت قرظہ تھا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور جب اس کی شانہ گری سے فارغ ہوئی تو اس کی ماں نے اس کی طرف دیکھا اور یہ اسے بہت اچھا لگا تو اسنے آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا،

اس موقع پر حضرت معاویہ نے کہا جب وہ مرے گا تو اس کے بعد مذنیہ کامیاب نہ ہوگا اور اے مزنیہ ہم اس پر تعویز باندھتے ہیں۔ جب یزید پیادہ پا چلنے لگا اور فاختہ کی نگاہیں اس کا تعاقب کرنے لگی پھر وہ کہنے لگی اللہ تعالیٰ تیری ماں کی پنڈلیوں کی سیاہی پر لعنت کرے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا خدا کی قسم! یہ تیرے بیٹے عبداللہ سے بہتر ہے اس سے حضرت معاویہ کا ایک بیٹا تھا جو احمق تھا۔

فاختہ کہنے لگی خدا کی قسم یہ ایسا نہیں بلکہ آپ اسے اس پر ترجیح دیتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ابھی تجھے بتاؤں گا اور تو اپنی اس نشست سے اٹھنے سے قبل معلوم کرلے گی پھر آپ نے اس کے بیٹے عبداللہ کو بلایا اور کہا مجھے خیال ہے کہ تو میری اس مجلس میں مجھ سے جو کچھ بھی مانگے میں تجھے دے دونگا اس نے کہا آپ میرے لئے ایک خوبصورت کتا اور ایک خوبصورت گدھا خرید یں مجھے اس کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا میرے بیٹے تو گدھا ہے اور تو اپنے لئے گدھا خرید لے اٹھ اور چلا جا پھر حضرت معاویہ نے اس کی ماں سے کہا کہ تو نے کیسے پایا ہے؟ پھر آپ نے یزید کو بلایا اور کہا کہ مجھے خیال آیا ہے کہ تو میری اس مجلس میں جو بھی مجھ سے مانگے تجھے دوں، جو چاہتے ہو مجھ سے مانگ لو پس یزید سجدے میں گر گیا پھر اس نے سر اٹھا کر کہا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے امیر المومنین کو اس مدت تک پہنچایا ہے اور انہیں میرے بارے میں یہ رائے سمجھائی ہے میری ضرورت یہ ہے کہ آپ اپنے بعد میرے لئے عہد باندھیں اور مجھے اس سال مسلمانوں کے موسم گرما کی خوراک کا منتظم بنا دیں اور جب میں واپس آؤں تو مجھے حج کرنے کی اجازت دے دیں اور مجھے حج کے اجتماع کا منتظم بنا دیں اور اہل شام کے ہر شخص کے عطیہ میں دس دینار کا اضافہ کر دیں اور یہ میری سفارش سے کریں اور بنی جمح اور بنی سہم اور بنی عدم کے یتیموں کو بدلہ دیں مالک نے کہا بنی عدی کے یتیموں کو بھی اس نے کہا اس لئے کہ انہوں نے مجھ سے عہد و پیمان کیا ہے اور میرے گھر کی طرف منتقل ہو گئے ہیں حضرت معاویہ نے کہا میں نے یہ سب کچھ کر دیا اور اس کے چہرے کو بوسہ دیا پھر حضرت معاویہ نے فاختہ بن قرظہ سے کہا تو نے کیسے پایا ہے؟ وہ کہنے لگی یا امیر المومنین اسے میرے متعلق وصیت کیجئے آپ اسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں تو آپ نے ایسے ہی کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب یزید کو اس کے باپ نے کہا کہ مجھ سے اپنی ضرورت کا سوال کرو تو یزید نے آپ سے کہا مجھے دوزخ سے آزاد کر دیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کی گردن کو اس سے آزاد کرے گا آپ نے پوچھا کیسے اس نے کہا میں نے آثار میں دیکھا ہے کہ جو شخص تین دن تین رات امت کی امارت سنبھالے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دے گا پس آپ اپنے بعد میرے لئے امارت کی وصیت کر دیں آپ نے ایسا ہی کیا۔

العتبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو دیکھا کہ وہ اپنے ایک غلام کو مار رہا ہے آپ نے اس سے کہا اس بات کو جان لے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تو اس پر رکھتا ہے تیرا برا ہو کیا تو اسے مارتا ہے جو تجھ سے بچنے کی سکت نہیں رکھتا خدا کی قسم! مجھے قدرت نے کینہ بازوں سے انتقام لینے سے روک دیا ہے اور وہ شخص بہت اچھا ہے جو اسے معاف کرتا ہے جس پر اسے قدرت ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں صحیح میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو مسعود کو اپنے غلام کو مارتے دیکھا تو فرمایا اے ابو مسعود، اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے جتنی تجھے اس غلام پر ہے العتبی نے بیان کیا ہے کہ زیاد بہت سے اموال اور جواہرات کی بھری ہوئی ٹوکری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور زیاد اُٹھ کر منبر پر چڑھ گیا پھر اس نے عراق کے علاقے میں حضرت معاویہ کے لئے ممالک کو ہموار کرنے کا جو کام کیا اس پر فخر کیا تو یزید نے اُٹھ کر کہا اے زیاد اگر تو نے یہ کیا ہے تو ہم تجھے ثقیف کی رشتہ داری سے قریش کی طرف اور قلم سے منابر کی طرف اور زیاد بن عبید سے حرب ابن امیہ کی طرف لے آئے ہیں۔ حضرت معاویہ نے اسے کہا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں بیٹھ جا۔

عطاء بن السائب سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ دیا تو احنف بن قیس نے آپ سے کہا یا امیر المومنین ہمارے بچے ہمارے قلوب کے ثمر اور ہماری کمر کے سہارے ہیں اور ہم ان کے لئے سایہ ہیں آسمان اور نرم اور ہموار زمین ہیں اگر وہ ناراض ہوں تو انہیں راضی کرو اور اگر وہ مانگیں تو انہیں دو اور ان پر بوجھ نہ ہو کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا کر آپ کی موت کی آرزو کریں، حضرت معاویہ نے کہا اے ابو بحر تیرے کیا کہنے، اے غلام یزید کے پاس جا اور اسے میرا اسلام کہہ اور اسے کہہ کہ امیر المومنین نے تمہارے لئے ایک لاکھ درھم اور ایک سو کپڑے کا حکم دیا ہے۔ یزید نے کہا امیر المومنین کے پاس سے؟ اس نے کہا احنف کے پاس سے یزید نے کہا بے شک میں انہیں تقسیم کر دوں گا اس نے پچاس ہزار درھم اور پچاس کپڑے احنف کے پاس بھیج دیئے طبرانی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن زکریا غلابی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابن عائشہ نے

اپنے باپ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ یزید نوعمری میں شراب اور نوعمروں والی حرکات کرتا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو محسوس کر کے نرمی کے ساتھ اسے نصیحت کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے تو ذلت اور رسوائی کے بغیر جو تیرے جوانمردی اور قدر کو تباہ کر دے گی اور تیرا دشمن تیری مصیبت پر خوش ہوگا اور تیرا دوست تیرے ساتھ برا سلوک کرے گا اپنی حاجت تک پہنچنے کی کس قدر قدرت رکھتا ہے پھر فرمایا اے میرے بیٹے میں تجھے کچھ اشعار سناتا ہوں ان سے ادب سیکھ اور انہیں یاد کر لے پس آپ نے اسے اشعار سنائے:۔

بلندیوں کی جستجو میں دن بھر کھڑا رہ اور قریبی حبیب کی جدائی پر صبر کر حتیٰ کہ رات کا اندھیرا چھا جائے اور رقیب کی آنکھ نہ لگے پس جس کام کا تو خواہش مند ہے رات بھر تو اس کام میں لگا رہ، رات دانش مند کا دن ہوتی ہے کتنے ہی فاسق ہیں جنکو تو درویش خیال کرتا ہے وہ رات کو عجیب کام کرتے گذارتے ہیں، رات نے اس پر اپنے پردے ڈال دیئے ہیں اور اس نے امن وعیش سے رات گذاری ہے اور احمق کی لذت ایک ظاہر چیز ہے جس کے متعلق ہر شک کرنے والا دشمن کوشش کرتا ہے۔

حضرت معاویہ کی طرف ان اشعار کی نسبت محل نظر ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص ان فحش باتوں سے آزمایا جائے اسے چاہئے کہ وہ اللہ کے پردے میں چھپ جائے۔

اور واقدی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاویہ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس جا کر حضرت حسن بن علی کی تعزیت کر لے اور جب وہ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا تو آپ نے اسے خوش آمدید کہا اور اس کی عزت کی اور یزید حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس ان کے سامنے بیٹھ گیا اور حضرت ابن عباس نے اس کی نشست کو بلند کرنا چاہا تو یزید نے انکار کیا اور کہا میں تعزیت کرنے والے کی نشست پر بیٹھا ہوں مبارک باد پیش کرنے والے کی نشست پر نہیں بیٹھا پھر یزید نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا اللہ تعالیٰ ابومحمد پر اپنی وسیع رحمت کرے اور اللہ آپ کو بھی بڑا اجر دے اور اچھی تسلی دے اور آپ کی مصیبت کے عوض وہ چیز دے جو ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے آپ کے لئے بہتر ہو اور جب یزید آپ کے پاس سے اٹھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب بنو حرب مر جائیں گے تو لوگوں کے علماء بھی مر جائیں گے پھر آپ نے بطور مثال یہ شعر پڑھا۔

بڑی بات سے چشم پوشی کر کے وہ اسے نہیں بولتے اور عقلمندوں کی وراثتوں کی جڑ اوائل ہی ہیں۔

اور یزید پہلا شخص ہے جس نے یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق ۴۹ھ میں قسطنطنیہ شہر سے جنگ کی اور خلیفہ بن خیاط نے ۵۰ھ بیان کیا ہے پھر اس نے سرزمین روم سے اس غزوہ سے واپس آنے کے بعد اس سال لوگوں کو حج کروایا اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیصر کے شہر سے جنگ کرنے والی پہلی فوج مغفور ہے اور وہ دوسری فوج تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حرام کے پاس خواب میں دیکھا تھا حضرت ام حرام نے کہا اللہ سے دعا کریں کہ مجھے ان میں شامل کر دیں آپ نے فرمایا کہ تو اولین میں سے ہے یعنی حضرت معاویہ کی فوج میں شامل ہوگی جب وہ قبرص سے جنگ کریں گے اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں ۲۷ھ میں قبرص فتح کیا اور حضرت ام حرام بھی آپ کے ساتھ تھی اور آپ نے وہیں قبرص میں وفات پائی پھر دوسری فوج کا امیر آپ کا بیٹا یزید ابن معاویہ تھا اور حضرت ام حرام نے یزید کی فوج کو نہیں پایا اور یہ دلائل نبوۃ میں سے سب سے بڑی دلیل ہے اور اس مقام پر حافظ ابن عساکر نے اس حدیث کو بیان کیا ہے جسے محاضر نے عن الاعمش عن ابراھیم ابن عبیدہ عن عبداللہ روایت کیا ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا میری صدی کے لوگ بہترین ہیں پھر جو ان کے ساتھ ہوں گے پھر جو ان کے ساتھ ہوں گے۔

اور اسی طرح اسے عبداللہ بن شقیق نے حضرت ابو ہریرہ سے بحوالہ حضرت نبی کریم ﷺ اس کی مانند روایت کیا ہے پھر انہوں نے حماد بن سلمہ کے طریق سے ابومحمد سے بحوالہ زرارہ بن اوفی بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ قرن ایک سو بیس سال کا ہوتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ ایک قرن میں مبعوث ہوئے اور اس کے آخر میں یزید ابن معاویہ نے وفات پائی ابوبکر ابن عیاش نے بیان کیا ہے کہ یزید ابن معاویہ نے ۵۱ھ ۵۲ھ اور ۵۳ھ میں لوگوں کو حج کروایا ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ ابو کریب نے بیان کیا کہ رشد ابن عمرو بن الحارث بحوالہ ابوبکیر ابن الاشج نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہ نے یزید سے کہا کہ اگر تو حاکم بن جائے تو کیا کرے گا اس نے کہا یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ سے فائدہ پہنچائے آپ نے فرمایا

مجھے بتاؤ تو سہی اس نے کہا اے میرے باپ خدا کی قسم! میں ان میں حضرت عمر ابن الخطاب جیسے کام کروں گا حضرت معاویہ نے کہا اے میرے بیٹے سبحان اللہ خدا کی قسم! میں نے مقدور بھر کوشش کی مگر میں نے اس کی طاقت نہ پائی تو حضرت عمر کی سیرت پر کیسے چل سکتا ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ نے بحوالہ مروان بن ابی سعید ابن المعلی نے مجھ سے بیان کیا حضرت معاویہ نے موت کے وقت یزید کو وصیت کرتے ہوئے کہا اے یزید اللہ سے ڈرنا میں نے اس امارت کو تیرے لئے ہموار کر دیا ہے اور جو کچھ میں نے اس سے لینا تھا لے لیا ہے اگر یہ کوئی اچھی چیز ہے تو میں اس سے بھرہ مند ہوا ہوں اور یہ کوئی اور چیز ہے تو میں اس سے بد بخت ہوا ہوں لوگوں سے نرمی کر اور جو تجھے اذیت اور عیب والی بات پہنچے اس سے چشم پوشی کر اس سے موافقت کر تیری زندگی خوشگوار ہو جائے گی اور تیری رعیت تیرے لئے سدھر جائے گی اور مناقشت اور غصہ سے اجتناب کر بلاشبہ تو اپنے آپ کو اور اپنی رعیت کو ہلاک کر دے گا اور اہل شرف کے بہترین لوگوں کی توہین اور ان پر تکبر کرنے سے بچ اور ان کے لئے یوں نرم ہو جا جو کہ وہ تجھ میں کمزوری نہ پائیں اور ان کے لئے اپنے بستر کو ٹھیک ٹھاک کر اور انہیں اتنے قریب کر بلاشبہ وہ تیرے حق کو جانیں گے اور ان کی توہین نہ کر اور ان کے حق کو ہلکا مت سمجھ وہ بھی تیری توہین کریں گے اور تیرے حق کو ہلکا سمجھیں گے اور تجھے گالیاں دیں گے جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو عمر رسیدہ اور تجربہ کار مشائخ اور متقی حضرات کو بلا کر ان سے مشورہ کر اور ان کی مخالفت نہ کر اور اپنی رائے کو ترجیح دینے سے بچ، بلاشبہ رائے ایک حصے میں نہیں ہوتی اور جس چیز کو تو جانتا ہے اور اس پر جو شخص تجھے آمادہ کرے اس کے مشورے کو درست جان اور اسے اپنی بیویوں اور خادموں سے پوشیدہ رکھ اور تہہ بند اوڑھ لے اپنی فوج کی دیکھ بھال کر اور اپنی اصلاح کر لوگ تیرے لئے درست ہو جائیں اور انہیں اپنی باتیں کرتا نہ چھوڑ بلاشبہ لوگ جلدی سے شر کی طرف جاتے ہیں اور نماز میں حاضر ہو اور میں تجھے جو وصیت کر رہا ہوں اگر تو نے اس پر عمل کیا تو لوگ تیرے حق کو پہچان لیں گے اور تیری مملکت بڑی ہو جائے گی اور تو بھی لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہو جائے گا اور مکہ اور مدینہ کے باشندوں کے شرف کو پہچاننا بلاشبہ وہ تیرا اصل اور خاندان ہے اور اہل شام کے شرف کو یاد رکھنا بلاشبہ وہ تیرے مطیع ہیں اور اہل انصار کی طرف خط لکھ جس میں تو ان سے نیکی کا وعدہ کر یہ بات ان کی امیدوں کو بڑھا دے گی اگر تمام صوبوں سے تیرے پاس آنے والے آئیں تو ان سے حسن سلوک کر اور ان کی عزت کر۔ بلاشبہ وہ اپنے سے پیچھے والوں کے نمائندے ہیں اور کسی تہمت تراش اور چغلخور کی بات نہ سن میں نے انہیں بد آور پایا ہے۔

اور ایک طریق سے بیان ہوا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا بلاشبہ اہل مدینہ میں میرا ایک دوست ہے اس کی عزت کرنا، اس نے پوچھا وہ کون ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن جعفر، اور جب وہ حضرت معاویہ کی وفات کے بعد یزید کے پاس گئے تو حضرت معاویہ انہیں جو عطیہ دیا کرتے تھے یزید نے اسے دگنا کر دیا حضرت معاویہ کے ذمہ ۱۰ لاکھ کا عطیہ تھا اور یزید نے انہیں ایک کروڑ دیا تو آپ نے اسے کہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو اس نے آپ کو ایک کروڑ اور دیا تو ابن جعفر نے اس سے کہا خدا کی قسم میں تیرے بعد اپنے ماں باپ کو کسی کے لئے اکٹھا نہیں کروں گا اور جب حضرت عبداللہ بن جعفر، یزید کے ہاں سے نکلے اور اس نے آپ کو دو کروڑ درہم دیئے تھے تو آپ نے یزید کے دروازے پر بختی اونٹ بیٹھے ہوئے دیکھے جن پر خراسان سے ہدیہ آیا تھا پس حضرت عبداللہ یزید کے پاس گئے اور ان میں تین بختی اونٹوں کا اس سے مطالبہ کیا تاکہ آپ ان پر سوار ہو کر حج اور عمرہ کریں اور جب آپ یزید کے پاس شام آئے تو یزید نے حاجب سے کہا، دروازے پر یہ بختی اونٹ کیسے ہیں؟ اسے ان کا علم نہ تھا۔ اور ان اونٹوں پر کئی قسم کے اموال تھے) اس نے کہا انہیں اموال سمیت حضرت ابن جعفر کے پاس بھیج دو۔ اور حضرت ابن جعفر فرمایا کرتے تھے کیا تم مجھے اس یعنی یزید کے بارے میں حسن رائے پر ملامت کرتے ہو؟

یزید میں حلم و بردباری، سخاوت، فصاحت، شعر شاعری، شجاعت بہادری اور حکومت کے بارے میں خوش کرنے والی قابل تعریف عادتیں بھی تھیں۔ اور وہ باہم مل کر رہن سہن کا بھی اچھا تھا۔ اور اسی طرح اس میں شہوات اور بعض اوقات بعض نمازوں کے ترک کرنے اور اکثر اوقات انہیں نہ پڑھنے کی عادت بھی پائی جاتی تھی۔ امام احمد کا بیان ہے کہ ابو عبدالرحمن نے ہم سے بیان کیا کہ حیوۃ نے ہم سے بیان کیا کہ بشیر بن ابی عمرو خولانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ولید بن قیس نے اس سے بیان کیا کہ اس نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد آدمی بے خبر ہو جائیں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے۔ اور خواہشات کی پیروی کریں گے۔ اور عنقریب ہلاکت سے دوچار ہو جائیں گے۔ پھر کچھ بے خبر آدمی ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے۔ اور وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا، اور تین آدمی

قرآن پڑھیں گے۔ مومن منافق، فاجر، میں نے ولید سے پوچھا یہ تین کس وجہ سے پڑھیں گے اس نے کہا منافق اس کا انکار کرنے والا ہوگا؟ اور فاجر اس کے ذریعے کھانا ہڑپ کرے گا، اور مومن اس پر ایمان لائے گا، احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں۔ اور حافظ ابو یعلی کا بیان ہے کہ زہیر بن حرب نے ہم سے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ ہم کو فضل بن دکین نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو کامل ابو العلاء نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو صالح سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرۃ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سترویں سال اور بچوں کی حکمرانی سے اللہ کی پناہ مانگو اور زبیر بن بکار نے عبدالرحمٰن بن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہا ہے کہ تو ھم میں سے نہیں ہے اور تیرا ماموں ہم میں سے ہے اے خواہشات کی خاطر نمازوں کے ضائع کرنیوالے۔

ناقل بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شعر موسیٰ بن یسار کے لئے ہے جو موسیٰ شہوات سے بہت معروف ومشہور ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اپنی ایک لونڈی کو یہ اشعار پڑھتے سنا تو آپ نے اسے مارا اور کہا کہ تو تو ہم میں سے نہیں ہے اور تیرا ماموں ہم میں سے نہیں اے نفسانی خواہشات کی وجہ سے نمازوں کو ضائع کرنے والی۔

حافظ ابو یعلی نے بیان کیا ہے کہ الحکم بن موسیٰ نے ہم سے، بیان کیا کہ یحییٰ بن حمزہ نے ہشام بن الغاز سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے ابو عبیدہ سے بیان کر کے ہم سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ ہمیشہ عدل وانصاف پر قائم رہے گا۔ حتیٰ کہ بنی امیہ کا ایک شخص جسے یزید کہا جائیگا آئے گا تو وہ اسے توڑ پھوڑ دے گا (ختم کر دے گا اس انصاف کو) یہ حدیث مکحول اور ابو عبیدہ کے درمیان منقطع ہے بلکہ معضل ہے اور ابن عساکر نے اسے صدقہ بن عبداللہ دمشقی کے واسطہ سے ہشام بن الغاز سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے ثعلبہ الخشنی سے انہوں نے ابو عبیدہ سے انہوں نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس امت کا معاملہ ہمیشہ عدل انصاف پر قائم رہے گا۔ حتیٰ کہ سب سے پہلے اسے توڑ کر ٹکڑے کرنیوالا بنو امیہ کا ایک شخص ہوگا جسے یزید کہا جائیگا، پھر ابن عساکر نے بیان کیا کہ یہ اس طرح مکحول اور ابو ثعلبہ کے درمیان منقطع ہے اور ابو یعلی نے بیان کیا ہے کہ عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ معاویہ بن ہشام نے سفیان سے انہوں نے عوف سے انہوں نے خالد بن ابی المہاجر سے انہوں نے ابو العالیہ سے ہم کو بیان کیا کہ ہم شام میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ حضرت ابوذر نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری سنت کو بدلنے والا پہلا شخص بنو امیہ سے ہوگا۔

اور ابن خزیمہ نے اسے بندار سے انہوں نے عبدالوہاب بن عبدالمجید سے انہوں نے عوف سے روایت کیا کہ مہاجر بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابو العالیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا اور اسے اس طرح بیان کیا کہ اس میں ایک واقعہ بھی ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابوذر غازیوں میں سے تھے اور ان کا سربراہ کمانڈر یزید بن معاویہ تھا۔ یزید نے ایک شخص سے لونڈی غصب کر لی اور اس شخص نے یزید کے خلاف حضرت ابوذر سے مدد مانگی کہ وہ اسے لونڈی واپس دلوا دیں تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یزید کو حکم دیا کہ وہ لونڈی اسے واپس کر دے تو اس نے اس معاملہ سے ٹال مٹول کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک حدیث سنائی، تو اس نے لونڈی کو واپس کر دیا اور یزید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا وہ شخص میں ہوں آپ نے فرمایا نہیں۔

اور اس طرح امام بخاری نے اسے تاریخ میں بیان کیا ہے اور ابو یعلی نے محمد بن المثنی سے عبدالوہاب کے حوالہ کے ساتھ نقل کیا ہے پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حدیث معلول ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ملک شام آئے ہوں، ناقل بیان کرتا ہے کہ حضرت یزید بن ابوسفیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تو آپ نے ان کی جگہ ان کے بھائی حضرت معاویہ کو امیر بنایا اور عباس الدوری نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن معین سے پوچھا کہ کیا ابو العالیہ نے حضرت ابوذر سے احادیث نقل کی ہیں یا احادیث [illegible] ہے تو انہوں نے فرمایا نہیں اس نے روایات صرف ابو مسلم کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ یہ ابو مسلم کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

ابن عساکر نے یزید بن معاویہ کی برائی بیان کرنے میں احادیث بیان کی ہیں جو سب کی سب من گھڑت ہیں اور ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور سب سے بہتر وہ حدیث ہے جس کو ہم نے اس کی سند کے ضعف ہونے اور بعض حصے کے منقطع ہونے کے باوجود بیان کیا ہے واللہ اعلم۔

حارث بن مسکین نے سفیان سے انہوں نے شبیب سے اور انہوں نے عرقدہ بن المستظل سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا کہ رب کعبہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ اہل عرب کب ہلاک ہوں گے جب انکا انتظام کرنیوالا شخص وہ ہوگا جس نے جاہلیت کا زمانہ نہ پایا ہوگا اور نہ اسے اسلام میں پہلے اسلام قبول کرنے والوں کا درجہ حاصل ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کو اکثر شراب نوشی کرنے اور بعض برے کام کرنے کی وجہ سے ملامت کی جاتی ہے اب رہی بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس کے دادا ابوسفیان نے جنگ احد کے روز کیا تھا کہ نہ اس نے اسکا حکم دیا ہے اور نہ اس نے بے جا سلوک کیا ہے اور اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس نے کہا تھا کہ اگر میں ہوتا تو میں ان سے وہ سلوک نہ کرتا جو ابن مرجانہ یعنی عبداللہ بن زیاد نے کیا ہے اور جو قاصد آپ کے سر کو لے کر آئے تھے اس نے ان سے کہا کہ تمہیں اس کام کے بغیر اطاعت وفرمانبرداری کافی تھی، اور اسنے انہیں کچھ نہ دیا اور حضرت حسین کے گھر والوں کی عزت کی اور ان کی تمام وہ چیزیں جو گم ہوگئیں تھیں وہ واپس کیں اور ان سے بھی دگنی دیں اور ان کو بڑے تحفے تحائف اور بڑے سامان کے ساتھ واپس مدینہ بھجوادیا اور اس کے گھر والوں کو اپنے گھر میں رکھا، جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خاندان تین دن ان کے پاس رہا اور حضرت حسین کے قتل پر مار دھاڑ اور سینہ کوبی کی، بعض کا کہنا ہے کہ شروع شروع میں جب یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی تو وہ خوش ہوا پھر اس پر شرمندہ ہوا۔

اور ابو عبیدہ معمر بن المثنی نے کہا ہے کہ حبیب الجرمی نے ان سے بیان کیا کہ جب ابن زیاد نے حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کیا تو اس نے ان کے سروں کو یزید کے پاس بھجوادیا تو شروع شروع میں وہ آپ کے قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کا مقام اس کے نزدیک اچھا اور اعلیٰ ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ پشیمان اور شرمندہ ہوگیا اور وہ کہا کرتا تھا کہ اگر میں تکلیف برداشت کرتا اور آپ کو اپنے گھر میں اتارتا اور جو وہ چاہتے انکا فیصلہ ان کے حوالہ کرتا تو مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ چاہے آپ ﷺ کے لحاظ اور آپ کے حق اور قریبی رشتہ داری کی رعایت کرنے میں میری حکومت میں سلطنت میں کمزوری پیدا ہو جاتی۔ پھر کہنے لگا کہ ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت ہو کہ اس نے آپ کو تنگ ومجبور کیا ہے حالانکہ آپ نے اس سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ آپ کا راستہ چھوڑ دے یا آپ میرے پاس آجاتے یا مسلمانوں کے ملک کی کسی آخری حصہ کی آبادی میں چلے جاتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دے دیتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ آپ کی بات نہ مانی اور آپ کو قتل کر دیا اور اس نے آپ کے قتل سے مجھے مسلمانوں کا مغضوب علیہ (غصہ والے) بنا دیا اور ان کے دلوں میں میری دشمنی کا بیج بو دیا اور نیک اور فاسق لوگ مجھ سے اسلئے بغض وغصہ رکھتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کو برا سمجھ لیا مجھے ابن مرجانہ سے کیا واسطہ اللہ اسکا بھلا، اس کی خیر نہ کرے اور اس سے ناراض ہو۔

جب اہل مدینہ اس کی فرمانبرداری سے پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے اس کو اپنے عہدے سے چھٹی کرادی اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو اپنا امیر بنالیا تو انہوں نے اس کے بارے میں کوئی بات نہ کی اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اس سے دشمنی رکھتے تھے صرف اس کے بارے میں شراب پینے اور بعض غلط باتوں اور غلط کاموں کے کرنے کا ذکر کیا انہوں نے روافض کی طرح اس پر بے دینی کی تہمت اور بے دینی کا الزام نہیں لگایا بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق امیر سے بغاوت اس وجہ سے جائز نہیں ہوتی کہ اس سے فتنہ ابھرتا ہے اور جنگ ہوتی ہے جیسا کہ حرہ کے وقت ہوا اور اس نے انہیں اپنی فرمانبرداری کی طرف بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور انہیں چند دن کی مہلت دی اور جب وہ واپس آ گئے تو اس نے ان سے جنگ کی اور اہل مدینہ کو جنگ میں ہی کفایت تھی لیکن اس نے مدینہ کو ۳ دن حلال کر کے حد سے تجاوز کیا شرارت کی حد پھلانگ گیا جس کی وجہ سے بڑی خرابی پیدا ہوئی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے اور حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور اہل بیت نبوت کی جماعتوں نے عہد (وعدے) کو نہ توڑا اور نہ آپ نے یزید کی بیعت کے بعد کسی کی بیعت کی جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اسماعیل بن علیہ نے ہم سے بیان کیا کہ صخر بن جویریہ نے نافع کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ جب لوگوں نے یزید بن معاویہ کو سربراہی سے چھٹی کرادی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں اور گھر والوں کو جمع کیا پھر تشہد پڑھا پھر کہنے لگے حمد وصلاۃ کے بعد کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے مطابق اس شخص کی بیعت کر لی ہے اور میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بلاشبہ قیامت کے دن وعدہ توڑنے والوں کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یہ فلاں دھوکے باز ہے اور سب سے بڑی وعدہ شکنی یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور یہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے وعدہ پر کسی شخص کی بیعت کر لے اور پھر اس کی بیعت کو توڑ دے پس ہم میں سے کوئی شخص یزید کو اس کی سربراہی سے چھٹی نہ کرائے اور نہ اس معاملہ کی حد سے پھلانگ

کر آگے نکل جائے۔

پس میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کن بات ہوگی۔ اور مسلم اور ترمذی نے اسے صخر بن جویریہ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف المدائنی نے صخر بن جویریہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور اسی طرح بیان کیا ہے اور جب مدینہ والے یزید کے پاس سے واپس آئے تو حضرت عبداللہ بن مطیع اور ان کے تمام ساتھی حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور انہوں نے چاہا کہ آپ بھی یزید کو سربراہی سے چھٹی کرا دیں مگر آپ نے ان کی بات نہ مانی تو ابن مطیع نے کہا کہ یزید شراب پیتا ہے اور نماز کو چھوڑ دیتا ہے اور قرآن کے فیصلہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے تو آپ نے ان کو کہا کہ جو تم بیان کر رہے ہو میں نے اس سے یہ باتیں نہیں دیکھیں میں اس کے پاس کئی مرتبہ گیا ہوں میں نے اس کے پاس کئی مرتبہ رہائش اختیار کی ہے میں نے اسے نماز کا پابند اور اچھائی کا حکم کرنے والا پایا ہے انہوں نے کہا کہ اس نے آپ کے سامنے یہ کام آپ کو دکھلانے کے لئے کیا ہے آپ نے فرمایا اسے مجھ سے کیا خوف یا کیا امید ہے کہ وہ میرے لئے عاجزی کا اظہار کرے؟ کیا اس نے تمہیں شراب پینے کے متعلق بتایا ہے جو تم اس کا ذکر کر رہے ہو اور اگر اس نے تمہیں بتلایا ہے تو بلاشبہ تم بھی اس کے کام کے شریک ہوا اور اگر اس نے تمہیں اس کے متعلق نہیں بتایا تو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس بات کے بارے میں گواہی دو جس کے متعلق تمہیں علم نہیں ہوا اس نے کہا اگرچہ ہم نے اسے دیکھا نہیں ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ حق بات ہے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ گواہوں کے بارے میں اللہ نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور فرمایا ہے (**الا من شهد بالحق وهم يعلمون**) وہ علم کے ساتھ سچی شہادت دیں اور میں تمہارے کسی کام آنے والا نہیں انہوں نے کہا کہ شاید آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ آپ کے سوا کوئی اور احکامات کا والی ہو ہم آپ کو اپنے معاملات کا مالک و سربراہ مقرر کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس بات کو تم مجھ سے چاہ رہے ہو اس پر میں تابع اور متبوع ہونے کی حالت میں جنگ کرنا جائز نہیں سمجھتا انہوں نے کہا آپ نے اپنے باپ کے ساتھ مل کر جنگ کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے باپ جیسا آدمی میرے پاس لاؤ جس قسم کی بات پر انہوں نے جنگ کی تھی میں بھی اسی پر جنگ کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ اپنے دونوں بیٹوں ابوالقاسم اور قاسم کو ہمارے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا حکم دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں ان دونوں کو حکم دیتا تو خود بھی جنگ کرتا انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے پاس ایک مقام پر کھڑے ہوں ہم آپ میں لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیں گے آپ نے فرمایا سبحان اللہ کیا بات ہے میں لوگوں کو اس بات کا حکم دوں جو میں خود نہیں کرتا اور نہ اس کو پسند کرتا ہوں پھر تو میں اللہ کے لئے اس کے بندوں کی خیر چاہنے والا نہ ہوا انہوں نے کہا کہ پھر ہم آپ کو مجبور کریں گے آپ نے فرمایا تب میں لوگوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دوں گا اور خالق کی ناراضگی سے مخلوق راضی نہیں ہوتی پھر آپ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ابوالقاسم بغوی نے بیان کیا ہے کہ مصعب زبیری نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی حازم نے ہشام سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے ان کے باپ سے بیان کر کے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر ابن مطیع کے پاس آئے تو وہ بھی ان کے پاس تھا جب آپ اس کے پاس آئے تو اس نے کہا کہ ابوعبدالرحمان کو خوش آمدید ان کے لئے تکیہ رکھو آپ نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک حدیث سنانے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے حکومت سے ہاتھ کھینچا وہ قیامت کے روز آئیگا اور اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مریگا وہ جاہلیت کی موت مریگا اور اسی طرح مسلم نے ہشام بن سعد کی حدیث سے زید سے انہوں نے ان کے باپ سے انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ نے زید بن اسلم سے اس کے باپ کے حوالہ سے اس کی اتباع کی ہے اور لیث نے محمد بن عجلان سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور بیان بھی کیا ہے اور حضرت ابوجعفر الباقر نے بیان کیا ہے کہ ابوطالب کی اولاد اور بنوعبدالمطلب کی آل اولاد میں سے کوئی بھی حرہ کے ایام میں نہیں نکلا اور جب مسلم بن عقبہ مدینہ آیا تو اس نے آپ کی عزت کی اور آپ کو مقرب بنایا اور امان کا پروانہ عطا کیا۔

اور المدائنی نے روایت کی ہے کہ مسلم بن عقبہ نے روح بن زنباع کو یزید کے پاس حرہ کی بشارت دینے بھیجا اور جب اس نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے کہا ہائے میری قوم! پھر اس نے ضحاک بن قیس فہری کو بلا کر کہا کہ مدینہ کے رہنے والے جن حالات سے گزرے ہیں تو نے اسے دیکھا ہے؟ کونسی چیز ان کی حالت کو درست کریگی تو اس نے کہا کھانا اور عطیات پس اس نے ان کے پاس کھانا لیجانے کا حکم دیا اور ان پر اپنے عطیات کی بارش کردی جو نے رافضیوں نے اس کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے یہ اس کے خلاف ہے کہ وہ ان کی تکلیف سے خوش ہوا اور ان کے قتل سے اس

کا دل ٹھنڈا ہوا اور اسنے ابن الزبعری کے وہ اشعار پڑھے جو گذر چکے ہیں اور ابو بکر محمد بن خلف بن المرزبان بن بسام نے بیان کیا ہے کہ محمد بن القاسم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے اصمعی کو بیان کرتے سنا ہے کہ میں نے ہارون الرشید کو یزید بن معاویہ کے یہ اشعار پڑھتے سنا۔

عامر بن لوی اور عبد مناف کے درمیان اس نے تمنا کی، بلاشبہ پاکیزہ لوگوں میں اس کے ننہیال میں ہیں (نانی خاندان) پھر اسنے اخلاف کے کارناموں کو حاصل کیا آپ ﷺ کی چچازاد ی زمین پر جوتوں کے ساتھ چلنے والوں اور ننگے پاؤں چلنے والوں سے زیادہ عزت والی ہے تو اسے چھچھورے پن اور سختی میں سیپی کے موتی کی طرح پائیگا اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ میرے چچا مصعب نے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے یہ اشعار مجھے سنائے یہ غم واپس آگیا ہے اور غالب آگیا ہے پھر نیند چلی گئی ہے اور رک گئی ہے میں ستارے کو دیکھنے کے لئے اس کو تک رہا ہوں مگر ستارہ طلوع نہیں ہو ااسنے چکر لگایا ہے حتیٰ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گڑھے میں گر پڑا ہے جب چیونٹیاں جمع شدہ چیزوں کو کھا جاتی ہیں کہ انہیں چوڑے منہ کے کنوؤں سے کچھ مل جاتا ہے ان کی پاکیزگی یہ ہے کہ جب وہ پہنچ جاتی ہیں تو آگے پیچھے برابر جگہ پر اتر پڑتی ہیں۔ ایسے گنبدوں میں جو عمارت کے درمیان میں ہوں اور اس کے ارد گرد زیتون پکا ہوا ہو اور اس کے یہ اشعار بھی ہیں جب میں نے اس کے چہرے کو اندھیری رات کے چاند سے تشبیہ دی اور میرا راستہ تنگ ہو گیا تو اس نے مجھے کہا کہ تو مجھے چاند سے تشبیہ دیتا ہے یہ میری شان کو کم کرنیوالی بات ہے لیکن میں پہلی عورت نہیں ہوں کہ جس کی ہجو بیان کی گئی ہو کیا تو نہیں دیکھتا کہ چاند اپنے کمال کے وقت جب تشبیہ کو پہنچتا ہے تو دوبارہ میرے باز و بند کی طرح ہو جاتا ہے۔

اگر تو نے میرے دانتوں کو چاند سے اور میری پلکوں کو سحر (جادو) سے اور میری آنکھوں کی سیاہی کو رات سے تشبیہ دی ہے تو یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔

اور زبیر بن بکار نے ابو محمد الجزری کے حوالہ سے اسکا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مدینہ میں ایک گلوکار لونڈی تھی جسے سلامہ کہا جاتا تھا وہ بڑی خوبصورت چہرے والی، عقل مند اور ہوشیار عورتوں میں سے تھی اس نے قرآن پڑھا اور شعر کی روایت نقل کی اور شعر کہے اور عبدالرحمان بن حسان اور احوص بن محمد اس کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے پس اسے احوص سے محبت ہو گئی اور اس نے عبدالرحمان سے اعراض کیا تو ابن حسان یزید بن معاویہ کے پاس شام چلا گیا اور اس نے اس کی مدح کی اور اسے سلامہ کے حسن و خوبصورتی اور فصاحت و بلاغت کے متعلق بتایا اور کہا اے امیر المؤمنین وہ آپ ہی کے لائق ہے اور یہ کہ وہ آپ کے داستان سنانے والوں میں شامل ہے۔ پس یزید نے مجھے بھیجا اور میں اسے خرید کر اس کے پاس لے آیا اس نے اس کے نزدیک بڑا مرتبہ اور مقام حاصل کیا اور اسنے اسے ان تمام لوگوں پر فوقیت و ترجیح دی جو اس کے پاس تھے اور عبدالرحمان واپس مدینہ آیا اور احوص کے پاس سے گزرا تو اسنے اسے گرم اور غصہ میں پایا اور اسنے اس کے غم میں اضافہ کرنے کے ارادے سے کہا ہے اے وہ شخص جو واضح طور پر بتلانے، محبت ہے جسے محبوب سے کئی راتوں کے عشق کی گرمی پہنچی ہے محبت نے اسے خاموش کر دیا ہے اور وہ صبح کو محبت کے پیاس کے ساتھ لوٹتا ہے اور جو چیز اسے پسند ہے وہ بند ہو چکی ہے اور جو ناپسند ہے وہ کھلی ہوئی ہے اور جس کے پاس وہ ہے اس نے اسے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے جس سے وہ خوشبو حاصل کرتا ہے وہ اللہ کا خلیفہ ہے محبوب سے پوچھ وہ تجھ سے زیادہ زخمی دل والا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ احوص اسکا جواب دینے سے رک گیا پھر اسکا غم اسپر غالب آگیا تو اس نے یزید کے پاس جا کر اس کی مدح کی تو یزید نے اس کی عزت کی اور وہ اس کے ہاں بڑے مرتبہ و مقام والا ہو گیا۔ اور سلامہ نے چوری چھپے اس کی طرف ایک خادم بھیجا اور اسے اس شرط پر مال بھی دیا کہ وہ اسے اس کے پاس سے لے آئے۔ خادم نے یزید کو اطلاع دیدی تو اس نے کہا اسکا پیغام لیجاؤ تو اس نے ایسا ہی کیا اور احوص کو اس کے پاس لے گیا اور یزید اپنی جگہ پر بیٹھ گیا جہاں سے وہ ان دونوں کو دیکھتا تھا مگر وہ دونوں اس کو نہ دیکھتے تھے اور جب لونڈی نے احوص کو دیکھا تو وہ رو کر اس کے پاس آئی اور وہ رو کر اس کے پاس گیا اور اس کے حکم سے کرسی بچھا دی گئی جس پر وہ بیٹھ گیا اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اپنے عشق کی شدت کے شکوے شکایتیں کرتے رہے اور دونوں مسلسل صبح تک باتیں کرتے رہے اور یزید بغیر اس کے کہ انہیں کچھ شک ہو دونوں کی باتیں سنتا رہا اور جب احوص نے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا میرا دل اس محبوب کی وجہ سے سخت پریشان ہے جس سے میں ہمیشہ بچتا رہا ہوں وہ کہنے لگی۔ جب محبت کرنیوالے جدائی کے بعد مایوس ہو گئے تو وہ تندرست ہو گئے اور میں بھی مایوس ہوئی اور وہ اپنے حال پر نہیں رہے اسنے کہا بھروسہ کے قابل شخص کی مایوسی سے کون سکون حاصل کرتا ہے اسے سلامہ میں سکون پانے والا نہیں ہوا وہ کہنے لگی اللہ کی قسم، اے میرے غم میں مبتلا تجھے نہیں بھولوں گی حتیٰ

روح میرے بند جوڑ مجھ سے جدا کر دے اس نے کہا خدا کی قسم! جس نے شام کی اور تو اس کی ہوگئی وہ ناکام نہیں ہوا اے گھر والوں اور مال کے بارے میں آنکھوں کی ٹھنڈک۔

راوی نقل کر کے کہتا ہے کہ پھر اس نے سلامہ کو الوداع کہا اور باہر نکلا تو یزید نے اسے پکڑ لیا اور سلامہ کو بلایا اور کہا تم دونوں نے آج رات جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں مجھے سچ سچ بتاؤ تو دونوں نے اسے بتایا اور جو اشعار دونوں نے کہے تھے اسے سنا دیئے اور جو کچھ اسنے سنا تھا ان دونوں نے اس میں سے کسی حرف کو نہ بدلا اور نہ آمیں کچھ تبدیلی کی۔ یزید نے سلامہ سے پوچھا کیا تو اس سے محبت کرتی ہے اس نے کہا اے امیر المومنین اللہ کی قسم! میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ ایسی شدید محبت جو میرے جسم میں روح کی طرح چل رہی ہے کیا روح و جسم کے درمیان جدائی ڈالی جاسکتی ہے یزید نے احوص سے پوچھا کہ کیا تم اس سے محبت کرتے ہو اسنے کہا اے امیر المومنین اللہ کی قسم میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ ایسی شدید و سخت محبت جو قدیم ہے نئی نہیں اور وہ پسلیوں کے درمیان آگ کی طرح بھڑک رہی ہے یزید نے کہا بلاشبہ تم دونوں شدید محبت بیان کرتے ہوا اے احوص اسے پکڑ لو یہ تمہاری ہوئی اور اس نے اسے قیمتی انعام دیا اور احوص اسے خوشی خوشی واپس لے کر حجاز آ گیا۔

ایک روایت ہے کہ یزید گانے بجانے کے آلات، شراب پینے، سُریں راگ لگانے، شکار کرنے، غلام اور لونڈیاں بنانے، کتے پالنے، مینڈھوں، ریچھوں اور بندروں کو لڑانے میں مشہور تھا یہ صبح کو شراب میں دُھت ہوتا اور وہ زین دار گھوڑے پر بندر کو باندھ دیتا اور وہ اسے چلاتا اور بندر کو سونے کی ٹوپی پہناتا اور یہی حال غلاموں کا تھا اور وہ گھڑ دوڑ کراتا اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس پر غم کرتا اور بعض کا قول ہے کہ اس کی موت کی وجہ یہ ہوئی کہ اسنے ایک بندر اٹھایا اور اسے نچانے لگا تو اسنے اسے کاٹ دیا اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی اس کے بارے میں باتیں بیان کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان باتوں کے غیر صحیح ہونے کو بہتر جانتا ہے عبدالرحمان بن ابی مدعور نے بیان کیا ہے کہ مجھے بعض علم والے لوگوں نے بتایا کہ یزید بن معاویہ نے آخری بات یہ کی کہ اے اللہ اس بات پر میرا مواخذہ نہ کرنا جسے میں نے پسند نہیں کیا اور نہ اسکا ارادہ کیا ہے اور میرے اور عبیداللہ بن زیاد کے بارے میں فیصلہ فرما اور اس کی انگوٹھی کا نقش آمنت باللہ العظیم تھا۔

یزید نے ۱۴ ربیع الاول کو دمشق کی بستی حوارین میں وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ بروز جمعرات کو وفات پائی اور اس کے باپ کی وفات کے بعد اس کی حکومت ۱۵ رجب ۶۰ھ کو شروع ہوئی اور اس کی پیدائش ۲۵ھ کو ہوئی بعض لوگ ۲۶ھ اور بعض ۲۷ھ بھی بیان کرتے ہیں اس کے باوجود اس کی عمر اور اس کی حکومت کے ایام میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کے متعلق بہت سے اقوال ہیں اور تمام تحدیدات (مختلف اقوال) میں سے جو کچھ میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے اس سے اس اختلاف کا اشکال دور ہو جاتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مرا تو اس کی عمر چالیس سال سے بڑھی ہوئی تھی، واللہ اعلم، پھر وفات کے بعد اسے دمشق لایا گیا اور اس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی جو ان دنوں امیر المومنین تھا اور اس کو باب الصغیر کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ اور اس کے زمانہ میں یزید نامی نہر کو وسیع کیا گیا جو قاسیون پہاڑ کے دامن میں ہے وہ ایک چھوٹی سی نہر تھی جسے اس نے بہت وسیع کر دیا تھا اور جسمیں پانی چل سکتا تھا، ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ابوالفضل محمد بن محمد لفضل المظفر العبدی نے جو بحرین کے قاضی تھے اپنے خط میں اپنے الفاظ میں مجھے لکھا کہ میں نے یزید بن معاویہ کو خواب میں دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے تو اس نے کہا نہیں تو میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ نے تجھے بخش دیا تو اس نے کہا ہاں اور اس نے مجھے جنت میں داخل کیا ہے میں نے کہا وہ حدیث جو بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ کو اور یزید کو اٹھائے دیکھا تو فرمایا کہ ایک جنتی اور ایک دوزخی کو اٹھائے ہوئے ہیں تو اس نے کہا وہ حدیث صحیح نہیں ہے ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ یہ بات ایسے ہے جیسے اسنے یہ کہا کہ بلاشبہ یزید حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوا بلکہ ہجرت کے بیسویں سال کے بعد پیدا ہوا۔

یزید بن معاویہ کی اولاد اور اس کی تعداد...... بیان کیا گیا ہے کہ ان میں سے ایک معاویہ بن یزید ہے جس کی کنیت ابو لیلیٰ ہے اور اسی کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے کے شروع ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے اور ابو لیلیٰ کے بعد حکومت اس کی ہوگی جو غالب آئے گا اور خالد بن یزید جس کی کنیت ابو ہاشم تھی کہتے ہیں کہ اسنے علم کیمیا حاصل کیا تھا اور ابوسفیان بھی اسکا بیٹا تھا اور ان دونوں کی ماں ام ہاشم بنت ابی

ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ عبد شمس تھی یزید کے بعد مروان بن الحکم نے اس سے نکاح کر لیا اور اسی کے متعلق ایک شاعر نے کہا اے ام خالد خوش رہ بہت سے دوڑنے والے بیٹھنے والے کی طرح ہیں۔ اور عبدالعزیز بن یزید جسکو اسوار کہا جاتا ہے اور یہ عربوں کے بڑے تیر اندازوں میں سے تھا اور اس کی ماں ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر تھی جس کے بارے میں شاعر کہتا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ جب وہ اساور (بصرہ میں آباد ہونے والی ایک پرانی قوم) کا ذکر کرتے ہیں تو وہ قریش کا بہترین وعمدہ آدمی ہوتا ہے اور عبداللہ اصغر، ابوبکر، عتبہ، عبدالرحمان، ربیع، اور محمد مختلف ماؤں سے ہیں اور یزید، حرب، عمر اور عثمان بھی ہیں یہ پندرہ نرینہ (مذکر) اولاد ہیں اور اس کی بیٹیاں، عاتکہ، رملہ، ام عبدالرحمان ام یزید، ام محمد ہیں یہ پانچ بیٹیاں ہیں اور یہ سب مر چکے ہیں اور یزید کی کوئی اولاد باقی نہیں واللہ اعلم۔

معاویہ بن یزید کی حکومت وسربراہی...... ابوعبدالرحمان اور ابویزید اور ابویعلی قرشی اموی بھی بیان کیا جاتا ہے اس کی ماں ام ہاشم بنت ابی ہاشم ابن عتبہ بن ربیعہ تھی اس کے باپ کی وفات کے بعد اور یہ اس کے بعد اس کی حکومت کا ذمہ دار تھا، ۱۴ ربیع الاول ۶۴ ھ کو اس کی بیعت ہوئی اور یہ نیک اور گہری سوچ اور دور کی سوچ رکھنے والا انسان تھا۔ مگر اس کی مدت لمبی نہیں ہوئی بعض کا قول ہے کہ اسنے چالیس دن حکومت کی اور بعض کا کہنا ہے کہ بیس دن حکومت کی اور بعض کا کہنا ہے کہ دو ماہ اور بعض ڈیڑھ ماہ اور بعض تین ماہ بیس دن اور بعض چار ماہ بیان کرتے ہیں واللہ اعلم۔

اور یہ اپنی بادشاہی کے عرصہ میں مریض تھا اور لوگوں کے پاس نہیں آیا اور ضحاک بن قیس ہی لوگوں کو نماز پڑھاتا اور معاملات کو درست کرتا تھا اور پھر یہی معاویہ بن یزید ۲۱ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ اور بعض ۲۳ سال ۱۸ دن اور بعض ۱۹ سال اور بعض ۲۰ سال اور بعض ۲۵ سال کی عمر میں وفات پانا بیان کرتے ہیں واللہ اعلم۔

اور اس کے بھائی خالد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعض نے عثمان بن عتبہ اور بعض نے ولید بن عتبہ بھی بیان کیا ہے اور یہی صحیح ہے بلاشبہ اس نے اسی بات کی وصیت وتاکید کی تھی اور اس کے دفن میں مروان بن الحکم بھی موجود تھا اور ضحاک بن قیس ہی اس کے بعد لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا حتیٰ کہ شام میں مروان کی حکومت قائم ہوگئی۔

اور اسے دمشق میں باب الصغیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا، اور جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو وصیت نہیں کرے گا اس نے کہا میں اس کی تلخی کو اپنے سامان آخرت میں نہیں لے جاؤں گا اور اس کی مٹھاس کو میں بنوامیہ کے لئے چھوڑ دونگا۔ اور یہ مرحوم بہت سفید رنگ، بہت گنجان بالوں والا، بڑی بڑی آنکھوں والا، گھنگھریالے بالوں والا، بلند نظر بڑی سوچ گول سر اور خوبصورت تھا اور اس کے چہرے پر بہت بال تھے اور پتلے حسین جسم کا مالک تھا، ابوزرعہ دمشقی نے کہا ہے کہ معاویہ عبدالرحمان وخالد کے بھائی تھے اور وہ اچھے لوگوں میں سے تھے اور اس کے متعلق ایک شاعر عبداللہ بن ہمام البلوی نے کہا ہے:

یزید نے حکومت کو اپنے باپ سے حاصل کیا اور معاویہ نے اسے یزید سے حاصل کیا اے لڑائیوں والوں کی اولاد اسے آپس میں چکر دیتے رہو اور اس سے دور کے نشانے کو نہ مارو، روایت ہے کہ ایک روز معاویہ بن یزید نے لوگوں میں الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کرایا تو لوگ جمع ہو گئے تو اس نے جو باتیں ان سے کہیں ان میں سے یہ بات بھی تھی کہ اے لوگو! میں نے تمہاری سربراہی حکومت سنبھال لی ہے حالانکہ میں اس کے حق ادا کرنے میں کمزور ہوں اگر تم چاہو تو میں اسے طاقت ور شخص کے لئے چھوڑ دیتا ہوں جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے چھوڑ دیا تھا اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے شوریٰ کے چھ آدمیوں میں اسے چھوڑ دیتا ہوں جیسے حضرت عمر ابن الخطاب نے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن تم میں سے اس کے حال کے مناسب کوئی شخص نہیں اور میں نے تمہاری سربراہی وحکومت کا معاملہ تم پر چھوڑ دیا ہے پس جو شخص تمہارے لئے مناسب ہو اسے اپنا امیر بنالو پھر وہ منبر سے اتر کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور اُس سے کبھی پھر باہر نہ نکلا حتیٰ کہ فوت ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔

کہتے ہیں لوگ کہ اس کو زہر پلایا گیا تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسے طاعون ہوگئی تھی اور اس کے دفن کے موقع پر مروان حاضر ہوا اور جب اس سے فارغ ہوا تو مروان نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کس کو دفن کیا ہے لوگوں نے کہا ہاں معاویہ بن یزید کو مروان نے کہا وہ ابولیلیٰ ہے جس کے بارے میں ارثم خراری نے کہا ہے۔ میں شرور وفتنوں کی ہانڈیوں کو ابلتے دیکھ رہا ہوں اور ابولیلیٰ کے بعد حکومت اس کی ہوگی جو غالب آئے گا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جیسے اسنے کہا تھا ویسا ہی ہوا اور اسکا سبب یہ ہوا کہ ابولیلیٰ نے کسی کے متعلق وصیت نہ کی اور فوت ہو گیا دنیا سے چل بسا، پس حجاز میں عبداللہ بن زبیر غالب آ گئے اور دمشق اور اس کے اردگرد علاقوں پر مروان بن الحکم غالب آ گیا اور خراسان کے باسیوں نے سالم بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی حتیٰ کہ وہ لوگوں پر خلیفہ بن گیا اور انہوں نے اسے بہت پسند کیا اور سالم نے ان میں اچھی سیرت اختیار کی جس کی وجہ سے انہوں نے اس کو پسند کیا پھر انہوں نے اس کو اپنے اندر سے نکال کر باہر کر دیا اور نافع بن ازرق کی کمان میں سرپرستی میں قراء وخوارج نے بصرہ میں بغاوت کر دی اور انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کو اس کی بیعت کرنے کے بعد دھکا دیکر باہر نکال دیا تاکہ وہ لوگوں کا امام ہو پس انہوں نے اس کو اپنے ہاں سے باہر نکال دیا اور وہ بہت سی رکاوٹوں کے بعد جن کا ذکر کرنا محض بات کو لمبا کرنے کا سبب ہوگا شام چلا گیا اور انہوں نے اس کے بعد عبداللہ بن حارث بن نوفل کی بیعت کر لی جو ''ببّہ'' کے نام سے مشہور تھا۔ اور اس کی ماں ہند بنت ابی سفیان تھی اور اسنے بصرہ کی پولیس کا ہمیان بن عدی السدوسی کو نگران وافسر مقرر کیا اور لوگوں نے جمادی الاخری ۶۴ھ کے شروع میں اس کی بیعت کر لی اور فرزدق نے کہا ہے۔

میں نے کئی لوگوں کی بیعت کی اور ان کے عہد کو پورا کیا اور ببّہ کی بیعت میں نے کسی شرمندگی کے بغیر کی ہے اور اس نے چار ماہ وہاں قیام کیا پھر اپنے گھر ہی کا ہو کر رہ گیا اور بصرہ کے رہائشیوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو خط لکھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت انس بن مالک کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس آپ نے دو ماہ ان کو نماز پڑھائی پھر وہ ہوا جسے ہم ابھی بیان کریں گے اور نجدہ بن عامر حنفی نے یمامہ میں اور بنو ماحوران نے اہواز اور فارس وغیرہ میں بغاوت کر دی جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی اگر اللہ نے چاہا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت، ابن حزم اور ایک گروہ کے نزدیک آپ اس وقت امیر المومنین تھے اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب یزید فوت ہوا تو فوج مکہ سے چل پڑی اور یہ وہ لوگ تھے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ وگھیراؤ کئے ہوئے تھے اور وہ بیت اللہ میں پناہ لئے ہوئے تھے اور جب حصین بن نمیر السکونی فوج کے ساتھ شام واپس آ گیا تو حجاز اور اس کے اردگرد کے علاقوں پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت مضبوط ہوگئی اور لوگوں نے یزید کے بعد وہاں آپ کی بیعت کر لی اور آپ نے اپنے بھائی عبیداللہ بن زبیر کو مدینہ والوں پر نائب مقرر کیا اور اُس نے بنوامیہ کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا اور دربدر کرنے کا حکم دے دیا، پس اسنے ان کو دربدر کر دیا اور وہ شام کی طرف چلے گئے اور ان میں مروان بن الحکم اور اسکا بیٹا عبدالملک بھی شامل تھا پھر بصرہ والوں نے آپس کی جنگوں اور فتنوں کے بعد (جنکو دوبارہ ذکر کرنا بات لمبا کرنے کا باعث ہوگا) حضرت ابن زبیر کو پیغام بھیجا۔ انہوں نے چھ ماہ سے بھی کم عرصے میں اپنے اوپر چار امیر مقرر کئے پھر ان کے امور معاملات میں خلل پڑ گیا پھر انہوں نے مکہ میں حضرت ابن زبیر کو اپنے متعلق پیغام بھیجا تو آپ نے حضرت انس بن مالک کو لکھا کہ وہ ان کو نمازیں پڑھائیں۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مصعب بن عبدالرحمان نے حضرت ابن زبیر کی بیعت کی تو لوگوں نے کہا اس معاملہ میں مشقت پائی جاتی ہے اور عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن علی بن ابی طالب نے بھی آپ کی بیعت کی اور آپ نے حضرت ابن عمر۔ حضرت ابن حنفیہ اور حضرت ابن عباس کو بھی بیعت کرنے کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ اور تقریباً تین ماہ امام کے بغیر رہنے کے بعد رجب میں ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اطاعت قبول کر لی۔ اور حضرت ابن زبیر نے عبدالرحمان بن یزید انصاری کو امام الصلوٰۃ بنا کر اور ابراھیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کو خراج کا امیر مقرر کر کے کوفہ والوں کی طرف روانہ کیا اور دونوں شہر والوں نے آپ سے وعدہ کیا اور آپ نے مصر کی طرف آدمی بھیجا تو انہوں نے اس کی بیعت کر لی اور عبدالرحمان بن جحدر کو مصر پر نائب مقرر کیا اور جزیرہ نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اور آپ نے حارث بن عبداللہ بن ربیعہ کو بصرہ کا امیر بنا کر بھیجا اور خراسان کی طرف بھی پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی آپ کی بیعت کر لی اور شام میں ضحاک بن قیس کو پیغام بھیجا تو اس نے بھی بیعت قبول کر لی۔

کہتے ہیں کہ اردن میں دمشق کے رہائشیوں اور اس کے اردگرد کے رہائشیوں نے آپ کی بیعت نہیں کی اس لئے کہ جب حصین بن نمیر مکہ سے شام کی طرف واپس آیا تو انہوں نے مروان بن الحکم سے بیعت کر لی تھی اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس خوارج کی ایک جماعت آپ سے مزاحمت کرتے ہوئے قریب ہوئی جس میں نافع بن ارزق، عبداللہ بن اباض اور ان کے سربراہ وسرپرست لوگوں کی ایک جماعت بھی شامل تھی

اور جب آپ کی حکومت مضبوط ہوگئی تو انہوں نے آپس میں کہا کہ تم نے غلطی کی ہے کیونکہ تم نے اس شخص کے ساتھ مل کر جنگ کی ہے اور تمہیں حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں اس کی رائے کا علم نہیں ہوا۔ اور وہ لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عیب کو بیان کرتے تھے۔ پس وہ اکٹھے ہو کر آپ کے پاس گئے اور انہوں نے آپ سے حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے انہیں وہ جواب دیا جس سے ان کو تکلیف ہوئی۔

اور حضرت عثمان کے ایمان کی تصدیق اور انصاف و احسان اور اچھی سیرت اور کئی باتوں کے واضح ہو جانے کے بعد آپ کے حق کی طرف رجوع کرنے کو ان کے سامنے بیان کیا تو اس موقع پر انہوں نے آپ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور آپ سے علیحدہ ہو گئے اور عراق و خراسان کے علاقوں میں چلے گئے اور ان شہروں میں اپنے جسم و بدن، اور دین اور مختلف اور پھیلے ہوئے کئی مذاہب و مسالک لے کر پھیل گئے جو بیان میں نہیں جمع ہو سکتے کیونکہ وہ جہالت اور برے نفس کی قوت اور غلط اعتقادات سے نکلتے ہیں اس کے باوجود انہوں نے بہت شہروں اور صوبوں پر غلبہ پالیا حتیٰ کہ تمام علاقے چھن گئے جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے انشاء اللہ۔

مروان بن الحکم کی بیعت کا بیان

اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حصین بن نمیر حجاز کے علاقہ سے واپس آیا اور عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے شام آ گیا اور بنوامیہ مدینہ سے شام منتقل ہو گئے تو معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد مروان بن الحکم کے پاس آئے اور معاویہ بن یزید نے اس بات کا عزم کیا تھا کہ دمشق میں حضرت ابن زبیر کی بیعت نہ ہو اور ان کے رہائشیوں نے اس شرط پر ضحاک بن قیس کی بیعت کر لی کہ وہ ان کے درمیان صلح کرائے گا اور ان کے لئے ان کے معاملہ کو ٹھیک کر دیگا، تاکہ لوگ ایک امام پر متفق ہو جائیں اور ضحاک بن قیس چاہتا تھا کہ حضرت ابن زبیر کی بیعت ہو اور حمص میں نعمان بن بشیر نے قنسرین میں زفر بن عبداللہ کلابی نے اور فلسطین میں نائل بن قیس نے آپ کی بیعت کر لی، اور روح بن زنباع جذامی کو وہاں سے دربدر کر دیا اور عبیداللہ بن زیاد اور حصین بن نمیر مسلسل مروان بن الحکم کو حکومت سنبھالنے کو خوبصورت و مزین کر کے دکھاتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے اسے اس کی رائے سے موڑ دیا اور اسے حضرت ابن زبیر کے اقتدار اور حکومت کے شام میں داخل ہونے کے خوف میں مبتلا کر دیا اور اسے انہوں نے کہا کہ تم قریش کے سرپرست اور سردار ہو اور تم اس حکومت کے زیادہ حقدار ہو پس! اسنے حضرت ابن زبیر کی بیعت کو چھوڑ دیا اور ابن زیاد اس بات سے ڈر گیا کہ اگر بنوامیہ کے علاوہ اور کسی نے حکومت سنبھال لی تو وہ مر جائے گا اس موقع پر بنوامیہ بمعہ اپنی قوم اور یمن والوں کے ساتھ مل کر مروان کے پاس سمٹ آئے اور اسنے ان کے ارادہ سے اتفاق کر لیا اور وہ کہنے لگا کہ کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی۔

اور حسان بن مالک بن بجدل کلبی نے ضحاک بن قیس کو حضرت ابن زبیر کی بیعت سے موڑنے کے لئے خط لکھا اور بنوامیہ نے اس پر جو احسان کیے تھے اسے بتانے لگا اور ان کے انعام اور شرافت دینے کو بیان کرنے لگا اور حسان بن مالک نے بنوامیہ کے لئے اردن والوں کی بیعت لی تھی اور وہ اپنے بھانجے خالد بن یزید بن ابی سفیان کی طرف دعوت دینے لگا اسنے اس بارے میں ضحاک کو ایک خط بھی روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ جمعہ کے روز دمشق والوں کو اسکا خط پڑھ کر سنائے اور اسنے ابن کریب الطابخی کے ہاتھ خط بھیجا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بنو کلب میں سے تھا اور اسے کہا کہ اگر وہ اس خط کو لوگوں کو نہ سنائے تو تم خود پڑھ دینا پس اس نے اُسے خط دیا اور وہ ضحاک بن قیس کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے اُسے خط پڑھنے کا حکم دیا مگر اس نے نہ مانا تو ناغضہ نے اٹھ کر لوگوں کو خط سنا دیا امراء کی ایک جماعت نے اس کی تصدیق کی اور دوسروں نے اس کی تکذیب کی اس کو جھٹلایا اور لوگوں کے درمیان ایک بہت بڑا فتنہ بھڑک اٹھا پس خالد بن یزید بن معاویہ نے جو ایک نوجوان تھا منبر کی دوسری سیڑھی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو پرسکون کیا اور ضحاک نے اتر کر لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور ضحاک بن قیس نے ناغضہ کی تصدیق کرنے والے لوگوں کو قید کرنے کا حکم دیا پس ان کے قبیلہ، خاندان والے بھڑک اٹھے اور انہوں نے ان کو قید خانہ سے باہر نکال دیا اور حضرت ابن زبیر اور بنوامیہ کے بارے میں متردد ہو گئے شک میں پڑ گئے، اور جمعہ کی نماز کے بعد باب الجیرون میں لوگ جمع ہوئے اور اس دن کو یوم جیرون کا نام دیدیا گیا۔

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ لوگوں نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو اپنا امیر بنانا چاہا مگر وہ نہ مانا اور انہی دنوں میں فوت ہو گیا، پھر ضحاک بن قیس نے جامع مسجد کے منبر پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کیا اور یزید بن معاویہ کو گالیاں دیں تو بنی کلب کے ایک نوجوان نے اس کے پاس جا کر اپنے ڈنڈے سے اسے مارا لوگ اپنی تلواریں لگائے بیٹھے تھے (یعنی بالکل تیار بیٹھے تھے لڑائی کے لئے مسلح ہو کر) اور کچھ لوگوں نے ایک دوسرے کے پاس جا کر آپس میں جنگ کی پس قیس اور اس کے دوست حضرت ابن زبیر کی طرف دعوت دینے لگے اور ضحاک بن قیس کی مدد کرنے لگے اور بنو کلب، بنوامیہ اور خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کی طرف دعوت دینے لگے اور یزید اور اس کے خاندان کی مدد کرنے لگے پس ضحاک بن قیس نے اٹھ کر دار الامارہ ((ایوان صدر)) میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور صرف ہفتہ کے روز نماز فجر کے لئے باہر نکلا پس اسنے بنوامیہ کو پیغام بھیجا تو وہ اس کے پاس آ گئے اور ان میں مروان بن الحکم عمرو بن سعید بن العاص یزید بن

معاویہ کے بیٹے خالد اور عبداللہ بھی شامل تھے۔

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ جو کچھ اس سے ہوا تھا اس پر اس نے ان سے معذرت کی اور ان کے ساتھ سوار ہو کر حسان بن مالک کے پاس جانے پر اتفاق کیا کہ وہ حکومت کے لئے بنوامیہ کے کسی شخص پر اتفاق کر لیں پس وہ سب سوار ہو کر اس کے پاس گئے اور اس دوران میں کہ وہ حسان کے پاس جانے کے لئے جابیہ کی طرف رواں تھے کہ اچانک معن بن ثور بن اخنس اپنی قوم قیس کے ساتھ آ گیا اور اس نے اسے کہا تو نے ہمیں حضرت ابن زبیر کی بیعت کی طرف دعوت دی تو ہم نے تیری بات مان لی اور اب تو اس بدو، جاہل کی طرف جا رہا ہے کہ وہ اپنے بھانجے خالد بن یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنا دے تو ضحاک نے اسے کہا کہ کیا مشورہ ہے۔ اسنے کہا کہ مشورہ یہ ہے کہ ہم جس بات کو چھپاتے ہیں اسے ظاہر کریں اور حضرت ابن زبیر کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف، دعوت دیں اور جو اس سے انکار کرے اس سے جنگ کریں پس ضحاک اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس بات کی طرف مائل ہو گیا اور دمشق واپس آ گیا اور اس نے قیس کی اس فوج کے ساتھ جو اس کے ساتھ تھی اور اس کے دوستوں کے ساتھ قیام کیا کچھ وقت کے لئے ٹھہرے اور فوج کے امراء و سرپرستوں کی طرف پیغام بھیجا اور لوگوں نے حضرت ابن زبیر کی بیعت کر لی۔

اور اس بات کی اطلاع کا خط حضرت ابن زبیر کو لکھا، جس کا تذکرہ حضرت ابن زبیر نے اہل مکہ سے کیا اور اس کے اس عمل کا شکریہ ادا کیا، اور اس کی طرف شام کی نیابت کا پروانہ لکھا، بعض نے کہا: کہ نہیں، بلکہ انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت لی تھی واللہ اعلم۔

اور مدائنی نے اس کا ذکر کیا کہ اس نے پہلے حضرت ابن زبیر کی بیعت کی دعوت دی پھر عبیداللہ بن زیاد نے اسے یہ بات اچھی کر دکھائی کہ وہ اپنی بیعت کی طرف دعوت دے، اور اس نے یہ کام مکر و فریب اور تکبر کی خاطر کیا تا کہ وہ اس کا کام بگاڑے جس کی وہ نیت رکھتا تھا، چنانچہ ضحاک نے تین دن لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی لوگ اس بات کی وجہ سے اس سے ناراض ہو گئے، اور کہنے لگے کہ تو نے پہلے ہمیں ایک آدمی کی بیعت کی دعوت دی جس کی ہم نے بیعت کر لی، اور اب تم اس کی بیعت بغیر کسی عذر و سبب سے توڑ رہے ہو اور اپنی طرف بلا رہے ہو؟ چنانچہ ضحاک پھر سے حضرت ابن زبیر کی بیعت کی طرف بلانے لگا اور اس وجہ سے وہ لوگوں کے سامنے شرمندہ ہو گئے یہی وہ بات تھی جس کا ابن زیاد نے ارادہ کیا تھا۔

ابن زیاد کا اس کے ساتھ گٹھ جوڑ ''مروان'' کے ساتھ جمع ہونے کے بعد ہوا، اور اسی کے بعد اس کے اس کام کی تعریف کرنے لگا، پھر مروان اس سے جدا ہو گیا تا کہ ضحاک کو دھوکا دے، چنانچہ وہ دمشق میں اس کے پاس آ کر ٹھہرا اور روزانہ اس کے پاس جاتا، پھر ابن زیاد نے ضحاک کو مشورہ دیا کہ وہ دمشق سے صحراء کی طرف نکل آئے اور لشکروں کو اپنی طرف بلائے تا کہ یہ بات اس کی تقویت کا باعث بنے، سو وہ مرج الرھط پہنچا اور اس کے ساتھی وہاں اترے، اس وقت بنوامیہ اور ان کے ہمنوا اردن میں جمع ہونے لگے، اور حسان بن مالک جو بنی کلب سے تھے ان کی قوم بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئی، جب مروان نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا یہ انتظام اور ملکی استحکام دیکھا تو ان کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تا کہ بنی امیہ کے لئے امان لے سکے اور ان کی بیعت قبول کرے، چلتے چلتے جب وہ اذرعات پہنچے تو ابن زیاد نے عراق سے واپسی پر ان سے ملاقات کی اور انہیں اس ارادے سے باز رکھا، اور اس کی رائے کی کمزوری کا ذکر کیا، عمرو بن سعید بن العاص حصین بن نمیر، ابن زیاد اور اھل یمن کے علاوہ دیگر کئی لوگ اس سے ملے اور مروان سے کہا کہ تو قریش کا بڑا ہے، خالد بن یزید بچہ ہے اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ادھیڑ عمر کا آدمی ہے ایک لوہے کو دوسرے سے کھٹکھٹایا جاتا ہے لہٰذا یہ معاملہ اس بچے کے حوالہ مت کیجئے، البتہ اپنا گلا اس کے گلے میں ڈال دیجئے ہم تمہاری بیعت کرنے کو تیار ہیں لائیے ہاتھ بڑھائیے، چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور ''مقام جابیہ'' میں بروز بدھ ۳ ذی القعدہ ۶۴ ھ کو اس کی بیعت کی گئی، یہ بات واقدی نے کہی ہے جب معاملہ اس کے حق میں جھک گیا تو اپنے ہمراہیوں کو لیکر ضحاک بن قیس کی طرف چلا اور مرج راھط'' میں اس سے مڈبھیڑ ہوئی، مروان بن حکم نے غلبہ پا کر اسے قتل کر دیا اور بنوقیس میں ایسا قتل کیا کہ اس طرح کا قتل اس سے قبل نہیں سنا گیا تھا، اس کی تفصیل ۶۵ ھ کے حالات کے شروع میں آئے گی کیونکہ واقدی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ۶۵ ھ کے محرم میں پیش آیا تھا، اور محمد بن سعد کی روایت جو واقدی وغیرہ سے اس میں ہے کہ یہ اس سال کے اواخر میں پیش آیا تھا، لیث بن سعد، واقدی، مدائنی ابوسلیمان بن یزید، ابوعبداللہ کئی دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ مرج راھط کا واقعہ نصف ذی الحجہ ۶۴ ھ میں ہوا تھا۔

مرج راھط کے واقعہ کی مزید تفصیلات

اس سے قبل بیان ہوا کہ ضحاک حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے دمشق کا نائب تھا، وہ ان کی مشغولیت کی صورت اور غیر موجودگی میں ان کی نیابت میں نماز پڑھاتا تھا، حدود قائم کرتا تھا، اور محرمات سے روکتا تھا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے یزید کی بیعت کی کوشش کرنے لگا پھر یزید فوت ہوا تو لوگوں نے معاویہ بن یزید کی بیعت کی، معاویہ بن یزید کی موت کے وقت دمشق کے لوگوں نے اس کی بیعت کی اس شرط پر کہ لوگوں کا جب تک کوئی امام مقرر ہو، پھر جب لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرنے لگے تو اس نے بھی ان کی بیعت کا عزم کر لیا، اور ایک روز لوگوں کو خطبہ دیا اور خطبے میں یزید بن معاویہ کی مذمت کی، اس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ برپا ہوا حتیٰ کہ لوگ تلواروں سے لڑنے لگے جب لوگ سکون پذیر ہو گئے تو الخضراء کے دارالامارہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر دیئے پھر بنوامیہ کے ساتھ اس پر اتفاق ہوا کہ وہ حسان مالک بن عدل کے پاس جائیں وہ ان دنوں اردن میں تھا کہ وہ کس کو امامت کا حق دار دیکھتے ہیں اور حسان اپنے بھانجے خالد بن یزید کی بیعت کا ارادہ رکھتا تھا، وہ میسون کا بیٹا تھا اور میسون بنت بحدل حسان کی بہن تھی، ضحاک ان کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن کچھ دیر کے بعد اکثر فوج کو لے کر واپس دمشق آیا اور جانے سے انکار کر دیا اور فوجی امراء کے پاس پیغامات بھیج کر ان سے عبداللہ ابن الزبیر کے لئے بیعت لی، بنوامیہ، مروان عمرو بن سعید، خالد اور عبداللہ پسران یزید بن معاویہ کے ساتھ چلے حتیٰ کہ الجابیہ میں حسان بن مالک سے ملے، لیکن ضحاک بن قیس کے مقابلے میں انھیں کچھ قوت وشوکت حاصل نہیں تھی چنانچہ مروان بنوامیہ کو لے کر عبداللہ بن الزبیر کی بیعت کے لئے جانے کا پکا عزم کر کے روانہ ہوا، اور یہ بھی ارادہ تھا کہ بنوامیہ کے لئے امان لے کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ سے جلاوطن کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا، چلتے چلتے جب وہ ''اذرعات'' میں پہنچا تو وہاں عبیداللہ بن زیاد سے ملاقات ہوئی جو عراق سے آرہا تھا، عبیداللہ اس سے ملا اس کے ساتھ حصین بن نمیر اور عمرو بن سعید بن العاص تھے، انہوں نے اسے اپنے لئے دعویٰ خلافت کرنے کے سبز باغ دکھائے اور کہا کہ تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق دار ہے جس نے تین خلفاء کو معزول کیا ہے چنانچہ وہ مروان کے ساتھ لگے رہے حتیٰ کہ اس نے ان کی بات مان لی، عبیداللہ بن زیاد نے اس سے کہا کہ میں دمشق ضحاک کے پاس جاتا ہوں اور اسے دھوکہ دیکر اسے رسوا کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ وہاں پہنچا اور ہر روز اس کے پاس جا کر اس سے اپنی محبت اور خیر خواہی کا اظہار کرنے لگا پھر اسے خوبصورت رکھ کر کہنے لگا کہ تم اپنے لئے امارت کا دعویٰ کرو، اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تم اس سے زیادہ مستحق ہو وجہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ اطاعت وفرمانبرداری اور امانت میں مشہور رہے ہو اور ابن زبیر نے خروج کیا ہے، چنانچہ ضحاک تین روز تک اپنے لئے لوگوں کو بلاتا رہا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی، تو پھر دوبارہ عبداللہ بن زبیر کے لئے بلانے لگا لیکن اس کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک اس کی حیثیت گر گئی، پھر ابن زیاد نے اس سے کہا کہ جو شخص ایسی باتوں کا طالب ہوتا ہے جس کا تم طالب ہو وہ قلعوں اور محلات میں نہیں رہتا بلکہ صحراؤں اور جنگلات میں رہ کر وہ لشکروں کو اپنے پاس بلاتا ہے چنانچہ ضحاک مرج راھط جا کر اترا، اور ابن زیاد دمشق میں رہنے لگا بنوامیہ تدمر میں تھے، خالد اور عبداللہ اپنے ماموں حسان کے پاس الجابیہ میں تھے، ابن زیاد نے مروان کو لکھا کہ اپنا دعویٰ ظاہر کرو چنانچہ اس نے دعوت کا اظہار کیا، اور ام خالد بن یزید سے نکاح کیا، وہ ام ہاشم بنت ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ ہے، اب لوگوں نے اس کی تعظیم کر کے اس کی بیعت کی اس کے پاس جمع ہو گئے، اور وہ مرج راھط کی طرف ضحاک بن قیس کے مقابلہ کے لئے چلا، عبیداللہ بن زیاد اور اس کا بھائی عباد بن زیاد، حتیٰ کہ مروان کے پاس تیرہ ہزار لوگ اکٹھے ہو گئے، اور دمشق میں اس کی طرف سے یزید بن ابی المز تھا، اور ضحاک کے عامل کو وہاں سے نکال دیا تھا، وہ مروان کو ہتھیار وغیرہ بھیج کر مدد دے رہا تھا کہا جاتا ہے کہ ان دنوں عبدالرحمٰن بن ام الحکم ان کی طرف سے نائب دمشق تھا، اور مروان نے میمنہ پر عبیداللہ بن زیاد کو اور میسرہ پر عمرو بن سعید بن العاص کو سپہ سالار مقرر کیا۔

ضحاک نے حضرت نعمان بن بشیر کی طرف کمک کا خط بھیجا تو انہوں نے حمص کے ذریعہ اسے مدد دی اور ان پر شرجیل بن ذی الکلاع کو امیر مقرر کیا، اور اہل قنسرین میں ذفر بن الحارث کلابی سوار ہو کر آیا، ضحاک کا لشکر تین ہزار پر مشتمل تھا، اس کے میمنہ (دائیں دستے پر) زیاد بن عمرو عقیلی اور میسرہ (بائیں دستہ) پر ذکریا بن شمر ہلالی، ان لوگوں نے بمقام مرج صف بندی کر کے بیس دن لڑائی کی، دونوں فوجیں روزانہ دو بدو ہوتیں اور سخت زور کارن پڑتا۔

پھر عبید اللہ نے مروان کو مشورہ دیا کہ انہیں جنگ بندی کی دعوت دیں اور یہ سب کچھ دھوکا ہوگا کیونکہ جنگ تو دھوکے کا نام ہے اور تمہارے ساتھی حق پر ہیں اور وہ ناحق ہیں اس بات کی منادی کرادی گئی، اس کے بعد مروان کے ساتھیوں نے تو خیانت کی اور برابر سخت انداز سے لڑتے رہے، ضحاک نے بڑا صبر کیا، معرکہ میں ضحاک بن قیس قتل ہوگیا، اسے ایک زحمہ بن عبد اللہ نامی شخص نے قتل کیا جو بنی کلب سے تعلق رکھتا تھا، اس نے اسے نیزہ مار کر آر پار کردیا، اور اسے پہچان نہ سکا۔

ادھر مروان اور اس کے ساتھیوں نے بھی بڑا صبر کیا، یہاں تک وہ لوگ ان کے سامنے سے بھاگ نکلے مروان نے پکار کر کہا: خبردار بھگوڑے کا تعاقب نہ کرنا، پھر ضحاک کا سر لایا گیا، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس کے قتل کی نوید سنائی وہ روح بن زنباع جذامی تھا یوں شام کی حکومت مروان کے ہاتھ لگ گئی! کہا جاتا ہے کہ مروان یوم مرج راہط کو اپنے آپ پر روئے اور فرمایا: کہ کیا اب جبکہ میں بوڑھا اور کمزور، دگیا ہوں جا کر بادشاہت کے لئے لڑوں؟ میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ ان کی مدت حکومت زیادہ لمبی نہ ہوئی بلکہ صرف ۹ ماہ رہی جیسا کہ ہم ذکر کریں گے۔

اور صحیح روایت کے مطابق ضحاک بن قیس بن خالد الاکبر بن وھب بن ثعلبہ بن واثلہ بن عمرو شیبان بن محارب بن فہر بن مالک، ابو انیس فہری صحابہ کرام میں سے تھے، انہوں نے نبی علیہ السلام سے احادیث سنیں اور کئی احادیث روایت کی ہیں، اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت لی ہے وہ فاطمہ بنت قیس کے بھائی ہیں وہ ان سے دس سال بڑی تھیں، اور ابو عبیدہ بن الجراح آپ کے چچا ہوتے ہیں، یہ بات ابن ابی حاتم نے نقل کی ہے، بعض کا گمان یہ ہے کہ انہیں شرف صحابیت حاصل نہیں، لیکن امام واقدی کا کہنا ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا اور آپ سے بلوغت سے پہلے احادیث سنیں واقدی کی ایک روایت میں ہے کہ ضحاک نبی علیہ السلام کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے، فتح دمشق میں موجود تھے وہیں سکونت اختیار کرلی، نہر برداری، حجر الذھب کے پاس وہاں ان کا ایک گھر بھی۔ یہ یوم صفین کے موقع پر امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے امیر مقرر تھے، اور جب حضرت معاویہ نے کوفہ لے لیا تو انہیں اس کا ۵۴ ھ میں نائب بنادیا، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے نماز میں سورہ ص پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ تلاوت کیا، تو علقمہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگردوں نے ان کی متابعت نہیں کی۔

پھر معاویہ نے انہیں اپنے پاس دمشق کا نائب بنادیا، تو وہ حضرت معاویہ کے پاس ان کی وفات تک رہے یہاں تک کہ ان کا بیٹا یزید والی بنا پھر ان کا بیٹا معاویہ بن یزید پھر حکومت کا معاملہ ادھر منتقل ہوگیا جس کا ذکر کر چکے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا: کہ ہم سے عفان بن مسلم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں علی بن زید نے حسن کے واسطہ سے خبر دی کہ ضحاک بن قیس نے ہیثم کو خط لکھا، جب یزید بن معاویہ کی وفات ہوچکی تھی خط کا مضمون یہ تھا، السلام علیکم امابعد! کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمایا: کہ قیامت سے قبل کئی فتنے رات کی تاریکیوں کی مانند نمودار ہوں گے، اور بہت سے فتنے دھویں کے ٹکڑوں کی طرح ظاہر ہوں گے، ان میں آدمی کا دل مردہ ہوجائے گا، جیسا کہ اس کا بدن مردہ ہوجاتا ہے صبح کو مومن اور شام کو کافر اور شام کو مومن صبح کو کافر ہوگا، لوگ اپنے اخلاق اور دین کو دنیا کے تھوڑے مال کے عوض بیچ دیں گے، اب یزید بن معاویہ کی وفات ہوچکی ہے اور تم ہمارے سگے بھائی ہو لہٰذا تم سبقت نہ کرنا یہاں تک کہ ہم کوئی حیلہ کرلیں، علامہ ابن عساکر ابن قتیبہ کے طریق سے عن العباس بن الفرج ریاشی عن یعقوب بن اسحاق بن ثوبہ عن حماد بن زید نقل کیا ہے کہ ضحاک بن قیس امیر معاویہ کے پاس آئے تو امیر معاویہ نے ان کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

کہ میں نے انتہائی طوالت کرکے ضحاک کو اس قوم میں ایسے حسب کی طرف لوٹا دیا جو کم ہے تو ضحاک نے کہا: کہ ہماری قوم خوب جانتی ہے کہ ہم گھوڑے کی چادر ہیں تو امیر معاویہ نے کہا: تم نے سچ کہا تم گھوڑے کی چادریں ہو اور ہم اس کے شہسوار ہیں امیر معاویہ کی مراد یہ تھی کہ تم سائس اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والے ہو اور ہم شہسوار اور ان کا گمان یہ تھا کہ ''حلس'' کا کلمہ اصل میں وہ چادر ہے جو زین کے نیچے گھوڑے کی پیٹھ سے ملی ہوئی ہوتی ہے جیسا کہ ایک چادر اونٹ اور سواری کی پشت کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے روایت ہے کہ دمشق کے مؤذن نے ضحاک سے کہا: کہ امیر! میں خدا کی خاطر تم سے محبت کرتا ہوں تو انہوں نے جواباً کہا: کہ میں خدا کی خاطر تم سے بغض رکھتا ہوں۔

اس نے کہا کیوں؟ اللہ آپ کو درست رکھے، تو ضحاک نے کہا کیونکہ تم اپنی اذان میں ریا کرتے ہو اور اپنی تعلیم پر اجرت لیتے ہو، ضحاک رحمہ اللہ مرج راہط کے دن قتل ہوئے اور یہ نصف ذی الحجہ کا مہینہ ۶۴ ھ کا واقعہ ہے یہ بات لیث بن سعد، ابو عبیدہ، واقدی، ابن زبیر اور مدائنی نے کہی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ

اس سال حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے آپ کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ ہیں آپ پہلے بچے ہیں جن کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی، جو ہجرت کے بعد جمادی الاول میں ۲ھ کو انصار میں پیدا ہوئے، تو آپ کی والدہ آپ کو حضور علیہ السلام کے پاس لائیں آپ نے انہیں کھجور چبا کر کھلائے اور ان کی والدہ کو خوشخبری سنائی کہ یہ بچہ اچھی زندگی گزارے گا اور قتل ہو کر شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگا، اور جنت میں داخل ہوگا، چنانچہ ان کی زندگی انتہائی راحت میں بسر ہوئی۔

۹ ماہ کوفہ پر امیر معاویہ کی طرف سے نائب رہے، پھر شام میں سکونت اختیار کر لی، اور فضالہ بن عبید کے بعد جو حضرت ابو درداء کے بعد قاضی بنے تھے آپ شام کے قاضی مقرر ہوئے، اور حمص پر امیر معاویہ کی طرف سے نائب بنے، انہوں نے ہی آل رسول کو یزید کے حکم سے مدینہ پہنچایا، اور انہوں نے ہی یزید کو آل رسول کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا مشورہ دیا، چنانچہ یزید ان کے لئے نرم پڑ گیا اور ان سے احسان کا برتاؤ کیا اور ان کا اکرام کیا، پھر مرج راھط کی جنگ ہوئی ضحاک بن قیس قتل ہو گئے نعمان نے اہل حمص کے ذریعہ اس کی مدد کی تھی، تو مخالفین نے آپ کو بیرین نامی بستی میں شہید کر دیا۔ آپ کو خالد بن خلی مازنی نامی شخص نے قتل کیا، اور بعد میں خلی بن داؤد جو خالد بن خلی کا دادا تھا قتل ہوا۔

ان کی بیٹی ان کے حق میں مرثیہ گو ہے...... کاش ابن مرتہ اور اس کا بیٹا آپ کے قتل کے بچاؤ کا سامان بن جاتے، اور بنی امیہ میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا، بذریعہ ڈاک آپ کے قتل کی خبر آئی، اے بھونکنے والے کتو! آؤ! وہ آپ کے سر کے ذریعہ فتح کے طلبگار تھے، اور موت ان پر چکر کاٹ آئی ہے، میں پوشیدہ اور ظاہر روتی رہوں گی، اور حملہ آور درندوں کے ساتھ میں روتی رہوں گی۔

کہا گیا ہے کہ اعشی ہمدان، حضرت نعمان بن بشیر کے پاس آیا آپ اس وقت حمص کے حاکم تھے آپ بیمار تھے، اعشی سے پوچھا کیوں بھئی! کیسے آنا ہوا؟ تو اس نے کہا: تاکہ آپ مجھ سے صلہ رحمی کریں قرابت کا لحاظ کریں اور میرا قرض ادا کریں تو حضرت نعمان نے فرمایا خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں البتہ ان لوگوں سے تمہارے لئے کچھ طلب کرتا ہوں، پھر آپ نے اہل حمص کو مخاطب کر کے کہا: کہ لوگو! یہ تمہارے چچازاد عراق سے آئے ہیں اور تم سے امداد کا خواہاں ہے تو آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے بیک زبان کہا: آپ ہمارے مالوں میں اپنی مرضی سے فیصلہ کریں، تو آپ نے ان کی یہ بات نہ مانی، تو اس پر ان لوگوں نے کہا: کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر آدمی اپنے مال سے دو دو دینار دے گا، اور مردم شماری میں بیس ہزار آدمی تھے سو حضرت نعمان نے فوراً اسے بیت المال سے چالیس ہزار دینار دلوا دیئے، جب یہ رقم ان لوگوں کے وظیفوں سے نکل گئی تو آپ نے ہر شخص کے وظیفہ سے دو دو دینار منہا کر دیئے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے ارشادات

یہ تیرے لئے کھلم کھلا ہلاکت کا سامان ہے کہ تو آزمائش کے زمانے میں برائیوں میں مبتلا ہو، یعقوب بن سفیان نے فرمایا: کہ ہم سے ابوالیمان نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسمٰعیل بن عیاش نے انہوں نے ابورواحہ یزید بن ایہم سے انہوں نے ہیثم بن مالک طائی سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: کہ شیطان کے بہت سے جال اور پلندے ہیں اور ان جالوں اور پلندوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اترانا اور گھمنڈ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑائی جتلانا اور اللہ کی ذات کے علاوہ خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔

آپ کی عمدہ اور صحیح احادیث جو آپ نے حضور ﷺ سے سنیں یہ حدیث بھی ہے: کہ حلال اور حرام بالکل واضح ہیں اور ان دونوں کے درمیان کچھ

مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، سو جو شبہات میں گھر کر رہ گیا تو گویا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا جسے کوئی چرواہا محفوظ وممنوع چراگاہ کے اردگرد بکریاں چرا رہا ہو تو عین ممکن ہے کہ وہ بکریاں اس چراگاہ میں بھی منہ مار لیں گی، خبردار! ہر بادشاہ کی ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور پھر غور سے سنو اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے، اس روایت کو مسلم و بخاری نے نقل کیا ہے۔

ابو مسہر نے فرمایا: کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ حمص پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے گورنر تھے، اور جب مروان بادشاہ بنا تو حضرت ''نعمان'' فرار ہو گئے، اور خالد بن خلی کلاعی نے آپ کا تعاقب کر کے قتل کر دیا'' ابو عبیدہ اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ کو اسی سال قتل کیا گیا'' محمد بن سعد نے اپنی اسانید سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بے حد خوبصورت عورت سے شادی کی اور اپنی بیویوں میں سے ''میسون'' یا فاختہ'' کو اسے دیکھنے کے لئے روانہ کیا، جب اس نے اسے دیکھا تو بہت پسند کیا، جب واپس آئی تو آپ نے پوچھا تم نے اسے کیسا پایا؟ تو وہ کہنے لگی: کہ وہ ہے تو حسن کا کرشمہ لیکن میں نے اس کی ناف کے نیچے ایک سیاہ تل دیکھا ہے اور میرا گمان ہے کہ اس کا خاوند قتل ہو گا اور اس کا سر اس عورت کی گود میں ہو گا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دے دی اور حضرت ''نعمان'' نے اس سے شادی کر لی، پھر جب ان کا قتل ہوا تو اس کی گود میں ۶۵ ھ میں ان کا سر ڈالا گیا۔

سلیمان بن زبیر نے بیان کیا ہے کہ آپ کو ۵۷ ھ میں بمقام سلیمہ قتل کیا گیا، جبکہ اوروں کا کہنا ہے کہ ۶۵ ھ میں یہ بھی کہا گیا کہ ۶۰ ھ میں صحیح وہی جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت مسور بن مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ...... اسی سال حضرت مسور بن مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ جو صغائر صحابہ میں سے تھے قتل ہوئے، انہیں مکہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منجنیق کا پتھر لگا، جبکہ وہ حجروں میں نماز پڑھ رہے تھے، جو نا مور حضرات مکہ کے محاصرہ میں قتل ہوئے ان میں آپ بھی تھے آپ کا نسب نامہ یوں ہے مسور بن مخرمہ بن نوفل ابو عبدالرحمٰن الزہری آپ کی والدہ عاتکہ ہیں جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن ہیں، آپ کو شرف صحابیت وروایت حاصل ہے آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگے رہتے لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو ہمیشہ روزے سے رہتے جب بھی مکہ آتے تو ہر روز طواف کرتے سات روز اس سے غائب رہتے، اور دوگانہ ادا کرتے۔

کہتے ہیں کہ جنگ قادسیہ میں آپ کو ایک سونے سے جڑا ہوا لوٹا ملا، آپ کو معلوم نہ ہوا کہ یہ کیا ہے پھر ایک ایرانی آپ سے ملا اس نے کہا یہ لوٹا مرے ہاتھ دس ہزار دراھم میں فروخت کر دیں یوں آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کوئی قیمتی چیز ہے، سو آپ نے اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن وقاص کی طرف بھیج دیا تو انہوں نے اسے آپ ہی کی غنیمت میں شامل کر دیا، بعد میں آپ نے اسے ایک لاکھ میں فروخت کیا، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ مکہ آ گئے، وہاں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کو منجنیق کا پتھر لگا، مخالف فوج نے اس کے ذریعہ کعبہ پر سنگ باری کی تھی، جس کی وجہ سے آپ کا پانچ دن بعد انتقال ہوا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا، اور لوگوں کے ساتھ آپ کے جنازے کو کندھا دیا، اور پھر حجون لے گئے، لوگ مقتولین کو روندتے ہوئے اور اہل شام کے درمیان آپ کو لے جا رہے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت ''مسور'' نے گراں فروختگی کی غرض سے غلہ روکا، پھر انہوں نے بادل دیکھا تو اسے ناپسند کیا، صبح ہوئی تو بازار گئے، اور کہنے لگے: جو مرے پاس آئے گا میں اسے دوں گا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو مخرمہ! تم پگلے تو نہیں ہو گئے؟ تو حضرت ''مسور'' نے کہا نہیں بخدا اے امیر المومنین، لیکن میں نے بادل دیکھ کر لوگوں سے فائدہ اٹھانا ناپسند کیا، اور مجھے یہ بات بری لگی کہ میں ان سے کچھ نفع کماؤں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اچھا بدلہ عطا فرمائے! حضرت ''مسور'' ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت منذر بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ...... آپ کی ولادت خلافت فاروقی میں ہوئی والدہ کا نام اسماء بنت ابی بکر الصدیق تھا، حضرت

منذر نے قسطنطنیہ کے جہاد میں یزید بن معاویہ کے ساتھ شرکت کی، حضرت معاویہ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں ایک لاکھ کا انعام دیا، اور جاگیر بھی دی، لیکن مال پر قبضہ کرنے سے پہلے امیر معاویہ فوت ہو گئے حضرت منذر بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ، عثمان بن عبداللہ اور حکیم بن حزام دن کے وقت اہل شام سے جنگ کرتے اور رات انہی کے ساتھ کھانا تناول کرتے، حضرت منذر اپنے بھائی کے ساتھ مکہ کے محاصرہ میں قتل ہوئے، حضرت معاویہ نے وفات کے وقت وصیت کی کہ منذر آپ کو قبر میں اتاریں۔

مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف

آپ دیندار، فاضل نوجوان تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کے محاصرہ میں قتل ہوئے، اور واقعہ حرہ میں جو لوگ قتل ہوئے ان میں محمد بن ابی بن کعب، عبدالرحمٰن بن ابی قتادہ، ابو حکیم معاذ بن الحارث انصاری وغیرہ حضرات شامل ہیں، جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت پر مقرر کیا تھا، اسی روز زینب بنت ام سلمہ کے دو بیٹے بھی قتل ہوئے اور زید بن محمد بن سلمہ بھی اسی دن قتل ہوئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے ساتھ ان کے بھائی وغیرہ بھی قتل ہوئے اخنس بن شریک جو فتح مکہ میں حاضر تھے اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے نے اسی سال وفات پائی۔

اور اسی سال یعنی ۶۴ ھ میں مشرقی علاقوں میں بہت سی جنگیں ہوئیں، فتنے برپا ہوئے، خراسان میں عبداللہ بن خازم نامی شخص کا غلبہ ہو گیا، وہاں کے گورنروں کو مغلوب کر کے نکال دیا، اور یہ واقعہ یزید اور ان کے بیٹے معاویہ بن یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد کا ہے اور ابھی تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت مستحکم نہیں ہوئی تھی، ادھر عبداللہ بن خازم اور عمرو بن مرثد کے درمیان جنگی سلسلہ شروع ہو گیا، جن کے ذکر کرنے میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں، ہم نے ان کے اجمال پر کفایت کی ہے۔۔۔ جو فتنوں اور باغیوں کی ایک دوسرے کے ساتھ جنگیں ہیں واللہ المستعان۔

واقدی نے کہا کہ اہل خراسان نے معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد مسلم بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اور اسے بہت چاہا، حتیٰ کہ انہوں نے اس سال پیدا ہونے والے بچوں میں سے تقریباً ایک ہزار بچوں کا نام اس کے نام پر رکھا، اس کے بعد انہوں نے وعدہ خلافی کی اور اختلاف کر کے اس کے خلاف بغاوت کی تو مسلم انہیں چھوڑ کر چلا گیا اور مہلب بن ابی صفرہ کو ان کا نائب بنا گیا۔

اسی سال شیعہ کے سردار سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر جمع ہوئے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے واسطے نخیلہ کو مقرر کیا، وہ ۱۰ محرم ۶۱ ھ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام کربلا میں شہید ہو جانے کے بعد سے اس بارے میں عزم مصمم اور سخت جدوجہد میں رہے، اور انہوں نے جو پیغام آپ کو بھیجے تھے اس پر ندامت ہوئی اور جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو تنہا اور کسمپرسی کے عالم میں چھوڑ دیا، آپ سے جدا ہو گئے آپ کی نصرت نہ کی، اور اس نے ملنے کوشش کی مگر اس وقت ملنے نے کچھ فائدہ نہ دیا، چنانچہ وہ سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے، وہ جلیل القدر صحابی تھے، اور اس معاملہ میں کوشش کرنے والوں کے پانچ امیر تھے، سلیمان بن صرد صحابی میں میتب بن نجبہ فزاری جو حضرت علی کے اکابر دوستوں میں سے تھے۔

عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی، عبداللہ بن وال تمیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی یہ سب لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمنوا تھے، ان سب نے وعظ و نصیحت اور خطاب کرنے کے بعد حضرت سلیمان بن صرد کو امیر بنانے پر اتفاق کیا، اور آپس میں نخیلہ کا عہد و پیمان کیا، اور یہ کہ جو شخص ان کی اس بات سے موافقت کرے وہاں اس جگہ آ جائے، اس کے بعد انہوں نے بہت سامال اور ہتھیار جمع کرنے شروع کیے، اور اس کے لیئے تیاری شروع کر دی میتب بن نجیہ نے ان لوگوں میں کھڑے ہو کر خطاب کیا۔ یہ واقعہ ۶۵ ہجری کا ہے۔

حمد و ثناء کے بعد اس نے کہا:

اما بعد کہ ہمیں طوالت عمر اور کثرت فتن کے ذریعہ آزمایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائش کی ہے اور اس نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے کی مدد کرنے میں جھوٹا پایا حالانکہ ہم نے اس سے پہلے ان سے خط و کتابت کی اور وہ اس خواہش پر ہمارے پاس آئے کہ ہم ان کی مدد کریں گے

سو ہم نے انہیں تنہا چھوڑ دیا، ان سے وعدہ خلافی کی، ہم انہیں ان کے پاس لے آئے، جنہوں نے آپ کو آپ کی اولاد اور آپ کے نیک کار رشتہ داروں کو قتل کر دیا، اور ہم نے اپنے دست بازو سے ان کی مدد نہ کی اپنی زبانوں سے حمایت نہ کر کے ان کی مدد چھوڑ دی اور نہ اپنے مال خرچ کر کے انہیں تقویت دی۔

سو ہم سب کے واسطے ہمیشہ کی ہلاکت و نامرادی ہو جب تک ہم آپ کے قاتلین اور آپ کے مخالفین کی مدد کرنے والوں کو قتل نہ کریں یا اس سے پہلے خود قتل ہو جائیں، ہمارے مال تباہ برباد ہو جائیں ہمارے گھر اجڑ جائیں اے لوگو! تم ایک ہی دفعہ کھڑے ہو جاؤ اور اپنے خالق کے حضور توبہ استغفار کرو، اپنے آپ کو ہلاک کرو یہ تمہارے مالک کے نزدیک بہتر ہے، اس نے طویل گفتگو کی اور اپنے تمام بھائیوں کو پیغام بھیجا کہ وہ آئندہ سال نخیلہ میں جمع ہو جائیں۔

حضرت سلیمان بن صرد نے سعد بن حذیفہ بن الیمان حاکم مدائن کو اس معاملے کی پیشکش کا نوشتہ روانہ کیا تو اس نے آپ کی بات مان لی، سعد نے مدائن کے رہنے والوں میں سے اپنے فرمانبرداروں کو اس کام کے لئے بلایا تو انہوں نے فوراً اسے قبول کر لیا اس کی مدد کی اور مقررہ تاریخ میں نخیلہ جمع ہونے کا وعدہ کیا، سعد بن حذیفہ نے حضرت سلیمان بن صرد کو اس بات سے آگاہ کیا تو اس کی وجہ سے کوفہ والے مدائن والوں کی اس بات پر متفق ہونے کی وجہ سے خوش ہوئے، اور فوراً اس کام میں مصروف ہو گئے، جب تھوڑے عرصے بعد یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہیں امارت کی طمع ہوئی اور یہ یقین کر لیا کہ اہل شام کمزور پڑ چکے ہیں، ان کی قیادت کرنے والا کوئی نہیں رہا، چنانچہ انہوں نے نخیلہ وقت مقررہ سے پہلے جانے کے لئے حضرت سلیمان بن صرد سے مشورہ کیا، تو انہوں نے اس بات سے منع کر دیا اور کہا کہ ایسا کرنا صحیح نہیں یہاں تک کہ مقرر وقت آ جائے، جس کا ہم نے اپنے بھائیوں سے وعدہ کر رکھا ہے، اس کے بعد وہ خفیہ طور پر اسلحہ اور فوج تیار کرتے رہے اور لوگوں کو اس کا مطلق علم نہ تھا، ادھر اہل کوفہ نے عمرو بن حریث جو کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کا نائب تھا کو محل سے باہر نکال دیا اور عامر بن مسعود بن امیہ بن خلف کو باتفاق امیر بنا لیا، اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت لی اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے نائبین کی آمد تک سلطنت کے امور کی نگہداشت کرتا رہا اور پھر جب اس سال ۶۴ ھ کی ۲۲ رمضان جمعہ کا دن تھا تو حضرت ابن زبیر کی جانب سے دو امیر کوفہ آئے، ان میں سے ایک کا نام عبداللہ بن یزید خطمی جو جنگ اور سرحد کا حاکم تھا، دوسرا ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ تیمی ٹیکس اور اموال کا امیر تھا۔

ان دونوں سے ایک جمعہ پہلے اس مہینے کی ۱۵ تاریخ مختار بن ابی عبید ثقفی کذاب، آیا، اس نے دیکھا کہ شیعہ حضرت سلیمان بن صرد کے ہاں جمع ہیں اور انہوں نے آپ کو بڑی عزت دے رکھی ہے اور جنگ کے لئے تیار ہیں، اس کے بعد جب مختار کوفہ میں ان کے ہاں ٹھہرا تو اس نے محمد بن علی بن ابی طالب کے امام مہدی ہونے کی طرف لوگوں کو بلایا جو باطن میں محمد بن حنفیہ تھے، اور ان کا لقب مہدی ہے چنانچہ کئی شیعے اس کے پیچھے ہو لئے اور حضرت سلیمان بن صرد سے علیحدگی اختیار کر لی، شیعوں کے دو فرقے بن گئے، ان میں عوام تو حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ تھے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے لوگوں کے خلاف خروج کا ارادہ رکھتے تھے، اور دوسرا مختار کے ہمراہ تھا جو محمد بن حنفیہ کی امامت کی طرف بلا رہا تھا اور خروج کے لئے پر تول رہا تھا۔

یہ تمام امور محمد بن حنفیہ کے مشورے اور رضامندی کے بغیر ہو رہا تھا، وہ لوگ آپ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں تاکہ لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں اور انہیں اپنی اغراض فاسدہ میں کامیابی حاصل ہو، عین الصافیہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا نائب عبداللہ بن یزید کے پاس آیا، کیونکہ شیعوں کے دونوں گروہوں نے اپنے اختلاف کے باوجود لوگوں کے خروج اور جو وہ کرنا چاہتے تھے اس کی طرف بلانے میں اس کی مدد کی تھی، کسی نے اسے رائے دی کہ وہ جلدی ان کے پاس جائے، ان کی دیکھ بھال کرے، پولیس اور جانثاروں کو روانہ کرے کہ وہ جس شر و فتنہ کا متفقہ طور پر ارادہ کیے ہوئے ہیں ان کا خاتمہ کرے، اس نے کھڑے ہو کر لوگوں میں تقریر کی اور اپنی گفتگو میں ان لوگوں کے متعلق وہ باتیں بتائیں جن کی اسے اطلاع ملی تھی، اور جو وہ ارادہ رکھتے تھے اس کا بھی اظہار کیا، اور یہ بھی بتایا کہ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو حضرت حسین کے قاتلین سے بدلہ لینا چاہتے ہیں اور انہیں یہ بھی پتہ چل چکا ہے کہ میں آپ کے قاتلین میں شامل نہیں ہوں اور اللہ کی قسم میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں آپ کی شہادت کا انتہائی صدمہ ہوا ہے اور آپ کے قتل کو ناپسند سمجھا ہے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتلین پر لعنت کرے۔

اور قبل اس کے کہ کوئی مجھ سے لڑائی کا آغاز کرے میں اس سے نہیں الجھوں گا، اور اگر یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو یہ ابن زیاد کے پاس پہنچیں اسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے خاندان کے نیک لوگوں کو قتل کیا ہے، اس سے جا کر بدلہ لیں اور اپنے شہر کے باشندوں کے خلاف مسلح خروج نہ کریں، اس میں ان کی موت اور استیصال ہوگا، پس دوسرے امیر ابرہیم بن محمد بن طلحہ نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! اس فریب ساز کی بات سے اپنے آپ کو دھوکا نہ دو، خدا کی قسم ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ لوگ ہمارے خلاف کرنا چاہتے ہیں یہ باپ کو بیٹے کے، اور بیٹے کو باپ کے، دوست کو دوست کے بدلے اور کوتوال کو اس کی کوتوالی میں گرفتار کریں گے، یہاں تک کہ وہ حق کو اختیار کرلیں،

تو میتب بن نجبہ نے فوراً اس کی طرف بڑھ کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اے عہد شکن کے بیٹے کیا تو: ہمیں اپنی تلوار اور ظلم کے زور سے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے، خدا کی قسم تو اس سے بھی زیادہ رسوا ہے ہم اپنے ساتھ بغض کی وجہ سے جو تو ہمارے بارے میں رکھتا ہے ملامت نہیں کرتے جبکہ ہم نے تیرے باپ اور دادا کو قتل کیا ہے اور ہم تیرے اس محل سے باہر آنے سے پہلے ہی تجھے ان دونوں کے ساتھ ملانے کی تمنا کرتے ہیں، ابرہیم بن محمد بن طلحہ کے ساتھیوں میں سے عمال کی ایک پارٹی نے میتب بن نجبہ کی مدد کی، مسجد میں بہت فتنہ برپا ہوا، عبداللہ بن یزید خطمی منبر سے نیچے آ گیا، لوگوں نے دونوں امیروں کے درمیان صلح کرانی چاہیے مگر ہو نہ سکی۔

پھر حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے ساتھی جو شیعہ تھے ہتھیار لگا کر باہر آئے، اور لوگوں کے خلاف خروج کی نیت جو ان کے دل میں تھی اس کا اظہار کیا، اور حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ جزیرے کی طرف نکل گئے، ان کے حالات اب ہم بیان کریں گے۔

مختار بن عبید ثقفی کذاب سے شیعوں کا مبغوض و ناپسندیدہ شخص ہے،

جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تھا اس وقت آپ اہل عراق کے ہمراہ شام کا رخ کیے ہوئے تھے آپ نے مدائن میں پناہ لی، مختار نے اپنے چچا جو مدائن کا حاکم تھا، کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت حسین کو گرفتار کر کے حضرت معاویہ کے پاس بھیج دے، اور اسے ان کے ہاں اپنا کارنامہ قرار دے، مگر اس کے چچا نے اس بات سے انکار کر دیا، پس اس وجہ سے شیعوں نے اس سے بغض رکھا، جب مسلم بن عقیل کا حادثہ پیش آیا، اور ابن زیاد نے آپ کو قتل کر دیا تو اس وقت مختار کوفہ میں تھا، ابن زیاد کو اطلاع ملی کہ وہ کہتا ہے کہ میں مسلم کی مدد کے لئے ضرور کھڑا ہوں گا اور اس کا بدلہ لوں گا، تو اس نے اسے اپنے پاس طلب کیا، اور اس کی آنکھ پر اپنی چھڑی پھیری جس سے وہ زخمی ہو گیا، اور اسے قید کی سزا سنائی، جب اس کی بہن کو اس کی گرفتاری کی خبر ملی تو وہ روپڑی اور اس کی گھبراہٹ کا اظہار کیا وہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کی بیوی تھیں حضرت ابن عمر نے یزید بن معاویہ کو تحریر کیا کہ وہ مختار کو قید خانے سے نکالنے کے لئے ابن زیاد کے پاس سفارش کرے، یزید نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ اس خط سے مطلع ہوتے ہی مختار بن عبید کو رہا کر دو، ابن زیاد کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور اسے رہا کر دیا۔

اور اسے کہا کہ اگر میں نے تجھے تین دن کے اندر کوفہ میں دیکھا تجھے قتل کر دیا جائے گا پس مختار یہ کہتا ہوا حجاز کی طرف روانہ ہو گیا کہ خدا کی قسم میں عبیداللہ بن زیاد کی انگلیاں کاٹ دوں گا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں اتنے لوگ ہی قتل کروں گا جتنے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے قصاص میں قتل کیے گئے، جب عبداللہ بن زیاد کی امارت مستحکم ہوئی، تو مختار بن عبید نے اس کی بیعت کی، اور اس کے بڑے امراء میں شامل ہو گیا، اور جب حصین بن نمیر نے اہل شام کے ساتھ اس کا محاصرہ کیا تو مختار نے حضرت ابن زبیر کے سامنے شدید لڑائی کی، پھر جب یزید کی موت کی خبر اور اہل عراق کے انتشار کی خبر پہنچی تو وہ کسی بات میں حضرت ابن زبیر سے بگڑ گیا اور حجاز سے نکل کر کوفہ چلا گیا بروز جمعہ کوفہ میں داخل ہوا، لوگ نماز کی تیاری میں مصروف تھے، وہ جس جتھے اور ٹولے کے پاس سے گزرتا اسے سلام کرتا اور فتح کی بشارت ہو خوشخبری ہو! کہتا، مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک ستون کے پاس نماز پڑھی یہاں تک کہ نماز کھڑی ہو گئی، نماز ہو چکنے کے بعد اس نے پھر نماز پڑھی حتیٰ کہ عصر کی نماز پڑھی گئی، پھر وہ واپس آیا تو لوگوں نے اسے سلام کیا اور اس کے پاس آئے انہوں نے اس کی تعظیم کی اور وہ حضرت محمد بن حنفیہ کے امام مہدی ہونے کی طرف لوگوں کو بلانے لگا اور اہل بیت کا بدلہ لینے کا اظہار کرنے لگا، اور یہ کہ وہ صرف ان کے شعار کے قائم کرنے آیا ہے، وہ ان کے آثار کا پرچار کرے گا، اور ان کا پورا بدلہ لے گا، شیعوں میں سے جو لوگ حضرت سلیمان بن صرد کے پاس جمع تھے انہیں کہا اسے اندیشہ تھا کہ یہ لوگ حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ خروج کرنے میں عجلت کریں گے، وہ ان کی امداد نہ کرنے کی ترغیب دے کر اپنی طرف مائل کرنے لگا، اور ان سے کہا: ''میں ولی الامر وصی الرضی اور امام مہدیؒ'' کی

طرف سے تمہارے پاس ایسی بات لیکر آیا ہوں جس میں شفا ہے، پردوں اور حجاب کا اٹھانا، دشمنوں کا قتل کرنا نعمتوں کا مکمل ہونا ہے، سلیمان بن صرد اور ہم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، وہ ظالموں میں سے ایک ظالم ہے اور بوسیدہ مشکیزہ ہے جو امور کا تجربہ نہیں رکھتا اور نہ اسے جنگ کی تدبیر کا کچھ علم ہے، وہ صرف تمہیں نکالنا چاہتا ہے تا کہ اپنے آپ کو اور تمہیں ہلاکت کے گھاٹ اتار دے، میں تو اس رائے پر عمل کرتا ہوں جو میرے خیال میں آتی ہے جو مجھ پر عیاں ہوتی ہے جس میں تمہارے دوست کی عزت اور تمہارے دشمن کا قتل اور تمہارے دلوں کی ٹھنڈک ہے پس میری بات پر کان دھرو! میری بات مانو! اور پھر خوش ہو جاؤ، اور ایک دوسرے کو خوشخبری دو، اور جو جو تم امیدیں رکھتے اور جو چاہتے ہو میں ان سب کا ذمہ دار ہوں، چنانچہ کافی حد تک شیعہ اس کے پاس جمع ہو گئے، لیکن ان کے عوام حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ تھے۔

جب حضرت سلیمان بن صرد نخیلہ گئے تو عمر بن سعد بن ابی وقاص اور شبث بن ربعی وغیرہ نے کوفہ کے نائب عبداللہ بن زیاد سے کہا: کہ بلاشبہ مختار بن ابی عبید، سلیمان بن صرد کے مقابلہ میں تم پر گراں ہے تو اس کے لئے پولیس روانہ کی جس نے اس کے گھر کا محاصرہ کر ڈالا، اور اسے پکڑ کر ہتھکڑی لگا کر لے آئی، اور بعض نے کہا کہ ہتھکڑی کے بغیر لے گئی، وہ ایک وقت تک جیل میں رہا وہاں بیمار پڑ گیا ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن عیسیٰ نے مجھے بتایا کہ میں اور حمید بن مسلم ازدی اس کی عیادت و زیارت کے لئے اس کے پاس گئے تو میں نے اسے یہ اشعار کہتے ہوئے سنا۔

اے سمندروں، کھجوروں، درختوں، بیابانوں، لق و دق صحراؤں، نیک فرشتوں اور صلحاء نمازیوں کے پروردگار! میں لامحالہ تمام گردن کشوں کو لچک دار نیزے اور شمشیر تیز دھار سے نیکوکار اور انصار کی فوج کے ہمراہ قتل کر دوں گا، جو نا تجربہ کاروں کے ہم خیال ہیں اور نہ نہتے ہیں یہاں تک کہ جب میں دین کے ستون کو قائم کر دوں گا اور مسلمانوں کے رخنہ کو درست کر دوں گا اور مومنوں کے سینے ٹھنڈے کر دوں اور یتیموں کی اولاد کا بدلہ لے لوں تو میں دنیا کے زوال پر اشکبار نہیں ہوں گا، اور جب موت سر پر آ جائے گی تو اس کی بھی پروا نہیں کروں گا۔

روای کا بیان ہے کہ جب ہم قید خانہ میں اس کے پاس آئے، تو وہ بار بار یہی بات ہمیں کہتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ جیل سے باہر آ گیا۔

عہد ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں کعبہ کی تہدیم وتعمیر کا قصہ

ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو گرایا کیونکہ اس کی دیواریں منجنیق کی سنگ باری سے منحرف ہوگئی تھیں۔ چنانچہ آپ نے دیواریں منہدم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچادیں، ان کے پیچھے طواف کرتے اور نماز پڑھتے، حجر اسود کو تابوت میں رکھ دیا جو ریشمی کپڑوں کے ٹکڑوں میں تھا، کعبہ میں جو خوشبوئیں کپڑے اور زیورات خزانچی کے پاس تھے انہیں یکجا کرلیا، یہاں تک کہ آپ نے اسے حضور ﷺ کی چاہت کے مطابق دوبارہ تعمیر کردیا جیسا کہ صحیحین اور دوسری سنن ومسانید کی کتب میں بحوالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی تو میں کعبہ کو گرا کر حجر کو اس میں شامل کردیتا، بلاشبہ تیری قوم کو اخراجات نے باز رکھا، میں اس کے مشرقی اور غربی دروازوں کو بناتا، جن میں سے ایک سے لوگ اندر آتے اور دوسرے سے باہر نکلتے، میں اس کے دروازے کو زمین سے چمٹا دیتا بیشک تیری قوم نے اس کے دروازے کو بلند کردیا ہے تاکہ جسے چاہیں داخل کریں اور جسے چاہیں باز رکھیں، سو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے اسی طرح تعمیر کیا جیسا کہ انہیں ان کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے حوالہ سے بتایا تھا۔

بعد میں جب حجاج بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۳ھ میں آپ پر دسترس حاصل کرلی جیسا کہ ابھی بیان ہوا چاہتا ہے تو اس نے شمالی دیوار گرا کر حجر کو پہلے کی طرح نکال دیا اور جن پتھروں کو آپ نے توڑا تھا انہیں کعبہ کے اندر داخل کر کے جوڑ دیا یوں دروازہ پھر اونچا ہوگیا اور اس کے یہ نشانات ابھی تک باقی ہیں۔ حجاج نے یہ سب کارروائی عبدالملک بن مروان کے حکم سے کی تھی، عبدالملک اس حدیث سے ناآشنا تھا، اور جب حدیث کی اطلاع ملی تو اس نے کہا ہم نے اسے چھوڑ دینا چاہا، اس نے اس کی ذمہ داری قبول نہیں کی منصور مہدی نے دوبارہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر پر بنانے کا ارادہ کیا تو حضرت امام مالک نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ سلاطین اسلامیہ کعبہ کو بازیچہ اطفال بنالیں، مراد یہ تھی کہ اپنی اپنی پسند سے اس کی تعمیر سے کھیلیں، یہی رائے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی، اور یہی عبدالملک کی رائے تھی، جبکہ حجاج اور رائے رکھتا تھا، واللہ اعلم۔

ابن جریر طبری نے بیان کیا ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کرایا مدینہ میں آپ کے بھائی عبیداللہ اور کوفہ میں عبداللہ بن یزید آپ کا گورنر تھا، کوفہ کی قضاء کا عہدہ سعید بن مرزبان کے پاس تھا، قاضی شریح فتنہ کے زمانے میں عہدہ قضا سے جدا رہے بصرہ میں عمر بن معمر تیمی امیر تھا، اس کے قاضی ہشام بن ہبیرہ تھے، خراسان کا امیر عبداللہ بن حازم تھا، اور اس سال آخیر میں مرج راہط کا معرکہ ہوا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ اس سال مروان مصر میں داخل ہوا اور اسے حضرت ابن زبیر کے نائب عبدالرحمٰن بن جحدر سے حاصل کرلیا، شام، مصر اور اس کے مضافات پر مروان کی حکومت مستحکم ہوگئی واللہ اعلم۔

علامہ واقدی کا کہنا ہے کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ منہدم کرنے کا ارادہ کیا تو پہلے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت جابر بن عبداللہ اور عبید بن عمر نے اس کے گرانے کا مشورہ دیا، حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے خدشہ ہے کہ آپ کے بعد آنے والا بھی اسے گرائے گا اور ہمیشہ گرتا ہی رہے گا، یہاں تک لوگوں کے درمیان اس کی حرمت بیکار ہوجائے گی، میرا مشورہ یہ ہے کہ جو تعمیر خراب ہوگئی اس کی اصلاح کردیں، اس کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تین دن حق تعالیٰ سے استخارہ کیا، اور چوتھے دن رکن کو بنیاد تک گرانے کا کام شروع کردیا، جب وہ تہ تک پہنچے تو پتھر کو ہاتھ کی انگلیوں کی طرح پیوستہ پایا، آپ نے پچاس آدمی طلب کیے اور انہیں کھدائی کا حکم دیا، انہوں نے جب اس پر کدالیں چلائیں تو مکہ لرز اٹھا، تو آپ نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا، اس کے بعد اس پر بنیاد رکھی اور زمین کے ساتھ کعبہ کے دو دروازے بنائے ایک سے داخل ہوتے دوسرے سے باہر آتے، حجر اسود اپنے ہاتھ سے رکھا، اسے چاندی کے ساتھ مضبوط مستحکم کیا، کیونکہ وہ شکستہ ہو چکا تھا، آپ نے کعبہ کی کشادگی میں دس ہاتھ اضافہ کیا،

اس کی دیواروں کو کستوری سے لیپا، انہیں ریشم سے ڈھک دیا۔

پھر آپ نے مساجد عائشہ سے زیارت کی، اور بیت اللہ کا طواف کیا، نماز پڑھی سعی کی اور کعبہ کے اردگرد جو خون اور پانی لگا ہوا تھا اسے دور کیا، کعبہ اوپر سے نیچے تک منجنیق کے پتھروں سے کمزور ہو چکا تھا۔ اس کا اردگرد آگ سے پھٹ گیا تھا حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تجدید کعبہ کی وجہ صحیحین میں لکھی ہوئی حضرت عائشہ کی وہ حدیث ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے واللہ اعلم۔

آغاز ۶۵ھ

اس سال حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے پاس سترہ ہزار افراد جمع ہوئے، ان میں سے ہر ایک قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے خون کا مطالبہ کر رہا تھا، علامہ واقدی نے فرمایا کہ جب لوگ نخیلہ کی طرف گئے تو وہ بہت کم تھے، حضرت سلیمان کو ان کی قلت نے خوش نہ کیا، انہوں نے حکیم بن منقذ کو کوفہ بھیجا، جنہوں نے باآواز بلند کہا: اے لوگو! حسین کا بدلہ لو! وہ برابر یہ منادی کرتے رہے یہاں تک کہ سب سے بڑی مسجد تک پہنچ گئے، لوگوں نے جب ان کی آواز سنی تو وہ نخیلہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے، کوفہ کے سربرآوردہ لوگ بھی نکلے جو بیس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ تھے جن کے نام حضرت سلیمان بن صرد کے رجسٹرڈ میں لکھے تھے، جب انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو چار ہزار کے سوا کوئی تیار نہ ہوا،

اس پر مسیّب بن نجبۃ نے حضرت سلیمان سے کہا: ناخوشی سے جانے والا آپ کو فائدہ نہ دے گا، اور آپ کی معیت میں وہ شخص لڑ سکے گا جسے اس کی نیت نے نکالا ہو اور اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے لئے بیچ دیا ہو، لہٰذا کسی کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں آپ دشمن سے جہاد کی خاطر چل پڑیئے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگئے!

پھر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے اپنے احباب میں کھڑے ہو کر خطاب کیا، اور فرمایا: لوگو! جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کے ثواب کے لئے نکلا ہو تو وہ ہم میں سے اور ہم اس کے اور جس کا خروج دنیا طلبی ہو تو اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ ہمارے ساتھ آئے، تو جو بقیہ لوگ آپ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا ہم دنیا کے لئے نکلے اور نہ ہم اس کے طلبگار ہیں، پھر ان سے کہا گیا کیا ہم قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کے لئے چلیں جو شام میں ہیں جبکہ ان کے قاتلین ہمارے نزدیک سارے کے سارے کوفہ میں ہیں جیسے عمر بن سعد وغیرہ؟ تو حضرت سلیمان نے فرمایا: کہ ابن زیاد ہی تو ہے جس نے ان کی طرف فوج تیار کر کے روانہ کی پھر اس نے جو کچھ کیا سب جانتے ہیں، سو جب ہم اس سے فارغ ہو جائیں گے تو کوفہ میں اپنے دشمنوں سے نمٹیں گے، سو اگر تم پہلے ان سے لڑو گے جبکہ وہ تمہارے شہر کے باسی ہیں، تو تم میں سے کوئی نہیں دیکھے گا مگر یہ کہ اس نے اپنے بھائی، باپ اور پکے دوست کو قتل کر دیا ہے اس سے کمزوری واقع ہوگی، لہٰذا جب تم فاسق ابن زیاد سے فارغ ہو چکو گے تو تمہیں اپنا مقصود حاصل ہو جائے گا، انہوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا چنانچہ انہوں نے لوگوں میں منادی کرادی کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نکل پڑو! چنانچہ یہ لوگ ۵ ربیع الاول کے بعد جمعہ کے شام کے وقت نکلے۔

انہوں نے اپنے خطبہ میں لوگوں سے کہا کہ جو کوئی دنیا کے سونے اور زبرجد کے لئے نکلا ہو تو وہ خوب سمجھ لے کہ اس کا مطلوب ہمارے پاس نہیں ہے ہمارے پاس تو ہمارے کندھوں پر لٹکی تلواریں ہاتھوں میں نیزے اور اتنا توشہ ہے جو ہمارے لئے قابل کفایت ہے یہاں تک کہ ہم اپنے دشمن سے جا ملیں سو ان لوگوں نے سننے ماننے کی یقین دہانی کرائی اور یہی حالت تھی، انہوں نے ان سے کہا کہ پہلے تم لوگ ابن زیاد فاسق کا کام تمام کرو، اس کی سزا فقط تلوار ہے اور وہ ابھی شام سے عراق کے ارادہ سے آرہا ہے تو لوگوں نے اس رائے پر پختہ عزم کر لیا، پھر جب انہوں نے اس بات کی ٹھان لی، تو اس نے عبد اللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کو، جو کوفہ کے امراء تھے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت سلیمان بن صرد کی طرف روانہ کیا، وہ دونوں یہ پیام لائے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ابن زیاد کے مقابلہ میں ہمارے دست و بازو ایک ہو جائیں، اور انہوں نے اس کی تقویت کے لئے لشکر بھیجنے کی نیت کر لی ہے تاکہ جو قصد ان لوگوں نے کیا ہے اس سے باز رکھا جائے، اور بذریعہ ڈاک اس کا انتظار کر لے یہاں تک کہ وہ اس کے

پاس آجائیں چنانچہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ امراء ورؤساء کی معیت میں ان کے پاس آنے کے لئے تیار ہو گئے، اور اپنی شان وشوکت میں جلوہ افروز ہوئے کہ لشکر انہیں کن اکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔

پھر عبداللہ بن یزید اور ابراھیم بن طلحہ کوفہ کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ جو قاتلین حسین میں سے نہ تھے، متوجہ ہوئے تاکہ لوگ ان کے متعلق کسی قسم کی طمع نہ رکھیں، ان دنوں میں عمر بن سعد بن ابی وقاص ایوان صدر میں عبداللہ بن یزید کے پاس ہی رات گزارتے کیونکہ انہیں اپنی جان کا خوف تھا جب دونوں امیر حضرت سلیمان کے پاس جمع ہو گئے انہوں مشورہ دیکر یہی کہا: کہ یہ لوگ اس وقت تک نہ جائیں جب تک ہمارے تمہارے دست وباز و ابن زیاد کے مقابلہ میں متحد نہ ہو جائیں، اور یہ کہ یہ سب لوگ ان کے ساتھ لشکر تیار کریں، اس واسطے کہ اہل شام بہت زیادہ ہیں اور کافی نفری میں ہیں، جو ابن زیاد کا دفاع کریں گے لیکن حضرت سلیمان نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: کہ ہم ایک مقصد کے لئے نکلے ہیں اس سے واپس ہوں گے اور نہ اس میں تاخیر کریں گے، سووہ دوامیر تو واپس کوفہ چلے گئے، حضرت سلیمان اور ان کے احباب اہل بصرہ اور اہل مدائن کے ان لوگوں کا انتظار کرنے لگے جنہوں نے آنے کا وعدہ کیا تھا، مگران میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں آیا، پھر حضرت سلیمان اپنے احباب میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور انہیں ان لوگوں کے پاس جانے کی ترغیب دینے لگے جو ابھی تک ان کے پاس نہیں آئے تھے، اور فرمایا اگر تمہارے بھائیوں نے تمہارے نکلنے کی خبر سنی ہوتی تو وہ بہت جلد تم سے مل چکے ہوتے، لہٰذا حضرت سلیمان اور آپ کی فوج ۵ ربیع الاول کے بعد بروز جمعہ ۶۵ ھ نخیلہ سے نکلے اور انہیں لیکر چند مراحل چلے، جب بھی شام کی طرف کوئی مرحلہ آتا، جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان کی ایک جماعت پیچھے رہ جاتی، پھر جب یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس سے گزر رہے تھے تو سب نے بیک زبان ایک چیخ لگائی اور رونے والا چہرہ بنا کر ان کے پاس رات گزاری، نماز پڑھتے اور دعا کرتے رہے، اور پورادن ان کے لئے رحمت واستغفار طلب کرتے رہے اس بات کی تمنا بھی کرتے رہے کہ کاش یہ لوگ آپ کے ساتھ شہید ہو کر مرتے!

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اگر حضرت سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کا یہ عزم واجتماع، حضرت حسین کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہوتا، تو اس کا [illegible] بہت فائدہ پہنچتا، اب جبکہ چار سال بعد یہ! اجتماع ہوا، جس کا کوئی فائدہ نہیں اور جب لوگوں نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو ہر شخص آکر رحمت واستغفار کی دعا کرتا اور اس کا اتنا ہجوم بڑھ گیا جو حجر اسود سے بھی زیادہ لگتا تھا، پھر بقصد شام روانہ ہوئے، جب یہ لوگ قرقیسیا کے پاس سے گزرے تو زفر بن الحارث اس میں قلعہ بند ہو گیا، حضرت سلیمان نے اس کی طرف پیام بھیجا، کہ ہم لوگ تم سے لڑنے نہیں آئے، لہٰذا تم سامان لیکر ہمارے سامنے آؤ! ہم ایک ڈیڑھ دن تمہارے پاس ٹھہریں گے، چنانچہ زفر نے اس کا حکم دیا، اور ان کی طرف اپنا قاصد مسیب بن نجبہ کو ایک گھوڑا اور ہزار درھم دے کر روانہ کیا، تو حضرت سلیمان نے فرمایا رہا مال تو اس کی ضرورت نہیں البتہ گھوڑا ہمیں درکار ہے، زفر نے حضرت سلیمان کے پاس امراء کو اونٹ کا گوشت، کھانا اور بہت سا چارہ دیکر روانہ کیا، پھر وہ خود نکلا اور انہیں رخصت کیا۔

اس نے چلتے چلتے حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اہل شام نے بڑی بھاری مقدار میں ایک مضبوط لشکر، حصین بن نمیر، شرحبیل بن ذی الکلاع، ادھم بن محرز باھلی، ربیعہ بن مخارق غنوی اور جبلہ بن عبداللہ خثعمی کی سردگی میں تیار کیا ہے۔

تو حضرت سلیمان نے فرمایا: کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی پر اہل ایمان کو بھروسہ رکھنا چاہئے، پھر زفر نے ان سے یہ درخواست کی کہ یہ لوگ اس کے شہر میں داخل ہوں یا اس کے دروازے کے قریب آئیں، وہاں جو بھی ان کے پاس آیا وہ انہیں کے ساتھ ہوگا، تو انہوں نے یہ قبول نہ کیا، اور کہا: کہ ہمارے شہر والوں نے بھی ہم سے یہ درخواست کی تھی، لیکن ہم باز رہے، تو زفر نے کہا، پھر آپ لوگ عین الوردہ کا رخ کریں، یوں پانی شہر، بازار اور میدان آپ کے پیچھے ہوں گے، رہا ہمارا اور آپ کا معاملہ تو آپ ہم سے محفوظ ومامون ہیں، پھر اس دوران جنگ قابل اعتماد چیزوں کا مشورہ دیا، اس نے کہا: کہ ان سے سامنے نہ لڑنا، اس واسطے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے وہ تمہارا احاطہ کرلیں گے، اور مجھے آپ لوگوں کے ساتھ جنگجو مرد دکھائی نہیں دیتے جبکہ دشمن قوم بہادروں اور گھوڑوں سے لیس ہے، ان کے پاس زرہیں بھی ہیں لہٰذا ان سے بچ کر رہو، حضرت سلیمان نے اسے داد دی اور لوگوں نے تعریف کی، پھر وہ واپس آ گیا، اور حضرت سلیمان چلتے چلتے عین الوردہ تک پہنچ گئے، اس کی غربی جانب پڑاؤ کیا اور دشمن کے پہنچنے سے پہلے وہاں مقیم ہو گئے، حضرت سلیمان اور ان کے احباب نے اطمینان سے آرام کیا۔

معرکہ عین الوردۃ

جب اہل شام ان کے قریب پہنچ گئے تو حضرت سلیمان نے اپنے احباب میں تقریر کی آخرت کی ترغیب اور دنیا کی بے رغبتی کا تذکرہ کیا، اور انہیں جہاد پر ابھارا، اور کہا کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو مسیّب بن نجبہ تمہارے امیر ہیں اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن سعد بن نفیل وہ قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن وال وہ بھی قتل ہو جائیں تو پھر رفاعہ بن شداد اس کے بعد اپنے سامنے مسیّب بن نجبہ کو پانچسو ۵۰۰ گھڑ سواروں کے ہمراہ روانہ کیا، تو انہوں نے ابن ذی الکلاع کے لشکر پر غارت گری کی جبکہ وہ نہتے تھے، ان کی ایک جماعت قتل کی اور دوسروں کو زخمی کر دیا، اونٹوں کو بھگا لائے، جب ابن زیاد کو یہ خبر ملی تو اس نے حصین بن نمیر کو ۱۲ ہزار کی نفری میں روانہ کیا اس نے صبح حضرت سلیمان بن صرد کے پاس کی ان کا لشکر بروز بدھ جمادی الاولی کی ۲۲ تاریخ کو کھڑا ہوا، حصین بن نمیر ۱۲ ہزار لوگوں میں تھا، دونوں گروہوں میں سے ہر ایک دوسرے کے مقابلے کے لئے تیار کھڑا تھا، تو شامیوں نے حضرت سلیمان کے ساتھیوں کو مروان بن الحکم کی فرمانبرداری کا کہا؟ اور یہ کہ عبیداللہ بن زیاد کو ان کے حوالہ کر دیا جائے، جسے حضرت حسین کے بدلے میں قتل کر دینگے، تو دونوں فریق اپنی بات پر اڑے رہے، اور اسی دن رات تک بڑی سخت جنگ کی، اس دن عراقیوں کا پلہ شامیوں کے مقابلہ میں بھاری رہا، پھر جب انہوں نے صبح کی تو ابن ذی الکلاع صبح بارہ ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ شامیوں کے پاس پہنچا، ابن زیاد نے اسے سخت کہا اور برا بھلا کہا، تو اس دن ایسی جنگ ہوئی کہ بوڑھوں، بچوں نے کبھی ایسی جنگ نہیں دیکھی، ان کے درمیان رات تک صرف نماز کے اوقات حائل ہوتے، تیسرے دن کی صبح ادہم بن محرز دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ شامی فوج میں پہنچا، یہ جمعہ کا دن تھا دن چڑھے تک سخت جنگ ہوئی پھر اہل شام نے اہل عراق کا گھیراؤ کر کے ہر طرف سے ان کا احاطہ کر لیا، حضرت سلیمان بن صرد نے لوگوں میں خطاب کر کے انہیں جہاد پر ابھارا اس کے بعد پھر آپس میں بہت بڑی جنگ ہوئی، پھر حضرت سلیمان گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگے اور اپنی تلوار کا نیام توڑ کر با آواز بلند پکار کر کہنے لگے: اللہ کے بندو جو جنت اور اپنے گناہ سے توبہ کی طرف جانا چاہتا ہے۔ اسے اپنے عہد کو پورا کرنا چاہئے وہ میری طرف آ جائے، چنانچہ ان کے ساتھ بہت سے لوگ اپنی تلواروں کے نیام توڑ کر پیادہ چلنے لگے، اور حملہ کر کے یہ لوگ میدان کارزار کے درمیان میں پہنچ گئے، اور شامیوں کے اتنے لوگ قتل کیے کہ خون میں گھس گئے، حضرت سلیمان جو عراقیوں کے امیر تھے شہید کر دیئے گئے، انہیں ایک یزید بن حصین نامی شخص نے تیر مارا جو ان کے جا لگا، تو وہ کودے پھر گرے پھر کودے پھر گرے، وہ کہہ رہے تھے رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں، اس کے بعد مسیّب بن نجبہ نے علم سنبھالا اور انتہائی شدید جنگ کی، وہ رجزیہ اشعار کہہ رہے تھے۔

''مینڈھیوں کو موڑنے والیاں اور جن کی گردنیں اور سینے ظاہر ہیں خوب جانتی ہیں کہ میں جنگ اور ایک دوسرے پر غلبہ کے دن اس شیر سے زیادہ بہادر ہوں جو جھپٹ کر حملہ کرتا ہے، ہم عمروں کو موت کا جام پلانے والا قریب والوں کو ڈرانے والا ہوں''۔

پھر اس زور سے حملہ کیا کہ اپنی نیت پوری کر دی اور اس موقف میں اپنے ساتھیوں سے جا ملے رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد عبداللہ بن سعد بن نفیل نے علم سنبھالا، انہوں نے بھی سخت ترین جنگ کی، اس وقت ربیعہ بن مخارق نے اہل عراق پر انتہائی خطرناک حملہ کیا وہ اور عبداللہ بن سعد بن نفیل آمنے سامنے آ گئے، پھر دونوں گتھم گتھا ہوئے تو ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ بن سعد پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا، اس کے بعد اس کے چچا نے حملہ کیا، پھر عبداللہ بن وال نے جھنڈا لے لیا، اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینے لگا، وہ کہہ رہا تھا، چلو جنت کی طرف یہ عصر کے بعد کا وقت تھا، اور لوگوں کے ساتھ مل کر حملہ کیا اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھگا دیا، اس کے بعد وہ بھی شہید کر دیا گیا وہ مفتی اور فقیہ آدمی تھا، اس کو ادھم بن محرز باہلی نے قتل کیا، پھر رفاعہ بن شداد نے جھنڈا لیا، لوگوں کو جمع کیا، اندھیرا پڑ چکا تھا، شامیوں نے اپنے خیموں کا رخ کیا اور رفاعہ نے اپنے ساتھ باقی ماندہ کو واپس اپنے شہر لانے کا

قصد کیا، شامیوں نے صبح دیکھا کہ عراقی واپس لوٹ رہے ہیں، یہ صورتحال دیکھ کرانہوں نے ان کے پیچھے طلب بھیجی نہ کسی کو روانہ کیا، کیونکہ ان کے بہت سے لوگ ان کے ہاتھوں قتل اور زخمی ہوئے تھے، جب یہ لوگ مقام ہیت میں پہنچے تو وہاں سے سعد بن حذیفہ بن یمان ان کی نصرت کے لئے اپنے ساتھ کچھ مدائن کے لوگ لئے متوجہ ہوا۔

جب اسے ان کے معاملہ کی اور ان پر جوگزری اس کی خبر ملی تو اس کے ساتھیوں نے اسے ان کی موت کی خبر دی ان کے لئے رحمت واستغفار کی دعا کی، ان کے لئے آبدیدہ ہوئے، پھر اہل مدائن، مدائن کی طرف واپس ہوئے، اور کوفہ بھی ایک لوٹنے والی جماعت لوٹ آئی۔

ان کے بہت سے لوگ کافی تعداد میں قتل ہو چکے تھے، ادھر مختار بن ابی عبید جو ابھی تک جیل میں ہی تھا، رہا نہ ہوا تھا، اس نے رفاعہ بن شداد کی طرف قتل ہونے والوں کی تعزیت کا خط لکھا، ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور شہادت پانے والوں کے بارے میں حرص اور بہت زیادہ ثواب کی امید دلانے لگا، وہ کہہ رہا تھا، ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جن کے اجر اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیے اور ان سے راضی ہوا، خدا کی قسم جس نے ان میں سے ایک قدم بھی اٹھایا تو اس کا ثواب دنیا و مافیھا سے زیادہ ہے، حضرت سلیمان بن صرد پر جوگزری سوگزری اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا، ان کی روح انبیاء شہداء اور صالحین کی ارواح میں شامل ہے، امابعد: سو میں محفوظ امیر ہوں جوان شاء اللہ تعالیٰ ظالموں اور فسادیوں کو قتل کریگا سو تم لوگ تیار رہو اور تیاری جاری رکھو! اور خوشخبری پاؤ، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی طرف اور اہل بیت کے خونوں کا بدلہ لینے کے لئے بلاتا ہوں اور اس نے بہت سی باتیں ذکر کیں جو اسی مفہوم و معنی میں ہیں۔

اس نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی لوگوں کو ان کی ہلاکت کی خبر دے دی تھی جو اس کے پاس آنے والے شیطان نے اسے پہنچائی تھی، شیطان اس کے ذہن میں وہی باتیں ڈالتا جو قریب قریب مسیلمہ کذاب کی طرف پہنچاتا تھا، اس نے حضرت سلیمان بن صرد اور ان کے لشکر کا نام جیش توابین رحمہ اللہ رکھا تھا، حضرت سلیمان بن صرد خزرجی جلیل القدر عظیم الشان عابد زاہد صحابی تھے، ان کی احادیث صحیحین وغیرہما کتب میں مروی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں حاضر تھے، آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے گھر میں شیعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے جمع ہوتے تھے، اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عراق آنے کا خط بھیجا تھا، پھر جب وہ یہاں آگئے تو یہ لوگ آپ سے جدا ہو گئے اور اس کے بعد آپ کربلاء میں شہید ہو گئے، ان لوگوں نے دیکھا کہ وہی ان کے آنے کا سبب بنے اور پھر انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا یہاں تک کہ آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ شہید ہو گئے سو ان لوگوں کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی، اس کے بعد یہ لوگ اس لشکر میں جمع ہو گئے اور اپنا نام جیش التوابین رکھ لیا، اور اپنے امیر حضرت سلیمان کا نام امیر التوابین رکھا، پھر بعد میں حضرت سلیمان بن صرد تو عین الوردہ میں ۶۵ھ میں شہید ہو گئے بعض نے کہا ۶۷ھ میں شہید ہوئے، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے، اس وقت ان کی عمر ۹۳ سال تھی ان کا اور مسیب بن نجبہ کا سر مروان بن الحکم کے پاس اس واقعہ کے بعد لایا۔

اللہ اس پر رحم کرے معرکہ کے بعد اس کا اور المسیب بن نجبہ کا سر مروان بن الحکم کے پاس لایا گیا اور شامی امراء نے مروان کو اس فتح کے متعلق خطوط لکھے جو اللہ نے انہیں ان کے دشمن پر دی اور اس نے لوگوں سے خطاب کر کے فوجوں کے بارے میں اور اہل عراق میں سے جو لوگ قتل ہو گئے تھے ان کے متعلق بتایا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے گمراہوں کے سرداروں یعنی سلیمان اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے اور اس نے دمشق میں سروں کو لٹکا دیا اور مروان بن الحکم نے اپنے بعد اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کے لئے امارت کی وصیت کی تھی اور اس نے اس سال امراء سے اس امر پر بیعت لی۔

یہ ابن جریر وغیرہ کا قول ہے اور اسی سال میں مروان بن الحکم اور عمرو بن سعید الاشدق دیار مصر میں داخل ہوئے اور ان دونوں نے مصر کو حضرت عبداللہ بن زبیر کے نائب عبدالرحمٰن بن جحدم سے چھین لیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ مروان نے مصر کا ارادہ کیا اور اس کا نائب ابن جحدم اس کے مقابلہ

میں نکلا پس مروان نے اس سے جنگ کرنے کے لئے اس کا سامنا کیا تو وہ اس کے ساتھ مشغول ہوگیا اور عمرو بن سعید فوج کا ایک دستہ لے کر عبدالرحمٰن بن جحدم کے پیچھے نکل کر مصر میں داخل ہوگیا اور اس پر قبضہ کرلیا اور عبدالرحمٰن بھاگ گیا اور مروان نے مصر میں داخل ہوکر اس پر قبضہ کرلیا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اس کا امیر مقرر کردیا اور اسی سال میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب کو شام کو فتح کرنے کے لئے بھیجا اور مروان نے عمرو بن سعید کو اس کے مقابلہ میں بھیجا پس وہ اسے فلسطین میں ملا اور مصعب بن زبیر اس کے مقابلہ میں بھاگ کھڑا ہوا اور واپس لوٹ آیا اور اسے کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی اور شام اور مصر کی حکومت مروان کے لئے مستحکم ہوگئی۔

واقدی کا بیان ہے کہ مروان نے مصر کا محاصرہ کرلیا اور عبدالرحمٰن بن جحدم نے شہر کے گرد خندق بنادی اور اہل مصر کے ساتھ جنگ کرنے کو نکلا اور وہ باری باری جنگ کرتے اور آرام کرتے تھے اور اسے یوم التراویح کا نام دیا گیا اور اہل شہر کے خواص میں مسلسل قتال جاری رہا اور ان میں سے بہت سے آدمی مارے گئے اور اس روز عبداللہ بن یزید بن معدی کرب الکلاعی بھی مارا گیا جو ایک سردار تھا، پھر عبدالرحمٰن نے مروان سے اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکہ چلا جائے گا، تو مروان نے اس کی بات مان لی اور اس نے اپنے ہاتھ سے اہل مصر کو پروانہ امان لکھ کردیا اور لوگ منتشر ہوگئے۔ اور اپنے مردوں کو دفن کرنے اور ان پر رونے لگ گئے اور مروان نے ۸۰ آدمیوں کو جنہوں نے اس کی بیعت سے انکار کیا تھا قتل کردیا اور اکیدر بن حملۃ اللخمی کو بھی قتل کردیا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں شامل تھا اور یہ ۱۵ جمادی الثانی کا واقعہ ہے۔ جس روز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے وفات پائی اور وہ آپ کے جنازے کے ساتھ جانے کی سکت نہیں پا سکے اور انہوں نے آپ کو آپ کے گھر ہی میں دفن کردیا اور مروان مصر پر غالب آگیا اور اس نے ایک مہینہ وہاں قیام کیا پھر اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا عامل مقرر کردیا اور اپنے بھائی بشر بن مروان اور موسیٰ بن نمیر کو اس کا وزیر بنادیا اور اسے اکابر کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی اور شام کی طرف واپس آگیا۔

اور اس سال میں مروان نے دو فوجیں تیار کیں ان میں سے ایک کو حبیش بن دلجۃ القینی کے ساتھ کردیا تاکہ وہ اس کے لئے مدینہ پر قبضہ کرے اور اس کا واقعہ ہم ابھی بیان کریں گے۔ اور دوسری فوج کو عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ عراق بھیج دیا تاکہ وہ اسے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے نائبین سے چھین لے اور ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ ان کی ملاقات توابین کی فوج کے ساتھ ہوگئی جو سلیمان بن صرد کے ساتھ تھی۔ اور ان کا واقعہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

اور شامی فوج مسلسل عراق کی طرف رواں دواں رہی۔ اور جب وہ جزیرے میں پہنچے تو انہیں مروان بن الحکم کی موت کی اطلاع ملی، اس کی وفات اس سال کے ماہ رمضان میں ہوئی، اور اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یزید بن معاویہ کی بیوی ام خالد سے نکاح کیا تھا اور وہ امّ ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھی اور مروان کے اس کے ساتھ نکاح کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی نگاہوں میں اس کے بیٹے خالد کو حقیر کردے بلاشبہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات تھی کہ وہ اسے اس کے بھائی معاویہ کے بعد بادشاہ بنادیں گے، پس اس نے اس کی ماں سے نکاح کرلیا تاکہ اس کے معاملے کو حقیر کردے، اسی دوران ایک روز مروان کے پاس آیا تو اچانک مروان اپنے ہم نشینوں کے ساتھ اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگا اور جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے اسے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اے تر سرین والے کے بیٹے! خالد اپنی ماں کے پاس گیا اور اسے وہ بات بتائی جو اس نے اس کو کہی تھی۔ اس نے کہا اس بات کو پوشیدہ رکھ اور اسے یہ نہ بتانا کہ تو نے مجھے یہ بات بتائی ہے اور جب مروان اس کے پاس گیا تو اس نے اس سے پوچھا کہ کیا خالد نے تیرے پاس میرا ذکر برائی سے کیا ہے اس نے اسے کہا کہ ممکن نہیں کہ وہ آپ کے بارے میں ایسا کہے جبکہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے اور آپ کی تعظیم کرتا ہے؟ پھر مروان اس کے پاس سو گیا اور جب اسے نیند آگئی تو اس نے ایک تکیہ لے کر اس کے چہرے پر رکھا اور اس نے اور اس کی لونڈیوں نے اس پر اپنا بوجھ ڈال دیا حتیٰ کہ وہ دم گھٹنے سے مرگیا یہ واقعہ ۳ رمضان ۶۵ھ کو دمشق میں پیش آیا، اس وقت اس کی عمر ۶۳ سال تھی اور بعض نے کہا کہ ۸۱ سال تھی اور اس کی حکومت نو ماہ رہی اور بعض نے تین دن کم دس ماہ بیان کی ہے۔

مروان بن الحکم کے حالات

مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن شمس بن عبد مناف قرشی اموی ابو عبد الملک اور اسے ابوالحکم اور ابوالقاسم بھی کہا جاتا ہے، اور ایک بڑی جماعت کے نزدیک وہ صحابی ہیں اس لئے کہ وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے اور صلح حدیبیہ کے واقعہ کے بارے میں اس سے روایت کی گئی ہے اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں عن مروان والمسور بن مخرمہ عن جماعۃ من الصحابہ اس بات کو پوری طوالت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مروان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے مروان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت اور یسیرہ بنت صفوان از دیہ سے روایت کی ہے اور وہ اس کی ساس تھیں اور حاکم ابو احمد نے کہا ہے کہ وہ اس کی خالہ تھی، اور اس کی ساس اور خالہ ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے اور اس سے اس کے بیٹے عبد الملک و سہل بن سعد اور سعید بن المسیب اور عروہ بن زبیر اور علی بن حسین زین العابدین اور مجاہد وغیرہ نے روایت کی ہے واقدی اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے اور آپ سے کوئی چیز یاد نہیں کی اور جب حضرت نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی اس کی عمر آٹھ سال تھی اور ابن سعد نے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں اس کا ذکر کیا ہے اور مروان قریش کے سادات اور فضلاء میں سے تھا پس عساکر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ایک عورت کی ماں کو اس کے نکاح کا پیغام دیا تو وہ کہنے لگی۔ کہ مشرق کے جوانوں کے سردار جریر بن عبد اللہ البجلی اور قریش کے جوانوں کے سردار مروان بن الحکم اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کے متعلق تم جانتے ہی ہو، نے بھی اسے نکاح کا پیغام دیا ہے، اس عورت نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ سنجیدگی سے بات کر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا اے امیر المومنین ہم نے آپ کے ساتھ نکاح کر دیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس کا اعزاز و اکرام کرتے تھے اور یہ الحکم کا تب تھا اور اسی کے سر کے نیچے الدار کا قضیہ ہوا اور اس کے سبب سے حضرت عثمان کا اس میں محاصرہ ہوا اور انہوں نے آپ سے اصرار کیا کہ آپ مروان کو ان کے سپرد کر دیں مگر حضرت عثمان نے سختی سے منع کر دیا اور یوم الدار کو مروان نے شدید جنگ کی اور بعض خوارج کو قتل کر دیا اور یوم الجمل کو یہ میسرہ کا امیر تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھٹنے میں تیر امارا جس سے آپ مر گئے واللہ اعلم۔

ابوالحکم نے کہا کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب جنگ جمل میں لوگ شکست کھا گئے۔ تو حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ، مروان کے بارے میں اکثر پوچھتے تھے۔ تو آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس پر قریبی رشتہ کی وجہ سے رحم آتا ہے اور وہ قریش کے جوانوں کا سردار ہے اور ابن المبارک نے عن جریر بن حازم عن عبد الملک بن عمیر عن قبیصہ بن جابر بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت معاویہ سے کہا کہ آپ نے اپنے بعد اس معاملہ کے بارے میں کسے چھوڑا ہے؟ تو انہوں نے کہا، کتاب اللہ کے قاری، اللہ کے دین کے فقیہ اور حدود والٰہی میں سخت گیر مروان ابن الحکم کو، اور آپ نے کئی بار اسے مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا آپ اسے معزول کرتے پھر دوبارہ اس کو امیر بنا دیتے اور اس نے متعدد سالوں میں لوگوں کے لئے حج کی تکبیر کہی اور حنبل نے بحوالہ امام احمد بن حنبل بیان کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ مروان کے پاس قضاء کا محکمہ بھی تھا اور وہ حضرت عمر بن الخطاب کے فیصلوں کو تلاش کیا کرتا تھا۔ اور ابن وہب فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ایک روز آپ نے مروان کا ذکر کیا اور فرمایا کہ مروان نے بیان کیا ہے کہ میں نے چالیس سال سے کتاب اللہ کو پڑھا ہے پھر میں خون ریزی اور اس کام میں لگ گیا ہوں اور اسماعیل بن عیاش نے صفوان بن عمرۃ سے بحوالہ شریح بن عبید وغیرہ بیان کیا ہے کہ مروان جب اسلام کا ذکر کرتا تو کہتا۔

نہ میں اپنے ہاتھ کے پیش کردہ امور سے اور نہ اپنے درشہ سے بلکہ میں اپنے رب کے فضل سے خطا کار ہوں اور لیث نے یزید بن حبیب سے بحوالہ سالم ابی النضر بیان کیا ہے کہ مروان ایک جنازہ میں شریک ہوا اور جب اس نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو واپس آ گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے ایک قیراط حاصل کیا ہے اور ایک قیراط سے محروم ہو گیا ہے مروان کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ دوڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ اس کے گھٹنے ننگے ہو گئے۔ اور بیٹھ گیا حتیٰ کہ اسے اجازت دی گئی۔

اور المدائنی نے ابراہیم بن محمد سے۔ بحوالہ حضرت جعفر بن محمد روایت کی ہے کہ مروان نے علی بن حسین کو ان کے باپ کے قتل کے بعد چھ ہزار

دینار قرض دیا حتیٰ کہ وہ مدینہ واپس لوٹ آئے اور جب اس کی وفات کا وقت کا قریب آ پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت کی کہ وہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز واپس نہ لے۔ عبدالملک نے آپ کو یہ پیغام بھیجا تو آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس نے آپ سے اصرار کیا تو آپ مان گئے، اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حاتم بن اسماعیل نے جعفر بن محمد سے ان کے باپ کے حوالہ سے ہمیں بتایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ مروان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اور اسے دوبارہ لوٹاتے نہیں تھے اور اس کے لئے تیاری کرتے تھے۔

اور عبدالرزاق نے عن الثوری عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب روایت کی ہے کہ مروان وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے عید کے روز نماز سے پہلے خطبہ دیا ہے تو ایک شخص نے اسے کہا کہ تو نے سنت کی مخالفت کی ہے۔ تو مروان نے اسے کہا جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس نے اسے ترک کر دیا ہے اور ابوسعید نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے اسے منع کرے اور اگر وہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے، اور یہ سب سے بڑی ایمانی کمزوری ہے، مؤرخین فرماتے ہیں کہ جب وہ مدینہ کا نائب تھا تو جب کوئی مشکل پیش آ جاتی تو اس کے پاس جو صحابہ تھے ان کو جمع کر کے اس بارے میں ان سے مشورہ لیتا، مؤرخین فرماتے ہیں کہ اسی نے سب صاعوں کو اکٹھا کر کے ان میں سے جو سب سے درست صاع تھا اختیار کیا۔ اور صاع اس کی طرف منسوب ہو گیا اور کہا جانے لگا کہ یہ مروان کا صاع ہے۔

اور زبیر بن بکار نے فرمایا کہ ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی علی اللہبی نے اسماعیل بن ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ان کے باپ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب مروان کے ہاں سے باہر نکلے تو ان کو وہ لوگ ملے جو اس کے ہاں سے نکلے تھے اور وہ آپ سے کہنے لگے اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس نے ابھی ہمیں ایک سو گردن پر گواہ بنایا ہے جنہیں اس نے اسی وقت میں آزاد کیا ہے راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ کو ٹھکراتے ہوئے کہا: کہ اے ابوسعید تیری حلال کمائی، ایک سو گردن سے بہتر ہے زبیر نے بیان کیا کہ تجھے ایک ہی کافی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عثمان ابن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے عن الاعمش عن عطیہ عن ابی سعید کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب فلاں فلاں باپ کے بیٹے تیس جوانوں تک پہنچ جائیں گے تو وہ اللہ کے مال کو تجارت کی چیز اور اللہ کے دین کو آمدنی کا ذریعہ اور اللہ کے بندوں کو غلام بنالیں گے اور ابویعلیٰ نے اسے عن زکریا بن زحمویہ عن صالح بن عمر عن مطرف عن عطیہ عن ابی سعید روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بنوالحکم تیس جوانوں تک پہنچ جائیں گے تو وہ اللہ کے دین کو آمدنی کا ذریعہ اور اللہ کے بندوں کو غلام اور اللہ کے مال کو تجارت کا ذریعہ بنالیں گے، اور طبرانی نے اسے عن احمد بن عبدالوہاب عن ابی المغیرۃ عن ابی بکر بن ابی مریم عن راشد بن سعد عن ابی ذر روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بنوامیہ چالیس جوانوں تک پہنچ جائیں گے اور اس نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ منقطع ہے۔ اور العلاء بن عبدالرحمٰن نے اسے اپنے باپ سے بحوالہ حضرت ابو ہریرۃ آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب بنوالعاص تیس جوانوں تک پہنچ جائیں گے۔

اور اس نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور بیہقی وغیرہ نے اسے ابن لہیعہ کی حدیث سے عن ابی قبیل عن ابن وہب عن معاویہ وعبداللہ ابن عباس عن رسول اللہ ﷺ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جب بنوالحکم تیس جوانوں تک پہنچ جائیں گے تو وہ اللہ کے مال کو تجارت کی چیز اور اللہ کے بندوں کو غلام اور کتاب اللہ کو خیانت کا ذریعہ بنالیں گے۔ اور جب وہ ۴۹۶ تک پہنچ جائیں گے تو ان کی ہلاکت کھجور کے چبانے سے بھی پہلے ہو جائے گی۔ اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالملک بن مروان کا ذکر کیا تو فرمایا چار سرکشوں کا باپ۔ یہ سب طرق ضعیف ہیں۔ اور ابویعلیٰ وغیرہ نے کئی واسطوں سے عن العلاء عن ابیہ عن ابی ہریرۃ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ بنوالحکم آپ کے منبر پر کبھی اترتے ہیں اور کبھی چڑھتے ہیں۔ تو آپ نے ناراض آدمی کی طرح فرمایا، میں نے بنوالحکم کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو منہ تک اچھی طرح ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ اور ثوری نے اسے علی بن زید سے بحوالہ سعید بن المسیب مرسل روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ یہ صرف دنیا ہے جو انہیں دی گئی ہے تو آپ خوش ہو گئے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ تھا:

وما جعلنا الرويا التي اريناك الافتنة للناس

یعنی لوگوں کے لئے آزمائش بنایا گیا ہے۔

اور یہ حدیث مرسل ہے اور سعید کی طرف اس کی سند ضعیف ہے۔ اور اس موضوع کی کئی احادیث وضع کی گئی ہیں۔ اس لئے ہم نے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ان سے کنارہ کشی کی ہے۔

اور مروان کا باپ الحکم، حضرت نبی کریم ﷺ کے بڑے دشمنوں میں سے تھا۔ اور اس نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا اور الحکم مدینہ آیا پھر حضرت نبی اکرم ﷺ نے اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہ وہیں مر گیا۔ اور مروان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرے کا بڑا سبب تھا کیونکہ اس نے آپ کی زبان سے ایک جعلی خط اس وفد کے لوگوں کے قتل کرنے کے لئے مصر لکھا اور جب یہ مدینہ شہر میں حضرت معاویہ کی طرف سے گورنر تھا تو ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں بکا کرتا تھا۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے تیرے باپ الحکم پر اسوقت لعنت کی ہے جب تو اس کی صلب میں تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے الحکم اور اس کی اولاد پر لعنت کی ہے واللہ اعلم۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب مروان، حسان بن مالک کے پاس جابیہ آیا تو اس نے اس کے آنے کو اپنے پاس پسند کیا۔ اور اس کی بیعت کر لی اور اہل اردن نے اس شرط پر بیعت کی کہ جب اس کی حکومت مستقل مضبوط ہو جائے گی تو وہ خالد بن یزید کے حکومت سے دستبردار ہو جائے گا۔ اور مروان کے لئے حمص کی حکومت اور عمرو بن سعد کے لئے دمشق کی نیابت ہوگی۔ اور مروان کی بیعت ۱۵ ذوالقعدہ ۶۴ھ بروز سوموار ہوئی یہ قول لیث ابن سعد وغیرہ کا ہے۔ اور لیث نے بیان کیا ہے کہ مرج راہط کا واقعہ اسی سال کے ذوالحجہ میں عید الاضحیٰ کے دو دن بعد ہوا تھا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ضحاک بن قیس نے غالب آ کر مصر و شام کی حکومت کو اس کے لئے مستحکم کر دیا۔ اور جب ان ممالک میں اس کی حکومت مضبوط ہوگئی تو اس نے اپنے بعد اپنے بیٹے عبدالملک کے لئے بیعت لی پھر اس کے بعد اپنے بیٹے عبدالعزیز کے لئے بیعت لی جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد تھے۔ اور خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کو چھوڑ دیا اس لئے کہ وہ اسے خلافت کا اہل نہیں سمجھتا تھا اور مالک بن حسان نے اس معاملے میں اس سے اتفاق کیا حالانکہ وہ خالد بن یزید کا ماموں تھا اور اس نے عبدالملک کی بیعت کا بوجھ اٹھایا تھا پھر ام خالد نے مروان کے بارے میں سازش کی اور اسے زہر دے دیا۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے سونے کی حالت میں اس کے چہرہ پر تکیہ رکھ دیا جس کی وجہ سے اس کا گلا گھٹ گیا اور مر گیا۔ پھر اس نے اور اس کی لونڈیوں نے بلند آواز سے چلا کر کہا کہ امیر المومنین اچانک فوت ہو گئے ہیں پھر اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک کھڑا ہوا۔ جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے اور عبداللہ بن ابی مذعور کا بیان ہے کہ بعض اہل علم نے مجھ سے فرمایا کہ مروان نے سب سے آخری بات یہ کہی کہ جو شخص جہنم سے ڈرا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور اس کی انگوٹھی کا نقش العزۃ للہ تھا۔ اور اصمعی کا بیان ہے کہ عدی بن ابی عمار نے اپنے باپ سے بحوالہ حرب بن زیاد ہم سے بیان کیا کہ مروان کی انگوٹھی کا نقش، آمنت بالعزیز الرحیم تھا۔

اس کی وفات دمشق میں ۶۱ سال کی عمر میں ہوئی اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور ابو معشر کا قول ہے کہ وفات کے دن اس کی عمر ۸۱ سال تھی۔ اور خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ ولید بن ہشام نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ مروان نے ۳ رمضان ۶۵ھ کو دمشق میں وفات پائی اور اس کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اور اس کے بیٹے عبدالملک نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس نے کل حکومت نو ماہ ۱۸ دن کی اور بعض حضرات ۱۰ ماہ بیان کرتے ہیں۔ اور ابن ابی الدنیا وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ چھوٹا قد، سرخ رو، پتلی کوتاہ گردن والا اور بڑے سر اور داڑھی والا تھا۔ اور اس کا لقب خیط باطل تھا ابن عساکر کا بیان ہے کہ سعید بن کثیر بن عفیر نے بیان کیا ہے کہ مروان نے مصر سے واپس پر صنبرہ مقام پر وفات پائی۔ اور ''بلہ'' میں وفات پانا بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے دمشق میں وفات پائی اور اسے باب الجابیہ اور باب الصغیر کے درمیان دفن کیا گیا اور اس کا کاتب عبید بن اوس، اور اس کا غلام المنہال اس کا چوکیدار اور ابو ادریس خولانی اس کا قاضی، اور اس کا پولیس سپرنٹنڈنٹ یحییٰ بن قیس غسانی تھا اور عبدالملک عبدالعزیز وغیرہ اس کے بیٹے تھے اور مختلف ماؤں سے اس کی کئی بیٹیاں بھی تھیں۔

عبدالملک بن مروان کی خلافت

اس کے باپ کی زندگی میں ہی لوگوں نے اس کی خلافت تسلیم کر لی تھی اور جب ۳ رمضان ۶۵ ھ کو اس کا باپ فوت ہو گیا تو دمشق مصر اور اس کے دیہات کے علاقے میں اس کی از سر نو بیعت ہوئی۔ اور اپنے باپ کی طرح حکومت پر اس کا ہاتھ مضبوط ہو گیا۔ اور وفات سے پہلے اس کے باپ نے دو فوجیں بھیجی تھیں ایک فوج کو عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ عراق کی جانب تا کہ وہ عراق کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے نائبین سے چھین لے۔ اور راستے میں وہ عین الوردۃ میں سلیمان بن صرد کے ساتھ توابین کی فوج سے ملا۔ اور ان کا جو واقعہ ہوا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نے ان پر فتح حاصل کی اور ان کے اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ اور دوسری فوج کو حبیش بن دلجہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ اسے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے نائب سے واپس لے لیں۔ وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب وہ مدینہ پہنچا، تو اس کا نائب جابر ابن اسود بن عوف بھاگ کھڑا ہوا، جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بھتیجا تھا۔ پس حضرت ابن زبیر کی جانب سے بصرہ کے نائب حارث بن عبداللہ بن ربیعہ بصرہ نے ابن دلجہ کی طرف مدینہ فوج روانہ کی اور جب حبیش بن دلجہ کو ان کا پتہ چلا تو وہ ان کے مقابلہ میں آیا اور حضرت ابن زبیر نے عباس بن سہل بن سعد کو مدینہ کا نائب بنا کر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ حبیش کی تلاش میں جائے پس وہ اس کی تلاش میں گیا حتیٰ کہ ربذہ میں انہیں جا ملا، اور یزید بن سیاہ نے حبیش کو تیر مار کر قتل کر دیا اور اس کے کچھ ساتھی بھی قتل ہو گئے اور باقیوں نے شکست کھائی۔ اور ان میں سے پانچ سو آدمی مدینہ میں قلعہ بند ہو گئے، پھر وہ عباس بن سہل کے فیصلے پر اتر آئے تو اس نے انہیں باندھ کر قتل کر دیا اور ان کی شکست خوردہ فوج واپس آ گئی۔

ابن جریر کا بیان ہے اور جب یزید بن سیاہ حبیش بن دلجہ کا قاتل، عباس بن سہل کے ساتھ مدینہ آیا تو وہ سفید لباس ترکی گھوڑے پر سوار تھا، اور جیسے ہی وہ ٹھہرا تو اس کے کپڑے اور اس کی سواری لوگوں کے ہاتھ پھیرنے اور بکثرت اس پر خوشبو اور کستوری گرانے سے سیاہ ہو گئے۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال بصرہ میں خوارج کی طاقت بڑھ گئی اور اسی سال میں نافع بن ارزق نے جو خوارج اور اہل بصرہ کا سردار تھا۔ اہل بصرہ کے شاہسوار مسلم بن عبیس کو قتل کیا پھر ربیعہ اسلوطی نے اسے قتل کر دیا اور ان دونوں کے درمیان پانچ امراء قتل ہو گئے اور خوارج کے معرکے میں قرہ بن ایاس مزنی ابو معاویہ قتل ہو گئے جو صحابہ میں سے تھے اور جب نافع بن ارزق قتل ہو گیا تو خارجیوں نے عبیداللہ بن ماجور کو اپنا سردار منتخب کر لیا۔ اور وہ انہیں مدائن لے گیا پس انہوں نے اہل مدائن کو قتل کیا پھر اہواز وغیرہ پر غالب آ گئے اور اموال کو جمع کیا۔ اور یمامہ اور بحرین سے ان کو فوجی مدد مل گئی پھر یہ اصفہان کی طرف چلے گئے جس کا امیر عتاب بن ورقاء ریاحی تھا۔ پس اس نے ان سے مڈ بھیڑ کی اور انہیں شکست دی اور جب خوارج کا امیر ابن ماجور قتل ہو گیا تو انہوں نے قطری بن الفجاءۃ کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ پھر ابن جریر نے اہل بصرہ کے ساتھ ان کی جنگ کا واقعہ بیان کیا جو دولاب مقام پر ہوئی اور خوارج کو اہل بصرہ پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور اہل بصرہ کو خارجیوں کے بصرہ میں داخل ہو جانے کا خوف پیدا ہو گیا، پس حضرت ابن زبیر نے مہلب بن ابی صفرہ ازدی کو خراسان کی عملداری کا امیر بنا کر بھیج دیا۔ اور جب وہ بصرہ پہنچا تو لوگوں نے اسے کہا کہ خارجیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے صرف آپ ہی مناسب ہیں، اس نے کہا مجھے امیر المومنین نے خراسان کی طرف بھیجا ہے اور میں ان کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا پس اہل بصرہ نے اپنے امیر حارث بن عبداللہ بن ربیعہ کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا۔ کہ وہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک خط مہلب کو لکھیں، جس میں وہ اسے خارجیوں کی طرف روانگی کا حکم دیں تا کہ وہ انہیں بصرہ میں جانے سے روکیں۔ اور جب اسے خط سنایا گیا تو اس نے اہل بصرہ پر شرط عائد کی کہ وہ اپنے بیت المال سے اس کی فوج کو قوت دیں۔ اور یہ کہ خارجیوں کے جن اموال پر قبضہ ہوتا وہ اسی کے ہوں گے تو انہوں نے اس کی یہ بات مان لی۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی لکھی، تو آپ نے ان کے لئے یہ حکم جاری کر دیا اور اسے جائز قرار دیا۔

پس مہلب ان کی طرف روانہ ہو گیا اور وہ ایک بہادر اور شجاع سردار تھا۔ اور جب اس نے خارجیوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو وہ ایسی تیاری کے ساتھ اس کی طرف تیزی سے دوڑتے ہوئے آئے کہ اس قسم کی زر ہیں، گھوڑے اور ہتھیار نہیں دیکھے گئے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مدت سے ان کے اردگرد کے علاقے کو کھا رہے تھے۔ اور انہیں مقابلہ نہ کیا جانے والی شجاعت، اقدام اور قوت کے ساتھ عظیم تحمل بھی حاصل تھا۔ پھر انہوں نے جنگ کے کی طرف سبقت کی اور جب لوگ اُبری مقام پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہوئے تو انہوں نے شدید جنگ کی اور دونوں فریق نے زبردست ثابت قدمی دکھائی۔ اور وہ تقریباً تیس ہزار تھے پھر خارجیوں نے سخت حملہ کیا اور مہلب کے ساتھیوں نے شکست کھائی۔ باپ کو اپنے بیٹے کی کوئی خبر نہ تھی اور نہ کوئی کسی کی طرف توجہ دیتا تھا۔ اور ان کی ایک جماعت بصرہ پہنچ گئی اور مہلب شکست خوردوں سے آگے نکل کر ایک بلند مقام پر کھڑا ہو گیا۔ اور آواز دینے لگا، اے بندگان خدا! میری طرف آؤ، پس اس کی فوج کے تین ہزار بہادر سوار جمع ہو گئے اور اس نے انہیں کھڑے ہو کر تقریر کی اور اپنی تقریر میں کہا، اما بعد اے لوگو بسا اوقات اللہ تعالیٰ بہت بڑی فوج کو ان کی جانوں کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ شکست کھا جاتے ہیں اور چھوٹی فوج پر مدد نازل کر دیتا ہے اور وہ غالب آ جاتی ہے میری زندگی کی قسم اب تم تھوڑے نہیں ہو۔ اور تم ثابت قدم سوار اور فاتح ہو اور جن لوگوں نے اب شکست کھائی ہے میں نہیں چاہتا کہ ان میں سے کوئی شخص تمہارے ساتھ ہو پھر اس نے کہا۔ میں تم میں ہر شخص کو قسم دیتا ہوں کہ وہ اپنے ساتھ دس پتھر لے لیں۔ پھر ہمارے ساتھ ملکر ان کی فوج کی طرف چلے، بلاشبہ اس وقت وہ امن میں ہیں۔ اور ان کے سوار تمہارے بھائیوں کی تلاش میں نکل چکے ہیں اور قسم بخدا میں چاہتا ہوں کہ ان کے سواروں کی واپسی سے پہلے تم ان کی فوج کی جڑیں اکھاڑ دو اور ان کے امیر کو قتل کر دو۔

اور لوگوں نے ایسا ہی کیا، پس مہلب بن ابی صفرۃ نے ان کے ساتھ خارجیوں کے گروہ پر حملہ کر دیا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو جو تقریباً سات ہزار تھے قتل کر دیا۔ اور عبیداللہ بن الماجور ازارقہ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ اور اس نے ان کے بہت سے اموال کو جمع کر لیا اور مہلب نے اپنے اور ان لوگوں کے درمیان جو شکست خوردوں کی تلاش سے واپس آ رہے تھے سواروں کو گھات میں بٹھا دیا اور وہ اپنی قوم سے دور بسنے لگے اور ان کی جماعت کرمان اور سرزمین اصبہان تک شکست کھا گئی اور مہلب نے اہواز میں رہائش اختیار کر لی حتیٰ کہ مصعب بن زبیر بصرہ آ گیا، دور اس نے حارث بن عبداللہ بن ربیعہ کو وہاں سے معزول کر دیا، جیسا کہ ابھی بیان ہو گا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال مروان بن الحکم نے اپنی موت سے پہلے اپنے بیٹے محمد کو جزیرہ کی طرف بھیجا اور یہ اس کے مصر جانے سے پہلے کا واقعہ ہے، میں کہتا ہوں یہ محمد بن مروان، مروان الحمار کا باپ ہے اور وہ مروان بن محمد بن مروان ہے اور وہ بنی امیہ کا آخری خلیفہ ہے اور اسی کے ہاتھ سے عباسیوں نے خلافت چھینی تھی جیسا کہ ابھی بیان ہو گا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبیداللہ کو مدینہ کی حکومت سے معزول کر دیا اور اپنے بھائی مصعب کو اس کا امیر بنایا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ عبیداللہ نے لوگوں کو خطاب کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کے بارے میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم سے کیا سلوک کیا تھا جس کی قیمت پانچ سو درہم تھی۔ جب اس کے بھائی کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ بلاشبہ یہ ایک تکلیف ہے۔ اور اس نے اسے معزول کر دیا۔ اسی وجہ سے عبیداللہ کو مقوم الناقۃ کہتے ہیں۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال کے آخر میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن یزید خطمی کو کوفہ سے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مطیع کو اس کا امیر مقرر کیا جو حرہ کے معرکہ میں مہاجرین کا امیر تھا جب انہوں نے یزید کو معزول کیا تھا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال بصرہ میں طاعون جارف پڑی اور ابن جوزی نے المنتظم میں بیان کیا ہے کہ وہ ۶۷ ھ میں پڑی تھی اور بعض نے ۶۹ ھ میں اس کا پڑنا بیان کیا ہے، اور ہمارے شیخ ذہبی وغیرہ نے جو بات بیان کی ہے یہی مشہور و معروف ہے، اور بصرہ میں اس کا تین دن زور رہا، اور پہلے دن بصرہ میں ستر ہزار آدمی مارے گئے اور دوسرے دن اکہتر ہزار مرے اور تیسرے دن تہتر ہزار مرے اور چوتھے دن سوائے چند ایک کے سب لوگ مردہ ہو گئے حتیٰ کہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں کے امیر کی ماں مر گئی تو اسے اٹھانے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔ یہاں تک کہ چار آدمیوں کو مزدوری پر لیا گیا۔

اور حافظ ابونعیم اصبہان کا بیان ہے کہ عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ احمد بن عصام نے ہم سے بیان کیا کہ معدی نے ایک شخص کے حوالہ سے جس کی کنیت ابوالنفید تھا مجھ سے بیان کیا کہ اس نے اس طاعون کا زمانہ پایا تھا اس نے بیان کیا کہ ہم قبائل میں گھومتے تھے۔ اور مردوں کو دفن کرتے تھے اور جب مردے زیادہ ہو گئے تو ہم نے دفن کرنے کی طاقت نہ پائی ہم ایک گھر میں جس کے رہنے والے مر گئے تھے داخل ہوتے اور اس کے دروازے کو بند کر لیتے اس کا بیان ہے کہ ہم ایک گھر میں داخل ہوئے۔ اور ہم نے اس کا جائزہ لیا تو ہم نے اس کے دروازے کو بند کر لیا اور جب طاعون سے وہ لوگ گذر گئے۔ تو ہم نے چکر لگایا۔ اور جن دروازوں کو ہم نے بند کیا تھا ان کو کھول دیا پس ہم نے اس دروازے کو بھی کھولا جسے ہم نے بند کیا تھا۔ یا اس گھر کو بھی کھولا جسے ہم نے بند کیا تھا اور اس کا جائزہ لیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے درمیان میں ایک تر و تازہ تیل لگا بچہ بیٹھا ہے گویا اس گھڑی اس کو اس کی ماں کی گود سے لیا گیا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ اسی دوران ہم اس بچہ کے پاس کھڑے تھے حیران ہو رہے تھے کہ اچانک ایک کتیا دیوار کے شگاف سے نمودار ہوئی۔ اور بچے کے قریب ہونے لگی اور بچہ بھی اس کے قریب ہونے لگا حتیٰ کہ اس نے اس کا دودھ پیا۔ معدی کا کہنا ہے کہ میں نے اس بچہ کو بصرہ کی مسجد میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے دیکھا۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو تعمیر کیا یعنی اس کی تعمیر کو مکمل کیا۔ اور حجر کو اس میں شامل کیا اور آنے جانے کے لئے اس کے دو دروازے بنائے۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اسحٰق بن ابی اسرائیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن خالد بن رستم صنعانی ابومحمد نے مجھ سے بیان کیا کہ زیاد بن جبل نے مجھ سے بیان کیا کہ جن دنوں حضرت ابن زبیر مکہ کے امیر تھے اور وہ مکہ میں تھا۔ اور میں نے آپ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میری ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا۔ تو میں کعبہ کو حضرت ابراہیم کی بنیاد پر لوٹا دیتا، راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں نے کھدائی کی تو انہوں نے اونٹوں کی طرح ٹیلے پائے۔ انہوں نے ایک ٹیلے یا چٹان کو ہلایا تھا تو اس سے چمک پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا اسے اپنی بنیاد پر رہنے دو، پس حضرت ابن زبیر نے اس کی تعمیر کی اور آنے جانے کے لئے اس کے دو دروازے بنائے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث متعدد واسطوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح، حسان اور مسانید میں مروی ہے۔

اور ان طرق کے سیاق کا موضوع ان شاء اللہ کتاب الاحکام میں بیان ہوگا اور ابن جریر نے اس سال میں ان جنگجو کا بھی ذکر کیا ہے جو عبداللہ بن حازم اور الحرشی بن ہلال القریعی کے درمیان خراسان میں ہوئیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کروایا اور مدینہ منورہ کے امیر مصعب بن زبیر اور کوفہ کے امیر عبداللہ بن مطیع اور بصرہ کے امیر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی تھے۔

اس سال فوت ہونے والے نامور حضرات

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل ابومحمد السہمی بزرگ، علماء اور عبادت گذار صحابہ میں سے تھے آپ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی جانب سے بہت کچھ لکھا ہے آپ نے اپنے باپ سے اسلام قبول کیا اور آپ اپنے باپ سے صرف بارہ سال چھوٹے تھے۔ بہت علم والے اور عبادت گذار اور عقلمند تھے۔ اور آپ اپنے باپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کی وجہ سے ملامت کرتے تھے۔ آپ موٹے جسم والے تھے اور آپ دو کتابیں قرآن مجید اور تورات پڑھا کرتے تھے، کہتے ہیں کہ آپ رو رو کے نابینا ہو گئے تھے، آپ رات کو نفلی عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے، اور ایک دن افطار کرتے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے حضرت معاویہ نے آپ کو کوفہ پر اپنا نائب وزیر بنایا۔ پھر آپ کو معزول کر کے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا نائب مقرر کر دیا۔ آپ نے اس سال مصر میں وفات پائی۔ اور حضرت عبداللہ بن سعدہ فزاری مکہ میں شہید ہوئے آپ کو صحبت حاصل تھی، آپ دمشق میں اترے کہتے ہیں کہ آپ فزارہ کے قیدیوں میں سے تھے۔

آغاز ۶۶ھ

اس سال مختار بن ابی عبید ثقفی کذاب اپنے خیال کے مطابق کوفہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے وہاں کے گورنر عبداللہ بن مطیع کو نکال دیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب سلیمان بن صرد کے ساتھی جنگ ہار کر کوفہ واپس آئے۔ تو انہوں نے مختار بن ابی عبید کو قید ہونے کی حالت میں پایا۔

اس نے انہیں سلیمان بن صرد کے بارے میں تعزیتی خط لکھا، اور کہنے لگا میں اس کا بدل ہوں، اور میں حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قتل کروں گا۔

تو رفاعہ بن شداد نے جو توابین کی فوج کے باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ واپس آیا تھا، اسے لکھا کہ ہم اس بات پر جو تم پسند کرتے ہو تمہارے ساتھ ہیں پس مختار ان کے ساتھ وعدے کرنے لگا اور انہیں تمنائیں دلانے لگا، اور شیطان ان سے جھوٹا وعدہ ہی کرتا ہے اور اس نے انہیں جو پوشیدہ خط لکھا تھا اس میں انہیں کہا کہ تمہیں خوشخبری ہو، اگر میں ان کے پاس گیا تو میں مشرق و مغرب کے درمیان تمہارے دشمنوں پر تلوار تان لوں گا، اور اللہ کے حکم سے انہیں ایک ایک کر کے قتل کر دوں گا، اور ان کے ڈھیر لگا دوں گا، پس ان میں سے جس شخص نے میانہ روی اختیار کی اور ہدایت پائی اللہ اسے خوش آمدید کہے گا، اور انکار و نافرمانی کرنے والے کو ہلاک کر دے گا، جب ان کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے اسے خفیہ طور پر پڑھا، اور اسے جواب دیا کہ جو بات تم چاہتے ہو ہم اس میں تمہارے ساتھ ہیں۔ اور جب تو چاہے ہم تمہیں بڑے قید خانے سے نکال دیں گے پس اس نے پسند نہ کیا کہ وہ کوفہ کے نائبین کو مغلوب کر کے انہیں اس کی جگہ سے نکالیں اور اس نے نرم رویہ اختیار کیا، اور اپنی بہن صفیہ کے خاوند کو خط لکھا وہ ایک نیک عورت تھی اور اس کے خاوند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے، اس نے آپ کو لکھا کہ آپ کوفہ کے نائبین عبداللہ بن یزید خطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے پاس اس کے نکلنے کی سفارش کریں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں انہیں ایک سفارشی خط لکھا تو وہ اس کا جواب نہ دے سکے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ میرے جو دوستانہ تعلقات پائے جاتے ہیں تم دونوں کو ان کا علم ہے اور میرے اور مختار کے درمیان رشتہ و قرابت کے جو تعلقات پائے جاتے ہیں انہیں بھی تم جانتے ہو، اور میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اسے آزاد کر دو۔ والسلام۔

ان دونوں نے اسے بلایا، اور اس کے ساتھیوں کی جماعت اس کی ضامن ہوئی اور عبداللہ بن یزید نے اسے قسم دی کہ اگر وہ مسلمانوں کے لئے کسی مصیبت کے پہنچانے کا خواہش مند ہے، تو اس پر ایک ہزار اونٹ جرمانہ ہوگا جنہیں وہ کعبہ کے سامنے ذبح کریگا، اور اس کے سب غلام اور لونڈیاں آزاد ہوں گی اس نے ان دونوں کے سامنے اس کی ذمہ داری لی اور گھر میں بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ اللہ ان دونوں پر لعنت کرے انہوں نے مجھے اللہ کی قسم دی ہے اور جب میں کسی بات کی قسم کھاتا ہوں اور دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھتا ہوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں اور جو کام بہتر ہوتا ہے وہ کر لیتا ہوں، اور میرا ایک ہزار اونٹ دینا معمولی بات ہے اور میرا اپنے غلاموں کو آزاد کرنا ایسی بات ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ کام پورا ہو جائے، اور میں صرف ایک غلام رکھوں، اور شیعوں نے اس پر اتفاق کر لیا، اور اس کے ساتھیوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اور انہوں نے چوری چھپے اس کی بیعت کر لی۔ اور پانچ آدمی اس کی بیعت لیتے تھے۔ اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے وہ یہ تھے، السائب بن مالک اشعری، یزید بن انس، احمد بن شمیط، رفاعہ بن شداد اور عبداللہ بن شداد جشمی، اور اس کا معاملہ مسلسل مضبوط ہوتا رہا۔ اور بڑھتا رہا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو کوفہ سے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مطیع کو اس کا نائب بنا کر بھیج دیا، اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بصرہ کا نائب بنا کر بھیجا، اور جب عبداللہ بن مطیع مخزومی رمضان ۶۵ھ میں کوفہ گیا، تو اس نے لوگوں سے خطاب کیا اور اپنی تقریر میں کہا کہ امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری غنیمت کے بارے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سیرت کو اختیار کروں پس السائب بن مالک شیعی نے اس کے پاس جا کر کہا کہ ہم صرف حضرت علی بن ابی طالب کی اس سیرت سے راضی ہیں جو آپ نے ہمارے ملک میں اختیار کی تھی اور ہم حضرت عثمان کی سیرت کو پسند نہیں کرتے، اور اس نے آپ پر اعتراض کئے اور نہ حضرت عمر کی سیرت کو

چاہتے ہیں خواہ وہ لوگوں کی بھلائی کے خواہش مند ہوں، اور بعض شیعوں کے سردار نے اس کے قول کی تصدیق کی تو امیر خاموش ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تم میں وہ سیرت اختیار کروں گا جو تم چاہتے ہو، اور پولیس سپریڈنٹ ایاس بن مضارب العجلی نے عبداللہ بن مطیع کے پاس آ کر کہا یہ شخص جو آپ کی بات قبول نہیں کر رہا یہ مختار کے سرکردہ ساتھیوں میں سے ہے اور میں مختار کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں۔ اس کے پاس آدمی بھیج کر اسے دوبارہ قید خانے میں بھیج دو میرے جاسوسوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس کا کام اس کی خواہش کے مطابق پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا ہے پس عبداللہ بن مطیع نے زائدہ بن قدامہ اور دوسرے امیر کو اس کے پاس بھیجا ان دونوں نے مختار کے پاس جا کر اسے کہا کہ امیر کو جواب دو اس نے اپنے نائب کو بلایا اور اپنی سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیا اور ان دونوں کے ساتھ چلنے پر تیار ہو گیا۔ اور زائدہ بن قدامہ نے یہ آیت پڑھی، اور جب کفار تیرے متعلق تدبیر کر رہے تھے کہ تجھے پکڑ لیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے نکال باہر کریں تو مختار گر پڑا۔ اور اس نے حکم دیا کہ اس پر چادر ڈال دی جائے اور اس نے بیمار ہونے کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ امیر کو میرے حال کی اطلاع دے دینا۔ ان دونوں نے ابن مطیع کے پاس واپس آ کر اس کی طرف سے معذرت کی، تو اس نے ان دونوں کی تصدیق کی اور اس سے غافل ہو گئے اور جب اس سال کے محرم کا مہینہ آیا تو مختار نے حضرت حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے اپنے خیال کے مطابق نکلنے کا پختہ ارادہ کیا، اور جب اس نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا، تو شیعوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور انہوں نے اسے اس وقت نکلنے سے منع کیا کہ کسی اور وقت نکلیں پھر انہوں نے اپنے میں سے ایک پارٹی کو حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ سے مختار کے بارے میں اور جس چیز کی طرف اس نے دعوت دی ہے اس کے متعلق دریافت کرے اور جب وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے جو بات انہیں کہی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے ہیں کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے مدد کرے۔ اور مختار کو بھی ان کے حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس جانے کی اطلاع مل گئی، تو اس نے اس بات کو ناپسند کیا، اور اسے خطرہ ہوا کہ جو بات اس نے آپ کے متعلق کہی ہے آپ اس کی تکذیب کریں گے۔

بلاشبہ وہ بات حضرت محمد بن حنفیہ کی اجازت سے نہیں کی گئی تھی اور اس نے ان کی واپسی سے پہلے ہی نکلنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور وہ اس کے متعلق کاہنوں و نجومیوں کی طرح ان سے قافیہ بندی کا کلام کرنے لگا۔ پھر جیسے اس نے قافیہ بندی کا کلام کیا تھا ویسے ہی ہوا، اور جب وہ واپس آئے تو انہوں نے جو کچھ حضرت حنفیہ نے کہا تھا اسے بتایا اس موقع پر مختار بن ابی عبید کے ساتھ شیعوں کے نکلنے کا معاملہ مضبوط ہو گیا، اور ابو مخنف کی روایت ہے کہ سرداران شیعہ نے مختار سے کہا۔

اس بات کو سمجھ لو کہ تمام امراء کوفہ عبداللہ بن مطیع کے ساتھ ہیں اور وہ ہماری دشمنی پر متحد ہیں۔ اور اگر ابراہیم بن اشتر نخعی اکیلا ہی آپ کی بیعت کرے تو ہمیں دوسرے سب امراء سے بے نیاز کر دے گا پس مختار نے ایک جماعت کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ اسے دعوت دے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور انہوں نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کے باپ کی پرانی دوستی بھی یاد دلائی۔ اس نے کہا میں تمہارا مطالبہ اس شرط پر مانتا ہوں کہ میں تمہارے تمام معاملات کا سرپرست ہوں گا، انہوں نے کہا یہ بات ممکن نہیں، اس لئے کہ مہدی نے مختار کو ہمارے لئے اپنا وزیر اور داعی بنا کر بھیجا ہے، پس ابراہیم بن اشتر نے ان سے اعراض کیا اور انہوں نے واپس آ کر مختار کو اطلاع دی پس وہ تین دن تک ٹھہرا پھر اپنے سرکردہ ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے پاس گیا، تو وہ اس کے پاس آیا، اور اس نے اس کا اعزاز و اکرام کیا اور اس کے پاس بیٹھا، تو اس نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی اور حضرت ابن حنفیہ کی زبان سے اس کے لئے ایک خط نکالا کہ وہ اسے اس کے شیعہ ساتھیوں کے ساتھ نصرت و مدد آل بیت نبی کے لئے شامل ہونے اور ان کا بدلہ لینے کی دعوت دیتے ہیں، ابن اشتر نے کہا میرے پاس حضرت ابن حنفیہ کے کئی خطوط آئے ہیں جو اس انداز کے نہیں ہیں، مختار نے کہا یہ بھی زمانہ ہے اور وہ بھی زمانہ ہے، ابن اشتر نے کہا کون گواہی دیتا ہے کہ یہ ان کا خط ہے تو مختار کے ساتھیوں کی ایک جماعت نے آگے بڑھ کر اس کی گواہی دی پس ابن اشتر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اور اس نے وہاں مختار کو بٹھایا اور اس کی بیعت کی اور ان کے لئے پھل اور شہد کے مشروب منگوائے۔

شعبی کا بیان ہے کہ میں اور میرا باپ اس مجلس میں ابراہیم بن اشتر کے واقعہ میں موجود تھے، اور جب مختار واپس چلا گیا تو ابراہیم بن اشتر نے کہا اے شعبی ان لوگوں نے جو گواہی دی ہے اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے میں نے کہا کہ یہ لوگ قراء امراء اور لوگوں کے سرکردہ ہیں اور میرا خیال ہے کہ اسی بات کی گواہی دیتے ہیں جسے جانتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس تہمت کی بات کو دل میں پوشیدہ رکھا لیکن میں چاہتا تھا کہ وہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے نکلیں، اور میں بھی لوگوں کی رائے کا پابند تھا، پھر ابراہیم اور اس کی قوم کے جن لوگوں نے اس کی اطاعت کی تھی، مختار کے پاس اس کے گھر آنے جانے لگے پھر شیعوں کا اس مشورہ پر اتفاق ہو گیا کہ اس سال یعنی ٦٦ ھ کو چودہ راتیں گزرنے پر جمعرات کی رات کو ان کا نکلنا ہوگا، ابن مطیع کو بھی ان لوگوں کے معاملے اور مشورے کی اطلاع ہو گئی تھی۔

تو اس نے کوفہ کی ہر جانب پولیس بھیج دی اور اس نے ہر امیر پر لازم قرار دیا کہ وہ اپنی جانب سے کسی کو باہر نہ جانے دے اور جب منگل کی رات آئی تو ابراہیم بن اشتر اپنی قوم کے ایک سو آدمی کے ساتھ مختار کے گھر جانے کے ارادے سے نکلا اور وہ جُبوں وقباؤوں کے نیچے زر ہیں پہنے ہوئے تھے، پس ایاس بن مضارب اسے ملا اور اس نے اسے کہا، اے ابن اشتر اس وقت تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ تمہارا معاملہ مشتبہ ہے خدا کی قسم میں تجھے امیر کے پاس حاضر کر کے چھوڑوں گا، اور وہ تیرے بارے میں اپنی رائے قائم کرے گا ابن اشتر نے ایک شخص کے ہاتھ سے نیزہ پکڑ کر اس کے سینے کے ٹکڑے میں دے مارا اور وہ گر پڑا۔ اور اس کے حکم سے ایک شخص نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے لے جا کر مختار کے آگے پھینک دیا، مختار نے اسے کہا اللہ تجھے بھلائی کی خوشخبری دے، یہ اچھے انجام کی خبر ہے پھر ابراہیم نے مختار سے اسی رات کے نکلنے کا مطالبہ کیا تو مختار نے آگ بلند کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ اس کے ساتھیوں کے شعار یا منصور امت یا ثارات الحسین اے حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا اعلان کر دیا جائے پھر مختار اٹھ کر اپنی زرہ اور ہتھیار پہننے لگا سفید رو خوبصورت پردوں والی، سفید رخساروں والی، اور ٹیلے کی طرح اونچی سرینوں والی، کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں جنگ کے روز بہت اقدام کرنے والا بہادر ہوں، اور اس کے آگے آگے ابراہیم بن اشتر ان سرداروں کا قصد کرنے لگا جو شہر کے اطراف پر مقرر تھے۔ اور انہیں ایک ایک کر کے ان کی جگہوں سے دھتکارنے لگا، اور مختار کے شعار کا اعلان کرنے لگا، اور مختار نے ابو عثمان النہدی کو بھیجا۔

اور اس نے مختار کے شعار یا ثارات الحسین کا اعلان کیا تو ادھر ادھر سے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور شبث بن ربعی آیا تو وہ اور مختار اس کے گھر کے پاس باہم لڑے۔ اور اس نے اسے گھیر لیا حتیٰ کہ ابن اشتر نے آ کر اسے ملامت کی پھر شبث ابن مطیع کے پاس واپس آیا، اور اس نے اسے مشورہ دیا کہ وہ سرداروں کو اپنے پاس جمع کرے۔ اور خود بھی اٹھ کھڑا ہوا، بلاشبہ مختار کا معاملہ مضبوط ہو گیا اور بڑھ گیا ہے اور شیعہ ہر گھر کے راستے سے مختار کے پاس آئے اور رات کے دوران تقریباً چار ہزار آدمی اس کے پاس جمع ہو گئے، صبح کو اس نے اپنی فوج کو ترتیب دیا۔ اور انہیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں پہلی رکعت میں (والنازعات غرقا) اور (عبس وتولیٰ) دوسری رکعت میں پڑھی اور ایک سننے والے کا بیان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ فصیح لہجے والا آدمی نہیں سنا اور ابن مطیع نے اپنی فوج تیار کی جو کہ تین ہزار تھی اور اس کا سپہ سالار شبث بن ربعی تھا۔ اور چار ہزار فوج اور تھی جو راشد بن ایاس بن مضارب کے ساتھ تھی، اور مختار نے ابن اشتر کو چھ سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ساتھ راشد بن ایاس کے مقابلہ میں بھیجا، اور نعیم بن ہبیرہ کو تین سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ساتھ شبث بن ربعی کے مقابلے میں بھیجا ابن اشتر نے تو اپنے مدمقابل راشد بن ایاس کو شکست دی اور اسے قتل کر دیا، اور مختار کو اس کی خوشخبری بھیجی اور نعیم بن ہبیرہ نے شبث بن ربعی سے مڈبھیڑ کی تو شبث نے اسے شکست دی اور اسے قتل کر دیا، اور اس نے مختار کا گھیراؤ کر لیا، اور ابراہیم بن اشتر اس کی طرف آیا، تو ابن مطیع کی طرف سے حسان بن فائد بن العبسی نے اسے دو ہزار سواروں کے ساتھ روکا، اور انہوں نے ایک ساعت جنگ کی تو ابراہیم نے اسے شکست دی، پھر وہ مختار کی طرف آیا تو اس نے دیکھا کہ شبث بن ربعی نے مختار اور اس کی فوج کا گھیراؤ کیا ہوا ہے پس وہ مسلسل جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے انہیں ذلیل کر دیا تو وہ واپس چلے گئے اور ابراہیم، مختار کے پاس گیا، اور وہ اس جگہ کو چھوڑ کر کوفہ سے باہر کسی اور جگہ چلے گئے تھے ابراہیم بن اشتر نے اسے کہا ہمیں صدر ہاؤس کی طرف لے چلو اس کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں پس انہوں نے اپنے بوجھ اپنے پاس رکھے، اور وہاں انہوں نے کمزور بوڑھے اور کمزور آدمیوں کو بٹھا دیا، اور جو لوگ وہاں موجود تھے ان پر اس نے ابو عثمان النہدی کو اپنا نائب مقرر کیا، اور اپنے آگے اشتر کو بھیجا، اور مختار نے پہلے کی طرح اپنی فوج کو منظم کیا اور محل کی طرف روانہ ہو گیا، اور ابن مطیع نے عمرو بن الحجاج کو دو ہزار جوانوں کے ساتھ بھیجا، اور مختار نے اس کے مقابلے میں یزید بن انس کو بھیجا اور وہ اور ابن اشتر اس کے آگے آگے چلے حتیٰ کہ وہ باب الکناسۃ سے کوفہ میں داخل ہو گئے، اور ابن مطیع نے شمر بن ذی الجوشن کو جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا مزید دو ہزار جوانوں کے ساتھ بھیجا، اور مختار نے اس کے مقابلے میں سعد بن منقذ ہمدانی کو بھیجا اور مختار چل کر شبث کے راستے تک پہنچ گیا، کیا دیکھتا ہے کہ نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ پانچ ہزار جوانوں کے ساتھ موجود ہے، اور ابن مطیع محل سے لوگوں کے ساتھ نکلا، اور اس نے شبث بن ربعی کو اس کا نائب مقرر کیا، اور ابن اشتر

اس فوج کی طرف بڑھا جو ابن مساحق کے ساتھ تھی، اور ان کے درمیان شدید جنگ ہوئی جس میں رفاعہ بن شداد جو توابین کی اس فوج کا امیر تھا جسے اس نے آگے بھیجا تھا۔ اور عبداللہ بن سعد اور ان کے علاوہ ایک جماعت بھی قتل ہو گئی۔ پھر ابن اشتر نے ان پر فتح پا کر انہیں شکست دی اور ابن مساحق کی سواری کی لگام پکڑ لی، اس نے اسے رشتہ داری یاد دلائی تو اس نے اسے چھوڑ دیا، اور وہ بعد میں بھی ابن اشتر کی نیکی کو نہیں بھولا، پھر مختار اپنی فوج کے ساتھ کناسہ کی طرف بڑھا، اور انہوں نے تین دن تک ابن مطیع کا گھیراؤ کیے رکھا اور عمرو بن حریث کے علاوہ معزز لوگ اس کے ساتھ تھے اور وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور جب ابن مطیع اور اس کے ساتھیوں کی حالت تنگ ہو گئی۔ تو اس نے ان سے مشورہ کیا تو شبث بن ربعی نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے اور ان کے لئے مختار سے امان طلب کرے اس نے کہا میں تو یہ کام نہیں کروں گا جب کہ امیر المومنین حجاز اور بصرہ کے اطاعت کرنیوالے ہیں، اس نے اسے کہا اگر تیرا یہ خیال ہے تو تو پوشیدہ طور پر جا کر اپنے آقا سے مل کر اسے معاملے کی صورتحال سے آگاہ کر اور جو کچھ ہم نے اس کی مدد کی اور اس کی حکومت کے قیام کے لئے کیا ہے اس کی خبر دے۔ پس جب رات ہوئی۔ تو ابن مطیع چھپ چھپ کر باہر نکلا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اور جب صبح ہوئی تو امراء نے ابن اشتر سے ان کے لئے امان لے لی۔ اور اس نے انہیں امان دے دی۔ اور وہ محل سے نکل کر مختار کے پاس آئے اور اس سے بیعت کر لی، پھر مختار نے محل میں داخل ہو کر وہیں رات گزاری، اور سردار لوگوں نے مسجد اور محل کے دروازے پر صبح کی، اور مختار مسجد کی طرف گیا، اور اس نے منبر پر چڑھ کر لوگوں سے بلیغ خطاب کیا، پھر لوگوں کو بیعت کی دعوت دی اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بند چھت اور زمین کو راستوں والی بنایا ہے کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد اس سے زیادہ راہنما کی بیعت نہیں کی پھر وہ منبر سے نیچے اتر آیا۔ اور لوگ آ کر کتاب اللہ، سنت رسول اور اہل بیت کے بدلہ لینے پر اس کی بیعت کرنے لگے اور ایک شخص نے مختار کو آ کر بتایا کہ ابن مطیع حضرت ابوموسیٰ اشعری کے گھر میں ہے اس نے اس کے سامنے ایسے ظاہر کیا جیسے کہ وہ اس کی بات کو نہیں سنتا اس نے تین بار یہ بات دہرائی، تو وہ شخص خاموش ہو گیا، اور جب رات ہوئی تو مختار نے ابن مطیع کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے اور اسے کہا، چلا جا میں نے تیرے مقام پر قبضہ کر لیا ہے اور اس سے پہلے وہ اس کا دوست تھا پس ابن مطیع بصرہ چلا گیا اور مغلوب ہونے کی حالت میں اس نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا پسند نہیں کیا۔ اور مختار اچھے اخلاق و کردار کی وجہ سے لوگوں کا محبوب بننے لگا، اور اس نے بیت المال میں نو کروڑ درہم پائے، اور اس نے اس فوج کو جو جنگ میں اس کے ساتھ تھی بہت سے اخراجات دیئے، اور عبداللہ بن کامل یشکری کو اپنا پولیس افسر بنایا۔ اور سردار لوگوں کو قریب کیا، اور وہ اس کے ہم نشین تھے۔ اور ان موالی کو یہ بات گراں گزری جو اس کی مدد کو کھڑے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے کہا اس نے عزیہ کے غلام ابوعمرۃ کیسان۔ وہ اس کا محافظ تھا کو مقدم کیا ہے اور ابواسحق العرب کی قسم ہمیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ابوعمرۃ نے یہ بات اس تک پہنچائی تو اس نے کہا، وہ مجھ سے ہیں، اور میں ان سے ہوں پھر کہنے لگا ہم مجرموں سے انتقام لیں گے، ابوعمرۃ نے انہیں کہا خوشخبری ہو وہ عنقریب تمہیں اپنا قریبی دوست بنائے گا، تو اس بات نے انہیں تعجب میں ڈال دیا، اور وہ خاموش ہو گئے، پھر مختار نے سرداروں کو عراق اور خراسان کے اطراف اور شہروں کی جانب روانہ کیا اور جھنڈے باندھے اور امارتیں اور ریاستیں قائم کیں اور وہ صبح و شام لوگوں کے لئے بیٹھ کر فیصلے کرنے لگا، اور جب یہ کام بڑھ گیا تو اس نے شریح کو قاضی بنا دیا، اور شیعوں کی ایک جماعت نے شریح پر اعتراضات کیے، اور کہنے لگے اس نے حجر بن عدی کو دیکھا ہے اور اس نے ہانی بن عروۃ کے متعلق بات نہیں پہنچائی جیسا کہ اس کو اس کے متعلق بھیجا گیا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے اسے قاضی کے عہدہ سے معزول کر دیا تھا۔ جب شریح کو ان باتوں کی اطلاع ملی تو زبردستی مریض بن کر گھر بیٹھ گیا اور مختار نے اس کی جگہ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو قاضی بنا دیا، پھر اسے معزول کر کے عبداللہ بن مالک طائی کو قاضی بنا دیا۔

پھر مختار نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شریف و کمینے قاتلین کو قتل کرنے کے لئے تلاش شروع کر دی، اور اس کا سبب یہ ہوا کہ مروان نے دمشق سے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ میں داخل ہونے کے لئے تیار کیا اور اگر وہ اس پر فتح حاصل کر لے تو اسے تین دن تک حلال کر دے پس ابن زیاد کوفہ جانے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اور توابین کی فوج سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئی، اور ان کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، پھر وہ عین الوردۃ سے چل کر جزیرہ پہنچ گیا۔ اس نے وہاں قیس عیلان کو پایا۔ اور وہ حضرت زبیر کے مددگاروں میں سے تھا۔ اور مروان نے مرج راھط کی جنگ میں ان کے بہت سے آدمی مارے۔ اور وہ اس کی دشمنی میں متحد تھے، اور اس کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک کی دشمنی میں بھی متحد تھے پس وہ ایک سال تک روانگی سے رک گیا اور وہ جزیرے میں قیس عیلان کی جنگ میں مشغول تھا پھر وہ موصل پہنچا۔ اور اس کا نائب اس سے پھر کر تکریت چلا گیا۔ اور اس نے مختار کو خط لکھ کر یہ بات

بتائی تو مختار نے یزید بن انس کو اس کے منتخب کردہ تین ہزار جوانوں کے ساتھ ابھارا، اور اسے کہا میں عنقریب تجھے جوانوں کے بعد جوانوں سے مدد کروں گا، اس نے کہا صرف دعا سے میری مدد کرنا اور مختار اس کے ساتھ کوفہ کے باہر تک گیا، اور اسے الوداع کیا اور اس کے لئے دعا کی، اور اسے کہا کہ ہر روز مجھے تمہاری خبر ملنی چاہئے جب تو اپنے دشمن سے ملے۔ اور وہ تجھ سے جنگ کرے تو تو اس سے جنگ کر اور موقع کو مؤخر نہ کر، اور جب انہیں ابن زیاد کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے آگے دو فوجوں کو تیار کیا۔ ایک ربیعہ بن مخارق کے ساتھ اور دوسری عبداللہ بن حملہ کے ساتھ یہ دونوں فوجیں تین تین ہزار تھیں اور اس نے کہا تم میں سے جو برتری حاصل کرے گا وہ امیر ہوگا۔ اور اگر تم دونوں اکٹھے برتری حاصل کرو تو تم دونوں میں سے جو بڑی عمر والا ہوگا وہ امیر ہوگا پس ربیعہ بن مخارق یزید بن انس کے پاس پہنچنے میں برتری حاصل کر گیا۔ اور وہ دونوں کوفہ کے قریب موصل کے علاقے میں ملے۔ اور دونوں وہاں ٹھہر گئے۔ اور یزید بن انس بیمار اور کمزور تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی قوم کو جہاد کی ترغیب دیتا۔ اور چاروں فوجوں کے اردگرد چکر کاٹتا حالانکہ وہ کمزور و نزار تھا۔ اور اس نے لوگوں سے کہا اگر میں مر جاؤں تو عبداللہ بن ضمرۃ انصاری لشکر کے دائیں حصہ کا سردار ہوگا۔ اور امیر ہوگا۔ اور اگر وہ بھی مر جائے تو لشکر کے بائیں حصہ کا سردار امیر مسعر بن ابی مسعر ہوگا۔ اور ورقاء بن خالد اسدی سواروں کا امیر تھا۔ اور ۶۶ھ کے یوم عرفہ کی صبح روشن ہو جانے کی وقت کا واقعہ ہے۔ پس انھوں نے اور شامیوں نے آپس میں سخت جنگ کی، اور دونوں کے لشکر کے بائیں اور دائیں طرف والے لوگ پریشان ہو گئے، پھر ورقاء نے سواروں پر حملہ کر کے، انھیں شکست دی اور شامی فرار ہو گئے، اور ان کا امیر ربیعہ بن مخارق قتل ہو گیا۔ اور شامیوں کی فوج میں جو کچھ بھی موجود تھا، مختار نے جمع کر لیا، اور ان کے فرار شدہ لوگ واپس آ کر دوسرے امیر عبداللہ بن جملہ سے ملاقات کی، تو انھوں نے پھر پوچھا تمھارا کیا حال ہے۔ انھوں نے اسے بتایا تو وہ ان کے ساتھ واپس چلا گیا، اور ان کو لے کر یزید بن انس کے پاس گیا، اور عشاء کو ان کے پاس پہنچا، تو لوگوں نے ایک دوسرے کو روکتے ہوئے رات گزاری اور جب صبح ہوئی، تو وہ اپنے پروگرام کے مطابق ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے، اور واقعہ ۶۶ھ کی عیدالاضحیٰ کا واقعہ ہے۔

پس انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے شدید جنگ کی اور مختار کی فوج نے شامیوں کی فوج کو شکست دی اور انھوں نے ان کے امیر عبداللہ بن حملہ کو قتل کر دیا، اور جو کچھ ان کے فوجی ٹھکانے میں تھا سب کو جمع کر لیا۔ اور ان میں تین سو آدمیوں کو قیدی بنا لیا، اور انھیں یزید بن انس کے پاس لے آئے، اس وقت وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا، اس نے انھیں قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا، اور یزید بن انس اسی دن فوت ہو گیا، اور اس کے نائب ورقاء بن عامر نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اسے دفن کیا، اور اس کے ساتھی شرمندہ ہو گئے، اور چوری چھپے کوفہ کی طرف واپس جانے لگے، تو ورقاء نے انھیں کہا، اے لوگو تمھاری کیا رائے ہے، مجھے خبر ملی ہے کہ ابن زیادہ شام سے ۸۰ ہزار فوج لے کر آیا ہے، اور میں ان کے ساتھ لڑنے کی تم میں طاقت نہیں پاتا، اور ہمارا امیر بھی ہلاک ہو چکا ہے، اور فوج میں سے ہمارے ساتھیوں کا ایک حصہ بھی الگ ہو گیا ہے، پس اگر ہم اپنے ملک واپس لوٹ جائیں اور یہ اظہار کریں کہ ہم اپنے امیر کے غم کی وجہ سے واپس آ گئے ہیں، تو یہ بات ہمارے لیے اس سے بہتر ہے، ہم ان سے جنگ کریں، اور وہ ہمیں شکست دیں، اور ہم شکست کھا کر واپس جائیں پس سرداروں نے اس سے بات میں اتفاق کیا، اور وہ کوفہ کی طرف چلے گئے، اور جب کوفہ والوں کو ان کی خبر پہنچی نیز یہ کہ یزید بن انس ہلاک ہو چکا ہے، تو کوفہ والوں نے مختار کے متعلق جھوٹی خبر اڑا دی، اور کہنے لگے کہ یزید بن انس میدان کارزار میں قتل ہوا ہے اور اس کی فوج نے شکست کھائی ہے، اور عنقریب ابن زیاد تمھارے پاس آ کر تمھاری جڑیں اکھاڑ پھینکے گا، اور تمھارے سبزے سے نفرت کرے گا، پھر انھوں نے مختار کے خلاف نکلنے کا اتفاق کر لیا، اور کہنے لگے کہ وہ کذاب ہے، اور انھوں نے اس کے ساتھ جنگ کرنے اور اسے اپنے درمیان سے نکال باہر کرنے پر اتفاق کر لیا، اور انھوں نے یقین کر لیا کہ وہ کذاب ہے، اور کہنے لگے کہ اس نے ہمارے معزز سرداروں پر ہمارے حوالی کو مقدم کیا ہے، اور اس کا خیال ہے کہ حضرت ابن حنفیہ نے اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کا حکم دیا ہے، حالانکہ انھوں نے اسے کوئی حکم نہیں دیا، اور وہ ان پر سفید جھوٹ باندھتا ہے، اور اس کے خلاف نکلنے کا انتظار کرو کہ ابراہیم بن اشتر کوفہ سے نکلے، بلاشبہ مختار نے اسے سات ہزار فوج کے ساتھ ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا ہے، پس جب ابن اشتر باہر نکلا، تو وہ معزز سردار جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کی فوج میں شامل تھے شبث بن ربعی کے گھر میں جمع ہو گئے، اور انھوں نے مختار کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کیا، پھر ہر قبیلہ اپنے امیر کے ساتھ اٹھ کر کوفہ کے اردگرد کسی جانب چلا گیا، اور انھوں نے صدر ہاؤس کا ارادہ کیا، اور مختار نے عمرو بن توبہ کو قاصد بنا کر

ابراہیم بن اشتر کے پاس بھیجا کہ وہ جلد اس کے پاس واپس آجائے، اور مختار نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ انھیں کہے تم کیوں ناراض ہو میں تمھارے سب مطالبات کو مانتا ہوں، وہ صرف ابراہیم بن اشتر کے آنے تک انھیں اپنے ساتھ جنگ کرنے سے روکنا چاہتا تھا، اور اس نے کہا کہ اگر تم محمد بن حنفیہ کے حکم کے بارے میں میری تصدیق نہیں کرتے تو تم اپنی طرف سے اور میں اپنی طرف سے آدمی بھیجتا ہوں جو ان سے ان کے متعلق دریافت کرے گا اور وہ مسلسل ٹال مٹول کرتا حتیٰ کہ تین دن بعد ابن اشتر آگیا پس وہ اور لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے، پس مختار یمن والوں کا ضامن ہو گیا، اور ابن اشتر مصر کا ضامن ہو گیا اور ان کا امیر شبث بن ربعی تھا۔ اور یہ سب مختار کے مشورہ سے ہوا۔ حتیٰ کہ ابن اشتر یمنی قوم کے جنگ کرنے کا ذمہ دار نہ ہوا وہ ان سے شفقت کرتا تھا۔ اور مختار ان پر سختی کرتا تھا۔ پھر لوگوں نے کوفہ کے اطراف میں شدید جنگ کی، اور فریقین کے مقتول بہت ہو گئے اور ایسے جنگی حالات ہوئے جن کا احاطہ طوالت کا باعث ہوگا اور معزز لوگوں کی ایک جماعت قتل ہو گئی۔ جس میں عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کندی اور اس کی قوم کے سات (۷۸۰) موالی آدمی شامل تھے اور مضر میں سے چودہ پندرہ آدمی ہوئے اور یہ دن ''جبانۃ السبیع'' کے نام سے مشہور ہے اور یہ ۲۴ ذوالحجہ ۶۶ ھ بدھ کا دن تھا۔ پھر مختار کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور اس نے ان میں سے پانچ سو (۵۰۰) آدمی قیدی بنائے، انہیں اس کے سامنے پیش کیا گیا، تو اس نے کہا ان میں سے جو شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا اسے قتل کر دو۔ تو ان میں سے دوسو چالیس (۲۴۰) آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھیوں نے ان میں سے ان آدمیوں کو قتل کیا جو مختار کے حکم کے بغیر انہیں تکلیف دیتے تھے اور ان سے بدسلوکی کرتے تھے۔ پھر باقی ماندہ لوگوں کو آزاد کر دیا۔ اور عمرو بن الحجاج زبیدی بھاگ گیا، اور وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں شامل تھا، معلوم نہیں کہ وہ کس علاقے میں چلا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے دستے کے امیر شمر بن ذی الجوشن کا قتل

اور کوفہ کے معزز سردار مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ بھاگ گئے، ان بھگوڑوں میں شمر بن ذی الجوشن بھی تھا اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔ مختار نے اس کے پیچھے اپنے غلام زربی کو بھیجا اور جب وہ اس کے قریب آیا تو شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم آگے بڑھو، اور مجھے تم اپنے پیچھے اس طرح چھوڑ کر بھاگے ہو کہ اس موٹے عجمی کافر نے میرا لالچ کیا ہے پس وہ چلے گئے اور شمر پیچھے رہ گیا، تو زربی اس کے پاس آگیا تو شمر نے پلٹ کر اس پر حملہ کیا اور اس کی کمر توڑ دی، اور اسے قتل کر دیا، اور شمر چلتا بنا اور اسے چھوڑ دیا اور اس نے مصعب بن زبیر کو خط لکھا، اور اسے اپنی آمد کے متعلق آگاہ کیا اور اس معرکے میں جو لوگ بھی بھاگے وہ مصعب کی طرف بصرہ کو بھاگے، اور شمر نے اس بستی کے ایک کافر کے ہاتھ خط لکھا جس کے پاس وہ ٹھہرا ہوا تھا، اور اس کا نام کلبانیہ تھا، اور وہ بستی اس نہر کے پاس تھی جو وہاں ایک ٹیلے کے پہلو میں تھی، وہ کافر گیا تو اسے ایک اور کافر ملا، اس نے اس سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو، اس نے کہا مصعب کے پاس اس نے پوچھا کس کی طرف سے اس نے کہا شمر کی طرف سے اس نے کہا میرے ساتھ میرے آقا کے ہاں چلو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا آقا ابوعمرۃ ہے جو مختار کے باڈی گارڈوں کا امیر ہے اور وہ شمر کی تلاش میں ہے کافر نے اسے اس کی جگہ بتائی۔ تو ابوعمرۃ نے اس کا ارادہ کیا، اور شمر کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اس مکان سے منتقل ہو جائے۔ تو اس نے کہا یہ سب کذاب کے نولے ہیں قسم بخدا میں یہاں سے تین دن تک کوچ نہیں کروں گا تاکہ میں ان کے دلوں کو رعب سے بھر دوں، اور جب رات ہوئی تو ابوعمرۃ نے سواروں کے ساتھ ان پر اچانک حملہ کر دیا، اور انہیں سوار ہونے اور ہتھیار پہننے سے پہلے پکڑ لیا اور شمر بن ذی الجوشن نے ان پر حملہ کر دیا، اور اس نے ننگی حالت میں ان سے نیزہ زنی کی پھر اس نے اپنے خیمے میں داخل ہو کر اس سے تلوار نکالی اور وہ کہہ رہا تھا تم نے جھاڑی کے بہادر شیر کو جگا دیا ہے جس کا چہرہ بدمزاج ہے اور وہ کندھے کو توڑ دیتا ہے کسی دن اس کو دشمن سے پیچھے ہٹتے نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ جنگ کرتے ہوئے اس پر حملہ ہو یا وہ جنگ کر رہا ہو وہ انہیں شمشیر زنی سے بے چین کر دیتا ہے اور نیزے کے پھل کو سیراب کر دیتا ہے پھر وہ مسلسل اپنی حفاظت میں لڑتا رہا حتیٰ کہ قتل ہو گیا اور جب اس کے ساتھیوں کا قول اللہ اکبر قتل الخبیث

(اللہ اکبر خبیث قتل ہوگیا) سنا تو وہ سمجھ گئے کہ وہ قتل ہوگیا ہے اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔

ابومخنف نے بحوالہ یونس بن ابی اسحٰق بیان کیا ہے کہ جب مختار جبانۃ السبیع سے باہر نکلا اور جنگ سے واپسی پر محل کی طرف آیا تو سراقہ بن مرداس جو قیدیوں میں شامل تھا، نے اسے اپنی بلند آواز سے پکارا:

اے معد کے بہترین شخص مجھ پر احسان کر جو ساحل پر اترنے والے اور فوج سے بہتر ہے اور تلبیہ کہنے والے روزہ رکھنے والے اور سجدہ کرنے والے سے بہتر ہے راوی کا بیان ہے اس نے جیل میں کو پیغام بھیجا کہ اسے رات کو باندھ دو، اور کل کو آزاد کر دو اور وہ مختار کی طرف یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا ہے۔

ابواسحٰق کو اطلاع دو کہ ہم پر جو چھلانگ لگانا واجب تھی ہم نے لگادی ہے ہم نکلے تو ہم کمزوروں کو کچھ نہ سمجھتے تھے، اور ہمارا نکلنا تکبر اور عیب تھا ہم انہیں میدان جنگ میں کم خیال سمجھتے تھے، اور جب ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو وہ ٹیلوں کی طرح تھے جب ہم نے انہیں دیکھا تو ہم مقابلہ کو نکلے اور ہم نے دشمن کو دیکھا تو وہ بھی ہمارے مقابلہ میں نکل آیا ہے اور ہم نے ان سے تلواریں ٹکرائیں، ہلاکت اور صحیح نیزہ زنی دیکھی حتیٰ کہ ہم پلٹ آئے تو نے ہر روز ہر ٹیلے پر اپنے دشمن پر فتح پائی ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دیتا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ کو بدر کے دن فتح ہوئی۔ اور شعب کے روز جب وہ حنین کی طرف گئے جب تو بادشاہ بنے تو نرمی اختیار کرنا اور اگر ہم بادشاہ بنتے تو ہم فیصلوں میں ظلم وزیادتی کرتے میری توبہ کو قبول کر اور جب تو معافی کو دین بنائے گا تو میں شکریہ ادا کروں۔

اور سراقہ بن مرداس قسمیں کھانے لگا کہ اس نے زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر فرشتوں کو دیکھا ہے اور ان میں سے ایک فرشتے نے اسے قید کرلیا ہے مختار نے اسے حکم دیا کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ بات بتائیں، اس نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ بات بتائی، اور جب وہ منبر پر سے اترا تو مختار نے اس سے تنہائی میں ملاقات کی، اور اسے کہا مجھے معلوم ہے کہ تو نے فرشتوں کو نہیں دیکھا۔ اور تیری اس بات کا مقصد یہ تھا۔ کہ میں تجھے قتل نہ کروں۔ اور میں تجھے قتل نہیں کروں گا تو جہاں چاہے چلا جا تاکہ تو میرے ساتھیوں کو خراب نہ کرے پس سراقہ مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ چلا گیا، اور کہنے لگا

ابواسحٰق کو اطلاع دے دو کہ میں نے چتکبرے سیاہ اور یک رنگ گھوڑوں کو دیکھا ہے میں نے تمہاری وحی سے انکار کیا ہے اور میں نے نذر مانی موت تک تم سے جنگ کرنا مجھ پر لازم ہے میری دونوں آنکھوں نے وہ کچھ دیکھا ہے جو تم دونوں نے نہیں دیکھا ہم دونوں چھوٹے راستوں کے جاننے والے ہیں جب وہ کہیں گے تو میں انہیں کہوں گا تم جھوٹ بولتے ہو اور اگر باہر نکلے تو میں ان کے لئے اپنا ہتھیار پہن لوں گا، مؤرخین کا بیان ہے کہ پھر مختار نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا اور انہیں اپنے اس خطبے میں ان قاتلین حسین کے خلاف ابھارا جو کوفہ میں مقیم تھے وہ کہنے لگے ہمارا کیا گناہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیں جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے اور وہ دنیا میں ان کے ساتھ چل پھر رہے ہیں۔ آل محمد ﷺ کے مددگار بہت برے ہیں تب تو میں کذاب ہوں جیسے تم نے میرا نام رکھا ہے میں ان کے خلاف اللہ سے مدد مانگتا ہوں اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے انہیں مارنے والی تلوار اور نیزہ بنایا ہے اور ان کے بدلے کا طالب اور ان کے حق کا قائم کرنے والا بنایا ہے اور اللہ پر واجب ہے کہ وہ آپ کے قاتلین کو قتل کرے اور جو ان کے حق کو ضائع کرے اسے ذلیل کرے پس ان کے نام لو اور ان کے پیچھے چلو۔ حتیٰ کہ ان کو قتل کر دو جب تک میں ان سے زمین کو پاک نہ کرلوں، اور انہیں شہر سے جلاوطن نہ کردوں مجھے کھانا پینا اچھا نہیں لگے گا۔ پھر کوفہ میں جو لوگ تھے وہ ان کو تلاش کرنے لگے وہ انہیں لاکر اس کے سامنے کھڑا کرتے تو وہ ان کے افعال کے مطابق انہیں ہر قسم کے قتل کے طریقے کے مطابق قتل کرنے کا حکم دیتا، ان میں بعض لوگوں کو اس نے آگ سے جلایا۔ اور بعض کے بعض اعضاء کو کاٹ کر چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے اور بعض کو تیروں سے۔ مارا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ وہ مالک بن بشر کو اس کے پاس لائے، تو مختار نے اسے کہا تو نے حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اتاری تھی۔ اس نے کہا ہم بادل نخواستہ نکلے تھے۔ ہم پر احسان کر اس نے کہا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو انہوں نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ پھر انہوں نے تڑپتے چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ اور اس نے عبداللہ بن اسید الجہنی وغیرہ کو بری طرح قتل کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے والے خولی بن یزید کا قتل ...... مختار نے اپنے باڈی گارڈوں کے امیر ابوعمرۃ کو اس کی طرف بھیجا، اس نے اس کے گھر پر حملہ کیا، تو اس کی بیوی باہر آئی انہوں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگی مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہیں، اور اپنے ہاتھ سے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ روپوش تھا اور وہ اس رات سے اس سے نفرت کرتی تھی جس رات وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اس کے پاس لایا تھا۔ اور وہ اسے اس بات پر ملامت کرتی تھی۔ اس کا نام العبوق بنت مالک بن نہار بن عقرب الحضرمی تھا وہ مکان میں گئے تو انہوں نے اسے دیکھا کہ اس نے اپنے سر پر ٹوکرا رکھا ہوا ہے۔ وہ اسے اٹھا کر مختار کے پاس لے گئے۔

تو اس نے اس کے گھر کے قریب اسے قتل کرنے اور اس کے بعد اسے جلا دینے کا حکم دیا۔

اور مختار نے حکیم بن فضیل السنبسی کی طرف آدمی بھیجے اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کے دن عباس بن علی بن ابی طالب کے کپڑے اتارے تھے اسے پکڑا گیا تو اس کے خاندان عدی بن حاتم کے پاس گئے، وہ مختار کے پاس سفارش کرنے گئے۔ اور جن لوگوں نے اسے پکڑا تھا وہ ڈرے کہ حضرت عدی ان سے پہلے سفارش کرنے کے لئے مختار کے پاس پہنچ جائیں گے تو انہوں نے حکیم کو مختار کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا حضرت عدی نے جا کر اس کی سفارش کی، تو اس نے آپ کی سفارش قبول کر لی۔ اور جب وہ واپس آئے تو انہوں نے اسے قتل کر دیا تھا حضرت عدی نے ان کو برا بھلا کہا اور ان پر ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مختار کا احسان ان کے گلے میں تھا، اور مختار نے یزید بن مختار کی طرف آدمی بھیجے اس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا تھا جب تلاش کرنے والوں نے اس کے گھر کا گھیراؤ کیا تو اس نے باہر نکل کر ان سے جنگ کی اور انہوں نے اسے تیر اور پتھر مارے حتیٰ کہ وہ گر گیا پھر انہوں نے اسے جلا دیا حالانکہ اس میں تھوڑی سی زندگی موجود تھی، اور مختار نے سنان بن انس کو تلاش کیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا دعویدار تھا۔ تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ بصرہ یا جزیرہ کی طرف بھاگ گیا ہے تو انہوں نے اس کا گھر گرا دیا اور محمد بن اشعث بن قیس بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو مصعب کے پاس بھاگ آیا تھا مختار نے اس کے گھر گرانے کا حکم دے دیا اور یہ کہ وہاں حجر بن عدی کا گھر تعمیر کیا جائے جسے زیاد نے گرا دیا تھا۔

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کے امیر عمر بن سعد بن ابی وقاص کا قتل ...... واقدی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا ایک غلام آیا اور اس کا خون اس کی ایڑیوں پر بہہ رہا تھا حضرت سعد نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے اس نے کہا آپ کے بیٹے عمر نے، حضرت سعد نے فرمایا اسے قتل کر دو اور اس کا خون بہاؤ حضرت سعد مستجاب الدعوات تھے جب مختار نے کوفہ کے خلاف خروج کیا تو عمر بن سعد نے عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ سے پناہ طلب کی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رشتہ داری کی وجہ سے مختار کا دوست تھا۔ وہ مختار کے پاس آیا اور اس نے اس سے عمر کے لئے امان لے لی جس کا مضمون یہ تھا کہ وہ جب تک اطاعت کرے گا اور اپنے گھر اور اپنے شہر میں رہے گا وہ اپنے نفس اہل اور مال کے متعلق محفوظ ہوگا جب تک وہ کوئی واقعہ نہ کرے اور مختار کا مقصد یہ تھا کہ جب تک وہ پیشاب پاخانے کو نہ آئے، جب عمر بن سعد کو اطلاع ملی کہ مختار اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو وہ رات کو اپنے گھر سے نکلا اور وہ مصعب یا عبیداللہ بن زیاد کی طرف سفر کرنا چاہتا تھا مختار کو اس کے ایک غلام نے یہ بات پہنچا دی تو مختار نے کہا اس سے بڑا واقعہ کیا ہو سکتا ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ اس کے غلام نے اسے یہ بات کہی۔ تو اس نے اسے کہا تو اپنے گھر اور قیام گاہ سے باہر نکلتا ہے واپس چلا جا تو وہ واپس چلا گیا۔ اور جب صبح ہوئی تو اس نے مختار کو پیغام بھیجا کہ کیا تو اپنی امان پر قائم ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ وہ مختار کے پاس اس بات کو معلوم کرنے کے لئے آیا تو مختار نے اسے کہا بیٹھ جا اور بعض کا قول ہے کہ اس نے عبداللہ بن جعدہ کو مختار کے پاس بھیجا کہ اس سے پوچھا کہ کیا تو اس امان پر قائم ہے جو تو نے اسے دی ہے؟ تو مختار نے اسے کہا بیٹھ جا اور جب وہ بیٹھ گیا تو مختار نے اپنے باڈی گارڈوں کے افسر کو کہا جاؤ اور اس کا سر میرے پاس لاؤ، تو اس نے جا کر اسے قتل کر دیا اور اس کے پاس اس کا سر لے آیا اور ایک روایت میں ہے کہ مختار نے ایک رات کہا کہ میں کل بڑے بڑے قدموں والے دھنسی ہوئی آنکھوں والے اور ابھرے ہوئے ابروؤں والے شخص کو ضرور قتل کروں گا جس کے قتل سے مومنین اور ملائکہ مقربین خوش ہوں گے۔

اورالہیثم بن الاسود بھی موجود تھا۔اس کے دل میں خیال آیا کہ اس کا مقصد عمر بن سعد ہے اس نے اپنے بیٹے العریان کو اس کے پاس بھیجا اور اس نے اس کو ہوشیار کردیا۔اس نے کہا اس نے مجھے عہد و معاہدے دیئے ہیں ان کے بعد یہ بات کیسے ہوگی اور مختار جب کوفہ آیا تو شروع شروع میں اس نے وہاں کے رہائشیوں سے بڑا اچھا سلوک کیا۔

عمر بن سعد کو امان کا اجازت نامہ دے دیا سوائے اس کے کہ وہ کوئی واقعہ کرے ابومخنف کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر الباقر بیان کیا کرتے تھے کہ مختار کا مقصد یہ تھا کہ سوائے اس کے کہ وہ بیت الخلاء میں داخل ہو اور اس میں بے وضو ہو جائے پھر اس طرح عمر بن سعد بے قرار ہو گیا پھر ایک محلے سے دوسرے محلے کی طرف منتقل ہونے لگا۔پھر وہ اپنے گھر لوٹ آیا اور مختار کو بھی اس کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی خبر ہوگئی تو اس نے کہا ہرگز نہیں قسم بخدا اس کی گردن میں ایک زنجیر ہے جو اسے منہ کے بل گرادے گی۔اگر وہ اڑ بھی جائے تب بھی میں اس سے حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لوں گا اور اس کا پاؤں پکڑ لوں گا، پھر اس نے ابوعمرۃ کو اس کی طرف بھیجا تو اس نے اس سے بھاگنا چاہا۔تو وہ خود اپنی تیزی میں گر پڑا، تو ابوعمرۃ نے تلوار مار کر اسے قتل کردیا۔اور اپنی قباء کے نچلے حصے میں اس کے سر کو لا کر مختار کے سامنے رکھ دیا۔تو مختار نے اس کے بیٹے حفص سے کہا جو مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کیا تو اس سر کو پہچانتا ہے تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہنے لگا ہاں لیکن اس کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں، اس نے کہا تو نے درست کہا ہے پھر اس کے حکم سے اسے قتل کردیا گیا۔اور اس کے سر کو اس کے باپ کے ساتھ رکھا گیا۔پھر مختار نے کہا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں اور یہ علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں قتل ہوا ہے اور یہ برابر کا قتل نہیں اور قسم بخدا اگر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں تین چوتھائی قریش کو قتل کردوں، تو وہ آپ کی ایک انگلی کے حق کو بھی پورا نہ کریں پھر مختار نے ان دونوں کے سر کو حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیا، اور اس نے اس بارے میں آپ کو ایک خط لکھا۔

مختار بن ابی عبید کی جانب سے محمد بن علی کی طرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے مہدی آپ پر سلامتی ہو۔میں آپ کے ساتھ مل کر اس خدا کا شکر یہ ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے دشمنوں پر عذاب بنا کر بھیجا ہے۔ان میں سے کوئی مقتول ہے کوئی قیدی ہے کوئی جلاوطن ہے کوئی بھگوڑا ہے اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کے قاتل کو قتل کیا ہے اور آپ کے مددگار کی مدد کی ہے میں نے عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کا سر آپ کی طرف بھیجا ہے اور ہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کے خون میں شریک ہونے والے ہر اس شخص کو قتل کردیا ہے جس پر ہم نے قابو پایا ہے اور باقی بچے ہوئے لوگ اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر پائیں گے۔اور میں بھی ان سے رکنے والا نہیں حتیٰ کہ مجھے اطلاع مل جائے کہ ان میں سے ایک بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہا۔اے مہدی مجھے اپنی رائے لکھیے کہ میں اس کی پیروی کروں۔اور اس پر قائم ہو جاؤں اے مہدی آپ پر سلام ہو اور اس کی رحمت و برکت ہو۔

ابن جریر نے حضرت محمد بن حنفیہ کے اسے جواب دینے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس نے اس فعل کو بڑی شرح و تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کے کلام سے آپ کے بارے میں اس کے غم کی قوت اور اس کا اشتیاق واضح ہوتا ہے اس لئے اس نے ابومخنف لوط بن یحییٰ کی روایات کے بیان میں بڑی وسعت سے کام لیا ہے اور وہ خود بھی اس سے روایت کرنے والوں میں شامل ہے بالخصوص تشیع کے باب میں اور یہ مقام شیعہ حضرات کے لئے بڑی دلچسپی کا ہے کیونکہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے خاندان کے قاتلین سے بدلہ اور انتقام لینے کا ذکر ہے بلاشبہ آپ کے قاتلین کا قتل ضروری تھا اور اس کی طرف پیش رفت کرنا غنیمت تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مختار کذاب کے ہاتھ پر مقدر کیا تھا جو اپنی طرف وحی کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بالضرور اس دین کی مدد فاجر شخص سے کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب میں

جو کاتبوں کی تحریر کردہ کتابوں سے افضل ہے فرمایا ہے اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کے برے اعمال کی وجہ سے ان کے پیچھے لگا دیتے ہیں اور ایک شاعر نے کہا ہے؟

اور ہر ہاتھ کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے اور ہر ظالم کو عنقریب ظالم سے واسطہ پڑے گا۔

اور عنقریب مختار کے حالات میں ایسی باتیں آئیں گی جو اس کے جھوٹ اور بات گھڑنے پر دلالت کریں گی۔ اور اس نے اہل بیت کی مدد کا جو دعویٰ کیا ہے اصل میں یہ ایک پردہ ہے جس میں وہ اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھا تاکہ کوفہ میں رہنے والے شیعوں میں سے برے لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں تاکہ وہ ان کے لئے حکومت قائم کرے اور اپنے مخالفین پر حملے کرے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اس شخص کو مسلط کر دیا جس نے اسے سزا دی اور یہ وہی جھوٹا ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء بنت الصدیق کی حدیث میں فرمایا ہے کہ بلاشبہ عنقریب ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک بربادی افگن ہوگا اور یہی وہ جھوٹا ہے جو شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور بربادی افگن حجاج بن یوسف ثقفی ہے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے کوفہ کا امیر بنا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا، اور حجاج اس کے الٹ تھا۔ وہ بہادر ظالم ناصبی تھا لیکن اس طبقہ میں کوئی دین اسلام اور دعوت نبوت پر نہ تھا اور یہ کہ اس کے پاس بلند تر جاننے والے کی طرف سے وحی آتی ہے ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال مختار نے المثنیٰ بن مخرمۃ العبدی کو بصرہ بھیجا کہ وہ وہاں کے باشندوں کو جتنا ہو سکے اس کی طرف دعوت دے پس وہ کوفہ میں داخل ہوا۔ اور وہاں اس نے ایک مسجد تعمیر کی جس میں اس کے پاس اس کی قوم کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ پس وہ انہیں مختار کی طرف دعوت دینے لگا پھر الودق شہر میں آیا۔ اور اس کے پاس اس نے پڑاؤ ڈال دیا تو حارث بن عبداللہ بن ربیعہ القباع جو مصعب کی معزولی سے پہلے بصرہ کا امیر تھا نے پولیس کے امیر عباد بن الحصین کے ساتھ اس کی طرف فوج روانہ کی۔ تو انہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی، اور اس سے شہر چھین لیا، اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ اور بنو عبدالقیس ان کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو اس نے ان کی طرف بھی فوج روانہ کی اور انہوں نے اس کی طرف فوج بھیجی تو اس نے احنف بن قیس اور عمرو بن عبدالرحمٰن مخزومی کو لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے بھیجا اور مالک بن مسمع نے ان دونوں کی مدد کی تو لوگ ایک دوسرے سے رک گئے۔

اور وہ ایک چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ شکست خوردہ اور مغلوب اور مسلوب ہو کر مختار کے پاس واپس آ گیا۔ اور اس نے احنف وغیرہ امراء کے ذریعہ ہونے والی صلح کے متعلق مختار کو بتایا اور مختار نے ان کے بارے میں لالچ کی اور ان سے خط و کتابت کی کہ وہ اس کے معاملے میں شامل ہو جائیں اور اس نے جو احنف بن قیس کو خط لکھا وہ یہ تھا مختار کی جانب سے احنف بن قیس کی طرف اور ان کی طرف جو اس کے امراء میں سے ہیں کیا تم مصالحت میں ہو، امابعد! مضر میں سے بنی ربیعہ کے لئے ہلاکت ہو بلاشبہ احنف بن قیس اپنی قوم کو دوزخ میں داخل کر رہا ہے جہاں سے وہ واپسی کی سکت نہیں رکھتے اور بے شک میں تمہارے لئے اختیار نہیں رکھتا ہر اس چیز میں جو قضاء وقدر میں لکھی جا چکی ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے میرا نام کذاب رکھا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی ہے اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ابوالسائب مسلم بن جنادۃ نے مجھے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم کو حسن بن حماد نے حماد بن علی سے بیان کیا اور وہ مجالد سے اور وہ شعبی سے بیان کرتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ میں ایک دفعہ بصرہ گیا وہاں ایک ایسے حلقے میں جا کر بیٹھ گیا جس میں احنف بن قیس بیٹھے ہوئے تھے تو قوم میں سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ تو کن لوگوں میں سے ہے تو میں نے جواب دیا کہ اہل کوفہ میں سے ہوں پس اس نے کہا تم ہمارے غلام ہو میں نے کہا وہ کیسے۔ اس نے کہا کہ ہم نے تم کو تمہارے غلاموں کے ہاتھ سے مختار کے ساتھیوں سے بچایا ہے میں نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمدان کے شیخ نے ہمارے اور تمہارے متعلق کیا کہا پس احنف نے کہا کیا کہا میں نے جواب دیا کہ اس نے کہا۔

کیا تمہیں اس بات پر فخر ہے کہ تم نے ایک عباد تنگوار کو قتل کر دیا اور ایک مرتبہ آل عدل کو ہزیمت سے دوچار کیا جب تم ہمارے ساتھ فخر میں مقابلہ کرتے ہو تو یاد کرو جنگ جمل کے دن ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ کچھ بوڑھے رنگین داڑھیوں والے اور کچھ نوجوان جو کمزور پڑ چکے تھے۔ وہ جنگی لباس میں ڈگمگا رہے تھے اور ہم نے ناشتہ کے وقت انہیں اونٹ کی طرح ذبح کیا ہم نے تمہیں معاف کر دیا اور تم نے ہمارے عفو کو بھلا دیا، اور تم نے اللہ کی بہت بڑی نعمت کی ناشکری کی، اور تم نے حضرت حسین کے بدلے میں ان کے بہت سے لوگ بری طرح قتل کر دیئے۔

راوی کا بیان ہے کہ احنف نے غصہ میں آ کر کہا اے غلام! میرے پاس وہ خط لاؤ پس جب خط لایا گیا تو اس میں تھا۔

مختار بن ابی عبید کی جانب سے احنف بن قیس کی طرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد، مضر میں سے بنی ربیعہ کے لئے ہلاکت ہو بلاشبہ احنف اپنی قوم کو دوزخ میں داخل کر رہا ہے جہاں سے وہ واپسی کی سکت نہیں رکھتے۔ اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھے جھٹلاتے ہو پس اگر مجھے جھٹلایا گیا تو مجھ سے پہلے رسول کو بھی جھٹلایا گیا ہے اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں پھر احنف نے کہا یہ ہم میں سے یا تم میں سے ہے۔

جب مختار کو معلوم ہو گیا کہ حضرت ابن زبیر ان سے غافل نہیں اور عبدالملک کی طرف سے ابن زیاد کے ساتھ بہت بڑی شامی فوج جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی طرف آ رہی ہے تو وہ حضرت ابن زبیر سے نرمی کرنے لگا اور آپ کو دھوکہ دینے لگا اور اس نے آپ کی طرف لکھا۔ میں نے آپ کی بات سننے اور اطاعت کرنے اور آپ کی خیرخواہی کرنے پر آپ کی بیعت کی ہے اور جب میں نے دیکھا کہ آپ نے مجھ سے اعراض کر لیا ہے تو میں آپ سے دور ہو گیا اور اگر آپ اس عہد پر قائم ہیں جو میں نے آپ سے لیا ہے تو میں آپ کی بھی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر قائم ہوں۔ اور مختار شیعوں سے اس بات کو مکمل طور پر چھپاتا تھا۔ اور جب کوئی شخص اس میں سے کسی بات کا ذکر اس سے کرتا تو وہ ان کے سامنے یہ اظہار کرتا کہ وہ اس بات سے سب لوگوں سے بہت دور ہے جب اس کا خط حضرت ابن زبیر کو ملا تو آپ نے معلوم کرنا چاہا کہ کیا یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے سو آپ نے عمر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی کو بلایا اور اسے کہا کوفہ کی تیاری کرو میں نے تم کو اس کا امیر بنا دیا ہے اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہاں مختار موجود ہے؟ آپ نے کہا اس کا خیال ہے کہ وہ ہماری بات سننے والا اور اطاعت کرنے والا ہے اور آپ نے تقریباً چالیس ہزار درہم اسے تیاری کے لئے دیئے۔ پس وہ چلا گیا اور ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اسے مختار کی جانب سے زائدہ بن قدامہ پانچ ہزار زرہ پہنے ہوئے سواروں کے ساتھ ملا اور اس کے پاس ستر ہزار روپیہ بھی تھا۔ اور مختار نے اسے حکم دے کر کہا۔ اسے مال دینا اگر وہ واپس چلا جائے تو فبہا، ورنہ جوانوں کی آمد و رفت کرانا، اور اس سے جنگ کرنا۔ حتیٰ کہ وہ واپس چلا جائے پس جب عمر بن عبدالرحمٰن نے دولت کو دیکھا۔ تو اس نے مال کو لے لیا اور بصرہ کی طرف چلا گیا۔ اور وہ اور ابن مطیع وہاں کے امیر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور یہ المثنیٰ بن مخرمہ کے کھڑے ہونے سے پہلے کا واقعہ کا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور مصعب بن زبیر کے بصرہ پہنچنے سے پہلے کی بات ہے۔

اور عبدالملک بن مروان نے اپنے چچازاد عبدالملک بن حارث بن الحکم کو ایک فوج کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ حضرت ابن زبیر کے نائبین سے شہر کو چھین لیں۔ اور مختار نے حضرت ابن زبیر کو لکھا اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو فوجی مدد دوں۔ اور وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ حضرت ابن زبیر نے اسے لکھا۔ اگر تو میری اطاعت پر قائم ہے تو میں اس بات کو ناپسند نہیں کرتا۔ پس وادی القریٰ کی طرف ایک فوج روانہ کر دو تا کہ وہ شامیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ہماری مددگار ہو سو مختار نے تین ہزار آدمی تیار کیے جس کا امیر شرحبیل بن ورس ہمدانی تھا اور ان میں صرف سات سو عرب تھے۔ اور اس نے شرحبیل سے کہا چلتے جاؤ حتیٰ کہ شہر میں داخل ہو جاؤ اور جب تو داخل ہو جائے تو مجھے خط لکھنا حتیٰ کہ میرا حکم تیرے پاس آ جائے اور وہ حضرت ابن زبیر سے شہر کو چھیننا چاہتا تھا اس کے بعد مکہ جا کر حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کرنا چاہتا تھا۔ اور حضرت ابن زبیر کو خطرہ لاحق ہوا کہ مختار نے یہ فوج دھوکہ دینے کے لئے بھیجی ہے تو آپ نے عباس بن سہل بن سعد الساعدی کو دو ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اور اسے حکم دیا کہ وہ قبائلیوں سے مدد طلب کرے، اور انہیں کہا اگر تم انہیں میرا فرمانبردار دیکھو تو ٹھیک، ورنہ ان سے مکر و فریب کرو حتیٰ کہ اللہ انہیں ہلاک کر دے پس عباس بن سہل آیا اور رقیم میں ابن ورس سے ملا اور ابن ورس اپنی فوج میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں نے وہاں ایک پانی پر ملاقات کی تو عباس نے اسے کہا، کیا تم ابن زبیر کی اطاعت میں نہیں ہو۔ اس نے کہا۔ بیشک اس نے کہا آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ہم وادی القریٰ کی طرف جائیں۔ اور وہاں جو شامی موجود ہیں ان سے جنگ کریں ابن ورس نے اسے کہا مجھے تیری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا مجھے مختار نے حکم دیا ہے کہ میں شہر میں داخل ہو جاؤں پھر میں اپنے آقا کو خط لکھوں گا اور وہ مجھے اپنا حکم دے گا پس عباس اس کا مقصد سمجھ گیا۔ اور اس نے اس کے سامنے یہ اظہار نہ کیا کہ وہ اس کا مقصد سمجھ گیا ہے اور اس نے

اسے کہا تمہاری رائے بہتر ہے تمہیں جو معلوم ہوا اس پر عمل کرو۔ پھر عباس اس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اس کی طرف اونٹنیاں بکریاں اور آٹا بھیجا۔ اور انہیں اس کی شدید ضرورت تھی۔ اور بھوک بھی بہت تھی۔ پس وہ انہیں ذبح کرنے اور پکانے لگے اور وہ روٹیاں پکا کر اسی پانی پر کھانے لگے اور جب رات ہوئی تو عباس بن سہل نے ان پر شب خون مارا۔

اور اس نے ان کے امیر اور تقریباً ستر آدمیوں کو قتل کر دیا اور ان میں سے تھوڑے سے آدمی مختار کی طرف اور اپنے شہروں کی طرف ناکام ہو کر واپس آ گئے ابو مخنف کا بیان ہے کہ یوسف نے مجھ سے بیان کیا کہ عباس بن سہل ان کے پاس پہنچا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ میں سہل کا بیٹا ہوں جو بزدل سوار نہیں۔ جب مینڈھے پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو میں حیرت میں ڈال دینے والا بہادر اور آگے بڑھنے والا ہوتا ہوں۔ اور میں جنگ کے دن مشہور بہادر کے سر پر سوار ہو جاتا ہوں حتیٰ کہ وہ بچھڑ جاتا ہے جب مختار کو ان کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا شریر فاجروں نے نیک لوگوں کو قتل کر دیا ہے خبردار رہو یہ ایک فیصلہ شدہ بات اور ایک آنے والا معاملہ تھا۔ پھر اس نے صالح بن مسعود خثعمی کے ہاتھ ایک خط حضرت محمد بن حنفیہ کو لکھا۔ جس میں بیان کیا کہ اس نے آپ کی مدد کے لئے مدینہ کی طرف ایک فوج بھیجی تھی اور حضرت ابن زبیر کی فوج نے اس فوج کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں دوسری فوج کو مدینہ کی طرف بھیج دوں، اور آپ اپنی جانب سے ان کی طرف قاصد بھیجیں پس ایسا کر دیجئے حضرت ابن حنفیہ نے اسے لکھا۔

امابعد۔ مجھے سب امور میں وہ امر زیادہ محبوب ہے، جس میں اللہ کی اطاعت کروں پس تو پوشیدہ اور اعلانیہ امور میں اللہ کی اطاعت کر اور سمجھ لے کہ اگر میں جنگ کا ارادہ کرتا تو میں لوگوں کو جلدی جلدی اپنے پاس آتا ہوا پاتا۔ اور میرے مددگار بہت ہیں لیکن میں ان سے الگ ہوں اور صبر کرتا ہوں حتیٰ کہ وہ اللہ میرا فیصلہ کر دے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور آپ نے صالح بن مسعود سے فرمایا مختار سے کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور خون بہانے سے باز رہے۔ اور جب محمد بن حنفیہ کا خط اسے ملا تو اس نے کہا میں نے نیکی اور آسائش کے جمع کرنے اور کفر و خیانت کو دور کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ابن جریر نے المدائنی اور ابو مخنف کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر نے کوفہ والوں کے سترہ معزز سرداروں کے ساتھ حضرت ابن حنفیہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اور آپ نے انہیں اپنی بیعت کرنے تک محدود و قید کر دیا، اور انہوں نے امت کے متفق علیہ شخص کے سوا بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے انہیں ڈرایا دھمکایا اور زمزم میں انہیں باندھ دیا۔ انہوں نے مختار بن ابی عبیدہ کو مدد کے لئے خط لکھا، اور اسے کہنے لگے کہ حضرت ابن زبیر نے ہمیں قتل کرنے اور آگ میں جلانے کی دھمکی دی ہے پس تم ہمیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کی طرح بے یار و مددگار نہ چھوڑنا۔

پس مختار نے شیعوں کو جمع کر کے انہیں خط سنایا اور کہنے لگا، یہ اہل بیت کا بھلائی چاہنے والا ہے جو تم سے مدد مانگتا ہے اور وہ اس بات کو لے کر لوگوں میں کھڑا ہو گیا ہے اور کہنے لگا، اگر میں ان کی بھرپور مدد نہ کروں۔ اور ان کی طرف سیلاب کی طرح سوار نہ بھیجوں جس کے پیچھے بھی سوار ہوں حتیٰ کہ ابن الکاہلیہ پر ہلاکت نازل ہو جائے تو میں ابو اسحٰق نہیں پھر اس نے ابو عبداللہ الجدلی کو ستر طاقتور سواروں اور ظبیان بن عمر التیمی کو چار سو جوانوں اور ابوالمعتمر کو ایک سو جوانوں اور ہانی بن قیس کو ایک سو جوانوں اور عمیر بن طارق کو چالیس جوانوں کے ساتھ بھیجا اور طفیل بن عامر کے ہاتھ حضرت محمد بن حنفیہ کو آپ کی طرف فوجیں بھیجنے کے لئے خط لکھا، اور ابو عبداللہ الجدلی، ذات عرق میں اترا حتیٰ کہ پچاس سوار اس کے ساتھ آ ملے، پھر وہ ان کو لے کر اعلانیہ طور پر دن کے وقت مسجد حرام میں داخل ہو گیا۔ اور وہ یا ثارات الحسین اے حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو پکار رہے تھے۔ اور حضرت ابن زبیر نے حضرت ابن حنفیہ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے لکڑیاں تیار کر رکھی تھیں کہ اگر وہ ان کی بیعت نہ کریں۔ تو وہ ان سے انہیں جلا دے۔ اور مدت مقررہ میں صرف دو دن باقی تھے پس مختار کے ساتھی، حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس گئے۔ اور انہوں نے آپ کو حضرت ابن زبیر کے قید خانے سے رہا کرا دیا اور کہنے لگے۔ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم حضرت ابن زبیر کے ساتھ جنگ کریں۔ آپ نے فرمایا میں مسجد حرام میں جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ تو حضرت ابن زبیر نے انہیں کہا۔ نہ ہم ہٹتے ہیں نہ تم ہٹو۔ حتیٰ کہ وہ بیعت کر لیں۔ اور تم بھی ان کے ساتھ بیعت کر لینا۔ تو انہوں نے آپ کی بات نہ مانی پھر ان کے بقیہ ساتھی انہیں آ ملے۔ اور وہ حرم کے اندر یا ثارات الحسین (اے حسین کے قاتلو) پکارنے لگے جب حضرت ابن زبیر نے یہ حالت دیکھی تو آپ ان سے ڈر گئے۔ اور ان سے باز رہے پھر انہوں نے حضرت محمد بن حنفیہ کو پکڑ لیا اور حاجیوں سے بہت سامال لے لیا۔ اور ان کو

لے کر شعب علی میں داخل ہو گئے اور چار ہزار آدمی ان کے ہاں جمع ہو گئے اور اس نے ان کے درمیان یہ مال تقسیم کر دیا ابن جریر نے یہ واقعہ ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور اس کی صحت محل نظر و قابل غور ہے واللہ اعلم۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور مدینہ میں آپ کا بھائی مصعب آپ کا نائب تھا۔ اور بصرہ میں آپ کا نائب حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا۔ اور کوفہ میں مختار اور بلاد خراسان میں عبداللہ بن حازم مستولی تھا۔ اور اس نے عبداللہ بن حازم کی جنگوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا بیان طول طلب ہے۔

باب

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال ابراہیم بن اشتر عبداللہ بن زیاد کے پاس گیا یہ ۲۲ ذوالحجہ کا واقعہ ہے اور ابو مخنف نے اپنے مشائخ سے بیان کیا ہے کہ جونہی مختار جبانۃ السبیع اور اہل کناسۃ سے فارغ ہوا۔ اور اس نے دو دن بعد میں اشتر کو اہل شام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیج دیا، سو وہ ۲۲ ذوالحجہ بروز ہفتہ روانہ ہوا۔ اور مختار بھی اسے اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ الوداع کرنے گیا۔ اور مختار کے مقربین بھی اس کے ساتھ گئے اور ان کے ساتھ مختار کی کرسی بھی چتکبرے خچر پر لدی ہوئی تھی۔ تاکہ وہ دشمنوں کے خلاف اس سے مدد طلب کریں اور وہ ننگے پاؤں اس سے دعائیں کر رہے تھے اور مدد مانگ رہے تھے۔ اور عاجزی کر رہے تھے پس مختار اسے تین باتوں کی وصیت کرنے کے بعد واپس آ گیا اس نے کہا اے ابن اشتر اپنی پوشیدہ اور اعلانیہ باتوں میں اللہ سے ڈرنا اور جلدی چلنا اور اپنے دشمن سے جلد جنگ کرنا اور کرسی والے اصحاب مسلسل ابن اشتر کے ساتھ چلتے رہے۔ اور ابن اشتر کہنے لگا۔ اے اللہ ہم میں سے جن بے وقوف لوگوں نے بنی اسرائیل کی سنت کے مطابق کیا ہے اس کا ہم سے بدلہ نہ لینا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ اپنے بچھڑے کے اردگرد چکر لگاتے رہتے تھے۔ اور جب وہ اور اس کے ساتھی پل پار کر گئے تو کرسی والے ساتھی واپس آ گئے۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس کرسی کے بنانے کی وجہ وہ بات تھی جو عبداللہ بن احمد بن شیبویہ نے مجھ سے بیان کی ہے میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ ابن المبارک نے بحوالہ اسحٰق بن یحییٰ بن طلحہ ہم سے بیان کیا کہ معبد بن خالد نے مجھ سے بیان کیا کہ طفیل بن جعدۃ بن ہبیرہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں چاندی کے سکے کا محتاج ہو گیا اسی حالت میں ایک شخص کے دروازے کے پاس سے گذرا جو میرا پڑوسی تھا۔ اس کے پاس ایک کرسی تھی جو بہت میلی کچیلی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس کے متعلق اس سے بات کروں میں نے واپس آ کر اسے پیغام بھیجا کہ کرسی بھیج دو۔ اس نے اسے بھیج دیا میں نے مختار کے پاس آ کر اسے کہا میں نے ایک چیز تجھ سے چھپائے رکھی ہے مجھے خیال آیا ہے کہ میں تجھے وہ بتا دوں۔ اس نے پوچھا وہ کیا چیز ہے میں نے کہا کرسی۔ ہے جس پر جعدۃ بن ہبیرہ بیٹھا کرتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی وراثتی علم ہے اس نے کہا سبحان اللہ، تو نے آج تک کیوں تاخیر کی اسے میرے پاس بھیج دو۔

راوی کا بیان ہے میں اسے لایا اور اسے دھویا تو خوبصورت لکڑی نکل آئی حالانکہ وہ تیل سے چکنی ہو چکی تھی اس نے میرے لئے بارہ ہزار دینار کا حکم دیا۔ پھر لوگوں میں الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کر دیا گیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ مختار نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اور کہا گذشتہ امتوں میں جو کام بھی ہوا ہے اسی طرح اس امت میں بھی ہونے والا ہے بلاشبہ بنی اسرائیل میں ایک تابوت تھا جس سے وہ مدد مانگتے تھے۔ اور یہ کرسی بھی اسی طرح ہے پھر اس کے حکم سے اس سے کپڑے ہٹائے گئے۔ اور سبائیہ نے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ بلند کر کے تین بار تکبیر کہی تو شبث بن ربعی نے کھڑے ہو کر لوگوں کو برا بھلا کہا اور قریب تھا کہ وہ اس تابوت کی تعظیم کرنے والے کی تکفیر کرتا اور اس نے اسے توڑنے اور مسجد سے نکال باہر کرنے اور ہرنیوں کی جگہ پر پھینک دینے کا اشارہ کیا تو لوگوں نے شبث بن ربعی کا شکریہ ادا کیا۔ اور جب کہا گیا کہ یہ عبیداللہ بن زیاد آ گیا ہے، اور مختار نے ابن اشتر کو بھیجا تو اس کے ساتھ اس نے چتکبرے خچر پر کرسی بھی لاد کر بھیجی جسے ریشمی کپڑوں سے ڈھانپا گیا تھا۔ اس کے دائیں طرف بھی سات کپڑے تھے اور جب شامیوں

کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا اور انہوں نے شامیوں پر غلبہ حاصل کیا۔ اور ابن زیاد کو قتل کر دیا۔ تو اس کرسی کی تعظیم میں اضافہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہاں سے کفر تک لے گئے طفیل بن جعدہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور میں اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہوا۔ اور لوگوں نے اس کرسی پر اعتراضات کئے۔ اور وہ بکثرت اس کے عیب بیان کرنے لگے تو اس نے کرسی کو غائب کر دیا حتیٰ کہ اس کے بعد اسے نہیں دیکھا گیا۔

اور ابن الکلبی کا بیان ہے کہ مختار نے آل جعدۃ بن ہبیرہ سے وہ کرسی مانگی جس پر جعدہ بیٹھا کرتا تھا انہوں نے کہا ہمارے پاس وہ چیز نہیں جو امیر کہتا ہے اس نے ان سے اصرار کیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ اگر وہ کوئی کرسی بھی لے آئے وہ اسے قبول کرے گا وہ ایک گھر سے کرسی اٹھا کر اس کے پاس لائے۔ اور کہنے لگے یہ وہی کرسی ہے اور شبام وشاکر اور دیگر مختاری سرداروں نے باہر نکل کر اسے صریر و دیباج پہنایا۔

اور ابو مخنف کا بیان ہے کہ سب سے پہلے موسیٰ بن ابی موسیٰ اشعری نے اس کرسی پر پردے لگائے۔ پھر لوگوں نے اس بارے میں اس پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ اسے حوشب البرسمی کے پاس لے گیا۔ اور وہ اس کا دوست تھا حتیٰ کہ مختار ہلاک ہو گیا۔ اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔ روایت ہے کہ مختار یہ اظہار کرتا تھا کہ اسے معلوم نہیں اس کے ساتھی اس کرسی کی کس وجہ سے تعظیم کرتے ہیں اور اس کرسی کے بارے میں اعشیٰ ہمدان نے کہا ہے پس تمہارے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ تم سبائی ہو اور اے شرک کی پولیس! میں تمہیں جانتا ہوں۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہاری کرسی سکینت والی نہیں ہے اگرچہ اس پر کپڑے پہنائے گئے ہیں۔ اور تابوت کی مانند ہم میں کوئی چیز نہیں خواہ یہ شبام، نہد اور عارف اس کے اردگرد سعی کریں اور میں آل محمد سے محبت کرنے والا شخص ہوں۔ اور میں اس وحی کا پیروکار ہوں جو مصاحف کے اندر ہے اور میں نے عبداللہ کی متابعت کی ہے اس لئے کہ قریش کے سیاہ وسفید بالوں والے اور سخی سردار لگا تار اس کے پاس آئے ہیں۔ اور متوکل لیثی نے کہا ہے ابو اسحٰق کو پیغام پہنچا دو کہ میں تمہاری کرسی کا انکار کرنے والا نہیں ہوں۔ یہ شبام اس کی لکڑیوں کے اردگرد ناچتے ہیں۔ اور شاکر اس کی وحی کو اٹھاتا ہے اس کے اردگرد ان کی آنکھیں سرخ ہوئی ہیں گویا وہ موٹے چنے ہیں میں کہتا ہوں یہ اور اس قسم کی باتیں مختار اور اس کے پیروکاروں کی کم عقلی پر دلالت کرتی ہیں اور اس کی کم علمی کمزوری اور جہالت کی زیادتی اور اس کی بے قوفی اور اپنے پیروکاروں میں باطل کی اشاعت اور حق کو باطل کے ساتھ تشبیہ دینے پر بھی دلالت کرتے ہیں تا کہ وہ کمینے لوگوں کو گمراہ کرے اور جاہل عوام اس کے پاس جمع ہو جائیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال مصر میں سخت طاعون کی وبا پھیلی اور ایک بڑی تعداد ہلاک ہوئی اور اس سال مصر میں عبدالعزیز بن مروان نے دینار ڈھالے۔ اس کام کی ابتداء اسی نے کی۔ صاحب مرآۃ الزمان کہتے ہیں کہ اس سال ابن مروان نے بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء کی، جس کی تکمیل ۷۳ ہجری میں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ پر قابض تھے۔ منیٰ اور عرفات کے ایام میں وہی خطبہ دیتے تھے۔ لوگوں کا قیام بھی مکہ میں ہوتا تھا۔ آپ عبدالملک کو برا بھلا کہتے اور بنی مروان کا ذکر کرتے اور فرماتے کہ آپ علیہ السلام نے الحکم اور اس کی اولاد پر لعنت کی ہے اور وہ آپ علیہ السلام کا دھتکارا ہوا اور لعنت کیا ہوا ہے۔ آپ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ آپ فصیح البیان تھے۔ اہل شام کا بڑا حصہ آپ سے متاثر تھا۔ عبدالملک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے لوگوں کو حج کرنے سے روک دیا۔ جس کی وجہ سے لوگ اس کے اس عمل سے غصہ ہوئے۔ تو اس نے صغیرہ پر گنبد اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی تا کہ لوگوں کے دلوں کو مائل کر کے حج سے غافل کر دے۔ اس کے حواری صغیرہ کے پاس کھڑے ہوتے۔ اس کا طواف کرتے کعبہ کے طواف کی طرح اور عید کے روز قربانی کرتے اور سروں کو منڈواتے۔ وہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ ابن زبیر مکہ میں اس کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں اور وہ فرماتے تھے کہ اس نے اس سے اکاسرہ کے فعل کی مشابہت کی ہے جو وہ ایوان کسریٰ اور خضراء میں کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

اور عبدالملک نے بیت المقدس کی تعمیر کا ارادہ کیا تو اس کام کے لئے مال اور عمال کو اس کی طرف بھیجا اور رجاء بن حیوۃ اور اپنے غلام یزید بن سلام کو نگران بنایا اور دنیا جہاں کے کاریگر اکٹھے کئے۔ عالیشان گنبد تعمیر کیا اور قالینوں اور خوشبوؤں سے بے انتہاء معطر کر دیا۔ اس قدر اس کی عمارت پر شکوہ اور خوشبوؤں سے لبریز کر دی کہ لوگ کعبۃ اللہ سے غافل ہونے لگے۔ اس کے علاوہ اس میں کئی خرافات رکھ دیں۔ نیز آخر میں انہوں نے اس میں کئی سارے جھوٹے اشارات وعلامات لگا دیں اس میں انہوں نے پل صراط جنت کے دروازے اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی تصویریں بنائیں اسی طرح اس کے دروازوں کئی جگہوں پر ایسا کیا جس سے لوگ آج بھی دھوکہ کھا رہے ہیں بات یہ ہے کہ صخرہ بیت المقدس کی تعمیر ہوئی اسی وقت اس سے

زیادہ خوبصورت جگہ روئے زمین پر اور کوئی نہ تھی اس میں نگینے رنگین پتھر جواہر اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں تھیں جو کہ بہت سی عمدہ اقسام کی تھیں جب رجاء بن حیوۃ اور یزید بن سلام عمدہ ترین تعمیر سے فارغ ہوئے تو جو مال انہوں نے اس پر خرچ کیا تھا اس میں سے چھ لاکھ مثقال بعض کے قول کے مطابق تین لاکھ مثقال بچ گئے اس لئے انہوں نے عبدالملک کو اس بارے میں اطلاع بھیج دی تو اس نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ میں نے تم دونوں کو ہبہ کردیئے۔ ان دونوں نے پھر پیغام بھیجا کہ اگر ہم استطاعت رکھتے ہوتے تو اپنی بیویوں کے زیورات سے اس کی تعمیر میں اضافہ کرتے عبدالملک نے ان کو پیغام بھیجا کہ اگر تم دونوں ان چھ لاکھ مثقال کو لینا نہیں چاہتے تو اس گنبد اور دروازوں کی آرائش وتزئین میں صرف کردو کوئی بھی اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ گنبد پر لگے جدید وقدیم سونے کو غور سے دیکھ سکے۔

جب ابوجعفر منصور کی خلافت کا زمانہ آیا تو وہ سن ۱۴۰ میں بیت المقدس آیا تو اس نے مسجد کو خراب پایا تو اس نے حکم دیا کہ تمام پتھروں اور سونے کو اتار دیا جائے جو کہ دروازوں اور گنبد پر چڑھائے ہوئے تھے یہ بھی حکم دیا کہ جو کچھ مسجد میں خرابی ہوگئی ہو اس کو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

مسجد چونکہ بہت لمبی تھی تو اس نے حکم دیا کہ اس کے طول میں کمی کردی جائے جب کہ اس کے عرض میں اضافہ کردیا جائے جب اس کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اس نے اس گنبد پر جو کہ سامنے والے دروازوں کی طرف تھا یہ لکھا کہ اس کی تعمیر کا حکم اس کے خراب ہونے کے بعد امیر المومنین عبدالملک نے سن ۶۲ھ میں دیا۔ مسجد کا طول قبلہ سے شمال کی طرف ۷۶۵ گز تھا جب کہ عرض ۴۶۰ گز تھا اور یہ بیت المقدس کی فتح سن ۱۶ھ میں ہوئی تھی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سن ۶۷ کی شروعات

اسی سال عبیداللہ بن زیاد ابراہیم بن اشتر النخعی کے ہاتھوں قتل ہوا واقعہ اس طرح ہوا کہ ابراہیم بن اشتر بروز ہفتہ گزشتہ سال ۲۲ ذوالحجہ کو کوفہ سے نکلا اس کے بعد یہ سال شروع ہوا وہ مقام موصل میں ابن زیاد کا قصد کر کے چلا۔ ان کی ملاقات خارز میں ہوئی۔ اس کے اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ تھا اس نے رات جاگ کر گزاری اس لئے کہ وہ سونے کی جرأت نہیں کررہا تھا۔ صبح ہوئی تو وہ جلدی سے اٹھا اپنی فوج کو تیار کر کے اس کے دستے بنائے اس کے ساتھیوں نے آج فجر کی نماز ابتدائی وقت میں ہی ادا کرلی۔ اس کے بعد سوار ہو کر ابن زیاد کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ اس کے لشکر میں گھس گیا جب کہ وہ پیدل چل رہا تھا یہاں تک کہ وہ ٹیلے کی طرف سے ابن زیاد پر حملہ آور ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حرکت نہیں کررہا جب انہوں نے ان کو آتے دیکھا تو حیران ہو کر ان کی طرف بڑھے اس صورتحال میں ابن الاشتر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا تمام قبائل کے درمیان چکر لگاتے ہوئے ان کو ابن زیاد سے قتال پر ابھاررہا تھا۔ یہ کہتا جارہا تھا کہ ابن زیاد آپ ﷺ کے نواسے کا قاتل ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے پاس پہنچا کر تمہیں اس پر قدرت دی ہے تو اب تمہارے ذمہ ہے کہ اس سے قتال کرو اس لئے کہ اس نے نواسہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ سلوک کیا تھا جو کہ فرعون نے بھی بنی اسرائیل کے ساتھ نہ کیا تھا۔ یہ ابن زیاد قاتل حسین رضی اللہ عنہ ہے جو اُن کے اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہوگیا تھا تاکہ حضرت حسین اور ان کی آل واولاد اس سے پانی نہ پی سکیں۔ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر جانے سے روکا بلکہ اس وقت کا مطالبہ کرتا رہا کہ وہ ان کو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جائے تاکہ وہ آپ کو قتل کردے تمہارا بیڑہ غرق ہو کہ تمہیں چاہیے کہ اس سے اپنے سینوں کی شفا حاصل کرو جب کہ اپنے نیزوں اور تلواروں کو اس کے خون سے سیراب کرو اس نے ہی تمہارے نبی ﷺ کی آل کے ساتھ برا کیا تھا اس نے یہ بات اور اس کے جیسی باتیں بہت کہیں۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا ابن زیاد اپنے سواروں پیادوں کے ساتھ ایک عظیم لشکر لے کر سامنے آیا اس کے دائیں طرف حصین بن نمیر اور بائیں طرف عمیر بن حباب السلمی تھا اس نے ابن اشتر سے صلح کرلی اسے یقین دلایا کہ وہ اس کے ساتھ ہے کل کو وہ لوگوں کو شکست دے گا ابن زیاد کے گھوڑے پر شرحبیل ابن کلاع تھا جب کہ ابن زیاد پیادہ ان کے ساتھ چل رہا

تھا۔ دونوں فریق اس بات پر متفق ہو گئے تو حصین بن نمیر نے اپنی فوج کے ساتھ اہل عراق کی فوج پر حملہ کر کے ان کو شکست دیدی۔ ان کا امیر علی بن مالک الجشمی مارا گیا اس کے بعد ان کے بیٹے محمد بن علی نے کمان سنبھالی وہ بھی قتل ہو گیا۔ عراقی لشکر مسلسل بھاگ رہا تھا تو ابن اشتر انہیں آواز دینے لگا کہ اے لشکر خدا میرے پاس آؤ میں ابن اشتر ہوں اس نے اپنا نقاب کھول دیا تاکہ وہ اس کو پہچان لیں اس نے ان پر قابو پا کر ان پر مہربانی کا معاملہ کیا پھر انہوں نے اس سے صلح کر لی۔

اس کے بعد اہل کوفہ کے لشکر نے اہل شام کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اہل شام کا لشکر شکست کھا کر ابن اشتر کے ساتھ ہی مل گیا پھر ابن اشتر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کیا وہ اپنے ساتھیوں سے کہتا جاتا تھا کہ ان سے قتال کرنے کے لئے جھنڈے کے نیچے آتے جاؤ۔ ابن اشتر نے اس دن بہت ہی زبردست معرکہ آرائی کی وہ جس آدمی پر بھی حملہ کرتا اس کو پچھاڑ دیتا مقتولین بہت زیادہ ہو گئے۔ اہل شام کے لشکر نے بھی بہت ثابت قدمی سے زبردست قتال کیا جس میں نیزے اور تلوار استعمال کئے لیکن ابن اشتر نے ان کے پیچھے سے زبردست حملہ کیا اہل شام کا لشکر اس کے سامنے ہی شکست کھا گیا وہ انہیں گدھوں کی طرح قتل کرنے لگے اس نے خود اور اس کے ساتھ جو بہادر تھے انہوں نے بھی فوج کا ساتھ دیا۔ عبداللہ ابن زیاد اپنے موقف پر ڈٹا رہا یہاں تک کہ ابن اشتر نے اس کو مقابلہ پر آ کر قتل کیا۔ لیکن وہ اس کو نہیں جانتا تھا البتہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مرداروں میں ایک شخص کو دیکھو جس کو میں نے قتل کیا ہے اس سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی ہے۔

وہ ایک منفرد جھنڈے کے نیچے نہر خازر کے پیچھے کھڑا تھا لوگوں نے اس کو ڈھونڈا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن زیاد ہیں اسے ابن اشتر نے مار کر دو ٹکڑے کر دیئے اس کا سر الگ کیا اور اس کو مختار کے پاس کوفہ اہل شام سے فتح ونصرت کی خوشخبری دیتے ہوئے بھیج دیا اہل شام کے دیگر بڑے بڑے سردار مارے گئے کوفیوں نے اہل شام کا تعاقب کیا ان میں زبردست قتل وغارت گری مچائی اکثر مقتولین غرق ہو گئے دشمن کے فوجی اڈوں میں جو مال نقدی گھوڑے وغیرہ تھے۔ ان کو مال غنیمت بنا لیا۔

مختار نے اپنے ساتھیوں کو فتح کی خوشخبری خبر آنے سے پہلے ہی دیدی تھی البتہ ہمیں یہ بات معلوم نہیں کہ یہ اس کے نیک فالی تھی یا اتفاقاً فتح ہو گئی یا اس کی کوئی جادوگری تھی یہی وہ بات جو اس کے ساتھیوں نے گمان کی کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے اس کا ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے جس نے اس کو اس بات پر برقرار رکھا اس نے بھی کفر کیا لیکن راوی نے کہا کہ جنگ مقام میں نصیبین میں ہوگی اس نے جگہ کی غلطی کی کیونکہ جنگ موصل میں ہوئی یہ وہ بات ہے جس کی خوشخبری عامر شعبی نے مختار کے ساتھیوں کو خبر آنے کے وقت دی تھی مختار کوفہ سے خوشخبری کے حصول کے لئے نکل چکا تھا وہ مدائن آیا منبر پر چڑھا اس کے خطبے کے دوران ہی وہاں خوشخبری آ گئی۔

شعبی نے کہا کہ میرے ایک ساتھی نے کہا ہے کہ میں نے یہ خبر کل ہی سن لی تھی میں نے اس سے کہا کہ گمان یہ تھا کہ جنگ مقام نصیبین میں ارض جزیرہ پر واقع ہوگی حالانکہ وہ خازر مقام موصل میں تھے اس نے کہا کہ اللہ کی قسم اے شعبی تو نہیں مانے گا یہاں تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لے اس کے بعد مختار کوفہ لوٹ گیا اس کے غائب ہونے کی وجہ سے جس جماعت سے قتال کرنا تھا وہ یوم جبانۃ السبیع اور کناسہ سے نکل کر مصعب ابن زبیر کے پاس کوفہ جانے پر قادر ہو گئی۔ ان میں شبث بن ربعی بھی تھا ابن اشتر نے ایک آدمی کو خوشخبری وابن زیاد کا سر دے کر بھیج دیا ایک آدمی کو نصیبین کا نائب بنا کر بھیجا خود اسی شہر میں مقیم رہا۔ کچھ عہدیدار موصل بھیجے۔ سنجار، داران کے علاوہ اس جزیرہ کے وہ علاقے جن کا یہ متولی بنا سب پر قبضہ کر لیا۔

ابواحمد الحاکم نے کہا کہ سن ۶۶ ہجری میں عاشورا کے دن عبیداللہ ابن زیاد کا قتل ہوا صحیح یہ ہے کہ سن ۶۷ ہجری میں ہوا سراقہ ابن مرداس نے ابن زیاد کے قتل کرنے پر اشتر کی مدح میں یہ اشعار کہے۔

تمہارے پاس ایک لڑکے جو کے مذحج کے سرداروں میں سے تھا۔ آیا وہ دشمنوں کے مقابلہ میں بہادر اور پشت پھیرنے والا نہیں تھا۔ ابن زیاد تو بڑے آدمی کے قتل کے بدلہ میں ہلاک ہوا ہے۔ جبکہ اب تو تیز دودھاری تلوار جو کہ صیقل ہے اس کا مزا چکھ لے۔ ہم نے تجھے ایسی تلور سے مارا ہے جس کی دھار تیز ہے۔ جب کہ تو ہمارے پاس مقتول کے بدلہ قتل ہو کر آیا۔ خدا ہی فوجیوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے کل مجھے عبیداللہ کے خون کے قتل سے پیاس بجھانے میں مدد دی۔

ابن زیاد کے حالات

اس کا نام عبیداللہ ابن زیاد بن عبید ہے جو کہ ابن زیاد ابی سفیان کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ اسے زیاد بن ابیہ اور ابن سمیہ بھی کہا جاتا ہے اپنے باپ زیاد کے بعد عراق کا امیر بنا تھا ابن معین نے کہا اسے عبیداللہ بن مرجانہ بھی کہا جاتا ہے مرجانہ اس کی والدہ تھی کسی اور نے کہا کہ وہ مجوسیہ تھی اس کی کنیت ابوحفظ تھی یزید ابن معاویہ کے بعد وہ دمشق میں رہا۔ اس کا گھر دیماس کے پاس تھا جو کہ اس کے بعد دار ابن عجلان کے نام سے مشہور ہوا اس کی ولادت ۳۹ ہوئی جیسا کہ ابن عساکر نے ابوعباس احمد بن یونس الضبی سے حکایت کی ہے۔ ابن عساکر نے حضرت معاویہ، سعد ابن وقاص اور معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا جب کہ ان سے حسن بصری ابوالملیح بن اسامہ نے روایت نقل کی۔ ابونعیم الفضل ابن دکین نے کہا کہ جب عبیداللہ ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا تو اس کی عمر اس وقت ۲۸ سال تھی۔ اس وجہ سے میں نے کہا کہ اس کا سن پیدائش ۳۳ ہجری ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن عساکر نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو پیغام بھیجا کہ اپنے بیٹے کے پاس ایک قاصد بھیجے جب وہ حضرت کے پاس آئے تو انہوں نے اس سے جس چیز کے بارے میں پوچھا وہ ان کے سوال سے بھی آگے بڑھ گیا۔ پھر آپ نے اس سے ایک شعر کے بارے میں پوچھا تو معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تمہیں اشعار کا علم حاصل کرنے سے کیا چیز مانع ہوئی اس نے کہا کہ اے امیر المومنین میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میرے سینے میں اللہ کے کلام کے ساتھ ساتھ شیطان کا کلام بھی ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت خوب میری بھی جنگ صفین کے دن نہ بھاگنے کی وجہ سے ابن اطنابہ کے یہ شعر بنے وہ کہتا ہے کہ: میری غفلت اور آزمائش نے اور نفع مند قیمت کے بدلہ میں تعریف لینے نے فقر و فاقہ کے باوجود مال کی بخشش کرنے نے انتہائی بہادر پر حملہ کرنے نے، گھبراہٹ و خوف کے وقت میرے یہ کہنے نے کہ تو اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ تیری تعریف کی جائیگی یا تو آرام پائے گا ان سب باتوں نے اس بات سے انکار کر دیا کہ میں عظیم کارناموں کو دور کروں اور اس کے بعد صحیح ناک کا دفاع کروں۔

پھر اس نے اپنے باپ کو لکھا کہ کوئی شعر روایت کرے اس نے روایت کیا یہاں تک کہ اس کے بارے میں اس سے کچھ بھی ساقط نہ ہوا اس کے شعروں میں بعد میں یہ ہے کہ عنقریب مروان بن نسوا کو اس بات کا پتہ چل جائے گا جبکہ مقابل گھڑ سوار آئیں گے تو میں اس کو نیزہ گھما گھما کر ماروں گا۔ جب میرے پاس مہمانوں کی آمد ہوتی ہے تو ایسے وقت میں اگر میرے پاس ان گھوڑوں کی سوا اگر کچھ نہ ہو تو میں انہیں کو ذبح کر کے مہمان کا اکرام کرتا ہوں۔

ایک روز حضرت معاویہ نے اہل بصرہ سے زیاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ ذہین ہے خوش آواز بھی ہے انہوں نے کہا کہ (لحن) خوش آوازی اس کی زیادہ سمجھداری پر دلالت نہیں کرتی ابن قتیبہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ان کی مراد (لحن) خوش آوازی سے یہ تھی کہ وہ کلام کو گھما پھرا کر کرتا تھا اور وہ اس کی بات کو غلط کر دیتا تھا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے انداز گفتگو بہتر ہے لیکن کبھی کبھی غلطی بھی کر دیتا ہے جب کہ بہترین بات تو وہ وہی ہوتی ہے جس میں غلطی نہ ہو۔

بعض لوگوں نے کہا ان کی مراد (لحن) سے قران کریم کی تلاوت میں زبر و زیر وغیرہ کی غلطی کرنا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ (لحن) سے مراد غلطی کرنا ہے یہ بھی زیادہ بہتر ہے واللہ اعلم۔ حضرت معاویہ نے ان کی سادگی کلام کو پسند کیا۔ وہ اپنے کلام میں گہرائی، اونچائی نیچائی اور زیادہ احتیاط نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا ان کی مراد زبان کی عدم فصاحت تھی۔ کیوں کہ عجمی کلام میں لکنت ہوتی ہے جب کہ اس کی ماں مرجانہ سیر ویہ کی تھی وہ کسی بادشاہ کی صاحبزادی تھی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے کلام میں کچھ عجمیت ٹپکتی تھی۔ ایک دن اس نے کسی خارجی (مذہب) کو کہا کہ: اھر وری انت: کہنا یہ چاہیے تھا کہ: احروری انت: (کیا تو حروری ہے) ایک دن کہا: من کاتلنا کاتلناہ، کہنا یہ تھا کہ: من قاتلنا قاتلنا: (جو ہم سے قتال کرے گا ہم بھی اس سے قتال کریں گے) رہا حضرت معاویہ کا اس کے بارے میں یہ قول ہے کہ یہ بات اس کی سمجھداری کی علامت ہے تو ان کی مراد اظرف سے اچھو زیادہ ہونا مراد ہے کیوں کہ اس نے لشکر کو اپنے ماموں کے خلاف قتال کے لئے بلایا تھا لوگ اس کی عمدہ سیاست رعایا کے ساتھ بخشش اور اس

کی اچھی عادتوں کی وجہ سے تعریف کیا کرتے تھے۔

جب زیاد سن ۵۳ ہجری مارا گیا تو معاویہ نے سمرہ ابن جندب کو تقریباً ڈیڑھ سال کے لئے امیر بنایا اس کے بعد چھ ماہ کے لئے سمرہ ابن جندب کو معزول کر کے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو وہاں کا امیر بنایا پھر اس کو معزول کر کے سن ۵۵ ہجری میں ابن زیاد کو امیر بنایا جب یزید خلیفہ بنا تو اسے کوفہ و بصرہ دونوں کی جگہ کا امیر بنا دیا اس نے یزید کی خلافت میں باب قصر ابیض بنایا جو کسی زمانہ میں شاہ کسریٰ کا تھا عمارت حمراء بنائی جو کہ مربد کے راستہ پر واقع ہے وہ سردیاں حمراء میں اور گرمیاں بیضاء میں گزارتا تھا۔لوگوں نے کہا کہ ایک آدمی نے ابن زیاد کے پاس آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کی اصلاح فرمائے۔بات یہ ہے کہ میری بیوی مر چکی ہے اب میں چاہتا ہوں کہ اس کی ماں سے شادی کرلوں ابن زیاد نے اس سے کہا کہ تیری دیوان میں کتنی تنخواہ ہے اس نے کہا کہ سات سو۔اس نے ایک خادم سے کہا کہ اس میں سے ۴۰۰ کم کر دے پھر اس سے کہا کہ تمھارے سمجھنے کے لئے یہ تین سو کافی ہیں۔

ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ام نجیح اور اس کے شوہر نے اپنا معاملہ ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جو اپنے شوہر سے جدائی چاہ رہی تھی۔ابو انجیح نے کہا کہ اللہ امیر کی اصلاح کرے آدمی کی عمر کا بہترین حصہ اس کی آخری عمر ہوتی ہے۔جب کہ عورت کی عمر کا بدترین حصہ اس کی آخری عمر ہوتی ہے۔ابن زیاد نے کہا کیسے۔آدمی نے کہا،اس طرح کے جب آدمی زیادہ عمر کا ہو جاتا ہے اس کی عقل میں تیزی،رائے میں پختگی آ جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کی جہالت بھی جاتی رہتی ہے جب کہ عورت جب زیادہ عمر کی ہو جاتی ہے تو اس کے اخلاق برے ہو جاتے ہیں عقل کم ہو جاتی ہے،شفقت بے کار ہو جاتی ہے جب کہ زبان میں بھی تیزی آ جاتی ہے ابن زیاد نے کہا کہ تو ٹھیک کہتا ہے اب بیوی کو لے اور چلا جا۔

یحییٰ ابن محرم نے کہا کہ ابن زیاد نے صفوان بن محرز کو ۲۰۰۰ دراہم دینے کا فیصلہ کیا تو وہ چوری ہو گئے اس نے کہا کہ شاید اس میں خیر ہو اس کے گھر والوں نے کہا کہ کیسے اس میں خیر ہو سکتی ہے یہ بات ابن زیاد کو بھی پتہ چل گئی تو اس نے ۲۰۰۰ مزید دیدیئے۔پھر جو ۲۰۰۰ ہزار چوری ہو گئے تھے وہ بھی مل گئے اس طرح کل ۴۰۰۰ ہو گئے تو پتہ چلا کہ اسی میں خیر تھی۔ہندہ بنت اسماء بنت خارجہ جس نے کئی سارے شوہروں کو بعد اب نواب عراق سے شادی کی تھی۔اس سے کہا گیا کہ تو اب بہت ہی عظیم شوہر کے پاس ہے جو کہ تیرا دوسرے تمام شوہروں سے زیادہ اکرام کرتا ہے تو اس نے کہا کہ عورتوں پر سب سے زیادہ کریم اکرام بشیر بن مروان تھا جب کہ سب سے زیادہ ھیبت ناک سخت حجاج بن یوسف تھا اور میں چاہتی ہوں کہ قیامت آ جائے تو میں عبیداللہ بن زیاد کو دیکھوں اس کی باتوں اور انسیت سے شفاء پاؤں وہ اس کی دو شیزاؤں (باندیوں) کے پاس آیا تھا (مراد اس سے زنا ہے) اس نے مزید دوسروں سے بھی نکاح کئے۔

عثمان بن ابی شیبہ جریر سے وہ مغیرہ سے وہ ابراہیم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فرض نمازوں میں جس نے سب سے پہلے سورۃ فلق وناس پڑھیں وہ ابن زیاد ہی تھا۔میں نے کہا یعنی کوفہ میں کیوں کہ حضرت ابن (مسعود رضی اللہ عنہ سابق) گورنر کوفہ وہ ان دونوں کو قرآن شریف کا حصہ نہیں سمجھتے تھے جب کہ کوفہ کے بڑے بڑے فقہاء حضرت ابن مسعود کے ساتھیوں سے علم حاصل کیا کرتے تھے ابن زیاد کے اندر نا جائز چیزوں میں بھی جرات پیش قدمی تیزی تھی اس طرح ایسے کاموں میں بھی جس کی اس کو ضرورت نہ ہوتی تھی جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے جس کو ابو یعلیٰ اور مسلم نے روایت کیا ان دونوں نے شیبان بن فروخ سے اس نے جریر سے اس نے حسن سے کہ عائذ بن عمر نے عبداللہ بن زیاد کے پاس آ کر کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بدترین امیر وہ ہے جو کہ ظالم ہو تم بچ کر رہو تاکہ ان میں سے نہ ہو جاؤ۔اس نے کہا کہ بیٹھ جاؤ تم اصحاب رسول اللہ ﷺ کے نخالہ ہو اس نے کہا کہ کیا ان میں نخالہ ہوتے تھے نخالہ تو ان کے بعد اور ان کے بھی بعد پیدا ہوئے ہیں،بہت سے لوگوں نے حضرت سے نقل کیا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد معقل ابن یسار کے پاس ان کی عیادت کرنے آیا انہوں نے اس سے کہا کہ میں تمھیں ایک حدیث جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے سناتا ہوں"جو بھی آدمی جسے اللہ تعالیٰ کسی کا رعایا پر امیر مقرر فرمائیں پھر وہ دھوکے بازی کرتے ہوئے مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دیتے ہیں کئی لوگوں نے ذکر کیا کہ جب معقل کا انتقال ہوا تو عبیداللہ بن زیاد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی مگر ان کو دفنانے میں حاضر نہ ہوئے ایک غیر معقول عذر کر کے اپنے گھر چلا گیا۔

اس کی ناپسند باتوں میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس حاضر کرنے کا حکم دیا ان پر واجب کیا کہ وہ اس کی بات کے مطابق عمل کرے بات یہ تھی کہ یا وہ یزید کے پاس جائیں یا مکہ چلے جائیں جبکہ شمر ابن ذی جوشن کو اشارہ کر دیا کہ مقصد یہ ہے کہ وہ

تیرے پاس حاضر ہو جائیں۔ اس کے بعد تم ان باتوں یا ان کے علاوہ جس پر چاہو عمل کر سکتے ہو شمر نے اس بات کی موافقت کی جس کا اسے حکم دیا گیا یعنی وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے سامنے حاضر کرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جانے سے انکار کیا کہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ ابن مرجانہ عجمی کا بیٹا تھا وہ ہلاک نامراد برباد ہوا حضور ﷺ کے نواسے کے لئے یہ بات نازیبا ہے کہ وہ مرجانہ خبیث کے بیٹے کے پاس حاضر ہوں محمد ابن سعد نے کہا کہ ہمیں الفضل بن دکین و مالک بن اسماعیل نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں عبد السلام بن حرب نے عبد الملک بن کردوس سے انہوں نے حاجب عبید اللہ بن زیاد سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس کے ساتھ محل میں گیا جب حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تھے اس نے کہا کہ اس کے چہرے پر آگ لگ گئی یا اس جیسی بات کہی۔ راوی نے اپنی آستین سے پکڑ کر بتایا کہ اس طرح اس کے چہرہ پر آگ لگ گئی۔ اور اس نے کہا کہ کسی سے یہ بات نہ بتانا۔

شریک مغیرہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو نے نواسہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا تو کبھی جنت نہ دیکھے یزید ابن معاویہ جب مرنے لگا تو اس نے لوگوں سے مصر میں عبید اللہ کے لیے بیعت لی یہاں تک کہ لوگ ایک امام پر جمع ہو گئے۔ پھر لوگ اس سے جنگ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے درمیان سے نکال دیا۔ وہ شام چلا گیا وہاں مروان سے اتحاد کیا اس کو یہ بات پسند آئی کہ خود خلافت کا متولی بن جائے اور اس واسطے لوگوں کو تیار کرے لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا ضحاک بن قیس نے مخالفت کی اس کے بعد عبید اللہ ضحاک بن قیس کے پاس گیا وہاں مسلسل جدو جہد کے بعد اس کو دمشق سے مرج راہط تک پیچھے دھکیل دیا اس نے مناسب یہ سمجھا کہ اب لوگوں سے اپنے لئے بیعت لے اور ابن زبیر کو خلافت دے تو اس نے ایسا ہی کیا اس وجہ سے سارا نظام مختل ہو گیا یوں مرج راہط میں جو کچھ ہوا برا ہوا کیوں کہ ضحاک اور بہت سے لوگوں کو اس کے ساتھ قتل کیا گیا جب مروان متولی بنا تو اس نے ابن زیاد کو ایک لشکر میں عراق بھیجا تو اس کی اور سلیمان بن صرد کی فوج کی جنگ ہوئی اس نے انہیں شکست دیدی۔ وہ اس لشکر کے ساتھ مسلسل کوفہ کی جانب پیش قدمی کرتا رہا راستہ میں اہل جزیرہ کے دشمنوں نے رکاوٹ ڈالی جو کہ ابن زبیر کی فوج میں تھے اس کے بعد اتفاق سے ابن الاشتر سات ہزار فوج کا لشکر لے کر اس کے مقابلہ کے لئے نکل آیا اگر چہ ابن زیاد کے پاس اس سے بھی کئی گناہ زیادہ فوج تھی لیکن اشتر نے اس پر فتح پا کر اس کو نہر خازر کے نزدیک بہت بری طرح قتل کیا نہر خازر موصل سے پانچ مراحل (فاصلے کی مقدار) زیادہ قریب پڑتی ہے۔

ابو احمد الحاکم نے کہا کہ وہ عاشورہ کا دن تھا میں نے کہا کہ یہ وہی دن ہے جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تھے پھر ابن اشتر نے اس کا سر حصین بن نمیر و شرحبیل بن ذی الکلاع کا سر اس کے علاوہ اس کے بہت سے سرکردہ ساتھیوں کے سر مختار کے پاس بھیج دیئے۔ مختار اس سے بہت خوش ہوا۔

یعقوب بن سفیان نے کہا کہ یوسف بن موسیٰ بن جریر نے یزید ابن زیاد سے نقل کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ جب ابن مرجانہ اور اس کے ساتھیوں کے سر مختار کے سامنے لا کر ڈالے گئے تو ایک پتلا سانپ آیا جو کہ ان سروں میں گھس گیا یہاں تک کہ ابن مرجانہ کے منہ میں چلا گیا پھر اس کے نتھنے سے نکل گیا دوسری بار اس کے نتھنے سے داخل ہو کر منہ سے نکلا اس کے بعد سروں کے درمیان پڑے اس کے سر میں سے گھستا اور نکلتا رہا۔ ترمذی رحمۃ اللہ نے اس کو دوسرے طریقے سے دوسرے الفاظ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمیں بیان کیا واصل بن عبد الاعلیٰ بن ابی معاویہ انہوں نے نقل کیا ہے اعمش سے انہوں نے عمارہ بن عمیر سے انہوں نے فرمایا کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو وہ رحبہ میں مسجد کے اندر رکھا گیا میں ان سروں کے پاس گیا تو وہاں لوگ شور مچا کر کہہ رہے تھے کہ وہ آیا وہ آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ نمودار ہوا ہے وہ سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا عبید اللہ بن زیاد کے نتھنے میں داخل ہو گیا کافی دیر وہیں رہا پھر نکل کر غائب ہو گیا اس کے بعد پھر لوگوں نے شور مچایا کہ وہ آ گیا وہ آ گیا دوبارہ تین بار ایسا واقعہ پیش آیا ترمذی رحمۃ نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابو سلیمان بن زید نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سن ۶۶ ہجری میں ابن زیاد اور حصین بن نمیر قتل ہوئے اس کے قتل کا ذمہ دار ابراہیم بن اشتر تھا اس نے ان دونوں کے سروں کو مختار کے پاس بھیج دیا اس نے ان کو ابن زبیر کے پاس روانہ کر دیا ان کے سروں کو مکہ مدینہ میں رکھا گیا یہ حکایت ابن عساکر نے ابی احمد الحاکم وغیرہ سے روایت کی ہے یہ واقعہ سن ۶۶ ہجری میں پیش آیا۔

ابواحمد نے یہ اضافہ اور کیا کہ وہ دن عاشورہ کا تھا جب کہ ابن عیسا کر اس بات سے خاموش تھے لیکن مشہور بات وہی ہے کہ یہ واقعہ سن ۶۷ ہجری میں پیش آیا جیسا کہ ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے لیکن اسی سال میں سروں کا حضرت ابن زبیر کے پاس بھیجنا مشکل ہے اس لئے کہ ابن زبیر اور مختار کے درمیان دشمنی پکی ویقینی ہوگئی تھی تھوڑے ہی عرصے بعد ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو حکم دیا کہ وہ بصرہ سے کوفہ جائیں وہاں مختار کا محاصرہ کر کے اس سے قتال کریں واللہ اعلم۔

مختار بن ابی عبید کا مصعب ابن زبیر اور اہل بصرہ کے ہاتھوں قتل کا تذکرہ

عبداللہ بن زبیر نے اس سال بصرہ کی نیابت سے حارث بن عبیداللہ بن ابی ربیعۃ المخزومی جو کہ قباع کے نام سے معروف تھے معزول ہوئے اس نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو وہاں کا متولی بنا دیا تاکہ وہ مختار کے خلاف اس کے مددگار ساتھی بن جائیں مصعب ابن زبیر بصرہ آئے تو زرہ پہن کر منبر کے قریب پہنچے وہ منبر پر چڑھے تو لوگوں نے کہا کہ امیر امیر، جب اس نے اپنا ڈھاٹا ہٹایا تو لوگوں نے اس کو پہچانا۔ پھر قباع آ کر اس کے نیچے والے درجہ پر بیٹھ گیا جب لوگ جمع ہو گئے تو مصعب نے خطابت کرتے ہوئے قصے بیان کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ قرآن پاک کی اس آیت پر پہنچا (ان فرعون علافی الارض وجعل اهلها شيعاً) اپنے ہاتھ سے شام اور کوفہ کی طرف اشارہ کیا پھر کہا (ونريد ان نمن على الذين استضعفو افي الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثين) اس سے حجاز کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا اے اہل بصرہ تم اپنے امراء کو لقب دیتے ہو میں نے اپنا لقب الجزار رکھا ہے لوگ یہ سن کر اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے بہت خوش ہوئے جب اہل کوفہ نے مختار سے جنگ کرتے ہوئے شکست کھائی تھی تو اس نے ان پر بہت ظلم کیا تھا بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا تھا ان میں سے جس کسی نے بھی شکست کھائی وہ بصرہ کے ارادہ سے کھائی پھر مختار خوش خبری لانے والے اور مقتولین کے سر لانے والوں سے ملاقات کرنے نکلا اس بات کو باقی رہنے والے مختار کے دشمنوں نے جو کوفہ میں رہ گئے تھے غنیمت سمجھا وہ اس سے بھاگ کر اس کے قلت دین و کفر کی وجہ سے بصرہ بھاگ گئے اس نے دعویٰ کیا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور یہ بات کہ وہ موالی پر اشراف کو مقدم رکھتا ہے اتفاق سے جب ابن اشتر نے زیاد کو قتل کیا تو وہ ان کے علاوہ میں امیر بن گیا اس نے شہروں وصوبوں وغیرہ کو اپنی حکومت میں لے لیا جب مختار کو کمزور سمجھا تو مصعب نے اس کی حکومت میں لالچ کی محمد بن الاشعث بن قیس کو اپنا قاصد بنا کر مہلب بن ابی صفرہ کے پاس بھیجا وہ خراسان کا ان کی طرف سے نائب تھا اس لئے وہ بڑی تزین وآرائش مال خدام اچھی تعداد اور بڑے لشکر کے ساتھ آیا اہل بصرہ اس سے خوش ہوئے جب کہ مصعب کو اس سے تقویت ملی۔ وہ اہل بصرہ کے ہمراہ اور اہل کوفہ میں سے جس نے اس کی پیروی کی ان کے ساتھ خشکی وسمندری راستے سے کوفہ گئے۔

مصعب آئے ان کے آگے آگے حصین تھا دائیں طرف عمر بن عبیداللہ معمر تھا جب کہ بائیں طرف مہلب بن ابی صفرہ تھا۔ امراء کی ان کے علاقوں، قبائلوں کے اعتبار سے ترتیب بنائی جیسے مالک بن مسمع احنف بن قیس، زیاد بن عمر، قیس بن ہیثم وغیرہ وغیرہ۔ مختار اپنے فوجی دستہ سے مدار میں آیا اس نے اپنے آگے ابوکامل الشاکری کو رکھا جب کہ دائیں طرف عبداللہ بن کامل کو، بائیں طرف عبداللہ بن وھب الجشمی کو مقرر کیا۔ گھڑسواری پر وزیر بن عبداللہ سلولی تھا۔ موالی پر اس کی پولیس کا سربراہ ابوعمرہ تھا۔

اس نے لوگوں سے خطاب کیا جس میں انہیں نکلنے پر ابھارا اپنے سامنے کئی جلوس بھیجے وہ اس کے بہت سے ساتھی فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے روانہ ہوئے جب مصعب کوفہ کے قریب پہنچا تو اس کی فوج کی مختار کی فوج سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ زبیری لشکر نے ان پر زبردست حملہ کیا مختاری فوج تھوڑی دیر ہی مقابلہ پر ٹھہر سکی لیکن تھوڑی دیر بعد وہ علاقہ حمید کی طرف بھاگ گئی۔ ان کے بہت سے امراء وقاری قتل ہوئے جب کہ بہت سے احمق شیعہ بھی مارے گئے اس طرح جنگ اختتام تک پہنچ گئی۔

واقدی نے کہا کہ جب مختار کا اگلا دستہ اس تک آیا تو مصعب نے آ کر دجلہ کو کوفہ تک منقطع کر دیا اس وجہ سے مختار نے ایک محل میں پناہ لی۔ اس

محل کا عبداللہ بن شداد کو نگراں بنایا تھا مختار اور جو لوگ باقی تھے اس کے ساتھ نکلے وہ حروراء آیا جب لشکر مصعب اس کے قریب آیا تو اس نے ہر قبیلہ کی طرف ایک گھوڑوں کا دستہ بھیجا بکر بن وائل کی طرف سعید بن منقذ کو بھیجا، عبدقیس کی طرف مالک بن منذر کو بھیجا، عالیہ کی طرف عبداللہ بن جعدہ کو بھیجا، ازد کی طرف مسافر بن سعید کو بھیجا، بنی تمیم کی طرف سلیم بن یزید الکندی کو بھیجا، محمد بن اشعث کی طرف سائب ابن مالک کو بھیجا اب مختار اپنے بقیہ ساتھیوں کے ساتھ قتال کے لئے تیار ہوا۔ انہوں نے رات تک بڑا سخت قتال کیا۔ مختار کے ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ گئے اور وہ اکیلا رہ گیا۔ اس سے محل کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ میں اس سے نہیں نکلا اور میں وہاں دوبارہ جانا چاہتا ہوں اور یہ حکم الٰہی ہے۔ پھر وہ محل کی طرف چلے گئے وہ بھی وہاں داخل ہو گیا۔ مصعب نے آ کر قبائل کے ٹھہرنے کی جگہ متعین کر کے گرد و نواح میں پھیلا دیا۔ پھر وہ محل کی طرف چلا گیا اور مختار کی رسد اور پانی کاٹ دیا اور محاصرہ کر لیا۔ مختار باہر نکل کر ان سے جنگ کرتا اور پھر واپس محل کی طرف آ جاتا ہے۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو اس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ محاصرہ سے ہمارے ضعف میں اضافہ ہو گا۔ ہمارے ساتھ آؤ، ہم رات تک ان سے جنگ کریں گے اور عزت کی موت مر جائیں گے۔ اس کے ساتھیوں نے کمزوری دکھائی تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں دشمنوں کو اپنا ہاتھ نہیں دوں گا۔ پھر اس نے غسل کر کے خوشبو لگائی۔ وہ اور اس کے ساتھی لڑتے لڑتے قتل ہو گئے۔

یہ روایت بھی ہے کہ اس کے تیر اندازوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ محل میں داخل ہو جائے پھر وہ مذمت و ملامت کی حالت میں محل کے اندر داخل ہوا۔ عنقریب اس کے متعلق فیصلہ ہونا تھا۔ پھر مصعب نے ان کا بڑا سخت محاصرہ کیا۔ پیاس کی شدت سے مرے جا رہے تھے۔ اس مصیبت سے چھٹکارے کا کوئی حیلہ نظر نہیں آتا تھا۔ مختار نے اپنے اس معاملہ پر غور و فکر کیا اور اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ لیکن قضاء و قدر کی زبان اور شرع اسے آواز دے رہی تھی۔

قولہ تعالیٰ: قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید (سبا، ۴۹)

پھر اس کے عزم و ارادے نے اسے قوی اور شجاع کیا اور اپنے حلیفوں اور موالیوں کے ساتھ نکلا۔ غضب شجاعت، دیوانگی اس کے ساتھ تھی۔ وہ اپنے آخری سانس گھوڑے پر سوار ہو کر گذارنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب اس کے لئے کوئی جائے فرار نہ تھی۔ اس کے سب ساتھی اسے داغ مفارقت دے گئے تھے۔ سوائے ۱۹ ساتھیوں کے شاید جب تک وہ زندہ رہا دوزخ پر مقررہ ۱۹ فرشتے اس سے الگ نہیں ہوئے۔ ایک موقعہ پر کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں خدا کی زمین میں کسی اور جگہ چلا جاؤں۔ انہیں کہا گیا کہ اس صورت میں امیر کا حکم ماننا پڑے گا۔

مصعب نے مختار کی ایک جماعت کو قتل کیا۔ اصحاب مصعب میں سے قتال کے دوران محمد بن اشعث بن قیس اور عمیر بن علی قتل ہوئے۔ مختار کے باقی ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہتھیلی کے بارے میں حکم دیا اس کو کاٹ کر مسجد کی جانب لایا گیا اس کو مسلسل وہیں رکھا گیا یہاں تک کہ حجاج کا زمانہ آ گیا۔ اس نے اس ہتھیلی کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ یہ مختار کی ہتھیلی ہے تو اس نے اٹھانے کا حکم دیا تو وہاں سے ہتھیلی اٹھالی گئی اس لئے کہ حجاج مختار کے قبیلے کا آدمی تھا جب کہ مختار بہت جھوٹا تھا جب کہ حجاج مبیر تھا۔ اسی لئے حجاج نے ابن زبیر سے مختار کا انتقام لیا ان کو قتل کر دیا اور اپنے سامنے سولی دیدی۔ مصعب نے مختار کی بیوی ام ثابت بن سمرۃ بن جندب سے پوچھا اس نے کہا کہ میں اس کے بارے میں وہی کہتی ہوں جو تم کہتے ہو۔ اسے چھوڑ دیا پھر دوسری بیوی عمرہ بنت نعمان بن بشیر کو بلایا اس سے پوچھا کہ تو اس کے بارے میں کیا کہتی ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے، وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا اسی وجہ سے مصعب نے اس کو قید کر دیا اس کے بھائی کو خط لکھا کہ وہ مختار کو نبی کہتی ہے اس نے مصعب کو خط لکھا کہ گھر سے باہر نکال دے، پھر قتل کر دے تو اس نے اسے شہر سے باہر نکال کر خوب مارا یہاں تک کہ وہ مر گئی عمر بن ابی ربیعہ المخزومی نے اس کے بارے میں کہا کہ اس سے زیادہ عجیب بات جو کہ میرے نزدیک ہے وہ لمبی شریف اور گوری، عورت کو قتل کرنا ہے وہ عورت ایسے ہی بغیر جرم کے قتل کر دی گئی۔ اس مقتولہ عورت کی کیا ہی بات تھی قتل و قتال کرنا ہم پر فرض تو کیا گیا ہے لیکن عورتوں کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے۔

ابو مخنف نے کہا کہ مجھے محمد بن یوسف نے یہ حدیث بیان کی کہ مصعب نے عبداللہ بن عمر بن خطاب سے ملاقات کی انہیں سلام کیا۔ ابن عمر نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں آپ کا بھتیجا مصعب بن زبیر ہوں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں تو ۷۰۰۰ اہل قبلہ کا ایک لڑائی میں قاتل ہو گا۔ اپنی طاقت کے مطابق زندگی گزار۔ مصعب نے ان سے کہا کہ کیا وہ کافر و ساحر ہوں گے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر تو

اپنے باپ کی میراث سے ملنے والی بکریاں ان کے برابر قتل کر دیتا تو یہ چوری ہوتی۔

مختار بن ابوعبید الکذاب کے حالات: ۔۔۔۔۔ وہ مختار بن ابوعبید بن مسعود بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عفرۃ بن عمیرہ بن عوف بن ثقیف ثقفی تھے اس کے والد آپ ﷺ کی زندگی میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن زیارت نہیں کر سکے تھے اس لئے اکثر لوگ انہیں صحابہ کرام میں شامل نہیں کرتے تھے لیکن صرف ابن اثیر نے ''غابۃ'' میں ان کا صحابی ہونے کا تذکرہ کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ فرس کے قتال میں سن ۱۳ ہجری میں بھیجا تھا اس دن ابو مختار بھی شہید ہوئے ساتھ ہی میں تقریباً ۴۰۰۰ مسلمان بھی شہید ہوئے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اسی کے نام سے ایک پل مشہور ہے جو کہ دریائے دجلہ پر واقع ہے۔

اس لئے آج تک اس کو ابوعبید کا پل کہا جاتا ہے اس کی اولاد میں صفیہ بنت ابی عبید بھی تھی وہ نیک وعبادت گزار خاتون تھیں۔ وہ عبداللہ بن عمر بن خطاب کی زوجہ تھیں عبداللہ ان سے بہت ہی اکرام ومحبت سے پیش آتے تھے یہ ان کی زندگی میں ہی انتقال کر گئی تھیں البتہ اس کا یہ بھائی مختار شروع میں ناصبی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شدید بغض رکھنے والا تھا وہ مدائن میں اپنے چچا کے پاس تھا اس کا چچا مدائن کا نائب تھا جب حضرت حسن بن علی مدائن آئے تو وہاں کے لوگوں نے انہیں بے عزت کیا کیونکہ اپنے باپ کے قتل کے بعد شام میں حضرت معاویہ سے قتال کرنے جا رہے تھے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی دھوکہ بازی کو محسوس کیا تو وہ ان سے بھاگ کر مدائن ایک چھوٹی سی جماعت میں چلے گئے مختار نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں تو آپ ان کے نزدیک ایک عمر دائمی منصب پالیں گے اس کے چچا نے کہا کہ بہت برا کام کرنے کا اے میری بھتیجے تو نے حکم دیا ہے ان کے بعد شیعہ ان سے مسلسل بغض رکھتے رہے یہاں تک کہ مسلم بن عقیل بن ابی طالب کے واقعہ میں جو ہوا سو ہوا۔ مختار کوفہ کے امراء میں سے ایک امیر تھا وہ کہنے لگا کہ میں اس کی ضرور مدد کروں گا یہ بات ابن زیاد تک چلی گئی اس نے سو کوڑے مارنے کے بعد اسے قید کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یزید ابن معاویہ کے پاس اس معاملے میں سفارش کرنے بھیجا گیا، یزید کو ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا تو اس نے اسے آزاد کر دیا اور اسے ایک چوغہ میں حجاز بھیجوا دیا تو وہ مکہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو گیا ان کے ساتھ اس وقت قتال میں شامل ہوا جب کہ اہل شام نے حصار کر کے ان سے سخت قتال کیا تھا پھر مختار کو اہل عراق نے جو باتیں اس کے خطیب ہونے کے بارے میں کہیں تھیں پتہ چل گئیں وہ ابن زبیر کو چھوڑ کر ان کی طرف چلا گیا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے ابن زبیر سے کہا کہ وہ اس کے واسطے ایک تحریر لکھ دیں جو کہ ابن مطیع نائب کوفہ کی طرف ہو۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا اس لئے وہ وہاں چلا گیا۔ وہ لوگوں کے سامنے تو ابن زبیر کی مدح کرتا تھا لیکن پیٹھ پیچھے برائیاں کیا کرتا تھا، محمد بن حنفیہ سے محبت کرتا تھا اور انہی کی طرف دعوت دیتا تھا وہ مسلسل لگا رہا یہاں تک کہ وہ کوفہ میں بطریق تشنیع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام لینے میں کامیاب ہو گیا اس وجہ سے شیعوں کی بہت سی جماعت اس کی طرف متوجہ ہو گئیں جب کہ ابن زبیر کے عامل نے اس کو وہاں سے نکال دیا وہاں مختار کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک خط ابن زبیر کو لکھا جس میں اس نے معذرت کی ان کو یہ اطلاع دی کہ ابن مطیع بنو امیہ کا مداھن ہے۔ وہ تو کوفہ سے نکل گیا اب میں اور اہل کوفہ آپ کی اطاعت میں ہیں ابن زبیر آپ کی بات سچ سمجھا کیوں کہ وہ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو انہیں کی طرف بلایا کرتا تھا۔ ظاہر میں بھی انہیں کی اطاعت کرتا تھا پھر اس نے قاتلان حسین اور جو معرکہ کربلا میں موجود تھے ان کا ابن زیاد کے علاقے کی طرف پیچھا کیا ان کی بہت بڑی تعداد کو قتل کیا بلکہ ان کے کئی امراء کا سر حاصل کرنے میں کامیاب ہوا جیسے عمر بن سعد بن ابی وقاص جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تھا یہ اس لشکر کا امیر تھا دوسرا شمر بن ذی الجوشن یہ ان ہزار لوگوں کا امیر تھا جن کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا متولی بنایا گیا تھا، تیسرا سنان بن ابی انس۔ چوتھا خولی بن یزید الاصحی وغیرہ وغیرہ۔ وہ مسلسل لگا رہا یہاں تک کہ اس نے ابراہیم بن الاشتر کو دو ہزار کے لشکر میں اپنے انتقام کی تلوار کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلہ پر بھیجا جب ابن الاشتر کی ابن زیاد سے مڈبھیڑ ہوئی تو وہ اپنے سب سے بڑے لشکر میں تھا جو کہ اس سے کئی گناہ زیادہ تھا۔ تقریباً ۸۰ ہزار یا ۶۰ ہزار کا لشکر تھا لیکن اس کے باوجود ابن الاشتر نے ابن زیاد کو قتل کر دیا اس کے جیش کے ٹکڑے ہو گئے جو کچھ اس کے مرکز میں تھا ابن الاشتر نے اس کو مال غنیمت بنالیا پھر ابن زیاد اور اس کے دوسرے اصحاب کے سر خوشخبری کے ساتھ مختار کے پاس بھیج دیئے۔ مختار اس بات سے بہت خوش ہوا بعد میں مختار نے ابن زیاد، حصین بن نمیر ان

کے علاوہ جو دوسرے لوگوں کے سر تھے سب ابن زبیر کے پاس مکہ بھیج دیئے ابن زبیر نے حکم دیا تو ان کو عقبۃ الحجون میں نصب کر دیا۔

اس سے پہلے وہ مدینہ میں نصب کئے گئے تھے تو مختار بادشاہ سے مطمئن ہو گیا تھا اب اس کو یہ گمان تھا کہ بادشاہ کے دل میں اس کی دشمنی و مخالفت نہیں ہے لیکن جب ابن زبیر کو اس کے مکر و فریب بری روش کا علم ہوا تو اس نے اپنے بھائی مصعب کو عراق کا امیر بنا کر بھیجا۔ مختار اس وقت اپنے لشکر کے مجموعہ کے ساتھ بصرہ جا رہا تھا ابھی اس کی خوشیاں مکمل نہیں ہوئی تھیں یہاں تک کہ مصعب بن زبیر بصرہ سے ایک عظیم لشکر لے کر اس تک پہنچ گئے انہوں نے اس کو قتل کر کے اس کا سر کاٹا جب کہ اس کی ہتھیلی کو مسجد کے دروازے پر لٹکانے کا حکم دیا۔ مصعب نے مختار کا سر ایک پولیس والے کے ہمراہ بذریعہ ڈاک اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا۔ وہ عشاء کے بعد مکہ پہنچا تو دیکھا کہ عبداللہ ابن زبیر نفلیں پڑھ رہے تھے وہ مسلسل سحری تک نفلیں پڑھتے رہے اس قاصد کی طرف جو کہ مختار کا سر لے کر آیا تھا بالکل متوجہ نہ ہوئے جب فجر کا وقت قریب آیا تو بولے کیا لے کر آئے ہو۔ قاصد نے امیر المومنین کو خط دیا جو انہوں نے پڑھا پھر قاصد بولا کہ اے امیر المومنین سر لے کر آیا ہوں تو انہوں نے کہا کہ اس کو مسجد کے دروازے پر ڈال دو۔ وہ ڈال کر آنے کے بعد کہنے لگا کہ مجھے میرا انعام دیجئے امیر نے کہا کہ تیرا انعام یہ سر ہے جس کو تو لے کر آیا ہے اب اس کو ساتھ لے کر عراق جائے گا۔

اس کے بعد مختار کی دولت ایسے ختم ہوئی جیسے کہ تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ساری حکومتیں بھی ختم ہو گئیں مسلمان اس کی حکومت کے خاتمہ پر خوش ہوئے کیوں کہ یہ شخص اصل میں سچا نہیں تھا بلکہ جھوٹا تھا یہاں تک کہ یہ گمان بھی کرتا تھا کہ اس کے پاس جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھوں وحی آتی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں ابن نمیر نے روایت کی انہیں عیسیٰ القاری، ابو عمیر بن السدی، انہیں رفاعہ القتبانی نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک دن مختار کے ہاں پہنچا تو وہ مجھے ایک تکیہ پیش کرتے ہوئے بولا اگر میرا بھائی جبرائیل نہ ہوتا تو میں اس سے کھڑے ہو کر تجھے پیش کر دیتا قتبانی نے کہا کہ میں نے چاہا کہ اسے قتل کر دوں تو وہ حدیث سنانے لگا کہ جو بھی مومن کسی مومن کو اس کی جان کی امان دیدے پھر اسے قتل کر دے تو میں اس سے بری ہوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید القطان نے یہ حدیث بیان کی انہیں حماد بن سلمہ نے انہیں عبداللہ بن عمیر نے انہیں رفاعہ بن شداد نے حدیث سناتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک دن مختار کے سر پر کھڑا تھا کہ میں نے اس کے جھوٹے ہونے کو پہچان لیا تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنی تلوار سونت کر اس کو قتل کر ڈالوں تو اس نے وہی سابق حدیث سنائی کہ مجھے عمر بن الحمق نے یہ حدیث سنائی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کو اس کی جان پر امن دیدیا پھر اسے قتل کر دیا تو اسے قیامت کے دن غداری کا جھنڈا دیا جائے گا امام نسائی و ابن ماجہ نے اسے دوسرے طریقہ سے روایت کیا ہے البتہ اس کے الفاظ ان دونوں جیسے ہی ہیں کہ کسی شخص نے اگر کسی آدمی کو اس کے خون پر امان دی پھر اسے قتل کر دیا تو قاتل سے بری ہوں اگر چہ مقتول کافر کیوں نہ ہو۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ مختار یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان اپنے دوستوں کے پاس وحی بھیجتے ہیں ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں مختار کے پاس آیا تو اس نے میرا اکرام کیا مجھے اپنے پاس ٹھہرایا اس نے یہ عہد لیا کہ میں رات اسی کے پاس گزاروں گا عکرمہ نے کہا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جاؤ لوگوں کو حدیث بیان کرو اس نے کہا کہ میں باہر نکلا تو ایک آدمی نے میرے پاس آ کر کہا کہ تمھاری وحی کیسی ہے؟ میں نے کہا کہ وحی دو طرح کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''انا اوحینا الیک ھذ القران'' دوسری جگہ فرمایا ''**وکذلک جعلنا نکل بنی عدو شیطان الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا**'' عکرمہ نے کہا کہ وہ سمجھ گئے اور مجھے پکڑنے لگے میں نے کہا کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے میں تو تمھارا مفتی و مہمان ہوں تب انہوں نے مجھے چھوڑا۔ عکرمہ یہ چاہ رہے تھے کہ اس آیت سے مختار کے ساتھ چیڑ چھاڑ کرے اور اس کے دعویٰ کو جھوٹا ثابت کرے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔

طبرانی نے انیسہ بنت زید بن الارقم کے طریقہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے والد مختار بن ابی عبید کے پاس آئے تو اس نے کہا کہ ابو عامر کاش میں جبرئیل و میکائل کو دیکھ لوں اس نے کہا کہ تیرے لئے ہلاکت بربادی اور زیادہ ہو تو اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر رہے۔

بلکہ اللہ و رسول پر جھوٹ باندھنے والا ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی۔ اسحاق بن یوسف نے ابن عوف الصدیق

الناجی نے کہ حجاج بن یوسف اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا بعد اس کے وہ ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر کو قتل کر چکا تھا کہنے لگا کہ تیرا بیٹا اس گھر میں ملحد (گھر کے دین دارانہ ماحول سے ہٹ گیا) تھا یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کو دردناک عذاب چکھایا ہوگا اور اس کے ساتھ بہت ہی برا کیا ہو گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے وہ تو اپنے والدین کا فرمابردار تھا کثرت سے روزے رکھنے والا اور گھر کا سہارا تھا اللہ کی قسم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ عن قریب بنوثقیف سے دو جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں سے دوسرا پہلے کے مقابلے میں زیادہ شریر ہوگا وہ مبیر ہے، امام احمد رحمۃ اللہ نے اسے اسی سند والفاظ سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ نے اس کی تخریج اپنی صحیح میں کتاب الفضائل کے اندر اس طرح کی ہے کہ عقبہ بن مکرم العمی نے کہا کہ انہیں روایت کی۔ یعقوب بن اسحاق الحضرمی نے انہیں اسود بن شیبان نے انہیں ابی نوفل نے انہیں ابی عقرب نے جن کا نام معاویہ بن مسلم ہے انہیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنوثقیف میں جھوٹے و مبیر ہوں گے حدیث میں ایک لمبا قصہ ہے کہ جو کہ حجاج کے قتل کے بارے میں ہے حضرت اسماء کے ہاں عبداللہ کی پیدائش سن ۷۳ ہجری میں ہوئی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام بیہقی نے حدیث دلائل النبوۃ میں ذکر کی ہے۔ علماء نے ذکر کیا کہ جھوٹا وہی مختار بن ابی عبید تھا جو کہ شیعت کو ظاہر کرتا اور کہانت کو چھپاتا تھا۔ اس کے خصائص میں ایک بات یہ تھی کہ اس نے کہا کہ میرے پاس وحی آتی ہے البتہ یہ معلوم نہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یا نہیں اس کے لئے کرسی بنائی گئی تھی اس کی تعظیم بھی کی جاتی تھی اس کے اردگرد لوگ بھی رہتے تھے۔ ریشم پہنتا تھا خچر کی سواری کرتا تھا۔ وہ بنی اسرائیل کے اس تابوت کے مشابہ تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے مسلمانوں کو راحت پہنچائی جب کہ اس نے دوسری ظالم قوموں سے انتقام لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''و کذلک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون'' البتہ مبیر جو زبردست قتال کرنے والا ہو وہ حجاج بن یوسف الثقفی تھا۔ جو کہ عبدالملک بن مروان کے بعد عراق کا نائب بنا جس نے عراق کو مصعب ابن زبیر سے چھینا تھا جیسا کہ اس کا بیان آگے آجائے گا۔

واقدی نے بتایا کہ مختار مسلسل ابن زبیر کی حمایت ہی کرتا رہا یہاں تک کہ مصعب بن زبیر سن ۶۷ ہجری کے شروع میں بصرہ آئے تو اس نے مخالفت ظاہر کر دی مصعب ابن زبیر اس پر حملہ کرنے گئے اس سے قتال کیا۔ مختار کا تقریباً ۲۰۰۰۰ ہزار کا لشکر تھا۔ ایک بار مختار نے حملہ کر کے تقریباً شکست دیدی لیکن مختار کا لشکر ثابت قدم نہ رہ سکا کیوں کہ اس کے آدمی مختار کو چھوڑ کر مصعب کے پاس جانے لگے وہ اس سے اس کے جھوٹ و کہانت کی وجہ سے انتقام لینے لگے جب مختار نے یہ منظر دیکھا تو وہ قصر الامارہ میں بھاگ گیا اور پھر مصعب ابن زبیر نے چار ماہ تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ پھر اسے ۱۴ رمضان سن ۶۷ میں قتل کیا۔ اس کی عمر اس وقت تقریباً ۶۷ سال تھی۔

فصل

جب مصعب ابن زبیر کوفہ میں مستقر ہو گئے تو انہوں نے ابراہیم بن اشتر کو پیغام بھیجا کہ وہ میرے پاس آجائیں بعد میں عبدالملک بن مروان نے اسے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آجاؤ۔

اب ابن الاشتر اپنے معاملہ میں حیران تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ دونوں میں سے کس کے پاس جایا جائے ان کا اتفاق رائے کوفہ جانے پر ہوا تو ابن اشتر مصعب ابن زبیر کے پاس گیا تو انہوں نے اس کا خوب اعزاز و اکرام کیا بہت احترام سے اس کو رکھا۔ مصعب نے المہلب بن ابی صفرہ کو موصل، جزیرہ آذربائیجان اور آرمینیہ بھیجا۔ وہ جب کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر بصرہ سے نکلا تھا وہاں کے خلیفہ تھے پھر کوفہ میں اقامت پذیر ہوئے ابھی یہ سال ختم نہ ہوتے پایا تھا کہ اس کے بھائی عبداللہ ابن زبیر نے اسے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کو وہاں کا والی بنادیا۔ وہ شجاع، سخی وخلط ملط کرنے والا تھا جب دینے پر آتا تو کوئی چیز نہ چھوڑتا جب روکنے پر آتا تو اس کی طرح روکنے والا نہ ہوتا۔ اس طرح اس کا

جذباتی وکم عقل ہونا اور معاملات میں ضرورت سے زیادہ تیزی دکھانا واضح ہو گیا۔ احنف نے عبداللہ بن زبیر کو پیغام بھیج کر ان کے بیٹے کو معزول کر دیا۔ پھر اس نے بھائی مصعب کو دوبارہ کوفہ کا والی بنا دیا۔ حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بصرہ کے مال سے بہت سا مال لے کر نکلا تو اسے مالک ابن مسمع مل گیا اس نے کہا کہ ہم تمہیں اپنی عطیات لے کر جانے نہیں دیں گے تو عبیداللہ بن المعمر العطاء اس کے ضامن بن گئے اس لئے مالک بن مسمع نے حمزہ کو جانے دیا جب حمزہ روانہ ہوا تو اپنے باپ کے پاس مکہ نہیں گیا بلکہ مدینہ ہی رک گیا تھا۔ اس نے سارا مال لوگوں کے پاس امانت رکھوا دیا۔ سب لوگوں نے اس کے مال کی امانت میں خیانت کی انکار کیا البتہ اہل کتاب کا ایک آدمی تھا جس نے خیانت نہیں کی اس نے امانت واپس کر دی جب اس کے باپ کو اس کے کرتوت کا پتہ چلا تو کہا اللہ تعالیٰ اسے دور ہی رکھے میں تو چاہتا تھا کہ اس کے ذریعے بنی مروان پر فخر کروں لیکن وہ وہیں رک گیا ابومخنف نے ذکر کیا کہ حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بصرہ کا پورے ایک سال تک عامل رہا۔

ابن جریر نے کہا کہ اس سال لوگوں نے عبداللہ بن زبیر کی قیادت میں حج کیا ان کے بھائی مصعب کوفہ کے عامل تھے جب کہ ان کے بیٹے حمزہ بصرہ کے عامل تھے بلکہ بعض لوگوں نے کہا کہ بصرہ بھی مصعب کو دے دیا گیا تھا خراسان اور اس طرف کے دیگر ممالک میں ابن زبیر کی طرف سے عبداللہ بن خازم السلمی امیر تھے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

اس سال وفات پانے والوں میں الولید بن عقبہ بن ابی معیط دوسرے ابوالجہم جو کہ الا نجانیۃ المذکورۃ فی الحدیث الصحیح، کے مصنف تھے اسی سال بے شمار افراد قتل کئے گئے۔ جن کے ذکر سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

ابتداء سن ۶۸ ہجری

اسی سال عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو دوبارہ بصرہ کی امارت عطا کر دی تو اس نے وہاں آ کر بصرہ کا انتظام سنبھال لیا۔ الحارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی قباع کو کوفہ کا خلیفہ بنایا۔ جابر بن اسود الزہری کو مدینہ کا عامل مقرر کیا، عبدالرحمٰن بن الاشعث کو وہاں سے معزول کیا اس لئے کہ اس نے سعید بن المسیب کو سو کوڑے لگائے تھے کیوں کہ اس نے یہ چاہا تھا کہ ان سے عبداللہ بن زبیر کے لئے بیعت لے لے تو اس نے اس سے انکار کیا اس لئے عبدالرحمٰن نے کوڑے لگائے لیکن ابن زبیر نے اسے معزول کر دیا اس سال بادشاہ روم قسطنطین بن قسطنطین اپنے شہر میں انتقال کر گیا اس سال جنگ ازارقہ ہوئی۔ اس جنگ کی وجہ یہ ہوئی کہ مصعب نے فارس المہلب بن ابی صفرہ کو فارس کی طرف سے معزول کر دیا تھا وہ ان پر غالب آ گیا تو اس لئے اس نے ان کو جزیرہ کا متولی بنا دیا مہلب ازارقہ پر غالب تھا۔

علی فارس عمر بن عبیداللہ بن معمر کو متولی بنایا گیا تو انہوں نے اس سے انتقام لیا۔ عمر بن عبیداللہ نے ان سے قتال کیا ان پر خوب برسا ان کی جمعیت کو توڑ ڈالا وہ اپنے امیر زبیر بن الماجور کے ساتھ تھے وہ ان کے سامنے سے بھاگے اور ایک چٹان کے پیچھے چھپ گئے۔ عمر بن عبیداللہ نے ان کا تعاقب کیا ان سے زبردست قتال کیا اس کے بیٹے کو قتل کیا پھر ان کے خلاف دوسری مرتبہ کامیابی حاصل کی اس کے بعد وہ بھاگ کر بلاد اصبہان اور اس کے گرد و نواح میں پہنچ گئے وہاں انہوں نے تقویت حاصل کر لی ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو گئی پھر انہوں نے بصرہ کا رخ کیا وہ چھ فارس کے شہروں سے گزر کر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو پیٹھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ جب مصعب نے ان کے آنے کی اطلاع سنی تو وہ لوگوں کے درمیان سوار ہو کر عمر بن عبیداللہ کو ان کے چھوڑنے پر ملامت کرنے لگا جو کہ اس کے شہروں سے گزر چکے تھے۔ جب کہ عمر بن عبیداللہ بھی اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ جب خوارج کو یہ اطلاع ملی کہ عمر بن عبیداللہ ان کے پیچھے آ رہا ہے دوسری طرف آگے سے مصعب بھی تیار ہے تو انہوں نے شہر ان کو نکلنا شروع کر دیا۔ وہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے لگے حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑنے لگے ایسے ایسے کام کرنے لگے جو ان کے سوا کسی نے نہ کئے تھے۔ تو نائب کوفہ الحارث بن ابی ربیعہ اس کے ساتھ اس کے گھر والے اور کوفہ کے شرفاء کی جماعت نے ان تک پہنچنے کا ارادہ کیا ان میں ابن الاشعث وشبث بن ربعی بھی تھے جب وہ سراط کے پل پر پہنچے تو خوارج نے اس پل کو درمیان سے توڑ دیا اس لئے ان کے امیر نے واپسی کا حکم دیا خوارج ان کے سامنے سے

بھاگ گئے تھے۔عبدالرحمٰن بن مخنف چھ ہزار میں ان کا تعاقب کیا وہ کوفہ سے گزرتے ہوئے اصبہان تک پہنچ گئے لیکن ان سے دور رہے قتال نہیں کیا پھر دوبارہ آئے عتاب بن ورقاء کا شہر ''جیا'' میں ایک ماہ تک محاصرہ کیا یہاں تک کہ لوگوں پر تنگی ہونے لگی تو انہوں نے ان کے پاس آ کر قتال کیا ان کو باہر نکالا اوران کے امیر زبیر بن ماجور کو بھی قتل کر دیا۔ان کے اڈے میں جو کچھ تھا مال غنیمت بنالیا خوارج پر قطری بن الفجاۃ کی امارۃ تھی۔پھر وہ شہر اھواز چلے گئے۔مصعب ابن زبیر نے مہلب ابن ابی صفرہ کو خط لکھا جب وہ موصل میں تھا کہ خوارج سے قتال کرنے نکل گیا وہ ان سے قتال کرنے میں سب سے زیادہ بابصیرت تھا،مہلب کی جگہ موصل میں ابراہیم بن اشتر کو مقرر کیا۔اس کے بعد مہلب بلاد اھواز پہنچ گیا وہاں اس نے خوارج سے آٹھ ماہ بے مثال قتال کیا۔

ابن جریر نے کہا کہ اسی سال شام کے شہروں میں بہت شدید قحط سالی ہوئی۔قحط اتنا سخت تھا کہ وہ اپنی کمزوری اور کھانے پینے کی اشیاء کی قلت کی وجہ سے قتال پر قادر نہیں تھے ابن جریر نے مزید کہا کہ اس سال عبیداللہ بن الحر قتل ہوا اس کے بارے میں اطلاع یہ تھی کہ وہ بہادر آدمی تھا حالات ایام اور رائے ان تینوں کے ردوبدل میں اس کا دخل تھا یہاں تک کہ وہ نہ اپنے بارے میں بنی امیہ کی اور نہ آل زبیر کے کسی فرد کی اطاعت کرتا تھا۔وہ عراق وغیرہ میں کسی جماعت کے امیر کے پاس سے گزرتا تو اس کے بیت المال میں سے جو کچھ ہوتا وہ ظلماً چھین لیتا اس کے لئے براءت لکھ کر چلا جاتا۔پھر وہ مال اپنے اصحاب پر خرچ کرتا۔خلفاء وامراء اس کے مقابلہ میں لشکر بھیجتے وہ ان کو پچھاڑ کر ان کی کمر توڑ دیتا چاہیے وہ زیادہ ہوتے یا کم ہوتے۔یہاں تک مصعب بن زبیر اوران کے لشکر بلاد عراق سے اس کے مقابلہ پر پہنچ گئے پھر اس نے ایک وفد عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجا جو کہ دس آدمیوں پر مشتمل تھا اور کہا کہ کوفہ جاؤ اوران کو یہ بتاؤ کہ عنقریب لشکر تم تک پہنچنے والے ہیں اس نے پوشیدہ طور پر اپنے بھائیوں کو پیغام بھیجا تو اسے اس بات کا پتہ چل گیا اس نے یہ بات امیر کوفہ الحارث بن عبداللہ کو بتادی اس نے اس کے پاس ایک لشکر بھیجا جس نے اسے جہاں وہ رہتا تھا وہیں قتل کر دیا۔اس کا سر پہلے کوفہ لے جایا گیا اس کے بعد بصرہ لے جایا گیا اس طرح لوگ اس سے مطمئن ہو گئے۔

ابن جریر نے کہا کہ اس سال وقوف عرفہ کے دوران ۴ مختلف جماعتیں حاضر تھیں جن میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر مکمل نہیں تھی۔پہلی محمد بن الحنفیہ اوراس کے ساتھیوں کی جماعت تھی،دوسری نجدۃ الحروری اوراس کے ساتھیوں کی جماعت تھی،تیسری بنی امیہ کی جماعت تھی،چوتھی عبداللہ بن زبیر کی جماعت تھی۔سب سے پہلے اپنی جماعت کو آگے کرنے والے ابن حنفیہ تھے،دوسرے نمبر پر نجدۃ،تیسرے نمبر پر بنی امیہ سب سے آخر میں عبداللہ بن زبیر تھے۔لوگ بھی انہیں کے ساتھ روانہ ہوئے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ابن زبیر کے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن انہوں نے آگے روانگی میں بہت دیر لگا دی۔ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تاخیر کرنے میں جاھلیت کے دور کی طرح ہیں،پس ابن عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو عبداللہ بن زبیر بھی آگے بڑھ گئے اس سال لوگ آپس میں قتال سے باز رہے یہاں تک کے ان کے درمیان کوئی جنگ اس سال نہ ہوئی۔

اس سال مدینہ کے نائب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے جابر بن الاسود بن عوف الزھری تھے جب کہ کوفہ وبصرہ میں ان کے بھائی مصعب تھے ملک شام ومصر میں عبدالملک بن مروان تھے۔واللہ اعلم۔

اس سال وفات پانے والے

عبداللہ بن یزید الاوسی جو کہ حدیبیہ میں حاضر تھے،عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث،عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب عدوی یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تھی۔تقریباً ستر سال کی عمر میں مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت الانصاری عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن امری القیس یہ عظیم صحابی تھے پہلے کوفہ میں رہائش اختیار کی پھر قومیسیا میں رہے۔زید بن ارقم بن زید یہ بھی عظیم صحابی تھے۔

(اسی سال عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مفسر قرآن اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے وہ بھی انتقال فرما گئے

ان کا تعارف درج ذیل ہے)

وہ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، ابوالعباس ہاشمی رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اس امت کے بڑے عالم تھے کتاب اللہ کے مفسر و ترجمان تھے ان کو عالم وعلمی سمندر کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث روایت کی ہیں اس طرح صحابہ کرام کی جماعت سے بھی ان سے بہت سے صحابہ نے کبار تابعین نے علم حاصل کیا۔ ان کے ایسے تفردات ہیں جو صحابہ کی جماعت میں سے کسی کے بھی نہیں ہیں۔ ان کے علم کی سمجھداری کی، کمال عقل کی، عظیم مرتبہ کی اور خاندانی شرافت کی کوئی حد نہیں تھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ان کی والدہ کا نام ام فضل لبابہ بنت حارث الھلالیہ تھا۔ یہ حضرت میمونہ ام المومنین کی بہن تھیں۔ حارث ہلالیہ خلفاء عباسین کے والد تھے۔ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ام الفضل سے دس لڑکوں میں ایک تھے وہ ان میں سب سے چھوٹے تھے وہ سب دوسرے شہروں میں دور دراز انتقال کر گئے جیسا کہ آگے آئیگا مسلم بن خالد الزنجی المکی نے ابن جریج سے نقل کیا انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ شعب ابی طالب میں تھے تو میرے والدان کے پاس کہنے لگے کہ ام الفضل کو حمل ہو گیا ہے (شاید اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھیں ٹھنڈی کرے جب میری پیدائش ہوئی تو میرے والد ماجد مجھے لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے جب کہ میں ایک کپڑے میں تھا آپ نے مجھے اپنے لعاب سے تحسنیک (پہلی دفعہ بچے کو کوئی چیز کھلانا) کی مجاہد نے کہا کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ انہیں آپ ﷺ نے اپنے لعاب وغیرہ سے تحسنیک کی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے ذریعے ہمیں باوقار بنائیں، تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔ واقدی نے شعبہ کی سند سے حضرت ابن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے ہوئے جب کہ ہم شعب ابی طالب میں تھے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو میری عمر ۱۳ سال تھی واقدی نے مزید کہا کہ یہ ایسی بات ہے جس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واقدی نے اس سے اس طرح استدلال کیا کہ وہ حجۃ الوداع والے سال میں بالغ ہونے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو میری ختنہ ہو چکی تھی۔ ان کا دستور یہ تھا کہ بچے کی ختنہ اس کے بالغ ہونے کے بعد کراتے تھے۔ شعبہ ہشام وابن عوانہ نے نقل کیا ابی بشر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو میں دس سال کا تھا میری ختنہ بھی ہو چکی تھی۔ ہشام نے زیادتی کہ محکم آپ ﷺ کے زمانہ میں جمع کرا لی گئی تھی۔ میں نے کہا کہ محکم کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ المفصل۔

ابوداؤد والطیالسی نے شعبہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے ابی اسحاق سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو میں پندرہ سال کا تھا میری ختنہ بھی ہو چکی تھی۔ یہی زیادہ صحیح روایت ہے۔ صحیحین میں ثابت ہونا اس کی مزید صحت کو ثابت کرتا ہے۔ امام مالک نے زھری سے روایت کی انہوں نے عبیداللہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ فرمایا کہ میں ایک دن گدھی پر سوار ہو کر آیا اس وقت میری عمر بلوغت کے قریب قریب تھی تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کو منیٰ میں بغیر دیوار کے (آگے کوئی دیوار نہ تھی) نماز پڑھا رہے تھے میں کچھ صفوں کے سامنے سے گزرا، وہاں اترا گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود صف میں داخل ہو گیا اس بات پر کسی نے نکیر نہیں کی ان کے بارے میں صحیح بخاری میں یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے کہا میں اور میری ماں کمزور لوگوں میں تھے میری ماں عورتوں میں جب کہ میں بچوں میں تھا انہوں نے اپنے والد ماجد کے ساتھ فتح سے قبل ہجرت کی۔ اتفاق سے نبی کریم ﷺ کی ان ملاقات مقام جحفہ میں ہو گئی جب کہ آپ فتح مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ سن ۸ ہجری میں وہ فتح مکہ حنین اور طائف کے غزوہ میں شامل رہے۔ بعض نے کہا کہ یہ ۹ھ ہجری میں آئے جب کہ حجۃ الوداع ۱۰ ہجری میں ہوا۔ اس وقت انہوں نے نبی کریم ﷺ سے التزام کیا آپ سے علم سیکھا حافظ ہوئے، افعال اقوال و احوال کو منضبط کیا۔ صحابہ کرام سے بھی وافر مقدار میں علم حاصل کیا۔ اچھی و درست ذہنیت والے، فصاحت و بلاغت والے خوبصورت و حسین بیان میں ماہر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی تھی جیسا کہ مضبوط صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تاویل کا علم سکھائے اس کے ساتھ ساتھ دین میں فقاہت بھی عطا فرمائے۔ زبیر ابن بکار نے فرمایا کہ مجھے حدیث بیان کی ساعدہ بن عبیداللہ المزنی، انہیں داؤد بن عصا نے انہیں زید بن اسلم نے انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابن عباس

کے لئے دعا کرتے، انہیں اپنے قریب رکھتے تھے کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرے واسطے ایک دن دعا کرتے ہوئے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اور تیرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے ہوئے دیکھا مزید یہ دعا بھی دی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین میں فقاہت عطا فرمائے اور تاویل کا علم بھی عطا کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے اس برکت کو پھیلا بھی دے۔ حماد بن سلمہ نے عثمان بن خثیم سے نقل کیا انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے وہاں رات گزاری تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل (نہانے) کا پانی رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کس نے رکھا انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس نے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو علم تاویل و دین میں فقاہت عطا فرمائے۔ اس روایت کو ابن ہیثم وغیرہ سے بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن بکر بن ابی صفرۃ ابو یونس نے انہیں عمرو بن دینار نے کہ انہیں کریب نے بتایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے پاس رات کے آخری حصہ میں آیا آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا اور برابر میں کھڑا کر لیا۔ جب آپ نماز پڑھانے لگے تو میں پیچھے ہٹ گیا آپ نے نماز پڑھا دی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے تمہیں برابر میں کھڑا کیا تھا تم پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کے لئے مناسب ہے کہ وہ آپ کے برابر میں کھڑا ہو۔ حالانکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو نبوت عطا کی میں نے آپ ﷺ کو تعجب میں ڈال دیا تو آپ نے میرے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ میری علم و سمجھداری میں زیادتی فرمائے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو دیکھا تو سو گئے تھے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ اٹھے نماز پڑھائی لیکن وضو کا اعادہ نہیں فرمایا۔

امام احمد وغیرہ نے فرمایا کہ ہمیں ہاشم بن قاسم نے حدیث بیان کی انہیں ورقاء نے انہوں نے کہا کہ میں نے عبیداللہ بن ابی یزید سے سنا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لائے تو میں نے ان کے لئے وضو کا پانی رکھ دیا۔ جب وہ نکلے تو پوچھا کہ یہ پانی کس نے رکھا بتایا کہ ابن عباس نے رکھا ہے تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اسے دین میں فقاہت اور تاویل کا علم عطا فرمائے۔ ثوری وغیرہ نے لیث سے روایت نقل کی انہوں نے ابی جہضم موسیٰ بن سالم سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا آپ ﷺ نے ان کے بارے میں حکمت کی دعا بھی فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ دو دفعہ علم کی دعا فرمائی دارقطنی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حمزہ بن قاسم الہاشمی نے اور دوسرے لوگوں نے بھی یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں حدیث بیان کی عباس بن محمد نے، انہیں محمد ابن مصعب بن ابی مالک النخعی نے، انہیں ابی اسحاق نے، انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس نے، فرمایا کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا جب کہ دو ہی مرتبہ آپ ﷺ نے میرے واسطے حکمت کی دعا فرمائی پھر کہا کہ ابو اسحاق السبیعی جو کہ عکرمہ سے نقل کرنے میں منفرد ہیں۔ ابو مالک النخعی عبدالملک بن حسین ان سے نقل کرنے میں متفرد ہیں (فرمایا کہ ابو اسحاق احادیث کے بیان کرنے میں غریب ثابت ہوا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہاشم نے انہیں خالد نے انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چمٹا کر دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے۔

امام احمد نے اسماعیل بن علیہ سے بھی روایت کی انہوں نے خالد الحذاء سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا آپ ﷺ نے مجھے اپنے سے چمٹا کر دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکمت عطا فرمائے۔ بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے بھی حدیث خالد کو روایت کیا ہے وہ ابن مہران الحذاء ہے جو عکرمہ سے عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ہمیں ابو سعید نے حدیث بیان کی انہیں سلیمان بلال نے انہیں حسین بن عبداللہ بن عکرمہ نے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا (یا اللہ ابن عباس کو حکمت و علم و تاویل عطا فرما) اس حدیث کے بیان کرنے میں امام احمد منفرد ہیں۔ اسی جیسی حدیث کو عکرمہ سے بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے بہت سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے

عکرمہ سے ارسال کیا ہے لیکن متصل روایت ہی صحیح ہے۔اس حدیث کوابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت سے تابعین نے روایت کیا ہے امیر المومنین مہدی کے طریق سے بھی مروی ہے انہوں نے نقل کیا اپنے والد صاحب سے انہوں نے اپنے دادا سے ابوجعفر منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے،انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب کی تعلیم دے،دین میں فقیہ بنائے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوکامل وعفان المعنیٰ ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد نے ان سے بیان کی عمار بن عمار نے،انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس موجود تھا اس وقت آپ سے ایک آدمی مناجات کر رہا تھا،عفان نے کہا آپ اس وقت گویا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اعراض کر رہے تھے تو ہم وہاں سے چلے آئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے چچازاد بھائی کو دیکھا کہ مجھ سے اعراض کر رہا ہے۔میں نے کہا اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی بیٹھا سرگوشی کر رہا تھا عفان نے کہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہاں کوئی آدمی تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تھا۔تو وہ واپس گئے وہاں جا کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ابھی آپ کے پاس کوئی شخص تھا کیوں کہ عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے پاس کوئی شخص اس وقت سرگوشی کر رہا تھا۔آپ ﷺ نے پوچھا ارے کیا تو نے اسے دیکھا تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔حدیث مہدی میں ان کے آباؤ اجداد سے روایت کیا گیا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تیری آنکھوں نے صحیح دیکھا تھا۔واقعہ اسی طرح ہوا تھا یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی دوسری صفت

اس کو روایت کیا ہے کہ قتیبہ نے دراوردی سے انہوں نے ثور بن یزید سے انہوں نے موسیٰ بن میسرہ سے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا وہاں انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا تو لوٹ آئے۔آپ ﷺ سے اس آدمی کی وجہ سے بات نہ کر سکے حضرت عباس آپ سے بعد میں ملے تو فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کو آپ کے پاس بھیجا تھا تو اس نے آپ کے پاس ایک آدمی کو دیکھا اس کی وجہ سے وہ آپ سے بات کرنے پر قادر نہ ہو سکا اس لئے میرے پاس لوٹ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا جان جانتے ہیں کہ وہ آدمی کون تھا انہوں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ نے بتایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے تیرے بیٹے کی موت نابینا ہونے سے پہلے نہیں آئے گی اس کو علم کثیر بھی دیا جائے گا سلیمان بن بلال نے ثور بن یزید سے اسی طرح روایت کی ہے اس حدیث کی دوسری سند بھی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں ان میں سے کچھ بہت زیادہ بے اصل ہیں اس لئے ہم نے بہت سی احادیث ذکر نہیں کیں ہیں جن کو ذکر کرنے کے بعد بقیہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

امام بیہقی نے فرمایا کہ ابوعبداللہ الحافظ عبداللہ بن حسن القاضی بمرو نے بتایا کہ ہمیں حدیث بیان کی الحارث محمد نے انہیں یزید بن ھارون نے انہیں جریر بن حازم نے انہیں یعلی بن حکیم نے انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا کہ آؤ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ہم سوالات کریں گے اس لئے کہ آجکل وہ بہت زیادہ ہیں اس نے کہا تعجب ہے اے ابن عباس کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ لوگ تمہارے محتاج ہوں گے حالاں کہ ابھی تو بڑے بڑے صحابہ کرام حیات ہیں۔فرمایا کہ اس انصاری آدمی نے اس بات کو جانے دیا جب کہ میں اصحاب رسول اللہ ﷺ سے سوالات کرنے پہنچ گیا جب مجھے یہ بات پتہ چلتی کہ فلاں آدمی کے پاس حدیث ہے تو میں اس کے در پر جاتا وہ آرام کر رہا ہوتا تو میں اپنی چادر اس کے دروازہ پر بچھا کر بیٹھ جاتا۔مٹی میرے اوپر ہوا اڑاتی رہی۔جب وہ شخص باہر آکر مجھے دیکھتا تو کہتا اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی آپ یہاں کیسے آئے مجھے پیغام بھیج دیا ہوتا تو میں آجاتا میں کہتا کہ نہیں بندہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ

وہ آپ کے پاس آئے پھر میں اس سے حدیثیں پوچھتا فرمایا کہ وہ انصاری آدمی بھی رہے یہاں تک کہ انہوں نے دیکھا کہ میرے گرد لوگوں کا مجمع لگنے لگا جو کہ مجھ سے سوالات کرتے تھے اب وہ آدمی کہتا ہے کہ ابن عباس مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔ محمد بن عبداللہ الانصاری نے کہا؟ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عمرو بن علقمہ نے انہیں ابوسلمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کا زیادہ تر علم انصار کے اس قبیلہ میں پایا میں ان لوگوں کے دروازے پر بیٹھ جاتا تھا میں اگر ان سے اجازت لینا چاہتا تو مجھے ضرور دے دیتے لیکن (یہ کام اجازت) طلب نہ کرنا ان کے دل کی خوشی کے واسطے نہیں کیا محمد بن سعد نے کہا: محمد بن عمر نے خبر دی کہ مجھے حدیث بیان کی قدامہ بن موسیٰ نے انہیں ابوسلمہ الحضرمی نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ مہاجرین وانصار سے علم حاصل کیا میں ان سے آپ کے غزوات کے بارے میں اور جو کچھ اس بارے میں قرآن شریف میں نازل ہوا پوچھا کرتا تھا میں جس کے پاس بھی جایا کرتا تو وہ چھپ کر میرے پاس خود آ جاتا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کی وجہ سے تھی ایک دن میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے لگا کہ کتنا قرآن پاک مدینہ میں نازل ہوا ہے (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بہت گہرے علم کے حامل تھے) انہوں نے فرمایا کہ ۲۷ سورتیں مدنی ہیں باقی ساری مکی ہیں امام احمد نے کہا عبدالرزاق سے نقل کرتے ہوئے انہیں معمر نے نقل کرتے ہوئے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا زیادہ تر علم تین آدمیوں سے تھا (۱) حضرت عمر (۲) حضرت علی (۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک مسئلہ کے بارے میں آپ ﷺ کے تیس صحابہ کرام سے سوال کیا۔ مغیرہ نے شعبی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تمہیں صحیح علم کیسے حاصل ہوا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ زیادہ سوال کرنے والی زبان اور عقلمند دل کے ذریعے حاصل ہوا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مشائخ صحابہ کے ساتھ ابن عباس کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مفسر قرآن ہیں جب وہ آتے تو حضرت عمر فرماتے کہ نوجوان زیادہ سوال کرنے والا اور عقل مند دل والا آیا۔ صحیح میں یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر دیگر صحابہ کرام سے (اذا جاء نصر اللہ والفتح) کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو کچھ خاموش ہو گئے کچھ نے جواب دیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پسند نہ آیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کے ذریعے آپ ﷺ کے انتقال کی خبر دی گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے بارے میں بندہ بھی اتنا ہی جانتا ہے جتنا آپ جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مراد یہ تھی کہ ان کے نزدیک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان علم وفہم میں ان کا بڑا امرتبہ دل میں قرار پا چکا تھا۔ حضرت عمر نے ان سے ایک مرتبہ شب قدر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے پتہ لگایا کہ وہ ستائیسویں شب کو ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بہترین قرار دیا اور ان کی تعریف کی جیسا کہ ہم تفسیر میں ذکر کر چکے ہیں۔

حسن بن عرفہ نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن یمان نے انہیں عبدالملک بن ابی سلیمان نے انہیں سعید بن جبیر نے انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے۔ آپ نے ابن عباس سے فرمایا کہ تو نے ایسا علم حاصل کیا جو ہمیں نہیں ہے اوزعی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے فرمایا کہ تم ہمارے جوانوں میں حسین عقل مندترین و کتاب اللہ کو سب سے زیادہ سمجھنے والے آدمی ہو۔ مجاہد نے شعبی سے روایت کی۔ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ، عمر رضی اللہ عنہ تجھے قرب عطا کریں گے اور تمہیں اپنی مجلس میں بڑے صحابہ کے ساتھ بٹھائیں گے تو میری تین باتیں یاد رکھو۔ ان کے راز کو فاش نہ کرنا دوسری بات کہ ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا۔ تیسری یہ بات کہ ان کے سامنے کبھی جھوٹ نہیں بولنا۔ ابن شعبی نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلکہ ان میں سے ہر ایک بات دس ہزار سے بہتر ہے۔ واقدی نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن فضل بن ابی عبداللہ نے انہیں ان کے والد صاحب نے انہیں عطاء بن یسار نے کہ عمر وعثمان رضی اللہ عنہ ابن عباس کو بلایا کرتے تھے۔ یہ حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے موت تک فتویٰ کا کام کرتے رہے۔ میں نے کہا کہ وہ افریقہ کی فتح میں سن ۲۷ ہجری میں ابن ابی سرح کے ساتھ تھے امام زہری نے فرمایا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے فرمایا کہ میرے والد نے ابن عباس کو جنگ جمل کے دن دوصفوں کے

درمیان چلتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا جس شخص کا اس جیسا چچازاد بھائی ہو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ آپ میسرہ کے امیر تھے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خوارج سے قتال میں بھی شامل تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ملک شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نائب بنادیں ان کو کسی چھوٹی موٹی بات کی وجہ سے معزول نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ ان کو معزول کرنا چاہیں تو پہلے ایک ماہ کی امارت دے دیں اس کے بعد ان کو معزول کر دیجئے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات سے انکار کیا وہ صرف قتال ہی کرنا چاہتے تھے۔ پھر جو کچھ ہوا پہلے بیان ہو چکا ہے جب فریقین ثالثوں کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت علی کی طرف سے حضرت عمرؓ بن عاص رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کریں۔ مذحج اور اہل یمن نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف ابوموسیٰ اشعری ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا نائب بنایا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو کئی سال حج بھی کروایا۔ ایک دفعہ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سورۃ بقرہ کی تفسیر بیان کی ایک روایت میں ہے کہ سورۃ النور کی بیان کی تفسیر سننے والوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر ان کی تفسیر کو روم ترک دیلم والے سنتے تو ضرور اسلام لے آتے۔ وہ پہلا شخص تھا جو لوگوں میں بصرہ کا منتظم بنایا گیا وہ عرفہ کی رات منبر پر چڑھا اہل بصرہ اردگرد بیٹھ جاتے تو وہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے۔ لوگوں کو عصر کے بعد سے مغرب تک وعظ ونصیحت کرتے مغرب کے وقت وعظ ختم کر کے مغرب کی جماعت کراتے ان کے بعد علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کچھ نے اس کو مکروہ سمجھا انہوں نے کہا کہ یہ بدعت ہے اس لئے کہ یہ عمل نہ رسول اللہ ﷺ نے کیا نہ ان کے بعد سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کسی اور نے کیا۔ بعض علماء نے اس کو مستحب سمجھا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر و حجاج کرام کی موافقت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ بعض احکام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کیا کرتے تھے تو حضرت علی ان مسائل میں ان سے رجوع کرتے تھے جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل نے انہیں ایوب نے انہیں عکرمہ نے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے جلا دیا جب یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پتہ چلی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب دینے کی طرح عذاب مت دیا کرو بلکہ میں ان سے قتال کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلی تو انہوں نے کہا کہ ابن عباس کے لئے ہلاکت ہو وہ ذرہ ذرہ سی باتوں میں گہرائی تک چلے جاتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے مقابلہ کیا ابن عباس یہ سمجھے تھے کہ متعہ کا حکم اب تک باقی ہے اسی طرح پالتو گدھوں کو بھی حلال سمجھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بیشک تو ایک سرگرداں آدمی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے متعہ سے اور پالتوں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا یعنی خیبر کے دن ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا تھا اس حدیث کی صحیحین وغیرہ میں تخریج کی گئی ہے اس حدیث کے الفاظ بہت ہی بہترین ہیں۔ واللہ سبحانہ' وتعالیٰ اعلم۔

بیہقی نے کہا کہ ابوعبداللہ الحافظ نے بتایا کہ میں نے ابوبکر بن المومل سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابونصر بن ربیعہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صعصعہ بن صوحان حضرت علی کے پاس بصرہ سے آئے۔ ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے تھے۔ صعصعہ نے کہا اے امیر المومنین وہ تین چیزوں کو لینے والے اور تین چیزوں کو چھوڑنے والے ہیں (پہلی تین چیزیں یہ ہیں) جب وہ بات کرتے ہیں تو لوگوں کا دل جیت لیتے ہیں جب اس سے بات کی جائے تو بغور سنتے ہیں جب اختلاف ہو تو آسان بات کو لیتے ہیں (دوسری تین چیزیں یہ ہیں) بحث ومباحثہ کمینوں کی صحبت اور ایسی بات جس کی وجہ سے معذرت کرنا پڑے (ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے)۔

واقدی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی سبرہ نے انہیں موسیٰ بن سعید نے انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے ان کے والد صاحب نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ ذہین عقلمند عالم بردبار شخص نہیں دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکلات میں انہیں بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارے پاس پیچیدہ مسئلہ آیا ہے پھر ان کے قول سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بدری

مہاجرین وانصاری صحابہ موجود ہوتے تھے۔

اعمش نے روایت نقل ابوضحیٰ سے انہوں نے مصروف سے انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر عباس رضی اللہ عنہ ہمارے عمروں کو پاتے تو ہم سے کوئی بھی اس کا دسواں حصہ بھی نہ پا تا یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ہاں مفسر قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے محمد بن سعید نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یحییٰ بن علاء نے انہیں یعقوب بن زید نے انہیں ان کے والد صاحب نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر ان کو پہنچی کہ آج سب سے بڑا عالم و بردبار ہم سے رخصت ہو گیا یہ کہہ کر اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر زور سے مارا ان کی موت کی وجہ سے امت پر ایسی مصیبت آئی ہے جو ختم نہ ہو سکے گی۔ محمد بن سعید سے یہی مروی ہے جس میں یحییٰ ابن علاء تک سند وہی ہے۔

یحییٰ بن علاء نے روایت کی عمر بن عبداللہ سے انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے فرمایا کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو رافع ابن خدیج نے فرمایا کہ آج اس شخص کا انتقال ہو گیا ہے جس کے مشرق و مغرب کے درمیان اپنے سب علم میں محتاج ہیں۔

واقدی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ نے انہیں عمرو بن ابی عمرو نے انہیں عکرمہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص (ابن عباس رضی اللہ عنہ) مرنے والوں اور جینے والوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھا ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں صلح کے زمانے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ میری اور ان کی پہلی ملاقات تھی تو ان کے پاس اور لوگ بھی تھے انہوں نے کہا کہ خوش آمدید ابن عباس میرے اور کسی شخص کے درمیان جو دوری کی وجہ سے مجھے عزیز ہو نہ قریب کی وجہ سے مجھے محبوب ہے فتنہ اس قدر مضبوط نہیں ہوا، اس خدا کا شکر ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موت دی میں نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ کو اس کے فیصلے کے بارے میں مذمت نہیں کی جاسکتی اس کے علاوہ دوسری حدیث اس سے بہتر ہے پھر میں نے ان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں آپ مجھے میرے چچازاد کے بارے میں معاف کردیں میں آپ کو آپ کے چچازاد کے بارے میں معاف کردوں اس نے کہا آپ کی بات مان لی گئی عائشہ رضی اللہ عنہا وام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا تھا وہ مناسک حج کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابن المبارک نے داؤد بن ابی ھند سے انہوں نے شعبی سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ زید بن ثابت سواری پر سوار ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی رکاب کو پکڑ لیا انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کہ چچازاد بھائی آپ ایسا نہ کیجئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زید نے کہا میں آپ کے ہاتھ چاہتا ہوں انہوں نے دونوں ہاتھ نکالے تو زید نے انہیں چوم لیا پھر فرمایا کہ ہمیں اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے واقدی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی داؤد بن ھند نے انہیں سعید بن جبیر نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن المسیب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سب سے بڑے عالم تھے۔ مزید کہا مجھے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے انہیں ان کے والد صاحب نے انہیں عبداللہ بن عتبہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے ان کے اس علم سے جو سب سے زیادہ تھا اس فقہ سے جس کے لوگ محتاج تھے اور بردباری وحسب ونسب سب سے محروم ہو گئے میں نے کوئی آدمی آپ سے زیادہ احادیث کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا نہ قضاء کے معاملہ میں ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو ان سے بڑھ کر دیکھا نہ ہی ان سے بہتر کوئی فقیہ دیکھا اور شعر وشاعری عربی ادب تفسیر قرآن اور علم میراث میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا نہ ہی علم تاریخ میں ان سے بڑا کوئی عالم دیکھا نہ ہی ان سے زیادہ مضبوط و ٹھوس رائے والا جب کہ لوگ ان سے سوال کرتے۔

وہ ایک دن مجلس میں بیٹھتے تو اس میں صرف فقہ کا ذکر کرتے دوسرے دن صرف علم تاویل کا ذکر کرتے ایک دن آپ ﷺ کے غزوات بیان کرتے ایک دن شعر وشاعری بھی پڑھاتے جب کہ ایک دن عربی ادب کے لئے بھی مخصوص تھا میں نے دیکھا کہ جو بھی عالم ان کی مجلس میں بیٹھتا وہ ان کا فرمانبردار ہو جاتا جو بھی علم کا پیاسا ان کے پاس آتا وہ علم ضرور حاصل کرتا۔ راوی نے کہا کہ میں کبھی کبھی ان سے وہ قصے جو تیس اشعار پر مشتمل

ہو تے سن کر یاد کر لیتا تھا۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن عباس جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ عطا نے کہا میں نے ان کی مجلس سے زیادہ کوئی مجلس بزرگی میں فقاہت میں، عظیم ہیبت میں نہیں دیکھی اصحاب قرآن اصحاب عربی اصحاب شعر وشاعری ان سے سوالات کرتے تھے وہ انہیں بہت تسلی بخش جواب دیتے واقدی نے کہا مجھے حدیث بیان کی بشر بن ابی سلیم نے انہیں ابن طاؤس نے انہیں ان کے والد صاحب نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں علم میں ایسے سبقت لے گئے تھے جیسے کھجور کے لمبے درخت چھوٹے درختوں پر سبقت لے جاتے ہیں۔ لیث بن ابی سلیم نے کہا میں نے طاؤس سے پوچھا تم نے اس لڑکے کو اختیار کیا جب کے بڑے اکابر صحابہ کو چھوڑ دیا (لڑکے سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہ تھے) انہوں نے کہا میں نے ستر صحابہ کرام کو دیکھا جب وہ کسی چیز میں شک میں پڑ جاتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول لیتے ہیں طاؤس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ان سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا مزید کہا کسی نے ان کی مخالفت بھی نہیں کی آپ کو برقرار رکھا گیا علی بن المدینی یحییٰ ابن معین اور ابونعیم وغیرہ نے سفیان بن عینہ سے نقل کیا انہوں نے ابن ابی نجیح سے انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے فرمایا کہ میں نے ان کے جیسا کبھی نہیں دیکھا ان کا جس دن انتقال ہوا سو ہوا وہ اس امت کے لئے بڑے عالم تھے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوبکر ابی شعبہ وغیرہ نے ابو اسماء سے نقل کی انہوں نے احمد سے انہوں نے مجاہد انہوں نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قد وقامت میں سب سے لمبے سب سے بڑی پلکوں والے سب سے وسیع علم والے تھے۔ عمر بن دینار رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی مجلس ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس سے زیادہ تمام خیروں کو جامع نہیں دیکھی۔ یعنی حلال وحرام، تفسیر القرآن، ادب عربی، علم اشعار اور کھانے پینے کے اداب سب ہی کا بیان ہوتا تھا۔ مجاہد نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ فصیح زبان والا کوئی نہیں دیکھا۔

محمد بن سعد نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عفان بن مسلم نے انہیں سلیم بن اخضر نے انہیں سلیمان التیمی نے (یہ وہی ہیں جو حکم بن ادیب سے ارسال کرتے ہیں) یہ سند حسن تک ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ عرفہ کے دن اس مسجد میں سب سے پہلے نماز جمعہ کس نے پڑھائی انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آدمی غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرنے والا۔ زیادہ حدیثین جاننے والا اور زیادہ علم والا ہے وہ منبر پر چڑھتے تھے اور سورۃ بقرۃ کی ایک ایک آیت کر کے تفسیر بیان کرتے تھے یہ ہی حدیث دوسری سند سے بھی جر کہ حسن بصری وغیرہ سے مروی ہے۔ عبداللہ بن مسلم قتیبہ الدینوری نے کہا سفیان نے ابی بکر الھذلی سے روایت نقل کی۔ انہوں نے حسن سے حسن نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ کے پہلے منتظم تھے وہ منبر پر چڑھے سورۃ بقرہ وآل عمران پڑھ کر اس کی حرفا حرفا تفسیر بیان کی۔ (مثجی) ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ (الثج) سے ہے جس کے معنی ہیں بہنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وانزلنا من لمعصرات ماء ثجاجا) دوسرا ترجمہ اس کا ہے چلنے میں تیز۔ یونس بن بکیر نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوحمزہ الثمالی نے انہیں ابی صالح نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس اتنی بڑی ہوتی کہ سارے قریش والے بھی اگر اس پر فخر کریں تو وہ ان کے لئے واقعی فخر کی بات ہوگی۔ میں نے لوگوں کو خود دیکھا کہ ان کے دروازے کے پاس جمع ہو جاتے تھے یہاں تک کہ راستہ تنگ ہو جاتا کوئی بھی آنے جانے کی قدرت نہیں رکھتا تھا راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا انہیں جگہ کی تنگی کے بارے میں جو دروازے پر تھی بتایا انہوں نے کہا کہ میرے لئے وضو کا پانی رکھ دے پھر انہوں نے وضو کرنے کے بعد بیٹھ کر کہا باہر نکل کر لوگوں سے کہو جو قرآن کریم اس کے حروف اور مراد کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہو وہ آ جائے۔ ابو صالح نے کہا کہ میں نے لوگوں میں جا کر یہ اعلان کر دیا تو اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا تو انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید اضافہ کر کے سمجھایا اس کے بعد اس نے کہا کہ تمھارے دوسرے بھائیوں نے آنا ہے تو یہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے کہا کہ لوگوں سے جا کر کہو جو لوگ حلال وحرام اور فقہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہوں وہ آ جائیں اور صالح کہتے ہیں کہ میں نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کر دیا۔

اس کے بعد اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا کا سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید اضافہ کر کے سمجھایا اس کے بعد اس نے کہا کہ تمھارے دوسرے بھائیوں نے آنا ہے تو یہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے کہا کہ لوگوں سے جا کر کہو جو شخص علم میراث وغیرہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہو وہ آ جائے صالح کہتے ہیں کہ میں نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا کا سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید

اضافہ کر کے سمجھایا اس کے بعد اس نے کہا کہ تمہارے دوسرے بھائیوں نے آنا ہے، تو یہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے کہا کہ لوگوں سے جا کر یہ اعلان کر دو کہ جو لوگ عربی ادب شعر و شاعری اور عجیب و غریب کلام کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہوں وہ آ جائیں میں نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا کا سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید اضافہ کر کے سمجھایا اس کے بعد اس نے کہا کہ تمہارے دوسرے بھائیوں نے آنا ہے تو یہ لوگ چلے گئے ابو صالح نے کہا کہ اگر سارے کہ سارے قریش اس پر فخر کریں تو یہ فخر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ میں نے ان جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

طاؤس و میمون بن مہران نے کہا ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ متقی جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔ میمون نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں میں زیادہ فقیہ تھے شریک قاضی نے اعمش سے نقل کرتے ہوئے کہا انہوں نے ابوالضحیٰ سے انہوں نے مسروق سے مسروق نے فرمایا کہ جب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا تو کہتا کہ یہ سب سے خوبصورت ہیں۔ جب وہ بات کرتے تو میں کہتا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ جب وہ گفتگو کرتے تو میں کہتا کہ یہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابونعمان نے انہیں حماد بن زید نے انہیں زبیر بن حارث نے انہیں عکرمہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں میں زیادہ قرآن جاننے والے زیادہ پوشیدہ باتیں جاننے والے تھے اسحاق بن راہویہ نے کہا یہ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ علم ہے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا اگر اس علم میں وہ علم بھی ملایا جائے جو انہوں نے ابوبکر و عثمان و ابی بن کعب وغیرہ بڑے بڑے صحابہ سے حاصل کیا تھا۔ ساتھ میں رسول اللہ ﷺ کی وہ دعا بھی ملائی جائے جو آپ ﷺ نے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو علم کتاب عطا فرمائے تو اس صورت میں ان کا علم بہت زیادہ ہو جائے گا۔ ابو معاویہ نے اعمش سے نقل کرتے ہوئے فرمایا انہوں نے ابووائل شقیق بن سلمہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ابن عباس نے مقام موسم میں خطبہ دیا انہوں نے سورۃ بقرہ شروع کر دی وہ اس کو پڑھ کر تفسیر بیان کر رہے تھے تو میں کہنے لگا کہ نہ میں نے اس جیسا آدمی دیکھا ہے نہ ہی اس کے جیسا کسی سے کلام سنا ہے اگر ان کے کلام کو روم و فارس والے بھی سنتے تو ضرور اسلام لے آتے۔ ابوبکر بن عیاش نے روایت کیا عاصم بن ابوالنجود سے انہوں نے ابووائل سے کہ جس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے اسی سال لوگوں کو ابن عباس نے حج کرایا تو انہوں نے سورۃ النور کی تلاوت کی اور اسی جیسا ذکر کیا جیسا کہ پہلے گزرا۔ شاید پہلا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا گزرا۔ اس لئے اس کی دلیل میں سورۃ البقرہ تلاوت کی جب کہ فتنہ عثمان میں سورۃ النور پڑھی۔ واللہ اعلم۔ ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جسے علم میں پختگی حاصل ہے اور علم تاویل بھی جانتا ہو، مجاہد نے کہا میں نے قرآن دو مرتبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ میں ہر آیت پر ٹھہر کر ان سے سوالات پوچھتا تھا انہیں سے روایت ہے کہ چار چیزیں قرآن میں ایسی ہیں کہ جن کو میں نہیں جانتا کس نے پیدا کیا، (۱) الاواہ (۲) الحنان (۳) الرقیم (۴) الغسلین۔ ان چار چیزوں کے علاوہ وہ مکمل قرآن جانتے تھے۔ ابن وھب وغیرہ نے سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہوئے کہا انہوں نے عبیداللہ بن ابی یزید سے انہوں نے فرمایا کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کیا جاتا تو وہ اگر کتاب اللہ سے ہوتا تو وہ جواب دیدیتے اگر کتاب اللہ سے نہیں سنت سے ہوتا تب بھی جواب دیدیتے۔ اگر سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ ہوتا تو اس بارے میں اگر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی قول مل جاتا تو اسے بتا دیتے ورنہ اپنے اجتہاد کے ذریعے بتاتے تھے۔

یعقوب بن سفیان نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو عاصم و عبدالرحمٰن بن الشعبی نے انہیں کہمس بن حسن نے انہیں عبداللہ بن بریدہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک آدمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو گالی دی انہوں نے کہا کہ تو مجھے گالی دے رہا ہے جب کہ میرے اندر تین خصلتیں ہیں پہلی یہ کہ جب میں کتاب اللہ کی کسی آیت کو جان لیتا ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ دوسرے بھی اس کو میری طرح جان لیں دوسری میں کسی مسلمان حکمران کے بارے میں یہ سنتا ہوں کہ وہ عدل و انصاف سے فیصلے کرتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں اس کے واسطے دعائیں بھی کرتا ہوں حالاں کہ میں اس کے پاس اپنا فیصلہ نہیں لے جاتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی زمین میں بارش ہوئی تو میں خوش ہوتا ہوں حالاں کہ میرے کوئی پاس جانور نہیں ہیں کہ اس کی چراگاہ میں لے جاؤ۔

بیہقی نے روایت کی حاکم سے انہوں نے اصم سے انہوں نے حسن بن مکرم سے انہوں نے یزید بن ھارون سے انہوں نے کہمس سے انہوں

نے فرمایا ابن ابی ملیکہ نے کہا میں مدینہ سے مکہ کے سفر تک ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے جب سفر پورا ہوا تو وہ آدھی رات کو اٹھتے قرآن قریم حرف حرف کر کے ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔اس میں رونے کی آوازیں زیادہ نکالتے تھے جب کہ یہ آیت پڑھتے تھے(وجاءت سکرۃ الموت)۔اصمعی نے معتمر بن سلیمان سے روایت کرتے ہوئے کہا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر اشارہ کیا جہاں آنسوؤں کے نشانات تھے فرمایا کہ یہ جگہ ان کے رونے کی وجہ سے پرانے تسمہ کی مانند ہو چکی تھی۔

ان کے علاوہ کسی نے کہا وہ پیر و جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے فرماتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اوپر جائیں تو میں روزہ سے ہوں۔ھاشم وغیرہ نے علی بن زید سے روایت کی انہوں نے یوسف بن مہران سے،انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ بادشاہ روم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر کلام کے بارے میں سب سے معزز بندہ کے بارے میں سب سے معزز عورت کے بارے میں پوچھا اور ان چار چیزوں کے بارے میں جو کہ رحم میں نہیں ٹھہرتیں۔انہیں میں سے روح بھی ہے اور ایسی قبر کے بارے میں پوچھا جو کہ اپنے مردہ کو لے کر چلی ایسی جگہ کے بارے میں پوچھا جہاں سورج صرف ایک مرتبہ طلوع ہوا تھا،قوس وقزاح کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے مجرہ کے بارے میں پوچھا۔معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوال ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب بھیجا کہ سب سے بہترین کلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے **(فسبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ)** سب سے معزز بندہ اللہ کے نزدیک آدم علیہ اسلام ہیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اپنی روح ان میں پھونکی ملائکہ سے ان کو سجدہ کروایا ہر چیز کے نام انہیں سکھائے سب سے معزز عورت اللہ کے نزدیک ام عیسیٰ مریم بنت عمران ہیں وہ چار چیزیں جو کہ رحم میں نہیں رہی وہ یہ ہیں۔آدم وحواء علیھما السلام،عصا موسیٰ علیہ السلام،ابراہیم علیہ السلام کا مینڈھا جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کیا گیا تھا ایک روایت میں صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر ہے وہ قبر جو کہ اپنے مردہ کو لے کر چلی وہ یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے۔وہ جگہ جس پر صرف سورج کی روشنی صرف ایک مرتبہ ہی پڑی وہ اس سمندر کی جگہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے پھٹ گیا تھا یہاں تک کہ بنی اسرائیل اس پر سے پار ہو گئے تھے،قوس وقزح زمین والوں کو ڈوبنے سے بچاتی ہے کہکشاں آسمان میں ایک دروازہ ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ جگہ جہاں سے آسمان پھٹتا ہے جب بادشاہ روم نے پڑھا تو بہت حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ جوابات مجھے حضرت معاویہ کے نہیں لگتے بلکہ اہل بیت میں سے کسی کے جوابات ہیں اس سوالات کے بارے میں کئی روایات آئی ہیں جس میں سے بعض مشکوک بھی ہیں۔واللہ اعلم۔

فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب کہ وہ جیل میں تھے ۳۵ ہجری میں حج کے امیر مقرر ہوئے۔ان کی اسی غیر موجودگی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے جنگ صفین کے دن بھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فوج میں تھے۔خوارج کے ساتھ قتال میں بھی شامل تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جہت سے بصرہ پر مسلط تھے جب یہ وہاں سے نکلے تو انہوں نے ابو اسود الدولی کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا خلیفہ بنایا۔زیاد بن ابی سفیان کو خراج وصول کرنے کا امیر بنایا۔اہل بصرہ پر ان کی وجہ سے رشک کیا جاتا تھا۔وہ ان کو فقہ پڑھاتے ان کے جاہلوں کو تعلیم دیتے ان کے مجرموں کو نصیحت کرتے اور ان کے فقراء کو عطا کیا کرتے تھے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے ان کو اپنی موت سے قبل معزول کر دیا تھا اس کے بعد حضرت علی نے حضرت معاویہ کو بھیجا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے قریب بٹھایا ان کا احترام و تعظیم کی وہ ان سے مشکل مسائل پوچھتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ فوراً جواب دیدیا کرتے

تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حاضر جواب نہیں دیکھا۔ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو اتفاق سے معاویہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے انہوں نے اس مجلس میں ان کی بہت طرح تعزیت کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان پر بہت احسن طریقہ سے رد کیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اس نے بھی بہت فصیح ومختصر عبارت میں ان کی تعزیت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اس کا شکریہ ادا کیا جب حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسین نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ابن عباس نے بہت سختی سے روکا جب کہ انہوں نے یہ ارادہ بھی کیا کہ ان کے کپڑوں کو پکڑ لے (تاکہ جانے نہ پائے) اس لئے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی آخری عمر میں مجبور (بیماری کی وجہ سے) ہو گئے تھے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی پہلی بات نہیں مانی جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کی خبر ملی تو انہیں بہت شدید غم ہوا اس کے بعد بہت زیادہ گھر میں رہنے لگے فرمایا کرتے تھے کہ زبان سے اچھی بات کر یہ تیرے لئے غنیمت ہے۔ بری بات سے خاموش رہ، محفوظ رہو گے۔ اے نفس اگر تو ایسا نہ کرے گا تو شرمندگی اٹھائے گا۔

ایک دفعہ ایک جندب نامی شخص ان کے پاس آ کر کہنے لگا مجھے وصیت کیجئے انہوں نے کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توحید اس کے اعمال پر عمل کرتے رہو نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ ادا کیا کرو اس لئے کہ تم جو بھی نیکی کرو گے اس کے بعد تم اس کی وجہ سے مقبول ہو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا درجہ بھی بڑھے گا اے جندب تم مسلسل موت کے قریب ہو رہے ہو ہر نماز آخری نماز کی طرح پڑھا کرو دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی مسافر رہتا ہے اپنے آپ کو قبر والوں میں (مردہ) سمجھ اپنے گناہوں غلطیوں پر روتا اور کڑھتا رہ۔ دنیا تیرے نزدیک جوتے میں تسمے لگانے سے بھی ہلکی ہو جائے۔ گویا کہ تو دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچ چکا ہے جو کچھ تو نے پیچھے چھوڑا وہ تجھے کچھ فائدہ نہ دے گا بلکہ تجھے تیرے اعمال ہی فائدہ دیں گے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو وصیت کی اس کے الفاظ سرخ ہونٹوں سے بہتر تھے۔ فرمایا تو ہرگز ایسی بات نہ کر جس میں تیرے لئے کوئی فائدہ نہ ہو یہاں تک کہ تو اس کا موقع محل دیکھ لے بے وقوف و بردبار سے بحث ومباحثہ نہ کیا کر اس لئے بردبار تجھ پر غالب آ جائے گا جب کہ بیوقوف شخص تیری تحقیر کرے گا۔ تو اپنے بھائی کا غیر موجودگی میں تذکرہ نہ کر۔ ہاں ایسا تزکرہ کر سکتا ہے جس کو تو اپنی غیر موجودگی میں اس سے سننا کا پسند کرتا ہے۔ اس شخص کی طرح عمل کر جو یہ جانتا ہے کہ نیکی کا ثواب ہو گا جب کہ گناہوں پر پکڑ ہو گی۔ پھر آدمی نے کہا جو کہ آپ کے پاس بیٹھا تھا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ بات دس ہزار نیکیوں سے بہتر ہے تو حضرت نے کہا کہ اس بات کا ایک ایک کلمہ دس ہزار نیکیوں سے بہتر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تمام نیک باتوں میں جلدی کرنا اس کو چھوٹا سمجھنا اور اس کو پوشیدہ رکھنا بہتر ہوتا ہے۔

جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ عطیہ ہوا سے محتاج وغیرہ کو جلدی دینا چاہیے چھوٹا سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عطیہ دینے والی کی نظر میں چھوٹا ہو۔ پوشیدہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عطیات کو لوگوں سے چھپا کر دے اس لئے اس کو کھلم کھلا دینے میں ریا کا دروازہ کھلے گا جب کہ محتاج کا دل ٹوٹے گا اور وہ لوگوں سے حیا بھی کرے گا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں میں دوستوں کے لئے سب سے زیادہ معزز وہ ہوتا ہے جو اس کے چہرہ پر مکھی بھی نہ بیٹھنے دے یعنی اسے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچائے۔ میں اس آدمی کو بدلہ نہیں دے سکتا جو میرے پاس ضرورت سے آئے اور تجھے ایک مرتبہ پر سمجھے بلکہ اس کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ ہی دے گا اس طرح وہ آدمی جو کچھ اس سے ابتداء کرے یا مجلس میں میرے لئے وسعت رکھے یا میرے واسطے مجلس میں کھڑا ہو جائے یا وہ آدمی جو مجھے پیاس میں ایک گھونٹ پانی پلا دے وہ آدمی جو پوشیدگی میں میری حفاظت کرے اس طرح عمدہ اخلاق کی بہت سی باتیں ان سے منقول ہیں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے اس طرف اشارہ مقصود ہے جو ذکر نہیں کیا گیا۔

ھیثم بن عدی نے انہیں عمیان میں شرفاء کی فہرست میں شمار کیا ہے کیوں کہ کچھ احادیث ایسی آئی ہیں جو کہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں ان کی ایک آنکھ میں خرابی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے ان کا جسم کمزور پڑ گیا تھا جب دوسری بھی خراب ہوئی تو ان کی کمزوری دور ہوگئی۔ گوشت ابھر آیا ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ پہلی آنکھ کی خرابی کی وجہ سے جو میری صحت کمزور ہوئی تھی وہ دوسری کی خرابی خوف سے ہوئی تھی اب

جب کہ دونوں ہی خراب ہوگئی تو میرا دل مطمئن ہوگیا ابوقاسم بغوی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی علی بن الجعد نے انہیں شریک نے انہیں سماک نے انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔ معالج نے ان سے کہا ہم تیری آنکھوں سے پانی نکال تو دیں گے لیکن آپ سات دن تک نماز نہیں پڑھ سکو گے تو حضرت نے انکار کر دیا فرمایا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا طاقت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ان کے غصے کے ساتھ ملاقات کرے گا ایک روایت میں ہے کہ ان سے کہا گیا کہ پانچ دن تک لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا ایک روایت میں ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنی پڑے گی تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا اس لئے اگر کسی نے ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دی تو وہ اللہ تعالیٰ اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ غصہ میں ہوں گے۔ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نابینا ہوئے تو مدائنی نے ان کے بارے میں عمدہ شعر کہے۔

ترجمہ: ...... اگر اللہ نے میری آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو میری زبان اور میرے کانوں میں اس کا نور ہے۔ میرا دل فہیم ہے۔ میری عقل میں کوئی خلل نہیں ہے۔ میرے منہ میں تلوار کی طرح جو ہر دار شمشیر براں ہے۔

جب ابن زبیر اور عبدالملک بن مروان کے درمیان اختلاف ہوا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ لوگوں سے دور رہنے لگے ابن زبیر نے انہیں اپنے سے بیعت کرنے کے لئے بلایا تو ان دونوں نے انکار کر دیا لوگوں نے ابوطفیل عامر بن واثلہ کو بھیجا۔ عراق نے ان دونوں کی جماعتیں خوب طاقت سے لیث ہو کر آئیں ان جماعتوں میں کل چار ہزار تھے جنہوں نے پہلے ہی حملے میں فتح کر لیا اس کے بعد ابن زبیر کو ڈھونڈنے لگے تو وہ بھاگ کر کعبۃ اللہ کے پردہ سے آکر چمٹ گیا اور کہا کہ میں اللہ کے نام پر پناہ چاہتا ہوں تو ان لوگوں نے ابن زبیر کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کے معاملے کی طرف متوجہ ہوئے جن کے گھروں کے اردگرد ابن زبیر نے آگ لگا رکھی تھی تا کہ وہ دونوں اس میں جل جائیں تو لوگوں نے ان کو وہاں سے نکالا، یہاں تک کہ وہ طائف آگئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ دو سال مقیم رہے لیکن کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ۶۸ھ میں وفات پائی محمد بن حنفیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک...... آپ قد آور، کانوں تک لمبے بال والے تھے، آپ کے سر میں سفیدی آگئی تھی۔ آپ کے دس بھائی تھے فضل، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، قثم، عبدالرحمٰن، کثیر، حارث، عون اور تمام۔ تمام سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ تمام کو گود میں اٹھا کر اکثر یہ فرماتے تھے۔ تمام کے ذریعہ وہ پورے دس ہو گئے ہیں۔ یا اللہ ان کو شریف، اور نیک بنا، انہیں ذکر کرنے والا بنا۔ ان کے پھل کو بڑھا۔

اس سال دیگر وفات پانے والے حضرات

اسی سال ابوشریح خزاعی نے وفات پائی آپ کا صحیح نام خویلد بن عمرو ہے اسی سال جلیل القدر صحابی واقد الیثی کی وفات بھی ہوئی اے سال کی عمر میں وفات پائی مکہ میں مدفون ہوئے۔

۶۹ھ کے واقعات

اس سال عبدالملک بن مروان نے عمر بن سعید الاشدق کو قتل کیا اس کا واقعہ یہ تھا کہ عبدالملک اپنے لشکر کے ہمراہ قرقیسیا روانہ ہوا اس کا ارادہ زفر بن حارث کلابی کا محاصرہ کرنے کا تھا جس نے مروان کی فوج کے خلاف سلیمان بن صرد کو مدد فراہم کی تھی۔ جب اس نے عین الوردۃ میں اس سے

جنگ کی تھی۔اوراس کے بعد مصعب بن زبیر کی طرف لشکر کشی کا ارادہ تھا۔لہٰذا روانگی کے وقت ابن مروان نے دمشق پر موصوف عمر بن سعید الاشدق کو نائب مقرر کیا لیکن اس نے بیت المال پر قبضہ کر کے بغاوت کردی۔عبدالملک نے اس پر قابو پانے کے بعد اس کو بلایا اور اس کو جھٹکا دیا جس سے یہ منہ کے بل گرا اور اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے اسی دوران مؤذن نے عصر کی اذان دی تو عبدالملک نماز کے لئے اٹھا اور اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو عمر بن سعید کے قتل کا حکم دیدیا عبدالملک کے نکلتے ہی عبدالعزیز تلوار سونپ کر اس کی طرف لپکا عمرو نے اسے اللہ کا واسطہ دیا کہ تم رشتہ دار ہو کر مجھے قتل نہ کرو اور یہ کام کسی اور کے سپرد کردو عبدالعزیز رک گیا عبدالملک کے جانے کے بعد عمرو بن سعید کے بھائی یحیٰی بن سعید اپنے بھائی کے ایک ہزار غلام اور دیگر بہت سے ہمدردلوگوں کے ساتھ عبدالملک کے پاس آیا وہ اس قدر جم غفیر کو دیکھ کر دارالامارت میں بند ہو گیا لوگوں نے آواز دی ہم سے بات کرو اسی اثناء میں ایک شخص نے عبدالملک کے بیٹے ولید کے سر پر تلوار مار کر اسے زخمی کر دیا عبدالملک واپس باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا لختِ جگر زخمی ہے اور دشمن عمر بن سعید زندہ ہے تو اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو خوب گالیاں دیں اور ایک نیزہ منگوایا اور اس سے چند ضربیں عمرو پر ماریں لیکن اس سے اس کی موت واقع نہیں ہوئی پھر عبدالملک نے تیز دھار تلوار منگوائی اور اسے لٹایا گیا عبدالملک اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کو ذبح کرنے لگا حتیٰ کہ وہ دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔

عمرو بن سعید الاشدق کے متعلق مروی ہے کہ یہ صحابی ہیں اور ان کو حضور ﷺ سے روایت کا شرف بھی حاصل ہے ایک روایت ''کسی باپ نے بیٹے کو حسنِ ادب سے بڑھ کر کوئی اچھی چیز عطا نہیں کی''۔

عمر بن سعید نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

مشہور قول کے مطابق ان کے قتل کا واقعہ ۶۹ ھ میں پیش آیا۔

عبدالملک اور سعید کی مراسلت......مروی ہے کہ عبدالملک نے عمرو کے محاصرے کے دوران اسے لکھا کہ میں تجھے قرابت اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اپنے درمیان اتفاق کو پارہ پارہ نہ کر اور اپنی بیعت کی طرف واپس لوٹ آ۔اس کے علاوہ عبدالملک نے قسم اٹھا کر اسے کہا کہ صلح کی صورت میں تو میرا ولی عہد ہو گا الغرض امن پر دونوں کا اتفاق رائے ہو گیا جس کے بعد عمرو بن سعید نے ابن مروان کے لئے دمشق کے دروازے کھول دیئے لیکن ابن مروان نے داخل ہو کر عہد نامے کو توڑ دیا اور عمر بن سعید کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

ابوالاسود الدئلی التابعی......آپ کو الدیلی بھی کہا جاتا ہے آپ کوفہ کے قاضی اور مشہور تابعی ہیں آپ ہی کی طرف علم نحو منسوب ہے سب سے پہلے نحو کے متعلق بنیادی قواعد آپ ہی نے مرتب فرمائے کہا جاتا ہے کہ آپ نے یہ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ابوالاسود آپ کی کنیت ہے اور ان کا نام عمرو بن ظویلم ہے۔

اسی سال ابن جریر کے قول کے مطابق عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا دوران حج ایک خارجی نے حکم بنانے کا اظہار کیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔

اس سال بھی ۶۸ ھ کے عمال اپنے عہدوں پر فائز تھے۔

اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید و حسان بن مالک......اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور معرکہ یرموک میں اپنے خیمے کی قناۃ سے نو رومیوں کو قتل کیا آپ دمشق میں سکونت پزیر رہیں اور باب الصغیر میں مدفون ہوئیں۔

حسان بن مالک کی کنیت ابوسلیمان البحدلی ہے۔مروان کی خلافت کے سال اس نے وفات پائی۔

۷۰ھ کے واقعات

اس سال عبدالملک بن مروان کی خلافت میں اہل روم نے لشکر کشی کی اس سال ابن زبیر اور بنی مروان کے درمیان شدید لڑائی رونما رہی جس کی وجہ سے رومیوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حوصلہ ہوا۔ عبدالملک نے شاہِ روم سے ہر جمعہ ہزار دینار دینے پر مصالحت کرلی۔
اس سال مصر میں قحط عام ہوگیا عبدالملک کے بھائی عبدالعزیز امارت سے فرار ہوکر مصر سے نکل گیا اور حلوان میں پڑاؤ ڈالا اور اس علاقے کو وہاں کے بڈوں سے دس ہزار دینار میں خرید لیا۔ عبدالعزیز نے وہاں دارالخلافہ قائم کیا اور جامعہ مسجد تعمیر کی اور اپنی افواج کو وہیں بلالیا۔
اسی سال مصعب بن زبیر بصرہ سے مکہ روانہ ہوئے اور مکہ میں اپنے ساتھ لائے ہوئے بیشمار اموال تقسیم کیئے۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

عاصم بن عمر بن الخطاب العدوی نے اسی سال وفات پائی آپ رسول ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حفص اور عبداللہ آپ کے دو بیٹے تھے دونوں نے آپ سے روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ عروہ بن زبیر نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔

عاصم بن عمر کا ایک واقعہ...... مروی ہے حضرت عاصم اور حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا پیدا ہوگیا لیکن جب عاصم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کو بھانپا تو کہنے لگے اے حسن یہ زمین آپ کی ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں یہ آپ ہی کی ہے! الحاصل دونوں نے زمین سے ہاتھ کھینچ لیئے اس کے بعد دونوں (اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کی اولاد تک نے بھی اس زمین کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔
حضرت عاصم پروقار شریف النفس مال دار شخص تھے آپ نے اسی سال وفات پائی۔

ابوالعلاء قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ بن دویب الخزاعی...... آپ جلیل القدر تابعی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں آپ کا شمار فقہاء اور صالحین میں ہوتا ہے آپ کتاب اللہ کے معلم تھے۔

قیس رحمۃ اللہ علیہ بن دریح...... آپ حجاز کے باشندے تھے کہا جاتا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ اسی سال آپ کی وفات ہوئی۔

یزید بن زیاد حمیری...... یہ مبالغہ آمیز ہجو پسند شاعر تھا اس نے زیاد کی ہجو کی تو اس کے بیٹے عبیداللہ نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن حضرت معاویہ نے عبیداللہ بن زیاد کو اس سے باز رکھا۔ ابن زیاد نے اسہال کی دوا پلا کر اسے گدھے پر سوار کیا اور بازاروں میں رسوا کرایا اس حال میں کہ یزید بن زیاد گدھے پر دست کرتا جاتا تھا جواباً یزید نے ایک شعر کہا:
ان اسہالوں کو تو پانی دھودے گا لیکن میرے اشعار او۔ ہجو تیری ہڈیوں میں بس جائے گی۔

قاضی بشیر بن النضر...... آپ کی سالانہ تنخواہ ہزار دینار تھی مصر میں آپ کی وفات ہوئی آپ کے بعد مصر کا عہدۂ قضاء عبدالرحمٰن بن حمزہ الخولانی نے سنبھالا۔

مالک بن یخامر السکسکی الہانی الحمصی ...... ایک قول ہے کہ آپ تابعی ہیں دوسرا قول آپ کے صحابی ہونے کا بھی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ تابعی تھے نہ کہ صحابی۔ امام بخاری نے حضرت معاویہ کے طریق سے مالک بن یخامر کے واسطے سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی کہ حق پر ہمیشہ قائم رہنے والی جماعت کے متعلق ایک تشریح نقل کی ہے کہ وہ جماعت شام میں ہوگی اس سے آپ حضرت معاذ کے خواص میں سے تھے۔ ایک قول آپ کی وفات کا ۷۰ھ کا ہے اور بعض مؤرخین نے ۷۲ھ میں آپ کی وفات بیان کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۷۱ھ کے واقعات

اس کا سال کا عظیم واقعہ عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔

اس سال سے قبل دونوں کے درمیان معمولی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں لیکن اس سال عبدالملک نے عظیم لشکر کے ساتھ لشکر کشی کی دوسری طرف مصر میں اپنے جاسوس روانہ کیئے جنھوں نے فضا کو مصعب بن زبیر کے خلاف ہموار کیا جس کی وجہ سے مصعب حجاز کی طرف چلے گئے۔ پھر آپ کو اطلاع ملی کہ عبدالملک شام میں آپ کی طرف قصد کا ارادہ رکھتا ہے لہٰذا آپ اس کے مقابلہ میں نکلے اور عبدالملک بھی مسکن تک پہنچ گیا اور مسکن کے دیر الجاثلین میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ ابراہیم بن اشتر مصعب کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا امیر تھا اور محمد بن مروان عبدالملک کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا امیر تھا اس لڑائی میں ابن اشتر رحمۃ اللہ علیہ قتل ہو گئے ان کے ساتھ امراء کی ایک جماعت بھی قتل ہوئی مصعب کے سواروں پر امیر عتاب بن ورقا فرار ہو گیا اس نازک وقت میں مصعب نے اپنے بہادروں کو جوش دلایا اور زور کی لڑائی چھڑ گئی۔

مدائنی کہتے ہیں عبدالملک نے اپنے بھائی کو مصعب کے لئے امان دے کر بھیجا لیکن مصعب نے انکار کر دیا پھر محمد بن مروان نے مصعب کے بیٹے عیسیٰ کو کہا اے میرے بھتیجے تو میرے پاس آ جا تجھے امان ہے لیکن عیسیٰ نے فرمایا میں اپنے باپ کو چھوڑ کر قریش کی عورتوں کے طعنے سننا نہیں چاہتا حضرت مصعب نے بھی ان کو جانے کے لئے کہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا آخر مصعب اور عیسیٰ دونوں آگے بڑھے اور خوب لڑے عیسیٰ شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت مصعب نے خوب بہادری کے ساتھ لڑائی کی مخالف فوج کے زائد بن قدامہ نے آپ پر حملہ کر کے نیزہ مارا جس سے آپ زخمی ہوئے آپ کو زخمی دیکھ کر عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان نے آپ کو قتل کر کے آپ کا سر کاٹ لیا اور عبدالملک کے سامنے پیش کر دیا عبدالملک نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا لیکن قاتل نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے اسے ایک بدلہ میں قتل کیا ہے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک نے مصعب کو قتل کرنے کے بعد کوفہ کی طرف قصد کیا اور مقام نخیلہ میں اترا اور وہاں کے لوگوں سے خطاب کیا اور کوفہ پر اپنے بھائی بشر بن مروان کو امیر بنایا۔

مصعب بن زبیر ...... آپ کا نام مصعب بن زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب ہے ابو عبداللہ اور ابو عیسیٰ دونوں آپ کی کنیت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کا شرف حاصل ہے آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ انتہائی خوبصورت شخص تھے شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ممبر پر آپ سے حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب رحمہ اللہ کو عراقین کی امارت دی تھی۔

مختار کا قتل بھی حضرت مصعب کے ہاتھوں ہوا تھا اور مختار کے فتنے کو آپ ہی نے کچلا ایک صبح میں آپ نے مختار کے سات ہزار افراد کو قتل کیا۔

یعقوب کا بیان ہے آپ کے قتل کا سال ۷۲ھ ہے اور زبیر بن بکار کہتے ہیں آپ کی عمر کے بارے میں تین قول ہیں ۳۳ سال ۴۰ سال ۴۵ سال۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں جس معرکے میں آپ شہید ہوئے آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھیں جب آپ شہید ہو گئے تو سکینہ نے آپ کو مقتولین میں تلاش کیا اور آپ کے رخسار مبارک پر موجود تل کی وجہ سے آپ کو پہچانا اور فرمانے لگیں ایک مسلمان عورت کا یہ مسلمان خاوند کیا عظیم شخص تھا۔ بخدا تیری یاد میرے دل میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔ پھر آپ نے عنترہ کا شعر پڑھا۔

ایک حسین عورت کا دوست ہے میں نے اسے چٹیل میدان میں پچھاڑ دیا۔ اور اس نے کچھ مزاحمت نہیں کی میں نے اس کے جسم کو چیر دیا۔ کیونکہ نیزے کی نوک پر ہر سردار حلال ہوتا ہے۔

عکاشہ اور عیسیٰ آپ کے لڑکے تھے۔ عیسیٰ آپ کے ساتھ شہید ہوئے ان کے علاوہ جعفر، مصعب، سعید، المنذ راور عیسیٰ اصغر بھی مختلف ماؤں سے آپ کے فرزندگان تھے۔ اور ایک لڑکا الرباب بھی تھا۔ اسی کی والدہ سکینہ بنتِ حسین رضی اللہ عنہا حضرت مصعب کی بیوی آپ کے ساتھ آخری معرکے میں شریک تھی جس کا بیان گزر چکا۔ اور آپ کی ایک لڑکی سکینہ ہے۔ جس کی ماں فاطمہ بنتِ عبداللہ تھی آپ کے دولڑکے اور عبداللہ اور محمد بھی ہیں۔ جن کی ماں عائشہ بنتِ طلحہ تھیں۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

ابراہیم بن الاشتر...... الاشتر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں شمار تھا۔ اور اس کا بیٹا ابراہیم مشہور بہادروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی فوج کا امیر تھا اسی نے قاتل حسین رضی اللہ عنہ عبیداللہ بن زیاد کو قتل کیا۔

ابوعبداللہ المرادی عبدالرحمٰن بن غسیلہ...... یہ عالم وفاضل شخص تھے۔ عبدالملک بطور اکرام اسے اپنے تخت پر بٹھایا کرتا تھا۔ دمشق میں آپ کی وفات ہوئی۔

عمرو بن سلمہ مخزومی مدنی رضی اللہ عنہ...... یہ آپ ﷺ کے پروردہ ہیں ارضِ حبشہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

ابوعبدالرحمٰن حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ...... آپ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے ام المؤمنین نے آپ کو آزاد کر دیا تھا۔ اور آپ حضور ﷺ کے خدمت گار بن گئے۔

آپ کے نام کی وجہ تسمیہ...... ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے اصحاب جن میں سفینہ بھی شامل تھے کے ہمراہ باہر نکلے اصحاب کا سامان زیادہ تھا آپ ﷺ نے حضرت سفینہ کو فرمایا اپنی چادر بچھاؤ پھر آپ نے اس چادر میں سب کا سامان رکھ دیا۔ اور حضرت سفینہ سے فرمایا تم اسے اٹھالو کیونکہ تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں اس روز سات اونٹوں کا بوجھ بھی اٹھانا چاہتا تو وہ میرے لئے ہلکا پھلکا ہوتا۔

ابوزید عمر بن اخطب انصاری...... آپ کی وفات بھی اسی سال ہوئی آپ رضی اللہ عنہ تیرہ غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

یزید بن الاسود الحرشی السکونی...... انتہائی پارسہ شخص تھے شام کی بستی جرین نامی میں رہتے تھے آپ کے صحابی ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کا بہت اکرام فرماتے تھے۔ اور اپنے ساتھ ممبر پر بٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ شام میں قحط پڑا تو آپ کے وسیلے سے خدا سے بارش مانگی گئی۔ اور بارش ہوئی بیان کیا جاتا ہے آپ نے اپنی بستی کے ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ رات کے اندھیرے میں آپ نماز کے لئے نکلتے تو آپ کے انگوٹھے سے نور پھوٹتا تھا جس کی روشنی میں آپ اپنی منزل تک پہنچتے تھے آپ کی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی۔ آپ نے غوطہ دمشق کی زیدین یا جبرین بستی میں وفات پائی رحمہ اللہ۔

۷۳ھ کے واقعات

اس سال مہلب بن ابی سفرہ اور خارجی فرقے ازرقہ کے درمیان سولاک مقام پر شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ لگ بھگ پونے سال تک یہ جنگ جاری رہی جن کی تفصیلات ابن جریر نے ذکر کی ہیں۔ اسی مدت میں مصعب بن زبیر شہید ہوئے اس کے بعد عبدالملک نے مہلب بن ابی صفرہ کو اہواز اور آس پاس کے علاقوں کا حاکم بنایا۔ آخر میں خارجی بری طرح پسپا ہو کر فرار ہو گئے۔

ابن جریر لکھتے ہیں اس سال ابوفدیک حارثی نے بغاوت کی اس کا تعلق قیس بن ثعلبہ سے تھا اس نے بحرین پر غلبہ حاصل کر لیا اور وہاں کے امیر نجدہ بن عامر کو تہ تیغ کر دیا۔

اس کے جواب میں بصرہ کے امیر خالد بن عبداللہ نے اپنے بھائی امیہ بن عبداللہ کو ابوفدیک کے مقابلہ میں روانہ کیا ابوفدیک نے انھیں بھی شکست سے دوچار کر دیا۔ اور امیہ کی لونڈی گرفتار کر لی اور اس کو اپنی حرم سرا میں داخل کر لیا۔ خالد نے عبدالملک کو حقیقت حال بتائی عبدالملک نے اس کو تعاون کا یقین دلایا۔

ابن جریر لکھتے ہیں اس سال عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیخ کنی کے لئے مکہ روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں کوئی شخص جانے کو تیار نہ تھا حجاج نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے پیش کیا اور کہا اے امیر المؤمنین میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے ابن زبیر کو پکڑ کر اس کی کھال کھینچ لی ہے۔ لہذا مجھے اس کے مقابلہ میں بھیجئے عبدالملک نے اس کو بہت بڑی شامی فوج کے ساتھ مکہ روانہ کیا اور اہل مکہ کے لئے اطاعت کی صورت میں پروانہ امن لکھ دیا۔

ابن زبیر اور حجاج کے درمیان جنگ کی وجہ سے اس سال لوگوں کا حج موقوف ہو گیا۔ فریقین میں سے کسی کو حج کی سعادت حاصل نہیں ہوئی لوگ احرام باندھے رہے لیکن حلال نہ ہو سکے۔

ابن جریر لکھتے ہیں اس سال عبدالملک نے امیر خراسان عبداللہ بن خازم کو اپنی بیعت کے لئے خط لکھا۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا پھر عبدالملک نے ابن خازم کے نائب بکیر بن وشاح کو ورغلایا اور کہا کہ اگر وہ عبداللہ بن خازم کا تختہ الٹ دے تو وہ اسے خراسان کی عمارت دیدے گا ابن وشاح اس لالچ میں آ گیا اور اس نے ابن خازم کے خلاف لشکر کشی کی اور ابن خازم جنگ کے دوران قتل ہو گیا۔

وکیع بن عمیرہ نامی شخص نے آپ کو شہید کیا۔ اور آپ کا سر کاٹ لیا یہ ساری صورتحال ابن وشاح نے عبدالملک کو لکھ کر بھیجی اور ابن خازم کا سر بھی اس کے پاس بھیجا جس سے عبدالملک بہت خوش ہوا۔ اور اس کو خراسان کا امیر مقرر کر دیا۔

اس سال مدینہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے نکل گیا اور مدینے میں ابن مروان کے نائب طارق بن عمر کی امارت قائم ہو گئی۔

عبداللہ بن خازم کے حالات...... ابو صالح عبداللہ بن خازم بن اسماء السلمی بصری خراسان کے امیر تھے مشہور بہادر انسان تھے آپ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی۔ ابوبشیر دلادی کہتے ہیں آپ کی شہادت ۷۱ھ میں ہوئی بعض کا قول ہے ۷۸ھ میں آپ شہید ہوئے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ ۷۳ھ ہی میں یہ واقعہ پیش آیا آپ نے سرخس کو فتح کیا ۶۴ھ میں آپ خراسان کے امیر بنے کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر ابن خازم کے پاس بھجوایا تاکہ اس سے ابن خازم مرعوب ہو اور لکھا کہ تم میری اطاعت میں آ جاؤ ابن خازم رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس دیکھ کر قسم اٹھائی کہ میں کبھی اس ظالم شخص کی بیعت نہیں کروں گا پھر ابن خازم رضی اللہ عنہ نے ایک صاف طشت منگوایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو اس میں دھویا اور اس کو خوشبوئیں لگائیں اور اسے کفن دے کر آپ کے اہل وعیال کے پاس مدینے بھیج دیا پھر آپ نے ابن مروان کے ایلچی کو کہا اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تجھے تہ تیغ کر ڈالتا۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

احنف بن قیس ......ابو معاویہ احنف بن قیس بن حصین التیمی السعدی، آپ حضور ﷺ کی حیات میں مسلمان ہوگئے تھے لیکن آپ کی زیارت حاصل نہ ہوسکی۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی آپ انتہائی بردبار شریف النفس سردار تھے آپ بصرہ کے مشہور تابعین میں سے ہیں اپنی قوم کے سردار تھے۔ ایک آنکھ سے نابینا تھے نحیف جسم والے تھے داڑھی ٹھوڑی پر بال تھے۔ چیچک کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ ضایع ہوگئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آزمایا اور فرمایا یہ سردار شخص ہے اس کی گفتگو نے آپ کو حیران کر دیا تھا۔ اسی سال آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ کے باپ عازب بن حارث بن عدی بن مجدعہ بھی صحابی تھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے بہت احادیث روایت کی ہیں مؤرخین لکھتے ہیں۔ جب عراق پر مصعب بن زبیر کی حکومت تھی اس وقت آپ کی وفات ہوئی۔

قاضی عبیدہ بن عمر سلمانی......عبیدہ نے حضور ﷺ کی حیات میں اسلام قبول کرلیا تھا اور آپ انتہائی فاضل قاضی تھے قضاۃ میں قاضی شریح کے ہم استعداد تھے۔ بلکہ قاضی شریح بھی آپ سے رجوع کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے متعلق ایک قول ۷۳ دوسرا قول ۷۴ ہجری کا ہے۔

حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا ذات النطاقین......آپ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد اپنے بیٹے کے فراق میں وفات پاگئیں۔

اس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات میں سے چند خاص حضرات یہ ہیں۔ عبداللہ بن صفوان، عبداللہ بن مطیع، عوف بن مالک، عبداللہ بن حدرد سلمی، عبداللہ سعد بن جشم انصاری، مالک بن مسمع غسان بصری، ثابت بن ضحاک، زینب بنت ابی سلمہ، عبداللہ بن سائب، عطیہ بن بشر، عبیدہ بن نضیلہ، عبداللہ بن قیس الرقیات اور عبداللہ بن حمام کی وفات بھی اسی سال ہوئی۔ اور توبہ بن الصمۃ یہ تمام حضرات حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حجاج کے مقابلہ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ توبہ بن الصمۃ ہی مشہور مجنون ہیں جن کا لیلیٰ کے ساتھ قصہ مشہور ہے۔

ختم شد تاریخ ابن کثیر حصہ ہشتم